Saber Multani's

Principles & Practice of Medicine (SimpleOrganoPathy)

جلد دوم

ارسطوء زماں، ابنِ سیناء وقت محقق و مُجدّد طِبّ، حُجۃ الحق،
اُستاذ الحکماء و اطبّاء، ابو الشفاء، حکیمِ انقلاب المعالج

حضرت دوست محمد صابر ملتانیؒ
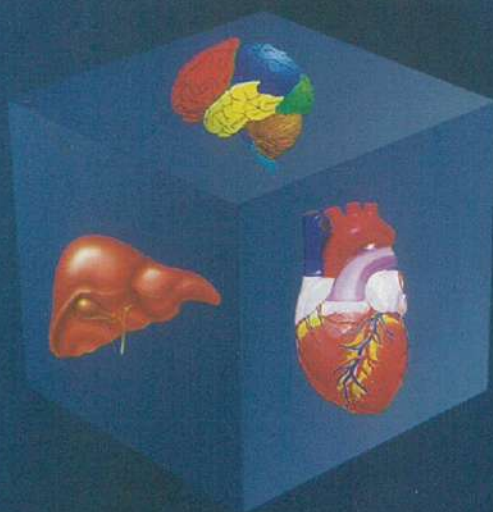
ختم نبوت ﷺ زندہ باد　　　　عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد　　　　پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو

Saber Multani's
Principles & Practice of Medicine (SimpleOrganoPathy)

کلیاتِ تحقیقات صابر ملتانیؒ
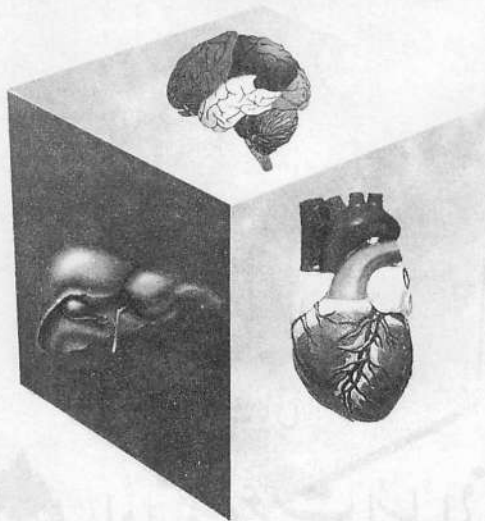
جلد دوم

ادارہ مطبوعات سلیمانی

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور • فون: 042-37232788

042-37361408 E-mail: sulemani@gmail.com

www.sulemani.com.pk, facebook.com/sulemani5

کتاب کا نام	کلیات تحقیقات صابر ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (جلد دوم)
مصنف ومؤلف	حکیم دوست محمد صابر ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر	حکیم عروہ وحید سلیمانی
مطبع	آر۔آر۔ پرنٹرز
طبع اول	مارچ ۲۰۱۲ء
طبع دوم	اکتوبر ۲۰۱۵ء
تعداد	۱۰۰۰
قیمت	۱۲۵۰/- روپے

دست یابی

ادارہ مطبوعات سلیمانی

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور • فون: 042-37232788
042-37361408 E-mail: idarasulemani@yahoo.com
www.sulemani.com.pk

ترتیب کتب صابر ملتانیؒ

جلد اوّل

جلد دوم

حکیم انقلاب دوست محمد صابر ملتانی

کی تمام کتب الگ الگ بھی دستیاب ہیں۔

حکیم محمد یلیین دنیا پوری اور نظریہ مفرد

اعضاء پر دیگر کتب کے علاوہ ہمہ قسم طبی،

ہومیو و ایلو پیتھی کتب کے لیے رابطہ کریں۔

(۱۰)

تحقیقات فارماکوپیا

فہرست عنوانات

پیش لفظ

فارماکوپیا کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے قوانین اور مجربات کے بغیر علاج کرنا علم وفن طب کے بالکل خلاف ہے، بلکہ اس کو جرم سمجھنا چاہئے۔ اس کے قوانین میں اس امر کو ذہن نشین کرایا جاتا ہے کہ مجربات کو امراض کے ساتھ کس طرح مطابق اور موافق کیا جاتا ہے اور خاص طور پر کسی دوا کا کس شکل اور مقدار میں استعمال ہونا ضروری ہے، گویا فارماکوپیا فن علاج کی جان ہے۔

فارماکوپیا فرنگی طب (ماڈرن میڈیکل سائنس) کا لفظ ہے۔ بلکہ اس کے علم الادویہ کی ایک نہایت ضروری شاخ ہے، لیکن افسوس ناک بلکہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ فرنگی فارماکوپیا میں مجربات کو امراض کے مطابق (ایکارڈ) اور موافق (کوپ) کرنے کے کوئی قوانین نہیں قائم کئے گئے۔ صرف اس امر کو سامنے رکھا گیا ہے کہ کون کون سے مجربات کن کن امراض کے لئے مفید ہیں۔ زیادہ تر بعض مجربات کو بعض اقسام کے جراثیم کے لئے مفید لکھا گیا ہے، لیکن اس امر کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا کہ یہ مجربات مفید کیوں ہیں اور اپنا جرم کش اثر کیسے کرتے ہیں کیونکہ ادویات جو جسم انسان میں وارد ہوتی ہے وہ سیدھی (ڈائرکٹ) اس مرض کو نہ رفع کرسکتی ہیں اور نہ ہی جراثیم کو اس طرح فنا کرسکتی ہیں جس طرح جسم انسانی کے باہر کسی امتحانی نالی (ٹیسٹ ٹیوب) میں جاکر ان کو فنا کردیتی ہے۔

دوا جب جسم انسان میں وارد ہوتی ہے تو خون میں شامل ہونے سے قبل (اوّل) وہ کسی نہ کسی عضو پر اثر انداز ہوکر اس میں افراط و تفریط اور ضعف کی صورت پیدا کرتی ہے۔ (دوسرے) جسم کی اندرونی کیمیاوی رطوبات (سکریشن) میں تغیر پیدا کرتی ہے۔ (تیسرے) جسم انسانی کو کوئی نہ کوئی کیفیت اور مزاج عطا کرتی ہے۔ پھر دوا کے افعال واثرات جسم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن فرنگی طب ان علمی قوانین (سائنٹفک لاز) سے بالکل خالی ہے، گویا وہ ایک عطایانہ طریق علاج ہے۔ یعنی فلاں مرض کے لئے فلاں دوائی مجرب خیال کرلی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرح کا جو علاج کیا جاتا ہے تو سو میں سے ننانویں فیصد ناکام بلکہ نقصان رساں ہوتا ہے اور آج کل تو اور بھی ظلم ہو رہا ہے کہ یورپ کی کمپنیوں سے نئی تیار شدہ ادویات کی فہرستیں آجاتی ہیں۔ ڈاکٹر ان ادویات کو بغیر ذاتی تجربات کے استعمال کرکے اس نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ پرلطف بات یہ ہے کہ وہ ہر نئی دوا کا طریق استعمال بھی نہیں جانتے اور اپنی بے علمیوں سے مریضوں کے لئے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔

نفسیاتی طور پر اس امر کو ذہن نشین کرلیں کہ جب تک کسی مجربات دوا کی ایک خاص مقدار کو زمانہ مرض و علامات واعضاء کے افعال کے ساتھ تطبیق دینے کا علم نہ ہو اس وقت تک بہترین اور یقینی مجربات کے بھی صحت بخش اور صحیح اثرات نمایاں نہیں ہوسکتے۔ جب تک کسی مجرب دوا کا کم ازکم چند بار خود استعمال نہ کیا جائے اس پر کوئی معالج حاوی نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اطباء تحصیل علم وفن طب کے بعد کئی سالوں تک استادوں کی زیر نگرانی مجربات کا استعمال ذہن نشین کرتے ہیں۔ حقیقت ہے کہ اس عمل تجربات کے بغیر مجربات پر حاوی

ہونا مشکل ہے۔

طب یونانی میں علم الادویہ کی اس شاخ کو قرابادین کہتے ہیں۔ اس کو علم العلاج میں بے حد اہمیت حاصل ہے۔ انہی مجربات کو قانونی طور پر علاج میں استعمال کیا جاتا ہے۔ فرنگی فارماکوپیا اس کا نہ صرف معنوی ترجمہ ہے بلکہ اس کی نقل ہے جواب بگڑ چکی ہے۔ مگر طب یونانی میں صدیوں سے زیرنظر اور دستور العمل ہے۔ البتہ جب فرنگی طبیہ کالج قائم ہوئے ہیں ان میں فرنگی طبی تعلیم کے ساتھ ساتھ فرنگی ادویات اور فرنگی فارماکوپیا زیر استعمال آ گیا ہے۔ اس وقت سے علاج میں مجربات کو طب یونانی کے قوانین اور قرابادینی اصولوں کو نظرانداز کر کے صرف مجربات کو امراض وعلامات کے ساتھ استعمال کر دیا جاتا ہے اور شب وروز اس کو تیزی سے اپنایا جارہا ہے۔

فرنگی مجربات کی ابتداء دلی، علی گڑھ اور لکھنو طبیہ کالجوں سے ہوئی ہے اور پنجاب میں فرنگی شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی نے پھیلایا ہے اور فرنگی حکیم علی احمد نیرواسطی نے اس کو وبائی صورت میں پھیلا دیا ہے۔ اس برائی کو پھیلانے میں مجربات فروشی کو بے حد دخل ہے۔ جس کی ابتداء بھی فرنگی شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی نے کی ہے، انہوں نے طبی فارماکوپیا کے نام سے دو موٹی موٹی جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں غلط ملط مجربات کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی قانون وقاعدہ اور اصول نہ بیان کیا ہے اور نہ مدنظر رکھا ہے اور فرنگی طب کی نقل اور پیروی میں مجربات کی شکل اور اثرات کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ ہر نسخہ میں متضاد اور مختلف ادویات کو اکٹھا کر دیا ہے۔ خالص فرنگی اور دو آتشہ نسخے لکھ کر اپنی کور ذوقی کا ثبوت دیا ہے۔ اس میں مبالغہ ہو تو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کسی ایک نسخہ کو طب یونانی کے اصول پر صحیح ثابت کر کے دکھائیں۔ ہم ان کو فی نسخہ مبلغ ایک سو روپیہ گن کر دینے کو تیار ہیں۔ انہوں نے اپنی اس کتاب طبی فارماکوپیا سے جو گمراہی پیدا کی ہے، وہ اس قدر علم وفن طب کے لئے نقصان رساں ہے کہ خدا جانے کتنی مدت میں اس کا اثر دور ہوگا۔ یہی صورت ان کے مجربات کی تمام کتابوں میں ہے اور سب سے بڑا ظلم اپنی کتاب علاج ''جامعہ الحکمت'' سے کیا ہے۔ کوئی نسخہ صحیح نہیں ہے اور فرنگی نسخہ جات لکھ کر فن طب کو فنا در دیا ہے۔ حیرت یہ ہے کہ کسی انگریزی دوا کی کیفیت اور مزاج سے واقف نہیں اور نہ ہی اُن کو اپنانے کا کوئی قانون لکھا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس تقلیدی عمل (اندھی پیروی) کا نام تجدید طب اور احیاء فن رکھا ہے اور تو کچھ نہیں البتہ اُن کا حسن کرشمہ ساز ہے۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اُن کی ایک ایک کتاب بلکہ ایک ایک نسخہ کا اپریشن کر کے اس گمراہی کو بہت جلد دور کریں گے۔ اس کتاب سے آخر میں ان سے طبی فارماکوپیا کے مقدمے پر جو تنقید مداوا میں کی تھی درج کر دی ہے۔

فرنگی شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کی اس گمراہ کن مجربات فروشی کے بعد یہ وبا تمام پاک وہند میں پھیل گئی اور ہر طرف فارماکوپیا شائع ہونے لگا اور ہر ادارے میں مجربات فروشی شروع ہو گئی اور ایسے ایسے نسخہ جات لکھے گئے کہ توبہ ہی بھلی۔ نہ کسی کا سر قائم اور نہ پاؤں صحیح۔ بس فن مجربات اور قرابادین کو بچوں کا کھیل بنا کر رکھ دیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مجربات کی ضرورت کا مسئلہ تو حل نہ ہوا، البتہ انگریزی ادویات اور فرنگی مجربات کا استعمال بکثرت شروع ہو گیا اور اب دیہاتوں تک یہ وبا پھیل گئی ہے۔

اس فنی برائی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے یہ خاص نمبر ''تحقیقات فارماکوپیا'' شائع کر رہے ہیں، اس کا نام بھی قرابادین کے بجائے فارماکوپیا لکھا ہے تاکہ نام کی مناسبت سے اس برائی کو جلد دور کیا جا سکے، اس خدمت فن میں ہم کہاں تک کامیاب ہیں، اس کا اندازہ قارئین خوب لگا سکتے ہیں۔

ایک خاص بات سے آگاہ کر دوں کہ تقریباً عرصہ بیس سال قبل جب ماہنامہ خادمہ الحکمت کی ادارت میرے پاس تھی، فارماکوپیا خاص نمبر شائع کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس وقت میرے ساتھیوں میں جناب حکیم سید فضل حسین صاحب رام داس، جناب حکیم فتح محمد

صاحب مرحوم- لاہور اور جناب حکیم غلام محمد صاحب مرحوم- راولپنڈی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ میرے اردگرد جمع تھے۔ انہوں نے اس خیال کو بے حد پسند کیا۔ اسی مقصد کے تحت جناب حکیم غلام محمد صاحب نے ایک مضمون فارماکوپیا پر لکھ کر مجھے بھیج دیا۔ وہ جنگ عظیم کا زمانہ تھا۔ کاغذ کی قلت کی وجہ سے رسالہ بند کرنا پڑ گیا اور فارماکوپیا شائع نہ ہوسکا۔ اب وہی مضمون یادگار اور تبرک کے طور پر اس خاص نمبر میں بطور مقدمہ کتاب درج کر دیا ہے۔ تقریباً بیس سال پرانا مضمون ہے، ہم نے کوئی تبدیلی نہیں کی ہے، تاکہ ان کا فکر یادگار کے طور پر قائم رہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حکیم صاحب موصوف اپنی زندگی کے آخیر دنوں تک مجھے ملنے کے لئے راولپنڈی سے یہاں تشریف لاتے رہتے، نظریہ مفرد اعضاء کی تحقیق سے بہت خوش تھے، پھولے نہ سماتے تھے، اس کی باریکیوں کو سمجھنے کے لئے کئی روز لاہور میں قیام کرتے تھے۔ اپنی جماعت کا بڑا کارنامہ خیال کرتے تھے۔ خداوند کریم ان کو مغفرت کرے بڑے آزاد مرد تھے۔

یہ خاص نمبر دسمبر اور جنوری کا پرچہ ہے جو خریداروں کو مفت دیا جارہا ہے۔ آئندہ ماہ فروری سے باقاعدہ ہر ماہ کا پرچہ شائع ہوگا۔ جس میں گزشتہ سال کے تمام مضامین شروع کر دیئے جائیں گے تاکہ ان کی تکمیل ہو جائے اور وہ کتابی صورت میں شائع کئے جائیں۔ یہی تحریک تجدید طب کا کورس بنے گا اور دوست شدت سے طلب کر رہے ہیں۔ ''تحقیقات فارماکوپیا'' بھی ایک اہم ضرورت تھی۔ فرنگی طب کے مجربات کو ختم کرنے کے لئے لازمی اقدام تھا۔

خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اہل فن اور صاحب علم کے سامنے یہ تحفہ پیش کر دیا گیا ہے۔ وماتوفیقی الا باللہ

صابر ملتانی
4 جنوری 1963ء

فارماکوپیا

مقدّمہ

رئیس الاطباء حکیم غلام محمد - راولپنڈی

کسی ملک کا فارماکوپیا دراصل ان ادویہ پر مشتمل ہوتا ہے جو اس ملک میں عام طور پر مستعمل ہوں اور جنہیں سرکاری طور پر مستند سمجھ لیا گیا ہو۔ پھر ان دواؤں کی مختلف صورتیں اور ان کے کارآمد مرکبات تک کی ترکیبیں وغیرہ بھی ایک خاص معیار کے مطابق ہوں۔

فارماکوپیا میں ادویہ کی وصلیت، منبت، کیمیائی نوعیت، اجزائے مؤثر وغیرہ، خصوصیت سے درج ہوتے ہیں۔ اور ان کی جانچ پڑتال کے قواعد اس لئے بتائے جاتے ہیں کہ اگر کوئی دوا مقررہ معیار پر نہ ہو تو اس کی مناسب تحقیق کر لی جائے اور شخص متعلقہ سے باز پرس ہو سکے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ جو دوا کسی فارماکوپیا میں درج ہو جائے وہ ضرور اعلیٰ پایہ کی ہوگی۔ لیکن یہ بھی ایک عام غلط فہمی ہے، جس کا ازالہ ہم کر دیتے ہیں۔ بعض ملکوں نے اپنے اپنے فارماکوپیا بنا رکھے ہیں اور ان میں بعض ایسی ایسی دوائیں بھی درج ہیں جن کی قدر و قیمت معمولی یا کچھ بھی نہیں۔ ایسے فارماکوپیا کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ کارآمد یا نکمّی ادویات میں تمیز کرے، بلکہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی ضرورت مند شخص کوئی دوا بازار سے خریدنا چاہے تو اس کو اصلی چیز دی جائے، اور اس کے مرکبات بھی مقررہ اصولوں کے مطابق بنے ہوں۔ سرکاری فارماکوپیا بنانے والے گویا اس امر کو ملحوظ رکھتے ہیں کہ بازار میں عام مانگ کس چیز کی ہے اور ملکی معالج اسے کس حد تک استعمال کرتے ہیں۔ انہیں اس بات سے چنداں واسطہ نہیں ہوتا کہ آیا وہ دوا کامل ہے بھی یا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فارماکوپیا خواص ادویہ یا ان کے استعمالات پر کوئی بحث نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر ہم دو چیزوں کا ذکر کرتے ہیں، ایک امریکن دوا وچ ہیزل (Witch Hazal) اور دوسری پختہ اینٹ کے سفوف کو لیتے ہیں۔ پہلی نباتی شے ہے اور دوسری معدنی۔ پہلی قیمتی چیز ہے اور دوسری مفت کی۔ ان دونوں کی تاثیر یکساں ہے۔ مگر لوگ سفوف خشت کے بجائے وِچ ہیزل کو ترجیح دیں گے۔ اس لئے فارماکوپیا مجبور ہے کہ وہ وچ ہیزل کا تذکرہ کرے اور سفوف خشت کو نظر انداز کر دے۔

کسی ملک یا قوم کا فارماکوپیا اس لئے تجویز کیا جاتا ہے کہ معالجین کے کسی خاص طبقہ اور کسی خاص مدت کے لئے کارآمد ہو سکے۔ مختلف ممالک نے اپنی ملکی ضروریات کے مطابق فارماکوپیا بنا رکھے ہیں اور ایک ملک کا فارماکوپیا دوسرے ملک کے فارماکوپیا سے بہت مختلف ہوتا ہے، خیر اس اختلاف سے تو چارہ کار نہیں، ایک ہی ملک کے فارماکوپیا کے مختلف ایڈیشن آپس میں مختلف ہو جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ایک زمانہ میں ایک دوا کا بول بالا تھا دوسرے وقت میں وہ معالجین کی نظروں سے گر گئی۔ اس لئے فارماکوپیا کو بھی ترک کرنی پڑی۔

زمانہ قدیم اور دورِ حاضرہ کے فارماکوپیا میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر ہم برٹش فارماکوپیا کو ہی سامنے رکھیں اور مثال کے طور پر میٹھا تیلیا (بیش) کو لیں جو زمانہ قدیم سے برطانوی معالجین کے زیر استعمال ہے تو ہمیں پرانے برطانوی فارماکوپیا میں جہاں

میٹھا تیلیہ کے سفوف کا استعمال نظر آئے گا وہاں زمانہ حاضرہ کے برٹش فارماکوپیا میں اس کی جگہ نفیس ٹنکچر اور وہ بھی اجزائے موثرہ کے اعتبار سے خاص درجے کا ملے گا۔ پرانے زمانہ میں ٹنکچر کا وجود ہی نہ تھا، اس لئے فارماکوپیا نے اس کے سفوف کی اجازت دی۔ لیکن دواسازی کے فن کی ترقی کے ساتھ فارماکوپیا کی نئی طبع نے ٹنکچر کا استعمال اور اس کی ترکیب وغیرہ بھی بتادی اور جن دواؤں کے مرکبات اپنے اجزائے مؤثرہ کے اعتبار سے کسی خاص معیار پر لانے ضروری نہ سمجھے، ان کے اجزائے مؤثرہ یعنی الکلائیڈ نکال کر دواءً استعمال کر لئے گئے۔ ایسی دواؤں میں کچلہ، دھتورہ اور سنکونا وغیرہ کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے۔

زمانہ حال کے ڈاکٹری فارماکوپیا دراصل کسوٹی یعنی محکم کا کام دیتے ہیں۔ ان میں دواؤں کے معیار قائم کر دیئے جاتے ہیں اور انہیں کی بنا پر ادویہ پر سرکاری جانچ پڑتال ہوتی رہتی ہے جو دوا مفرد ہو یا مرکب، اس معیار پر پوری نہ اترے وہ خلافِ قانون سمجھی جاتی ہے اور لائق مواخذہ بھی۔

تقریباً تمام مہذب ملکوں میں قومی فارماکوپیا کی تجویز وتشکیل یا تو حکومت کی طرف سے کی جاتی ہے یا حکومت اس غرض سے کوئی با اختیار مجلس قائم کر دیتی ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں یہ کام قومی سمجھا جاتا ہے۔ قوم جو فارماکوپیا تجویز کر دیتی ہے حکومت اسے تسلیم کر لیتی ہے۔ برطانیہ میں فارماکوپیا کا کام جنرل میڈیکل کونسل کے اختیار میں ہے جس نے اسے فارماکوپیا کمیٹی کے سپرد کر رکھا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں فارماکوپیا کی تیاری کا کیا انتظام ہے۔ اس کی مختصر سی کیفیت ملک وار حسبِ ذیل ہے۔

بلجیئم: فارماکوپیا حکومت خود شائع کرتی ہے۔ فارماکوپیا کے کمیشن میں 9 ممبر ہیں، جو تین سال تک کام کرتے ہیں۔ یہ کمیشن مستقل حیثیت کا ہے۔ قانوناً ہر تین سال کے بعد نیا ضمیمہ چھپنا چاہئے۔ کمیشن میں چھ دواساز اور تین ڈاکٹر آف میڈیسن یعنی ایم ڈی ہیں۔

چین: 1929ء میں وزیر صحت عامہ نے چار ممبروں کی ایک کمیٹی بنائی تھی، تاکہ چینی فارماکوپیا کا اوّلین مسودہ تجویز کرے۔ ملک میں بے حد شورش بپا رہی۔ بایں ہمہ بورڈ آف ہیلتھ نے اپنے جلسے منعقدہ فروری 1930ء میں اس مسودے کو منظور کر لیا۔

زیکو سلاویکیہ: اس ملک کے فارماکوپیا میں چار حصے ہیں:

① کیمسٹری ② خواص الادویہ ③ عمل دواسازی ④ مصلات اور جراثیمی ادویہ۔

یہاں کی کمیٹی میں 42 ممبر ہیں جن میں 2 دواساز، 4 کیمسٹری کے پروفیسر، 4 باٹنی کے پروفیسر، 10 میڈیسن کے پروفیسر، 2 صنعت وحرفت کے پروفیسر، وٹینری کی ہائی سکول کا پروفیسر اور 2 بیرسٹر۔

اس ملک کا اوّلین فارماکوپیا حال ہی میں شائع ہوا ہے۔

فرانس: گورنمنٹ خود فارماکوپیا شائع کرتی ہے اور وہ ایک کمیٹی سے مرتب کراتی ہے۔ 1908ء میں جس کمیٹی نے فرانسیسی فارماکوپیا بنانا تھا اس میں سولہ ممبر جن میں سے دس دواساز تھے۔ 1926ء میں فارماکوپیا کی کمیٹی کے لئے ایک مستقل لیبارٹری قائم کی گئی۔ اس سے پہلے ممبروں کی اپنی نہج کی لیبارٹریوں میں تحقیق وتدقیق کا کام ہوا کرتا تھا۔ فارماکوپیا کے نئے ایڈیشن بے قاعدگی سے اشاعت پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ 1908ء سے اب تک چار ضمیمے شائع ہو چکے ہیں۔

جرمنی: یہاں امپریل بورڈ آف ہیلتھ اور امپریل ہیلتھ سینٹ کی کمیٹی مل کر فارماکوپیا مرتب کرتے ہیں۔ ہر قسم کی تحقیق وتدقیق امپریل بورڈ آف ہیلتھ کی لیبارٹری میں ہوتی ہے۔ یہ کام مسلسل جاری رہتا ہے، اس لئے عموماً ہر پندرہ برس کے بعد نئی چھپ جاتی ہے۔ چھٹی یعنی آخری طبع 1926ء میں مکمل ہوئی تھی۔

اطالیہ: گورنمنٹ ایک کمیشن مقرر کرتی ہے جو فارماکوپیا کی ترمیم کر دیتا ہے۔ کمیشن میں 4 معالج، 4 عملی دواساز، 1 ونٹرینزی سرجن، دو عالم نباتات، 3 ماہر خواص الادویہ، ایک افعال الاعضاء کا عالم اور سات ایسے کیمسٹ شریک ہوتے ہیں جو شاہی یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے فارماسیوٹیکل کیمسٹری سے چنے جاتے ہیں۔ تحقیق کا کام مسلسل نہیں ہوتا، لیکن تجویز ہو رہی ہے کہ کمیشن کو مستقل حیثیت دے دی جائے۔ قانون ہے کہ پانچ سال کے بعد فارماکوپیا کی نظر ثانی ہوتی رہے۔ آخری طبع 1929ء میں مکمل ہوئی تھی۔

پرتگال: فارماکوپیا 1876ء میں شائع ہوا تھا جو شاہی حکمنامہ مورخہ 15 نومبر 1871ء کی رو سے ایک کمیشن نے مرتب کیا تھا۔ اس میں 3 معالج، 6 دواساز اور 2 کیمسٹ شریک تھے۔

سوئیٹزرلینڈ: فارماکوپیا کے کمیشن میں ذیل کے ارکان شامل ہیں: 3 پروفیسر دواسازی کی کیمسٹری جاننے والے، 01 پروفیسر خواص الادویہ کا ماہر، 3 معالج جن میں ایک فوجی دواساز بھی شامل ہے۔ کمیشن مستقل نہیں اور نہ مقررہ وقت کے بعد فارماکوپیا کی طباعت کا کوئی قانون ہے۔ حسب ضرورت ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ آخری یعنی چوتھی طبع 1907ء میں مکمل ہوئی تھی۔

ترکی: 1926ء میں وزیر حفظِ صحت کے ماتحت ایک خاص مجلس مقرر ہوئی تھی جس میں پندرہ ممبر تھے، جنہوں نے ترکی فارماکوپیا مرتب کیا تھا۔ سرکاری میزانیہ میں ہر ممبر کے لئے ایک مالی معاوضہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ کمیٹی کا فرض ہے کہ پانچویں سال ضروری ترمیم کرتی رہے اور ضمیمے بھی شائع کرے۔ یہ فارماکوپیا اوائل 1929ء میں نافذ ہوا تھا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ: فارماکوپیا کی ترمیم 51 ممبروں کی ایک کمیٹی کے سپرد ہے۔ طباعت اور نشر و اشاعت کا کاروبار بورڈ آف ٹرسٹیز کے متعلق ہے، گورنمنٹ اس فارماکوپیا کو تسلیم کر لیتی ہے۔ نظر ثانی کی کمیٹی میں 15 معالج، 2 علاج مصلی جاننے والے، 4 خواص الادویہ کے عالم، 11 عملی دواساز، 15 فارمیسیویکل کیمسٹ اور 4 ماہرین علم نباتات شامل ہوتے ہیں۔ تحقیق و تدقیق کا کام تقریباً مسلسل جاری رہتا ہے اور ہر دس برس کے بعد عموماً فارماکوپیا کی ترمیم ہو جاتی ہے۔

برطانیہ: برٹش فارماکوپیا کے پرانے ایڈیشن میڈیکل پریکٹیشنروں کی ایک کمیٹی جو جنرل میڈیکل کونسل کی طرف سے مقرر کی جاتی تھی مرتب کرتی رہی ہے۔ قانون کی رو سے جنرل میڈیکل کونسل کو بھی فارماکوپیا کی ترتیب و اشاعت کا اختیار حاصل ہے۔ فارماکوپیا کی کمیٹی نے کئی چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں قائم کر رکھی ہیں۔ جو دواسازی اور دوسرے شعبوں کے متعلق ہیں۔ ان کمیٹیوں میں اعلیٰ درجے کے ماہر مقرر کئے جاتے ہیں، تحقیق و تدقیق کا کام مسلسل نہیں۔ برٹش فارماکوپیا کی آخری طبع 1914ء میں شائع ہوئی تھی، لیکن ان دنوں پھر ترمیم کی تجویز ہے اور اس بارے میں دوائی تحقیق 1921ء سے مسلسل جاری ہے۔

1925ء میں جنرل میڈیکل کونسل کی فارماکوپیا کمیٹی نے سفارش کی تھی کہ برٹش فارماکوپیا کی ترمیم کا انتظام کرنا چاہئے، چنانچہ 23 فروری 1926ء کو ایک مشاورتی مجلس بلائی گئی جس میں برطانیہ کے بڑے بڑے معالج، دواساز اور اہل فن شامل تھے۔ کمیٹی نے ہر قسم کی شہادتوں کو مدنظر رکھ کر ذیل کی سفارشیں قلمبند کی ہیں:

① برٹش فارماکوپیا کی تیاری اور اشاعت کے متعلق جو قانون چلا آتا ہے، اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں۔

② جنرل میڈیکل کونسل کو چاہیے کہ فارماکوپیا کا ایک کمیشن فوراً مقرر کر دے۔ اس سلسلے میں ایک انتخاب کنندہ مجلس بھی ہو جس میں 4 ممبر جنرل میڈیکل کونسل کی طرف سے، 3 ممبر برطانیہ، آئرلینڈ اور شمالی آئرلینڈ کی فارماسیوٹیکل سوسائٹیوں کی طرف سے اور 2 ممبر میڈیکل ریسرچ کونسل کی طرف سے نامزد کئے جائیں۔

(۳) فارماکوپیا کے کمیشن میں منتخب ماہرین شامل ہوں۔ ان کی تعداد معدود نہ ہو، وقتاً فوقتاً عارض یا مستقل ممبر بھی لے لئے جائیں جن میں ہندوستان اور برطانوی نوآبادیوں کے نمائندے بھی شامل ہوں۔

(۴) کمیشن کو مستقل حیثیت دے دی جائے اور اس کا دفتر اور عملہ علیحدہ مقرر کر دیا جائے۔

(۵) فارماکوپیا کا مسودہ طباعت سے پہلے جنرل میڈیکل کونسل میں بغرض منظوری پیش کیا جائے۔

(۶) آئندہ دس برس کے بعد فارماکوپیا کی ترمیم کر دی جائے اور نئی طبع شائع ہو۔ ضمیمے اس سے پہلے بھی حسب ضرورت شائع ہوتے رہیں۔ فارماکوپیا میں عمدہ معیار کی دوائیں درج کی جائیں جو قلمرو برطانیہ میں عام طور پر مروج و مستعمل ہیں۔

(۷) قلمرو کے جس حصے میں کسی خاص مقامی دوا کے استعمال کو جائز ٹھہرانا ہو یا کوئی ایسی متبادل دوا تجویز کرنی ہو جو برٹش فارماکوپیا میں درج نہیں تو وہاں کی مقامی حکومتیں مقامی ضمیمے شائع کر سکتی ہیں۔

(۸) نوآبادیوں اور ہندوستان کی حکومتوں سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنی اپنی کمیٹیاں الگ بنائیں جو فارماکوپیا کمیشن کے ساتھ مل کر کام کریں اور ترتیب میں مدد ہوں۔

(۹) تاوقتیکہ برٹش فارماکوپیا کی آئندہ ایڈیشن سے مالی منافع نہ ہو، فارماکوپیا کمیشن کا کام چلانے کے لئے جنرل میڈیکل کونسل سرمایہ بہم پہنچائے۔

مذکورہ بالا سفارشوں کی بنا پر ہندوستان میں ایک امدادی کمیٹی 28 فروری 1929ء کو بنائی گئی تا کہ وہ برٹش فارماکوپیا کی ترمیم یا نظر ثانی میں مدد ہو، اُس میں حسب ذیل اشخاص منتخب ہوں گے:

الف : ڈائریکٹر جنرل انڈین میڈیکل سروسز - چیئرمین

ب : لیفٹیننٹ کرنل ازاین چوپڑہ ایم ڈی، انڈین میڈیکل سروس - پروفیسر

ج : ریورنڈ فادر جے ایف کے ایس ایف ایل ایس ایم، ایس سی آئی (پیرس)

ایس جے آفیسر انچارج فارماکالوجیل لیبارٹری ہفسکائن انسٹی ٹیوٹ پارل بمبئ

د : اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل انڈین میڈیکل سروس (سٹورز) بطور سیکرٹری

یورپ اور ایشیاء کے دوسرے موجودہ فارماکوپیا میں ذیل کے فارماکوپیا کا بھی مختصر ذکر کیا جاسکتا ہے:

ڈنمارک طبع ہفتم 1907ء ہالینڈ طبع پنجم 1926 ہنگری طبع سوم 1909ء جاپان طبع چہارم 1931ء

ناروے طبع چہارم 1913ء روس طبع ہفتم 1929ء ہسپانیہ طبع ہشتم 1930ء سویڈن طبع دہم 1925ء

اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ فارماکوپیا کی ترتیب محض اداراتی کام نہیں بلکہ دنیائے طب کے اعلیٰ ماہرین کی جانکاہوں اور دماغ سوزیوں اور طبی تحقیق و تدقیق کی آئینہ دار ہوتی ہیں جس کے ذریعہ سے فن معالجہ کے اوّلین حربے یعنی ادویہ کو خاص معیار پر لایا جاتا ہے۔

جب آپ نے فارماکوپیا کی غرض و غائت کو اچھی طرح معلوم کر لیا اور دیگر مہذب ممالک کے فارماکوپیا کے مختصر حالات بھی مطالعہ کر لئے تو اب آپ اپنے ملک ہندوستان کی طرف بھی ایک نگاہ دوڑائیں کہ وہ ملک جو طب یونانی اور آیورویدک کا گہوارہ ہے، جس نے تمام دیگر ممالک کو تہذیب سکھائی، آج اس کی یہ حالت ہے کہ اس کا کوئی دیسی فارماکوپیا نہیں، اگرچہ آل انڈیا آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے اجلاس میں متعدد بار قراردادیں پاس کیں، مختلف طبی رسالوں میں اس کی ضرورت

پر مضامین لکھے گئے، لیکن صدا بصحرا ہو کر رہ گئے اور سب سے پہلے حضرت استاذ الاطباء حکیم احمد دین مرحوم و مغفور نے 1915ء میں اس کو عملی جامہ پہناتے ہوئے طبی دُنیا میں دس عدد مجرب نسخہ جات مدینۃ الاطباء میں شائع کر کے آل انڈیا انجمن خادم الحکمت شاہدرہ لاہور کی طرف سے پیش کئے۔ ان نسخوں نے وہ قبولیت عامہ حاصل کی کہ انجمن کو 1924ء میں دوبارہ فارماکوپیا مرتب کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ لہٰذا دوسرا فارماکوپیا جو 25 نسخوں پر مشتمل تھا، بنام طبی رہنما شائع کیا۔ بعد ازاں 1928ء میں ایک ضمیمہ شائع کیا گیا جس میں انجمن کے 40 مجربات (نسخہ جات) تھے۔ گویا کل 65 نسخہ جات کا فارماکوپیا مرتب کیا گیا۔ لیکن سات سال کے معتبر عرصہ میں جن اصلاحی امور کی ضرورت داعی ہے، اس کے مطابق ترمیم و تنسیخ کر کے 1935ء میں ایک نیا مستند فارماکوپیا طب جدید مشرقی مشتمل بر چالیس نسخہ جات شائع کیا گیا۔ جس کا نام طبی اربعین رکھا گیا۔ اس میں ایسے جامع التاثیر نسخہ جات منتخب کئے گئے ہیں جو عام طور پر ہونے والی تمام امراض کے لئے کفایت کر سکیں۔ فارماکوپیا مذکور کے ساتھ ہی ایک فہرست امراض اور ان کے متوازی ادویہ کے نام لکھے گئے ہیں۔ جس سے معالجین بہت فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت استاذ الاطباء مرحوم کی وفات حسرت آیات کے بعد اب محترم حکیم دوست محمد صاحب صابر نے جس جسارت، جرأت اور قربانی سے کام لیتے ہوئے رسالہ خادم الحکمت بابت ماہ جولائی سن رواں میں فارماکوپیا طب جدید کا اعلان کیا ہے، درحقیقت انہوں نے عملی رنگ میں خود کو خادمِ حکمت ثابت کر دیا ہے۔ ان کی جدت پسند طبع سے توقع ہے کہ فارماکوپیا زیرِ طبع واقعی جامع الصفات ہوگا اور حرز جان بنانے کے لائق ہوگا۔

حضرات! اگرچہ ہم صابر صاحب موصوف کی قربانیوں کی طرف ایک نظر ڈالیں کہ اس قحط الرجال زمانہ میں جب کاغذ کی گرانی نے بڑے بڑے صاحبِ ثروت کے حوصلے پست کر رکھے ہیں، صابر صاحب نے ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا ہے کہ فارماکوپیا کی کوئی قیمت نہیں لی جائے گی اور خریدارانِ رسالہ کو مفت روانہ کیا جائے گا۔ اس صورت میں کیا ہم پر یہ واجب نہیں کہ ان کی کسی دوسرے رنگ میں مالی مدد کر سکیں۔ میرے خیال میں ہر رکن انجمن اور خریدار رسالہ کم از کم دو دو نئے خریدار بہم پہنچائیں۔ اور جناب صابر صاحب اور ادارہ خادم الحکمت کی حوصلہ افزائی کریں۔

وَ مَا عَلَیْنَا اِلاَّ الْبَلَاغ

شیخ غلام محمد - راولپنڈی

تحقیقات فارماکوپیا

فارماکوپیا (Pharmacopeia) انگریزی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی عام طور پر قرابادین یا مجرب مفردات و مرکبات برائے دستور العلاج کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ مجرب مفردات و مرکبات کا ایسا دستور العمل جو حکومت وقت یا مسلمہ طبی جماعت یا طبی ادارہ کی طرف سے برائے عمومی علاج معالجہ شائع کیا جائے اس میں اس امر کا افہام وتفہیم لازمی ہوتا ہے کہ اس کے بہترین اور ہر طرح قابل اعتماد مجرب مفردات و مرکبات تسلیم کئے گئے ہوں۔ اور ہر معالج ان کو بے خطر و یقینی بے خطا فائدے کے زیر اثر استعمال کرسکتا ہو۔

فارماکوپیا کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ جو شخص بھی چاہے اپنی رائے کے مطابق جس قسم کے نسخے اس کو پسند ہوں یا میسر آئیں اُس کو اکٹھا کر کے شائع کردے اور ان کا نام فارماکوپیا رکھ دے۔ اس قسم کا فعل فن و قوم اور ملک کے ساتھ ایک خطرناک مذاق ہے۔ کسی ملک میں بھی ایسا مذاق نہیں کھیلا جاسکتا ہے، کیونکہ اس میں دوسرے کی زندگی سے کھیلنے کے ساتھ ساتھ انسانی کیریکٹر کی ذمہ داری کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں جہاں طبی منشور تقریباً مردہ ہو چکا ہے وہاں ایسے انسانیت سوز ڈرامے کھیلے جاتے ہیں اور غیر ذمہ دارانہ حرکات عمل میں آتی ہیں صرف لالچ زر اور طمع شہرت کی خاطر بلکہ دوسروں کو بیوقوف سمجھ کر لوٹنے کے لئے ایسے کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ جس نسخے کے پیچھے کوئی تاریخ نہ ہو اس کو استعمال کرنا لعنت ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

فارماکوپیا کی تعریف

(۱) میڈیکل ڈکشنری میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

Pharmacopeia : A book Containing a description of products used in medicine with detail of how these should be prepared, identified and compound prescription, and of the doses in which they may be administered to patients. The authorities work on this subject used in these island is the British pharmacopeia which is periodically revised and brought-up-to-date by a committee of the general medical council.

''**فارماکوپیا**: ایک ایسی کتاب ہے جو ان چیزوں کو بیان کرتی ہے جو علم العلاج میں استعمال ہوتی ہیں۔ جن کے ساتھ یہ تفصیل بھی ہوتی ہے کہ وہ کیسے تیار ہونی چاہئیں۔ ان کی پہچان اور ان کو نسخے میں کیسے ملانا چاہئے۔ ان کی مقدار خوراک جن مریضوں کو کھلایا جاسکتا ہے۔ ذمہ دارانہ کام جو اس مقصد کے لئے ان جزیروں میں ہوتا ہے وہ برٹش فارماکوپیا ہے۔ جس پر مقررہ معیار میں جنرل میڈیکل کونسل کی کمیٹی کی طرف سے نظر ثانی کر کے زمانے کے مطابق ترتیب دیا جاتا ہے''۔

(۲) جنرل ڈکشنری میں اس کی تعریف یوں لکھی ہے:

Pharmacopeia : The authorised book of farmulae for the preparation of medicines published by the general council of medical education and registration of United Kingdom. Each country publishes a similar book.

''**فارماکوپیا**: ایک ایسی ذمہ دار کتاب ہے جس میں دستور العلاج کے لئے ادویات کی تیاری کا طریق کار ہو جو سلطنت متحدہ (برطانیہ) کی جنرل کونسل آف میڈیکل ایجوکیشن اینڈ رجسٹریشن کی طرف سے شائع ہوتی ہے اور ہر ملک ایسی کتاب شائع کرتا ہے''۔

ان تعریفوں کی تشریح یہ ہے کہ فارماکوپیا ایسی کتاب ہے جس میں:

① دستور العلاج کے لئے مجرب مفردات و مرکبات ہوں۔
② ان مفرد و مرکب ادویات کی پہچان۔
③ ان کے ملانے کا طریق کار۔
④ ان کی مقدار خوراک۔
⑤ اس کی ترکیب و ترتیب اور تجربات و مشاہدات کے لئے ایک مستند طبی کمیٹی کا ہونا۔
⑥ حکومت یا مستند ادارہ کی سرپرستی۔
⑦ زمانہ کے مطابق اس پر نظر ثانی کا قائم رکھنا۔

فارماکوپیا کے لئے اہم شرط

مندرجہ بالا سات شرائط میں سے تین شرائط نہایت اہم ہیں:

① فارماکوپیا کے لئے مفردات اور مرکبات کا ہونا۔
② فارماکوپیا کے مجربات کی تصدیق و یادداشت اور تجربہ و مشاہدہ کے لئے ایک مستند ماہرین اور اہل علم کی جماعت ہونی چاہئے یا مجرب مفردات اور مرکبات کی ایک مستند تاریخ ہونی چاہئے۔ جس میں اس کے تجربات و مشاہدات اور تصدیقات و یادداشت کی تفصیل درج ہو۔
③ فارماکوپیا کی سرپرستی اور تصدیق حکومت یا طبی جماعت یا ادارہ کی طرف سے ہونی چاہئے جو زمانہ کی ضرورت کے مطابق اس کی نظر ثانی کر کے اس کو شائع کرتے رہیں۔

ان تین شرائط میں اوّلین شرط نہایت اہم ہے۔ کیونکہ اگر اوّلین شرط ہی پوری نہ ہو تو باقی شرائط بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ گویا فارماکوپیا بغیر مجربات کے ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجربات اگر مفردات ہوں یا مرکبات جو بھی دستور العلاج کے لئے تصدیق کئے جائیں وہ کس قانون و قاعدے اور اصول و نظریہ کے مطابق ہونے چاہئیں۔ دیگر الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ ان کو تجربہ و مشاہدہ کرنے کے لئے کن قوانین و قواعد اور نظریات و اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

معیارِ مجربات

مجربات کو حاصل کرنے کے لئے مفردات پر تجربات ومشاہدات کئے جائیں یا مرکبات کی جانچ وپڑتال کی جائے لازم ہے کہ ان مقاصد کے لئے کوئی نہ کوئی معیار ضرور سامنے رکھنا پڑے گا۔ یہ معیار کسی قانون ونظریے کی صورت رکھتا ہوگا۔ یا کسی قاعدے یا اصول کو مقرر کرنا پڑے گا۔ تاکہ ادویات کے نتائج باقاعدہ یادداشت کی صورت میں محفوظ رکھے جائیں۔ تاکہ علمی ویقینی حیثیت سے ان نتائج کے متعلق کچھ کہا جاسکے، اگر کوئی معیار نہیں ہے تو پھر ان کی حیثیت علمی اور یقینی نہیں ہوگی۔

مجربات کا غلط معیار

عام طور پر عوام میں مجربات کا ایک غلط معیار قائم ہے۔ یعنی کوئی دوا وغذا اور شے اگر کسی مرض میں استعمال کرا دینے کے بعد وہ مرض یا علامت رفع ہو جائے تو اس دوا وغذا اور شے کو مجرب خیال کرلیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ ایک غلط معیار ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی علمی ویقینی (سائنٹفک) صورت قائم نہیں ہے اور کہا نہیں جاسکتا کہ وہ مرض اور علامت کیوں اور کیسے رفع ہوئی۔

البتہ اگر ایسے مشاہدات سامنے آئیں تو ان ادویہ واغذیہ اور اشیاء کو پھر مزید انہی امراض وعلامات اور تندرست انسانوں پر تجربات کرنے چاہیں اور ان کی مختلف صورتوں میں نتائج کو یادداشت کے طور پر محفوظ کرلینا چاہئے۔ ممکن ہے کہ ان سے قیمتی فوائد اور نتائج حاصل ہوسکیں۔

مجربات کا علمی معیار

ہزاروں سالوں کی طبی تاریخ پر جن کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ حکماء اور اطباء نے مجربات ہمیشہ انہی ادویہ واغذا اور اشیاء کو کہا ہے جو اصولی اور قانونی طور پر بھی صحیح ہوتے ہیں۔ یعنی کیفیات ومزاج اور اخلاط کے مطابق درست ہوتے ہیں۔ یہی صورت آیورویدک اور ہومیوپیتھی اور فرنگی طب (ڈاکٹری) کی بھی ہے، آیورویدک میں وات وپت اور کف کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ ہومیوپیتھی میں ادویات کی تندرستی میں علامات حاصل کی جاتی ہیں۔ امراض کی حالت میں انہی علامات کے مطابق ادویات استعمال کرادی جاتی ہیں۔ فرنگی طب (ڈاکٹری) میں جراثیم اور عناصر جسم کی کمی بیشی کو معیار بنایا جاتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام طریقہ ہائے علاج میں حقیقت کے زیادہ قریب کونسا طریقہ ہے جو بالکل مطابق امراض مجربات پیش کرتا ہے۔

مجربات کی امراض سے مطابقت

مجربات کا کمال یہ ہے کہ وہ امراض کے ساتھ بالکل مطابقت رکھتے ہوں۔ جس قدر صحیح مطابقت ہوگی، اسی قدر جلد از جلد مرض رفع ہوگا اور مریض کی تکلیف دور ہوگی۔ لیکن صرف اس قدر بیان کر دینا کافی نہیں ہے کہ فلاں دوا وغذا اور شے فلاں مرض کے لئے مجرب اور یقینی مفید ہے۔ کیونکہ اہل علم وصاحب فن اطباء وحکماء خوب جانتے ہیں کہ کسی شے کے متعلق کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ جب تک مجربات اپنے معیار پر پورے نہ اتریں ان کو مجربات نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے مجربات کا صحیح معیار اور مطابقت کا جاننا از حد ضروری ہے۔

مجربات کا صحیح معیار اور مطابقت

امراض کی علامات کے ساتھ اُن کے اسباب کو بھی مدِنظر رکھنا ضروری ہے، یہ بھی دو قسم کے ہیں۔

اوّل-اسباب صحت: جن کو اسبابِ ستہ ضروریہ بھی کہتے ہیں۔

دوسرا-اسباب مرضہ: جن کی تفاصیل مبادیاتِ طب میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان کے علاوہ عمر، موسم، ملک اور عادات کو بھی مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ جو دواء وغذا و شے ان تمام صورتوں اور حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مفید ثابت ہوں، بس وہی مجربات میں شامل ہوں گی۔ ورنہ ان کا استعمال کرنا مریض پر ظلم کرنا ہے۔

مجربات اور امراض میں مطابقت کی اہمیت

مطابقت کی اہمیت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ مرض کا نقشہ ذہن میں پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس کے رفع کرنے والی دواوغذاء اور شے کا تصور فوراً ذہن میں پیدا ہو جائے۔ مثلاً جب کوئی انسان کسی رسّی یا دھاگے کی گرہ باندھتا ہے تو اس گرہ کو کھولنے کا بھی اس کو علم ہوتا ہے۔ گرہ کا کھولنا ہی اس گرہ باندھنے کی مطابقت ہے۔ دوسری صورت کیمیائی اعمال سے پیش کی جاسکتی ہے، جیسے آگ کا جلانا ایک عمل ہے تو اس آگ کا بجھانا اس کا ردّعمل ہے۔ اس کا بجھانا پانی سے بھی ہوسکتا ہے اور مٹی سے بھی ہوسکتا ہے۔ آگ بعض دفعہ پانی اور مٹی سے نہیں بجھتی تو اس کو کسی اور شے سے بجھانا پڑتا ہے، جو شے بھی اس آگ کو فوراً بجھادے وہی اس کا ردّعمل ہے۔ اسی طرح سردی ہر شے کو یخ کر کے سکیڑ دیتی ہے۔ اور پھر گرمی سے اس کا ردّعمل ہے۔ یعنی وہ سکیڑ ختم ہو جاتا ہے یا سردی سے کوئی جاندار ٹھٹھر جاتا ہے تو اس کو گرمی پہنچا کر گرم کیا جاتا ہے۔ یہ گرمی اندرونی طور پر بھی پہنچائی جاتی ہے اور بیرونی طور پر بھی دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح ہر رطب و یابس کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بعض بعض کے لئے ردّعمل ہیں۔

ان اعمال سے آگے بڑھیں تو ہم روزانہ زندگی میں دیکھتے ہیں، ہماری اغذیہ میں بعض کو ہم گرم کہتے ہیں اور بعض کو سرد۔ کیونکہ گرم اشیاء کھانے سے جہاں ہمارا جسم گرم ہو جاتا ہے وہاں سرد اشیاء کھانے سے جسم میں سردی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہر رطب و یابس اپنا اثر رکھتا ہے۔

اور ذرا آگے بڑھیں تو ہم جانتے ہیں بعض اغذیہ اور اشیاء کے کھانے سے کبھی اسہال کی صورت ہو جاتی ہے کبھی قبض ہو جاتا ہے۔ بعض اغذیہ اور اشیاء سے پیشاب زیادہ آتا ہے، کبھی کم اور کبھی بند ہو جاتا ہے اور کبھی پیشاب میں جلن پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بعض اغذیہ اور اشیاء سے پسینہ آجاتا ہے اور کبھی قے ہو جاتی ہے۔ غرض یہ روزانہ زندگی کے تجربات ہیں جو اکثر ہر شخص کو ہوتے ہیں۔

ان سے اگر آگے بڑھیں تو اطباء اور حکماء کے تجربات ہیں۔ یہ تجربات اغذیہ اور ادویہ اور دیگر ہر قسم کی اشیاء میں کئے جاتے ہیں۔ مثلاً اس کے استعمال سے جسم انسانی پر جو کیفیات و حالات اور صورتیں پیدا ہوتی ہیں یعنی جسم و اعضاء کے افعال و اعمال میں کمی بیشی اور منہ کے ذائقے میں تبدیلی وغیرہ اسی طرح نفسیاتی اثرات کو مزید مدِنظر رکھا جاتا ہے۔ انہی کیفیات و حالات اور صورتوں میں جسم و اعضاء کے افعال و اعمال میں جو غیر طبی صورتیں اختیار کر لیتے ہیں ان کو امراض کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی مرض کی حالت میں کسی غذا، دوا اور شے کے استعمال سے اگر وہ رفع ہو جائے تو اس کو دوا کہہ دیتے ہیں، اگرچہ وہ صحت دینے والی شے غذا ہی کیوں نہ ہو۔ ان ہی اقسام کے تجربات نے علم الامراض اور علم الادویہ پیدا کر دیا جو نہ اب دُنیا کے لئے مفید ہے، بلکہ انتہائی ضروری ہے۔

اطباء اور حکماء کے ان تجربات و مشاہدات میں سے زیادہ اہمیت ان کو ملی جو زیادہ سے زیادہ امراض و ادویات میں مطابقت رکھتے ہیں۔ عوام و اشخاص اور اطباء و حکماء کے مشاہدات و تجربات میں یہی فرق ہے کہ اوّل الذکر کے تجربات و مشاہدات اور تصدیقات و یادداشت

ثانی الذکر کے مقابلے میں نہ علمی واصولی ہیں اور نہ قانون وقاعدے کے مطابق، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اطباء وحکماء کے تجربات و مشاہدات اور تصدیقات و یادداشت میں ایک بڑی وسعت وتواتر اور تاریخی شہادت پائی جاتی ہے، اس لئے ان کا علم وفن تحقیقاتی اور افاداتی ہے، یہی صورت قابل اعتماد ہے۔

دوا کی تعریف

دوا ایک ایسا لفظ ہے جو موجوداتِ عالم میں ہر جاندار اور غیر جاندار پر عائد ہوتا ہے، ان اشیاء کو دُنیا یا مخلوقاتِ عالم کو طبی اصطلاح میں موالید ثلاثہ کہتے ہیں۔ اشیاء کی اس جماعت بندی سے جن سے اُن کو سمجھنے کے لئے کئی صورتوں سے آسانی ہوتی ہے:

اوّل۔ اُن کے خواص واثرات اور اجزاء کے تعین کی صورتیں سامنے آجاتی ہیں۔

دوسرے۔ نظریۂ ارتقاء کے تحت ان کی درجہ بندی ہو جاتی ہے۔

تیسرے۔ اعتدالِ حقیقی یا مزاج انسانی کے قریب کے افعال وفوائد کا علم ہوتا ہے۔ یہ موالید ثلاثہ تین صورتوں میں اس طرح تقسیم ہیں: ① معدنیات ② نباتات ③ حیوانات۔

البتہ فوائد کے لحاظ سے ہم سب کو ادویات کہتے ہیں۔ دراصل علم ادویہ سے مراد وہی علم ہے جس کے ذریعہ اطباء وحکماء نے ادویات کے افعال وکیفیات اور اخلاط مؤثرہ کی تصدیق کی ہے۔ یعنی جس میں انسان کے اعضاء کے مشینی اعمال اور خون کے کیمیاوی اثرات کی تشریح اور توضیح ہے۔ حکماء یونان اور اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے علم الادویہ میں تحقیقات اور تدقیقات کرنے میں اپنی عمریں گزار دی ہیں۔ انہوں نے ہزاروں کتب لکھیں جو آج بھی موجود اور شاہد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فرنگی طب میں آج جو علم الادویہ نظر آتا ہے وہ حکماء اسلام کا مرہونِ منت ہے اور نوے فیصد انہی کی تحقیقات اور تدقیقات ہمیں اُن کی کتب میں نظر آتی ہیں۔

موالید ثلاثہ کی تقسیم بالعلاج

حکما و اطبا نے موالید ثلاثہ کو افعال واثرات اور خواص کے تحت تین صورتوں میں تقسیم کر دیا ہے: ① غذا ② دوا ③ زہر۔

چونکہ مطلق غذا و مطلق دوا اور مطلق زہر کے علاوہ ایسی صورتیں بھی پائی جاتی ہیں جو ایک دوسرے سے مرکب ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کی کل چھ صورتیں بن جاتی ہیں: ① مطلق غذا ② غذائے دوا ③ دوا غذائی ④ مطلق دوا ⑤ دوائے زہر ⑥ مطلق زہر۔ جن کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

(۱) **مطلق غذا:** غذائے مطلق وہ شے ہے کہ جب بدن میں وارد ہوتی ہے تو بدن سے متاثر ہو کر متغیر ہو جاتی ہے۔ لیکن بدن میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتی۔ بلکہ خود جزوِ بدن ہو کر بدن کے مشابہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً روٹی، گوشت اور دودھ۔

(۲) **دوائے مطلق:** وہ شے ہے جو بدن سے متاثر ہو کر بدن میں تغیر پیدا کرنے اور آخر کار جزوِ بدن ہوئے بغیر بدن سے خارج ہو جائے۔

(۳) **سم مطلق:** وہ شے جو خود تو بدن سے متغیر ومتاثر نہ ہو، لیکن بدن میں اپنا اثر وتغیر پیدا کر کے فساد کا باعث ہو۔ مثلاً سنکھیا اور سانپ وغیرہ زہر ہیں۔

(۴) **غذائے دوائی:** غذائے دوائی سے مراد وہ شے ہے جو بدن سے متاثر ہو کر متغیر ہو جائے اور اس کے بعد بدن کو متاثر ومتغیر کر دے اور اس کا کچھ حصہ جزوِ بدن ہو اور زیادہ حصہ جزوِ بدن بنے یا کم حصہ جزوِ بدن بنے بغیر جسم سے خارج ہو جائے۔ جیسے پھل وغیرہ۔

(۵) **دوائے غذائی:** اس سے مراد وہ شے ہے جو بدن سے متاثر ہو کر متغیر ہو جائے اور اس کے بعد بدن کو متاثر ومتغیر کر دے اور اس کا

کچھ حصہ جزوِ بدن ہو اور زیادہ حصہ جزوِ بدن بنے بغیر جسم سے خارج ہو جائے۔ جیسے میوہ جات اور گھی وغیرہ۔

(٦) دوائے سمی: وہ ہے جو بدن سے کم متاثر ہو اور بدن کو زیادہ متغیر کرے اور نقصان پہنچائے۔

ماکول ومشروب کے اثر کرنے کی صورتیں

کھانے پینے کی اشیاء کے اثر کرنے کی صورتیں یہ ہیں:

اگر کوئی شے فقط مادے سے اثر انداز ہو تو اُسے غذا کہتے ہیں۔ اگر وہ صرف کیفیت سے اثر کرے تو دوا ہے، اگر اس کا اثر مادے اور کیفیت دونوں کے لحاظ سے ہو تو اگر مادہ زیادہ ہے تو غذائے دوائی اور اگر کیفیت زیادہ ہے تو دوائے غذائی کہتے ہیں۔ اگر کوئی شے صرف اپنی صورت نوعیت سے اثر کرے تو اسے ذوالخاصہ کہتے ہیں جس کی دو صورتیں ہیں، اوّل ذوالخاصہ موافق (تریاق) اور دوسرے ذوالخاصہ مخالفہ ہو جیسے زہر، اگر مادہ اور صورت نوعیہ سے اثر کرے تو غذائے ذوالخاصہ اور اگر کیفیت اور صورت نوعیہ سے اثر کرے تو اس کو دوا ذوالخاصہ کہتے ہیں۔

غذا و دواء اور ذوالخاصہ کے اثر کی حقیقت

دُنیا کی اشیاء کو غذا و دواء اور ذوالخاصہ کی صورت میں تقسیم کر کے ان کے افعال واثرات اس طرح سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ امراض اور علامات کے وقت ان کے مطابق اور موافق مزاج اور ضرورت استعمال کر سکے، اسی کا نام فارماکوپیا ''قرابادین'' ہے۔ اس لئے ہم اس حقیقت کو تحقیق کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ بس یاد رکھیں! مطابق ضرورت اور موافق مزاج اشیاء کا استعمال کرنا ہی اس فن کا کمال ہے۔

غذا کی حقیقت

غذا کی جمع اغذیہ ہے۔ ہر شخص روزانہ کھاتا ہے اور اس کو خوب سمجھتا ہے اور طبی اصطلاح میں اس کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ غذا وہ شے ہے جو بدن میں اپنے مادہ کی وجہ سے اثر کرتی ہے۔ یعنی دوا کی طرح اس کا اثر اس طرح نہیں ہوتا کہ وہ بدن کو گرم یا سرد کرے بلکہ اس کا مادہ اور جسم انسانی بدن میں خون بن کر صرف ہو جاتا ہے اور اعضاء بن جاتا ہے۔ برخلاف ازیں دوا میں اس کا جسم انسانی بدن میں صرف نہیں ہوتا ہے۔ بدن میں صرف اس کی کیفیت یعنی گرمی اور سردی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس دوا کا جسم سے برائے پیشاب و پاخانہ اور سانس و پسینہ کا اخراج ہو جاتا ہے۔ اغذیہ کی تقسیم درج ذیل ہے تا کہ اس کے افعال واثرات آسانی سے ذہن نشین ہو سکیں۔

اغذیہ کے اقسام

اغذیہ کے دو اقسام ہیں: (۱) لطیف اغذیہ (۲) کثیف اغذیہ۔

لطیف اغذیہ: ایسی ہلکی اغذیہ جن سے رقیق خون پیدا ہو جیسے آب انار۔

کثیف اغذیہ: ایسی بوجھل اغذیہ جن سے غلیظ اور گاڑھا خون پیدا ہو۔ جیسے گائے کا گوشت اور بینگن وغیرہ۔

پھر ہر ایک کی دو صورتیں ہیں: (۱) صالح الکیموس (۲) فاسد الکیموس۔ اور پھر ہر ایک کی دو صورتیں ہیں، ایک کثیر الغذا دوسری قلیل الغذا۔ تعریف درج ذیل ہے۔

(۱) صالح الکیموس: ایسی اغذیہ جس سے جسم کے لئے بہترین خلط پیدا ہو جیسے بھیڑ کا گوشت اُبلا ہوا انڈا وغیرہ۔

(۲) **فاسد الکیموس:** ایسی اغذیہ جس سے ایسی غلیظ خلط پیدا ہو جو بدن کے لئے زیادہ مفید نہ ہو۔ نمکین سوکھی مچھلی اور مولی وغیرہ۔ کیموس کے معنی یونانی میں خلط کے ہیں۔

(۳) **کثیر الغذاء:** ایسی اغذیہ جن کا اکثر حصہ خون بن جائے، جیسے نیم برشت انڈے کی زردی۔

(۴) **قلیل الغذاء:** ایسی اغذیہ جن کا قلیل حصہ خون بن سکے جیسے پالک کا ساگ۔

غذائے لطیف وصالح الکیموس اور کثیر الغذا کی مثال زردی بیضہ نیم برشت اور ماء اللحم (یخنی) ہے۔

غذائے کثیف وفاسد الکیموس اور قلیل الغذاء کی مثال خشک گوشت، بینگن مسور اور باقلا ہیں۔

ادویہ کی حقیقت

ادویہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اُن کے استعمال سے کیفیات یعنی گرمی وسردی، تری وخشکی پیدا ہو۔ جیسے فلفل سیاہ وغیرہ اگر چہ غذا کے ساتھ کھائی جاتی ہیں، لیکن دراصل وہ ایک دوا ہے۔ افعال واثرات کے زیر اثر ادویات کی تقسیم درج ذیل ہے۔

ادویہ کی اقسام

ادویہ کی دو اقسام ہیں: (۱) لطیف ادویہ (۲) کثیف ادویہ۔

لطیف ادویہ: وہ ادویہ جن کے اجزاء جسم میں داخل ہونے کے بعد بہت جلد الگ ہو جائیں اور فوراً جسم میں جذب ہو جائیں۔

کثیف ادویہ: ایسی ادویہ جن کے اجزاء جسم میں داخل ہونے کے بعد جدا جدا نہ ہوں اور جسم میں فوراً جذب نہ ہوں۔ پھر ساتھ ہی ادویات کے درجے مقرر کئے گئے ہیں تاکہ ضرورت اور مزاج کے ساتھ پوری پوری مطابقت اور موافقت پیدا ہو سکے۔

درجات ادویہ:

جو ادویہ بھی استعمال کی جاتی ہیں وہ جسم انسان میں ایک ہی جیسی کیفیات پیدا نہیں کرتیں۔ ان میں سے بعض زیادہ گرم وسرد اور تر وخشک ہوتی ہیں اور بعض کم ہوتی ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دوائے معتدل: ایسی دوا جو جسم میں پہنچ کر کوئی زائد کیفیت پیدا نہ کرے، یعنی اس کی کیفیت جسم انسانی کے مزاج سے نہ بڑھے۔

دوائے درجہ اوّل: ایسی دوا جس کی گرمی یا سردی کا اثر بدن میں اس قدر تھوڑا ہو کہ وہ محسوس نہ ہو سکے۔

دوائے درجہ دوم: ایسی دوا جس کی گرمی یا سردی کا اثر بدن میں محسوس ہو مگر مضرت نہ پہنچا سکے۔

دوائے درجہ سوم: ایسی دوا جس کی گرمی یا سردی کا اثر بدن میں یہاں تک ہو کہ وہ مضر ہو، مگر مہلک نہ ہو۔

دوائے درجہ چہارم: ایسی دوا جس کی گرمی یا سردی کا اثر بدن میں اس حد تک ہو کہ وہ مہلک ثابت ہو۔

ذوالخاصہ

اشیاء کی اس صورت کا سمجھنا نہایت اہم ہے، کیونکہ مختلف مزاج اور ہم مزاج ادویہ کو صرف اسی ایک صورت ہی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ ذوالخاصہ کا اثر نہ مادہ وجسم اور نہ کیفیات کی وجہ سے ہوتا ہے بلکہ یہ اثر اس کی حقیقت کے ساتھ مخصوص ہے، اس کو دوا کی صورت نوعیہ کہتے ہیں۔ ہر دوا اپنی الگ ایک صورت نوعیہ رکھتی ہے جیسے سانپ اور بچھو کے کاٹنے سے بدن میں جو اثر ہوتا ہے اور انسان

ہلاک ہو جاتا ہے یہ اثر نہ کیفیت (گرمی، سردی اور تری وخشکی) کی وجہ سے ہوتا ہے اور نہ مادہ اور جسم سے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں زہریلے جانوروں کا اثر اگر گرمی یا سردی کی وجہ سے مان لیا جائے تو چاہئے کہ آگ اور پانی کی وجہ سے بھی یہی اثر پیدا ہو جائے۔ کیونکہ آگ سے زیادہ کوئی چیز گرم نہیں ہے اور پانی سے زیادہ کوئی شے سرد نہیں ہے۔ بلکہ ان زہریلے جانوروں کی نسبت آگ اور پانی سے زیادہ اثر ہونا چاہئے۔ کیونکہ ان میں گرمی وسردی ان دونوں جانوروں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے جانوروں کے اثر کو نہ دوا کا اثر کہہ سکتے ہیں اور نہ غذا کے افعال۔ کیونکہ غذا تو کسی صورت سے زہر ہو ہی نہیں سکتی، اسی وجہ سے ماننا پڑتا ہے کہ کیفیت اور مادہ کے علاوہ کوئی تیسری چیز بھی ہے جو اثر کرتی ہے، یہ وہی صورت نوعیہ ہے جس سے ہر چیز کی ماہیت بنتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم سانپ کو سانپ اور بچھو کو بچھو کہتے اور سمجھتے ہیں اور اس قسم کی چیزوں کو جن کا اثر کیفیت اور مادے سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی خاص ماہیت اور صورتِ نوعیہ کی وجہ سے ہوتا ہے، ذوالخاصہ کہتے ہیں۔

یہ تعریفیں غذائے مطلق، دوائے مطلق اور ذوالخاصہ مطلق کی ہیں۔ مگر بعض چیزوں میں دوائیت وغذائیت دونوں ہوتی ہیں۔ یعنی اُن کا اثر کیفیات اور مادہ دونوں سے ہوتا ہے۔ مثلاً بدن میں گرمی وسردی بھی پیدا کرتی ہے اور بدن کی غذا بن کر پرورش بدنی میں صرف ہوتی ہیں۔ جیسے مغز بادام کہ اس سے گرمی بھی پیدا ہوتی ہے اور خون بھی بنتا ہے۔ بعض چیزوں میں دوائیت، غذائیت اور خاصیت تینوں ہوتی ہیں، یعنی ان سے تینوں قسم کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے شراب کہ اس سے گرمی بھی پیدا ہوتی ہے، خون بھی بنتا ہے اور اس کی خاصیت سے تفریح اور خوشی بھی پیدا ہوتی ہے، اس طرح بعض چیزوں میں دوائیت اور خاصیت اور بعض چیزوں میں غذائیت اور خاصیت ہوتی ہے۔ اس وقت ان کے نام دوائے ذوالخاصہ اور غذائے ذوالخاصہ ہوں گے۔ اسی طرح اگر تینوں چیزیں اکٹھی پائی جائیں تو غذائے دوائی ذوالخاصہ نام ہوگا۔ البتہ ان میں جو شے اپنی مقدار میں زیادہ ہوگی اس کا نام مقدم رکھا جاتا ہے۔

غذا و دوا اور ذوالخاصہ کے اعمال کا فرق

غذا کا فعل واثر دراصل فاعلی اور موثرہ نہیں ہے بلکہ مفعولی اور متاثرہ ہے۔ یعنی مشینی اثر نہیں ہوتا بلکہ کیمیائی اثر ہوتا ہے۔ چونکہ اس سے بدن میں تغذیہ وتنقیہ اور افزائش و بدل ما یتحلل ہوتا ہے۔ اس کو غذا کا اثر ہی کہنا چاہئے۔ غذا اور دوا کے اثرات کے فرق پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ غذا کیفیت سے خالی ہوتی ہے اور یہ اپنے مادہ ہی سے اثر کرتی ہے۔ حالانکہ گوشت اور روٹی وغیرہ سے خون پیدا ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس کا مزاج گرم تو ہے اسی طرح دیگر اقسام کی اغذیہ بھی اپنا مزاج رکھتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ غذا جو خون میں تبدیل ہو جاتی ہے تو اس کی صورت نوعیہ قائم نہیں رہتی اور دوا سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس میں دوا کی صورت نوعیہ قائم رہتی ہے۔ جس سے اس کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ دوا کے کیفیاتی اثرات اور غذا کے مادی اثرات کے فرق کو سمجھنے کے لئے دوائے معتدل کے اثرات کو ذہن نشین کر لینے سے پوری طرح کیفیت اور مادہ کے اثرات کو سمجھا جا سکتا ہے کہ دوائے معتدل جب جزوِ بدن ہو کر بدن کی حرارتِ غریزی سے متاثر ہوتی ہے اور اجزاء کی قوتِ ہاضمہ سے اس کے اجزاء جزو بدن ہو جاتے ہیں تو بدن انسان میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو مزاجِ انسانی سے کسی طرح خارج نہیں ہوتی۔ اس لئے اس سے بدن میں کوئی ایسا اثر پیدا نہیں ہوتا جو اعتدال سے خارج معلوم ہو۔ اس لئے اس کو دوا معتدل کہتے ہیں۔

دوائے معتدل کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس کی کیفیات اپنے مزاج میں برابر برابر ہوں گی، ایسا تصور علم طب وحکمت کیا دنیا کی کسی

سائنس میں نہیں پایا جاتا۔ ہر دوائے معتدل اپنے اندر جو کیفیات رکھتی ہے، ان میں کمی بیشی ضرور ہوتی ہے۔ مگر مزاج انسانی کے قریب ہوتی ہے اور اس سے بڑھتی بھی نہیں ہے۔ یہی اثر غذا اور مادے کے اثرات میں پایا جاتا ہے۔ یعنی اس میں بھی کیفیات موجود ہیں۔ لیکن ان کے اثرات دوا کی طرح مزاج انسانی سے خارج نہیں ہیں۔ ثابت ہوا کہ ہر غذا اور مادہ میں کیفیات موجود ہیں۔ اس لئے ان کے مزاج لکھے جاتے ہیں اور انسانوں کو بھی ضرورت کے وقت اُن کے مزاج کے مطابق ادویات استعمال کرائی جاتی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ہر مرض میں ہر قسم کی ادویات استعمال کرادی جائیں اور وہ نقصان رساں نہ ہوں۔

ہم انسان کو جس قدر بھی غذا کھلا دیں اس کی کیفیات انسانی مزاج سے بہت ہی کم و بیش تغیر پذیر ہوتی ہیں، بس یہی غذا و دوا کا فرق ہے۔ لیکن ہم کسی غذا کو مسلسل استعمال کرائیں تو اس کا نمایاں مزاج انسانی میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اوّل خالص اور مطلق غذا مثلاً گوشت روٹی اور دودھ وغیرہ بہت کم پائی جاتی ہے، اکثر اغذیہ اپنے اندر دوائی اثرات رکھتی ہیں اور جو خالص اور مطلق اغذیہ ہیں جب ان کا تجربہ کیا جاتا ہے تو اس کے دوائیہ اثرات نمایاں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً دودھ ایک لطیف غذا ہے۔ لیکن اس میں روغن و پنیر اور مٹھاس و پانی شامل ہیں۔ جن کے ذاتی اثرات ہیں لیکن وہ سب مرکبِ قویٰ ہونے کی وجہ سے اپنے اثرات میں نمایاں نہیں ہوتے، بہر حال اثر ضرور رکھتے ہیں، اس لئے ہر غذا ہر دوا کی طرح اپنی ایک صورتِ نوعیہ رکھتی ہے اور اس کا اپنا ایک جدا اثر ہے جو اس کا ذوالخاصہ ہے۔ اس لئے علاج میں ادویہ کے ساتھ اغذیہ کے مزاج کو بھی مدِ نظر رکھنا پڑتا ہے۔ اگر چہ ان کا اثر ادویہ سے فوقیت حاصل نہیں کرسکتا ہے۔ بعض کم فہم فرنگی اطباء نے کیفیتِ اغذیہ کا مسئلہ اس طرح حل کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کی ایک جدید قسم کی تعریف کرتی ہے کہ ادویہ، بدن کے اندر ایک نئی کیفیت پیدا کرتی ہیں، یعنی بدن کی کیفیت مرضیہ کو زائل کر کے صحت پیدا کر دیتی ہیں، اسی کا نام انہوں نے ''حصولِ شفا'' رکھا ہے۔ اس نئی تعریف سے وہ دوا کی کیفیت اور غذا کے مادی اثرات سے مناقشات پیدا ہوتے ہیں، جن کو ہم نے حل کر دیا ہے۔ اپنا دامن پاک کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ یاد رکھیں کہ اس طرح فن ترقی نہیں کرسکتا بلکہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ فرنگی طب کی پیروی کرنے کی بجائے اپنے فن کو اس کی اپنی قدروں و قاعدوں اور اصول و قوانین پر سمجھنا چاہئے، اسی میں فن کی ترقی ہے۔

اغذیہ و ادویہ اور ذوالخاصہ کے اثرات

جس طرح اغذیہ اور ادویہ معتدل کو جس قدر بھی زیادہ استعمال کرایا جائے وہ اپنے اثرات اور حدود و افعال سے آگے بڑھتی نہیں، اسی طرح چاروں درجہ کی ادویات اپنے اپنے درجات سے بڑھ کر سمی ادویات میں تبدیل نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً چوتھے درجے کی ادویات بیشک دوائے سمی کہلاتی ہیں لیکن سم مطلق نہیں کہلاتیں۔ ان کا فرق ان کے اعمال اور اثرات سے ظاہر ہے۔ یعنی دوائے سمی کا عمل و اثر ہمیشہ کیفیات سے صادر ہوتا ہے اور سم مطلق کا عمل و اثر اس کی صورتِ نوعیہ یعنی بالخاصہ ہوتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سم مطلق میں کیفیات نہیں پائی جاتیں۔ لیکن ان کی صورتِ نوعیہ کا اثر اس قدر شدید ہے کہ کیفیات کے اثرات کے اظہار کے بغیر وہ اپنے سمی اعمال و اثرات اپنے افعال انجام دیتی ہیں۔ مثلاً جمالگوٹہ چوتھے درجے کی دوا ہے وہ اس کو دوائے سمی کہتے ہیں لیکن وہ سم مطلق نہیں ہے۔ کیونکہ جمالگوٹہ کا اثر اس وقت تک جسم پر نہیں ہوتا جب تک وہ جسم میں اپنی کیفیت سے شدت نہ پیدا کر دے۔ لیکن اس کے مقابلے میں سنکھیا سم مطلق ہے۔ جب یہ اپنی زہریلی مقدار میں استعمال کیا جائے تو فوراً موت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن جہاں تک اس کی کیفیت کا تعلق ہے، اس کی صورت جمالگوٹہ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ تجربہ نے یہ بتایا ہے کہ سنکھیا کے زہر سے جسم میں شدید سوزش تو ضرور پیدا ہو جاتی ہے لیکن جہاں تک

حرارت کا تعلق ہے جسم میں پہلے سے بھی کم ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب سنکھیا کو اپنی مقدار خوراک میں استعمال کرایا جائے تو جسم سرد ہو جاتا ہے اور بخار اُتر جاتا ہے۔ ہر شخص تجربہ کر سکتا ہے۔ یہی صورتیں کافور اور افیون میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

نتیجہ اثراتِ اشیاء

اس تحقیقات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ اپنے مادہ کی وجہ سے جسم سے متغیر و متاثر ہو کر جب خون میں کیمیاوی طور پر مل جاتی ہیں تو خون سے اُن کے اثرات و افعال کا اظہار ہوتا ہے اور ادویہ اپنی مخصوص کیفیات کی وجہ سے جسم سے متاثر تو ضرور ہوتی ہیں، لیکن متغیر ہوئے بغیر مشینی طور پر اعضاء انسانی پر اثر انداز ہو کر ان میں افعال و اعمال میں تیزی پیدا کر دیتی ہیں جن سے جسم میں مشینی طور پر اور خون میں کیمیاوی طور پر غیر معمولی اثرات رونما ہو جاتے ہیں اور ادویہ جب تک جسم سے اخراج نہیں پاتیں، اس وقت تک اثر جاری رہتا ہے۔ سمیات (زہر) اپنی صورت نوعیہ سے بالخاصہ طور پر جسم سے بالکل متاثر نہیں ہوتیں بلکہ ان اعضاء میں ایسا غیر معمولی طور پر تغیر پیدا کر دیتی ہیں کہ موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے بعض زہر آنا فاناً موت کا باعث ہو جاتے ہیں۔

اثراتِ اشیاء کی اقسام:

اس طرح ہم کو اشیاء کے تین قسم کے اثرات تسلیم کرنے پڑیں گے:

اوّل: وہ اشیاء جن کا اثر خون میں شامل ہونے کے بعد ہوگا، جیسے اغذیہ وغیرہ۔

دوسرے: ایسی اشیاء جن کا اثر پہلے اعضائے جسم پر ہوتا ہے، اس کے بعد اُن کا اثر خون میں شامل ہو جاتا ہے، جیسے ادویہ وغیرہ۔

تیسرے: ایسی اشیاء جن کا اثر صرف اعضاء تک ہی محدود رہتا ہے اور پھر فوراً موت موقع ہو جاتی ہے، جیسے زہر وغیرہ۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم زہروں کو تجربات کے بعد اُن کی غیر سمی خوراکوں میں استعمال کر کے فائدہ اٹھالیں۔ البتہ ان کی شرکت سمیات ہی میں ہوگی۔

اثرات بالفعل اور بالقویٰ

یہ تینوں صورتیں دراصل دو حالتوں میں تقسیم ہو سکتی ہیں۔

(ا) **عضوی اثرات:** جن کو مشینی اثرات بھی کہتے ہیں، ان کو حکماء نے اثراتِ بالفعل لکھا ہے۔ یعنی اعضاء کے ساتھ مس ہونے پر ہی دوا کے اثرات شروع ہو جاتے ہیں۔

(۲) **خلطی اثرات:** جن کو کیمیاوی اثرات بھی کہتے ہیں، ان کو حکماء نے اثرات بالقویٰ لکھا ہے، یعنی خون میں اشیاء کے شریک ہونے پر اپنے اثرات ظاہر کرتی ہیں۔ ان کو تاثر اولی (بالفعل) اور تاثیر ثانی (بالقویٰ) بھی کہہ سکتے ہیں۔ انہیں صورتوں کو ہومیوپیتھی میں ایکشن اینڈ ری ایکشن (عمل ردِّعمل کہتے ہیں)۔ قرآنِ حکیم نے اس کے لئے ''دین لما'' ایک لفظ استعمال کر دیا ہے۔ جس کے معنی جزاء و سزا یعنی عمل و ردِ عمل کے ہیں جس کی تفصیل طویل ہے۔ زندگی بخیر پھر کسی موقعہ پر معہ تمثیلات لکھوں گا۔ جن سے طبِ قرآن پر روشنی پڑتی ہے۔

ادویات کے اثرات بالاعضاء

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ ہر شے جو جسم انسانی میں داخل ہوتی ہے یا اس پر اثر انداز ہوتی ہے وہ کم و بیش اجزائے جسم پر پہلے ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اغذیہ کے اثرات عادت یا برداشت کی وجہ سے اکثر غیر محسوس ہوتے ہیں (کیونکہ غیر عادی

غیر برداشت اغذیہ کا ضرور عضوی اثر محسوس ہوتا ہے)۔ اسی طرح ادویہ معتدلہ کے اثرات بھی تقریباً غیر محسوس ہوتے ہیں، یعنی اغذیہ اور ادویہ معتدلہ کے کھانے اور ہضم ہونے تک تقریباً اور اکثر غیر محسوس رہتے ہیں۔ متغیر واستحالہ اور ہضم و جزو بدن ہونے پر ان کے اثرات کا اظہار ہوتا ہے لیکن تیز اور شدید اشیاء ادویہ اور زہر اپنا اثر استعمال کے ساتھ ہی اعضائے جسم پر ظاہر کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ جہاں پر بھی اثر ہوتا ہے اس کا اظہار طبیعت جسم انسانی اس کے غیر معمولی اثرات کے مقابلے سے ظاہر کرتی ہے یعنی اُن کے استعمال سے وہاں پر افراط و تفریط یا ضعف و تحلیل واقع ہو جاتا ہے، یہ تیزی و سوزش تسکین و تخدیر، بخار، ورم و ضعف تحلیل یا دیگر قسم کے اثرات وغیرہ وغیرہ۔ طبیعتِ جسم کا احساس افعال اثراتِ ادویہ ہے یا ادویہ کے اعمال اثرات کا مقابلہ ہے۔ ادویہ کے استعمال کا کمال یہ ہے کہ جسم کے جس عضو کے لئے دوا استعمال کی جائے وہ دوا اسی عضو پر اثر انداز ہو کر اپنے افعال و اعمال کا اظہار کرے۔ یہی معالج کا افعال و خواص اور اثراتِ ادویہ کا کمال جاننا ہے، اسی میں ادویہ کی مقدار خوراک کا بھی راز ہے۔ اور اسی میں شفاء کے اسرار و رموز بھی پنہاں ہیں۔ ہومیو پیتھی ادویہ میں انداز تقلیل کے تحت قلیل در قلیل ادویہ استعمال کرنا بھی ادویات کے اثرات و افعال اور مقابلے کے خواص اعضاء تک پہنچانا ہے۔

تجویز ادویہ اور اغذیہ

چونکہ اعضاء جسم کے افعال کیفیات و مزاج اور اخلاط کے تحت قائم ہیں، اس لئے جب جسم کے اعضاء کی کیفیات و مزاج اور اخلاط اپنے اعتدال پر قائم نہیں رہتے اُن کا اثر اندرونی طور پر ہو یا بیرونی طور پر تو اس وقت اُن کے افعال بگڑ جاتے ہیں۔ بس اسی حالت کا نام مرض ہے جو ادویہ اور اغذیہ جسم کے غیر معتدل اجزاء کی کیفیات و مزاج اور اخلاط کو درست کر کے اُن کے افعال کو اعتدال پر قائم کر دیں گے بس مرض رفع ہو جائے گا۔ بس اسی عمل کا نام فن علاج ہے۔

مجربات کی حقیقت

مرض اور علاج کی تعریف کے بعد مجربات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ یعنی جو مفرد یا مرکب دوا انسانی جسم کی غیر طبعی حالت کو دور کر دے اور بار بار تجربات و مشاہدات کے بعد اس کا نتیجہ سو فیصدی درست نکلے بس وہی مجرب دوا ہے۔ البتہ معالج کے لئے یہ امر لازم آتا ہے کہ وہ مجرب دوا جسم انسان کے مرض و علامات اور مزاج کے ساتھ مطابقت و موافقت قائم کر سکے۔ جو شخص ایسا کرنے کی قابلیت رکھتا ہے بس وہی معالج ہے۔ اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ سوائے معالج کے ہر شخص امراض کے لئے مجربات تجویز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ معالج کے لئے لازم ہوتا ہے کہ انسانی جسم کی حقیقت و تشریح افعال و رموز، امراض و مزاج اور علامات و اسباب سے پورے طور پر آگاہ رہے۔ ایک ناواقف علم و فن شخص کے لئے مشکل ہے کہ وہ معالج کے فرائض ادا کرتے ہوئے امراض کے لئے کوئی مجرب نسخہ استعمال کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی قسم کے سُدھ بدھ رکھنے والے دوا فروش یا دوا ساز یا غلط فہمی سے اپنے آپ کو معالج سمجھنے والے استاذانِ فن اور امامِ طب کے مجربات سے بھی مستفید نہیں ہو سکتے۔ ہمیشہ یہی شکایت کرتے سنا ہے کہ فلاں نسخہ بھی استعمال کیا تھا مگر مفید نہیں اور فلاں اکسیر اور فلاں تریاق یونہی بے معنی ہیں۔ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ان کو نہ تریاق کے معنی آتے ہیں اور نہ ہی اکسیر کا علم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے جوع المجربات کا مرض آج کل بڑھا ہوا ہے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنے طریق علاج کے مجربات چھوڑ کر کبھی فرنگی طب کے مجربات استعمال کرتے ہیں اور کبھی ہومیو پیتھی کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ ایسے غیر معالج (کیونکہ ان کو معالج کہنا غلط ہے) ہمیشہ ناکام رہے ہیں۔

مجربات کے صحیح استعمال کا راز

یہ تو حقیقت ہے کہ مجربات اسی صورت میں یقینی بے خطا مفید ہو سکتے ہیں جب اُن کو صحیح مقام پر استعمال کیا جائے، یہ ہم لکھ چکے ہیں کہ مجربات کو معالج ہی صحیح طریق پر استعمال کر سکتا ہے، وہ علم طب اور فن علاج سے واقف ہوتا ہے کیونکہ مرض و مزاج اور علامات و اسباب کے ساتھ مجربات کے افعال و اثرات اور خواص اس کے تحت شعور حاضر ہوتے ہیں اس لئے حالات کے مطابق معالج کا حدث اور ذہن سرعت فوراً موافق مجرب دوا، غذا اور تدبیر تجویز کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یقینی بے خطا شفا ہوتی ہے۔

مجربات میں سے کوئی نسخہ تجویز کرنے سے قبل ذیل کی صورت کو مدِّ نظر رکھنا ضروری ہے، یعنی اُن کے مجربات کے ساتھ مطابقت ہونا ضروری ہے: ① مرض کی ماہیت ② مرض کا مزاج ③ علامات ④ اسباب ⑤ کیفیت اخلاط یعنی خون کی کیمیاوی صورت ⑥ مریض کی عمر و عادات ⑦ علاقہ اور موسم ⑧ مریض کی غذائی زندگی ⑨ نفسیاتی اثرات ⑩ کسی دوا یا نشے کا عادی ہونا۔

زہروں کے استعمال سے دور رہیں

ان دس احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی مجرب دوا تجویز کریں جو ان سب پر حاوی ہو۔ اوّل کوشش کریں کہ کسی غذا کے استعمال یا ترک سے یہ تمام صورتیں اس میں پوری ہو جائیں یا بعض اغذیہ میں تبدیلی سے یہ مقصد حاصل ہو جائے، اگر ایسا نہ ہو تو کسی مفرد مجرب دوا سے فائدہ حاصل کریں۔ اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو مجرب مرکب دوا سے علاج کریں۔ اس میں یہ بھی کوشش ہو کہ دوائیں دو تین حد پانچ چھ سے زائد نہ ہوں اور سب سے زیادہ اس امر کو مدِّ نظر رکھیں کہ ادویہ میں سمیات، مخدرات اور کشتہ جات سے دور رہیں، ان کا استعمال انتہائی اشد ضرورت کے وقت کریں۔ جب کوئی دوسری دوا اور غذا ان صورتوں پر حاوی نہ ہو، کیونکہ ان کے استعمال میں بعض سخت قسم کی پابندیاں بھی ہیں، مثلاً سمیات کو دوا کی صورت میں صرف ماہر فن ہی تیار کر سکتا ہے۔ مخدرات کے ساتھ دودھ کی ایک بڑی مقدار لازم ہے اور کشتہ جات کے ساتھ گھی اور مکھن کا استعمال بے حد ضروری ہے بلکہ ان ہی اشیاء کے ساتھ استعمال کرانا لازمی قرار دیا گیا ہے اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ان شدید اور زہریلی ادویات کی خوراک زیادہ لمبے عرصے کے بعد دینی چاہئے اور ہر خوراک کا اثر دیکھنے کے بعد دوسری خوراک استعمال کرنے کی اجازت ہے کیونکہ مضر علامات کے بعد ان کا استعمال کرنا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ مثلاً بیش ایک زہر ہلاہل ہے، عام طور پر بخار اتارنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی تین چار بلکہ بعض وقت ایک ہی خوراک سے بخار اُتر جاتا ہے، اس لئے اوّل اس کا استعمال ناجائز ہے، کیونکہ سینکڑوں دیگر ادویات اس کے قائم مقام استعمال کی جا سکتی ہیں۔ یہ امر بھی یاد رکھیں کہ کوئی بھی دوا ایسی نہیں ہوتی جو کسی واحد علامت کے لئے استعمال کی جا سکے جب تک کوئی مفرد یا مرکب دوا مندرجہ بالا دس احکام کو پورا نہ کرے اس کا استعمال بالکل ناجائز ہے۔

آیورویدک میں مجربات کا استعمال

آیورویدک میں امراض کی بنیاد دوش و پرکرتی اور افعال جسم پر رکھی گئی ہے۔ وات پات اور کف یہ تین دوش (اخلاط صالح) ہیں وہ جب تک پرکرتی (مزاج) کے مطابق بنے رہتے ہیں۔ جسم کے افعال کو صحیح قائم رکھتے ہیں، اور جب خراب ہو جاتے ہیں، جسم میں امراض پیدا ہو جاتے ہیں جس کی تین صورتیں ہیں:

① ان دوشوں کی پرکرتی خراب ہو جاتی ہے۔

② دوشوں میں مقدار کے لحاظ سے کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔

③ دوش اپنے مقام بدل جاتے ہیں۔

مثلاً پت کا مقام جگر ہے لیکن وہاں پر کف یا وات کی زیادتی ہو جائے۔ اسی طرح کف کا مقام دماغ ہے، وہاں برودت یا پت کی زیادتی ہو جائے، اسی طرح وات کا مقام قلب ہے وہاں کف یا پت کی زیادتی ہو جائے، ان کا نتیجہ مرض ہوتا ہے۔

پت (صفرا) جس کو گرم کہتے ہیں وات (ریاح) جس کا مزاج خشک ہے اور کف جس کو (تر) کہا جاتا ہے یہ کسی حالت میں مفرد نہیں پائے جاتے ہمیشہ مرکب صورت میں رہتے ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک کم ہو جاتا ہے تو دوسرا بڑھ جاتا ہے کبھی دو زیادہ ہو جاتے ہیں اور تیسرا کم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ اپنے مزاج قائم کرتے ہیں۔ مثلاً پت وات، گرم خشک اور پت کف گرم تر وغیرہ وغیرہ۔

علاج کی صورت میں وات پت اور کف کی پر کرتی درست کی جاتی ہے یا اُن کی کمی بیشی پوری کی جاتی ہے یا ان کو اپنے مقام پر قائم کیا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ ہی جسم کے افعال درست ہو جاتے ہیں، مگر آج کل کے وید دوشوں کے اعمال سے پورے طور پر واقف نہیں ہیں۔ وہ صرف امراض کے نام کو سنتے ہیں جسم کے افعال کی خرابی کے مطابق نام لئے گئے ہیں اور ان کے متعلق تیار شدہ ادویات دے دیتے ہیں اور فن کو بدنام کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ آیورویدک ایک باقاعدہ اور اصولی طریق علاج ہے جو منظم طور پر قوانین کے ماتحت کام کرتا ہے اس میں تمام امراض اور علامات اور اسباب دوشوں کے ماتحت قائم کر دیئے گئے ہیں اور انہی کے ساتھ اُن کو سمجھا اور علاج کیا جا سکتا ہے، مثلاً دردِ سر کوئی مرض نہیں ہے۔ جب تک دردِ سر کفج وغیرہ نہ کہا جائے گویا افعالِ جسم کے بگاڑ کو دوشوں کے ساتھ ہی سمجھا جا سکتا ہے اور یہی اس کا کمال ہے۔

ہومیوپیتھی میں مجربات کا استعمال

ہومیو پیتھک میں علامات کے تحت علاج کیا جاتا ہے۔ جہاں تک اس کی علامات کا تعلق ہے وہ باقاعدہ (سسٹومیٹک) وعلمی (سائنٹفک) اور قوانین (لاز) کے تحت حاصل کی جاتی ہیں۔ یعنی تندرست انسان کو ادویات زیادہ سے زیادہ مقدار میں دے کر جو علامات پیدا ہوتی ہیں مریض میں جب ایسی علامات پائی جاتی ہیں تو انہیں ادویات کو قلیل مقدار میں دیا جاتا ہے۔

ان علامات میں کیفیاتی ونفسیاتی صورتیں...... ماضی یا سابقہ حالات...... حرکت وسکون کے اعمال...... مقام واوقات...... عمر و عادات...... شدت وضعف وغیر وغیرہ، تمام باتوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اس طرح مریض کے تمام حالات سامنے آجاتے ہیں اور علاج میں یقینی بے خطا صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہومیو پیتھک کی ہر مفرد دوا علامات کے تحت ایک مجرب دوا ہے اور یہی اس کا کمال ہے۔

جو لوگ صحیح معنوں میں ہومیو پیتھک نہیں ہیں انہوں نے علامات کو نظر انداز کر کے امراض کے تحت علاج کرنا شروع کر دیا ہے بلکہ آج کل کی ہومیوپیتھی کتب میں بھی یہ صورتیں نظر آتی ہیں۔ مثلاً بخاروں کے نام مقرر کر دیتے ہیں، جیسے ٹی بی، ٹائیفائیڈ اور ملیریا وغیرہ اور ان کے تحت ادویات لکھ دی ہیں، یہ صورتیں ہومیو پیتھک قانون کے خلاف ہیں۔ بخار کی حرارت ایک علامت ہے، اس کے ساتھ باقی علامات لے کر علاج کیا جا سکتا ہے، اسی طرح نزلہ، کھانسی، دمہ، نمونیہ، پلورسی، قبض، بواسیر، استسقاء، ذیابیطس، جریان، احتلام اور ضعف باہ، فالج اور ضعفِ دل ودماغ وغیرہ دیگر اعضاء جسم کے ضعف وغیرہ امراض وعلامات کو قائم کر کے ان کے نیچے ادویات لکھ دی ہیں۔ یہ سب کچھ اصول ہومیو پیتھی کے بالکل منافی ہیں۔ اسی طرح ہومیو پیتھی میں جسم انسان کی تمام علامات کو سفلس وسورا اور سائیکوسس میں تقسیم کر دیا گیا ہے مگر ہومیو پیتھ علامات لیتے وقت ان کو بالکل مدِنظر نہیں رکھتے۔ بلکہ ملی جلی علامات لے کر علاج کرتے ہیں۔ جس میں ہمیشہ غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔ علامات لینے میں ایکشن کی علامات کو ری ایکشن میں ملا دیا جاتا ہے جو سخت غلطی ہے۔ یہ سب تفصیل طلب ہیں۔

فرنگی طب (ڈاکٹری) بے اُصولا اور عطائیانہ طریق علاج ہے

فارماکوپیا کی حقیقت

فارماکوپیا (Pharmacopeia) کا تعلق فارمیسی (Pharmacy) سے ہے جس کے معنی ہیں ادویات کو قابل استعمال بنانا۔ یعنی ادویات آپس میں کس طور سے ملائی جاتی ہیں اور ان کے مرکبات کیسے تیار کئے جاتے ہیں۔ فارمیسی دراصل میٹریا میڈیکا کا ایک صیغہ ہے۔ میٹریا میڈیکا کا ایک صیغہ میٹریا میڈیکا خاص (Materic Medica Proper) ہے۔ اس کا فارمیسی کی نسبت سے ایک نام فارمے کوگ ناسی (Pharmecognosy) بھی کہتے ہیں۔ علم الادویہ کے اس صیغہ سے مراد اس کے منابع (Kingdom) اور ان کے طریقہ پیدائش اور طبعی و کیمیاوی خاصیتوں کے متعلق ہے۔

اسی طرح میٹریا میڈیکا کا ایک صیغہ فارمے کولوجی (Pharmacology) ہے جس سے مراد یہ ہے کہ مختلف ادویات کا اثر جسم پر بحالت صحت و بحالت بیماری کا بیان کرنا ہے۔ اس کی دو شاخیں ہیں:

① فارمے کوڈائی نےمکس (Pharmacodyamces) ہے۔ یہ وہ قسم ہے کہ جس میں مختلف ادویات کی تھوڑی خوراک کا اثر جسم پر بحالت صحت پڑتا ہے، بیان کیا جاتا ہے۔

② ٹوک سی کولوجی (Toccicology) میں ادویات کی زہریلی خوراکوں کی تاثیریں بیان کی جاتی ہیں۔

ان تمام اصطلاحات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ فارماکوپیا کے مطابق اور مناسبت کے نام بیان کر دیئے جائیں تاکہ اس کے اعمال اور وسعت کا پورا علم ذہن میں بیٹھ جائے، اس کے صحیح معنے یہ ہیں کہ ایسے مجربات جو امراض کے لئے یقینی اثرات و خواص رکھتے ہوں، ان کے بنانے اور استعمال کرنے کی ترکیب بیان کی گئی ہو۔

فرنگی طب میں افعال و اثرات

ادویات کی ماہیت و خاصیت اور افعال و اثرات۔ فرنگی طب میں دو صورتیں ہیں:

(۱) **ریشنل (Rational)**: اس میں بیماری کی ماہیت اور دوا کی خاصیت پورے طور پر معلوم ہو، یعنی ایسی مطابقت ہو کہ فلاں دوا فلاں بیماری میں فائدہ مند ہے۔ جیسے مائٹرل (Mitral) بیماری میں ڈیجی ٹیلس (Digilalis) کا استعمال ہے۔

(۲) **ایمپیریکل (Empirical)**: جب کہ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں دوائی فلاں بیماری میں کیوں فائدہ کرتی ہے مگر صرف یہی جانتے ہیں کہ فائدہ ضروری ہو جاتا ہے جیسے آتشک کی بیماری میں پارے کا استعمال۔

ان کے علاوہ جنرل تھیراپیوٹیکس (General Therapeutics) میں ادویات کے علاوہ ان وسائل کا ذکر ہوتا ہے جو بیماری کے علاج میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً غذا، آب و ہوا اور افعال و سکون وغیرہ، اور ہر ایک دوا کے دو اثرات تسلیم کئے گئے ہیں:

(۱) **پرائمری ایکشن (Primary Action)**: کسی دوا کا وہ اثر جو اس دوا کے جسم میں پہنچتے ہی پیدا ہو جائے اور اس دوا کے اجزاء میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو مثلاً سلفیٹ آف زنک کے معدے میں پہنچتے ہی قے آنے لگ جاتی ہے۔ یہ اس دوا کا پرائمری (ابتدائی) ایکشن ہے۔اس کے لئے ہم نے مکینیکل ایکشن (مشینی اثرات) کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

(۲) **سیکنڈری ایکشن (Secondry Action)**: دوا کا وہ اثر ہوتا ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ جسم کے اندر پہنچ کر مختلف مرکبات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔یعنی تحلیل ہو کر خون میں شامل ہو جائے اور پھر اس کا اثر جسم پر ہو۔ یہ اس کا سیکنڈری ایکشن (ثانوی اثر) ہے۔جس کو ہم نے کیمیکل ایکشن (کیمیاوی اثرات) لکھا ہے۔گویا عمل اور ردِ عمل کی صورتیں ہیں۔

فرنگی طب کے فارما کوپیا کی امراض سے مطابقت

فرنگی طب میں فارما کوپیا کے مجربات کو امراض سے مطابقت کے لئے تین باتوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

① امراض کے نام جو ماہیت امراض کے بعد متعین کئے جاتے ہیں۔
② انواع جراثومہ امراض جو تحقیقات کے بعد تخصیص کئے جاتے ہیں۔
③ عناصر جسم کی کمی بیشی سے امراض کا تعین کیا جاتا ہے۔

ان صورتوں کو یورن (قارورہ)، باؤل (پاخانہ)، سپوٹم (بلغم) اور بلڈ (خون) وغیرہ کے علاوہ چہرہ و چشم اور زبان و جسم کی تفتیش کے بعد تشخیص امراض کیا جاتا ہے، پھر اس کے لئے مقررہ مجرب نسخہ تجویز کیا جاتا ہے۔

فرنگی طب کے متعلق زبردست غلطی

فرنگی طب کے متعلق یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ دُنیا میں یہ ایک سائنٹفک (علمی) طریق علاج ہے، اس لئے اس کی تشخیص و تجویز بھی سائنٹفک ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دُنیا کی کوئی طب سائنٹفک اور یقینی طریقہ علاج نہیں ہو سکتی۔ بلکہ تمام طریقہ ہائے علاج ظنی اور اندازاً کئے جاتے ہیں جن کا تعلق انسان کے کمال علم اور ذوقِ عقل کے ساتھ ہے جو حدث اور حکم سے عمل میں آتا ہے۔ ہر قدیم و جدید دور میں علم کے حصول کی دو صورتیں بیان کی جاتی رہی ہیں:

(۱) سائنٹفک (تجرباتی اور مشاہداتی) یعنی ایسا علم جس کو احساس و جذبہ اور ادراک و جدان سے سمجھا جاتا ہے۔ جیسے فلسفہ و منطق، ادب و شاعری اور مصوری و سنگ تراشی وغیرہ یا دونوں کو اس طرح سمجھیں کہ سائنس کا تعلق مادی اشیاء اور جسم کے ساتھ ہے اور آرٹ کا تعلق نفسیاتی قدروں کے ساتھ ہے۔

بعض علوم ایسے ہیں جن کا تعلق دونوں کے ساتھ ہے یعنی اس کی ابتداء تو سائنسی (تجربات و مشاہداتی) علوم سے ہوتی ہے، لیکن اس کا اختتام ذوق اور فکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً علم العلاج میں امراض اور ادویات پر تو تحقیق مادی انداز میں ہو سکتی ہے، کیونکہ دونوں کا تعلق جسم اور مادہ سے ہے۔لیکن جب ان کو آپس میں تطبیق دیتے ہیں تو وہاں پر علمی معلومات کا کمال و دلیل اور ذوق فکر کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ہر ایسے علم کو ظنی اور اندازاً کہا جاتا ہے۔علم العلاج بھی اس میں شریک ہے۔

بہترین علم علاج

دُنیا کے تمام قدیم و جدید علم العلاج ظن اور انداز سے تعلق رکھتے ہیں جیسے کہ اوپر تشریح اور تفصیل بیان کی ہے اس علم و فن طب کو

جادوگری کہتے ہیں اور جادوگری کوئی ایسا علم نہیں ہے جس کا تعلق ناپ تول اور اعداد وشمار سے ہے۔ البتہ اس علم میں جس حد تک سائنس (تجربات ومشاہدات) سے ہے اس حد تک وہ یقینی اور بے خطا ہے اور جہاں پر اس کا تعلق ذوقی اور فکری قدروں سے ہے وہاں تک وہ ظنی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ تمام دُنیا کے طریق علاجوں میں کونسا طریق علاج حقیقت اور سائنس کے قریب ہے، اور ہم ابتداء میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جب تک موالید ثلاثہ (جمادات ونباتات وحیوانات) کی کسی شے کے افعال واثرات کا علم کیفیات ومزاج کے تحت نہ ہواس وقت تک ہم اس کے قریب نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ ہم ایک مثال سے اس کو آسانی سے واضح کرتے ہیں۔ مثلاً انسانی جسم یا اس کے کسی عضو میں اگر کیفیاتی طور پر یا وقتی طور پر کمی بیشی واقع ہو جائے تو اس سے اس کے افعال واعمال میں فوری طور پر کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا اور اس جسم اور عضو کے کیفیاتی اثرات مزاج کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اس وقت ان کے افعال واعمال میں افراط وتفریط سے تغیر پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے، فرنگی طب کیفیاتی نفسیاتی علامات نہیں پائے جاتے بلکہ خرابی افعال اعضاء کو بھی امراض میں اس وقت تک شمار نہیں کیا جاتا جب تک جراثیم ومواد اور عناصر جسم میں کمی بیشی نہ پائی جائے، اس لئے فرنگی سائنسی اور فرنگی طب یقینی بے خطا طریقہ علاج نہیں ہے۔ بلکہ اس کی بنیاد غلط طریق پر قائم ہے اگر اس میں مبالغہ ہو تو ہم چیلنج کرتے ہیں۔

فرنگی طب میں امراض کی تشخیص میں اس قدر پیچیدگیاں ہیں کہ ان کے مدنظر علاج کرنا نہ صرف مشکل ہے بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔ مثلاً کسی ایک عضو یا حصہ جسم میں اگر جراثیم یا مواد قائم ہو تو لازمی امر ہے کہ اس کی علامات دیگر اعضاء میں بھی پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ جن سے تشخیص اکثر غلط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ایک ایک مقامِ جسم اور عضو میں کئی کئی قسم کے جراثیم اور مواد پائے جاتے ہیں، جیسے نزلہ زکام میں آٹھ قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ جن کے تحت علاج کرنا مشکل ہے۔

اسی طرح ایک ہی قسم کے جراثیم مختلف اعضاء میں مختلف امراض پیدا کر دیتے ہیں، مثلاً گونو کاکس کا گنوریا کے علاوہ دیگر اعضاء میں امراض کا باعث ہو سکتا ہے۔

اسی طرح بہت سے امراض میں جراثیم نہیں ملتے اور وہ خون کی کیمیاوی کمی بیشی اور خرابی سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ تمام جسم یا کسی عضو کے ضعف سے پیدا ہوتا ہے۔ فرنگی طب میں اس کا تصور بھی نہیں۔

قدیم طب میں کمال مجربات

قدیم طبوں میں خاص طور پر آیورویدک اور طب یونانی اور اسلامی طب میں مجربات کی ترتیب وترکیب اور تجزیہ وامتزاج اور امراض ومزاج کے ساتھ ان کی ایسی مطابقت اور موافقت میں وہ کمال اور فطری قوانین اور قاعدے استعمال کئے گئے ہیں کہ ماڈرن میڈیکل سائنس اور فرنگی طب (ڈاکٹری) میں ان کا عشرعشیر بھی نہیں ہے۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ چیلنج ہے اور افسوس سے کہا جاتا ہے کہ فرنگی طب نے کبھی ان کی طرف جھانک کر بھی نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ اوّل ان کے حاملین (ڈاکٹروں) کا تعصب ہے، دوسرے وہ لوگ قانونِ قدرت سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ انہوں نے سائنس (تجربہ ومشاہدہ) کو صرف علم سمجھ لیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ صرف سائنس اس وقت تک علم نہیں ہوتا، جب تک اس میں منطق (لاجک) اور فلسفہ (فلاسفی) کا شمول نہ ہو۔ کیونکہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا تجربہ اور مشاہدہ منطق اور فلسفہ کے بغیر نہیں ذہن نشین کیا جاسکتا۔ منطق (دلائل) اور فلسفہ (حقیقت کی تلاش) کے لئے ایک ذہن ہوتا ہے۔ جو عقل کے تحت غور و فکر کرتا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ غور وفکر اور عقل انہی کی کام کرتی ہے جو منطق اور فلسفہ کے ماہر ہوتے ہیں۔ بلکہ ہر ذہین انسان غور وفکر کرتا ہے اور عقل سے کام لیتا ہے۔ لیکن اگر ذہین انسان منطق اور فلسفہ کے اصولوں سے واقف ہوں، تو وہ اپنے ذہن سے صحیح طور پر کام لے سکتے ہیں۔ بلکہ اسی طرح جیسے ہر شخص مادری زبان بے تکلف بول سکتا ہے، لیکن وہ اگر صرف ونحو اور شعر وادب سے واقف ہوگا تو زبان کے صحیح استعمال کو بھی خود سمجھ سکے گا اور ایسے ہی شخص کو صحیح معنوں میں زبان دان کہا جاسکتا ہے۔

یہی کمال قدیم طبوں کے تجربات ومشاہدات میں پایا جاتا ہے، جو ماڈرن میڈیکل سائنس اور طب فرنگی میں بالکل نہیں پایا جاتا۔ انہی تجربات ومشاہدات اور دلائل وحقیقت شناسی کے تحت اس کے قوانین وقاعدے اور نظریات واصول تیار کئے ہیں جو بالکل قانونِ فطرت اور طریق قدرت کے مطابق ہیں۔ مجربات کا لفظ بھی تجربات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے قدیم طبوں کے مجربات بھی غور وفکر اور عقل کے تحت فطرت وقدرت کے مطابق وموافق ہیں۔ اس لئے اپنے اندر وہ کمال رکھتے ہیں جو ماڈرن میڈیکل سائنس اور فرنگی طب (ڈاکٹری) میں نہیں پائے جاتے۔

قدیم طب میں مجربات کی تقسیم:

قدیم طبوں می مجربات کو تین صورتوں میں تقسیم کردیا گیا ہے: (۱) غذائی مجربات (۲) مفرداتی مجربات (۳) مرکباتی مجربات۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

غذائی مجربات: قدیم طبوں میں غذائی مجربات ایک ایسا کمال ہے جو مادون سائنس اور فرنگی طب میں قطعاً پایا نہیں جاتا۔ یہ ایک ایسا طریق علاج ہے جس پر نہ کوئی پابندی لگائی جاسکتی ہے اور نہ حکومت روک سکتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ غذائی مجربات کی تین صورتیں ہیں:

① غذا کے استعمال کو روک دینا۔

② غذا کی نوعیت کو بدل دینا۔

③ غذا کے خاص اجزاء کا استعمال کرانا۔

اگر کوئی معالج یا غیر معالج بھی ان حقائق کو ذہن نشین کر لے تو اس کے علاجات معجزات بن جاتے ہیں۔

(1) غذا کے متعلق یہ حقیقت ہے کہ وہ قوت کی دوست بھی ہے اور اس کی دشمن بھی ہے۔ یعنی صحت کی حالت درست طریق پر صحیح غذا ہے تو قوت پیدا کرتی ہے اس لئے دوست ہے اور اگر مرض کی حالت بے طریقے غلط اصولوں پر کھائی جائے تو وہ ایک بہت بڑا دشمن ہے۔ غذا جسم اور زندگی کے لئے لازمی ہے۔ کیونکہ یہ جسم کے لئے بدل ما یتحلل ہے۔ لیکن جب جسم میں مادہ متعفن اور خمیر ہے تو دوا اس کی مددگار بن جاتی ہے جس سے مادہ متعفن اور خمیر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جس سے روز بروز اس کے زہر میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور جسم پر دباؤ اس کا بڑھتا جاتا ہے۔ یہ متعفن مادہ اور خمیر جسم کے لئے نہ صرف غیر مفید اور غیر ضروری ہے بلکہ نقصان رساں ہے، اس لئے نہ صرف اس کا اخراج ضروری ہے بلکہ اس میں اضافہ کرنا بے حد غلطی ہے اس لئے اس صورت میں غذا کا بند کرنا بے حد ضروری ہے، بلکہ اس وقت تک بند رکھنی چاہئے جب تک کم از کم پیٹ کا تعفن اور خمیر ختم ہو جائے۔ اس صورت میں ایک بہت بڑی بے چینی رہتی ہے کہ بعض لوگ کھانے کے بے حد عادی ہوتے ہیں۔ اور بعض بھوک برداشت نہیں کر سکتے۔ اس مقصد کے لئے مریض کو شہد یا شہد کا نیم گرم شربت یا سبزیوں یا گوشت کا شوربہ یا قہوہ (بغیر دودھ کے چائے) یا دودھ کا پانی دیتے رہنا چاہئے۔ اس طرح کھانے کی عادت اور بھوک کی بے چینی کم ہو جاتی ہے۔ جب غذا کا اضافہ رُک جاتا ہے۔ تو اعضاء پر سے بوجھ کم ہو جاتا ہے، وہ اپنا فعل صحیح طور کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد طبیعت مدبرہ بدن اعضاء کے افراط و تفریط سے خون کا دباؤ درست ہو جاتا ہے۔ اور بہت جلد مرض میں افاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد دواء کی ضرورت بھی ہو تو تھوڑی سی دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہے۔

(2) اس صورت میں غذا کی نوعیت بدل دی جاتی ہے۔ یعنی غذا کی کیفیت و غذائیت اور مقدار و طریق استعمال بدل دینا چاہئے۔ اس صورت میں غذا کو امراض و علامات کے مطابق اس طرح ترتیب دینا چاہئے کہ وہ کیفیت اور ضرورت کے مطابق بالکل بالضد ہونی چاہئے۔ اور غذائیت و مقدار اور طریق استعمال بھی ان کیفیات اور ضروریات کے لئے مفید اور معاون ہونا چاہئے۔ جس سے ایک طرف سست اعضاء بیدار ہو جاتے ہیں اور خون میں مناسب کیفیات اور ضروری اخلاط میں اصلاح شروع ہو جاتی ہے۔ اعضاء میں افراط و تفریط ہو کر دورانِ خون درست ہو کر امراض کا زور کم ہو جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ صحت ہو جاتی ہے۔

(3) غذا میں خاص اجزاء کے استعمال کی صورت میں غذا کے ان مخصوص اجزاء کو ہی استعمال کیا جائے جن کی جسم میں کمی پائی جاتی ہو۔ مثلاً ماء الجبن دودھ پانی یا مکھن اور گھی یا صرف پنیر اور دہی وغیرہ مسلسل استعمال کرائی جائیں۔ اسی طرح گوشت کا شوربا یا یخنی، یا بھنا ہوا گوشت یا کباب، اور ایسے ہی سبزیوں کا شوربا، بھنی ہوئی سبزیاں۔ اسی اصول پر دالیں بھی استعمال کرائی جا سکتی ہیں۔ خاص طور پر حلوے اور فرنی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔ مگر ایک ہی قسم کی غذا دینی چاہئے۔ یا کم از کم ان کے ہمراہ روٹی چاول اور ڈبل روٹی، دلیا وغیرہ بالکل نہیں ہونے چاہئیں۔ ایسی غذا سے ایک طرف خاص قسم کی کیفیات اور غذائیت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف سست اعضاء بیدار ہو کر اپنے افعال کے افراط و تفریط میں اعتدال پیدا کر لیتے ہیں اور صحت حاصل ہو جاتی ہے۔

اس قسم کے علاج پر وہ غذا استعمال کی جاسکتی ہے جو ہم روزانہ زندگی میں کھاتے ہیں۔ اگرچہ اس میں اکثر غذائے دواء یا دوائے غذائی بلکہ بعض خالص ادویات ہیں۔ جیسے گرم مصالحہ جات جو ہانڈی میں استعمال کئے جاتے ہیں، یا ادرک وٹماٹر اور سبز وخشک دھنیا اور پودینہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ہماری روزانہ اغذیہ یہ ہیں: (۱) ہر قسم کے دودھ یعنی بکری سے لے کر بھینس تک۔ (۲) ہر قسم کے گوشت جس میں پرندے مچھلی اور انڈے بھی شریک ہیں۔ ہر قسم کے پھل و میوہ جات اور ہر قسم کی سبزیاں ودالیں اور اناج۔ اسی طرح ہر قسم کی مٹھائیاں و مربے اور حریرہ جات شامل ہیں۔ مشروبات میں شربت، شیرے، لیمن، سوڈا اور چائے وغیرہ سے کام لیا جاسکتا ہے۔

ہمارے تجربات میں اس طرح ہر قسم کے مریض اچھے کئے جاسکتے ہیں۔ معمولی امراض نزلہ زکام اور کھانسی بخار تو چند دنوں سے زیادہ عرصہ نہیں رہتے۔ ہم نے مشکل ترین امراض مثلاً دق وسل، فالج ولقوہ اور ذیابیطس اور ضعفِ باہ وغیرہ جیسے عسر العلاج امراض کا علاج بڑی کامیابی سے کیا ہے۔ غور وتدبر اور عقل سے کام لے کر ہر شخص جو خواص اغذیہ سے واقف ہو بڑی آسانی سے ان تجربات سے فوائد حاصل کرسکتا ہے۔ فرنگی طب کے مقابلے میں غذائی مجربات کو استعمال کر کے بے حد کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

طب قدیم میں مسئلہ غذا میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ علاج کے دوران میں سب سے پہلے غذا کے بوجھ کو جسم اور اعضاء سے دور کرنا پڑتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں، اوّل غیر منہضم غذا کے اجزاء کو جو خمیر کی صورت اختیار کر گیا ہے اس کو جسم سے ختم کرنا ہے کیونکہ جب بھی مریض کو کوئی غذا دی جائے گی تو وہ یقیناً خمیر میں شریک ہو کر باطل ہو جاتی ہے۔ اس لئے اوّل جسم میں سے خمیر کے بوجھ کو ختم کرنا ضروری ہے۔ دوسرے غیر ضروری غذا کا دینا یعنی ایسی غذا جس کا اس مرض کے رفع کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس سے مرض کا بڑھ جانا یقینی ہے ایسی غذا کو روکنا نہایت ضروری ہے ورنہ مفید دوا بھی غیر مفید ہو جاتی ہے۔ تیسرے مفید دوا کا استعمال غذا کے مطابق ہونا چاہئے، جو معالج ان حقائق کو مدِ نظر رکھیں گے ان کے مریضوں کے لئے یقیناً بے خطا شفا ہے، یہ صرف طبِ قدیم کا کمال ہے۔ فرنگی طب اس سے خالی ہے۔
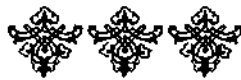
علاج بالمفردات

علاج بالغذاء سے جب طبیعت قابو میں نہ آئے اور اعضاء کے افعال درست نہ ہوں خاص طور پر مزاج جسم اور اخلاط کا توازن قائم نہ ہو سکے تو غذاء کی بجائے ادویات سے علاج کرنا لازمی ہو جاتا ہے، کیونکہ جسم اور خون میں جس قدر زیادہ مقدار میں تیزی سے کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور اعضاء کے افعال میں شدت پیدا ہوتی ہے اس قدر صرف غذاؐ سے پیدا ہونا مشکل ہے۔ لیکن علاج بالدوا کے ساتھ علاج بالغذا کے اصول بھی مدِنظر رکھے جائیں تو بہت جلد کامیابی ہو جاتی ہے۔

علاج بالدواء میں یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ علاج بالمفرد ادویات زیادہ افضل اور احسن ہے۔ مفرد دوا کے علاج سے مقصد یہ ہے کہ کسی مرض اور اس کی تمام علامات صرف ایک ہی دوا سے دور کرنے کی کوشش کی جائے یعنی صورت مرض اور اس کی تمام علامات وہ کیمیاوی ہوں یا مشینی اور خاص طور پر جسم کے زہریلے مواد صرف ایک ہی دوا کے استعمال سے دور ہو جائیں۔

بے شمار ایسی ادویات ہیں جو تنہا اپنے اندر شفائی بلکہ اکسیری اور تریاقی اثرات رکھتی ہیں۔ ایک ایک مرض کے لئے متعدد شفائی اثر رکھنے والی اکسیر تریاقی ادویات پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان سے وہی معالج پورے طور پر مستفید ہو سکتے ہیں جن کو علم المفردات پر غیر معمولی عبور ہوتا ہے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ مفرد ادویات سے جہاں پر فوائد یقینی ہوتے ہیں، وہاں پر اس کے غلط استعمال سے کوئی خاص نقصان عمل میں نہیں آتا۔ اس لئے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ علاج بالمفردات کو مقدم رکھا جانا افضل واحسن ہے۔

قدیم طب کا کمال اور مفردات کا تجزیہ

قدیم طبوں کے قانون کے مطابق ہر مفرد دوا چار ارکان اور کیفیات سے مرکب ہوتی ہے ان کے علاوہ ہر دوا میں ارکان (طیف) یعنی ایسا مادہ جو کسی رکن کے اجتماع یا دیگر اراکین سے مل کر مادہ اور جسم کی صورت اختیار کر لے اس کو عناصر ہی کہنا بہتر ہے۔ جس کو انگریزی میں ایلیمنٹ (Element) کہتے ہیں۔ اس سے ہم ماڈرن سائنس کے بہت قریب ہو جاتے ہیں۔ ارکان اور عناصر کا یہی فرق ہم نے اپنی کتاب مبادیات میں لکھا ہے۔ یہاں اس کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ارکان کو عناصر سے الگ خیال کیا جائے۔ یہی عناصر یعنی ارکان کا طیف یا اس کا مجتمع مادہ وغیرہ ارکان وکیفیات سے الگ اجزاء ہیں۔ بس حکماء واطباء نے ان عناصر کو ادویات سے جُدا کیا ہے، یہ بھی قدیم طبوں کا کمال ہے۔

قدیم طبوں کے کمال فن کی صورت یہ ہے کہ ان عناصری اجزاء کو جو ادویات میں پائے جاتے ہیں جُدا کر کے علاج میں استعمال کیا ہے۔ گویا مفرد در مفرد صورت پیدا کر لی ہے اور اس طرح ضرورت کے مطابق اجزاء مؤثرہ اور جوہر خاص استعمال کر کے فن طب قدیم میں کمالات کی صورتیں پیدا کی ہیں جو فرنگی طب میں بالکل نہیں پائی جاتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ کمال فن پیدا ہی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کیفیاتی اور مزاجی افعال واثرات اور عناصر سے وہ بالکل واقف نہیں ہے۔

مفردات کے تجزیہ کا استعمال

مفرد ادویات کے عناصر مؤثر افعال کے راز کا انکشاف جو ہم نے کیا ہے۔ یہ دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ان جوہر مؤثرہ کو طب قدیم میں کئی طریق سے حاصل کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً بعض ادویات کو پانی میں بھگو کر حاصل کیا جاتا ہے، جس کو خیساندہ کہتے ہیں، بعض کو پانی میں جوش دے کر جدا کیا جاتا ہے، اس کو جوشاندہ کہتے ہیں، اسی طرح ادویات کے لعابات وگوند اور دیگر اجزاء مؤثرہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض ادویات اجزاء مؤثرہ اور جواہر کو عرقیات کی صورت میں الگ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ادویات کے نمک، روح اور عطریات جدا کئے جاتے ہیں۔ اور بعض ادویات کا کانجی سرکہ اور تیزاب بنانا اور پھر ان میں دیگر ادویات کے اجزاء جذب کرنا۔ اسی طرح ادویات کے روغنیات کو جدا کر کے ادویات کے طور پر استعمال کرنا۔ بعض اشیاء سے ان کا مٹھاس الگ کر کے کھانڈ بنا کر اور پھر کھانڈ میں شربت بنانا۔ بعض ادویات کو پانی میں گھوٹ کے اس کے شیرہ جات بنانا۔ بعض ادویات میں سے شراب کشید کرنا، بعض اشیاء میں سے موم ولاکھ اور کاہی تیار کی جاتی ہے۔

مفردات کے تجزیے کی تقسیم

مفرد ادویات کو تجزیہ کر کے کم از کم ذیل کے مرکبات تیار کئے گئے ہیں۔

(۱) **لبنیات** (دودھ): حیوانات میں گائے بھینس، بکری و بھیڑ اور گدھی وگھوڑی کے دودھ کے علاوہ، عورت کا دودھ بھی ادویات میں استعمال ہوتا ہے، ان کے علاوہ نباتات کے دودھ بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً افیون، فرفیون، ہینگ، طباشیر، شیرخشت، آک کا دودھ، تھوہر کا دودھ، انجیر کا دودھ اور عشق پیچاں کا دودھ وغیرہ اکثر امراض میں اکسیر اور تریاق کا اثر رکھتے ہیں۔

(۲) **گوند اور رال**: گوندیں پانی میں حل ہو جاتی ہیں۔ مثلاً گوند کیکر، رال بھی ایک قسم کا گوند ہے جو شراب میں حل ہوتی ہے۔ پانی میں حل نہیں ہوتی بعض گوند تیل میں حل ہوتے ہیں، جیسے لوبان وغیرہ۔

(۳) **نشاستہ**: نباتات کا ایک بڑا جزو نشاستہ ہے جو اکثر ان کی شاخوں جڑوں اور بیجوں میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً ریشہ خطمی، ملٹھی، گلو، نیم، بڑ کی جڑ، ساگودانہ، جو، گندم اور کیکر کی پھلیاں وغیرہ۔

(۴) **روغن**: حیوانی مکھن اور گھی کے علاوہ نباتی روغن جو مغز اور تخم سے نکالے جاتے ہیں۔ روغن بادام، روغن نارجیل، تیلوں کا تیل، رائی کا تیل، روغن بید انجیر اور ان کے علاوہ روغن بیضہ جات اور بے شمار اقسام کے لطیف اور اُڑ جانے والے روغن شریک ہیں۔ جیسے صندل، زیتون اور یوکلپٹس وغیرہ۔

(۵) **ترشی**: بعض ادویات میں ترش اجزاء شامل ہیں۔ جن کو جدا کر کے مفید اثر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً املی، آلو بخارہ، انار، لیموں، رائی، آم اور انگور خام، زرشک، فالسہ، سنگترہ اور خوبانی وغیرہ۔

(۶) **کھاری**: بعض ادویات میں شدید قسم کی کھاریں پائی جاتی ہیں جو کھار اور سجی وغیرہ۔ ان کو انگریزی میں پوٹاش (Potas) یعنی راکھ سے تیار شدہ۔ جس کا عام طریقہ یہ ہے کہ کسی نباتات کی راکھ کو پانی میں گھول لیا جاتا ہے پھر پانی کا زلال لے کر آگ پر خشک کر لیا جاتا ہے۔ بعض لوگ اس کو غلطی سے نمک کہتے ہیں۔ یہ دراصل نمک نہیں ہیں، ان کو کھار (الکلی) ہی کہنا چاہئے۔

(۷) **نمک**: نمک ترشی اور کھار کا مرکب ہوتا ہے۔ یہ قدرتی بھی پائے جاتے ہیں، لیکن مصنوعی طور پر بھی بناتے جاتے ہیں، نمک خوردنی اور نوشادر وغیرہ ان میں شریک ہیں۔

(۸) **کاجل:** بعض ادویات کو جلا کر ان کا دھواں اکٹھا کیا جاتا ہے پھر اس کو ادویات میں استعمال کیا جاتا ہے۔
(۹) **عصارہ:** نباتات اور میوہ جات کے نچوڑے ہوئے پانی کو عصارہ کہتے ہیں۔ پھر اس کو آگ یا دھوپ میں خشک کر لیا جاتا ہے۔ جیسے عصارہ ریوند، رسوت (عصارہ دار ہلد)، اقاقیا (عصارہ کیکر) وغیرہ۔
(۱۰) **رُب:** نباتات کے پھل اور پھول و پتے اور شاخیں اور جڑ وغیرہ یا تمام پودا کا رس نکال کر جوشاندہ بنا کر آنچ پر گاڑھا کر لیا جاتا ہے۔ رب اور عصارہ میں یہ فرق ہے کہ رب میں نباتات کا گاڑھا مواد بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن عصارہ میں صرف لطیف اجزاء شامل کئے جاتے ہیں۔
(۱۱) **احراق:** بعض اشیاء کو اس قدر جلایا جاتا ہے کہ وہ پیسنے کے قابل ہو جاتی ہیں اور پھر دوا میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے اسفنج۔
(۱۲) **ست:** ادویات کے ست مختلف کیمیاوی طریق پر حاصل کئے جاتے ہیں۔ ان کی ترکیب روغنوں کے ساتھ ملتی ہے۔ جیسے ست پودینہ، ست اجوائن وغیرہ۔
(۱۳) **بریان:** بعض ادویات کو بھون لیا جاتا ہے۔ جیسے پھٹکڑی، بادیان وغیرہ۔
(۱۴) **کُشتہ:** اس کو عمل تکلیس بھی کہتے ہیں یعنی بعض ادویات کو کسی برتن یا دوا میں بند کر کے اس طرح جلایا جاتا ہے کہ اس کا چونا بن جائے۔ عام طور پر حجریات اور دھاتوں کے کشتہ جات بنائے جاتے ہیں۔
(۱۵) **جوہر:** ادویات کسی مٹی کے برتن میں رکھ کر اس کے اوپر بھی ویسا ہی برتن رکھ کر ان کے منہ ملا کر خوب گیلی مٹی سے بند کر کے آگ پر رکھ کر اوپر کے برتن کو گیلے کپڑے سے ٹھنڈا رکھ کر جوہر اڑا لیا جاتا ہے۔ مثلاً ست لوبان، ست بہروزہ، ست سلاجیت۔
(۱۶) **ماء الاشیاء:** بعض اشیاء کے پانی حاصل کر لئے جاتے ہیں اور دواء کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جیسے ماء الجبن، ماء الشعیر۔
(۱۷) **ماء اللحم:** یخنی وغیرہ۔

مفرد دواء اور اس کے جواہر کا فرق

عام طور پر یہ ایک غلطی پائی جاتی ہے کہ دواء کا جو خلاصہ، دست یا جوہر نکالا جاتا ہے وہ اس دواء کا مؤثرہ مادہ ہوتا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ دوا کی یہ مختلف صورتیں اس کے مختلف عناصر کا اظہار کرتی ہیں۔ ان کو کل دواء مؤثرہ مادہ خیال نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ ان کے اکثر اثرات وافعال میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے، کسی دوا کے خلاصہ کے اثرات اس کے ست اور جوہر سے بہت حد تک جدا ہوتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ان کے بنیادی اثرات بہت حد تک ملتے جلتے ہیں۔ لیکن فعلی اور کیمیاوی افعال واثرات میں بہت کچھ اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

مثلاً دوا کے کسی جز میں حمونت نمایاں ہو جاتا ہے کسی جز میں کھار کا اثر غالب رہتا ہے۔ اسی طرح کسی چیز میں چونا یا فولاد کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ان اجزاء میں گرمی و سردی اور خشکی و رطوبت کی زیادتی ہو جاتی ہے اور بعض میں دخانی اثر بڑھ جاتا ہے۔ جیسے دودھ کی مثال ہماری روزانہ زندگی میں ہمارے سامنے پائی جاتی ہے۔ یعنی معالج کبھی دہی کا استعمال کرتا ہے، کبھی دہی کا پانی مفید سمجھتا ہے، اسی طرح کبھی مکھن کبھی گھی اور کبھی دودھ کا پانی استعمال کرانا پڑتا ہے۔ یہی صورت پنیر کی بھی ہے۔ اسی طرح دودھ کا سفوف بھی ایک علیحدہ جزو ہے۔ اس کو خالص دودھ نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ اس کے خشک کرنے سے پانی کے ساتھ اس کے بہت سے نمک بخارات کے ساتھ اڑ جاتے ہیں اور بہت حد تک انتہائی قسم کا خشک مواد بن کر رہ جاتا ہے۔ یورپ اور امریکہ سے جو خشک دودھ آتا ہے اس کو خالص دودھ نہ سمجھ

لینا چاہئے۔ اس میں روغنی اجزاء اور ہاضم نمکیات کی کمی ہو جاتی ہے اور اس میں چونا اپنی مناسبت سے بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے اس کے استعمال سے جسم میں بدہضمی اور خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ چھوٹے بچوں کو تو بہت نقصان دیتا ہے اس لئے اس کو بچوں سے دور رکھنا چاہئے۔ البتہ جن مریضوں میں کیلشیم (چونا) کی کمی ہو تو اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔

ادویہ اور ان کے اجزاء کا استعمال:

مفرد ادویات تو جس صورت میں چاہیں استعمال کر سکتے ہیں، یعنی سفوف، محلول اور حبوب جس شکل میں چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن مفرد دوا کے اجزاء کو جن صورتوں میں جدا کیا گیا ہے ان کو انہی صورتوں میں استعمال کرائیں۔ ان کو اگر کسی اور صورت میں استعمال کیا تو ان کے افعال و اثر بدل جائیں گے۔ ان کے استعمال میں اس فرق کو بھی مدِ نظر رکھیں مفرد دوا میں اس کے کئی مؤثر جوہر اس کے دیگر عناصر اور مواد کے اس طرح جذب اور شامل ہوتے ہیں کہ ان کے افعال و اثرات میں تیزی پیدا نہیں ہوتی۔ اور نقصان کا خطرہ نہیں رہتا۔ کیونکہ ان کے مصلح اثرات بھی ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ لیکن مؤثرہ جز اور جوہر ہر ایک اپنی جگہ تیز ہوتا ہے ان کے غلط استعمال سے نقصان ہو جانے کا خدشہ ہے۔ علاج بالمفردات کا قدیم طبوں میں یہ شعبہ بھی اپنے اندر کمالات فن رکھتا ہے۔ جس کا عشرِ عشیر بھی فرنگی طب میں نہیں پایا جاتا ہے۔ یہ قدیم طبوں کی فوقیت ہے۔

علاج بالمرکبات

مرکبات کی تعریف

موالید ثلاثہ یعنی جمادات ونباتات اور حیوانات جو قدرتی وطبعی اور فطرتی طور پر پائے جاتے ہیں۔ ان میں دوا سازی سے کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ ان کو اصطلاحاً مفرد ادویات کہا جاتا ہے۔ اس قدرتی شکل، طبعی صورت اور فطرتی حالت میں جو مفردات پائے جاتے ہیں ان کو جب آپس میں ملایا جاتا ہے اس کو مرکب کہتے ہیں۔ یہ مرکب دو مفرد ادویات اور دو سے زیادہ ادویات کے بھی ہو سکتے ہیں۔

یہ ہم علاج بالمفردات میں واضح کر چکے ہیں کہ یہ قدرتی وطبعی اور فطری ادویات کو ہم اصطلاحاً مفرد کہتے ہیں دراصل وہ بھی کیفیات وارکان اور عناصر سے مرکب ہے۔ لیکن ہم ان کو مفردات کے کیمیاوی اجزاء اور مؤثرہ جواہر کہتے ہیں اور دونوں اقسام کے یعنی مفردات اور ان کے اجزاء کو ہم علاج الامراض میں استعمال کرتے ہیں۔

مرکبات کی تقسیم

مرکبات دو قسم کے ہوتے ہیں۔

اوّل - مرکب سادہ: جس کو آمیزہ بھی کہتے ہیں۔ دو یا زیادہ ادویہ کو بغیر کسی استحالہ کے ملایا جائے تو آمیزہ بنتا ہے، جسے انگریزی میں مکسچر (Mixture) کہتے ہیں۔ آمیزہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اجزاء کسی نہ کسی طریق سے جدا کئے جا سکیں۔

دوم - مرکبات کیمیاویہ: جس کو امتزاج کہتے ہیں۔ دو یا زیادہ ادویات کی ایسی ملاوٹ جس میں استحالہ سے اس طرح ایک جان کر دیا جائے پھر ان اجزاء کو الگ نہ کیا جا سکے۔ جس کو انگریزی میں کمپاؤنڈ (Compound) کہتے ہیں۔ یعنی ایسے مرکبات جن کو ملانے کے لئے آگ یا کھرل یا کسی حرارت یا متضاد ادویات کے اثر و متاثر ہونے سے آپس میں استحالہ کھا کر مرکب ہو جائیں اور پھر جدا نہ ہو سکیں۔

طبِ قدیم کے مرکبات

طب قدیم میں دونوں قسم کے مرکبات تیار کئے جاتے ہیں۔ یعنی: ① سادہ مرکبات جیسے سفوف وحبوب اور چٹنیاں ولعوق وغیرہ۔
② کیمیاوی مرکبات جیسے عرق وشربت اور معجون وخمیرہ وغیرہ۔

طب قدیم کے مجربات

اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں، مجربات انہی کو کہا جاتا ہے جو بار بار تجربات ومشاہدات اور دلیل وعقل کے مطابق ہوں۔ بعض فرنگی طب کے غلط قسم کے دلدادہ جن کو طب قدیم کے کمالات کا علم نہیں، وہ طب یونانی کے مجربات کو بے معنی اور لایعنی کہتے ہیں، اور کہتے ہیں طب قدیم وحشی وجنگلی اور غیر علمی (ان سائنٹفک) ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ جس طرح طب قدیم کے فنی کمالات کا علم نہیں رکھتے ان کو ماڈرن میڈیکل سائنس اور فرنگی طب (ڈاکٹری) کے نقائص اور برائیوں سے بھی واقف نہیں ہیں۔ طب قدیم میں ایسے ایسے مجربات پائے

جاتے ہیں کہ جن کا جواب آج بھی فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس کے پاس نہیں ہے۔

طبِ قدیم کے مجربات کے فنی کمالات

طب قدیم نے ایک طرف امراض وعلامات اور افعال اعضاء وخون کو کیفیات ومزاج اور اخلاط کے تحت تقسیم کر دیا ہے، دوسری طرف مفردات ومرکبات کے اثرات وافعال اور خواص وفوائد کو انہی کے مطابق تقسیم کر دیا ہے تا کہ ان کی مطابقت اور موافقت میں آسانی پیدا ہو جائے اور ایک تھوڑے سے علم والے بھی ان سے فوائد حاصل کر سکیں۔ اس کے علاوہ طب قدیم میں طویل تجربات کے بعد ایسے مجربات بھی تیار کر لئے گئے ہیں یا ایسی مجرباتی اصطلاحات بنالی گئی ہیں جن کا تعلق اعضاء کے ساتھ مخصوص کر لیا گیا ہے۔ ان مجرباتی اصطلاحات کا جب نام لیا جاتا ہے تو ان سے مراد مخصوص اعضاء کے امراض فوراً خیال کر لئے جاتے ہیں۔ یہ مجرباتی اصطلاحات بھی طب قدیم کے فنی کمالات میں داخل ہیں۔ جو معالج ان پر عبور رکھتے ہیں ان کو نہ صرف اپنے فن میں کمال حاصل ہے بلکہ ان کے مطب انتہائی کامیاب ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) **اطریفل:** یہ مرکب دماغی اور عصبی امراض کے لئے مخصوص ہے۔ بلغمی امراض میں زیادہ مفید ہے۔ دماغ کو فضلات سے صاف کرنے میں اس سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے۔ نظریہ مفرد اعصاب کے تحت اس کے اثرات (عضلاتی اعصابی) ہیں۔ یہ اتری پھل، ہندی لفظ ہے جس کے معنی تین پھل کے ہیں جس کو ترپھلا (ہرڑ، بھیڑہ، آملہ) کہتے ہیں۔ اطریفل اس سے معرب ہے۔ اس کے جزو اعظم (ہلیلہ، بلیلہ، آملہ) ہیں۔ ضرورت کے مطابق اس میں انہی خواص یا اُن سے ملتے جلتے خواص کی ادویات شامل کر لی جاتی ہیں اور انہی کی مناسبت سے ان کا نام رکھا جاتا ہے۔ جیسے اطریفل کشنیز۔

(۲) **انقرویا:** یہ مرکب بھی دماغی اور عصبی امراض کے لئے مخصوص ہے، بلغمی امراض کو دور کرنے کے لئے خاص چیز ہے۔ اطریفل سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔ (عضلاتی، اعصابی شدید) اس کا جزو اعظم انقرویا (بھلانوا) ہے۔

(۳) **ایارج:** دماغی واعصابی امراض خصوصاً سوداوی امراض کے لئے مخصوص ہے۔ اس کا جزو اعظم مصبّر ہے۔ یونانی لفظ ہے جس کے معنی خدا کی دعا کے ہیں۔ ایک خاص مسہل کا نام ہے۔ (عضلاتی غدی ملین) ایارج فیقرا بھی ایک مسہل کا نام ہے جس کے معنی تلخ دوا کے ہیں (عضلاتی غدی مسہل)۔

(۴) **برشعشاء:** یہ مرکب دماغی اور اعصابی شدید سوزش میں انتہائی مفید ہے۔ اس کا جزو اعظم (افیون) ہے، اس کے معنی فوری آرام دینے والی دوا کے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس کا اثر فوری ہوتا ہے اس لئے انتہائی ضرورت کے وقت استعمال کرنا چاہئے۔

(۵) **برود:** یہ مرکب انتہائی کھرل شدہ دوا جو آنکھوں کی جلن کے لئے مخصوص ہے اور سرمے کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس میں انتہائی ٹھنڈک کی وجہ سے اس کا نام (برود) ہے (اعصابی، عضلاتی شدید)۔

(۶) **تریاق:** ایک ایسا مرکب جو زہروں کو کیمیاوی طور پر ختم کر دے۔ یہ لفظ اصل میں یونانی لفظ تریوق سے نکلا ہے۔ تریوق ڈسنے والے جانوروں کو کہتے ہیں۔ مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ۔ اس دوا کو تریاق اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں سانپ کا گوشت ڈالا جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس میں ریق اطیات (سانپ کا لعاب) زمین پر پڑتا ہے اس لئے اس کو تریاق کہتے ہیں۔ اُن کے خیال میں تریاق کا لفظ ریق سے نکلا ہے اور بعض نے اس کو خارجی بتلایا ہے۔ اب عام طور پر ہر قسم کے زہر مضاد دوا کو تریاق کہتے ہیں۔ ہر زہر کا ایک جدا تریاق ہوتا ہے۔ طب یونانی میں بہت سے تریاق مستعمل ہیں۔ مثلاً تریاق اربعہ، تریاق افاعی، تریاق اکبد، تریاق عثمانیہ اور تریاق

فاروقی، تریاق وبائی وغیرہ۔

(۷) **جوارش:** یہ مرکب اعضاء غذائیہ سے مخصوص ہے۔ فارسی لفظ گوارش کا معرب ہے۔ جس کے معنی ''ہاضم غذا'' کے ہیں۔ یہ عام طور خوش ذائقہ اور خوشبودار ہوتی ہے۔ (غدی، عضلاتی مقوی یا غدی اعصابی مقوی) اس کی متعدد اقسام ہیں۔

(۸) **جواھر مھرہ:** یہ مرکب دِل و دماغ کی تقویت کے لئے مخصوص ہے، اس کے اجزائے اعظم جواہرات ہیں (عضلاتی، اعصابی مقوی)۔

(۹) **حب:** کے معنی دانے اور تخم کے ہیں، مگر طبی اصطلاح میں اس گولی کو کہتے ہیں جو دوا سے بنائی جاتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوا منہ کے اندر اثر کئے بغیر پیٹ میں اُتر جائے اور کافی دیر تک پیٹ میں پڑی رہے اور اثر کرتی رہے۔ اکثر تلخ ادویات کو گولیوں کی صورت میں استعمال کیا جاتا ہے (عضلاتی اعصابی یا عضلاتی غدی)۔

(۱۰) **حلوہ:** یہ ایک ایسا مرکب ہے جس میں گھی اور میوہ جات کثرت سے پڑتے ہیں، اس کا فائدہ جسم کو موٹا کرنا اور اعصاب کو تقویت دینا ہے۔ حلوہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی مٹھاس ہیں۔ (اعصابی، غدی مقوی)۔ طب میں بے شمار اقسام کے حلوے استعمال ہوتے ہیں۔ سوہن حلوہ اس کا ایک خاص مرکب ہے۔

(۱۱) **خمیرہ:** یہ مرکب مفرح اور مقوی قلب کے لئے مخصوص ہے۔ اس کا مقصد دوا میں خمیر پیدا کرنا ہے، جو قوام میں ادویات ملانے کے بعد لکڑی کے ڈنڈے سے گھوٹنے سے پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا رنگ سفید ہو جاتا ہے۔ (عضلاتی، اعصابی، مقوی) اس کے بھی بے شمار مرکب ہیں۔ بعض خمیرہ جات میں کستوری، عنبر، جواہرات، چاندی اور سونے کے اجزاء اور اوراق بھی شامل کئے جاتے ہیں۔

(۱۲) **دوالمسک:** یہ مرکب بھی مفرح اور مقوی ہے، اس کا جزوِ اعظم کستوری ہے (اعصابی عضلاتی)۔ اس کی بھی بے شمار اقسام ہیں۔ اور بعض مرکبات میں جواہرات وغیرہ بھی شامل کر لئے جاتے ہیں۔

(۱۳) **سفوف:** یہ مرکب ہندی لفظ چورن کے معنوں میں آتا ہے۔ یہ امراض معدہ کے لئے مخصوص ہے۔ سفوف جس قدر موٹا رکھا جاتا ہے اسی قدر زیادہ دیر تک معدہ میں رہتا ہے۔ (غدی عضلاتی یا غدی اعصابی)۔ اس کی بھی بے شمار اقسام ہیں۔

(۱۴) **سکنجبین:** یہ مرکب مفرح اور مقوی معدہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا جزوِ اعظم سرکہ ہے، اس کو شہد یا قند سفید ملا کر قوام بنا لیتے ہیں۔ کبھی اس میں دیگر ادویات بھی شامل کر لیتے ہیں۔ (اعصابی عضلاتی)۔ سرکہ کے علاوہ لیموں اور دیگر ترش پھلوں کے رس سے بھی سکنجبین بنائی جاتی ہے۔ بہت سی اقسام ہیں۔

(۱۵) **سنون:** یہ مرکب دانتوں کے لئے مخصوص ہے۔ مقوی اور محرک ہر قسم کے تیار ہوتے ہیں۔

(۱۶) **شربت:** قند سفید یا شہد وغیرہ سے مرکب تیار کر لیا جاتا ہے۔ پانی میں مٹھاس شامل کر کے سادہ طور پر آگ پر قوام کر کے شربت بنا لیا جاتا ہے اس کا عام طور پر مقصد جسم کی حرارت کو کم کرنا یا پانی زیادہ مقدار میں جسم کے اندر پہنچانا۔ عام طور پر جگر کے امراض میں استعمال ہوتا ہے (اعصابی، عضلاتی) بے شمار اقسام ہیں۔

(۱۷) **شیاف:** گولی کی طرح دوا گوندھ کر بیرونی استعمال یا زخم کے اندر رکھنے کے لئے مرکب تیار کی جاتی ہے۔ گولیوں سے امتیاز کی خاطر ان کو بتی کی شکل یا مخروطی شکل یا چپٹی شکل کی ٹکیہ تیار کر لی جاتی ہے تاکہ سمجھا جائے کہ کھانے کی دوا نہیں ہے۔ عام طور پر آنکھ کے امراض کے لئے خصوصاً آشوب چشم کے لئے تیار کئے جاتے ہیں جو پانی میں بھگو کر آنکھ میں پھیر لئے جاتے ہیں۔ زخم یا ناسور وغیرہ کے لئے جو کے برابر کی شکل سے لے کر انگلی تک بنائے جاتے ہیں انگلی کی شکل کے قبض رفع کرنے کی خاطر مقعد میں بھی رکھ دیئے جاتے ہیں جو فوری

ضرورت کے لئے صابن سے بھی تراش لئے جاتے ہیں۔ جو دوا بتی بنا کر یا پوٹلی کی صورت میں یا روئی اور کپڑے کو تر کر کے ناک، کان، مقعد اور عورتوں کی اندام نہانی میں رکھی جاتی ہے، اس کو بھی شیافہ کہتے ہیں۔ اس کی بے شمار اقسام ہیں۔

(۱۸) **شموم**: ایسی ادویہ جو سونگھائی جائے، عام طور پر تیز بو والی ادویات ہوتی ہیں، یہ شیشی میں بند ہوتی ہیں، یہ محلول و سفوف اور ڈلیاں تینوں صورتوں میں ہوسکتی ہیں۔ عام طور پر (اعصابی عضلاتی) یا (اعصابی غدی) ہوتی ہیں۔

(۱۹) **ضماد**: ایسا مرکب جو بیرون جسم پر لگایا جائے اس کا قوام گاڑھا ہوتا ہے جو لیپ کر دیا جاتا ہے۔ لیپ کئی اقسام کے ہیں۔ عام طور پر ماتھے کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن تمام جسم پر لگایا جاسکتا ہے۔ مسکن و مخدر اور محرک تینوں صورتوں میں تیار کیا جاتا ہے۔

(۲۰) **طلاء**: ایسا روغنی مرکب جو رقیق ہو۔ اعضاء جسم پر لگایا جائے اس کے فوائد بھی ضماد کی طرح ہیں۔ لیکن کم وبیش ملایا جاتا ہے۔ اب طلاء کو عضوِ مخصوص کی مالش کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ ضمادات کی طرح اس کی بھی اقسام ہیں۔

(۲۱) **غرغرہ**: ایسا مرکب ہے جو سیال ہو اور اس کو منہ میں ڈال کر صرف پھیرا یا جائے پیا نہ جائے۔ یہ حلق کے لئے مخصوص ہے۔

(۲۲) **فتیلہ**: روئی یا اون کی بتی دوائی مرکب میں ملا کر کان ناک زخم مقعد یا رحم میں رکھی جاتی ہے۔

(۲۳) **فرجہ**: ایسا مرکب جو فتیلہ کی طرح کسی شگاف میں رکھا جائے، اندام نہانی کے لئے مخصوص ہے۔ عام طور پر کسی کپڑے کی چھوٹی سی پوٹلی بنا کر دھاگے سے باندھ کر رحم کے اندر رکھی جاتی ہے اور پھر دھاگہ سے باہر کھینچ جاتی ہے۔

(۲۴) **قرص**: ایسی خوش ذائقہ دوا کا مرکب جو چوسا جائے (ٹکیہ) لیکن اب یہ گولیوں کی طرح اندرونی طور پر استعمال بھی کرائی جاتی ہیں اور دونوں کا آپس میں فرق نہیں رہ گیا۔ ان دونوں میں یہ فرق ضرور ہونا چاہیے کہ قرص خوش ذائقہ بلکہ خوشبودار ہو اور وہ چوس کر یا چبا کر کھائی جائے کونین کی طرح تلخ نہیں ہونی چاہئیں۔ اس کا یہ فائدہ بھی ہے کہ ٹکیاں زیادہ سے زیادہ اور بڑی سے بڑی بھی کھائی جاسکتی ہیں۔ اس کو انگریزی میں لوزنجز کہتے ہیں۔ بے شمار اقسام ہیں۔

(۲۵) **قیروطی**: ایسا مرکب جو سینے پر مالش کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے اس کا جزوِ اعظم موم ہوتی ہے۔ اس کا قوام روغن سے غلیظ ہوتا ہے۔ عام طور پر مزاجاً گرم ہوتی ہے (غدی اعصابی)۔

(۲۶) **قطور**: ایسی سیال دوا جو کان، ناک یا کسی سوراخ میں ٹپکائی جائے۔

(۲۷) **کحل**: ایسا مرکب جو آنکھ میں سرمہ کی طرح لگایا جائے اس کا اکثر جزو سرمہ سیاہ یا سرمہ سفید ہوتے ہیں۔

(۲۸) **کاجل**: یہ بھی ایسا مرکب ہے جو آنکھ میں لگایا جاتا ہے مگر سرمہ کی طرح خشک سفوف نہیں ہوتا۔ بلکہ موم کی طرح قوام ہوتا ہے۔ اس کا جزوِ اعظم جمع کیا ہوا دھواں ہوتا ہے جو کسی روغن میں ضرورت کے مطابق ملا کر کاجل بنا لیا جاتا ہے۔ اس کی سیاہی سرمے کی سیاہی سے زیادہ ہوتی ہے۔

(۲۹) **کماد**: دواؤں کا ایک مرکب جسے پوٹلی میں بند کر کے اور گرم کر کے خشک یا تر عضو پر ٹکور کرتے ہیں۔

(۳۰) **گلقند**: ایک ایسا مرکب ہے جو کسی پھول اور قند سے تیار کیا جاتا ہے۔ عام طور پر گلاب اور قند سے تیار کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی قند کی بجائے شہد بھی استعمال ہوتا ہے۔ گلقند عام طور پر ملین طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (اعصابی عضلاتی) یا (اعصابی غدی)۔

(۳۱) **لبوب**: ایسا مرکب ہے مغزیات اس کا جزوِ اعظم ہوتے ہیں۔ لبوب کے معنی ہیں مغز۔ اس کا استعمال زیادہ تر گردوں، مادہ منویہ اور دیگر عضو کی تقویت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے (غدی اعصابی)۔

(۳۲) **لخلخہ**: رقیق خوشبودار ادویات کا ایسا مرکب جو کسی کھلے منہ کی بوتل یا تازہ مٹی کے برتن میں ڈال کر سونگھائی جائے۔

(۳۳) **لعوق**: ایک ایسا مرکب ہے جو لیسدار چٹنی کی شکل میں تیار ہوتا ہے جو عام طور پر گلے اور سینے کے امراض میں استعمال ہوتا ہے۔ اس چٹنی میں کسی قدر مٹھاس بھی ہوتی ہے۔ (عضلاتی اعصابی) یا (عضلاتی غدی)۔

(۳۴) **مرہم**: ایک ایسا مرکب ہے جو روغن یا موم یا چربی یا کسی لیسدار شے میں تیار کیا جاتا ہے، جو پھوڑے، پھنسی اور ورم و زخم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال صرف بیرونی ہوتا ہے۔

(۳۵) **معجون**: ایک ایسا مرکب ہے جس میں پسی ہوئی ادویات کو قند اور شہد کے قوام میں نیم جامد تیار کیا جاتا ہے جو اکثر اعصاب کی تقویت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ (عضلاتی، غدی، مقوی)۔

(۳۶) **مفرح**: ایسا ایک مرکب ہے جو فرحت سرور اور خوشی بخشنے والا ہوتا ہے، ایسے یا شراب میں تیار کئے جاتے ہیں یا ان میں شراب کا کیف و سرور پیدا کیا جاتا ہے۔ انتہائی مقوی اعصاب اور محرک قلب ہوتا ہے۔ (عضلاتی غدی، مقوی)۔

(۳۷) **نوشدارو**: ایک ایسا مرکب ہے جو تقویت معدہ و ہضم اور قبض کے لئے مخصوص ہے بعض نے اس کو انوشدارو لکھا ہے۔ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''دوائے ہضم'' یا ''عطیہ الٰہی'' کے ہیں۔ بعض اطباء نے لفظ نوش ہلیلہ بلیلہ آملہ خبث الحدید اور شہد کی مناسبت سے سمجھتے ہیں۔ چونکہ اس میں یہ پانچ اجزاء لازمی ہیں اس لئے بعض اس کو پنج نوش بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس میں آملہ جزوِ اعظم ہے اور یہ بالکل معجون کی طرح تیار ہوتی ہے۔ اس کو حکیم شریف خان کے نام سے موسم کرتے ہیں (عضلاتی، اعصابی، مقوی)۔

(۳۸) **نطول**: ایسا ادویات کا مرکب جو گرم یا سرد پانی میں تیار کیا جاتا ہے جو کسی عضو پر فاصلے سے ڈالا جاتا ہے۔ جس کا مقصد ایک قسم کی ٹکور ہے۔

(۳۹) **نفوخ**: ادویات کا ایک ایسا مرکب ہے جس میں ادویات کو میدہ کی طرح سفوف کر لیا جاتا ہے اور پھر ضرورت کے مطابق خشک ناک، حلق اور کسی زخم میں نلکی یا کسی آلہ سے پھونکا جاتا ہے۔

(۴۰) **یاقوتی**: ایک ایسا مرکب ہے جو تقویتِ ارواح و اعضاء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جس کو دواءالمسک اور مفرح کی طرح تیار کیا جاتا ہے جس کے اجزاء میں جواہرات و کستوری اور عنبر کے ساتھ سونے چاندی کے اجزاء بھی شریک کئے جاتے ہیں۔ اس میں یاقوت جزوِ اعظم ہوتا ہے (عضلاتی، اعصابی)۔

ان مجرب مرکبات کے علاوہ اور بھی چند مرکبات ہیں جن کو طوالت کے لئے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یہ سب طب قدیم کا قیمتی خزانہ اور کمالِ فن ہے۔ ہم نے ان کے نسخہ جات کو نہیں لکھا۔ اگر ہم کم از کم ایک ایک کے دس مرکبات بھی منتخب کر کے لکھتے تو ان کی تعداد چار سو بن جاتی۔ ہم ان شاء اللہ بہت جلد کتاب المرکبات میں اُن کو تفصیل کے ساتھ لکھیں گے، تا کہ ان کے افعال و اثرات اور خواص و فوائد پورے طور پر ذہن نشین ہو سکیں۔

ہم نے طبِ قدیم کے تمام مرکبات کو نظریہ مفرد اعضاء کے تحت بیان کر دیا ہے تا کہ جو لوگ نظریہ مفرد اعضاء کے حامل ہیں وہ ان سے آسانی کے ساتھ پورے طور پر مستفید ہو سکیں۔ اور اس طرح تمام طب قدیم رفتہ رفتہ نظریہ مفرد اعضاء کے تحت ڈھل (ڈیولپ) جائے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہماری اس تحقیقات تجدید سے وہی لوگ فائدہ حاصل کر سکیں گے جو نظریہ مفرد اعضاء کو ذہن نشین کر لیں گے اور ہمارے مجربات سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھائیں گے۔

علاج بالمفرد اعضاء

تعریف نظریہ مفرد اعضاء

نظریہ مفرد اعضاء ایک ایسی تحقیق ہے جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ امراض کی پیدائش مفرد اعضاء گوشت، پٹھے، غدد میں ہوتی ہے اور اس کے بعد مرکب اعضاء کے افعال میں افراط وتفریط اور ضعف سے پیدا ہوتے ہیں اور علاج میں بھی مرکب اعضاء کی بجائے مفرد اعضاء کو مدنظر رکھنا چاہئے، کیونکہ ان کے تمام مرکب اعضاء مفرد اعضاء کی بافتوں اور انسجہ (بنیادوں) سے مل کر بنتے ہیں۔

یہ علمی نظریہ ایک ایسا فلسفہ ہے جس سے جسم انسان کو مفرد اعضاء کے تحت تقسیم کر دیا گیا ہے کہ اعضائے رئیسہ دل، دماغ، جگر مفرد اعضاء ہیں جو عضلات، اعصاب اور غدد کے مراکز ہیں۔ جن کی بناوٹ جدا جدا اقسام کے انسجہ (ٹشوز) سے بنی ہوئی ہے اور ہر نسیج بے شمار زندہ حیوانی ذرّات (سیلز) سے مرکب ہے۔ حیوانی ذرّہ انسانی جسم کی اوّلین بنیاد (فرسٹ یونٹ) ہے۔ ہر حیوانی ذرّہ اپنے اندر حرارت وقوت اور رطوبت (ہیٹ، فورس اور انرجی) رکھتا ہے۔ جس کے اعتدال کا نام صحت ہے۔ جب اس حیوانی ذرّہ (خلیہ) کے افعال میں افراط وتفریط یا ضعف واقع ہوتا ہے تو اس کی اخلاط کی حرارت وقوت اور رطوبت میں اعتدال قائم نہیں رہتا۔ پس اس کا نام مرض ہے۔ اس حیوانی ذرّہ کا اثر نسیج پر پڑتا ہے۔ اس کے بعد مفرد اعضاء کے تعلق سے اعصاب وغدد اور عضلات وغیرہ کے مطابق گزرتا ہوا اپنے متعلقہ عضو رئیس میں ظاہر ہوتا ہے اور ان میں افراط وتفریط اور ضعف کی شکل میں امراض وعلامات پیدا ہوتی ہیں۔ علاج کی صورت میں انہی مفرد اعضاء کے افعال درست کر دینے سے ایک حیوانی ذرّہ سے لے کر عضو رئیس تک کے افعال درست ہو جاتے ہیں، بس یہی ''نظریہ مفرد اعضاء'' ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کی تحقیق کا مقصد

نظریہ مفرد اعضاء کی ضرورت اور تحقیق کا مقصد یہ تھا کہ طب قدیم کی کیفیات مزاج اور اخلاط کو مفرد اعضاء سے تطبیق دے دی جائے۔ تاکہ ایک طرف ان کی اہمیت واضح ہو جائے اور دوسری طرف یہ حقیقت سامنے آ جائے کوئی طریق علاج جس میں کیفیات ومزاج اور اخلاط کو مدنظر نہیں رکھا جاتا وہ نہ صرف غلط ہے بلکہ وہ غیر علمی طریق علاج ہے اور اس میں یقینی شفا نہیں اور وہ عطایانہ طریق علاج ہے جیسے فرنگی طب ہے۔ جس میں کیفیات ومزاج اور اخلاط کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اس لئے اس کی تشخیص وتجویز میں مطابقت اور موافقت پیدا نہیں ہو سکتی۔ انہیں مقاصد کے تحت ''نظریہ مفرد اعضاء'' کی بنیاد احیائے فن اور تجدید طب پر رکھی گئی ہے۔ موجودہ فرنگی دور میں فرنگی طب کی تقلید میں کیفیات ومزاج اور اخلاط کو چھوڑ کر صرف امراض وعلامات کے نام پر ان کے علاج کرنے شروع کر دیئے گئے ہیں جو نہ صرف طب قدیم کے قانونِ علاج کے خلاف ہے بلکہ بالکل غلط اور عطایانہ صورت اختیار کر گیا ہے۔

ہم نے نظریہ مفرد اعضاء کے ساتھ کیفیات ومزاج اور اخلاط کو تطبیق دے کر ثابت کر دیا ہے کہ اعضاء کے افعال کیفیات ومزاج و

اخلاط کے اثرات کے بغیر عمل میں نہیں آ سکتے۔ اس لئے ان کے اثرات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے، تا کہ اعضاء کے افعال کو درست رکھا جا سکے۔ اگر اثرات کو مدِنظر نہ رکھا جائے تو پھر لازم ہے کہ مفرد اعضاء کے مطابق ادویہ اور اغذیہ اور تدابیر کو عمل میں لانا نہایت ضروری ہے۔ گویا مفرد اعضاء کے افعال بالکل کیفیات و مزاج اور اخلاط کے اثرات کے مطابق ہیں۔

اس تحقیق و تطبیق سے افعال مفرد اعضاء اور کیفیات و مزاج اور اخلاط سے ایک طرف ان کی اہمیت سامنے آ گئی ہے اور طب قدیم میں زندگی پیدا ہوگئی ہے اور دوسری طرف اعضاء کے افعال کے علاج میں ضرورت سامنے آ گئی ہے۔ اس طرح تجدید طب کا سلسلہ قائم کر دیا ہے اور نظریہ مفرد اعضاء کو قدیم طبوں کے لئے تجدید و احیاء کے لئے معیار اور کسوٹی مقرر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی علم الادویہ میں بھی اسی صورت کو ثابت کیا گیا ہے۔ وہ بھی صرف انہی مفرد اعضاء پر اثر کرتی ہیں جن سے امراض و علامات رفع ہو جاتی ہیں۔ پوری طرح صحت صحیح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہماری تحقیق ہے کہ کوئی دوا کبھی بھی مفرد اعضاء کی بجائے سیدھی امراض و علامات پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

تشریح نظریہ مفرد اعضاء

نظریہ مفرد اعضاء بالکل نیا نظریہ ہے۔ تاریخ طب میں اس کا کہیں اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ اس نظریہ پر پیدائش امراض اور صحت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس نظریہ سے قبل بالواسطہ یا بلاواسطہ پیدائش امراض کو مرکب اعضاء کی خرابی کو کہا جاتا رہا ہے۔ مثلاً معدہ و امعاء، شش و معدہ، آنکھ و منہ، کان و ناک بلکہ اعضائے مخصوصہ تک کے امراض کو ان اعضاء کے افعال کی خرابی سمجھا جاتا ہے۔ یعنی معدہ کی خرابی کو اس کی مکمل خرابی مانا گیا ہے۔ جیسے سوزش معدہ، درد معدہ، ورم معدہ، ضعف معدہ اور بدہضمی پورے معدہ کی خرابی بیان کی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ معدہ ایک مرکب عضو ہے اور اس میں عضلات و اعصاب اور غدد وغیرہ ہر قسم کے اعضاء پائے جاتے ہیں اور جب مرض ہوتا ہے تو وہ تمام اعضاء جو مفرد ہیں بیک وقت گرفتار مرض نہیں ہوتے بلکہ کوئی مفرد عضو مریض ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معدہ میں مختلف اقسام کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔

جب معدہ کے مفرد اعضاء میں سے کوئی گرفتار مرض ہوتا ہے۔ مثلاً معدہ کے اعصاب مرض میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کی دیگر علامات بھی اعصاب میں ہوں گی اور ان کا اثر دماغ تک جائے گا۔ اسی طرح اگر اس کے عضلات مرض میں مبتلا ہوں گے تو جسم کے باقی عضلات میں بھی یہی علامات پائی جائیں۔ اور اس کا اثر قلب تک چلا جاتا ہے۔ یہی صورت اس کے غدد کے مرض کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ یعنی دیگر غدد کے ساتھ جگر اور گردوں کو بھی متاثر کرتے ہیں یا بالکل معدہ کے مفرد اعضاء، اعصاب و غدد و عضلات کے برعکس اگر دل و دماغ اور جگر و گردہ میں امراض پیدا ہو جائیں تو معدہ و امعاء اور شش و مثانہ بلکہ آنکھ، منہ ناک اور کان میں بھی علامات ایسی ہی پائی جائیں گی۔ اس لئے پیدائش امراض اور شفاء امراض کے لئے مرکب عضو کی بجائے مفرد عضو کو مدنظر رکھنے سے یقینی تشخیص اور بے خطا علاج کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس طرح ایک طرف کسی عضو کی خرابی کا علم ہوتا ہے تو دوسری طرف اس کے صحیح مزاج کا علم ہو جاتا ہے کیونکہ ہر مفرد اعضاء کسی نہ کسی کیفیت و مزاج بلکہ اخلاط کے اجزاء کے متعلق ہے۔ **یعنی دماغ و اعصاب کا مرکز سرد تر ہے ان میں تحریک سے جسم میں سردی تری اور بلغم بڑھ جاتی ہے، اسی طرح جگر و غدد کا مزاج گرم خشک ہے اس کی تحریک سے جسم میں گرمی خشکی اور صفرا بڑھ جاتے ہیں** یہ صورت قلبی عضلات کی ہے اور مفرد اعضاء کے برعکس اگر جسم میں کسی کیفیت یا مزاج اور اخلاط کی زیادتی ہو جائے تو ان کے متعلق مفرد اعضاء پر اثر انداز ہو کر ان میں تیزی کی علامات پیدا ہو جائیں گی۔ اسی طرح دونوں صورتیں نہ صرف سامنے آ جاتی ہیں۔ بلکہ علاج میں بھی آسانیاں پیدا ہو جاتی

ہیں، ایک خاص بات ذہن نشین کرلیں کہ مفرد اعضاء کی جو ترتیب اوپر بیان کی گئی ہے اور ان میں جو تحریکات پیدا ہوتی ہیں وہ ایک سے دوسرے مفرد اعضا میں تبدیل ہوتی رہی ہیں اور کی جاسکتی ہیں۔ اس طرح سے امراض پیدا ہوتے ہیں اور اسی طرح ہی ان تحریکات کو بدل کر ان کو شفا اور صحت کی طرف لایا جاسکتا ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کی عملی تشریح

اس اجمال کی تفصیل تو ہم پھر بیان کریں گے، یہاں صرف مختصر سی تشریح بیان کر دیتے ہیں جس سے ایک ہلکا سا خاکہ قارئین کے ذہن نشین ہو جائے اور اہل فن اس نظریئے سے مستفید ہوسکیں۔ انشاء اللہ ہم اس کی تمام تفصیلات اس رسالہ میں بیان کرتے رہیں گے۔

جاننا چاہئے کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے: (1) جسم-باڈی (2) نفس-وائٹل فورس (3) روح-سول۔

نفس اور روح کا ذکر تو پھر کریں گے یہاں اوّل جسم کو بیان کرنا ضروری ہے۔

جسم انسان تین چیزوں سے مرکب ہے: (1) بنیادی اعضاء-بیسک آرگن (2) حیاتی اعضاء-لائف آرگن (3) خون-بلڈ۔ ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) **بنیادی اعضاء**: ایسے اعضاء جن سے جسم انسانی کا ڈھانچہ بنتا ہے تین اعضاء پر محیط ہیں:

(1) ہڈیاں-بونز (2) رباط-لگے منٹس (3) اوتار-ٹنڈنز۔

(۲) **حیاتی اعضاء**: ایسے اعضاء جن سے انسانی زندگی اور بقا قائم ہے۔ یہ بھی تین ہیں: (1) اعصاب (نروز) جن کا مرکز دماغ (برین) ہے۔ (2) غدد (گلینڈز) جن کا مرکز جگر (لیور) ہے۔ (3) اس طرح عضلات (مسلز) جن کا مرکز قلب (ہارٹ) ہے۔ گویا دِل، دماغ اور جگر جو اعضائے رئیسہ ہیں وہی انسان کے حیاتی اعضاء ہیں۔

(۳) **خون**: سرخ رنگ کا ایک ایسا مرکب ہے جس میں لطیف بخارات (گیسز)، حرارت (ہیٹ)، رطوبت (لیکوئڈ) پائے جاتے ہیں۔ یہ ہوا، حرارت اور پانی سے تیار ہوتا ہے۔ دوسرے معنوں میں صفراء، سوداء اور بلغم کا حامل ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی۔

اسی مختصر سی تشریح کے بعد جاننا چاہئے کہ قدرت نے ضرورت کے مطابق جسم میں اس کی ترتیب ایسی رکھی ہے کہ اعصاب باہر کی طرف ہیں اور ہر قسم کے احساسات ان کے ذمہ ہیں، اعصاب کے اندر کی طرف غدد ہیں جو ہر قسم کی غذا جسم کو مہیا کرتے ہیں۔ غدد سے اندر کی طرف عضلات ہیں ہر قسم کی حرکات ان کے متعلق ہیں۔ یہی تینوں جسم میں ہر قسم کے احساسات، اغذیہ اور حرکات کے طبعی افعال انجام دیتے ہیں۔

غیر طبعی افعال

حیاتی اعضاء کے غیر طبعی افعال صرف تین ہیں:

① ان میں سے کسی عضو کے فعل میں تیزی آجائے گی۔ یہ صورت ریاح کی زیادتی سے پیدا ہوگی۔

② ان سے کسی فعل کے عضو میں سستی آجائے۔ یہ صورت رطوبت یا بلغم کی زیادتی سے پیدا ہوگی۔

③ ان میں سے کسی عضو میں ضعف پیدا ہوجائے یہ حرارت کی زیادتی سے پیدا ہوگا۔

یادرکھیں چوتھا کوئی غیر طبعی فعل واقع ہی نہیں ہوتا۔ اعضائے مفرد کا باہمی تعلق جاننا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ علاج میں ہم ان ہی کی معاونت سے تشخیص، تجویز اور علامات کو رفع کرنے میں مدد حاصل کرتے۔ ان کی ترتیب میں اوپر یہ بیان کیا گیا ہے کہ اعصاب جسم کے بیرونی طرف یا اوپر کی طرف ہیں اور ان کے نیچے یا بعد میں غدد کو رکھا گیا ہے اور جہاں پر غدد نہیں پائے جاتے وہاں ان کے قائم مقام غشائے مخاطی بنادی گئی ہیں، اور ان کے نیچے یا بعد میں عضلات رکھے گئے ہیں اور جسم میں ہمیشہ یہ ترتیب قائم رہتی ہے۔

افعال کے لحاظ سے بھی ہر عضو میں صرف تین ہی افعال پائے جاتے ہیں۔

(۱) عضو کے فعل میں تیزی پیدا ہو جائے تو ہم اس فعل کو تحریک کہتے ہیں۔

(۲) عضو کے فعل میں سستی نمودار ہو جائے تو ہم اس کو تسکین کا نام دیتے ہیں۔

(۳) عضو کے فعل میں ضعف واقع ہو جائے اس کو تحلیل کی صورت قرار دیتے ہیں۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ ہر عضو میں ظاہرہ دو ہی صورتیں ہیں۔ اوّل تیزی اور دوسرے سستی، لیکن سستی دو قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل سستی سردی یا بلغم کی زیادتی سے اور دوسرے سستی حرارت کی زیادتی سے ہوتی ہے۔ اس لیے اوّل الذکر کا نام تسکین رکھا جا سکتا ہے اور ثانی الذکر کی سستی کو تحلیل ہی کہنا بہتر ہے کیونکہ حرارت اور گرمی کی زیادتی سے ضعف پیدا ہوتا ہے اور یہ بھی ایک قسم کی سستی ہے لیکن چونکہ ضعف حرارت اور گرمی کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے اور اس میں جسم یا عضو گھلتا ہے اور یہ صورت مرض کی حالت میں آخر تک قائم رہتی ہے بلکہ صحت کی بحالی میں بھی ایک ہلکے قسم کی تحلیل جاری رہتی ہے۔ اس لیے انسان بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے سے موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ اس لیے اس حالت کا نام تحلیل بہت مناسب ہے۔

ساتھ ہی اس امر کو بھی ذہن نشین کرلیں کہ یہ تینوں صورتیں یا علامات تینوں اعضا اعصاب، غدود، عضلات میں کسی ایک حالت میں ضرور پائی جائیں گی۔ البتہ ایک دوسرے میں بدلتی رہتی ہیں اور اسی غیر طبعی تبدیلی ہی سے مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں اور انہی کی طبعی تبدیلی سے صحت حاصل ہو جاتی ہے۔ اعضا کے اندر تبدیلیوں کو ذیل کے نقشہ سے آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے۔

نام اعضاء	اعصاب	غدد	عضلات	نتیجہ
۱۔تحریک اعصاب	تحریک	تحلیل	تسکین	جسم میں رطوبات کی زیادتی
۲۔تحریک غدد	تسکین	تحریک	تحلیل	جسم میں حرارت کی زیادتی
۳۔تحریک عضلات	تحلیل	تسکین	تحریک	جسم میں ریاح کی زیادتی

گویا ہر عضو میں یہ تینوں حالتیں یا علامات فرداً فرداً ضرور پائی جائیں گی۔ یعنی:

- اگر اعصاب میں تحریک ہے تو غدد میں تحلیل اور عضلات میں تسکین ہوگی، نتیجتاً جسم میں رطوبات (بلغم یا کف) کی زیادتی ہوگی۔
- اگر غدد میں تحریک ہے تو عضلات میں تحلیل اور اعصاب میں تسکین ہوگی، نتیجتاً جسم میں حرارت (صفرا یا پت) کی زیادتی ہوگی۔
- اگر عضلات میں تحریک ہے تو اعصاب میں تحلیل اور غدد میں تسکین ہوگی، نتیجتاً جسم میں ریاح (سوداویت - وات) کی زیادتی ہوگی۔

یہ تمام جسم اور اس کے افعال کی اصولی (سسٹومیٹک) تقسیم ہے۔ اس سے تشخیص اور علاج واقعی آسان ہو جاتا ہے۔ گویا اس طریقے کو سمجھنے کے بعد علم طب نہیں رہتا بلکہ یقینی طریق علاج بن جاتا ہے۔

نزلہ کی مثال بانظریہ مفرد اعضاء

نزلہ ایک علامت ہے جو کسی مرض پر دلالت کرتا ہے۔ اس کو کسی صورت میں بھی مرض کہنا صحیح نہیں ہے اور اس کو ابوالامراض کہنا تو انتہائی غلط فہمی ہے کیونکہ نزلہ مواد یا رطوبت کا گرنا ہے اور یہ علامات کسی کی عضو تحریک کی طرف دلالت ہے۔ اس عضو کے افعال کی خرابی ہی کو مرض کہا جاسکتا ہے۔ البتہ عضو کے افعال کی خرابی کی جس قدر صورتیں ہوسکتی ہیں وہ تمام امراض میں شریک ہوں گی۔

مواد یا رطوبات کا طریق اخراج

رطوبات (لمف) یا مواد (میٹریا سکریشن) کا اخراج ہمیشہ خون میں سے ہوتا ہے۔ اس کو پوری طرح سمجھنے کے لیے پورے طور پر دورانِ خون کو ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ یعنی دِل سے صاف شدہ خون بڑی شریان اور طی سے چھوٹی شریانوں میں سے عروق شعریہ ہی کے ذریعے غدد اور غشائے مخاطی میں جسم کی خلاؤں پر ترشح پاتا ہے۔ یہ ترشح کبھی زیادہ ہوتا ہے، کبھی کم، کبھی گرم ہوتا ہے کبھی سرد، کبھی رقیق ہوتا ہے اور کبھی غلیظ اور کبھی سفید ہوتا ہے اور کبھی زرد، وغیرہ وغیرہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ نزلہ یا ترشح (سکریشن) کا اخراج ہمیشہ ایک ہی صورت میں نہیں ہوتا اس میں مختلف صورتیں کیفیتیں اور رنگ پائے جاتے ہیں۔ گویا نزلہ جو ایک علامت ہے وہ بھی اپنے اندر کئی انداز رکھتا ہے۔ اس لیے اس کو ابوالعلامات کہتے ہیں۔

نزلہ کے تین انداز

① نزلہ پانی کی طرح بے تکلیف رقیق بہتا ہے۔ عام طور پر اس کا رنگ سفید اور کیفیت سرد ہوتی ہے۔ اس کو عام طور پر زکام کا نام دیتے ہیں۔

② نزلہ لیسدار جو ذرا کوشش اور تکلیف سے خارج ہوتا ہے۔ عام طور پر اس کا رنگ زرد اور کیفیت گرم ہوتی ہے۔ اس کو نزلہ حار کہتے ہیں۔

③ نزلہ بند ہو تو انتہائی کوشش اور تکلیف سے بھی اخراج کا نام نہیں لیتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بالکل جم گیا ہو اور گاڑھا ہو گیا ہو۔ عام طور پر رنگ میلا یا سرخی سیاہی مائل اور کبھی کبھی زور لگانے سے خون آنے لگ جاتا ہے۔ اس کو بند نزلہ کہا جاتا ہے۔

نزلہ کی تشخیص

① اگر نزلہ پانی کی طرح بے تکلف رقیق بہ رہا ہے تو یہ اعصابی (دماغی) نزلہ ہے۔ یعنی اعصاب کی تیزی سے ہے۔ اس کا رنگ سفید اور کیفیت سرد ہوگی۔ اس میں قارورہ کا رنگ بھی سفید ہوگا۔

② اگر نزلہ لیسدار ہو جو ذرا کوشش و تکلیف اور جلن سے خارج ہو رہا ہو تو یہ غدی (کبدی) نزلہ ہے یعنی جگر کے فعل میں تیزی ہے۔ اس کا رنگ عام طور پر زردی مائل اور کیفیت گرم اور تیز ہوگی۔ اس میں قارورہ کا رنگ زرد یا زرد سرخی مائل ہوگا۔ گویا یہ نزلہ حار ہے۔

③ اگر نزلہ بند ہو اور انتہائی کوشش اور تکلیف سے بھی خارج ہونے کا نام نہ لے، ایسا معلوم ہو کہ جیسے بالکل جم گیا ہے اور گاڑھا ہو گیا ہے تو یہ نزلہ عضلات (قلبی) ہوگا، یعنی اس میں عضلات کے فعل میں تیزی ہے۔ اس کا رنگ عام طور پر میلا یا سرخی سیاہی مائل اور کبھی کبھی زیادہ زور لگانے سے خون بھی آجاتا ہے۔

اوّل صورت میں جسم میں رطوبات سرد (بلغم) کی زیادتی ہوگی۔ دوسری صورت میں صفراوی (گرمی خشکی) کی زیادتی ہوگی۔ تیسری صورت میں سوداویت (سردی خشکی) اور ریاح کی زیادتی ہوگی اور انہی اخلاط و کیفیات کی تمام علامات پائی جائیں گی۔

گویا نزلہ کی یہی تینوں صورتیں ہیں۔ ان کو اسی مقام پر ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ چوتھی صورت کوئی نہ ہوگی۔ البتہ ان تینوں صورتوں میں کمی بیشی اور انتہائی شدت ہوسکتی ہے۔ انتہائی شدت کی صورت میں انہی اعضاء کے اندر درد یا سوزش یا ورم پیدا ہو جائے گا۔ انہی شدید علامات کے ساتھ بخار، ہضم کی خرابی، کبھی قے، کبھی اسہال، کبھی پیچش، کبھی قبض ہمراہ ہوں گے، لیکن یہ تمام علامات انہی اعضاء کی مناسبت سے ہوں گی۔ اسی طرح کبھی معدہ و امعاء اور سینہ کے انہی اعضاء میں کمی بیشی اور شدت کی وجہ سے بھی ان کی خاص علامات کے ساتھ ساتھ نزلہ کی بھی علامات پائی جائیں گی۔ جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

نزلہ کے معنی میں وسعت

نزلہ کے معنی گرنا ہے۔ اگر اس کے معنی کو ذرا وسعت دے کر اس کے مفہوم کو پھیلا دیا جائے اور جسم انسان کی تمام رطوبات اور مواد کو نزلہ کہہ دیا جائے تو ان سب کی بھی اسی نزلہ کی طرح تین ہی صورتیں ہوسکتی ہیں اور ان کے علاوہ چوتھی صورت نظر نہیں آئے گی۔ مثلاً اگر پیشاب پر غور کریں تو اس کی بھی تین صورتیں ہی ہوں گی:

① اعصاب میں تیزی ہوگی تو پیشاب زیادہ اور بغیر تکلیف کے آئے گا۔
② اگر غدد میں تیزی ہوگی تو پیشاب جلن کے ساتھ قطرہ قطرہ آئے گا۔
③ اگر عضلات میں تیزی ہوگی تو پیشاب بند ہوگا یا بہت کم آئے گا۔

یہی صورتیں پاخانہ پر بھی وارد ہوں گی یعنی:

① اعصابی صورت میں اسہال۔
② غدی صورت میں پیچش
③ عضلاتی صورت میں قبض

اسی طرح لعاب دہن، آنکھ، کان اور پسینہ وغیرہ ہر قسم کی رطوبات پر غور کر لیں۔ البتہ خون کی صورت رطوبات سے مختلف ہے یعنی؛

① اعصاب کی تیزی میں جب رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے تو خون کبھی نہیں آتا۔
② جب غدد میں تیزی ہوتی ہے تو خون تکلیف سے تھوڑا تھوڑا آتا ہے۔
③ لیکن جب عضلات کے فعل میں تیزی ہوتی ہے تو شریانیں پھٹ جاتی ہیں اور بے حد کثرت سے خون آتا ہے۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ جب خون آتا ہے تو رطوبات کا اخراج بند ہو جاتا ہے اور اگر رطوبات کا اخراج زیادہ کر دیا جائے تو خون کی آمد بند ہو جائے گی۔

نظریہ مفرد اعضاء کے جاننے کے بعد اگر ایک طرف تشخیص آسان ہوگئی ہے تو دوسری طرف امراض اور علامات کا تعین ہوگیا ہے۔ اب ایسا نہیں ہوگا کہ آئے دن نئے نئے امراض اور علامات فرنگی طب تحقیق کرتی رہے اور اپنی تحقیقات کا دوسروں پر رُعب ڈالتی رہے بلکہ ایسے امراض اور علامات جو بے معنی صورت رکھتے ہوں وہ ختم کر دیئے جائیں گے۔ جیسے وٹامنی امراض، غذائی امراض اور موسمی امراض، وغیرہ وغیرہ۔ بس ایسے امراض اور علامات کا تعلق کسی نہ کسی عضو سے جوڑنا پڑے گا اور انہی کے افعال کی خرابی کو امراض کہنا پڑے گا۔ گویا

کیمیاوی اور دموی تغیرات کو بھی اعضاء کے تحت لانا پڑے گا۔ دموی اور کیمیاوی تغیرات بھی اپنے اندر حقیقت رکھتے ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جسم میں خون کی پیدائش اور اس کی کمی بیشی انسان کے کسی نہ کسی عضو کے ساتھ متعلق ہے۔ اس لیے جسم انسان میں دموی اور کیمیاوی تبدیلیاں بھی اعضائے جسم کے تحت آ جاتی ہیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ جسم میں ایک بڑی مقدار میں زہریلی ادویات اور اغذیہ سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسے کیمیاوی تغیرات بھی اس وقت تک پیدا نہیں ہوتے جب تک جسم کا کوئی عضو بالکل باطل نہ ہو جائے۔

دیگر اہم علامات

نزلہ کی طرح دیگر علامات بھی چند اہم علامات میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ اگر ان علامات کو ذہن نشین کر لیا جائے تو نزلہ کی طرح جن مفرد اعضاء سے اس کا تعلق ہوگا ان کے ساتھ ہی وہ ایک مرض کی شکل اختیار کر لیں گے ورنہ تنہا ان علامات کو امراض کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ وہ اہم علامات درج ذیل ہیں؛ (۱) سوزش (۲) ورم (۳) بخار (۴) ضعف۔

مختصر تشریح درج ذیل ہے:

سوزش: سوزش ایک ایسی جلن ہے جو کیفیاتی و نفسیاتی اور مادی تحریکات سے جسم کے کسی عضو مفرد میں پیدا ہو جائے۔ سوزش میں سرخی اور درد و حرارت لازم ہوتی ہیں۔ تحریک سے سوزش تک بھی چند منزلیں ہیں؛ (۱) لذت (۲) بے چینی (۳) خارش۔ کبھی طبیعت انہی علامات میں سے کسی ایک پر رُک جاتی ہے اور کبھی گزر کر سوزش بن جاتی ہے۔ سوزش پر مکمل مضمون ماہنامہ ''رجسٹریشن فرنٹ'' میں شائع ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اورام کا بیان ختم ہو جانے پر اکٹھا کتابی صورت میں شائع ہو جائے گا۔

ورم: ورم کی علامت سوزش کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس میں سوزش کی علامات کے ساتھ سوجن بھی ہوتی ہے اور جب سوجن زیادہ ہو جائے یا شدت اختیار کر لے تو حرارت بخار میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جسم کے پھوڑے اور پھنسیاں اور دانے وغیرہ بھی اورام میں شریک ہیں۔

بخار: بخار ایک ایسی اور غیر معمولی حرارت ہے جس کو حرارت غریبہ (بیرونی) بھی کہتے ہیں جو خون کے ذریعہ قلب سے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے جس سے بدن کے اعضاء میں تحلیل اور ان افعال میں نقصان واقع ہوتا ہے۔ غصہ اور تھکان کی معمولی گرمی بخار کی حد سے باہر ہے کیونکہ اس سے کوئی غیر معمولی تبدیلی بدن انسان میں لاحق نہیں ہوتی۔ اس کو عربی میں حمیٰ (جمع حمیات) فارسی میں تپ کہتے ہیں۔ بخار پر ہماری کتاب ''تحقیقات حمیات'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

ضعف: جسم کی ایک ایسی حالت کا نام ہے جس میں گرمی کی زیادتی سے کسی مفرد عضو میں تحلیل پیدا ہو جائے۔ ضعف کے مقابلہ میں طاقت کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ ضعف کو سمجھنے کے لیے ہماری کتاب ''تحقیقات اعادہ شباب'' کا مطالعہ کریں۔ ان اہم علامات کو جسم کے ساتھ سر سے لے کر پاؤں تک جس کسی عضو کے ساتھ پائیں گے وہ مرض کہلائے گا۔

مفرد اعضاء کا باہمی تعلق

مفرد اعضاء کا باہمی تعلق بھی ہے۔ اسی تعلق سے تحریکات ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف منتقل ہوتی ہیں مثلاً جب غدد میں تحریک ہے تو اس امر کو ضرور جاننا پڑے گا کہ اس تحریک کا تعلق عضلات کے ساتھ ہے یا اعصاب کے ساتھ ہے، کیونکہ اس تحریک کا تعلق کسی نہ کسی دوسرے عضو کے ساتھ ہونا ضروری ہے، کیونکہ مزاجاً بھی کبھی کوئی کیفیت ایک نہیں ہوتی جیسے گرمی یا سردی کبھی تنہا نہیں پائی جائیں گی۔

وہ ہمیشہ گرمی تری یا گرمی خشکی ہوگی۔ اسی طرح سردی تری یا سردی خشکی ہوگی۔ یہی صورت اعضاء میں بھی قائم ہے یعنی غدی عضلاتی (گرم خشک) یا غدی اعصابی (گرم تر)، وغیرہ وغیرہ۔

البتہ اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ اوّل تحریک عضوی (مشینی) ہوگی اور دوسری تحریک کیمیاوی (خلطی) طور پر ہوگی۔ جب کسی مفرد عضو میں تحریک ہوگی تو اس کا تعلق جس دوسرے مفرد عضو سے ہوگا، اس کی کیمیاوی صورت خون میں ہوگی۔ مثلاً غدی عضلاتی تحریک ہے تو اخلاط میں خشکی پائی جائے گی۔ جب غدی اعصابی تحریک ہوگی تو خون میں تری پائی جائے گی۔

مفرد اعضاء کے تعلق کی چھ صورتیں ہیں

مفرد اعضاء صرف تین ہیں لیکن اگر ان کا آپس میں تعلق ظاہر کیا جائے تو کل چھ صورتیں بن جاتی ہیں:

① اعصابی غدی ② اعصابی عضلاتی ③ عضلاتی اعصابی ④ عضلاتی غدی ⑤ غدی عضلاتی اور ⑥ غدی اعصابی۔

یاد رکھیں کہ جو لفظ اوّل ہوگا وہ عضوی تحریک ہے اور جو لفظ بعد میں ہوگا وہ کیمیاوی تحریک کہلاتا ہے، چونکہ کیمیاوی تحریک ہی صحت کی طرف جاتی ہے اس لیے ہر عضوی تحریک کے بعد اس سے جو کیمیاوی اثرات پیدا ہوں انہی کو بڑھانا چاہیے، بس اسی میں شفا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہومیو پیتھک میں بھی ری ایکشن کی علامات کو بڑھایا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے بلکہ اقل مقدار میں بھی دوا نہ صرف مفید ہو جاتی ہے بلکہ اکثر اکسیر اور تریاق کا کام دے دیتی ہے۔

فارما کو پیا بانظریہ مفرد اعضاء

اعصابی مجربات

اس کی دو صورتیں ہیں: ① اعصابی غدی ② اعصابی عضلاتی۔

(۱) **محرک اعصابی غدی:** سہاگہ، ملٹھی ہر ایک سات تولہ سفوف کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ سے چھ ماشہ تک حسب ضرورت دیں۔

(۲) **شدید محرک اعصابی غدی:** ''محرک اعصابی غدی'' میں آک کا دودھ نصف تولہ اضافہ کر دیں۔

مقدارِ خوراک: 1/2 رتی تا 1/2 ماشہ دیں۔

(۳) **ملین اعصابی غدی:** ''شدید محرک، اعصابی غدی'' میں ریوند چینی 4 تولہ کا اضافہ کر دیں۔

مقدارِ خوراک: ایک رتی تا ایک ماشہ حسب ضرورت۔

(۴) **مسھل اعصابی غدی:** نسخہ نمبر 3 میں سقمونیا 5 تولہ اضافہ کر دیں۔

مقدارِ خوراک: 2 رتی تا 7 ماشہ حسب ضرورت۔

(۵) **محرک اعصابی عضلاتی:** شورہ قلمی 3 تولہ، تخم کاسنی 5 تولہ سفوف بنالیں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ تا 3 ماشہ تک دیں۔

(۶) **محرک شدید اعصابی عضلاتی:** نمبر 5 یعنی محرک اعصابی عضلاتی میں جوکھار وزن 2 تولہ شامل کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک تا 3 ماشہ حسب ضرورت۔

(۷) **ملین اعصابی عضلاتی:** نمبر 6 یعنی محرک شدید اعصابی عضلاتی میں گل سرخ 8 تولہ شامل کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک تا 3 ماشہ حسب ضرورت۔

(۸) **مسہل اعصابی عضلاتی:** نمبر 7 میں کالا دانہ بیس تولہ شامل کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک تا 3 ماشہ حسب ضرورت دیں۔

(۹) **محرک عضلاتی اعصابی:** کرنجوہ آملہ ہر ایک 5 تولہ سفوف بنائیں۔

مقدارِ خوراک: ایک تا 3 ماشہ حسب ضرورت دیں۔

(۱۰) **محرک شدید اعصابی:** نمبر 9 میں پھٹکڑی سوختہ 10 تولہ شامل کریں۔

مقدارِ خوراک: 4 رتی تا 2 ماشہ۔

(۱۱) **ملین عضلاتی اعصابی:** نمبر 10 میں ہلیلہ سیاہ سوختہ 20 تولہ شامل کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ سے 4 ماشہ۔

(۱۲) **مسہل عضلاتی اعصابی:** نمبر 11 میں جلاپہ 20 تولہ ملالیں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ سے 3 ماشہ۔

(۱۳) **محرک عضلاتی غدی:** لونگ ایک تولہ، دارچینی 3 تولہ کو سفوف بنالیں۔

مقدارِ خوراک: 4 رتی تا ایک ماشہ۔

(۱۴) **محرک شدید عضلاتی غدی:** نسخہ نمبر 13 میں یعنی محرک عضلاتی غدی میں جاوتری دو تولہ ملالیں۔

مقدارِ خوراک: 4 رتی سے ایک ماشہ۔

(۱۵) **ملین عضلاتی غدی:** نسخہ نمبر 14 یعنی محرک شدید عضلاتی غدی میں مصبّر چھ تولہ شامل کریں۔

مقدارِ خوراک: 4 رتی سے ایک ماشہ۔

(۱۶) **مسہل عضلاتی غدی:** نسخہ نمبر 15 یعنی ملین عضلاتی غدی میں حنظل 4 تولہ شامل کریں۔

مقدارِ خوراک: 4 رتی تا ایک ماشہ۔

(۱۷) **محرک غدی عضلاتی:** اجوائن دیسی، تیزپات ہر ایک 4 تولہ سفوف کر کے ملالیں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ سے چھ ماشہ۔

(۱۸) **محرک شدید غدی عضلاتی:** نمبر 17 میں 4 تولہ رائی شامل کرلیں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ سے 3 ماشہ۔

(۱۹) **ملین غدی عضلاتی:** نمبر 18 میں 12 تولے گندھک شامل کرلیں۔

مقدارِ خوراک: نصف ماشہ سے دو ماشہ۔

(۲۰) **مسہل غدی عضلاتی:** نمبر 19 میں ایک تولہ جمال گوٹہ شامل کرلیں۔

مقدارِ خوراک: ایک رتی سے 4 رتی۔

(۲۱) محرک غدی اعصابی: زنجبیل 5 تولہ، نوشادر 2 تولہ کو ملالیں۔

مقدارِ خوراک: 2 رتی تا دو ماشہ تک دیں۔

(۲۲) تحریک شدید غدی اعصابی: نمبر 21 میں مرچ سیاہ ایک تولہ شامل کرلیں۔

مقدارِ خوراک: 2 رتی سے دو ماشہ تک دیں۔

(۲۳) ملین غدی اعصابی: نمبر 22 میں 8 تولہ سنا کی ملالیں۔

مقدارِ خوراک: 3 رتی سے 3 ماشہ تک دیں۔

(۲۴) مسہل غدی اعصابی: نسخہ نمبر 23 میں ریوند عصارہ ایک تولہ شامل کرلیں۔

مقدارِ خوراک: ایک رتی تا دو ماشہ۔

مقویات

(۱) عضلاتی اعصابی (اطریفل): پوست ہلیلہ زرد، پوست ہلیلہ کابلی، پوست ہلیلہ سیاہ، بسفائج، اسطوخودوس، کشمش، مویز منقیٰ ہر ایک دو تولہ، کشتہ فولاد ایک تولہ۔

ترکیب: تمام ادویہ کا سفوف کر کے ملالیں۔ پھر روغن بادام دس تولہ میں ایک سیر چینی کا قوام تیار کر کے اس میں شامل کرلیں۔

مقدارِ خوراک: 6 ماشہ تا ایک تولہ صبح و شام پانی یا مناسب بدرقہ کے ساتھ استعمال کرائیں۔

(۲) عضلاتی غدی (معجون): کچلہ (صاف شدہ سفوف) ایک تولہ، جائفل جاتری، قرنفل، دارچینی، خولنجاں، بالچھڑ، افسنتین، ہر ایک ایک تولہ۔

ترکیب: تمام ادویات کو سفوف کر کے تین پاؤ شہد کا قوام تیار کر کے اس میں ملا کر معجون تیار کرلیں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ سے 3 ماشہ۔

(۳) غدی عضلاتی (جوارش): مربہ آملہ خشک دس تولہ، زنجبیل، پودینہ، اجوائن دیسی، فلفل سیاہ، مصطگی، فلفل دراز، عقرقرحا، بادیان، زیرہ سیاہ، ہر ایک اڑھائی تولہ زعفران 9 ماشہ۔

ترکیب: مربہ آملہ کو باریک کوٹ کر حلوہ بنالیں پھر تمام ادویات کا سفوف بنا کر اس میں ملالیں۔ تمام کے وزن سے دوگنی چینی (قند سفید) اور ادویات کے وزن کے برابر شہد خالص سے قوام تیار کر کے ادویات کو اس میں ملالیں۔

مقدارِ خوراک: چھ ماشہ سے ایک تولہ۔

(۴) غدی اعصابی (لبوب): مغز چلغوزہ، پستہ، مغز اخروٹ، فندق، کنجد مقشر، مغز تخم خربوزہ، مغز تخم خیارین، مغز تخم پنبہ دانہ، ثعلب مصری، بادام شیریں، تخم گزر، تخم پیاز ہر ایک دو تولہ۔

ترکیب: تمام ادویات کا سفوف کر کے تین گنا شہد کا قوام بنا کر لبوب تیار کرلیں۔

مقدارِ خوراک: 6 ماشے سے 9 ماشے تک صبح شام۔

(۵) **اعصابی غدی (حلوہ)**: میدہ گندم، تخم کدو مقشر، تخم تربوز مقشر، گوند کیکر، ہر ایک دو چھٹانک، گھی خالص گائے 4 چھٹانک، دودھ خالص گائے دو سیر۔

ترکیب: اوّل میدہ گندم کو گھی میں آہستہ آہستہ ہلکی آگ پر بھونیں۔ جب وہ سرخ ہو جائے تو اس کو رکھ دیں۔ پھر تخم کدو مقشر اور تخم تربوز مقشر کو باریک کر کے تھوڑا تھوڑا ڈال کر کوٹیں اور سب کو یکجا کر لیں اور پھر بھونے ہوئے میدے میں ڈال کر آگ پر رکھ دیں۔ جب دودھ خشک ہو جائے تو لکڑی کی آگ نکال کر صرف کوئلوں کی آگ پر رکھ کر آہستہ آہستہ ہلائیں اور یہاں تک پکائیں کہ اس کا پانی بالکل اُڑ جائے اور اس میں لیس پیدا ہو جائے۔ بس تیار ہے۔ البتہ اس امر کا خیال رہے کہ گھی اس میں کافی نظر آتا ہو۔ اگر کم معلوم ہو تو چھٹانک دو چھٹانک گھی اور گرم کر کے ڈال دیں۔ یہ یاد رہے کہ جس قدر دودھ کا پانی خشک ہوگا اور گھی زیادہ ہوگا، اتنا ہی زیادہ دیر تک رکھا جا سکتا ہے۔

مقدارِ خوراک: ایک چھٹانک صبح اور شام۔

(۶) **اعصابی عضلاتی (خمیرہ)**: گاؤزبان، ابریشم، کشنیز، ہر ایک دس تولہ ملا کر برادہ صندل سفید 5 تولہ، الائچی خورد 1 تولہ، عرق گلاب 2 سیر، آبِ انار ترش نصف سیر، قند سفید 2 سیر۔

ترکیب: اوّل گاؤزبان، ابریشم، کشنیز، صندل کو عرق گلاب میں بھگو کر ایک رات رکھیں۔ صبح آگ پر رکھیں۔ جب ایک چوتھائی پانی باقی رہ جائے تو اس کو چھان لیں۔ پھر اس میں آبِ انار شیریں ملا کر اور قند سفید ڈال کر آگ پر رکھ کر خمیرے کا قوام بنا لیں، پھر اس کو اس قدر گھوٹیں کہ سفید ہو جائے۔

مقدارِ خوراک: 5 ماشے سے 9 ماشے۔

مجربات بانظریہ مفرد اعضاء

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت جو مجربات دیئے گئے ہیں ان میں چار درجے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ ہر درجہ کا نام دینے کی بجائے ان کے نام رکھ دیئے ہیں: ① محرک ② محرک شدید ③ ملین ④ مسہل۔

اس سے دوا کے استعمال کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ ان کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

محرک اور شدید

ایسی دوا سے مراد ہے جو کسی عضو کو تیز کر دے یہ تیزی اس عضو کے فعل میں انقباض پیدا کر دینے سے ہوتی ہے، جس کی صورت ایک خام قسم کی ریح (گیس) ہوتی ہے۔ اس کی شدید صورت دوا کی زیادہ تیزی ہے۔

ملین و مسہل

ہم نے ملین اور مسہل کو صرف نرم پاخانہ لانے اور تیز پاخانہ لانے کے معنی میں استعمال نہیں کیا، بلکہ ان سے یہ مقصد بھی ہے کہ یہ دونوں اپنے اندر محرک اور محرک شدید کے افعال زیادہ طاقت کے رکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر محرک اور محرک شدید بھی زیادہ سے زیادہ اپنی خوراک میں استعمال کر دیں تو پاخانہ اور اسہال ان سے بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر ملین اور مسہل قلیل مقدار میں دیئے جائیں تو ان سے محرک اور محرک شدید بلکہ مقوی اثرات بھی حاصل کئے جاتے ہیں۔

مجربات میں اس بات کو خاص طور پر مدنظر رکھا گیا ہے کہ ان کی تیاری میں ان کی ترتیب اسی طرح رکھی گئی ہے کہ ان کی آپس میں مناسبت قائم رہے۔ تا کہ ایک طرف ان کے اثرات قائم رہیں تو دوسری طرف ان کی تیاری میں مشکل پیش نہ آئے اور خاص بات یہ ہے کہ نسخہ جات یادرکھنے میں مشکل پیش نہ آئے۔ ان کے استعمال میں ہمیشہ کوشش رکھیں کہ محرکات یعنی ہلکی ہلکی ادویات سے شروع کریں اور ضرورت کے مطابق مسہلات (شدید ترین) ادویات پر ختم کر دینا چاہئے کہ طبیعت کے ساتھ ساتھ چل سکیں۔

مقوی، اکسیر اور تریاق

کچھ مقوی و اکسیر اور تریاق نسخہ جات علیحدہ دے دیئے ہیں تا کہ ضرورت کے وقت ان سے کام لیا جا سکے۔ چونکہ یہ اپنے اندر بالخاصہ تاثیر رکھتے ہیں، جن کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

مقوی

ایسی غذا یا دوا جو کسی عضو یا خون میں طاقت مہیا کر دے۔ ایسی دوا عضو کے مزاج اور ساخت کو درست کرتی ہے۔ ایسی ادویات عام طور پر قابض ہوتی ہیں اور ان میں خوبی ہوتی ہے کہ ہلکے ہلکے خون یا رطوبت کو اعضاء کی طرف جذب کراتی ہے۔

اکسیر

اس کو کیمیائے حیات کہتے ہیں۔ آیورویدک میں اس کو رسائن کہتے ہیں، ایسی دوا جس سے جوانی واپس آ جائے۔ اس میں تین خوبیاں لازماً پائی جاتی ہیں: (۱) دائمی اثر (۲) جاذب (۳) برقی اثر۔

دائمی اثر سے مراد یہ ہے کہ استعمال کے بعد اس کا اثر فوراً ختم نہ ہو جائے بلکہ کافی عرصہ تک اس کا اثر جسم میں جاری رہے۔ جو لوگ غذا، دوا اور زہر کے فرق کو سمجھتے ہیں وہ دائمی اثر کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جاذب کا مقصد یہ ہے کہ دوا استعمال کے بعد فوراً جسم میں جذب ہو جائے اور خون و رطوبات کو اپنی طرف جذب کرنے کے ساتھ ساتھ جزو بدن بنائے۔ برقی اثر کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے اثرات سے جسم میں برقی رو جاری کر دے اور اپنے اثر میں برق رفتار ہو تا کہ خلیات میں دور تک پہنچ سکے۔ اگر کسی دوا میں تینوں خوبیاں نہ ہوں بلکہ صرف ایک یا دو پائی جائیں تو اس میں باقی پیدا کرنی چاہئے پھر دوا اکسیر کہلانے کی مستحق ہے۔ ورنہ یونہی کسی دوا کا نام اکسیر رکھ دینا فن نہیں جہالت کہا جائے گا۔

تریاق

تریاق سے مراد ایسی دوا ہے جس کے استعمال سے مخصوص زہر یا مخصوص اثرات باطل اور ختم ہو جائیں۔ جیسے ترشی کا اثر کھار سے ٹوٹ جاتا ہے۔ یا افیون کا اثر کچلہ سے باطل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ادویات اور زہر کے متعلق، وغیرہ وغیرہ۔

اکسیرات

(۱) عضلاتی غدی اکسیر: شنگرف رومی ایک حصہ، مرکی تین حصہ، دونوں کو مسلسل ایک گھنٹہ کھرل کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک رتی تا ایک ماشہ تک حسب ضرورت۔

(۲) غدی عضلاتی اکسیر: پارہ ایک تولہ، گندھک سات تولہ۔ دونوں کو کم از کم ایک گھنٹہ کھرل کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک حسب ضرورت۔

(۳) **غدی اعصابی اکسیر:** ہڑتال ایک تولہ، زنجبیل 4 تولہ، فلفل سیاہ 3 تولہ۔ تین گھنٹہ کھرل کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک رتی تا ایک ماشہ تک حسب ضرورت۔

(۴) **اعصابی غدی اکسیر:** حجر الیہود، کہربا، نوشادر، الائچی خورد، ہر ایک چھ ماشہ، سفید قند دو تولہ۔ تھوڑی تھوڑی قند سفید ڈال کر کم از کم ایک گھنٹہ کھرل کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک، سردیوں میں شہد میں ملا کر چٹائیں، گرمیوں میں شربت کے ہمراہ۔

(۵) **اعصابی عضلاتی اکسیر:** کشتہ قلعی، طباشیر، الائچی کلاں، تینوں ایک ایک تولہ اور ورق چاندی 3 ماشہ ڈالتے جائیں اور کھرل کرتے جائیں، یہاں تک کہ تمام ورق ختم ہو جائیں۔

مقدارِ خوراک: 4 رتی سے ایک ماشہ تک۔ ضرورت کے مطابق پانی، مکھن یا گلقند کے ساتھ دیں۔

(۶) **عضلاتی اعصابی اکسیر:** سم الفار ایک ماشہ، کشتہ چاندی دو تولہ۔ دونوں کو ملا کر کم از کم دو گھنٹے کھرل کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک چاول تا ایک رتی تک۔

تریاقات

(۱) **عضلاتی غدی تریاق:** اجوائن دیسی حسب ضرورت لے کر بغیر پسے ایک چینی کے برتن میں ڈال لو، پھر اس میں تیزاب گندھک اتنا ڈالیں کہ اجوائن بمشکل تر ہو سکے۔ پھر اس کو محفوظ مقام پر پندرہ بیس یوم تک رکھ دیں۔ جب اس کا دانہ نرم ہو گیا ہو تو بہتر اگر دانہ سخت ہو تو کچھ روز اور رہنے دیں۔ پھر کھرل میں ڈال کر یا اسی برتن میں آدھا گھنٹہ کھرل کر لیں۔ بس تیار ہے۔ گولیاں بنا لیں یا اسی طرح استعمال کرائیں۔

مقدارِ خوراک: دو رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ آبِ نیم گرم دیں۔

(۲) **غدی عضلاتی تریاق:** مرچ سرخ ایک چھٹانک، رائی دو چھٹانک، باریک پیس کر گولیاں بقدر نخود بنائیں۔

مقدارِ خوراک: ایک گولی سے چار گولیوں تک ہمراہ آبِ نیم گرم استعمال کرائیں۔

(۳) **غدی اعصابی تریاق:** نیلا تھوتھا، جمالگوٹہ اور شیر مدار، ہر ایک ایک تولہ رائی پندرہ تولے سہاگہ سات تولے۔

ترکیب: اوّل نیلا تھوتھا اور جمالگوٹہ کو ملا کر پیس لیں پھر شیر مدار ڈال کر ایک گھنٹہ تک کھرل کریں، اس کے بعد سہاگہ ملائیں اور آخر میں رائی کا سفوف ملا لیں۔

مقدارِ خوراک: دو چاول سے ایک ماشہ تک ہمراہ آبِ نیم گرم۔

(۴) **اعصابی غدی تریاق:** شیر مدار ایک حصہ، ہلدی سرخی مائل پندرہ حصے، دونوں کو ملا کر صرف دس منٹ تک کھرل کریں۔

مقدارِ خوراک: دو چاول سے ایک ماشہ تک ہمراہ آبِ نیم گرم۔

(۵) **اعصابی عضلاتی تریاق:** افیون ایک ماشہ، لوبان کوڑیا ایک تولہ، قند سفید ایک تولہ، سفوف تیار کر لیں۔

مقدارِ خوراک: نصف رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ آبِ تازہ استعمال کرائیں۔

(۶) **عضلاتی اعصابی تریاق**: سرمہ سیاہ ایک تولہ، ریٹھے کا چھلکا نو تولے۔
ترکیب: اوّل ریٹھے کے چھلکے کا سفوف کریں۔ پھر سرمہ سیاہ کھرل میں ڈال کر تھوڑا تھوڑا سفوف ڈالتے جائیں اور کھرل کرتے جائیں۔ یہاں تک کہ تمام سفوف ختم ہو جائے۔
مقدارِ خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ ہمراہ آبِ تازہ یا نیم گرم۔
نوٹ : تریاقات کے متعلق ہمیشہ یہ بات مدِنظر رکھیں کہ وقفہ دوا صبح شام یا تین چار گھنٹے یا گھنٹہ دو گھنٹے کا نہیں رکھنا چاہئے بلکہ پندرہ بیس منٹ حد نصف گھنٹہ کے بعد مریض پر اس کا اثر دیکھیں۔ اگر مریض صحت کی طرف آ رہا ہے تو جس قدر مناسب خیال کریں وقفہ بڑھا دیں۔ لیکن اگر مریض کو تکلیف ہو تو دوسری اور تیسری خوراک بھی کم وقفہ پر دیں۔ ایسی ادویات عموماً مریض کو موت کے منہ سے نکالنے والی ہوتی ہیں۔ مثلاً ہیضہ کا مریض ہے، اس کو اگر پندرہ بیس منٹ کے بعد دوا کا وقفہ نہیں ہوگا تو وہ تین یا چار گھنٹے بعد کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ اسی طرح دیگر خوفناک امراض یا شدید تکلیف میں بھی یہی عمل کریں۔
نوٹ ۔ ۲ : نظریہ مفرد اعضاء فارما کوپیا کی ادویات جو استعمال کی گئی ہیں ان کو ضرورت کے مطابق یونانی مرکبات کی شکل میں بھی تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ جن کا نمونہ مقویات میں دیا گیا ہے۔ اسی طرح اکسیرات اور تریاقات کو بھی مناسب صورتیں دی جاسکتی ہیں۔

روغنیات اور ارواح

لطیف ادویات

اندرونی استعمال کی ادویات کی طرح بعض وقت شدتِ مرض کے لئے بیرونی طور پر بھی ادویات استعمال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر بیرونی طور پر ان ادویات کو صحیح طور پر مسلسل استعمال کیا جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے درست ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس طرح ادویات کا اثر اعصاب، غدد اور عضلات پر ہوتا ہے اور ان کے افعال میں کمی بیشی اور ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ادویات اپنے مختلف کیفیات و مزاج رکھتی ہیں اور جذب ہو کر اخلاط میں کیمیاوی طور پر افاضہ کرسکتی ہیں۔

اس مقصد کے لئے ہر مفرد عضو کے مطابق روغنیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کو بیرونی طور پر طلاء و لیپ اور مالش کی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے اور ضرورت کے وقت انہی سے مراہم تیار کی جاسکتی ہیں یا انہی روغنیات میں ان کے مطابق ادویات شامل کر کے یا آگ پر حل کر کے استعمال کی جاسکتی ہیں، ان روغنیات اور ارواح کو اندرونی طور پر اپنی مقررہ مقدار سے دیا جاسکتا ہے۔

ان کے علاوہ انہی مفرد اعضاء کے مطابق لطیف ادویات کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، جن میں لطافت و تیزی اور زود اثری کی خاص اہمیت حاصل ہے، اس لئے ان ادویات کو ارواح کا نام دیا ہوا ہے (روح کی جمع)۔ لیکن حقیقت میں ان کو ارواح کہنا صحیح نہیں۔ لیکن اس نام کے علاوہ اور کوئی نام یا اصطلاح فن میں نہیں ہے۔

(۱) **عضلاتی غدی روغن اور روح** : روغن تلخ۔ اس تحریک کی روح روغن دارچینی، ان دونوں کو تنہا بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ چودہ اور ایک کی نسبت سے ملا کر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(۲) **غدی عضلاتی روغن اور روح**: روغن تارپین روح کے طور پر، روغن قرنفل۔ ان کے مرکب کی نسبت چودہ حصے میں ایک حصہ

سے ملائیں۔

(۳) **غدی اعصابی روغن اور روح:** روغن بیدانجیر روح کے طور پر ست اجوائن۔ مرکب چوبیس حصے میں ایک حصہ ملائیں۔

(۴) **اعصابی غدی روغن اور روح:** روغن کدو، روح کے طور پر ست پودینہ۔ مرکب نو حصے میں ایک حصہ ملالیں۔

(۵) **اعصابی عضلاتی روغن و روح:** روغن بادام، روح کے طور پر کافور۔ مرکب نو حصے میں ایک حصہ۔

(۶) **عضلاتی اعصابی روغن و روح:** روغن کنجد، روح کے طور پر روغن صندل۔ مرکب سات حصے میں ایک حصہ ملالیں۔

نوٹ: یہ چند روغنیات اور ارواح لکھ دیئے گئے ہیں اور اس طرح اور بھی بہت ہو سکتے ہیں۔

کحل، کاجل

آنکھ میں لگانے والی دوائیں

(۱) **عضلاتی غدی کاجل:** سادہ دھواں جو کڑوے تیل سے تیار کیا گیا ہو، جمع شدہ نو حصے، نیلا تھوتھا ایک حصہ، روغن تلخ میں کاجل بنالیں۔

(۲) **غدی عضلاتی کحل:** مامیراں چینی، مغز تخم نیم دو گھنٹے کھرل کریں۔

(۳) **غدی اعصابی کحل:** فلفل سیاہ ایک حصہ، نوشادر 2 حصہ، ہلدی 7 حصے، عرق بادیان میں کھرل کریں۔ وزن عرق بادیان ایک پاؤ۔

(۴) **اعصابی غدی کحل:** سمندر جھاگ، سہاگہ، ہم وزن دونوں کو ایک گھنٹہ کھرل کر کے سرمہ بنالیں۔

(۵) **اعصابی عضلاتی کحل:** سرمہ سیاہ، شورہ قلمی ہم وزن ایک گھنٹہ کھرل کر کے سرمہ تیار کرلیں۔

(۶) **عضلاتی اعصابی کحل:** سرمہ سیاہ، پھٹکڑی بریاں، ہم وزن لے کر سرمہ بنالیں۔

نوٹ: ان کے علاوہ اور بھی آنکھ میں لگانے والی دوائیں تیار ہو سکتی ہیں، اور ناک، کان اور گلے، دانت کے بھی جدا جدا نسخے تیار کیے جا سکتے ہیں۔ جن کا ذکر ہم علم الادویہ میں کریں گے۔ باوجود ان کے موجودہ فارماکوپیا اپنی جگہ مکمل ہے۔ اس سے ہر قسم کے امراض کا مکمل علاج ہو سکتا ہے۔ البتہ غور و فکر لازمی ہے۔ یہ جو کچھ ہم نے پیش کیا ہے انشاء اللہ دُنیا کا کوئی ملک کوئی طب اور کوئی سائنس ایسا مکمل اور اصولی علم و فن طب پیش نہیں کر سکتی ہے۔

۱۱
تحقیقات المجربات

فہرست عنوانات

پیش لفظ

خداوند حکیم اور ہادی برحق کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے انسان کی راہ نمائی کے لیے فرمادیا ہے کہ صراط المستقیم اختیار کرو جس سے نعمتوں کے انعام حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ صراط المستقیم کوئی علم وعقل اور تجربات ومشاہدات کا کمال نہیں ہے، بلکہ صراط المستقیم حقیقت میں صراط اللہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نور بنایا ہے جس سے وہ اپنے بندوں کی ہدایت کرتے ہیں، جس کو وہ چاہتے ہیں ﴿ ولکن جعلنہ نورا ھدی من تشاء من عبادنا ﴾ علم وعقل اور تجربات ومشاہدات بھی ایک مقام رکھتے ہیں۔ مگر جہاں پر ان کا کمال ختم ہوتا ہے وہاں پر نور نبوت اور کتاب اللہ کا مقام شروع ہوتا ہے جس کا کمال انسانی ادراک سے بہت دور ہے۔ علم وعقل اور تجربات ومشاہدات پر نور نبوت اور کتاب اللہ کا پرتو ضرور پڑتا ہے، مگر ﴿ ھدی للمتقین ﴾ (یعنی ہدایت صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو خداوند کریم کا خوف رکھتے ہوئے پرہیز گار اور صالح جبلت ہیں)۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے ان کے دلوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ رہنمائی زندگی وکائنات اور مابعد طبیعات کا علم وعمل اور ان کا ردِّعمل (جزاوسزا) کی صورت میں حاصل ہوتی ہے، جس کے ایمان وعقائد اور معاملات یا یقین و نظریات اور تعلقات جس مقام پر ہوتے ہیں ان کو اسی قدر کمال حاصل ہوتا ہے۔

ایمان وعقائد اور معاملات ہی دراصل انسان کے لیے ہدایات ہیں جن کو انسان اپنی عقل وعلم کے مطابق حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہی زندگی وکائنات اور مابعد طبیعات میں اس کی راہ نمائی کرتے ہیں۔ لیکن عمل وردِّعمل اور ان کے نتائج میں جب نشوو ارتقاء اور فلاح و سلامتی نہیں پاتا تو ان کو چھوڑ دیتا ہے یا نفسیاتی طور پر ان کو اس وقت تک نظرانداز کر دیتا ہے جب تک اس کے ذہن میں کوئی نیا یقین ونظریہ اور تعلق پیدا نہ ہو جائے۔

اس حقیقت کے تحت انسان ہر وقت ایسی راہنمائی کی تلاش میں رہتا ہے جو اس کو اس کی زندگی وکائنات بلکہ مابعد طبیعات کے لیے ایک صحیح دستور العمل، کامیاب ہدایت، مسلمہ حقیقت، فلاحی اصول اور تجربہ شدہ قوانین ہوں تاکہ رواں دواں وہ اپنا مقام حاصل کر لے اور کہیں بھی ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ بس اس قسم کی ہدایت اور راہ نمائی کے لیے ہر انسان غیر شعوری طور پر کوشاں ہے، لیکن جب اس کو اپنے ایمان وعقائد اور معاملات میں حسب منشا کامیابی اور فلاح معلوم نہیں ہوتی تو پھر چھوڑ کر بیٹھ رہتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ چند بار کوشش کرتا ہے، کیونکہ وہ روزانہ دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے ہر شعبہ زندگی میں ایسے انسان ہیں جو کامیاب وکامران اور عزت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن جب اس کی ہر کوشش ناکام ہوتی ہے تو پھر وہ اپنی قسمت کی شکایت کر کے اپنی ہر قسم کی جدوجہد اور سعی چھوڑ دیتا ہے۔ پھر نامرادی سے ذلت کی طرف گر پڑتا ہے۔ دراصل بدقسمتی اسی وقت شروع ہوتی ہے جب وہ حقیقت کی تلاش چھوڑ دیتا ہے۔ یہی مقدر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان ہر خواص کے پیچھے دوڑتا ہے، مگر اپنی ضرورت کا احساس نہیں کرتا۔ ضرورت کا احساس ہی اس کو حقیقت کی طرف لے جاتا ہے جس کے لیے وہ کوئی اصول بناتا ہے یا کسی قانون کی پیروی کرتا ہے۔ یہ اصول اور قانون کی پیروی ہی اس کی

جد و جہد اور سعی کا مرکز ہوتے ہیں۔ یہیں سے زندگی کی کامیابی کی ابتداء ہوتی ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں کچھ ایسے اصول اور قوانین ہوتے ہیں جن کی پیروی لازمی ہوتی ہے۔ ان کے بغیر حقیقت اور کامیابی تک پہنچنا مشکل ہے۔ جن اصول اور قوانین کی پیروی کرنی پڑتی ہے وہ تجربہ شدہ مشاہدات اور مسلمہ حقائق ہوتے ہیں۔ یہی وہ معیار ہیں جن پر زندگی رواں دواں چلتی ہے۔ انہی کو اختیار کر لینے سے کامیابی و کامرانی قدم چومتی ہے۔

مشاہدات و تجربات اور حقائق کے مفید ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے، لیکن ان سے استفادہ اسی وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب یہ علم ہو کہ وہ مشاہدات و تجربات اور تحقیقات کس قاعدہ و نظام اور اصول و قانون کے تحت کام کرتے ہیں ورنہ ہزاروں مشاہدات و مجربات اور عقائد و اقوام ہمارے گرد اگرد بکھرے پڑے ہیں یا ہزاروں سالوں سے سینہ بہ سینہ راز و اسرار اور رموز چلے آتے ہیں یا یہ مسلمہ حقائق احسن اخلاق اور مذہبی تعلیم ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کتب میں انسان کے اردگرد پھیلی پڑی ہیں۔ ہمارے لیے بے کار ہیں۔

یہی صورت علم العلاج میں ان مشاہدات و مجربات کی ہے جن کے اصول ترتیب ادویہ اور قانون استعمال سے ایک معالج پورے طور پر واقف ہوتے ہیں۔ یہ ہے اس کا علم حقیقت مجربات اور اصول ترتیب ادویہ، جو علم الادویہ اور علم العلاج کے تحت تکمیل کو پہنچتا ہے۔ جو معالج علم و فن طب کے اصول و حقائق اور قوانین سے واقف نہیں ہیں مگر ان کے پاس بے شمار مجربات ہیں۔ وہ یقیناً مجربات کے فوائد بلکہ استعمال میں ناکام ہیں، ان کی مثال بالکل اس سکہ کی ہے جو ملک میں رائج نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم العلاج کے ابتدائی دور سے اب تک ہر طریق علاج میں مجربات کی شدید طلب رہی ہے اور کثرت سے کتب لکھی گئی ہیں۔ مگر تا حال طلب مجربات ختم نہیں ہوئی بلکہ یہ ایک مرض کی صورت اختیار کر گیا ہے جس کو ہم ''جوع المجربات'' کہتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہزاروں سالوں سے مجربات پر جو لاکھوں کتب لکھی گئی ہیں، کیا وہ غلط ہیں یا زمانہ کے مطابق ان میں فوائد نہیں رہے؟ یا ان میں ہر مرض کے مجربات نہیں پائے جاتے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان لاکھوں مجربات میں سے خصوصاً وہ مجربات جو عظیم حکماء اور باکمال اطباء نے ترتیب دیئے ہیں جیسے شیخ الرئیس اور حکیم رازی وغیرہ، سو فیصدی صحیح، یقینی اور بے خطا ہیں اور ان میں سر سے لے کر پاؤں تک ہر چھوٹے بڑے مرض اور علامت کے لیے ایک نہیں سینکڑوں مجربات پائے جاتے ہیں، مگر ان کے اصول ترتیب اور قانون استعمال سے واقف ہونا ضروری ہے۔

مجربات دو قسم کے ہوتے ہیں، اوّل مفرد مجربات جن میں مفرد اغذیہ و ادویہ اور اشیاء کو استعمال کیا جاتا ہے۔ دوسرے مرکب مجربات جن میں دو یا دو سے زائد اغذیہ و ادویہ اور اشیاء کو مرکب کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔ آج بھی ان میں یہی افعال و اثرات اور خواص و فوائد پائے جاتے ہیں۔ ان میں ذرا بھی کمی نہیں آئی۔ البتہ بعد کے برسوں میں اضافے ضرور ہوئے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ طب قدیم کو فرسودہ و نامکمل اور موجودہ دور کے لیے ناکافی خیال کرتے ہیں، کیا وہ ان مفرد مجربات کو غیر مفید اور غیر مؤثر ثابت کر سکتے ہیں یا کوئی ایسا مرض ہے جس کے علاج میں ان مفرد مجربات کو استعمال نہ کیا گیا ہو۔ البتہ اعتراض کرنے والے علم و فن طب سے واقف نہیں ہیں بلکہ اندھے اور متعصب ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ فرنگی طب میں مفردات کے افعال و اثرات اور خواص و فوائد اکثر بدلتے رہتے ہیں۔

مفرد مجربات میں مثلاً چونا و گندھک اور شورہ قلمی کے جو افعال و اثرات اور خواص و فوائد ہزاروں سال پہلے تھے، آج بھی وہی ہیں۔ ان میں اضافہ ضرور ہوا ہے، کمی نہیں ہوئی۔ البتہ ان کے مرکبات کے اصول و قوانین اور فوائد و نظم کا ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔ یعنی اگر چونا گندھک ملا دی جائے یا اگر چونہ میں شورہ ملا دیا جائے تو چونا کے افعال و اثرات اور خواص و فوائد کیا ہوں گے، وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح گندھک کے خواص وفوائد میں کیا فرق پیدا ہو جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کے اہم اصول وقوانین اور قواعد سے مجربات کی حقیقت کو سمجھا اور فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ تاکہ ہر معالج مجربات کو دیکھ کر خود اندازہ لگا لے کہ وہ کہاں تک صحیح ہے اور وہ کس کس مرض اور علامت کے لیے مفید ہے۔ اور ان میں کمی بیشی کرنے سے کیا کیا صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اسی لیے ہی مجربات کے اس اہم علم وفن کو ذہن نشین کرانے کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

اس کتاب کے لکھنے کا خیال اس طرح پیدا ہوا کہ اکثر دوستوں، ممبران اور خریداران ماہنامہ ''رجسٹریشن فرنٹ'' نے لکھا کہ گزشتہ آٹھ سالوں میں جو مجربات شائع ہوتے رہے ہیں ان کو یکجا کر کے خاص نمبر شائع کر دیا جائے تاکہ تحریک تجدید طب کے معالجین کے لیے علاج میں معاون ثابت ہوں۔ اس خیال پر کچھ عرصہ غور کیا گیا، آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مجربات کو اکٹھا کر کے شائع کر دینا کوئی بڑی مشکل نہیں ہے۔ یقیناً اس سے معالجین کو فوائد بھی حاصل ہوں گے، لیکن ظاہری طور پر طبی دُنیا میں ہزاروں مجربات کی کتب میں ایک اور مجربات کی کتاب کا اضافہ ہو جائے گا، بہتر یہ ہوگا کہ اس مجربات کی کتاب کو کسی بہترین مقصد کے لیے استعمال کیا جائے، سو اس خیال کے ساتھ ہی ذہن میں یہ صورت پیدا ہوئی کہ بہتر ہوگا کہ مجربات کے ساتھ ساتھ مجربات کے علم وفن کو پیش کر دیا جائے تاکہ معالج اصول وقواعد اور قانون مجربات کو سمجھ سکیں اور ساتھ ہی ساتھ مجربات کی تشریح بھی کر دی جائے تاکہ وہ اس علم وفن کی روشنی میں ہر قسم کے مجربات کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔ اس طرح یہ کتاب اپنی اہمیت کی وجہ سے منفرد ہوگی۔ کیونکہ آج تک علم وفن مجربات پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اسی خصوصیت سے اس کا نام تحقیقات المجربات رکھا گیا ہے۔

تحقیقات المجربات کو چار عنوانوں کے تحت لکھا گیا ہے: (۱) مجربات کی حقیقت (۲) ترتیب مجربات (۳) مجربات بالمفرد اعضاء مع تشریح (۴) مجربات بالمفرد اعضاء۔ جن کے ساتھ ساتھ ایک علمی مقدمہ بھی شامل ہے۔ باقی مجربات جو ہماری دیگر کتب میں درج ہیں، ان کو شامل نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی تحقیقات طبی فارما کوپیا کے مجربات اس میں شریک ہیں، ان کو انہی کتب میں دیکھیں۔ یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ مجربات کی ترتیب قائم رہے۔ کیونکہ وہی ان کا مقام ہے۔ امید ہے یہ کتاب نہ صرف پسند کی جائے گی بلکہ طبی دُنیا میں ایک سنگ میل کا کام دے گی اور جو لوگ بھی غور سے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے ان کے سامنے مجربات کی دُنیا روشن ہو جائے گی جس کے ساتھ ہی طبی دُنیا میں ان کا ایک مقام پیدا ہو جائے گا۔ اس طرح نظریہ مفرد اعضاء کے تحت طبی دُنیا میں انقلاب آ جائے گا۔ اس طرح فرنگی طب کی برتری ختم ہو جائے گی اور طب قدیم کا بول بالا ہوگا۔ تحریک تجدید طب سے یہی ہمارا مقصد ہے۔

یہ خاص نمبر بھی خریداروں کو ان کے سالانہ چندہ میں دیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد ماہنامہ رجسٹریشن فرنٹ ان کو سال بھر باقاعدہ ملتا رہے گا۔ ہر مضمون جس محنت سے لکھا جاتا ہے، اہل علم وصاحب فن جانتے ہیں۔ ہر کتاب جس کے ساتھ چیلنج ہو اس پر اس قدر محنت ہوتی ہے کہ اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ پھر ایک محدود وقت میں لکھنا، پھر کاتب سے لکھوانا اور چھپوانا، سب مشکل امور ہیں۔ ان میں دیر بھی ہو جاتی ہے۔ بہرحال خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اس قابل کیا کہ تمام طبی دُنیا کے سامنے ایک قابل قدر کتاب پیش کر دی گئی ہے۔ یہ اسی کا کرم اور عزت افزائی ہے۔

المعالج صابر ملتانی

مؤرخہ 15 اکتوبر 1966ء

مُقدّمہ

مجربات کی اہمیت

کسی شے کی اہمیت کا اندازہ اس کی تخلیق اور فعل سے لگایا جاسکتا ہے۔ مجربات کی ضرورت تخلیق اور اہمیت فعل کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ کسی مرض میں بھی کوئی ایسی غذا و دوا اور شے دینے کی جرأت نہیں کی جاسکتی جو پہلے اس مرض میں تجربہ نہ کی گئی ہو۔ بلکہ بار بار کے مشاہدات میں اس کے تجربات یقینی طور پر صحیح اور بے خطا ثابت ہوئے ہوں۔ کیونکہ فطری طور پر انسانی ذہن اپنے جذبہ رحم و انس کے تحت یہ کبھی گوارا نہیں کرتا کہ انسانی زندگی سے کھیلا جائے اور نقصان کا باعث بن جائے۔ اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو کوئی انسان کوئی بھی فعل یقینی و بے خطا انجام نہیں دے سکتا۔ جو پہلے اس کا تجربہ اور مشاہدہ نہ ہو۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ مجربات کا استعمال ایک فطری اور انسانی جذبہ ہے۔ چونکہ ایک شخص دُنیا بھر کی اغذیہ و ادویہ اور اشیاء کو پورے طور پر اپنے تجربات و مشاہدات میں نہیں لاسکتا۔ اور پھر ہر شخص اہل علم اور صاحب فن خصوصاً حکیم و فلاسفر نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنی زندگی کی ضروریات اور رہنمائی کے لئے تجربات زندگی اور مجربات اشیاء و ادویہ اور اغذیہ کا طلب گار رہتا ہے۔ اسی لیے وہ اپنے بزرگوں کی زندگی کو بتوں کی صورت میں اور کائنات کی ہر شے سے مستفید ہونے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کے لیے فطری طور پر ان کی پوجا کرتا ہے اور جب اس کا ذہن ترقی کرتا ہے اور شعور بلند ہوتا ہے تو وہ خداوند کریم اور قادر مطلق کی پرستش کرتا ہے۔ اسی جذبہ کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ رسولوں، پیغمبروں اور نبیوں کی راہنمائی قبول کرتا ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ یقینی اور بے خطا زندگی گزارنے کے مجربات حاصل ہو جائیں۔ پس جو لوگ بھی مجربات پر صحیح طور پر دسترس حاصل کر لیتے ہیں، وہی لوگ زندگی میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔

مجربات کیا ہیں؟

ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت تک بے شمار تجربات زندگی اور مجربات اشیاء سینہ بہ سینہ اور کتب کی صورت میں چلے آتے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت تک جس قدر کتب لکھی گئی ہیں، چاہے وہ کسی بھی شعبہ زندگی میں لکھی گئی ہوں وہ سب زندگی کے تجربات اور مجربات اشیاء ہی ہیں۔ گویا انسان کی فطرت ہے کہ وہ جب کوئی شے دیکھتا ہے یا اس کے متعلق سنتا ہے تو وہ اس کی حقیقت و خواص جاننا چاہتا ہے، اور اس طرح جب وہ کسی عمل کو دیکھتا ہے یا سنتا ہے تو اس کے اثرات و افعال کو معلوم کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی میں آنے والی ہر شے کی حقیقت و خواص اور ہر عمل کے اثرات و افعال سے آگاہ ہو جائے۔ بس یہی مجربات ہیں جن سے انسان زندگی بھر مستفید ہوتا رہتا ہے۔

کس قدر عجیب و غریب بات ہے کہ یہ تجربات زندگی اور مجربات اشیاء انسان کے گرداگرد اس کثرت سے بکھرے پڑے ہیں کہ

ان کو زندگی بھر سمیٹتا تو رہا ایک طرف اگر چننا بھی چاہے تو نہیں چن سکتا۔ ہزاروں برسوں میں ہر شعبہ زندگی میں اس قدر کتب لکھی گئی ہیں کہ ان کا شمار بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ اوّل تو عوام اس پر توجہ ہی کم دیتے ہیں اور اگر مجبوراً ضرورت کے تحت اس طرف رجوع کرتے بھی ہیں تو ان کے پاس کوئی معیار نہیں ہے کہ کس تجربہ زندگی اور مجرب شے کو اختیار کریں اور کس کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ ان کے پاس وہی ایسا معیار نہیں ہے جس کو قبول کر کے وہ بیش بہا خزانہ اکٹھا کر لیں یا قیمتی موتی ہی چن لیں۔ اور ان سے زندگی بھر خود بھی مستفید ہوں اور دوسروں کو بھی مستفید کریں۔ سچ کہا گیا ہے: قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری۔

معیار مجربات

اس حقیقت کا جاننا بھی بے حد اہمیت رکھتا ہے کہ ان تجربات زندگی اور مجربات اشیاء کا معیار کیا ہوتا ہے، تاکہ صحیح اور مفید تجربات زندگی اور مجربات اشیاء سے ہم صحیح طور پر مستفید ہو کر اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کامیاب زندگی کیا ہے۔ کامیاب زندگی کے متعلق یہ حقیقت ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اس میں نشو و ارتقاء ہو اور راستہ میں آنے والی مشکلات اور رکاوٹوں کو دور کیا جا سکے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ اگر ہم کو معیار کامیابی کا علم ہو تو تجربات زندگی اور مجربات اشیاء سے مستفید ہو کر زندگی کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔

معیار کامیابی کیا ہے؟

جاننا چاہئے کہ معیار کامیابی کی ضرورت کامیاب زندگی کے لیے ہے اور زندگی کا تعلق جسم انسان سے ہے، جسم انسان کا مادی و عقلی اور روحانی نشو و ارتقاء ہی اس کی کامیابی ہے۔ جسم انسان کے راستہ میں سے مشکلات و رکاوٹیں دور کرنا ہی اس کی نشو و ارتقاء کو کامیاب بنانا ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہو گیا کہ معیار کامیابی کو سمجھنے کے لیے اوّل انسان کو سمجھنا چاہئے۔ انسانی زندگی کو جاننے کے لیے اس کی جسمانی و مادی زندگی سامنے ہو یا عقلی و روحانی زندگی پیش نظر ہو۔ بہر حال ہماری نگاہ جسم انسان پر سب سے پہلے پڑتی ہے، اور یہی اس کی ابتداء ہے۔

حقیقت انسان

جاننا چاہئے کہ ظاہر میں انسان گوشت پوست اور ہڈی و عروق کی ایک شخصیت ہے جس کے جسم میں سرخ رنگ کا خون دوڑتا ہے۔ یہ خون اس میں حرکت و زندگی، شعور و جذبات، شوق و رفع اور خیر و شر کی تمیز پیدا کرتا ہے۔ انسان کا یہ جسم اور شخصیت یقیناً کسی اصول کے تحت بنا ہے اور کسی نظام کے تحت جاری و ساری ہے اور یہ اصول اور نظام بھی کسی قانون پر رواں دواں ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ انسان تمام کائنات کا مرکز اور اشرف المخلوقات ہے۔ سچ کہا گیا ہے: **من عرف نفسه فقد عرف ربه** .

جاننا چاہئے کہ انسان کو حتی الامکان جسمانی و عقلی اور روحانی طور پر سمجھنے کے لیے اس کی بناوٹ و افعال اور تاثرات کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے، جس قدر ہم اس کو سمجھتے جاتے ہیں، اسی قدر اس کی ترقی و کامیابی اور نشو و ارتقاء کا علم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی اصول و نظام پر ہم اس کی ان مشکلات اور رکاوٹوں کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔ جو زندگی کے راستہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ انہی اصولی تجربات اور مشاہدات زندگی کا نام سائنس ہے۔

انسان اور فطرت

ہزاروں سالوں کے تجربات و مشاہدات زندگی سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اس کائنات میں ہر شے کی تخلیق و باہمی تعلق اور زندگی و

افعال کسی قانون کے ساتھ کارفرما ہیں۔ گویا انسانی زندگی کی ہر شکل و عمل بغیر نظام کے نہیں ہے۔ بلکہ موالیدِ ثلاثہ میں مٹی و پتھر اور دھاتیں، پھول و پھل اور درخت و پودے اور چرند اور وحشی جانور سب کے افعال و اثرات کسی نہ کسی اصول و نظام کے تحت کام کر رہے ہیں اور یہ اصول و نظام اپنے اندر ایک خاص قانون رکھتے ہیں، اس یقین کے بعد کہ اس کائنات کی ہر شے و تخلیق یا ان کا باہمی تعلق اور زندگی کے افعال اور خاص قانون کے تحت چل رہے ہیں تو پھر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کائنات میں یہی اس کی فطرت ہے جو ایک خاص قانون کے ساتھ اپنا عمل کر رہی ہے۔ اسی کو ہم قانونِ فطرت کہتے ہیں۔ اس کا سمجھ لینا ہی مقام خودی ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہو گیا کہ اگر ہم انسان کو جسمانی و عقلی اور روحانی طور پر سمجھنا چاہیں تو لازم ہے کہ ہم انسانی فطرت کو سمجھیں جس پر وہ بنایا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے چودہ سو سال پہلے کہہ دیا کہ **فطرۃ اللّٰہ الیہ فطر الناس علیھم** (اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت وہ ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے)۔ اب ہم پر آسان ہو جاتا ہے کہ انسان کو جسمانی و عقلی اور روحانی کسی بھی حیثیت سے سمجھنا چاہیں تو اوّل اس کے اس نظام زندگی کو جانیں جو باقاعدگی کے ساتھ قانونِ فطرت پر چل رہا ہے۔ پھر ہم سہولت کے ساتھ انسانی ترقی و کامیابی اور نشوو ارتقاء کو سمجھ کر اس کی مشکلات و رکاوٹوں کو دور کر سکیں گے، چاہے یہ مشکلات اور رکاوٹیں کسی بھی نظام زندگی میں ہوں۔ ہم انشاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

صحت کی مشکلات

انسان زندگی میں جس کی صحت کا قائم رکھنا اہم مشکلات میں شامل ہے، جس کو ہم مرض کا نام دیتے ہیں، جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ تنگ دستی اگر نہ ہو غالب، تندرستی ہزار نعمت ہے۔ مرض ایک ایسی مشکل ہے جس کا تجربہ ہر مرد و عورت اور بچے بوڑھے کو ہوتا ہے، کیونکہ اس کا سلسلہ پیدائش سے موت تک چلتا ہے، اس کو رفع کرنے کے لیے علم و فن طب قائم کیا گیا ہے۔ ہزاروں سالوں سے امراض کو دور کرنے کے لیے علم العلاج اور علم خواص الاشیاء اغذیہ و ادویہ چلا آتا ہے، تاکہ امراض اور مشکلات صحت کو دور کیا جائے۔ یہ علم و فن طب نہ صرف سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے، بلکہ اس پر لاکھوں کروڑوں کتب نہ صرف ہر زمانہ میں لکھی گئی ہیں بلکہ ہر ملک میں ہر طریق علاج میں لکھی گئی ہیں۔ آج کل جس کو سائنسی دور کہتے ہیں اس میں نہ صرف بے شمار کتب لکھی گئی ہیں بلکہ گزشتہ علم و فن طب پر جو کچھ لکھا گیا ہے، اس پر تحقیق و تدقیق کی گئی ہے تاکہ امراض اور مشکلات صحت کا مقابلہ کیا جا سکے۔

مجرباتِ زندگی

انسان اپنی زندگی میں جو کچھ بھی کرتا رہا ہے وہ اس کا روزانہ کا عمل ہو یا بار بار کا مشاہدہ یا حوادث زندگی وغیرہ، یہ سب اس کے تجرباتِ زندگی ہیں۔ انہی کو مجرباتِ زندگی کہتے ہیں۔ جس طرح یہ مجرباتِ زندگی انسان کے ہر شعبہ حیات میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح علم العلاج اور علم الادویہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کو مجربات علاج یا مجربات الادویہ کہتے ہیں جو امراض اور مشکلات صحت کے لیے خزانہ ہیں۔ حقیقت میں علم العلاج کی بنیاد اسی خزانہ پر ہے۔

مجربات کے خزانے

ہزاروں سالوں سے انسان نے معالج یا غیر معالج کی حیثیت سے جو مجربات اکٹھے کیے ہیں، وہ سینہ بسینہ یا کتب کی صورت میں لاکھوں کروڑوں کی صورت میں ہمارے گرد اگرد پھیلے پڑے ہیں اور یہ علم العلاج کی جان ہیں۔ طبی دُنیا میں جو علاجات ہو رہے ہیں وہ

انہی پر یقین اور فخر کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔صرف یہی نہیں بلکہ گزشتہ زمانہ قدیم ہو یا موجودہ سائنسی دوران میں جو علاج کئے گئے ہیں یا ہو رہے ہیں یہ سب انہی مجربات کے مرہون منت ہیں، اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض کرلیں کہ مجربات ختم ہو گئے ہیں تو یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ انسان علمی اور سائنسی علاج سے نہ صرف محروم ہو جائے بلکہ زمانہ جہالت میں پہنچ جائے اور علاج کی دُنیا ہمارے سامنے اندھیر ہو جائے۔ان حقائق سے ثابت ہوا کہ مجربات اپنے اندر زبردست اہمیت رکھتے ہیں۔

حقیقت مجربات

مجربات کے عظیم خزانے جو ہزاروں سالوں سے اب تک ہمارے گرد پھیلے ہوئے ہیں، لیکن پھر بھی مجربات کی طلب باقی ہے بلکہ پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ بلکہ اس سلسلہ میں کسی معالج سے بات کی جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مرض جوع المجربات ہو گیا ہے۔ صرف آیورویدک اور طب یونانی کے معالجین پر ہی منحصر نہیں، فرنگی طب اور ہومیو پیتھ میں بھی یہ بیماری شدت سے ہے۔فرنگی طب میں تلاش مجربات کے ثبوت میں ان کی نت نئی نئی پیٹنٹ ادویات بازاروں میں آتی رہتی ہیں اور جب آتی ہیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نئی دوا فلاں مرض کے لیے اکسیر وتریاق اور یقینی بے خطا دوا ہے۔ کیونکہ ماڈرن میڈیکل سائنس کی تحقیقات کا نچوڑ ہے اور ہزاروں قابل ترین ڈاکٹروں کی تصدیق ہے۔مگر تھوڑے عرصہ بعد وہی دوا ناکام ثابت ہو جاتی ہے۔اس میں کیڑے پڑ جاتے ہیں اور نئی دوا، نئے دعوؤں کے ساتھ بازار میں آجاتی ہے۔اس کا نام ریسرچ رکھا گیا ہے، جو ماڈرن میڈیکل سائنس کے نام سے ہو رہی ہے۔آنکھوں سے اندھی، نام نین سکھ۔

فرنگی ڈاکٹروں کی پیٹنٹ ادویہ تو رہیں ایک طرف، ان کی روزانہ استعمال کی عام ادویہ جن کو ''ڈرگس'' کہتے ہیں، جیسے سوڈا و پوٹاس، کیلشیم و فیرم اور سلفر وسالٹ وغیرہ کے افعال واثرات کا بھی یقینی علم نہیں ہے اور نہ وہ ان کو کسی مرض میں یقینی طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔اس لیے ہر روز اکسیر وتریاق کے مجربات کی تلاش ہے۔معلوم یہ ہوتا ہے کہ یا تو ان کا افعال واثرات ادویہ واغذیہ واشیاء لینے کا طریق کار غلط ہے۔یا تشخیص الامراض والعلامات ہی صحیح نہیں جس سے وہ دونوں کو تطبیق دے سکیں اور مرض رفع ہو جائے۔اس لیے مجربات کی تلاش جاری ہے۔

ہومیوپیتھی میں علاج علامات کے تحت ہوتا ہے۔ان کے ہاں مرض کا تصور نہیں ہے۔لیکن اکثر ان کے رسالوں اور کتب میں لکھا ہوتا ہے کہ فلاں بیماری کے لیے فلاں دوا فلاں طاقت کی بہت مفید ہے۔اور اکثر یہ تلاش رہتی ہے کہ خاص خاص امراض خصوصاً پیچیدہ اور عسر العلاج امراض میں کون سی ادویہ یقینی اثر رکھتی ہیں۔تقریباً تمام ہومیو پیتھ رسالوں میں امراض کے نام لکھ کر ان کے تحت مجرب ادویہ لکھ کر ان کے اشتہار دیئے جاتے ہیں، تاکہ عوام منگوا کر استعمال کریں اور خود گھر میں علاج کرلیں۔یہاں پر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہومیوپیتھی میں امراض تسلیم نہیں کئے جاتے بلکہ علامات کے تحت علاج کیا جاتا ہے۔ایک عام انسان اپنے گھر میں علامات کو کیسے قابو کر سکتا ہے۔اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے بہترین دوست ہومیو ڈاکٹر جناب محمد اسماعیل صاحب نامی حیدرآباد نے سانپ کاٹے کی ایک ہومیو پیتھک دوا ایجاد کی ہے جس کی تعریف ہمیشہ ان کے رسالے میں شائع ہوتی رہتی ہے۔ہمیں پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ایک اچھے قسم کے ہومیو پیتھ ہیں لیکن اس قسم کے اشتہار شائع کراتے ہیں جو ان کے طریق علاج کے بنیادی فلسفہ کے خلاف ہے۔ہمیں دوا کے مجرب بلکہ مجرب المجرب اور بے خطا ہونے سے انکار نہیں ہے بلکہ صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ مجربات کی تلاش وطلب سے کس قدر فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ یہاں پر ایمان اور عقیدے سب دھرے رہ جاتے ہیں۔

البتہ عوام کی معلومات کے لیے یہاں پر یہ لکھ دینا ضروری ہے کہ ہر قسم کے سانپ کاٹے کا ایک ہی علاج نہیں ہوسکتا، بلکہ مختلف قسم کے سانپ ہوتے ہیں اور ان کے زہر بھی مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ ان کی علامات بھی مختلف قسم کی ہوتی ہیں۔ پھر ایک قسم کی دوا ہر قسم کے سانپ کے زہر اور علامات کو کیسے دور کرسکتی ہے، اسی لیے ماڈرن سائنس اس وقت تک کوئی ایسی دوا یا ٹیکہ ایجاد نہیں کرسکی جو ہر قسم کے سانپ کے زہر کا تریاق ثابت ہوسکے۔ بہرحال مجربات کی تلاش ہے۔

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ آیورویدک اور طب یونانی میں مجربات ومرکبات اور مفردات کے افعال واثرات ایک قانون کے تحت حاصل کئے جاتے ہیں اور اسی طرح امراض وعلامات کی تشخیص بھی بالکل اسی قانون کے تحت ہے جس قانون کے تحت مجربات ومرکبات اور مفردات کے افعال واثرات حاصل کئے جاتے ہیں۔ یہ قانون کیفیات ومزاج اور اخلاط کا ہے۔ اسی کے مطابق امراض وعلامات انہی کیفیات ومزاج اور اخلاط کے افعال واثرات رکھنے والی مفردات ومرکبات اور مجربات سے تطبیق دے کر علاج کیا جاتا ہے اور یقینی شفا حاصل کی جاتی ہے۔ اور جو ادویہ واغذیہ اور اشیاء اس قانون کے تحت نہیں ہوتے وہ بالکل مفید نہیں چاہے وہ کتنے بھی دعووں کے مجربات کیوں نہ ہوں اس نمبر میں ہم انہیں قوانین کو بیان کریں گے جن کے تحت مجربات کو یہ سمجھا جاسکے کہ کیا واقعی وہ مجربات میں شامل ہیں اور کن امراض کے لیے مفید ہیں۔ جب تک مجربات کی صحیح شناخت نہ ہو اس وقت تک مجربات کو استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر بغیر صحیح شناخت کے مجربات کا استعمال کیا گیا تو اوّل نقصان ہونے کا خطرہ ہے۔ اگر نقصان نہ بھی ہوا تو اس کا مفید ہونا یقینی نہیں ہے۔ اسی ضرورت کے تحت ہم تحقیقات المجربات نمبر پیش کررہے ہیں۔

مجربات اور بنیادی قوانین

عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ مجربات کے لیے بنیادی قوانین کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بالخاصہ خاص خاص امراض کے لیے مفید بلکہ اکسیر وتریاق اور یقینی شفاء کا حکم رکھتے ہیں۔ ایسا خیال نہ صرف غلط ہے بلکہ بے بنیاد ہے۔ یاد رکھیں امراض کے لیے بالخاصہ مجربات چاہے وہ مرکبات ہوں یا مفردات انہیں کو کہتے ہیں جن کے اصول شفاء کا بنیادی قوانین کے مطابق علم نہیں ہوتا۔ جن کو انگریزی میں ''ریشنل'' ادویات کہتے ہیں۔ ان کو اصولی ادویات ''امپیریل'' سے جدا سمجھا جاتا ہے۔ جیسے فرنگی طب میں پارے کو آتشک کا یقینی علاج سمجھا جاتا ہے، اس سے کیوں فائدہ ہوتا ہے، اس کا فرنگی طب کو بالکل علم نہیں ہے۔ اس طرح فرنگی طب نے بہت سے امراض میں مجربات پیش کئے ہیں جن کے قوانین شفا سے وہ بالکل واقف نہیں ہے۔ اس سے علم العلاج میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب میں خواص الادویہ کہیں جراثیم کے تحت حاصل کئے جاتے ہیں، کہیں فزیکلی بالاعضاء افعال دیکھے جاتے ہیں اور کہیں کیمیکلی خون کے اجزاء (ایلیمنٹ) کی کمی بیشی کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اس لیے کوئی واحد بنیادی قانون استعمال نہیں کیا گیا۔ یہی صورتیں تحقیقات ماہیت امراض میں بھی سامنے رکھی جاتی ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے ادویہ اور امراض کی تطبیق بہت مشکل ہوجاتی ہے۔ بلکہ ان کی ایک صورت وٹامنی بھی ہے۔

فرنگی طب چونکہ کیفیات ومزاج اور اخلاط کو تسلیم نہیں کرتی اس لیے اس کے مجربات نے اور بھی غلط فہمیاں پیدا کردی ہیں، اس لیے متلاشی مجربات اور سہل پسند معالجوں نے طلب مجربات کے لیے فرنگی طب کے مجربات کی طرف یلغار کردی۔ اس گناہ میں عوام اور

عطائی قسم کے اطباء ہی شریک نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے جگادری قسم کے اطباء بھی ملوث ہیں۔ بلکہ اس وقت ملک بھر میں ہی نہیں دُنیا بھر کے معالجین کی یہ حالت ہے کہ وہ فرنگی مجربات ہی سے علاج معالجہ کررہے ہیں کیونکہ ان میں کیفیات ومزاج اور اخلاط کی بندشیں نہیں ہیں۔ وہاں پر واحد مرض کا واحد علاج رائج ہے اور معالج کی ذہنی جدوجہد جو تطبیق مرض ودوا اور غذا میں کی جاتی ہے، وہ ختم ہوگئی ہے۔ اس لیے روز بروز فرنگی طب کو اپنایا جارہا ہے۔

بعض اطباء اس میں یہ توجیہہ پیش کرتے ہیں کہ فرنگی طب ماڈرن میڈیکل سائنس ہے، اس کے مجربات یقینی اور تحقیق شدہ ہیں۔ ان سے مستفید ہونا چاہئے۔ ایک گروہ اطباء کا یہ کہتا ہے کہ طب یونانی قدیم طریقہ علاج ہے۔ اس کی احیاء اور تجدید اسی طرح ہوسکتی ہے کہ اس میں فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی تحقیق شدہ معلومات امراض یعنی مجربات اور مفید آلات کو ضرور داخل کرلینا چاہئے ورنہ طب قدیم ختم ہوجائے گی۔ ایک تیسرا گروہ یہ تصور پیش کرتا ہے کہ یہ سائنس کا زمانہ ہے اور دُنیا سائنس پسند ہے۔ اس لیے ماڈرن میڈیکل سائنس کو طب قدیم میں جذب کرکے اس کو ماڈرن بنانا ضروری ہے۔ ورنہ اس کو رفتہ رفتہ نظرانداز کرکے ختم کردیا جائے گا۔ گویا اب ایک ایسا وقت آ گیا ہے کہ عوام اور اطباء فرنگی طب کی فوقیت کو تسلیم کرکے اس کے طریق علاج اور ادویات احسن اور مفید خیال کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں طب قدیم کو کوئی مقام نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت بھی طب قدیم کو اس کا مقام نہیں دیتی جس کا ثبوت طبی رجسٹریشن قانون میں دُنیا کے سامنے آ گیا ہے۔

طب قدیم میں انقلاب

آیورویدک اور طب یونانی کے متعلق بنیادی طور پر یہ فیصلہ کرلینا چاہئے کہ:

① کیا وہ غلط طریقہ علاج ہے؟

② کیا اس کی بنیاد قانون پر قائم ہے یا وہ عطایانہ (ریشنل) طریقہ علاج ہے؟

③ میڈیکل سائنس اور ماڈرن سائنس نے فن علاج کی جو خدمت کی ہے وہ اس قدر علمی اور سائنسی ہے کہ ان کے مقابلے میں طب قدیم ایک وحشیانہ طریقہ علاج ہے؟

ان سوالات کا فیصلہ کن جواب یہ ہے کہ:

① آج تک دُنیا بھر کی کوئی سائنس طب قدیم کو غلط طریقہ علاج ثابت نہیں کرسکی۔ بلکہ یورپ وامریکہ میں تاحال قدیم طریقہ علاج کسی نہ کسی رنگ میں قائم ہے۔ ملک چین میں موجودہ سائنسی کمالات کے باوجود طب قدیم کو حکومت کی سرپرستی اسی طرح حاصل ہے، جس طرح فرنگی طب حکومت کی سرپرستی میں کام کررہی ہے۔

② طب قدیم کو مفید اور کامیاب طریق علاج تسلیم کرنا اس کی قوت شفاء پر نہیں ہے بلکہ اس کے قوانین (Laws) پر قائم ہے اور قوت شفا دوسرے نمبر پر ہے۔ وہ بھی اس میں دیگر طریق علاج سے بہت زیادہ ہے۔ گویا طب قدیم علمی وسائنسی طریقہ علاج بھی ہے اور اس میں انتہائی قوت شفا بھی پائی جاتی ہے۔

③ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ طب قدیم اس وقت تک فرنگی طب سے بہت زیادہ خدمات نہ صرف انجام دے رہی ہے بلکہ اکثر امراض کا علاج جو فرنگی طب (ماڈرن میڈیکل سائنس) پیش نہیں کرسکی۔ ان کا کامیاب علاج طب قدیم میں موجود ہے جس کو اکثر

یورپ وامریکہ اور چین کے چوٹی کے ڈاکٹروں نے تسلیم کیا ہے۔

ان حقائق کو تسلیم کرنے کے بعد ایک اہل نظر اور صاحب علم کے ذہن میں فوراً یہ حقیقت آ جاتی ہے کہ اگر طب قدیم بالکل علمی سائنسی اور قانونی طریق علاج ہے اور فرنگی طب بھی اپنے آپ کو سائنسی اور تحقیقی علاج کہتی ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف بھی ہوں اور صحیح طریقہ ہائے علاج بھی ہیں۔ کیونکہ زندگی و کائنات کے انتظام کے لیے ایک قانون مقرر ہے جس کو قانون فطرت کہتے ہیں، دونوں ایک ہی قانون پر کیسے صحیح کہہ سکتے ہیں۔ یہ حقیقت بالکل مسلمہ ہے۔ اس کے لیے ہم نے ثابت کیا ہے کہ طب قدیم بالکل صحیح، فطرت کے مطابق اور علمی وسائنسی طریق علاج ہے اور اس کے مقابلے میں فرنگی طب غیر صحیح، غیر فطری اور غیر سائنسی بلکہ عطایانہ علاج ہے۔ اس کے لیے دیکھیں ہماری کتاب ''فرنگی طب غیر علمی اور غلط ہے''۔ جس کے مبلغ دس ہزار روپے کا چیلنج اس شخص کے لیے جو اس کو صحیح ثابت کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی یہ چیلنج قبول نہیں کرے گا۔ اور نہ کسی کو اس کے قبول کرنے کی جرأت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام دُنیا پر ہمیں فوقیت عطا فرمائی ہے۔

احیائے فن اور تجدید طب

قانون فطرت ہے کہ جب دُنیا میں سچائی وصدق اور حقیقت پر خواہش وکذب اور نفس پرستی کے غبار وپردے اور خس وخاشاک پڑ جاتے ہیں، اور دُنیا کی اکثریت گمراہی اور اندھیرے میں سرگرداں وپریشاں اور صحیح راہ سے دور چلی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے اس سچائی وصدق اور حقیقت کو دُنیا میں روشن کر دیتے ہیں، تاکہ اہل نظر، صاحب علم اور ماہر فن ہدایت اور روشنی سے منور ہو کر اصل راہ اختیار کر لیں۔

بالکل اسی قانون کے تحت اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہی کام لیا ہے۔ اور یہ کام ہم سے ایک معالج کی حیثیت سے لیا ہے جس کا مقام ایک حکیم سے زیادہ نہیں ہے اور نعوذ باللہ اس میں کسی مسیح اور مہدی کا تصور تک نہیں اور نبوت تو بالکل ختم ہو چکی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قانون فطرت کو بالکل واضح کر دیا ہے جس پر زندگی اور کائنات رواں دواں ہے کیونکہ اس کے بعد کوئی بھی قانون فطرت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ختم نبوت لازم آتا ہے۔

ہماری خدمات صرف احیائے فن اور تجدید طب تک محدود ہیں۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ طب قدیم نہ صرف بالکل صحیح اور قانون فطرت کے مطابق علاج ہے بلکہ دُنیا کا کوئی بھی طریقہ علاج جو قانون فطرت کے مطابق نہیں ہے، وہ غلط ہے۔ اس مقصد کے لیے ہم عرصہ نو سالوں سے دُنیا کے سامنے اپنی تحقیقات پیش کر رہے ہیں۔

نظریہ مفرد اعضاء

کسی فن کو اس وقت تک زندہ نہیں کیا جا سکتا جب تک اس میں تجدید نہ کی جائے۔ تجدید کے معنی ہیں قدیم علم وفن کو نیا مقام (ری وائی وَل) دینا۔ پھر یاد رکھیں تجدید کے معنی کسی نئے علم وفن کا پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ قدیم علم وفن کی سچائی وصداقت اور حقیقت کو روشن اور نیا کرنا ہے۔ سو ہم نے بھی فن کو زندہ کرنے کے لیے طب میں تجدید کی ہے، کوئی نئی طب نہیں پیش کی جس کو طب جدید کہا جائے۔ تجدید طب اور طب جدید دو مختلف صورتیں ہیں۔ ہم احیائے فن اور تجدید طب کے داعی ہیں۔ طب جدید کو غلط سمجھتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ کسی فن کے احیاء اور تجدید کے لیے اس وقت تک کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی جب تک فطرت کا کوئی ایسا قانون وکلیہ

اور اصول و قاعدہ پیش نہ کر دیا جائے۔ جس کی بنیادوں پر اس میں احیاء اور تجدید کی جا سکے اور اس قانون وکلیہ اور اصول و قاعدہ کو فطرت کے مطابق ثابت کرنے کے لیے تجربہ و مشاہدہ پیش کیا جائے یا کسی علمی اور سائنسی قانون وکلیہ اور اصول و قاعدہ کو سامنے رکھ کر فطرت کے مطابق کر دیا جائے۔ بس یہی اس کی نظری (عملی) صورت ہوگی۔ ہم نے بھی اسی طرح کا ایک نظریہ پیش کیا ہے جس کا نام نظریہ مفرد اعضاء رکھا ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کی تشریح

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ جسم کی مشین چند اعضاء کے پرزوں سے مرکب ہے جو مفرد اعضاء سے مرکب ہیں۔ یہ مفرد اعضاء اخلاط سے بنتے ہیں اور اخلاط اس غذا سے پیدا ہوتے ہیں جو ہم روزانہ کھاتے ہیں۔ یہ روزانہ کھانے والی اغذیہ اپنے اندر چند مخصوص کیمیاوی کیفیات اور مزاج رکھتی ہیں۔

ماڈرن سائنس اور میڈیکل سائنس بھی یہ تسلیم کرتی ہے کہ جسم کی مشین جن اعضاء کے پرزوں سے مرکب ہے وہ تمام ٹشوز (انسجہ) سے مرکب ہیں اور ہر نسیج ہزاروں خلیات (حیوانی ذرّوں) سے مرکب ہے جن کو سیلز کہتے ہیں۔ ہر سیل (حیوانی ذرّہ) اپنے اندر ایک جدا زندگی رکھتا ہے، یعنی سانس و غذا لیتا ہے۔ اپنے فضلات خارج کرتا ہے۔ پھر اپنے جیسے خلیات (سیلز) پیدا کرتا ہے۔ انہی سے ٹشوز (انسجہ) مرکب ہیں۔ یہ انسجہ (ٹشوز) چار قسم کے ہوتے ہیں، ان میں سے تین اعضائے رئیسہ (دِل و دماغ و جگر) بنتے ہیں جن کو (۱) غضلی نسیج (۲) عصبی نسیج (۳) غدی نسیج کہتے ہیں اور (۴) الحاقی نسیج کی بنیادیں تیار ہوتی ہیں۔ یہ تمام انسجہ خون سے بنتے ہیں جو ایک کیمیاوی مرکب ہے اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ خون غذا سے بنتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ طب قدیم تسلیم کرتی ہے کہ جسم چار اخلاط سے مرکب ہے اور ماڈرن سائنس یہ تسلیم کرتی ہے کہ جسم چار ٹشوز قسم کے اعضاء سے مرکب ہے اور ہر ٹشو اپنا ایک مختلف مزاج اور کیفیت رکھتا ہے۔ یعنی ہر ایک کا مزاج ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے جیسے طب یونانی کے اخلاط ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لیکن اگر ان چاروں خلطوں اور چار انسجہ (ٹشوز) کو تطبیق دیا جائے تو وہ ایک ہی معلوم ہوتے ہیں۔

① خلط بلغم سے نسیج اعصابی بنتا ہے اور یہی اس کی غذا اور جزو بدن ہے۔
② خلط خون (سرخی) سے نسیج عضلاتی بنتا ہے اور یہی اس کی غذا اور جزو بدن ہے۔
③ خلط صفراء سے نسیج غدی بنتا ہے اور یہی اس کی غذا اور جزو بدن ہے۔
④ خلط سودا سے نسیج الحاقی بنتا ہے اور یہی اس کی غذا اور جزو بدن ہے۔ گویا اخلاط اور انسجہ لازم و ملزوم ہیں۔

یہ وہ حقائق ہیں جن سے کوئی سائنس انکار نہیں کر سکتی، جب ان حقائق پر مسلسل سالہا سال غور و فکر کیا گیا تو ان میں سے بے شمار حقائق کے چشمے ابلنے لگے ہیں جن سے بحرِ ذخار اور بے پائندہ کنار پیدا ہو گیا۔ یہی وہ مقام اور موڑ (ٹرن) تھا جس سے احیائے فن اور تجدید طب کی روئیں پیدا ہوئیں۔

نظریہ مفرد اعضاء کی عملی صورت

طب قدیم میں صحت کا قیام اعتدال اخلاط و امزاج اور کیفیات پر ہے۔ یہ اعتدال قائم نہیں رہتا تو مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر

مرض کا علاج یہ ہے کہ ان میں اعتدال قائم کر دیا جائے۔ مرض کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب اخلاط و مزاج اور کیفیات کا اعتدال بگڑتا ہے تو اس کا اوّلین اثر اعضاء پر پڑتا ہے۔ کیونکہ انہی سے پہلے اعضاء ہی بنتے ہیں جیسا کہ شیخ الرئیس بوعلی سینا نے لکھا ہے: **اجسام متولدہ من اول مزاج الاخلاط کما ان الاخلاط اجسام متولدۃ من اوّل مزاج الارکان......** اور یہی (اعضاء) اجسام ہیں جو اخلاط کی ابتدائی ترکیب سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اخلاط جیسے اجسام ارکان کی ابتدائی ترتیب سے پیدا ہوتے ہیں۔ شیخ الرئیس نے نہ صرف اعضاء کی پیدائش کی ابتدائی صورت بیان کر دی ہے بلکہ مثال بھی دے دی ہے کہ جیسے ارکان سے اخلاط پیدا ہوتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ اخلاط ہمیشہ ارکان سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں خوبی اور کمال یہ ہے کہ ارکان و اخلاط اور اعضاء کا ایک مسلسل تعلق پیدا کر دیا ہے۔ ان تینوں کو ایسا جوڑ دیا ہے کہ وہ تینوں نہ صرف ایک دوسرے کے بعد ہیں بلکہ ایک ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ البتہ ان میں ارتقائی صورت قائم ہے۔ یعنی اوّل ارکان پھر اخلاط اور آخر میں اعضاء ہیں۔ انہی اعضاء کے افعال کے بگڑنے کو امراض قرار دیا گیا ہے۔ چاہے ان کا بگڑنا سادہ (کیفیاتی) ہو یا مادی (اخلاطی) ہو۔ بس یہیں سے احیائے فن اور تجدید طب کا مقام پیدا کیا گیا ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کا نکتہ عروج

جب یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ اخلاط سے اعضاء بنتے ہیں، دوسرے اعضاء یقیناً اخلاط کی ارتقائی صورت ہیں۔ تیسرے اعضاء ہی کے بگاڑ کو مرض قرار دیا جاتا ہے۔ یعنی جب تک اعضاء کے افعال میں افراط و تفریط اور خرابی واقع نہ ہو اس وقت تک اس کو مریض نہیں کہہ سکتے۔ پھر اگر اخلاط کے بجائے اعضاء کو قیام صحت اور سبب مرض قرار دیا جائے تو ہم اخلاط کے چکر سے نکل کر اعضاء پر پہنچ جاتے ہیں۔ جس سے نہ صرف تشخیص میں آسانیاں اور علاج میں سہولتیں پیدا ہوتی ہیں بلکہ احیائے فن اور تجدید طب کی صورتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں اور ہم ماڈرن سائنس کے بالمقابل خم ٹھونک کر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اس سے ایک طرف طب قدیم کا کمال ظاہر ہو جاتا ہے اور دوسری طرف ماڈرن میڈیکل سائنس کی غلط صورتیں اور تحقیقات کو نمایاں کر کے دُنیائے طب میں اپنا نام و کام بلند کر سکتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ اخلاط پہلے ہوں یا اعضاء کو اوّل تسلیم کر لیا جائے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی چالیس سیر کا من تسلیم کر لیا جائے یا ایک من کے چالیس سیر مان لیے جائیں، بات تو ایک ہے، لیکن حساب میں سہولت من کو تسلیم کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ من میں چالیس سیر ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اس کا قابو رکھنا آسان ہے۔

ایک بات اور قابل غور ہے کہ جن اخلاط سے جو اعضاء بنتے ہیں، اگر انہیں اعضاء کے افعال میں تیزی پیدا کر دی جائے تو جسم میں وہی اخلاط کثرت سے بننے لگتے ہیں۔ مثلاً اگر جگر کے فعل میں تیزی پیدا کر دی جائے تو جسم میں صفراء کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ یہی صورت دیگر اعضاء کے افعال میں تیزی پیدا کرنے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا اعضاء کا تسلیم کرنا ایک ایسا نقطہ کمال ہے کہ ایک طرف ہم اپنی مرضی کے اخلاط و مزاج اور کیفیات پیدا کر سکتے ہیں اور دوسری طرف ان کے افعال کے اعتدال سے صحت کو قائم رکھ سکتے ہیں اور امراض دور کر سکتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مفرد اعضاء (ٹشوز) کو بنیادی صحت و مرض تسلیم کر کے سائنسی دُنیا سے اپنی برتری تسلیم کرا سکتے ہیں، کیونکہ وہ اخلاط سے تو انکار کر سکتے ہیں، مگر مفرد اعضاء (ٹشوز) کی ہستی سے ہرگز ہرگز انکار نہیں کر سکتے۔ جب کہ ہم نے مفرد اعضاء کے ساتھ اخلاط و مزاج اور کیفیات کو تطبیق دے دیا ہے اس طرح ماڈرن میڈیکل سائنس ان کی حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتی۔ بس یہ نظریہ مفرد اعضاء کی حقیقت ہے جس کے ذریعے احیائے فن اور تجدید طب کی صورتیں پیدا کی گئی ہیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین کرلیں کہ جو اشیاء ہم کھاتے ہیں وہ تین قسم کی ہوتی ہیں: (1) غذا (2) دوا (3) زہر۔
جب ان میں سے کوئی ایک بھی کھائی جاتی ہے تو ان کا پہلا اثر بالفعل ہوتا ہے۔ یعنی مشینی طور پر کسی عضو کے فعل میں افراط و تفریط یا تحلیل ہوتی ہے۔ اس کے بعد ان کے دوسرے اثرات بالقوئ ہوتے ہیں۔ یعنی کیمیاوی طور پر خون اور جسم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لیے بھی ہم کو اخلاط کے بجائے اعضاء کو مقدم رکھنا بے حد ضروری ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کا اہم مقصد

ماڈرن سائنس اور میڈیکل سائنس جو آج کل تمام دُنیا میں رائج ہیں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ طب نہ صرف قدیم ہے بلکہ موجودہ دور میں زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتی اور اس قابل نہیں ہے کہ اس کو قائم رکھا جائے، انہی اثرات کے تحت نظریہ مفرد اعضاء کو پیش کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ طب قدیم اور آیورویدک نہ صرف صحیح طریقہ ہائے علاج ہیں بلکہ قانون فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اس طرح اس سے نہ صرف احیائے فن اور تجدید کی صورت پیدا کی گئی ہے بلکہ ثابت کیا گیا ہے کہ ماڈرن میڈیکل سائنس بالکل غیر علمی اور غلط ہے۔ جس کے ساتھ تمام دُنیا کو چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ ثابت کرے کہ ماڈرن میڈیکل سائنس علمی اور صحیح ہے۔ اس چیلنج کے ساتھ مبلغ دس ہزار روپے کی پیشکش کی ہے۔ جو بھی اس کو صحیح اور سائنٹفک ثابت کرے ہم اس کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ روپیہ بینک میں جمع کرا دیا گیا ہے۔ کتاب کو شائع کئے ایک سال گزر گیا ہے۔ مگر کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی کو مقابلے کی ہمت نہ ہوگی۔ کیونکہ نظریہ مفرد اعضاء بالکل قانون فطرت کے مطابق ہے اور اسی نظریہ پر ہم نے تمام طب کی تدوین کی ہے۔ اس وقت تک ہم اس نظریہ کے تحت تیرہ کتب پیش کر چکے ہیں اور یہ چودھویں پیش کر رہے ہیں۔ جس میں اسی نظریہ مفرد اعضاء کے تحت تحقیقات المجربات پیش کر رہے ہیں۔

تحقیقات المجربات ایسی کتاب ہے جو طبی دُنیا میں آج تک پیش نہیں کی گئی۔ جس کے تحت ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ (1) حقیقت مجربات (2) ترتیب مجربات اور (3) معیار مجربات کیا ہیں۔ ان سے ہم نہ صرف ان مجربات کو پرکھ سکتے ہیں، جو ہزاروں سالوں سے ہمارے گرد پھیلے ہوئے ہیں، بلکہ آئندہ بھی ضرورت کے مطابق صحیح معیاری مجربات ترتیب دے سکتے ہیں۔
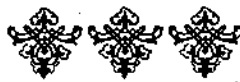
تحقیقات المجربات

علاج میں مجربات کی ضرورت

شیخ الرئیس بوعلی سینا لکھتے ہیں، یاد رہے کہ تجربہ شدہ دواء یعنی دوائے مجرب غیر تجربہ شدہ اور غیر آزمودہ دوا سے بہتر ہے اور کسی ایک غرض کے لیے کم از کم ادویہ کا نسخہ کثیری الادویہ سے بہتر ہے۔[قانون]

شیخ الرئیس نے یہاں علاج کے لیے دوا کے استعمال میں دو قانون بیان کئے ہیں، اوّل دوائے مجرب، دوسرے کم از کم ادویہ کا نسخہ۔ اوّل قانون میں لازم قرار دے دیا ہے کہ علاج میں صرف دوائے مجرب ہی کا استعمال ہونا چاہئے، کیونکہ دوائے مجرب کے بغیر ہم کو یقین ہی نہیں ہوسکتا کہ کسی مرض میں فلاں دوا مفید ہے یا غیر مفید یا نقصان رساں ہے۔ گویا علاج میں دوا کی اوّلین شرط یہ ہے کہ مجرب ہو ورنہ وہ علاج یقینی اور بے خطا نہیں ہوگا بلکہ عطایانہ اور غیر علمی ہوگا۔ اس علاج بالمجربات کو ہی سائنٹفک علاج کہا جاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ مجربات کا صحیح استعمال بھی صرف قابل معالج ہی کر سکتا ہے۔

دوسرے قانون میں تاکید کی گئی ہے کہ نسخہ کم از کم ادویہ کا ہونا چاہیے۔ اس قانون سے ان کی مراد یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے اور ضرورت کے کسی دوا کو نسخہ میں شریک نہیں کر لینا چاہئے۔ کیونکہ ایک دوا دوسری دوا سے ملتی ہے تو ان کے افعال واثرات بدلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک ماہر معالج اور اہل فن بھی مشکل سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ مرکب کے افعال واثرات اور مزاج کیا پیدا ہو گئے ہیں۔ کیونکہ نسخہ نویسی بھی ایک فن ہے اور ہر کسی کا کام نہیں ہے۔

دوائے مجرب

سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوائے مجرب کیا ہے؟ اس کا سیدھا سادھا سا جواب یہ ہے کہ جس دوا و غذا یا شے کے استعمال سے کوئی مرض یا علامت رفع ہو جائے اور بار بار کا تجربہ اور مشاہدہ یہ ثابت کر دے کہ اس دواء سے فلاں مرض یا علامت رفع ہو جاتی ہے۔ لیکن اس میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس دوا و غذا اور شے نے واقعی مرض و علامت کو ختم کر دیا ہے۔ یا وقتی طور پر اس میں سکون پیدا کر دیا ہے۔ جیسے منشیات اور مخدرات کے استعمال سے اکثر ہوتا ہے یا اس مرض و علامت کو دبا دیا جاتا ہے جیسے مقئی، مسہلات مدرات اور پسینہ آور ادویات سے اکثر دیکھا جاتا ہے۔ اگر دوا و غذا اور شے کے اثرات صرف اسی حد تک ہیں تو ہم اس کو مجرب دوا نہیں کہہ سکتے۔ یہ تو صرف ایک وقتی سکون یا مرض و علامت کا دبا دینا ہے۔ جیسا کہ فرنگی طب اور علاج مثل میں علامات کو روکا اور رفع کیا جاتا ہے۔ مثلاً فرنگی طب میں اگر کسی مریض کو درد سر بلکہ اکثر قسم کے دردوں میں اسپرین یا اس کے مختلف مرکبات یا مخدرات و منشیات یا ان کے مرکبات جیسے مارفیا وغیرہ کو مجربات کے نام پر استعمال کئے جاتے ہیں یا جسم میں کسی جگہ پر جراثیم کا علم ہو ان کو بعض ان کی قاتل جراثیم ادویات سے فنا کر دینا وغیرہ مرض و علامات کو فوری طور پر ختم کر سکتے ہیں۔ مثلاً نزلہ، زکام اور ٹی بی و بخار وغیرہ کے لیے قاتل جراثیم (اینٹی سپٹک) ادویات اور انجکشنوں سے ان کے جراثیم کو فنا کر دیتے ہیں

اور ظاہری طور پر مرض و علامات رفع بھی ہو جاتے ہیں۔لیکن کیا یہ ان کا حقیقی علاج ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ بار بار ایسا علاج کرنے سے بھی اس مرض کا علاج نہیں ہوتا۔اور چند گھنٹوں یا چند دِنوں کے بعد نہ صرف وہی مرض حاضر ہو جاتا ہے بلکہ اپنی مکمل علامات اور جراثیم کے ساتھ مریض پر قبضہ کر لیتا ہے۔تو کیا اس دوا کو مجرب دوا کا نام دے سکتے ہیں؟؟؟

یہی صورت علاج بالمثل (ہومیوپیتھی) کی بھی ہے کہ جب کسی علامت کی بالمثل دوا استعمال کر دی جاتی ہے اور اس کا انتخاب بالکل صحیح بھی ہو اور وہ علامات رفع بھی ہو جائیں تو کیا وہ علامات بالکل رفع ہو گئی ہے اور پھر کبھی پیدا نہیں ہوئی؟ نہیں! ایسا ہرگز نہیں! بلکہ بار بار کے مہینوں استعمال کے بعد بھی علامات پھر پیدا ہو جاتی ہیں۔اور حاد علامات تو کچھ عرصہ کے لیے رفع بھی ہو جاتی ہیں، لیکن مزمن علامات تو رفع بھی نہیں ہوتیں اور مہینوں علاج کے بعد بھی اپنی جگہ پر قائم رہتی ہیں۔ان حقائق سے ثابت ہوا کہ علامات کا رفع کرنا کوئی علاج نہیں ہے اور جو دوا و غذا اور شے ان کو رفع کریں یا ظاہری طور پر روک دیں یا ان میں کمی پیدا کر دیں ہم ان کو دوائے مجرب کا نام نہیں دے سکتے، آج کل معالج اور عوام اسی چکر میں گرفتار ہیں کہ علامات کو فوراً روک دیا جائے اور اسی کا نام علاج رکھتے ہیں۔یہ بہت بڑی گمراہی ہے اور افسوس ہے کہ حکومت اور حکام بھی اس میں مبتلا ہیں اور اسی کو صحیح علاج خیال کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں ٹی-بی، شوگر اور ہارٹ فیل ہونا وغیرہ کے امراض اور علامات کثرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔کیونکہ معمولی معمولی امراض و علامات کے وقتی اور ظاہری علاج سے سکون پیدا کر کے مزمن اور پیچیدہ امراض پیدا کر دیتے ہیں۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اوّل عوام اور معالج سہولت پسند ہو گئے ہیں۔دوسرے مرض کی ماہیت کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ صحیح مرض کا تصور ہی ان کے ذہن میں نہیں ہوتا۔اس طرح فن علاج تجارت (بزنس) بن کر رہ گیا ہے۔

دوائے مجرب اور مرض

دوائے مجرب صرف وہی ہو سکتی ہے جو مرض و اسباب کے ساتھ ان کی علامات کو بھی دور کر دے۔مرض ہمیشہ اس حالت کا نام ہے جب جسم کے کسی بنیادی (مفرد) عضو کے فعل میں خرابی پیدا ہو جائے۔یعنی اس کے فعل میں تین حالتوں میں سے کوئی ایک حالت پائی جائے۔اوّل عضو کے فعل میں تیزی پیدا ہو جائے جس کو افراطِ فعل کہتے ہیں۔دوسرے عضو کے فعل میں سستی پیدا ہو جائے جس کو تفریطِ فعل کہتے ہیں۔تیسرے عضو کے جسم میں ضعف واقع ہو جائے اس کو تحلیل عضو کہتے ہیں۔چوتھی کوئی صورت نہیں ہے۔

اسباب ہمیشہ اس حالت کا نام ہے جب خون میں کیمیاوی طور پر کوئی تغیر پیدا ہو جائے، اس کی بھی تین صورتیں ہیں، یعنی اسباب تین اقسام کے ہیں:

(۱) **اسباب بادیہ**: ایسے اسباب جن کا تعلق کیفیاتی اور نفسیاتی اثرات سے ہوتا ہے۔یعنی ظاہری طور پر جو جسم پر اثر کریں۔کیفیات میں گرمی و سردی اور تری و خشکی داخل ہیں۔نفسیاتی اثرات میں مسرت و غم، غصہ و ندامت اور لذت و خوف شریک ہیں۔

(۲) **اسباب سابق**: ایسے اسباب جن کا تعلق ماکولات و مشروبات (جو اشیاء کھائی پی جا سکتی ہیں) سابق سے مراد وہ اشیاء ہیں جو جسم میں کیمیاوی طور پر پہلے سے اثر کر چکی ہیں۔

(۳) **اسباب فاعلہ**: ایسے اسباب جن کے اثر کے بعد جسم میں مرض کی صورت نمودار ہو۔یعنی جسم کے کسی عضو میں خرابی پیدا ہو جائے۔پھر یاد رکھیں مرض ہمیشہ عضو کی خرابی کو کہا جائے گا۔

جہاں تک اسباب فاعلہ کا تعلق ہے، یہ کوئی الگ سبب نہیں ہے، بلکہ اسباب بادیہ اور اسباب سابقہ میں سے جو بھی اس وقت کسی عضو کے فعل میں خرابی پیدا کر دے وہی سبب فاعلہ بن جاتا ہے۔ جیسے کیفیاتی ونفسیاتی طور پر یا مادی طور پر کسی عضو میں سادہ یا مادے کے ساتھ اس کے جسم میں تغیر پیدا ہو جائے۔ بہرحال ہم مرض اسی حالت کو ہی کہیں گے جب کہ کسی فعل میں خرابی (افراط و تفریط اور تحلیل) واقع ہو جائے۔

علامات وہ نشان و دلائل اور صورتیں ہیں جو ہم کو اس عضو کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں جیسے کسی مقام پر درد یا سوزش اور بخار و ضعف وغیرہ محسوس ہوں۔ یاد رکھیں کہ مرض و اسباب کے رفع ہو جانے پر علامات تو ضرور دور ہو جاتی ہیں۔ لیکن کسی علامت کے رفع کر دینے سے اس کا مرض اور سبب دور نہیں ہوتے۔ اس لیے دوائے مجرب وہی ہو سکتی ہے جو مرض و اسباب کے ساتھ علامات کو بھی رفع کر دے۔

دوائے مجرب کی تجویز

علاج میں دوائے مجرب کو تجویز کرنے کے لیے ہمیں اوّل تمام علامات کو اکٹھا کرنا پڑتا ہے۔ پھر یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ یہ تمام علامات کسی عضو کی خرابی سے پیدا ہو رہی ہیں اور اس کی خرابی کے لیے کون سا سبب کام کرتا ہے۔ بس ادویہ مفرد و مرکبہ میں سے جو بھی ان کے مطابق ہوں گی بس وہی دوا مجرب کہی جا سکتی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ درد سر میں فوری طور پر اس کو رفع کرنے کے لیے کوئی دوا دے دی جائے یا سوزش سینہ کو دور کرنے کے لیے کوئی دوا یا غذا دے دی جائے۔ پہلی صورت کے علاج کو ہم اصولی (سائنٹفک) اور دوسری صورت کو ہم غیر اصولی (ان سائنٹفک) کہتے ہیں۔ ہمارا جہاد چونکہ غیر اصولی علاج (ان سائنٹفک) کے خلاف ہے۔ اس لیے ہمارے سامنے فرنگی طب اور ہومیوپیتھی کے علاماتی علاج ہیں۔ جب تک ان دونوں علاجوں کی باقاعدہ اصلاح اور درستی نہ کی جائے۔ یہ دونوں طریقہ ہائے علاج نقصان رساں ہیں۔ ان سے دور رہنا بہتر ہے۔

آن کے مقابلے میں آیورویدک اور طب یونانی میں پرکرتی و دوش اور کیفیات و اخلاط کو مدنظر رکھ کر اعضاء کے افعال کی خرابیوں کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر اعضاء کی انہی خرابیوں کو انہی کے مطابق ادویہ و اغذیہ اور اشیاء استعمال کر کے علاج کیا جاتا ہے جن سے نہ صرف اعضاء کے افعال درست ہو جاتے ہیں بلکہ اسباب اور علامات بھی رفع ہو جاتی ہیں بس ایسے ہی طریقہ ہائے علاج اصولی (سائنٹفک) کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

امراض اور مفرد اعضاء

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ مرض صرف عضو کے فعل میں خرابی اور بگاڑ کا نام ہے۔ نہ کسی علامت کا نام مرض ہو سکتا ہے جیسے ہومیوپیتھی تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی کسی سبب کو مرض کہا جا سکتا ہے چاہے وہ جراثیم ہی کیوں نہ ہوں۔ جیسے کہ فرنگی طب تسلیم کرتی ہے۔ اگر صرف علامات یا سبب کو مرض تسلیم کر لیا جائے تو یقینی طور پر کسی مرض کا صحیح علاج نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ اس لیے شیخ الرئیس بوعلی سینا نے مرض کی یہ تعریف کی ہے ''مرض بدن کی اس حالت کا نام ہے جب اعضائے بدن اور مجاری (راستے) اپنے افعال صحیح طور پر انجام نہ دیں''۔ یہ جسم کا کوئی ایک عضو یا تمام اعضاء کے افعال بگڑ جائیں یا ان میں خرابی واقع ہو جائے۔ طب قدیم میں صرف کیفیات اور اخلاط کی کمی بیشی کا نام نہیں بلکہ جب تک کیفیات اور اخلاط کی خرابی اور کمی بیشی سے اعضاء کے افعال نہ بگڑیں اس وقت تک اس حالت کو مرض نہیں کہتے۔ اسی لیے امراض کی تقسیم بالا عضاء ہے جیسے سر و چہرے کے امراض، سینہ و پیٹ کے امراض اور دماغ و دل اور جگر کے امراض وغیرہ۔ البتہ ان تمام امراض میں کیفیات و اخلاط کی کمی بیشی کو ضرور دیکھا جاتا ہے۔

یاد رکھیں کہ طب قدیم میں امراض کی تقسیم بالکیفیات اور بالاخلاط نہیں ہے یعنی گرمی کے امراض و سردی کے امراض، تری کے امراض، خشکی کے امراض اور اسی طرح خون کے امراض، صفراء کے امراض، بلغم کے امراض، سودا کے امراض، وغیرہ وغیرہ۔
اگر تقسیم امراض کیفیات اور اخلاط کے تحت ہوتی تو امراض صرف آٹھ ہوتے یا ان کے درجات شدت کی صورت میں جو چار درجے تقسیم کئے گئے ہیں کل امراض صرف بتیس ہو سکتے ہیں۔ جسم میں اس قدر امراض جو بالاعضاء پائے جاتے ہیں سب ختم ہو جاتے۔ مگر ایسا نہیں ہے صحیح تقسیم امراض صرف بالاعضاء ہی ہو سکتی ہے۔
ان حقائق سے ثابت ہوا کہ امراض کی پیدائش صرف اعضاء کا بگڑنا ہے۔ کیونکہ (۱) جسم انسان اعضاء سے مرکب ہے۔ (۲) اعضاء اخلاط سے بنتے ہیں۔ (۳) اعضاء اخلاط کی ارتقائی صورت ہیں۔ (۴) اخلاط غذا سے بنتے ہیں۔ اس لیے اعضاء کے افعال کے بگاڑ اور خرابی کو بھی مرض کہا جا سکتا ہے اور یہ طب قدیم تسلیم کرتی ہے۔

کیفیات و اخلاط اور اعضاء

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کیفیات اپنے مادہ کے ساتھ اخلاط کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور اخلاط پختہ ہو کر اعضاء کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ گویا اعضاء دراصل خام حالت میں اخلاط ہیں اور اخلاط کی خام صورت کیفیات اور مادہ ہیں۔ مقصد یہ ہوا کہ اعضاء و اخلاط اور مادہ و کیفیات لازم و ملزوم ہیں۔ دوسرے معنوں میں یوں سمجھ لیں کہ اعضاء اپنی پختہ شکل میں اخلاط اور کیفیات کا مجموعہ ہیں۔ اور یہ سلسلہ جسم میں غذا کھانے کے بعد مسلسل قائم ہے۔ اور ہر وقت اعضائے جسم کے اخلاط اور کیفیات سے متعلق و متاثر اور ترتیب و تکمیل پا رہے ہیں۔ یہ تجربہ و مشاہدہ ہے کہ اخلاط میں جو خلط و کیفیت زیادہ ہوگی۔ اسی عضو میں تیزی پیدا ہو جائے گی۔ اس کے برعکس جس عضو میں تیزی ہوگی اسی کے متعلق خلط جسم میں زیادہ ہوگی۔ ان حقائق سے ثابت ہو گیا کہ واقعی اعضاء اور اخلاط و کیفیات لازم و ملزوم ہیں اور ہم اگر اخلاط کی پیدائش میں اضافہ کر دیں تو اعضاء میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اعضاء کے افعال میں تیزی پیدا کر دیں تو اخلاط میں زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی ان کا لازم و ملزوم ہونا ہی تجدید طب کی بنیاد ہے۔

اخلاط اور مفرد اعضاء

اخلاط سے جو اعضاء پہلے بنتے ہیں وہ مفرد ہوتے ہیں اور پھر مرکب صورت اختیار کرتے ہیں۔ مفرد اعضاء میں ہڈی، رباط، اوتار، گوشت اور پٹھے شمار ہوتے ہیں۔ اور ماڈرن میڈیکل سائنس نے مفرد اعضاء کو تسلیم کیا ہے۔ ان کو وہ ٹشوز کا نام دیتے ہیں اور یہ ٹشوز جن کو ہم انسجہ کا نام دیتے ہیں خلیات (سیلز) سے مرکب ہیں۔ ماڈرن میڈیکل سائنس نے یہ ٹشوز (انسجہ) چار اقسام کے بیان کئے ہیں: (۱) کنکٹو ٹشو (نسیج الحاقی) جن سے ہڈیاں و رباط اور اوتار جسم کا بنیادی ڈھانچہ بنتا ہے۔ (۲) مسکولر ٹشو (نسیج عضلی) جن سے جسم کا گوشت بنتا ہے۔ (۳) نروٹشو (نسیج عصبی) جس سے جسم کے اعصاب بنتے ہیں۔ (۴) اپی تھیلیل ٹشو (نسیج غدی) جس سے جسم کے غدد و غشائے مخاطی بنتے ہیں۔
اگر طب قدیم اور ماڈرن سائنس کے مفرد اعضاء کو دیکھا جائے تو ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف اعضاء و اخلاط کی ایک درمیانی کڑی انسجہ (ٹشوز) کو بیان کیا گیا ہے۔ کڑی بھی احسن طریق پر بیان کر دی جاتی۔ طب قدیم کا کمال ہے کہ ہزاروں سال قبل وہ سب کچھ بیان کر دیا ہے جو سائنس بیان کر رہی ہے اور سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس نے ثابت کیا ہے کہ مختلف اخلاط سے اعضاء بنتے ہیں۔

کیفیات اور مفرد اعضاء

کیفیات جو اخلاط کی طرح صرف چار ہیں اور ہماری زبان میں گرم و سرد اور تر و خشک کے نام سے مشہور ہیں، کبھی مفرد صورت میں نہیں پائے جاتے، ہمیشہ مرکب صورتوں میں کارفرما ہیں۔ یعنی گرم تر و گرم خشک اور سرد تر و سرد خشک۔ ان کی ان مرکب صورتوں ہی میں اخلاط کی صورتیں بنتی ہیں اور یہی ان کے مزاج کہلاتے ہیں۔ یعنی خون میں گرم تر کیفیات پائی جاتی ہیں۔ یہی اس کا مزاج ہے۔ اسی طرح بلغم کا مزاج سرد تر، صفراء کا مزاج گرم خشک اور سودا کا مزاج سرد خشک تسلیم کیا گیا ہے۔

جب ہم یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ اخلاط اور مفرد اعضاء ایک مادہ کی دو صورتیں ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ اعضاء میں اخلاط کے مقابلے میں پختگی اور جماؤ پایا جاتا ہے۔ اس لیے جہاں تک کیفیات کا تعلق ہے وہ دونوں میں ایک ہی پائے جاتے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

① الحاقی نسیج (کنکٹو ٹشو) ان سے ہڈی، رباط او تار و جسم کا ڈھانچہ بنتا ہے۔ یہ خلط سودا کی پیداوار ہیں۔ اس کی کیفیت و مزاج سرد خشک ہے۔

② عضلی نسیج (مسکولر ٹشو) ان سے گوشت بنتا ہے۔ یہ خلط خون کی پیداوار ہے، اس کی کیفیات و مزاج گرم تر ہے۔

③ غدی نسیج (اپی تھیلیل ٹشو) ان سے جسم کے غدد اور غشائے مخاطی بنتے ہیں۔ یہ خلط صفراء کی پیداوار ہیں۔ اس کی کیفیات و مزاج گرم خشک ہے۔

④ عصبی نسیج (نروٹشو) ان سے تمام جسم کے اعصاب بنتے ہیں۔ یہ خلط بلغم کی پیداوار ہے۔ اس کی کیفیات و مزاج سرد تر ہے۔ اس تطبیق سے مفرد اعضاء کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہو گیا کہ کیفیات جس طرح اخلاط میں اثر کرتے ہیں، بالکل اسی طرح مفرد اعضاء میں بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ گویا ہر مفرد عضو میں بھی دو دو کیفیات ہی پائی جاتی ہیں اور ہر وقت دو ہی کام کرتی ہیں۔

ایک راز کی بات

ہر خلط اور ہر مفرد عضو میں دو کیفیات پائی جاتی ہیں، اور اثر انداز ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک کیفیت کسی دوسری خلط اور کسی دوسرے عضو میں بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً گرم کیفیت ایک طرف خون اور قلب میں پائی جاتی ہے تو دوسری طرف صفراء اور جگر میں پائی جاتی ہے۔ اسی طرح سرد کیفیت ایک طرف بلغم اور دماغ میں پائی جاتی ہے تو دوسری طرف سودا اور طحال میں پائی جاتی ہے۔ یہ صورتیں تر اور خشک کیفیات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان میں راز کی بات یہ کہ جب ہم کسی ایک خلط یا عضو کو تحریک دیتے ہیں تو اس کی یہ دونوں کیفیات دوسری خلط یا عضو میں بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس طرح ان کا آپس میں تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور نتیجہ کے طور پر وہ خلط اسی طرف منتقل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ مثلاً بلغم اور اعصاب میں تری پائی جاتی ہے۔ اسی طرح خون اور قلب میں بھی تری پائی جاتی ہے۔ جب جسم میں تری بڑھتی ہے تو بلغم اعصاب اور خون و قلب دونوں طرف تری بڑھتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر تری بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور وہ خون اور قلب کی گرمی کو بھی کم کر دیتی ہے۔ کیونکہ ہمیشہ تری ہی سے گرمی کم ہوتی ہے۔ اسی طرح جب جسم میں گرمی بڑھتی ہے تو ایک طرف خون و قلب میں گرمی بڑھتی ہے تو دوسری طرف صفراء اور جگر میں گرمی بڑھتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر گرمی زیادہ ہو جاتی ہے جو صفراء کی خشکی کو کم کر دیتی ہے، کیونکہ گرمی ہی خشکی کو توڑتی ہے۔ اسی طرح جب جسم میں خشکی پیدا ہوتی ہے تو ایک طرف صفراء و جگر میں خشکی بڑھتی ہے تو دوسری طرف سودا و طحال میں خشکی

بڑھ جاتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر خشکی زیادہ بڑھ جاتی ہے، جب بلغم و اعصاب میں سردی بڑھ جاتی ہے تو دوسری طرف سودا و طحال میں سردی بڑھ جاتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر سردی زیادہ ہو جاتی ہے جو بلغم کی تری کو خشک کر دیتی ہے۔ گویا اس طرح کیفیات کا ایک چکر اخلاط اور اعضاء میں چلتا رہتا ہے۔ دوائے مجرب وہی ہو سکتی ہے جو کیفیات کے اثرات کے تحت استعمال کی جائے۔ جن کا صحیح اور سیدھا اثر اخلاط اور اعضاء پر پڑتا ہے۔ بس دوائے مجرب کا یہی ایک راز ہے۔

مفرد اعضاء اور دورانِ خون

مفرد اعضاء دو قسم کے ہیں۔ ایک بنیادی جن میں نسیج الحاقی (کنکٹوٹشو) جن میں ہڈی وکری اور رباط او تار شامل ہیں۔ یہ سب جسم کا ڈھانچہ بناتے ہیں۔ دوسرے حیاتی اعضاء جن میں تین قسم کے انسجہ شامل ہیں: ① **عضلی نسیج** (مسکولر ٹشو) ② غدی نسیج (اپی تھیلیل ٹشو) ③ عصبی نسیج (نروٹشو)۔ ان سے تمام جسم کا گوشت (جن کا مرکز دِل) غدی و غشائے مخاطی (جن کا مرکز جگر) اور اعصاب (جن کا مرکز دماغ) ہیں۔ یہی دِل، جگر اور دماغ ہی وہ اعضاء ہیں جن کو ہم اعضائے رئیسہ کہتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ زندگی تو نسیج الحاقی میں بھی پائی جاتی ہے، کیونکہ یہ بھی خلیات (حیوانی ذرات) سے بنتے ہیں جو زندہ اور حیات ہوتے ہیں۔ مگر اوّل تو ادنیٰ قسم کے خلیات اور انسجہ کہلاتے ہیں۔ جیسے طب یونانی میں سودا کا مقام ہے، دوسرے ان سے جو اعضاء بنتے ہیں ان میں حرکت حیات نہیں ہے اور نہ ہی اعضائے رئیسہ میں ان کا دخل ہے۔ اور ان کا تعلق زیادہ تر جسم کے بنیادی اعضاء تک ہے۔ اس لیے اس کا نام بنیادی اعضاء رکھا گیا ہے اور باقی تینوں مفرد اعضاء کو حیاتی اعضاء کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان ہی کی مدد سے غذا خون بنتی ہے اور جسم میں گردش کر کے جسم کا جزو بنتی رہتی ہے۔

خون معدہ میں تیار ہو یا جگر میں، وہ اوّل قلب میں جاتا ہے، پھر وہاں سے پھیپھڑوں کے ذریعے صاف ہو کر اپنے اندر نسیم (آکسیجن) لیتے ہوئے شریانوں کے راستے جسم کی غذا کے لیے روانہ ہوتا ہے۔ پھر شریانوں کے سروں پر جو غدود لگے ہوتے ہیں ان سے جسم پر خون کی رطوبات لطیفہ چھڑک دیتا ہے جو عضلات اور اعصاب کی غذا بنتی ہیں۔ پھر جو غذا افاضل بچ جاتی ہے وہ غدد جاذبہ جو طحال کے تحت کام کرتے ہیں کے ذریعے پھر قلب میں صاف ہونے کے لیے چلی جاتی ہے۔ یہی سلسلہ زندگی بھر قائم رہتا ہے۔ اس دوران خون میں جس مقام اور عضو میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اسی جگہ پر مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ بس اس رکاوٹ اور مرض کو دور کرنا ہی علاج ہے۔

علاج میں مفرد اعضاء کی ترتیب

دورانِ خون سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص سمت کو جاتا ہے اور ایک خاص سمت سے آتا ہے۔ یعنی دِل (عضلات) سے جگر (غدد) کی طرف۔ پھر جگر (غدد) سے دماغ (اعصاب) کی طرف آتا ہے اور پھر دماغ (اعصاب) سے دِل (عضلات) کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس لیے علاج میں دوران خون کا چکر اسی طرح قائم رہنا چاہیے۔ کیونکہ دورانِ خون کا صحیح حالت میں رہنا ہی صحت کا معیار ہے۔ اس دوران خون کو الٹا نہیں چلا سکتے۔ اس میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ دورانِ خون جن راستوں پر چلتا ہے وہاں پر اپنا صاف خون جو اس نے نسیم (آکسیجن) کی مدد سے حاصل کیا ہے چھوڑتا جاتا ہے، اور راستہ میں دیگر اعضاء کی رطوبات اور فضلات بھی اپنے ہمراہ لے کر دیگر اعضاء تک پہنچاتا ہے اس لیے علاج میں دوران خون کے چکر کو بہر حال قائم اور جاری رکھنا انتہائی لازم ہے۔ اس لیے دوائے مجرب وہ ہو سکتی ہے جو اس دوران خون کے مطابق ترتیب دی جائے۔ مثلاً جب دِل خون کو دھکیلتا ہے تو اس وقت اس میں ریاح صالح (روح طبی) کی زیادتی ہوتی ہے۔ جب جگر (غدد) میں پہنچتا ہے وہاں پر حرارت کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ جب دماغ (اعصاب) پر گرتا ہے، وہاں پر رطوبات بڑھ جاتی ہیں۔ پھر جب غدد جاذبہ (طحال) کے ذریعے واپس دِل میں جاتا ہے تو پھر اس میں ریاح (ترشی) بڑھ چکی ہوتی ہے۔

یہی دوائے مجرب کا راز ہے۔ جو لوگ اس دوران خون کے قانون کے خلاف علاج کریں گے تو وہ علاج کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ایسی دوا مجرب ہوسکتی ہے۔

ترتیب مفرد اعضاء

چونکہ قدرت نے زندگی و طاقت اور صحت کا دارومدار دوران خون پر رکھا ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت کے لیے خاص نظام اور ترتیب قائم کی گئی ہے۔ دِل خون کا مرکز ہے اور عضلات کا بنا ہوا ہے سینہ میں بائیں طرف پسلی کے اندر محفوظ ہے اور عضلات ہی کی مدد سے خون کو تمام جسم میں دھکیلتا ہے۔ دِل کے اوپر ایک پردہ ہوتا ہے جو نسیج غدی ومخاطی (اپی تھیلیل ٹشوز) کا بنا ہوا ہے، اس طرح دِل کا تعلق جگر اور دماغ کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ یعنی جگر سے اس کو غذا رطوبت کی صورت میں ملتی ہے اور اعصاب کے ذریعے دماغ کے احساسات اور احکام ملتے رہتے ہیں۔ جگر اور دماغ کو چھوڑ کر تمام جسم میں عضلات وغدد اور اعصاب کی یہی صورت ہے۔ یعنی اندر کی طرف عضلات، ان کے اوپر غدد یا غشائے مخاطی اور سب سے اوپر اعصاب۔ چونکہ اعصاب احساس کا ذریعہ ہیں، اس لیے وہ باہر کی طرف رکھے گئے ہیں۔ اس طرح اعصاب کے احساس کے تحت تمام جسم کو غدد سے غذا ملتی ہے۔ دورانِ خون کے چکر کے ساتھ ساتھ ان عضلات وغدد اور اعصاب کے افعال اور اعمال جاری رہتے ہیں۔ جن اعضاء کے افعال میں نقص واقع ہوجاتا ہے اسی مقام پر خون کے دوران میں نقص واقع ہوجاتا ہے، بس اسی جگہ مرض پیدا ہوجاتا ہے جس کا علاج اس عضو کو درست کرنا ہے تاکہ خون کا دوران باقاعدہ ہوجائے۔ یاد رکھیں کہ وہی دوائے مجرب ہوسکتی ہے جو اس عضو کے فعل کو درست کر کے خون کے دوران کو اپنے راستہ پر ہی جاری کردے۔ گویا دوا کی ترتیب میں عضو کی درستی کے ساتھ خون کا دوران بھی صحیح رہنا چاہیے۔ یہی دوائے مجرب کا راز ہے۔

مفرد اعضاء کے افعال

انسجہ الحاقی چونکہ بنیادی اعضاء بناتے ہیں، اس لیے ان اعضاء کے افعال حیاتی اعضاء کے تحت ہیں جو تین ہیں: (۱) اعصاب، جن کا مرکز دماغ ہے اور اعصابی انسجہ سے بنتے ہیں۔ جسم میں ہر قسم کے احساسات جو حواس خمسہ ظاہری وحواس خمسہ باطنی کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں وہ انہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہی احساسات قلب (عضلات) جگر (غدد) کے ذریعے تمام جسم میں افعال واعمال کے احکام صادر کرتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ اعصاب بذاتِ خود حرکت نہیں کرتے، وہ صرف اپنے احساسات کے ذریعے حرکت کا حکم دیتے ہیں۔ جن اعصاب کو حرکتی اعصاب کہا گیا ہے، اس کا مطلب فقط یہ ہے کہ حرکت کے لیے اپنی تحریکات دوسرے اعضاء تک پہنچاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اعصاب احساس اور تحریک سے زیادہ کوئی کام نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ دماغ میں بھی ان کا اس سے زیادہ کام نہیں ہے۔ عضلات جن کا مرکز قلب ہے اور عضلاتی انسجہ سے بنا ہوا ہے جسم میں ہر قسم کی حرکات جو اعصاب کی طرف سے حاصل ہوتی ہیں، عمل کرتا ہے۔ مثلاً دیکھنا، سننا، چکھنا، سونگھنا اور محسوس کرنا وغیرہ کو سمجھ کر ان پر عمل کرنا۔ اسی طرح حواس خمسہ باطنی کے احساسات کو سمجھنا۔ یہاں تک کہ الہام وکشف اور وحی کے احکامات کو بھی قلب ہی سمجھتا ہے۔ دماغ کو صرف احساس ہوتا ہے اور شرح صدر صرف قلب کو ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ کسی علم وحکم اور تذکرہ بات کے یاد کرنے کا کام بھی قلب کے ذریعے ہوتا ہے۔ یاد رکھیں کہ جسم میں جس قدر حرکات عمل میں آتی ہیں، چاہے وہ چلنا پھرنا اور جسم و ہاتھوں کو حرکت دینا ہو یا کھانا وپینا اور بولنا وغیرہ ہوں ان سب کا تعلق جسم کے عضلات کے ساتھ ہے۔

(۳) غدد جن کا مرکز جگر ہے غدی مخاطی انسجہ سے بنتے ہیں جسم میں ہر قسم کی غذا غدد اور غشائے مخاطی کے ذریعے ملتی ہے۔ جسم کے ہر عضو کو جس قسم کی غذا درکار ہوتی ہے، اس جگہ کے غدد اپنی بناوٹ سے اس قسم کی غذا کو تیار اور پختہ کر کے اس عضو کو دیتے ہیں۔ مثلاً جگر میں صفراء تیار ہوتا ہے، گردے پیشاب بناتے ہیں، عورت کے سینے میں دودھ بنتا ہے اور مرد کے خصیوں میں منی تیار ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہر غدد اپنی خاص قسم کی رطوبات (سکریشن) تیار کرتا ہے۔ جن مقاموں میں غدد نہیں ہیں، وہاں غشائے مخاطی ہوتی ہیں اور وہ وہاں پر ضرورت کے مطابق رطوبات کا ترشح کرتے ہیں۔ گویا جسم میں کسی مقام پر جس قدر رطوبات ہوتی ہیں وہ غدد اور غشائے مخاطی کے تحت پیدا ہوتی ہیں۔ گویا منہ کے لعاب اور ناک کے نزلہ زکام سے لے کر پیشاب و پاخانہ اور پسینہ تک جہاں پر بھی رطوبت نظر آتی ہے وہ سب غدد اور غشائے مخاطی کی پیدا کردہ ہیں۔

اب مختصر طور سے اس طرح سمجھ لیں کہ ہر قسم کے احساسات اعصاب کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی حرکات عضلات کے ذریعے عمل میں آتی ہیں اور ہر قسم کی رطوبت کا اخراج غدد اور غشائے مخاطی سے ہوتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ مفرد اعضاء کے افعال صحت کی حالت میں اعتدال پر رہتے ہیں اور جب ان کے افعال میں کمی بیشی اور خرابی واقع ہوتی ہے تو اس کو مرض کا نام دیتے ہیں۔ مثلاً اعصاب کے افعال میں جب کچھ زیادتی ہوتی ہے تو جسم میں لذت کا احساس ہوتا ہے۔ جب کچھ زیادہ تیزی پیدا ہوتی ہے تو خارش کی صورت بن جاتی ہے اور جب بہت زیادہ تیزی ہو جاتی ہے تو درد ہونے لگتا ہے۔ ساتھ بلغم کی زیادتی ہوتی ہے۔ یہ سب اعصاب میں تیزی کی علامات ہیں۔ جب اعصاب کے فعل میں کمی واقع ہوتی ہے تو جسم کے احساسات میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ کمی حواس خمسہ ظاہری میں ہو یا حواس خمسہ باطنی میں ہو ہر جگہ محسوس اور ادراک ہوتی ہے۔ کمی احساسات کے بعد سنسناہٹ اور سن ہو جانے کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ساتھ بلغم کی کمی ہوتی ہے۔ اعصاب کے فعل میں کمی کی علامات ہیں۔ اسی طرح جب عضلات کے افعال میں زیادتی ہوتی ہے تو ان کی حرکات میں تیزی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ہاتھ پاؤں کی حرکات میں تیزی ہو جائے۔ زیادہ بولنا، باتیں کرنا۔ دِل اور دورانِ خون میں تیزی پیدا ہو جائے۔ جسم میں ریاح کا زیادہ بڑھ جانا۔ یہاں تک کہ بخار ہو جائے۔ ہر قسم کی گھبراہٹ عضلات کی تیزی سے ہوتی ہے، جب عضلات کے فعل میں کمی ہوتی ہے تو ہر قسم کی حرکات میں کمی یا سستی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ عضلات میں کمی بیشی کی علامات ہیں جب غدد اور غشائے مخاطی کے افعال میں تیزی ہو جاتی ہے تو جسم میں جلن و چبھن اور سوزش بڑھ جاتی ہے۔ خصوصاً گلے و سینہ اور پیشاب و پاخانہ میں نمایاں ہوتی ہے۔ صفراء کی جسم میں بہت زیادتی ہو جاتی ہے۔ جب غدد اور غشائے مخاطی کے فعل میں کمی ہوتی ہے تو جسم میں سردی اور ٹھنڈک کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ یہ غدد کی کمی بیشی کی علامات ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ دماغ اور اعصاب میں تیزی سے تمام جسم میں رطوبات و بلغم کا غلبہ ہوتا ہے اور احساسات میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ قلب اور عضلات میں تیزی سے تمام جسم میں ریاح کا غلبہ ہوتا ہے اور حرکات میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب جگر اور غدد میں تیزی ہو جاتی ہے تو تمام جسم میں صفراء کا غلبہ ہوتا ہے، جس سے جلن اور سوزش میں شدت ہو جاتی ہے اور جب ان کے افعال میں کمی پیدا ہوتی ہے تو علامات تیزی کے برعکس ظاہر ہوتی ہیں۔

مفرد اعضاء کے افعال میں اعتدال

مفرد اعضاء کے افعال میں جب کمی بیشی اور خرابی پیدا ہوتی ہے تو اس کا نام مرض ہے اور جب ان کے افعال میں اعتدال پیدا کیا جائے تو اس کا نام علاج ہے۔ جاننا چاہئے کہ صحت فطرت ہے اور مرض فطرت نہیں ہے۔ یعنی جب اعضاء کے فطری افعال اور دورانِ خون میں غیر فطری رکاوٹ یا مرض پیدا ہوتا ہے، تو اس کا علاج خود فطرت ہی کرتی ہے۔ یعنی کسی ایک مفرد عضو کی کمی بیشی اور خرابی اور دورانِ خون

کی رکاوٹ سے مرض پیدا ہو جاتا ہے تو فطرت کے قانون کے مطابق وہ دوران خون کے مطابق اس عضو کے بعد جو عضو ہے اس کے فعل کو تیز کر دیتی ہے جس سے جسم میں وہ خلا پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے یا وہ صورت پیدا ہو جاتی ہے جس سے پہلے عضو کا فعل اعتدال پر آ جاتا ہے۔ مثلاً عضلات کے فعل میں تیزی ہوتی ہے تو جسم کے حرکات اور ریاح بڑھ جاتے ہیں تو حرکات کی تیزی اور ریاح کی کثرت سے خون میں تیزابیت بڑھ جاتی ہے۔ یہی تیزابیت جگر اور غدد کے افعال کو تیز کرنا شروع کر دیتی ہے۔ رفتہ رفتہ صفراء پیدا ہونا اور بڑھنا شروع ہو جاتا ہے جس کی زیادتی سے فطری طور پر حرکات عضلات اور ریاح کی زیادتی کو کم کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ریاح کے اخراج کے ساتھ قبض کشائی بھی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہی فطری علاج ہے۔ اس فطری طریق علاج میں قانون فطرت کے مطابق ایک مدت درکار ہوتی ہے۔ اگر معالج غذا کو روک کر اس کا بوجھ اعضاء پر سے کم کر دے اور ضرورت کے مطابق غذا دے یا اس کے فعل میں تیزی پیدا کر دے یا آئندہ عضو کے فعل کو جاری کر دے جو ادویات سے ہو سکتا ہے تو اس کا صحیح اور جلد آرام کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً جسم میں اگر کوئی پھوڑا نمودار ہو تو قانون فطرت کے مطابق وہ رفتہ رفتہ چند دِنوں میں پختہ ہو کر خود بخود پھٹ جائے گا۔ لیکن مریض کو چند روز مسلسل دُکھ اٹھانا پڑے گا۔ لیکن سمجھ دار معالج اس پھوڑے پر پلٹس باندھ کر صرف ایک روز یا چند گھنٹوں میں پکا کر پھاڑ دیتا ہے اور جلد ہی پھوڑے کی تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔ بس غذا اور دوا کا یہی صحیح طریق کار ہے۔ ایسی غذا اور دوا مجرب ہو سکتی ہے۔ اسی طرح جب جسم میں جگر اور غدد کے افعال میں تیزی ہو کر صفراء کے امراض پیدا ہوں گے تو ان کا علاج اعصاب کے فعل کو تیز کر دینا ہے۔ کیونکہ دورانِ خون اسی طرف چلتا ہے۔ اس سے جسم میں بلغم اور رطوبات بڑھ جائیں گی جو صفراوی امراض کو دور کریں گی۔ بس یہی صفراوی امراض کا صحیح اور فطری طریق علاج ہے۔ بالکل اسی طرح جب جسم میں اعصاب کی تیزی سے بلغم اور رطوبات کے امراض بڑھ جاتے ہیں تو فطرت رفتہ رفتہ عضلات کے فعل کو تیز کر دیتی ہے جس سے آہستہ آہستہ بلغم اور رطوبات خشک ہو جاتی ہیں۔ یہی فطرت کا طریق علاج اور یہی قانون علاج ہے۔

دوائے مجرب کا عمل

کوئی دوا اس وقت ہی مجرب ہو سکتی ہے جب وہ انہی مفرد اعضاء کے افعال کو تیز کرے جن کے اخلاط کی خون میں ضرورت ہے تاکہ خون کا دوران جاری رہے۔ خون کے دوران میں اسی وقت رکاوٹ پیدا ہوتی ہے جب خون میں اخلاط کی کمی بیشی یا خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی مفرد عضو اپنے فعل میں سست اور خراب ہو۔ جب اس مفرد عضو کے فعل کو تیز کر دیا جائے گا تو وہ خلط پیدا ہو کر خون میں شامل ہو جائے گی۔ اور دورانِ خون جاری ہو جائے گا۔ بس جب بھی دوائے مجرب اپنا عمل کرے گی تو بالکل اسی قانون فطرت کے مطابق اور ضرورت کے مطابق مفرد عضو کو تیز کر کے ضرورت کے مطابق خلط کو پیدا کر کے خون میں شامل کر دے گی تو خون اپنے راستہ پر دوران شروع کر دے گا۔

یاد رکھیں! علاج میں خون کے دوران کا اپنے رستہ پر جاری رہنا نہایت اہم ہے۔ اس لیے مفرد اعضاء کے افعال اور اخلاط کا اعتدال نہایت اہم اور لازمی ہے جو دوا انہیں قوانین کے مطابق ہو بس وہی مجرب کہلانے کی مستحق ہے۔ بس یہی دوائے مجرب کی حقیقت ہے جو صرف مفرد اعضاء کے افعال کے علم اور معرفت سے معلوم اور حاصل ہو سکتی ہے۔

ترتیب نسخہ

شیخ الرئیس بو علی سینا نے دوائے مجرب کے استعمال کی تاکید کے بعد دوسری بات میں یہ تاکید کی ہے کہ ”کسی ایک غرض کے لیے کم

ادویہ کا نسخہ کثیر ادویہ کے نسخہ سے بہتر ہے''۔ بلکہ ایک دوسری جگہ امراض مرکبہ کے متعلق بھی یہی تاکید کی ہے اور لکھتے ہیں کہ ''ہر مرض کے علاج میں خصوصاً امراض مرکبہ کے علاج میں ہمیں ہمیشہ اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی کہ مرض کا علاج دوا مفرد سے کریں۔ اگر اس میں ہمیں کامیابی ہو جائے تو ہرگز دوائے مفرد پر دوائے مرکب کو ترجیح نہ دیں''۔ ان تاکیدوں سے صاف ظاہر ہے کہ امراض کے علاج میں کامیابی کا راز مفرد ادویہ یا کم سے کم ادویہ کا نسخہ ہونا چاہیے۔

علاج بالمفرد ادویہ میں کامیابی کا راز

مفرد ادویہ سے علاج میں یقینی کامیابی کے راز میں ذیل کی صورتیں داخل ہیں:

اوّل- مفرد ادویہ کے افعال و اثرات اور فوائد و خواص ہزاروں برسوں سے مجرب و محقق چلے آتے ہیں۔ اطباء نے دورانِ تعلیم اپنے استادوں کے تجربات و مشاہدات کے تحت ان پر دسترس حاصل کر لی ہوتی ہے۔ وہ ان کو بے دھڑک ان کے صحیح مقام و مرض میں استعمال کر سکتے ہیں۔

دوم- ایک ہی قسم کے افعال و اثرات اور فوائد و خواص ایک ہی طاقت میں دو ادویہ ہرگز ہرگز نہیں پائی جاتیں اور نہ ہی فطرۃً ہو سکتی ہیں۔ البتہ کمی بیشی کے ساتھ ان کی ملتی جلتی اجناس میں ضرور پائی جاتی ہیں، جو ضرورت کے وقت ایک دوسری جگہ استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اگر ان کو ملا لیا جائے تو وہ طاقت میں ضرور بڑھ جائیں گی، مگر وہ ایک ہی دوا کہلائیں گی۔ مثلاً چرپرے ذائقہ میں سرخ مرچ کے ساتھ سیاہ مرچ یا ادرک یا پیاز شامل کر لیں یا دارچینی میں لونگ یا رائی کا اضافہ کر لیں تو ان کی طاقت میں اضافہ ہو جائے گا۔ مگر اصولاً ایک ہی ذائقہ اور ایک ہی خلط اور ایک ہی مفرد عضو کے فعل میں اضافہ ہوگا۔ اور دورانِ خون میں ایک صورت قائم رہے گی۔ لیکن اگر مرچ میں نمک شامل کر لیں تو نمکین ذائقہ ایک دوسرا ذائقہ ہے اس سے مرچ کے افعال و اثرات اور خواص و فوائد میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ اور یہی تبدیلی خلط اور مفرد عضو کے فعل میں بھی ظاہر ہوگی اور ساتھ ہی دورانِ خون کی صورت بھی بدل جائے گی۔ اس طرح ایسا نسخہ مرکب صورت اختیار کر لے گا۔

سوم- جب دو یا دو سے زیادہ ادویہ ملائی جاتی ہیں تب معالج پر لازم آتا ہے کہ وہ ان مرکبات کے افعال و اثرات اور خواص و فوائد سے نہ صرف پورے طور پر آگاہ ہو بلکہ مریض کو دینے سے پہلے ان کے متعلق تجربات و مشاہدات کر چکا ہو۔ ورنہ یقینی بات یہ ہے کہ مریض کو آرام کے بجائے نقصان ممکن ہے۔ اس لیے ہم نے اپنی کتاب ''تحقیقات فارماکوپیا'' میں جو نسخہ جات لکھے ہیں ان میں طاقت کے مطابق ایک ایک دوا کا اضافہ کیا ہے، تاکہ نسخہ نویسی میں یہ ترتیب یا اسی قسم کی ترتیب قائم رہے اور مریض یقینی، بے خطا شفاء اور صحت حاصل کر لے۔ یہی قانونِ فطرت ہے۔

چہارم- جب دو یا دو سے زائد ادویہ ملائی جائیں تو ان کا جو مرکب بنے گا وہ ان تین صورتوں سے خالی نہ ہوگا (۱) مفید مرکب (۲) غیر مفید مرکب (۳) خلط مرکب۔ مفید مرکب کی صورت تو یہ ہوگی کہ ایک ہی ذائقہ، ایک ہی خلط اور ایک ہی عضو کی تحریک کی صورتیں پیدا ہوں گی۔ غیر مفید مرکب کی یہ صورت ہوگی کہ اس میں ایک ذائقہ، ایک خلط اور ایک عضو کی تحریک کے ساتھ دوسرے ذائقہ، دوسرے خلط اور دوسرے عضو کی تحریک کے اثرات ان میں شریک ہو جائیں گے۔ مثلاً چرپری ادویات جیسے سرخ مرچ، جو ذائقہ، خلط اور تحریک عضو میں پیدا کرے گی، جب اس میں نمک ملا دیا جائے گا اس طرح اس مرکب میں ایک طرف سرخ مرچ کے اثرات میں تبدیلی آ جائے گی اور

دوسری طرح کے افعال تغیر پیدا ہو جائیں گے۔ ظاہر میں یہ ایک عام مرکب ہے، ہم سالن ترکاری میں روزانہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اس مرکب کے راز کو صرف ماہر نسخہ نویس ہی سمجھ سکتا ہے۔ بہر حال یہ مرکب بھی مفید ہو سکتا ہے کیونکہ دونوں ادویہ کا تعلق قریب کا ہے۔ یعنی سرخ مرچ غدی عضلاتی ہے اور نمک غدی اعصابی ہے۔ دونوں مولد صفراء ہیں۔ سرخ مرچ صفراء پیدا کر کے اس کا اخراج بند کر دیتی ہے لیکن نمک صفراء پیدا کرنے کے بعد اس کا اخراج بھی کرتا ہے۔ اس مرکب میں ادویہ کے اثرات افعال میں فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے، مگر مرکب میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی کیونکہ کبھی ایسے مرکب سے مفید کام لیا جا سکتا ہے۔

خلط مرکب کی صورت یہ ہوگی کہ چرپرے ذائقہ میں شیریں یا کھاری ذائقہ ملا دیا جائے۔ شیریں ذائقہ اعصابی غدی گرم تر اور مؤلد خون ہے۔ کھاری ذائقہ اعصابی عضلاتی ہے، سرد تر ہے اور مؤلد بلغم ہے۔ اس مرکب میں ہر ذائقہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ مختلف مفرد اعضاء میں تحریک پیدا کرتے ہیں اور مختلف اخلاط پیدا کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دوا دوسری دوا کے اثر کو باطل کر دے گی۔ اور مرکب غیر مفید اور غلط ہو جائے گا۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہاضم چورن بناتے ہیں جن میں چرپری ادویہ مثلاً سیاہ مرچ اور ادرک کے ساتھ نمک اور چینی بھی ملا دیتے ہیں جو اصولاً غلط ہے۔ کیونکہ چرپری ادویہ میں ترشی ہوتی ہے اور نمک ترشی و کھار کا مرکب ہے اور چینی کھار ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ترشی اور کھار دونوں ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور ان کے اثرات اور افعال کو توڑنے والے ہیں۔ پس ایسے مرکب غلط ہوتے ہیں۔ البتہ ماہر علم الادویہ ایسے مرکبات سے بھی بعض کام لے لیتے ہیں۔ لیکن نسخہ نویسی اور ترتیب مجربات میں ان مرکبات کو غلط ہی کہا جائے گا۔ ان سے اجتناب ہی لازم ہے۔

پنجم- نسخہ کی جان کوئی ایک مفرد دوا ہوتی ہے، باقی ادویہ اس کی معاون اور مددگار ہوتی ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ مفرد ادویہ صحیح مجربات ہیں اور یہ ہی علاج کا حقیقی راز ہیں۔

ترکیب نسخہ

ترتیب نسخہ فن علاج کا کمال ہے۔ کوئی بھی معالج ترتیب نسخہ میں اس وقت تک دسترس حاصل نہیں کر سکتا جب تک علم و فن طب میں تکمیل نہ کر چکا ہو۔ ترتیب نسخہ کے لیے صرف اسی قدر کافی نہیں ہے کہ کسی مرض یا علامت کے لیے چند یا بہت سی ادویات کو جمع کر لیا جائے اور اس کو نسخہ سمجھ لیا جائے۔ اور وہ اس حقیقت سے واقف نہیں ہوتے کہ ہر دو یا چند مطابق ادویہ یا مخالف ادویہ سے ان کا کون سا نیا مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ یا وہ کسی عضو کے لیے مفید ہونے کے بجائے مضر ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کے متعلق سنا ہے کہ وہ فخریہ بیان کرتے ہیں وہ صد دوا چورن اور نصف صد دوا چورن وغیرہ تیار کرتے ہیں اور ان سے ہر مرض کا کامیابی سے علاج کرتے ہیں۔ گویا انہوں نے امرت دھارا یا آبِ حیات تیار کر رکھے ہوئے ہیں۔

یاد رکھیں کہ امرت دھارا اور آبِ حیات بھی سوائے ایک آدھ مرض سے زیادہ کے لیے مفید نہیں ہیں۔ کیا بیک وقت ایک دوا چاروں اخلاط یا چاروں کیفیات یا چاروں مزاج یا ہر عضو کے لیے محرک و مسکن اور مقوی و محلل ہو سکتی ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں، وہ ظالم ہیں، انسانی جانوں سے کھیلتے ہیں۔ ہم ان کو معالج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ عطائی ہیں۔ کیونکہ ان کو نہ علم الادویہ پر عبور ہے اور نہ ہی فن علاج کی تعلیم ہے۔

تکمیل علم وفن طب

ترکیب نسخہ میں اوّل شرط علم وفن طب میں تکمیل ہے جس میں کم ازکم چار علوم کا جاننا ضروری ہے:

(۱) قوانین طب (۲) تشریح الابدان ومنافع الاعضاء (۳) علم الادویہ اور (۴) علم العلاج۔

جب ان علوم میں تکمیل ہو جاتی ہے تو خود بخود ترتیب نسخہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ تجربات اور مشاہدات سے فن ترتیب نسخہ میں دسترس پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم بھی انہیں لوگوں سے مخاطب ہیں جو تکمیل فن کر چکے ہیں اور وہی اس فن کے اہل ہیں۔

جاننا چاہیے کہ مندرجہ بالا چاروں علوم کی فن طب میں انتہائی اہمیت ہے، ان کی تکمیل سے ترتیب نسخہ میں ملکہ پیدا ہو جاتا ہے:

① قوانین طب میں کلیات خصوصاً امور طبیہ خاص طور پر ذہن میں ہونے چاہئیں۔

② تشریح الابدان میں عضو کی ماہیت مقام اور حدود اربعہ اور دیگر عضو سے تعلق کا پورا علم ہونا چاہیے۔ منافع الاعضاء میں اعضاء کے افعال کا مکمل طریق کار، اس کے افعال میں کمی بیشی اور خرابی کی صورتیں اور علامات کو پورے طور پر ذہن نشین رکھنا۔ خاص طور پر ان کے افعال سے اخلاط اور کیفیات کی پیدائش پر جو اثر پڑتا ہے اس کو خوب سمجھنا چاہیے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان اعضاء کے افعال کے باہمی تعلق کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ مثلاً قلب کے فعل میں تیزی ہے۔ گویا دورانِ خون کی اس طرف تیزی ہے۔ اس وقت چونکہ جگر اور دماغ کی طرف دورانِ خون کی تیزی نہیں ہے تو اس وقت ان کے افعال کی کیا صورتیں ہیں۔ منافع الاعضاء کی یہ وہ صورتیں ہیں جن سے فرنگی طب اور ماڈرن سائنس بھی تا حال ناواقف ہے۔ اگر کوئی فرنگی ڈاکٹر جانتا ہے تو ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہمارے حقائق کو اپنی کسی کتاب میں پیش کریں۔ انہی حقائق کو نہ جاننے سے ان کا فن غیر سائنسی ہے۔

③ علم الادویہ کی اہمیت ترکیب نسخہ سب سے زیادہ واضح ہے کہ نسخہ کا اصل تعلق علم الادویہ سے ہی ہے اور فطری طور پر علم وفن طب کی ابتداء عمل خواص اور فوائد اشیاء سے ہوئی تھی۔ باقی علوم اس کی روشنی میں تحقیق اور تدقیق ہوتے چلے گئے۔ علم الادویہ میں اوّل تمام مفرد اغذیہ وادویہ کی حقیقت، افعال واثرات، خواص وفوائد، مزاج واخلاط، مصلح وبدل اور خاص طور پر اعضاء کے افعال میں کمی و بیشی اور خرابی کے اثرات کا ذہن نشین کرنا بے حد ضروری ہے۔ اسی طرح مرکب افعال واثرات کا جاننا لازم ہے۔ کسی نئی دوا کو نسخہ میں بغیر تجربہ اور مشاہدہ کے شامل نہ کریں، جس کسی دوا یا غذا پر شبہ پیدا ہو جائے تو اس کو نسخہ میں ہرگز شامل نہ کریں۔ ورنہ ایک صحیح و مفید اور یقینی و بے خطا نسخہ بگڑ جائے گا اور اس سے غیر معمولی نقصان ہونے کا خطرہ ہے۔ یاد رکھیں علم وفن طب ظنی نہیں ہے بلکہ یقینی اور سائنسی ہے۔ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔

④ علم العلاج کو مکمل طریق سے جاننے کے بعد ہی ادویہ واغذیہ اور اشیاء کا صحیح استعمال ہو سکتا ہے۔ اگر علم العلاج سے مکمل واقفیت نہ ہو تو ترکیب نسخہ قطعاً صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس لیے علم العلاج میں حقیقت وماہیت مرض، نام وتعریف مرض، اسباب وعلامات اور خاص طور پر اعضاء کے افعال میں مرض کی ابتداء سے انتہاء تک کی صورتیں اور حالات کا ذہن نشین کرنا بے حد ضروری ہے۔ تاکہ زمانہ مرض سے فوراً علاج پر قابو پایا جا سکے۔ مرض کا درجہ جاننا بھی بے حد ضروری ہے۔ کم ازکم اس قدر علم وفن طب کو سمجھ لینے کے بعد ہی ایک معالج صحیح ومفید اور یقینی وبے خطا نسخہ لکھ سکتا ہے۔

اصول ترکیب نسخہ

علاج الامراض میں نسخہ نویسی انتہائی اہمیت رکھتی ہے، گویا علاج کی جان ہے۔ اس لیے ترکیب نسخہ کے وقت ذہن کو پورے طور

پر حاضر رکھنا چاہیے تا کہ مریض کا مکمل طور پر معائنہ کر سکے اور صحیح تشخیص کے بعد یقینی اور بے خطا تحریر کیا جا سکے۔ یاد رکھیں کہ نسخہ نویسی نصف شفا ہے۔

تشخیص کے لیے مریض جب مطب میں آئے تو اس کو چند منٹ آرام کرنے دیں، تا کہ اس کے دوران خون کی تیزی کم ہو جائے اور اس کو کچھ سکون معلوم ہو۔ پھر اس کا معائنہ شروع کر دیں۔ اوّل اس کی نبض دیکھیں اور اگر مریض اپنا قارورہ لایا ہو تو وہ بھی دیکھ لیں اور جو مریض خود مطب میں نہ آیا ہو تو اس مریض کا قارورہ دیکھے بغیر نسخہ نہ لکھیں۔ نبض اور قارورہ دیکھ کر یہ معلوم کریں کہ کون سا مفرد عضو مشینی طور پر متاثر ہے اور کس خلط میں کیمیاوی طور پر خرابی ہے۔ پھر دونوں کو آپس میں تطبیق دیں۔ یعنی اس مفرد عضو کی خرابی سے خون میں جس خلط کا اضافہ ہونا چاہیے کیا وہ پائی جاتی ہے۔ جب اس کا یقین ہو جائے تو پھر علامات جسم کی طرف رجوع کریں۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(اوّل) ہر مفرد عضو کی تیزی اور خلط کی زیادتی کی علامات اور مقام ذہن میں ہونے چاہئیں۔ ان کو دیکھ کر آپس میں ملا لیں۔ ان علامات اور مقام کے ذہن میں محفوظ رہنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ نبض اور قارورہ دیکھنے کے بعد جب مریض کو کسی عضو کی خرابی اور خلط کی زیادتی کے ساتھ ان کی دیگر علامات بتائی جاتی ہیں تو مریض اور ان کے لواحقین معالج کی حذاقت پر عش عش کر اٹھتے ہیں۔ ایسا معالج مریض اور ان کے لواحقین کو نہ بولنے دیتا ہے اور نہ مرض بیان کرنے دیتا ہے۔ بلکہ اس کی قابلیت کا ان پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ ساتھ ہی نفسیاتی طور پر مریض اپنے آپ کو تندرست خیال کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور یہ افضل صورت ہے۔

(دوسرے) مریض کے جسم کی علامات کا معائنہ کریں یعنی چہرہ و زبان اور دیگر اعضاء کی علامات کا معائنہ کر کے ان کو مفرد عضو کی تیزی اور خلط کی خرابی سے تطبیق دیں۔ جب تینوں ایک ہی صورت میں نظر آئیں تو پھر مریض کو اس کی بیماری سمجھا کر ترکیب نسخہ میں مشغول ہو جائیں۔ اس دوران میں اگر مریض کچھ بیان کرنے کی کوشش کرے تو سنتے رہیں تا کہ اس کے جذبات کی تسکین ہو جائے اور بعض وقت اس کے لطیف جذبات کا علم ہو جاتا ہے جس سے علاج میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ایک مریض کے غدد (جگر) میں تیزی ہے اس کے جسم میں خلط صفراء کی زیادتی ہے اور غدی تحریک اور صفراء کی علامات سر سے لے کر پاؤں تک نمایاں ہیں۔ ان کے علاوہ جذباتی طور پر ایسے مریض کی طبیعت میں غصہ کے جذبات بہت زیادہ ہوتے ہیں اور وہ جلد جلد مشتعل ہو جاتا ہے۔ رنگ کی طرح جذبات بھی تشخیص میں شامل ہیں۔

تجویز دواء اور غذا

قانون فطرت کی اس حقیقت کو ذہن نشین رکھیں۔ تشخیص مرض کے بعد ذہن میں اوّل کسی ایک دوا یا غذا کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی اس قبیل کی ادویات ذہن میں آنا شروع ہوتی ہیں۔ پھر ان کے مرکبات کی صورتیں ابھرتی ہیں۔ جس قدر علم اور فن میں وسعت ہوتی ہے اسی قدر یہ خزانہ ذہن کے سامنے اُبھرتا چلا جاتا ہے۔ گویا کوئی چشمہ ہے جو جوش مارتا چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد ذہن ان کے طریق استعمال پر غور کرتا ہے۔ بس یہیں پر ترکیب نسخہ کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ صورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں: (۱) معاون ادویہ (۲) مصلح ادویہ (۳) محافظ ادویہ۔ تفصیلات درج ذیل ہیں۔

(۱) معاون ادویہ

ترکیب نسخہ میں جب کوئی دوا سامنے آتی ہے تو فوراً ذہن مرض کی طاقت کے مطابق اندازہ لگاتا ہے کہ کیا یہ دوا اس مرض کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ اگر ذہن یہ سمجھ لے کہ وہ دوا طاقت میں کم ہے تو ذہن فوراً اس قبیلہ کی دیگر ادویات کو ذہن کے سامنے پیش کر

دیتا ہے لیکن ان تمام ادویات سے فرداً فرداً مقصد حاصل نہ ہوتا ہوتو ذہن فوراً کسی ایک سے زیادہ مفید دوا کو سامنے رکھ کر ایک یا ایک سے زائد ایسی دوائیں ملالی جاتی ہیں۔ لیکن یہ ادویات اکثر اسی قبیلہ کی ہوتی ہیں۔ بہت کم دوسرے قبیلہ کی ہوتی ہیں، لیکن اس میں بھی مزاج کی ایک کیفیت ضرور شامل ہوتی ہے۔ مثلاً جسم میں صفراء کی کمی ہے، اس مقصد کے لیے جگر (غدد) کے فعل کو تیز کیا جاتا ہے۔ اس غرض کی گرم خشک ادویہ استعمال کی جاتی ہیں جن کا ذائقہ عام طور پر چرپرہ ہوتا ہے۔ جیسے زنجبیل اور اجوائن دیسی وغیرہ۔ لیکن زنجبیل صفراء کی پیدائش کے ساتھ ساتھ صفراء کا اخراج بھی کرتی ہے۔ ہمیں ایسی دواء چاہیے کہ وہ صفراء کی پیدائش کے بعد اس کو جسم میں محفوظ بھی رکھے جیسے اجوائن، لیکن اگر ساتھ ہی ملین یا مسہل کام بھی لینا ہوتو پھر اجوائن کافی نہیں ہے۔ ان اغراض کے لیے اس قبیلہ کی دیگر ادویات کو شامل کرتے ہیں۔ جیسے انزروت، گندھک اور جمال گوٹہ وغیرہ۔ ان میں سے جو بھی زیادہ مناسب خیال کریں گے اس کی مقدار خوراک کے مطابق اجوائن میں شامل کرلیں گے۔ یہ تینوں ادویات اپنے اثرات میں ایک دوسرے سے تیز ہیں۔ لیکن اگر ہم اس میں اور شدت پیدا کر کے اس کو زود اثر بنانا چاہیں تو ہم اس میں مقدار خوراک کے مطابق پارہ شامل کرلیں گے۔ اس طرح یہ دوا اکسیر صفت بن جائے گی۔ لیکن اس کا استعمال بھی انتہائی شدید مرض میں ہونا چاہیے۔ پھر یاد رکھیں یہ تمام ادویات ایک ہی قبیلہ کی ہونی چاہئیں جو ایک ہی مفرد عضو میں تحریک دے کر ایک خاص خلط پیدا کرسکیں۔ ورنہ ایسی دوا مفید ہونے کے بجائے اثرات میں کمزور یا بے اثر ہو جائے گی۔ مثلاً ان میں سے کسی دوا کے ساتھ مولد بلغم دوا جو اعصاب کو تحریک دیتی ہیں، جیسے شورہ قلمی، سہاگہ وغیرہ۔ یہ سب قاطع صفراء ہیں۔ البتہ اگر ان ادویہ کو کم کرنا ہو یا کسی دیگر قسم کے اثرات پیدا کرنے ہوں تو استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

ایک قبیلہ کی ادویات ایک مزاج، ایک خلط پیدا کرنے والی ہوتی ہیں۔ لیکن اگر ایک مزاج میں ادویات کی کمی ہوتو اس نسخہ میں جو دوا شریک کریں۔ اس کی کوئی ایک کیفیت ضرور مثلی ہو۔ مثلاً گرم خشک دوا میں جو دوا دیگر قبیلہ کی شامل کرنا چاہیے تو گرم تر (خون غدی اعصابی) ہونی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ خشک سرد انتہائی مجبوری کی حالت میں شامل کی جاسکتی ہے۔ اس طرح اوّل دوا کی کسی کیفیت کو شدید کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر مختلف امزجہ اور کیفیات کی ادویات شامل کرلی گئیں تو ترکیب ادویہ قائم نہیں رہے گی جو اصول فن اور قانون فطرت کے خلاف ہے۔

بالکل اسی طرح جب غدی اعصابی تحریک میں صفرا کی پیدائش کے ساتھ صفراء کی اخراج کی صورت بھی ہوتی ہے تو زنجبیل اور فلفل سیاہ وغیرہ جیسی ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ بھی کم وبیش چرپری ہوتی ہیں۔ لیکن یہ حابس نہیں ہوتیں، یہ ایک لطیف فرق ہے جس کو مدنظر رکھنے سے بہت مشکل اور پیچیدہ امراض دور ہو جاتے ہیں۔ اس قبیل کی دیگر ادویہ فلفل دراز، زیرہ، سناءمکی، ریوند عصارہ اور نمک خوردنی وغیرہ وغیرہ ہیں۔

اس لطیف فرق کو اس طرح سمجھیں کہ غدی عضلاتی تحریک میں یرقان ہو جاتا ہے اور غدی اعصابی تحریک میں یرقان دور ہو جاتا ہے۔ دوسرے اوّل صورت میں جسم سے خون آ سکتا ہے اور دوسری صورت میں بند ہوسکتا ہے۔ جو معالج مرکبات میں جوارش اور لبوب کا فرق سمجھ سکتے ہیں، وہ غدی عضلاتی اور غدی اعصابی میں فرق کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اس فرق کو سمجھنے کے لیے آیورویدک کے دو نسخے پیش کرتا ہوں: (۱) پارہ اور گندھک ہم وزن اس قدر کھرل کریں کہ انتہائی سیاہ ہو جائے۔ اس کو ویدک میں رس (اکسیر) کہتے ہیں۔ یہ کجلی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نسخہ غدی عضلاتی ہے۔ (۲) زنجبیل، فلفل سیاہ، فلفل دراز، ہم وزن ادویہ کو باریک کر کے سفوف کرلیں اس کو ویدک میں ترکٹہ کہتے ہیں۔ دونوں نسخے اپنی اپنی جگہ کامیاب یقینی اور بے خطا ہیں۔

صحیح استعمال کرنے والا ہی ان سے فوائد حاصل کرسکتا ہے۔

اسی طرح اعصابی غدی اور اعصابی عضلاتی تحریکوں کا فرق ہے۔ دونوں میں رطوبات پیدا ہوتی ہیں۔ ایک صورت میں رطوبت گرم ہوتی ہے، اس کو ہم خون کا نام دیتے ہیں۔ کیونکہ جسم میں ترشح کے وقت اس کے لیے غذا کی یہی صورت ہوتی ہے اور وہ جگر میں پختہ ہو کر صفراء سے صاف ہوکر غدد کے ذریعے جسم پر مترشح ہوتا ہے۔ جب جسم پر مترشح ہوتی ہے اس وقت شبنم کی طرح مصفیٰ اور لطیف ہوتی ہے اس کا رنگ ہلکا سرخ اور مزہ شیریں ہوتا ہے۔ یہ اصل خون ہوتا ہے جب یہ تمام اخلاط کے ساتھ جسم میں شریک ہوتا ہے اس وقت اس کے صحیح خواص اور حالت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔

یاد رکھیں! جب تک اس کے ذائقہ میں مٹھاس پیدا نہ ہو اس وقت تک اس کا مترشح ہونا مشکل ہے۔ اب موجودہ سائنس نے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ خون میں جب مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے تو ذیابیطس (ادرار) شروع ہو جاتا ہے جو ادویہ اس رطوبت کو گراتی ہیں ان میں شہد اور دیگر ہر قسم کی میٹھی اشیاء ملٹھی کے ساتھ گرم قسم کی کھاریں شامل ہیں۔ جیسے سقمونیا، سہاگہ اور عشر وغیرہ ہیں۔ دوسری صورت میں سرد قسم کی رطوبت ہوتی ہے جس کو ہم بلغم کا نام دیتے ہیں۔ کیونکہ اس میں حرارت نہیں ہوتی۔ مگر یہ بھی صاف شدہ اصلی اور پختہ بلغم ہوتی ہے۔ اس بلغم اور خام بلغم میں بہت بڑا فرق ہے۔ خام بلغم معدہ اور امعاء میں غذا کے تحلیل ہونے کے بعد بنتی ہے جس میں ہر قسم کے مادے اور اخلاط خام حالت میں شامل ہوتے ہیں جو پختہ ہو کر پہلے سرخ رنگ اختیار کرتی ہے پھر اس میں سے صفراء جدا ہوتا ہے، پھر خون کی سرخی ختم ہو جاتی ہے اور صرف سفید اور شفاف بے ذائقہ رطوبت رہ جاتی ہے۔ یہی اصلی بلغم ہے جس کے خواص و حالت کا احساس جسم کے اخلاط میں لگانا انتہائی مشکل ہے۔ اس کے اخراج کے لئے سرد قسم کی کھاری دوائیں مثلاً شورہ قلمی، جوکھار، کاسنی، گل سرخ اور کالا دانہ (عشق پیچہ) وغیرہ ہیں۔

ایک خاص بات یہاں پر یاد رکھیں کہ جس طرح جگر کے (غدد) دو فعل ہیں، اوّل صفراء کو اخلاط سے جدا کر کے پتہ میں اکٹھا کرنا اور دوسرے پتہ سے آنتوں کی طرف خارج کرنا۔ بالکل اسی طرح اعصاب کے بھی دو فعل ہیں۔ اوّل رطوبات کو اعضاء پر گرانا اور دوسرے اس کا باہر اخراج کرنا۔ یہ دونوں کام صفراء کی طرح خودکار ہوتے ہیں۔ یعنی اعصابی غدی صورت میں گرم (رطوبات خون) اعضاء پر گرتا ہے اور جسم کی غذا بنتا ہے۔ اعصابی غدی صورت میں جو رطوبات باقی رہ جاتی ہیں ان میں سرخی اور حرارت ختم ہو جاتی ہے، وہ بلغم کی صورت اختیار کرتی ہیں۔ اس کو طبیعت جسم سے باہر خارج کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ گویا پہلی صورت میں اعضاء پر رطوبات اکٹھی ہوتی ہیں اور دوسری صورت میں باہر خارج ہوتی ہیں۔ بالکل صفراء کی طرح جگر کے دونوں فعلوں میں جہاں بھی اعصاب کے دوران افعال میں رکاوٹ واقع ہوگی اسی مقام پر مرض قائم ہو جائے گی۔ دونوں صورتوں کی جدا جدا ادویات ہیں، جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔

بالکل اسی طرح عضلات کی دو تحریکیں ہیں۔ ایک عضلاتی اعصابی (سرد خشک) اور دوسرے عضلاتی غدی (خشک گرم) ہے۔ دونوں تحریکیں رطوبات خشک کرتی ہیں اور ان میں خمیر پیدا کر کے ان کو تیزابیت اور ریاح میں تبدیل کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ جب پہلی تحریک ہوتی ہے تو اس وقت غدد جاذبہ جو طحال کے تحت کام کرتے ہیں وہ تمام اس رطوبت کو جو بلغم کی صورت میں جسم سے خارج ہو جانے کے بعد باقی بچ گئی ہے جذب کر لیتے ہیں۔ اور دوسری تحریک میں یہ غدد جاذبہ کیمیاوی طور پر اس رطوبت کو جسم میں شامل کر دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے جگر اپنے ایک فعل میں خون سے صفرا جدا کرتا ہے اور دوسرے فعل میں اس صفراء کو آنتوں میں خارج کر دیتا ہے۔ یہی رطوبت جو کیمیاوی طور پر غدد جاذبہ (طحال) اکٹھی ہوتی ہے۔ پھر وہاں سے اخراج پاتی ہے۔ یہی خالص سودا ہے۔ یہ ذائقہ میں ترش، قوام میں گاڑھا اور رنگت میں سیاہی مائل ہوتا ہے۔ نہ اس میں خون کی سرخی ہوتی ہے اور نہ اس میں بلغم کی لطافت اور سفیدی ہوتی ہے۔ کیمیاوی

طور پر اس میں فیرم اور پوٹاشیم ختم ہو جاتے ہیں اور کیلشیم کے اجزاء پیدا ہو جاتے ہیں جس میں شامل ہو کر یہ اخلاط کو غلیظ، دِل کو تیز اور عضلات میں انقباض پیدا کر دیتا ہے۔ عضلاتی اعصابی تحریک میں ترش اور خشک قسم کی ادویہ کام کرتی ہیں۔ ہر قسم کی ترشی خصوصاً سرد قسم کی ترشی جیسے پھلوں کی ترشی اور سرکہ وغیرہ ہیں۔ ان کی مدد کے لیے املی، آلو بخارا، آملہ، پھٹکڑی، ہلیلہ اور بلیلہ وغیرہ شامل کئے جا سکتے ہیں۔ عام طور پر جسم میں بلغم کا اخراج بڑھ جاتا ہے تو ایسی ادویات دی جا سکتی ہیں۔ اس مقصد کے لیے صدیوں سے ایک یقینی اور بے خطا مرکب استعمال کیا جاتا ہے جس کا نام اطریفل ہے۔ یہ دراصل آیورویدک کا مرکب ہے جس کا نام ترپھلہ ہے جس میں تین ادویہ ہلیلہ، بلیلہ، آملہ ہیں اور تینوں ہم وزن ہیں۔ اس مرکب کے نام کو معرب کر کے اطریفل بنا لیا گیا ہے۔

یہ مرکب دماغی امراض میں دیا جاتا ہے اور اس وقت جب جسم میں بلغم کی زیادتی ہوتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ بلغم کی زیادتی اعصابی تحریک اور سوزش سے پیدا ہوتی ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ اطریفل عضلات (قلب) کو تحریک دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں اعصاب میں تحلیل ہو کر وہاں کی تحریک اور سوزش ختم ہو جاتی ہے۔ اس نسخہ میں ہلیلہ ملین، بلیلہ محرک اور آملہ مقوی عضلات ہے۔ تینوں عضلات میں اس قدر تحریک اور انقباض پیدا کرتے ہیں جس سے ان میں نچوڑ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

اطریفل نام کے طب قدیم میں کئی مرکب جیسے اطریفل زمانی اور اطریفل کشنیز وغیرہ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر میں اطریفل کے مقصد کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اطریفل میں ہر وہ دوا تو ملائی جا سکتی ہے جو سرد خشک اور حابس ہو مگر ایسی دوائیں جو تر اور مدر ہوں شامل کر لینا اطریفل کی رُوح کو ختم کر دیتا ہے جیسے گاؤزبان اور کشنیز وغیرہ۔ اسی اطریفل میں ہر قسم کے مسہلات اور ملینات شامل کر دیئے جاتے ہیں جو حابس اور سرد نہیں ہوتے جیسے سقمونیا اور تربد وغیرہ۔ بلکہ اس میں کھانڈ اور بعض لوگ شہد بھی شامل کر لیتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ ہاں کھانڈ کو ذائقہ کی خاطر برداشت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن گرم تر ادویات سے اطریفل کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔ اگر اس میں گرم خشک ادویہ شامل کی جائیں تو بھی اطریفل کے خواص وفوائد اور افعال واثرات بدل جائیں گے۔ کیونکہ پھر تحریک عضلاتی غدی بن جاتی ہے جو عضلاتی اعصابی سے بالکل جدا تحریک ہے۔

عضلاتی اعصابی تحریک جسم کی تمام بچی ہوئی رطوبت کو ٹال (غدد جاذبہ) میں جمع کر دیتی ہے تو عضلاتی غدی تحریک اس کو غدد جاذبہ (طحال) سے خارج کر کے پھر خون میں شامل کرتی ہے۔ اس وقت ترشی میں اس قدر شدت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس میں ہلکی سی تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اثر تیزاب گندھک میں صاف نظر آتا ہے۔ یاد رکھیں کہ سرکہ سرد خشک قسم کی ترشی ہے تو اس کے مقابل میں تیزاب گندھک گرم خشک قسم کی ترشی ہے۔ ان دونوں ترشیوں کے فرق سے دونوں تحریکوں کے فرق کا علم ہو جاتا ہے۔

عضلاتی غدی تحریک کے ساتھ ہی جسم میں حرارت کی پیدائش شروع ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ ترشی حرارت میں تبدیل ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں! ترشی ہمیشہ بلغم (کھار) میں خمیر پیدا ہو جانے سے بنتی ہے اور خمیر کا نتیجہ ریاح کی پیدائش ہے۔ خمیر وترشی اور ریاح تینوں انقباض پیدا کرتے ہیں۔ صفراء اور بلغم کی طرح عضلاتی تحریک بھی دو کام کرتی ہے۔ پہلی تحریک (عضلاتی اعصابی) میں ریاح کی پیدائش ہو کر اکٹھی ہوتی رہتی ہے تو دوسری تحریک (عضلاتی غدی) میں ریاح کی پیدائش کے ساتھ ساتھ اس کا اخراج بھی شروع ہو جاتا ہے۔ یہی تحریک ہے جو جسم میں انتہائی طاقت پیدا کرتی ہے۔ خصوصاً جنسی طاقت پیدا کرنا اسی عضلاتی تحریک کا کارنامہ ہے۔ یہ تحریک اعتدال پر رہتی ہے تو انسان کی ہر قسم کی طاقت بحال رہتی ہے۔ اس تحریک کی محرک دوا رائی ہے۔ اس تحریک کی مقوی ادویات دارچینی و لونگ اور جائفل وغیرہ ہیں۔ اس تحریک کی دیگر ادویہ سرخ مرچ، پارہ، مصبر اور حنظل ترتیب وار طاقت میں ایک دوسری سے زیادہ ہیں۔

معجون اسی تحریک کے لیے تیار کی جاتی ہے۔ معجون ازراقی اسی کے لیے خاص مرکب ہے۔

یہی تحریک جب کمال پر پہنچ جاتی ہے تو ترشی حرارت کی زیادتی سے صفراء میں تبدیل ہوتی ہے اور اس کا ذائقہ تلخ ہو جاتا ہے۔ اس وقت پھر وہی تحریک غدی عضلاتی شروع ہو جاتی ہے جس کا ہم ابتداء میں ذکر کر چکے ہیں اور یہی ترابیت (ایسڈیٹی) کی زیادتی کا صحیح علاج ہے۔

فرنگی طب کی غلطی

فرنگی طب ترشی (ایسڈیٹی) کا علاج کھار (الکلی) سے کرتی ہے، اور یہ غلط ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وقتی طور پر کھار سے ترشی کا اثر معدل (نیوٹرل) ہو جاتا ہے، لیکن اس طرح ترشی کی پیدائش ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کی پیدائش اور بڑھ جاتی ہے۔ اس ترشی کا صحیح علاج یہ ہے جسم میں صفراء پیدا کیا جائے جو اس کی پیدائش کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتا ہے اور دورانِ خون کے صحیح چکر کا تقاضا بھی یہی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صفراء (بائل) خود زبردست کھار (الکلی) ہے۔ اور قدرتی طور پر ملین، مسہل اور دافع خمیر (فرمن ٹیشن)، ترشی (ایسڈیٹی) اور ریاح (گیس) ہے۔ یہی وہ علم ہے جو طب قدیم نے ہم کو دیا ہے اور فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس اس سے بے خبر ہے۔ ان کی کتب اس علم سے خالی ہیں۔

(۲) مصلح ادویہ

علم الادویہ میں مصلح ادویہ کا عام طور پر یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ ہر دوا میں بنیادی طور پر کچھ نہ کچھ کوئی نقص یا مضر اثر ضرور ہوتا ہے، اس لیے اس کا مصلح لازمی ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دوا کسی ایک مزاج اور خلط کو پیدا کرتی ہے اور کسی ایک مفرد عضو کو تحریک دیتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ کوئی دوا ایک سے زائد مزاج اور خلط پیدا کرے یا ایک سے زائد مفرد اعضاء کو تحریک دے۔ جب ایسا نہیں ہے تو پھر یہ مفہوم بھی غلط ہے کہ ہر دوا میں بنیادی طور پر کوئی نقص یا مضر اثر پایا جاتا ہے۔ مثلاً ہر چرپری دوا گرم خشک مزاج اور صفرا پیدا کرتی ہے۔ جگر (غدد) کو تحریک دیتی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ بلغم یا سودا پیدا کر دے۔ اسی طرح ہر کھاری دوا بلغم پیدا کرتی ہے۔ اعصاب کو تحریک دیتی ہے اور ترش دوا سودا پیدا کرتی ہے اور عضلات (قلب) کو تحریک دیتی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کھاری اور ترش ادویہ صفراء پیدا کریں۔ البتہ اگر دونوں کو ملا لیا جائے تو نمک بن جائے گا اور نمک ضرور صفراء پیدا کرتا ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر کسی دوا میں نقص یا مضر اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ قدرت نے فطری طور پر ہر دوا کا ایک ہی مزاج رکھا ہے۔ وہ ایک خلط پیدا کرتی ہے۔

مصلح دوا کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ کسی دوا کو قابل استعمال بنایا جائے۔ یہی اس کی اصلاح اور درستی ہے۔ یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اس کی اصلاح کے لیے کسی اور دوا کا استعمال لازمی اور ضروری ہے جس طرح اکثر دوا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں گوند کیکر، گوند کتیرا یا کھانڈ یا شہد وغیرہ شامل کر لیے جاتے ہیں یا ہر دوا کا مدبر کرنا لازمی ہے البتہ مدبر کرنے کے یہ معنی لیے جائیں کہ دوا کو قابل استعمال بنایا جائے تو بالکل صحیح ہے۔ مثلاً بادیان روزانہ استعمال کی دوا ہے۔ اس کو صرف چبا کر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور سفوف بنا کر بھی کھایا جا سکتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ چبانے سے اس میں منہ کا لعاب کثرت سے شامل ہو گا اور سفوف کھانے سے اس کا زیادہ اثر معدہ میں ہو گا۔ کبھی بادیان میں کھانڈ ملا کر اس کے اثرات وافعال کو کم کر دیتے ہیں اور کبھی شہد ملا کر اس میں حدت بڑھا دیتے ہیں اور کبھی گوند ملا کر اس کی سوزش

کم کردیتے ہیں۔ کبھی بریاں کر کے اس میں قبض پیدا کردیتے ہیں۔ کبھی اس میں نمک شامل کر کے اس کے افعال واثرات میں تیزی پیدا کر دیتے ہیں۔

اسی طرح کبھی اس کو گولیوں کی شکل میں استعمال کرتے ہیں تاکہ کافی دیر تک اس کا اثر قائم رہے۔ کبھی خیساندہ بنا کر اس کے خاص اجزاء کو حاصل کیا جاتا ہے اور کبھی کسی تیزاب کے اثر سے اس کے روغنی اجزاء جدا کر کے ان کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بہرحال کسی دوا کو قابلِ استعمال بنانا ہی اس کی اصلاح اور مدبر کرنا ہے۔

کسی دوا کا استعمال ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اس میں ضرورت کے مطابق کمی بیشی پائی جاتی ہے یا ذائقہ کی خرابی ہوتی ہے یا پیٹ میں بے چینی پیدا کردیتی ہے تو اس کے ساتھ کوئی دوسری دوا ملا کر اس کی اصلاح کردی جاتی ہے۔ کبھی اس دوا میں تیزی ہوتی ہے تو اس میں کوئی دیگر سادہ دوا ملا کر اس کی تیزی کو کم کردیا جاتا ہے۔ مثلاً خالص تیزابات یا شدید قسم کی کھاریں جن کے استعمال سے جسم کے جل جانے اور سوزشناک ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ان میں پانی یا کھانڈ یا شہد یا گوند کا اضافہ کردیا جاتا ہے۔ یا اسی دوا کے زیادہ شدید اجزاء کو غیر شدید اجزاء کے ساتھ ملا کر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً آک کے دودھ یا اس کے پھولوں کی تیزی کو آک کے پتوں میں ملا کر کمزور بھی کیا جا سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

کبھی کسی دوا کے استعمال سے ہاضمہ کی خرابی ہوجانے کا خطرہ ہو یا دِل پر نقصان کا اثر ہو یا قبض ہونا ممکن ہو یا شدید اسہال کا خطرہ ہو تو اس میں حسبِ ضرورت دوائیں شامل کر کے اس کی اصلاح کرلی جاتی ہے۔ بہرحال یہ امر ہمیشہ زیرِ نظر رہتا ہے کہ اصل دوا کے ضروری اثرات میں کمی بیشی اور خرابی واقع نہ ہوجائے اور جو مزاج اور خلط ہم پیدا کرنا چاہتے ہیں یا جس مفرد عضو کو تحریک دینا چاہتے ہیں اس میں نقص واقع نہ ہوجائے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم بلا واسطہ کسی دور کے عضو پر دوا کا اثر ڈالنا چاہتے ہیں۔ مثلاً دِل یا دماغ کو متاثر کرنا چاہتے ہیں۔ اوّل تو جب دوا معدہ میں جائے گی وہ وہاں کے عضلات یا اعصاب کو متاثر ضرور کرے گی۔ معدہ میں بھی عضلات واعصاب ہیں۔ لیکن یہ دوا کا بالواسطہ اثر ہے اور بلا واسطہ اثر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی عضلاتی دوا انتہائی قلیل مقدار میں یا انتہائی لطیف کیفیات میں کھائی جائے تو معدہ کے عضلات اس کا کچھ احساس نہیں کرتے۔ کیونکہ معدہ پر تیز وتند اشیاء کا اس قدر اثر ہوتا ہے کہ وہ کم مقدار اور لطیف اشیاء کا کچھ زیادہ احساس نہیں کرتا۔ جیسے تیز مرچ کھانے والے کو کھانے میں ہلکی مرچ ڈال دی جائے تو وہ خیال کرتا ہے کہ کھانے میں مرچیں نہیں ہیں۔ بس اس طرح کم مقدار اور لطیف کیفیات والی ادویہ معدہ پر اثر کئے بغیر گزر جاتی ہیں اور خون میں جذب ہو کر لطیف عضلات یا دِل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہی صورت دماغ واعصاب اور جگر وغدد کی بھی ہے۔

یاد رکھیں کہ معدہ کے مفرد اعضاء میں لطافت دِل و دماغ اور جگر کی نسبت بہت کم ہے۔ اس لیے ان پر اثر انداز ہونے والی ادویہ میں لطافت ونفاست اور خوشبو ہونی چاہیے۔ یہ قانون ہے کہ جسم میں جس مقام پر بھی دوا کا احساس ہوگا اسی مقام پر ہی طبیعت مدبرہ بدن مقابلہ کے لیے وہیں خون روانہ کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض تیز ادویہ کو لطیف ادویات میں ملا کر استعمال کرتے ہیں۔ یا مکھن و منقیٰ اور گھی و حلوہ یا کسی مناسب بدرقہ کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ **ہومیوپیتھی میں ادویات کی کم طاقت (لو پوٹنسی) تیز طاقت (ہائی پوٹنسی) کا بالکل یہی مقصد ہے۔ یعنی اگر مرض دِل دماغ اور جگر میں ہے تو تیز طاقت کی ادویہ دی جاتی ہیں اور وہ تیز طاقت (ہائی پوٹنسی) اس کو کہتے ہیں جس میں دوا انتہائی قلیل مقدار میں ہوتی ہے۔ یہ راز ہومیوپیتھ جانیں یا نہ جانیں لیکن اس کی حقیقت یہی ہے۔**

اسی طرح فرنگی ڈاکٹر یہ حقیقت جانیں یا نہ جانیں، لیکن ان کے انجکشنوں میں بھی تین اقسام پائے جاتے ہیں: (۱) درون جلد (ہائی پوڈرمک) (۲) درون عضلات (انٹرامسکولر) (۳) درون اعصاب (انٹرنروس) اس طرح مخصوص مفرد عضو تک دوا پہنچائی جاتی ہے۔ یہاں بھی دوا کی لطافت اور کثافت کا اصول کام کرتا ہے۔

لطافت اور کثافت کے قانون کے تحت ادویہ میں جس قدر لطافت ہوگی اسی قدر وہ اعضائے رئیسہ کے قریب ہوں گے اور ادویہ میں خوشبو، خوش رنگ اور خوش ذائقہ ادویات شامل کی جاتی ہیں۔ اس کا مقصد اعضائے رئیسہ تک ادویہ کا پہنچانا ہے۔ اس طرح بدبو و بدرنگ اور بدذائقہ ادویہ کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔ قیمتی ادویہ جیسے کستوری وغیرہ، سونا و چاندی اور جواہرات و کشتہ جات وغیرہ اسی قانون کے تحت استعمال کی جاتی ہیں۔ ان ادویہ کا صرف نفسیاتی اثر نہیں ہے بلکہ ان کے مخصوص اثرات بھی ہیں۔

اسی قانون کے تحت جو ادویہ معدہ کے لیے استعمال کی جائیں ان میں مقدار و کثافت اور شدت میں زیادتی ہونی چاہیے۔ امعاء کے لیے جو ادویہ استعمال کی جائیں ان میں اس بات کا خیال رکھیں کہ وہ معدہ پر اثر انداز نہ ہو۔ یہ بات یاد رکھیں مسہلات کی اصلاح کے لیے جو ادویہ استعمال کی جاتی ہیں۔ ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ مسہلات معدہ میں اثر کے بغیر نیچے اتر جائیں۔ مثلاً اطریفل میں اجوائن خراسانی کا ملانا یا تربد اور سقمونیا میں زنجبیل کا شامل کرنا بالکل اسی مقصد کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن اگر ان ادویہ کو شامل نہ بھی کیا جائے مگر صرف اس امر کو مدنظر رکھا جائے کہ دوا مقدار میں کم ہو یا اس کا اثر معدہ اور امعاء پر نہ ہو تو یقیناً اس کا اثر دل و دماغ اور جگر پر یا ان کے قریب کے اعضاء پر ہوگا۔ اعضائے رئیسہ کے علاج میں یہی قانون کام کرتا ہے۔

ترتیب نسخہ میں ادویہ کی مقدار خوراک پر خاص طور پر دھیان دینا چاہیے۔ کیونکہ مقدار کی کمی بیشی سے ادویات کے اثرات میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک دوا مسہل ہے لیکن اس کا مسہل ہونا ایک خاص مقدار خوراک میں ہوگا۔ اگر مقدار خوراک میں کمی بیشی ہو جائے گی تو اس کے مسہل میں ضرور فرق آ جائے گا۔ جیسے جمالگوٹہ جو ایک چرپری دوا ہے اور صفراوی مسہل ہے اس کا اثر جگر پر ہوتا ہے۔ اس کی مقدار خوراک ایک رتی ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ اس کا معدہ پر زیادہ اثر نہ ہو۔ لیکن جب اس کو دو چاول کی مقدار میں دیا جائے تو یہی دوا بجائے مسہل کے ملین بن جائے گی۔ اور ایک چاول کی مقدار میں دیا جائے تو بجائے ملین کے محرک شدید بن جائے گی۔ ان سے صرف جسم میں جلن تو ہوگی مگر پاخانہ نہیں آئے گا۔ اسی طرح اس کی مقدار نصف چاول کر دی جائے تو اس کا اثر محرک ہوگا۔ اس میں جلن بھی ختم ہو جائے گا۔ البتہ یہ ایک انتہائی ہاضم اور دافع ریاح بن جائے گی۔ اسی طرح اگر اس کی مقدار چوتھائی چاول کر دی جائے تو یہ ایک انتہائی مقوی دوا کی صورت اختیار کرے گی۔ یہی دوا بجائے صفراوی اور جگری اسہال لانے کے جگر اور صفراوی اسہال بند کر دے گی۔ اور اگر اس کے ساتھ دیگر قابض ادویات بھی شامل ہو جائیں تو اس کی قوت قابضہ اور بھی شدید ہو جائے گی۔ اس کا راز صرف یہی ہے کہ کسی کمی بیشی سے دوا کا اثر مفرد عضو کے مختلف مقامات پر پڑتا ہے۔

ادویات کے ہومیوپیتھک اثرات بھی دوا کے اسی قانون کے تحت کام کرتے ہیں، ورنہ ہومیوپیتھک میں بالمثل ادویہ کا استعمال کچھ معنی نہیں رکھتا۔ علاج بالمثل میں جب کوئی دوا استعمال کی جاتی ہے تو مقصد جسم سے خاص علامات کو رفع کرنا ہوتا ہے۔ دوا بیشک بالمثل اثر کرتی ہے تو کوئی ہومیوپیتھ اوّل کسی دوا کو پوری مقدار میں استعمال کرائیں۔ جب اس کی پوری علامات پیدا ہو جائیں تو پھر اسی دوا کی قلیل مقدار دے کر اس دوا کی علامات کو دور کر کے دکھائیں۔ اس دوا سے نہ دور کر سکیں تو کسی دوا کی قلیل مقدار سے کر کے دکھا دیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے علاج میں زہر خوردہ کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ ہومیوپیتھی میں کسی قسم کے مسہلات کا ذکر نہیں ہے۔

بہرحال یہاں پر بھی دوا کی مقدار خوراک کا ذہن نشین کرانا ہے جو ترتیب نسخہ کی جان ہے۔

اسی طرح جمالگوٹہ کو زیادہ مقدار میں دے دیں یا کسی ایسی دوا میں شریک نہ کریں جو اس کو معدہ سے گزار دے تو یہ معدہ کے غدد میں شدید تحریک اور سوزش پیدا کر دے گی۔ جس کا نتیجہ اسہال کے بجائے قبض ہو جاتا ہے۔ ہر معالج کے تجربہ میں اکثر یہ بات آئی ہوگی کہ بعض وقت مسہلات خصوصاً تیز مسہلات دینے سے اسہال نہیں ہوتے اور معالج کے لیے حیرانی کا باعث ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے مسہلات معدہ میں شدید سوزش پیدا کر دیتے ہیں۔ یا ایسے مریضوں کے معدہ میں پہلے ہی سے عضلاتی سوزش ہوتی ہے۔ یاد رکھیں جن لوگوں کو دائمی قبض ہوتی ہے وہ یہی معدہ کی شدید سوزش ہوا کرتی ہے۔ اس طرح دوا کی زیادتی بھی باعث نقصان بن جاتی ہے۔

بعض وقت ایک مقصد حاصل کرنے کے لیے تین چار مختلف اعضاء پر اثر کرنے والی ادویہ کو ملا دیا جاتا ہے۔ جیسے مسہل کو شدید کرنے کے لیے سقمونیا کے ساتھ جمالگوٹہ اور مصبر شامل کر دیا جائے۔ ظاہر میں تین عدد شدید مسہل مل گئے ہیں مگر نتیجہ میں ان کے افعال ایک دوسرے سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ سقمونیا اعصاب میں تحریک شدید دیتا ہے۔ جمالگوٹہ غدد کی تحریک شدید کرتے ہیں اور اگر ان کے مرکب سے اسہال آ بھی جائیں تو ہم اس کو کس عضو کے علاج میں استعمال کریں گے ایسے نسخے اصولی نہیں ہوتے بلکہ عطایانہ کہلاتے ہیں۔ ایسے مجربات سے دور رہنا چاہیے۔ اکثر باعث نقصان ہوتے ہیں۔

بعض اوقات فوری اثر کے لیے ادویات کو زود اثر بنایا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے نسخہ میں ایسی ادویہ شامل کر دی جاتی ہیں، جیسے عضلاتی ادویہ میں ترشی اور تلخی شامل کر دینا۔ غدی ادویہ میں نمکین اور چرپری اشیاء کا ملا دینا۔ اسی طرح اعصابی ادویہ میں شیرینی اور کھاری ذائقہ کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح ادویہ تیزی سے اثر انداز ہوتی ہیں۔

اسی طرح بعض ادویات کو اکسیر صفت بنانے کے لیے ادویہ کے خواص اور ضرورت کے مطابق ان کے مؤثر اجزاء جدا کر لیے جاتے ہیں۔ جیسے کسی دوا کے روغنی اجزاء یا خشک اجزاء یا نمکیات کو جدا کر لیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ حقیقت ذہن نشین رکھیں کہ ہر مفرد دوا اپنے اندر مرکب کیفیات کے ساتھ مرکب مادے بھی رکھتی ہے۔ ہم ظاہر میں اس کو واحد دوا ہونے کی وجہ سے مفرد کہتے ہیں ورنہ ہر مفرد دوا کیمیاوی طور پر ایک مرکب ہے۔ یہی صورت اغذیہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ گویا ہر مفرد دوا و غذا اور شے کیمیاوی طور پر مرکب ہے۔ ان تمام مفرد اشیاء میں کیفیات کے تحت ان میں مختلف مادوں کی کمی بیشی ہوتی ہے۔ کسی میں تری زیادہ اور خشکی کم۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس شے کے اندر روغنی اجزاء زیادہ ہوں گے۔ اگر تری کم اور خشکی زیادہ ہوگی تو ظاہر ہے اس میں روغنی اجزاء کم ہوں گے یا بالکل نہیں ہوں گے۔ یہی صورت کسی شے میں گرمی اور سردی کی کمی بیشی میں ہوگی۔ پھر یہ اجزاء بھی کیفیات اور مادوں سے مرکب ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس شے کے جس جز کی ہم کو ضرورت ہوگی ہم اگر اس کو جدا کر کے استعمال کریں گے تو اس جز کے اثرات تمام دوا کے مقابلے میں زیادہ شدید، زیادہ مؤثر بلکہ اکسیر صفت ہوں گے۔ مثلاً دودھ ظاہر میں مفرد شے ہے لیکن جب اس کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں کئی اجزاء جدا ہوتے ہیں۔ اس میں روغنی ہے اور گھی اجزاء بھی ہیں۔ اس میں شیریں اجزاء کے ساتھ کسی قدر نمکین اجزاء بھی ہیں اور پانی ان کے علاوہ ہے۔ دودھ کا مزاج تر گرم ہے۔ گھی کا مزاج گرم تر ہے۔ یعنی دودھ سے زیادہ گرم بھی ہے اور تر بھی ہے۔ ساتھ ہی دودھ کا روغن حیوانی روغن ہے۔ گھی خود مرکب ہے، اس میں گندھک کا جز شامل ہے۔ جو دافع سوزش ہے اور گھی گویا محلول گندھک، حیوانی گندھک ہے۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ حیوانی روغن اور بھی ہیں۔ مثلاً موٹی چربی، پتلی چربی، دُنبے کی چربی، ہڈی کی نلیوں کا روغن، مگر ان سب میں گندھک کے اجزاء کم اور چونے کے اجزا زیادہ ہوتے ہیں۔

یادرکھیں! نباتی روغنوں میں سوائے روغن زیتون کے باقی روغنوں میں تیزابیت زیادہ ہوتی ہے۔ یہی حیوانی اور نباتی روغنوں کا فرق بھی ہے یعنی جس قدر جس روغن میں گندھک کے اجزاء زیادہ ہیں ارتقائی حیثیت سے وہ افضل ہے۔ لیکن علاج میں جس روغن کی ضرورت ہوگی وہی استعمال ہوگا۔

اسی طرح دودھ کے باقی اجزاء ہیں۔ وہ اپنے اندر خاص قسم کی خوبیاں رکھتے ہیں۔ پھر ہر جانور کا دودھ ایک خاص خوبی کا مالک ہے۔ بکری کے روغن میں گائے کے روغن سے زیادہ گندھک ہے اور گائے کے روغن میں بھینس کے روغن سے زیادہ گندھک ہے۔ کسی شے کے خاص اور ضروری اجزاء شدید مؤثر اور فوری نفوذ ہونے کی وجہ سے اکسیر صفت بن جاتے ہیں۔

اسی طرح بعض ادویہ اپنے اندر تریاقی قوت رکھتی ہیں۔ یعنی وہ خاص قسم کے زہروں کو فنا کر دیتی ہیں۔ جیسے کھار کے اثرات کو ترشی اور ترشی کے اثر کو گندھک فنا کر دیتی ہے۔ بالکل اسی طرح بعض ادویہ بعض جانداروں اور بعض کیڑوں پر فوری اثر کر کے ان کو فنا کر دیتی ہیں اور ان کے زہریلے اثرات کو بھی فنا کر دیتی ہیں۔ جیسے کچلہ کتے کے لیے زہر ہے۔ سنکھیا چوہے کے لیے زہر ہے، اس لیے اس کو سم الفار کہتے ہیں۔ سیماب جوؤں اور دیگر قسم کے کیڑوں (جراثیم) کو فنا کر دیتا ہے۔ طب یونانی کے تریاق انہیں مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

یادرکھیں کہ اکسیری اور تریاقی اوصاف بذاتِ خود مفرد ادویہ میں بھی پائے جاسکتے ہیں۔ لیکن ادویہ کے مرکب کرنے یا ان کے تجزیہ کرنے سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ **مرکب کی مثال یہ ہے کہ گندھک اور پارہ دونوں اعلیٰ پائے اور عمدہ صفات کی ادویہ ہیں اور دونوں فن علاج کی جان ہیں۔** ان دونوں کے افعال و اثرات اور خواص و فوائد میں الگ الگ کتب لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن جب دونوں کو ملا کر مرکب تیار کیا جاتا ہے تو اس مرکب میں ایسے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں جو ان دونوں ادویہ میں فرداً فرداً نہیں پائے جاتے۔ اس میں قوت و حرارت کا ایک ایسا امتزاج پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے عمل کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اس مرکب میں اس قسم کی قوت نفوذ ہوتی ہے کہ اگر جلد پر یونہی مل دیا جائے تو جسم میں اثر کر جاتا ہے۔ پھر انہیں اثرات کی دیگر ادویہ کے ساتھ اگر اس مرکب کو ملا دیا جائے تو ان میں بھی تعجب انگیز اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ جمالگوٹہ صحیح طریقہ سے تیار کیا ہوا ایک بہت عمدہ غدی (صفراوی) مسہل ہے۔ لیکن جب اس میں گندھک یا پارہ کا کوئی مرکب شامل کر دیا جائے تو اثرات میں پچاس گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ گندھک اور پارہ کے مرکبات کئی قسم کے تیار کئے جاتے ہیں۔ ان دونوں کو سادہ طریق پر ملا کر کم از کم ایک گھنٹہ کھرل کر لیا جائے۔ بس تیار ہے۔ اس کو کجلی کہتے ہیں۔ (۲) دونوں کو ملا کر خاص طریق پر آگ میں پکایا جاتا ہے۔ اس کو شنگرف کہتے ہیں۔ (۳) پارہ کو گندھک کے تیزاب میں پکا کر سخت کر لیا جاتا ہے اس کا نام پارہ کا جوہر رکھ دیا گیا ہے ان کے علاوہ ان کے ملانے کے اور طریقے بھی ہیں اور ہو سکتے ہیں۔ اس کے تمام مرکبات اپنے اندر عجیب وغریب کرشمے رکھتے ہیں۔ فاضل حکماء اور اہل فن نے جو مرکبات تیار کئے ہیں ان کا ذہن میں رہنا بھی ضروری ہے۔ انہی مرکبات میں اطریفل، خمیرہ، معجون، شربت، جوارش اور حلوہ وغیرہ شامل ہیں۔

انہی ادویات کے تجزیہ کے بعد ان میں بھی اکسیری اور تریاقی اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے دودھ کا تجزیہ کر کے اس کی مختلف صورتیں پیش کی ہیں۔ اسی طرح ادویات کے نمکیات و روغنیات اور شربت وعرقیات تیار کئے جاتے ہیں جن کے خاص خاص اثرات و افعال انتہائی حیرت انگیز حالت پیدا کر دیتے ہیں۔ انہی تجزیہ اور ترکیب دوا میں کشتہ بھی ایک زبردست طاقت ہے، ایسے تجزیات وترکیبات اور مرکبات اپنے اندر ایسی زبردست قوت رکھتے ہیں کہ اصل دوا میں اس قوت کا عشرعشیر بھی نہیں پایا جاتا۔ علم خواص الاشیاء کے

ساتھ ساتھ دواسازی اور ان کے خاص خاص مرکبات کا علم ہونا بھی ترکیب نسخہ کے لیے نہایت اہم ہے۔

(۳) محافظ ادویہ

بعض ادویہ کے بعض اجزاء کو تازہ ہی استعمال کیا جاتا ہے، جیسے جوشاندہ وخیساندہ اور شیرہ وغیرہ۔ بعض ادویہ یا ان کے خاص اجزاء کو محفوظ کرنا پڑتا ہے، تاکہ جب ان کا موسم نہ ہوان سے فائدہ اٹھایا جائے اس کے لیے ان کو بعض اشیاء سے محفوظ کیا جاتا ہے۔ جیسے چینی کے ساتھ شربت، گلقند، مربہ اور خمیرہ وغیرہ۔

اسی طرح بعض ادویات کو شہد سے محفوظ کیا جاتا ہے جیسے معجون، جوارش اور خاص قسم کی حبوب وغیرہ۔ اسی طرح بعض ادویات کی حفاظت کے لیے نمک، ترشی اور کھار وغیرہ بھی مفید ہوسکتی ہیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ حفاظت کرنے والی ادویہ معاون ہونی چاہئیں، مضر نہ ہونی چاہئیں۔

ادویہ کو محفوظ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو فساد وتعفن اور خمیر سے بچایا جائے۔ یاد رکھیں کہ فساد وتعفن اور خمیر ہمیشہ رطوبت ونشاستہ داراور لحمی اجزاء میں پیدا ہوتا ہے۔ شہد، چینی، نمک اور خالص ترشی جیسے سرکہ وتیزاب اور خالص کھاروں جیسے سہاگہ اور شورہ قلمی وغیرہ میں فساد وتعفن اور خمیر وغیرہ پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر رطوبتی ونشاستہ داراور لحمی اجزاء میں ترشی کے اجزاء ہوں تو ان میں فوراً فساد وتعفن اور خمیر شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض ادویہ کا تجزیہ کر کے ان کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ جیسے کسی دوا کا روغن جدا کر لینا اور کھار بنالینا وغیرہ۔ کسی نسخہ کو محفوظ کرنے میں ان باتوں کا خیال کرنا ضروری ہے۔

ترکیب ادویہ کا کمال

نسخہ نویسی میں ترکیب ادویہ کا کمال یہ ہے کہ ان ادویہ کا جو مزاج پیدا ہو وہ اسی مفرد عضو کو تحریک دے جو خلط پیدا کرتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں صرف پانچ منٹ کے اندر مریض کی طبیعت صحت کے لیے لوٹ جاتی ہے۔ سب کچھ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب مریض کی تمام علامات کو جمع کر کے اس کے اس مفرد عضو کے افعال کے ساتھ تطبیق دے دیا جائے۔ جو بیمار ہے اور اس میں مریض کی عمر، پیشہ، عادات اور موسم بھی شریک ہوتے ہیں۔

ترکیب ادویہ میں غلط فہمی

ترکیب ادویہ میں سب سے بڑی خرابی اور غلط فہمی یہ ہے کہ بغیر مزاج وخلط اور مفرد عضو کو مدنظر رکھے کسی مرض یا علامت کی چند ادویہ کو اکٹھا کر دیا جائے اور بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہر مزاج اور ہر خلط کی چند ادویہ کو اکٹھا کر کے پھر ان کا مزاج نکال لیا جائے۔ اس طرح کا مرکب بھی مجرب ومفید ہوسکتا ہے۔ لیکن نظریہ اور اصول بالکل غلط ہے۔ کیونکہ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔

یاد رکھیں ترکیب ادویہ میں کیمیاوی طور پر اخلاط کے مزاج اور مفرد عضو کی خرابی کو مدنظر رکھنا از حد ضروری ہے اور یہ سب کچھ دورانِ خون کے مطابق عمل میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکیب ادویہ صاحب علم اور اہل فن کا کام ہے اور یہی اس کے اسرار ورموز ہیں۔

تحقیقات المجربات اور اصطلاحات

اب تک اغذیہ وادویہ اور زہروں کی عمومی ماہیت وحقیقت اور افعال واثرات کا ذکر کیا ہے۔ اب ذیل میں انفرادی طور پر ہر غذا و دوا اور زہر کی ماہیت وحقیقت اور افعال واثرات کا ذکر کریں گے۔ تاکہ ان کے نوعی وجنسی اور خصوصی اثرات کا علم حاصل ہو جائے اور مجربات ونسخہ نویسی اور ان کے مفرد استعمال سے پورے پورے فوائد حاصل ہوسکیں۔

یادرکھیں جب ان کو کوئی انفرادی طور پر سمجھ نہیں سکتا تو ان کے مرکبات سے بھی مستفید نہیں ہوسکتا۔ اغذیہ وادویہ اور زہروں کی ماہیت وحقیقت اور افعال واثرات جاننے سے قبل نہایت ضروری ہے کہ ان اصطلاحات کو سمجھ لیا جائے جن کی زبان میں یہ سب کچھ بیان کرنا ہے ان کے بغیر ان کا پورے طور پر ذہن نشین کرنا بہت مشکل اور دشوار ہے۔

جہاں تک ان اصطلاحات کا تعلق ہے، اوّل تو ان کو سمجھانے کی کوشش نہیں کی گئی اور جہاں پر سمجھایا گیا ہے وہاں پر ان کے صرف معنی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ان کو طبی اور فنی طور پر ذہن نشین نہیں کرایا گیا۔ خصوصاً اغذیہ وادویہ اور زہروں کا جب جسم پر اثر ہوتا ہے تو وہاں پر تشریحی اور فعلی طور پر کیا تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی اعضاء کے افعال اور دورانِ خون میں کیا تغیر وتبدل پیدا ہو جاتا ہے۔ جب تک اصطلاحات کو طبی اور فنی طریق پر ذہن نشین نہ کر لیا جائے اس وقت تک علم وفن طب کو ذہن نشین کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ہر فن کی اصطلاحات گویا اس فن کی الف بے ہوا کرتی ہے۔

محرک

ایسی غذا ودوا اور زہر جس کے استعمال سے جسم کے کسی خاص عضو میں حرکت اور تیزی پیدا ہو۔ جس عضو میں حرکت اور تیزی پیدا ہوتی ہے وہاں پر سکیڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہاں کی رطوبات کم ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور وہاں پر رفتہ رفتہ گرمی بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔ یہی تحریک جب شدت اختیار کرتی ہے تو اس عضو میں سوزش ہو جاتی ہے لیکن تحریک سے سوزش تک اس کو ذیل کے حالات سے گزرنا پڑتا ہے:

① لذت ② بے چینی ③ حبس ④ قبض ⑤ خارش ⑥ جوش خون اور ⑦ درد۔ جن کی تشریح یہ ہے:

① **لذت**: چونکہ متحرک عضو کے مقام پر دورانِ خون بڑھتا ہے تو ابتدائی صورت میں لذت پیدا ہوتی ہے، جیسے گدگدی کرنے سے لذت پیدا ہوتی ہے۔ یہ لذت اور لطف کی حقیقت ہے۔

② **بے چینی**: جب لذت میں شدت پیدا ہو جائے تو وہاں پر لطف کے بجائے بے چینی بڑھ جاتی ہے۔

③ **حبس**: حبس اس حالت کو کہتے ہیں جہاں پر رطوبات کی پیدائش بند ہو جائے اور خشکی بڑھنا شروع ہو جائے۔

④ **قبض**: قبض اس حالت کو کہتے ہیں جہاں پر رطوبات کا اخراج رُک جائے۔

⑤ **خارش**: جب بے چینی کے بعد حبس وقبض پیدا ہو جاتا ہے وہاں پر خارش شروع ہو جاتی ہے۔

⑥ **جوش خون:** خارش میں جب شدت پیدا ہو جاتی ہے تو وہاں پر جوش خون پیدا ہو جاتا ہے۔

⑦ **درد:** جب جوش خون پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے دباؤ سے عضو کی وسعت میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد سوزش پیدا ہوتی ہے گویا سوزش ان سب کے مجموعہ کا نام ہے۔ سوزش کے معنی جلن کے ہیں۔ چونکہ سوزش کی حالت میں اس مقام عضو پر خون شدت سے آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہاں پر جو خون کی تیزی سے حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور حبس اور قبض بھی شدت اختیار کر لیتے ہیں اس لئے وہاں پر جلن پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا سوزش میں ظاہری طور پر حرارت وسرخی اور درد لازم ہیں۔ جب سوزش میں شدت پیدا ہوتی ہے تو وہاں کثرت خون اور رطوبت سے ابھار پیدا ہو جاتا ہے جس کو ورم (التہاب) کہتے ہیں۔ سوزش اور ورم کی ماہیت اور حقیقت کو ہم نے ماہنامہ ''رجسٹریشن فرنٹ'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

محرک اشیاء کے متعلق یہ بات یاد رکھیں کہ ہر غذا و دوا اور زہر جب استعمال کیا جاتا ہے تو تمام جسم پر یکساں اثر نہیں کرتا بلکہ اس کا اثر کسی خاص مفرد عضو (نسیج) پر ہوگا۔ البتہ اس کے دیگر قسم کے اثرات مثلاً تسکین اور تحلیل کا اثر دیگر اعضاء پر ہوگا۔ بس انہی افعال و اثرات کو سمجھنے کا نام خواص الاشیاء ہے۔

تسکین

اصطلاحات میں چونکہ زیادہ تر لغوی معنوں کو مدنظر رکھا گیا ہے اس لئے تسکین کے لئے بھی اسی امر کو کافی سمجھ کر اس کے معنی بیان کر دیئے ہیں، یعنی سکون پیدا کرنے والی اغذیہ وادویہ اور زہر لکھ دیئے گئے ہیں، جیسے مسکن اعصاب و دماغ مسکن قلب و مسکن جگر اور اسی طرح مسکن معدہ بلکہ مسکن الم اور مسکن حرارت بھی لکھ دیا ہے۔ گویا اشیاء ان اعضاء کے افعال کو تسکین دینے والی ہیں۔ وہی مسکن ہیں۔ اسی طرح درد اور حرارت کو بھی کم کرنے والی ہیں، اشیاء بھی ان کے تحت بیان کر دی گئی ہیں۔

اس مقصد کے لئے عام طور پر جو اشیاء استعمال کی جاتی ہیں ان میں مبردات ومسکنات اور مخدرات ہوتی ہیں جو اکثر سرد تر اور سرد خشک ہوتی ہیں۔ ایسی اشیاء بلغم اور سودا پیدا کرنے والی ادویہ واغذیہ اور زہر ہوتے ہیں۔ یہاں پر پھر یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ جب سردی تری میں تیزی پیدا ہوتی ہے تو وہ تری خشکی میں تبدیل ہو جاتی ہے، کیونکہ سردی ہر شے کو سکیڑتی ہے۔ اس کے مقابلے میں گرمی ہر شے کو پھیلاتی ہے۔

فنی حیثیت سے تسکین کی صورت یہ ہے کہ جسم انسان میں جس مقام پر مسکن اشیاء استعمال کی جائیں گی وہاں پر رطوبت اور بلغم کی زیادتی ہو جائے گی۔ وہاں پر رطوبات کا ترشح (سکریشن) خون میں عروق شعریہ کے راستے ان کے سروں پر جو غدود ہوتے ہیں ان میں سے ہوتا ہے۔ یہ تمام جسم پر خصوصاً مقام لذت و بے چینی اور خارش وسوزش پر شروع ہو جاتا ہے۔ یہی ترشح ایک طرف اس مقام پر سکون بخشتا ہے اور دوسری طرف دوران خون میں تسکین پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جس قدر زیادہ سوزش ہوتی ہے، اسی قدر ترشح زیادہ ہوتا ہے۔ اس ترشح کی بہترین مثال جسم پر کہیں شہد کی مکھی کا ڈنگ مارنا ہے۔ جوں جوں اس مقام پر رطوبات بڑھتی جاتی ہیں ڈنگ کی جلن اور درد کم ہوتا جاتا ہے، جسم میں بعض مقام ایسے بھی ہیں جہاں پر گوشت کی کمی ہوتی ہے جیسے سر اور ہاتھ پاؤں وغیرہ۔ جب ان مقامات پر ڈنگ لگتا ہے تو وہاں پر بہت درد اور جلن ہوتی ہے، کیونکہ ان مقامات پر بہت زیادہ رطوبت اکٹھی نہیں ہو سکتی۔ گویا جسم انسان میں یہی رطوبت جو خون سے اخراج پاتی ہے، تسکین کا باعث ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جسم انسان میں ہم جہاں بھی تسکین دینا چاہتے ہیں وہاں پر اس رطوبت کو بڑھا دیتے ہیں۔

راز کی بات

پیاس بھی اسی رطوبت سے بجھتی ہے۔ہم پیاس بجھانے کے لئے پانی،شربت اور برف وغیرہ استعمال کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ پیاس بجھا رہے ہیں،لیکن یہ غلط ہے،اس سے پیاس نہیں بجھتی بلکہ ان سے پیٹ میں یہ رطوبت پیدا ہوتی ہے جس سے پیاس بجھتی ہے۔دلیل یہ ہے کہ مرض عطاش یا ہیضہ میں پیاس نہیں بجھتی بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔اگر پیاس نہ بجھے تو مریض موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔مرض کی شدت بھی سوزش کی شدت کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی خون میں کیمیائی طور پر وہ اجزاء نہیں ہوتے جو ترشح ہو کر سکون کا باعث ہوں۔پاخانہ،پیشاب اور نزلہ وزکام کی جلن کا بھی یہی راز ہے۔اسی طرح جسم میں جن مقامات پر تہیج پیدا ہوتا ہے اس میں یہی رطوبت ہوتی ہے جو وہاں سوزش کے کم کرنے کے لئے پیدا ہوگئی ہے۔چونکہ اس صورت کا تعلق غدد سے ہے اس لئے ان تمام امراض میں جگر اور گردوں میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔جب جسم میں کسی مقام پر تسکین کی صورت بڑھ جائے تو وہاں تہیج اور سوجن کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بھی اپنی جگہ مرض کی ایک شدید علامت ہے جس کا علاج عضلات کو تحریک دینا ہے۔

یہاں پر یہ امر ذہن نشین کرنا ہے کہ تسکین کے لئے مبردات ومسکنات اور مخدرات اور مولد بلغم اشیاء استعمال کی جاتی ہیں،جو سب کی سب محرک اعصاب ہیں اور اعصاب کو تحریک دینے ہی سے تسکین پیدا ہوتی ہے۔جب اعصاب کو تحریک نہ ہو،نہ ہی رطوبت وبلغم پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی تسکین ہوتی ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب کے علم الادویہ (میٹیریا میڈیکا) میں محرک اعصاب ودماغ اشیاء میں ایسی ادویہ بھی درج ہیں جو تقویت پیدا کرتی ہیں۔جیسے کچلہ،قہوہ اور شراب وغیرہ ہیں۔لیکن جاننا چاہئے کہ یہ اشیاء محرک اعصاب اور دماغ نہیں ہیں بلکہ محرک قلب اور عضلات ہیں۔دلیل یہ ہے کہ ان کے استعمال سے دِل اور عضلات کی حرکت تیز ہو کر دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے اور جسم میں رطوبت وبلغم ختم ہو کر قوت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے یہ اس کی غلط فہمی ہے۔اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اعصابی ودماغی گرم اشیاء بھی ہوتی ہیں،جیسے نوشادر،اپی کاک،ہینگ وغیرہ۔مگر ایسی اشیاء سے بھی جسم میں رطوبات اور بلغم کا اخراج ہوتا ہے اور قلب وعضلات میں تیزی پیدا نہیں ہوتی بلکہ سستی پیدا ہوتی ہے اور ساتھ ہی جوش خون بھی کم ہو جاتا ہے اور ان سے بھی سوزش اور درد میں تسکین ہوتی ہے۔فرنگی طب کا میٹیریا میڈیکا (علم الادویہ) ان اقسام کی اغلاط سے بھرا پڑا ہے۔اب ذیل میں چند اور اصطلاحات کو ذہن نشین کر لیں جن کا تعلق تسکین سے ہے۔

رادع

ان اشیاء کو کہا گیا ہے جو مواد کو لوٹانے والی ہیں۔ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ تصور دیا گیا ہے کہ یہ اشیاء قابض ہوتی ہیں جو اپنی قوت قابضہ سے عروق کو سکیڑ کر تنگ کر دیتی ہے جس سے مواد کا نفوذ دشوار ہو جاتا ہے۔اس لئے ہر قسم کی قابض بلکہ حابس اشیاء کو رادع کہا گیا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی اشیاء قابض نہیں بلکہ حابس ہوتی ہیں جو سرد خشک ہوتی ہے۔ان ادویات کے تین افعال ہوتے ہیں۔اوّل وہ تسکین کا باعث ہوتی ہیں یعنی رطوبات اور بلغم کا خون سے اخراج قائم رکھتی ہیں،جس سے خون کا جوش اور تیزی کم ہو جاتی ہے،جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔دوسرے ان کی انتہائی برودت سے اس مقام پر تسکین ہوتی ہے اور تیسرے جو رطوبات وہاں پر گرتی ہیں ان کو وہاں

پر اپنی حابس قوت سے جذب کر کے پھر خون میں شامل کر دیتی ہے۔ اس رطوبتی مواد کو سرد کر کے واپس کرنے ہی کی وجہ سے ان اشیاء کو رادع کہتے ہیں۔ مفرد اعضاء کے تحت ہم ان کے اثرات کو عضلاتی اعصابی (خشک سرد) کہتے ہیں۔ اس طرح ان کے افعال آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ سکتے ہیں۔

تحلیل

یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس کو لغوی و معنوی اور مجازی طور پر تو ضرور کسی حد تک سمجھا گیا ہے مگر جہاں تک اس کی ایک طبی فنی اصطلاح ہونے کا تعلق ہے اس کو بالکل نہیں سمجھا گیا اور نہ ہی سمجھایا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فنی حیثیت سے جس قدر اہمیت اور ضرورت اس اصطلاح کو سمجھنے کی ہونی چاہئے تھی اس قدر اس سے دوری اختیار کی گئی ہے۔

ظاہر میں لغوی معنوں کی حیثیت سے چونکہ بہت آسان معلوم ہوتا ہے اس لئے شاید اس اصطلاح کو فنی حیثیت سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ لیکن علم العلاج میں یہ ایک ایسی اصطلاح ہے کہ 50 فیصدی علاج کا دارومدار صرف اس کو سمجھ لینے پر قائم ہے۔ پھر کسی غذا و دوا کے متعلق یہ کہہ دینا کہ وہ محلل ہے، یہ کافی نہیں ہے، بلکہ یہ جاننا از حد ضروری ہے کہ اس جسم میں اس غذا و دوا اور زہر کا اثر کس انداز میں ہوتا ہے جس سے وہاں پر تحلیل واقع ہوتی ہے۔ جہاں تک تحلیل کے استعمال کا تعلق ہے، اس کو صرف اورام کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اوّل تو اس کے عمل و انداز کا علم نہیں ہے۔ دوسرے باقی جسم پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ تیسرے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دیگر کون کون سی اصطلاحات ہیں جو اس کے تحت کام کرتی ہیں جن کا جاننا از حد ضروری ہے تاکہ تحلیل کے اثرات کے ساتھ ان کے افعال کا بھی علم ہو جائے۔

لغات کبیر میں جو طبی اصطلاحات میں بے نظیر سمجھی جاتی ہے اس تحلیل یا تحلل کے متعلق لکھا ہے ''مواد کا پوشیدہ طور پر خارج ہو جانا۔ مثلاً بدن سے بخارات بن کر نکل جانا یا ورم کا آہستہ آہستہ کم ہو جانا''۔ اس تشریح سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک عوامی تو کیا ایک صاحب علم اور اہل فن بھی کیا سمجھ سکتا ہے۔ مواد کا پوشیدہ طور پر خارج ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ پھر بدن سے بخارات بن کر نکل جانا کیسے ہو سکتا ہے اور ورم کے آہستہ آہستہ کم ہو جانے کی صورت کیا ہوگی۔ ایسی تشریحات نے فن کو ختم کیا ہے۔ کسی اصطلاح کی تشریحات اپنے اندر بہت اہمیت رکھتی ہے۔ پھر مختلف علوم و فنون میں یہ تشریحات بدل جاتی ہیں اور ان کی مخصوص تشریح کے بغیر وہ علوم و فن ذہن نشین نہیں ہو سکتے۔ صرف اصطلاح کے معنی بیان کر دینا کافی نہیں ہو سکتے۔

تحلیل کے معنوں کے لحاظ سے ''فیروز اللغات'' فارسی بیان کرتی ہے کہ ''(ع) ① اجزا کا کھول دینا ② حل کرنا ③ کہیں اترنا ④ اتارنا ⑤ گلا کر کسی شے کو فنا کرنا ⑥ نیچا کر دینا ⑦ حلال کرنا ⑧ طلاق والی عورت سے اس لئے نکاح کرنا کہ وہ اپنے پہلے خاوند پر حلال ہو جائے ⑨ علم معمہ کی اصطلاح میں کسی لفظ کے دو یا زیادہ حصے کر کے ہر حصے سے ایک معنی لینا اور بعض جگہ کسی کو اپنے معنوں ہی پر قائم رکھنا''۔ فیروز اللغات سے اس کی دونوں صورتیں سامنے آ جاتی ہیں، لفظ کے معنی بھی اور مختلف علوم و فنون میں مختلف معنی بھی سامنے آ جاتے ہیں۔ بہرحال تحلیل کے معنی حل کرنا اور گلا کر کسی شے کو فنا کرنا بہت حد تک تحلیل کو ذہن نشین کر دیتے ہیں۔

ایک مغالطہ

طبی اور فنی حیثیت سے تحلیل کے معنی حل کرنا اور گلا کر کسی شئے کو فنا کر کے بھی اگر ذہن نشین کر لئے جائیں تو پھر یہ مغالطہ پیدا ہوتا

ہے، ان افعال والی اشیاء واغذیہ اورادویہ ضرور گرم ہونی چاہئیں۔لیکن ایسی اشیاء واغذیہ اورادویہ جو سرد بلکہ انتہائی سرد بھی ہیں جیسے کافور، کاسنی اور مولی وغیرہ کو بھی محلل لکھا ہے جب کہ دوسری طرف انتہائی گرم اشیاء واغذیہ اورادویہ بھی مرقوم ہیں جیسے آک، ارنڈ اور مکو وغیرہ۔ گویا مختلف ادویہ کے ساتھ مختلف امزجہ درجات کی ادویہ بھی محلل ہوسکتی ہیں۔بس یہی وہ حقائق ہیں جن کا سمجھنا اور سمجھانا بے حد ضروری ہے، اس کو سمجھ لینے کے بعد علاج میں بے حد آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

تحلیل کی حقیقت

ظاہری طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی شے کسی شے میں حل ہو جائے تو اس کو تحلیل ہونا کہتے ہیں۔تحلیل ہونے والی شے کسی محلول میں حل ہو جائے یا خشک شے میں حل ہو جائے۔گویا وہ اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں شامل ہو جائے یا تبدیل ہو جائے۔اسی طرح اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی شے کو برتن میں رکھ کر آگ پر رکھا جائے اور وہ گل کر محلول بن جائے جیسے گڑ، گندھک اور دھاتیں وغیرہ یا دو اور دو سے زیادہ اشیاء کو ملا کر آگ پر رکھیں اور وہ تحلیل ہو کر ایک جسم بن جائے۔جیسے نوشادر، نیلا تھوتھا، تانبا اور ٹین وغیرہ۔یہ سب کیمیائی تحلیل کی صلاحیتیں ہیں۔اسی طرح اندرونی طور پر جب کوئی غذا یا شے کھائی جاتی ہے تو وہ معدہ کی رطوبت یا حرارت سے تحلیل ہو کر آش جو کی طرح سفید محلول میں تبدیل ہو جاتی ہے۔اسی طرح آنتوں میں یہی محلول تحلیل ہو کر ایک اور صورت اختیار کر لیتا ہے۔پھر یہی محلول جگر میں اس کی حرارت سے تحلیل ہو کر خون بن جاتا ہے۔پھر یہی خون جہاں جسم میں غذا اور طاقت کا بدل بنتا ہے وہاں پر یہی جسم کے مواد اور سوزش وغیرہ کو تحلیل بھی کرتا ہے۔اسی طرح ضرورت کے وقت عروق شعریہ کے سروں پر غدود ہیں ان میں تحلیل کر کے رطوبات کا ترشح کرتا ہے، یہ تحلیل بھی خود خون کی حرارت سے ہوتی ہے، یہ سب بھی کیمیائی تحلیل کی صورتیں ہیں۔ان مسلمہ حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ تحلیل کے لئے حرارت اور خون کی گرمی ضروری ہے۔

ہمارا روزانہ کا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ جب جسم میں بیرونی گرمی یا اندرونی حرارت بڑھ جاتی ہے تو پسینہ آ جاتا ہے اور اگر اس کی شدت ہو جائے تو دِل گھبرانے لگتا ہے اور پسینہ میں شدت ہو جاتی ہے۔یہ بھی ایک قسم کی تحلیل ہے۔اسی طرح اگر اس گرمی اور حرارت کا اثر گردوں پر اثر انداز ہو جائے تو پیشاب میں زیادتی ہو جاتی ہے اور اگر جگر متاثر ہو جائے تو اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔یہ بھی تحلیل کی صورتیں ہیں۔اسی طرح اگر دماغ متاثر ہو تو نزلہ زکام اور جسم میں جس قدر بھی رطوبات کا اخراج ہوتا ہے جن میں جریان واحتلام اور سرعت انزال وسیلان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔گویا یہ سب تحلیل کی صورتیں ہیں جو مختلف مقامات پر مختلف اعضاء میں ہوتی ہیں۔ان حقائق سے ثابت ہو گیا کہ تحلیل کے لئے جسم میں خون کی حرارت اور بیرونی گرمی کی ضرورت پائی جاتی ہے جس سے انسانی مشین چلتی ہے اور جب یہی حرارت اور گرمی بہت زیادہ کسی مقام پر بڑھ جائے تو نقصان بھی کرتی ہے۔یعنی وہاں پر تحلیل کرتی ہے۔

روزانہ زندگی میں حرارت وگرمی سے جسم میں جو تحلیل پیدا ہوتی ہے یا خود گرمی کم ہو جاتی ہے تو دونوں کی کمی سے جسم میں طاقت کی کمی محسوس ہوتی ہے اور ان کا بدل غذا اور بیرونی گرمی سے پورا کرتے ہیں۔اگر اس طرح گرمی اور طاقت پوری نہیں ہوتی تو ادویات کا استعمال بھی کرتے ہیں جن میں گرم مصالحے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔گویا تحلیل کے لئے حرارت اور گرمی ضروری شے ہے۔اس کے بغیر تحلیل نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن بھی ہے۔پھر طبی کتب میں سرد اشیاء کو کیوں محلل لکھا ہوا ہے اس کا جواب دورانِ خون ہے۔یعنی تحلیل تو

اسی مقام پر ہوگی جہاں پر خون کی حرارت یا بیرونی گرمی زیادہ ہوگی۔ جس مقام پر دونوں چیزیں نہیں ہیں، وہاں پر حرارت کے بجائے برودت ہوگی اور تحلیل کی بجائے تسکین ہوگی۔

جاننا چاہئے کہ جو اغذیہ واشیاء اور ادویہ وزہر جسم انسان میں داخل ہوتے ہیں وہ سب اگر گرم بھی ہوں تو بھی ان سب کے افعال واثرات صرف ایک ہی عضو پر نہیں ہوتے بلکہ مختلف اعضاء پر ہوتے ہیں۔ اسی طرح سرد اغذیہ واشیاء اور ادویہ وزہروں کے اثرات بھی جسم کے مختلف اعضاء پر ہوا کرتے ہیں۔ اس صورت میں گرم یا سرد شے کا اثر و فعل جس عضو پر ہوگا وہاں پر تحریک ہوگی اور خون اس تحریک کی طرف جائے گا۔ اس طرح جس مقام پر خون اکٹھا ہو جائے گا وہاں پر تحلیل واقع ہوگی۔ مثلاً اگر تحریک دماغ واعصاب میں ہے تو جگر و گردوں اور غشاء میں خون کی زیادتی ہوگی اور وہاں پر تحلیل ہوگی۔ اسی طرح اگر تحریک جگر و گردوں اور غشاء میں ہوگی تو تحلیل قلب و عضلات میں ہوگی۔ اسی طرح اگر تحریک قلب وعضلات میں ہوگی تو خون کی زیادتی دماغ واعصاب کی طرف ہوگی اور وہیں تحلیل ہوگی۔ یہ وہ راز ہے جو نظریہ مفرد اعضاء نے حل کیا ہے۔

مقوی

یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس کو علم الادویہ میں بہت کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔ مقوی شے کا مفہوم کیا ہے اور اس کا عمل جسم میں کیسے پیدا ہوتا ہے۔ طبی کتب میں ان کو ذہن نشین کرایا گیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر مقوی شے اپنی طاقت سے باعث تقویت ہوگی۔ لیکن اس امر کا کہیں ذکر نہیں ہے کہ کسی قسم کی شے باعث تقویت ہوگی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ طبی کتب میں ہر مزاج و کیفیات اور ہر درجے میں مقوی اشیاء کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ بعض اشیاء میں تخصیص بھی کر دی گئی ہے کہ وہ دِل یا دماغ یا جگر یا کسی اور عضو کے لئے مقوی ہیں۔ ان میں بعض ایسی بھی ہیں جو تمام جسم کے لئے مقوی لکھی گئی ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جو اعضائے جسم کے لئے مقوی لکھ دی گئی ہیں۔ گویا تینوں اس شے سے تقویت حاصل کرتے ہیں۔ اس مقام سے بھی بڑھ کر جو اشیاء مقوی ارواح لکھی گئی ہیں۔ ان کو پڑھ کر اور بھی حیرت ہوتی ہے اور ارواح بھی تین اقسام کی ہیں۔ ان کا تعلق بھی کسی نہ کسی عضو رئیس کے ساتھ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی شے تمام ارواح کے لئے مقوی ہو سکتی ہے۔

جسم واعضائے رئیسہ سے آگے بڑھیں تو ہمیں عجیب عجیب قسم کی مقوی اشیاء نظر آتی ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ حکمائے متقدمین اور متاخرین سے لے کر آج تک جس میں آیورویدک، فرنگی طب اور دیگر چھوٹی بڑی طبیں شریک ہیں ان میں مقوی شش ومقوی معدہ، مقوی امعاء، مقوی مثانہ اور مقوی باہ وغیرہ اشیاء، اغذیہ، ادویہ اور زہر نظر آتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان اعضاء کے لئے کوئی بھی ایسی غذا، دوا، زہر اور شے نہیں ہے جو ان کے لئے مقوی ہو۔ کیونکہ اعضاء مفرد نہیں بلکہ مرکب ہیں اور ان کی ترکیب اور بناوٹ میں اعصاب وعضلات اور غدد شریک ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی مرکب عضو کی کمزوری میں کسی ایک عضو میں ہی کمزوری ہوگی۔ اسی مفرد عضو کی تقویت کے لئے مقوی دوا کی ضرورت ہے۔ اگر بغیر تخصیص کے کوئی مقوی دوا استعمال کر دی گئی تو ظاہر ہے کہ وہ اسی مفرد عضو کے لئے باعث تقویت ہو جو پہلے ہی تیزی اور شدت سے کام کر رہا ہو تو ظاہر ہے کہ اس میں اور بھی تیزی اور شدت پیدا ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس مفرد عضو کی تیزی کی وجہ سے جس مفرد عضو کے فعل میں سستی اور سکون ہوگا

وہاں پر اور بھی مزید سستی اور سکون پیدا ہو جائے گا۔ نتیجہ میں اس مرکب عضو میں بجائے تقویت کے مزید کمزوری اور تفریط پیدا ہو جائے گی۔ اس کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ مرکب اعضاء کے کسی ایک مرکب عضو کی کمزوری کا باعث گرم کیفیت یا گرم خلط کی وجہ سے کمزوری ہے مگر وہاں پر تقویت کے لئے سرد کیفیت یا سرد خلط کی دوا مقوی خیال کرتے ہوئے دے دی گئی ہے تو یقینی امر یہ ہوگا کہ وہاں تقویت کے بجائے کمزوری ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مقوی غذا، دوا، زہر اور شے کے مزاج اور اخلاط کتب میں بیان ہیں جن کا علاج اور نسخہ نویسی میں خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔ صرف مقوی ہونا کافی نہیں ہے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ مقوی کا ہونا کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔ بلکہ بالخاصہ کو بھی بغیر مناسب اور صحیح کیفیت خلط کے استعمال کرنا نقصان ہے۔

اسی طرح یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ کوئی غذا، دوا، زہر اور شے کسی بھی مرکب عضو کے لئے تقویت کا باعث نہیں ہوسکتی۔ یقیناً وہ اس مرکب عضو کے مفرد عضو عصب وعضلہ اور غدود کے لئے ہی مفید ہوگی۔ یہ اب حکماء، معالج اور صاحب علم واہل فن کا فرض ہے کہ وہ مقویات کو بالمفرد اعضاء کی تشخیص کے بعد یا بالکیفیات یا بالا خلاط (گرم، سرد، تر اور خشک- خون، صفرا، سودا اور بلغم) کی تخصیص کے ساتھ استعمال کرائیں، ورنہ کوئی مقوی دوا، غذا، زہر اور شے مقوی نہ ہوگی بلکہ نقصان رساں ہوگی۔

مقوی کے غلط استعمال کی ایک صورت اور سمجھ لیں تاکہ مقویات کے فوائد کی بجائے نقصان نہ برداشت کرنا پڑے۔ مثلاً دودھ ایک مقوی غذا ہے مگر جن کے جسم میں نزلہ، رطوبت اور سکون قلب ہو یعنی جن کے اعصاب ودماغ میں تیزی اور بلغم میں زیادتی ہو ان کو نقصان دیتا ہے اور کمزوری پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح گوشت ایک مقوی غذا ہے مگر جن کے جسم میں ترشی وتیزی ہو اور جگر میں سکون ہو یعنی عضلات قلب میں تیزی اور ریاح کی زیادتی ہو تو ان کو نقصان دے گا اور کمزوری کرے گا۔ بالکل اسی طرح گھی ایک مقوی دوائے غذائی ہے لیکن جن کے جسم میں حرارت وبے چینی ہو اور اعصاب میں سکون ہو یعنی جگر وغدد میں تیزی ہو اور صفرا کی زیادتی ہو تو نقصان دے گا اور کمزور کردے گا، وغیرہ وغیرہ۔ یاد رکھیں! جس طرح مرض کی تشخیص کے بغیر علاج ناممکن ہے بالکل اسی طرح صحیح مقویات کی تجویز کے بغیر صحت بہت مشکل ہے۔

مقوی کی حقیقت

جب جسم میں کوئی مقوی غذا و دوا اور زہر و شے استعمال کی جاتی ہے تو وہ جسم کے اس مخصوص مفرد عضو میں ہلکی ہلکی تحریک پیدا کرتی ہے جس سے وہاں پر انقباض پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے اس عضو میں یہ استعداد پیدا ہوتی ہے کہ وہ خون میں سے اپنی ضرورت کے اجزا اور غذا جذب کرنا شروع کر دیتا ہے جس سے اس کے جسم میں نمو اور تقویت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ مقویات کی خصوصیات میں خاص خوبی یہ ہے کہ وہ اس قدر ہلکے ہلکے عمل کرے وہ خون میں سے اپنے اجزاء اور غذا جذب کرنا شروع کردے اور اس کے عمل اور تحریک میں تیزی پیدا ہوگی تو تقویت کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ تحریک بن جائے گا جو مفید ہونے کی بجائے مضر ہوگا۔

مقویات ومحرکات کا فرق

مقویات کا عمل اس قدر ہلکا اور لطیف ہوتا ہے کہ عضو رفتہ رفتہ خون کو جذب کرتا ہے اور اس کے برعکس تحریک وہاں پر اس قدر شدت وتیزی اور سوزش پیدا کر دیتی ہے کہ خون وہاں پر خود جانا شروع ہو جاتا ہے جس سے وہاں پر خون کی زیادتی ہو کر تحلیل شروع ہو جاتی ہے۔

مقویات کی زیادتی

جولوگ طاقت کوجلد حاصل کرنے کے لئے مقویات کوزیادہ سے زیادہ مقدار میں استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں، کیونکہ مقویات ضرورت اور اندازہ سے زیادہ استعمال کی جائیں تو بجائے مقویات کے محرکات بن جاتی ہیں اور تحلیل پیدا کر کے ضعف کا باعث ہوتی ہیں۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب میں مقویات کے استعمال میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وہ جب مقویات مثلاً کیلشیم (چونا)، فیرم (فولاد)، فاسفیٹس (فاسفورس) استعمال کراتے ہیں تو وہ زیادہ سے زیادہ استعمال کرتے ہیں تو ان کی زیادتی کے نقصان کو مدنظر نہیں رکھتے اور ان کے مقوی و محرک افعال کے فرق کا تو ان کو علم ہی نہیں ہے۔ ایک مثال اس طرح سمجھ لیں کہ کسی مریض کو چونا و فولاد یا کوئی اور مقوی شے استعمال کرائیں لیکن جب تک وہ شے جسم میں جذب نہ ہو تو وہ تقویت کیسے دے گی۔ جذب اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ وہاں کے اعضاء میں ہلکے اور لطیف عمل سے جذب کرنے کی استعداد پیدا کی جائے ورنہ اس شے کی زیادتی کبھی مفید نتائج پیدا نہیں کرسکتی۔ جو فرنگی ڈاکٹر دِن رات مریضوں کو کیلشیم اور فولاد استعمال کراتے ہیں کبھی انہوں نے یہ بھی غور کیا ہے کہ ہماری روزانہ غذا میں کس قدر چونا اور فولاد شامل ہوتا ہے مگر اعضاء کا ضعف ان کو جذب نہیں کرسکتا جیسے ایک بچہ بڑے آدمی کی غذا ہضم نہیں کرسکتا۔ مقویات کی زیادتی کے بجائے مقویات کے جذبات کی استعداد پیدا کرنا صحیح علاج ہے۔

تقویت اور تحلیل میں فرق

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ مقویات کی زیادتی جسم میں تحریک بن جاتی ہے جس سے وہاں پر زیادہ سے زیادہ اجتماع ہو جاتا ہے اور وہاں پر خون کی گرمی سے تحلیل شروع ہوجاتی ہے۔ یاد رکھیں کہ مقویات طاقت دیتی ہیں اور محرکات سے تحلیل کا خطرہ ہے جس کے بعد ضعف پیدا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض معالج یہ شکایت کرتے ہیں کہ مریض کو جس قدر طاقت کی غذا دیتا ہے وہ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ ذہن نشین کرلیں کہ اگر مقویات کی زیادتی سے طاقت پیدا ہوتی تو امیر، رئیس اور نواب زادے کبھی کمزور نہ ہوتے اور ان کو کبھی ضعف اور ہارٹ فیل نہ ہوتا۔ یاد رکھیں کہ مقویات کی زیادتی تحلیل اور ضعف پیدا کر دیتی ہے اور انہیں سے ہارٹ فیل ہوتا ہے۔

مقویات اور ایک دوسرا زاویہ نگاہ

مقویات کے لئے عام طور پر یہی خیال اور تصور کیا جاتا ہے کہ وہ اس مخصوص عضو اور خلط میں تیزی اور زیادتی پیدا کرتی ہے لیکن جب کسی عضو اور خلط میں زیادتی پائی جائے تو یقیناً ایسی مقویات جو ان کے افعال و مواد میں کمی یا اعتدال پیدا کر دیں وہ بھی ان کے لئے مقوی بن سکتی ہیں۔ مثالیں درج ذیل ہیں۔

مقوی اعضائے رئیسہ

ایسی ادویہ اور اغذیہ جو اعضائے رئیسہ (دِل، دماغ اور جگر تینوں کے لئے بیک وقت مقوی ہیں) کے لئے مقوی ہیں۔ جیسے زعفران، مشک، عنبر، مروارید، زمرد، زہر مہرہ، گاؤزبان اور گاجر وغیرہ ان کو اطباء نے مقوی اعضائے رئیسہ لکھا ہے لیکن بعض نے اس خیال کو

صحیح نہ سمجھتے ہوئے ساتھ یہ لکھ دیا ہے کہ اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو ان ادویہ کی زیادہ خصوصیت ایک ایک عضو کے ساتھ ہے جس سے بالعرض دوسرے عضو بھی متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ بالکل حقیقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ زعفران مقوی جگر، مشک مقوی دماغ اور عنبر مقوی قلب ہے۔ اسی طرح مروارید، زمرد اور زہر مہرہ وغیرہ تمام مقوی قلب ہیں۔ یہ دماغ اور جگر کے لئے مقوی نہیں ہیں۔ اسی طرح گاجر اور گاؤزبان مقوی دماغ ہیں، یہ مقوی قلب نہیں ہیں۔ جیسا کہ روزانہ اطباء ان کو مقوی قلب استعمال کرتے ہیں۔ البتہ ان کو مفرح قلب دے سکتے ہیں جس کی صورت صرف یہ ہوسکتی ہے کہ جگر میں تیزی اور خون میں صفراء کی زیادتی ہو جس سے قلب میں تحلیل اور ضعف پیدا ہو رہا ہو تو اس وقت گاؤزبان اور گاجر، جو مقوی دماغ و اعصاب ہیں دوران خون کو دل سے کھینچ کر نہ صرف دماغ کی طرف کر دیتے ہیں بلکہ صفراء کو بے حد کم کر دیتے ہیں جس سے مفرح قلب کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ کسی عضو کے فعل میں کمی پیدا کر کے اس میں اعتدال پیدا کرنے سے بھی مقوی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

مقوی و مفرح کا فرق

جب طبی کتب میں مفرح ادویہ و اغذیہ پر نظر پڑتی ہے جو مفرح قلب کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مفرح قلب کے لئے ہونی چاہئیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ طبی کتب میں اور اطباء کے معمول میں بھی مفرح مقوی قلب کی صورت میں دیئے جاتے ہیں۔ یعنی قلب کے فعل میں تیزی پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ غلط ہے کہ ہر مفرح مقوی دماغ اور اعصاب ہوتا ہے جس سے قلب کی طرف دوران خون اور حدت کم ہو جاتی ہے اور وہاں پر سکون پیدا ہو جاتا ہے یا اعتدال پیدا ہو کر تقویت پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے کسی مفرح قلب شے کو مقوی قلب سمجھ کر استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ تقویت کی خاطر زیادہ سے زیادہ مفرح قلب اشیاء استعمال کرتے ہیں، لیکن اس میں فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔

اس حقیقت سے یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ دِل و دماغ اور جگر تینوں کے لئے مقوی ادویہ اور اغذیہ جدا جدا ہیں۔ کوئی ایک دوا و غذا تینوں اعضائے رئیسہ کے لئے کبھی مقوی نہیں ہوسکتیں۔ پھر مختلف ادویہ اور اغذیہ کو بیک وقت مقوی اعضائے رئیسہ سمجھتے ہوئے ایک نسخہ میں بھر دینا نہ صرف علم و فن طب سے ناواقفی بلکہ ظلم ہے۔

مقویات باہ

ایسی ادویہ اور اغذیہ جو قوت باہ کو طاقت دیتی ہیں ان کے متعلق بھی بہت حد تک یہ اندازہ کر لیا گیا ہے کہ یہ تمام کی تمام بالذات مقوی باہ ہیں اور جن کو بالعرض بھی مقوی باہ خیال کیا جاتا ہے ان میں بھی یہ یقین پایا جاتا ہے کہ بہر حال وہ مقوی باہ ضرور ہیں۔ لیکن یہ خیال اور نظریہ بھی غلط ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی دوا و غذا بغیر ضرورت کے مقوی باہ نہیں ہے۔

جاننا چاہئے کہ قوت باہ کوئی ایسا فعل نہیں ہے جو کسی ایک مفرد عضو کے افعال افراط و تفریط اور قوت سے پیدا ہو بلکہ تمام اعضائے رئیسہ کے صحیح افعال کا نتیجہ ہے۔ اگر ذرا اور وسعت دیں تو پتہ چلے گا کہ جسم کے ہر عضو و ہر نظام اور ہر کیمیائی رطوبت جن میں خون اور منی دونوں شامل ہیں کا نتیجہ ہے۔ پھر ایسی صورت میں کوئی ایک دوا یا مختلف ادویات و اغذیہ بغیر ضرورت کے کیسے مفید ہوسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر معالج قوت باہ کی ادویات اور اغذیہ کے زیادہ طلب گار ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس مرض کے علاج میں ناکام ہیں۔ اس میں فن علاج کا قصور نہیں ہے بلکہ فن سے لاعلمی ہے۔ ذیل کی امثال پر غور کریں:

① ستاور، جائفل اور سنبل الطیب (بالچھڑ) تینوں مقوی باہ ادویات میں شریک ہیں۔ تینوں عضلاتی غدی (خشک گرم) یعنی خشک زیادہ گرم کم ہیں۔ یہ تینوں عضوی اور کیمیائی طور پر محرک قلب اور مقوی جگر ہیں۔ ضعف باہ اگر سکون قلب اور ضعف جگر کی وجہ سے ہے تو انتہائی مفید ہے۔

② خولنجاں، سرخ مرچ اور رائی تینوں ادویات مقوی باہ ہیں۔ تینوں غدی عضلاتی (گرم خشک) ہیں یعنی گرم زیادہ اور خشک کم ہیں۔ یہ تینوں عضوی اور کیمیائی طور پر محرک جگر اور مقوی قلب ہیں۔ ضعف باہ اگر سکون قلب اور ضعف جگر کی وجہ سے ہو تو تریاق کا حکم رکھتی ہیں۔

③ زنجبیل، فلفل دراز اور فلفل تینوں مقوی باہ ادویہ میں شریک ہیں۔ تینوں غدی اعصابی (گرم تر) ہیں یعنی گرم زیادہ تر کم ہیں۔ یہ تینوں عضوی اور کیمیائی طور پر محرک جگر اور مقوی اعصاب ہیں۔ ضعف باہ اگر سکون جگر اور ضعف اعصاب کی وجہ سے ہو تو بے حد مفید ہیں۔

④ بھنگ، کنیر اور نک چھکنی یہ تینوں بھی مقوی باہ ادویات میں شریک ہیں، تینوں اعصابی غدی (تر گرم) ہیں۔ یعنی ان میں رطوبت پیدا کرنے کی قوت زیادہ اور حرارت برائے نام پیدا ہوتی ہے۔ اصولاً ایسی ادویات ضعف باہ پیدا کرتی ہیں۔ کیونکہ ہر دوا جو اعصاب میں تحریک یا شدت پیدا کرے وہ ضعف باہ پیدا کرتی ہے، مگر طبی کتب میں اس قبیل سے بھی بہت سی ادویہ مقوی باہ درج ہیں۔ ظاہر تو ان کو مقوی باہ کہنا صحیح نہیں۔ البتہ جب اعصاب میں سکون اور جگر میں ضعف ہو تو ضرور مفید ہو سکتی ہیں۔ لیکن جو لوگ اس راز و رموز سے واقف نہیں ہیں وہ ہمیشہ نقصان اٹھائیں گے۔

⑤ کنجد، خارخسک اور گوند۔ یہ تینوں بھی مقوی باہ ادویات میں شریک ہیں، تینوں اعصابی عضلاتی (تر سرد) ہیں۔ یعنی رطوبت کی زیادتی کے ساتھ سردی۔ جس میں حرارت اور خشکی کا نام و نشان نہیں ہے۔ اصولاً ایسی ادویات کا مقوی باہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ ضعف باہ ضرور پیدا کر سکتی ہیں مگر حیرت ہے کہ یہ ادویات سرعت انزال یا زیادہ سے زیادہ جریان میں استعمال ہو سکتی ہیں۔ اگر اسی حیثیت سے مقوی باہ استعمال کی گئی ہیں تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مبتدی ان ادویات کو کس طرح مقوی باہ استعمال کر سکتا ہے۔

⑥ فولاد، اسپند اور قہوہ یہ تینوں بھی مقوی ادویات میں شریک ہیں۔ تینوں عضلاتی اعصابی (خشک سرد) ہیں۔ یعنی سردی کی شدت سے رطوبات خشک ہو گئی ہیں۔ گویا ان میں سردی کی شدت ہے۔ البتہ حکماء نے انتہائی خشکی سردی میں حرارت کی ابتداء کی ہے۔ بہر حال خشک سرد مزاج میں اگر گرمی نہ ہو تو بھی خشکی کی شدت ہوتی ہے جو بلغم کی رطوبت خشک کر دیتی ہے جس سے حرارت بیدار ہوتی ہے جیسے گیلی لکڑی میں رطوبت خشک ہو جائے تو آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔ ایسی ادویات باہ کے بجائے جریان کے لئے زیادہ مفید ہیں۔ اگر ضعف باہ کا سبب جریان ہو تو ان کے مفید ہونے میں کوئی شک نہیں ورنہ ایسی ادویات کے استعمال سے قوت باہ میں خاطر خواہ فوائد حاصل نہیں ہوتے۔

یہ ہیں مقوی باہ ادویات کے اسرار و رموز، جو ہم نے مختصر طور پر بیان کئے ہیں۔ جن میں صرف تین تین ادویات مثال کے طور پر بیان کر دی ہیں، ورنہ مقوی باہ ادویات کے علاوہ زہر بھی شریک ہیں۔ جیسے کچلا، سنکھیا، پارہ اور بلادر وغیرہ جو مختلف تحریک میں دینے چاہئیں۔ مگر ہم کو اکثر ایک ہی نسخے میں نظر آتے ہیں۔ اسی طرح اغذیہ میں بھی آم، اخروٹ، بادام، بیضہ مرغ، چنا، خرما، گاجر، مغز پستہ، مغز

چلغوزہ اور دیگر مغزیات وغیرہ یہ سب مقوی باہ اغذیہ میں شریک ہیں لیکن سب کے مختلف مقام ہیں۔لیکن افسوس ان کے استعمال میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا۔ یہ مثال کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔ ورنہ طبی کتب مقوی دماغ، مقوی قلب، مقوی جگر، مقوی طحال، مقوی خون، مقوی بصر، مقوی دنداں، مقوی معدہ وامعا اور مقوی مثانہ وغیرہ سے بھری پڑی ہیں۔ یہ ایک ایسا خس وخاشاک ہے جب تک اس کو دور نہ کیا جائے طب یونانی کی صحیح صورت کا نظر آنا مشکل ہے۔

جناب حکیم قاضی نور احمد صاحب جو ہمارے پرانے محب اور تقریباً پینتیس، چالیس سالوں کے ساتھی ہیں، گزشتہ دنوں ملنے کے لئے تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ آپ نے اصطلاحات طبیہ کی تشریحات جن مفید وموثر انداز میں کی ہیں گزشتہ ہزاروں سالوں کی کتب میں کہیں نظر نہیں آئیں۔ ان کو پڑھ کر دل بہت خوش ہو گیا ہے اور بہت ساری غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں۔ اسی طرح دیگر اصطلاحات کی تشریحات کر دی جائیں تو علم وفن طب بہت آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ علم وفن طب کو اصطلاحات کے بغیر ذہن نشین کرنا نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن بھی ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ ''مقوی'' کی طرح ''اکسیر'' اور ''تریاق'' کے بارے میں بھی حکما اور اطباء میں بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کی تشریح بھی انتہائی ضروری ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ان کو کتاب ''تحقیقات فارماکوپیا'' میں بیان کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ اشارات ہیں تشریح کی ضرورت ہے۔ میں نے جواباً کہا کہ مکمل تشریح جو امثال کے ساتھ دی جائے بے حد باعث طوالت ہوں گی البتہ بعض پہلوؤں پر روشنی ڈال دی جائے گی۔ سو ''اکسیر'' اور ''تریاق'' کی حقیقت درج ذیل ہے۔

اکسیر اور تریاق

علم وفن طب میں صحیح تشخیص کے بعد صحیح تجویز کسی طرح ''اکسیر اور تریاق'' سے کم نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی ''اکسیر اور تریاق'' کا ایک مقام ہے۔ اگر ان کی صحیح تجویز ہو تو نہ صرف مرض دور ہو جاتا ہے بلکہ ان سے اعضاء کی پرانی سوزش اور خون کے کیمیائی زہر فوراً ختم ہو جاتے ہیں۔ فرنگی طب میں ''اکسیرات وتریاقات'' کا وہ تصور نہیں ہے جو طب قدیم میں پایا جاتا ہے۔ فرنگی طب میں اکسیرات و تریاقات کا ذکر ضرور ہے۔ وہ ان کو ''الکزر'' اور ''اینٹی ڈوٹ'' کا نام دیتے ہیں لیکن ان سے ان کی مراد صرف بہترین دوا اور دافع زہر دوا یا زیادہ سے زیادہ دافع جراثیم (اینٹی سپٹک) دوا کے ہیں۔ مگر ان کے حقیقی خواص سے بے علمی ہے۔

اکسیر دوا کے اثرات

اکسیر دوا کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ فوری اور وقتی طور پر کسی مرض کو روک دیا جائے۔ جیسے افیون و بھنگ اور دیگر مخدرات ومنشیات کے استعمال سے فوری اور وقتی طور پر درد جلن اور بے چینی کو ختم کر دیا جاتا ہے یا محرکات کے استعمال سے دورانِ خون کو تیز کر دیا جاتا ہے جس طرح فرنگی طب میں دِن رات انجکشنوں میں ایسی ادویات کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ طبی دُنیا پورے طور پر اس امر سے واقف ہو گئی ہے کہ فوری اور وقتی علاج بھی حقیقی علاج ثابت نہیں ہو گا بلکہ ایسے علاج کے بعد جب ردِّعمل شروع ہوتا ہے تو پہلے کی نسبت نہ صرف مرض زیادہ ہو جاتا ہے بلکہ ضعف جسم بھی واقع ہو جاتا ہے۔

علامہ علاؤ الدین قرشی لکھتے ہیں کبھی دوا بطی النفوذ ہوتی ہے اس لئے اس کے ساتھ ایسی دوا ملانے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو سریع النفوذ بنا دے جس کی دو صورتیں ہیں۔

① کسی دوسری دوا کی آمیزش سے اس کی قوت نفوذ عام طور پر بڑھ جائے جس میں کسی عضو کی تخصیص نہ ہو۔ مثلاً کسی غلیظ القوام اور بطی النفوذ چیز کے ساتھ کسی لطیف اور مغلظ چیز کا ملا دینا۔

② کسی دوسری دوا کی وجہ سے کسی خاص عضو کی طرف اس کی قوت نفوذ تیز ہو جائے یا کسی خاص عضو کی طرف اس کا میلان بڑھ جائے۔ مثلاً مدر ادویہ کے ساتھ ذراریح و تیلنی مکھی کا شامل کرنا وغیرہ جاننا چاہئے کہ ادویہ کا جسم میں نفوذ کرانا ایک اہم امر ہے۔ لیکن اکسیر دوا کے لئے صرف اس قدر کافی نہیں ہے۔

اکسیر دوا کا صحیح مفہوم

اکسیر دوا کو کیمیائے حیات کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ آیورویدک میں اس کو رسائن کہتے ہیں جس کے معنی ایسی دوا کے ہیں جس سے جوانی واپس لوٹ آئے یا اس میں ایسی قوت ہو جو کسی دھات کو صاف کر کے فوراً سونے میں تبدیل کر دے۔ ایسی طاقت کی دوا جسم کے تمام سوزشی اور مُحمر امراض کو جسم سے دور کر دیتی ہے بس ایسی دوا اکسیر ہو سکتی ہے۔ اکسیر دوا میں تین خوبیاں لازمی ہونا چاہئیں: ① برقی اثر ② جاذب اثر ③ دائمی اثر۔

جاننا چاہئے کہ برقی اثر کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے اثر میں نہ صرف برق رفتار ہو بلکہ جسم میں برقی رو پیدا کر دے تاکہ خلیات میں دور تک پہنچ جائے۔ جاذب اثر کا مقصد یہ ہے کہ دوا استعمال کرنے کے فوراً بعد جسم میں خود بخود جذب ہو کر جسم کے خلیات تک پہنچ جائے اور ساتھ ہی فوراً خون اور رطوبات کو اپنی طرف جذب کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ دائمی اثر سے مراد یہ ہے کہ استعمال کے بعد اس کا اثر فوری طور پر ختم نہ ہو جائے بلکہ کافی مدت تک اس کا اثر جسم میں جاری رہے۔ اکسیر دوا کا صحیح استعمال یہ ہے کہ پرانی و پیچیدہ امراض اور مُحمر و مسترخی اعضاء کے درست کرنے میں استعمال کرنی چاہئیں ان سے نہ صرف خلیات و انسجہ اور اعضاء کے افعال صحیح ہونا شروع ہو جاتے ہیں، بلکہ خون میں کیمیائی طور پر صحت مند اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اکسیرات کی یہ وہ خوبی ہے جو فرنگی طب میں نہیں پائی جاتی۔ جو غذا اور دوا اور زہر کا فرق سمجھتے ہیں، وہ اکسیری دوا کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔

دوائے تریاق

شیخ الرئیس لکھتے ہیں کہ ''یہ واضح رہے کہ تریاق جیسی بعض مفید دواؤں کے کچھ آثار و افعال ان کے مفردات (اجزاء) کے لحاظ سے ہوتے ہیں اور کچھ آثار و اعمال ان کی صورت نوعیہ کی وجہ سے ہوتے ہیں جو (مرکب میں ترتیب و آمیزش کے بعد پیدا ہو جاتے ہیں) اسی صورت نوعیہ کے حصول کے لئے ایک مدت تک تریاق کے اجزا کو خمیر کیا جاتا ہے تاکہ اس جدید مزاج کی وجہ سے تریاق کے اجزا میں سے آثار و قوی کھینچ کر آ جائیں جو بعض اوقات مفردات کے آثار سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں کی بات پر کان نہیں دھرنا چاہیے جو اس طرح کہا کرتے ہیں کہ تریاق یہ کام سنبل کی وجہ سے کرتا ہے اور یہ کام (مرکی) کی وجہ سے انجام دیتا ہے۔ بلکہ صداقت یہ ہے کہ اس کے عمل کی صورت وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔ یعنی وہ اپنے جدید مزاج کی وجہ سے عمل کرتا ہے۔ تریاق میں تاثیرات کے لحاظ سے اصل و عمود اور ستون تریاق کی صورت نوعیہ ہے جو ترکیب کے بعد اتفاقاً پیدا ہو گئی ہے اور تجربہ سے شاندار اور مفید ثابت ہوتی ہے۔ اس کے آثار کیوں ہیں اور اس کی صورت نوعیہ کو ان کے افعال سے کیا مناسبت ہے۔ واضح طور پر اس کا بتانا اور سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔

شیخ الرئیس نے جو یہ لکھا ہے کہ تریاق ''سنبل اور مر'' یا کسی خاص دوا کا نام نہیں ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ ہر تریاق میں ایک خاص قسم کے جدید مزاج سے عمل کرتا ہے اور یہ صورت نوعیہ اتفاق سے پیدا ہو جاتی ہے اور آخر میں اس کی حقیقت سے لاعلمی کا اظہار کر دیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ ان کی دونوں باتیں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

تریاق کی حقیقت

تریاق سے حقیقی مراد ایسی دوا و غذا اور زہر ہے جس کے استعمال سے اس کے مخالف مقابل زہر و مزاج اور مخصوص اثرات باطل اور ختم ہو جائیں جیسے ترشی کا اثر کھار سے باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس ہوتا ہے یا افیون کا اثر کچلہ سے باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس عمل ہوتا ہے اسی طرح دیگر زہروں کے متعلق ہے۔

جب ایک مزاج دوسرے مزاج کو توڑتا ہے۔ تو یہ بھی تریاق کی صورت نوعیہ میں شامل ہے۔ ان کے علاوہ کسی زہر کے لئے تریاق تیار بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ اس کی خاص صورت نوعیہ ہوتی ہے جیسا کہ شیخ الرئیس نے لکھا ہے۔ مگر ہر دوا کے لئے یہ شرط ضروری نہیں ہے۔

تریاق کا استعمال

تریاق کے استعمال میں ہمیشہ احتیاط کرنی چاہئے۔ ہر خوراک کے بعد جسم کا اچھی طرح معائنہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ یک لخت ایک مزاج ختم ہو جانے سے ضعف واقع ہو جاتا ہے اور کبھی ایک زہر ختم ہو کر دوسرا زہر پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ تریاق سے فوراً موت واقع ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ فرنگی طب میں جو انجکشن خاص طور پر پنسلین کے انجکشن دیئے جاتے ہیں ان سے شب و روز جو اموات واقع ہو رہی ہیں اس کی بھی بالکل یہی وجہ ہے کہ مرض کی قوت ختم ہو جانے کے بعد انسانی قوت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

تیز اور سوزشی ادویہ

زہر اور سمی ادویات کی طرح تیز اور سوزش پیدا کرنے والی ادویات بھی ہوتی ہیں۔ ایسی ادویات زہر و سمیات تو نہیں ہوتیں مگر ایسی ادویات اندرونی اور بیرونی طور پر استعمال کریں تو وہ جسم میں جلن پیدا کر دیتی ہیں یا جسم کو جلا دیتی ہیں یا جسم کو کھا جاتی ہیں۔ مگر ایسی ادویہ کی اصطلاحات کو بالکل سمجھانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ صرف ان اصطلاحات کے معنی لکھ دیئے گئے ہیں۔ حیرت یہ ہے کہ اصطلاح کے تحت مختلف مزاج اور کیمیائی ادویات لکھ دی گئی ہیں۔ طالب علم بے چارہ تو کیا ان میں تمیز کرے گا جدید اطباء بھی ان کو نہیں سمجھ سکتے پھر وہ بھلا ان میں ہم آہنگی کیسے کر سکتے ہیں۔ مثلاً ① اکال ② جالی ③ حالق ④ مبشرات ⑤ حکاک ⑥ قاشر ⑦ کاوی ⑧ لازع ⑨ محمر ⑩ مخشن ⑪ معطش ⑫ مقرح ⑬ منفط، وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام اصطلاحات میں اکثر کے افعال و اثرات ایک ہی قسم کے ہیں۔ البتہ ان میں بعض اصطلاحات اپنی قوت کی شدت اور بعض قوت کی کمی کے لئے بولی جاتی ہیں۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان تمام اصطلاحات کے ذیل میں ایسی مختلف ادویات استعمال کی گئی ہیں جو مزاج و اخلاط اور اعضاء پر اثر انداز ہونے کے اعتبار سے باہم کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ اس لئے طالب علم اصولی اور قانونی طور پر ان کے سمجھنے میں اکثر پریشان رہتا ہے۔ اب ذرا ان پر غور کریں، ہم ان کو اس انداز میں بیان کریں گے کہ ان کے افعال و اثرات ان کی قوت کا

بھی اندازہ ہو سکے۔اس طرح ان کا فرق بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

محمر نمبر ۹

(سرخ کر دینے والی دوا) وہ ادویات جب ان کو جسم پر لگایا جائے اور جس جگہ لگایا جائے وہاں پر خون کی آمد کو بڑھا دیں۔جس سے جلد یا جسم کی رنگت سرخ ہو جاتی ہے۔ادویات کے افعال واثرات میں یہ یقین کر لیا گیا ہے کہ وہاں کے عروق پھیل جاتے ہیں اور وہاں پر خون زیادہ آنے لگتا ہے۔اس مقصد کے لئے بہت سی ادویات ہیں لیکن چند بطور نمونہ درج ذیل ہیں: ① کافور، ہینگ، مولی اور تھوہر۔ ② سرکہ، خرول، پیاز اور لونگ۔ ③ پودینہ، لہسن، بیروزہ اور جمال گوٹہ۔

ہم نے ان تینوں نمبروں میں تین اقسام کی ادویات سرد مزاج وبلغم پیدا کرنے والی اور کم قوت والی ادویات سے لے کر گرم مزاج وصفراء پیدا کرنے والی ادویات اور انتہائی شدید قوت والی ادویات لکھ دی ہیں تا کہ ان کے افعال واثرات آسانی سے ذہن نشین ہو سکیں۔

غور کرنے والی بات یہ ہے کہ

① میں سرد اور گرم دونوں قسم کی ادویات درج ہیں۔لیکن ان سب کے استعمال سے جسم میں رطوبت کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ان کو اعصابی کہتے ہیں۔غور کریں کہ کافور و ہینگ اور مولی وتھوہر ظاہر میں کس قدر مختلف ادویہ ہیں۔لیکن تمام محرک اعصاب ہیں، خیر یہ تو سب اعصابی ہیں۔ان کے اثرات وافعال ایک ہی قسم کے ہو سکتے ہیں، لیکن جب ہم نمبر (۲) کی ادویات کو دیکھتے ہیں جس میں سرکہ وخردل اور پیاز ولونگ شامل ہیں، یہ تمام رطوبات کو خشک کرنے والی ہیں۔ان میں سرد اور گرم دونوں قسم کی ادویات شامل ہیں۔ان کے استعمال سے بھی جلد سرخ ہو جاتی ہے۔لیکن

② کی تمام ادویات اعصابی نہیں ہیں بلکہ عضلاتی ہیں۔یعنی ان کے اثرات سے دل اور عضلات کے افعال تیز ہو جاتے ہیں۔یاد رکھیں جو ادویات عضلات کے افعال کو تیز کر دیں وہ اعصاب میں تحلیل پیدا کر دیتی ہیں۔خیر ان کے اثرات وافعال بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ ان کے اعصاب میں دورانِ خون زیادہ ہو جاتا ہے۔لیکن اب

③ پر غور کریں، اس میں پودینہ، لہسن اور بیروزہ و جمالگوٹہ شامل ہیں۔اس میں بھی کم طاقت سے انتہائی طاقت والی ادویات ہیں۔لیکن مزاج میں گرمی اور صفرا پیدا کرنے والی ہیں۔ان سب کا اثر جگر (غدد) پر ہوتا ہے۔جب ادویات جگر (غدد) پر اثر انداز ہوتی ہیں تو اعصاب میں سکون ہوتا ہے، یعنی وہاں پر دورانِ خون کم ہو جاتا ہے۔

ان حقائق پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری اصطلاحات کو پورے طور پر سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ دوا کے ظاہر اثرات کو سامنے رکھ کر ان کے ظاہر افعال لکھ دیئے گئے ہیں۔جب طالب علم ان متضاد ومختلف مزاج واخلاط اور اعضاء وکیمیائی اثرات والی ادویات کو دیکھتا ہے اور ان کو ایک ہی اصطلاح کے تحت سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو یقیناً حیران ہوتا ہے ایسے ہی مقام ہیں جہاں سے حقیقی علم ذہن نشین نہیں ہوتا اور طالب علم شکوک کی دنیا میں گرفتار ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ علم وفن کو حقیقی اور یقینی نہیں بلکہ ظنی خیال کرتا ہے۔

محمر کے صحیح اثرات وافعال

ہر وہ دوا جو ''محمر'' ہے جب جسم پر لگائی جائے تو وہ دورانِ خون کو اس طرف تیز کر دے۔اس کی تین صورتیں ہیں:

① اعصاب میں تحریک یا سوزش پیدا ہو جائے۔جس سے غدد اور شریانیں پھیل جاتی ہیں وہاں دوران خون کی تیزی ہو جاتی ہے، مگر

جلد ہی وہاں پر ردِّعمل شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہاں رطوبات و بلغم اور ماہیت کا ترشح شروع ہو جاتا ہے تاکہ وہاں پر اجتماع خون ہو کر ورم نہ پیدا ہو جائے۔ ایسے محمرات میں وہ تمام ادویات شریک ہیں جو نمبر (۱) کے قبیل کی ہوسکتی ہیں۔

۲. عضلات میں تحریک یا سوزش پیدا ہو جائے جس سے ان کے انقباض سے قلب میں تحریک ہو کر دوران خون تیز ہو کر عضلات خصوصاً ان عضلات کی طرف تیز ہو جاتا ہے جہاں پر تحریک وسوزش پیدا کی گئی ہے۔ ایسے محمرات میں وہ تمام ادویات شریک ہیں جو نمبر (۲) کے قبیل کی ہوسکتی ہیں۔ یاد رکھیں ایسی ادویات نمبر (۱) (اعصابی) سے زیادہ تیز اور دیرپا ہوتی ہیں اور ان کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہاں پر رطوبات اور بلغم اور ماہیت ختم ہو جاتی ہے اور ردِّعمل بہت دیر سے ہوتا ہے۔

۳. غدد میں تحریک اور سوزش ہوتی ہے، جس سے شریانوں میں سکیڑ پیدا ہو کر وہاں سے اخراج رطوبات مشکل یا بند ہو جاتا ہے اور وہاں پر خون کا اجتماع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسے ''محمرات'' میں وہ تمام ادویات شریک ہیں جو اس قبیل کی ہوسکتی ہیں۔ بلکہ بعض صورتوں میں ورم بن جانے کا خطرہ ہو جاتا ہے۔ ایسی ادویات انتہائی گرم خشک ہوتی ہیں۔ اور صفراء پیدا کرتی ہیں۔ ان حقائق پر غور کریں اور پھر اس قسم کی دیگر اصطلاحات کو ذہن نشین کریں۔

لازع نمبر ۸

سوزش پیدا کرنے والی دوا۔ وہ مخصوص ادویہ جو جسم پر سوزش پیدا کرتی ہیں۔ یہ ادویات اپنی خفت وشدت کی وجہ سے کئی قسم کی ہو سکتی ہیں۔ ایسی ادویہ محمر (سرخ کرنے والی)، مبثر (دانے اور پھنسیاں پیدا کرنے والی ادویہ)، منفط (آبلہ ڈالنے والی دوا)، مخشن (سطح کو کھردری کرنے والی دوا)، قاشر (چھلکے اتارنے والی دوا) اور حکاک (خارش پیدا کرنے والی دوا)۔

یہ سب اصطلاحات ادویہ کی کمی بیشی کی مختلف صورتیں ہیں، اس طرح انتہائی شدید ادویات میں کاوی (جلا دینے والی دوا)، مقرح (زخم پیدا کرنے والی دوا)، اکال (ایسی دوا جو عضو کو کھا جائے)، حالق (بال مونڈنے والی دوا)، جالی (مواد کا اخراج کر کے مسامات بدن کو صاف کرنے والی دوا)۔

ان تمام اصطلاحات کی ادویہ کو اگر ہم باہم ملا کر دیکھیں تو تقریباً ایک ہی قسم کی ادویات نظر آئیں گی۔ البتہ ان کی تینوں صورتیں ہر اصطلاح میں نظر آتی ہیں۔ اگر ہم ہر اصطلاح کی تشریح ''محمر'' اصطلاح کی طرح کرتے تو کم از کم دس گنا زیادہ طوالت کی ضرورت پیدا ہو جاتی۔ بہرحال صاحب علم اور ماہر فن ذرا غور کریں تو تمام اصطلاحات کے حقائق ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

اصطلاح ''مقوی'' کے متعلق ہم بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اس کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں دور کر چکے ہیں۔ صاحب علم اور اہل فن حضرات نے اس تشریح اصطلاحات کو بہت پسند کیا ہے۔ چونکہ صحیح تشخیص کے بعد علاج کا دارومدار صحیح تجویز پر منحصر ہے اس لئے تجویز غذا ہو یا دوا یا کوئی تدبیر ہو اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک طبی اصطلاحات کو پورے طور پر ذہن نشین نہ کر لیا جائے۔ ''مقویات'' کے تحت ہم نے مقوی اعضائے رئیسہ اور مقوی باہ کے متعلق تشریح کر چکے ہیں۔ ''مقویات'' کے تحت ایک اصطلاح ''مقوی خون'' بھی ہے، اس کے متعلق جو کچھ طبی کتب میں لکھا ہے یا جو کچھ اطباء کا معمول ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''مقوی'' کی طرح ''مقوی خون'' کے متعلق بھی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ جن کی تشریح درج ذیل ہے:

مقوی خون

(خون کو مقوی بنانے والی دوا) ایسی شے جو خون کے ان اجزاء کو پورا کرے جن کی خون میں ضرورت ہے، لیکن عام طور پر سمجھا یہ جاتا ہے کہ ایسے اجزاء کا خون میں شامل کرنا جن سے خون میں قوت اور سرخی پیدا ہو جائے جیسے فولا دیا فولادی اجزاء والی ادویہ اور اغذیہ وغیرہ لیکن ایسا خیال کرنا غلط ہے۔

خون کا پیدا کرنا

سب سے پہلے ذہن نشین کرنے والی بات یہ ہے کہ خون ہمیشہ غذا سے بنتا ہے، کبھی کسی دوا سے پیدا نہیں ہوتا سوائے ان اشیاء کے جن میں اغذیہ کے اجزاء ہیں جن کو ہم ادویہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جیسے فولاد چونا اوران کے مرکبات وغیرہ۔ اگر خون ادویہ سے تیار ہوسکتا تو فرنگی طب اور ماڈرن سائنس اس کو ضرور تیار کر لیتی، اور ضرورت مند مریض کے لئے انسانی خون اکٹھا نہ کرتی بلکہ غذا کا مسئلہ ہی حل ہو جاتا ہے اور انسان ایسی گولیاں کھا لیتا ہے جن سے خون پیدا ہو یا ضرورت کے مطابق ادویہ سے تیار شدہ خون پی لیا جاتا یا بذریعہ پچکاری جسم میں شامل کر لیا جاتا۔

یاد رکھیں! تاحال کوئی طبی سائنس اس امر پر کامیاب نہیں ہوسکی کہ غذا کے اجزا کے بغیر ادویہ سے خون تیار کر سکے اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ خون کو غذائی اجزاء سے بھی جسم کے باہر تیار نہیں کر سکی۔ یہ ابھی تک قدرت کا راز ہے۔

خون کی پیدائش

خون ہمیشہ جسم میں تیار ہوتا ہے۔ جسم انسانی ہو یا حیوانی، نباتات میں بھی ایک قسم کا دوران جاری ہے، لیکن اس کو خون سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ جسم انسان میں قدرت کی طرف سے چند نظام قائم ہیں۔ جیسے نظام غذائیہ، نظام ہوائیہ، نظام دمویہ اور نظام بولیہ وغیرہ ہیں۔ ظاہر میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسم میں خون کے متعلق نظام دمویہ (دوران خون) ذمہ دار ہے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جسم کے تقریباً تمام نظام خون کی پیدائش میں حصہ دار ہیں، البتہ خون کے تیار ہونے کی ابتداء نظام غذائیہ (انہضام) سے شروع ہوتی ہے۔

نظام غذائیہ منہ سے لے کر مقعد تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں منہ سے معدہ تک نالی، معدہ وامعاء جگر وطحال اور لبلبہ شریک ہیں۔ جو غذا منہ میں کھائی جاتی ہے وہ پس جانے کے بعد نگل کر نالی کے ذریعہ معدہ میں چلی جاتی ہے۔ جہاں پر تحلیل ہو کر ہضم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ غذا کی لطافت وکثافت کے مطابق وہاں ایک گھنٹے سے تین گھنٹے تک تندرست انسان میں خرچ ہوتے ہیں۔ پھر وہ ایک محلول بن جاتی ہے، جس کا رنگ سفید اور قوام آش جو کی مثل ہوتا ہے جس کو کیلوس کہتے ہیں۔ یہاں سے ایک حصہ غدد جاذبہ کے ذریعے قلب میں پہنچ جاتا ہے، باقی آنتوں میں اُتر جاتا ہے۔ آنتیں دو قسم کی ہیں، اوپر چھوٹی اور نیچے بڑی۔ ان چھوٹی آنتوں میں تقریباً چار گھنٹے تک تندرست غذا تحلیل ہوتی رہتی ہے۔ وہاں پر جو محلول تیار ہوتا ہے اس کو ''کیموس'' کہتے ہیں۔ اس کے لطیف اجزاء جگر کی طرف چلے جاتے ہیں جہاں پر وہ جا کر خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور باقی کثیف حصہ بڑی آنتوں میں اُتر جاتا ہے، جہاں پر وہ پھر تحلیل ہو کر رفتہ رفتہ عروق ماساریقا کے ذریعے جگر کی طرف کھینچتا رہتا ہے۔ یہ عمل یہاں پر تندرست انسان میں کم وبیش چار پانچ گھنٹے تک جاری رہتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوا کہ

انسان میں کم وبیش بارہ گھنٹے غذا کے ہضم پر صرف ہوتے ہیں۔اس کے معنی یہ ہوئے کہ جب تک غذا کھا کر خون نہ بن جائے اس وقت تک دوسری غذا نہ کھانی چاہئے۔ کیونکہ اگر اس دوران میں غذا کھائی جائے گی تو یقینی امر ہے کہ طبیعت انسانی اپنے پہلے ہضم کو چھوڑ کر دوسرے ہضم کی طرف متوجہ ہوگی۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پہلی غذا خام رہ جائے گی۔ جو نہ صرف باعث بدہضمی ہوگی بلکہ زہر بن کر باعث مرض اور نقصان دہ ہوگی۔اسی لئے اسلامی روزہ بارہ، چودہ اور سولہ گھنٹے کا ہوتا ہے، تاکہ کھائی ہوئی غذا خون کی شکل اختیار کرے۔ یہی خون پیدا ہونے کا راز ہے۔

پیدائش خون کے معاون

جب ہم کوئی شے کھاتے ہیں تو چبانے کے ساتھ ساتھ اس میں منہ کی رطوبات (لعاب دہن) شامل ہوتا ہے، جو ایک طرف اس کو نرم کرتا ہے اور دوسری طرف اس شے کو ہضم کرنا شروع کر دیتا ہے۔اس لئے ہر غذا کے ساتھ جس قدر بھی ''لعاب دہن'' شریک ہوگا، وہ غذا جلد ہضم ہوگی۔اسی طرح جب غذا معدہ میں جاتی ہے تو رطوبت معدی اس میں شریک ہو کر اس کو نرم اور ہضم کر کے محلول بنا دیتی ہے۔اس ہضم میں غیر روغنی اجزاء ہضم ہو جاتے ہیں اور جو غذا آنتوں میں اُتر جاتی ہے، ان میں روغنی اجزاء ہوتے ہیں، لہٰذا جگر سے صفرا اور لبلبہ سے اس کی رطوبت آ کر اس غذا میں شامل ہوتے ہیں جس سے روغنی غذا وہاں نرم اور ہضم ہوتی ہے۔یہ تمام رطوبات قدرتی ہاضم ہیں۔ان قدرتی ہاضمین کی تشریح یہ ہے۔

① لعاب دہن اعصابی قوت سے پیدا ہوتا ہے۔اپنی صورت میں اس کے اندر کھاری اثرات ہوتے ہیں، مزاج بلغمی ہوتا ہے۔
② رطوبت معدی عضلاتی قوت سے پیدا ہوتی ہے۔اپنی صورت میں اس کے اندر تیزابی اثرات ہوتے ہیں۔مزاج سوداوی ہوتا ہے۔
③ رطوبت جگر اور رطوبت لبلبہ غدی قوت سے پیدا ہوتے ہیں۔اپنی صورت میں ان کے اندر دافع تیزابی اثرات ہوتے ہیں۔مزاج صفراوی ہوتا ہے۔یہ جہاں اپنے مقام پر غذا ہضم کرتے ہیں، وہاں پر غذا کا مزاج ضرورت کے مطابق تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

غلط فہمی

جو معالج خصوصاً فرنگی ڈاکٹر یہ خیال کرتے ہیں کہ فولاد یا اس کے مرکبات اسی طرح سنکھیا یا اس کے مرکبات مقوی خون ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ یہ تینوں اشیاء عضلاتی ہیں۔معدہ کو تیز کرتی اور تقویت دیتی ہیں۔لیکن نہ اعصاب میں طاقت دے کر بلغم پیدا کرتی ہیں اور نہ غدد میں تقویت دے کر صفرا پیدا کرتی ہیں۔ بلکہ قاطع بلغم اور صفرا ہیں۔اس لئے کسی ایسی دوا کو مقوی خون ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے جو بغیر تشخیص اور ضرورت کے استعمال کر دی جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو بجائے مقوی خون ہونے کے ضعف خون کا باعث ہوگا۔یعنی اعضائے غذائیہ کا جو حصہ کمزور ہوگا جب تک اس کو تقویت نہیں دی جائے گی اس وقت تک مقوی خون پیدا نہیں ہوگا۔یہی صورت ہر قسم کی غذا کے لئے بھی لازم ہے۔

مولد خون

بالکل اسی طرح کی غلط فہمی مولد خون ادویہ اور اغذیہ کے متعلق بھی پائی جاتی ہے۔یاد رکھیں کوئی غذا اور دوا جس کی جسم انسان کو ضرورت نہیں ہے، کبھی مولد خون نہیں ہو سکتی، بلکہ فساد خون کا باعث ہوتی ہے۔اس لئے بغیر ضرورت مقوی و مولد خون اغذیہ اور ادویہ نہیں کھانی چاہئیں۔ان کے استعمال سے اکثر نقصان ہوتا ہے۔

مدر بول

پیشاب جاری کرنے والی دوا۔ مدر بول اشیاء اس وقت استعمال کی جاتی ہیں جب پیشاب میں کمی واقع ہو یا پیشاب میں جلن محسوس ہو یا پیشاب بند ہو جائے۔ یہ صورتیں امراض کی حالت میں پیدا ہوتی ہیں۔ پیشاب حقیقت میں بدن کا فضلہ ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح پاخانہ اور پسینہ بدن کے فضلے ہیں، اس کا بین ثبوت یہی ہے کہ جب پیشاب بند ہو جاتا ہے تو نہ صرف فضلات اعضا میں رُک کر جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جس سے جسم میں خطرناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں، جن میں ہلاکت کی نوبت بھی پہنچ سکتی ہے۔ بلکہ اعضائے جسم میں بے چینی اور درد بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جب بندش بول سے زہریلی علامات پیدا ہوتی ہیں تو اس حالت کو تسمم بولی کہتے ہیں۔

شیخ الرئیس لکھتے ہیں، پہلے ہضم کا فضلہ جو معدہ میں ہوتا ہے آنتوں کی راہ (بشکل براز) خارج ہوتا ہے اور دوسرے ہضم کا فضلہ جو جگر میں ہوتا ہے اس کا بیشتر حصہ پیشاب میں چلا جاتا ہے۔

جدید تحقیقات میں پیشاب کے اندر جو مادہ زیادہ تر ہوتا ہے اس کو مادہ بولیہ کہتے ہیں، جس کی بڑی مقدار جگر کے اعمال ہضم و استحالہ کے نتیجہ میں جگر کے اندر ہی بنتا ہے اس لئے اس کو جگر کا فضلہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہے۔ بہر حال یہ مادہ جگر وغیرہ میں بن کر عروق میں چلا جاتا ہے۔ جہاں موجودہ شکل میں خون کے ساتھ ملا ہوا پایا جاتا ہے۔ بالخصوص جب کہ گردے خراب ہوں اور خون سے اس مادہ کو پیشاب کے ساتھ اچھی طرح خارج نہ کر سکتے ہوں، تو اس کی مقدار خون میں اور دیگر رطوبات بدن میں بڑھ جاتی ہے۔ گوشت کھانے سے یہ مادہ زیادہ اور سبزی کھانے سے کم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شدت ریاضت کے وقت اور بخاروں میں اس کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اس مادہ بولیہ کے علاوہ دیگر مواد بھی صحت کی حالت میں بدن سے اخراج پاتے ہیں جیسے بلغم اور ترشی وغیرہ، لیکن مرض کی حالت میں اس پیشاب میں ریگ وشکر اور خون و پیپ ہوتی ہے تو مدر بول دوائیں استعمال کی جاتی ہیں۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب میں یہ یقین کر لیا گیا ہے کہ ہر قسم کی الکلی (کھار) مدر بول ہے اور عام طور پر یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہر بارد شے مدر بول ہے لیکن بعض امراض میں ہم دیکھتے ہیں کہ نہ ہی کھاری اشیاء سے پیشاب آتا ہے اور نہ ہی سرد اشیاء سے پیشاب اخراج پاتا ہے بلکہ بعض وقت ایسی اشیاء سے بالکل بند ہو جاتا ہے اور اس غلط فہمی سے موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔

مدر بول ادویہ

کتب طبیہ میں جب مدر بول ادویہ کی فہرست دیکھی جاتی ہے تو اس میں سرد و گرم خشک وتر بلکہ کھاری اور ترشی ہر قسم کی ادویہ پائی جاتی ہیں۔ اس لئے صرف کھاری اور سرد قسم کی ادویہ کو مدر بول سمجھ لینا صحیح فن نہیں ہے، بلکہ مدر بول کے متعلق غلط فہمی اور لاعلمی ہے۔ البتہ اگر طب یونانی کے قوانین مزاج اور اخلاط کے مطابق مریض کے لئے نسخہ تجویز کیا جائے تو صحیح نتائج نکل سکتے ہیں۔

مدر بول کی صحیح صورت

مدر بول ادویات کے صحیح استعمال کو سمجھنے کے لئے ایک اہم بات یہ ہے کہ مدر بول کے نظام کو سمجھنا بے حد ضروری ہے جس کی صورت یہ ہے کہ جسم میں جب خون تیار ہو جاتا ہے تو وہ جسم کی غذا کے ساتھ ساتھ جسم کے مختلف اعضاء میں صاف بھی ہوتا ہے جس کی

صورت یہ ہے کہ خون دِل کی طرف سے باہر جسم میں دھکیلا جاتا ہے، جب گردوں میں پہنچتا ہے تو وہاں پر صاف ہوتا ہے۔ پھر گردوں سے باہر اخراج پاتا ہے، گویا اس کی تین صورتیں ہیں۔ اوّل دِل سے گردوں کی طرف دھکیلا جاتا ہے۔ دوسرے گردوں میں صاف ہوتا ہے۔ تیسرے باہر اخراج پاتا ہے۔

یاد رکھیں کہ اوّل صورت میں قلب (عضلات) کے فعل میں تیزی ہوتی ہے۔ دوسری صورت میں گردوں (غدد) کے فعل میں تیزی ہوتی ہے۔ تیسری صورت میں دماغ (اعصاب) میں تیزی ہوتی ہے یا یہ امر ذہن نشین کرلیں کہ جب پیشاب میں کوئی خرابی ہوتی ہے یا پیشاب کے جس قدر امراض ہیں ان میں یہی تین صورتیں ضرور پائی جائیں گی۔ یعنی عضلات و غدد اور اعصاب کے افعال میں سے کسی ایک کا فعل تیز ہوگا۔ لیکن اس کے مقابلے میں دوسرے کا فعل سست اور تیسرے کا فعل کمزور ہوگا۔ بس اسی حقیقت کا جاننا ہی مدر بول کا راز ہے۔

نظام بولیہ کے امراض

نظام بولیہ کے سمجھ لینے کے بعد اس کے امراض بھی ذہن نشین کرلیں تاکہ تشخیص اور علاج میں کسی قسم کی دقت پیدا نہ ہو۔ جاننا چاہئے کہ نظام بولیہ کے بنیادی امراض صرف تین ہیں۔ ① پیشاب کا کثرت سے آنا ② پیشاب کا کمی کے ساتھ یا جلن کے ساتھ آنا۔ ③ پیشاب کا بند ہونا۔ یاد رکھیں پیشاب کے تمام امراض انہیں تینوں بنیادی امر طبی کے تحت ہوتے ہیں، جن کی صورت یہ ہوگی: ① پیشاب کا کثرت سے آنا اعصاب کے تحت ② پیشاب کا کمی اور جلن کے ساتھ آنا غدد کے تحت ③ پیشاب کا بند ہو جانا عضلات کے تحت ہوتا ہے۔ اس کو اس طرح بھی سمجھ لیں کہ پیشاب کی پیدائش عضلات کے تحت، پیشاب کی صفائی غدد کے تحت اور اخراج اعصاب کے تحت ہوتا ہے۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ پیشاب کی پیدائش رُک جاتی ہے، بعض وقت اس میں کمی و جلن پیدا ہو جاتی ہے اور بعض وقت اخراج اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ پیشاب ہی ختم ہو جاتا ہے اور اس کو بند بول کہہ دیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں پیشاب کی پیدائش ہی کم یا رُک جاتی ہے۔ اس کا علاج پیشاب خارج کرنے والی دوائیں نہیں ہیں بلکہ پیشاب کو پیدا کرنے والی ادویہ ہونا چاہئے۔ یہی مقام ہے جہاں غلطی کرنے سے مدر بول کا صحیح تصور ذہن نشین نہیں ہوتا۔

پیدائش بول

تسکین عضلات و ضعف غدد اور تحریک اعصاب کی صورت میں دورانِ خون سست ہو جاتا ہے، گردوں میں خون کا زور کم ہو جاتا ہے۔ اور ان کی شریانوں میں امتلا اور تناؤ گھٹ جاتا ہے۔ ایسے موقع پر جو مدر بول ادویات دی جاتی ہیں وہ محرک عضلات (قلب) ہوتی ہیں۔ جیسے ① دارچینی ② ابہل ③ حرمل ④ ایلوا ⑤ پیاز ⑥ انجیر ⑦ چائے اور ⑧ زعفران وغیرہ۔

صفائی بول

''تحریک عضلات، تسکین غدد، تحلیل اعصاب'' کی صورت میں مواد بولیہ گردوں میں کم چھنتے ہیں اور ایسی صورت میں گردوں اور مثانہ میں ایک پتھری وغیرہ بننی شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے موقع پر جو مدر بول ادویہ دی جاتی ہیں، وہ یہ ہیں: ① افسنتین ② اکلیل الملک ③ ایرسا ④ بادیان ⑤ بیروزہ ⑥ ریوند عصارہ ⑦ پودینہ ⑧ تیلنی مکھی ⑨ زنجبیل اور ⑩ نوشادر، وغیرہ۔

اخراج بول

تحلیل عضلات، تحریک غدد، تسکین اعصاب کی صورت میں دورانِ خون غدد کی طرف زیادہ ہوتا ہے اور اعصاب میں سکون کی وجہ سے پیشاب کا اخراج بہت کم ہو جاتا ہے اور بعض وقت بالکل بند ہو جاتا ہے۔ جلن بھی اس صورت میں ہوتی ہے، ایسے موقعہ پر جو ادویہ دی جاتی ہیں وہ یہ ہیں: ① انار ② بادام شیریں ③ تخم خیارین ④ تخم مولی ⑤ تخم خربوزہ ⑥ تخم کدو ⑦ کاسنی ⑧ جوکھار ⑨ حجر الیہود ⑩ ریوند چینی ⑪ قلمی شورہ ⑫ کباب چینی، وغیرہ۔

مسہلات

ایسی ادویات جو سہولت کے ساتھ اسہال لائیں۔ مسہلات کے ذریعے ناقص اخلاط اور مواد کو جسم سے خارج کرنا۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

① بذریعہ ادویہ مشروبہ یعنی پینے کی ادویہ اور اغذیہ سے اسہال لانا۔

② بذریعہ حقنہ جس کو احتقان اور عمل طاہر بھی کہتے ہیں۔

قویٰ مفردہ

حکیم مطلق نے جسم انسان کو اس انداز پر بنایا ہے کہ طبیعت مدبرہ بدن ضرورت کے وقت مناسب راستوں سے فضلات کو ہمیشہ خارج کرتی رہتی ہے، لیکن بعض وقت اس کے سامنے ایسی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ وہ اپنے محسوس فضلات کو کلی یا جزوی طور پر خارج نہیں کر سکتی۔ ان رکاوٹوں میں ہمارے مفرد اعمال کا دخل ہے جو قوت مدبرہ بدن کے تحت خود کار (آٹومیٹک) عمل کرتے ہیں۔ یہ خود کار اعمال جسم انسان کے مفرد قویٰ کے تحت کام کرتے ہیں۔ وہ مفرد قوتیں یہ ہیں۔

(۱) **قوت ماسکہ**: ایسی قوت جو جسم میں غذا کو اس وقت تک روکے رکھتی ہے جب تک وہ صحیح طور پر ہضم نہ ہو جائے۔

(۲) **قوت ہاضمہ**: ایسی قوت جو جسم میں غذا کو اس وقت تک تحلیل کرتی رہتی ہے جب تک اس کا خلاصہ جسم میں جذب نہ ہو جائے۔

(۳) **قوت جاذبہ**: ایسی قوت جو تحلیل شدہ غذا کو اس وقت تک جذب کرتی رہتی ہے جب تک اس میں غذا کا خلاصہ اور جوہر موجود ہے تا کہ فضلات میں غذائی اجزا دفع نہ ہو جائیں۔

(۴) **قوت دافعہ**: ایسی قوت جو فضلات اور غیر نافع اغذیہ کی ضرورت کے وقت خارج کر دیتی ہے۔ یاد رکھیں کہ مفرد قویٰ کیفیات اور اخلاط کے ماتحت کام کرتی ہیں۔

بعض وقت اسباب ستہ کے تحت ایسی صورتیں پیدا ہوتی ہیں کہ جسم کے کیفیات اور اخلاط اعتدال پر نہیں رہ سکتے تو ان کے قویٰ مفردہ کے اعمال میں بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً قوت ماسکہ میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ غذا کو اوّل تو تحلیل ہی ہونے نہیں دیتی اور کچھ تحلیل ہو جائے تو بھی پورے طور پر وہ غذا کو نہیں چھوڑتی۔ اسی طرح قوت ہاضمہ میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ غذا کو پورے طور پر تحلیل و ہضم نہیں کر سکتی یا غذا کی مقدار اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ وہ پورے طور پر اس کو تحلیل و ہضم نہیں کر سکتی۔ ایسے ہی قوت جاذبہ اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ وہ خلاصہ اور جوہر غذا کو جذب کر لینے کے بعد بھی فضلات کو نہیں چھوڑتی یا کبھی قوت دافعہ اس قدر کمزور ہو جاتی ہے کہ فضلات کو خارج نہیں کر سکتی۔ بہر حال یہی صورتیں ہیں جن کی وجہ سے قبض کی صورتیں واقع ہوتی ہیں اور جس کے لئے مسہلات کی ضرورت پیدا ہوتی ہے۔

طب یونانی کا کمال

طب یونانی کا کمال یہ ہے کہ اس میں ہر مرض کا علاج مریض کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے اس لئے مسہلات بھی مزاج کے مطابق استعمال ہوتے ہیں۔ یہ ہرگز نہیں کہ ایک ہی قسم کا مسہل ہر مزاج میں استعمال کیا جائے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسہلات کو صرف اس لئے اہمیت ہے کہ مزاج کے مطابق فضلات کو جلد اور شدت کے ساتھ خارج کیا جائے ورنہ بغیر مسہلات بھی صرف کیفیات اور اخلاط کی تبدیلی کے تحت اعضائے جسم کے افعال کو بدل کر مواد و فضلات کو رفتہ رفتہ بھی خارج کیا جا سکتا ہے۔ بعض اطبا جو اس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک ہی قسم کے مسہل سے ہر مزاج کا علاج کیا جائے ایسے اطباء بے حد غلط فہمی کا شکار ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کو حکیم کہنا ہی غلط ہے۔ ایسے معالج علامتی معالج ہیں۔ علم وفن سے ان کا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔

فرنگی طب کا غلط طریق کار

فرنگی طب کے صحیح استعمال اور فوائد سے بالکل لاعلم ہے اور اس کا جاہلانہ اور عطائیانہ طور پر استعمال کرتی ہے اور جب سے اس نے ہر دوا کے اندر جراثیم کش اثرات کو تلاش کرنا شروع کیا ہے ادویہ کے حقیقی خواص اور افعال سے دور ہوگئی ہے۔ فرنگی طب میں مسہل ادویہ کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ مریض کو انتہائی قبض میں اسہال ہو جائیں چاہے کسی دوا سے یہ مقصد حاصل ہو جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر مزاج کے لئے علیحدہ علیحدہ مسہل ہیں۔ اگر فرنگی طب یہ اعتراض کرے کہ وہ مزاج تسلیم نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر عضو کے لئے جدا جدا مسہل ہیں، بلکہ ہر مرض کے لئے الگ الگ مسہل ہیں۔ اگر کسی مرض میں غلط استعمال کر لیا جائے تو بجائے شفاء حاصل ہونے کے مرض زیادہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی مریض کو قبض ہے اور ساتھ ہی ضعف قلب ہے لیکن فرنگی طب کے پاس کوئی ایسا مسہل نہیں ہے جو مقوی قلب ہو۔ اسی طرح ان کے پاس دماغ اور جگر کے لئے کوئی مسہل نہیں ہے بلکہ کسی عضو کے لیے مقوی مسہل نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کو کسی مرض کے مخصوص مسہل کا علم ہی نہیں ہے۔

اسی طرح کبھی قبض کے ساتھ پیشاب بھی بند ہوتا ہے، اس مقصد کے خاص مسہل ہیں اور کبھی قبض کے ساتھ پیشاب کی کثرت ہوتی ہے، اس مقصد کے لئے الگ قسم کے مسہل ہیں۔ اسی طرح دیگر مختلف علامات کے لئے جدا جدا مسہل ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ فرنگی طب میں جو مسہلات ترتیب دیئے گئے ہیں ان میں مختلف اور متضاد ادویہ شامل ہیں۔ مثلاً کیلومل میں جلا بہ ملا دیتے ہیں۔ سقمونیا میں مصبر ملا ہوتا ہے۔ فرنگی طب کی روزانہ قبض کشا ادویہ میں اکثر میگنیشیا اور کسٹر آئل استعمال ہوتا ہے اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ان دونوں کو بھی غلط مقامات پر استعمال کر جاتے ہیں، جس کا نتیجہ اکثر نقصان رساں ظاہر ہوتا ہے۔ بخار ایک اہم علامت ہے جو کسی نہ کسی عضو کی سوزش و ورم اور وہاں پر مواد کے متعفن ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ اگر قبض ہو تو ایسا مسہل ہونا چاہئے کہ وہ سوزش و ورم کو دور کرنے کے بعد تعفن بھی دور کرے لیکن ہم فرنگی طب میں دیکھتے ہیں کہ بخار کی دوا جدا ہے، ورم کی دوا الگ ہے اور مسہل علیحدہ استعمال ہو رہا ہے۔ یہ ہے فرنگی طب کے خواص ادویہ کا علم اور علاج میں غلط طریق کار کی خرابیاں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہاں ایک مرض کو روکنے کے لئے ایک دوا دی جاتی ہے۔ وہ کسی دوا کے پورے جسم میں افعال و اثرات اور خصوصاً مخصوص اعضاء پر ادویہ کے خواص و فوائد سے پورے طور پر واقف نہیں ہے اور جب سے اس نے جراثیمی امراض کے لئے ادویہ کی تلاش شروع کی ہے وہ اسی میں غرق ہو کر رہ گئی ہے اور اس کا علم وفن طب برباد اور مقید ہو کر رہ گیا ہے۔ جگہ کی قلت کی وجہ سے ہم نے بے حد اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ اگر ہم فرنگی طب اور مسہل کے استعمال پر تفصیل سے لکھیں تو پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

اطباء کی مسہلات کے متعلق غلط فہمی

حکیم گیلانی فرماتے ہیں: ''جب محض آنتوں کے اوران کے گردونواح کے مواد خارج کیے جاتے ہیں تو اسے اصطلاح اطباء میں تلئین کہتے ہیں۔ جب عروق سے اور دور کے اعضاء سے مواد خارج کئے جاتے ہیں تو اسے اصطلاح اطباء میں اسہال کہتے ہیں اور گاہے بلا تخصیص وتعین دونوں کو اسہال کہتے ہیں''۔

بعض نے مسہلات کو تین صورتوں میں تقسیم کر دیا ہے: (۱) ضعف مسہلات جن کو ملینات کہتے ہیں (۲) عام مسہلات (۳) مسہلات قویہ۔ جب ان کی ادویات پر نگاہ جاتی ہے تو افسوس ہوتا ہے کہ ان میں بلا کسی مزاج وکیفیت کے ادویہ درج ہوتی ہیں۔ ایک معالج حیران ہوتا ہے کہ کس دوا کا استعمال کرے اور کس کو استعمال نہ کرے۔ مثلاً ملینات میں دیکھتے ہیں جہاں اسپغول، آلو بخارا، گاؤزبان اور گنے کا رس جیسی سردتر (اعصابی عضلاتی) ادویات پائی جاتی ہیں وہاں بادام، بنفشہ اور ترنجبین اور شیر خشت گرم تر (اعصابی غدی) ومغز املتاس، شہد، گندھک اور روغن انجیر گرم تر (غدی اعصابی) کچلہ وکٹکی اور کشمش وانجیر گرم خشک (عضلاتی غدی) اور کلونجی واملی اور کرنجوہ وگل سرخ سرد خشک (عضلاتی اعصابی) ادویہ نظر آتی ہیں۔ (۲) عام مسہلات میں مختلف اخلاط کی ادویہ کے ساتھ سناء مکی، تربد، روغن بیدانجیر، مصبر، ہلیلہ، گل سرخ اور تمر ہندی عام نظر آتی ہیں۔ ظاہر ہے یہ تمام ادویہ مزاج اور کیفیات کے لحاظ سے مختلف ہیں اسی طرح مسہلات قویہ میں جلاپا جمالگوٹہ، عصارہ ریوند، سقمونیا، حب نیل، تخم حنظل اور تربد وغیرہ مختلف کیفیات ومزاج میں مختلف اخلاط کے لئے ہیں اور مختلف اعضاء پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ تینوں صورتیں علم وفن طب کے خلاف ہیں۔

غلط فہمی کی وجہ

اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ اطباء کا ایک مکتبہ فکر کا نظریہ ہے کہ مسہل دوا میں کسی خاص مادہ کو جذب کرنے کی خاصیت اور کشش نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک مسہل دوا پہلے بدن سے رقیق اخلاط کو خارج کیا کرتی ہے اس کے بعد بالترتیب غلیظ کو اور اس کے بعد غلیظ تر کو خارج کرتی ہے۔ اس نظریہ کے تحت حکیم ارزانی فرماتے ہیں کہ ''ایسی کوئی دوا نہیں ہے جو سوائے ایک خلط کے اخلاط ثلاثہ میں سے دوسری بالترتیب خلط کو باہر نہ نکالے اور یہ ادویہ صفرا، بلغم یا سوداوغیرہ کے اخراج کے لئے مخصوص ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ادویہ اس خلط کو زیادہ نکالتی ہیں''۔

اس نظریہ کے خلاف جالینوس کا نظریہ ہے کہ ''ہر ایک مسہل دوا اسی خلط کو جذب کیا کرتی ہے جس سے اس دوا کی مشابہت ومشکلات ہوتی ہے یعنی دوا مسہل اپنے مشابہ اور اپنے ہم جنس خلط کو مشابہ اور ہم جنس ہونے کی وجہ سے جذب کیا کرتی ہے''۔ یہی قانون طب ہے۔

شیخ الرئیس کا نظریہ ہے (اور یہی صحیح بھی ہے، اس میں جالینوس کے نظریہ کی مکمل تشریح ہے): ''دوائے مسہل اپنی مخصوص خاصیت اور مخصوص کشش سے کسی خاص خلط کو آنتوں کی طرف جذب کرتی ہے۔ یعنی یہ دوائی مسہل اپنے مخصوص قوت تاثیر سے معدہ اور آنتوں کو غشائے مخاطی کے مخصوص اجزاء میں تحریک پیدا کر دیتی ہے جس سے غشائے مخاطی کے مخصوص اجزاء میں تحریک پیدا کر دیتی ہے جس سے غشائے مذکورہ کے یہ اجزاء مخصوص اخلاط کو خارج کرنے کا کام شروع کر دیتے ہیں، خواہ وہ غلیظ قوام کے لحاظ سے رقیق ہو یا غلیظ''۔ اور ایک مقام پر سختی کے ساتھ شیخ الرئیس نے لکھا ہے کہ ''بعض لوگوں کا یہ قول قطعاً بے بنیاد ہے کہ دوائے مسہل پہلے بدن کے رقیق ترین موادوں کو جذب کیا کرتی ہے، اور اس کے بعد بالترتیب غلیظ اور غلیظ تر کو''۔

غلط فہمی کا ازالہ

جو بھی دوائے مسہل جس خلط کو بھی دستوں کی شکل میں خارج کرتی ہے اس کو اپنے مخصوص قوت جاذبہ کی وجہ سے جذب کر کے خارج کیا کرتی ہے یعنی یہ قوت جاذب خصوصیت کے ساتھ محض خلط غلیظ کو جذب کر لیتی ہے اور خلط رقیق کو بدن کے اندر چھوڑ دیتی ہے۔ چنانچہ جو دوائیں ''مسہل سودا'' کہلاتی ہیں ان کا عمل اسی قسم کا ہوا کرتا ہے۔ [شیخ الرئیس]

اطبائے قدیم کے مسہلات کے مطابق شیخ کے کلام کا ماحاصل یہ ہوا کہ بعض مسہل دواؤں کو بلغم سے اور بعض کو مائیت سے اور بعض کو صفرا وغیرہ سے خصوصیت ہوتی ہے، یعنی وہ دوائیں انہی اخلاط کو جذب کر کے خارج کرتی ہیں۔ مثلاً سقمونیا صفرا کو، افتیمون سودا کو اور تربد بلغم کو، بورق (کھاری) اور ملاح (نمکین) مسہلہ ماہیت کو دستوں کی راہ خارج کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر خلط کے علیحدہ علیحدہ مسہل ہیں: ① مسہل بلغم ② مسہل صفرا ③ مسہل سودا۔ اگرچہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسہل دوا پہلے رقیق ترین موادوں کو جذب کر کے خارج کیا کرتی ہے تو یہ صورت کبھی بھی ممکن نہ ہوتی کہ بدن کے اندر رقیق خلط باقی رہے اور اس سے پہلے غلیظ خلط خارج ہو جائے۔

مسہل کی حقیقت

آنتوں کے افعال کو اس قدر تیز کر دیا جائے کہ اس کے ناقص اخلاط اور مواد جسم سے سہولت کے ساتھ خارج ہو جائیں۔ جاننا چاہئے کہ آنتیں مرکب عضو ہیں۔ ان کی بناوٹ میں اعصاب بھی ہیں جن کا تعلق دماغ کے ساتھ ہے۔ عضلات بھی ہیں جن کا مرکز قلب ہے غدد و غشائے مخاطی بھی ہیں جن کا سلسلہ جگر کے ساتھ ہے۔ جب آنتوں کا فعل تیز ہوتا ہے تو بیک وقت تینوں کے افعال تیز نہیں ہوتے بلکہ کسی ایک مفرد عضو کا فعل تیز ہوتا ہے۔ جس مفرد عضو کا فعل تیز ہوتا ہے اسی کے زیر اثر اسہال آتے ہیں۔ اگر اعصاب کے فعل میں تیزی ہوتی ہے تو رقیق اور بلغمی اسہال ہوتے ہیں۔ اگر عضلات میں تحریک ہوتی ہے تو صفراوی اسہال ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر مفرد عضو کو تیز کرنے کے لئے مختلف اقسام کی ادویہ ہوتی ہیں۔ جس قسم کی دوا دیں گے اسی قسم کے اسہال آئیں گے لیکن یہ فن علاج کے خلاف ہے۔

جاننا چاہئے کہ مفرد اعضاء (اعصاب وعضلات اور غدد) کے افعال مفرد قوئی (ماسکہ، ہاضمہ، جاذبہ اور دافع) کے تحت ہیں۔ جب قوت ماسکہ میں شدت ہوتی ہے جو خون کی سرخی سے پیدا ہوتی ہے تو عضلات کے فعل میں تیزی ہو جاتی ہے۔ جب قوت ہاضمہ کے فعل میں شدت ہوتی ہے جو صفرا سے ہوتی ہے تو غدد اور غشائے مخاطی کے افعال میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ جب قوت جاذبہ کے فعل میں شدت ہوتی ہے جو سودا سے پیدا ہوتی ہے تو غدد جاذبہ کے افعال میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور جب قوت دافع کے فعل میں شدت ہوتی ہے جو بلغم سے پیدا ہوتی ہے تو اعصاب کے افعال میں تیزی آ جاتی ہے۔ گویا مفرد اعضاء ومفرد قوئی اور اخلاط لازم وملزوم ہیں اور خود کام کرتے ہیں۔

اس حقیقت کا ذہن نشین کر لینا بھی از حد ضروری ہے کہ اگر اعصاب کے افعال یا قوت دافع یا بلغم کی زیادتی ہوگی تو اسہال رقیق و سفید اور پانی کی طرح آئیں گے۔ اگر غدد کے افعال یا قوت ہاضمہ یا صفرا کی زیادتی ہوگی تو اسہال سیاہی سرخی مائل وغلیظ اور سدے خارج ہوں گے۔ گاہے اسہال کے ساتھ اسی تحریک میں آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاخانہ آ جانے کے بعد بھی قبض ہے۔

یہ ہے مسہل کی حقیقت جس سے فرنگی طب، بالکل بے علم ہے۔ ہر قسم کے مسہل وملین کے مجربات ہماری کتاب ''تحقیقات فارما کو پیا'' میں دیکھیں۔ وہ مجربات بے خطا اور یقینی ہیں۔

مجربات بالمفرد اعضاء مع تشریح

مجربات بخار

تشریح: بعض دفعہ مریض آ کر شکایت کرتا ہے کہ ہلکی ہلکی حرارت رہتی ہے۔ اور بے حد علاج کیا مگر حرارت ختم نہیں ہوتی۔ مریض یہ بھی بتلاتا ہے کہ تقریباً تمام اچھے اچھے اور قابل حکیموں، ویدوں اور ڈاکٹروں کا علاج کر لیا گیا ہے اور حرارت کو کم کرنے والی ہر مشہور اور قیمتی دوا استعمال کر لی گئی ہے لیکن حرارت نہیں جاتی اور ضرور وقت مقررہ پر یا کچھ پہلے پیچھے ضرور ہو جاتی ہے اور جب ہوتی ہے تو سخت پریشانی ہوتی ہے اور کم ہو جانے پر کمزوری ہو جاتی ہے۔

اس ہلکی حرارت کو کم کرنے کے لیے عام طور پر ٹھنڈے عرق و شربت مثل گاؤزبان، صندل وغیرہ بطور مبردات استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کے بعد مسکنات اور مخدرات تک استعمال کر دیئے جاتے ہیں۔ مریض ضرور کمزور ہو جاتا ہے مگر حرارت کم نہیں ہوتی بلکہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے اور نفخ بڑھ جاتا ہے اور گھبراہٹ زیادہ ہو جاتی ہے۔

فرنگی ڈاکٹر صاحبان فیور مکسچر دے دے کر مریض کی رہی سہی طاقت کو بھی ضائع کرتے رہتے ہیں۔ جب اس سے آرام نہیں ہوتا تو کونین پر طبع آزمائی کرتے ہیں، کبھی یہ خیال کرتے ہوئے کہ جسم میں کمزوری اور خون کی کمی کی وجہ سے حرارت بڑھ گئی ہے مقویات اور مولد خون ادویات کا استعمال شروع کر دیتے ہیں۔ جب ان کا نتیجہ بھی حسب دلِ خواہ نہیں نکلتا تو شدید معرقات اور مدرات اور مسہل سے اندرونی زہر کو خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زہر تو اندر سے کیا نکلتا، البتہ مریض کی طاقتیں ضرور نکل جاتی ہیں۔ آخر میں خون کا امتحان کرایا جاتا ہے، یورین ٹیسٹ کیا جاتا ہے، اور بلغم کا معائنہ کرایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پاخانے تک کا تجزیہ کر کے معلوم کیا جاتا ہے کہ کون کون سے جراثیم اندر یہ طوفان لا رہے ہیں۔ جن سے خفیف حرارت ختم نہیں ہوتی۔ اوّل تو ٹی بی (دق وسل) کا فیصلہ دے دیا جاتا ہے، نہیں تو پنسلین اینٹی بائیوٹک ادویات اور سلفا گروپ جیسی ادویات کی بمبارمنٹ کر دی جاتی ہے۔ اگر کہیں کوئی دوا مناسب بیٹھ گئی تو حرارت کم ہونا شروع ہو گئی۔ ورنہ ایسی زہریلی ادویات کے استعمال کے بعد مریض ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ فرنگی طب کی یہ زہریلی ادویات جہاں مخالف جراثیم اور زہریلے مواد کو فنا کر دیتی ہیں، وہاں موافق جراثیم اور مفید مواد کو بھی تباہ کر دیتی ہیں۔ اب یورپ اور امریکہ سے خود ان ادویات کی مخالفت میں شدید آوازیں اُٹھ رہی ہیں۔

ہم معالجین خصوصاً اطباء کو سخت تاکید کے ساتھ مشورہ دیں گے کہ فرنگی ادویات بالکل استعمال نہ کریں۔ سخت مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ اگر آپ اپنی دیسی ادویات میں ناکام ہیں تو ہماری خدمات مفت حاصل کریں اور نہیں تو کم از کم ہومیوپیتھی کی ادویات ضرورت کے وقت استعمال کر لیا کریں۔ ان میں اس قدر شدید نقصان نہیں ہے۔ وہ بھی زہر ہیں لیکن اس قدر مقدار میں نہیں کہ فنا ہی کر دیں

اور موت کے گھاٹ اُتار دیں۔

ہمیں فرنگی طب کے خلاف تعصب نہیں ہے اور نہ مفید فن کی مخالفت مقصود ہے۔ مقصد غلط اور نقصان رساں علاج سے روکنا ہے۔ جو لوگ ہماری اس تحریر کو مبالغہ یا ہماری فرنگی علاج سے ناواقفیت کی وجہ سے خیال کریں، ہم ان کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ جب چاہیں، جس طرح چاہیں، ان پر تبادلہ خیال اور بحث و مناظرہ کر سکتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ ہر جلسہ اور سٹیج بلکہ عدالت کے کٹہرے میں ثابت کرنے کو تیار ہیں کہ فرنگی ادویات خوفناک قسم کے زہر ہیں، بلکہ فرنگی طریقہ علاج بالکل غلط اور غیر علمی (ان سائنٹفک) ہے، اس کے قریب جانا زہریلے سانپ کے قریب جانے سے کم نہیں ہے۔

ہلکی حرارت رہتی ہو یا شدید بخار چڑھ جائے، یہ سب کچھ قانون حرارت کے تحت آتا ہے جو جسم انسان میں پیدا ہوتی رہتی ہے اور اخراج پاتی رہتی ہے جس کی تفصیل وتشریح ہم بخار کے بیان میں تحریر کریں گے۔ یہاں پر ہم صرف اس غلط فہمی کو دور کر دینا چاہتے ہیں کہ جو لوگ حرارت کم کرنے کے لیے مبردات ومسکنات اور مخدرات استعمال کرتے ہیں یا فیور مکسچر و معرقات اور مدرات و مسہلات استعمال کرتے ہیں یا فرنگی ادویات سے خصوصاً پنسلین، اینٹی بائیوٹک اور سلفا گروپ استعمال کرتے ہیں، وہ دراصل حرارت کے قانون پیدائش واخراج اور اعتدال سے پورے طور پر آگاہ نہیں ہیں۔

ہلکی حرارت کی پیدائش کے اسباب میں ایک سبب سوزش بھی ہے جو مختلف اعضاء میں ہو کر مختلف قسم کی علامات پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سوزش صرف تین قسم کی ہوتی ہے جس کی تفصیل سوزش کے بیان میں ماہیت امراض اور تقسیم امراض کے تحت بیان کریں گے۔ یہ تین قسم کی سوزش اعضائے رئیسہ کے تحت صرف اعصاب وغدد اور عضلات میں پیدا ہوتی ہے اور ہر قسم کی سوزش کی علامات چونکہ جدا جدا ہوتی ہیں، اس لیے ہر قسم کی سوزش دوسری قسم سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ جب سوزش مزمن ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں ہلکی حرارت قائم رہتی ہے۔ ذیل میں تینوں اقسام کی سوزشوں کے لیے تین نسخے لکھے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نسخہ بے خطا یقینی مجرب ہے۔ مگر دوا کے مقام وضرورت اور غذا کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔ غذا کے سلسلہ میں پیٹ کا خمیر ختم کرنا اور موافق ومناسب غذا استعمال کرانی نہایت ضروری ہے۔ تاکہ ہر مریض صحت یاب ہو جائے اور کہیں بھی ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔

عضلاتی سوزش سے ہلکی حرارت

اس کی علامات میں قارورہ سرخ یا سرخی مائل زرد، پیٹ میں ریاح کی زیادتی، اکثر قبض، ذائقہ ترش اور جسم میں خشکی کی زیادتی وغیرہ۔

نسخہ: نمک خوردنی ۲ حصے، اجوائن تین حصے، گندھک ڈنڈا تین حصے۔

ترکیب: تینوں ادویہ کو میدے کی طرح باریک سفوف تیار کرلیں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: ایک رتی سے تین ماشے تک۔ قبض کی حالت میں مقدار دوا زیادہ کی جا سکتی ہے۔ دِن میں تین چار بار یا زیادہ خوراکیں استعمال کرا سکتے ہیں۔

غدی سوزش سے ہلکی حرارت

اس کی علامات میں قارورہ زرد یا سفیدی مائل، جسم میں حرارت اور صفراء کی زیادتی، اکثر پیٹ میں مروڑ اور پیچ سے پاخانہ ہونا۔ ذائقہ میں تلخی اور جسم پھولا ہوا وغیرہ۔ عام طور پر غذا کھانے کے بعد حرارت بڑھ جاتی ہے۔

نسخہ: سہاگہ دو حصے، ست ملٹھی تین حصے، گندھک تین حصے۔

ترکیب: باریک سفوف تیار کرلیں۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک دِن میں تین چار بار۔ زیادہ خوراکیں بھی لے سکتے ہیں۔

اعصابی سوزش سے ہلکی حرارت

اس کی علامات میں قارورہ سفید یا نیلاہٹ لیے ہوئے، جسم میں بلغم کی زیادتی، اکثر اسہال۔ دوسرا ذائقہ کھاری، اور جسم ابھرا ہوا یا موٹاپا وغیرہ۔

نسخہ: آملہ دو حصے، ہلیلہ سیاہ تین حصے، گندھک تین حصے۔

ترکیب: آملہ صاف شدہ وزن کریں، یعنی اس میں گٹھلی نہیں ہونی چاہیے، الگ سفوف کرلیں۔ ہلیلہ سیاہ کو گھی میں چرب کر کے توے پر سوختہ کرلیں پھر سفوف تیار کرلیں۔ گندھک ڈنڈالیں اور میدے کی طرح باریک سفوف کرلیں، پھر تینوں کو ملالیں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: ایک رتی سے دو ماشہ تک حسب ضرورت دِن میں تین چار بار زیادہ بار استعمال کرائیں۔

نوٹ: تینوں نسخے تازہ پانی یا مناسب بدرقہ کے ساتھ استعمال کرائیں۔ جو لوگ نظریہ مفرد اعضاء سے واقف ہیں وہ ان نسخوں کو بے شمار امراض و علامات اور مقامات پر استعمال کرا سکتے ہیں۔ ہمارے یہ نسخے عام قسم کے نسخے نہیں ہیں، بلکہ ایک قانون کے تحت تیار کئے جاتے ہیں۔ ان نسخوں کو نظریہ بالا اعضاء کا سلفا گروپ سمجھ لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فرنگی طب ان کا مقابلہ نہ کر سکے گی، اور یہ ہر قسم کے زہریلے اثرات سے خالی اور بے حد مفید ہیں۔

مجرباتِ قبض

تشریح: قبض ایک ایسی علامت ہے جو اکثر امراض میں پائی جاتی ہے۔ اکثر معالج، خاص طور پر فرنگی ڈاکٹر، اس کو ام الامراض کہتے ہیں۔ اس کو مرض کہنا غلط ہے۔ فرنگی ڈاکٹر اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ بہرحال علامت قبض ایک اکثر پیدا ہونے والی علامت ہے۔ جس طرح اس کی ماہیت سے فرنگی ڈاکٹر واقف نہیں ہیں۔ اسی طرح اس کے علاج میں بھی غلطیاں کرتے ہیں۔ مثلاً:

① ہر مزاج کے لیے جدا قسم کی قبض کشا دوا ہونی چاہیے جیسے کہ طب یونانی میں دستور ہے۔ یعنی دموی مزاج، بلغمی مزاج، صفراوی مزاج اور سوداوی مزاج کے لیے الگ الگ دوائیں ہیں جو ان کے مزاج کی مناسبت سے دی جاتی ہے۔

② ہر عضو کی مناسبت سے قبض کے لیے علیحدہ علیحدہ دوائیں ہونی چاہئیں۔ ایک ہی دوا ہر قسم کے عضو کی خرابی کو رفع نہیں کر سکتی۔

③ ہر مرض کے لیے ایک الگ قسم کی دوا ہونی چاہیے جو اس مرض کے رفع کرنے کے ساتھ ساتھ قبض بھی رفع کر لے۔

فرنگی طب میں ہر مزاج و ہر عضو کی خرابی اور ہر مرض میں اگر قبض کو رفع کرنا ہوتا ہے تو کوئی تخصیص نہیں کی جاتی۔ کوئی قابض کشا دوا دے دی جاتی ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اجابتیں ہو جائیں۔ اگر ہمارے بیان میں مبالغہ ہو تو کسی ہسپتال یا ایسے فرنگی ڈاکٹر کے دواخانے میں چلے جائیں اور دیکھ لیں کہ ہر مزاج، ہر عضو کی خرابی اور ہر مرض میں بغیر سوچے سمجھے میگنیشیا سالٹ، لگز یٹو پلز، پرگیٹو پلز، فروٹ سالٹ، کسٹر آئل اور دیگر پیٹنٹ قبض کشا ادویات دی جاتی ہیں۔ ان کے ہاں عطائیوں کی طرح یہ تصور کام کرتا ہے کہ پاخانے آ جائیں اور پیٹ صاف ہو جائے۔ اور یہ تصور بالکل نہیں ہے کہ اس قبض کشا دوا کا مزاج، عضو اور مرض کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اس قدر عظیم غلطیاں کرنے کے بعد جو نقصانات ہوتے ہیں ان کی پرواہ نہیں کی جاتی اور پھر ان کے علاج کو سائنٹفک کہا جاتا ہے، جس کو علمی و فنی اور سائنٹفک کہنا گناہ ہے۔

افسوس تو حکماء و اطباء اور خاص طور پر انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ پر ہے جو باوجود علم وعقل رکھنے کے فرنگی طب کے غلط اور غیر علمی (ان سائنٹفک) طریق علاج کو قبول کرتے ہیں۔ اگر ہمارا مقام علمی نہ ہو اور ہماری تحقیقات سائنسی نہ ہو تو ہم فرنگی ڈاکٹروں کو چیلنج کرتے ہیں، ان کو ہماری تحقیقات قبول کرنی پڑے گی اور اپنے غلط اصول چھوڑ دینے پڑیں گے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ بہت جلد ان کو اپنے غلط طریق علاج کا یقین ہو جائے گا۔

ذیل میں ہم عضو کی مناسبت سے تین قبض کشا نسخے لکھتے ہیں اور ہر مرض کی مناسبت سے بھی لکھے جاسکتے ہیں۔ جیسے طب یونانی میں مزاج کی مناسبت سے نسخے لکھے ہوئے ہیں۔ قبض کو رفع کرنے کے لیے دو قسم کی صورتیں مدنظر رکھی جاتی ہیں: ① ملینات، یعنی ہلکی قبض کشا ادویات جن سے معدہ اور امعاء میں نرمی پیدا ہو جائے اور طبیعت پر غیر معمولی بوجھ بھی نہ پڑے۔ ② مسہلات یعنی تیز قبض کشا ادویات جن سے معدہ اور امعاء میں بہت تیزی پیدا ہو جائے۔ ان سے طبیعت پر غیر معمولی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ قبض کشائی کی کوئی بھی صورت ہو اس میں مزاج، عضو کی خرابی اور مرض کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے۔ یہ نسخے اعضاء کی مناسبت سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان میں کمی بیشی بھی کی جاسکتی ہے۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

عضلاتی قبض

عضلاتی قبض اکثر شدید ہوتی ہے اور یہی قبض دائمی بھی ہوتی ہے۔ اس قسم کی قبض میں ریاح اور نفخ شکم کی زیادتی جس کا سبب سوزش عضلات خصوصاً عضلات معدہ اور امعاء ہوتا ہے اور ایسے مریض کا قارورہ سرخ یا زردی مائل سرخ ہوتا ہے۔ جس میں بے حد خشکی ہوتی ہے، عام طور پر مریض دبلا ہوتا ہے۔

نسخہ: سناءِ مکی، تیزپات۔ دونوں ہم وزن سفوف کرلیں۔

خوراک: 2 رتی سے 2 ماشہ تک ہمراہ آب تازہ یا مناسب بدرقہ دیں۔ اس دوا کا نام ہوگا غدی ملین، کیونکہ غدد کو تحریک دے کر قبض کشائی کرے گی۔

غدی قبض

غدی قبض اکثر شدید کبھی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاخانہ کھل کر نہیں آتا۔ بلکہ بعض وقت دن میں دو تین اجابتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر تسلی نہیں ہوتی۔ پیٹ میں سدّا یا رکاوٹ محسوس ہوتی رہتی ہے اور یہ صورت شدت اختیار کرلیتی ہے تو مروڑ اور پیچ بھی پڑتا ہے۔ جسم میں حرارت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ ہاتھ پاؤں جلتے ہیں۔ اس کا سبب سوزش جگر ہوتا ہے۔ قارورہ زرد یا زرد سرخی مائل ہوتا ہے۔

نسخہ: سہاگہ دو حصے، ملٹھی (سفوف) تین حصے، گل بنفشہ تین حصے۔

ترکیب: سفوف تیار کرلیں۔

خوراک: خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دن میں دو تین یا چار بار دیں۔ اس دوا کا نام غدی اعصابی ملین ہوگا۔ کیونکہ یہ اعصاب کو تحریک دے کر قبض کشائی کرتی ہے۔

اعصابی قبض

اعصابی قبض اصولاً تو ہونی نہیں چاہیے، مگر جب جسم میں بلغم بڑھ جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں حرارت اور ریاح کی کمی واقع ہو

جاتی ہے اس لیے ان کا اضافہ کرنا ہی قبض کو دور کر دیتا ہے۔ جسم میں نزلہ اور ریشہ بڑھ جاتا ہے۔ اکثر دردِ سر کی شکایت رہتی ہے۔ قارورہ کا رنگ سفید یا سفیدی مائل سرخ ہوتا ہے۔ کبھی سفیدی کے ساتھ ہلکی زردی بھی ہوتی ہے۔

نسخہ: ہلیلہ سیاہ، کالا دانہ۔ دونوں ہم وزن سفوف تیار کر لیں۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک دن میں دو تین یا چار بار دیں۔ اس نسخہ کا نام عضلاتی ملین ہوگا۔ کیونکہ عضلات کو تحریک دے کر قبض کشائی کرتا ہے۔

مجربات ھضم

ہاضم ادویات

عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ کتب علم الادویہ میں جن ادویات کو ہاضم لکھا گیا ہے وہ ہر حیثیت سے بالخاصہ ہاضم ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ ہر دوا کا اپنا ایک مزاج ہے اور اس کے مخصوص افعال ہیں۔ وہ اپنے مزاج اور افعال کے مطابق اعضاء اور خون پر اثر انداز ہو کر مفید ثابت ہوتی ہیں۔ مثلاً گرم امراض کے لیے سرد ادویات اور تر امراض کے لیے خشک ادویات ہی مفید ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح ہاضمہ کی خرابی کا تعلق جن اعضاء سے ہے ان کا درست کرنا صحیح علاج ہے۔ یہ نہیں ہے کہ کوئی ہاضم چورن جس میں بہتر ادویات نمک سے لے ترشی اور کھار تک شامل کر لیا گیا ہو استعمال کر لینے سے ہاضمہ درست ہو جائے گا۔ ہاضمہ کا تعلق منہ سے مقعد کی نالی تک ہے۔ اس میں معدہ، امعاء جگر، طحال اور لبلبہ شریک ہیں۔ ہاضمہ کی ادویات تجویز کرنے میں مزاج کے ساتھ ہر ایک عضو کی رعایت ضروری ہے۔ پھر کبھی بھی کوئی نسخہ ناکام نہیں ہوگا۔

اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ فرنگی طب کی بے اصولی اور فرنگی ڈاکٹروں کے عطایانہ علاج نے ہاضم اور مقوی معدہ ادویات کا ایک سیلاب پھیلا دیا ہے جو بے حد مضر اور روز نئے امراض اور موت کا باعث بن رہا ہے۔ اس میں ٹی بی اور ہارٹ فیلور کو خاص دخل ہے۔ صرف اتنا لکھ دینا کہ فلاں دوا معدہ کے لیے مفید ہے، کافی نہیں ہے۔ جب ہاضمہ کا تعلق صرف معدہ سے نہیں ہے اور پھر معدہ خود مرکب عضو ہے اس میں اعصاب بھی ہیں، غدد بھی اور عضلات بھی۔ ان سب کے افعال جدا جدا ہیں۔ اس لیے ہاضمہ کی خرابی کی صورتیں بھی مختلف ہیں۔ جب تک ان کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ ہاضمہ درست نہیں ہو سکتا۔ مگر فرنگی طب اس علم سے ناواقف ہے۔ اگر کوئی فرنگی ڈاکٹر جانتا ہے تو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ ذیل میں انہی اعضاء کے تحت چند ابتدائی ہاضم ادویات لکھتے ہیں اس میں اضافہ کیا جا سکتا اور ان کو تیز بھی کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال ترتیب یہی رہے گی۔ اس طرح ان میں خون کے کیمیاوی اثرات کو مدنظر رکھ کر بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

ہاضم غدی

اس قسم کی خرابی ہضم کا باعث غدد اور اس کے مرکز جگر میں سکون ہوتا ہے۔ اس کی علامات میں ریاح کی زیادتی اور ترش ڈکار اور عام طور پر قبض رہتی ہے۔ قارورہ کا رنگ سرخ۔

نسخہ: نوشادر ایک حصہ، نمک خوردنی تین حصے، ماس خورہ چار حصے۔

ترکیب: باریک سفوف تیار کر لیں۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک دِن میں تین چار بار دیں۔ اگر قبض ہو تو تین ماشہ تک بھی دے سکتے ہیں۔

ہاضم عضلاتی

اس قسم کی خرابی کا باعث عضلات اور اس کے مرکز دِل میں سکون ہوتا ہے۔ اس کی علامات میں منہ سے پانی آنا اور کھاری ڈکار اور اکثر قبض نہیں ہوتی۔ قارورہ کا رنگ سفید۔

نسخہ: انار دانہ تین حصے، رائی تین حصے، تخم پیاز دو حصے۔ سفوف کر لیں۔

خوراک: چار رتی سے دو ماشہ تک دِن میں تین یا چار بار ہمراہ آبِ نیم گرم دیں۔

ہاضم اعصابی

اس قسم کی خرابی کا باعث اعصاب میں سکون ہوتا ہے، اس کی علامات میں جلن اور چرپرے ڈکار آتے ہیں۔ اکثر پیٹ میں مروڑ اُٹھتا ہے۔ قارورہ کا رنگ زرد۔

نسخہ: سجی کھار دو حصے، سہاگہ دو حصے، الائچی کلاں چار حصے۔ سفوف بنا لیں۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک دِن میں تین چار بار ہمراہ آب تازہ دیں۔

مجربات مسہلات

مسہلات علاج کا ایک لازمی جز ہیں۔ ان کے بغیر علاج مکمل نہیں ہو سکتے۔ مگر مسہلات کے استعمال میں اس قدر غلطیاں کی جاتی ہیں جن کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ ہر معالج بغیر سوچے سمجھے خاص طور پر فرنگی ڈاکٹر جو بھی مسہل کی دوا سامنے آئی ہر مرض مین اٹھا کر دے دی۔ مسہلات کے لیے بازار میں پیٹنٹ گولیاں، ٹکیاں مختلف کمپنیوں کی بکتی ہیں، بغیر تکلف استعمال کرا دی جاتی ہین۔ کوئی سالٹ استعمال کراتا ہے، کوئی کسٹر آئل دے دیتا ہے۔ اسی طرح دیسی ادویات میں گلقند، بلیلہ اور خیار شنبر کو دِن رات برتا جا رہا ہے مگر اس امر کو مدنظر نہیں رکھا جاتا کہ کن اعضاء، علامات اور امراض کے لیے مفید ہیں۔

مسہلات کے استعمال میں یہ امر لازم ہے کہ ادویات نہ صرف مزاج و کیفیات کے مطابق ہوں بلکہ ہر عضو اور ہر مرض کے مطابق ہوں۔ کیونکہ قدرت نے تقریباً ہر مرض و ہر علامت اور ہر عضو کا ایک جدا مسہل بنایا ہے۔ اس لیے کسی مسہل کا غیر جگہ استعمال کرنا نہ صرف غیر مناسب ہے بلکہ باعث نقصان ہوتا ہے۔

مسہلات کے لیے جو مفرد ادویات اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں وہ کم از کم ایک سو کے قریب ہیں اور اگر ان کے مرکبات دیکھے جائیں جو کئی ہزار بن جاتے ہیں ایک طرف ہزاروں مرکبات اور مجربات برائے مسہل استعمال کئے جانے چاہئیں اور دوسری طرف صرف ایک دوا کو ہر مرض و علامت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ فن سے لاعلمی ہے۔ فرنگی ڈاکٹر ان اصولوں اور قوانین سے واقف نہیں ہیں۔ اگر وہ جانتے ہوں تو میں ان کو چیلنج کرتا ہوں۔ صرف مسہل کے استعمال میں بے حسی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگا لیں کہ وہ دیگر امراض کے علاج میں کس قدر غلطیاں کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ ان کی ہر غلطی دُنیا کے سامنے پیش کروں گا اور چیلنج کے ساتھ پیش کروں گا۔

اس وقت تک بیسیوں بار فرنگی ڈاکٹروں کو چیلنج کر چکا ہوں، مگر اللہ تعالیٰ کی کریمی سے کسی کو مقابلے پر آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

مگر افسوس معالجین کے لیے ہے کہ وہ حقیقت کو جانتے ہوئے بھی فرنگی علاج اور ادویات کو استعمال کرتے ہیں۔ اگر وہ میرے گرد جمع ہو جائیں تو ایک قلیل عرصہ میں فرنگی طریق علاج کو یہاں سے بلکہ دُنیا بھر سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ جلد وہ دِن آئے گا، جب دُنیائے طب اس نظریہ مفرد اعضاء سے مستفید ہوگی اور ہر چھوٹی بڑی مرض وعلامت کا آسانی سے علاج ہو سکے گا۔

مسہلات کے استعمال میں اوّل بالاعضاء ترتیب دینا چاہیے۔ اس کے بعد امراض وعلامات اور مزاج اور کیفیات کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اس طرح سے اس مسہل سے نہ صرف تسلی بخش اسہال آ جاتے ہیں بلکہ امراض اور علامات بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ ذیل میں اعضاء رئیسہ کے بعد تین مجربات تحریر کئے جاتے ہیں۔ جو اکسیر اور تریاق کا کام کرتے ہیں۔ صاحب فہم ہر مرض وعلامت اور ہر عضو کے لیے ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

اعصابی مسہل

اعصابی مسہل کی اس وقت ضرورت ہے جب اعصاب میں سکون ہو۔ جگر کے فعل میں تیزی، صفراء کی زیادتی، پیشاب میں زردی کبھی جلن، کبھی مروڑ سے پاخانہ یا مروڑ سے درد، یرقان، استسقاء، حمی وبائیہ کبدی وغیرہ۔ ذات الجنب، نزلہ حارہ، پتھری، درد گردہ، ریح الکلیہ، دق وسل امعائی وغیرہ۔

نسخہ: عصارہ ریوند ایک حصہ، سہاگہ سات حصہ، ملٹھی سفوف آٹھ حصہ۔

ترکیب: سب کو ملا کر سفوف بنائیں۔ بس تیار ہے۔ گولیاں بقدر نخود بنا سکتے ہیں۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک دِن میں تین چار بار دیں۔

غذا: ہر قسم کے مسہل کے بعد اس کے مطابق غذا ہونی چاہیے۔ اس لیے اعصابی مسہل کے لیے مسہل کے بعد دودھ، چاول، سبزیوں میں کدو، شلجم، مولی، گاجر، توری بھنڈی وغیرہ کی ترکاری اور محلول اغذیہ زیادہ مفید ہیں۔ تقویت کے لیے گوشت سبزی یا حریرہ بادام یا چار مغز بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

غدی مسہل

غدی مسہل کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے جب غدد یا جگر یا گردہ میں سکون ہو۔ ان کے افعال میں کمی ہو جاتی ہے۔ دِل کے فعل میں تیزی ہو جاتی ہے۔ جسم میں حموضت بڑھ جاتی ہے۔ ریاح کی کثرت، تبخیر، عموماً معدہ وامعاء میں سوزش ہاضمہ کی خرابی اور کمزوری، پیشاب میں سرخی، دِل کی گھبراہٹ، مثانہ میں تیزی اور احتلام کی شکایت۔

نسخہ: حب الملوک ایک حصہ،، رائی بارہ حصہ، گندھک بارہ حصے۔

ترکیب: اوّل حب الملوک کو گندھک کے ساتھ یک جان کریں، پھر اس میں رائی شامل کر لیں۔ بس تیار ہے۔

نوٹ: حب الملوک کو مدبر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یونہی چھیل کر شامل کر لیں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: دو چاول سے چار رتی تک دِن میں تین چار بار دے سکتے ہیں، اس کی گولیاں بھی بقدر نخود بنا سکتے ہیں۔ نصف حب سے دو حب تک دِن میں تین چار بار دے سکتے ہیں۔

غذا: غذا میں دلیہ، گلا ہوا گوشت، شوربا، پالک، میتھی، ٹینڈے وغیرہ۔

نوٹ: غذا کے لیے یہ تاکید ہے کہ اسہال آ جانے کے بعد لیں۔ کیونکہ پہلے غذا لینے سے اکثر غذا کا فعل باطل ہو جاتا ہے۔ اگر بھوک شدید

ہوتو پھر کوئی سیال غذا لینی چاہیے۔ مثلاً گوشت یا سبزی یا گوشت کا شوربہ پی سکتے ہیں۔

عضلاتی مسہل

عضلاتی مسہل کی اس وقت ضرورت پیدا ہوتی ہے جب عضلات میں سکون ہوتا ہے قلب کے فعل میں بہت سستی ہوتی ہے۔ بلغم کی زیادتی، مزمن صورتوں میں جریان کی شدت، خون کا دباؤ بہت کم۔ بھوک اکثر بند ہوتی ہے۔

نسخہ: حنظل، مصبر، دونوں ہم وزن سفوف کر کے ملالیں۔ پھر گولیاں بقدر نخود تیار کرلیں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: ایک حب سے تین حب تک ہمراہ آب تازہ یا نیم گرم، یا چائے کے ساتھ دن میں تین چار بار دیں۔

غذا: غذا میں روٹی، ڈبل روٹی، گوشت خاص طور پر بھنا ہوا گوشت، دال مونگ، آلو، بینگن، گوبھی، ٹماٹر وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں۔

نوٹ: تین صورتوں کے تین یقینی بے خطا مجرب نسخے لکھ دیئے ہیں۔ انہی اصولوں پر اور بھی نسخے تجویز و تجربہ کئے جا سکتے ہیں۔ ان نسخوں میں بھی کمی بیشی کی جاسکتی ہے اور اس کے علاوہ مختلف امراض اور مزاج کی مناسبت سے ان نسخوں میں خوشبودار اور اس کے علاوہ مختلف امراض اور مزاج کی مناسبت سے ان نسخوں میں خوشبودار اور قیمتی ادویات بھی شامل کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً مشک، عنبر اور زعفران، سونے چاندی کے اوراق وغیرہ۔ اسی طرح مختلف خمیرے اور یاقوتیاں جو مزاج اور امراض کے مناسب ہوں وہ بھی شامل کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح مزمن امراض کے لیے پارہ، شنگرف، ہڑتال وغیرہ کا بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ مناسب عرق و شربت، رب اور مربہ جات اور دیگر بدرقہ جات بھی استعمال ہوسکتے ہیں۔ گویا یہ تین بنیادی مسہل ہیں جو اعضاء رئیسہ کے مطابق تجویز اور تجربہ کئے گئے ہیں اور ضرورت کے مطابق تغیر و تبدیل ہوسکتا ہے۔

نوٹ نمبر ۲: یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ حکیم عقلمند اور ذہین انسان ہوتا ہے وہ صرف دوا فروش ہی نہیں ہے بلکہ وہ اپنی عقل اور ذہانت سے کام لے کر مرض و مزاج اور اعضاء کی کمی بیشی کو سمجھتا ہے اور ضرورت کے مطابق کمی بیشی اور تغیر و تبدل کر سکتا ہے۔ وہ بغیر غور و فکر کے کوئی دوا استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی ذہانت اور فہم و فراست کو بروئے کار لا کر مریض کے لیے رحمت و شفقت کی راہیں پیدا کر دیتا ہے۔

مجربات کھانسی

تشریح: کھانسی مرض نہیں ہے بلکہ ایک علامت ہے۔ قصبۃ الریہ (ہوا کی نالی) سے پیدا شدہ آواز ہے جو اعضائے صدر کی غیر طبعی حرکات سے پیدا ہوتی ہے۔ جس سے پھیپھڑوں، اس کے پردوں اور دیگر اعضائے صدر کی بے چینی، تکلیف اور اذیت رفع کرنے کے لیے وقوع میں آتی ہے۔ کھانسی کی حرکت بالکل ایسا فعل ہے جیسے معدہ کے لیے ہچکی اور دماغ کے لیے چھینک ہے۔

اسباب

اس کے تین قسم کے اسباب ہوتے ہیں: ① کیفیاتی و نفسیاتی ② مادی و سوزشی ③ شرکی و اراضی۔

غلط فہمی

عام طور پر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی ایسی دوا تیار ہو جائے جو ہر قسم کی کھانسی میں مفید ہو۔ ایسی کوشش عام طور پر دوا فروش اور غیر معالج کرتے ہیں۔ یہ سبق فرنگی طب سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ فرنگی کمپنیاں ہر علامت کو مرض بنا کر پیش کرتی ہیں اور اس کے لیے اچھی بے

معنی دوا کا پروپیگنڈا کرتی رہتی ہیں، حیرت اس بات کی ہے کہ فرنگی میڈیکل کونسل ایسی ادویات کو کیسے پاس کر دیتی ہے۔ فرنگی میڈیکل کونسل کی گزشتہ پچاس سال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کہ اس نے ایک مرض کے لیے سینکڑوں نہیں ہزاروں ادویات پاس کی ہیں۔ لیکن ان کا حشر کیا ہوا۔ عرصہ دس سال کے اندر ان کا نام ونشان نہ رہا اور اس مرض کی نئی ادویات مارکیٹ میں آ گئیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ وہ ادویات ناکام تھیں اور تجارتی زاویہ نگاہ سے نئی ادویات مارکیٹ میں بھیجنی پڑیں۔

اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے فرنگی تجارتی میڈیکل کمپنیاں ہر قسم کے زہر اور منشیات کے استعمال سے گریز نہیں کرتیں۔ افیون، مارفیا، بھنگ اور دھتورہ جیسے خوفناک منشیات کو بے دھڑک استعمال کیا جا رہا ہے، جن کا نتیجہ ظاہر ہے کہ جسم انسان میں سلو پوائزننگ (رفتہ رفتہ زہر کا اکٹھا ہونا) سے بالآخر موت یا ہارٹ فیلور کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کی دیکھا دیکھی ہمارے ناعاقبت اندیش اطباء و وید اور ہومیو پیتھ بھی فوری فائدہ کی خاطر فرنگی ادویات کا استعمال بغیر کیفیاتی و مادی اور شرکی صورتوں کو سمجھے، شروع کر دیتے ہیں۔

اس وقت تک مارکیٹ میں کھانسی کے لیے سینکڑوں ادویات بک رہی ہیں، لیکن سب کی عطایانہ صورت ہے۔ یعنی کھانسی کے لیے اکسیر بتائی جاتی ہیں۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی دوا ہر قسم کی کھانسی کے لیے مفید ہو تو ہم ہر ایسی دوا کی اطلاع کے لیے مبلغ پانچ صد روپیہ پیش کرتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ فرنگی ڈاکٹر بالمفرد اعضاء امراض کی ماہیت اور خواص الادویہ سے بالکل واقف نہیں ہیں۔

کھانسی کی اقسام

کھانسی کی بالمفرد اعضاء امراض کی تین صورتیں ہیں: ① اعصابی کھانسی ② غدی کھانسی ③ عضلاتی کھانسی۔ علامات اور مجربات درج ذیل ہیں۔ ان تینوں اقسام کے اسباب کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

اعصابی کھانسی

اس کھانسی میں اعصاب متاثر ہوتے ہیں جس سے جسم میں بلغم کی زیادتی، عام طور پر سفید رقیق بلغم پیدا ہوتا ہے۔ جس کا اخراج بڑی دقت سے ہوتا ہے۔ جسم اکثر ٹھنڈا، اکثر زکام کی صورت، قارورہ سفید اور زیادہ پاخانہ غیر منہضم۔ کھانسی کی زیادتی میں دل ڈوبتا ہے۔ بار بار کھانسی سے سر میں درد یا چوٹ پیدا ہوتی ہے اور اکثر قے ہو جاتی ہے۔ اگر یہ مزمن صورت اختیار کر جائے تو کالی کھانسی بن جاتی ہے۔

نسخہ: تخم پیاز، دارچینی، کاکڑا سنگی، تینوں ادویات ہم وزن لے کر سفوف کر کے ملا لیں۔ بس تیار ہیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دن میں تین چار بار ہمراہ آب نیم گرم دیں۔

غدی کھانسی

اس کھانسی کا تعلق پھیپھڑوں کے غشائے مخاطی سے ہوتا ہے اور غدد کے افعال میں خرابی ہوتی ہے۔ چہرہ و قارورہ میں زردی، بلغم گاڑھا رقیق و ملا جلا گلے میں سوزش زیادہ کبھی جی متلاتا ہے کبھی مروڑ کی صورت ہو جاتی ہے۔ بعض وقت پیشاب میں جلن ہوتی ہے۔ زیادتی کی صورت میں ضعف قلب پیدا ہو جاتا ہے۔

نسخہ: بادام مقشر 9 حصے، ست ملٹھی ایک حصہ، گوند کیکر تین حصے سفوف بنالیں۔ بس تیار ہے۔
خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک ہمراہ آب تازہ یا مناسب بدرقہ استعمال کرائیں۔

عضلاتی کھانسی

اس کھانسی کا تعلق پھیپھڑوں کے ساتھ ہے۔ اس میں چہرہ اور قارورہ میں سرخی، خشکی اور قبض کی زیادتی، ریاح شکم کا بکثرت ہونا، دِل کا گھبرانا، نبض کا تیز چلنا ہے، حرارت ہوجانا، بلغم کا غلیظ ہونا اور اس کا آسانی سے اخراج نہ پانا وغیرہ۔
نسخہ: گل بانسہ آٹھ حصے (اگر میسر نہ ہوں تو برگ بانسہ)، گل بنفشہ پانچ حصے، بادیان تین حصے، سفوف بنالیں۔ بس تیار ہے۔
خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک ہمراہ آب تازہ دِن میں تین بار دیں۔

مجربات دمہ

تشریح: دمہ کوئی مرض نہیں ہے بلکہ یہ سانس کی تنگی کی علامت ہے جس سے سانس پھولتا ہے، یعنی مریض جلد جلد سانس لیتا ہے۔ یہ بالکل ایسی علامت ہے جیسے تیز چلنے، دوڑنے اور اوپر چڑھنے پر اکثر عارضی طور پر پیدا ہوتی ہے جو ہوا کی نالی اعضاء کی غیر طبعی حرکات اور صورت سے پیدا ہوتی ہے، جس میں کبھی نیم (آکسیجن) کی کمی اور دخان (کاربن ڈائی آکسائیڈ) کی زیادتی یا کبھی نسیم کی زیادتی اور دخان کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے۔

غلط فہمی

ایک طرف تو عوام میں یہ غلط فہمی ہے کہ دمہ کا کوئی علاج نہیں اور وہ دم (موت کے آخری سانس) کے ساتھ جاتا ہے اور دوسری طرف عطائی معالجین میں یہ جذبہ پایا جاتا ہے کہ کوئی ایسی اکسیر یا تریاق تیار ہوجائے جو ہر قسم کے دمہ کے لیے شرطیہ اور بے خطا دوا ہو۔ سب سے بڑے عطائی فرنگی ڈاکٹر ہیں جو اپنی دکانداری چمکانے اور بزنس کو فروغ دینے کے لیے دمہ کے علاج کے لیے سینکڑوں دوائیں تیار کر کے امریکہ اور یورپ سے ہمارے ملک روانہ کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی مفید ثابت نہیں ہوئی۔ ہر دو تین سال بعد یورپ کے کسی نہ کسی ملک سے یا امریکہ کے کسی نہ کسی حصہ سے کوئی نہ کوئی نئی دوا تیار ہوکر یہاں پہنچ جاتی ہے۔ مریض شوق سے خریدتے ہیں، مگر مرض دمہ میں بال برابر فرق نہیں آتا۔ شفا تو بہت دور کی بات ہے۔ البتہ مرض کا دورہ روکنے کے لیے چند مخدرات مخصوص کیے ہوئے ہیں، جن سے وقتی طور پر دورہ رُک جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ مریض ان مخدرات کا عادی ہوجاتا ہے۔ اوّل ان کی مقدار زیادہ کرتا رہتا ہے، بعد میں ان کے زہریلے اثرات سے موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

کیا کوئی فرنگی ڈاکٹر دعویٰ کرسکتا ہے کہ ان کی طب میں کوئی ایسی دوا ہے جو ہر قسم کے دمہ کے لیے یقینی ہو یا کسی خاص قسم کے دمہ کے لیے مفید ہو۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ان کو دمہ کی حقیقت کا صحیح علم بھی نہیں ہے۔ پھر بھلا وہ علاج میں کیسے کامیاب ہوسکتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ نزلہ وزکام کھانسی اور نمونیہ وغیرہ کے جراثیم تو ان کو نظر آتے ہیں لیکن دمہ (استھما) کے جراثیم ان کو نظر نہیں آتے کہ ان کو فنا کر کے ان کا علاج کرلیں۔ فرنگی کے تجارتی ہتھکنڈے (بزنس ٹیکٹس) ایسے ہیں کہ عوام متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کسی کمپنی کی طرف سے پریس میں بیان شائع ہوجاتا ہے کہ فلاں ملک میں ایک ڈاکٹر صاحب نے دمہ کے لیے ایک دوا ایجاد کرلی ہے یا ایک نئی بوٹی پر تجربات کیے

ہیں یا فلاں دوا کے جوہر سے ایک اکسیر بنائی ہے جو بہت مفید ثابت ہوئی ہے اور بے شمار مریضوں پر تجربہ کیا گیا ہے۔ بہت سے پرانے مریضوں کو آرام ہو گیا ہے۔ پھر چند دِنوں کے بعد ہی دوا بازار میں آجاتی ہے۔ لیکن نتیجہ صفر سے آگے نہیں بڑھتا۔

دمہ کی اقسام

دمہ کی تین قسمیں ہیں: ① نزلی دمہ ② قلبی دمہ ③ کلوی دمہ۔

نظریہ بالمفرد اعضاء کے تحت ان تینوں صورتوں کے عصبی دمہ، عضلاتی دمہ اور غدی دمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہر قسم کے دمہ کی صورتیں ان کے تحت آجاتی ہیں۔ ہوا کی نالی، اعضائے صدر، معدہ و امعاء، جگر و طحال کی سوزش و اورام اور بثور و قروح سے بھی تنگی تنفس اور دمہ کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ریحی و استرخا اور تشنجی کو ان ہی کے تحت غور کرنا چاہیے۔ البتہ حاد و مزمن میں علاج کی رعایت رکھنی ضروری ہے۔ مجربات درج ذیل ہیں۔

اکسیر دمہ اعصابی

اس قسم کے دمہ میں نزلی دمہ، بلغمی دمہ اور استرخائی دمہ بھی شریک ہیں۔ مریض کے اعضائے صدر پر رطوبت کی زیادتی ہوتی ہے۔ اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ بلغم کا اخراج مشکل ہو جاتا ہے، کوشش کے بعد بھی نہیں خارج ہوتی۔ اکثر قے ہو جاتی ہے۔ قارورہ سفید اور پاخانہ غیر منہضم ہوتا ہے۔

نسخہ: کشتہ نیلا طوطیہ دو حصے، کشتہ سنکھیا ایک حصہ، دونوں کشتے کسی شے میں کئے ہوئے ہوں۔ سفوف جنگلی پیاز پانچ حصے۔

ترکیب: جنگلی پیاز سکھا کر سفوف بنالیں۔ اس میں دونوں کشتے ملا کر نصف گھنٹہ تک کھرل کریں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک دِن میں دو تین بار منقیٰ میں ڈال کر دیں۔ غذا اور پرہیز مناسب کرائیں۔

اکسیر دمہ غدی

اس دمہ میں غشائے مخاطی، جگر اور گردوں کے افعال میں خرابی ہوتی ہے۔ بلغم زردی مائل رقیق و غلیظ ملا جلا۔ اکثر چہرے اور قارورے میں زردی، کبھی جی متلاتا ہے، کبھی مروڑ کی صورت ہو جاتی ہے، بعض اوقات پیشاب میں جلن اور ضعف قلب کی مریض شکایت کرتا ہے۔

نسخہ: کشتہ چاندی تین حصے (کسی شے میں کیا ہوا ہو)، سرمہ سیاہ ایک حصہ، ریٹھا چار حصے۔

ترکیب: ریٹھا دھوپ میں خشک کر کے سفوف بنالیں اس میں کشتہ چاندی اور سرمہ سیاہ ملالیں۔ پھر نصف گھنٹہ تک کھرل کریں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ مکھن میں ڈال کر دیں۔ غذا اور پرہیز مناسب کرائیں۔

اکسیر دمہ عضلاتی

ریحی دمہ، تشنجی دمہ اور معدی دمہ بھی اس میں شریک ہیں۔ اس میں ریاح شکم، قبض کی زیادتی، خشکی چہرہ اور قارورہ، دِل کا گھبرانا، نبض تیز، بلغم کی کمی، حرارت کا بڑھ جانا۔

نسخہ: کشتہ شنگرف دو حصے، کشتہ بارہ سنگا دو حصے (ہر دو کشتے کسی شے میں کئے گئے ہوں)، رائی چار حصے۔

ترکیب: اوّل رائی کا سفوف تیار کرلیں۔ پھر کشتہ جات اس میں ملا کر نصف گھنٹہ تک کھرل کرلیں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک آبِ نیم گرم یا چائے کے ساتھ دیں۔ غذا و پرہیز مناسب کریں۔

مجربات طمث

تشریح

جسم انسان میں کسی جگہ سے بھی خون یا رطوبات کا اخراج ہو تو یہ دونوں صورتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جب خون کا اخراج ہوگا تو رطوبات بند ہوں گی اور جسم میں پوری طرح سے خشکی ہوگی اور جب رطوبات کا اخراج ہوگا تو خون کا اخراج بند ہوگا اور جسم میں رطوبات کی کثرت ہوگی۔ اس اصول اور کلیہ کو سمجھ لینے کے بعد ہر قسم کے خون کے اخراج اور رطوبات کی زیادتی کا اخراج آسانی سے سمجھا اور روکا جاسکتا ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت جب جسم انسانی میں کسی جگہ سے خون کا اخراج ہوتا ہے تو اس وقت عضلاتی تحریک یا سوزش ہوتی ہے۔ چونکہ عضلاتی تحریک کی دو صورتیں ہیں، ایک عضلاتی اعصابی اور دوسرے عضلاتی غدی ہیں۔ اوّل صورت میں خون کا اخراج سر سے لے کر معدہ تک کے اعضاء تک زیادہ رہتا ہے۔ دوسری صورت میں جگر سے لے کر قارورہ ومقعد اور رحم تک زیادہ ہوتا ہے۔ رطوبات کا اخراج یا زیادتی ہوتی ہے تو اعصابی تحریک یا سوزش ہوتی ہے۔ چونکہ اعصابی تحریک کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اس لیے جب اعصابی عضلاتی تحریک ہوتی ہے تو رطوبات کا اخراج سر سے پیٹ تک زیادہ رہتا ہے اور جب اعصابی غدی تحریک ہوتی ہے تو رطوبات کا اخراج گردوں سے نیچے قارورہ، مقعد اور رحم سے ہوتا ہے۔

ان دو صورتوں یعنی خون کی کثرت اور بندش کے علاوہ ایک تیسری صورت بھی ہے۔ اس صورت میں خون تنگی اور تکلیف سے آتا ہے۔ یعنی آنے کے ساتھ درد کی شدت بھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں غدد کے اندر تحریک یا شدت ہوتی ہے، اس کی بھی دو صورتیں ہیں، اوّل غدی عضلاتی، اس میں خون زیادہ آتا ہے اور درد کم ہوتا ہے۔ دوسری صورت غدی اعصابی، اس میں خون کم اخراج پاتا ہے، لیکن درد زیادہ ہوتا ہے۔

ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے عورتوں کو ماہواری کے خون کی کمی بیشی، نفاس میں افراط وتفریط اور سیلان الرحم کی زیادتی وغیرہ میں وہی صورتیں ہیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔ یعنی (۱) کثرت طمث (ماہواری زیادتی) عضلاتی تحریک ہے۔ (۲) احتباس طمث (ماہواری کی بندش) اعصابی تحریک ہے۔ (۳) عسر طمث (ماہواری کی تنگی) غدی تحریک ہے۔ البتہ یہ نکتہ یاد رکھیں کہ قدرت نے عورتوں کی اس طرح تخلیق کی ہے کہ ان کو مکمل عضلاتی تحریک بھی نہیں ہوتی بلکہ ان کا سب کچھ غدی تحریک تک ہی ختم ہو جاتا ہے اور برائے نام عضلاتی تحریک ہوتی ہے۔ اس لیے نظریہ مفرد اعضاء کے تحت ان کی صورتیں اس طرح ہوں گی: (۱) کثرت طمث، غدی عضلاتی تحریک۔ (۲) احتباس طمث، اعصابی غدی تحریک۔ (۳) عسرت طمث، غدی اعصابی تحریک۔ ان کا علاج ان تحریکات کو عضلات سے غدد کی طرف، غدد سے اعصاب کی طرف اور اعصاب سے عضلات کی طرف الٹ دینے سے ہوسکتا ہے۔ مجربات درج ذیل ہیں۔

کثرت طمث

(علاج غدی اعصابی) یہ امر ذہن نشین کرلیں کہ اکثر معالجین خصوصاً فرنگی ڈاکٹر اخراج خون کو روکنے کے لیے اکثر حابسات اور

قابضات کا استعمال کرتے ہیں، جیسے کیلشیم اور فیرم کے مرکبات (چونا اور فولاد وغیرہ)۔ بعض اوقات ان سے عارضی فائدہ ہو بھی جاتا ہے، لیکن نتیجہ نقصان ہوتا ہے۔ بعض کم علم اور جاہل اطباء اس مرض کو گرمی کی زیادتی خیال کرتے ہوئے سرد خشک یا سرد تر ادویات استعمال کراتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔

جاننا چاہیے کہ کثرت طمث ہمیشہ خشکی یا سوزش سے ہوتا ہے۔ یہ خشکی اور سوزش گرمی کی زیادتی سے ہی کیوں نہ ہو، لیکن بہر حال گرمی کی کمی ہوتی ہے۔ کیونکہ گرمی ہی کم ہے کہ جس سے خشکی اور سوزش کی تحریک ہوتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ یہی خشکی اور سوزش ہی اکثر ورم میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے کثرت طمث کا علاج محللات سے کیا جانا چاہئے۔ نسخہ درج ذیل ہے۔

نسخہ: زیرہ سیاہ 2 تولہ، بادیان 3 تولہ، گندھک 3 تولہ، سفوف بنالیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے چار ماشہ تک دن میں چار بار ہمراہ گرم پانی دیں۔

تنگی حیض عسرت طمث

(علاج اعصابی غدی) اس کے علاج میں عام طور پر یہ غلطی کی جاتی ہے کہ ایسی ادویات استعمال کی جاتی ہیں جو حیض زیادہ لانے کے لیے دی جاتی ہیں۔ یہ دراصل سوزش خصیۃ الرحم، خصوصاً سوزش غدد ہوا کرتی ہے، اس کا علاج سوزش غدد کا دور کرنا ہے۔ جب یہ سوزش دور ہو جاتی ہے تو آئندہ طمث میں باقاعدگی پیدا ہو جاتی ہے اور جو معالج حیض آور دوا دیتے ہیں ان سے اکثر اس مرض میں شدت ہو جاتی ہے اور مدتوں یہ مرض لگا رہتا ہے۔ بلکہ اختناق الرحم ہسٹیریا شروع ہو جاتا ہے۔ نسخہ درج ذیل ہے۔

نسخہ: سمندر جھاگ 4 تولہ، زیرہ سفید 3 تولہ، الائچی خورد ایک تولہ۔ سفوف بنالیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے 4 ماشہ تک ہمراہ آب نیم گرم دیں۔

رکاوٹ احتباس طمث

(علاج غدی عضلاتی) اس تکلیف کے علاج پر اکثر یہ غلطی کی جاتی ہے کہ مدرات حیض کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں مدرات حارہ بھی ہوتے ہیں اور مدرات باردہ بھی ہوتے ہیں۔ یہاں پر مدرات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ خون کا دباؤ اس وقت بڑھ سکتا ہے جب جسم میں رطوبات کی بندش ہو، جیسا کہ ہم ابتداء میں لکھ چکے ہیں۔ تحقیقات علم الادویہ کے بیان میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے ان اغلاط پر روشنی ڈالیں گے جو طب میں بھری پڑی ہیں اور بڑے بڑے جگادری حکماء اور اطباء نے بھی مکھی پر مکھی ماری ہے۔ نسخہ درج ذیل ہے۔

نسخہ: ابہل 4 تولہ، رائی 2 تولہ، مرکی 2 تولہ۔ سفوف کرلیں۔

خوراک: 4 رتی سے ایک ماشہ تک دن میں تین چار بار دیں۔

نوٹ: ان تمام علاجات میں غذا بھی حسب ضرورت رکھیں۔ جیسی کہ کتاب ''تحقیقات حمیات'' میں بیان کی گئی ہے۔

مجربات سیلان الرحم

تشریح

گزشتہ صفحات میں جو تشریح مجربات طمث میں پیش کی گئی ہے اور اس میں رطوبات کے اخراج کی حقیقت پر جو روشنی ڈالی گئی ہے اس کو ایک بار پھر ذہن میں رکھ لیں۔ اس کے علاوہ کتاب ''تحقیقات نزلہ وزکام'' میں نظریہ مفرد اعضاء کے تحت نزلہ وزکام کی حقیقت کو پھر سے ذہن میں تازہ کر لیا جائے تو سیلان الرحم کو سمجھنے میں بہت آسانی ہوگی۔ اسی طرح جریان وسرعت انزال کے نسخے بھی دیکھ لیں۔

سیلان الرحم کو عسر العلاج و پیچیدہ اور مشکل شفاء امراض میں شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی مشکل مرض نہیں ہے۔ البتہ اس کو سمجھا نہیں گیا۔ فرنگی طب تو اس حقیقت سے بھی واقف نہیں ہے۔ اس لیے اس کے طریق علاج میں سیلان الرحم کو شفا بخش علاج ہی نہیں ہے۔ جس طرح فرنگی طب میں جریان وسرعت انزال اور احتلام کی نہ صحیح تشخیص ہے اور نہ ہی تسلی بخش علاج ہے۔ اگر ہم مبالغہ سے کام لے رہے ہیں تو ہر فرنگی ڈاکٹر ہمارا چیلنج قبول کر سکتا ہے۔ ہم ثابت کرنے کے لیے تیار ہیں کہ طب یونانی میں ان سب امراض کی صحیح تشخیص اور تسلی بخش علاج ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اگر تشخیص اور علاج بالکل بنیادی اصولوں پر کئے جائیں تو صرف مجربات کو شفا بخش علاج نہ سمجھ لیا جائے۔ یعنی ہر مریضہ کے مزاج اور کیفیات کے مطابق تشخیص کی جائے اور اس کے مطابق ہی علاج تجویز کیا جائے۔

عام طور پر طب میں بھی مجرباتی علاج کیا جا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ روز بروز اس کی قوت شفا کم ہوتی جا رہی ہے اور فرنگی طب جو خود سراپا مجرباتی علاج ہے طب یونانی کو عطائیت کا طعنہ دیتی ہے۔ مغربی تعلیم یافتہ پہلے ہی سے آنکھوں کے اندھے ہیں جو نہ فرنگی طب کو جانتے ہیں اور نا ہی طب یونانی کی حقیقت سے واقف ہیں۔ وہ مغرب پرستی کے تحت فرنگی طب کو (نعوذ باللہ) کتب سماوی سے بھی زیادہ خیال کرتے ہیں۔

معالج طب یونانی سیلان الرحم کا جو تصور کرتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ رطوبات کی زیادتی ہے اس لیے فوراً خشک ادویات اور اغذیہ تجویز کر دیتا ہے جو عام طور پر سرد ہی ہوتی ہیں۔ جس کا اکثر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرض پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور شدت اختیار کر لیتا ہے اور معالج حیران ہوتا ہے کہ باوجود انتہائی خشک ادویات کے استعمال سے مرض زیادہ ہو گیا ہے۔ بعض مجرباتی معالج مقوی ادویات مثلاً فولاد اور دیگر اقسام کے کشتہ جات یا ازراقی قسم کی مقوی ادویات دیتے ہیں، ان کو کبھی کبھی کامیابی بھی ہو جاتی ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو مجربات کی کتب اٹھا کر دیکھ لیں، سیلان الرحم کے لیے جو نسخے لکھے ہوئے ہوں گے ان میں یہی دو صورتیں ہوں گی۔

اسرار ورموز

سیلان الرحم کے علاج میں جو اسرار ورموز کام کرتے ہیں وہ رحم یا خصیۃ الرحم کی سوزش ہے جس کی طرف نہ فرنگی ڈاکٹر نظر رکھتے ہیں اور نہ مجرباتی معالج پرواہ کرتے ہیں۔ اس سوزش سے رحم کے اندر کمی بیشی کے ساتھ لذع ودغدغہ اور خارش کی علامات پائی جاتی ہیں جن سے سیلان رطوبات اور سیلان منی ہوتا ہے، دونوں قسم کا سیلان دراصل سیلان الرحم ہی کہلاتا ہے۔

فرق سیلان منی اور سیلان رطوبات

اکثر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سیلان الرحم دراصل عورتوں میں سیلان منی ہے، جیسے مردوں میں سیلان منی ہوتا ہے جس کو جریان کہتے ہیں۔اس میں شک نہیں ہے کہ یہ بھی سیلان کی ایک صورت ہے اور بہت اہم صورت ہے لیکن یہ صورت بہت کم واقع ہوتی ہے کیونکہ اس کے ساتھ خواہش جماع شدید ہوتی ہے یا جذبات لذت حد اعتدال سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔طبیعت منی کو تیار کر کے سیلان کی صورت میں خارج کرنا شروع کر دیتی ہے۔

خیال رکھیں کہ منی سفید رنگ یا ہلکا زردی مائل سفید رنگ،قوام میں گاڑھا پن اور بے حد متعفن ہوتی ہے۔ بلکہ ایک خاص قسم کی مہک ہوتی ہے۔سیلان رطوبت دراصل سوزش رحم یا سوزش خصیۃ الرحم ہے جس میں خواہش جماع اور لذت کو کوئی دخل نہیں ہے۔البتہ سوزش کی علامات میں رطوبت کے ساتھ خارش، بے چینی اور تناؤ ضرور پایا جاتا ہے۔رطوبات رنگ دار، رقیق اور متعفن ہوتی ہیں۔

نظریہ مفرد اعضاء کے مطابق سیلان الرحم کی دو اقسام ہیں: (۱) اعصابی (۲) غدی۔ اعصابی قسم کی پھر دو صورتیں ہیں: ایک صورت تری سردی کی اور دوسری تری گرمی کی ہے۔ان کو نظریہ مفرد اعضاء کے تحت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اعصابی عضلاتی اور اعصابی غدی، علی الترتیب دوسری قسم کی بھی صورتیں ہیں۔ایک صورت گرم تر اور دوسری گرم خشک ہے۔نظریہ مفرد اعضاء کے تحت اس طرح بیان ہوں گی۔غدی اعصابی اور غدی عضلاتی علی الترتیب ہوں گی۔

عضلاتی صورت اور علامات حمل

اس مرض میں عضلاتی صورت نہیں ہو سکتی، کیونکہ عضلاتی صورت میں رطوبات کا اخراج بالکل بند ہوتا ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عورتوں میں عضلاتی مزاج ہوا ہی نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں میں وجدان کی قوت پیدا ہی نہیں کی۔عرصہ پندرہ سال سے کسی عورت کی نبض اور قارورہ عضلاتی نہیں دیکھا اور اگر کسی عورت میں کسی حد تک یہ صورت نظر بھی آئی ہے تو اس کے مزاج میں جسمانی اور ذہنی طور پر مردانہ پن پیدا ہو چکا ہوتا ہے۔البتہ اگر کسی نوجوان عورت میں نبض اور قارورہ عضلات کی طرف زیادہ مائل دیکھیں تو اس پر حمل کا حکم لگا دیں۔اگر عضلات میں انتہائی شدت ہو تو لڑکے کی خوشخبری دے دیں اور اگر حمل میں نبض اور قارورہ اعصاب کی طرف مائل ہو تو یقیناً لڑکی پیدا ہو گی۔یہ ایسے اسرار و رموز ہیں جو صرف نظریہ مفرد اعضاء ہی سے سمجھ میں آ سکتے ہیں۔فرنگی طب اور ماڈرن سائنس ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔انشاء اللہ ہم ایسے اسرار و رموز پیش کر دیں گے کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس تو کیا ہزاروں سالوں کی طبی دُنیا ان اسرار و رموز اور حقائق سے بے خبر ہے۔

علاج سیلان الرحم

جہاں تک سیلان منی کا تعلق ہے اس کے ساتھ اکثر اختناق الرحم کی صورت بھی پائی جاتی ہے، اس لیے اس کے علاج کے لیے اختناق الرحم کو مدنظر رکھیں جس کا 99 فیصدی علاج عقد ہے۔اگر فوری طور پر ممکن نہ ہو تو سیلان رطوبات کے تحت اس کا علاج کریں۔اس سے سیلان منی اور خواہش جماع ختم ہو جائے گی۔

سیلان رطوبات کی چار صورتیں بیان کی گئی ہیں، دو اعصابی یعنی ایک گرم اعصابی (اعصابی غدی)، دوسری سرد اعصابی (اعصابی عضلاتی) دو غدی۔یعنی ایک غدی تری (غدی اعصابی) اور دوسری غدی خشک (غدی عضلاتی)۔آخر صورت چونکہ خشکی کی ہوتی ہے، اس

لیے یہ سیلان میں شریک نہیں ہے بلکہ اکثر ورم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ البتہ اس میں اعصاب رحم پر تسکین (رطوبت) ہوتی ہے۔ جہاں تک دوسری اور تیسری صورت کا تعلق ہے، اس میں دوسری صورت میں سوزش اعصاب ہوگی اور رطوبت کے ساتھ جلن بھی ہوگی۔ اور تیسری صورت میں رطوبت کے ساتھ جلن نہیں ہوگی۔ البتہ قارورہ میں جلن ہو سکتی ہے۔ اور صورت میں سیلان الرحم نہیں ہوگا البتہ رطوبات کی جسم میں کثرت ہوگی، جیسے زکام کی صورت میں پائی جاتی ہے۔ جس کا اثر رحم تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ علاج میں وہی قانون ہے کہ ہر تحریک کو آگے کی طرف بدل دیا جائے۔ جیسے کیفیات کو بدل دیا جاتا ہے۔

سیلان الرحم غدی

اس میں صرف ایک ہی صورت ہے یعنی غدی اعصابی جس کا علاج اعصابی غدی ہے۔ رطوبات زردی مائل سفید، قارورہ زرد، اکثر جلد کی علامات پائی جاتی ہیں۔ نسخہ درج ذیل ہے۔

نسخہ: کہربا تین حصے، رال تین حصے، گوند کیکر دو حصے۔ سفوف تیار کر لیں۔

خوراک: ایک ماشہ تک ہمراہ آب تازہ، دن میں تین چار بار دیں۔

سیلان الرحم اعصابی

اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک اعصابی غدی، اس کی علامات رطوبات سفید زردی مائل متعفن، قارورہ بھی سفید زردی مائل۔ رحم میں جلن اور لیس کی زیادتی کی علامات پائی جاتی ہیں۔ علاج اعصابی عضلاتی ہے۔ نسخہ درج ذیل ہے۔

نسخہ: اسگندھ 4 حصے، زیرہ سفید 2 حصے، کشنیز 2 حصے، چینی ہم وزن۔

خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دن میں تین چار بار دیں۔

دوسری صورت اعصابی عضلاتی کی ہوتی ہے۔ اس کی علامات میں رطوبت سفید بکثرت، کبھی میلا پن، قارورہ سفید بہت زیادہ، عام طور پر زکام اور ریشہ، اکثر موٹی عورتیں ایسے سیلان میں مبتلا ہوتی ہیں۔ نسخہ درج ذیل ہے۔

نسخہ: مائیں، مازو، سپاری، کشتہ مرجان، چاروں ہم وزن۔

ترکیب: سب ادویہ کو باہم ملا کر سفوف کر لیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے چار ماشہ تک دن میں تین چار بار دیں۔

مجربات اختناق الرحم

تشریح

گزشتہ دو شماروں میں اخراج خون اور اخراج رطوبت کے متعلق جو حقیقت اور فلسفہ ذہن نشین کرایا گیا ہے اس کو سمجھتے ہوئے اس حقیقت اور راز کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ جب تک رطوبات کا انزال اور اخراج نہیں ہوتا، جوش و لذت اور خون کا دباؤ قائم رہتا ہے۔ بلکہ نفخ کی صورت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور جب انزال و اخراج رطوبات ہو جاتا ہے تو جوش و لذت اور خون و نفخ کا دباؤ بھی ختم ہو جاتا ہے۔
جاننا چاہیے کہ ذکاوت یا احساسات کی تیزی دراصل لذت کی تیزی کا دوسرا نام ہے۔ یہی لذت بڑھ کر کبھی خارش اور درد کی

صورت بھی اختیار کر لیتی ہے۔ ذکاوت دراصل ایک قسم کی سنسناہٹ ہے جو اکثر موقعوں پر جسم میں دوڑتی ہے جو مختلف جذبات کی تیزی اور شدت میں آسانی سے محسوس اور تجربہ کی جاتی ہے۔

یہ ذکاوت دراصل انزال و اخراج رطوبات کی ایک فطری کوشش ہے جو جسم انسانی میں مادی و نفسیاتی اثرات کے تحت عمل میں آتی ہے۔ جب مادی و نفسیاتی اثرات مسلسل اسباب بن جائیں تو ذکاوت ولذت کا سلسلہ تقریباً جاری رہتا ہے۔ البتہ ان میں فرق یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ اثرات و تحریکات دماغ سے معدہ تک رہیں تو دل میں مسرت و خوشی اور لطف کا باعث ہوتے ہیں اور اگر یہ اثرات و تحریکات معدہ سے نیچے اعضائے مخصوصہ بلکہ پاؤں تک اپنا عمل کریں تو جسم میں جنسی لذت اور شہوت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ دونوں تحریکیں اور اثرات آپس میں بدلتی بھی رہتی ہیں اور بعض وقت اس قدر جلد جلد بدلتی ہیں کہ اچھا ذہین انسان بھی اندازہ نہیں لگا سکتا، بلکہ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ مثلاً ایک خوبصورت اور خوشبودار پھول دیکھ کر بے حد مسرت، خوشی اور لطف آ جاتا ہے، لیکن اس کے دوسرے تصورات محبت ولذت اور شہوت میں بھی تیزی پیدا کر دیتے ہیں۔

فرنگی طب کی غلطی

فرنگی طب ذکاوت ولذت اور شہوت کی ان تحریکات کو **-اوّل-** اعصابی نروز (Nerves) نروس (Nervous) کہتے ہیں۔ اور **-دوسرے-** ان تحریکات کو اعصاب کا ضعف کہتے ہیں، جس کو انگریزی میں نیورستھینیا (Neurasthenia) کہتے ہیں۔ جس کے معنی ضعف اعصاب کے لیے جاتے ہیں۔ اگر اس کے معنی (Conveying Impulses Of Motions Sesation) یعنی جذباتی تحریکات اور تاثرات تو بھی اس کے معنی نزاکت، اعصاب کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ان تحریکات کو نیورلجیا (Neuralgia) یعنی اعصابی وقفہ کی درد سمجھیں تو فرنگی طب اس کو طاقت کے معنی میں نہیں لیتی۔ یہ دونوں صورتیں غلط ہیں۔

جاننا چاہیے کہ ذکاوت ولذت اور شہوانی تحریکات کا تعلق غدد کے ساتھ ہے، جب غدد کے افعال میں تیزی ہوتی ہے تو جگر و گردوں کے ساتھ ساتھ دیگر نالی دار و بغیر نالی دار غدد میں تحریکات پیدا ہو جاتی ہیں۔ انہی غدد میں خصے اور حصیۃ الرحم ولبلبہ اور پستان بھی شریک ہیں۔ گویا خون کے پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ اعضاء مقوی خون اور جنسی اعضاء میں تحریک ہو جاتی ہے۔ ان تحریکات کی تیزی اور شدت سے اعصاب میں ضعف پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ طبیعت مدبرہ بدن وہاں سکون کے لیے رطوبات کا ترشہ ضرور کرتی ہے، کیونکہ غدد میں دباؤ اور اخراج و انزال و رطوبات بند ہوتا ہے۔

ان تحریکات میں غدد کی چار صورتیں ہیں: دو صورتیں شدید (اوّل) غدی عضلاتی (دوسرے) غدی اعصابی۔ دو صورتیں ہلکی ہیں: (۱) عضلاتی غدی (۲) اعصابی غدی۔ ان دو صورتوں میں (۱) عضلاتی غدی عورتوں میں نہیں پائی جاتی، اکثر مردوں میں پائی جاتی ہے۔ جس مرد میں پائی جاتی ہے، احتلام پر دلالت کرتی ہے۔ (۲) اعصابی غدی میں سنسناہٹ (Sansation) بہت حد تک ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر مردوں میں پائی جائے تو جریان اور عورتوں میں پائی جائے تو سیلان۔ البتہ ان تحریکات میں بھی کمی بیشی ذکاوت ولذت اور شہوت کے اثرات کام کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تک غدی اثرات باقی ہیں، یہ تحریکات قائم رہتی ہیں۔

اختناق الرحم

اختناق الرحم میں اوّل دو صورتیں کام کرتی ہیں جو شدید ہیں۔ ان میں بھی غدی عضلاتی تحریک زیادہ تیز ہے۔ اس کا مرکز عورتوں میں خصیۃ الرحم ہوتا ہے۔ اس تحریک سے خون ریاح کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور انزال و اخراج رطوبت رُک جاتا ہے۔ جس سے ذکاوت و

لذت اور شہوت میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات اس قدر شدت ہو جاتی ہے کہ مریضہ مغلوب ذکاوت ولذت اور شہوت ہو جاتی ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی مریضہ ظاہر میں ذکاوت ولذت اور شہوت کی حقیقت اور اسرار سے واقف نہیں ہوتی۔ وہ اس کو مرض خصوصاً دورہ کا مرض خیال کرتی ہے کیونکہ اس کے جسم خصوصاً رحم میں جو سنسناہٹ یا تیزی کا احساس ہوتا ہے اس کو وہ ماہواری کی خرابی اور درد خیال کرتی ہے۔لذت وشہوت کا تصور کرنا بھی اس کی حیا اور نسوانیت گوارا نہیں کرسکتی۔ عورتوں پر ہی کیا منحصر ہے جو مرد بھی اس مرض میں گرفتار ہو کر مغلوب الشہوت ہو جاتے ہیں وہ بھی اس کو مرض ہی تصور کرتے ہیں۔ اپنی لذت وشہوت کی زیادتی کا احساس تک نہیں کرسکتے۔ البتہ اس مرض میں پیشاب کے ساتھ جو منی اخراج پاتی ہے اس کو سبب مرض اور کمزوری قرار دے لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرض کی اصل حقیقت سے نہ عورت واقف ہوتی ہے اور نہ مرد آگاہ ہوتا ہے۔ یہ ہیں ہماری تحقیقات۔ کیا فرنگی طب یا اور کوئی میڈیکل سائنس اس قسم کی تحقیقات پیش کرسکتی ہے؟؟؟

اسباب امراض

یہ مرض زیادہ تر ان لڑکیوں میں بالغ ہونے کے بعد ظاہر ہوتا ہے جن کو کھانے پینے کی بے فکری ہو اور تعلیم یا کام کاج کی کوئی فکر نہ ہو، وہ اس صورت میں جبکہ جوش جوانی اپنے پورے جوبن پر ہو، کیونکہ ان دنوں خون کی زیادتی کے ساتھ ساتھ اعضاء کے افعال بھی تیز ہو جاتے ہیں اور غدی عضلاتی تحریک سے طبیعت میں اس قدر رزاکت پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر ذرا سا بھی کوئی غیر معمولی واقعہ یا صدمہ پہنچ جائے تو مزاج بگڑ جاتا ہے۔ کوئی غیر معمولی غم وغصہ دہشت ناک خبر یا عشق ومحبت کی داستانیں سن لیں یا تجربہ میں آجائیں یا ناول وافسانہ اور فلم میں ایسا غیر معمولی واقعہ پیش آجائے جو برداشت نہ ہوسکے اور ایسا معلوم ہو کہ ذاتی واقعہ ہے۔ لذائذ کی کثرت، جلق اور غیر فطری حرکات اور انتہائی مشکلات اکثر نقصان رساں ہوتی ہیں۔

ناواقف اور بھولی بھالی لڑکیوں اور امراض رحم ماہواری کی خرابی، کثرت مطالعہ، دماغ سوزی، غور وفکر، کمی وخرابی خون اور اغذا کا توازن بگڑ جانا بہت جلد بچیوں کو ہسٹیریا جیسے خوفناک مرض میں مبتلا کر دیتا ہے۔ بعض وقت شرم وحیا کی وجہ سے ناواقف اور بھولی بھالی لڑکیاں گیلے کپڑوں کا استعمال کر لیتی ہیں یا خاص دنوں میں سرد پانی کا استعمال یا نہانا یا غیر معمولی حرکات کر لینا وغیرہ سے کبھی کبھی عشق ومحبت کے واقعات دیکھنا یا قصے کہانیاں پڑھنا بھی اس مرض میں مبتلا کر دیتا ہے۔

علامات مرض

اس مرض کا نام اختناق الرحم اس لیے ہے کہ اس کا تعلق رحم کے ساتھ ہے اور اس میں اخراج ونزول رطوبت میں اعتدال قائم نہیں رہتا اور وہاں گھٹن معلوم ہوتی ہے۔ انگریزی میں اس کو ہسٹیریا بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کے معنی رحم کے ہیں اور اس میں سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ قوت ارادی کمزور ہو جاتی ہے اور مریضہ کا اپنی طبیعت پر قابو نہیں رہتا۔ بغیر بھوک کے غذا کھانا بدہضمی اور نفخ کی زیادتی عام طور پر پیٹ میں ہوا کا گولا سا معلوم ہوتا ہے جو دورے کے وقت بڑھ کر تمام پیٹ کو گھیر لیتا ہے۔ پھر اوپر چڑھتا ہے اور گلے کے پاس آکر پھنس جاتا ہے، اس وقت مریضہ بے ہوش ہو کر آرام سے چارپائی پر گر جاتی ہے۔

جن دنوں دوروں کا زور ہو، ان دنوں مریضہ زیادہ باتیں کرتی ہے۔ جلد جلد غم وغصہ میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ اکثر لڑکیاں عشقیہ باتیں کرتی ہیں۔ بعض کو مذہبی جنون اور دینی جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ پاکی طہارت، نماز وخیرات کی طرف وقت بے وقت ضرورت سے زیادہ مشغول رہتی ہیں۔ غیر معمولی آوازیں سنتی ہیں اور عجیب وغریب روشنیاں دیکھتی ہیں۔ ایسے خواب دیکھتی ہیں جو ظاہر نیکی اور مذہبی محبت پر

دلالت کرتے ہیں لیکن ایک واقف علم خواب اور ماہر تعبیر خوب جانتا ہے کہ یہ جنسی اشارے ہیں۔ خاص طور پر مسجد کے مینار دیکھنا یا پیر وفقیر اور اولیائے اللہ سے ملاقات کرنا وغیرہ۔ اسی طرح اکثر خواب میں دیکھنا کہ سانپ و چوہا، بھینسا و بیل، شیر و ریچھ پیچھے دوڑ رہے ہیں اور کھانا چاہتے ہیں۔ کبھی دیکھنا کہ کوئی خوفناک آدمی مار مار کر ہلکان کر رہا ہے یا بدمعاش اور لفنگے پیچھا کر رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ شادی شدہ عورتیں دورہ کے بعد بہت ننگی اور بے حیائی کی باتیں کرتی ہیں اور مردوں پر ناشائستہ الزام لگاتی ہیں اور ان کو بدنام کرتی ہیں۔ ان کی دوسری شادی کے خوف میں ہر وقت پریشان رہتی ہیں۔ دورہ شروع ہونے سے قبل عجیب قسم کی باتیں اور حرکات کرتی ہیں۔ کبھی ہنستی ہیں، کبھی روتی ہیں، کبھی گاتی ہیں اور کبھی عشقیہ اشعار پڑھتی ہیں۔ بہر حال ان کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔ سانس میں تیزی، سر بوجھل یا درد یا چکر، رنگ زرد اور کمزوری اور تھکاوٹ کی زیادتی بس ایک دم اس کی طبیعت غیر ہو جاتی ہے اور دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ مرگی کا مریض یک دم گر جاتا ہے اور خطرناک مقام پر بھی گر پڑتا ہے اور منہ سے جھاگ آتی ہے۔ لیکن ہسٹیریا کی مریضہ گرنے میں بھی غیر شعوری طور پر ہوشیار رہتی ہے، بلکہ دورہ میں نیم شعور بیدار رہتا ہے۔ جب وہ ہوش میں آتی ہے تو گرنے سے لے کر بے ہوشی تک کے واقعات بیان کر دیتی ہے۔

علاج مرض

چونکہ اوعیہ منی میں خون کا دباؤ بڑھ چکا ہوتا ہے اور طبیعت اس کو منی میں تبدیل کرنا چاہتی ہے، لیکن تحریکات نامکمل ہوتی ہیں اس لیے دورہ پڑ جاتا ہے، اس کا صحیح علاج تو شادی ہے، لیکن شریف گھرانوں میں ایسا فوری ہونا بہت مشکل ہے اس کا علاج ہی کرنا بہتر ہے۔ دورہ کی حالت میں ہاتھ پاؤں کو ملیں اور کنیر کی نسوار دیں۔ دورہ ختم ہونے پر کوئی غدی اعصابی دوا ضرورت کے مطابق دیں۔ ذیل کا نسخہ تمام علامات میں یقینی بے خطا مجرب ہے۔

نسخہ: فلفل دراز ایک حصہ، ایرسا تین حصے، مرکی چار حصے۔

ترکیب: گولیاں بقدر نخود تیار کریں۔

خوراک: ایک گولی سے چار گولی تک دن میں تین چار بار دیں۔

غذا: حلوا اور دلیا گھی میں تر بتر دیں۔ شوربا میں تیسرا حصہ گھی ڈال کر پلائیں۔ روٹی کی بجائے گھی میں تر بتر چوری ملیدہ، لیکن بغیر شدید بھوک کے کچھ نہ دیں۔ دودھ گھی پلانا بھی انتہائی بھوک میں مفید ہے۔

مجربات ذکاوت حس

تشریح

گزشتہ شمارہ میں مجربات اختناق الرحم کے تحت جو اسرار و رموز اور حقائق بیان کئے گئے ہیں، ان کو دوبارہ غور سے پڑھیں۔ پھر ہماری اس تحقیق اور انکشاف کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ تبخیر نہ کوئی مرض ہے اور نہ علامت ہے۔ یہ ایک واہمہ، تخیل اور تصور ہے۔ جو ان معالجین کی طرف سے دیا گیا ہے جن کو علم منافع الاعضاء سے ناواقفیت ہے۔ تبخیر کے معنی ہیں بخارات کا اوپر کی طرف چڑھنا یا ان کا پیدا ہونا۔ بخارات ایسی ہوا (گیسز) ہیں جو لطیف حرارت سے پانی یا دیگر اشیاء سے جدا ہوتی ہیں۔ جن کو ریاح (ریح) بھی کہتے ہیں۔ یعنی مواد کے خمیر ہو جانے کے بعد ریاح اور گیسز پیدا ہوتی ہیں۔

ریاح اور گیسز جب پیٹ میں اکٹھی ہوتی ہیں تو پیٹ پھول جاتا ہے، اس کو نفخ کہتے ہیں۔ لیکن یہ ریاح صرف پیٹ تک محدود

ہوتی ہیں، دِل ودماغ تک صعود نہیں کرسکتیں۔ کیونکہ معدہ سے دِل ودماغ تک کوئی راستہ نہیں جاتا، اسی طرح کے ریاح اور گیسز جو دِل و دماغ، جگر وطحال، شش وسینہ اور کلیہ ومثانہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ سب اپنے مقام تک محدود رہتی ہیں۔ البتہ اپنے مخارج سے اخراج پاتی ہیں۔ لیکن غیر مقام تک نہیں پہنچتیں۔ مثلاً معدہ کی ریاح وگیسز دِل ودماغ اور جگر کی طرف صعود نہیں کرسکتیں۔ البتہ غذا کے ساتھ جزوبدن بن کر خون میں ضرور مل جاتی ہیں۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ریاح وگیسز اور تبخیر دِل ودماغ اور سینہ کی طرف چڑھتی ہیں قطعاً غلط ہے نہ کوئی راستہ اور نہ ہی کوئی چڑھنے کی صورت ہے۔

البتہ سمجھنے والی بات یہ ہے کہ جب معدہ وامعاء، جگر وطحال، کلیہ ومثانہ، شش وسینہ اور دِل ودماغ کے ذاتی ریاح اور گیسز ان میں حد سے زائد ہوکر وہاں پر تکلیف کا باعث ہوتے ہیں تو ان کا دباؤ دیگر اعضائے متعلقہ پر بھی پڑتا ہے۔ مثلاً قبض سے دردسر ہونے کی صورت میں امعاء کا تناؤ دردسر پیدا کردیتا ہے۔ یہ تناؤ اعصاب وغدد اور عضلات پر اثر انداز ہونے سے پڑتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جسم کے بعض اعضاء مرکب ہیں، یعنی ان میں اعصاب وغدد اور عضلات پائے جاتے ہیں۔ جب ان میں ریاح و گیسز یا رطوبت وحرارت کی زیادتی ہوتی ہے تو ان کا اثر اور تیزی مرکب اعضاء کے جس مفرد عضو پر اثر انداز ہوتی ہے اسی مناسبت سے جسم کے دیگر اعضاء پر تحریکات منعکس (Reflect) ہوتی ہیں۔ مثلاً مرکب عضو کے عصبی حصہ میں تحریک یا سوزش ہوگی تو جسم کے باقی اعصاب اور دماغ بھی کم وبیش متاثر ہوں گے۔ اسی طرح اگر مفرد اعضاء میں ریاح وگیسز یا رطوبت وحرارت ہوگی تو انہی کے دیگر متعلقہ اعضاء میں بھی ان کی تحریکات اور اثرات پائے جائیں گے۔ مثلاً صرف کسی عصب یا غدد یا عضلہ میں تحریک ہو تو اس کا اثر بھی دیگر اعصاب ودماغ یا دیگر غدد وجگر اور دیگر عضلات وقلب تک ضرور پہنچے گا۔ یہ سلسلہ غیر شعوری طور پر جاری رہتا ہے اور اس طرح علامات پیدا ہوتی ہیں۔ جب یہ علامات پیدا ہوتی ہیں، اگر ان پر غور کیا جائے تو وہ اعضائے رئیسہ میں ضرور کسی کے ساتھ متعلق پائی جائیں گی۔ ان کے مطالعہ سے ہی امراض صحیح طور پر سمجھ میں آسکتے ہیں۔

فرنگی طب کی غلطی

فرنگی طب صرف ایسی تحریکات کا منعکس (Reflection) تسلیم کرتی ہے جو اعصاب میں رونما ہوتی ہیں اور باقی مفرد اعضاء کی تحریکات منعکسہ سے وہ بے علم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہسٹیریا (اختناق الرحم) کو عصبی امراض میں شامل کرتی ہے جو قطعاً غلط ہے۔ حقیقتاً وہ غدی امراض میں شامل ہے، جیسا کہ ہم گزشتہ مضمون (اختناق الرحم) میں تفصیل سے تحریر کرچکے ہیں۔

ذکاوت حس

ذکاوت حس دراصل احساسات کی تیزی ہے جو غدد میں پیدا ہوتی ہے۔ حقیقتاً لذت کی شدت کا دوسرا نام ہے۔ یہی لذت بڑھ کر کبھی خارش اور کبھی درد کی صورت بھی اختیار کرلیتی ہے۔ ذکاوت کا احساس تو سنسناہٹ سے ہوتا ہے جو اکثر موقعوں پر جسم میں دوڑتی ہے۔ جو مختلف جذبات کی تیزی اور شدت میں آسانی سے محسوس اور تجربہ کی جاتی ہے۔

یہ ذکاوت اور سنسناہٹ اس امر کی دلالت کرتی ہے کہ رطوبات غدد میں رُکے ہوئے ہیں اور وہ اخراج ونزول چاہتے ہیں۔ گویا یہ ایک فطری کوشش ہے جو جسم میں مادی ونفسیاتی اثرات کے تحت عمل میں آتی ہے۔ اگر تحریکات شدید ہوجائیں یا سوزش کی صورت پیدا ہو جائے تو ذکاوت ولذت اور شہوت کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جس سے عجیب وغریب امراض پیدا ہوجاتے ہیں۔ مثلاً توہمات کی شدت اور

ہاضمہ کی خرابی، ڈکار اور ریاح کی کثرت، کبھی قبض اور کبھی اسہال، دائمی دردسر، اعضاء میں کبھی تیزی اور کبھی ان کا سو جانا وغیرہ اور جب یہ شدت اختیار کرلیں تو اختناق الرحم مغلوب الغضب، مغلوب لذت وشہوت، فساد ذہن، غیر معمولی عقل کا اظہار۔ حد ہے کہ جھوٹی نبوت و خدائی کا دعویٰ بھی کرلیا جاتا ہے۔

اسباب

غذا اور جنسی خیالات و تحریکات کی بے اعتدالی اور بے راہ روی، اوائل عمر کی لڑکیوں میں ماہواری کی خرابی، لڑکوں میں جلق کی عادت، موروثی امراض کلیہ و کبد، خرابی ہضم اور نقرس وغیرہ۔ خاندانی دماغی فساد یا جنون، بڑی عمر میں غور وفکر کی زیادتی یا غم وغصہ کی شدت، تہذیب و تمدن کی بلندی اور عیاشی سے اعصاب میں نزاکت اور ذہن میں نفاست کا پیدا ہو جانا یا ایسے ماں باپ کی اولاد ہونا جو منشی و مخدر اشیاء کا کثرت سے استعمال کرتے ہیں خاص طور پر شراب و تمباکو اور چائے وکافی وغیرہ۔ ان کے برعکس دودھ گھی سے نفرت ہو جانا۔ خشک اغذیہ خصوصاً خشک گوشت اور کباب وغیرہ کو بے حد پسند کرنا وغیرہ۔ امراض کی صورت میں جگر و گردہ اور جنسی اعضاء کی خرابی عورتوں میں خرابی طمث اور سیلان۔ مردوں میں احتلام و سرعت انزال کا پایا جانا۔

علامات خصوصی

چونکہ اس مرض میں غدد کے اندر تیزی ہوتی ہے اس لیے اعصاب میں سکون ہوتا ہے اور عضلات کی طرف خون کا دباؤ ہوتا ہے اس لیے اکثر طبیعت میں جوش اور بے چینی رہتی ہے۔ پیٹ میں نفخ اور عورتوں میں باؤ گولا پایا جاتا ہے اور ہروقت ہاضمے کی خرابی کے ساتھ ہی کوئی ایسا مرض ہو جو مریض بیان نہ کرتا ہو، اور اکثر بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔ خاص طور پر عورتیں بہت جھوٹ یا مبالغہ سے کام لیتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مریض اور مریضہ وہمی ہوگئے ہیں۔ لطف کی بات ہے کہ ایک گھنٹہ کے اندر اندر متضاد امراض بیان کردیئے جاتے ہیں۔ مثلاً کبھی مقام ست یا سن ہے تھوڑی دیر میں وہاں درد اور تیزی بیان کی جاتی ہے۔ ابھی بدن سرد اور تھوڑی دیر میں بخار کا اظہار کیا جاتا ہے اور جب بدن کو ہاتھ لگائیں تو بخار ہوتا ہے اور نہ سردی ہوتی ہے۔ بیمار کی ظاہرہ صحت بہت اچھی ہوتی ہے گھر میں نہ صرف سب سے زیادہ کھاتا ہے۔ خصوصاً عورتیں ہروقت کھاتی رہتی ہیں۔ جنسی لذت کا بھوت ہروقت سر چڑھا رہتا ہے۔

مریض اور مریضہ جب اپنی حقیقت بیان کرتے ہیں تو چہرہ ست اور طبیعت اور بھی مضمحل بنا لیتے ہیں، لیکن ان کا مزاج چڑچڑا اور خود پسند ہوتا ہے۔ مریض اپنے آپ کو مافوق انسان اور باقی دُنیا کو اپنے سے بہت گھٹیا خیال کرتے ہیں، بلکہ بعض تو اپنے معالج کی سادہ زندگی پر ترس کھاتے ہیں، لیکن جب پیسے دینے کا وقت آتا ہے تو بے حد سبکی محسوس کرتے اور گھبراتے ہیں۔ اپنی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کرسکتے۔ اگر کوئی معالج ان کی شان میں گستاخی کردے تو علاج نہیں کراتے۔ احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں اور ہمیشہ اپنے کو افضل و اشرف اور اعلیٰ ظاہر کرتے ہیں۔ کام کاج اور پڑھائی میں دِل نہیں لگتا۔ محنت سے گھبراتے ہیں، لذت کی باتوں، عشقیہ افسانوں، ناچ و گانے اور فلموں میں اکثر وقت صرف کردیتے ہیں۔ ہروقت ذہنی تکان چڑھی رہتی ہے جس کے ساتھ موت کا خوف رہتا ہے۔ جنسی کمزوری کی شکایت کرتے ہیں۔ منی اور سیلان کی زیادتی پر بے چینی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ سب سے بڑا دُکھ ان کو جوانی کے ختم ہونے کا ہوتا ہے۔ ہروقت جوان بنے رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہترین لباس اور میک اپ ضروری خیال کرتے ہیں۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں شوخ چمکدار اور سرخ رنگ کے کپڑے پسند کرتے ہیں ان پر یہ مثال صادق آتی ہے ''بوڑھی گھوڑی لال لگام'' چونکہ ہروقت امراض میں گرفتار رہتے ہیں اس لیے خوفناک امراض مثلاً قرحہ و سرطان معدہ، دق وسل، ہیضہ، ذیابیطس، فالج اور لقوہ سے بہت گھبراتے ہیں۔

علاج

ظاہرہ یہ مشکل اور پیچیدہ مرض ہے، لیکن اس کا علاج بہت آسان ہے۔ البتہ ذرا عقل اور برداشت سے کام لیا جائے، یعنی مریض خصوصاً مریضہ کی داستان طویل بہت دلچسپی سے سنی جائے۔ درمیان میں انتہائی ہمدردی کا اظہار کیا جائے۔ آخر میں کہا جائے کہ گھر والے سب ظالم ہیں اور آپ کے دُکھ سے واقف نہیں ہیں اور وہ اس کو وہم خیال کرتے ہیں۔ آپ کی غذا کا خیال نہیں رکھتے، وغیرہ وغیرہ۔ اوّل غذا میں گھی کی تاکید کریں کہ غذا کم اور گھی زیادہ کھایا جائے۔ کیونکہ یہ غدی اعصابی تحریک ہوتی ہے، اس لیے اعصابی غدی دوا تجویز کردیں۔ ذیل کا نسخہ ہر حالت میں تریاق ہے۔

نسخہ: اثمد ایک حصہ، گل کنیر سفید دس حصے، ریٹھا پانچ حصے۔ گولیاں بقدر نخود بنائیں۔

خوراک: ایک سے چار گولیاں دن میں تین چار بار دیں۔

مجربات لبن

تشریح

گزشتہ صفحات میں اخراج خون وسیلان رطوبات اور اختناق الرحم ذکاوت حس کے متعلق جو تحقیقات اور فلسفہ ذہن نشین کرایا گیا ہے ان کو ایک بار پھر غور سے پڑھیں۔ پھر اس حقیقت کو بھی ذہن نشین کرلیں کہ عورتوں میں دودھ کی کثرت وقلت میں وہی اسباب واثرات کام کرتے ہیں جو سیلان رطوبت اور ذکاوت حس میں کام کرتے ہیں۔ البتہ یہ دیکھا گیا ہے کہ ایسی مائیں دودھ کی کثرت کی اکثر شکایت کرتی ہیں جن کو اپنے بچوں سے غیر معمولی محبت ہوتی ہے۔ ایسی محبت کو اگرچہ صحیح معنوں میں محبت نہیں کہا جاسکتا بلکہ دیوانگی کہنا بہتر ہے۔ ایسی عورتیں حقیقتاً بچوں کی صحیح معنوں میں خیر اندیش نہیں ہوتیں۔ ان کی محبت بچوں کو غذا کھلانا اور ان کو ہر جسمانی تکلیف سے بچانا ہوتا ہے، چاہے بار بار کے دودھ پلانے اور غذا کھلانے سے بچہ بیمار ہوجائے۔ جسمانی تکلیف سے اس حد تک بچاتی ہیں کہ بچہ بے علم اور جاہل رہ جائے مگر وہ استاد کو گھر میں بھی بچہ کو دینا پسند نہیں کرتیں اور اپنے جنون کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ غصہ میں آتی ہیں تو بچے کو مار مار کر ادھ موا کردیتی ہیں اور پھر پاس بیٹھ کر روتی ہیں اور حقیقت کو سمجھائے بھی نہیں سمجھتیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جب بھی ان کا بچہ روتا ہے، دودھ کثرت سے بہنے لگتا ہے۔ گویا دودھ کا سیلان اور اخراج ماں کی جبلت ہے جو انسان کی طرح حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب گائے بھینس اور بھیڑ بکری کا دودھ دوہتے ہیں تو اس کے بچے کو سامنے کھڑا کردیتے ہیں یا چند گھونٹ اس کو پہلے دودھ پلادیتے ہیں اور جن جانوروں کے بچے مرجاتے ہیں ان کے دودھ اکثر کم ہوجاتے ہیں۔ مگر ذکی الحس ماؤں کا دودھ اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ بچہ کے غم میں مبتلا رہتی ہے۔

بعض دفعہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بچہ کی ماں کے مرجانے کے بعد بچے کو اس کی بوڑھی نانی یا دادی نے اپنے سینے پر ڈال لیا ہے تو چند دنوں کے بعد اس کو بھی دودھ جاری ہوگیا ہے۔ ایک بار یہ بھی سنا گیا تھا کہ بچے کی ماں کے مرجانے پر باپ نے بچے کو اپنے سینہ پر ڈال لیا ہے اور ماں کی طرح دودھ پلاتا ہے۔ یہ سب کچھ شدت محبت سے ہوتا ہے جو جنون کی حد تک پہنچ گئی ہو یا ذکاوت حس سے ہی عمل میں آسکتا ہے۔

اس تصویر کا دوسرا پہلو آج کل کی عورتیں ہیں جو فیشن پرستی کی وجہ سے بچوں کو اس لیے دودھ نہیں پلاتیں کہ (۱) وہ کمزور جائیں گی

اور جوانی جلد ڈھل جائے گی۔ (۲) ان کے پستان بڑے ہو جائیں گے اور بدنما لگیں گے۔

ملازمت کے خیال سے دودھ روک دیتی ہیں کہ ان کو زیادہ وقت گھر سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ اس میں سکول کی استانیاں، کالج کی پروفیسر، دفتر کی کلرک، لیڈی ڈاکٹر اور نرسیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لیکن ان سے بھی زیادہ خوفناک طبقہ ان عورتوں کا ہے جو مزدور، فوجی ملازم (چاہے وہ میدانی، سمندری یا ہوائی فوج میں شریک ہوں)، رقاصائیں، ایکٹرسیں، ورزش کرنے والیاں، خاص طور پر سکول اور کالج کی فزیکل انسٹرکٹر، تیراک اور گرلز گائیڈ وغیرہ۔ کیونکہ ایسی عورتوں کے عضلات (مسلز) سخت ہو جاتے ہیں جن سے ان میں انقباض پیدا ہو کر ضعف اعصاب پیدا ہو جاتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر احساس ہمدردی، جذبہ محبت اور ذکاوت حس میں بے حد کمی واقع ہو جاتی ہے۔

ابتدائی زندگی میں تو یہ جذبہ اور احساس کم نہیں ہوتا بلکہ خود اختیار کیا جاتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کی ایک غلط رسم زمانہ قدیم سے بھی سے امراء کے طبقہ میں پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ ماں کی بجائے نوکرانی سے پلواتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ایک طرف دودھ کے رک جانے سے ماں کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف بچہ ایسی عورت کا دودھ پیتا ہے جس کے خون و اعضاء کی بیماریوں کے علاوہ اس کے کردار کی خرابی بھی بچے کی زندگی میں بے شمار خرابیاں پیدا کر دیتی ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ امراء کے طبقہ میں جو نزاکت و نفاست، تہذیب و تمدن اور ثقافت و اخلاق کی قدریں پائی جاتی ہیں، وہ نوکرانی میں کہاں پائی جاتی ہیں۔ البتہ ان امراء کے خاندانوں کے لیے جائز ہے جو اپنی نوکرانیوں اور کمین سے شادی کر لیتے ہیں۔

عورتوں میں صحیح دودھ کی پیدائش کا تصور یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش سے لے کے دو سال تک بچے کی ضرورت کے مطابق اس کو دودھ میسر ہو۔ ابتداء میں بچہ کو دو دو گھنٹہ بعد دودھ دینا چاہیے۔ پھر یہ وقفہ بڑھا کر چار چار گھنٹے کر دینا چاہیے۔ اگر بچے کی ضرورت پوری نہ ہو تو اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دودھ کو غذا اور ادویہ سے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر ان دو سالوں کے دوران میں کسی وقت بھی دودھ ضرورت سے زیادہ ہو تو اس کو اعتدال پر لازم کوشش کرنی چاہیے، ورنہ اس کی زیادتی اکثر امراض پیدا کر دیتی ہے جس میں ورم ثدی قابل ذکر ہے۔

ابتدائی دو سالوں میں جب دودھ کی کمی ظاہر ہوتی ہے تو ساتھ ہی ساتھ گائے بھینس اور بکری کا دودھ بڑھا دیا جاتا ہے۔ یا آج کل کی فیشن ایبل عورتیں فرنگی ڈاکٹروں کے کہنے پر ڈبوں کا دودھ لگا دیتی ہیں۔ یہ دونوں صورتیں نقصان دہ ہیں۔ اس سے نہ صرف بچے کی صحت خراب ہو جاتی ہے بلکہ بچپن ہی سے اعضاء اور ہضم خراب ہو جاتے ہیں۔ اور بچہ ساری زندگی دائم المریض رہتا ہے۔ ایسے بچے اکثر چھوٹی عمر یا جوانی میں مر جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈبے کے دودھ ہی سے دق و سل، ضعف قلب اور دماغ جیسے خوفناک امراض پیدا ہوتے ہیں جو بچے صرف ماں کا دودھ دو سال تک پیتے ہیں وہ نہ صرف تندرست رہتے ہیں بلکہ لمبی عمر پاتے ہیں۔

بعض عورتیں اپنے دودھ کے ساتھ گائے، بھینس اور بکری کا دودھ یا مکھن، بالائی اور حلوہ مٹھائی لگا دیتی ہیں، تاکہ رفتہ رفتہ بچہ ان اغذیہ کا عادی ہو جائے اور جلد دودھ چھوڑ دے۔ دو سال تک ایسا کرنا بچے کے لیے نقصان رساں ہے۔ دودھ دو سال پلانا ضروری ہے، البتہ جب دودھ چھڑانے کا وقت قریب ہو تو اوّل بکری کا دودھ اور پھر گائے بھینس کا دودھ علی الترتیب پلائیں۔ کچھ عرصہ بعد دلیا چاول کی عادت ڈالیں۔ گاہے حلوہ اور مٹھائی بھی دیں۔ لیکن روزانہ ثقیل اشیاء نہ دیں۔ ایک وقت روٹی کی عادت ڈالیں اور جوانی تک صرف ایک وقت روٹی دیں۔ دوسرے وقت چاول دلیا اور دودھ وغیرہ دیتے رہیں۔

دودھ اور حیض کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ بعض عورتوں کو جہاں حیض بند ہوا (حمل کی وجہ سے یا بلاحمل) وہاں پستانوں میں دودھ کی پیدائش شروع ہوگئی۔ بعض وقت اس کے دباؤ سے درد شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں کا تعلق غدی اعصابی اور اعصابی غدی سے ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کو ابتدائے جوانی میں سینے کی گلٹیوں میں درد اور کبھی کبھی سفید پانی رستا ہے۔ اس کی وجہ جسم میں لذت و محبت کی بیداری ہے۔

دودھ میں کمی بیشی کا سبب، غذا کی کمی بیشی اور فاقہ کشی، خوش خوراکی، خون کی کمی بیشی اور جسمانی کمزوری اور غریبی بھی ہوتا ہے۔ بعض دائمی طویل اور خوفناک امراض خصوصاً قلبی (عضلاتی) امراض میں دودھ کم اور دائمی نزلہ و زکام اور دماغی و عصبی امراض میں دودھ بڑھ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اعصاب کی تیزی سے دودھ بڑھ جاتا ہے اور عضلات کی تحریک اور خشکی سے دودھ بند ہو جاتا ہے، اور غدد کی تیزی سے دودھ میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جن کے مجربات درج ذیل ہیں۔

نسخہ برائے کثرت لبن

نسخہ: تخم ترب دو چھٹانک، بادیاں چھ چھٹانک۔ سفوف تیار کرلیں۔

خوراک: 3 ماشہ سے 6 ماشہ تک، ہمراہ دودھ صبح و شام دیں۔

غذا: غذا میں زیادہ تر دودھ چاول، حریرہ بادام، حلوہ اور فرنی وغیرہ دیں۔

نسخہ برائے قلت اللبن

نسخہ: تخم میتھی سات چھٹانک اور رائی ایک چھٹانک سفوف کرلیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے 4 ماشہ تک۔

غذا: غذا میں اچار اور چٹنی وغیرہ کا اضافہ کردیں۔ اگر دودھ کی بہت زیادہ کثرت ہو تو دوا کا پتلا پتلا لیپ کردیا کریں۔ دودھ گھی اور گوشت بند کردیں۔

مجربات بانجھ پن

تشریح

بانجھ پن نہ کوئی مرض ہے اور نہ کوئی علامت ہے۔ یہ ایک ایسی حالت کا نام ہے جس میں میاں بیوی میں سے کوئی ایک یا دونوں اس قابل نہ ہوں کہ ان کے ہاں اولاد پیدا ہو سکے۔ ایسی حالت کا نام غلط طور پر مرض رکھ دیا گیا ہے۔ بہرحال یہ بھی ایک قسم کی تکلیف ہے۔

اسباب

بانجھ پن میں عورت مرد کی تمام جنسی امراض و علامات اور جسمی امراض علامات بھی باعث بن جاتی ہیں۔ خاص طور پر: (1) مرد، عورت کی منی کے قوام و مزاج اور استعداد و قابلیت میں خرابی پیدا ہو جائے۔ (2) منی پیدائش کی استعداد اور قابلیت ختم یا کم ہو جائے۔ (3) عورت کے رحم کا ضعف جس میں قوت ماسکہ اور جاذبہ ختم ہو جائے یا کم ہو جائے۔ (4) مردوں میں یہ استعداد اور قابلیت ختم یا کم ہو

جائے جس سے منی کو رحم تک پہنچایا جاسکے۔ (5) نفسیاتی امراض جن میں غم وغصہ اور خوف وندامت کی شدت پائی جائے۔ (6) عورت کے جسم خاص طور پر رحم میں انتہائی سختی وخشکی کا ہونا۔ (7) عورتوں کا سخت قسم کی حرکات اور ورزش کرنا۔ گھوڑ سواری یا تیراکی۔ بعض اوقات کثرت سے جھولا جھولنا اور رقص کرنا بھی اس کا باعث بن جاتے ہیں۔

غلط فہمی

ایک سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرد عورت کا ایک ساتھ انزال نہ ہونے سے بھی اولاد نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ قرار نطفہ سے پہلے اُٹھ کھڑے ہونا وغیرہ۔

مرد کا انزال تو ضروری عمل ہے، کیونکہ اس سے منی رحم میں پہنچتی ہے، لیکن عورتوں کے انزال کا خیال کرنا ایک زبردست غلط فہمی ہے۔ کیونکہ قرار حمل سے عورتوں کے انزال کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لیے کہ عورتوں کے نطفہ کا تعلق اس کے حیض کے ساتھ ہے، اس کی منی کے ساتھ نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جن عورتوں کے حیض بند ہوجاتے ہیں ان کو بھی انزال ہوتا ہے۔ مگر حمل قرار نہیں پاتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جن عورتوں کے ساتھ زبردستی کی جاتی ہے، اس میں عورت کا انزال تو رہا ایک طرف ان کی خوشی ومرضی اور خواہش بھی شامل نہیں ہوتی۔ بلکہ ان جذبات کے برعکس غم وغصہ اور ندامت کے جذبات کام کررہے ہوتے ہیں۔ لیکن عورت اگر بالغ اور تندرست ہو تو حمل ضرور ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر حمل ماہواری سے فراغت کے پہلے ہفتے میں قرار پاتے ہیں۔

دوسرے سبب کی غلط فہمی کے متعلق یہ سمجھ لیں کہ حمل کبھی بھی اس وقت قرار نہیں پاتا بلکہ چوبیس گھنٹوں سے لے کر ایک ہفتہ تک میں قرار پاتا ہے۔ بعض دفعہ زیادہ وقت میں بھی حمل قرار پاتا ہے۔ کیونکہ مرد کی منی عورتوں کے جسم میں ہفتہ عشرہ اور کبھی کبھی دو ہفتہ تک بھی پائی گئی ہے۔ اس لیے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ قرار نطفہ سے قبل اُٹھ کھڑے ہونا بھی کوئی سبب ہوسکتا ہے۔

اسی طرح مواصلت میں جلد یا بدیر انزال ہونا قرار حمل میں کوئی رکاوٹ کا باعث نہیں بن سکتا ہے۔ شرط منی کا صرف عورت کے جسم میں داخل ہونا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ فرنگی سائنس نے حرامی بچوں کی جو تجارت شروع کی ہے وہ اسی اصول پر قائم ہے، یعنی فرنگی سائنس دان اپنے ملک کے لوگوں کی منی کو شیشے کی ٹیوبوں میں بند کرکے دوسرے ملکوں کو بھیجتے ہیں جو یہاں آکر عورتوں کے رحم میں پچکاریوں کے ذریعے داخل کروی جاتی ہے جس سے اکثر حمل قرار پاجاتا ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ یہ دوا ہے اور علاج ہے۔ بعض شریف ڈاکٹر اور نرسیں اکثر اس حقیقت کا اظہار عورتوں سے کر بھی دیتی ہیں لیکن غرض مند عورتیں اپنے خاوندوں سے چھپاتی ہیں۔ اس لیے بانجھ پن کے علاج میں خاوندوں کو تسلی کرلینی چاہیے کہ رحم میں فرنگی نطفے تو نہیں ڈالے جاتے۔ ایک یہ اسلامی شریعت کی رو سے ناجائز ہے اور دوسرے فرنگی حرامی بچوں کی اپنے ملک اور قوم میں کثرت ہوجائے گی۔ اس طرح ملک اور قوم میں فرنگی حرامی خون کے گندے اجزاء پرورش پائیں گے۔ حکومت کو چاہیے کہ پاکستان میں ان حرامی بچوں کی تجارت ختم کردے۔

اسی طرح بانجھ پن میں مردوں کی ضعف باہ کی کمزوری بھی رکاوٹ کا باعث نہیں ہوسکتی۔ یعنی کوئی مرد مہینوں مواصلت کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ لیکن جب ہوتا ہے تو اس کو انتشار بھی کم ہوتا ہے۔ مگر منی کا انزال بھی ہوتا ہے، چاہے مکمل نہ ہو۔ البتہ منی کا عورت کے جسم کے اندر انزال ہونا ضروری ہے۔ بس حمل ضرور ہوجائے گا۔

علامات

بانجھ پن کے لیے کوئی خاص علامات مقرر نہیں کی جاسکتیں۔ کیونکہ عورت ومرد کی ہر جنسی مرض بلکہ جسمانی امراض جو سبب بن سکتی

ہیں ان میں مبتلا لوگوں میں بھی اولاد اکثر دیکھی جاتی ہے۔ مثلاً خرابی طمث، سوزش رحم، ورم رحم اور سیلان رحم وغیرہ امراض میں عورتوں کے بچے پائے گئے ہیں۔ اسی طرح ضعف باہ، جریان، سرعت انزال، احتلام اور جلق و اغلام بازی کے مریضوں میں بھی ان کی اولاد دیکھی گئی ہے۔ بلکہ بعض حالتوں میں انتہائی کثرت سے ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر نشہ کرنے والے کی بھی اولاد دیکھی گئی ہے۔ البتہ مرد اگر اپنی منی کو عورت کے جسم میں داخل نہ کر سکے یا عورت میں ماہواری بالکل ختم ہو جائے، اگر یہ دونوں نقص نہیں ہیں تو پھر ہر عمر میں اولاد ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ مردوں میں اسی، نوے سال کی عمر میں بھی اولاد دیکھی گئی ہے۔

ایک خاص علامت، اس کے متعلق البتہ ضروری کہی جا سکتی ہے کہ مرد کو منی کا ایک خاص قوام و مزاج اور استعداد و قابلیت ہے جو ہلکے خمیر کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس صورت میں جو منی اخراج پاتی ہے اس میں ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے، بالکل جیسے کستوری کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ اس کا قوام کچھ غلیظ، لیسدار اور رنگت سفید زردی مائل جیسے موتیا کے پھول کا رنگ ہوتا ہے۔ انہی اوصاف کی منی میں کرم منی پائے جاتے ہیں جس مادہ منویہ میں یہ صفات نہ پائی جائیں، یقیناً اس میں کرم منی نہیں پائے جاتے۔ ان کے اولاد نہیں ہوگی چاہے ظاہراً صحت کیسی اچھی ہو اور مرض بھی کوئی نہ پایا جائے۔ ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ جو اعضاء مادہ منویہ تیار کرتے ہیں ان کو مدنظر رکھا جائے، اس سے بانجھ پن کے علاج میں یقیناً کامیابی ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ منی اس عورت کے جسم میں داخل ہو جائے جس کو ماہواری باقاعدگی سے آتی ہو۔ عورتوں کی منی کا قوام مردوں سے رقیق، کم لیسدار اور سفید ہوتا ہے۔ جس میں بیضے پائے جاتے ہیں جو خصیۃ الرحم سے نکل کر قاذفین کے ذریعہ رحم میں پہنچ جاتے ہیں جہاں پر ان کی کرم منی سے ملاقات ہو جاتی ہے اور حمل قرار پا جاتا ہے۔

معائنہ منی

مرد اور عورت کی منی کے متعلق یہ تشفی کرنا کہ کون سی قابل حمل ہے، اس کا غور سے معائنہ کرنا چاہیے یا خوردبین کے نیچے امتحان کرا لینا چاہیے اس مقصد کے لیے لایعنی امتحان شکوک میں ڈال دیتے ہیں۔ مثلاً مرد اور عورت کی منی کو پانی میں ڈال کر امتحان کرنا کہ کون سی تیرتی ہے اور کون سی ڈوبتی ہے۔ ڈوبنے والی کو اچھا کہہ دینا درست نہیں ہے۔ منی میں دیگر آلائشیں مل کر بھی اس کو بوجھل بنا دیتی ہیں۔ اسی طرح مرد اور عورت کے پیشاب میں گندم و جو اور باقلا کے دانے بو دینا اور جس کے دانے اگ جائیں اس کی منی کو درست خیال کر لینا صحیح نہیں ہے۔

حمل کاذب

چونکہ بانجھ پن میں عورتیں حمل کے لیے بےقرار ہوتی ہیں، اس لیے ماہواری کے بعد ایک نئی اُمید لگا لیتی ہیں۔ اکثر ایسی عورتوں میں ماہواری کی خرابی پائی جاتی ہے۔ اس لیے بعض اوقات کئی کئی ماہ ماہواری نہیں ہوتی جس پر ان کو حمل کا یقین ہو جاتا ہے۔ اکثر پستان پھول جاتے ہیں اور بعض اوقات دودھ بھی نمودار ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات دردزہ لاحق ہو کر گوشت کا ایک ٹکڑا سا خارج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی کثرت سے رطوبت کا بھی اخراج ہوتا ہے۔ کبھی یہی مادے متعفن ہو کر نفس حیوانی کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔ چنانچہ بعض عورتیں کچھوے سانپ اور عجیب الخلق سی چیزیں جنتی ہیں۔

صادق و کاذب حمل کا فرق

صادق و کاذب حمل کا فرق واضح کرنا نہایت اہم بات ہے لیکن جو لوگ تحریک تجدید طب کے ممبر ہیں اور نظریہ مفرد اعضاء سے پورے طور پر واقف ہیں ان کے لیے یہ مشکل نہیں ہے۔ جاننا چاہیے کہ جب عورتوں کو حمل ہوتا ہے تو ان میں عضلاتی تحریک بڑھنا شروع ہو

جاتی ہے جو غدی عضلاتی ہوتی ہے۔ حاملہ عورتوں کی نبض اور قارورہ وغیرہ روز بروز عضلاتی ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً جی متلانا، قے آنا، بھوک بند ہو جانا، پیشاب اور پاخانہ پر دباؤ وغیرہ۔ یہ عرصہ آٹھ ماہ تک رہتا ہے۔ پھر اس کی تحریک بدل کر غدی اعصابی ہونے لگتی ہے اور ایسے ہی امراض لاحق ہوتے ہیں۔ مثلاً رقت، کمی خون، قبض، پیشاب کی بندش کے بجائے بار بار پاخانہ اور پیشاب کا دباؤ پڑنا، کبھی کبھی پیچش ہو جانا وغیرہ۔ خاص قسم کے امراض ہیں جو حمل کاذب میں نہیں پائے جاتے۔ کاذب حمل کی علامات پیٹ میں رسولی کی علامت سے ملتی جلتی ہیں اور نفخ اور قرار بڑھ جاتا ہے۔

علاج اور نسخہ: خولنجاں تین حصے، دارفلفل تین حصے، زنجبیل دو حصے۔ سفوف بنالیں۔

خوراک: چار رتی سے ایک ماشہ تک آب تازہ سے دن میں تین چار بار دیں۔ اس سے کاذب حمل کے اثرات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

مجربات اٹھرا

تشریح

بانجھ پن کی طرح اٹھرا نہ کوئی مرض ہے اور نہ ہی کوئی علامت ہے، البتہ ایک ایسی حالت کا نام ہے جو ایسے مرد و عورت میں پائی جاتی ہے جن کی اولاد پیدائش سے لے کر آٹھ سال تک مر جاتی ہے اس حالت کا اس وقت تک علم نہیں ہوتا جب تک دو چار بچے اس عمر کے اندر نہ مر جائیں۔ اس حالت کا پتہ چل جانے کے بعد عورت کو پریشانی اور غم ہوتا ہے، کیونکہ عورتوں کو یقین ہے کہ اس مرض کا علاج ادویات سے نہیں ہوسکتا۔ اس کا تعلق جنات کے ساتھ ہے یا کسی ایسی عورت کے سائے کا اثر ہوتا ہے جس پر جنات یا ایسے امراض کا اثر ہو۔ اسی طرح بھوت پریت اور تعویذ گنڈوں کا اثر بھی خیال کیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی اس امر کا تصور تو کبھی نہیں ہوسکتا کہ اس حالت کے ذمہ دار مرد بھی ہوسکتے ہیں۔

میں نے کافی عرصہ اس حالت پر تحقیق کی ہے۔ اس حالت کا احساس عوام خاص طور پر دیہاتی عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ پڑھے لکھے طبقہ میں اس کو جہالت اور بے علمی کہا جاتا ہے، لیکن یہ وہی مرد اور عورتیں کہتی ہیں جن کے خاندان میں یہ حالتیں نہیں پائی جاتیں۔ لیکن جن خاندانوں میں یہ حالت پائی جاتی ہے ان میں معمولی تعلیم یافتہ کیا بی اے اور ایم اے تک تعلیم یافتہ بلکہ پروفیسر اور پرنسپل قسم کی عورتوں کو بھی غم زدہ اور پریشان اور عوام و دیہات اور جاہل و بے علم عورتوں کے نہ صرف ہم خیال پایا ہے بلکہ انہی کی طرح تعویذ گنڈے، جادو ٹونے، جھاڑ پھونک اور دم درود کراتے دیکھا ہے۔ صرف انتہائی تعلیم یافتہ عورتوں پر ہی منحصر نہیں بلکہ ان کے انتہائی پڑھے لکھے انگلینڈ ریٹرنڈ مردوں کو بھی اسی چکر میں گرفتار دیکھا ہے۔ جب ان کے دوسرے پڑھے لکھے دوست ان کا مزاق اڑاتے ہیں اور ان کو زن مرید کہتے ہیں تو وہ بہت پریشان رہتے ہیں۔ کیونکہ فرنگی ڈاکٹروں کے پاس اس حالت کا علاج نہیں ہے اور نہ ہی جراثیم پائے جاتے ہیں اور دوسری طرف اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ خاص حالت میں بعض گھروں میں پائی جاتی ہے۔ فرنگی طب میں تو ہسٹیریا کا یقینی علاج نہیں ہے، بھلا ان کے پاس اس حالت کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔

میں نے طبی کتب میں اس حالت کا ذکر نہیں دیکھا۔ بلکہ کسی مرض کی علامات کے طور پر بھی اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ فرنگی میڈیکل سائنس بھی اس حالت کے بیان سے بالکل خالی ہے۔ عورتوں کے جس قدر امراض طبی کتب میں پائے جاتے ہیں ان میں خرابی طمث، سیلان الرحم، رحم کا پھٹنا، رحم کی خراش، ناسور رحم، رحم کا باہر آجانا، ورم رحم، سرطان رحم، اختناق الرحم، رحم کی پھنسیاں اور رحم کا پھولنا وغیرہ میں

کوئی ایسی علامت نہیں پائی جاتی جس میں اٹھرا کا ذکر ہو اور اگر ان امراض میں کسی مرض کی مریضہ کو اولاد ہو تو اس میں بھی یہ حالت نہیں دیکھی گئی۔اس سے ثابت ہوا کہ اٹھرا کی حالت ان امراض سے کوئی جدا صورت ہے جو عورتوں میں پائی جاتی ہے۔

علامات

ایسی عورتوں کا جب بار بار بغور مطالعہ کیا گیا تو ان میں خاص اقسام کی علامات پائی گئیں۔مثلاً پیشاب میں جلن، تنگی، ہاتھ پاؤں کا جلنا، نلوں میں ایسی جلن جیسے وہاں پر زخم ہوں۔اکثر قبض اور خشکی، پیٹ پر رحم کے گرد اگرد جیسے کسی نے پٹی باندھ کر جکڑ دیا ہو۔بعض کو خارش و پھنسیاں اور پھوڑے۔منہ میں دانے، گلے میں زخم، دائمی نزلہ، آنکھوں میں دائمی جلن، بعضوں کے پیٹ میں باؤ گولہ، اختناق الرحم کے دورے، طبیعت میں غصہ، تیزی اور کسی کی بات برداشت نہ ہونا، اکثر ہر شخص اور گھر بھر سے ناراض رہنا یہاں تک کہ کسی بچے سے بھی پیار مشکل سے آتا ہے۔

بچے جو پیدا ہوتے اکثر ظاہرہ تندرست پیدا ہوتے ہیں۔پھر رفتہ رفتہ سوکھنے لگتے ہیں۔بعض پیدائش کے وقت سے ہی مریض ہوتے ہیں۔جسم پر زخم و دانے اور پھنسیاں خاص طور پر پیروں کے ارد گرد جلدی بگاڑ، بعض بچوں میں سوزاک کی علامات بھی دیکھی گئی ہیں۔ایک عورت کے بچے جب پیدا ہوتے تھے تو آنکھوں سے اندھے ہوتے تھے جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ آنکھوں میں بالکل سیاہی پھیلی ہوئی ہوتی تھی۔بعض بچے پیدائش کے وقت تندرست ہوتے۔مگر تین دن کے اندر ان کی آنکھوں میں سیاہی پھیل جاتی ہے اور وہ اندھے ہو کر مر جاتے ہیں۔میں نے جب اس عورت کا علاج کیا تو اس کا مرض دور ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی کریمی سے بچے تندرست پیدا ہونا شروع ہو گئے اور زندہ بھی رہتے تھے۔بعض بچے تو ایسے گلے سڑے ہوتے تھے جیسے گندھا ہوا آٹا اور اس میں سے سخت بو آتی تھی۔غرض انتہائی خرابی خون کے مریض بچے بھی پائے گئے ہیں۔

ان عورتوں کے خاوندوں سے علیحدگی میں جب استفسار کئے گئے تو پتہ چلا کہ بعض عورتوں میں مواصلت کے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا جسم کسی جلتی ہوئی بھٹی میں ڈال دیا گیا ہے۔بعض دفعہ عضو مخصوص پر دانے نکل آتے ہیں اور جلن دائمی صورت اختیار کر لیتی ہے۔عورتوں کے جسم میں رطوبت کی کمی یا بالکل خشک ہونے کی شکایت، ایسی عورتیں گویا انتہائی گرمی اور سردی کا مجموعہ ہوتی ہیں۔یہ ضروری نہیں کہ ہر عورت میں سب علامات پائی جائیں۔کسی میں کچھ کسی میں کچھ علامات پائی جاتی ہیں۔لیکن جب ان میں غور کیا جائے گا تو تمام ملتی جلتی پائی جائیں گی۔

میری تحقیقات

اس حالت کے متعلق میری تحقیقات یہ ہیں کہ اٹھرا کا مرض ان خاندانوں میں پایا جاتا ہے جن میں مرض سوزاک کا اثر ہوتا ہے یا سوزاک کی مادہ پایا جاتا ہے یا سوزاک کی عوارضات پائے جاتے ہیں۔یہ اثر باپ کی طرف سے اولاد میں منتقل ہوتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اوّل بیوی پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس میں سوزاک یا ایسے دیگر عوارضات پیدا ہو جاتے ہیں جس کے ساتھ ہی اس پر اٹھراہ کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے میاں بیوی کی اولاد اوّل تو تندرست پیدا نہیں ہوتی اور اگر تندرست پیدا ہوتی ہے تو جلد مر جاتی ہے۔اگر کوئی انتہائی جدوجہد سے بچ جاتی ہے تو آئندہ نسلوں میں اٹھرا کا مرض لازم ہو جاتا ہے۔گویا اٹھراہ ایک ایسی صورت ہے جو سوزاک کی مادہ سے پیدا ہوتی ہے۔

خاص نکتہ

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اٹھراہ میں عورتوں کے اندر خرابی پائی جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عورتوں میں یہ خرابی مردوں کی طرف سے آتی ہے۔ اس لیے ایسے مریض کے علاج میں لازمی امر ہے کہ ان کے مردوں کا معائنہ بھی کر لینا چاہیے اور ساتھ ہی یہ فیصلہ کر لینا چاہیے کہ اٹھراہ کی حالت مرد یا اس کے خاندان کی طرف سے تو نہیں آئی۔ اس صورت میں عورتوں کے ساتھ مردوں کا علاج بھی ضروری ہے۔

علاج

اٹھراہ کا علاج سوزاک کے اصولوں پر کرنا چاہیے۔ ہم سوزاک کا علاج امراض مخصوصہ میں بیان کریں گے۔ البتہ یہاں پر یہ سمجھ لیں کہ یہ غدی مرض ہے اس کا علاج اعصابی ہے۔ ذیل کا نسخہ ہر قسم کے اٹھراہ میں یقینی بے خطا ہے، اس کو مسلسل استعمال کرنا چاہیے۔ یعنی حمل ہو جانے کے بعد بھی دوا جاری رکھنی چاہیے۔ یہاں تک کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی جب تک بچہ دودھ پیئے دوا جاری رکھنی چاہیے۔ بس ایک بچہ تندرستی میں ایک سال گزار دے تو پھر دوسرے بچوں کے لیے یہ دوا ضروری نہیں ہے۔

نسخہ: سرمہ سیاہ، ریٹھا، دونوں ہم وزن۔ گولیاں بقدر مونگ تیار کر لیں۔

خوراک: ایک گولی صبح وشام بعد از غذا ہمراہ ایک گلاس دودھ کھلائیں۔

غذا: غذا میں دودھ گھی اور گوشت سبزی کا استعمال زیادہ رکھیں۔ روٹی چاول برائے نام۔ البتہ گھی سے تر بتر حلوہ یا دلیا زیادہ مفید ہے۔ لیکن اگر شدید بھوک نہ ہو تو صرف پھل دودھ اور چائے کا استعمال زیادہ مفید ہوتا ہے۔

مجربات استقرار حمل

بانجھ پن اور استقرار حمل کا فرق

استقرار حمل بھی بانجھ پن اور اٹھرا کی طرح نہ کوئی مرض ہے اور نہ ہی کوئی علامت ہے۔ بلکہ ایک ایسی حالت کا نام ہے کہ جس سے رحم میں اس قدر استعداد پیدا کر دی جائے کہ وہ جلد حمل قبول کر لے یا دوسرے معنوں میں اس کے اندر اس قدر قوت پیدا ہو جائے کہ وہ اپنے افعال بالکل صحیح طریق پر انجام دینے لگے۔

استقرار حمل کے لیے جو لوگ مجربات و مرکبات اور مفرد ادویات اندرونی یا بیرونی طریق پر استعمال کرتے ہیں ان کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ بس صرف اسی دوا سے فوراً حمل ہو جائے گا۔ اور اس امر کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں کہ مریضہ کے رحم میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں جن سے اس کا ادرار طمث (ماہواری) باقاعدہ نہیں ہے اس کو بھی درست کر لیا جائے۔ البتہ اکثر ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ صرف استقرار حمل کے مجربات سے عورتوں کے امراض بھی رفع ہو گئے اور استقرار حمل بھی ہو گیا۔ گویا دوا نے رحم میں اس قدر طاقت پہنچا دی کہ وہ اپنے اندر کے امراض کو رفع کرنے پر قادر ہو گیا ہے۔ لیکن اگر کبھی ایسا نہ ہو اور حمل میں تاخیر ہو تو پھر مفرد اعضاء و مزاج اور کیفیات کو مدنظر رکھتے ہوئے رحم کے دیگر امراض کا علاج اوّل کرنا چاہیے اور بعد میں استقرار حمل کے لیے ادویات استعمال کرانی چاہئیں۔ بالکل اسی طرح جیسے بخاروں اور دیگر امراض میں شفا کے بعد تقویت کے لیے مولد خون اور مقوی ادویات استعمال کرائی جاتی ہیں اور مرض کے دوران میں تقویت کی ادویات اس لیے روک دی جاتی ہیں کہ ان سے امراض اور علامات میں شدت پیدا ہوتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ رحم کی مثال ایک کھیت کی ہے جس کی زمین میں پانی کے ساتھ ساتھ ایک خاص قسم کی تیاری ہوتی ہے۔ کھیت کی زمین میں جس قدر تیاری اور مناسبت ہوگی اسی قدر اس میں بیج کے استحکام وسعت اور عمدگی سے پیداوار ظاہر ہوگی۔ یہ ظاہر ہے کہ ہر زمین کھیت نہیں ہوتی بلکہ کھیت کے لیے زمین تیار کی جاتی ہے۔ کوئی چٹان وسڑک اور پامال راہ کبھی کھیت نہیں بن سکتے۔ البتہ کبھی کبھی کیچڑ میں روئیدگی کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن چٹیل زمین بیج کو موقع ہی نہیں دیتی کہ اس کا تعلق زمین کے اس حصے سے قائم ہو جائے جو خداوند کریم نے فلاح کے لیے مقرر کیا ہے۔ اس کے برعکس مانع حمل ادویات رحم میں وہی صورت پیدا کر دیتی ہے جو چٹیل اور خشک زمین کو ہو جاتی ہے جس میں زندگی اور نمو کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ مانع حمل ادویات کا استعمال نہ صرف عورت کی زندگی اور نمو کو بہت جلد ختم کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کی آئندہ نسلیں بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔ اس کو کبھی اولاد نہیں ہوتی اور اگر کسی جدوجہد سے ہو بھی جائے تو زندہ نہیں رہ سکتی۔ اور وہ زندہ بھی رہے تو اولاد کے قابل نہیں ہوگی۔ اسی طرح عورتیں اسقاط حمل کرا دیتی ہیں ان کے حمل کو پھر استقرار نصیب نہیں ہوتا یعنی اوّل حمل نہیں ہوتا اور اگر ہو جائے تو فوراً گر جاتا ہے۔ یہ سلسلہ عمر بھر قائم رہتا ہے جس کو بہت مشکل سے آرام قیام ہوتا ہے۔ گویا فطرت کی تعزیریں بہت سخت ہیں۔ قانون قدرت ایک منٹ کے لیے بھی رعایت نہیں کرتا۔ جو لوگ کسی بھی رنگ میں صحت پر ظلم کرتے ہیں یا کھانے پینے میں بے اعتدالی کرتے ہیں، وہ قانون فطرت کے ردّعمل کی سزائیں بھگتتے پھرتے ہیں۔ یہ اہم نکتہ **ذہن نشین کر لیں کہ ہر مرد کی صحت کا معیار اس کی قوت باہ کا صحیح ہونا ہے اور عورت کی صحت کا معیار اس کی ماہواری کا باقاعدہ ہونا ہے۔ گویا جنسی اعضاء مرکز صحت و زندگی اور نمو و فلاح ہے۔ جیسے درخت کی جڑ ہوتی ہے۔ جس انسان کا مرکز زندگی یا جڑ ختم ہو جائے اس کا سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔** یہ بات بھی سمجھ لیں کہ بانجھ پن اور استقرار حمل میں یہ فرق ہے کہ بانجھ پن کسی زنانہ مردانہ مرض کی وجہ سے ہوتا ہے اور استقرار حمل صرف ضعف رحم کو مدنظر رکھتے ہوئے مقوی رحم ادویہ استعمال کرائی جاتی ہیں تاکہ رحم میں تقویت پیدا ہو جائے۔ دراصل یہ تقویت رحم میں حرارت پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لیے مقوی غدی عضلاتی دوا مفید ہو سکتی ہے۔ ذیل کی دوا بے حد مفید ہے۔

نسخہ: شنگرف ایک تولہ، جائفل 3 تولے، پتہ مگرمچھ 4 تولے، شنگرف اور جائفل کو کھرل کریں۔ پھر پتہ مگرمچھ ملا کر ایک گھنٹہ کھرل کر کے گولیاں مقدار نخود بنا لیں۔

خوراک: ایک گولی صبح شام ہمراہ آب تازہ۔ تین روز تک رات کو ایک گولی اندر رکھوا دیں۔ پھر صرف کھانے کی دوا دیتے رہیں۔

غذا: صبح حلوہ، دوپہر کو صرف دودھ یا پھل اور رات کو ہر قسم کی غذا کھا سکتے ہیں۔

مجربات بالمفرد اعضاء

طلاء مقوی باہ

نسخہ: روغن رائی ایک چھٹانک، بیر بہوٹی ایک تولہ، لونگ ایک تولہ۔

ترکیب: اوّل لونگ باریک کریں۔ پھر اس میں بیر بہوٹی ڈال کر خوب یک جان کر لیں۔ پھر اس میں تھوڑا تھوڑا روغن رائی ڈالتے جائیں اور کھرل کرتے جائیں، یہاں تک کہ وہ سب یک جان ہو جائیں۔ پھر سب کچھ ایک شیشی میں ڈال کر اس کا منہ بند کر دیں۔ یہ شیشی ایک دیگچی میں رکھ کر اس قدر پانی ڈالیں کہ شیشی کا منہ نہ ڈوبے۔ پھر دیگچی کو نرم آگ پر رکھ دیں۔ کم از کم تین گھنٹے ہلکی آگ پر پکنے دیں۔ پھر جب پانی ٹھنڈا ہو جائے تو وہ روغن کسی دوسری شیشی میں نتھار لیں بس تیار ہے۔ حسب معمول استعمال کریں۔

سفوف مقوی باہ اور جسم

نسخہ: دار چینی دو چھٹانک، رائی ایک چھٹانک، لونگ ایک چھٹانک کو سفوف کر لیں۔

خوراک: نصف ماشہ ہمراہ شیر نیم گرم دِن میں تین بار، صبح، سہ پہر اور بوقت خواب استعمال کریں اور خداوند کریم کی قدرت کا نظارہ دیکھیں۔

نوٹ: جن لوگوں کو قبض شدید ہو وہ اوّل کچھ روز اپنی قبض کا علاج کریں، جس کے لیے بہتر صورت یہ ہے کہ چھ ماشہ روغن بادام پاؤ بھر دودھ میں ملالیں اور ایسی دو تین خوراکیں چند روز تک استعمال کریں اس سے دائمی قبض رفع ہو جائے گی۔

دوائے کالی کھانسی

مرچ سرخ کسی مٹی کی پیالی میں رکھ کر جلالیں۔ پھر چھ ماشہ لے کر ایک تولہ شہد میں ڈال کر دِن میں تین دفعہ بقدر تین ماشہ چٹائیں۔

دوائے یرقان

نسخہ: ریوند عصارہ ایک حصہ، پھٹکڑی تین حصہ۔ دونوں کو باریک پیس کر سفوف کر لیں۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک دِن میں چار بار دیں۔

تریاق کزاز و تشنج

نسخہ: جائفل ایک تولہ، جلوتری ایک تولہ، فلفل دراز 2 تولہ، عقرقرحا ایک تولہ، سنبل الطیب 2 تولہ، حلتیت 3 تولہ، عرق لہسن 10 تولہ۔

خوراک: ڈیڑھ سے دو ماشہ تک ہمراہ نیم گرم پانی یا چائے سے استعمال کریں۔

افعال و اثرات: (غدی عضلاتی) ہر قسم کے کزاز و تشنج میں تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ دورہ فوراً رُک جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اختناق الرحم، مرگی، ڈبہ اطفال میں بھی بے حد مفید ہے اور بہت جلد اس کے دورے رُک جاتے ہیں۔

محرک دماغ وملین

نسخہ: بادام مقشر چار چھٹانک، بادیان مقشر ڈیڑھ چھٹانک، فلفل سیاہ آدھ چھٹانک، ربّ سوس دو چھٹانک۔

ترکیب: اوّل بادام اور ربّ سوس کو ملالیں۔ پھر اس میں فلفل اور بادیاں مقشر ملا کر سفوف بنالیں۔

خوراک: 3 ماشہ سے ایک ایک تولہ ہمراہ آب نیم گرم یا دودھ یا شہد شیریں کردہ استعمال کرائیں۔

افعال و اثرات: (غدی ملین) سوزشی نزلہ زکام اور کھانسی، تقطیر وسوزش بول، پیچش، پیٹ میں سدے، جسم کی خشکی، جسم کا دُبلا پن، ثقل سماعت اور ضعف بصارت بوجہ خشکی اور گرمی، سرعت انزال اور جریان۔ خون کے دباؤ میں زیادتی اور پرانی بدہضمی میں بے حد مفید ہے۔ اس دوا کے استعمال سے ریاح الامعاء تبخیر اور زخم امعاء، بہت جلد رفع ہو جاتے ہیں۔

محرک دماغ واعصاب (قابض)

نسخہ: کشنیز چار تولے، زیرہ سفید 2 تولہ، تخم خشخاش 2 تولہ، تخم کدو 4 تولہ۔

خوراک: 3 ماشہ سے ایک تولہ تک ہمراہ آب تازہ یا چائے نیم گرم استعمال کریں۔

افعال و اثرات: (اعصابی غدی) مندرجہ بالا تمام امراض وعلامات میں بے حد مفید ہے۔ بشرطیکہ مریض کو قبض بالکل نہ ہو۔ بلکہ اس کو دو تین اجابتیں روز آتی ہوں۔ مندرجہ بالا امراض کے علاوہ سوزاک اور نیند نہ آنے میں بے حد مفید ہے۔ جن مریضوں کو بے وجہ بھوک لگتی

ہو اور ہر وقت کھانے کا خیال لگا رہتا ہو، بعض ایسے مریضوں اور بچوں کو اسہال بھی لگے رہتے ہیں ان کے لیے یہ دوا اکسیر کا کام کرتی ہے۔ بھوک بند ہو جاتی ہے اور اسہال رُک جاتے ہیں۔ صحت قابل تعریف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عطاش کے لیے بھی مفید ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا دونوں نسخے ایسے ہیں جن کا جواب فرنگی طب میں نہیں ہے۔ ہماری اکثر یہ کوشش ہوگی کہ ایسے نسخے لکھیں جن کا جواب فرنگی طب میں نہ ہو، آئندہ ساتھ ساتھ اشارے کرتے رہیں گے۔

حب عرق النساء

نسخہ: اسپند ایک تولہ، سورنجاں شیریں ایک تولہ، ست مصبر ایک تولہ۔

ترکیب: کوٹ پیس کر ملالیں اور گولیاں بقدر نخود تیار کرلیں (غدی عضلاتی)۔

خوراک: ایک گولی ہر دو گھنٹے بعد دیں۔ جب درد رُک جائے یا پاخانے شروع ہو جائیں تو ہر چار گھنٹے بعد دیں۔ اگر درد کی شدت ہو تو دو تین یا چار گولیاں اکٹھی بھی ہمراہ آب گرم دے سکتے ہیں۔

افعال و اثرات: عرق النساء کے علاوہ کولہوں کا درد، نقرس اور ترشی کے لیے بے حد مفید ہے۔ عورتوں کی ماہواری کو باقاعدہ کرنے میں ایک یقینی دوا ہے جو نزلہ مزمن ہو اس کے لیے ایک بہت اچھی دوا ہے۔ ایک بے ضرر مسہل ہے۔ دائمی قبض، ریاح شکم اور تبخیر کے لیے بے خطا دوا ہے۔

ترکیب ست مصبر: ایک چھٹانک مصبر لے کر باریک کرلیں اس کو کسی قلعی کئے برتن میں ڈال کر اس میں تین چھٹانک پانی ڈال کر خوب ہلالیں۔ چوبیس گھنٹے پڑا رہنے دیں۔ البتہ گاہے گاہے ہلا دیا کریں۔ چوبیس گھنٹے کے بعد مقطر کرلیں۔ پھر قلعی دار برتن میں ڈال کر نرم آگ پر خشک کرلیں۔ بس تیار ہے۔

حب عظم الطحال

نسخہ: سم الفار ایک حصہ، ہیرا کسیس تازہ آٹھ حصے، ست مصبر سولہ حصے۔

ترکیب: اوّل سم الفار اور ہرا کسیس کو کھرل میں ڈال کر کم از کم ایک گھنٹہ تک کھرل کریں۔ پھر ست مصبر ملا کر یک جان کرلیں۔ پھر پانی کی مدد سے گولیاں بقدر نخود تیار کرلیں (عضلاتی غدی)۔

خوراک: ایک ایک گولی ہر چار گھنٹے کے بعد دیں۔ اگر تین روز مسلسل دینے کے بعد قبض باقی رہے تو خوراک دو، دو گولیاں کر دیں اور جب قبض دور ہو جائے تو پھر ایک ایک گولی شروع کر دیں۔

افعال و اثرات: پرانے سے پرانے عظم الطحال کے لیے ایک مفید ترین دوا ہے، اس کے علاوہ جسم میں صاف اور مقوی خون پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ بھوک بڑھ جاتی ہے، رنگ صاف ہو جاتا ہے، قبض کشا ہے، جن عورتوں کی ماہواری اس لیے خراب ہو کہ ان کے جسم میں خون کی کمی ہے ان کے لیے بے حد مفید ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ نہ صرف ماہواری شروع ہو جاتی ہے بلکہ باقاعدہ ہو جاتی ہے۔ جو عورتیں ماہواری کی خرابی کی وجہ سے اولاد سے محروم ہوں ان کو ان گولیوں کے استعمال سے تین چار ماہ کے اندر حمل قرار پا جاتا ہے۔

پرہیز: اس دوا کے دوران مٹھائی، چاول، گھی اور دودھ کا استعمال بند رکھیں۔

غذا: غذا میں دلیا، ڈبل روٹی، ہر قسم کے گوشت کا شوربا، چائے کا استعمال مفید ہے۔ البتہ ترش پھل استعمال کرائے جا سکتے ہیں۔

حب مقوی بدن مولد خون

نسخہ: سم الفار ایک ماشہ، کشتہ فولاد 8 ماشے، رائی 1/4۔4 ماشے۔

ترکیب: اوّل سم الفار کو پیس لیں۔ پھر اس میں تھوڑا تھوڑا کشتہ فولاد شامل کرتے جائیں اور کھرل کرتے جائیں۔ اسی طرح ایک گھنٹہ کھرل کریں۔ پھر اس میں رائی شامل کر کے گولیاں بقدر نخود تیار کر لیں (عضلاتی غدی مقوی)۔

خوراک: ایک گولی صبح ایک گولی شام ہمراہ آبِ تازہ۔

اثرات و افعال: کمیٔ خون اور نقاہت جسم کے لیے بے حد مفید ہے۔ تھوڑے دنوں میں کافی خون پیدا ہو جاتا ہے اور جسم میں طاقت آ جاتی ہے۔ رنگ سرخ ہو جاتا ہے، بھوک خوب لگتی ہے، قوت باہ اور جریان کے لیے بھی مفید ہے۔ بدہضمی، عظم الطحال مزمن اور ضعف کبد کے لیے بھی بہت کامیاب ہے۔

فرنی دافع سوزش

نسخہ: ساگودانہ ایک تولہ، اسپغول 6 ماشہ، تخم ریحان 6 ماشہ، انڈا ایک عدد، دودھ نیم سیر۔

ترکیب: پہلی تینوں اشیاء کو پاؤ بھر پانی میں گھول کر آگ پر رکھ دیں جب ساگودانہ گل جائے تو اس میں سفید انڈا ڈال کر خوب پھینٹ لیں۔ پھر دودھ گرم کر کے اس میں ملا دیں۔ حسب ضرورت چینی شامل کر لیں۔ بس تیار ہے (اعصابی عضلاتی)۔

افعال و اثرات: معدہ و امعاء اور مثانہ کی سوزش کے لیے غذائی دوا ہے۔ جب پیٹ میں سوزش اور جلن پائی جائے اور ترش ڈکار آئیں یا امعاء کی سوزش سے اسہال ہوں، جن میں جلن پائی جائے یا سوزاک یا بغیر سوزاک کے پیشاب جل کر آئے۔ جب منی اخراج پائے تو جلن معلوم ہو یا جریان کی شدت ہو تو اس غذائی دوا کا استعمال بے حد مفید ہے۔ اسی طرح سرعت انزال مذی اور ودی کی کثرت کو روک دیتی ہے۔ جب غدد میں حدت ہو، خون کا دباؤ بڑھ گیا ہو۔ ہاتھ پاؤں کی ہتھیلیاں جلتی ہوں تو اس کا استعمال تسکین کا باعث ہوگا۔

خوراک: دن میں دو تین بار دیں۔ معمولی تکلیف میں صرف صبح ناشتہ میں اس کا استعمال کافی ہوگا۔ بہتر ہوگا کہ ضرورت کے مطابق تازہ بنالیں۔

برفی دافع سوزش

نسخہ: کھویا ایک پاؤ، بادام شیریں مقشر ایک پاؤ، تخم کدو نیم پاؤ، خشخاش نیم پاؤ، الائچی خورد چھ ماشہ، ورق نقرہ حسب ضرورت۔ پانی نیم پاؤ۔

ترکیب: کھانڈ میں پانی ڈال کر آگ پر رکھ دیں جب پانی اُبلنے لگے تو اس میں کھویا ڈال دیں، پھر یہاں تک آگ پر رکھیں کہ برفی کا قوام پک جائے۔ آگ سے اُتار کر اس میں بادام تخم کدو اور خشخاش صاف کر کے باریک شدہ ڈال دیں۔ پھر کسی کھلے برتن میں ڈال کر ورق لگا کر برفی کو کاٹ لیں۔

خوراک: 6 ماشہ سے 2 تولہ تک دن میں تین چار بار استعمال کرائیں۔

افعال و اثرات: مندرجہ بالا برفی دافع سوزش کے علاوہ مقوی اثر بھی رکھتی ہے، نزلہ مزمن اور پرانی سوزشی کھانسی کے لیے بے حد مفید ہے۔ ہلکا ملین بھی ہے جسم کی خشکی کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ مقوی دماغ بھی ہے۔ دماغی محنت کرنے والوں کے لیے ایک عمدہ مٹھائی ہے (اعصابی عضلاتی مقوی)۔

کوکونٹ مقوی دماغ واعصاب

نسخہ: نارجیل پاؤ، پستہ پاؤ، کھانڈ پاؤ، ورق نقرہ حسب ضرورت، پانی نیم پاؤ۔

ترکیب: اوّل نارجیل کو باریک مولی کنڈا کرلیں۔ پھر پستہ کو چاقو سے باریک کرلیں، دونوں کو ملا کر رکھ دیں۔ پھر کھانڈ میں پانی ڈال کر آگ پر رکھیں۔ جب قوام تیار ہوجائے تو اُتار کر نارجیل اور پستہ ڈال دیں۔ پھر کسی کھلے برتن میں پھیلا کر ورق نقرہ لگا کر ٹکڑیاں کاٹ لیں۔

افعال و اثرات: (عضلاتی محرک اعصابی مقوی) دماغ واعصاب کی تقویت کے علاوہ جریان اور ضعف باہ کے لیے بھی مفید ہے۔ عورتوں کے سیلان رحم کے لیے مفید ہے۔ بے حد لذیذ اور مقوی مٹھائی ہے۔ چند دِن کے اندر جسم میں غیر معمولی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ دماغی کام کرنے والوں کے لیے بے حد مفید ہے۔

خوراک: تولہ سے پانچ تولہ تک دِن میں تین بار دیں۔

مقوی معدہ کبدی

نسخہ: جاوتری ایک تولہ، دارچینی 4 تولہ، تیزپات 5 تولہ۔ سفوف تیار کرلیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دِن میں تین چار بار ہمراہ آب تازہ دیں۔

افعال و اثرات: مقوی معدہ وامعاء اور قلب، محرک جگر اور قابض نفخ شکم اور گڑگڑاہٹ، مولّد خون اور مقوی بدن (عضلاتی غدی)۔ اس دوا کے استعمال سے رفتہ رفتہ معدہ اور امعاء میں زبردست قوت پیدا ہو جاتی ہے، جگر گرم ہو جاتا ہے اور بھوک بڑھ جاتی ہے۔ پرانے اسہال یا وہ پاخانے جو کھانا کھانے کے بعد آتے ہوں، رفتہ رفتہ رُک جاتے ہیں۔ پرانے نزلے میں بے حد مفید ہے، تیزابیت دور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ نیا خون پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ جسم میں طاقت وتوانائی آجاتی ہے اور ساتھ ہی کمزوری دور ہو کر جسم کا دُبلا پن ختم ہو جاتا ہے اور رنگت میں سرخی نمودار ہو جاتی ہے۔

تریاق معدہ وامعاء

نسخہ: گندھک 2 تولہ، اجوائن 4 تولہ، پودینہ 2 تولہ۔ سفوف بنالیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک ضرورت کے وقت ہر نصف گھنٹہ بعد ہمراہ آب نیم گرم۔ جب درد یا قے رفع ہو جائے تو ہر تین گھنٹے بعد استعمال کرائیں۔

افعال و اثرات: دردمعدہ وامعاء، قے واسہال، معدہ وامعاء میں بے چینی وسوزش وورم وغیرہ۔ یورک ایسڈ کی زیادتی، ریاح شکم، باؤگولہ (غدی عضلاتی)۔

معدہ وامعاء کے اس درد وبے چینی کو مفید ہے جس میں ریاح اور یورک ایسڈ کی زیادتی ہو۔ مصفی خون ودافع نزلہ وزکام سوزشی وریاحی ہے۔ جسم کے پھوڑے پھنسیاں دور ہوجاتی ہیں۔ خارش میں بے حد مفید ہے۔ مریض کو کھلایا بھی جائے اور تین ماشہ فی تولہ گھی میں ڈال کر مالش بھی کرلینی چاہیے۔ اسی طرح دانت کے درد اور ماخورہ میں اس دوا کے نمکین گرم پانی سے غرارے کرنے سے تسکین ہو جاتی ہے۔

غذا: غذا میں اس امر کا خیال رکھیں کہ مریض کو روٹی، نان اور چپاتی بند کردیں زیادہ تر ترکاری جس میں گھی بعد میں ڈال دیا گیا ہو چھچہ سے

کھلائیں اور بھوک سخت لگے تو اس ترکاری سے پیٹ بھریں۔ ترکاری میں ہر قسم کی سبزی، گوشت اور دالیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ اگر بھوک صرف ترکاری سے نہ اُترے تو اس کے بعد ساتھ ہی دودھ، چائے اور لسّی ودہی سے پیٹ بھر سکتے ہیں۔ نیز مٹھائی اور پھل سے بھی پیٹ بھرا جاسکتا ہے۔ اگر مریض بہت اصرار کرے تو اس کو دلیا، چاول اور ڈبل روٹی دے سکتے ہیں۔

چٹنی مقوی قلب اور مولد خون

نسخہ: ٹماٹر 4 سیر، کشمش نیم سیر، ادرک نیم پاؤ، سرکہ ایک سیر، گڑ 2 سیر، نمک مرچ حسب ضرورت۔

ترکیب: اوّل ٹماٹر کو کاٹ کر کسی مٹی کی ہانڈی میں آگ پر پکائیں۔ جب تمام ٹماٹر گل کر یک جان ہو جائیں تو اس کو چھان کر رکھ لیں۔ پھر دوسری مٹی کی ہانڈی میں سرکہ اور گڑ ملا کر آگ پر رکھ دیں۔ جب گڑ سرکہ میں بالکل حل ہو جائے تو اس کو چھان کر ٹماٹر کے پانی میں ملا لیں۔ پھر اس میں ادرک کو چھیل کر باریک کتریں بنا کے ڈال دیں کشمش کو دھولیں اور نمک مرچ حسب ضرورت تینوں کو شامل کر کے ہانڈی کو پھر آگ پر چڑھا دیں۔ جب معمولی گاڑھا ہو جائے تو اُتار لیں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: ایک تولہ سے ایک چھٹانک تک کھانے کے ہمراہ۔ روٹی سے کھائیں یا ناشتہ کریں۔ توس پر لگا کر کھائیں۔

احتیاط: جب ٹماٹروں کو پکائیں یا بعد میں گاڑھا کریں تو آگ نرم ہونی چاہیے اور ہانڈی کو ہلاتے رہیں تاکہ ٹماٹر ہانڈی کی تہہ میں بیٹھ کر جل نہ جائیں۔

افعال و اثرات: (عضلاتی غدی) قلب وجگر کو قوت دیتی ہے اور بے حد خون پیدا کرتی ہے۔ سینہ اور دماغ کی رطوبتوں کو چھانٹتی ہے۔ بھوک لگاتی اور قوت ہاضمہ تیز کرتی ہے۔ ہلکی ملین ہے۔ گندے ریاح کو تحلیل کرتی اور اسہال کہنہ اور کثرت بول میں بھی از بس مفید اور لذیذ غذا ہے۔ خاص طور پر ایسے موقع پر جب کہ غذا کھاتے ہی فوراً پاخانے کا احساس ہو۔ تھوڑے ہی دنوں میں رنگ سرخ ہو جاتا ہے۔ تیز گرمی کے موسم میں جب قدرت ترش پھل پیدا کرتی ہے یا جب بارش کا موسم ہو یا ہیضے کی وبا یا موسم ہو تو بے حد مفید ہے۔ جی متلانے اور بار بارقے آنے میں بھی بے حد مفید ہے۔ جب دل ڈوبے تو اس کی ایک، دو یا تین چمچہ بھر مقدار فوراً دل کو تیز اور گرم کر دیتی ہے یہ ایک لذیذ اور خوش ذائقہ غذائی دوا ہے۔

چٹنی مقوی جگر اور مولد خون

نسخہ: امبی - کیری (خام آم) 2 سیر، کشمش نیم پاؤ، سرکہ ایک سیر، ادرک نیم پاؤ۔ گڑ ½2 سیر، نمک مرچ ضرورت کے مطابق۔

ترکیب: حسب سابق تیار کر لیں۔ خوراک اور استعمال بھی حسب سابق رکھیں۔

افعال خواص: (غدی عضلاتی) قلب کی نسبت جگر کو زیادہ قوت دیتی ہے۔ حرارت زیادہ پیدا کرتی ہے۔ اور اس سے بھی جسم میں بے حد خون پیدا ہوتا ہے اور ساتھ ہی بے حد مبہی اور مشتہی ہے۔ ملین اور متعفن ریاح کا اخراج کرتی ہے اور جسم سے ہر قسم کی بلغم کا اخراج کرتی ہے اور اس کی پیدائش کو روکتی ہے باقی افعال و اثرات میں سابقہ چٹنی کے مطابق ہے۔ یہ بھی ایک لذیذ اور خوش ذائقہ غذائی دوا ہے اور دونوں چٹنیوں کا استعمال موٹاپے کو چھانٹتا ہے۔

چٹنی مقوی اعصاب اور مولد خون

نسخہ: مربہ آم ایک پاؤ، مربہ زنجبیل ایک پاؤ، کشمش ایک پاؤ، گرم مصالحہ حسب ضرورت۔

ترکیب: دونوں مربہ جات اور کشمش کو دھو کر کونڈی ڈنڈے میں خوب باریک کریں۔ اس میں حسب ضرورت گرم مصالحہ ملالیں۔ بس تیار ہے۔ اس چٹنی کی یہ خوبی ہے کہ فوراً تیار ہو جاتی ہے۔ اس میں سرکہ اور نمک شریک نہیں ہیں۔ خوراک اور استعمال حسب سابق ہے۔

افعال و خواص: (عضلاتی غدی) مندرجہ بالا دونوں چٹنیوں کے خواص اس میں موجودہ ہیں لیکن یہ دِل وجگر کے ساتھ ساتھ اعصاب کے لیے بھی تقویت کا باعث ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں جسم میں نشوونما اور توانائی کا دور شروع ہو جاتا ہے، ساتھ یہ بھی ایک خوش ذائقہ ہے۔

مقوی طحال اور مولد خون

نسخہ: کشتہ فولاد ایک تولہ، افسنتین 3 تولے، رائی بارہ تولے۔

ترکیب: اوّل کشتہ اور افسنتین کو باہم ملالیں۔ پھر رائی کا سفوف ملالیں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: ایک ماشہ سے دو ماشہ تک ہمراہ لسی یا سکنجبین دِن میں تین چار بار دیں (عضلاتی اعصابی)۔

عظم طحال اور ضعف کی صورت میں جسم میں تیزابیت بہت کم ہو جاتی ہے اور خون میں سرخی کی بجائے رطوبات بہت بڑھ جاتی ہیں۔ کمی خون اور خرابی خون کی علامت پیدا ہو جاتی ہیں۔ جسم پھول جاتا ہے اور خون کی پیدائش تقریباً رُک جاتی ہے اس صورت میں سب سے بڑا نقصان جو ہوتا ہے وہ عضلات کا پھول جانا ہے جس کے ساتھ قلب بھی پھولنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس علاج میں سب سے بڑی خرابی یہ کی جاتی ہے کہ اس میں ایسے مسہلات دیئے جاتے ہیں جو قوت اور ادرار بھی رکھتے ہیں۔ جیسے ریوند، گل سرخ اور انگریزی ادویات میں میگنیشیا وغیرہ۔ اس قسم کے علاج سے مرض بڑھتا ہے، گھٹتا نہیں ہے۔ اوّل تو مسہلات ہونے نہیں چاہئیں۔ اگر ضرورت کا احساس ہو تو ایسے مسہلات حابس اور قابض ہونے چاہئیں جیسے ہلیلہ جات اور مصبر وغیرہ۔

غذا: غذا میں اوّل روٹی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر روٹی کی خواہش زیادہ ہو تو روٹی خمیری ہونی چاہیے۔ پھل ترش ہونے چاہئیں اور اس مرض میں بینگن، آلو اور ٹماٹر بھی مفید ہیں۔ لسی، دہی اور ڈبل روٹی کا استعمال بھی اچھا رہتا ہے۔

تریاق سوزاک

نسخہ: لوبان کوڑیا، اجوائن دیسی۔ دونوں ہم وزن سفوف کرلیں۔

غذا: گوشت، سبزی کا سالن جس میں نیم پاؤ گھی ڈالا ہوا چھچہ کے ساتھ کھائیں۔ روٹی، دلیا، چاول اور ڈبل روٹی اس وقت تک بند رکھیں جب تک زخم نہ بھر جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ پہلے ہی روز کے استعمال سے جلن دور ہو جائے گی۔ قرحہ کے لیے کم ازکم ایک ماہ تک علاج جاری رکھیں۔

مصفی خون بواسیر

نسخہ: گندھک 4 تولہ، فلفل سیاہ 4 تولہ، گل نیم 6 تولے، رسونت 6 تولہ، گھی 4 تولہ۔

ترکیب: اوّل گندھک کو گھی کے ساتھ ملا کر گرم کریں۔ جب یک جان ہو جائے اتارلیں۔ سرد ہونے پر پھر گرم کریں۔ اسی طرح تین بار کریں۔ پھر اس میں فلفل سیاہ اور گل نیم ملائیں۔ اس کے بعد رسونت کو تھوڑے سے پانی میں ڈال کر رکھیں۔ جب وہ نرم اور گاڑھی ہو جائے تو ملا کر بقدر نخود گولیاں بنالیں۔

خوراک: ایک گولی سے چار گولی تک دِن میں تین چار بار ہمراہ آب تازہ یا گرمیوں میں شربت شہد اور سردیوں میں نیم گرم پانی یا چائے

سے استعمال کریں۔ بیرونی طور پر ایک حصہ دوا تین حصے گرم گھی میں ملا کر مالش کریں۔

افعال و اثرات: (غدی اعصابی) ہر قسم کی بواسیر اور ایسے خون کی خرابی میں جب جسم میں صفرا اور حدت کی زیادتی، پیشاب میں جلن و سوزش یا کم آئے، جسم پر خارش، چھوٹی چھوٹی پھنسیاں، پرانی پیچش، عضو مخصوص کی خارش، خونی پیچش، سردیوں میں ہاتھ پاؤں کا پھوٹ جانا۔ پرانے زخم وغیرہ پر لگائیں اور دوا کے طور پر کھلائیں۔قبض نہ ہونے دیں۔

غذا اور پرہیز: تیل ترشی اور بادی اشیاء سے پرہیز کریں۔ غذا میں زیادہ گھی استعمال کریں۔ سالن روٹی سے تین گنا زیادہ دیں۔ پھلوں میں انگور مفید ہے۔

دوائے ضیق النفس بلغمی

نسخہ: تخم میتھی 4 تولہ، رائی 2 تولہ، کلونجی 2 تولہ، کاکڑہ سنگھی 8 تولہ۔

ترکیب: سفوف تیار کرلیں۔

خوراک: صبح وشام تین ماشے ہمراہ آب تازہ۔

افعال و اثرات: (عضلاتی غدی) محرک شش، ہاضم، مخرج بلغم، حابس، بلغمی زکام و کھانسی میں مفید ہے۔ کالی کھانسی کے لیے بھی یقینی دوا ہے بلغمی اسہال اور بلغم کی زیادتی سے ہاضمے کی خرابی، فم معدہ کے درد اور کھاری ڈکاروں میں مفید ہے۔ مشتہی و مبہی اور بلغم کا اخراج کرتی ہے۔

اکسیر سرعت انزال

نسخہ: سقمونیا ایک حصہ، زیرہ سفید سات حصے، دونوں الگ الگ باریک کر کے سفوف کرلیں۔

خوراک: 2 رتی سے ایک ماشہ تک دِن میں تین چار بار دیں۔ اگر دِل چاہے تو حب بقدر نخود تیار کرلیں۔

مقدار خوراک: 2 سے 4 گولی تک ہمراہ تازہ پانی۔

افعال و اثرات: (اعصابی غدی) ملین، مدر، دافع سوزش گردہ مثانہ اور امعا، دافع ریاح، دافع حرارت، کثرت طمث، دافع صفرا، دائمی قبض، بندش بول، سوزش بول، سرعت انزال، ریاح کی زیادتی، زحیر سادہ اور خونی، زیادتی حرارت و صفرا میں بے حد مفید ہے۔ اس کے علاوہ خونی بواسیر، تبخیر اور خرابی ہضم میں مفید ہے۔

اکسیر جریان

نسخہ: ہلیلہ سیاہ ایک حصہ، ستاور تین حصے، روغن زرد حسب ضرورت۔

ترکیب: اوّل ہلیلہ سیاہ کو روغن زرد میں بریاں کرلیں پھر دونوں ادویات کو باریک کر کے باہم ملالیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے 3 ماشہ تک ہمراہ آب نیم گرم چائے استعمال کریں۔

افعال و اثرات: (عضلاتی اعصابی) مقوی دماغ و اعصاب اور محرک قلب، حابس رطوبات، محرک معدہ و امعا، مقوی مثانہ، دافع بلغم، قبض، ضعف معدہ و امعا، دماغ، اعصاب، دل ڈوبنا، رطوبات کی زیادتی، جریان منی، کمی خون، انتشار کی کمی، بندش بھوک اور جسمانی کمزوری کے لیے حد مفید ہے۔

مقوی قلب وخون

نسخہ: ہیرا کسیس ایک تولہ، دارچینی 3 تولے اور بالچھڑ 4 تولے۔

نوٹ: ہیرا کسیس ایک نمک ہے جو فولاد اور تیزاب گندھک سے مل کر بنتا ہے۔

ترکیب: ہیرا کسیس تازہ لیں، پرانی نہ ہو، تازہ سے مقصد سبز رنگ پتھر کی طرح سخت۔ شیشے کی طرح چمکدار ہو۔ پرانی کا رنگ سفید ہو کر آٹے کی طرح نرم ہو جاتی ہے۔ اوّل ہیرا کسیس کو باریک کریں۔ پھر دارچینی اور بالچھڑ کو الگ الگ باریک کر کے ملا لیں۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک۔

افعال و اثرات: مقوی قلب ومقوی معدہ وامعاء۔ مقوی مولد خون، قابض وحابس، دافع بلغم، بندش نزلہ اور بول، مقوی دماغ و اعصاب، ضعف قلب ومعدہ وامعاء، کمی اشتہا، اسہال مزمن کمی اور رقت خون، زیادتی رطوبات، عظم قلب، زیادتی بلغم نزلہ مزمن اور دردسر، بدہضمی، زیادتی بول، جریان بسبب خرابی ہضم وکمی خون، ریاح بلغمی، دائمی دردسر، تنگی تنفس بلغمی وغیرہ۔

مقوی جگر ومولد خون

نسخہ: ہیرا کسیس ایک تولہ، زنجبیل 5 تولے، نوشادر 2 تولہ۔

ترکیب: تمام ادویات علیحدہ علیحدہ باریک کر کے اوّل ہیرا کسیس اور نوشادر ملائیں۔ پھر زنجبیل شامل کر لیں۔ بس تیار ہے۔

نوٹ: نوشادر ٹھیکری دار ہو۔ ٹکیاں اور ڈنڈا غیر خالص ہوتے ہیں۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ ہمراہ آب تازہ۔

افعال و اثرات: مقوی جگر ومولد خون ہاضم وملین۔ دافع ریاح وبلغم اور رطوبات۔ مقوی خون اور مولد حرارت (غدی عضلاتی)۔

استعمال: ضعف جگر وعظم کبد، عظم طحال، کمی خون اور کمزوری خون، خرابی ہضم وزیادتی ریاح، بوجہ ضعف جگر وطحال، بلغم اور رطوبات بوجہ سکون جگر، ہبس، امراض کے بعد کی کمزوری، کمی بھوک، تنگی تنفس بوجہ کمی حرارت اور زیادتی ریاح ودائمی قبض۔

مقوی دماغ وخون

نسخہ: ہیرا کسیس ایک تولہ، مرچ سیاہ 3 تولے، ریوند خطائی 4 تولے۔

ترکیب: تمام ادویات کو باریک کر کے پہلے ہیرا کسیس اور ریوند خطائی ملائیں۔ پھر مرچ سیاہ ملائیں۔

خوراک: ایک رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ آب تازہ۔

افعال و اثرات: محرک ومقوی اعصاب ودماغ اور خون، مخرج رطوبات غیر صالحہ، ہاضم وملین، دافع ریاح، مولد صالح رطوبات (غدی اعصابی)۔

استعمال: سکون اعصاب ودماغ بسبب زیادتی بلغمی رطوبات، کمی خون، یرقان، استسقاء مائی الصدر، مائی الراس، عظم راس، توند کا بڑھ جانا، قبض، زیادتی ورطوبات سے بدن کا سو جانا اور سن ہو جانا، ضعف حرکات جسم واعضاء وغیرہ۔

نوٹ: مقوی ادویات کے ہمراہ غذا ہمیشہ قلیل مگر مقوی ہونی چاہیے۔ مثلاً چپاتی کے ساتھ گوشت، گھی اور دودھ وغیرہ۔

ذیابیطس دماغی

دراصل یہی حقیقی ذیابیطس ہے۔اس میں عام طور پر قارورہ سفید آتا ہے اور مریض اپنے اندر بے حد کمزوری محسوس کرتا ہے اور اسی میں کاربنل نکل آتا ہے۔

نسخہ: کیچوے (وہ کیڑے جو مچھلی پکڑنے کے کام آتے ہیں)، حرمل۔ دونوں ہم وزن سفوف بنالیں۔

خوراک: 4 رتی دِن میں چار بار ہمراہ اُبلے ہوئے انڈے کی زردی کے دیں۔

ترکیب و استعمال: زندہ کیچوے نکال کر کسی برتن میں ڈال کر صاف پانی ڈال دیں۔ ایک دو گھنٹے بعد ان کو دھو کر محفوظ جگہ پر رکھ کر خشک کر لیں۔ پھر سفوف بنالیں اس کے بعد دوا تیار کر لیں۔ مسلسل استعمال کرائیں، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد آرام ہوگا۔ اگر تکلیف زیادہ ہو تو اوّل کچھ روز بجائے زردی بیضہ مرغ کے خمیرہ کوکنار کے ہمراہ دیں۔ جب پیشاب کی زیادتی کم ہو جائے تو پھر زردی بیضہ مرغ کے ہمراہ استعمال کریں۔ ان شاء اللہ پرانے سے پرانا ذیابیطس بھی دور ہو جائے گا۔

ذیابیطس کبدی

دراصل یہ ذیابیطس نہیں ہے بلکہ سوزش کلیہ ہے، اس میں پیشاب کا رنگ زرد ہوتا ہے اور وہ جل کر آتا ہے۔

نسخہ: کشتہ سیپ، کشتہ بیضہ مرغ، دونوں ہم وزن ملالیں بس تیار ہے۔

خوراک: 2 رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ شربت شہد دِن میں تین چار بار دیں۔ قبض کا خیال رکھیں۔ اگر قبض ہو تو پہلے گلقند یا اسپغول چند روز استعمال کرائیں۔ اس کے بعد یہ نسخہ استعمال کرائیں۔ اگر دورانِ استعمال پھر قبض ہو جائے تو دوا روک کر قبض کشائی کر لیا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد پیشاب کی جلن دور ہو جائے گی اور رفتہ رفتہ پیشاب کی زیادتی دور ہو جائے گی۔

ذیابیطس معدی

ذیابیطس کی یہ قسم بھی حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ اس کو سلس البول کہنا چاہیے۔ اس میں تبخیر بڑھ جاتی ہے اور جگر اور گردہ میں سکون واقع ہو جاتا ہے، مریض کے شکم میں ریاح کی زیادتی اور قارورہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔

نسخہ: خولنجاں ایک پاؤ لے کے ان کی شہد میں معجون تیار کر لیں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: ایک ماشہ سے چھ ماشہ تک ہمراہ قہوہ دِن میں تین چار بار دیں۔

طلاء

نوٹ: آیورویدک، طب یونانی، فرنگی طب اور دیگر طریقہ ہائے علاج میں ان کی ابتداء سے آج تک بے شمار نسخہ جات بطور طلاء لکھے گئے ہیں اور ہم نے اپنی تیس سالہ طبی زندگی میں ان میں سے بے شمار دیکھے اور تجربات بھی کیے۔ مگر شاذ و نادر ہی کوئی اصولی نسخہ نظر سے گزرا۔ کیونکہ شائد ہی کبھی کسی نسخہ میں کسی خاص علامت کی تخصیص کی گئی ہو۔ اکثر یہی لکھا دیکھا ہے کہ تیر بہدف، اکسیر، انتہائی مقوی باہ اور ہر قسم کے ضعف باہ اور کجی کے لیے مفید ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ عضو تناسل مردانہ صرف کسی ایک مفرد سے بنا ہوا نہیں ہے بلکہ اس میں

اعصاب کے علاوہ عضلات اور غدد بھی ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے تینوں اعضاء بیک وقت خراب ہو جائیں۔ ہمیشہ خرابی ان میں سے کسی ایک میں پیدا ہوتی ہے اور باقی اپنی حالت پر صحیح ہوتے ہیں بلکہ ان میں کوئی عضو ایسا بھی ہوتا ہے جس میں ضرورت سے زیادہ تیزی ہو۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں کی کجی ہوتی ہے ان کو ذکاوت اور حس کی زیادتی ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کو شہوت نہیں آتی مگر ان کا عضو مخصوص دیکھنے میں بہت لمبا اور موٹا ہوتا ہے۔ اور جن مریضوں کے عضو مخصوص سکڑ کر چھوٹے ہو گئے اور دیر سے شہوت آتی ہے مگر ان میں استقامت اور انزال دیر تک قائم رہتا ہے۔

غرض یہ تینوں صورتیں کبھی ایک مریض میں بیک وقت نہیں پائی گئیں۔ اس لیے علاج میں بھی ایک ہی قسم کا طلاء کیسے مفید ہو سکتا ہے۔ ایسے طلا اکثر نقصان کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر حالت کے لیے مفید تو نہیں ہوتے اس لیے تکلیف کا باعث بن جاتے ہیں۔ ایسے نسخے وہی لوگ تجویز کرتے ہیں جو ضعف باہ کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے۔ جیسے ہم نے کسی گزشتہ پرچے میں لکھا تھا کہ جریان واحتلام وسرعت انزال ایک ہی قسم کے امراض نہیں ہیں اس لیے ان کے لیے ایک ہی نسخہ کبھی مفید نہیں ہو سکتا بالکل اسی طرح ضعف باہ بھی ایک ہی قسم کا مرض نہیں ہے۔ اس کے کھانے کے لیے دوا اور لگانے کے لیے ایک ہی قسم کا طلاء نہیں ہونا چاہیے۔ ذیل میں ہر مفرد عضو کی خرابی کے مطابق طلا لکھا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ تر وہی لوگ مستفید ہوں گے جو نظریہ مفرد اعضاء سے واقف ہیں کیونکہ وہی ان کو اچھی طرح سمجھ اور استعمال کر سکیں گے۔ البتہ ہماری کوشش سے دوسرے معالجین اور عوام بھی مستفید ہو سکیں۔

طلائے عضلاتی

ایسا طلا جو عضلات میں تحریک اور تقویت پیدا کرے۔ ایسے مریض کی علامت یہ ہوتی ہیں کہ عضو تناسل لمبائی اور موٹائی میں کافی زیادہ ہوتا ہے مگر شہوت نہیں آتی یا بہت کم آتی ہے جو اکثر قائم نہیں رہتی ایسے مریض کا قارورہ اکثر سفید ہوتا ہے اور ان کے عضلات میں سکون ہوتا ہے۔

نسخہ: روغن بیضہ مرغ طوطیائی آٹھ حصے، روغن دارچینی چار حصے، روغن قرنفل چار حصے، بیر بہوٹی آٹھ حصے۔

ترکیب: اوّل روغن بیضہ مرغ طوطیائی تیار کریں۔ حسب ضرورت انڈے لے کر ان کی زردیاں جدا کر لیں۔ پھر ایک ماشہ فی زردی نیلا تھوتھا شامل کر کے پھینٹ لیں۔ پھر توے پر ڈال کر پکائیں اور اس قدر جلائیں کہ روغن تیار ہو جائے۔ اس کے بعد اس روغن میں باقی دونوں روغن ملا لیں۔ پھر کھرل میں روغن ڈال کر اس میں ایک ایک بیر بہوٹی ڈال کر کھرل کریں اور یک جان بنا لیں۔ بس تیار ہے۔

استعمال: معروف طریقہ پر چند بوند روغن کی جسم مخصوص پر ڈالیں اور آہستہ آہستہ مالش کریں۔ حشفہ اور نیچے نالی پر نہ لگائیں اور نہ مالش کریں۔ دن بھر میں ایک دو بار اگر ضرورت خیال کریں تو سہ بار روزانہ بھی کر سکتے ہیں۔ مالش کے بعد اوپر ہلکی سی پٹی باندھ لیں۔ کسی پتے وغیرہ کے باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تاکید: پچھلے صفحہ میں جو نوٹ دیا گیا ہے اس کی روشنی میں ذیل کے نسخہ جات کو سمجھیں۔

غدی طلا

غدی طلاء کی اس وقت ضرورت پیدا ہوتی ہے جب شہوت کی کمی اور احتلام یا شہوت کا بالکل پیدا نہ ہونا اور عضو میں سکیڑ معلوم ہو۔ ایسے مریض کا قارورہ اکثر سرخ ہوتا ہے۔

نسخہ: روغن جمالگوٹہ خود ساختہ ایک حصہ۔ روغن اجوائن تین حصے، روغن خردل چار حصے، سب کو ملا کر دس منٹ کھرل کریں۔ بس تیار ہے۔
ترکیب استعمال: معروف طریق پر دو تین بوند یا حسب ضرورت جسم پر اس کا لیپ کریں۔ زیادہ لگانے اور مالش کی ضرورت نہیں۔ دوا بہت تیز ہے۔ جب برداشت ہونے لگے تو زیادہ بھی لگائی جا سکتی ہے۔

اعصابی طلاء

اس طلاء کی ضرورت اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب ذکاوت حس، سرعت انزال، عضو کی کجی اور دُبلا پن پیدا ہو گیا ہو، اور مریض کا قارورہ اکثر زرد ہوتا ہے۔
نسخہ: روغن الائچی تین حصے، کافور ایک حصہ، روغن صندل خالص چار حصے، کچلی ہم وزن۔
ترکیب: اوّل دونوں روغنوں کو ملا لیں۔ پر ان میں کافور کھرل کر لیں، جب یک جان ہو جائے تو کچلی کو تھوڑا تھوڑا ڈال کر اس میں کھرل کریں۔ صرف ایک گھنٹہ کھرل کرنے کے بعد چھوڑ دیں۔ بس تیار ہے۔
استعمال: معروف طریق پر قضیب پر دِن میں ایک دو بار روزانہ مالش کریں۔ اس کے مسلسل استعمال سے کجی، لاغری، کمزوری اور دُبلا پن دور ہو جائے گا، ساتھ ہی باقی علامات بھی دور ہو جائیں گی۔

متفرقات

اطریفل مقوی دماغ اور دافع جریان

نسخہ: مربہ ہلیلہ ایک سیر، مربہ آملہ ایک سیر، ہلیلہ ایک پاؤ، بہمن سرخ 1/2 1 پاؤ، بہمن سفید 1/2 1 پاؤ، چینی 2 سیر، پانی ایک سیر۔
ترکیب: اوّل مربہ جات کو صاف کریں، پھر کوٹ کر باریک کر لیں، پھر خشک ادویات کا سفوف کر لیں، پھر چینی اور پانی کا قوام تیار کر کے اس کو آگ پر سے اُتار لیں۔ اس میں اوّل مربہ جات ڈال کر ملا لیں۔ پھر اس میں خشک ادویات کا سفوف ملا لیں۔
خوراک: ایک تولہ سے تین تولہ تک دِن میں دو بار ہمراہ شیرہ استعمال کریں۔
غذا: ہر علاج میں غذا کا تعین بھی دوا کی طرح ہونا چاہیے۔ مقوی دماغ و اعصاب اور جریان کے مریضوں کو نمک مرچ اور محرکات کا استعمال بہت ہی کم کرنا چاہیے۔ غذا میں سبزی، ترکاری، دالیں اور دودھ زیادہ دیں (اعصابی عضلاتی)۔
افعال و اثرات: دائمی نزلہ و زکام، بلغم کی زیادتی، ضعف دماغ اور اعصاب کے لیے بے حد مفید ہے۔ خفقان قلب میں بھی ایک یقینی دوا ہے۔ مادہ منویہ میں طاقت پیدا ہوتی ہے۔ جریان رفتہ رفتہ رُک جاتا ہے۔ پرانے اسہال جو ضعف معدہ اور امعاء کی وجہ سے ہوں ان میں ایک مفید دوا ہے۔ اس دوا کے مستقل استعمال سے قدرتی طور پر امساک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

مقوی جسم اور دافع جریان مٹھائی

نسخہ: ستاور ایک پاؤ، موصلی سفید ایک پاؤ، آرد سنگھاڑا 1/2 سیر، دودھ ایک سیر، چینی آدھ سیر، گھی ایک سیر۔
ترکیب: اوّل ادویات کا سفوف تیار کر لیں۔ پھر دودھ کا کھویا بنائیں۔ جب کھویا گاڑھا ہونے لگے تو اس میں سفوف شامل کر لیں۔ جب تمام ادویات یک جان ہو جائیں تو اس کے چھوٹے چھوٹے لڈو بنا لیں۔ پھر آگ پر گھی چڑھا دیں۔ جب گھی خوب گرم ہو جائے تو

اس میں وہ لڈو تل لیں جب سرخ ہو جائیں تو نکال کر چینی کے قوام میں ڈالتے جائیں۔قوام جس قدر گاڑھا ہوگا۔مٹھائی اسی قدر زیادہ دیر رہ سکے گی۔

خوراک: ایک سے تین لڈو تک صبح،شام دودھ سے دیں (اعصابی غدی)۔

افعال و اثرات: ایسی ادویات زیادہ زود اثر اور مفید ہوتی ہیں جو لذیذ اور غذائی صورت میں دی جائیں۔ان کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مریض پر ادویات کی بے چینی اور ذائقہ کی خرابی کا اثر تقریباً نہیں ہوتا۔ایسی ادویات عام طور پر میکانکی اثرات کی بجائے زیادہ ترمشینی اثرات کرتی ہیں۔یہ غذائی دوا بھی انہی میں سے ہے اس دوا کے استعمال سے جسم میں رطوبات اور خون کی زیادتی اور تقویت پیدا ہوتی ہے اور ان میں رفتہ رفتہ کھارا پن ہونا شروع ہو جاتا ہے،جس سے جسم مضبوط ہوتا ہے،پھر پھولتا ہے۔منی میں غلاظت اور جریان میں مفید اثرات پیدا ہوتے ہیں۔طالب علموں اور دماغی کام کرنے والوں اور دبلے پتلے لوگوں کے لیے ایک اچھا ناشتہ ہے۔دق اور سل (ٹی-بی) کے مریضوں کے لیے بھی ایک اچھی غذا ہے۔

حلوہ مقوی اعصاب و مولد رطوبات

نسخہ: سفوف ثعلب مصری ایک تولہ،بادام مقشر 2½ تولے،الائچی ایک ماشہ،روغن زرد (خالص) 2½ تولہ،چینی 2½ تولہ۔

ترکیب: پہلے سفوف ثعلب کو گھی میں بھون لیں۔پھر حسب ضرورت پانی اور چینی ڈال کر حلوہ تیار کر لیں۔جب حلوہ تیار ہونے پر آئے تو بادام اور الائچی ڈال کر اُتار لیں۔بس تیار ہے۔

خوراک: یہ ایک خوراک دن میں ایک بار صبح یا دو بار صبح و شام استعمال کریں۔تازہ تیار کر لیں (اعصابی غدی)۔

افعال و اثرات: بے حد مقوی اعصاب و مولد رطوبات صالحہ ہے۔دُبلا پن دور کرتا ہے۔دماغ کو تقویت دیتا ہے۔ہلکا ملین ہے۔قوت باہ اور سرعت انزال کے بے حد مفید ہے۔طالب علموں کے لیے بہت مفید ہے،اس سے جذبات میں اشتعال نہیں ہوتا۔نزلہ و زکام اور خشک کھانسی میں بہت اچھی غذائی دوا ہے۔

معجون مقوی و ممسک

نسخہ: مغز تخم کدو تین چھٹانک،مغز بادام مقشر 3 چھٹانک،مغز فندق 2 چھٹانک،خشخاش 2 چھٹانک،شہد ہم وزن،چینی دو چند،ورق نقرہ 6 ماشہ،دانہ الائچی 6 ماشہ،طباشیر 4 تولہ۔

ترکیب: اوّل طباشیر اور الائچی کو باریک کریں۔پھر اس میں ایک ایک ورق کھرل کریں۔اس کے بعد تمام مغزیات کو باریک کر لیں۔پھر شہد اور چینی کا حسب معروف قوام تیار کر کے اُتار لیں۔اوّل اس میں مغزیات کا سفوف ڈال کر ملائیں۔پھر الائچی و شیرہ اور ورق نقرہ سفوف ڈال کر خوب ملا لیں۔بس تیار ہے۔

خوراک: ایک تولہ سے تین تولہ تک صبح و شام ہمراہ دودھ نیم گرم،بوقت ضرورت تین تولے استعمال کر سکتے ہیں (اعصابی غدی)۔

افعال و اثرات: مقوی اعصاب و دماغ اور مولد رطوبات کے ساتھ ساتھ مقوی خون اور ممسک بھی ہے۔پرانی سوزشی کھانسی اور نزلہ۔سوزش معدہ اور گردہ و مثانہ کے لیے بے حد مفید اور سرعت انزال کے لیے شاندار غیر نشئی دوا ہے۔ترشی اور خون کے دباؤ کے لیے ایک یقینی دوا ہے۔نفخ کلیہ و جگر۔پیشاب میں سوزش سوزاک کی جلن کے لیے ایک اچھی دوا ہے۔ترشی اور سوزش معدہ سے شکم میں جو ریاح پیدا

ہوتے ہیں ان کے لیے مفید ہے۔ایسا ذیابیطس جو جگر اور کلیہ کی سوزش سے ہو یہ دوا مفید ہے۔اسی طرح سوزشی سلسل بول کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔دائمی درد سر اور سوزش دماغ میں ایک یقینی دوا ہے۔حافظہ اور حواس کو تیز اور بدن کو موٹا کرتی ہے۔

تریاق مرگی

نسخہ: آب توری تلخ تین پاؤ، روغن کدو ایک پاؤ۔

ترکیب: دونوں کو ملا کر آگ پر رکھیں۔آگ نرم ہونی چاہیے۔آگ اس قدر نرم ہو کہ پانی کے ساتھ روغن نہ جل جائے اور پانی خشک ہو جائے۔

خوراک: کھانے کے لیے پانچ بوند سے پندرہ بوند تک حسب ضرورت شہد میں ملا کر چٹا دیا کریں۔یہ عمل دن میں تین چار مرتبہ کریں اور دو، دو بوند ناک میں ٹپکائیں۔اور پیٹ اور پنڈلیوں پر اس کی صبح و شام مالش کریں۔اور اس مالش کے بعد ناک میں ٹپکائیں (اعصابی غدی شدید)۔

غذا: بھوک کے وقت چھٹانک بھر گھی دودھ میں ڈال کر پلا دیا کریں دودھ جس قدر بھی مریض چاہے اسے پلا دیں۔اگر بھوک زیادہ محسوس کرے یا مریض نمکین اور مصالحہ دار کھانا چاہے تو کدو گوشت یا کدو بغیر گوشت کے، شوربا جس میں تیسرا حصہ گھی ہو پلا دیں۔کدو کی کاشیں کھا سکتے ہیں، مگر گوشت کی بوٹی نہ کھلائیں۔

نوٹ: جب تک مریض کا جسم فربہ نہ ہوگا۔اس وقت تک مریض کو مرگی سے آرام نہ ہوگا۔اگر مریض کو قبض کی شکایت ہو تو دوا کی خوراک جس قدر چاہیں زیادہ کر دیں۔اگر اس کو اسہال آئیں یا جی متلائے تو دوا کی مقدار جس قدر چاہے کم کر دیں دورہ کی حالت میں یہی روغن ناک میں ٹپکائیں اور پیٹ اور پنڈلیوں پر مالش کریں۔

اکسیر درد دنداں

نسخہ: لونگ ایک چھٹانک، اجوائن دیسی 3 چھٹانک، نوشادر 2 چھٹانک، نمک خوردنی 2 چھٹانک۔

ترکیب: باریک سفوف کرلیں اور بوقت ضرورت دانتوں پر ملیں۔

نوٹ: (۱) اگر درد دائمی ہو یا اکثر ہو جاتا ہو تو ایک ایک ماشہ صبح و شام ہمراہ پانی نیم گرم کھلائیں۔کچھ عرصہ کھلانے سے ہمیشہ کے لیے آرام ہو جائے گا۔مگر دانتوں پر بھی باقاعدہ ملتے رہیں۔

(۲) عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی مریض کو کھانے کی دوا نہیں دی جاتی تو اس کو کھانے پینے میں پرہیز نہیں بتایا جاتا۔یہ ایک غلط اصول ہے۔

یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ مریض کی غذا ہمیشہ لطیف اور زود ہضم ہونی چاہیے۔خاص طور پر جب مریض اعضائے غذائیہ کی خرابی میں مبتلا ہو تو جہاں تک ہو سکے غذا بالکل بند کر دیں۔جب مریض شدید بھوک کی شکایت کرے تو لطیف نیم گرم غذا دیں۔اگر مریض کو غذا پر نگرانی نہیں کریں گے تو حسب منشا آرام نہیں ہوگا۔

تریاق گوشت خورہ

نسخہ: اسفنج سوختہ 3 تولے، سیپ سوختہ 6 تولے، مرکی 3 تولے، فلفل گرد ایک تولہ گندھک 3 تولے۔

ترکیب: اوّل مرکی اور گندھک کو ملا لیں۔پھر اس میں فلفل گرد، اسفنج سوختہ اور سیپ سوختہ ملا کر منجن بنا لیں۔سفوف مثل غبار ہونا چاہیے۔

خوراک: حسب ضرورت دِن میں دوتین بار لگائیں اور کچھ عرصہ ٹھہر کر گرم پانی سے منہ صاف کرلیں۔ یہی دوا بقدر چار، چار رتی صبح وشام ہمراہ چائے استعمال کریں۔اگر چائے کو دِل نہ چاہے تو نیم گرم دودھ سے استعمال کرائیں (غدی اعصابی)۔

غذا: مریض کی غذا روک دیں۔ جب شدید بھوک لگے تو حلوہ جس میں بے حد گھی ڈالا گیا ہو، گوشت سبزی یا بغیر گوشت کے سبزی سالن جس میں بہت زیادہ گھی پڑا ہوا ہو بغیر روٹی چاول کے کھلائیں۔جس قدر گھی زیادہ دیں گے اسی قدر جلد مرض کو افاقہ ہوگا۔ جاننا چاہیے کہ گھی قدرتی طور پر دافع تعفن ہے۔اس میں ہر قسم کے جراثیم فنا ہوجاتے ہیں۔ ملک میں جب سے اصلی گھی ختم ہوا ہے سوزشی امراض خصوصاً سل اور دق (ٹی-بی) کا زور ہوگیا ہے۔ جاننا چاہیے کہ گوشت خورہ بھی ایک قسم کا ٹی بی ہے۔

دوائے ضیق النفس کلوی

نسخہ: نمک تمباکو 4 تولے، نمک مدار 2 تولے، گندھک 4 تولے، نمک سیاہ 5 تولہ، فلفل سیاہ ایک تولہ۔

ترکیب: معروف طریق پر تمباکو کی ان لکڑیوں کا نمک نکال لیں جو تمباکو کے پتے حاصل کرنے کے بعد ضائع کردی جاتی ہیں۔ اگر وہ لکڑیاں میسر نہ آئیں تو خشک تمباکو کا نمک تیار کرلیں۔ مدار کا نمک اس کے تمام درخت کا تیار کریں۔ پھر ان دونوں کو ملا کر ان میں باقی ادویہ باریک کرکے ملالیں۔بس تیار ہے۔

خوراک: 2 رتی سے ماشہ تک، تے لانی ہو تو 2 ماشہ دے سکتے ہیں۔

نوٹ: مریض ضیق النفس (کلوی) کو عام طور پر قبض نہیں ہوتی اور قارورہ عام طور پر زرد یا زردی مائل سفید ہوتا ہے۔اس میں سرخی نہیں ہوتی۔اگر مریض کو قبض ہو تو پہلے ملین دوا یا ہلکے مسہلات سے قبض کشائی کریں۔اگر غدی ملین یا غدی مسہل دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا (ممبران ان نسخوں سے واقف ہیں)۔اس کے بعد جب قارورہ زرد ہوجائے تو دوا استعمال کرائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فوراً فائدہ ہوگا۔

حب نقرس وعرق النساء

نسخہ: جلاپا 3 تولے، سورنجاں شیریں 3 تولے، سقمونیا 2 تولے۔

ترکیب: اوّل جلاپا اور سورنجاں کو باریک پیس کر ملالیں پھر اس میں سقمونیہ پیس کر ملالیں۔

خوراک: چار رتی سے تین ماشہ تک دِن میں تین چار بار دے سکتے ہیں۔

افعال و اثرات: نقرس اور عرق النساء کے لیے بے حد مفید ہے۔اس کے علاوہ معدہ کی تیزابیت کے لیے لاثانی دوا ہے۔اس کے استعمال سے چند روز کے اندر نہ صرف معدہ کی ترشی ختم ہوجائے گی بلکہ ترشی سے جو امراض پیدا ہو چکے ہیں وہ تمام رفع ہوجائیں گے جن میں نزلہ زکام اور کھانسی خشک معدہ و امعاء کے ریاح اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک بے ضرر مسہل ہے۔اس میں پیچش وغیرہ نہیں ہوتی۔اور پانی کی طرح رقیق اسہال ہوجاتے ہیں۔فروٹ سالٹ وغیرہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔نقرس اور عرق النساء کے لیے فرنگی طب میں کوئی یقینی دوا نہیں ہے (اعصابی غدی)۔

حب وجع المفاصل

نسخہ: حنظل 2 تولے، مصبر 2 تولے، زنجبیل 5 تولے، نوشادر ایک تولہ۔

ترکیب: حنظل کو پیس کر باریک کرلیں۔ پھر اس میں نوشادر ایک روز تک رکھ چھوڑیں۔ پھر اس میں زنجبیل اور مصبر ملا کر گھیکوار کے رس

میں گولیاں بقدر نخود بنالیں۔ بارش کے موسم میں گولیاں درست نہیں بنتیں۔

خوراک: ایک سے تین گولیاں تک بیک وقت ہمراہ آب نیم گرم یا چائے دِن میں تین چار بار استعمال کرائیں۔

افعال و اثرات: (عضلاتی غدی) وجع المفاصل کے لیے بہترین دوا ہے۔ اس کے علاوہ دائمی قبض، قلب، طمث، نزلہ زکام اعصابی اور دماغی بلکہ دمہ اور کھانسی کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔ اس سے تمام سینے اور جسم کا بلغم باہر نکل جاتا ہے۔ بھوک بڑھ جاتی ہے۔ جب بلغم کی زیادتی سے دِل گھٹتا ہو تو اس دوا کی ایک گولی دِل کو فوراً طاقت بخشتی ہے۔ جب پیٹ میں اکثر تکلیف ہو تو اس دوا کے چند روزہ استعمال سے دور ہو جاتا ہے۔ بلغم کا بہترین مسہل اور مقوی دماغ ہے۔ فرنگی طب کی گولیاں جو ''وجی ٹیبل پلز'' کے نام سے مشہور ہیں، اس دوا کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

شورہ کبریتی

نسخہ: گندھک، شورہ قلمی سوختہ، دونوں ہم وزن۔

خوراک: ایک ماشہ سے 3 ماشہ تک۔

افعال و اثرات: (اعصابی غدی) ہر قسم کی بواسیر، سوزاک، سوزش جگر، پرانی پیچش، نزلہ زکام اور کھانسی حار اور امعائی بخار وغیرہ۔ بیرونی طور پر پرانے اور سوزشی زخموں کے لیے مفید ہے۔ خشک یا کسی روغن میں ملا کر استعمال کریں۔

ترکیب شورہ: شورہ قلمی حسب ضرورت لے کر کڑاہی میں ڈالیں۔ جب وہ پگھل جائے تو اس میں فلفل سیاہ چٹکی بھر کر ڈال دیں۔ اس میں آگ لگ جائے گی اور شورہ جل جائے گا۔ اگر پوری طرح نہ جل پائے تو دوبارہ اور سہ بارہ بھی فلفل سیاہ ڈالیں۔ فلفل سیاہ جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر شورہ اچھا تیار ہوگا۔ جب جل جائے تو کسی لکڑی کے تختہ پر اُلٹ دیں۔ ٹھنڈا ہو جانے پر کوٹ پیس کر سفوف تیار کرلیں۔ شیشی میں بھرلیں۔ بس تیار ہے۔

تریاق تبخیر

نسخہ: شنگرف ایک تولہ، جائفل ایک تولہ، قرنفل 2 تولہ، دارچینی ایک تولہ، عاقر قرحا ایک تولہ، فلفل دراز 2 تولہ، زنجبیل 2 تولہ۔

ترکیب: اوّل شنگرف اور دارچینی کو باریک کر کے ملالیں۔ بعد میں باقی ادویات کو باریک کر کے کم از کم ایک گھنٹہ کھرل کریں۔ بس تیار ہے۔

خوراک: 2 رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ شہد یا مناسب بدرقہ کے ساتھ استعمال کرائیں۔ دِن میں تین چار بار کافی ہے۔

افعال و اثرات: (عضلاتی غدی) تبخیر مزمن ہو یا شدید تریاق کا حکم رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی تبخیر کی شدت سے پیدا ہونے والے امراض مثلاً فالج، لقوہ، نقرس، ضعف باہ، پرانا احتلام، سرعت انزال مزمن، کمزوری بدن، بدہضمی، نفخ شکم اور امعاء اور سلسل بول وغیرہ، عورتوں میں ماہواری کی کمی بے قاعدگی، سیلان رحم مزمن، موٹاپا اور پیٹ کا بڑھ جانا وغیرہ۔

نوٹ: اگر قبض ہو تو عضلاتی غدی مسہل سے رفع کریں۔ غذا میں نشاستہ والی اغذیہ سے پرہیز کریں۔

احتباس طمث

نسخہ: ابہل ایک تولہ، حنظل ایک تولہ، رائی 2 تولے، سنبل الطیب 4 تولے۔

ترکیب: کوٹ پیس اور چھان کر سفوف بنالیں۔

خوراک: نصف ماشہ سے تین ماشہ تک دِن میں تین چار بار۔

افعال و اثرات: احتباس طمث، عسر طمث، سیلان مزمن، دائمی قبض، ریاح شکم، پیٹ میں گولے اور خاص طور پر اختناق الرحم کے لیے مفید ہے۔ اگر اس دوا کو مسلسل چار ماہ استعمال کیا جائے تو رحم کی پوری طرح صفائی ہو جاتی ہے اور عورتوں کا عقر پن ختم ہو جاتا ہے۔ اگر خشکی محسوس ہو تو گھی کا استعمال غذا میں زیادہ کر دیں۔ دوا بے حد مفید ہے، لیکن اس کو غلط استعمال نہ کریں۔

روغن اوجاع

نسخہ: روغن کنجد ½2 پاؤ، رتن جوت ½2 پاؤ، کافور ¼1 تولہ۔

ترکیب: اوّل روغن کنجد میں رتن جوت جوکوب کر کے جلا لیں۔ پھر روغن کو نتھار کر اس میں کافور ڈال کر حل کر لیں۔ بس تیار ہے۔

افعال و اثرات: (غدی حار) ہر قسم کے جوڑوں کے دردوں میں بے حد مفید ہے۔ اگر کسی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو، اس کو جوڑ کر مضبوطی سے باندھ لیں۔ پھر اس روغن سے پٹی کو تر کر دیں۔ اور تین چار روز تک تر رکھیں پھر کھول کر دیکھیں، اگر جڑ گئی ہو تو پھر روزانہ اس تیل کے ساتھ ہلکے ہلکے مالش کریں۔ انشاء اللہ چند ہفتوں میں ہڈی مضبوط ہو جائے گی۔ اور اگر ہڈی جڑی نہ ہو تو پھر پٹی باندھ کر اس کو تیل سے تر کر دیں، اور پھر تین چار روز کے بعد کھولیں اور مالش کرتے رہیں۔ ہر مالش کے بعد پٹی باندھ دیں۔ اس تیل کے معجزانہ اثر سے بڑے بڑے ڈاکٹر حیران ہو جاتے ہیں۔

واقعہ: میری لڑکی کوٹھے سے گر پڑی تھی، دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔ مشن ہاسپٹل ملتان میں تین ماہ زیر علاج رہی۔ ملٹری اور شہر کے بڑے بڑے ڈاکٹروں نے کوشش کی مگر ہڈیاں ٹھیک نہ جڑیں۔ ان کا پلستر بھی بے سود ہوا۔ آخر اس معمولی تیل سے اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بخشی۔ آج بارہ سال ہو گئے ہیں پھر اس کو کبھی چلنے پھرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

تریاق گردہ

نسخہ: نوشادر ایک تولہ، سہاگہ ایک تولہ، بچ ایک تولہ، شورہ قلمی 3 تولہ، الائچی کلاں 3 تولہ، تخم بکائین 2 تولہ، تخم نیم 2 تولے، سنگ یہود 3 تولے۔

ترکیب: پہلے اوّلین چار ادویہ کو کوٹ پیس کر سفوف کر لیں۔ پھر اس میں سنگ یہود کم از کم ایک گھنٹہ کھرل کریں۔ پھر باقی ادویہ کو کوٹ پیس کر اور باریک کر کے اس میں ملا دیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک ہمراہ شربت شہد نیم گرم استعمال کرائیں۔ اگر قبض ہو تو غدی اعصابی مسہل کے کسی مرکب سے اس کو رفع کریں اور پھر ادویات کا استعمال جاری رکھیں۔ مگر قبض نہ ہونے دیں۔

غذا: غذا میں مشروبات جن میں گھی ضرورت سے زیادہ ہو، استعمال کرائیں، جیسا کہ چائے، دودھ، شوربا وغیرہ۔ جہاں تک ہو سکے روٹی، ڈبل روٹی اور چاول وغیرہ بند رکھیں۔ اگر مریض بھوک کی شدت محسوس کرے تو مٹھائی یا تر بتر حلوہ کھلائیں۔

افعال و اثرات: درد گردہ و مثانہ، پتھری، سوزاک، بندش بول، سوزش اور تقطیر بول کے لیے تریاق کا حکم رکھتی ہے۔

خضاب

آملہ حسب ضرورت لے کر خوب باریک کر کے کپڑ چھان کر لیں۔ بوقت ضرورت عرق لیموں میں حل کر کے بطور مہندی وسمہ لیپ کر لیں۔اوّل ہفتہ میں تین بار لگانے سے بال اصلی سیاہی پر آ جائیں گے۔اس کے بعد خواہ ہفتہ میں ایک بار استعمال کریں۔

مرہم بواسیر

نسخہ: سونف، افطیمون، مشک، کافور، مازو بلا سوراخ، کتھہ سفید، مردہ سنگ، ہم وزن لے کر ملا لیں۔اور مکھن سو بار پانی میں دھو کر بقدر ضرورت شامل کر لیں۔دو تین دِن میں آرام ہو جائے گا۔

پچکاری سوزاک کے لیے

رال، سفیدہ اور پھٹکڑی بریاں ہم وزن سب کو قدرے پانی میں حل کر کے پچکاری کرنے سے سوزاک کو کلی آرام ہو جاتا ہے۔

ہیضہ کے لیے

نسخہ: نمک خوردنی ایک تولہ، گل عشر ایک تولہ، کالی مرچ ایک تولہ، افیون 3 ماشے، سب کو لے کر کوٹ لیں۔اور جب گولی بننے کے قابل ہو تو ایک رتی کی ایک گولی تیار کریں۔ہمراہ آب ادرک ایک گولی استعمال کریں۔جب تک آرام نہ ہو تب تک ہر پندرہ منٹ کے بعد ایک گولی دیتے جائیں۔آرام ہو جائے گا۔

سوکھا

نسخہ: پوست آملہ 10 تولے، دہی 40 تولے۔

ترکیب: اوّل دہی کو کسی کپڑے میں باندھ کر لٹکا دیں۔جب سب پانی الگ ہو جائے تو پوست آملہ رگڑ کر سفوف تیار کر کے اس میں دہی کا پانی ملا کر کھرل کریں۔پھر دہی میں ملا کر گولی بقدر دانہ نخود تیار کر لیں۔بچے کو ایک گولی ہمراہ دودھ (والدہ) یا پانی میں حل کر کے دے دیں۔جوان کو ایک گولی سے لے کر 8 گولی تک دے سکتے ہیں۔

آتشک

نسخہ: حنظل 2 تولے، ہلیلہ سیاہ ایک تولہ، نیلا تھوتھا بریاں 3 ماشے زرد کوڑی کی راکھ (جلا کر) 4 تولے۔

ترکیب: سب ادویہ کو ملا کر خوب باریک سفوف تیار کر لیں اور چالیس عدد لیموں کے رس میں حسب حالات مندرجہ بالا سفوف حل کر کے چنے کے برابر گولیاں تیار کر کے سایہ میں خشک کریں۔

استعمال: ایک گولی ہمراہ عرق پت پاپڑا یا عرق گلاب یا باسی پانی سے ایک ماہ استعمال کریں۔پھر آتشک کبھی نہ ہو گا۔

نوٹ: پرہیز کریں یا نہ کریں، مگر کمزور مریض کو صرف ایک گولی یا دو گولی سے زیادہ روزانہ مت دیں۔

مقوی بدن

گاجر صاف کر کے وزن اس کا چار سیر ہو تو چار سیر دودھ کڑاہی میں ڈال کر نرم آنچ پر رکھ دو۔جس وقت گاجر گل جائے اور بطور ماوا (کھویا) ہو جائے تو پھر اس میں روغن زرد خالص 4 پاؤ، کھانڈ دیسی ایک سیر، تخم گاجر ½1 پاؤ، زعفران دودھ میں 5 ماشے حل کر کے کھانڈ کی چاشنی

میں ملالیں۔ جب سب یک جان ہوجائیں تو کسی روغنی برتن میں رکھ لیں۔ حسب طاقت 2 تولے سے 6 تولے تک استعمال کرسکتے ہیں۔

چیچک کے داغ دور ہوں

پرانی ہڈی لے کر پانی میں رگڑ کر داغوں پر لگائیں۔ دِن میں تین بار لگانے سے دو ایک ہفتہ میں آرام بلکہ درست ہوجائیں گے۔

جریان کے لیے

تلوں کے پھول ایک تولہ بطور سردائی گھوٹ لو اور اس میں شکر ملا کر پئیں۔ چند روز کے استعمال سے دھانت بند ہوجائے گی۔

کالے بال کانسخہ

روغن ناریل اور ارنڈ کا تیل، دونوں ملا کر سر پر لگادیں۔ رات دِن مسلسل بالوں پر لگا رہنے دیں۔ بال سیاہ ہوجائیں گے۔

باری کا بخار

نسخہ: کرنجوہ، پھٹکڑی بریاں سفید ایک تولہ، ہلیلہ بریاں ایک تولہ، نوشادر، ایک تولہ۔

ترکیب: سب کو خوب کوٹ کر باریک کر کے لیموں کے رس میں کھرل کر کے دانہ نخود کے برابر گولیاں بنالیں۔

خوراک: ایک گولی بخار آنے سے پہلے ہمراہ پانی استعمال کریں۔

دیگر: پھٹکڑی (بریاں) کر کے چھوڑیں۔ بخار ہونے سے پہلے یا ذرا تھم جانے پر اگر قبض ہو تو عرق پودینہ کے ہمراہ تقریباً دو ماشہ کھلا دیں۔ بخار کو آرام ہو۔ اگر قبض نہ ہو تو شربت بنفشہ یا حسب مزاج دیا جائے، آرام ہوگا۔

سدا جوانی کا نسخہ

نسخہ: ناریل مقشر، چھوہارہ، کشمش، دیسی کھانڈ، مغز اخروٹ برابر لے کے سفوف کر کے رکھ چھوڑیں۔ ایک تولہ ہمراہ شیر گائے بوقت صبح استعمال کرنے سے تندرستی قائم رہتی ہے۔

بواسیر کے لیے

نسخہ: سہاگہ 3 تولے، ریوند عصارہ ایک تولہ، رب مولی 8 تولے میں کھرل کر کے گولیاں نخود کے برابر بنا کر استعمال کریں۔

دیگر: سمندر سوکھ 6 ماشے کھانڈ میں ملا کر صبح کے وقت باسی پانی کے ساتھ کھانے سے بواسیر کو آرام ہوگا۔

انگریزی مجربات اور مرکبات

عوام اور خاص طور پر ایسے اطباء میں (جو فن طب کی بلندیوں سے واقف نہیں ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے ایسے دوافروش اور عطائی جو رفتہ رفتہ اپنے آپ کو طبیب بلکہ حکیم سمجھنے لگ گئے ہیں) ایسا خیال عام ہو رہا ہے کہ انگریزی مجربات و مرکبات اور دیگر ادویات خاص طور پر انجکشن کی شکل میں بے حد مفید زود اثر اور اکسیر و تریاق کا اثر رکھتی ہیں۔ یہ خیال اس قدر حقیقت سے دور ہے جس قدر کہ ان ادویات کا مفید اور زود اثر ہونا۔ اس مسلمہ حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دُنیا کی کوئی دوا اس وقت تک اپنے مفید اور صحت مند اثرات پیدا نہیں کر سکتی جب تک وہ صحیح ضرورت اور مرض کے لیے استعمال نہ کی جائے۔ بغیر ضرورت اور غلط مرض کے لیے کوئی اگر سونا چاندی، عنبر اور کستوری بھی استعمال کرے کبھی صحت بخش اور مفید اثر نہیں کرے گی بلکہ سخت نقصان رساں ہوگی۔ البتہ ایک قسم کی ایسی ادویات ضرور ہیں جو ہر حالت میں مرض کی تکلیف کو روکتی ہیں اور اس پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ وہ ہیں مخدر اور نشہ آور دوائیں۔ جیسے افیون اور اس کے مرکبات، جیسے مارفیا، کوکین، بھنگ، دھتورہ، اجوائن خراسانی اور شراب وغیرہ اور ان کے دیگر مرکبات جو فرنگی طب (ڈاکٹری) میں شب و روز اس کثرت سے استعمال ہوتے ہیں کہ عوام اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

روزانہ کے امراض میں نزلہ زکام ہو یا کھانسی بخار، پیٹ درد ہو یا سردرد، شاید ہی ڈاکٹروں کا کوئی نسخہ ہو جس میں مخدرات اور مسکنات استعمال نہ کیے جاتے ہوں۔ روزانہ استعمال کی دوا ٹنکچر کمفر کمپونڈ، کلورین اور کمفر ڈین تینوں مارفیا کے مرکبات ہیں اور یہ ہر شخص کو بغیر تخصیص کے انگریزی دوافروش سے مل جاتی ہے اور ان سے مرض روقتی طور پر فوراً رک جاتا ہے۔ لوگ ان کو جادو اثر کہتے ہیں اور مارفیا کے ٹیکے اور بھی زیادہ جادو اثر اور تیزی سے مریض کو بے حس کر کے نیند اور نشے میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اکثر مریض سو جاتا ہے تو یہی کہتا ہے کہ مریض کو آرام پہنچ گیا ہے اور وہ سکھ کی نیند سو رہا ہے۔ لیکن نشہ اُتر جانے کے بعد مریض کو پھر وہی حالت ہو جاتی ہے۔ اس طرح مریضوں کو اکثر نیند آور ادویات روزانہ استعمال کرائی جاتی ہیں جن میں برومائیڈ کلورل ہائیڈریٹ اور ہائیوسائمس اور ان کے مرکبات استعمال کرائے جاتے ہیں، جو چند دنوں میں مریضوں کی صحت اور بھی خراب کر کے ان کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے ہیں۔ دمہ کا دورہ ہو یا کھانسی وغیرہ تو فوراً بیلاڈونا اور دھتورہ اور اس کے مرکبات استعمال کر دیئے جاتے ہیں۔ بلکہ دھتورے کے سگریٹ بھی تیار ملتے ہیں جن سے وقتی طور پر دورہ روک دیا جاتا ہے۔

مخدر و غشی اور مسکنات سے علاج کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اس لیے ہمارے دوافروش اور عطائی بھی انگریزی ادویات کو دھڑا دھڑ استعمال کر رہے ہیں، لیکن جہاں تک مریض کے صحیح علاج کا تعلق ہے، انگریزی طریق علاج بہت مشکل بات ہے۔ اور ہر ڈاکٹر کا کام نہیں ہے۔ بلکہ عطائی اور دوافروش بلکہ کمپوڈر کی کیا مجال ہے کہ صحیح علاج کر سکے۔ یعنی جب تک خون و بلغم اور پیشاب و پاخانہ کا باقاعدہ معائنہ کر کے خون کے کیمیاوی اثرات اور جراثیم کا صحیح تعین نہ کیا جائے اس وقت تک یہ علاج ممکن نہیں اور اس طرح کا صحیح علاج کرنے کے بعد بھی شفا و صحت یقینی شے نہیں۔ یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے ڈاکٹر اور میڈیکل کالجوں کے پروفیسر اپنے طریق علاج ادویات کی شفا بخشی پر متعین نہیں۔ اس لیے شب و روز نئے نئے طریق علاج اور یقینی ادویات کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں کے گھٹیا ڈاکٹر اور کمپوڈر، عطائی اور دوافروش شرطیہ علاج کرتے ہیں اور بڑے بڑے دعوے باندھتے ہیں۔ یہ دعوے صرف غشی ادویات اور مخدرات کے

زور پر کئے جاتے ہیں۔ اکثر ایسے عطائی (کوئیک) قسم کے ڈاکٹروں، کمپوڈروں، دوافروشوں اور عطاروں کے نسخے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، اس میں سو فیصدی منشیات و مخدرات پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک ہی نسخہ میں مارفیا، کوکین، کینیبس انڈیکا، ہائیوسائمس، بروما ئیڈ اور کلورل ہائیڈریٹ وغیرہ یا کوئی ایک منشی دوا اس قدر زیادہ مقدار میں استعمال کر دی جاتی ہے کہ صرف ایک خوراک پی لینے سے مریض کے ہوش و حواس درست نہیں رہتے یا سو جاتا ہے یا گرتا پڑتا ہے۔ وہ اپنے مرض سے غافل ہو جاتا ہے۔ مگر عطائی صاحب فخر کرتے ہیں کہ دیکھا، ہماری دوا کی کرامت ایک ہی خوراک سے مرض کافور ہو گیا۔

یہ حقیقت ہے کہ منشی اور مخدر ادویہ کی معمولی خوراک بھی دے دی جائے تو مرض رُک جاتا ہے۔ کجا اس قدر بڑی اور شدید خوراکیں تو مرض کے ساتھ مریض کو بھی ختم کر دیتی ہیں۔ یقین جانئے کہ مارفین کی بڑی مقدار کے انجکشن نے بے شمار مریضوں کو اتنی فرصت نہیں دی کہ وصیت کر سکیں۔ اس قسم کی شفا بخشی سے کون انکار کر سکتا ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس طریق علاج کا نام صحیح علاج ہے یا بیمار کو رفتہ رفتہ ختم کر دینا ہے۔

بالکل انگریزی علاج اور ادویات کی دیکھا دیکھی بعض اطباء جو اپنے فن پر پوری طرح حاوی نہیں ہیں۔ اگر حاوی بھی ہیں تو طلب زر کی خاطر اپنے مجربات اور مرکبات میں منشی اور مخدر ادویات کا بکثرت استعمال شروع کر دیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس طرح اس کی پریکٹس چمک اٹھی ہے، مگر کیا یہ صحیح فن ہے؟ یا اس کو فن طب کی خدمت کہا جا سکتا ہے؟ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ہر دوا میں افیون، بھنگ، دھتورہ، اجوائن خراسانی پھر ان مجربات اور مرکبات کے نام کیسے خوبصورت رکھتے ہیں فلک شیر، حب شفاء، برشعشاء اور حب نشاط وغیرہ۔

ایسے زر پرست اطباء میں سے جنہوں نے منشیات اور مخدرات کا کثرت سے استعمال کیا ہے، ان میں شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی پیش پیش ہیں۔ جب کسی صاحب کو میرے بیان میں مبالغہ معلوم ہو وہ ان کی کتب جن میں مجربات فروشی کی تلقین کی گئی ہے اٹھا کر دیکھ لیں۔ ایک نہیں متعدد کتب مجربات فروشی پر لکھی گئی ہیں جن میں صرف طبی مخدرات و منشیات کا استعمال نہیں کیا گیا بلکہ انگریزی منشی و مخدر ادویات کو بھی کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔

جو لوگ فن طب میں بڑا بننا اور لیڈر بننا چاہیں اور وہی فن طب کے شعور یا غیر شعور کو تباہ کرنے لگیں تو پھر کہنا پڑے گا کہ **کفر چوں از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی**۔ یہ لوگ جس طرح بھی عوام اور اطباء کے سامنے نمونے بنیں گے یا ان کو ایسا کرنے کی تلقین کریں گے، عوام اطباء استادان فن تو ہوتے نہیں، وہ بالکل ویسا بلکہ زیادہ سے زیادہ اس پر عمل کریں گے۔

کیا حکیم قرشی صاحب یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ انہوں نے مجربات فروشی نہیں کی اور اپنی کتب اور رسالہ میں انگریزی ادویہ کے استعمال کی تلقین نہیں کی؟ کیا انہوں نے اپنی کتب میں منشیات اور مخدرات سے تیار ہونے والے نسخہ جات کو لکھ کر عوام اور اطباء کو نہیں اکسایا؟ اگر یہ سب کچھ صحیح ہے، اور درحقیقت صحیح ہے، ہم ان کے متعلق چیلنج کرتے ہیں تو پھر فرمائیں وہ لیڈر ہونے اور فن میں اصلاح و تجدید کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں؟؟؟

حقیقت یہ ہے کہ شفاالملک حکیم محمد حسن قرشی صدر رجسٹریشن بورڈ جیسے ہی لوگ ہیں جنہوں نے فن کو تباہ کیا ہے نہ طب کا علم نہ ڈاکٹری سے واقفیت، طلب زر اور شہرت کی خاطر مجربات فروشی اور انگریزی ادویہ کے استعمال کی تلقین کی گئی ہے اور ظاہر کیا گیا ہے کہ انگریزی مجربات کا طب میں کوئی جواب نہیں ہے، عوام اور اطباء نے دن رات یہی سلسلہ شروع کر دیا اور عام لوگوں تک میں انگریزی ادویات رواج پا گئیں اور فن برباد ہو گیا۔

کتب اور رسائل

محقق ومصنف: حکیم انقلاب المعالج صابر ملتانی (داعی تحریک تجدید طب رجسٹرڈ پاکستان)

ہماری کتب اور رسائل اپنے اندر تین خوبیاں رکھتے ہیں:

اوّل: یہ کتب اور رسائل تجدید طب واحیائے فن اور اصلاح علم وعلاج ادویہ کے لیے لکھی گئی ہیں، ان کا مقصد تجارت نہیں ہے بلکہ ایک مقصد کی تکمیل ہے۔

دوم: یہ کتب اور رسائل تحقیقات میں جو علم وفن طب اور علاج معالجہ کی حیثیت پر مبنی ہیں، ان میں تنقید وتبصرہ کے بعد ان امور پر روشنی ڈالی گئی ہے، جن سے علم طب فنا ہورہا تھا اور ان حقائق کو پیش کیا گیا ہے جن سے علم وفن میں تجدید اور اصلاح کی صورتیں پیدا ہوسکتی ہیں۔

سوم: ان کتب ورسائل میں فرنگی طب کے غلط نظریات اور گمراہ کن اصول علاج کو پیش کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ فرنگی طریقہ علاج نہ صرف غلط ہے بلکہ یہ اصول ونظریات گمراہ کن ہیں۔ گویا ہماری تحقیقات طبی دُنیا میں انقلاب ہیں جو تیزی سے پھیل رہا ہے۔

ان تینوں خوبیوں کے ساتھ ہم نے ہر کتاب ورسالہ کے ہمراہ ایک چیلنج بھی پیش کیا ہے کہ اگر ان کتب ورسائل میں گزشتہ ہزاروں برس سے، جب فن علاج کی ابتداء ہوئی تھی اس وقت سے لے کر آج تک، جب ماڈرن سائنس کا دور ہے، کسی ملک اور کسی زبان میں پیش کئے گئے ہوں تو ہم چیلنج کی رقم پیش کردیں گے اور یہ چیلنج دس ہزار تک ہے۔ فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) مبادیات طب: زروجواہر میں تولنے والی کتاب ہے، گزشتہ سات سالوں میں فن طب کو ذہن نشین کرانے کے لیے ایسی کوئی کتاب کسی طریق علاج میں لکھی گئی ہو تو ثابت کرنے والے کو ہم پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مبادیات طب کے ذہن نشین کرانے کے ساتھ ایلوپیتھی کے ان حملوں کا منہ توڑ جواب دیا ہے جو انہوں نے طب یونانی پر کئے ہیں۔ اس کتاب کے بعد طب یونانی کو سمجھنے کے لیے کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۲) تحقیقات تپدق و سل: یہ دوسرا ایڈیشن ہے، اس میں دق اور سل پر ایسی تحقیقات پیش کی گئی ہیں، جن سے فرنگی طب ناواقف ہے اور ساتھ ہی اس کا صحیح علاج پیش کیا گیا ہے جو صرف ایک ٹیکے میں تیار ہوتا ہے۔ ساتھ شرط ہے کہ اگر اس نسخہ سے آرام نہ ہو تو مبلغ ایک سو روپیہ پیش کرتے ہیں۔

(۳) تحقیقات نزلہ و زکام: نزلہ وزکام پر یہ بے نظیر اور علمی تحقیقات ہے جس سے دُنیائے طب ناواقف ہے اور فرنگی طریقہ علاج کو غلط ثابت کیا گیا ہے، جس کے ساتھ نزلہ وزکام کی حقیقت اس کی تاریخ وسعت تشخیص وتقسیم اور علاج وادویات کو عام فہم انداز میں سمجھایا گیا ہے۔

(۴) **تحقیقات نزلہ و زکام وبائی**: فرنگی طب کو ناز ہے کہ اس نے وبائی امراض کو صحیح طریقہ پر سمجھا ہے، لیکن ہم نے اس بے نظیر تحقیقات میں نہ صرف دعویٰ کیا ہے کہ فرنگی طب وبائی امراض سے ناواقف ہے بلکہ صحیح طور پر وبائی امراض کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ ساتھ ہی نزلہ وزکام وبائی کی حقیقت اس کی تاریخی وسعت تشخیص وتقسیم وعلاج ادویہ کو عام فہم انداز میں ذہن نشین کرایا ہے۔

(۵) **تحقیقات اعادہ شباب**: بے نظیر تحقیقات اور علمی معلومات جس میں اعادہ شباب کی اہمیت وحقیقت اس کی تاریخی وسعت اس وقت تک کے تمام فرنگی طب اور ماڈرن سائنس پر تبصرہ وتنقید اور فرنگی غلط فہمی اور گمراہی کو واضح کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اعادہ شباب کے مطابق علاج اور ادویات پیش کی گئی ہیں۔

(۶) **تپدق اور خوراک**: اس رسالہ میں غذا برائے تپدق وسل پر بحث کی گئی ہے۔ اپنی تحقیقات اور علمی معلومات سے ثابت کیا گیا ہے کہ فرنگی علم الغذا ناقص وغلط ہے، اس میں امریکہ کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اس کا علم غذا ہم سے بہتر ہو تو ثابت کرنے پر پانچ ہزار روپیہ پیش کر دیا جائے گا۔ امریکہ اب تک اس کا جواب نہیں دے سکا۔

(۷) **تحقیقات حمیات (بخار)**: یہ طبی دُنیا میں انقلاب اور فرنگی طب کو زبردست چیلنج ہے، ایسی بے نظیر تحقیقات اور علمی کتاب ہے جس کا جواب ماڈرن سائنس پیش نہیں کر سکتی۔ جس میں فرنگی طب کے تمام نظریات اور اصولوں کو غلط اور گمراہ کن ثابت کرنے کے بعد بخاروں کی صحیح اہمیت وماہیت وتقسیم اور علاج وادویات پر ایسی محققانہ اور مدلل روشنی ڈالی گئی ہے کہ ان سے طبی دُنیا بے خبر ہے۔

(۸) **ملیریا کوئی بخار نہیں**: طبی دُنیا میں تہلکہ...... فرنگی طب کو چیلنج...... ایسی بے نظیر علمی کتاب جس کا جواب فرنگی طب اور ماڈرن سائنس پیش نہیں کر سکتی۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے اور نہ ہی کونین موسمی اور وبائی بخاروں کا علاج ہے۔ یہ صرف فرنگی طب کا تجارتی پروپیگنڈا اور سامراجیت کو قائم رکھنا مقصود ہے۔ اس کتاب میں انتہائی تحقیقات کے ساتھ حقائق وتاریخ اور تنقید وتبصرہ کیا ہے۔ جس کے ساتھ ہمارا چیلنج بھی شریک ہے۔

(۹) **جنگ رجسٹریشن**: طبی دُنیا میں انقلاب۔ اس کتاب میں فرنگی طب (ڈاکٹری) اور فرنگی ذہن کو چیلنج کیا گیا ہے۔ طبی رجسٹریشن کا صحیح اور آخری حل اور طریق جنگ، حکومت کی طرف سے سرپرستی کا تنظیمی طریق کار، طبی رجسٹریشن کی مختصر تاریخ۔ طبی رجسٹرین کے خوف و ہراس کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ اور اندھی، طبی سیاست اور غلط قیادت کی صحیح نشان دہی کو بڑے دعویٰ اور جرأت کے ساتھ خاص انداز سے پیش کیا گیا ہے۔

(۱۰) **تحقیقات فارماکوپیا**: ایک ایسی بے نظیر تحقیقاتی اور علمی کتاب جس کا جواب سائنسی دُنیا پیش نہیں کر سکتی۔ گویا طبی دُنیا میں یہ ایک بہت بڑا انقلاب ہے۔ دراصل یہ کتاب فرنگی طب کو زبردست چیلنج ہے۔ اس میں فارماکوپیا پر تحقیقات پیش کی گئی ہیں، جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ طب قدیم میں فارماکوپیا صحیح اور فطری قوانین کے مطابق ہے جس کو نظریہ مفرد اعضاء کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس فرنگی فارماکوپیا غلط اور قوانین فطرت کے مطابق نہیں ہے۔ اس کتاب میں جو مجربات پیش کئے گئے ہیں ان کا مقابلہ فرنگی طب نہیں کر سکتی۔ اس میں تجدید طب پاکستان کا راز ہے۔

(۱۱) **تحقیقات الامراض والعلامات اور مختصر علاج**: یہ ایک ایسی بے نظیر تحقیقاتی اور علمی کتاب ہے جس کا جواب سائنسی دُنیا پیش نہیں کر سکتی۔ یہ طبی دُنیا میں ایک بہت بڑا انقلاب ہے اور فرنگی طب کو زبردست چیلنج ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ فرنگی تحقیقات اسباب وعلامات اور امراض بالکل غلط ہیں۔ ان کی مدد سے نہ صحیح تشخیص ہو سکتی ہے اور نہ درست علاج ہو سکتا ہے۔ خاص طور پر

پیدائش امراض کے لیے نظریہ جراثیم بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

(۱۲) **تحقیقات علاج بالغذا:** علم الغذا کی بنیادوں پر مفرد اعضاء (ٹشوز) کے تحت دُنیائے طب میں یہ ایک ایسی اوّلین تحقیقاتی کتاب ہے جس کا جواب ماڈرن سائنس پیش نہیں کرسکتی۔ یہ کتاب فرنگی طب کے لیے ایک زبردست چیلنج ہے۔

(۱۳) **فرنگی طب غیر علمی اور غلط ہے:** فرنگی طب کا غلبہ اور اثر جو دُنیا میں پھیل گیا ہے اور یہ یقین کرلیا گیا ہے کہ وہ سائنسی (علمی) طریق علاج ہے اور اس کے مقابلہ میں طب قدیم کے متعلق یقین کرلیا گیا ہے کہ وہ غیر سائنسی (غیر علمی) طریق علاج ہے، اور یہ زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ یہ بے نظیر تحقیقاتی اور علمی کتاب اس غلط یقین کا جواب ہے۔ گویا طبی دُنیا میں یہ ایک بہت بڑا انقلاب ہے۔ دراصل یہ کتاب فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کے لیے ایک زبردست چیلنج ہے۔ ہماری اس کتاب کو غلط ثابت کرنے والے کے لیے ہم نے دس ہزار روپے کی پیش کش کی ہے۔

⑫

تحقیقات و علاج جنسی امراض

فہرست عنوانات

معنون

اپنی اس علمی تحقیق کو اپنے عزیز ساتھی جناب حکیم سید صادق حسین شاہ صاحب چک نمبر ۴۵۲ گ ب (رح) کے نام موسوم کرتا ہوں۔ آپ نظریہ مفرد اعضاء کو سمجھنے اور اس کے تحت معالجہ پر عبور حاصل کرنے کے لیے اکثر لاہور آتے رہے۔ آپ تحریک تجدید طب کے ابتدائی ساتھیوں میں سے ہیں۔ انہوں نے علاقہ کے صاحب علم اور اہل فن اطباء کو اپنے حلقہ تجدید طب میں شریک کر لیا ہے۔ بلکہ گرد ونواح کے حکماء اور معالجین کو بھی اس نظریہ سے پورے طور پر آگاہ کر دیا ہے۔ آپ عوام میں اس طریق علاج کی خوبیاں اور خصوصیات پیش کر کے اس کا شوق پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وفن میں برکت بخشے۔

مخلص

صابر ملتانی

15/اکتوبر 1969ء

اٹھارھواں چیلنج جو خاص اہمیت رکھتا ہے

اس سے قبل ہم ہر چیلنج کے ساتھ ہزاروں روپے کا انعام پیش کرتے تھے۔ وہ سلسلہ ختم کر کے ایک نیا چیلنج شروع کر رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ علوم وفنون میں حقیقت و ماہیت جنسی امراض کو ذہن نشین کرانے اور نظریہ مفرد اعضاء (ٹشوز) کے تحت عام فہم تحقیقاتی انداز میں ایسی کوئی کتاب پیش کی گئی ہو یا اس سے بہتر یا اس کے برابر کوئی اور نظریہ واصول اور قانون ہوسکتا ہے تو یہ ثابت کرنے پر ہم اپنا کام ختم کر دیں گے اور ان کی تحقیق وتجدید اور احیاء و اصلاح علم وفن اپنا یقین وعمل بنالیں گے۔ انشاء اللہ میرے ساتھی وممبران اور ساری جماعت شریک ہوگی۔ اگر ایسی کوئی صورت نہیں ہے تو فوراً اس تحریک میں شریک ہو کر خود بھی فائدہ اٹھائیں اور ملک وقوم اور فن کی خدمت بھی کریں۔ اسی میں عظمت ہے۔

مخلص

صابر ملتانی

15/ اکتوبر 1969ء

پیش لفظ

قانون حیات

خداوند کریم نے یہ کائنات پیدا کر کے اس میں زندگی پیدا کر دی ہے۔ اور اس زندگی کو قانون کے تحت کر دیا ہے۔ زندگی کے جس قدر بھی شعبے ہیں وہ تمام قوانین کے تحت عمل کرتے ہیں۔ ان میں پیدائش زندگی سے لے کر اختتام زندگی تک جن میں بھوک پر ضرورت کے مطابق کھانا پینا، گرمی سردی اور اخلاقی تہذیب کے مطابق لباس پہننا، بارش وطوفان اور دیگر خطرات کے تحت مکان میں رہنا، بیماری میں علاج کرانا، کائنات اور زندگی کو سمجھنے وترقی وکمال حاصل کرنے اور خالق کائنات وزندگی کو ذہن نشین کرنے کے لیے علم وحکمت حاصل کرنا اور اس زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے جدوجہد کام دھندا کرنا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جو لوگ اپنے اعمال کو صالح طریق پر قانون حیات کے تحت رکھتے ہیں، وہ نہ صرف خوش گوار زندگی گزارتے ہیں بلکہ زندگی کا کمال حاصل کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی دنیا میں باکمال شمار ہوتے ہیں۔

قانون پیدائش

قوانین حیات کا پہلا قانون پیدائش زندگی ہے۔ یہ ایک انتہائی اہم قانون ہے۔ اسی قانون کے تحت جمادات ونباتات اور حیوانات کی زندگیاں نمودار ہوئی ہیں اور اس قانون زندگی کا کمال انسانی زندگی ہے۔ جس کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کی تائید کی ہے: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾۔ مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو طریق اور عمل پیدائش کی طرف کبھی غور نہیں کرتے۔ قانون پیدائش کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صحیح پیدائش اور اس کی صالح تربیت کے بعد زندگی اپنا وقت عمدہ طریق پر نہ صرف گزار سکتی ہے بلکہ اپنے کمال تک پہنچ سکتی ہے اور جو زندگیاں اپنے کمال تک نہیں پہنچ پاتیں، وہ قانون پیدائش اور تربیت صالح سے ناواقف ہوتی ہیں۔ جاننا چاہیے کہ اگر قانون حیات بقائے حیات ہے تو قانون پیدائش نسل سے ہے۔

قانون بقائے نسل

قانون پیدائش نسل میں ایک صورت بقائے نسل بھی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں جس قدر مخلوق پیدا کی گئی ہے، اس کی بقاء اور تسلسل قائم رہے۔ اس لیے نباتات وحیوانات اور انسان میں توالد وتناسل کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ جمادات وادنیٰ نباتات اور ادنیٰ حیوانات میں صرف اسی مادہ میں رکھ دیا گیا ہے جس سے اس میں نشوونما ہو کر توالد وتناسل اور بقا وتسلسل کی صورتیں قائم رہتی ہیں۔ لیکن اعلیٰ نباتات، اعلیٰ حیوانات اور انسان میں یہ سلسلہ مذکر ومؤنث کے باہم ارتباط واتحاد اور اجتماع سے عمل میں آتا ہے۔ اس لیے دونوں میں ایک قسم کی کشش اور شوق پیدا کر دیا گیا ہے جس سے ان میں ایک طرف اپنی ذات میں طلب اور دوسری طرف مقابل ذات میں کھچاؤ کے اثرات پیدا کر دیئے گئے ہیں، تاکہ ضرورت کے مطابق مذکر ومؤنث کا باہم ملاپ اور شرکت ہو سکے، جس کے نتیجہ میں توالد وتناسل اور بقاء وتسلسل کی صورت قائم رہتی ہے۔ اس طرح قانون بقائے نسل کام کرتا رہتا ہے۔

قانون توالد و تناسل

جمادات ونباتات اور حیوانات کا قانون توالد و تناسل ان کے احساس اور شعور کے ماتحت ہے۔ یہاں شعور کے معنی نفسیاتی اصطلاح ''غیر شعور'' ہے۔ اسی احساس و غیر شعور کے تحت مقررہ وقت و مقرر اصول اور مفرد قانون کے تحت توالد و تناسل قائم رہتا ہے، جس سے قانون حیات اور بقائے نسل قائم رہتا ہے۔ لیکن انسان میں چونکہ غیر شعور اور احساس کے تحت الشعور و شعور، نطق و ضمیر، ادراک و وجدان اور افہام و تفہیم پائے جاتے ہیں اس لئے اس پر معاشرہ و معاشیات اور ثقافت و اخلاق کی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ پابندیاں تین صورتوں میں قائم رہتی ہیں: (۱) مذہبی پابندیاں جن کے خلاف کرنے سے گناہ عائد ہو جاتا ہے۔ (۲) حکومت کی پابندیاں جن کے خلاف کرنے سے جرم و سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (۳) معاشرہ کی پابندیاں جن کے خلاف کرنے سے اخلاق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اس طرح قوم و ملک میں معاشرہ و معاشیات اور ثقافت اخلاق کی قدریں بگڑ جاتی ہیں۔ اس لیے مذہب و حکومت اور معاشرہ نے ایمان و قانون اور اخلاق کی اقدار مقرر کر رکھی ہیں، جن کے بغیر انسان توالد و تناسل کی زندگی نہیں گزار سکتا۔ ان پابندیوں کے خلاف توالد و تناسل کا سلسلہ قائم رکھنے والوں کو گناہگار، مجرم اور ذلیل خیال کیا جاتا ہے۔ اسی لیے مجرد انسان کو معاشرہ میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ان میں جنسی ناقابل اور جنسی باغی دونوں شامل ہیں جن کی وجوہات ہیں: (۱) مجرد لوگ قابل اعتبار نہیں سمجھے جاتے۔ (۲) مجرد لوگوں میں صحیح انسانیت اور ذہنیت کا فقدان تصور کیا جاتا ہے۔ (۳) آئندہ اس کی نسل قائم نہیں رہتی۔ (۴) اس کی دولت اور آمدنی اس کی ذات کے سوائے دوسروں پر خرچ نہیں ہوتی۔ گویا وہ معاشرہ کے لئے بے سود انسان ہے۔ (۵) سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر انسان صحیح جنسی زندگی اختیار نہ کرے تو اس کا جسمانی و ذہنی اور روحانی نشو و ارتقاء مکمل نہیں ہوتا جس سے وہ جسمانی طور پر نہ غیر معمولی انسان بن سکتا ہے اور ذہنی طور پر غیر معمولی حساس آدمی بن سکتا ہے اور نہ ہی روحانی طور پر غیر معمولی خود شناس بشر بن سکتا ہے۔ اس لیے اسلام نے افراط و تفریط دونوں صورتوں میں پابندی لگا دی ہے۔

اسلام نے انسان میں متاہل اور ازدواجی زندگی کے لئے ذوق وشوق پیدا کیا ہے تاکہ انسان کی ضرورت و قیام صحت کے ساتھ ساتھ توالد و تناسل قائم رہے۔ اس سلسلہ میں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ دین للناس حب الشهوات من النساء والبنین ﴾

''مردوں کو عورتوں اور اولاد کی محبت سے زینت ہے''۔

پھر عقد کے لئے پسند کو ضروری قرار دیتے ہوئے تعداد کی پابندی لگا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة ﴾

''پس عورتوں میں سے نکاح کرو جس کو تم پسند کرو۔ وہ دو، دو- تین، تین اور چار، چار۔ اگر خوف ہو کہ تم عدل نہیں کر سکو گے تو ایک ہی کرو''۔

اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

« تناکحوا تناسلوا فانی اباهي بکم یوم القیامة ».

''نکاح کرو اور اولاد پیدا کرو، میں تمہیں افزائش نسل سے قیامت کے دن اور امتوں پر فخر کروں گا''۔

منشائے الٰہی اور ہدایت نبوی میں جنسی ضرورت کے لئے ایک سے چار تک کی وسعت دی گئی ہے، بلکہ بے حساب باندیوں کی بھی اجازت ہے۔ لیکن اس تعاون میں نیکی اور خوف خدا کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ گناہ اور حد سے بڑھ جانے کو منع کیا ہے۔ اس وسعت کا مقصد

یہ ہے کہ انسانی تخم اپنے صحیح اور جائز مقام پر گرے اور جگہ جگہ ناجائز حرامی بچے پیدا نہ کیے جائیں۔ اگر ایسا کرنے والے کے لیے سخت گناہ کے ساتھ اس دنیا میں بھی خوفناک سزائیں مقرر کردی گئی ہیں، یعنی مجرم اگر غیر شادی شدہ ہے تو اس کو کوڑے لگائے جائیں اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کر دیا جائے تاکہ معاشرہ میں گندے عناصر کو ختم کر دیا جائے۔ کیونکہ حرامی بچے نفسیاتی اور وراثتی اثرات کے تحت جنسی بھوک کے مریض ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے آئندہ یہ مرض وبائی جراثیم کی طرح بڑھتا اور پھیلتا ہے جو معاشرہ کے لیے تباہی کا باعث بنتا ہے۔

مکمل انسان

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مذہب، حکومت اور معاشرہ ہو جس نے جنسی ضرورت پر پابندی نہ لگائی ہو۔ ان پابندیوں کا مقصد ایک طرف انفرادی طور پر شخص کی جسمانی و ذہنی اور روحانی زندگی میں تقویت پیدا ہوتی ہے تو دوسری طرف معاشرہ میں تعمیر پیدا ہوتی ہے۔ جس معاشرہ میں جنسی فعل کو ضرورت کے بجائے خواہش کے تحت پورا کیا جائے چاہے وہ جائز صورت میں بھی ہو تو امراض کا باعث ہوتا ہے اور وہ لوگ جو عورت کے تعاون کے بغیر جنسی خواہشات کو پورا کرتے ہیں جیسے جلق و اغلام اور دیگر ذرائع حیوانی وغیرہ، ایسے لوگ رفتہ رفتہ مقام انسانیت سے گر جاتے ہیں اور معاشرہ کے لیے تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ انہی اثرات کے تحت یہ کتاب لکھی گئی ہے، جن لوگوں میں جنسی امراض اور خرابیاں پیدا ہوگئی ہوں، صحیح علاج و معالجہ ہی سے ان کو پھر مقام انسانیت پر قائم کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے جو انسان جنسی فعل کو ضرورت کے مطابق انجام دیں گے، وہ جسمانی و ذہنی اور روحانی طور پر مکمل انسان بن کر معاشرہ کے لیے مفید طاقتور بن سکتے ہیں اور آئندہ ان کی اولاد بھی صحت مند پیدا ہوگی۔ یہ سب کچھ نظریہ مفرد اعضاء کے تحت پیش کیا گیا ہے جو دنیا میں اپنے نظریہ کی پہلی کتاب ہے۔

خادمِ فن

صابر ملتانی

14/اکتوبر 1969ء

مُقدّمہ

اللہ پاک نے اس کائنات کو تخلیق دے کر بے شمار مخلوق اس میں پیدا کر دی ہے۔ اس کا شمار وہ خود جانتا ہے یا اس کا نبی ﷺ حساب کر سکتا ہے۔ البتہ اس تمام مخلوق میں انسان کو باکمال اور مرکزی ہستی بنا کر احسن التقویم کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ شرط لگا دی ہے کہ اگر وہ اپنے ایمان اور عمل صالح پر قائم نہیں تو وہ ذلت کی کھائیوں میں گر جاتا ہے۔ اس لیے یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اشرف المخلوقات اور افضل الحیات ہے۔

انسان کا شرف وفضیلت جو تمام دیگر مخلوق جمادات ونباتات اور حیوانات کے مقابلے میں پایا جاتا ہے، وہ اس کا نطق وضمیر، عقل و شعور، ادراک و وجدان اور افہام وتفہیم ہیں جن سے وہ اپنے ایمان اور عمل صالح کو سمجھتا ہے اور اپنا مقام قائم رکھتا ہے جو انسان اپنے شرف و فضیلت کو نہیں سمجھتا، اس کا ایمان اور عمل صالح قائم نہیں رہ سکتا۔ یعنی جو انسان نطق وضمیر، عقل وشعور، ادراک و وجدان اور افہام وتفہیم سے خالی ہے وہ دیگر مخلوقات سے افضل واشرف نہیں ہے، اس کو پتھر وجھاڑی اور درندہ تصور کیا جا سکتا ہے جو شکل وصورت میں انسان ہے، لیکن انسانی سیرت واوصاف اور خوبیوں سے خالی ہے۔ یہ فوقیت انسان میں دیگر مخلوقات کے مقابلے میں پائی جاتی ہے۔ اگر انسان اپنے حقیقی مقام پر قائم ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی صحیح جبلت پر پیدا ہوا ہے۔ اگر انسان اپنے حقیقی مقام پر قائم ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی صحیح جبلت پر پیدا ہوا ہے جو اس کا صحیح ابتدائی مقام ہے۔

صحیح جبلت انسانی

موالید ثلاثہ (جمادات ونباتات اور حیوانات) میں سے ہر ایک میں ان کی جدا جدا جبلت پائی جاتی ہے۔ یہ ان کی بنیادی فطرت ہوتی ہے جس پر وہ پیدا ہوتے ہیں اور زندگی کم وبیش اس پر گزار دیتے ہیں۔ گویا یہی بنیادی فطرت ان کی زندگی سے فنا تک بنیادی قانون ہوتے ہیں۔ جیسے جمادات اپنے مقام پر پھیلتے اور پھلتے ہیں۔ لیکن اگر ان کو اپنے مقام سے جدا کر دیں تو ان کی ترقی کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پہاڑ اور کان کے اندر اس کے مواد میں نشوو ارتقاء اور تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، جو باہر ممکن نہیں ہیں۔ پانی اپنے اندر برودت رکھتا ہے اور ہمیشہ ڈھلوان کی طرف بہتا ہے ہر درخت اور بوٹی کے پھل کے پھول اور لکڑی کا کوئی بھی ذائقہ ورنگ اور خوشبو ہو وہ اسی زمین و پانی اور ہوا میں پیدا ہوتا ہے اور زندگی گزارتا ہے مگر اپنی جبلت اور بنیادی فطرت کے تحت اپنی خصوصیات قائم رکھتا ہے۔ یہی حالت جانوروں اور درندوں میں قائم ہے۔ ہماری روزانہ زندگی میں چوہا بلی کی میاؤں سن کر اپنی بل کی طرف دوڑتا ہے اور بلی کتے کی آواز سن کر بے چین اور پریشان ہو جاتی ہے اور بھاگ کھڑی ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یہی صورت انسانی جبلت کی بھی ہے۔ جب انسان صحیح جبلت پر پیدا ہوتا ہے تو اس میں منطق وضمیر عقل وشعور، ادراک و وجدان اور افہام وتفہیم کی قوتیں لازماً ہوتی ہیں اور اپنے اپنے وقت پر کام شروع کر دیتی ہیں۔ انہی قویٰ سے انسانی جبلت کا اظہار ہوتا ہے۔ یعنی ایک صالح جبلت انسان جب عقل وشعور میں آتا ہے تو اس زندگی اور کائنات کے منطق احساس وشعور کے بعد اس کا ادراک و وجدان یہ افہام و تفہیم کرتا ہے کہ

① غیب میں کوئی ایسی ہستی ضرور ہے جو اس کائنات اور زندگی کا خالق اور مالک ہے۔
② اس کے دل میں اس ہستی کا خوف ہوتا ہے، اس ہستی کو خوش خوش کرنے کے لیے اس کی عبادت کرتا ہے۔
③ اس کے لئے خرچ کرتا ہے، قربانی کرتا ہے۔
④ اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لیے اس کی طرف سے آئی ہوئی معلومات کو تسلیم کرتا ہے۔
⑤ ان معلومات سے اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ مرنے کے بعد اپنے اعمال نیک و بد کا حساب دینا ہوگا، جس کے لیے جزاوسزا مقرر ہے۔

یہی لوگ ہیں جو صحیح ہدایت پر قائم ہیں، اور ان کی زندگی صحیح بنیادوں پر قائم ہوتی ہے، ایسے لوگوں کا اپنے ربّ العزت پر مکمل ایمان ہوتا ہے۔

انسان کی اس صحیح جبلت کو تقویٰ بھی کہا جا سکتا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ خداوند کریم کا خوف رکھتے ہوئے اس کی مرضی کے خلاف یقین اور عمل سے پرہیز کرنا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خوشی و رضا اور فرمانبرداری کو مدنظر رکھنا۔ یہ ہے انسان کا صحیح مقام جس سے وہ دیگر مخلوقات ثلاثہ سے اشرف وافضل اور برتر خیال کیا جاتا ہے۔

علم وحکمت

مخلوقات ثلاثہ سے برتری حاصل کرنے کے بعد انسان کی منزل ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ اس کی اوّلین منزل ہے۔ اس کے بعد اس کو زندگی اور کائنات کا علم حاصل کرنا اور اس کی حکمت کو ذہن نشین کرنا ہوتا ہے۔ جب وہ علم وحکمت میں کمال حاصل کر لیتا ہے تو اس کو جنات اور ملائکہ پر فوقیت اور تقدم حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی علم وحکمت کے کمال اور تقدس پر بعض انسانوں کو بعضوں پر برتری حاصل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے نبیوں کو انسانوں پر شرف و برتری حاصل ہے۔ چونکہ نبیوں کا علم وحکمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتا ہے اکتسابی نہیں ہوتا۔ اس لیے انسان جدوجہد اور کوشش سے بھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ جیسے موالید ثلاثہ ایک دوسرے کا مقام یا انسان کا مقام حاصل نہیں کر سکتے۔ مسئلہ ارتقاء سے ہی اس مقام کو سمجھا جا سکتا ہے۔

قوت انسانی

ان ارتقائی اور برتری کے مقامات کے بعد انسان کی کامیابی اور ترقی کا ایک مقام اور بھی ہے۔ وہ اس کی قوت کی برتری اور فوقیت ہے جس سے نہ صرف وہ غیر معمولی انسان بن جاتا ہے، بلکہ معاشرہ میں قابل عزت بھی شمار ہونے لگتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ انسان کے اندر تین قسم کی قوتیں پائی جاتی ہیں:
① قوت طبعی جس کا تعلق انسان کے جگر (غدد) کے ساتھ ہوتا ہے۔
② قوت نفسانی جس کا تعلق دماغ (اعصاب) کے ساتھ ہے۔
③ قوت حیوانی جس کا تعلق انسان کے عضلات کے ساتھ ہے۔

چونکہ ان قوتوں کا تعلق جسم و ذہن اور روح کے ساتھ ہے، اس لئے ان کو جسمانی قوت، ذہنی قوت اور روحانی قوت کا نام بھی دیتے ہیں۔ جن لوگوں میں جو قوت زیادہ ہوتی ہے، اس کا اس سے اظہار ہوتا ہے۔ جیسے پہلوان و ذہین اور عارف اپنی اپنی جگہ سب طاقتور ہیں، لیکن جب تینوں قوتیں مل کر کام کرتی ہیں تو ایک اور قوت پیدا ہوتی ہے، جس کو جنسی قوت کہتے ہیں۔ اس کا تعلق بھی انسان کے ساتھ لازم وملزوم

ہے۔ یہی وہ قوت ہے جس سے ایک انسان مرد کہلاتا ہے اور معاشرہ میں عزت پاتا ہے۔ اگر کسی انسان میں قوت مردی نہ ہو تو اس کو نہ صرف نامرد کہتے ہیں بلکہ معاشرہ میں اس کی عزت کا کوئی مقام نہیں۔ ایسا شخص بے شک پہلوان و ذہین اور عارف ہی کیوں نہ ہو لیکن معاشرہ اس کی نامردی کی وجہ سے اس کو کبھی عزت بخش نگاہوں سے نہیں دیکھے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نامرد انسان جس میں جنسی قوت کا فقدان ہو اس میں غیر معمولی خوبیاں ہرگز پیدا نہیں ہوسکتیں۔ نہ ہی پہلوان بن سکتا ہے، نہ ہی ایک ذہین (جینیس) اور نہ ہی صحیح معنوں میں عارف بن سکتا ہے۔ کیونکہ جنسی قوت جن قویٰ سے مل کر بنتی ہے وہ قویٰ کمزور ہوں تو پھر انسان کے جسم و ذہن اور روح میں کیسے ترقی پیدا ہوسکتی ہے۔

بعض لوگ یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ انسان کی قوتوں میں سے ایک یا دو قوتیں کمزور ہوسکتی ہیں، تینوں بیک وقت کمزور نہیں ہوسکتیں۔ یہ بات درست ہے۔ مگر جنسی قوت کی پیدائش بذات خود ایک طاقت ہے جس کا اثر جسم و ذہن اور روح پر ایسا پڑتا ہے کہ اس سے انسانی طاقتیں اُبھرتی ہیں۔ یہ جنسی قوت جب مرد میں نمودار ہوتی ہے تو ظاہرہ جسم میں اس کی داڑھی اور مونچھیں نکل آتی ہیں اور اندرونی طور پر اعضائے تناسل میں غیر معمولی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ساتھ ہی جسم میں منی و جنسی لذت اور جنسی ضرورت کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسی تبدیلیاں ایک عورت میں بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ یعنی اس کی ظاہری تبدیلی میں سینہ اُبھر آتا ہے اور اعضائے تناسل میں غیر معمولی تبدیلیوں کے ساتھ جنسی لذت اور جنسی ضرورت کا احساس ظاہر ہو جاتا ہے۔ جن میں جنسی قوت کا اظہار نہیں ہوتا، ان میں یہ تبدیلیاں بھی ظاہر نہیں ہوتیں۔ جیسے ہیجڑے وغیرہ۔ اس لیے ان میں غیر معمولی جسمانی و ذہنی اور روحانی قوت کیسے پیدا ہوسکتی ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی اولاد نہیں ہوتی اور وہ اولاد کے تحفہ سے محروم رہتے ہیں۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ جنسی قوت ہی ایسی قوت ہے جو تمام دیگر خوبیوں سے افضل ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ انسان کے اندر جسمانی و ذہنی اور روحانی قوتیں جنسی قوت کی مرہون منت ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں میں جتنی زیادہ غیر معمولی قوتیں ظاہر ہوں گی ان کے جنسی جذبات میں اسی قدر شدت ہوگی۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ جس انسان میں اخلاق کا کمال ہے اس میں جنسی جذبہ بھی پورے عروج پر ہوتا ہے اور جب اس کی جنسی قوت ضائع یا خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے، اس کے اخلاق میں کمزوری کے ساتھ ساتھ اس کا شرف اور کمال کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس خرابی کا اثر اس کی اولاد تک منتقل ہو جاتا ہے۔ اس میں ضعف کے ساتھ جسمانی و ذہنی اور روحانی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔

جنسی قوت

انسان میں جنسی قوت اور جنسی جذبات کا سلسلہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب منی بننے کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ خون سے اس کے تناسلی اعضاء بنتے ہیں۔ خون کے متعلق طب کا قانون یہ ہے کہ وہ چار اخلاط سے مرکب ہے جو خون، صفراء، بلغم اور سودا کہلاتے ہیں۔ آیورویدک میں بھی تین دوش: وات، پت، کف اور ایک رکت (خون) تسلیم کرتے ہیں اور ماڈرن میڈیکل سائنس خون کو ایک ہی شے تسلیم کرتی ہے۔ البتہ یہ تصدیق کرتی ہے کہ خون کوئی بارہ چودہ عناصر کا مرکب ہے اور جسم کے جو مختلف اعضاء ہیں وہ سب انہی اجزا سے غذا حاصل کرتے ہیں۔ جسم کے تمام اعضاء کل چار اقسام کے انسجہ (ٹشوز) سے مرکب ہیں۔ جو انسجہ اعضابی، انسجہ عضلاتی، انسجہ قشری اور انسجہ الحاقی کہلاتے ہیں۔ گویا یہ بارہ اقسام کے عناصر صرف چار اقسام کے انسجہ (ٹشوز) کی غذا بنتے ہیں۔ طب بھی یہی حقیقت تسلیم کرتی ہے کہ چونکہ خلاط چار اقسام کے ہوتے ہیں اس لیے اعضائے انسانی کے اقسام بھی چار ہوتے ہیں اور مرکب اعضاء مفرد اعضاء سے بنتے ہیں جو اعصاب، گوشت، غشاء و غدد اور ہڈی و کری اور رباط و اوتار کہلاتے ہیں۔

مفرد اعضاء

ہم نے بیس سالہ تحقیق میں یہ ثابت کیا ہے کہ اخلاط جب مجسم ہوتے ہیں تو وہ مفرد اعضاء بن جاتے ہیں۔ جن کو فرنگی طب ٹشوز (انسجہ) کہتی ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مفرد اعضاء کل چار ہیں۔ اور دوسری طرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ خون ایک خلط نہیں ہے بلکہ چار اخلاط ہیں اور فرنگی طب کے نظریہ ایک غلط ثابت کر دیا گیا ہے جس سے یہ حقیقت ظاہر ہوگئی ہے کہ فرنگی طب جس بنیاد پر قائم ہے وہ بنیاد ہی غلط ہے۔

مفرد اعضاء جو بنیادی اعضاء ہیں اور جن کو انسجہ (ٹشوز) کہتے ہیں، کل چار ہیں۔ گویا تمام جسم انہی چار مفرد اعضاء سے بنا ہوا ہے جس سے ایک مفرد عضو (نسیج) سے بنیاد جسم بنتی ہے جس میں ہڈی وکری اور رباط اوتار بنتے ہیں۔ اس کو بنیادی اعضاء کہتے ہیں جس میں ظاہری طور پر ذاتی حرکت نہیں ہوتی۔ دوسرے مفرد عضو (نسیج) سے دماغ واعصاء بنتے ہیں۔ تیسرے سے دِل وعضلات بنتے ہیں اور چوتھے سے جگر وغدد بنتے ہیں۔ یہ تینوں مفرد اعضاء (انسجہ) حیاتی کہلاتے ہیں۔ انہی کی باقاعدہ حرکت پر زندگی وطاقت اور صحت قائم ہے۔ جب ان کے افعال میں نقص وخرابی واقع ہو جاتی ہے یعنی افراط وتفریط یا ضعف واقع ہو جاتا ہے تو اس حالت کو مرض اور ضعف کہتے ہیں۔

زندگی کی پیدائش

ہر مفرد عضو کا ٹشو اپنی جگہ زندہ ہے بلکہ اس کا ہر ذرّہ زندہ ہے اور وہ اپنی ذات میں قوت پیدا کر رہا ہے (جیسے لاکھوں بیٹریوں کا پلانٹ عمل کر رہا ہو)۔ لیکن جب تک ان تینوں مفرد اعضاء کا باہم تعلق پیدا نہ ہو، انسانی زندگی ظاہر نہیں ہوسکتی۔ جب تک ان کا باہم تعلق رہتا ہے، انسان زندہ رہتا ہے لیکن جب یہ تعلق ٹوٹ جاتا ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ مفرد عضو کچھ مدت تک زندہ رہتے ہیں، پھر چونکہ ان کو غذا میسر نہیں آتی اس لئے وہ رفتہ رفتہ مر جاتے ہیں۔ گویا زندگی ان مفرد اعضاء ٹشوز (انسجہ) کے باہمی تعلق کا نام ہے۔ اسی زندگی ہی سے قوت پیدا ہوتی ہے جو صحت کو قائم رکھتی ہے، بالکل بجلی (الیکٹرسٹی) کی طرح ہے کہ اس کے مثبت ومنفی قطب جب آپس میں ملتے ہیں تو بجلی اور اس کی قوت پیدا ہوتی ہے، اگر ان کو جدا کر دو تو باوجود اس کے کہ ان میں رو دوڑ رہی ہے، مگر وہ تنہا بجلی پیدا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح انسان میں بھی بجلی کے اصولوں پر زندگی وقوت اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

قوت وتقسیم کار

جب تینوں مفرد اعضاء (ٹشوز) کے ملاپ سے زندگی پیدا ہوتی ہے اور اس سے قوت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے، تو وہ قوت مختلف مرکب اعضاء میں اپنا عمل شروع کرتی ہے اور ان کو تحریک دے کر ان کے مقررہ افعال کو جاری کر دیتی ہے۔ مثلاً دل کا حرکت کرنا، سانس کا جاری ہونا، دیکھنا وسننا اور کھانا پینا وغیرہ۔ لیکن یاد رکھیں کہ ان کے افعال میں جو قوت کام کر رہی ہے وہ کوئی ایک تنہا قوت نہیں ہے بلکہ وہ ان تینوں مفرد اعضاء (ٹشوز) کی مرکب قوت ہوتی ہے جو اپنے اپنے مفرد عضو کے تعلق سے وہاں پہنچتی ہے اور ضرورت کے وقت عمل کرتی ہے۔

قوت کے متعلق غلط فہمی

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دل کا حرکت کرنا، سانس کا چلنا، دیکھنا وسننا اور کھانا پینا وغیرہ مفرد اعمال ہیں اور کسی ایک عضو کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ ہر عمل جو جسم میں ہو رہا ہے وہ ایک نظام کے تحت عمل میں آ رہا ہے جس میں تینوں مفرد

اعضاء شریک ہیں۔ مثلاً معدہ جس کو صرف ایک عضو سمجھا جاتا ہے اور اس کے فعل کی تیزی اور سستی کو اس کے امراض خیال کیا جاتا ہے۔ نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہے۔ معدہ بھی تینوں مفرد اعضاء کے ساتھ مرکب ہے، اس میں اعصاب وعضلات اور غدد تینوں مفرد اعضاء ایک نظام کی صورت میں کام کر رہے ہیں۔ معدہ کی خرابی کبھی اعصاب کے افعال سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی عضلات کے افعال سے نقص واقع ہو جاتا ہے اور کبھی غدد کے افعال میں بے قاعدگی ہو جاتی ہے۔ اس لیے علاج میں بھی جو مفرد عضو خراب ہو اس کا علاج کرنا چاہئے۔ صرف ہاضم ادویہ ومقویات معدہ اور مسہل وملین وغیرہ کے استعمال سے معدہ درست نہیں ہو سکتا۔ یہی صورت باقی مرکب اعضاء کی بھی ہے، بلکہ مفرد اعضاء جو ظاہرہ طور پر خود مختار ہیں اور اپنی ذاتی قوت وحرکت سے کام انجام دے رہے ہیں، جیسے دل ودماغ اور جگر بھی اس نظام کے بغیر نہ قوت وحرکت پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے افعال جاری رکھ سکتے ہیں۔ ان کے اوپر بھی دو پردے دیگر مفرد اعضاء (ٹشوز) کے لگے ہوتے ہیں۔ یعنی دماغ پر دل و جگر کے پردے، دل پر دماغ وجگر کے پردے، تاکہ ان کا تعلق قائم رہے اور زندگی وقوت پیدا ہوتی رہے۔ یہی صورت جنسی قوت اور جنسی جذبات کی بھی ہے۔

جنسی قوت

جنسی جذبات منی کی پیدائش کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ منی جنسی اعضاء کے افعال کا نتیجہ ہے اور جنسی افعال اس وقت کام کرتے ہیں جب جنسی قوت پیدا ہوتی ہے۔ جنسی قوت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اعضائے تناسلی کے تینوں مفرد اعضاء (انسجہ-ٹشوز) مل کر اکٹھے اپنا کام شروع کرتے ہیں۔ اسی کا نام مردمی ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی اپنا فعل انجام نہ دے تو یقیناً نامردی شمار ہوگا۔ اگر کوئی مفرد عضو کمزور ہو گا تو ضعف مردمی میں شمار ہوگا۔ یہ مفرد اعضاء اعصابی انسجہ، غدی انسجہ اور عضلاتی انسجہ ہیں۔

جنسی نظام

چونکہ انسانی جذبات غیر شعوری تحریکات ہیں، اس لیے جنسی جذبات بھی غیر شعوری تحریک سے پیدا ہوتے ہیں۔ جذبہ لذت اعصابی غدی تحریک ہے، جس سے اعصاب خصوصاً جنسی اعصاب کے فعل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے جس کے ساتھ ہی غدد خصوصاً خصیوں میں دوران خون تیز ہو جاتا ہے اور عضلات خصوصاً جنسی عضلات پر دباؤ اور تناؤ بڑھتا ہے اور بھرتا جاتا ہے۔ حالت انتشار پیدا ہو جاتی ہے جس سے خصیوں میں منی کی پیدائش شروع ہو جاتی ہے اور منی کے دباؤ سے انزال (اخراج منی) کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔

یاد رکھیں کہ جس مفرد عضو کا فعل تیز ہوگا اس کا عمل شدید ہوگا۔ یعنی اگر اعصاب میں تیزی ہوگی تو لذت اور جذبات میں شدت ہوگی۔ اگر غدد میں تیزی ہوگی تو منی کی پیدائش اور اس کے دباؤ میں شدت ہوگی۔ اور اگر عضلات میں تیزی ہوگی تو انتشار اور قوت میں شدت ہوگی۔ بس اس طرح جنسی نظام مکمل ہو کر جنسی جذبات وافعال تکمیل پاتے ہیں۔

انہی قوانین اور اصولوں ونظریات کے تحت یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ یہ بالکل علمی اور سائنسی تحقیقات ہے جس کا جواب موجودہ سائنسی دنیا اور ماڈرن میڈیکل سائنس ہرگز پیش نہیں کر سکتی۔ یہ اللہ پاک کا خاص فضل وکرم ہے جس نے مجھے یہ عظیم کارنامہ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔

خادم

صابر ملتانی

15/ اکتوبر 1969ء

جنسی قوت

جنسی ملاپ میں جو کیف و سرور اور لطف و شوق کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے وہ انسان کی زندگی کا مقصد کمال ہے۔ مگر یہ مقصد کمال بغیر شاندار صحت اور غیر معمولی جسمانی قوت، خصوصاً جنسی قوت کی شکل ہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہے کہ جنسی قوت شاندار صحت اور غیر معمولی جسمانی قوت کا نتیجہ ہے۔ گویا جنسی قوت کوئی واحد قوت ہے جو انسان کسی واحد و مرکب غذا و دوا اور عمل سے حاصل کر سکتا ہے۔ صرف شاندار صحت اور غیر معمولی قوت جسمانی ہی ضروری نہیں بلکہ جوانی بھی ضروری ہے۔ کیونکہ نابالغ بچوں میں جنسی قوت اپنے عروج پر نہیں ہوتی اور بڑھاپے میں اعضائے جسم اور خون میں جنسی قوت کے افعال و اثرات بہت حد تک ختم ہو جاتے ہیں۔

ان اُمور سے ثابت ہوتا ہے کہ شاندار صحت جو غیر معمولی قوت جسمانی کا نتیجہ ہے اور جوانی دو اہم حقائق ہیں جن پر جنسی قوت قائم ہے۔ البتہ ان دونوں کے ساتھ ایک تیسری حقیقت بھی ضروری ہے جو اس جنسی قوت کو ابھارتی ہے اور وہ حسن وخوبصورتی اور جنسی کشش ہے۔ اگر حسب منشا حسن وخوبصورتی اور جنسی کشش نہ ہو تو جنسی قوت اس طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ پس یہی تینوں حقائق جنسی ملاپ میں لازمی اور اہم ہیں۔

قدرت نے جنسی ملاپ میں جو کیف و سرور اور لطف و شوق کا جذبہ رکھا ہے، اس کی شدت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے ذہن میں یہ جذبات پیدا نہیں ہوئے اس وقت تک ان کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ یہ جذبات اماں حوا علیہا السلام کے حسن وخوبصورتی اور جنسی کشش سے پیدا ہوئے یا ابلیس کی تحریک نے کام کیا ہو یا اس شجر ممنوعہ کے قریب جانے سے ظاہر ہوئے ہوں، بہر حال یہ حقائق ہیں جن سے ان میں جنسی ملاپ کے لیے کیف و سرور اور لطف و شوق پیدا ہوا اور نتیجہ اولاد کی صورت میں بلکہ اس دنیا کی صورت میں ظاہر ہوا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ سے ہمارے سامنے تین حقیقتیں کھلتی ہیں: (۱) ابلیسی تحریکات (۲) تقرب شجر ممنوعہ (۳) جنسی کشش۔

اس لیے جنسی قوت کو ذہن نشین کرنے کے لیے ان تینوں حقیقتوں کو سامنے رکھنا بھی ضروری امر ہے۔

ابلیسی تحریکات کو اگر ہم جنسی تحریکات کا کمال کہہ دیں جو شیطانی صورت میں کام کرتا ہے جیسا کہ حضرت سید نبی کریم رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا ہے کہ شیطان ہر انسان کے خون میں گردش کرتا ہے اور میں نے اپنے شیطان پر قابو پا لیا ہے۔ جہاں تک تقرب شجر ممنوعہ کا تعلق ہے، اس میں ایسی اغذیہ اور ادویہ ہو سکتی ہیں جو شدت تحریکات جنسی کا سبب ہو سکتی ہیں۔

جنسی کشش کے متعلق یہ سمجھ لیں کہ کہا جاتا ہے کہ اس دنیا میں تین قسم کی کشش پائی جاتی ہے۔ یعنی زر، زن اور زمین۔ لیکن ہم کہتے ہیں زر و زمین کی کشش صرف زن کے لیے ہے۔ کیونکہ یہ دولت یہ قصر و کاخ بلند صرف حصول لطف اندوزی زن کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ حور و قصور کا مثالی و غیر فانی حسن، قیصر و کسریٰ کی کیف پرور خواب گاہیں اور کاخ بلند و قصر وسیع میں سبزہ و چمن اور چشمے و آب رواں میں حسن وعشق اور شوق و محبت کی چھیڑ چھاڑ صرف جنس لطیف کے سیمیں بدن اور حسن صبیح کے لیے ہیں۔

اگر اس دنیا سے عورت کا تصور ختم کر دیا جائے تو پھر اس دنیا کی جنت یقیناً جنت خارزار بن کر رہ جائے اور اس کے ساتھ ہی زر اور

زمین کا لالچ جو صرف عورت کے لیے ہے، ختم ہو جائے۔ پھر انسان کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان کے حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرے۔ پھر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ سب کچھ صرف جنسی ملاپ کی مسرت و انبساط بلکہ ایک تبسم سے زیادہ قیمت نہیں رکھتی اور اسی دنیا پر قائم ہے۔ لیکن انسان ہے کہ جوانی سے بڑھاپے تک اس کیف و سرور اور لطف و شوق کو حاصل کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد اور سعی و ہلاکت قبول کرتا ہے۔ مگر اس کی تسکین نہیں ہوتی۔ اگر مرنے کے بعد فردوس بریں میں جنس لطیف اور حسن مرمریں کا یقین نہ ہو تو یقیناً اس بے رونق جنت تجری من تحت الانہار کا شوق ہی ختم ہو جائے۔

جہاں انسان کے شوق حسن اور جنسی کشش کا جذبہ اس قدر شدید ہونا لازمی امر ہے اس میں اسی لئے قدرت نے فطری جنسی قوت بے انتہا دی ہے۔ اسلام کی تعلیم سے پتہ چلتا ہے کہ پورے تندرست انسان میں بیک وقت چار عورتوں کے رکھنے کی قوت ہے۔ بلکہ اگر ضرورت پڑے تو بے حساب باندیاں بھی رکھ سکتا ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ ہر طرف سے یہ پکار نظر آتی ہے کہ مردانہ قوت کے لیے غیر معمولی قوت کا کوئی چلتا ہوا نسخہ چاہئے جو ہر حالت و صورت میں اکسیر و تریاق اور تیر بہدف ہو جس سے نہ صرف جناتی قوت پیدا ہو جائے بلکہ فرنگی شاعر کیٹس (Keats) کے بقول اس کی جب موت واقع ہو تو اس کا سر اس کی شوخ محبوبہ کے سیمیں سینہ پر رکھا ہو اور اس کے سانس کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ اس پر بے خودی وارد ہو جائے جس کے ساتھ اس کا سانس برابر ہو جائے۔ خدا جانے اس کی موت کیسے واقع ہوئی لیکن وہ ابتدائے جوانی میں برداشت حسن نہ کر کے اس حسن اور پرکشش دنیا کو چھوڑ کر چل بسا۔ البتہ انسانی نفسیات کو پورے طور پر بیان کر گیا ہے۔

جہاں تک کثرت ازواج کا تعلق ہے یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ ہر ملک و قوم اور مذہب میں باوجود حدود مقرر کے بادشاہوں اور شہنشاہوں کے پاس لاتعداد عورتیں رہی ہیں۔ یہ سوال الگ ہے کہ وہ سب پر قادر رہے یا نہ رہے۔ بہرحال انسانی شدت جذبہ کی دلیل اور کشش حسن کا ثبوت ضرور ملتا ہے۔ البتہ اس قدر ثبوت ضرور ملتا ہے کہ حکمائے دوراں اور اطباء زمان نے ان کا ساتھ ضرور دیا اور ان کے لیے ایسے غیر معمولی نسخے تیار کئے اور ایسی عجیب و غریب رسائن تیار کی گئی جن کو کایا کلپ کا نام دیا جا سکتا ہے، جن کے نشانات آج بھی ان کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کل اس قدر ترقی یافتہ میڈیکل سائنس ان اکسیرات و رسائن اور کایا کلپ اور معجزہ نما مرکبات کو تیار کرنے میں کیوں ناکام ہے؟ کیا ہم ان نادرات اور عجائبات کو پھر حاصل کر سکتے ہیں؟ کیا حقائق صحیح بھی ہیں؟ ان سوالات کے جوابات تو ہم ضرور دیں گے لیکن یہاں پر یہ تسلیم کرنا لازمی ہے کہ فرنگی میڈیکل سائنس جنسی قوت کے لیے غیر معمولی مجربات پیش کرنے میں عاجز ہے۔ بلکہ جنسی امراض کے علاج میں بالکل ناکام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان امراض کے علاج کے لیے قدیم طریق علاج یا زیادہ سے زیادہ ہومیوپیتھک طریق علاج کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ان طریق ہائے علاج نے انسان کو کسی دور میں بھی محروم نہیں کیا ہے، بلکہ ضرورت سے زیادہ کامیاب رہے ہیں۔

جنسی جذبہ اور شوق

جنسی قوت کا جذبہ اور شوق جس قدر ایک انسان میں پایا جاتا ہے اس کا اندازہ لگانا نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ ایک عام انسان کی حیوانی قوتیں بے قابو رہیں تو ایک طرف بڑے بڑے زاہد، شب بیدار، صوفی، پرہیزگار اور متقی، پیٹ خالی والوں کی جنسی قوت کے جذبہ اور شوق کا اندازہ لگانا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ جنسی قوت کا جذبہ اور شوق جس قدر انسان میں پایا جاتا ہے کیا

اسی قدر قوت بھی پائی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے یا جنسی جذبے اور شوق کو جنسی قوت کے تحت نہیں رکھا جاتا تو اس کا لازمی نتیجہ نہ صرف قوت جسمانی کی بربادی ہے بلکہ صحت انسانی کی بھی تباہی ہے۔ جنسی قوت اور جنسی جذبہ دونوں جدا جدا صورتیں ہیں۔ دونوں کا الگ الگ اندازہ لگانا چاہیے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جنسی جذبے اور شوق جنسی قوت کے تحت رکھنا چاہیے۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جنسی جذبے اور شوق کو جنسی قوت کے تحت نہیں رکھا جاتا اور جنسی قوت کو بالکل اس طرح برباد کر دیا جاتا ہے جیسے ایک عیاش اور اوباش اپنے باپ کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے اڑا دیتا ہے۔ جنسی جذبے اور شوق کی تیزی کا اندازہ اس لذت پسند انسان سے لگالیں جس کا پیٹ اس قدر بھرا ہوا ہو کہ اس میں نوالہ کے لیے بھی جگہ نہ ہو بلکہ جی متلا رہا ہو، لیکن کھانوں کے رنگ و بو اور ذائقوں پر بے چین ہو۔ جب ایسا انسان کھائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ بدہضمی اور ہیضہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ اس سے موت واقع ہو جائے۔ اس طرح لذیذ کھانے زہر بن جاتے ہیں۔

یہی صورتیں جنسی جذبہ اور شوق کی تیزی سے اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب ان کو جنسی قوت کے تحت نہیں رکھا جاتا۔ فطری طور پر بھی قدرت نے جنسی جذبہ اور شوق جیسی قوت سے بہت زیادہ پیدا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جذبہ اور شوق جوانی سے قبل بچپن میں پیدا ہو جاتا ہے اور جوانی کے بعد بڑھاپے تک چلا جاتا ہے اور ''بڑے میاں یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی تو میں جوان ہوں'' اور اسی نوے سال کے پیر خستہ حال کو بھی یہ کہتے سنا ہے کہ بھائی! ابھی تو میں جوان ہوں۔ اگر فقدان قوت جسمانی سے کہیں اس کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ واقعی وہ بوڑھا ہو چکا ہے تو کم از کم اپنی باتوں میں اس امر کا اظہار تو ضرور کر دیتا ہے کہ بھائی کیا ہوا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، لیکن میرا دِل تو جوان ہے۔ یہ اظہار کیا ہے؟ یہ اسی جذبہ اور شوق کی بے چینی ہے جو قبر میں جانے تک قائم رہتی ہے اور نادان انسان یہی سمجھتا رہتا ہے کہ اس میں اس قدر جنسی قوت ہے کہ وہ دوشیزہ کے ساتھ لطف و سرور کی زندگی گزار سکتا ہے۔

اگر جنسی جذبہ اور شوق کی بے اعتدالیوں کے کرشمے اور اظہار کے نمونے دیکھنے ہوں تو شعراء خصوصاً بوڑھے شعراء میں دیکھیں۔ ان کی عقل وفکر اور زبان دانی کا چاہے ملک وقوم پر کتنا ہی گہرا اور شدید اثر کیوں نہ ہو، لیکن جہاں اپنے جذبات کا اظہار کریں گے تو یقیناً کہیں گے کہ ''ابھی تو میں جوان ہوں''۔ لطف لینا ہو تو جس شاعر کا یہ مصرعہ ہے وہ زندہ ہیں ان سے مل کر دیکھ لیں۔ کئی بار جلسوں میں ان کو یہی مصرعہ پڑھتے سنا ہے جس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اکڑ کر اپنی جوانی کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے جذبات کیا ہیں؟ صرف جنسی جذبہ اور شوق کا اظہار ہیں۔ اس حقیقت سے اندازہ لگالیں کہ کثرت انسانوں کی ایسی ہے کہ وہ جنسی جذبہ اور شوق کا اندازہ نہیں لگا سکتے اور نہ ہی اس کو جنسی قوت کے تحت رکھ سکتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں جنسی قوت تو رہی ایک طرف جسمانی قوت بھی برباد کر بیٹھتے ہیں۔

ان حقائق سے جنسی جذبہ اور شوق کی تیزی کا اندازہ عوام اور خواص میں آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس کا اظہار کرنے والے زیادہ تر بوڑھے اور دائمی بیمار ہوتے ہیں جن کے بدن پر گوشت نہیں ہوتا۔ نہ جسم میں خون ہوتا ہے۔ پٹھے کمزور ہیں یا دل کے افعال خراب ہو چکے ہیں اور زیادہ تر وہ لوگ ہیں جن کی بھوک ختم ہوگئی ہے اور غذا ہضم نہیں ہوتی۔ مگر جنسی جذبہ اور شوق کا یہ حال ہے کہ ہر گھڑی مقوی باہ دوا اور غذا کی رٹ لگی ہوئی ہے۔ جس کسی سے ملتے ہیں اسی طلب کے لیے مجسم سوال بن گئے ہیں۔ اگر کسی سمجھ دار معالج سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے تو وہ ان کو سمجھاتا ہے کہ بھائی قوت باہ کوئی قوت نہیں جو کسی دوا یا غذا کے استعمال کرانے سے پیدا ہو جائے۔ بلکہ وہ تو ایک قوت ہے جو تمام جسم کے اعضاء کے صحیح طور پر عمل کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسے ریل کا انجن جو سٹیم سے چلتا ہے۔ ظاہراً تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہینڈل (دستی) ہلانے سے چل پڑتا ہے۔ مگر اس کا ڈرائیور خوب جانتا ہے کہ اس کی سٹیم آگ پر پانی ابلنے یا تیل کے جلنے سے پیدا ہوتی ہے جس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ انجن کے تمام پرزے صحیح حالت میں ہوں اور اپنی جگہ پر صحیح کام کر رہے ہوں۔ اس کے بعد ہی ہینڈل ہلانے سے سٹیم وہاں سے گزر کر

انجن چلاتی ہے۔ لیکن مریض صرف یہی کہتا ہے کہ اس کو پہلے ایسی دوا دے دی جائے جو اس کی قوت باہ میں تیزی اور امساک میں شدت پیدا کر دے اور پھر میں اس کے باقی اعضاء کی درستی اور تقویت کے لیے کوشش کرتا رہوں گا، وغیرہ وغیرہ۔

ان حقائق سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عوام کے ذہن میں جنسی قوت کے متعلق کیسے کیسے تصورات و معلومات اور توہمات پائے جاتے ہیں اور انہی کے تحت وہ قوت باہ، سرعت انزال اور جریان و احتلام اور دیگر جنسی امراض کے متعلق مجربات طلب کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہزاروں سال گزر جانے کے بعد آج تک جنسی قوت اور دو چار جنسی امراض کے لیے بے خطا مجربات تیار نہیں ہو سکے۔ طب قدیم تو پھر بھی انسانی ضرورتیں پوری کر دیتی ہے۔ لیکن فرنگی طب ایسی ناکام و نامراد ہے کہ اپنی نااہلی کی وجہ سے عاجز اور درماندہ نظر آتی ہے۔

عوام کے توہمات اور غلط تصورات سے بڑھ کر پڑھے لکھے خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ لوگ ہیں جو اس غلط فہمی میں گرفتار ہیں کہ انگریزی پڑھ لینے کے بعد وہ ہر قسم کے علوم و فنون کے فاضل اور کامل بن گئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ طب قدیم تو کیا فرنگی طب کا بھی علم نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ کس وقت غذا کھانی چاہیے اور مختلف حالات میں کس قسم کی اغذیہ کھانی چاہئیں۔ ان کو بھلا جنسی قوت و جذبہ اور شوق کا کیا علم ہوگا۔ ان لوگوں کو جنسی معلومات عوامی فرنگی جنسی لٹریچر سے زیادہ نہیں ہوتیں۔ اور وہ لوگ بھی بری طرح بے معنی توہمات اور غلط تصورات میں گرفتار ہوتے ہیں۔ یہی حال ان اینگلو یونانی اطباء کا ہے، جنہوں نے انگریزی تعلیم کے بعد اینگلو یونانی طبیہ کالجوں میں تعلیم حاصل کی ہے۔ پھر انھوں نے عوامی فرنگی جنسی قسم کے لٹریچر کو اُردو زبان میں منتقل کر کے لکھا ہے، جس سے ملک اور قوم میں غلط عقائد و گمراہ کن خیالات کے ساتھ بری قسم کی بے راہ روی پیدا ہو گئی ہے۔ ایسے لوگ خود جنسی قوت سے مطمئن نہیں ہیں۔ وہ بھلا عوام کی راہنمائی کیا کریں گے۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ملک میں صحیح جنسی قوت کی تعلیم حاصل ہونے کے بجائے جنسی جذبہ اور شوق اس قدر بڑھ رہا ہے کہ ہر طرف جنسی بھوک کا دیو وحشت ناک شکل میں ہر راہ گزر مرد و عورت کو گھور رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابھی اس حسن و خوبصورتی کے مجسمہ کو دبوچ لے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کل زندگی کی راہوں میں گزرنا مشکل ہو گیا ہے۔

جنسی قوت

جنسی قوت و تکمیل اور جذبہ و شوق کی تشریح بہت مشکل امر ہے۔ ذرا بھی تفصیل سے کام لیا جائے تو اس میں عریانی اور ننگا پن پیدا ہو جاتا ہے جو اخلاقاً بری بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ قوت ہر مرد و عورت میں پائی جاتی ہے۔ اس کے جذبہ و شوق کے ساتھ تکمیل بھی ہر انسان بلکہ ولی اللہ کو بھی کرنا پڑتی ہے۔ اس دنیا میں یہی ایک قوت ہے جس کے لطف اور فرحت کے لئے وہ زندہ ہے۔ جیسا کہ ابتدائی مضمون میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ اسی قوت کی خرابی اور کمزوری اکثر پیدا ہوتی رہتی ہے جس کا ذہن نشین کرانا ضروری اور اہم ہے۔ لیکن اس کا بیان نہایت احسن طریقہ سے ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس قوت کی تسکین اور زندگی کی تکمیل کے لئے اقتصادی، معاشی اور معاشرتی قدریں بھی ضروری ہیں اور سب علم اخلاق اور مذہب کی روشنی اور انوار کے تحت ہونا چاہئے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو حاصل زندگی، یہی جنسی ضرورت رہ جائے گی۔ خصوصاً بچوں و نوجوانوں میں تو اس قوت کو اس انداز میں پیش کرنا چاہئے کہ اگر اس قوت کو بلاضرورت کے استعمال کیا گیا تو لطف و شوق اور ضرورت کے وقت یہ ساتھ نہیں دے گی اور ایسی قوت سے وہ محروم ہو جائیں گے جس کے طفیل دنیا کی یہ زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ اور اسی طرح عمر رفتہ لوگوں کو تاکید کر دینی چاہیے کہ جنسی جذبہ و شوق اور جوانی کی رنگینیوں اور وارداتوں کو سامنے نہ رکھیں۔ کیونکہ بڑھاپا کمزوری کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اگرچہ اس عمر میں گزشتہ تجربات و واقعات اور عشق و محبت کی داستانوں نے ذہن کو زرخیز بنا دیا ہوتا ہے۔ بلکہ جوانوں کو بھی اعتدال کی تعلیم دینی چاہئے۔ جن کے لیے یہ کتاب لکھی جا رہی ہے۔ یہی بچے و جوان اور بوڑھے صحیح معنوں میں قوم ہوتے ہیں۔ بچے جدید اور صحیح

معنوں میں قومی تکمیل کر رہے ہوتے ہیں۔ جوانوں پر قوموں کے قیام کا بوجھ ہوتا ہے اور بوڑھوں کے ہاتھ میں قوم کی باگ ڈور ہوتی ہے۔ اگر یہ تمام جنسی قوت کی بے راہ روی میں گرفتار ہو گئے تو قوم نہ کمال کو پہنچے گی اور نہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھا سکے گی۔ جس سے نہ صرف آزادی و معاشرت کی حفاظت مشکل ہو جاتی ہے بلکہ اقتصادی اور معاشی ترقی بھی رُک جاتی ہے۔ اس لئے جنسی جذبہ وشوق اور قوت کا بیان اس انداز میں ہونا چاہیے کہ اس کی اہمیت وضرورت اور علاج وتکمیل کا ذکر تو ہو جائے۔ مگر اس میں عریانی وننگا پن اور بے راہ روی پیدا نہ ہونے پائے۔

قرآن میں جنسی الفاظ

قرآن حکیم میں جنسی جذبہ اور شوق کے لئے بھی الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ مگر اس میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً **رفث الی نسائکم** (رغبت کرنا اپنی بیویوں کی طرف)، **باشروھن** (عورتوں سے ملنا)، **عاشروھن بالمعروف** (مقررہ طریق پر بیویوں سے ملنا)۔ بعض جگہ تشریح وافعال الاعضاء کے بیان میں ذرا زیادہ تشریح اور تمنا کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن ہر جگہ تہذیب وتمدن اور ثقافت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ کہیں بھی بے راہ روی سے کام نہیں لیا گیا ہے اور نہ ہی عورت ومستور کا دامن چاک کر کے عریانی کی جھلک ظاہر کی گئی ہے۔ پھر بھی کوئی ماں باپ اپنی نوجوان اولاد کو یہ مقام خود نہ پڑھا سکتا ہے اور نہ پوری تشریح کر سکتا ہے۔ اس کی وجہ نعوذ باللہ ان مقامات میں کوئی برائی بیان نہیں کی گئی۔ بلکہ ان اذکار میں توجہ اور دھیان یقیناً جنسی اعضاء وقویٰ اور جذبات ولطائف کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس جنسی تذکرہ کو الفاظ میں بند کرنا بے حد مشکل ہے۔ خود جنسی الفاظ چاہے وہ اعضاء وقویٰ کے متعلق ہوں یا جذبہ اور شوق کا اظہار کریں۔ بہرحال توجہ اور تخیل کی دنیا پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔ اس لئے قرآن حکیم نے ایسے الفاظ کو استعمال کیا ہے جو زیادہ مہذب اور با اخلاق ہیں جس کے ساتھ علمی وفنی حیثیت سے وہ نہ صرف جنسیات پر دلالت کرتے ہیں، بلکہ ان کی تشریح اور تفسیر کے اندر بے شمار اسرار ورموز بھی بند ہیں جو کہ اپنے مقام پر بتایا جائے گا۔ جس کے نتیجہ میں صحیح اور حقیقی جنسی تعلیم وفن حاصل ہو سکتا ہے۔

جنسی جذبات کی ضرورت اور تکمیل

جنسی جذبات کی ضرورت تو ہر تندرست مرد وعورت میں لازماً پائی جاتی ہے اور اس کی صحیح یا غلط طور پر تکمیل بھی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اس کی ضرورت کا احساس اس طرح کریں جیسے انسان پانی کی پیاس میں کرتا ہے۔ یعنی پیاس کم وبیش ضرور لگتی ہے۔ مگر کبھی بھی بغیر ضرورت کے پانی نہیں پیا گیا۔ اول تو بغیر ضرورت کوئی پیتا ہی نہیں، اگر پی بھی لے تو یقیناً نقصان دیتا ہے۔ جی متلاتا ہے اور طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ یہی ضرورت دیگر ضروریات زندگی کے متعلق بھی ہے۔ اگر ان کو بغیر ضرورت کے استعمال کیا جائے تو نقصان دے جاتے ہیں۔

یہ تو ہے پانی اور ضروریات زندگی کا حال جو ہم تکمیل بدن کے لیے اپنے جسم میں لے جاتے ہیں جن سے ہمارا خون بنتا اور پیدا ہوتا ہے۔ وہ بغیر ضرورت نہ صرف اندر جذب نہیں ہوتیں بلکہ صحت بگاڑ دیتی ہیں۔ اب اس شے کا اندازہ لگائیں جو جسم کے اندر سے خارج ہو اور وہ بھی اس خون کا جوہر (رس) ہو جس پر نہ صرف انسانی زندگی کا دارومدار ہے بلکہ جسم انسان اسی سے بنتا ہے اور صاف ہوتا رہتا ہے۔ یہ وہ جوہر ہے جس کو منی یا سیمن (Semen) کا نام دیا گیا ہے۔ بغیر ضرورت ووقت اور مقام کے اس کا اخراج کرنا خود جان بوجھ کر کمزوری و بیماری اور موت کو دعوت دینا ہے اور وہ لوگ انتہائی غلط فہمی میں مبتلا ہیں جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے وقتی طور پر اغذیہ وادویہ اور جذبات انگیز اشیاء کا سہارا لیتے ہیں۔ یعنی ننگے وعریاں مناظر وتصاویر دیکھتے ہیں۔ عریاں اور بے حیائی سے بھرپور کہانیاں سنتے ہیں۔ عریاں اور ننگی عورتوں میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔ کم عمر اور دوشیزہ لڑکیوں کو اپنے قبضہ میں رکھتے ہیں اور مقصد برآری کے لیے بکثرت شراب استعمال کرتے ہیں۔

بعض امراء کے متعلق تو یہاں تک سنا گیا ہے کہ ان کے لیے روزانہ ایک دوشیزہ اور شراب کی بوتل ہونی چاہئے، اور ایسے نوابی قسم کے امراء تو اکثر پائے جاتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ کم از کم ہر مہینے ایک دوشیزہ ہونی چاہیے اور یہ کیا بات کہ ہر سال کے سال کیلنڈر نہ بدلا جائے۔ یہ باتیں صرف اس لیے کی جاتی ہیں کہ جنسی جذبہ و شوق اور قوت کو بہلایا جائے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اعضاء جو تحریک جذبہ و شوق پیدا کرتے ہیں جن سے منی بنتی ہے وہ کمزور ہو جاتے ہیں اور تحریک شباب رفتہ رفتہ ختم ہو جاتی ہے۔ پھر انہی کمزور اعضاء کا اثر دیگر اعضائے جسم اور خون پر پڑتا ہے جس سے اوّل شباب ختم ہو جاتا ہے۔ پھر صحت تباہ ہو جاتی ہے اور آخر انسان قبل از وقت موت کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے۔

جنسی قوت کا صحیح استعمال

جنسی قوت کا استعمال ایک نہایت ہی اہم مسئلہ ہے۔ لیکن اس کے لیے آج تک کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی گئی۔ طب قدیم نے اس سلسلہ میں کسی قسم کے قوانین اور قاعدے بیان نہیں کئے۔ موجودہ دور کا سب سے بڑا فلاسفر مسٹر فرائڈ شروع سے لے کر آخر تک پڑھ جایئے وہاں جنسی جذبہ اور شوق بیداری اور اس کے تحت انسانی اخلاق و کردار اور رجحان کا غلط و صحیح کچھ نہ کچھ تو پتہ چلتا ہے۔ مگر اس کی تکمیل و تفہیم اور تسکین کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس سے زیادہ تو پاک و ہند کے مشہور ادیب میراجی نے جنسی تکمیل و تفہیم اور تسکین کے لیے لکھ دیا ہے۔ اگرچہ ہم اس تین گولوں اور صابن کی ٹکیہ کے قائل نہیں بلکہ اس کے معاشرہ و اخلاق اور قوم و نسل کے لیے سخت مضر خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس امر سے انکار نہیں کرتے کہ بھرپور اور نسل کشی کی عمر میں جنسی رجحان کی تکمیل و تفہیم اور تسکین ہونی چاہیے اور اس کا صحیح ذریعہ نکاح اور عقد شرعیہ ہی ہوسکتا ہے۔ اس لئے حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے جو اس سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

اس امر سے ثابت ہے کہ جنسی قوت و جذبہ کی تکمیل و تفہیم اور تسکین انسانیت و آدمیت اور بشریت کے لیے نہایت ضروری ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ میرے ربّ مجھے بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک بخش دے اور مجھے متقیوں کا امام بنا دے۔ گویا بیوی اور بچے کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک ہی سے ایک شخص متقیوں کا امام بن سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسرت اور نیکی دونوں باتیں بغیر جنسی قوت و جذبہ کو صحیح طور پر تکمیل و تفہیم اور تسکین کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں۔

جو لوگ یہ طاقت نہیں رکھتے یعنی وہ اپنے بیوی بچوں کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے یا ان کو ایسے مواقع میسر نہیں ہیں کہ کوئی عورت بصورت بیوی حاصل ہو جائے یا حسب منشا بیوی مل سکے۔ یعنی ایسی عورت جو ذہنی طور پر بہت قریب ہو تو اس شخص کے لیے اسلام کا حکم ہے کہ وہ مسلسل روزے رکھے، لیکن اس کا یہ حل نہیں ہے جو فرنگی نے اپنے قانون میں بنا رکھا ہے کہ قحبہ خانے، چکلے اور ہیرامنڈیاں کھول دی جائیں۔ جہاں پر ہر کس و ناکس جا کر اپنے جنسی جذبہ اور شوق کی تکمیل اور تسکین کرے۔ لیکن یاد رکھیں! اس طریق پر نہ جنسی جذبہ کی تکمیل ہوتی ہے اور نہ شوق کی تسکین ہوتی ہے۔ یہ ایک بہت طویل بحث ہے جس کو کسی اور وقت شروع کریں گے۔ البتہ یہ یاد رکھیں کہ منی کی پیدائش و اخراج جس ماحول میں ہونا چاہیے وہ ایسے مقامات پر ناممکن ہے اور اس طرح بغیر نکاح کے رشتہ سے بھی مشکل ہے۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے مختلف حکما اور فلاسفروں نے بہت سے نظریات پیش کئے ہیں۔ انہی نظریات میں میراجی کا بھی ایک غلط قسم کا نظریہ ہے۔ اسلام نے بھی اس کے حل کرنے کے لئے چار نکاح، لاتعداد باندیاں اور فوری طلاق اور نکاح میں آسانیاں پیدا کی ہیں۔ لیکن یہ سب سہولتیں مردوں کے لیے ہیں۔ البتہ عورتوں کے لیے یہ ہے کہ خلع اور طلاق کے چار ماہ بعد دوسرا نکاح کرسکتی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مرد کو فوری ضرورت پیدا ہو کر نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ لیکن عورت کو کم از کم چار ماہ سے قبل کوئی نقصان اور تکلیف پیدا نہیں ہو

سکتیں۔ جن کی نگاہ جنسی قوت و جذبہ اور شوق کی حقیقی تکمیل و تفہیم اور تسکین پر ہے، وہی ان مسائل کو سمجھ سکتے ہیں۔

طب یونانی میں مزاج و اخلاط اور کیفیات کی کمی بیشی اور عمر و طاقت اور ماحول کو جنسی قوت کے استعمال میں خاص طور پر مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح آیورویدک نے دوش ورکت عمر و ماحول اور جسمانی اور روحانی قوت کے مطابق جنسی قوت کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ مثلاً طب یونانی میں تاکید ہے کہ گرم خشک مزاج کے انسان روزانہ اپنے جنسی جذبہ کی تسکین کر سکتے ہیں۔ گرم تر مزاج والے دو روز بعد۔ سرد خشک مزاج والے چار روز بعد اور سرد مزاج والے پورے ایک ہفتے بعد اس قابل ہوتے ہیں کہ ان میں جنسی جذبہ میں پوری قوت پیدا ہو۔ بعض حکماء نے اپنے حکیمانہ انداز اور دانشوری کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں جنسی جذبہ سے دور رکھنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے گرم خشک مزاج والوں کے لیے ایک ہفتہ میں ایک بار، گرم تر مزاج والوں کے لیے دو ہفتے کا وقفہ، اور سرد خشک مزاج والوں کے لیے تین ہفتے، اور سرد تر مزاج والوں کو تاکید کی ہے کہ کم از کم ایک ماہ سے پہلے ان کے اندر جنسی جذبہ میں تحریک دینے کی قوت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اگر ان کو زیادہ وقت بھی صرف کرنا پڑے تو بہتر ہے۔

آیورویدک نے اوّل جنسی جذبہ کی تسکین اور تکمیل کو روکنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کو باکمال کہا ہے جو ساری عمر یہ قوت اور جذبہ رکھتے ہوئے بھی اس کی تکمیل اور تسکین نہ کرے اور ''جتی ستی'' رہے ایسے سادھوں کو بڑی عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایسے مرد اور عورتیں اپنی زندگیاں دیوی دیوتاؤں کی خدمت میں گزار دیتے ہیں۔ اور ان کو دیوداس اور دیوداسیاں کہتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کے لیے ایسا کرنا ناممکن ہو تو زیادہ سے زیادہ بڑی عمر میں نکاح کرنا چاہیے۔ ویدوں کی تعلیم سے یہ عمر چالیس اور ساٹھ سال کے درمیان معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اوّل عمر تعلیم کے لیے دوسری عمر روحانی قوت بڑھانے کے لیے تیسری عمر سیر و سیاحت کے لیے اور چوتھی عمر گرہستی زندگی کے لیے ہر عمر کو بیس سال رکھا جائے تو ساٹھ سال کی عمر میں گرہستی زندگی کی ابتداء ہونی چاہئے اور اس وقت تک جنسی قوت و جذبہ کی تکمیل و تسکین نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ آیورویدک اصولوں کے مطابق ویرج کی جس قدر حفاظت کی جائے اسی قدر عمر اور عقل بڑھتی ہے۔

ان تمام تعلیمات میں حقائق تو ہیں لیکن افراط و تفریط زیادہ ہے۔ دوسرے معنوں میں فطری قوانین نہیں ہیں جن سے انسان افراط و تفریط اور نقصانات سے بچ جائے اور زیادہ سے زیادہ خوشگوار زندگی گزار سکے۔ ذیل میں چند حقائق لکھے جاتے ہیں جن سے قوانین فطرت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

(۱) انسانی زندگی کی تکمیل چونکہ ۲۱ سے ۲۵ سال تک ہوتی ہے، اس لیے نکاح ہمیشہ ۲۱ سے ۲۵ سال تک حسب طاقت و ضرورت اور ماحول ہونا چاہئے۔ یہ صرف مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے ماہواری شروع ہونے کے بعد تین سال تک حد چھ سال تک نکاح کر دینا چاہیے۔ ماہواری اس بات کی شہادت ہے کہ بچے کی پیدائش ہوسکتی ہے۔

یاد رکھیں کہ جن عورتوں کی بہت دیر کے بعد شادی کی جاتی ہے ان کے عضلات میں سختی پیدا ہو کر نسوانیت ختم ہو جاتی ہے۔ ایسی عورتیں نہ زنانہ زندگی کے قابل ہوتی ہیں اور نہ ان میں شرم و حیا قائم رہتا ہے۔ کیونکہ ان میں مردانہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اکثر باؤ گولہ اور اختناق الرحم (ہسٹریا) کی مریض رہتی ہیں۔

(۲) نکاح وعقد اور شادی کے بعد ابتدائی چند روز گزارنے کے بعد کیونکہ ابتدائی دنوں میں چند در چند وجوہات سے اعتدال قائم رکھنا مشکل ہے۔ ہمیشہ مرد و عورت کو الگ بستروں پر سونا چاہیے اور جنسی جذبہ اور قوت کی شدت کا جب احساس ہو جو اکثر مرد کی طرف سے ہوتا ہے اس کی تکمیل و تسکین کر لینی چاہیے۔ اگر شدت روز معلوم ہو یا جتنی بار شب و روز میں معلوم ہو مگر بیوی کے پاس جا کر اس میں شدت اور

تیزی پیدا نہ کرے بلکہ فطرتاً اس جذبہ وقوت میں شدت اور تیزی بھڑک اٹھے اگر یہ صورت دو چار روز یا چار ہفتوں تک پیدا نہ ہو تو غذا اور دوا سے نہ بھڑکائے، وہ غیر فطری صورت ہوگی۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو علاج کرایا جائے۔

جنسی قوت کا تصرف

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ جنسی قوت جو انسان میں پیدا ہوتی ہے یہ واقعی خرچ کرنے کے لیے ہے اور اس کی حیثیت سے تو اس کا خرچ کرنا نہایت ضروری ہے کہ اگر اس کو خرچ نہ کیا گیا تو نہ صرف اس کے مفید اثرات سے محروم رہیں گے بلکہ یہ بے حد نقصان رساں ثابت ہوگی۔ اس قوت کا مفید ہونا ان معنوں میں ہے کہ (۱) اسی پر آئندہ نسل انسانی کا دارومدار ہے۔ (۲) جسم انسان سے ایک خاص قسم کے فضلات کا اخراج ہو کر ان کی جگہ اعلیٰ درجہ کا مقوی بدن مادہ جسم کو ملتا ہے بلکہ اس طرح جیسے ہر سانس کے ساتھ اندر سے ایک ہوا خارج ہوتی ہے، اس کی جگہ باہر سے ایک ہوا داخل ہوتی ہے۔ ظاہری صورت میں دونوں ہوائیں گیسیں ہیں، لیکن دونوں میں بیّن فرق ہونے والی ہوا نسیم (آکسیجن) کہلاتی ہے۔ اگر تھوڑی مدت وہ ہوا خارج نہ ہو اور نسیم جسم میں داخل نہ ہو تو جسم کو جو تکلیف یا کمزوری پیدا ہوتی ہے اس کا اندازہ ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق لگا سکتا ہے۔ یہی صورت اس مفید مواد کی ہے جو جسم انسان سے پیدا ہو کر خون میں شامل ہوتا رہتا ہے اور تمام جسم کو غذا اور تقویت کا کام دیتا ہے۔

اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ مادہ منویہ صرف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان جنسی قوت کو خرچ کرتا ہے۔ انسان کے اندر جس قدر بھی جنسی جذبہ اور قوت موجود ہو وہ اس وقت تک نامکمل اور غیر مفید ہے جب تک اس کو خرچ نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس کے خرچ کرنے پر ہی مادہ منویہ پیدا ہوگا اور اس کے ساتھ اسی قسم کے دیگر مواد بھی پیدا ہوتے ہیں جن سے نہ صرف ان مادوں کو پیدا کرنے والے اعضاء کو قوت اور غذا ملتی ہے بلکہ انہی مادوں کا ایک حصہ خون میں شامل ہو کر اس میں تقویت اور توازن قائم رکھتا ہے۔ ہر شخص خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ جب تک جنسی قوت عمل میں نہ آئے مادہ منویہ اور اسی قسم کے جوہر کیسے پیدا ہوں اور جب پیدا نہ ہوں گے تو خون میں کیسے شریک ہوں گے۔ اور ان کے شریک نہ ہونے سے جو فقدان قوت اور قوام خون میں ہوگا تو ظاہر ہے کہ انسان ایک مفید قوت سے محروم رہے گا۔ یہی قوت جس قدر زائد پیدا ہوگی انسان ذہنی اور روحانی طور پر اتنا ہی بلند مقام حاصل کرے گا۔ اس کی لطافت کا اندازہ صرف وہی لگا سکتا ہے جو ایک عقل مند اور بیوقوف کے متعلق لگا سکتا ہے۔

ہم نے ایک ایسی قوت اور مسئلہ کا ذکر کیا ہے جس کی طرف حکماء اور علماء فلسفہ اور سائنسدانوں نے ذکر تک نہیں کیا اور ہر ایک نے جنسی قوت خرچ کرنے سے انتہائی طور پر روکا ہے اور اس کو قابو میں رکھنا ہی اس قوت سے فوائد حاصل کرنا ہے۔ اسلام کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو قرآن حکیم اور حدیث شریف میں جنسی قوت روکنے کی کہیں تاکید نہیں کی گئی اور نہ کہا گیا ہے کہ اس جنسی قوت اور جذبہ کو روکا جائے، کیونکہ اس سے انسان کے اندر مفید اثرات اور طاقت پیدا ہوتی ہے بلکہ اس کے برعکس یہ کہا گیا ہے کہ جو نکاح نہ کرے گا اس کا آپ ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے قریب قابل عزت وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے اور پرہیزگاروں میں امامت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب انسان کی آنکھیں اپنی بیوی بچوں سے ٹھنڈی ہوں۔

البتہ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ ناجائز بیویاں اور اولادیں پیدا کی جائیں اور جگہ جگہ اپنے نطفہ کو بکھیر کر غیر تحقیق اولادیں پیدا کی جائیں۔ اگر ضرورت شدید ہے، یعنی قوت و جذبہ غیر معمولی ہے یا موجودہ بیویاں مریض ہیں تو چار بیویوں تک کی اجازت ہے۔ اگر جذبات میں ایمانداری اور شوق میں تقویٰ ہے تو لاتعداد باندیاں بھی حاضر ہیں۔ بے دھڑک جنسی قوت کو استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن خواہشات نفسانی اگر

نہ ہوں اور ضرورت فطری اور رضائے الٰہی مدنظر ہو تو پھر جنسی قوت کا عمل میں لانا قانون خداوندی ہے۔

اسلام کے جنسی نظام میں ایک طرف اجازت میں اس قدر وسعت اور دوسری طرف ناجائز ذرائع سے بچنے کی اس قدر تاکید اور دردناک موت کی سزا کو مدنظر رکھیں اور پھر اس مسئلہ کی طرف غور کریں کہ جنسی قوت کے صحیح خرچ میں بجائے کمزوری کے ایک خاص قسم کی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے عقل وروح، علم وروح، علم وحکمت اور تقویٰ وایمان میں بلندی اور ارتقاء پیدا ہوتا ہے۔

جنسی قوت کا بے ضرورت استعمال

جنسی قوت کے مقوی اور مفید ہونے کے ساتھ ساتھ اس امر کو مدنظر رکھیں کہ بے ضرورت اور بے اصولا تصرف بھی انتہائی ضعف اور مضر ہے۔ اس کی مثال صفراء (بائل Bile) سے دی جاسکتی ہے کہ صفراء ایک انتہائی مفید حرارت اور طاقت ہے، اس سے ایک طرف جسم انسان میں مقوی اور مرغن اغذیہ ہضم ہوتی ہیں اور دوسری طرف یہ جسم کو سوزش سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب اس کی پیدائش کم ہو تو جسم امراض کا گھر بن جاتا ہے اور روز بروز خون کی کمی اور دبلا پن پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگ صفراء کے نام سے اس قدر گھبراتے ہیں کہ اوّل تو ایسی اغذیہ سے بھاگتے ہیں جو صفراء پیدا کرتی ہے، اگر اس کو کھانے کا اتفاق بھی ہوتا ہے تو فوراً دافع صفراء اور حرارت اغذیہ مثلاً لسی، شربت کا استعمال کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ مستقل طور پر تبخیر معدہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں میں صفراء ضرورت سے زیادہ بڑھ جائے یا اس کا اخراج رُک جائے تو پھر جسم میں ضعف وتحلیل شروع ہو جاتی ہے۔ یہی صورت جنسی قوت کی پیدائش میں زیادتی اور اخراج پر واقع ہوتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ نسیم اور صفراء دونوں جسم میں حرارت پیدا کرتے ہیں، دونوں زندگی اور قوت ہیں۔ اسی طرح زندگی جنسی قوت کے صحیح خرچ کرنے پر پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ جب جسم کی قوت وحرارت اور زندگی میں تحریک پیدا ہوتی ہے تو اس وقت لطف و لذت اور فرحت کا پیدا ہونا ضروری ہے اور جب تک یہ صورتیں قائم رہیں صحت اور طاقت میں ترقی ہے۔ لیکن جب قوت وحرارت اور زندگی میں تفریح کی بے وجہ کوشش بڑھادی جائے تو غیر معمولی ضعف وتحلیل پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ضعف زیادہ تر اعضائے رئیسہ دل ودماغ اور جگر میں پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ خوفناک امراض مثلاً فالج وحذر اور ہارٹ فیلور ونروس بریک ڈاؤن ہیں گویا جو قوت وحرارت کی فرعت باعث حیات وتقویت اور لطف ولذت ہے وہی اپنی غیر معمولی اور مصنوعی زیادتی کے باعث تحلیل وضعف اور مرض وموت کی دعوت بن جاتی ہے۔ ان حقائق سے ہمیں سمجھ آتی ہے کہ ہمارے مذہبی رہنما اور ہادی کیوں خالی پیٹ رہتے ہیں اور معمولی قسم کی اغذیہ بھی قلیل مقدار میں کھاتے تھے۔ وہ مصنوعی قسم کی جنسی قوت وجذبہ اور لذت سے دور رہتے تھے۔ جس سے صحیح قسم کے جنسی افعال واعمال کو رضائے الٰہی کے تحت انجام دیتے تھے۔

جنسی قوت کے قیام وتصرف اور اس کے نتائج کی حقیقت پر جس اندازِ بیان سے قرآن حکیم روشنی ڈالتا ہے، دنیا کی کوئی طبی وغیر طبی کتاب اور قانون نہیں ڈالتا۔ اگر دنیا کی کوئی سائنس اور قانون اس کے برابر تو کیا اس کے عشر عشیر بھی بیان کردے تو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ اس سے بہتر کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی قرآن حکیم کی عظمت اور کمال کا راز ہے۔ اس میں زندگی اور کائنات کے دیگر تمام قوانین کے حقائق کے ساتھ جنسی قوت کی اصلیت واستفادہ اور راز ورموز کے قوانین میں قطعاً خلل واقع نہیں ہوتا اور نہ الجھن پڑتی ہے۔

قرآن حکیم بیان کرتا ہے کہ ازواجاً لتسکنوا (جوڑے بنائے گئے تاکہ ان کی طرف سے تسکین حاصل ہو) تسکین کے متعلق ہم اپنی کتب اور رسائل میں بار بار وضاحت کر چکے ہیں، جس کو ممبران تحریک تجدید طب خوب سمجھتے ہیں۔ یہ وہی تسکین ہے جس کو ہم تحریک وتحلیل اور تسکین اپنے نظریہ مفرد اعضاء کے افعال میں لکھتے ہیں۔ گویا تسکین اعضاء کے افعال کی وہ علامت ہے جو تحلیل کے بالمقابل آتی ہے۔ تحلیل

اگر گرمی وحرارت کی شدت کے بعد پیدا ہوتی ہے تو لازمی امر ہے کہ تسکین اس گرمی وحرارت کی شدت کے بجھ جانے کے بعد پیدا ہوگی۔ گرمی وحرارت کو بجھانا رطوبت کا کام ہے۔ یعنی گرمی وحرارت اگر آگ سے پیدا ہوتی ہے تو یقینی امر ہے کہ رطوبت وبلغم پانی کی پیدائش ہیں۔ گویا جہاں پر بھی تسکین پیدا ہوگی، وہاں رطوبت اور بلغم پیدا ہو جائے گی اور تحلیل ختم ہو جائے گی۔ **گویا جوڑے اس لئے بنائے گئے ہیں کہ جسم انسان میں جو تحلیل جاری ہے جو جوانی سے بڑھاپے کی طرف لے جا رہی ہے، اسے ختم کیا جائے۔ یا کم سے کم کر دیا جائے۔**

اس تشریح سے اندازہ لگالیں کہ قرآن حکیم نے انسانی زندگی و جوانی اور صحت کے قیام کو کس انداز سے نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ اس کا حل واضح کر دیا ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے بلکہ اس حدیث شریف کی حقیقت ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ نکاح سنت ہے اور جو اس سنت پر عمل نہیں کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ گویا انسان میں جوانی کے بعد اعتدال نکاح ہی سے قائم رہتا ہے۔

تحلیل کو سمجھنے کی ایک صورت تو موم بتی کا جلنا اور موم کا پگھلنا ہے۔ اسی طرح انسان کا کوئی ایک عضو اندرونی حرارت سے پگھلتا ہے۔ دوسرے برف کا دھوپ میں پگھلنا ہے۔ اسی طرح انسانی جسم پر تحلیل واقعہ ہوتی ہے۔ جیسے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جن مردوں اور عورتوں کو عقد و نکاح کی حد تک شادی کرنے کا اتفاق نہیں ہوتا ان کے جسم میں بعض دیگر امراض کے ساتھ چہرے پر ایک قسم کا خمیرا ابھر آتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اگر شادی کا اتفاق نہ ہو تو اول تو وہ بہت جلد مر جاتے ہیں اور اگر زندہ بچ رہیں تو دائمی امراض اور دیگر عجیب وغریب قسم کی تکالیف میں گرفتار رہتے ہیں۔

ایک طرف تو جسم انسان میں دائمی تحلیل ہے جس کو روکنے کے لیے فطرت نے جنسی جذبہ پیدا کیا ہے تا کہ اس کے جائز استعمال کے ساتھ ساتھ جسم میں تسکین پیدا ہو کر اعتدال قائم رہ سکے۔ لیکن جہاں جنسی جذبہ کے جائز استعمال سے تسکین پیدا ہو کر جسم میں اعتدال قائم رہتا ہے، وہاں جنسی جذبہ میں اس وقت لذت پیدا کر دی ہے کہ اس کا شعور و نیم شعور اور غیر شعوری احساس اس قدر شدید ہوتا ہے کہ ہر نوجوان بلکہ بوڑھا بھی کسی قسم کے نقصان کو سمجھے بغیر اس لذت اور لطف کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے طاقتور اغذیہ اور ادویہ سے گزر کر لطف ولذت کے نظاروں کے بعد مشینی پیٹیوں کے استعمال کرنے میں نہ فرق رکھتا ہے اور نہ اپنی اس کمزوری پر شرماتا ہے۔ پس موت کی حد تک لذت چاہتا ہے۔

لیکن قرآن حکیم نے جہاں اس جنسی جذبہ کی تکمیل کے لیے حسب ضرورت چار شادیوں اور بے شمار باندیوں کی اجازت دی ہے، تا کہ معاشرہ میں نقصان اور خرابی پیدا ہوئے بغیر انسان پورے طور پر جنسی جذبہ میں تسکین پیدا کر لے وہاں ایسی شرائط بھی مقرر کر دی ہیں کہ وہ اعتدال سے تجاوز نہ کر سکے اور تحلیل کی حرارت جس میں نشو و ارتقاء اور ربوبیت کی قوت بھی شریک ہے انتہائی تسکین سے ختم ہو کر زبوں کی حالت پیدا نہ کر دے جس میں جسم سوکھ و سکڑ کر خشک ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ بھوک دو قسم کی پائی جاتی ہے: ایک پیٹ کی بھوک اور دوسری جنسی بھوک۔ یہ حقیقت ہے کہ پیٹ کی بھوک عام ہے اور ہر گھڑی لوگ اس کے چنگل میں گرفتار ہیں۔ مگر جنسی بھوک ایک خاص بھوک ہے جو خاص وقت اور ماحول میں پیدا ہوتی ہے۔ جو دغا بھوک ہے اس کے لیے قرآن پاک میں بیان ہے:

﴿ کلوا وشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین﴾

''بے تکلف آزادانہ طور پر کھاؤ پیو (مگر مقررہ) حد سے مت بڑھو۔ تاکیداً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتے''۔

تو خاص بھوک میں کب اجازت ہے جس کا نقصان جوہر انسانی کے ضائع ہونے سے واضح ہے اور مشاہدہ ہے کہ پیٹ کی تسکین

کے لیے کچھ نہ کچھ جسم میں داخل کرنا پڑتا ہے اور جنسی بھوک کو تسکین دینے کے لیے جسم سے جوہرِ خون خارج کرنا پڑتا ہے۔ پھر حد سے بڑھنے والے کے لیے کتنی بڑی سزا ہے کہ اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتے جب وہی دوست نہیں رہا تو پالن ہار کون ہے۔

قرآن اپنے متعلق فرماتا ہے: ﴿ ذلك الكتاب لا ريب فى هدى اللمتقين ﴾ یہ ایسی کتاب ہے کسی قسم کا شک اس میں نہیں ہے۔ زندگی اور کائنات کا ہر صغیر و کبیر اور خشک و تر قانون اس میں پایا جاتا ہے لیکن اس کی ہدایت صرف متقین کے لیے ہے۔ قرآن حکیم پھر بیان کرتا ہے کہ انسان متقی کیسے بنتا ہے: ﴿ كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون ﴾ یعنی روزے تم پر فرض ہیں جیسے تم سے پہلوں پر فرض تھے، تاکہ متقی بن جاؤ۔ روزہ کم و بیش پندرہ سولہ گھنٹے کا ہوتا ہے۔ یعنی اتنے عرصہ تک اللہ کی مرضی کے لیے کھانا پینا بند رکھتا ہے۔ گویا روزے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق پیٹ کی بھوک اور دیگر جنسی خواہشات سے دور رہنا ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور پرہیزگاری کی تربیت کرتا ہے۔ اس طرح ایک شخص متقی بنتا ہے اور جب قرآن حکیم یہ کہتا ہے کہ اگر تم ﴿ ان اكرمكم عندالله اتقانكم ﴾ یعنی تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ قابلِ عزت وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ خیال کریں کہ ایسے شخص کا پیٹ کی بھوک اور جنسی بھوک پر کتنا قبضہ ہوگا اور جب ایک مومن یہ دعا مانگتا ہے کہ ﴿ رب جعلنا للمتقين امام ﴾ یعنی اے ربّ ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔ اس کے متعلق کیا خیال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمانبرداری کے ساتھ پیٹ کی بھوک اور جنسی بھوک پر کتنا قابو رکھتا ہوگا۔ ایسے شخص کا تصور وہی کرسکتا ہے جو خود روزہ دار ہے۔

ایک طرف قرآن حکیم اس قدر اجازت دیتا ہے کہ انسان جنسی جذبہ کی تسکین کے لیے چار عورتوں سے عقد اور بے شمار باندھیوں سے مستفید ہوسکتا ہے، تاکہ اس کے جنسی جذبہ میں تسکین کے لیے زیادہ سے زیادہ سہولتیں ملیں بلکہ حاصل ہوں اور اور دوسری طرف تقویٰ و پرہیزگاری اور فرمانبرداری کی ایسی سخت اور بڑی بندشیں ہیں کہ خواہشات نفسانی کی تکمیل کا کہیں دخل نظر نہیں آتا۔ بلکہ شدید بھوک اور ضرورت کے لیے بھی اس کی اجازت نہیں ہے۔ جس کے لیے حکم فرما دیا ہے کہ کوئی شخص اپنی حلال کمائی سے شدید بھوک کے وقت ایک گھنٹہ بلکہ ایک منٹ قبل بھی روزہ نہیں کھول سکتا۔ اسی طرح روزہ کی حالت میں شدید ضرورت پر بھی جنسی جذبہ کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ فرمان اور وقت کا بھی انتظار ہے۔ اسلام جنسی جذبہ کی اجازت بھی پوری حد تک دیتا ہے اور ان پر قدرے بندش اور پابندی بھی نہایت شدید لگاتا ہے۔ کسی شے کی اجازت دینا اور بات ہے۔ اور اس کا استعمال اور عمل میں لانا اور بات ہے۔ صرف اجازت سے نہ تو جائز فائدہ اٹھانا چاہیئے اور نہ ہی گھبرانا چاہیئے۔ البتہ اعتدال قائم رکھنا انتہائی ضروری ہے جو بغیر تقویٰ کے ممکن نہیں ہے جب کہ قرآن حکیم کی تاکید ہے یعنی اپنے رب کا خوف جو لوگ رکھتے ہیں اور اپنے نفس کی خواہشات سے روکتے ہیں ان کا مقام جنت ہے۔ اس تاکید کے تحت جس قدر دل چاہے جنسی جذبہ کی تسکین کی جاسکتی ہے۔

جنسی بھوک کی تکمیل کے لیے جذبہ میں شدت شرط ہے تاکہ انتشار اور اخراج مکمل طور پر ہوسکے جیسے پیٹ کی بھوک میں شدت اشتہا کا ہونا لازم ہے، ورنہ غذا جسم میں جاکر باعث فساد ہوگی بلکہ جو تکلیف اور امراض کا باعث ہوگی۔ اغلب ہے کہ موت کا باعث بن جائے۔ جنسی بھوک میں شدت جذبہ اور پیٹ کی بھوک میں اشتہا شدید سے مراد انتہائی ضرورت ہے۔ صرف نفسانی خواہش نہیں ہے کیونکہ نفسانی خواہش سے نہ جنسی جذبہ میں شدت ہوگی اور نہ پیٹ میں بھوک کی شدت ہوگی اور دونوں خواہشات مصنوعی طور پر لطف ولذت اور غذا سے پیدا کی جاتی ہیں۔ گویا اعضائے جسمانی میں نہ ضرورت کا احساس ہے اور نہ تکمیل بھوک کی ضرورت ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ غیر ضروری جذبہ واشتہا پیدا کر کے اس کو پورا کرنا اعضائے انسانی کے لیے بے حد نقصان رساں اور کمزوری کا باعث ہوگا اور اگر یہ عمل کچھ عرصہ قائم رہا تو اس کا

نتیجہ دائمی امراض ہوں گے جو انسان کی موت کو دعوت دیتے ہیں۔ اس لیے خواہشات کی بجائے ضرورت کو مدنظر رکھنا انتہائی لازم ہے، تا کہ انسان اپنی لمبی زندگی کو صحت اور خوشحالی سے گزار سکے۔ یہی اعتدال ہے۔

جنسی بھوک کی شدت کے لیے تین امور انتہائی ضروری ہیں: اول صحت ہر اعتبار سے درست ہے۔ دوم پیٹ کی بھوک میں شدت۔ سوم مقابل جنس کا دل پسند ہونا خصوصاً مردوں کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

اول جہاں تک صحت کے ہر اعتبار سے درست ہونے کا تعلق ہے اس میں صحت مندی کے ساتھ جنسی قوت اور جذبہ کی شدت کا اپنے پورے عروج پر ہونا ضروری ہے۔

دوسرے پیٹ کی بھوک کی شدت کا جہاں تک تعلق ہے یہ امر بھی عام صحت میں داخل ہے۔ یہاں اس کی طرف اشارہ اس لیے ہے کہ اشتہا پیٹ کی شدت جنسی جذبہ میں یقیناً شدت، پیدا کر دیتی ہے۔ جن لوگوں میں مدت تک پیٹ کی اشتہا میں شدت پیدا نہیں ہوتی ان میں جنسی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے غریب طبقہ میں اولاد زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کی غذا بھی ان کی اکثر جسمانی ضرورت پوری نہیں کرتی اور اکثر ان کو پیٹ کی اشتہا تنگ کرتی رہتی ہے۔

سوم مقابل جنس کے دل پسند ہونے کا جہاں تک تعلق ہے، خصوصاً مردوں کے لئے، اس کا اندازہ اس امر سے لگالیں کہ کوئی مرد جب تک جنسی جذبہ کی شدت سے بالکل ہی مغلوب نہ ہو جائے کبھی بھی انتہائی بدصورت و بڑھیا اور غیر دل پسند عورت کے قریب نہیں جائے گا۔ کیونکہ اس کے لیے اس میں لطف و لذت اور کشش کی صورت نہیں ہے۔ اس لیے وہ اس کے جنسی جذبہ میں انتہائی قوت وصحت کے باوجود شدت پیدا نہیں کر سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مرد باوجود ہر اعتبار سے صحت مند ہونے کے اس قسم کی عورتوں کے لیے اپنے اندر کوئی جنسی قوت اور جذبہ نہیں پاتے اور اپنے آپ کو جنسی طور پر کمزور یا ناکارہ خیال کر لیتے ہیں۔ ایسے اتفاق کے بعد وہ ہر عورت کے مقابلے میں ایسا یقین کرتے ہوئے اپنے آپ کو جنسی قوت کی خرابی کا مریض خیال کر لیتے ہیں۔

اس غیر دل پسند کی ایک صورت یہ بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ شادی سے قبل ظاہری شکل وصورت میں لڑکی اور لڑکے میں کشش ہوتی ہے لیکن شادی کے بعد ذہنی طور پر کوئی مناسبت نہیں ہوتی اور دونوں میں سے کسی ایک کو نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ دو تہذیبوں کا تصادم ہے، چاہے وہ اعلیٰ طبقہ کی تہذیبیں ہوں یا ان کا تعلق مختلف اقوام اور ممالک سے ہو، ہر حال میں اختلاف کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے بھی زیادہ خوفناک صورت یہ ہوتی ہے کہ بعض مرد کی معاشی ومعاشرتی تہذیبی وتمدنی علمی وفنی اور سیاسی وعمرانی زندگی میں درجہ بدرجہ ترقی ہو جاتی ہے یا تنزلی ہو جاتی ہے، پہلی صورت میں مرد پریشان ہوتا ہے اور دوسری صورت میں عورت مشکل میں پڑ جاتی ہے۔ اس سے زیادہ دردناک صورت یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ شادی کے بعد مرد یا عورت کسی خوفناک جسمانی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جذام و آتشک، ماس خورہ اور سل ودق وغیرہ۔ ایسی صورت میں دونوں میں جنسی جذبہ کی تسکین کی بجائے ایک دوسرے سے جدا ہونے کی کوشش پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی روح ونفس پر خوف کی صورت میں غالب ہو جائے تو جنسی جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔

جناب منٹو نے ایک اسی قسم کا افسانہ لکھا ہے کہ ایک لڑکے نے ایک لڑکی کو گھر کی کھڑکی سے دیکھا۔ محبت بڑھ گئی۔ راز و نیاز خط و کتابت سے ہوتے رہے۔ اسی طرح فیصلہ کر کے کسی دوسرے شہر میں بھاگ گئے۔ جب وہ دونوں کسی تسکین کی جگہ مل کر بیٹھے اور جب منہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو لڑکے پر ایک خوفناک تعفن کے بھبھوکے کا حملہ ہوا۔ یہ بدبو کا بھبھوکا لڑکی کے منہ سے نکلا تھا جو ماس خورہ کی شدید علامت ہے۔ اس کے بعد لڑکے نے اس سے کوئی بات نہیں کی بلکہ اس کو وہیں چھوڑ کر اپنے گھر واپس بھاگ گیا اور لڑکی دیکھتی رہ گئی۔

ایسی صورت میں جنسی جذبہ کی تسکین کا سوال ہی پیدا نہیں۔ گویا جنسی جذبہ میں دل پسندی انتہائی اہم شے ہے۔ لیکن اسلام ایسے ظلم کی اجازت بھی نہیں دیتا کہ غیر دل پسند کی اصلاح نہ کی جائے اور اسے فوراً چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ اس کا فرض ہے کہ حتی المقدور اس کی خدمت کرے اور اگر مرد کو دوسری بیوی کی ضرورت ہو تو کرلے اور پہلی کی نگرانی بھی اپنے ذمہ سمجھے۔ اگر وہ اس کی نگرانی میں رہنا پسند کرے۔ اس اہم مسئلہ کو قرآن حکیم نے اس طرح بیان کیا ہے: ﴿ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی و ثلث و ربع ﴾ پس نکاح ان عورتوں سے کرو جو تم کو دل پسند ہوں، (ضرورت کے مطابق) دو دو، تین تین اور چار چار بھی رکھ سکتے ہو۔

چار نکاح پر وہی لوگ اعتراض کرتے ہیں جو قرآن حکیم کی نکاحی بندشوں کو نظر انداز کرنا نہیں جانتے۔ جب انسان کے عدل اور اس کی ضرورت کا سوال سامنے آتا ہے تو ایک بیوی کے صحیح حقوق ادا کرنا ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ اس میں سب سے بڑی بات قوانین خداوندی کے خوف و جرأت اور استقامت کی ضرورت ہے۔

یہاں ایک اہم نکتہ ذہن نشین ہونا چاہیے کہ جہاں تک بشری ضروریات کا تعلق ہے، وہاں پر عورت اور مرد کے حقوق برابر ہیں۔ لیکن جہاں تک تنظیمی معاملات کا تعلق ہے مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے ﴿ الرجال قوامون علی النساء ﴾ ''مرد عورتوں پر ناظم ہیں''۔ مرد کی طاقت عورتوں سے چار گنا ہے۔ شہادت کے لیے جہاں پر ایک مرد کافی ہے وہاں دو عورتوں کا ہونا لازم ہے۔ وہ اپنی عورتوں کا نان و نفقہ اور مہر ادا کرتا ہے۔ یہ ملکیت کی علامت ہے۔ اولاد ہمیشہ مرد کی تسلیم ہوتی ہے۔ عورت میں قوت مفعولہ اور مرد میں فاعلہ ہوتی ہے۔ مرد جب چاہے طلاق دے دے اور دوسرا نکاح کرلے، مگر عورت طلاق نہیں دے سکتی خلع کر سکتی ہے۔ پھر دوسرا نکاح بھی چار ماہ سے قبل نہیں کر سکتی۔ مرد کی جائیداد سے عورت نصف کی مالک نہیں ہے بلکہ اسے آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ عورت پر مرد کی فرمانبرداری اور اس کے مال کی حفاظت لازم ہے۔ عورت پر شرعی طور پر مرد کی نسبت سے پابندیاں ہیں۔ تنہا حج پر نہیں جا سکتی۔ اذان نہیں دے سکتی۔

ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کا مقام عورت سے بہرحال جدا ہے۔ کیونکہ دونوں کی تخلیق بالکل مختلف ہے۔ اس لیے جنسی تعلقات اور ضروریات میں ان امور کو مدنظر رکھنا انتہائی اہم ہے۔

زندگی کے لازمی اسباب

ہر زندگی کے لیے وہ انسانی ہو یا حیوانی اس میں اسباب زندگی لازمی ہیں جن میں: (۱) ہوا اور روشنی (۲) کھانا پینا (۳) حرکت و سکون جسمانی (۴) خواہشات نفسانی (۵) نیند اور بیداری (۶) استفراغ و احتباس ضروری امور ہیں۔ یہ ایسے قوانین اور صورتیں ہیں جن سے زندگی کا تعلق کائنات سے بھی پیدا ہو گیا ہے۔ انہی کو اسباب زندگی کہا جاتا ہے۔ طبی اصطلاح میں ان کو اسباب ستہ ضرور کہتے ہیں۔ ان میں جب کمی بیشی واقعہ ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے بدن انسانی میں جو حالت پیدا ہوتی ہے اس کو مرض کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ چھ اسباب ضرور یہ دراصل عملی حیثیت میں تین صورتیں اختیار کر لیتے ہیں: اوّل جسم کے لیے غذائیت مہیا کرنا جیسے ہوا اور روشنی اور ماکولات (مشروبات) ہیں۔ دوسرے جسم میں غذائیت کو ہضم کر کے جزو بدن بناتے ہیں، جیسے نیند اور بیداری۔ تیسرے جسم کے اندر غذائیت ایک مقررہ وقت تک قائم رکھتے ہیں، تاکہ جزو بدن بن جائے اور جب ان کی ضرورت نہ ہو تو اس کو خارج کر دے۔ ان کو احتباس اور استفراغ کہتے ہیں۔

غذائیت زندگی

غذائیت میں ہوا اور روشنی کے ساتھ ہر قسم کی وہ اشیاء شامل ہیں جو کھانے پینے میں استعمال ہوسکتی ہیں۔ جن میں ادویہ اور زہر بھی شامل ہیں۔ ان کے متعلق یہ امور ذہن نشین کرلیں کہ وہ سب جسم میں صرف غذائیت نہیں کرتیں بلکہ جسم بھی بناتی ہیں اور جسم کو متاثر بھی کرتی ہیں اور اس کے ساتھ بدل ماتحلیل کی تکمیل بھی ہوتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ غذا حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کی مدد کرتی ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ غذائیت کی ضرورت ذیل کی صورتوں میں لازم ہے: ① غذائیت سے اخلاط خصوصاً خون پیدا ہوتا ہے۔ ② غذائیت سے کیفیات بنتی ہیں۔ ③ غذائیت سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ ④ جو کچھ جسم انسانی میں کسی حیثیت میں خرچ ہوتا ہے وہ پھر مکمل ہوتا ہے۔ ⑤ غذائیت سے حرارت غریزی کو مدد ملتی ہے۔ ⑥ غذائیت سے رطوبت غریزی قائم رہتی ہے۔ غذا کی ضرورت کی ایک دلیل یہ ہے کہ جس طرح تیل چراغ کی بتی میں خرچ ہوتا ہے اور جلتا ہے اسی طرح انسان اور حیوان کے بدن کی حرارت اور رطوبت بھی خرچ ہوتی ہے۔ بالکل چراغ کے تیل اور بتی کی طرح جب وہ دونوں خرچ ہوجائیں تو وہ بجھ کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح حرارت اور رطوبت کے فنا ہوجانے سے انسانی زندگی کا چراغ بھی گل ہوجاتا ہے۔ پس حرارت اور رطوبت انسانی جو انتہائی ضروری اور لابدی اشیاء ہیں ان کا بدل اور معاوضہ ہونا لازمی امر ہے تاکہ حرارت غریزی اور رطوبت غریزی فوراً جل کر فنا نہ ہوجائیں۔ اس لیے غذائیت ایک انتہائی ضروری اور لابدی شے ہے۔ اس لیے اس کی طلب اور تقاضا ایک ضروری اور غیر شعوری حالت ہے۔

انسان کے جسم کی حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کی مثالیں چراغ کی بتی اور تیل کی سی ہیں جو چراغ کے جلنے کو قائم رکھتے ہیں۔ کبھی بتی جل جانے سے چراغ بجھ جاتا ہے اور کبھی تیل خرچ ہوجانے سے دیا گل ہوجاتا ہے۔ یہی صورت جسم انسان میں پائی جاتی ہے حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کی حفاظت کی جائے تو نہ صرف انسان اپنی طبعی عمر کو پہنچتا ہے بلکہ امراض سے بھی محفوظ رہتا ہے اور اس کے قویٰ اور طاقتیں قائم رہتی ہیں۔

اس حقیقت سے اکثر انسان ناواقف ہیں کہ حرارت کیسے پیدا ہوتی ہے اور رطوبت کیسے قائم رہتی ہے۔ عام طور پر یہی ذہن نشین کرلیا گیا ہے کہ جو غذا بے وقت کھائی جائے اور وہ ضرور خون اور طاقت بن جاتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ گرم یا مرغن اغذیہ کھالینا کافی ہیں۔ لیکن ایسی باتیں حقیقت سے بہت دور ہیں۔ اگر اتنا سمجھ لینا کافی ہوتا تو ہر آدمی انتہائی صحت مند ہوتا اور ان میں کوئی مریض نظر نہ آتا۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو امیروں میں مریض زیادہ ہوتے ہیں اور بھوکے فقیروں میں غریبوں میں تو مریض خصوصاً پیچیدہ امراض کے مریض مشکل سے نظر آتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صرف غذا کا کھالینا ہی صحت اور طاقت کے لیے کافی نہیں بلکہ اس کے لیے کچھ اصول بھی مقرر ہیں تاکہ وہ غذا جسم میں جاکر مناسب طور پر حرارت اور رطوبت کی صورت وشکل اختیار کرے اور خرچ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ بجائے مفید و معاون اثرات کے مضر اور غیر معاون ثابت ہوکر مرض یا فنا کا باعث بن جائے۔ یہی صحیح غذا کے استعمال اور غذائیت سے مفید اثرات حاصل کرنے کا راز ہے۔

طاقت غذا میں ہے

جاننا چاہئے کہ انسانی جسم میں طاقت خصوصاً مردانہ کے کمال کا پیدا کرنا صرف مقوی اور اکسیر ادویات پر منحصر نہیں ہے۔ کیونکہ صرف

ادویات تو ہمارے جسم کے اعضاء کے افعال میں تحریک وتقویت اور تیزی پیدا کر سکتی ہیں، لیکن وہ جسم میں بذات خود خون و گوشت اور چربی نہیں بن سکتیں۔ کیونکہ یہ کام اغذیہ کا ہے۔ پس جب تک صحیح اغذیہ کے استعمال کو اصولی طور پر مدنظر نہ رکھا جائے تو اکسیر سے اکسیر مقوی ادویہ بے سود ثابت ہوتی ہیں۔ اگر ان کے مفید اثرات ظاہر بھی ہوں تو غلط اغذیہ سے بہت جلد ان کے اثرات ضائع ہو جاتے ہیں۔

حصول قوت میں اغذیہ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ حکماء اور اطباء نے تقویت کے لیے جو ادویات تجویز کی ہیں ان میں عام طور پر اغذیہ کو زیادہ سے زیادہ شامل کیا ہے۔ مثلاً حلوہ جات و حریرہ جات اور مربہ جات و خمیرہ وغیرہ۔ ان سے بھی زیادہ تیز قسم کی اغذیہ کو ادویہ میں تبدیل کرنے کی صورت میں ماء اللحم دو آتشہ اور قسم قسم کی شرابیں شامل کر لی گئی ہیں اور کسی جگہ بھی اغذیہ کے اثرات کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ یہی فن طب قدیم کا کمال ہے۔

ہم روزانہ زندگی میں بھی جو پلاؤ، زردہ اور متنجن و فرنی وغیرہ چاول کی شکل میں استعمال کرتے ہیں، یہ سب کچھ اغذیہ کی ادویات سے ترتیب دے کر ان میں تقویت پیدا کی گئی ہے۔ اسی طرح سوجی کی بنی ہوئی سویاں، ڈبل روٹی، حلوہ حریرہ اور پراٹھے یہ سب کچھ طاقت کو مدنظر رکھ کر اطباء اور حکماء نے ترتیب دیئے ہیں۔ البتہ ان کے صحیح مقام استعمال کو جاننے اور مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ فرنگی طب میں یہ خزانے اور کمال کہاں ہیں۔ وہاں طاقت کی ادویہ میں اغذیہ کا تصور تک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ہمارے ملک میں طاقت کے لیے فرنگی ادویات کا تصور تک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں طاقت کے لیے فرنگی ادویات کی طرف رجوع ہی نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان کی ادویات کو خشک سمجھ کر نقصان رساں سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ فرنگی طب کی اکثر ادویات تیزابیت اور زہر ہوتی ہیں۔ اس سے انسانی اعضائے رئیسہ کو غذائیت کے بجائے نقصان پہنچتا ہے اور اکثر ضعف و نقاہت اور کمی خون کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور انسان ہمیشہ کے لیے مریض بن کر رہ جاتا ہے۔

غذا سے طاقت کی پیدائش

صرف غذا لینے سے طاقت پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ حقیقی طاقت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب غذا کھا لینے کے بعد صالح اور مقوی خون بن جائے۔ صالح اور مقوی خون میں حرارت اور رطوبت ہوتی ہے جو حرارت غریزی اور رطوبت کی مدد کرتی ہے۔ حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کا صحیح تصور و پیدائش، افعال و اثرات اور خواص و فوائد کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر ربوبیت اور رحمت کی حقیقت و اہمیت افعال و اثرات اور خواص کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ انسان میں یہ شوق و جذبہ پیدا ہو کہ وہ بھی ایک ربانی شخصیت بن جائے۔ بہرحال یہ اگر کسی کے لیے سہل کام نہیں ہے تو کم از کم اس قدر ہی سمجھ لے کہ صحت اور طاقت کا دارومدار صالح اور مقوی خون پر ہے اور اس خون سے بدن انسان کو ہر قسم کی غذائیت اور قوت مل سکتی ہے اور ہماری غذا میں وہ تمام اجزا شامل ہوتے ہیں جن سے صحت مند اور صالح خون پیدا ہو سکتا ہے جو انسان میں غیر معمولی طاقت پیدا کر دے بلکہ وہ طاقت اس کو شیر کے مقابلے میں کھڑا کر سکتی ہے۔ اس کے مقابل میں ہم پہلوان کو دیکھ سکتے ہیں جو کبھی کوئی دوا کھا کر پہلوان نہیں بنتے بلکہ صرف غذا کھا کر ہی پہلوان بنتے ہیں۔ البتہ اس کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ وہ کیسی غذا کھائیں اور اس کو کس طرح ہضم کریں۔

غذا اور طاقت

یہ حقیقت ذہن نشین کر لیں کہ دُنیا میں کوئی غذا بلکہ کوئی دوا ایسی نہیں ہے جو انسان کو بلاوجہ اور بلاضرورت طاقت بخشے۔ مثلاً:

دودھ ایک مسلمہ طور پر مقوی غذا سمجھی جاتی ہے لیکن جس کے جسم میں ریشہ اور بلغم اور رطوبات کی زیادتی ہو اس کے لیے سخت مضر ہے۔ گویا جن لوگوں کے اعصاب میں تحریک اور تیزی وسوزش ہو وہ اگر دودھ کو طاقت کے لئے استعمال کریں گے تو ان کا مرض روز بروز بڑھتا جائے گا اور وہ طاقتور ہونے کی بجائے کمزور ہوتے جائیں گے۔ اسی طرح مقوی اور مشہور غذا گوشت ہے۔ ہر مزاج کے لوگ اس سے طاقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ایک فاضل حکیم جانتا ہے کہ گوشت کا ایک خاص مزاج ہے جس کسی کا وہ مزاج نہ ہو اس کے لئے وہ مفید ہونے کی بجائے مضر ہے۔ مثلاً: لوگوں کے جسم میں جوش خون یا خون کا دباؤ (ہائی بلڈ پریشر) بڑھا ہوا ہو۔ ان کو اگر گوشت خصوصاً بھنا ہوا گوشت کھلایا جائے تو ان کو الٹا کر مارے گا۔ گویا جن لوگوں کے گردوں میں سوزش ہو اس میں گوشت کا استعمال بجائے طاقت دینے کے سخت نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ تیسری مقوی اور مشہور غذا گھی ہے جو اس قدر ضروری ہے کہ تقریباً ہر قسم کی غذا تیار کرنے میں استعمال ہوتی ہے لیکن جن لوگوں کو ضعف جگر ہو وہ اگر گھی کا استعمال کریں گے تو ان کے ہاتھ پاؤں بلکہ تمام جسم پھول جائے گا اور سانس کی تنگی پیدا ہو جائے گی اور ایسا انسان بہت جلد مر جاتا ہے۔

یہی صورتیں ادویات میں بھی پائی جاتی ہیں۔ دُنیا میں کوئی ایسی دوا مفرد یا مرکب نہیں ہے جس کو بلاوجہ اور بلاضرورت استعمال کریں اور وہ طاقت پیدا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ آج جبکہ فن علاج کو دُنیا میں پیدا ہوئے ہزاروں سال گزر چکے ہیں کوئی حاذق اور فاضل حکیم بلاوجہ اور بغیر ضرورت کسی ایک دوا یا غذا کو عام طور پر مقوی (جنرل ٹانک) قرار نہیں دے سکتا، لیکن فرنگی ڈاکٹر اور ان کے دیکھا دیکھی اطباء بھی عام مقوی (جنرل ٹانک) یا خاص مقوی (سپیشل ٹانک) کے نام سے فروخت کر رہے ہیں۔ یورپ کی پیٹنٹ مقوی ادویات نہ صرف ہمارے ملک کے کروڑوں روپوں کو برباد کر رہی ہیں بلکہ بہت ہی خطرناک امراض پیدا کر رہی ہیں جن کا استعمال فوراً بند کر دینا چاہئے۔ ہمارے ملک میں ٹی بی (تپ دق وسل)، ذائبیٹیز (ذیابیطس) اور جوش خون (ہائی بلڈ پریشر) وغیرہ امراض اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق لاکھوں افراد ہر سال ان میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور مر جاتے ہیں لیکن کوئی فرنگی ڈاکٹر حکومت کو ان مقوی پیٹنٹ ادویات سے روکنے کا مشورہ نہیں دیتا۔ اس طرح دولت کے ساتھ ساتھ قوم اور ملک کا نقصان ہو رہا ہے۔

غذا کھانے کا صحیح طریقہ

میں نے تقریباً سالہا سال کے طبی مطالعہ اور تجربات میں کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جو صحیح اور عوامی طریق پر انسان کو غذا کھانے کے اصول بتائے۔ اس میں طب یونانی کے ساتھ ویدک کتب اور فرنگی طب کے ساتھ ماڈرن میڈیکل سائنس کی وٹامن تھیوری تک شریک ہیں لیکن قرآن حکیم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو صحیح اور عوامی طریق پر غذا کھانے کا انسان کو صحیح طریقہ بتاتی ہے۔ میں یہ بات اپنے مذہب، ایمان اور عقیدہ کی بنا پر نہیں کہتا بلکہ علم وفن اور سائنس کو مدنظر رکھ کر کہتا ہوں جس کو میری اس بات میں مبالغہ معلوم ہو اس کو چیلنج ہے کہ قرآن حکیم کے سیدھے سادے اور یقینی طریق غذا کے استعمال کو دُنیا کی کسی طبی یا سائنسی کتاب سے نکال کر دکھا دے۔ میں اس شخص کی عظمت کو تسلیم کر لوں گا۔ ایک بات میں یہاں اور بیان کر دوں کہ میں نے گزشتہ تیس سالوں میں کسی اسلامی قانون کو اس وقت تک تسلیم نہیں کیا جب تک اس کی حکمت وسائنس اور نفسیات کے قانون کو پرکھ نہیں لیا۔ البتہ بعض مقامات پر دُنیا کی حکمت وسائنس اور نفسیات کے اُصول غلط ہو جاتے ہیں لیکن قرآن حکیم کے قوانین اور سنت النبی ﷺ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ حقیقت ہی قانون ہے۔

قرآن حکیم فرماتا ہے: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ﴾ ''کھاؤ پیو مگر بغیر ضرورت کے صرف نہ کرو''۔ کتنی سادگی سے تین باتیں کہہ دی ہیں اور اس میں کھانے پینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جس قدر جس کا دِل چاہے کھائے پئے کوئی کمی بیشی کی مقدار مقرر نہیں کی گئی۔ زیادہ

کھانے والے بھی ہوتے ہیں اور کم کھانے والے بھی۔ ہر ایک کو کلی اجازت ہے، مگر تاکید ہے کہ بغیر ضرورت کے کھانا پینا منع ہے۔ اس ضرورت کا اندازہ کون لائے۔ اس کے لئے پیٹ کی طلب ہمارے سامنے ہے۔ یعنی وہ جو کچھ مانگ رہا ہے وہ اس کی ضرورت ہے۔ اس کو بھوک ہے یا جو کچھ کھایا پیا جا رہا ہے وہ صرف ایک خواہش کے تحت کھایا جا رہا ہے۔ اگر بھوک پیاس کے بغیر صرف خواہش اور لذت کے لئے کھایا پیا جا رہا ہے تو پھر یہ اصراف ہے۔ اس کو قرآن منع کرتا ہے۔ بھوک اور پیاس کا اندازہ کون لگائے، اس کا آسانی سے اندازہ روزوں سے لگایا جاسکتا ہے کہ بھوک اور پیاس کیا ہوتی ہے اور اس وقت کتنا کھایا پیا جا سکتا ہے۔ گویا صحیح بھوک اور پیاس کے انداز کے مطابق بھوک ہے اور کھایا پیا جا سکتا ہے تو کھاؤ ورنہ اس سے کم بھوک اور مقدار میں کھاؤ پیو گے تو یہ خواہش اور لذت ہوگی ضرورت نہیں۔

مقدار غذا کا اندازہ

مقدار غذا جو ایک وقت کھانی چاہئے اور شدید بھوک پر بھوک کا اندازہ چاہے وہ تیسرے روز ہی کیوں نہ لگے پیٹ بھرنے سے کر سکتا ہے۔ مثلاً شدید بھوک میں انسان اپنے علاقہ و مقام اور معمول کے مطابق تین عدد روٹیاں یا چپاتیاں یا تھالیاں بھر کر غذا کھا سکتا ہے تو پھر انسان کو لازم ہے کہ جب تک اس قدر کھانے کی ضرورت نہ ہو غذا کو ہاتھ نہ لگائے۔ جو لوگ کم غذا کھاتے ہیں ان کے پیٹ میں پہلے ہی غذا پڑی ہوئی خمیر بن رہی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ تھوڑی غذا کھاتے ہیں اور وہ بھی پیٹ میں اس غذا سے مل کر خمیر بن جاتی ہے۔ اس طرح خمیر کے ساتھ تبخیر کا سلسلہ جاری رہتا ہے جو بڑھ کر زہر کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس کا نتیجہ مرض اور ضعف کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

بلاضرورت غذا ضعف پیدا کرتی ہے

عام طور پر اس قول و فعل اور بات و عمل پر سو فیصد یقین پایا جاتا ہے کہ ضرورت و بلاضرورت غذا کھالی جائے تو وہ جسم انسان کے اندر جا کر یقیناً طاقت پیدا کرے گی اور خون بنائے گی۔ اسی یقین کے ساتھ کمزوری اور مرض کی حالت میں بھی یہی کوشش کی جاتی ہے اور مریض کو مقوی غذا دی جاتی ہے لیکن یہ نظریہ اور یقین حقیقت میں غلط ہے کیونکہ بلاضرورت غذا ہمیشہ ضعف اور مرض پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ صحت اور طاقت کے متلاشی ہیں ان کو بلاضرورت کھانا تو رہا ایک طرف اس کو ہاتھ لگانے اور دیکھنے سے بھی دور رہنا چاہیے کیونکہ ہر غذا کے چھونے اور دیکھنے سے بھی جسم میں لطف و لذت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا بھی جسم پر اثر ہوتا ہے جیسے ترشی کو دیکھ کر منہ میں پانی آ جاتا ہے۔

ہضم غذا

جو غذا ہم کھاتے ہیں اس کا ہضم منہ سے شروع ہو جاتا ہے۔ لعاب دہن اور منہ اور دانتوں کی حرکات و دباؤ اس کی شکل و کیفیت کو بدل کر اس کو ہضم کرنے کی ابتدا شروع کر دیتے ہیں۔ جب غذا معدہ میں اُتر جاتی ہے تو اُس میں ضرورت کے مطابق رطوبت معدی اپنا اثر کر کے اس کو ایک خاص قسم کا کیمیاوی محلول بنا دیتی ہے اور اس کا اکثر حصہ ہضم ہو کر خون میں شامل ہو جاتا ہے اور باقی غذا چھوٹی آنتوں میں اُتر جاتی ہے۔ معدہ کے فعل و عمل میں تقریباً تین گھنٹے خرچ ہوتے ہیں۔ چھوٹی آنتوں میں پھر اس کی رطوبات اور لبلبہ کی رطوبات اور جگر کا صفرا باری باری اور وقتاً فوقتاً شریک ہو کر اس میں ہضم ہونے کی قوت پیدا کرتے ہیں۔ اس عمل و فعل میں تقریباً چار گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔ پھر یہ غذا بڑی آنتوں میں اُتر جاتی ہے جہاں اس کے ہضم میں تقریباً چار پانچ گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں۔ پھر کہیں جا کر غذا پورے طور پر جگر کے

ذریعے پختہ ہوکر خون میں شریک ہوتی ہے اور خون بنتی ہے۔ لیکن حقیقی معنوں میں غذا پورے طور پر ہضم نہیں ہوتی۔

ظاہر میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غذا ہضم ہوگئی ہے کیونکہ وہ خون بن جاتی ہے لیکن طب قدیم میں صحیح معنوں میں غذا اس وقت تک ہضم نہیں ہوتی جب تک وہ خون سے جدا ہوکر جسم پر مترشح ہو اور پھر طبیعت اس کو جذب کر کے جزو بدن بنا دے۔ غذا کو خون بننے تک اگر گیارہ گھنٹے صرف ہوتے ہیں تو جزو بدن ہونے تک تین چار گھنٹے اور خرچ ہو جاتے ہیں۔

غذا کا درمیانی وقفہ

بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ایک وقت کی کھائی ہوئی غذا خون بن کر جزو بدن نہ ہو اس وقت تک دوسری غذا نہیں کھانی چاہئے کیونکہ جو غذا ہضم ہو رہی ہے اس کی طرف پورے جسم و روح اور خون و رطوبت کی توجہ ہے۔ جب بھی اس ہضم کے دوران میں غذا کھائی جائے گی تو جو توجہ اوّل غذا کی طرف ہے وہ یقیناً نئی غذا کی طرف لگ جائے گی۔ اس طرح اوّل غذا پوری طرح ہضم ہونے سے رہ جائے گی اور جہاں پر رہ گئی ہے وہاں پڑی رہنے سے متعفن ہو جائے گی اور یہ تعفن باعث امراض ہوگا اور یقیناً طاقت دینے کی بجائے ضعف پیدا کرے گی۔ اگر طبیعت دوسری غذا کی طرف متوجہ نہیں ہوگی تو یقیناً وہ بغیر ہضم ہوئے پڑی رہے گی اور متعفن ہو جائے گی۔ اب اصولاً اور فطرتاً پندرہ سولہ گھنٹے اس پر عمل کرنا انتہائی مشکل ہے۔ اس لئے اطباء اور حکماء نے اس وقت کو زیادہ اہمیت دی ہے جس وقت ہضم میں تیزی اور طبیعت کی توجہ زیادہ ہو یہ صورت اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک غذا چھوٹی آنتوں سے بڑی آنتوں میں نہ اُتر جائے۔ اس عرصہ میں تقریباً پانچ سات گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں اس طرح سمجھ لیں کہ جب تک غذا کے ہضم میں خون کی مختلف رطوبات شامل ہوتی رہتی ہیں اس وقت تک دوسری غذا نہیں کھانی چاہئے کیونکہ اس طرح وہ رطوبات جو ہضم غذا میں شامل ہوتی ہیں رُک جاتی ہیں اور اس طرح وہ خراب اور نامکمل رہ جاتی ہے۔ گویا چھ سات گھنٹے وقفہ ہر غذا کے درمیان لازمی اور یقینی امر ہے ورنہ صحت کا قائم رہنا ناممکن ہے۔

روزہ اور وقفہ غذا

اسلام میں روزہ فرض ہے۔ ہر سال پورے ایک ماہ کے روزے ہر بالغ اور صحیح الدماغ انسان پر فرض ہیں۔ ہر روزہ صبح سورج نکلنے سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے شروع ہوتا ہے اور سورج غروب ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اس حساب سے روزے کا وقفہ تیرہ چودہ گھنٹے سے پندرہ سولہ گھنٹے بن جاتا ہے۔ اس وقفہ پر اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہر سال میں ایک ماہ کے روزے رکھنا ہضم غذا کے مکمل نظام کو چلانا اور قائم کرنا ہے۔ اس طرح سارے جسم کی مکمل صفائی ہو جاتی ہے اور خون کیمیاوی طور پر مکمل ہو جاتا ہے اور تمام اعضاء کے افعال اور انسجہ درست ہو جاتے ہیں۔

روزہ اور کنٹرول غذا

روزے میں سب سے زیادہ اہمیت یہ ہے کہ وقت مقررہ کے بعد نہ روزہ رکھا جا سکتا ہے اور نہ وقت مقررہ سے پہلے کھولا جا سکتا ہے۔ گویا روزہ رکھ لینے کے بعد ہر قسم کا کھانا پینا بالکل بند بلکہ کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھنا بھی اچھا خیال نہیں کیا جاتا۔ اس لئے دوسروں کو تاکید ہے کہ روزہ دار کے سامنے کھانا اور پینا نہیں چاہئے۔ گویا ماہ رمضان میں غذا پورے طر پر کنٹرول ہو جاتا ہے البتہ مسافر اور مریض کو غذا کی اجازت ہے اور ان کو تاکید ہے کہ وہ اپنے روزوں کی گنتی سکون اور صحت کے زمانے میں پوری کر سکتے ہیں۔

اگر اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے کہ قرآن حکیم کا نزول ماہ رمضان میں ہوا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام کی ابتداء کنٹرول غذا سے

ہوتی ہے اور جو لوگ کنٹرول غذا کرتے ہیں ان کو متقی اور پرہیز گار کہتے ہیں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''روزے تم پر فرض ہیں جیسے پہلے لوگوں پر فرض تھے تا کہ تم متقی اور پرہیز گار بن جاؤ''۔ جو لوگ جائز اور اپنی حلال کی کمائی اللہ تعالیٰ کی مرضی (کنٹرول) کے بغیر نہیں کھاتے وہ دوسروں کی دولت کی طرف کیسے آنکھ اُٹھا کر دیکھ سکتے ہیں۔ بس یہی تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

اس تقویٰ اور پرہیز گاری اور اطاعت و رضائے الٰہی کو مدنظر رکھیں اور اس طرح غور کریں کہ ﴿ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ بلاضرورت خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ جو تمام طاقتوں کا خالق ہے۔ جس سے ان کی محبت نہ رہے گی تو پھر اس کو طاقت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے غذا میں ضرورت کا احساس اور تصور انتہائی ضروری بات ہے اور عین حقیقت وفطرت ہے۔ باقی رہا غذا کا توازن یعنی کس قسم کی غذا کھانی چاہئے۔ اس کے لئے مزاج و ماحول اور قوت کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ یہ سب کچھ بالاعضا ہی تسلی بخش طریق پر عمل میں آ سکتا ہے جس کی تحقیقات علم بالغذا میں بیان کی جا چکی ہے۔

اس حقیقت کو ضرور مدنظر رکھیں کہ کسی قسم کی غذا ہو اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ حلال اور طیب ہو جیسے قرآن حکیم میں لکھا ہوا ہے: ﴿ کُلُوا حَلَالً طَیِّبٌ ﴾ حلال سے مراد ہے جس شے پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو یا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق حاصل کی گئی ہو۔ طیب سے مراد ہے کہ اس شے میں نہ صرف خوشبو ہو بلکہ اس میں تازگی بھی ہو۔ یہاں پر یہ مقام قابل غور ہے کہ طیب شے کو حلال کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یعنی اگر وہ شے طیب نہیں ہے تو یقیناً نجس ہے جس کا درجہ حرام کے بالکل قریب ہے۔

لازمی اسباب

زندگی کے لازمی اسباب جن کو اسباب ستہ ضرور یہ کہا جاتا ان کی عملی حیثیت تین ہیں جیسا کہ لکھا گیا ہے اس کی اوّل صورت جسم کے لئے غذا حاصل کرنا ہے جیسے ہوا، روشنی اور ماکولات ومشروبات وغیرہ۔ ان کا بیان ہو چکا ہے۔ ان کی دوسری عملی صورت جسم میں غذا کو ہضم کر کے جزو بدن بنانے کے لوازم زندگی ہیں۔ یہ اسباب ضروری ہضم غذا میں اس لئے لازمی ہیں کہ اگر حرکت وسکون جسمانی، حرکت وسکون نفسانی اور نیند و بیداری اعتدال پر نہ رہیں تو نہ صرف ہضم غذا میں فرق پڑ جاتا ہے بلکہ صحت میں بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

حرکت وسکون جسمانی اور ہضم غذا

حرکت ایک ایسی صفت کا نام ہے جس سے کوئی جسم یا شے کسی خاص وضع (قیام یا سکون) سے فعل میں آئے۔ درحقیقت اس دُنیا میں سکون مطلق کا وجود نہیں ہے، البتہ جب اس کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد حرکت وسکون نسبتی ہوتا ہے، یعنی جب کوئی جسم بلحاظ دوسرے جسم کے کسی خاص وضع یا حالت میں فعل میں آ جاتا ہے تو اس کو حرکت کہتے ہیں۔ بہرحال یہ نسبتی حرکت وسکون اپنے اندر خواص واثرات رکھتے ہیں۔ جب کوئی جسم حرکت میں آتا ہے تو اس کے ساتھ ہی جسم کا خون حرکت میں آتا ہے اور جسم کے جس حصے کی طرف سے حرکت کی ابتدا ہوتی ہے اس طرف روانہ ہوتا ہے۔ پھر طبیعت اس کو تمام جسم میں پھیلا دیتی ہے۔ اس طرح خون کی تیزی اور شدت بدن کو گرم کر دیتی ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ حرکت جسم میں گرمی پیدا کرتی ہے اور اس کی زیادتی جسم کو تحلیل کر دیتی ہے۔ اس کے مقابلے میں سکون سردی پیدا کرتا ہے۔ اس سے خون کی حرکت میں سستی اور رطوبات میں زیادتی ہو جاتی ہے گویا نسبتاً ہر حرکت، ہر سکون کے مقابلہ میں گرمی وخشکی اور تیزی کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی خون جسم کے جس حصہ میں پہنچتا ہے، وہاں پر اپنی حرارت سے وہاں کے اعضا میں تیزی اور گرمی پیدا کر کے وہاں کی غذا کو ہضم کرتا ہے اور مواد کو تحلیل کر کے خارج کرتا ہے اور اپنی تیزی سے وہاں کی رطوبات خشک کر دیتا ہے۔

حرکت کا تعلق عضلات سے ہے

اس امر کو بھی ذہن نشین کرلیں کہ جسم انسان میں ہر قسم کے احساسات اعصاب کے ذمہ ہیں جن کا مرکز دماغ ہے اور ہر قسم کی حرکات جو جسم میں پیدا ہوتی ہیں ان کا تعلق عضلات سے ہے جن کا مرض قلب ہے۔ اسی طرح جسم کو جو غذا ملتی ہے اس کا تعلق غدد سے ہے جن کا مرکز جگر ہے، یہی جسم کے اعضائے رئیسہ ہیں۔ جب جسم میں یا اس کے کسی عضو میں حرکت ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ہی قلب کے فعل میں تیزی آجاتی ہے۔ اس کے فعل میں تیزی کے ساتھ ہی وہ جسم کے خون کو جسم میں تیزی کے ساتھ روانہ کرنا شروع کر دیتا ہے، جس کے ساتھ ہی جسم میں حرارت بڑھنا شروع ہو جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں ریاح کا اخراج شروع ہو جاتا ہے اور جہاں جہاں پر غیر ضروری رطوبات اور مواد جمع ہوتے ہیں، طبیعت ان کو تحلیل کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوران خون کی تیزی کے ساتھ اس کا دباؤ غدد کی طرف بڑھ جاتا ہے اور وہ جسم کو زیادہ سے زیادہ غذا حرارت کی صورت میں دینا شروع کر دیتے ہیں، جو اس میں شریک ہوتی ہے۔ ساتھ ہی بھوک بڑھ جاتی ہے اور غذا زیادہ سے زیادہ ہضم ہوتی ہے جس کا لازمی نتیجہ خون کی زیادتی وصفائی اور طاقت میں ظاہر ہوتا ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ حرکت جسم میں حرارت وخون اور قوت وصفائی پیدا کرتی ہے۔ اس کے برعکس سکون سے جسم میں سردی اور کمی خون اور کمی قوت اور زیادتی مواد کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ بس یہی دونوں صورتوں کا بین فرق ہے۔

حرکت اور حرارت عزیزی

جاننا چاہئے کہ بدن انسان کا یہ کام ہے کہ جو چیز بدن انسان میں از قسم اغذیہ اشربہ وغیرہ خارج سے اور رطوبت ومواد اور اخلاط وغیرہ داخل بدن سے کسی بے محل جگہ یا غیر طبعی حالت سے کسی عضو بدن میں وارد ہوں اس میں حرارت عزیزی اپنا فعل کرتی رہتی ہے چونکہ اس دوام فعل اور محنت سے حرارت غریزی میں ضعف پیدا ہو جانا یقینی امر ہے اور ضعف وکسل وغیرہ انفعال کے لاحق ہونے سے اس کے فضلات کی تحلیل سے عاجز ومجبور ہوتی ہے۔ اس وجہ سے تھوڑا تھوڑا مواد اور فضلہ جمع ہو کر کافی مقدار میں حرارت غریزی کو مغلوب کر دیتا ہے۔ اس لئے حرکات کی طلب ضروری ہو جاتی ہے تا کہ اس سے ایک دوسری گرمی پیدا ہو اور اس کی مدد سے طبیعت مواد اور فضلات کو تحلیل کر دے۔ اگر چہ مواد اور فضلات قے واسہال اور پسینہ کے ذریعہ سے بھی خارج ہو سکتے ہیں مگر ان طریقوں سے ان کا اخراج ضعف جسم کا باعث ہوتا ہے۔ دوسری طرف متعلقہ اعضا میں قوت اخراج کو فطری طور پر کمزور کر دیتا ہے اور یہ مسلسل عمل ہمیشہ کے لئے انسان کو ہلاکت کے قریب کر دیتا ہے اس لئے اس کا علاج حرکات جسم کو متوازن کرنا لازمی امر ہے۔ یہی حرکات کا احتیاج ہے گویا حرکت جسم حرارت غریزی کے لئے بہترین مددگار ہے جو محافظ صحت وقوت ہے۔

تحریک قدرت کا فطری قانون

خداوند حکیم کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ضرورت بدن انسان کے لئے ایک تحریک پیدا کی گئی ہے، مثلاً غذا کے لئے بھوک، پانی کے لئے پیاس، نیند کے لئے اونگھ، چونکہ انسانی طبیعت کا اعتدال پر قائم رہنا مشکل ہے اس لئے تحریک میں اکثر کمی وبیشی ہوتی رہتی ہے، اس سے ماکولات ومشروبات اور آرام میں بے اعتدالی پیدا ہو جاتی ہے۔ بس انہی ضروریات کو قائم رکھنے کے لئے یہ تحریکات پیدا کی گئی ہیں۔ پس یہ محرکات فطری طور پر قدرت کی طرف سے پیدا نہ کئے جاتے تو لازمی امر تھا کہ انسان اپنی مطلوبہ ضروریات مذکورہ سے غافل ہو جاتا جس کا نتیجہ لازمی طور پر یہ ہوتا کہ بدن انسان میں خلل واقع ہو جاتا۔ اس سے ہلاکت تک کی نوبت پہنچ سکتی تھی۔ اس لئے جب انسان کی

ان تحریکات میں خلل واقع ہو جائے تو اس کو صحت کی خرابی سمجھنا چاہیئے اور ان تحریکات کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرنی چاہئے جس سے نہ صرف صحت قائم رہتی ہے بلکہ طاقت بھی پیدا ہوتی ہے۔

حرکات کی فطری صورت

ضروریات زندگی خصوصاً ماکولات ومشروبات کے لئے انسان میں جو احتیاج پیدا کی گئی ہے اس کے لئے انسان کو لازمی طور پر بھاگ دوڑ اور جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ بس یہی کوشش اس میں فطری طور پر اس کی تحریکات کو بیدار رکھتی ہے، لیکن افراد کو اپنی ضروریات زندگی کے لئے یہ جدوجہد اور کوشش نہیں کرنا پڑی۔ بہرحال ان تحریکات کو تیز کرنے کے لئے حرکات کا کرنا لازمی امر ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حکماء نے ریاضت اور ورزش کی مختلف صورتیں پیدا کی ہیں تاکہ انسان اپنی تحریکات اور صحت کو قائم رکھ سکیں جو زندگی کے لئے لازم ہیں۔

ریاضت کی حقیقت

ریاضت انسان کے لئے ایک اختیاری حرکت کا نام ہے۔ جیسے ورزش و دوڑ، کھیل کود، سیر وگھوڑ سواری، کشتی لڑنا اور کشتی چلانا۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں کی مختلف پے در پے حرکات سے ریاضت کی صورتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ اگرچہ عوام وخواص بلکہ ورزش ماسٹر بھی اس علم سے واقف نہیں ہیں کہ مختلف اقسام کی ورزش اور ریاضت سے کس قسم کے اعضاء متاثر ہوتے ہیں، کس عضو کی تقویت کے لئے کس قسم کی ورزش اور ریاضت ضروری ہے۔ کیونکہ لوگ افعال الاعضاء اور تشریح انسانی سے واقف نہیں ہوتے۔ بہرحال عمومی طور پر ریاضت اور ورزش بے حد مفید عمل ہے۔ اگر ورزش یا ریاضت کے متعلق یہ پتہ چل جائے کہ کس قسم کے کھیل ہمارے جسم پر خاص طور پر اعصاب و دماغ، عضلات وقلب اور جگر وگردوں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں تو ایسی ریاضت اور ورزش بہت مفید ہوتی ہے۔

حرکت وسکون نفسانی

نفس کی ایسی حرکت جو ضرورت کے وقت کبھی جسم کے اندر اور کبھی جسم کے باہر ظاہر ہو جس کے ساتھ حرارت جسم بھی کبھی اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور کبھی باہر کی طرف ظاہر ہوتی ہے۔ اس کو حرکت وسکون نفسانی کہتے ہیں۔ نفس سے مراد نفس انسان ہے۔ جس کو نفس ناطقہ کہتے ہیں جس کا تعلق اور ربط انسان کے قلب سے ہے جو اپنے معانی جزئیہ اور مفہومات کو بذریعہ مختلف قوتوں کے ادراک کرتا ہے۔
پھر اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) امارہ - غیر شعور۔ (۲) لوامہ - نیم شعور۔ اور (۳) مطمئنہ - شعور۔

ان کی تفصیل طویل ہے صرف اشارات درج کئے جاتے ہیں۔

حرکت وسکون نفسانی کی ضرورت

یہ محال عقلی ہے کہ کوئی نفس انسانی اس عالم میں فکر زندگی اور آخرت یا ضرورت معاش ومعاشرت یا محبت اولاد یا وصل حبیب یا لطف ولذت سے رغبت یا موذی کا خوف دُکھ یا دُشمن سے خطرہ ونفرت وغیرہ، کیفیات وعوارض کے حصول و دفع کی غرض سے باعث حرکت بدن ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر عوارض مذکورہ کا عارض ہونا ضروری ہے تو ان کے ردِعمل سے متاثر ہونا بھی یقینی امر ہے۔ اس سے روح قلب کو تحریک کرے گا اور قلب کی تحریک کے ساتھ خون میں گردش شروع ہو جائے گی جس سے وہ خون شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنا شوق اور دفاع

پورا کرے گا۔ پس جو عوارض یا کیفیات اس کے لئے نافع اور بہتر ہوں گے ان کا وہ طالب ہوگا اور ان کا وہ شوق کرے گا اور جو اس کے لئے مضر اور تکلیف کا باعث ہوں۔ اس سے وہ بھاگے گا اور ان کو دفع کرتا رہے گا۔ بس انسان کی ان طلب و فرار اور شوق و دفع حرکات ہی سے ہو سکتی ہے بس انہی کیفیات وعوارض کے ردّعمل کا نام حرکت وسکون نفسانی ہے۔

نفس بذاتِ خود متحرک نہیں ہے

کہا تو یہ جاتا ہے کہ حرکت وسکون نفسانی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نفس بذاتِ خود متحرک نہیں ہے بلکہ حرکت قویٰ کو ہی لاحق ہوتی ہے جو بذریعہ ارواح حرکۃ ظہور میں آتے ہیں۔ اس لئے قویٰ متحرک ہیں اور ارواح محرک ہیں۔ ان اعمال سے جن جذبات کا اظہار ہوتا ہے انہی کو ہی حرکت وسکون نفسانی کہتے ہیں مگر یہ امر بھی یہاں ذہن نشین کر لیں کہ روح سے ہماری مراد روح طبی ہے جس کا حامل خون ہے۔ کوئی حرکت بھی بذاتِ خود نہیں ہوتی بلکہ حسب ضرورت اور ارادہ نفس ناطقہ سے ہوتی ہے جس طرح کوئی مشین خود بخود متحرک نہیں ہوتی جب تک کہ اس کو حرکت دینے والا کوئی نہ ہو، اس لئے یہاں حرکت وسکون کا لفظ مجازاً ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

نفس میں حرکت وسکون کی صورتیں

نفس ضرورت کے وقت کبھی جسم کے اندر کبھی جسم کے باہر حرکت کرتا ہے جس کے ساتھ خون اور اس کی حرارت بھی کبھی اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور کبھی باہر کی طرف نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ پھر اس کی تین صورتیں ہیں: ① حرکت کا دفعتاً اور یک لخت اندر یا باہر کی طرف جانا۔ ② آہستہ آہستہ اندر یا باہر کی طرف جانا۔ ③ نفس کا بیک وقت کبھی اندر اور کبھی باہر حرکت کرنا۔

یہ بات یاد رکھیں کہ نفس جس طرف حرکت کرتا ہے وہاں پر دورانِ خون تیز ہو کر حرارت پیدا کرتا ہے جہاں سے حرکت کر کے جاتا ہے وہاں پر دورانِ خون کی کمی ہو کر سردی پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ امر پھر ذہن نشین کر لیں کہ حرکت وسکون نفسانی دراصل نفس کی حرکت وسکون نہیں ہے کیونکہ نفس اپنا مفاد نہیں بدلتا۔ ایسا صرف مجازاً کہا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نفس کے تاثرات اور انفعالات (ردّعمل) روح طبعی اور خون میں حرکت پیدا کر دیتے ہیں۔ بالالفاظ دیگر یہ تاثرات اور انفعالات صالح اور فطرت کے مطابق ہوں تو حامل قوت وصحت اور باعث نشو وارتقائے جسم ہوتے ہیں۔ انہی کو اسلام لفظ دین سے تعبیر کرتا ہے۔

یہ حرکت سکون نفسانی بدن کے لئے ویسی ہی ضروری ہے جیسی حرکت سکون بدن کیونکہ بدنی حرکات کا دارومدار ہوا و ہوس اور خواہشات وجذبات نفسانیہ پر ہے جیسے شوق کے وقت طلب کی حرکت، نفرت کے وقت بیزاری کی صورت، غصے کے وقت چہرے کا سرخ ہو جانا، یہ سب کچھ روح اور خون کے زیر اثر ہوتے ہیں اور اس کے برعکس نفسانی سکون کی ضرورت اس لئے ہے کہ روح اور خون کو نسبتاً آرام حاصل ہو کہ ان میں کمی واقع نہ ہو اور جسم کو تحلیل ہونے سے بچایا جائے۔

جاننا چاہئے کہ نفس جب کسی مناسب یا مخالف شے کا ادراک حاصل کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مناسب کو حاصل کرنا اور مخالف سے بچنا چاہتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی نفسانی قوتوں کو حرکت میں لاتا ہے اگر اس حرکت وسکون میں تسلسل قائم رہے تو باعث مرض و ضعف اور رفتہ رفتہ باعث موت ہے اور بعض اوقات ان کی یکبارگی شدت دفعتاً زندگی ختم کر دیتی ہے۔ جیسے غم مرگ اور شادیٔ مرگ کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ انسان کے انہی تاثرات اور انفعالات اور خواہشات وجذبات کا مطالعہ اور نتائج سے جو صورتیں پیدا ہوتی ہیں اس کو

علم نفسیات کہتے ہیں۔

نفسانی جذبات کی حقیقت

نفسانی جذبات کو سمجھانے کے لئے اور انتہائی سہولت کی خاطر جس کا ذکر قدیم و جدید بلکہ ماڈرن نفسیات میں بھی نہیں ہے ہم نے ان کو نظریہ مفرد اعضاء کے تحت اعضائے رئیسہ کے مطابق تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ہر مفرد عضو (نسیج) کے لئے دو جذبے مخصوص کر دیئے ہیں۔ ان جذبوں میں ایک عضو انبساط سے پیدا ہوتا ہے اور دوسرا انقباض ہے۔ ان کی ترتیب درج ذیل ہیں:

(۱) دِل: عضلات میں انبساط سے مسرت پیدا ہوتی ہے اور انقباض سے غم حاصل ہوتا ہے۔

(۲) دماغ: اعصاب میں انبساط سے لذت پیدا ہوتی ہے اور انقباض سے خوف حاصل ہوتا ہے۔

(۳) جگر: غدد میں انبساط سے ندامت محسوس ہوتی ہے اور انقباض سے غصہ حاصل ہوتا ہے۔

لیکن یہ جاننا بھی انتہائی ضروری ہے کہ جب دِل، دماغ اور جگر (عضلات، اعصاب اور غدد) کے کسی ایک نسیج (ٹشو) میں کسی خاص قسم کی تحریک ہوگی تو باقی دو اعضاء میں بھی کوئی نہ کوئی حالت ضرور پائی جائے گی۔ مثلاً اگر اعصاب میں تحریک ہوگی تو یہ ضروری بات ہے کہ غدد میں تحلیل اور دِل میں تسکین ہوگی۔ گویا اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ جب کسی جذبہ کے تحت کسی عضو کا مطالعہ مقصود ہو تو باقی اعضاء کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اس طرح تمام جسم کی حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ یہ وہ علم نفسیات ہے جس کے علم سے ماڈرن سائنس اور جدید علم نفسیات بھی بے خبر ہے۔

نفسیاتی اثرات

جسم انسانی پر نفسیاتی اثرات اور انفعالات کی تین مقابل صورتوں کے کل چھ جذبات ہیں:

① مسرت ② غم ③ لذت ④ خوف ⑤ غصہ ⑥ شرمندگی۔

یہ چھ بنیادی جذبات ہیں۔ ان کے تحت ہی باقی دیگر جذبات پائے جاتے ہیں۔ ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

① مسرت میں نفس بغرض حصول شے مرغوب قلب سے خارج بدن کی طرف رفتہ رفتہ متحرک ہوتی ہے۔ بشرطیکہ بے انتہا خوشی کی کیفیت نہ ہو ورنہ یکدم متحرک ہوگی۔ خوشی کی حالت میں چہرہ سرخ ہو جائے گا۔

② غم میں نفس موذی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے رفتہ رفتہ داخل بدن یعنی دِل کی طرف حرکت کرتی ہے اور چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔

③ لذت کی حالت میں بغرض قیام مرغوب شے اور لطیف نفیس رفتہ رفتہ کبھی اندر اور کبھی باہر کی طرف حرکت کرتا ہے۔

④ خوف نفس موذی کے مقابلے میں نا اُمید ہو کر یکبارگی داخل جسم رجوع کرتا ہے۔ کمی خوف میں یہ عمل رفتہ رفتہ ہوتا ہے اور چہرہ سفید ہو جاتا ہے۔

احتباس واستفراغ

اسباب ستہ ضروریہ کی جو تین صورتیں ہیں یعنی (اوّل) جسم کے لئے غذائیت مہیا کرنا جیسے ہوا اور روشنی اور ماکولات ومشروبات۔ (دوسرے) جسم میں غذائیت کو ہضم کر کے جزو بدن بنانا ہے، جیسے نیند و بیداری اور حرکت وسکون جسمانی وحرکت وسکون نفسانی۔ (تیسرے) جسم کے اندر غذائیت ایک مقررہ وقت تک رکے رہنا ہے تا کہ ہضم ہو کر جزو بدن بن جائے اور جب ان کی ضرورت نہ ہو تو فضلات کی

صورت میں خارج کر دینا۔ ان کو احتباس و استفراغ کہتے ہیں۔

استفراغ کے معنی ہیں مواد اور فضلات کا اخراج پانا اور طبی اصطلاح میں لفظ استفراغ سے ان چیزوں کا بدن سے خارج کرنا مراد ہے تاکہ اگر وہ چیزیں باقی رہ جائیں تو بدن میں طرح طرح کے فساد پیدا ہو کر افعال انسانی سلیم طور سے صادر نہ ہوں۔ اس کے برعکس احتباس کے معنی ہیں۔ غذائی اجزاء اور فضلات کا جسم میں رُکنا اور بوقت ضرورت اخراج نہ پانا دراصل یہ ایک دوسرے فعل کی ضد کا اظہار ہے ورنہ دونوں میں سے کسی ایک لفظ کا ہونا ہی کافی ہے کیونکہ حکیم مطلق نے طبیعت کو بدن کا منتظم مقرر کر کے اس کو تدبیر کا کام سونپ دیا ہے، لہٰذا جب حسب طاقت وہ مناسب راستوں سے فضلات مذکورہ کے دفع پر ہمیشہ سرگرم رہتی ہے لیکن بعض اوقات ایسی رکاوٹیں پیش آ جاتی ہیں کہ اس کے دفع فضلات اور مواد میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے گویا استفراغ اور احتباس کا اعتدال صحت ہے اور ان میں کمی بیشی کا ہونا مرض میں داخل ہے۔

فضلات کی حقیقت

فضلات دراصل اضافی لفظ ہے۔ حقیقت میں اس کائنات اور زندگی میں فضلات کوئی شے نہیں ہیں۔ جس مواد کی کسی جسم کے لیے ضرورت نہیں ہوتی تو وہ اس کے لیے فضلات بن جاتے ہیں۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جسم کے اندر غیر ضروری غذائی اجزا یا مفید مواد کو جب طبیعت قبول نہیں کرتی یا طبیعت کو جن کی ضرورت نہیں ہوتی وہ سب فضلات میں شامل ہیں۔ فضلات سے مراد فاضل شے ہے یعنی جو چیز زائد یا فالتو ہو۔

جو غذا کھائی جاتی ہے تندرستی کی حالت میں جسم کا ایک خاص حصہ جذب کر کے جزو بدن بنا دیتا ہے اور باقی کو فضلات کی شکل میں خارج کر دیتا ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ فضلات میں جسم انسان کے لیے غذائیت باقی نہیں رہتی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر اچھی صحت ہوتی ہے اور اعضا مضبوط ہوتے ہیں اسی قدر زیادہ غذائی اجزاء جذب اور جود و بدن بنتے ہیں اور فضلات کم خارج ہوتے ہیں یا بعض اعضاء میں اس قدر تیزی ہوتی ہے کہ وہ غذا کو پورے طور پر ہضم کیے بغیر خارج کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن مریضوں کے اعضاء میں افراط وتفریط اور ضعف ہوتا ہے وہ جتنی بھی زیادہ سے زیادہ غذا کھائیں ان کے اندر طاقت اور خون کی مقدار میں زیادتی نہیں ہوتی۔ سوال غذا کی قلت اور کثرت اور اعلیٰ وادنیٰ کا نہیں ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی صحت اور مضبوط اعضا کا ہے۔ جس سے خود بخود زیادہ غذا ہضم ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے جس کا نتیجہ خون کی کثرت اور طاقت کی زیادتی ہوتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ بدن کے وجود اور اس کی طاقت کا دار و مدار غذا پر ہے کیونکہ خون کی تعمیر اور تکمیل صرف غذا پر ہوتی ہے دوا سے نہیں ہوتی کیونکہ دوا جزو بدن نہیں ہوتی اور نہ ہی خون کا جزو ہے۔ صرف اعضائے جسم میں تحریک اور شدت کا باعث ہوتی ہے۔ جس سے اعضائے جسم اپنے مفید اجزاء خون میں شامل کر کے اس کی تعمیر اور تکمیل کرتے ہیں لیکن غذا کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو ساری کی ساری جزو بدن بن جائے اور اس کا فضلہ نہ بنے۔ پھر اگر یہ فضلہ باقی رہے اور اس کا اخراج نہ ہو تو بدن میں فاسد مادے اکٹھے ہو جاتے ہیں اس مواد کو فضلات کی صورت میں خارج ہونا چاہئے تاکہ اس کی جگہ نیا مواد بنے یا مواد سے اس راہ گزر مجاری کو غذائیت اور تقویت حاصل ہو۔ اس لیے استفراغ کی انتہائی ضرورت ہے اور احتباس کی ضرورت اس لیے ہے کہ غذا کچھ عرصہ جسم میں رہے تاکہ اس کا جوہر طبیعت حاصل کر لے۔

استفراغ اور احتباس کا اعتدال صحت اور طاقت کے لیے نہایت ضروری اور مفید ہے۔ استفراغ کی زیادتی بدن میں خشکی پیدا کرتی ہے۔ احتباس کی زیادتی جسم میں فضلات کی زیادتی کی وجہ سے اس کو بوجھل بنا دیتی ہے جس سے اکثر سدے اور تعفن پیدا ہوتا ہے۔

استفراغ کی صورتیں

جسم انسان سے استفراغ کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں: ① طبعی فضلات ② غیر طبعی فضلات ③ مفید فضلات۔

طبعی فضلات وہ ہیں جو ہمارے مجاری اور اعضاء سے طبعی طور پر ضرورت کے مطابق خارج ہوتے ہیں جیسے نزلہ، زکام، کان کا میل، آنکھ کے آنسو، لعاب دہن، بلغم، بول، براز، حیض اور منی وغیرہ۔ ان کے اخراج ایک طرف مجاری اور اعضاء جہاں سے وہ گزرتے ہیں ان کو نرم رکھتے ہیں۔ دوسرے وہاں کی سوزش وغیرہ کو دور کرتے ہیں۔ اگر ان کے اخراج میں کمی بیشی واقع ہو جائے تو باعث امراض ہوتے ہیں۔ جب ان میں کمی واقع ہوتی ہے تو ذیل کی صورتوں میں کوئی صورت اختیار کی جاتی ہے:

① مسہلات: بذریعہ دست آور ادویات ناقص اخلاط مواد اور متعفن فضلات کا انسان کے بدن سے خارج کرنا۔ اس کی دو اقسام ہیں؛ اوّل بذریعہ ادویہ مشروبہ یعنی کھانے پینے کی ادویہ۔ دوسرے بذریعہ حقنہ اور عمل احتقان (بذریعہ) پچکاری۔

② مدرات: پیشاب آور ادویات اور آلات وغیرہ کے ذریعے مواد اور فضلات کا اخراج۔

③ تصریحات: بذریعہ پسینہ، حمام یا بھپارہ اور دیگر اعمال سے براہ مسامات بدن سے ردی اخلاط ومواد اور فضلات کا خارج کرنا۔

④ مقیات: قے آور ادویات یا دیگر اعمال کے ذریعے مواد اور فضلات کا خارج ہونا۔

⑤ حجامت: شگاف رگ، پچھنے اور فصد وغیرہ کے ذریعے اخلاط وردی مواد اور فضلات بدن کا انسان کے بدن سے خارج کرنا وغیرہ۔

⑥ انزال: جماع کے ذریعے غیر مفید اخلاط وردی مواد اور فضلات کا بدن سے خارج کرنا وغیرہ۔

غیر طبعی فضلات ایسے ناقص مواد ہیں جو خون سے پیدا ہو جاتے ہیں جن سے خون کا مزاج اور اخلاط یا اس کے عناصر میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے یا خون رگوں کے اندر یا باہر متعفن ہو جاتا ہے۔ جب ایسے غیر طبعی فضلات رُک جاتے ہیں تو ان کے اخراج کی صورت بھی مندرجہ بالا طریق پر کی جاتی ہے، البتہ ضرورت کے مطابق ادویات بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔

مفید فضلات دراصل یہ فضلات نہیں ہوتے۔ چونکہ جسم سے اخراج پاتے ہیں یا ان کو اخراج پانا چاہیے۔ اس لیے ان کو فضلات کہہ دیا گیا ہے۔ مثلاً جسم میں غیر معمولی کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی تحریکات ہو کر مفید رطوبات وخون اور منی کا اخراج پانا جس میں مذی اور ودی بھی شریک ہیں رطوبات کی صورت میں لعاب دہن، آنسو، مذی اور ودی ہیں۔ خون کی صورت میں نفث الدم، قے الدم، نکسیر، خونی زحیر اور بواسیر وغیرہ ہیں۔ منی کی صورت میں جریان واحتلام اور سرعت انزال ہیں۔ کبھی مفید رطوبات وخون اور منی کے اخراج کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ طبیعت کا رجحان اس طرف زیادہ ہو۔ ان چیزوں کی پیدائش بڑھے۔ اس مقصد کے لیے کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی تحریکات لطف ولذت اور صحیح و بصر نوازی کے ساتھ ساتھ جذبہ شوق ومحبت کے بھڑکانے سے بھی پیدا کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اطباء اور حکماء نے اس کی آخری حد جماع رکھی ہے اور یہی ضرورت عقد اور نکاح ہے۔ استفراغ واحتباس میں یہ اہم مقام ہے۔ اس لیے ہم نے ستہ ضروریہ کا باب قائم کیا ہے۔ جنسی امراض میں عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ صرف مجربات ومرکبات کافی ہو سکتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ مجربات کا علاج بہت بڑا مقام رکھتا ہے، لیکن جب تک اسباب ستہ ضروریہ سامنے نہ ہوں خصوصاً استفراغ واحتباس کی اہمیت کو مدنظر نہ رکھا جائے جنسی امراض کا علاج کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اگر صرف مجربات تک ہی ممکن ہوتا تو ہر قسم کے مجربات کی کتب اس قدر کثرت ہے کہ مزید مجربات کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ طبی دُنیا میں جنسی مجربات کی آج پہلے سے بھی زیادہ طلب ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مرض کی تشخیص اور صحیح دوا کی تجویز کی آج بھی ضرورت باقی ہے اور وہ لوگ بہت بڑی غلطی پر ہیں جو بغیر تشخیص کے اور بغیر صحیح تجویز کے صرف جنسی مجربات طلب کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ہم جنسی امراض کی حقیقت اور ان کے لیے صحیح دوا اور غذا کے اصول اور مجربات پیش کریں گے۔ جس سے ایک معالج کو پوری پوری کامیابی حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔

اخراجِ منی میں افراط وتفریط

استفراغ اور احتباس کے بیان میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ صحت کے لیے جہاں جسم کے ہر قسم کے فضلات اور مواد کا اخراج اعتدال کے ساتھ ضروری ہے وہاں اخراجِ منی میں بھی اعتدال از حد ضروری ہے۔ اگر اس اخراج میں افراط وتفریط پیدا ہو جائے تو صحت خراب ہو جاتی ہے، بلکہ بعض اوقات خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

اخراجِ منی کی فطری صورت

اخراجِ منی کی فطری صورت جائز وحلال اور معروف طریقہ پر جماع ہے۔ جائز صورت عورت کی مرضی، حلال سے مراد نکاح یعنی عقد کرنا اور معاشرہ میں اعلان کرنا ہے اور معروف سے مراد صحیح طریق قربت اور مواصلت ہے۔ اگر فطری صورتیں قائم نہ رہیں تو نفسیاتی طور پر ذہن وروح اور قوت پر برے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ دماغ ودل اور جگر متاثر ہوتا ہے۔ جس کے لازمی نتیجہ کے طور پر جسم متاثر ہوگا اور مختلف قسم کے اثرات پیدا ہوں گے۔ جب انسان غیر فطری حرکات کرتا ہے تو فوراً نفسیاتی طور پر روح وذہن اور قوت متاثر ہوگی۔

فطری اخراجِ منی کے فوائد

یونانی اطباء منی کو چوتھے ہضم کا فضلہ کہتے ہیں۔ اگر یہ فضلہ ایک مدت تک اخراج نہ پائے تو بہت فساد کا باعث ہوتا ہے۔ اس لیے فطری طور پر اس کا اخراج موجب صحت روح ونفس اور جسم ہے۔ ساتھ ہی جسم میں ہلکا پن اور بھوک میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ عشق ومحبت میں گرفتار نہیں ہوتا۔ اس طرح معاشرہ بے شمار خرابیوں سے بچ جاتا ہے۔ **جمہور اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ فطری اخراجِ منی سے شباب قائم اور درازی عمر نصیب ہوتی ہے۔** ماڈرن سائنس کی تحقیقات نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ غیر شادی شدہ لوگ شادی شدہ لوگوں سے جلد بوڑھے ہو جاتے ہیں اور اگر ایک سے زیادہ شادی کرنے والوں کے اعداد وشمار حاصل کیے جائیں تو یقیناً ان کا شباب اور عمر دونوں طویل ہوں گے۔ کیونکہ فطری اخراجِ منی میں جو لطف ولذت دماغ اور سرور وفرحت دل کو پہنچتی ہے وہ دنیا کی کسی شے سے نہیں پہنچ سکتی۔ اسی کے حصول کے لیے لوگ محنت کرتے ہیں اور دولت کماتے ہیں جس سے وہ اس دنیا میں جنت نما باغ ومحلات قائم کر کے اس سے دماغ میں لطف ولذت اور دل میں سرور وفرحت حاصل کرتے ہیں لیکن اگر اس فطری اخراجِ منی میں افراط وتفریط پیدا ہو جائے تو دونوں صورتوں میں نقصان اور امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

منی میں رکاوٹ کی خرابیاں

آیورویدک میں منی کے اخراج کو کبھی بھی اچھا نہیں سمجھا گیا۔ وید صاحبان اور یوگی اس کے اخراج کی کمی کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ اس کو ضروری خیال نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ منی دوبارہ جسم میں خرچ ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسا خیال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ منی جب فضلہ کی صورت اختیار کر لے تو وہ کبھی جزو بدن نہیں بن سکتی۔

یاد رہے کہ فضلہ کبھی بھی جزو بدن نہیں بن سکتا۔ باوجودیکہ وید، یوگی اور مادھو، رشی منی کے اخراج کی اجازت نہیں دیتے لیکن مادھو رشی

لکھتے ہیں کہ منی کے زور کو روکنے سے مثانہ میں سوجن، مقعد اور پتالوؤں میں درد ہوتا ہے۔ پیشاب تکلیف سے آتا ہے اور ساتھ ہی جریان منی اور اسی قسم کے بے شمار امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن بعض ویدوں نے تشریح کی ہے کہ مادھورشی منی کے زور کو روکنا کچھ اور مانتے ہیں۔ فرض کریں کہ ایک شخص مواصلت کر رہا ہے اور انزال ہوتے ہی اس کو روک لیتا ہے یا رات کو احتلام ہوتے ہوئے منی روک لیتا ہے اور اس طرح امراض کا باعث بنتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ منی کے اخراج کو روکنے سے چاہے وہ کسی مقام اور اخراج پر روکی جائے، یقینی امر ہے کہ خوفناک امراض پیدا ہوں گے۔ اس سے مردوں میں پاگل پن اور عورتوں میں سوزش اور ورم رحم کے ساتھ تپ دق اور سل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ منی غذا کا عطر اور جسم کا جوہر ہے۔ اس میں تمام اعضائے جسم کا اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے آئندہ نسل کا قیام عمل میں آتا ہے اور خِلقت قائم رہتی ہے۔ اس لیے جو لوگ جوش شہوت کے وقت جو قدرتی بات سے اخراج کو روکتے ہیں وہ طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس میں ایک قسم کا تعفن پیدا ہو جاتا ہے جس کے اثرات دل و دماغ اور جگر کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جن سے درد، ضعف بصارت، خفقان، کمی بھوک، مالیخولیا، بے خوابی، اختناق الرحم اور ذیابیطس جیسے خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

مجرد زندگی

آج کل یورپ و امریکہ میں مردوں اور عورتوں میں مجرد زندگی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس کا سبب عورتوں میں خودمختارانہ زندگی ہے۔ کیونکہ عورتیں گھریلو زندگی سے نکل کر کاروباری زندگی میں داخل ہوگئی ہیں۔ بلکہ حکومت کے اعلیٰ عہدوں، ممبران اسمبلی و پارلیمنٹ اور وزارت تک کے عہدوں پر پہنچ گئی ہیں۔ ان کی آمدنی اس حد تک معقول ہے کہ ان کو ضروریات زندگی میں مردوں کی محتاجی نہیں رہی۔ اس لیے ان میں مجرد زندگی کی بیماری پھیل رہی ہے۔ ایسی عورتوں کے مقابلے میں مردوں میں مجرد رہنے کا مرض اس لیے زور پکڑ رہا ہے کہ وہ اس قسم کی مادر پدر اور مذہب و معاشرے سے آزاد اور خودمختار عورتوں سے تنگ ہیں اور ان کی قید اور سختی میں رہنا پسند نہیں کرتے۔ اس لیے مجرد زندگی کی تحریک تیزی سے چل رہی ہے۔ اب تو یورپ و امریکہ میں مجرد لوگوں کے کلب اور سوسائٹیاں بن رہی ہیں۔

اس مجرد زندگی کے نتیجہ میں آزادانہ طور پر بدکاری پھیل رہی ہے اور یہ بدکاری عوامی زندگی سے زیادہ کاروباری زندگی میں پھیل رہی ہے جہاں پر عورت مجبور اور پابند ہے۔ شہرت و ترقی اور دولت بلکہ ہر نفع بخش کام کی خاطر ہر قسم کے جذبات سے گزر جاتی ہے۔ وہ اس میں کامیاب ہو یا نہ ہو لیکن حرامی بچوں کی کثرت ہو رہی ہے۔ جس کا اس قدر بوجھ پیدا ہو گیا ہے کہ حکومت کوئی وزارت قائم کرنا پڑی ہے۔ لیکن حکومت نے نہ مجرد زندگی پر پابندی عائد کی ہے اور نہ ہی عورتوں کو کاروباری زندگی سے دور رکھنے کی کوشش کی ہے۔ جس سے بے راہ روی اور حرامی بچوں کے مسائل حل ہوتے نظر نہیں آتے۔ اس سے ایک نئی تہذیب پیدا ہو رہی ہے جس سے اخلاقی قدریں بدل گئی ہیں اور شرافت اور خودداری کو جہالت اور وحشت کہا جا رہا ہے۔

تعجب ہے کہ قانون قدرت کے معیار کو تسلیم کر کے بھی بعض ممالک کی حکومتیں مجرد کو خلاف فطرت نہیں سمجھتیں اور مجرد زندگی کو مقابل زندگی سے اعلیٰ اور قابل تعریف خیال کرتی ہیں۔ مگر یہ نہ صرف فحش غلطی ہے بلکہ قانون فطرت کے بھی خلاف ہے جس کے متعلق مندرجہ ذیل دلائل دیئے جا سکتے ہیں۔

① عورت اور مرد کے اعضائے تناسل کا ایک دوسرے کے لیے موزوں و مناسب اور مطابق ہونا۔ گویا وہ ایک دوسرے کے لیے بنائے

گئے ہیں۔ جن کے تعلق سے کچھ نتیجہ حاصل ہونا لازمی ہے۔

② فرانس کے نامی طبیب ڈاکٹر برٹن نے نقشہ ہائے اموات سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ متاہل فی ہزار فی سال دس سے بھی کم مرتے ہیں اور مجرد سولہ سے انیس تک مرتے ہیں۔ گویا دگنا فرق ہے۔

③ حال ہی کی نئی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ بیس سے پچیس برسوں تک کے مجرد مرد مقابلوں سے دو چند مرتے ہیں اور پچیس سے ساٹھ سال کے تین گنا۔

④ عورتوں پر بھی دوامی تجرد برا اثر کرتا ہے۔ ۷۳ فیصد متاہل عورتیں ۵۳ سال کی عمر تک پہنچتی ہیں۔ گویا مجرد عورتیں صرف ۴۵ سال کی عمر تک پہنچتی ہیں۔

⑤ مجرد زندگی میں لازمی صورت یہ سامنے آتی ہے کہ انسانی نسل رفتہ رفتہ منقطع ہو جائے گی۔

⑥ اگر آزادانہ مواصلت سے اولاد ہو بھی گئی تو وہ حرامی بچے، بدکردار، بداخلاق اور غیر تربیت یافتہ ہوں گے۔ جس معاشرہ میں ایسے افراد کثرت سے پیدا ہو جائیں، اس کی خوبی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

غیر فطری اخراج منی کے نقصانات

منی کے غیر فطری اخراج کو آیورویدک کتب میں دیگر صورتوں کے علاوہ کثرت مجامعت ہی خیال کیا جاتا ہے۔ رشی اور وید کثرت مجامعت کو کمزوری کا سب سے بڑا سبب بتاتے ہیں۔ کتب آیورویدک میں منی کے جائز اور ناجائز اخراج کو سختی سے روکا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ رشی ومنی اور جوگی دیوگی وغیرہ ساری عمر جماع نہیں کرتے۔ وہ نکلنے والی منی کو اپنے جسم میں خرچ کیا کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دماغی وجسمانی محنت سے منی خرچ ہوتی ہے۔ اس لیے ایک ویدک رسالہ ''قواعد مباشرت'' کی رائے لفظ بہ لفظ درج ذیل ہے، اس طرح منی کے اخراج کی افراط وتفریط سے اعتدال ذہن نشین ہو سکتا ہے:

''سچ یہ کہ اپنی عورت سے صحبت کر کے اولاد پیدا کرنا ہمارا فرض ہے۔ مگر یہ بات دل میں نقش کر لینی چاہیے کہ کثرت جماع سے دس بیس نہیں بلکہ سیکڑوں امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور آدمی کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بعض شخص بڑے پرہیز گار ہوتے ہیں، کبھی دوسری عورت کی طرف بدنگاہ سے نہیں دیکھتے۔ کوئی اور خرابی بھی نہیں کرتے۔ مگر جوں ہی شادی ہوتی ہے اور جماع کی کثرت شروع ہو جاتی ہے۔ ان کے خیال میں اپنی عورت سے چاہے کیسے ہی جماع کیا جائے گناہ نہیں ہے۔ میں ایسے اصحاب کو بتانا چاہتا ہوں کہ اپنی صحت کو بگاڑنا، عمر کو گھٹانا، خودکشی کرنے کے برابر ہے اور یہ ایک گناہ عظیم ہے۔ بیمار اور کاہل، کمزور اور ضعیف آدمی کبھی خدا کی یاد نہیں کر سکتا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ نظام عصبی کسی طرح بھی کثرت جماع کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ کثرت سے اعضائے تناسل کمزور ہو جاتے ہیں اور انزال خود بخود بغیر ارادہ کے ہونے لگتا ہے۔ جلق زدگی میں جس قدر نقصانات ہیں وہ سب کثرت جماع میں موجود ہیں''۔

ڈاکٹر ایکٹن کا قول ہے کہ کثرت جماع مراکز عصبی میں بار بار خراش (سوزش) پیدا کرتا ہے اور یہ خراش (سوزش) بہت سی نامعلوم بیماریوں کا باعث ہوتی ہے۔ جن کی اب تک کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔ کمزور دل انسان کثرت جماع سے مر جاتا ہے۔ ڈاکٹر ایکٹن صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے پولیس کی لاشوں پر سرگرم تحقیقات پایا ہے جو فاحشہ عورتوں کے مکانوں سے برآمد ہوئی ہیں۔ کوئی نشان بدسلوکی یا زہر خوانی کا ان کے بدن پر نمایاں نہیں ہوتا۔ موت کا سبب ان حالات میں وہ قوی صدمہ اعصابی ہوتا ہے جو کمزور بدنوں پر غالب آ جاتا ہے۔

ایک وید کا قول ہے کہ ایک ایک قطرہ منی ایسا گوہر بے بہا ہے کہ اس سے روح اور جان پیدا ہوتی ہے۔ پس اس کو برباد کرنا نادانوں

اور حیوانوں کا کام ہے۔غذا جو کھائی جاتی ہے پہلے معدہ میں اس کا رس بنتا ہے۔ پھر اس رس سے خون بنتا ہے۔خون سے گوشت، گوشت سے میدہ، میدہ سے ہڈی، ہڈی سے مجا اور مجا سے پھر منی ساتویں درجہ پر ۲۹ دنوں میں بنتی ہے جو کل غذا کا جوہر ہوتی ہے۔اس کا بے فائدہ ضائع کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ کثرت جماع سے کمزوری اعصاب،ضعف جسامت، جریان، احتلام، سرعت انزال،درد پشت، دھڑکا، دماغی کمزوری، درد جگر، سخت درجے کی بدہضمی، ذیابیطس، جسم کا دبلا ہونا، اولاد کا نہ ہونا، منی کا مثل پانی کے رقیق ہو جانا، بدصورتی چہرہ، پژمردہ پن، آنکھوں میں بے رونقی، ہر ایک کام سے دل اکتانا، کسی سے بات تک کرنے کو جی نہ چاہنا، آنکھوں سے پانی بہنا، دردسردائمی، نزلہ وزکام، ضعف مثانہ، ضعف معدہ، ضعف گردہ، ضعف جگر، ضعف دل اور کمزوری حافظہ وغیرہ امراض لاحق ہو جاتے ہیں اور آدمی زندہ درگور ہو جاتا ہے۔صاحبان منی قوت ہے۔قوت ہی زندگی ہے۔قوت کی ہی کمی بڑھاپا ہے اور قوت کا ہی ختم ہو جانا موت ہے۔

اخراج منی میں اعتدال

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جماع میں اعتدال کے کیا معنی ہیں؟ اور کس قدر مدت کے بعد جماع جائز ہے؟ جالینوس نے ایک جماع سے دوسرے جماع تک چھ ماہ کا عرصہ قرار دیا ہے۔ بوعلی سینا سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ جماع کتنی مدت کے بعد کرنا چاہیے۔ اس نے جواب دیا ایک سال کے بعد۔ اس نے پوچھا جو ایک سال نہ رہ سکے؟ کہا پھر چھ ماہ بعد۔ اس شخص نے پھر سوال کیا کہ جو چھ ماہ بھی نہ ٹھہر سکے؟ تو جواب دیا کہ پھر تین ماہ بعد کرے۔ جوان کی ابھی تسلی نہ ہوئی۔ پھر وہی سوال کر دیا۔ تب بوعلی سینا نے کہا کہ ماہواری جماع اس کے واسطے جائز ہے۔ جوان کو پھر بھی چین نہ آیا۔ اس نے پھر وہی سوال دہرایا۔ جس پر بوعلی سینا نے فرمایا کہ جو اس کے دل میں ہو کرے، مگر قبر کے واسطے کفن بھی تیار رکھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوی سے قوی آدمی کے واسطے جماع کے لیے ایک ہفتہ کا عرصہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر ایکٹن صاحب کا قول ہے کہ ہفتہ میں ایک بار یا دس دِن میں ایک مرتبہ سے زائد جماع نہ کرنا چاہیے۔ یہ صرف اچھے جوان اور تندرست آدمی کے لیے ہے۔ بعض ویدوں کی رائے ہے کہ تندرست و مضبوط اور تومند و مضبوط اشخاص ہر چوتھے روز جماع کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سشرت میں لکھا ہے: ''گرمی کے دنوں میں ہر پندرھویں دن اور باقی مہینوں میں ہر چوتھے روز جماع کر سکتے ہیں''۔ مہینوں کی ترتیب میں اس طرح لکھا ہے: بیساکھ، جیٹھ، ہاڑھ میں پندرہ دِن سے قبل مباشرت سخت نقصان کا باعث ہے۔ کاتک، مگھر، پوہ اور ماگھ میں جب خواہش ہوا کرے۔ بھادوں، اسوج، پھاگن اور چیت میں ہر چوتھے دِن مجامعت کرنی چاہیے۔ یہ قواعد صرف ان آدمیوں کے لیے ہیں جن کی خواہش نفسانی بہت بڑھی ہوئی ہے۔ وہ پورے جوان اور تندرست ہوں۔ دراصل ویدک کی کتابوں میں مہینے میں ایک بار جماع کرنا لکھا ہے اور وہ بھی جب حمل نہ ہو اور جب حمل ہو جائے تو اس وقت سے لے کر بچے کے دودھ چھڑانے تک مباشرت کو ممنوع لکھا ہے۔

لیکن جب جماع کا مقصد تندرستی کو برقرار رکھنا اور خواہشات نفسانی سے دور رہنا ہو تو پھر وقت کا تعین خود کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بعض لوگ دوسرے تیسرے روز ہی جماع کر کے تندرست رہ سکتے ہیں۔ لیکن ان کے برعکس بعض لوگ ایک ماہ میں ایک بار جماع کر کے بھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کے لیے دن کا تعین صحیح نہیں ہے، بلکہ اپنی ضرورت مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

اعتدال مباشرت کا صحیح اندازہ

(۱) جماع کے لیے جذبات اور طبیعت میں تیزی ہو۔ (۲) جماع کے لیے انتشار میں ذرا دیر نہ لگے۔ (۳) جماع کے بعد روح میں فرحت پیدا ہو۔ بدن میں چستی اور ہلکا پن محسوس ہو۔ (۴) جماع کے بعد دل و دماغ میں کام کرنے کا میلان پایا جائے۔ (۵) تھوڑی دیر

بعد ہی اعضائے تناسل اپنے اعتدال پر آ جائیں۔ (۶) جماع کی ضرورت سے اختتام تک انتہائی لذت اور خوشی حاصل ہونی چاہئے۔

جماع ایک قسم کی ایسی ضرورت ہے جس کے ساتھ صحت کا قیام لازم ہے۔ اس کو جنسی بھوک نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ بھوک میں خواہشات پنہاں ہوتی ہیں۔ لیکن صحیح جماع ایک صادق ضرورت ہے۔ اس میں عورت کے پاس جا کر لذت ولطف حاصل کرنے یا ہنسنے کھیلنے اور بوس وکنار سے انتشار کی ضرورت پوری نہیں ہوتی، سب کچھ خود بخود ہو جاتا ہے۔

فطری اخراجِ منی کے لیے عمر

یہ حقیقت تو ثابت ہوگئی ہے کہ منی ضرور قابل اخراج شے ہے اور اس کا خارج کرنا منشائے قدرت کے مطابق ہے اور اس کے لیے جو شرائط پیش کی گئی ہیں وہ بیان کر دی گئی ہیں۔ لیکن شرائط کے ساتھ عمر کا تعین بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر جماع کی شرائط قبل از عمر پوری ہو جائیں تو وہ بھی مفید ہونے کی بجائے مضر ثابت ہوں گی۔

یاد رکھیں دوامی تجرد کی تائید میں اور متاہل لوگوں کی تردید میں جو جماع کے نقصانات پیش کئے گئے ہیں وہ کثرت جماع کے نقصانات ہیں۔ فطرت کے مطابق مباشرت میں سراسر فائدہ ہے۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ نوع انسانی کی پیدائش جو قدرت کی سب سے بڑی غرض ہے اس میں ذرا بھی فرق نہیں آئے گا۔ یہاں یہ بھی حقیقت ذہن نشین کر لیں کہ اعمال نیک اور مقصد قدرت میں کبھی مخالفت نہیں ہو سکتی اور وہ فعل کبھی نیک عمل نہیں کہلا سکتا جو مقصد قدرت کے خلاف ہو۔ البتہ فعل میں کمی بیشی نیک اعمال اور نیک منشائے قدرت کے ضرور خلاف ہو سکتی ہے۔ مثلاً اگر اسی کلیہ کو لے کر ہم فرض کر لیں کہ تمام دنیا تجرد کی پابند ہوگئی ہے اور انسان اس نیک عمل پر کمر بستہ ہو گیا ہے، کیا ایسا زمانہ مبارک ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ ظاہر ہے کہ انسانی نسل منقطع ہو جائے گی۔ اگر کوئی مذہب اس کو اپنے فرائض میں داخل کر لے تو ایک منٹ کے لیے بھی ہم اس کو خدا کی طرف سے قانون تسلیم نہیں کر سکتے۔ پس اس کلیہ سے یہ حقیقت ثابت ہوگئی ہے کہ دوامی تجرد یقیناً منشائے قدرت کے خلاف ہے اور نوع انسان کے لیے بے حد مضر ہے۔

نکاح کا تعین

جس طرح ہم کسی ایسے نیک عمل کو تسلیم کرنے کے خلاف ہیں جو منشائے قدرت اور قانون فطرت کے خلاف ہو، اسی طرح ہم کسی سائنسی تحقیق کے بھی خلاف ہیں جو ان کے خلاف ہے۔ یہی ہماری تحقیقات کی بنیاد ہے۔ ماڈرن میڈیکل سائنس کے تقریباً ہر مسئلے میں ڈاکٹروں کی رائے اکثر مختلف ہوتی ہے۔ حد بلوغ کا مسئلہ بھی صرف منشائے قدرت اور قانون فطرت ہی سے حل ہو سکتا ہے۔ فرنگی ڈاکٹر ہر اس تحقیق پر سو فی صد یقین کر لیتے ہیں جو ان کے ماحول اور موسم میں کی گئی ہو اور مختلف ممالک و ماحول اور موسموں میں جو اختلافات امور طبعی پائے جاتے ہیں ان کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس لیے تحقیقات میں ان باتوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

جاننا چاہئے کہ جب تک انسان ایک خاص عمر تک نہیں پہنچ جاتا مجامعت اور احتلام میں منی خارج نہیں ہوتی اور اعضائے تناسل خون کی منی نہیں بنا سکتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قدرت کا منشاء یہی ہے کہ ابھی خون کے جزو بدن ہونے اور اعضائے جوارح کے پرورش پانے کی ضرورت ہے اور یہ ایک ایسی ضرورت ہے کہ اس کا کام قدرت نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، انسان کی رائے پر نہیں چھوڑا۔ یہ بھی ایک قانون فطرت ہے۔

اسی طرح اس قانون فطرت کا ایک پہلو یہ ہے کہ انسان میں ایک عمر ایسی بھی آتی ہے کہ جب اس کی جسمانی نشوونما رک جاتی ہے

جو عام طور پر اکیس سال سے پچیس سال تک ہوتی ہے اور بعض میں کچھ بڑھ بھی جاتی ہے اور کبھی زیادہ بھی ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ ملک و موسم اور ماحول کے اثرات ہوتے ہیں۔

اسی طرح ایک تیسرا قانون بھی ہے کہ انسان کے دانتوں کی تکمیل خصوصاً عقل داڑھ کا نکلنا بھی ضروری جزو ہے اور اس کو تکمیل نمو کا ایک منشا رکھا گیا ہے۔ جو عام طور پر پچیس تیس سال تک ہے۔ لیکن بعض لوگوں میں یہ داڑھ اور بعض میں بہت دیر کے بعد نکلتی ہے۔ یہاں تک کہ ستر اسی برس کی عمر میں بھی نکلتی ہے۔ یہ اثرات یقیناً انسانی طاقت کی کمی وبیشی کے اثرات ہیں۔

ایک چوتھے قانون پر غور کریں کہ عورت کے لیے حمل کا زمانہ کم وبیش نو ماہ کا ہے اور دودھ پلانے کا وقت پورے دو سال مقرر ہے۔ اس طرح عورت کو ایک بچہ کے لیے پونے تین سال اور بعض حکماء کے مطابق تین سال۔ لیکن کم از کم اڑھائی سال اس کو ضرور خالی رہنا چاہیے۔ کیونکہ عورتوں اور بچوں کی صحت وطاقت اور خوبصورتی کے لیے یہ نہایت ہی ضروری اور اہم ہے۔

اب اگر نمو کی عمر پر غور کریں تو اکیس سے پچیس سال تک مقرر کی گئی ہے۔ اس کے بعد بھی ہم تین دور کریں تو وہ ساڑھے سات، پندرہ سال اور ساڑھے بائیس سال بنتے ہیں۔ انسانی نشوونما میں یہی تین دور ہیں۔ اگر پہلے دور کے ساڑھے سات برسوں کو تین حصوں پر تقسیم کریں تو وہی ڈھائی سال بنتے ہیں۔ اس طرح کم وبیش اڑھائی اور تین برسوں کے چکر کی گردان پر غور کریں جس میں تین گنا ہونا ایک تکمیل کا زمانہ ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ نمو کا زمانہ جو اکیس سال سے پچیس سال تک مقرر کیا گیا ہے درست ہے اور یہی بلوغت کا زمانہ ہے۔ لیکن اگر کسی انسان میں اس زمانے سے قبل یا بعد میں بلوغت کا زمانہ آئے گا تو یقیناً تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ اس ملک وموسم اور ماحول کا اثر ہے۔ ماحول میں عقائد وخیالات اور تعلیم وتربیت بھی شامل ہیں۔

اب عورت اور مرد کے فرق کو سمجھیں اور ذیل کے قوانین اور حقائق پر غور کریں تو حقیقت سامنے آ جائے گی۔ لڑکی کی مدت حمل لڑکے کی مدت حمل سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑکی کے جسم میں کوئی کمی رہ جاتی ہے جس کی تکمیل کے لیے اس کو مزید کچھ عرصہ ماں کے پیٹ میں رہنا پڑتا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ عورت کا مزاج غدی ہے، کیونکہ اس کا تعلق تقریباً ساری زندگی رحم اور خصیۃ الرحم کے ساتھ ہوتا ہے اور اس نے اپنی زندگی میں ایک بڑا عرصہ اپنے رحم میں بچوں کی پرورش کرنا ہوتی ہے اور پرورش کا تعلق خصیۃ الرحم کے ساتھ ہے۔ غدی مزاج جسم میں ہمیشہ حرارت پیدا کرتا ہے۔ یہاں پر یہ غلط فہمی دور کر لیں کہ طاقت کا تصور حرارت میں نہیں ہے بلکہ کثرت حرارت تحلیل اور ضعف کا باعث ہوتی ہے۔ طاقت عضلات وقلب اور ریاح میں تیزی کا نام ہے۔ البتہ ان میں حرارت کی زیادتی ہو تو انتہائی قوت کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ غدد میں تیزی جس طرح حرارت پیدا کرتی ہے اسی طرح حرارت کی زیادتی غدد میں تیزی پیدا کر دیتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ گرم ممالک، گرم موسم اور گرم ماحول میں رہنے والی عورتوں میں نشوو ارتقاء جلد واقع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نشوو ارتقاء اور پرورش حرارت سے ہوتی ہے اور حرارت ربوبیت کا مظہر ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ عورت کے مزاج میں حرارت وحدت اور گرمی کی زیادتی ہے اور ساتھ ہی وہ دوران حمل میں زیادہ وقت گزار کر مزید اپنے غدد کی تکمیل کر کے حرارت حاصل کرتی ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت یقیناً مرد سے بہت پہلے جوان اور بالغ ہو جاتی ہے۔ حرارت کی زیادتی کا اندازہ عورت کے مزاج میں حرارت کی شدت کے علاوہ حمل کے دوران میں تقریباً ایک ماہ زیادہ رہنے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس حرارت کی شدت کے تحت عورت کی نمو اور پرورش کے ہر چکر میں تین گنا کے بجائے دو گنا کرنا چاہیے۔ جس کی صورت یہ

ہوگی کہ ایک مرد اگر نمو کے تین دور میں ساڑھے سات و پندرہ اور ساڑھے بائیس برسوں میں پہنچے گا تو یقیناً عورت دوگنا کے حساب سے پانچ و دس اور پندرہ سالوں میں پہنچ جائے گی اور اس وقت وہ نہ صرف بالغ کہلائے گی، بلکہ بچہ پیدا کرنے کے قابل ہو جائے گی۔ یہی اس کے نکاح کا زمانہ ہوتا ہے۔

ایک اور اندازہ اس سے بھی آسان طریق سے سمجھا جا سکتا ہے کہ لڑکی کو جب ماہواری آئے تو مزید دو برسوں میں اس کا جسم نکاح کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور لڑکے کو جب احتلام شروع ہو تو مزید تین سالوں میں وہ نکاح کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں وہ حقائق جن کا فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کو علم نہیں ہے۔

مباشرت کے لیے صحیح وقت

مباشرت ایک اہم فرض ہے جس میں ایک طرف مسرت و انبساط شامل ہے اور دوسری طرف صحت کا نقصان مدنظر ہوتا ہے اور سب سے بڑی اہمیت نسل انسانی کے سلسلہ کو قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ وارفع اور مثالی صحت مند ہونا بھی ضروری مدنظر ہوتا ہے۔ مباشرت کو صحیح مسرت و انبساط اور لذت و شوق میں اس طرح گزار دینا کہ اپنی اور اپنی نسل کی صحت کو تباہ کر دینا کسی طرح ایک باشعور انسان کے لیے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ چونکہ مباشرت کے ساتھ ذاتی لذت اور اپنی اور اپنی نسل کی صحتیں لازم وملزوم ہیں۔ اس لیے یہ ایک اہم فریضہ ہے اس کو صرف لذت وشوق پر قربان کر دینا عقل کے منافی ہے۔ اس لیے اس کے صحیح وقت کا جاننا نہایت ضروری ہے۔

آیورویدک کی کتب میں لکھا ہے کہ رات کے پہلے پہر میں کھانے وغیرہ سے فارغ ہوں۔ سردی زیادہ نہ ہو۔ چاندنی رات میں عمدہ جگہ میں خوبصورت و جوان عورت کے ساتھ اپنی طاقت کے مطابق جماع کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ مگر صبح کے وقت جماع کرنا جان کو تلف کرنا ہے اور سرشام بھی جماع کرنا بہتر نہیں ہے۔ آیورویدک میں صبح وشام اور سردی میں روکا ہے اور رات کو کھانے سے فراغت کے بعد چاندنی یا عمدہ جگہ اور خوبصورت عورت کے ساتھ مباشرت کو لازم قرار دیا ہے۔ اس تاکید میں مسرت کے ساتھ اپنی اور اپنی نسل دونوں کی صحت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

طب یونانی میں مندرجہ بالا تاکید کے ساتھ یہ تاکید بھی ہے کہ پیٹ خالی نہ ہو اور پیٹ بھرا ہوا بھی نہ ہو۔ کیونکہ مباشرت کے بعد طبیعت اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے کچھ غذا کو جسم میں نفوذ کرا دیتی ہے جس سے جوڑوں میں درد اور دیگر خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے بعض بزرگوں کے اقوال یہ ہیں کہ **آغاز شب میں مجامعت کرنے میں فالج، لقوہ، نقرس، وجع المفاصل، درد پشت، قولنج، عرق النساء اور ضعف بصر کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لیے انہوں نے جماع کے لیے رات کا آخری وقت تجویز کیا ہے۔ اس تاکید کی وجہ یہی ہے کہ پیٹ میں غیر منہضم غذا ہو تو جماع ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔**

مباشرت میں احتیاط

مباشرت کے لیے مندرجہ ذیل احتیاطیں انتہائی اہم اور ضروری ہیں:

(۱) خالی پیٹ مباشرت نہ کی جائے، اس سے ضعف پیدا ہوتا ہے۔

(۲) پیٹ پری کے بعد مباشرت کرنے سے خوفناک امراض پیدا ہوتے ہیں۔

(۳) مرض کی حالت میں مباشرت کرنے سے امراض میں شدت پیدا ہوتی ہے۔

(۴) جسم میں اگر کسی کیفیت کی زیادتی کا شدید احساس ہو تو جماع کرنے میں نامکمل لذت کے ساتھ اعضاء پر برا اثر پڑتا ہے۔

(۵) اسی طرح اگر کسی نفسیاتی اثرات غم وغصہ اور خوف کا شدید اثر ہو تو مباشرت سے دور رہنا چاہئے۔ اس طرح اچانک موت واقع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ مکمل تنہائی ہونی چاہیے۔ دوسرے کا خوف ضعف قلب پیدا کرتا ہے۔

(۶) بغیر کسی بیرونی تحریک کے جب تک شہوت کا غلبہ نہ ہو، مباشرت نہیں کرنی چاہیے۔

(۷) اسی طرح جب تک جسم میں فرحت وانبساط اور سرور کی کیفیت نہ پائی جائے مباشرت سے دور رہنا چاہئے۔

(۸) عورت کی مرضی اور خوشی کے بغیر مباشرت کرنا اس پر ظلم ہے۔ بعض لوگ اس امر کی پروا نہیں کرتے کہ عورت حاملہ ومرضعہ اور مریضہ ہے۔ مگر وہ عورت سے مجامعت کرتے ہیں۔ چونکہ عورت کے حمل کے بعد بچے کو دودھ پلانے کے زمانے میں اور بیماری کی حالت میں جماع کی طبعی خواہش نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جن مادہ جانوروں کو حمل ہو جاتا ہے وہ کبھی بھی نر جانوروں کے قریب نہیں آتے۔ اگر نر قریب آ جائے تو وہ دور ہو جاتے ہیں۔

(۹) ایام رضاعت (بچے کو دودھ پلانے کا زمانہ) میں مباشرت کرنا تین جانوں کا خطرہ ہے۔ اوّل دودھ پیتے بچے کی جان کا، دوسرے ماں کی صحت کا، تیسرے پیٹ میں دوسرے حمل کی زندگی کا۔ مباشرت سے عورت کا دودھ خراب ہو جاتا ہے۔ جب بچہ وہ دودھ پیتا ہے تو فوراً اس کے معدہ وامعاء میں شدید سوزش ہو جاتی ہے جس سے اس کو قے واسہال اور پیاس شروع ہو جاتی ہے۔ جس کا علاج مشکل ہے۔ اکثر بچے اس حالت میں جانبر نہیں ہو سکتے۔ دوسرا حمل ہو جائے تو پہلے بچے کے لیے ماں کا دودھ زہر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ماں کا یہ حال ہوتا ہے کہ ایک بچہ دودھ پر ہے اور دوسرا پیٹ میں ہے۔ نتیجہ کے طور پر اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے اور جان خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اگر بچہ دودھ پیتا ہے تو اس کی جان خطرے میں ہوتی ہے اور چھوڑتا ہے تو ساری عمر کے لیے کمزور ہو جاتا ہے۔ اس لیے قرآن حکیم کی تاکید ہے کہ بچے کو مکمل دو سال تک دودھ دینا چاہیے۔ اگر خاوند پرہیز نہیں کر سکتا تو مسلسل روزے رکھے اور اگر ہمت ہے تو اور نکاح کر لے۔ مگر دودھ پلانے کی حالت میں تین جانوں پر ظلم نہ کرے۔ بعض لوگ یہ کوشش کرتے ہیں کہ بچے کے لیے دودھ پلائی رکھ لیتے ہیں۔ یہ بھی کسی حد تک درست ہے مگر بچہ جس عورت کا دودھ پئے گا اس کے اطوار واخلاق اور کردار پر اس کا گہرا اثر ہوگا۔ اب یورپ اس امر کا قائل ہو گیا ہے کہ ماں ہی اپنے بچے کو دودھ پلائے۔

(۱۰) بڑھیا اور بدصورت وبدکردار عورتوں سے بھی مباشرت نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ جماع میں لذت اور مسرت لازمی فطری جذبات ہیں جو اس صورت میں منی کی تکمیل اور اخراج میں رکاوٹ کا باعث بن کر نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ اکثر جنون پیدا ہو جایا کرتا ہے۔

(۱۱) ہمیشہ کنواری لڑکیوں سے مباشرت کرنے سے کثرت انزال کی وجہ سے ضعف اعضائے رئیسہ واقع ہو جاتا ہے۔ اس طرح صحت اور زندگی کے لیے بے پناہ خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۱۲) کثرت مباشرت بغیر اندرونی فطری تحریک کے خود عورتوں کے پاس جا کر شہوت پیدا کرنے سے جماع کرنا سخت نقصان دہ اور خطرناک ہے۔ اس سے ذیابیطس وفالج اور رعشہ وتشنج جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

جب اپنے اندر شہوت کا غلبہ دیکھے اور کیف سے بھرپور ہو تو اپنی بیوی کو مباشرت کے لیے اطلاع دے۔ اس روز نہا کر عمدہ کپڑے پہنے، خوشبو لگائے، متعفن اور گندی بو والی اغذیہ سے دور رہے۔ خوشی اور محبت کی باتوں سے قریب ہو۔ اگر ضرورت کے مطابق کی جائے تو جسم

ہلکا پھلکا محسوس ہوتا ہے، تھکن دور ہو جاتی ہے، اس کے بعد تسلی بخش نیند آ جاتی ہے، بھوک زیادہ لگتی ہے، دماغی اور جسمانی کام کرنے کو دل چاہتا ہے۔ اگر جماع کے بعد یہ صورتیں پیدا نہ ہوں اور جسم و دماغ میں سستی و کمزوری معلوم ہو تو سمجھ لو کہ مباشرت ضرورت کے مطابق نہیں کی گئی، بلکہ لذت وشوق کے تحت عمل میں آئی ہے۔ یہ صورت انتہائی نقصان رساں ہے۔

مباشرت کے بعد تھوڑی دیر تک لیٹنا اور آرام کرنا ضروری ہے۔ اس طرح دوران خون جلد درست ہو جاتا ہے۔ البتہ جماع کے فوراً بعد بعض لوگ دودھ یا حلوہ کوئی اور مقوی غذا یا دوا کھاتے ہیں تاکہ منی کا جو نقصان ہوا ہے وہ پورا ہو جائے۔ یہ عادت نہ صرف خراب ہے بلکہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ اس صورت دوران خون میں تیزی ہوتی ہے اور وہ اپنے فضلات کا اخراج کر رہا ہوتا ہے۔ اس طرح نہ صرف وہ فضلات رُک جاتے ہیں بلکہ جو کچھ کھایا پیا جاتا ہے وہ باعث نقصان بن جاتا ہے۔ کھانے پینے کے لیے کم از کم ڈیڑھ دو گھنٹے انتظار کرنا چاہیے۔ البتہ عمدہ قسم کا پان کھا سکتے ہیں۔ کھانا پینا غسل کے بغیر نہیں کرنا چاہیے۔ غسل کے بعد دوران خون درست ہو جاتا ہے۔ امساک کے لیے ادویات نہیں کھانی چاہئیں۔ اگر امساک نہ ہو تو پہلے اس کا علاج کرنا چاہیے، پھر جماع کرنا چاہیے۔

نا قابل مباشرت عورتیں

کون کون سی عورتیں نا قابل جماع ہیں۔ رسالہ ''حرز جان'' میں ذیل کے شعر کی تشریح بیان کی گئی ہے ؎

جماع با پنج زن ممنوع باشد نہ گرد و گرد ایشاں مرد ہشیار
یکے آن بازن پیر است دیگر صغیر و حائض و بدشکل و بیمار

زن پیر: جن عورتوں سے اولاد کی اُمید نہ ہو تو ان سے ازواج کرنا نہ صرف فضول ہے بلکہ مضر بھی ہے۔ زن عجوزہ یعنی بوڑھی عورت سے جماع کرنا اوّل تو محض فضول ہے، کیونکہ ثمرہ جماع یعنی اولاد کے پیدا ہونے کی اُمید نہیں ہے۔ عورتوں میں بالعموم قابلیت القاح اسی وقت رہتی ہے جب تک کہ اس کا حیض جاری رہتا ہے۔ پس جس عورت کی میعاد حیض ختم ہو چکی ہے، اس سے ازواج کرنا مناسب نہیں ہے۔

اطباء کا مقولہ ہے کہ عورت پیرانہ سال سے جماع کرنا ضعف باہ پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ بوجہ اخراج رطوبت کثیر اعضاء سست اور ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اندام نہانی کی لذت مرد کو کم ملتی ہے اور فقدان لذت سے مرد کو خوشی اور ذوق وشوق کم ہو جاتا ہے۔ پھر ضعف باہ عارض ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بہ سبب پیرانہ سالی کے اندام نہانی کے اندر سردی زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ سردی دافع جوش شہوت مرد ہوتی ہے۔ یہ بھی لکھا گیا ہے بوجہ کبرسنی کے رحم جذب منی بہت کرتا ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے مرد کے چہرہ کی رونق دن بدن کم ہوتی چلی جاتی ہے، اس کے قوائے بدنی مضمحل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے کسی شاعر نے لکھا ہے ؎

صحبت دخترے کہ جان بخشد زہر قاتل بود چوں پیر شود

زن صغیر: اس سے ہماری مراد ان لڑکیوں سے ہے جو اپنے سن بلوغ کو نہیں پہنچتیں۔ جن کی عمر اپنی صحیح عمر کی وجہ سے مرد کی خواہش ابھی پوری نہیں ہوتی۔ جن کے اعضائے تناسل ابھی پوری طرح نشوونما نہیں پا چکے ہوتے۔ ایسی عورتوں کو زنان مراحقہ کہتے ہیں۔ چونکہ ان کے دلوں میں ابھی جذبات شہوانیہ پیدا نہیں ہوتے۔ وہ مرد کی صحبت سے نفرت کرتی ہیں اور جماع کے وقت مرد سے رغبت سے پیش نہیں آتیں بلکہ بڑی کراہت اور نفرت ظاہر کرتی ہیں۔ چونکہ جماع کے وقت فریق ثانی مرد کے ساتھ رغبت سے پیش نہیں آتا۔ بوس و کنار اور دیگر میل جول میں بہ دل و جان شریک ہونا اس کی خوشی اور محبت کو بڑھاتا ہے اور اس کے ذوق وشوق کو ترقی دیتا ہے اور نفرت و کراہت برعکس اس کے

رنج وملال کا باعث ہوتا ہے۔ بلکہ ضعف باہ کا باعث ہوتا ہے۔ اس لیے زن نابالغ کے ساتھ جماع کرنا بھی سخت ضعف باہ اور بطلان باہ کا موجب ہوتا ہے۔ ایک اور وجہ صغیر لڑکیوں کے ساتھ جماع کے مضر ہونے کی یہ بھی ہے کہ ایسے جماع میں مرد کو غیر معمولی طاقت خرچ کرنا پڑتی ہے جو بجائے خود ایک مضر امر ہے اور نیز اگر حمل قائم ہو جائے تو اولاد جو اس حمل سے پیدا ہوگی لامحالہ بڑی کمزور ہوگی۔

زن حائضہ: جن عورتوں کو حیض آتا ہو یا نفاس، ان کے ساتھ بھی جماع مضر ہے۔ حیض کے ایام میں جماع کرنا زن ومرد ہر دو کے لیے نقصان دہ ہے۔ عورت کو ان دنوں میں جماع کرنے سے درد ہوتا ہے اور ساتھ ہی اعضاء کو نقصان پہنچ جاتا ہے اور لذت وسرور جو جماع کا خاصہ ہے وہ نام کو نہیں پہنچتا۔ اور مرد کی طبیعت میں ایک قسم کی نفرت اور کراہت پیدا ہوتی ہے۔

زن بدصورت: حسن کا فلسفہ دو لفظوں میں بیان ہو سکتا ہے جس کے معنی ہیں دل پسند۔ جو عورت آدمی کو نہایت بدشکل، بدوضع معلوم ہوتی ہے ممکن ہے کہ وہی دوسرے کو نہایت مرغوب اور محبوب نظر آئے۔ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دیدہ۔ جماع کے لئے ضروری ہے کہ فریق ثانی مرغوب ومحبوب ہو۔ کیونکہ عدم رغبت لذت جماع کو پھیکا اور بے مزہ کر دیتی ہے اور ضعف باہ کا باعث ہوتی ہے۔

زن بیمار: جس عورت کے رحم کو کوئی بیماری یا رسولی ہو اور سرطان یا التہاب رحم ہو جس سے کسی قسم کی رطوبت آتی ہو۔ کوئی متعدی بیماری از قسم آتشک سوزاک وغیرہ ہو، بلکہ جسم کے دیگر دردناک امراض ہوں، تو ایسی عورت کے ساتھ جماع کرنا دونوں کے لیے نہایت مضر اور معیوب ہے۔

مندرجہ بالا قسم کی عورتوں کے علاوہ ذیل کی عورتیں بھی روح ونفس اور جسم کے لیے مضر اور قوت باہ کے لیے نقصان دہ ہیں۔

زنان فاحشہ: بازار کی کسبیاں جو جماع کرانے کی تجارت کرتی ہیں، ان سے متعدی امراض کے پیدا ہونے کا ہر قسم کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی صحبت سے کوسوں دور بھاگنا چاہیے۔ ان کے علاوہ دوسری عورتیں بھی جو اپنے خاوند کے سوا دوسروں کے پاس جاتی ہیں، ان سے بھی مردوں کو جسمانی اور اخلاقی خرابیوں کے پیدا ہونے کا وہی اندیشہ ہے جو رنڈیوں کے ساتھ جماع کرنے سے ہے۔ بلکہ انسانی روح فنا ہو جاتی ہے۔ پس ان کی صحبت سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے۔

زنان باردار: جماع کا اصل مدعا استقرار حمل ہے۔ جب حمل قائم ہو گیا تو پھر انصاف یہ ہے کہ جماع کی حاجت نہ رہے۔ چنانچہ ایام حمل میں عورت کو جماع کی مطلق رغبت نہیں رہتی۔ اس سبب سے ان دنوں میں اس کو جماع کی تکلیف نہ دی جائے تو اچھا ہے۔ بالخصوص ساتویں مہینے کے بعد جماع کرنے سے اسقاط حمل کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس وقت جماع سے پرہیز کیا جائے۔

زنان بازماندہ: طب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو عورتیں ایک عرصہ دراز سے مرد کے پاس نہ گئی ہوں ان سے بھی جماع کرنا اچھا نہیں ہے، کیونکہ ایسی عورت میں مواد منقضہ اور فضلات جمع ہو گئے ہوتے ہیں جن سے مردوں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

زنان حنانہ: وہ عورتیں جو مطلقہ ہوں یا بیوہ مگر ہمیشہ اپنے خاوند کو یاد کرتی ہیں اور اس کے فراق میں بےقرار وسیماب وار تڑپتی ہوں ان سے بھی شادی کرنے میں بےلطفی رہتی ہے۔

زنان خانہ: جو عورتیں اپنے شوہر سے زیادہ مال رکھتی ہوں، ان سے بھی شادی مناسب نہیں۔ کیونکہ وہ ہر وقت اپنے احسانات خاوندوں پر ظاہر کرتی رہتی ہیں اور ان کے عیش کو خراب کرتی رہتی ہیں۔

زنان انانہ: جو عورتیں خاوند کو دیکھ کر بیمار ہو جائیں خواہ یہ بیماری صحیح ہو یا بناوٹی ہو۔ ان کے قریب جا کر درد وکراہ کا دل پر غیر معمولی اثر ہوتا ہے جو صحت وباہ دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔

زنان عقیمہ: زنان عقیمہ سے مراد ایسی عورتیں ہیں جن کو اطباء فہم و تجربہ کار تشخیص کے بعد کامل عقیم ٹھہرا چکے ہیں اور جن سے اولاد کا پیدا ہونا ناممکن ہے جس کا دِل و دماغ پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

فعل مباشرت کا حقیقی مقصد

ظاہری حقیقت تو یہ ہے کہ فعل مباشرت کا مقصد نسل کا جاری رکھنا ہے۔ لیکن باطنی طور پر اس کے اور بھی فوائد ہیں جن کی طرف حکماء نے اشارے کیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے باطنی فوائد بھی ظاہری مقصد سے کم اہم نہیں ہیں۔ کیونکہ فعل مباشرت سے اگر ایک طرف جسم کی صحت قائم رہتی ہے تو دوسری طرف نفس انسانی اور روح میں نشوو ارتقاء اور بلندی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب جائز اور ضرورت کے مطابق ہو۔ جائز کا مقصد نکاح ہے اور ضرورت اس حالت کا نام ہے جنسی بھوک میں شدت۔ جب تک یہ دونوں صورتیں پیدا نہ ہوں فعل مباشرت میں لذت تو ہو سکتی ہے مگر اس سے نہ صحت جسم قائم رہ سکتی ہے اور نہ ہی اس سے نفس اور روح میں نشوو ارتقاء اور بلندی پیدا ہوتی ہے۔

نکاح کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگالیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے، جو اس سے روگردانی کرے وہ آپ ﷺ کی اُمت سے نہیں ہے۔ اور قرآن کریم تو بیویوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک اور تقویٰ کے لئے بہت اہم قرار دیتا ہے۔ جن لوگوں کی ان حقائق پر نگاہ ہے وہ اسلام کی جنسی تعلیم کے دور رس اثرات اور نتائج سے واقف ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے جنسی تعلیم پر جس قدر روشنی ڈالی ہے اس کا عشر عشیر بھی یورپ و امریکہ اور ماڈرن سائنس کو علم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں غلط قسم کی آزادی و عریانی اور خواہشات بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ مگر حقیقی معنوں میں جنسی بھوک کی تسکین حاصل نہیں ہوتی۔ یہ حقیقت ہے کہ بغیر اسلامی تعلیم کے کبھی جنسی بھوک کو تسکین حاصل نہیں ہوتی۔ یہ کسی مذہب کا احترام مقصود نہیں ہے۔ بلکہ ان حقائق کا اظہار ہے جو اسلام جنسی تعلیم میں پیش کرتا ہے۔ یاد رکھیں جب تک جنسی بھوک کو تسکین نہیں ہوتی نہ ہی صحت قائم رہ سکتی ہے اور نہ ہی نفس و روح میں نشوو ارتقاء اور بلندی پیدا ہو سکتی ہے۔

اسلام میں رہبانیت منع ہے کیونکہ اس سے نہ تو جسم کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی نفسانی جذبات کی تسکین ہو سکتی ہے اور نہ ہی روح میں وہ فرحت پیدا ہو سکتی ہے جو انسانی زندگی کا کمال ہے۔ بلکہ رہبانیت کے خلاف اسلام میں چار بیویوں اور بے شمار باندیوں کی اجازت ہے لیکن ان کی ضرورت اور ان کا جائز ہونا شرط ہے۔ ضرورت کا اندازہ خواہش کے مقابلہ میں کیا جا سکتا ہے۔ کئی سال گزرے میں نے ایک کتابچہ جنسیات کا نفسیاتی تجزیہ کے نام سے لکھا تھا۔ جس کا اکثر حصہ ایک رسالہ میں شائع ہو بھی گیا تھا۔ بعد میں اس کی کتابت بھی کرادی گئی تھی۔ مگر کثرت کار کی وجہ سے اب تک شائع نہ کیا جا سکا۔ اس میں جنسی ضرورت اور خواہش کو اسلامی تعلیم کے تحت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ مباشرت کا مقصد صرف اولاد پیدا کرنا نہیں ہے۔ اس سے مختلف اعضاء کو کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ صحیح وفطری اور ضرورت کے مطابق جائز مباشرت بدن کی فضول رطوبات کا اخراج کرتی ہے۔ فاسد مادہ کی پیدائش نہیں ہوتی۔ اور اگر فاسد مادہ پیدا ہو چکا ہو تو خارج ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر دخانی مواد کو خون سے نکال دیتا ہے۔ اس فاسد مادہ میں شیطانی جذبات کی تیزی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ایک اچھے صوفی اور زاہد شب بیدار کی درگت بن جاتی ہے اور عوام نوجوان تو رہے ایک طرف پیر فقیر بھی اپنی زندگی مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ جو مرد اور عورت جوانی میں اپنے وقت پر نکاح نہیں کرتے ان کے اندر خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہسٹیر یا

(اختناق الرحم) خاص طور پر اسی فاسد مادہ کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے۔ غیر شادی شدہ مرد وعورتوں کے منہ پر دانے نکل آتے ہیں جن کو جوانی کے دانے کہتے ہیں۔ وہ اسی فاسد مادہ کے خون کے اندر برے اثرات ہوتے ہیں۔ ان سے جہاں جسم میں برے اثرات ظاہر ہوتے ہیں وہاں جذبات میں ہیجان اور روح میں تاریکی غالب آنا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر انسان ایسی حرکتیں کر بیٹھتا ہے کہ اخلاقی قدریں افسوس کرتی ہیں۔

مباشرت کو پورا کرنے کے بعد دل و دماغ میں راحت وسکون اور جسم میں چستی، بھوک میں زیادتی، عقل میں تیزی اور طبیعت میں فرحت پیدا ہو جاتی ہے۔ اکثر معمولی امراض اور بعض اوقات خوفناک امراض جیسے ہسٹیریا، سیلان الرحم، سرعت انزال، جریان و احتلام بلکہ بعض اقسام ضعف باہ، جنون، مالیخولیا اور عشق وغیرہ دور ہو جاتے ہیں۔ گویا ضرورت کے مطابق مباشرت انسان کے لئے نہایت ضروری اور بے حد مفید ہے۔ لیکن بغیر ضرورت اس میں نشاط و انبساط اور فرحت و راحت کی بجائے کمزوری وامراض اور پژمردگی وکسل مندی پیدا ہوتی ہے۔ گویا بغیر ضرورت مباشرت انتہائی نقصان دہ ہے۔

دخانی فاسد مادہ

خون روح طبعی کا حامل ہے جو خون ہی سے پیدا ہوتی رہتی ہے۔ خون اگر صالح ہو تو روح طبعی بھی صالح پیدا ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جب خون میں نقص وخرابی اور اس کے اجزاء میں کمی بیشی واقع ہو جائے تو روح طبعی میں صحیح وصالح پیدا نہیں ہوتی۔ پھر ظاہر ہے کہ غیر صحت مند اور غیر صالح طبعی روح جسم کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ جو یقیناً انسان کے لئے نقصان رساں ہے۔

روح اور ریح

حکماء اور اطباء نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ خون میں دو قسم کے بخارات ہوتے ہیں جن میں ایک کو نسیم اور دوسرے کو دخان کہا گیا ہے۔ ماڈرن سائنس بھی ان کو تسلیم کرتی ہے جس کو آکسیجن (نسیم) اور کاربن (دخان) کہتی ہے۔ ان کے افعال طبعی اور سائنسی کتب میں بھرے پڑے ہیں جن کی تفصیل طویل ہے۔ ان کے نام روح اور ریح بھی ہیں۔ جن سے ان کے افعال واثرات پر اچھی روشنی پڑتی ہے۔ گویا روح خون کے ایسے ابخرات ہیں جن میں دخان کی کمی ہے۔ گویا دخان ایسے ابخرات ہیں جن میں لطافت کی کمی اور ثقالت پائی جاتی ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ روح میں ریح کے مقابلے میں لطافت ہے اور جس ابخرات میں دخان کی زیادتی یا ارضی مادے ہوتے ہیں ہم ان کو ریح کہتے ہیں۔ اور جوں جوں ریح میں دخانی اور ارضی مادے بڑھتے جاتے ہیں ان میں فساد بڑھتا جاتا ہے۔ بس یہی فساد باعث نقصان ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ خون ہی سے جسم کو غذا ملتی ہے اور ان ابخرات ہی سے (چاہے اس میں روح کی زیادتی ہو یا ریح کی زیادتی) جسم انسان کو تحریک وتقویت حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح کہ خون اور روح ہوتی ہے۔ اسی قسم کی جسم میں تحریکات اور تقویت پیدا ہوتی رہی ہے۔ چونکہ جسم میں خون اور روح کی زیادہ ضرورت ہے، اس لئے ان کا صالح اور صحت مند ہونا ضروری ہے۔ بس یہی ذہن نشین کرانا ہمارا مقصد ہے۔

جاننا چاہئے کہ صالح اور صحت مند خون اور روح کی جسم کو ضرورت رہتی ہے اس لئے قدرت نے ان کو عمدہ اور درست رکھنے کے لئے جسم میں مختلف اعضاء بنائے ہیں جن سے خون اور روح پاک اور صاف ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں پھیپھڑے وگردے اور امعاء ومسامات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انہی میں مردانہ اور زنانہ مخصوص اعضاء بھی شریک ہیں جن کے راستہ سے مادہ منویہ اور حیض اخراج پاتے ہیں۔ جب ان میں نقص واقع ہو جائے یا ان راستوں میں رکاوٹ پیدا کر دی جائے تو خون اور روح میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ مباشرت کا مقصد صرف اولاد پیدا کرنا ہی نہیں ہے بلکہ ان ریاحی و دخانی اور ارضی مادوں کا اخراج بھی ضروری ہے جو اس راستے کے بغیر اخراج نہیں پا سکتے۔ اس کے ثبوت میں ہم پھر وہی مندرجہ بالا امراض پیش کرتے ہیں جو صرف مردانہ اور زنانہ مخصوص اعضاء کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں۔ بس ضرورت کے مطابق اور جائز مباشرت اپنے اندر انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔ پرلطف بات یہ ہے کہ بعض شادی شدہ مردوں اور عورتوں میں بھی ایسے امراض دیکھے گئے ہیں جو فعل مباشرت کے فقدان سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شادی کے بعد بھی ان کے مواد فاسد کا پورے طور پر اخراج نہیں ہو سکتا۔ خواہ ان کو جنسی بھوک نہ ہو۔ مگر ان کے اندر ایسے فاسد مادے اور اس کے اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو فعل مباشرت سے مادے اور اس کے اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جو فعل مباشرت سے اخراج پاتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ بہت سے ایسے مریضوں کی جانیں بچ گئی ہیں جن کے فاسد مواد فعل مباشرت سے اخراج پا گئے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ دخانی مادے ہی منی کی پیدائش اور اس کے اخراج کا باعث ہوتے ہیں اور اسی مادے کی زیادتی خون اور مخصوص اعضاء میں خرابی اور فساد کا باعث بن جاتی ہے جن سے دل و دماغ پر غیر معمولی اثر پڑتا ہے۔

منی کے فاسد مادے

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دوران خون جب خصیوں کی طرف آتا ہے اور اس میں ریاح اور دخانی مادے شریک ہوتے ہیں۔ بلوغت کے بعد منی ہر وقت خصیہ کی نالیوں میں بنتی رہتی ہے جو بذریعہ حبل المنی خزائن منی میں جاتی ہے۔ یہاں سے اگر فوراً اخراج نہ ہو جائے تو آہستہ آہستہ نہایت تھوڑی مقدار میں پیشاب کے ذریعہ خارج ہوتی رہتی ہے یا قضائے حاجت کے وقت پیشاب کے ہمراہ نکل جاتی ہے۔ یا اگر محرکات کا اثر ہو تو احتلام ہو کر نکل جاتی ہے۔ اس کی صورت بالکل ایسی ہے جیسے عورتوں کا خون سینے کی طرف جاتا ہے اور وہ دودھ بنتا رہتا ہے اور اکٹھا ہو کر بہنے لگتا ہے یا بوجھ کا باعث بنتا ہے۔ جیسے یہ ممکن نہیں ہے کہ دودھ پھر خون بن سکے اور جسم میں تقویت کا باعث ہو۔ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ منی بن جانے کے بعد پھر خون میں شریک ہو اور طاقت کا باعث بن جائے۔ جب منی بن چکتی ہے یا اس کے بننے کی تحریک ہو چکتی ہے تو ہر حال میں اس کا اخراج پانا ضروری ہے۔ اس صورت میں یہ جسم کا فضلہ یا ایسا مادہ ہی ہوگا جس کا اخراج ضروری ہے۔ البتہ یہ صورت دیگر ہے کہ اندرونی یا بیرونی تحریکات کی وجہ سے اس کا اخراج ضرورت سے زیادہ بڑھ جائے اور وہ باعث کمزوری اور ضعف ثابت ہو۔ جیسے کثرت دودھ و پسینہ اور بول و براز بھی کمزوری کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لئے منی کی پیدائش اور اس کی تحریکات اور اس کے اخراج اور اس کے فاسد مادوں کی پیدائش میں اعتدال رکھنا نہایت ضروری ہی ہے۔ خون کے دخانی مادے ہی پیدائش منی کا باعث بنتے ہیں۔

منی کے متعلق حکماء میں غلط فہمی

بعض حکماء کا خیال ہے کہ منی اگر خارج نہ ہو تو بدن میں جذب ہونے لگتی ہے اور بدن کے نشوونما اور تروتازگی کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ایکٹن صاحب جو اس گروہ کے پیشوا اور پیش رو ہیں، فرماتے ہیں کہ منی بجز بذریعہ شرائن اوردہ یا عروق جاذبہ کے جذب نہیں ہوتی بلکہ کئی تغیرات کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ داڑھی مونچھ اور موئے زہار اسی سے پیدا ہوتے ہیں اور حرکات و سکنات اور آواز اسی سے بدل جاتی ہے۔ یہ تغیرات خالی عمر کا ہی نتیجہ نہیں کیونکہ مخنثوں میں ان کا ظہور نہیں ہوتا اور خصی ہونے کے بعد جانور ایسا مضبوط نہیں رہتا جیسے کہ خصی ہونے سے پہلے تھے۔ پس یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خصی ہونے کے بعد ان میں منی نہیں بنتی اور نہ جذب ہوتی ہے کہ عمدہ طاقت بخشے۔

مگر ایک گروہ حکماء کا ایسا بھی ہے جو منی کے دوبارہ جذب ہونے کا قائل نہیں ہے مثلاً ڈاکٹر بلیک لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر ایکٹن کا قول

سخت تعجب انگیز ہے کہ خصی جانوروں میں پہلی سی طاقت نہیں رہتی۔ ان کو معلوم نہیں ہے کہ غیر خصی گھوڑے سے خصی گھوڑے بہت زیادہ کام دیتے ہیں اور زیادہ محنت برداشت کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ البتہ شرارت کرتے ہیں۔ اسی لئے انہیں خصی کر دیتے ہیں اور جو فرق کہ خصی اور غیر خصی میں دیکھا جاتا ہے اس کا سبب منی کا جذب ہونا یا نہ ہونا نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ خصی کرنے میں نظام عصبی کو جو صدمہ پہنچتا ہے جس کا تعلق میڈولا آبلانگیٹیا یعنی راس نخاع سے ہے، اسی کا اثر خصی کی حرکات میں تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ بھلا ممکن ہے کہ جو منی خون سے خارج ہو وہ پھر خون میں جذب ہو اور نقصان نہ پہنچائے اور اگر آواز کا مردانہ ہونا داڑھی مونچھ کا نکلنا اور دیگر ایسے اُمور کا پیدا ہونا جذب منی پر منحصر ہے تو خصی ہونے کے بعد بھی یہ چیزیں نہ پائی جاتیں۔ اسی طرح غیر خصی میں ان کے برعکس نہ پایا جاتا۔

ڈاکٹر بیگ فرماتے ہیں کہ جیسے صفراء وغیرہ رطوبات جذب نہیں ہوتیں ویسے ہی منی بھی دوبارہ جذب نہیں ہوتی اور لوگ تو خیال کرتے ہیں کہ رہبان الشہوت لوگوں میں تروتازگی اور تندرستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ جماع سے محترز اور مجتنب رہتے ہیں اور ان کی منی دوبارہ خون میں جذب ہو جاتی ہے۔ سو ان کا یہ خیال درست نہیں ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ ایسے شخص کی قوت منی بنانے کی بجائے بدن کو تروتازہ اور تندرست رکھنے میں صرف ہوتی ہے۔

ایک اور ڈاکٹر پک فورڈ ہیں وہ بھی ڈاکٹر بیگ کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب منی خزائن منی میں ایک بار جمع ہو جاتی ہے تو سوائے اخراج کے اور کوئی چارہ نہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ منی بدن میں دوبارہ جذب ہوتی ہے اور بدن کو تقویت اور روح کو طاقت بخشتی ہے۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔

ڈاکٹر کالیکر کا قول ہے کہ اس بارے میں اگر منی بننے کے بعد دوبارہ جذب ہوا کرتی تو اوعیہ ومستقر منی سے ہوتی۔ حالانکہ وہاں نشان جذب کا نہیں پایا جاتا اور یہ دلیل کہ جذب نہ ہونے سے امتلا لازم آتا ہے اور نوبت درد تک پہنچتی ہے۔ جذب ہونے کا ثبوت کافی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بنی ہوئی منی کے مجاری میں چلے جانے یا خون کے خصیوں میں کم پہنچنے سے امتلا نہ ہوتا ہو۔ ان دلائل سے ذیل کے امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) منی ابتدائے بلوغ سے ہر وقت خصیوں میں بنتی رہتی ہے اور وہاں سے گزر کر اوعیہ منی اور مستقر منی میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا اور منی فقط تحریکات شہوانیہ کے وقت ہی بنا کرتی تو جماع اور احتلام میں ایسی جلدی انزال نہ ہو جایا کرتا بلکہ جماع کے وقت بڑی دیر اور کشمکش سے انزال ہوا کرتا۔ جیسا کہ کتے میں ہوتا ہے اور یہ معلوم رہے کہ کتوں میں مستقر منی نہیں ہوا کرتی۔

(۲) اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ منی دوبارہ جذب ہو جاتی ہے۔ وہاں اس کے خارج ہوتے رہنے کے ثبوت نہایت بین اور صریح پائے جاتے ہیں۔

(۳) رہبان الشہوت کا تروتازہ اور تندرست رہنا۔ منی نہ نکلنے پر منحصر نہیں بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی قوت بجائے منی بنانے کے دوسری طرف خرچ ہوتی ہے یعنی منی کم بنتی ہے اور قوت کا سارا زور بدن کی پرورش پر صرف ہوا کرتا ہے۔

(۴) اگرچہ زور اور بدنی قوت افراز منی پر منحصر نہیں ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ عالی حوصلگی اور جراءت مردانہ کا انحصار اعضائے تناسلی کی صحت وچستی سے بہت زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ خصی جانوروں میں بدنی قوت اور محنت شاقہ برداشت کرنے کی قابلیت بہت ہوتی ہوگی۔ مگر ان میں دلیری اور دلاوری بہت کم ہوتی ہے۔ مخنثوں اور ہیجڑوں میں بہادری کبھی نہیں دیکھی گئی۔

اخراج منی کا راستہ

مرد کی منی ان پیچ دار نالیوں میں پیدا ہوتی ہے جن کو انبیب منی (ٹیوبولائی سیمی نیفرائی) کہتے ہیں۔ اس جگہ سے سیدھی نالیوں سے گزرتی ہے۔ پھر منصف خصوصی میں جاتی ہے اور قنات الخارجیہ کی راہ کدہ کلاں میں پہنچتی ہے۔ وہاں سے خصیہ فوقانی کی نالی سے ہوتی ہوئی کرہ دقیق میں آجاتی ہے۔ یہاں سے اوعائے منی میں جاتی ہے اور مذی دودی کو شامل کر کے ساری مسافت احلیل کی طے کر کے باہر خارج ہوجاتی ہے۔

کیا عورتوں کے بھی منی ہوتی ہے

عام خیال یہی ہے کہ عورتوں کی بھی منی ہوتی ہے اور وہ بھی مردوں کی طرح منزل ہوتی ہے۔ اس امر کا فیصلہ کرنے سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ عورتوں میں کوئی ایسا عضو موجود ہے جس کا کام منی بنانا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کے اعضائے تناسلیہ میں کوئی ایسا عضو نہیں ہے۔ اس میں کوئی ساخت ایسی نہیں ہے جو منی کو افراز کرے۔ اس کے سپرد ایک بڑا اہم کام بیضہ کا نکلنا ہے۔ اس مقصد کے لئے مہبل کے اوپر بے شمار باریک باریک غدد ہیں۔ جن سے ایک قسم کی لعابی رطوبت تراوش پاتی ہے اور دوران جماع میں مہبل کو تر رکھتی ہے۔ اگر کوئی اس رطوبت کو منی خیال کرتا ہے تو اس کو اختیار ہے۔ کیونکہ اس میں منی کی کوئی خاصیت نہیں پائی جاتی اور نہ ہی اس کے مشاہدہ سے اور نہ ہی کیمیاوی امتحان سے اس کو منی کہا جاسکتا ہے جس کی تشریح کتب طبیہ میں درج ہے۔

حکماء اور منی کی حقیقت

حکماء نے لکھا ہے کہ غذا کے چار ہضم ہوتے ہیں۔ غذا پہلا ہضم معدہ میں پاتی ہے جیسے ہضم کیلوس کہتے ہیں۔ دوسرا ہضم جگر میں ہوتا ہے جو کبدی کہلاتا ہے۔ تیسرا ہضم عروق میں ہوتا ہے اور اسے ہضم عروقی کہتے ہیں۔ چوتھا ہضم عضوی جو اعضاء میں ہوتا ہے۔

حکیم محمد ارزانی کتاب طب اکبر میں لکھتے ہیں کہ منی ہضم رابع کا فضلہ ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ منی ہر وقت ضرورت کے مطابق عروق سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی غذا کے اعضاء میں تقسیم ہوجانے کے بعد اس کا فضلہ یعنی جز ولطیف قابل تغذیہ جو فاضل ہوتا ہے ٹپک کر منی پیدا کرتا ہے اور یہ منی وہ رطوبت غریبہ ہے جو جلد پر منعقد ہو کر صورت اعضاء قبول کرتی ہے اور جملہ اعضاء مثل عضام، غضروف، عصب، وتر، رباط، شریانیں، وریدیں اور غشاء بناتی ہیں اور خمیر مایہ اور جز واعظم اس کا دماغ سے بذریعہ ان دو کے جو کان کے نیچے سے نخاع کے ساتھ ملی ہوئی اترتی ہیں نازل ہوتا ہے اور عضو رئیس اور غیر رئیس سے شعبے ان رگوں میں آکر مل جاتے ہیں اور یہ سب انثیین میں پہنچتے ہیں۔ وہاں پر خدا کی قدرت وصنعت بالغہ سے یہ انتظام جاری ہے۔ جس وقت انثیین میں پہنچتا ہے ساتھ رنگ محل کے متاثر ہو کر سفید ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ پستان میں خون اپنی رنگت چھوڑ کر دودھ بن جاتا ہے۔ اطباء نے اس کو فضلہ لکھا ہے تو اس سے ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ منی کوئی شے مثل بول و براز کے واجب الدفع اور بیکار شے ہے۔ بلکہ فضلہ اس اعتبار سے ہے کہ بعد غذائے انثیین حسب رائے شیخ فاضل رہ جاتا ہے اور اس کا جسم کے اندر رہنا اعضائے رئیسہ کو تقویت آنکھ کو روشنی اور دست و پا کو قوت دیتا ہے۔ اگر فضلہ منی شے قابل دفع ہوتا تو اس کے اخراج میں ضعف نہ ہوتا بلکہ اس کا اخراج باعث آسودگی طبع ہوتا۔ بقراط کا قول ہے کہ خمیر مایہ جو دماغ سے نازل ہوتا ہے بوسیلہ ہر دو رگ ہے پس گوش نخاع میں جاتا ہے اور نخاع سے کلیتین اور پھر وہاں سے انثیین میں اترتا ہے اور عضو رئیس اور غیر رئیس کا منوی مادہ ان ہی کی شاخیں لاکر ان ہی بڑی رگوں میں پہنچاتی ہیں۔ پھر وہ خمیر کے ساتھ مل کر رگ ہائے خصیتین میں آتا ہے اور وہاں پر سفید ہونے کی قابلیت حاصل کر کے نفس خصیہ میں داخل ہوتا

ہے اور بالکل سفید پھر منی بن جاتا ہے۔

ماڈرن سائنس کی تحقیق

اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ منی تمام اعضاء میں بنتی ہے۔ مثلاً تمام دماغ کو چھان مارو کوئی ساخت اس میں نظر نہیں آئے گی جس سے منی کا بننا ممکن ہو سکے۔ اسی طرح جگر اور دل میں کوئی ساخت دکھائی نہیں دیتی جو منی بنانے کا کام دے سکے۔ متقدمین نے چونکہ نشوونما جنین کے مختلف مدارج کی حقیقت نہیں سمجھی اور جب انہوں نے دیکھا کہ منی سے سارا بدن بنتا ہے تو انہوں نے یہ قیاس لگایا کہ منی ہر عضو سے آتی ہے اور اسی لئے سارے اعضاء بناتی ہے۔ لیکن ایک بات محققین حکماء نے بہت ٹھکانے کی کہی ہے جس کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ کان کے پیچھے جو غدد ہیں اگر ان کو کاٹ دیا جائے اور ان میں ورم واقع ہو جائے تو خصیہ بھی بیمار ہو جاتا ہے۔ بہرحال خواہ اس میں کیسا ہی تعلق کیوں نہ ہو متقدمین نے مشاہدے پر زور نہیں دیا بلکہ محض قیام لیا ہے۔ انہوں نے لاش کو چیر کر ان دو رگوں کو چیر کر دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی جن کے ذریعہ بقول ان کے منی دماغ سے نکل کر خصیوں میں جاتی ہے۔ حقیقت میں معائنہ سے کوئی ایسی رگیں دکھائی نہیں دیتیں اور نہ کل اعضاء میں منی بننے کا کارخانہ ہے۔

ماڈرن سائنس کا جواب

جب یہ حقیقت ہے کہ منی خون سے بنتی ہے اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ منی خصیتین میں بنتی ہے تو یہ کیسے سمجھ لیا جائے کہ منی جسم کے تمام اعضاء میں بنتی ہے۔ حکمائے متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ منی خصیوں کی بجائے تمام اعضاء میں بنتی ہے۔ تمام اعضاء سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی رطوبات یا اپنے ان اجزاء کو جن کو وہ تیار کرتے ہیں منی شامل کرتے ہیں جو بذریعہ خون شامل ہوتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں ایسے اعضاء کو پیش کیا جا سکتا ہے جو کمزور اور مریض ہیں۔ بچے پر بھی ماں باپ کے کمزور اور مریض اعضاء کا اثر ہوتا ہے۔ کیا اس حقیقت سے فرنگی طب یا ماڈرن میڈیکل سائنس انکار کر سکتی ہے۔

جہاں تک ان دو رگوں کا تعلق ہے جو کان کے نیچے سے ملی ہوئی ہیں اور نخاع کے ساتھ ملی ہوئی اترتی ہیں کہ جن میں خمیر مایہ اور جزو اعظم نازل ہوتا ہے۔ جس کو ہضم رابع کا فضلہ کہا گیا ہے۔ اس کا گہرا تعلق خصیوں کے ساتھ ہے اور اس کو ماڈرن سائنس تسلیم کرتی ہے کہ اگر وہاں کی غدد متورم ہو جائیں تو خصیتین بھی متورم ہو جاتے ہیں۔ ہم نے بھی اپنی تحقیقات میں یہ ثابت کیا ہے کہ تمام جسم کے غدد کا باہمی ایسا ہی تعلق ہے اور اس حقیقت سے بھی ماڈرن سائنس انکار نہیں کر سکتی کہ خون کی تکمیل ان رطوبات اور افراز سے ہوتی ہے جو جسم کی مختلف نالی دار غدد سے ترشہ پا کر اس میں شامل ہوتے ہیں۔ جسم کے جس مقام کے یہ غدد کمزور یا مریض ہو جائیں ان کی رطوبات خون میں شریک نہیں ہوتیں یا زیادہ ہوتی ہیں۔ ان کا اثر مرد کی منی کی تکمیل پر پڑتا ہے۔ بس یہی وہ منی کا تصور ہے جو حکماء پیش کرتے ہیں۔

یہاں دو باتیں اور بھی قابل غور ہیں۔ اوّل جسم میں خون کی تکمیل ان افرازات سے ہوتی ہے جو غدد سے ترشح پاتے ہیں۔ تمام جسم کے نالی دار غدد ہی ایسی فیکٹریاں ہیں جن کے اندر کیمیاوی طور پر رطوبات افرازات تیار ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی غدد پوری طرح کام نہیں کرتا اور اس میں رطوبات وافرازات تکمیل پا کر ترشح نہیں پاتے تو خون میں ایک خاص قسم کی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے جو مرض کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اور جسم کے بڑے بڑے غدد جیسے جگر، گردے ولبلبہ، مذی وخصیے وغیرہ کے افعال سے ظاہر ہوتا ہے۔

دوسری یہ بات یاد رکھیں کہ جب کسی غدد میں کیمیاوی طور پر کوئی رطوبت یا افراز تیار ہوتا ہے تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ غدد

جب خون سے رطوبت حاصل کرتا ہے تو وہ پہلے سے اپنے اندر کچھ وقت تک اکٹھا کرتا ہے۔ پھر اس میں خمیر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ ایک خاص قسم کے افراز میں تبدیل ہو جاتا ہے جو خون میں گر کر اس کی تکمیل اور تقویت کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح یہی غدد جب خون سے رطوبت حاصل کرتے ہیں تو انہی رطوبات کو جذب کرتے ہیں جن کو انہوں نے خون سے خارج کرنا ہوتا ہے۔ گویا ایک طرف یہ غدد اپنی رطوبات و افرازات سے خون کی تکمیل اور تقویت کا باعث ہوتے ہیں اور دوسری طرف خون کی صفائی اور اعتدال کو قائم کرتے ہیں۔ خون کی ترکیب و ترتیب اور تربیت کا جو کارخانہ ہے وہ تقریباً انسانی غدد کے تحت کام کرتا ہے۔ انسانی صحت وتقویت اور جذبات و روحانیات کو سمجھنے کے لئے انہی غدد کا مطالعہ نہایت ضروری اور اہم ہے۔

تیسری بات یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ انسانی جسم پر جو رطوبات (طل، شبنم) ترشح پاتی ہیں وہ بھی انہی غدد سے ترشح پاتی ہیں جو شریانوں اور وریدوں کے ملاپ پر لگے ہوئے ہیں اور جو رطوبات تغذیہ اعضائے جسم سے بچ جاتی ہیں وہ غدد جاذبہ کے ذریعہ واپس خون میں شریک ہوتی ہیں۔ گویا غدد کا کام ہے کہ وہ جسم میں تغذیہ وتصفیہ، نشو وارتقا، تکمیل وتقویت اور صفائی و اعتدال قائم رکھیں۔ اس دقیق تشریح سے غدی کی اہمیت کا پورا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک چوتھی ہماری تحقیق یہ سمجھ لیں کہ قدرت نے جسم انسان کے صرف تین اعضائے رئیسہ بنائے ہیں (دل، دماغ اور جگر) دماغ اعصاب کا مرکز ہے جن کا کام احساسات کرنا ہے۔ دِل عضلات کا مرکز ہے جن کا کام حرکات کرنا ہے۔ جگر غدد کا مرکز ہے جس کا کام تغذیہ وتصفیہ خون وجسم ہے۔ اب ذرا قدرت کی اس ترتیب کو دیکھیں کہ اعصاب جسم میں باہر کی طرف ہیں تاکہ ہر احساس کو سمجھیں۔ عضلات جسم کے اندر کی طرف ہیں تاکہ باعث حرکت ہوں اور غدد دونوں کے درمیان تاکہ تغذیہ وتصفیہ کا باعث بنیں۔ ایک قدم اور آگے دیکھیں کہ جسم کے اعصاب میں جب تیزی ہوتی ہے تو نالی دار غدد کی رطوبات گرتی ہیں۔ جب عضلات میں تیزی ہوتی ہے تو غیر نالی دار افرازات خون میں شامل ہوتے ہیں اور بظاہر جسم میں خشکی ہو جاتی ہے۔ گویا غدد ایک ایسی مشین ہیں کہ جس کے ایک طرف کے پرزے کو دبانے سے رطوبات اندر کی طرف داخل ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس تشریح کو سامنے رکھ کر خصیوں کے افعال اور قوت باہ کی حقیقت کو پورے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

منی کی حقیقت

منی (سیمن) جس کو جوہر حیات، جوہر خون، نطفہ، تخم انسان اور ویرج وغیرہ مختلف نام دیئے ہیں حکماء نے اس کو حرارت غریزی، رطوبت غریزی اور طبی روح کا لطیف مرکب کہا ہے۔ یہ ایک گاڑھی سفید رنگ کی رطوبت ہے جو انزال کے وقت پیشاب کی نالی سے پوری لذت کے بعد خارج ہوتی ہے۔ یہ خصیوں میں تیار ہوتی ہے۔ جب خون خصیوں میں جاتا ہے تو وہاں پر منی کی صورتیں اختیار کرتا رہتا ہے۔ خصیوں کی صورت غدی ہے اور اس کی باریک نالیوں ہی میں تیار ہوتی ہے۔ جیسے پستانوں میں خون دودھ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یاد رکھیں کہ صحت کی حالت میں یہ تمام جسم اور خون کا جوہر ہوتا ہے۔

وقت پیدائش منی

انسان کے بالغ ہونے کے بعد منی خصیوں کی باریک باریک نالیوں میں ہر وقت بنتی رہتی ہے۔ لیکن شدید لذت کے وقت اس کی

پیدائش زیادہ ہو جاتی ہے۔ پھر وہاں سے خزائن منی میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ انزال کے وقت وہاں سے زیادہ مقدار میں خارج ہو جاتی ہے اور بعض وقت مذی و ودی اور پیشاب کے ساتھ بھی کچھ نہ کچھ خارج ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت کو مرض نہیں کہا جا سکتا کیونکہ نوجوانوں میں انسانی جذبات اکثر ماحول سے متاثر ہوتے رہتے ہیں اس کے نتیجہ میں اس کا گاہے بگاہے اخراج پایا جانا عین قانون فطرت کے مطابق ہے۔ جیسے نزلہ زکام گاہے بگاہے گرتا رہتا ہے۔ البتہ اگر یہ مستقل اور مسلسل صورت اختیار کر لے تو اس کو مرض کہا جا سکتا ہے۔

مذی اور ودی و دیگر رطوبتیں

لذت اور شہوت کے وقت منی کے اخراج سے قبل ایک رطوبت خارج ہوتی ہے جس کو مذی کہتے ہیں۔ یہ منی سے ایک جدا رطوبت ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ منی کے راستے کو نرم کر دے اور اس سے منی با آسانی اخراج پا سکے یا اس کی تیزی سے وہاں سوزش پیدا نہ ہو جائے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے منی کے اخراج کو تحریک ہوتی ہے۔ کیونکہ زیادہ دیر تک منی کا خارج ہونا اس کے مزاج کو خراب کر دیتا ہے اور وہ سرد ہو جاتی ہے جس سے اکثر حمل قرار نہیں پاتا۔ اگر قرار پا جاتا ہے تو نطفہ میں سردی غالب رہتی ہے جس کا اثر بچہ پر پڑتا ہے اور تمام عمر وہ نقصان اٹھاتا ہے۔ **جو لوگ زیادہ امساک کی کوشش کرتے ہیں ان کی اولاد ہمیشہ دماغی اور جسمانی طور پر اکثر ناکارہ ہوتی ہے۔ اس لئے فطری امساک سے زیادہ کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ فطری امساک اچھی صحت پر خود بخود قائم رہتا ہے۔**

یاد رکھیں لذت کو بڑھانے کے لئے غیر فطری امساک کی کوشش کی جاتی ہے جس کا نتیجہ خوفناک نکلا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیاش لوگوں کی اولاد اکثر ناکارہ ہوا کرتی ہے۔ مذی کے خارج ہونے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شہوت جب شروع ہوتی ہے تو اس سے نائزہ کے اجزاء میں حرکت پیدا ہوتی ہے جس سے انتشار پیدا ہوتا ہے تاکہ جماع کے لئے آمادہ ہو جائے۔ اس حرکت سے وہ گلٹی (غدد) دب جاتی ہے جو گردن مثانہ میں واقع ہوتی ہے اور اس کے دباؤ سے اس کی رطوبت (مذی) بہنے لگتی ہے۔

دوسری رطوبت وہ ہے جو پیشاب سے قبل اس راستہ کو لیسدار کرنے کی غرض سے بہتی ہے، کیونکہ پیشاب کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور وہ زیادہ عرصہ تک گزرتا رہتا ہے۔ نیز اس میں تیزی بھی ہوتی ہے۔ ان وجوہ سے مذکورہ بالا رطوبت کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ اپنے لعاب کی وجہ سے پیشاب کی تیزی سے سوزش پیدا نہ ہونے دے۔ ودی کی پیدائش ایک گلٹی (غدہ) سے ہوتی ہے جو گردن مثانہ کے قریب ہوتی ہے اور پیشاب کے خارج ہونے کے وقت دب جاتی ہے جس سے یہ رطوبت بہنے لگتی ہے۔ جب اس کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے تو غلیظ ہو جاتی ہے اور پیشاب کے بعد بھی بہتی ہے۔ بعض لوگ اس کو جریان منی خیال کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔

منی کی ماہیت

منی ایک گاڑھی سفیدی مائل رطوبت ہے جس میں ایک خاص قسم کی خوشگوار بو ہوتی ہے۔ اگر کپڑے پر لگ کر سوکھ جائے تو کپڑا اکڑ جاتا ہے۔ ظاہرہ دیکھنے میں اس کے دو اجزاء معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل ایک رقیق سیال و مثل سفیدی بیضہ (البومن) کے ہوتا ہے۔ دوسرا غلیظ کچھ منجمد سا مادہ ہوتا ہے جیسے انڈے کی زردی کا قوام ہوتا ہے۔ اگر اس کو خوردبین کے نیچے دیکھا جائے تو رقیق سیال میں ذرات حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے چھوٹے چھوٹے کیڑے حرکت کر رہے ہیں۔ جس طرح پھیپھڑوں میں چھوٹے چھوٹے کیڑے دوڑتے نظر آتے ہیں۔ ان کو کرم منی (سپرمے ٹوزوا) کہتے ہیں۔ ان کا ایک چپٹا بیضوی شکل کا سر اور ایک نہایت لمبی و پتلی اور مخروطی شکل کی سم معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ ان میں تیز حرکت کی طاقت ہوتی ہے اس لئے اسی حرکت کے زور پر دوڑتے ہوئے بیضہ انثیٰ تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ کرم منی

بھی خصیوں میں منی کے ساتھ ہی تیار ہو جاتے ہیں۔ کرم منی تقریباً تمام جانوروں کی منی میں پائے جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرار حمل کے لئے ان کا ہونا ازحد لازمی امر ہے۔ جن لوگوں میں یہ کرم منی نہیں ہوتے ان کی اولاد نہیں ہوتی۔ اور جن لوگوں میں کرم منی کمزور یا کم ہوتے ہیں اوّل تو ان کی اولاد نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو نہایت کمزور اور بیمار ہوتی ہے۔

یاد رکھیں کہ کمزور کرم منی کی حرکت بھی کمزور ہوتی ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ایک بار میں منی کا اخراج دو تولہ ہوتا ہے اور اس میں تقریباً دو کروڑ کرم منی ہوتے ہیں جو رحم میں دو ہفتوں تک آسانی سے زندہ رہ سکتے ہیں۔ اگر میاں بیوی بالکل تندرست ہوں تو صرف ایک بار کی مواصلت سے ہی حمل قرار پا جاتا ہے۔ جب حمل میں دیر ہوتی ہے تو یقیناً مرد یا عورت میں نقص ہوتا ہے۔

تحقیقات منی

اگرچہ منی کے مطابق کچھ تحقیقات ہو چکی ہیں مگر ابھی تک مکمل تحقیقات نہیں ہو سکی۔ کیونکہ اس کی ماہیت کے متعلق ابھی مکمل اطمینان نہیں ہو سکا۔ یہ حقیقت ہے کہ کیمیاوی اور حیوانی اعمال میں بڑا فرق ہے کیونکہ کیمیاوی امتحان میں عمل حیوانی کی حقیقت منکشف نہیں ہو سکتی۔ کیمیاوی امتحان سے صرف اسی قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے تجزیہ و تحلیل کے بعد اس میں کیا کیا اجزاء پائے جاتے ہیں۔

وہ بیضوی سر اور لمبی لمبی دم والے اجسام جن کو کرم منی کہا جاتا ہے ان کے متعلق ابھی شبہ پایا جاتا ہے کہ آیا ان کو حیوانات ہی سمجھنا چاہیے یا وہ صرف تخم نباتات کی طرح ایک مادی شے ہیں۔ جدید عالمان علم وظائف اعضاء تقریباً سب کے سب اس امر پر متفق نہیں ہیں۔ جو محقق ان کو حیوانات تسلیم نہیں کرتے ان کا خیال ہے کہ اگر ان کو حیوانات تسلیم کر لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ بیضہ بشر گویا خون کے سفید و سرخ ذرّات کو بھی حیوانات تسلیم نہ کر لیا جائے۔

اگر ان کی تیز رفتاری اور ایک دوسرے سے مقابلہ دوڑنا بھاگنا اور باہم ملنے جلنے کو ان کی حیوانی صفت کہا جا سکتا ہے تو پھر خون کے ذرّات کی حرکات دیکھ کر بھی ان کو حیوانی اجسام تسلیم کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حرکات محض خوردبین یا انسانی آنکھ کا دھوکا ہے۔ جیسے بارش و شعلہ جوالا اور فلم کی تیز حرکت آنکھ کے لئے دھوکا ہیں ہماری تحقیق یہ ہے کہ کرم منی درحقیقت حیوانی ذرّات ہیں۔ جو خون کے سرخ ذرّات میں نشو وارتقاء سے زندگی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے سرخ ذرّات سفید ذرّات سے بنتے ہیں۔ جہاں تک ذرات کی دوڑ بھاگ اور تیز رفتاری و مقابلہ اور باہم ملنے کا تعلق ہے یہ خون کے دوران حرکت اور اس میں الیکٹرسٹی کی وجہ سے ہے اور اس میں کیمیاوی طور پر کشش قائم ہے۔ اس کا طبعی نتیجہ ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کرم منی میں ذاتی حرکات پائی جاتی ہیں۔ اس کا تغذیہ اور تخمینہ اور تصفیہ جسم کلی طور پر آزاد ہے۔ ان کے برعکس خون کے ذرّات بغیر گردش خون کے اپنی نشو وارتقاء قائم نہیں رکھ سکتے۔ ان کے رنگوں میں سفیدی و سرخی اور زردی تبدیلیاں خود ان کی زندگی پر دلالت کرتی ہیں۔

مردانہ امراض میں اصول علاج

مردانہ امراض کا تعلق ظاہر میں اعضائے مخصوصہ مردانہ کے ساتھ ہے۔ اس لئے علاج میں ان کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن جمہور حکماء نے تمام اعضائے جسم کو مدنظر رکھنے کی تاکید کی ہے جس پر ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ منی خون سے بنتی ہے اور اعضائے مخصوصہ کا تغذیہ بھی خون سے ہوتا ہے اور خون تمام جسم کی مشترکہ کوشش سے بنتا ہے۔ اس لئے مردانہ امراض کے علاج میں اوّل اعضائے جسم کی صحت اور صالح خون کی پیدائش سے شروع کرنا چاہیے۔ تا کہ صحت مند منی تیار ہو اور اعضائے مخصوصہ مردانہ کو مکمل غذا حاصل ہو۔ گویا قوت مردانہ کا دارومدار

صحت مند منی پر ہے جو صالح خون سے پیدا ہوتی ہے۔ جب صحت مند منی پیدا ہوگی تو لامحالہ اعضائے مخصوصہ مردانہ بھی صالح خون سے تغذیہ حاصل کر کے صحت مند ہوں گے۔

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ منی نہ صرف جوہر خون ہے بلکہ جوہر انسان ہے اس لئے اس کی پیدائش تندرست انسان ہی میں ہوسکتی ہے۔ جہاں انسانی تندرستی میں خرابی واقع ہوگی وہاں پر منی (جوہر انسان) کی پیدائش خراب واقع ہوگی اور اس کے امراض بھی ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے مردانہ امراض کے علاج میں اوّل صحت کا ہونا ضروری ہے۔

منی کے امراض کی تقسیم

ظاہر میں منی کے دو ہی قسم کے امراض ہیں۔ اوّل پیدائش منی میں خرابی جو صحت جسم کی خرابی پر منحصر ہے۔ دوسرے تصرف منی جس کا تعلق اخراج منی سے ہے۔ عام طور پر امراض مردانہ انہی کو کہا جاتا ہے جن میں تصرف منی میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے۔ اگر پیدائش منی کے ساتھ تصرف منی میں اعتدال برتا جائے تو نہ صرف انسان مردانہ امراض سے بچا رہتا ہے بلکہ اس کا جسم بھی صحت مند رہتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ انسان اکیس برس سے پچیس برس تک مکمل بالغ ہو جاتا ہے لیکن اس میں زمانہ بلوغت تقریباً سولہ سترہ برس سے شروع ہو جاتا ہے۔ تو جوانی کے زمانے میں جسم کے اندر ایک غیر معمولی جوش وشوق اور لذت ولطف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے ہر رگ و پٹھے اور گوشت میں احساسات کی شدت ہو جاتی ہے۔ ماحول کی ہر رنگینی اور سریلی آواز اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ گھر کے اندر اور باہر وہ ہر رنگین آواز کو سنتا ہے۔ اس کے اندر تحلیل ہو کر اس کو بہت حد تک بے خود بنا دیا ہوتا ہے۔ وہ بے تحاشا لذت ولطف اور شوق کی طرف لپکتا ہے۔ اس زمانے میں اس کی نگرانی کی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر وہ غلط قدم نہ بھی اٹھائے تو پھر بھی ماحول سے ضرور متاثر ہو جاتا ہے۔ اس طرح کچھ نہ کچھ وہ مردانہ امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

ان دنوں نوجوانوں کی ان امراض کی شدت سے کوئی طریقہ بچاؤ کا ہوسکتا ہے تو وہ تقویٰ و پرہیزگاری اور خوف خدا ہے جو تنہائیوں میں بھی اس کی مدد کر سکتا ہے اور اس کے علاوہ ایک متوازن غذا جو اس عمر کے لئے ضروری ہے یعنی اعصابی غدی (تر گرم) گویا ہر غذا میں رطوبت کا درجہ غالب ہو۔ سرد اغذیہ زیادہ نہیں دینی چاہئیں۔ کیونکہ اوّل تو وہ خشکی کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ دوسرے نشوو ارتقاء میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جن نوجوانوں میں تقویٰ و پرہیزگاری اور خدا ترسی کی تعلیم نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی اغذیہ کو متوازن بنایا جاتا ہے، ان کے جسم لذت ولطف اور شوق وجذبات سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ ایسے نوجوان تھوڑے سے عرصہ میں قانونی مجرم بن جاتے ہیں۔ اگر ظاہری طور پر قانون سے بچے رہتے ہیں تو اپنی جوانی کو برباد کر لیتے ہیں۔ بس یہی لوگ ہیں جو مردانہ امراض کے زیادہ مریض ہوتے ہیں اور معالجین کو کامیاب علاج کے لئے دولت کا لالچ دے کر اکساتے رہتے ہیں جو دن رات مردانہ امراض اور قوت کے نسخوں کی تلاش کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ادنیٰ ادنیٰ ادویات جو کوڑیوں کے مول بکتی ہیں انتہائی مفید ومقوی اور تریاق واکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ بلکہ صرف غذا کو صحیح اور متوازن کر دیا جائے تو اس قدر قوت پیدا ہوتی ہے کہ برداشت سے باہر ہو جاتی ہے۔ شرط یہ کہ معالجین حقیقت مرض سے آگاہ ہوں۔ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ مردانہ امراض میں پیدائش منی اور تصرف منی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

منی قوت کا ایک راز ہے

منی جو ہر خون انسان جسم انسان میں قوت کا ایک راز ہے۔ جن لوگوں میں منی کی پیدائش بہت زیادہ ہوتی ہے ان کے دِل و دماغ و جان بلکہ جذبات و روح میں بھی بے انتہا قوت ہوتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ جو مواد جسم میں جس مقام پر بنتا ہے وہ نہ صرف اس مقام کو قوت دیتا ہے بلکہ جس جگہ سے گزرتا ہے وہاں پر بھی انتہائی قوت کا باعث ہوتا ہے۔ مثلاً ترشی جو طحال میں تیار ہوتی ہے کیمیاوی طور پر جب دل میں شریک ہوتی ہے تو عضلات و معدہ اور دل و پھیپھڑوں کے لئے انتہائی مقوی بلکہ محرک اور اس کی انتہائی سوزش کا باعث ہوتی ہے اور اسی طرح صفراء کی زیادتی خود جگر کے علاوہ جب کیمیاوی طور پر خون میں شریک ہوتی ہے تو وہ جسم کی غدد و گردوں پر اور امعاء و اعصاب میں مقوی و محرک اثر کرتی ہے۔ یہی صورتیں جسم انسان کی دیگر کیمیاوی رطوبات اور مواد کی ہیں جو خون میں شریک ہوتی ہیں یا وہاں سے اخراج پاتی ہیں تو اپنے مقوی اور محرک اثرات جسم میں چھوڑ جاتی ہیں۔ ان میں منہ کا لعاب و معدہ کی رطوبت اور لبلبہ اور امعاء کی رطوبت خاص طور پر غیر نالی دار غدد کی رطوبات اپنے خاص خاص اثرات و افعال اور مقوی و محرک صورتیں پیدا کر دیتی ہیں۔

بالکل اسی طرح منی خصیوں میں تیار ہوتی ہے پھر یہ جوہر خون میں شامل ہو کر خزانہ جنسی میں غشائی قسم کی تھیلیوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ جہاں یہ خصیوں کو طاقت دیتا ہے اور خصیتین کی تھیلیاں جن مفرد اعضاء کے غشاء میں تیار ہوتی ہیں ان میں تحریک کے بعد ان کے ذریعہ تمام جسم کے ان مفرد اعضاء کو تقویت کا باعث ہوتا ہے اور پھر جب یہ تھیلیاں منی سے بھر جاتی ہیں تو اس کا کچھ حصہ کیمیائی طور پر خون میں ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ جوہر تیار تو خون سے ہوتا ہے لیکن جب جوہر کی صورت میں خصیوں کے اندر تیار ہو کر خون پر اثر انداز ہوتا ہے تو پھر بدن پر اثر انداز ہو کر ایک خاص قسم کا غیر معمولی جوش بے خودی کی ملی جلی کیفیات پیدا کر دیتا ہے جس سے انسان کو ناقابل بیان لذت و لطف اور شوق و جذبات کے احساسات میں تحلیل ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسم بلکہ عضو میں بجلی دوڑ رہی ہے۔ سولہ سال سے لے کر بیس سال تک اکثر تندرست لوگوں نے ایسا محسوس کیا ہوگا۔ اسی وقت سے جوانی کی ابتدائی ہوتی ہے اور اسی برقائی خون سے اعضاء کی انتہائی تکمیل ہوتی ہے جو بڑھاپے تک جوانی کو قائم رکھتے ہیں۔ مگر جو نوجوان شدید لطف و لذت اور انتہائی شوق و جذبات کے احساسات سے مغلوب ہو کر اس جوہر کو کثرت سے خارج کرتے رہتے ہیں اور طبیعت مدبرہ بدن اس ضرورت کے لئے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے خون سے یہ جوہر تیار کر کے تھیلیوں کو پُر کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے تاکہ جسم کی ضرورت پوری ہوتی رہے۔

منی کا اخراج زیادہ سے زیادہ جائز اور ناجائز طور سے جاری رہتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نوجوان کی مکمل نشوونما ارتقاء خصوصاً ذہنی اور روحانی قوت اپنی تکمیل کو نہیں پہنچتی جس کا نقصان اس کی ذات و خاندان اور ملک و قوم بلکہ بنی نوع انسان کو پہنچتا ہے۔ یہ بہت بڑا نقصان ہے۔ افسوس اکثر لوگ خصوصاً فرنگی دنیا اس سے واقف نہیں ہے یہ لذت و لطف اور شوق و جذبات کے احساسات اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتے جب تک جنسی مسائل کا حل تلاش نہ کیا جائے اور یہ صرف مذہب کی تعلیم سے حاصل ہو سکتا ہے اس میں تقویٰ عمل صالح انتہائی لازم ہیں۔

طب یونانی اصولی طریق علاج ہے

طب یونانی اصولی قوانین کا ایک مجموعہ ہے جس کو انگریزی میں سسٹ میٹک لاز (Systematic Laws) کہتے ہیں، جن میں قانون فطرت نیچرل لاز (Natural Laws) سے ہم آہنگی پیدا کی گئی ہے۔ طب یونانی کی یہ خوبی فرنگی طب تو کیا دنیا کی کسی طب میں بھی نہیں پائی جاتی۔ یہی اس کے مکمل اور کامیاب طریق علاج کی دلیل ہے۔ طب میں جس قدر قوانین ہیں ان کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔

قوانین کل: ایسے قوانین جن کا تعلق کائنات اور زندگی کی فطرت کے ساتھ ہے، جیسے اُمور طبیہ وغیرہ جو سات ہیں: (۱) ارکان (۲) مزاج (۳) اخلاط (۴) اعضاء (۵) ارواح (۶) قوئ (۷) افعال۔

طب کا دعویٰ ہے کہ اگر ان میں سے ایک کو بھی نظرانداز کر دیا جائے تو زندگی قائم نہیں رہتی۔ بہت بڑی حیرت کی بات ہے کہ فرنگی طب میں اوّل تو قوانین کل ہی نہیں ہے۔ دوسرے اُمور طبیہ کا تو بالکل ذکر نہیں ہے۔ان دونوں باتوں پر جراثیم نے قبضہ کر لیا ہے۔

قوانین عمومی: ایسے قوانین ہیں جن کا تعلق انسانی جسم کی حقیقت اور اس کے افعال کے ساتھ ہے۔اس سے انسانی صحت و مرض کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

قوانین خصوصی: ایسے قوانین ہیں جن کا تعلق انسانی جسم کے کسی ایک عضو کے ساتھ ہے۔گویا ہر مریض کے علاج میں ایک حکیم کے سامنے تینوں اقسام کے قوانین ہوتے ہیں۔ پھر وہ علاج کی طرف جرأت کرتا ہے۔مگر فرنگی طب نے علاج بالعلامات کی ایسی عطائیانہ رسم ڈال دی ہے جس سے علم و فن تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔

علاج بالعلامات کے معنی یہ ہیں جس علامت کی مریض شکایت کرتا ہے اس کو دور کر دو یعنی سر میں درد ہے تو اسپرو دے دو، جسم میں کہیں سوزش وورم کا درد ہے تو مارفیا کا انجکشن لگا دو، گویا ہر علامت کے لئے دوا مقرر کر دی ہے۔اس طرح نہ تو معالج تمام جسم کی عمومی صورت کو مدنظر رکھتا ہے اور نہ ہی خصوصی اعضاء پر غور وفکر کرتا ہے اس کے سامنے تو صرف علامات کا دور کرنا ہے۔یعنی مرض کو دبا دینا ہے۔یہی وجہ ہے کہ فرنگی طب سے مریض اچھے نہیں ہوتے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں یا غلط اپریشن کر کے ان کو ختم کر دیا جاتا ہے۔

فرنگی طب میں اپریشن (چیر پھاڑ) کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔لیکن اس سے بڑھ کر خوفناک علاج کوئی نہیں ہے۔کلوروفارم سے جو اموات واقع ہوتی ہیں ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ گلے گردوں کی پتھری اور آنتیں کاٹی جاتی ہیں۔کیا اس طرح مرض رفع ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں! وقتی طور پر ضرور چھٹکارا مل جاتا ہے۔لیکن جسم کے اندر عمومی وکیمیاوی اور خصوصی وعضوی جو صورت پیدا ہو چکی ہوتی ہے وہ اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ وہ گلے کی تکلیف کو قائم رکھتی ہے۔ پتھری پھر پیدا ہو جاتی ہے اور آنتوں میں پھر ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ فرنگی ڈاکٹر تمام جسم کے عمومی عناصر کی اہمیت کو نہیں سمجھتا ہے اور مفرد اعضاء (ٹشوز) کے باہمی تعلق سے تو بالکل واقف نہیں ہوتا لیکن اپنی ناکامیوں پر فخر کرتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی فرنگی طب نے علاج میں ایک بہت بڑی خرابی پیدا کر دی ہے اس نے ''واحد دواء برائے مخصوص مرض'' (One Medicine For One Disease) کا سلسلہ قائم کر دیا ہے۔مرض کے لئے تو یہ دواء ہو نہیں سکتی، البتہ کسی علامت کو دبانے کے لئے ہو سکتی ہے۔ جیسے ملیریا کے لئے کونین۔ جب وہ دوا پورے طور پر کام نہیں کرتی اور ناکام ہو جاتی ہے تو اور دوا پیش کر دی جاتی ہے۔اس کا نام ریسرچ اور ترقی رکھ لیا گیا ہے۔لیکن وہ اپنی ناکامیوں اور سائنس ریسرچ کی خرابیوں کو بھول جاتے ہیں کہ ہر نئی دوا جس کو یقینی خیال کیا جاتا ہے جب تھوڑی مدت میں ناکام ہو جاتی ہے تو اور کوئی نئی دواء پیش کر دی جاتی ہے۔ ہر دوا بہت بڑی تعریفوں اور اعتماد کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔مگر تھوڑے عرصہ میں بہت بری طرح ناکام ہو جاتی ہے۔

یہ سب کچھ اس لئے لکھا گیا ہے کہ فرنگی طب کی غیر سائنسی اور عطائیانہ صورتیں طب یونانی کے علاج میں بھی پیدا ہو گئی ہیں اور یہی دونوں صورتیں جن کا ذکر فرنگی طب کی خرابیوں میں کیا گیا ہے۔یعنی اوّل قوانین طبیہ کو دیکھے بغیر علاج کرنا اور دوسرے کسی مرض یا علامت کے لئے کسی مخصوص دوا کو اکسیر وتریاق اور شفا خیال کر لینا، یہ دونوں صورتیں بالکل غلط ہیں۔انہی علاج کی صورتوں کو دیکھ کر بجائے فرنگی طب کے

طب یونانی کو عطائی کہا گیا ہے۔

مردانہ امراض میں غلط فہمی

طب یونانی میں فرنگی طب کی نقل میں جو عطائیانہ اور غیر سائنسی علاج کی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں وہ مردانہ امراض خصوصاً جنسی امراض میں بہت زیادہ اثر انداز ہیں۔ مثلاً یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ جریان و احتلام اور سرعت انزال گرمی اور خون میں تیزی کے امراض ہیں۔ ان میں ٹھنڈی دوائیں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ جب مبردات مثلاً شراب نشے وغیرہ سے کام نہیں نکلتا تو مسکنات جیسے سبوس اسپغول اور تخم ریحان جیسی ادویات استعمال کرتے ہیں۔ جب ان سے بھی مقصد پورا نہیں ہوتا تو مخدرات جیسی زہریلی ادویات استعمال کرنے میں بھی کسر نہیں چھوڑتے جیسے بھنگ، اجوائن خراسانی، افیون اور دھتورہ وغیرہ۔ لیکن جب ان تمام مبردات و مسکنات اور مخدرات سے بھی آرام نہیں آتا تو حیران ہوتے ہیں۔ آخر جریان و احتلام اور سرعت انزال کا علاج کیا ہے؟ راز کی بات یہ ہے کہ اگر بغیر اصولی علاج اور ان ادویات اور اغذیہ سے ان امراض کا علاج ہو جاتا تو ان امراض و علامات کے لئے مجربات کی تلاش ختم ہو جاتی۔ لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ یہ اصولی علاج نہیں ہے۔

اسی طرح ضعف باہ سردی اور خون میں جوش کی کمی کا مرض سمجھ لیا گیا ہے اور بغیر کسی اصول کے مقوی اغذیہ اور ادویات کا استعمال شروع کر دیتے ہیں۔ جیسے حلوہ جات وحریرہ جات اور بھنے ہوئے گوشت وانڈے وغیرہ۔ جب ان سے طاقت نہیں آتی تو کشتہ جات ومعجونات تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ پھر جب مریض ان کے کھانے کے بعد اپنے آپ کو اور زیادہ نامرد پاتا ہے تو سنکھیا وکچلہ اور ہڑتال وشنگرف وغیرہ زہروں کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جب اس طرح بھی مقصد حاصل نہیں ہوتا تو سمجھ لیتا ہے کہ اس کے مرض کا علاج ہی نہیں ہے۔ حکماء واطباء کے پاس چکر لگانا شروع کر دیتا ہے کہ شاید ان کے پاس سے کوئی مجرب نسخہ ہاتھ آ جائے اور اس کی نامردی دور ہو جائے۔ مگر وہاں بھی ناکام رہتا ہے۔

یہی حال ان اطباء اور حکماء کا ہے جو بغیر اصول کے مخصوص مجربات ادویہ سے علاج کرتے ہیں اور اکثر ناکام رہتے ہیں اور ان کے مریض کبھی ایک حکیم اور کبھی دوسرے حکیم کے در کی خاک چھانتے ہیں۔ کیونکہ فرنگی ڈاکٹروں کے پاس اوّل تو مردانہ اور جنسی امراض کا علاج ہی نہیں ہے اور اگر ہے تو عطائیانہ علاج ہے۔ کسی کو آرام آ گیا تو آ گیا ورنہ مریض ہمیشہ ناکام اور نامرد ہی رہتا ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر کہنہ اور پیچیدہ مرض کا یقینی اور بے خطا بلکہ شرطیہ علاج وہی ہے جو اصولی قوانین کے تحت کیا جائے۔ مجربات کی اہمیت مسلمہ ہے مگر وہ بھی اصولی قوانین کے تحت کام کرتے ہیں۔ اس لئے کتب اور قرابادینوں میں جو مجربات ہیں اکثر صحیح بلکہ یقینی اور بے خطا ہیں۔

مردانہ امراض کی تقسیم

شیخ الرئیس حضرت بوعلی سینا فرماتے ہیں کہ ضعف باہ کی دو وجوہ ہیں: (۱) شہوت کا ضعیف ہو جانا۔ (۲) عضو خاص کا ڈھیلا ہو جانا۔

جس کے اسباب وعلامات اس طرح بیان کئے ہیں:

۱۔ ضعف شہوت گاہے اس لئے پیدا ہو جاتا ہے کہ بدن ضعیف اور اس کی غذا کم ہو جاتی ہے۔

علامات: بدن خشک لاغر اور بلحاظ قوت وفعل ضعیف ہو جاتا ہے۔ بدن کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ غذا کی کمی ہوتی ہے۔

۲۔ ضعف شہوت منی کی کمی یا عدم موجودگی سے ہوتا ہے۔

علامات: جب منی خارج ہوتی ہے تو اس کی مقدار قلیل ہوتی ہے۔

۳ اگر کمی منی کی وجہ اعضائے منی کی سردی ہوگی تو اس کی علامت یہ ہے کہ منی جمی ہوئی ہوتی ہے اور بمشکل خارج ہوتی ہے۔

۴ اگر قلت منی کا سبب اعضائے منی کی گرمی ہوگی تو علامت یہ ہے کہ منی غلیظ ہوتی ہے اور باآسانی خارج ہوتی ہے۔

۵ اگر قلت منی کا سبب اعضائے منی کی تری ہو تو علامت یہ ہے کہ منی رقیق ہوتی ہے۔

۶ اگر قلت منی کا سبب دو کیفیتوں کا اکٹھا ہو جانا ہو تو مذکورہ علامات مرکب ہوں گی۔

۷ ضعف شہوت اس وجہ سے ہوتا ہے کہ منی میں سکون ہو جاتا ہے۔ اس کی حرکت کم ہو جاتی ہے جس سے قوت شہوانی میں ہیجان اور جوش پیدا ہوتا ہے۔

۸ ضعف شہوت اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ اختیاری طور پر یا کسی مجبوری سے جماع چھوڑ دیا جائے تو نفس اسے بھول جاتا ہے اور اعضائے منی اس سے اعراض کر لیتے ہیں اور طبیعت منی پیدا کرنے کا اہتمام چھوڑ دیتی ہے۔ جس طرح دودھ چھوڑ دینے والی عورت میں طبیعت دودھ پیدا کرنا چھوڑ دیتی ہے۔

علامات: مریض نے مدت سے اسے ترک کر دیا ہوگا، اور اس کے دماغ میں جماع کا خیال نہ آتا ہوگا۔

۹ ضعف شہوت کی وجہ محض ذاتی رائے ہوتی ہے۔ مثلاً زاہد اور مخنث یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مریض کے دل میں یہ بات پہلے سے جمی ہوتی ہے کہ عضو میں انتشار نہیں ہوتا۔ خصوصاً اگر کسی موقعہ پر ایسا واقع ہو چکا ہوگا ہے ان **فاسد خیالات کی مدد ایک دوسرے وہمی خیال سے ہوتی ہے کہ اس پر جادو کیا گیا ہے اور قوت رجولیت اور جماع کی طاقت جادو سے دور کر دی گئی ہے۔**

۱۰ ضعف شہوت ضعف قلب سے ہوتا ہے۔

علامات: تمام بدن کی حرارت کمزور ہو جاتی ہے۔ نبض نرم اور ضعیف ہوتی ہے۔

۱۱ ضعف شہوت کی وجہ قلب کی غیر معمولی گرمی ہوتی ہے۔

علامات: خفقان اور پیاس ہوتی ہے۔

۱۲ ضعف شہوت ضعف معدہ اور ضعف جگر سے پیدا ہوتا ہے۔

علامات: بھوک کم لگتی ہے، ہضم خراب ہوتا ہے، معدہ اور جگر میں ضعف کی علامات پائی جاتی ہیں۔

۱۳ ضعف شہوت ضعف دماغ سے پیدا ہوتا ہے۔

علامات: اس خاص قسم میں حواس مکدر و پریشان ہوتے ہیں۔ تمام حرکتیں سست ہوتی ہیں۔

۱۴ ضعف شہوت کی وجہ گردوں کا ضعف اور ان کی بیماریاں ہوتی ہیں۔ کیونکہ شیخ کی رائے ہے کہ منی کا خمیر دماغ سے حرام مغز کی طرف پھر حرام مغز سے گردوں کی طرف پھر گردوں سے ان رگوں کی طرف پھر ان سے خصیوں کی طرف آتا ہے۔

علامات: گردوں کے ضعف اور ان کی بیماریوں میں لازمی طور پر منی کا مزاج مقید ہوتا ہے۔

۱۵ استرخاء آلہ (عضو مخصوص کا ڈھیلا ہونا) کا باعث بھی ضعف بدن ہوتا ہے۔

علامات: بدن لاغر اور کمزور ہوتا ہے۔

۱۶ عضو کی سستی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مریض عرصہ تک جماع سے رک جاتا ہے بقراط کا قول ہے کہ کام کرنا فربہ کرتا ہے اور بیکاری لاغر کر دیتی ہے۔

۱۷ عضو کی سستی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کے بدن میں ریح کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔

علامات: بدن قوی اور اعضاء سالم ہوتے ہیں۔ بدن میں حرارت اور ریاح نہیں ہوتے۔ ریاح انگیز دواؤں یا غذاؤں سے فائدہ ہوتا ہے۔ جماع کے وقت منی بکثرت خارج ہوتی ہے۔ انتشار بالکل زائل ومعدوم نہیں ہوتا۔ اگر عدم ریح عدم حرارت سے ہو تو اس کی علامت یہ ہے کہ انتشار بھوک کے وقت اور غذا سے خالی ہونے کے وقت زیادہ ہو جاتا ہے۔ تیز حرارت کے بعد اور گرم دواؤں کے استعمال کے بعد انتشار قوی ہوتا ہے اور اگر ریح کے نہ ہونے کی وجہ عدم رطوبت ہو تو اس کی علامت یہ ہے کہ انتشار کھانے پینے کے بعد زیادہ ہوتا ہے۔

۱۸ عضو کی سستی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ عضو کے اعصاب سرد ہو جاتے ہیں اور ان میں فالج پیدا ہو جاتا ہے۔

علامات: منی کی مقدار زیادہ اور قوام رقیق ہوتا ہے اور بغیر انتشار کے با آسانی خارج ہوتی ہے اور سرد پانی میں عضو خاص نہیں سکڑتا عضو خاص کی حس وحرکت کمزور یا بالکل کمزور یا بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ نیز بالکل دبلا ولاغر ہو جاتا ہے۔ اگر یہ مرض دیرینہ ہو گیا ہو اور عضو پتلا اور ضعیف ہو گیا ہو تو یہ لاعلاج ہے اور اگر عضو کی حس وحرکت ضعیف نہ ہو اور عضو لاغر وکمزور اور سرد پانی سے سکڑ جاتا ہو تو اس کا وہی علاج ہے جو فالج میں کیا جاتا ہے۔

شیخ الرئیس بوعلی سینا نے ضعف باہ کی دو وجوہ بیان کی ہیں جن کو ہم بیان کر چکے ہیں: (۱) شہوت کا ضعیف ہو جانا۔ یعنی اس کی رغبت کا ضعیف ہو جانا جو جماع کا باعث ہوتی ہے۔ (۲) عضو خاص (نائزہ) کا ڈھیلا ہو جانا۔ یعنی عضو خاص کی ایسی حالت ہونا جس سے عضو جماع کے وقت نہ حرکت کرتا ہے اور نہ اس میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ انتشار اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ علیہ مجوفہ (جوف دار یا نالی دار پٹھہ) طول وعرض میں رگوں کی غلیظ ریاح سے اور روح حیوانی سے پھیلتا ہے۔ روح حیوانی اس شہوانی قوت کی وجہ سے جذب ہو کر آتی ہے جو لذت پیدا کرتی ہے۔ پس جو عضو خاص ڈھیلا ہو جاتا ہے وہ نہ تو پھیل سکتا ہے اور نہ اس میں انتشار پیدا ہو سکتا ہے۔ (علامہ نفیس)

شیخ الرئیس کی وجوہ ضعف کی تشریح

پہلی وجہ میں شیخ الرئیس نے شہوت کا ضعیف ہونا بیان کیا ہے جس کو علامہ نفیس نے رغبت کا ضعف کہا ہے۔ شیخ الرئیس اور علامہ نفیس اس وجہ کو منی کی خرابی بھی لکھ سکتے تھے یا خون کے کیمیائی تغیرات بھی کہا جا سکتا ہے۔ یعنی خون کے اخلاط کیفیات اور مزاج میں خرابی کا پیدا ہونا۔ مگر جو کچھ شیخ الرئیس بیان کرنا چاہتے ہیں وہ صرف منی اور خون کی خرابی سے بیان نہیں ہو سکتا۔ شیخ کا مقصد یہ ہے جو غذا ایک انسان کھاتا ہے، اس سے لے کر خون کے بننے تک اور خون سے لے کر منی کے بننے تک بلکہ منی بننے سے لے کر شہوت اور رغبت کے پیدا ہونے تک جو کیمیاوی دخلطی اور کیفیاتی وروحانی تغیر پیدا ہوتے ہیں وہ سب شہوت اور رغبت کے ضعف میں شریک ہیں۔

اس حقیقت اور تشریح سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شیخ الرئیس کس قدر بلند اور گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح دوسری وجہ میں عضو خاص کا ڈھیلا ہونا بیان کیا ہے۔ اس میں اعصاب کی خرابی کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی گوشت کے ڈھیلے ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ بلکہ صرف عضو خاص کا ذکر کیا گیا ہے۔ عضو خاص کوئی مفرد عضو نہیں ہے بلکہ مرکب عضو ہے۔ جس میں اعصاب کے ساتھ عضلات اور غدد بھی شریک ہیں۔ جن کی وجہ سے یہ ایک مرکب عضو بنتا ہے۔

قوت اور جسم انسانی

قوت اور جسم انسانی لازم وملزوم حقیقتیں ہیں۔ بغیر قوت کے جسم کا تصور نہیں ہوسکتا اور بغیر جسم کے قوت کا وجود ایک ناممکن امر ہے۔
جاننا چاہیے کہ قویٰ دو قسم کے ہیں: اوّل مفرد قویٰ جن کا اظہار کسی ایک صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے مرکب قویٰ، ایسی صورتیں جن کا اظہار کئی قوتوں کے ملنے سے ظاہر ہوتا ہے۔
مفرد قوتوں کی مثال: قوت طبعی وقوت نفسانی اور قوت حیوانی ہیں۔ جن کا تعلق بالترتیب جگر وغدد، دماغ واعصاب اور قلب وعضلات ہیں۔
مرکب قوتوں کی مثال: قوت مدبرہ بدن جس کی حکومت تمام جسم پر ہے۔ یہ قوت طبعی وقوت نفسانی اور قوت حیوانی سے مرکب ہے۔ اسی کو روح طبعی بھی کہتے ہیں۔ اس کا حاصل خون ہے۔
قوت مدافعت: جس کی حکومت کسی مفرد عضو میں پائی جاتی ہو اس کو قوت مدافعت (امیونٹی) بھی کہتے ہیں۔
اسی طرح تسنیم وتصفیہ خون تغذیہ وتخمیہ جسم اور مولدہ مصورہ تمام قوتیں مرکب ہیں۔ انہی کے تحت نظام ہوایہ، نظام دمویہ، نظام ہاضمہ، نظام بولیہ وغیرہ سب مرکب قویٰ کے تحت کام کرتے ہیں۔ کسی ایک عضو کا فعل نہیں ہے۔ بالکل انہی کی طرح قوت مردانہ بھی مرکب قوتوں کے تحت کام کرتی ہے۔ اس میں کسی واحد قوت یا واحد عضو کا کام نہیں ہے۔ اس لئے اس غلط فہمی کو دور کردیں کہ کسی ایک عضو کو درست کر دینے سے مردانہ قوت پیدا ہو جائے گی۔ یا کوئی ایک مقوی باہ دوا ہر قسم کی قوت مردانہ کے لئے مفید ہوسکتی ہے۔ بلکہ بقول شیخ الرئیس قوت باہ رغبت شہوت کا نام ہے۔

اعضائے مفردہ اور قوت کا اظہار

جس طرح سے قوتیں دو قسم کی ہیں اسی طرح اعضاء بھی دو قسم کے ہیں۔ اوّل مفرد اعضاء اور دوسرے مرکب اعضاء۔ مفرد اعضاء میں پٹھے گوشت (عضلات)، گلٹیاں (غدود)، ہڈیاں، رباط اور اوتار ہیں۔ انہی کے ملنے سے جسم کے مرکب اعضاء مثلاً دماغ معہ غشاء، قلب معہ غشاء، پھیپھڑے معہ غشاء، معدہ وامعاء اور مثانہ وغیرہ مرکب ہیں۔ اسی طرح مردانہ اعضاء بھی مرکب ہیں۔
جہاں تک ان اعضاء کی قوتوں کا تعلق ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر مفرد عضو کے اپنے ذاتی افعال ہیں اور جب یہ افعال صحیح انداز میں کام کرتے ہیں تو یہی ان کی قوتیں ہیں جن کو ہم نے مفرد قویٰ لکھا ہے اور ان مفرد قویٰ سے انسان بنتا ہے۔

مردانہ قوت کے اعضاء

مردانہ قوت کے لئے بھی جسم میں مفرد اور مرکب اعضاء ہیں۔ انہی کے افعال سے مفرد اور مرکب قوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر مفرد اعضاء صحیح حالت میں نہ ہوں تو ان کے افعال وقویٰ میں بھی نقص اور خرابی واقع ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں مرکب اعضاء اور ان کی قوتیں اپنے افعال وقویٰ صحیح طور پر انجام نہیں دیتیں۔ اس طرح مردانہ قوت میں نقص اور خرابی واقع ہو جاتی ہے۔
مردانہ اعضاء کی تشریح میں آج تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان کی تشریح کا انداز یہ ہے کہ مردانہ مرکب اعضاء کو جدا جدا بیان کیا گیا ہے اور اس کے ہر جزو کی تشریح کی گئی ہے۔ مثلاً قضیب، خصیے اور خصیوں کی نالیاں وغیرہ۔ لیکن ان کے مفرد اعضاء بنا کر کے ان کے تعلق کو

واضح نہیں کیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فرنگی طب نے بال کی کھال کھینچی ہے، مگر مفرد اعضاء (ٹشوز) کے باہمی تعلق کو کہیں ظاہر نہیں کیا گیا۔ اسی تعلق کی خرابی سے دوران خون میں نقص اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے امراض اور علامات پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا سمجھا ہی امراض وعلامات جسم خصوصاً مردانہ امراض وعلامات کے علاج کا راز ہے۔ یہی ہماری تحقیقات ہے جس کا نام نظریہ مفرد اعضاء ہے۔

تشریح قضیب

ظاہر ہے قضیب یا ذکر جس کو مردانہ عضو تناسل بھی کہتے ہیں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: (۱) حشفہ (۲) درمیانی جسم جو سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے (۳) جڑ جس کے ذریعے وہ انسانی جسم کے ساتھ چسپاں رہتا ہے اور اس کے درمیان سے پیشاب کی نالی گزرتی ہے جس کو مجریٰ البول کہتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ جڑ سے لے کر حشفہ تک تمام عضو جسم اسفنجی ہے۔ یعنی خانہ دار ہے اور اسی وجہ سے اسفنج کی طرح پھیل اور سکڑ سکتا ہے جو عضو ضرورت کے مطابق پھیل اور سکڑ سکتا ہے اس میں قوت رغبت صحیح ہوتی ہے۔ اسی اسفنجی جسم میں شریانیں، وریدیں اور پٹھے پھیلے ہوتے ہیں۔ یہ اسفنجی جسم گوشت ہوتا ہے جس میں اکثریت عضلات کی ہوتی ہے اس کے اوپر اعصاب جس کے نیچے غشائے مخاطی۔ اس طرح پیشاب کی نالی اور احلیل کے اندر بھی اعصابی اور مخاطی ریشے پھیلے ہوتے ہیں۔ غشائے مخاطی کا تعلق جگر وغدد سے ہوتا ہے اور وہ اپنی تھیلیل ٹشو کی بنی ہوتی ہے۔

قضیب کی صحت اور درستی کا دارومدار انہی تینوں اعضاء اعصاب وغدد اور عضلات کی درستی کے ساتھ ہے۔ ان کی درستی ہی سے یہ اپنا تعلق دل و دماغ اور جگر سے قائم رکھ سکتے ہیں۔ یاد رکھیے کہ انسانی دل وجگر اور دماغ کتنے ہی مضبوط کیوں نہ ہوں اور جسم میں خون کی بے حد زیادتی بھی ہو لیکن اگر عضو مخصوص کے مفرد اعضاء درست نہ ہوں گے تو وہاں پر قوت مردی کا اظہار نہیں ہو سکتا جن کی تشریح آئندہ آئے گی۔

تشریح خصیتین

خصیتین دو چھوٹی چھوٹی بیضوی اور سفید گلٹیاں ہیں جو عضو مخصوص کے نیچے انڈوں کے برابر ہیں جن میں اجزائے منی گردش کرتے کرتے منی کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ یہی نالیاں پیچ در پیچ ہو کر خصیوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ ان کی تھیلی تو زیادہ تر نسیج الحاقی کی بنی ہوتی ہے اور باقی تین غلاف اعصاب وغدد اور عضلات کے بنے ہوتے ہیں اور ان کے تحت عمل کرتے ہیں۔

تشریح خصیوں کی نالیاں

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ خصیے دراصل باریک نالیاں ہیں۔ ان کی ابتداء اور انتہاء بھی نالیوں پر ہوتی ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) قنات المنی (۲) خزائن المنی (۳) قنات اخراج منی۔ جن کا باہم ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہے۔

(۱) **قنات المنی**: یہ تعداد میں دو ہوتی ہیں۔ ہر ایک نالی قریب دو فٹ کے لمبی ہوتی ہے اور اپنی طرف کے حصہ کے بالائی حصے سے شروع ہو کر اوپر جاتی ہے۔ شکم کے کنج ران والے سوراخ کے راستہ سے شکم میں پہنچ کر رودہ مستقیم اور شبابہ کے درمیان سے گزرتی ہوئی خزانہ منی میں ختم ہوتی ہے۔

(۲) **خزائن المنی**: یہ منی کی تھیلیاں تعداد میں دو ہوتی ہیں جو مثانہ کی جڑ اور مقعد کے درمیان واقع ہیں اور اخراج سے قبل ان میں منی اکٹھی ہوتی ہے۔ ان کی دیواریں بھی تین طبقات سے بنی ہوتی ہیں جن کا تعلق دل و دماغ اور جگر سے ہوتا ہے۔

(۳) **قنات اخراج منی:** یہ دونالیاں خزانہ ہائے منی سے نکل کر عضو کی جڑ کے قریب غدہ قدامیہ کے قریب باہم مل جاتی ہیں۔ پھر اس میں داخل ہو جاتی ہیں۔ ان کے ذریعے منی خصیوں سے قضیب تک پہنچ جاتی ہے۔

رغبت شہوت

چونکہ شہوت تندرست اور بالغ انسان میں ایک فطری عمل ہے، اس لئے رغبت شہوت بھی ایک فطری جذبہ ہے اور خداوند کریم کا منشائے تخلیق بھی یہی ہے کہ انسانی نسل میں تسلسل قائم رہے اس لئے ان کے دلوں میں جماع کے لیے لذت وسرور اور ذوق وشوق پیدا کر دیا ہے۔ صرف انسان ہی نہیں بلکہ ہر جاندار میں رغبت شہوت کا جذبہ پایا جاتا ہے جس کی تسکین کا ذریعہ جماع اور نتیجہ نسل کا قیام ہے۔

رغبت شہوت کی حقیقت

چونکہ رغبت شہوت ایک فطری جذبہ ہے اور شہوت اس کا فطری عمل ہے جس کی تسکین کا فطری ذریعہ ایک مرد کی ساتھی عورت ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے رغبت شہوت میں عورت کا بہت حد تک دخل شامل ہے۔ چونکہ نسل انسانی کے قیام تسلسل کے لئے صرف مرد کا جذبہ رغبت شہوت ہی کافی نہیں ہے اس لئے رغبت جماع یا شوق اولاد کا جذبہ عورت میں بھی پیدا کر دیا گیا۔ شوق اولاد کے جذبہ کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ امر ابھی تک حکماء اور سائنس دانوں میں فیصلہ طلب ہے کہ عورتوں میں رغبت جماع کا جذبہ پایا جاتا ہے یا نہیں۔ ان میں اس جذبہ کے پائے جانے کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس کو جنسی چھیڑ چھاڑ میں لذت پیدا ہوتی ہے۔ جماع میں سرور کا احساس ہوتا ہے۔ اس کو کسی نہ کسی صورت میں انزال بھی ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے جسم میں جنسی اعضاء کی تخلیق کی گئی ہے بلکہ اس کے ہر نازک مقام پر جنسی تحریکات کا اثر ہوتا ہے اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مادہ چرندوں پرندوں اور دیگر ہر قسم کے حیوانات بلکہ وحشی درندوں میں بھی یہ جذبہ دیکھا گیا ہے اور ضرورت کے وقت ان کی مادہ ان کے قریب آ جاتی ہے۔ اور جن حکماء اور سائنسدانوں کی رائے یہ ہے کہ عورت میں جذبہ جماع نہیں پایا جاتا بلکہ ان میں گدگدانے والی تحریکات سے لذت وسرور اور ذوق وشوق کو بیدار کر کے یہ جذبہ پیدا کیا جاتا ہے ممکن ہے خواہش اولاد ہی کے لئے اس میں رغبت جماع پیدا ہوتی ہے۔ اس کے لئے وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ عورت میں مرد کی طرح نہ شہوت کے اعضاء اور نہ ہی شہوت پیدا ہوتی ہے۔ اگر عورت کے حواس میں صورت جماع کی شکل پیدا نہ ہو تو شاید کبھی بھی اس میں جذبہ جماع پیدا نہ ہو۔ جس عورت کے ذہن میں اولاد کی پیدائش کی تکالیف اثر انداز ہو جاتی ہیں وہ کبھی بھی جماع کی طرف رغبت نہیں کرتی۔ جب ہر شریف زادی اپنے خاندان کی عزت کے لئے عمر بھر شادی کے بغیر جماع کی طرف راغب نہیں ہو سکتی اور کوئی جنسی تکلیف محسوس نہیں کرتی تو ثابت ہوا کہ عورتوں کو رغبت جماع نہیں ہوتی۔

ایک زبردست دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ چونکہ عورتوں میں ہر ماہ طمث ہوتا ہے اس لئے اس میں رغبت جماع پیدا نہیں ہو سکتی۔ بہر حال یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ مردوں میں شہوت فطری طور پر پیدا ہوتی ہے۔ رغبت شہوت ایک فطری جذبہ ہے۔

تحریکات رغبت شہوت

رغبت شہوت کے لئے جو تحریکات پیدا ہوتی ہیں وہ عام طور پر عورت کے حسن وجمال، زینت وکردار اور نزاکت وشیریں مقال سے پیدا ہوتی ہیں اور اکثر اس کا تصور بھی تحریک کا باعث بن جاتا ہے۔ اس تحریک کی صورت میں ایک خاص قسم کا لطف ولذت پیدا ہوتا ہے۔ پھر

مرد پر ایک کیف و سرور سا طاری ہو جاتا ہے جس کے بعد وہ اپنے جسم میں انتشار محسوس کرتا ہے۔ اس تحریک کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ عورت اور اس کا تصور حواس خمسہ ظاہری اور باطنی دونوں صورتوں پر اثر کرتا ہے اور اثر کرنے کی صورت ایک خاص قسم کی گدگدی اور دغدغہ ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) خوبصورت اور زینت و کردار کا اثر بذریعہ بصارت۔ (۲) شیریں مقالی، سبک رفتاری کی آواز، چوڑیوں اور دیگر زیورات کی نغمہ باری بذریعہ سماعت۔ (۳) پھول یا عطر کا اثر بذریعہ شامہ۔ (۴) بدن کسی قسم کی لطیف شئے سے گدگدی کا اثر بذریعہ لامسہ۔ (۵) کسی لذیذ شئے سے خورد و نوش کا اثر بذریعہ ذائقہ ہونا، وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح حواس باطنی میں کوئی پر لطف ولذت کیف و سرور کا پیدا ہو جانا اور اثر عشق جس کا اثر قوت واہمہ پر ہوتا ہے۔ غرضیکہ کسی صورت میں یہ اثر و دغدغہ اور گدگدی دل و دماغ اور جگر تک پہنچ کر رغبت شہوت کا باعث ہوتی ہے۔

صحیح شہوت کا لازمہ

شہوت کے لئے جس قدر اسباب اور اثرات بیان کئے گئے ہیں۔ اس قسم کے اور کئی اثرات ہو سکتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ یہ سب فطری اثرات ہیں۔ مگر یہ کسی نہ کسی اسباب کے محتاج ہیں۔ گویا اگر یہ اسباب نہ ہوں تو رغبت شہوت میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ صحیح شہوت وہی ہو سکتی ہے جو بغیر ظاہری اسباب کے پیدا ہو جائے۔ یہ ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ جسم میں عمدہ قسم کی منی تیار ہو اور وہ جنسی اعضاء کو اندرونی طور پر تحریک و دغدغہ اور گدگدی کر کے شہوت پیدا کر دے اور یہی بہترین رغبت شہوت ہے۔ عورتوں میں بھی جب اندرونی طور پر کچھ تحریکات پیدا ہوتی ہیں تو ان میں بھی کیف و سرور پیدا ہو کر جذبہ جماع پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی صورتیں مادہ حیوانات میں بھی اپنا اثر دکھاتی ہیں۔ جب تک ان میں جذبہ جماع پیدا نہیں ہوتا وہ نر کے پاس نہیں جاتی، یہی فطرت کا اعلیٰ مقام ہے۔ اولیائے اللہ اور صوفیائے کرام اور حکماء وفلاسفر اس شدت جذبہ پر بھی قابو پا سکتے ہیں۔

غلط رغبت شہوت

صحیح رغبت شہوت کو ہم دو فطری صورتوں میں لکھ چکے ہیں۔ ایک ظاہری اسباب کے تحت یعنی جو حسن و جمال اور زینت کردار و شیریں گفتار کے تحت پیدا ہو اور دوسری صورت باطنی اثرات یعنی عمدہ قسم کی منی جو کثرت سے پیدا ہو کر جنسی اعضاء میں تحریک و دغدغہ اور گدگدی پیدا کر دے ان کے برعکس غلط صورت رغبت شہوت کی یہ ہے کہ مرد خود عورت کے پاس جا کر چھیڑ چھاڑ اور بوس و کنار سے اپنے اندر رغبت شہوت اور جذبہ جماع بیدار کرے۔ چونکہ جسم میں مکمل جنسی تحریکات نہیں ہوتیں اور اس کے لئے جسم کو سکیڑنا و سمیٹنا اور تیار کرنا پڑتا ہے اس لئے طبیعت قویٰ اور جسم کو مجبور کر کے رغبت شہوت پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن یہ صورت اچھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس طرح جب منی کا اخراج ہوتا ہے اور ساتھ ہی جو حرکات جماع ہوتی ہیں ان سے بے حد کمزوری واقعہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ طبیعت نے جسم کو مجبور کر کے خون کو اکٹھا کیا۔ اس کو منی بنایا اور مجبوراً اخراج کیا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جسم اور روح دونوں میں شدید ضعف واقع ہوتا ہے۔ اس لئے عقلمند لوگ اس حالت سے دور رہتے ہیں۔ اور صحیح رغبت شہوت کے بغیر عورت سے دور رہتے ہیں۔ اور اگر یہ صحیح رغبت شہوت پیدا نہ ہو تو علاج کراتے ہیں۔ اس طرح صحت میں عمدگی ہوتی ہے۔

مباشرت بذاتِ خود رغبت شہوت ہے

جن لوگوں میں فطری طور پر جب شہوت شدت اختیار کرے تو ان کا فرض ہے کہ اگر بیوی ہو تو ضرور مباشرت کریں۔ اگر بیوی نہ ہو

تو روزے رکھیں۔ ورنہ اس رغبت شہوت کا اثر جسم پر بہت نقصان رساں ہوتا ہے۔ خاص طور پر دل و دماغ اور جگر بہت متاثر ہوتے ہیں۔ دل میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ پٹھے سن ہو جاتے ہیں۔ اکثر استسقاء ہو جاتا ہے۔ بصارت وسماعت کمزور ہو جاتی ہے۔ کبھی فالج و دیوانگی اور ذیابیطس اور ہارٹ فیل ہو جاتا ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ فطری رغبت شہوت اور فطری جذبہ جماع کے ساتھ مباشرت کرنے سے خود بخود قوت باہ اور رغبت شہوت روز بروز بڑھتی ہے اور کمزوری کی بجائے قوت روح وجسم پیدا ہوتی ہے۔

انتشار کی فلاسفی

رغبت شہوت کے بعد انتشار اور خیزش کا عمل شروع ہوتا ہے جو ہمیشہ اس طرح تکمیل پاتا ہے کہ قضیب کے دونوں حصے ماسوائے رباطی اجسام کے یعنی اجسام مجوف القضیب اور جسم اسفنجی نہایت تخلل اور جوف دار ہیں اور یہ کل تجاویف چھوٹی چھوٹی وریدوں سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور تجاویف کی دیواروں پر شرائن کی شاخوں کا ایک جال بنا ہوا ہوتا ہے۔ سستی کی حالت میں تجاویف کی لچکدار دیواریں ان عروق کو دبائے رکھتی ہیں اور ان میں زیادہ خون نہیں آنے دیتیں۔ انتشار کے وقت وریدیں اور شرائن خون سے بھر جاتی ہیں اور تجاویف خون سے لبریز ہو جاتی ہیں۔ چونکہ اجسام جوف القضیب کا باہر والا رباط نہایت سخت اور مضبوط ہوتا ہے۔ خون کی رگوں کو زیادہ پھیلنے نہیں دیتا اور خون اندر سے زور کرتا ہے اس وجہ سے آلہ تناسل خوب سخت ہو جاتا ہے۔

یہ امر یاد رکھیں کہ رغبت شہوت کا احساس اعصاب کے ذریعے سے ہوتا ہے جن کا مرکز دماغ ہوتا ہے۔ اس احساس کے ساتھ ہی فعل عکس افعال کے تحت اس مقام کے اعصاب وہاں کے عضلات میں تحریک پیدا کر دیتے ہیں جس کے ساتھ ہی قلب کے فعل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ شریانی خون وہاں پر بھیجنا شروع کر دیتا ہے جس کے سروں کو غدود روکے رکھتے ہیں اور دوسری طرف وریدوں پر دباؤ پڑتا ہے اور وہ اپنے خون کو واپس نہیں لے جاسکتیں۔ اس طرح وہاں پر خون کا زبردست دباؤ پڑ جاتا ہے۔ عضو کے دائیں بائیں جو دو عضلے واقع ہیں خیزش اور خون کے دباؤ کے وقت یہ تن جاتے ہیں اور عضو کو دوسری طرف جھکنے سے روکتے ہیں جو عضو کو سیدھا رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ قضیب کی جڑ کو اپنی اپنی طرف سے دباتے ہیں جس سے اس کی نچلی وریدیں بھی دب جاتی ہیں۔ عضو کے درمیان جو نالی ہے جس کے ذریعہ بول اور منی اخراج پاتے ہیں یہ نالی مثانہ سے شروع ہو کر قضیب کے دہانے تک آتی ہے اور اس پر ایک جھلی سی استر ہوتی ہے جو غدی انسجہ کی بنی ہوتی ہے۔ یہ شروع سے آخر تک استر کئے ہوتی ہے اس میں اعصاب کی باریک باریک تاریں بھی ہوتی ہیں جس سے وہ ذکی الحس ہو جاتی ہے۔ حشفہ بھی اسفنجی جسم ہوتا ہے اس میں شریانیں وغدی جھلی اور اعصاب کی تاریں بکثرت ہوتی ہیں جس سے وہ نہایت ذکی الحس ہوتا ہے۔ ضرورت کے وقت خون اور روح کی اس طرف تیزی سے اس کی حس اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اس طرح احلیل پر جو اثر پڑتا ہے وہ نالی کے ذریعہ خزانہ منی تک پہنچ جاتا ہے اور باعث خیزش ہوتا ہے۔

رغبت شہوت اور خیزش کے وقت موثرات ظاہری اور باطنی اعصاب کے ذریعہ وہاں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جن میں خوش شکلی، شیریں آوازیں اور جسم کا مس دماغ اور اعصاب میں تحریک پیدا کرتا ہے۔ جس سے مثانہ اور اس کے گرد ونواح میں خون وروح کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی شہوانی خیالات بھی جسم پر قابو پا لیتے ہیں۔ دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے۔ اعضائے تناسل میں تناؤ کے ساتھ غیر معمولی حرکات شروع ہو جاتی ہیں جس کے ساتھ ہی یہ اعضاء بڑھنے اور پھیلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جب روح کی یہ تیزی اور خون کی گرمی زیادہ ہو جاتی ہے تو حشفہ زیادہ حس دار ہو جاتا ہے، چونکہ حشفہ کے اعصاب کا تعلق دماغ سے ہے اس لئے حشفہ کی لذت وحشفہ میں تیزی پیدا ہو

جاتی ہے جو دماغ میں پیدا شدہ شہوانی خیالات کو اور بھی اُبھارتے ہیں اور دل پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیشتر خون آنے سے رگیں زیادہ بھر جاتی ہیں اور خانہ دار اجسام کو اور بھی پھیلاتی ہیں جس سے عضو کے دراز اور پھولے ہوئے عضلات کھنچ جاتے ہیں اور قضیب کی جڑوں کے ساتھ وہاں کی وریدوں پر دباؤ ڈالتے ہیں جس سے وریدوں کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اس طرح عضو مخصوص درازی و سختی اور مضبوطی و تیزی اختیار کر لیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ خون اور روح کی زیادتی سے وہاں پر دباؤ پڑتا ہے۔ کیونکہ ان کی واپسی کا راستہ بند ہو چکا ہوتا ہے اس طرح عضو مخصوص میں پوری خیزش اور تندی قائم ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عضو مخصوص کی اوپر والی جھلی کھنچ کر اس کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور نچلی طرف جھکنے سے روکتی ہے۔ نچلا عصب عضو مخصوص کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اسی طرح ہر دو طرف کے عضلات اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں اس سے عضو سیدھا کھڑا ہو کر پوری طرح تن جاتا ہے۔ یہی مکمل خیزش کی فلاسفی ہے۔

انزال منی

مکمل خیزش اور تندی اس وقت تک زائل نہیں ہو سکتی جب تک منی کا اخراج نہ ہو، جس کو انزال منی کہتے ہیں، اور یہ اس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ مباشرت کی حرکات سے حشفہ اور احلیل کی جھلی اور اعصاب میں انتہائی تیزی پیدا ہو جائے۔ اس سے خون کی انتہائی حرارت وہاں پر اکٹھی ہو جاتی ہے جس کا اثر خزانہ منی تک چلا جاتا ہے۔ اگر خزانہ منی میں منی کی کثرت ہے یا حرارت سے بہت زیادہ گرم ہو گیا ہے تو اس طرح خزانہ منی کے محافظ اعصاب بے بس ہو جاتے ہیں اور منی کا اخراج شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ منی کے ساتھ روح کا اخراج بھی ہوتا ہے اس لئے منی جوش اور جھٹکوں کے ساتھ اخراج پاتی ہے بلکہ بعض دفعہ بے حد تنگی کے ساتھ خارج ہوتی ہے اور مرد اس کی تیزی اور تنگی کے ملے جلے اثرات محسوس کرتا ہے۔ اگر خیزش میں تیزی اور تندی کم ہو تو اخراج میں بھی لذت اور تیزی کم ہوتی ہے۔ اس طرح انزال منی ہو کر انتشار زائل ہو جاتا ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خزانہ منی میں منی تو کم ہوتی ہے لیکن روح کی زیادتی سے خیزش اور تندی زیادہ ہوتی ہے۔ اس طرح انزال دیر میں ہوتا ہے اور جماع دیر تک قائم رہتا ہے۔ یاد رکھیں کہ امساک کا دارومدار زیادہ تر روح کی زیادتی اور حرارت کی کمی پر ہے۔ خون کی حرارت کے علاوہ مرد کی حرکات سے بھی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انتہائی تیزی و تندی کے ساتھ مرد کی کثرت حرکات سے بھی انزال نہیں ہوتا تو اس کی وجہ خزانہ منی کی کمی اور خون میں حرارت کی کمی ہوتی ہے۔ جب انزال جلد ہوتا ہے تو اس کی وجہ منی کی کثرت یا خون میں حرارت کی زیادتی یا مرد کی حرکات میں لذت کی وجہ سے تیزی واقع ہو جاتی ہے۔ ان تمام صورتوں میں روح کی کمی بھی ساتھ ہوتی ہے۔ روح کی زیادتی انتشار و خیزش اور امساک میں بہت مدد و معاون ہوتی ہے۔ گویا قوت اور لذت کا دارومدار روح کی زیادتی اور تیزی پر ہے۔

مردانہ امراض

شیخ الرئیس نے امراض اعضائے نسل مردانہ میں صرف ضعف باہ کو لکھا ہے اور پھر اس کو تقسیم در تقسیم بیان کیا ہے۔ اس نے ایسے امراض کو جو مرد اور عورت میں مشترک ہیں، مردانہ امراض میں شامل کیا ہے۔ پھر ضعف باہ کی دو وجوہ بیان کی ہیں: (۱) شہوت کا ضعیف ہو جانا، یعنی رغبت شہوت میں ضعف واقع ہو جانا جو حقیقت میں جماع کا باعث ہے۔ (۲) عضو خاص (نائزہ) کا ڈھیلا ہو جانا۔ یعنی عضو خاص کی

ایسی حالت ہونا جس سے یہ عضو جماع کے وقت نہ حرکت کرے اور نہ اس میں انتشار پیدا ہو۔ پھر وجوہ اوّل (ضعف شہوت) کی اٹھارہ سے زائد اقسام بیان کر دیئے۔ اگر ہم ان تمام اسباب کے تحت ضعف شہوت کے متعلق لکھیں تو طوالت کا باعث ہوں گے اور طالب علم بھی ضعف باہ کے علاج میں پورے طور پر قدرت حاصل نہیں کر پاتا۔ کیونکہ وہ ان کے حقائق پر پوری طرح دسترس نہیں کر پاتا۔ اس لئے ہم نے ان تمام اسباب کو صرف دو اسباب میں تقسیم کر دیا ہے: (۱) خون کے امراض۔ (۲) منی کے امراض۔ اگر شیخ الرئیس کی دوسری وجوہ عضو مخصوص کا ڈھیلا ہونا ہو تو کل صرف تین صورتیں بن جاتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ خون کے امراض سے ہماری مراد یہ ہے کہ خون کی پیدائش اور اس کے کیمیائی تغیرات یعنی خون کی کیفیات و مزاج اور اخلاط و ارواح میں خرابی سے ضعف باہ کا پیدا ہونا۔ اسی طرح منی کے امراض سے ہماری مراد یہ ہے کہ منی کے بننے سے لے کر رغبت شہوت پیدا ہونے تک مختلف علامات پیدا ہو کر ضعف باہ پیدا کر دیتی ہیں۔ کیونکہ جو غذا ایک انسان کھاتا ہے اس کے ہضم ہونے سے لے کر خون بننے تک بلکہ منی بننے سے لے کر رغبت جماع اور شہوت پیدا ہونے تک جو خلطی و کیمیاوی اور کیفیاتی و روحانی تغیرات پیدا ہوتے ہیں وہ سب رغبت جماع اور شہوت کے ضعف میں شریک ہیں۔ اس طرح وہ طوالت چند مشہور اسباب و علامات میں باقی رہ جاتی ہے جس پر اگر طالب علم پورے طور پر دسترس حاصل کر لے تو وہ پورے طور پر قدرت حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے صرف تین ہی صورتیں رہ جاتی ہیں: (۱) خون کے امراض کا ضعف باہ پر اثر۔ (۲) منی کے امراض سے ضعف باہ پر اثر۔ (۳) استرخائے عضو مخصوص سے ضعف باہ میں خرابی کا پیدا ہو جانا۔ اس طرح وہ بہت جلد صحیح تشخیص سے علاج کر سکتا ہے۔

۱۔ خون کے امراض سے ضعف باہ پر اثرات

خون کے امراض وہی ہیں جو نظام غذائیہ و نظام ہوائیہ اور نظام دمویہ کے نقائص سے غذا کے ہضم، خون کی پیدائش، اس کی کیفیات و مزاج اور اخلاط و ارواح میں خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کا قوت باہ پر بالواسطہ اثر پڑتا ہے۔ ضعف باہ کے علاج میں سب سے پہلے انہی امراض کو دیکھیں۔ ان کو دیکھنے سے یہ تمام اعضاء و نظام اور خون کی پیدائش کیمیاوی تغیرات فوراً سامنے آ جاتے ہیں۔ گویا ضعف باہ کے علاج میں یہ پہلا قدم ہے۔ طوالت کے مدنظر یہاں امراض خون کے علاج کو پیش کرتے ہیں۔ ان کو ہماری دیگر کتب میں دیکھیں۔

۲۔ منی کے امراض سے ضعف باہ پر اثرات

منی کے امراض وہی ہیں جو نظام بولیہ و نظام منویہ اور نظام عصبیہ کے نقائص سے منی کی پیدائش، اس کی کیفیت و مزاج اور ضمیر و روح میں خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کا قوت باہ پر بلاواسطہ اثر پڑتا ہے۔ ضعف باہ کے علاج میں ان امراض کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ان کی طرف توجہ دینے سے تمام اعضاء و نظام اور منی کی پیدائش و کیمیائی تغیرات فوراً سامنے آ جاتے ہیں۔ ضعف باہ کے علاج میں یہ دوسرا قدم ہے۔ لیکن طوالت کے خوف سے ہم یہاں پر ان کے علاج کو بھی نظر انداز کرتے ہیں۔ ان کو ہماری دیگر کتب میں دیکھیں۔ البتہ منی کے نقصان سے جو اثر عضو مخصوص کے استرخاء (ڈھیلے پن) پر پڑتا ہے۔ اس کے لئے ایسی ادویات و اغذیہ کا ضرور ذکر کریں گے جن سے اس کی پیدائش میں کثرت ہوتی ہے۔ تاکہ ضعف باہ کے علاج میں کمی باقی نہ رہ جائے۔ جو ہمارا مقصد ہے۔

۳۔ استرخائے عضو مخصوص سے ضعف باہ

مردانہ امراض میں ضعف باہ کی یہ صورت (استرخائے عضو، قضیب کا ڈھیلا ہو جانا) ایک بے حد خوفناک بلکہ دردناک صورت ہے۔

اس کا سبب کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن ایک انسان کے سامنے استرخائے عضو مخصوص ہی ضعف باہ ہے۔ وہ خون اور منی کے امراض کو نہ سمجھتا ہے اور نہ اس کو دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ وہ ضرورت یا خواہش جماع کے وقت محسوس کرتا ہے کہ اس کی انتہائی کوشش کے باوجود اس کو نعوظ (انتشار اور شہوت) نہیں ہوتا۔ بس وہ اسی کو ضعف باہ اور نامردی خیال کرتا ہے اور اس کو ہر ممکن طریقے سے فوراً دور کرنے کو تیار رہتا ہے۔ گویا یہ اس کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

نامردی اور ضعف باہ کے جس قدر مریض اس خاص صورت (استرخائے عضو مخصوص) میں پائے جاتے ہیں، اس قدر اور کسی صورت میں نہیں پائے جاتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام سوائے اس صورت کے اور کسی صورت کو نامردی سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اور اسی کے لئے بکثرت معالجین کے پاس جاتے ہیں۔

اس سے کم درجہ کی ایک اور صورت کو بھی عوام نامردی (ضعف باہ) خیال کرتے ہیں۔ اس میں خواہش جماع بہت تیز ہوتی ہے۔ کسی قدر انتشار اور شہوت بھی ہوتی ہے۔ لیکن نعوذ (ایستادگی) بہت کمزور ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی دخول سے قبل یا دخول کے ساتھ ہی انزال ہو جاتا ہے۔ یہ صورت اگرچہ نامردی سے کم درجے کی صورت ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ اس صورت کے بعد مکمل نامردی ہو جائے۔ اس کم درجہ کی صورت کو ہم اگر نامردی کا ایک مقام تصور کر لیں تو انتشار وانزال کے وقفوں کی کمی بیشی کو نامردی کی کمی بیشی خیال کر سکتے ہیں۔ یہ تمام صورتیں ایک مریض میں بھی مدتوں ایک صورت میں رہتی ہیں اور اکثر جلد ہی مکمل نامردی کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ہاں! اگر کبھی اچھا ماحول واچھی غذا اور مسرت نصیب ہو جائے یا کوئی قابل معالج یا صحیح دوا میسر آ جائے تو یہ مرض مکمل طور پر دور ہو جاتا ہے اور مریض کامل مرد بن جاتا ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نعوظ (شہوت) بہت اچھی طرح ہوتا ہے اور انسان خیال کرتا ہے کہ وہ جنسی طور پر صحت مند ہے۔ جماع میں اسے کوئی دقت پیش نہ آئے گی۔ مگر جب ارتکاب کرتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ دفعتاً قضیب ڈھیلا ہو گیا ہے اور دخول کی نوبت نہیں پہنچی۔ ایسی صورت میں کبھی انزال ہو گیا اور کبھی بغیر انزال کے عضو ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ ممکن ہے کوئی ذہنی پریشانی یا جذباتی مشکل ہو۔ بہرحال نفسیاتی طور پر شہوت کے بعد اس کا یہ خیال کرنا کہ وہ جنسی طور پر صحت مند ہے اور وہ جماع پر قادر ہو جائے گا۔ حقیقت میں اس کا یہ خیال ضعف باہ کی طرف دلالت کرتا ہے۔ جنسی صحت مندی وہ قوت ہے کہ اس کی شدت نہ ایسا خیال کرنے کی مہلت دیتی ہے اور نہ رو کے رکھتی ہے۔ ایک طوفان کی طرح گزر کر تھمتی ہے۔ دراصل یہ صورت بھی کم درجے کی نامردی (ضعف باہ) ہے۔

یہ کم درجے کی نامردی عام طور پر ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو نوجوانی میں کثرتِ جماع، اغلام بازی اور جلق کا شکار رہتے ہیں۔ البتہ ان میں بعض ایسے ادھیڑ عمر اور متوسط عمر کے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں جن کا زیادہ وقت علمی، مذہبی اور دماغی محنت میں گزرا ہو اور جنہوں نے جنسی لذت ولطف کی طرف سے طبیعت کو سختی سے رو کے رکھا ہو اور ان کے ذہنی رجحانات کم یا بدل گئے ہوں۔ لیکن جب شادی ہو جاتی ہے تو ایسے تلخ نتائج سامنے آ جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ اپنی زندگی کو ایک غیر علمی، دین سے دور اور ادارہ مزدور سے بہت کم تصور کرتا ہے اور اپنی جوانی خرچ کر کے جو قیمتی سرمایہ حاصل کیا ہے، اس کو فضول خیال کرتا ہے۔ ایسے شخص کی خواہش جماع بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور وہ جماع کو بے قرار ہوتا ہے۔ مقوی اغذیہ وادویہ اور دیگر تحریکات سے نعوظ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر اکثر سخت ناکامی ہوتی ہے۔ یہی صورتیں استرخائے عضو مخصوص کی ہیں۔ نامردی اور ضعف باہ میں اسی صورت کو دور کرنا ہی اس کا حقیقی علاج ہے۔

نامردی، عنانت، امپوٹینسی
(IMPOTENCY)
قوت مردمی کی کمزوری، ضعف باہ، سیکسوئل ڈیبلیٹی
(SEXUAL DEBILITY)

ماہیت مرض

نامردی وعنانت اور ضعف باہ تینوں لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی معمولی قسم کی قوت مردمی کی کمزوری سے لے کر مادرزاد نامردی تک کے تمام درجات اس میں شریک ہیں۔ لیکن اس کے حقیقی مفہوم میں مندرجہ ذیل تین صورتیں شامل ہیں:

(۱) قوت مردمی میں کمزوری جس سے مرد کی مباشرت ومواصلت اور جماع کے لئے کم وبیش قابلیت ختم ہو جائے۔

(۲) خواہش جماع کا کم وبیش کم ہو جانا یا بالکل ہی ختم ہو جانا۔

(۳) قوت تولید کا خراب یا بالکل ختم ہو جانا۔ اس میں مباشرت ومواصلت اور جماع کی قابلیت تو ہوتی ہے مگر اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی۔ اس صورت کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں اس کو بھی نامردی میں شمار کیا جاتا ہے۔

قوت مردمی کا عقلی اور فطری تصور

اعضائے تناسل کے افعال وقویٰ جن کا مجموعی نام قوت مردمی اور قوت باہ ہے، ایک ایسی قوت ہے جس کا جذبہ ہر انسان میں فطری طور پر پایا جاتا ہے۔ ایک تندرست آدمی میں یہ جذبہ اس قدر شدت اور کثرت سے ہوتا ہے کہ وہ انسانی جبلت معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ عقلاً اس جذبہ میں تین فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ یہ فوائد صرف خواہش نہیں ہیں بلکہ انسان کی اہم ضروریات ہیں۔ جب انسان اس سے محروم ہو جاتا ہے تو اس کی زندگی اجیرن بن جاتی ہیں۔ وہ زندہ تو رہتا ہے اور کچھ نہ کچھ زندگی کے فرائض بھی انجام دے سکتا ہے، لیکن زندگی بےلطف و بے مقصد اور جسم دائمی مریض بن جاتا ہے۔ اس جذبہ کے بغیر اس طرح زندہ رہتا ہے جیسے کوئی زندہ درگور ہو۔ کیونکہ یہ جذبہ ہر انسان کو بے حد عزیز ہے۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی انسان زاہد وراہب بھی بن گیا ہو اور تجرد اور جوگیانہ زندگی اختیار کر لی ہو پھر بھی جب اس کو یقین تو رہا ایک طرف شبہ بھی ہو جائے کہ اس میں قوت مردمی کم یا ختم ہوگئی ہے تو اس کے دل پر بھی بے حد صدمہ ہوتا ہے۔ یہ صدمہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ وہ قوت مباشرت سے محروم ہوگیا ہے۔

قوت مردمی کی تین اہم ضرورتیں

خواہش اور ضرورت دونوں جدا جدا قسم کی طلب ہیں۔ اوّل قسم کی طلب صرف ایسی خواہش ہے کہ جس سے انسان کو ضرورت نہیں ہے۔ اس میں کیا نقصان ہیں یہ ایک طویل بحث ہے۔ دوسری قسم کی طلب صرف ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر انسانی زندگی ناممکن یا مشکل ہو جائے۔ کوئی شخص اس قوت کے اظہار سے جس قدر چاہے حجاب کرے لیکن اس کے بغیر وہ مرد تصور نہیں کیا جا سکتا۔ گویا قوت مردمی ایک انتہائی اہم قسم کی ضرورت ہے۔

جاننا چاہئے کہ قوت مردمی کی تین اہم ضرورتیں ہیں: (۱) بقائے نسل (۲) بقائے حیات (۳) بقائے حظ۔ جہاں تک بقائے نسل کا تعلق ہے اس کی اہمیت روز روشن کی طرح ظاہر ہے جن کی اولاد نہیں ہے ان کی درد بھری آہیں بقائے نسل کا سب سے بڑا ثبوت ہیں۔ اس سے بھی زبردست دلیل حضرت آدم علیہ السلام کا جنت میں قوت مردمی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ زندگی کے لئے جو کھانے پینے کی اشیاء استعمال کی جاتی ہیں، ان کا کچھ حصہ خون بنتا ہے اور باقی فضلہ بن جاتا ہے۔ یہ فضلہ کئی قسم کا ہوتا ہے جو جسم کے مختلف راستوں سے نکلتا ہے۔ ان فضلات کا اخراج ایک خاص وقت میں نہ ہو تو ان میں خمیر و تعفن اور زہر و فساد پیدا ہو جاتا ہے جن سے بقائے حیات اور انسانی زندگی کے خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جسم انسان کے بعض فضلے پاخانے کے ذریعے اخراج پاتے ہیں۔ بعض فضلات پیشاب کے ذریعے خارج ہوتے ہیں اور بعض فضلات پسینے کے ذریعے نکلتے ہیں۔ اسی طرح بعض فضلات منی کے ذریعے بھی اخراج پاتے ہیں۔ جن سے ایک طرف بقائے نسل کا سلسلہ چلتا ہے اور دوسری طرف جوانی، قوت اور صحت قائم رہتی ہے۔

یاد رکھیں کہ جب تک منی میں خمیر پیدا نہ ہو اس میں کرم منی پیدا نہیں ہوتا اور یہی کرم منی بقائے نسل کا ذمہ دار ہے۔

یہاں پر یہ حقیقت یاد رکھیں کہ جس مقام پر کسی مواد میں خمیر پیدا ہو جائے تو وہ خمیر اس مقام کے لئے مفید نہیں ہوتا۔ البتہ وہ کسی دوسرے مقام کے لئے ضرور مفید ہو سکتا ہے۔ جیسے فضلات جب اپنے راستوں سے خارج ہوتے ہیں تو وہ جن راستوں سے نکلتے ہیں وہاں کی ضرورت غذا اور طاقت کا باعث ہوتے ہیں۔ بلکہ وہاں کے امراض اور زخم تک انہیں سے ختم ہوتے ہیں۔

اسی طرح جب منی میں خمیر پیدا ہو جاتا ہے اور کرم ہائے منی تیار ہو جاتے ہیں۔ اور منی نطفہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو ایسی منی عورت کے رحم کے لئے تو مفید ہو سکتی ہے جہاں بقائے نسل کا سلسلہ چلتا ہے لیکن وہ منی مرد کے جسم میں فضلہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کا اخراج ہی لازمی ہے۔ ورنہ اس کے متعفن اور زہریلے اثرات جب خون میں شریک ہوتے ہیں تو جوانی و قوت اور صحت کو برباد کر دیتے ہیں۔ اس لئے جوان ہونے کے بعد بوقت اشد ضرورت اعتدال کے ساتھ منی کا اخراج نہایت ضروری ہے تاکہ منی کے فضلات اخراج پا جائیں۔ ان فضلات کے اخراج سے نہ صرف صحت قائم رہتی ہے بلکہ جوانی اور صحت بڑھتی ہے۔ یہی بقائے حیات ہے۔

بقائے نسل اور بقائے حظ بھی انتہائی اہم ہے۔ ایسے نظارے و تصورات و افعال جو لذت و لطف اور انبساط کے جذبات میں تحریک پیدا کر دیں حظ کہلاتے ہیں۔ یعنی جسم میں خوشی و مسرت کی لہر کا پیدا ہونا۔ یہ زندگی کا ایک اہم جزو ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ حکماء نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں دی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان زندہ بھی صرف حظ کے سہارے سے رہتا ہے۔

ہر شخص روزانہ زندگی میں خوشی اور مسرت کی تلاش میں نہ صرف دوڑ رہا ہے بلکہ بہت بے چین ہے۔ یہ خوشی یا مسرت اس کی اپنی ذات کے لئے ہو یا اس کے بیوی بچوں اور دیگر عزیزوں اور دوستوں کے لئے بہر حال اس میں ایک حظ کی کیفیت ہے۔ یہی خوشی و مسرت اور حظ جب مختلف صورتوں میں زیادتی اختیار کر لیتا ہے تو ہم اس کو لذت و لطف اور فرحت کی کیفیات دائمی طور پر قائم رہیں تاکہ وہ ہمیشہ حظ اٹھاتا رہے۔ ظاہر میں تو حظ زر، زمین اور زن میں دیکھا اور تلاش کیا جاتا ہے بلکہ حاصل کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ بھی حظ کی صورتیں لوگوں نے پیدا کر لی ہیں۔ مثلاً فنون لطیفہ جن میں شاعری و ڈرامہ اور مصوری و مجسمہ سازی۔ اسی طرح نغمہ و ساز اور چنگ و رباب، شراب و منشیات کا استعمال۔ طاقت و حکومت کا حصول، دریاؤں، نظاروں اور تفریح گاہوں کی سیر۔ یہاں تک کہ مذہبی رسوم اور عبادات وغیرہ میں بھی حظ پیدا کر لیتے ہیں۔ اس لئے بعض اوقات یہ کہنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کسی کا نیک عمل واقعی تقویٰ کے تحت کیا گیا ہے یا حظ کی خاطر اور ذاتی مقصد کے لئے کیا گیا ہے۔ البتہ بہترین قسم کا حظ یہ ہے کہ خدمت خلق میں خوشی و مسرت اور لطف و لذت حاصل کی جائے۔ لیکن اس حظ میں بھی یہ نہیں کہا جا

سکتا کہ اس میں تقویٰ اور خلوص ضروری شریک ہوگا۔ حظ کے حصول کے لئے عقبیٰ بھی داخل ہے۔ جنت وشراب طہورا حور وغلمان، دودھ وشہد کی نہریں اور اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کا دیدار وملاقات بھی بقائے حظ میں شریک ہیں۔

اسی حظ کے زیر اثر انسان دنیا میں جدوجہد اور سعی وکوشش کرتا ہے۔ ہر قسم کی مشکلات اور خوفناک صورتوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ موت سے پنجہ ملاتا ہے۔ پھر زر زمین اور زن حاصل کرتا ہے۔ اس عورت ہی کی خاطر عظیم الشان محلات اور مضبوط قلعے بناتا ہے جن میں باغات لگاتا ہے اور نہریں جاری کرتا ہے۔ اس طرح قوت مردمی میں امساک کی زیادتی لطف ولذت کی کیفیات کو دائمی بنا کر خاص قسم کا حظ حاصل کرتا ہے۔ گویا بقائے حظ ہی زندگی ہے۔

اسباب نامردی

مختصر طور پر نامردی کے صرف تین ہی اسباب سامنے آتے ہیں: (۱) اسباب بادیہ جن میں کیفیاتی اور نفسیاتی صورتیں شامل ہیں۔ (۲) اسباب سابقہ جن میں کیمیاوی اور غذائی صورتیں داخل ہیں۔ (۳) اسباب شرقی جن میں عضوی اور مشینی صورتیں بگڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو نامردی کوئی ایسا مرض نہیں جو کسی ایک عضو کی خرابی یا کسی ایک کیمیاوی تغیر سے پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ جسم کا ہر عضو اور خون کا ہر جزو بگڑ جائے تو قوت باہ پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اگر کسی نئی موٹر کا ایک معمولی سا پرزہ بھی تھوڑا سا ڈھیلا کر دیا جائے تو وہ نہیں چل سکتی۔ اسی طرح انسانی جسم میں بھی ذرا برابر خرابی واقع ہو جائے تو قوت باہ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے نامردی کے علاج میں کلی طور پر تمام جسم کو کیمیاوی اور مشینی طور پر سمجھ لینا ضروری ہے۔ تاہم حکماء واطباء اور اہل فن نے ان خاص اسباب کو مدنظر رکھا ہے جن کے اثرات سے نامردی پیدا ہوتی ہے۔ وہ درج ذیل ہیں: (۱) اعضائے مخصوصہ کے ذاتی نقائص (۲) منی کے کیمیاوی امراض (۳) خون کے کیمیاوی امراض (۴) عام جسمانی نقائص کے امراض (۵) نفسیاتی اثرات (۶) تجربہ کے اثرات (۷) فقدان حظ وذوق (۸) پیرانہ سالی (۹) شدید مصروفیات (۱۰) جزوری نامردی وغیرہ۔

اعضائے مخصوص کے ذاتی نقائص

اس کی دو صورتیں ہیں: اوّل خلقی یعنی اعضائے مخصوصہ کے وہ ذاتی نقائص جو پیدائش ہی سے پائے جاتے ہیں۔ دوم عارضی اعضائے مخصوصہ کے وہ امراض جو پیدائشی نہیں بلکہ بعد میں عارض ہو گئے جن کی صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

قضیب کے خلقی نقائص

قضیب کا ضرورت سے زیادہ چھوٹا یا بڑا ہونا۔ قضیب کے سوراخ کا نہ ہونا۔ قضیب کا نہ ہونا یا دوعدد ہونا۔ قضیب کا خصیوں کے ساتھ جڑا ہوا ہونا۔ نامردی کا یقین ہونا۔ قضیب کے اعصاب کا بے حس ہونا اور قضیب کا کوئی خوفناک مرض ہونا وغیرہ۔

خصیتین کے خلقی نقائص

خصیتین کا نہ ہونا یا بہت ہی چھوٹا ہونا۔ ان میں رسولی کا ہونا یا کسی خوفناک مرض میں ان کا نکال دیا جانا۔ غدہ قدامیہ کے امراض اور منی کی شریانوں اور وریدوں کے امراض وغیرہ۔

قضیب کے عارضی نقائص

کجی قضیب، اس کی وجہ کثرت جماع یا کثرت احتلام یا کثرت جلق کا ہونا۔ قضیب کی بے حسی کا احساس۔ جماع سے مطلق پرہیز، نفسیاتی امراض، خوف و ہراس، غم ولذت میں زیادتی، کثرت مشغولیت سے ذہن پر دباؤ پڑنا، نشہ آور اشیاء کا اثر ہونا، عورت سے نفرت ہونا اور قضیب کے امراض وغیرہ۔

خصیتین کے عارضی امراض

خصیتین کے امراض میں قلت منی کے امراض، جریان منی، کثرت احتلام وسرعت انزال، منی کے اخراج میں تکلیف کا ہونا وغیرہ۔

کجی قضیب

قضیب کا زیادہ حصہ دو اسفنجی اجسام سے بنا ہوا ہے اور وہ دونوں حصے اس کے دونوں طرف واقع ہیں۔ اور تیسرا اسفنجی جسم اس کے اوپر کی طرف واقع ہے۔ ان کی ساخت نہایت نازک اور بہت کچھ اسفنج سے مشابہ ہے۔ جب ایک عرصہ تک ان کے اوپر رگڑ کا اثر پہنچتا رہے تو اس کے نسیج (ٹشو) کے ریشے (فائبرس) جو نہایت نازک اور خانہ دار ہوتے ہیں، گھس گھس کر نہایت پتلے ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اس میں انبساط و انقباض (پھیلنا اور سکڑنا) کی قابلیت نہیں رہتی۔ دوسری طرف کا اسفنجی جسم چونکہ نسبتاً تندرست اور صحیح ہوتا ہے اس لئے وہ بوقت نعوذ (انتشار) پھیلتا ہے۔ جس سے قضیب صحیح حصے کی طرف جھک جاتا ہے۔

اس طرح اگر دونوں طرف کے اجسام اسفنجی میں خلل واقع ہو جائے (نعوظ انتشار) اسی قدر ہوگا جس قدر ساخت تندرست اور صحیح ہوگی اور مقابلہ کرنے سے دونوں طرف کا فرق معلوم ہو سکے گا کہ خم کس طرف ہے۔ اگر دونوں اطراف کے اجسام اسفنجی بالکل ہی خراب ہو جائیں تو نعوظ بالکل نہیں ہوگا۔

ایک غلط فہمی

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جس طرف خم واقع ہو جائے اسی طرف سے عضو ماؤف ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرف خم واقع ہے وہ خراب نہیں بلکہ تندرست اور صحیح ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی تندرستی اور صحت نے ہی نعوظ قبول کیا ہے اور عضو کو اپنی طرف کھینچ کر اس میں خم یا کجی کی صورت پیدا کر دی ہے۔

کجی کی ایک اور صورت

اسفنجی جسم کے خلیات کی خرابی کے علاوہ کجی کی ایک صورت اور بھی ہے۔ قضیب کے دونوں طرف عضلات (اسفنجی جسم) جو استخوان عانہ سے شروع ہو کر اس کی جڑ میں جا کر لگتے ہیں۔ جب یہ دونوں عضلے اعتدال کے ساتھ کھنچتے ہیں تو قضیب سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ جب زیادہ تن جاتے ہیں تو قضیب کو ٹیڑھی جانب کھینچتے ہیں۔ جب ان عضلات میں سے کسی ایک میں تشنج پیدا ہو جاتا ہے تو قضیب حالت نعوظ میں مخالف سمت کو جھک جاتا ہے۔ ان دونوں صورتوں کا فرق کجی کی مختلف حالتوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

کجی کے دیگر اسباب

کجی کی صورتیں تو یہی دونوں ہوتی ہیں، لیکن اس کے اسباب اور بھی ہو سکتے ہیں۔

- اوّل صورت جو بیان کر دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اسفنجی جسم کے خلیات پر رگڑ کا اثر پڑے اور وہ گھس کر خراب ہو جائیں۔ یہ رگڑ کثرت جماع، جلق اور اغلام بازی یا تنگ اجسام میں قضیب کو سختی سے داخل کرنا وغیرہ۔
- دوسری صورت یہ ہے کہ قضیب کے خلیات میں غدی مادہ جمع ہو کر ان میں کجی پیدا کر دے۔ یہ عارضہ سن کہولت میں ہوا کرتا ہے۔ اس کی ماہیت کے متعلق معالجین میں اختلاف پائے جاتے ہیں۔ بعض ان کا باعث نقرسی مادہ خیال کرتے ہیں بعض اس کو سوزاک کی وجہ خیال کرتے ہیں اور ایک طبقہ اس کو خون کا سدہ خیال کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سوزش غدہ سے یہ تینوں صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔
- تیسری صورت یہ ہے کہ ان خلیات میں ورم وسوزش اور زخم سے رکاوٹ پیدا ہو جائے اور کجی بن جائے۔
- چوتھی صورت یہ ہے کہ آتشکی یا کوئی دیگر زہریلا مادہ وہاں کے خلیات کو برباد کر دے اور کجی پیدا ہو جائے۔
- پانچویں صورت کوئی خارجی شے جسم میں داخل ہو کر باعث نقص ہو اور کجی کی صورت نمودار ہو جائے۔
- چھٹی صورت یہ بھی ہے کہ قضیب پر کسی ایک طرف رسولی ہو کہ اس میں کجی کی حالت ظاہر کر دے۔
- ساتویں صورت یہ ہے کہ پیشاب کی نالی میں سکڑاؤ پیدا ہو جائے اور راستہ تنگ ہو کر کجی کی حالت بنا دے، وغیرہ وغیرہ۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

اعصاب جو قضیب پر حکمرانی کرتے ہیں ان میں جب سوزش یا تشنج واقع ہوتا ہے تو فرنگی طبیب ان تکالیف یا اسی قسم کے دیگر امراض کو کجی قضیب تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ یاد رکھیں جب بھی اعصاب میں سوزش یا تشنج پیدا ہو تو اس سے وہاں رطوبات اور بلغم کی کثرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے قضیب طویل ہو کر لٹک جاتا ہے اس سے کجی کو کوئی تعلق نہیں ہے۔

غلط فہمی کی فہمی

اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ قوت باہ کی خرابی کی جس قدر صورتیں پائی جاتی ہیں ان میں اعصاب کا دخل ضرور خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ قوت باہ کی خرابی جس طرح اعصاب کی خرابی ہو سکتی ہے بالکل اسی طرح عضلات اور غدد کی خرابی بھی قوت باہ میں واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن جہاں تک قضیب کی کجی کا تعلق ہے وہ زیادہ تر عضلاتی خرابی سے اور کبھی کبھی غدی خرابی سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ہے حقیقت جس کا فرنگی طب کو علم نہیں ہے۔

کثرت مباشرت

قضیب کے نقائص میں سب سے زیادہ اہمیت کجی کو حاصل ہے اور اس کا سب سے اوّلین سبب کثرت مباشرت ہے۔ جہاں تک مباشرت کے اعتدال کا تعلق ہے اس کے لئے کوئی قاعدہ نہیں بنایا جا سکتا۔ جیسے ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مباشرت کی صورت بالکل بھوک پیاس اور دیگر اضافی ضروریات کی طرح ہے، جو انسانی ضروریات اس کی طاقت ومحنت اور صحت کے تابع ہیں۔ اسی طرح مباشرت بھی ایک ضرورت ہے اور جب تک شدید بھوک و پیاس کی طرح مباشرت کا احساس نہ ہو مباشرت کے قریب نہ جانا چاہیے۔ مختلف حکماء نے مختلف اوقات اور حدود لکھے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ بعض اشخاص ہر روز بلا خطر مباشرت و جماع کر سکتے ہیں اور ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ ان کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ لیکن بعض ایسے ہیں کہ اگر ہفتے کے بعد بھی مباشرت کریں تو ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ بلکہ بعض لوگ دو دو چار

چار ہفتے بعد جماع کریں تو بھی ان کو زحمت اٹھانا پڑتی ہے۔ اس لئے اس مقصد کے لئے کوئی مقررہ وقت اور حد فاضل مقرر کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے اس مقصد کے لئے کوئی مقررہ وقت اور حد فاضل مقرر کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے مقررہ وقت اور حد فاضل کے بجائے ضرورت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

کثرت مباشرت کس کو کہتے ہیں؟

اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ فعل مباشرت کی ابتدا ایک خاص قسم کے سرور اور ایک خاص قسم کی لذت سے شروع ہوتی ہے جس کو ہم نے حظ (مسرت) کے تحت بیان کیا ہے۔ اس سرور ولذت اور حظ کا اندازہ انزال سے قبل اور اس کے دوران لگایا جا سکتا ہے۔ جب انزال مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی وقتی طور پر یہ خاص قسم کا سرور اور لذت ختم ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ جب تک یہ خاص قسم کا سرور اور لذت پیدا نہ ہو مباشرت کا خیال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ حسین وجمیل شکلوں، مسرت بخش و بے خود کرنے والے نظاروں اور شاعرانہ نغموں اور مترنم آوازوں کا احساس تک پیدا نہیں ہوتا۔ گویا احساس اور ادراک بھی صحت مند انسان میں پیدا ہوتا ہے۔

مباشرت کے لئے سرور اور لذت کی ابتداء حشفہ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر پھیل کر گرد و نواح میں پھیل جاتی ہے۔ چونکہ سرور ولذت کے ساتھ ہی دوران خون ان اعضاء کی طرف تیز ہو جاتا ہے تو پھر یہ سرور ولذت کی لہر حظ و ذوق کے حصول کے تحت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ ریڑھ کے ستون کے اندر دوڑتی ہوئی ہاتھ پاؤں اور ٹانگوں تک میں دورہ کر آتی ہے اور بعض اوقات لطف و سرور اس قدر شدت پیدا کر دیتا ہے کہ انسان درماندہ اور بے قابو ہوتا نظر آتا ہے۔ اگر حصول لذت میں دیر ہو جائے تو ایک مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر حظ ولذت کے حصول کی اُمید تحریک نہ دلائے اور برانگیخت نہ کرے تو صاحب عقل اس طرف کبھی توجہ نہ کریں۔ لیکن صاحب عقل جو اپنے اندر قوت برداشت بھی رکھتے ہیں وہ ہر قدم پر اس حظ ولذت کے برانگیخت پر قابو پا لیتے ہیں لیکن جو لوگ یہ طاقت نہیں رکھتے وہ زیادتی کرتے ہیں اور غیر اخلاقی حرکات کر بیٹھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حظ ولذت ایک فطری جذبہ ہے بلکہ انسانی جبلت ہے لیکن اس پر قابو نہ رکھنا اور اس کا غلام بن جانا اخلاق انسانیت اور آدمیت کے بالکل خلاف ہے۔ صاحب عقل وفہم اور اہل علم ہر مقام پر اعتدال قائم رکھتے ہیں۔

نوجوانی اور کثرت مباشرت

جو نوجوان کثرت مباشرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کی وجہ ان کے بچپن کے ایسے امراض ہیں جن میں اعصاب میں تشنج و تناؤ اور سوزش و تحریک پیدا ہو جاتی ہے جس سے اعضائے مخصوصہ خصوصاً قضیب میں سرور ولذت اور بے چینی و دباؤ محسوس ہوتا ہے اور اکثر انتشار کی صورت قائم رہتی ہے۔ ان کو ہر وقت اس کی طرف توجہ رہتی ہے اور رفتہ رفتہ مشغول رہ کر وہ اس سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ خود لطف لینے کے ساتھ اپنے ہم عمر بچوں کی توجہ بھی اس طرف کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب اس کو کچھ ہوش آتا ہے یا اس کے جسم میں منی کی پیدائش شروع ہو جاتی ہے یا اس کو ایسے مواقع مل جاتے ہیں تو وہ کثرت جماع و اغلام اور جلق میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس حظ کی تلاش یا اپنی بے چینی و دباؤ کو دور کرنے کے لئے سرور ولذت میں مشغول رہتا ہے اور اکثر بہت دور نکل جاتا ہے اور اپنے آپ کو تباہ و برباد کر لیتا ہے۔

قانون فطرت ہے کہ جسم انسان کے کسی عضو پر بلاضرورت دباؤ ڈالا جائے یا اس سے کوئی ایسا کام لینے کی کوشش کی جائے تو دوران خون اس طرف زیادہ ہو کر وہ عضو یا حصہ جسم اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔ چونکہ اس عضو یا حصہ جسم میں پوری نشوونما نہیں ہوتی اور اس سے

زبردستی کام لیا جاتا ہے اس طرح اس کے فعل میں اس قدر قوت خرچ ہوتی ہے کہ وہ عضو یا حصہ جسم کمزور ہو کر سخت ضعیف ہو جاتا ہے اور اکثر وہ عضو بالکل تباہ ہو جاتا ہے۔

بعض بچے بچپن میں زیادہ ذہین ہوتے ہیں، ماں باپ اور دیگر احباب ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں اور اس کو دنیا میں زیادہ کامیاب کرنے کے لئے ان کی طاقت سے بڑھ کر ان پر ذہنی کام کا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے۔ علم وفن اور ذہنی افعال کا یہ بوجھ ان کے نازک اور نامکمل دماغ پر اس قدر شدید ہوتا ہے جس سے کہ بچہ یا تو پاگل ہو جاتا ہے یا اس پر دل و دماغ کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ جب بھی کسی بچے سے حد سے زیادہ محنت کا کام لیا جائے گا تو اس کے بدن کی نشوونما رک جائے گی۔ وہ کمزور اور دبلا پتلا رہ جائے گا۔ اسی طرح یہ امر بھی یقینی ہے کہ اگر نوجوانی یا قبل از وقت کسی بچے کی خواہش مباشرت میں تحریک پیدا ہو جائے یا اس کو اس قسم کے مواقع میسر آ جائیں تو روز بروز اس کی خواہش سرور ولذت شدید ہوتی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کے آلاتِ تناسل انتہائی کمزور ہو جائیں گے۔ اس طرح بچے کی صحت برباد ہو جاتی ہے۔

بعض کم عقل لوگوں میں یہ نقص ہوتا ہے کہ وہ بچوں سے غلط قسم کا لاڈ پیار کرتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کے آلات تناسل کو چھیڑ کر ان کو خوش کرتے ہیں یا ذرا وہ بولنے چالنے لگتا ہے تو اس کی توتلی باتیں سننے کے لئے اس کو کہتے ہیں تمہاری میٹھی چیز کہاں ہے۔ بچہ بار بار پکڑ کر دکھاتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ اس سے ذہن لذت و سرور محسوس کرتا ہے جو رفتہ رفتہ دائمی ہو جاتا ہے۔

اس طرح بعض دایہ بچوں کو پالتی ہیں، جب بچہ رات کو روتا ہے اور چپ نہیں کرتا تو وہ اپنی نادانی سے اس کو چپ کرانے کے لئے اس کے آلات تناسل کو آہستہ آہستہ سہلاتی ہیں۔ جس سے بچے کو لطف و سرور آتا ہے اور وہ چپ ہو جاتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کو عادت ہو جاتی ہے اور پھر وہ اس لطف و سرور کے بغیر چپ نہیں کرتا جس کا نتیجہ بڑے ہو کر بہت خوفناک ہوا کرتا ہے۔

بچہ جب کچھ بڑا ہوتا ہے اور اس کو یہ صورت میسر نہیں آتی تو وہ اس فعل کو خود کرتا ہے۔ وہ عام طور پر تنہائی میں اپنے آلات تناسل سے کھیلتا ہے۔ وہ اس لذت و سرور میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ پر کس قدر ظلم کر رہا ہے۔ اس طرح زمانہ بلوغ تک برابر کرتا رہتا ہے۔ بلکہ اکثر ساتھیوں اور دوستوں کو اس لذت و سرور میں شامل کر لیتا ہے۔ کبھی اپنے ہاتھوں اور کبھی دوسروں کے ساتھ اپنی تباہی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ نہ صرف اپنی طاقت جماع بلکہ خواہش جماع کو بھی ضائع کر لیتا ہے۔ آخر اپنے اعضائے تناسل بھی خراب کر لیتا ہے۔ کیونکہ اعضائے تناسل ابھی نامکمل ہوتے ہیں اور ان سے قبل از وقت غیر معمولی کام لے لیا جاتا ہے۔ اس طرح جہاں ان میں نشوونما ہونی چاہیے تھی وہاں پر ان کی بربادی شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے ماں باپ کا فرض ہے کہ بچے کے دودھ پینے کے زمانے سے لے کر اس کی بلوغت تک اس کی نہ صرف نگرانی کریں بلکہ اگر ایسے واقع اس کو میسر آنے کا خطرہ ہو تو فوراً اس کی خفیہ تحقیق کر لیا کریں۔ اس طرح بچے کی زندگی تباہی سے بچ جاتی ہے اور ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی ذہن میں رکھیں کہ جن بچوں میں یہ بد عادت پڑ جاتی ہے ان کے اعضائے رئیسہ اس قدر کمزور ہو جاتے ہیں جس سے ان کی ذہانت ختم ہونا شروع ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ ان کا دل تعلیم اور کام سے اُچاٹ ہو جاتا ہے اور وہ ناکارہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اسباب کثرت مباشرت

یہ خیال غلط ہے کہ کثرت مباشرت زیادہ تر وہی لوگ کرتے ہیں جو جاہل ہیں یا شوق عیاشی رکھتے ہیں یا مذہبی زندگی پر نہیں چلتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے لوگ بھی کثرت مباشرت کرتے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ پڑھے لکھے لوگ اس برائی میں زیادہ گرفتار ہیں۔ کیونکہ کثرت مباشرت کے اسباب بچپن کے امراض و بری عادات اور غلط ماحول سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اگر پیدائش

کے بعد بچوں کے ماحول و عادات اور صحبت کو مدنظر رکھا جائے تو نہ صرف بچے کثرت مباشرت وجلق اور اغلام جیسی خرابیوں سے دور رہیں گے، بلکہ علم وفن اور اخلاق وتہذیب میں اپنا اور اپنے والدین کا نام روشن کریں گے۔

ان اسباب کے علاوہ چند نفسیاتی مہیجات بھی ہیں جو رفتہ رفتہ زندگی کا ایک جز بن جاتے ہیں۔ مثلاً حسن وعشق کی طرف رجوع کرنا۔ عشقیہ افسانے اور کہانیاں پڑھنا یا سننا۔ نغمہ ورقص میں دلچسپی لینا۔ حسین شکلوں اور شیریں آوازوں کو دیکھنا اور سننا، لذیذ ومقوی اور مرغن اغذیہ کا کھانا وغیرہ۔

اس سلسلہ میں حکیم رازی لکھتے ہیں ''جس گھر میں حسین عورت اور لذیذ کھانے پکتے ہیں وہ شخص کثرت جماع سے جلد بوڑھا ہو جائے گا۔ شراب خوری یا دیگر محرکات باہ اشیاء کا استعمال وغیرہ۔ اور سب سے اہم صورت یہ ہے کہ اعصاب وغدد اور عضلات خصوصاً اعضائے تناسل سے تعلق رکھنے والے اعضاء میں خراش یا انقباض پیدا ہو کر خون کو تیز کر دیتے ہیں، جس سے کثرت مباشرت کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر ایسی صورت میں مباشرت سے اجتناب کیا جائے تو اعضائے تناسل پر اس قدر دباؤ اور بوجھ پڑتا ہے کہ مباشرت اور اخراج منی کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں نہ انسان کوئی کام کر سکتا ہے اور نہ اس کو سکون حاصل ہو سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ حکماء کو اس مشکل میں گرفتار دیکھا ہے''۔

یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے گلے میں کوئی لذع کی صورت ہو تو اس کو نگلنے کی خواہش زیادہ ہوتی ہے۔ جب معدہ میں اس نوع کا کوئی خلل ہوتا ہے تو بھوک زیادہ لگتی ہے۔ جب امعاء میں خراش ہو تو بار بار پاخانے کی حاجت ہوتی ہے جب مثانہ کی نالی میں سوزش ہو تو بار بار پیشاب آتا ہے۔ اسی طرح اعضائے تناسل کا بھی یہی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی عضو کے فعل کی زیادتی یا اس کے فعل کی خواہش اس کی قوت اور خواہش پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس کی بیماری کا پیش خیمہ ہے اور اس کے مرض کی علامت ہے۔ اس میں خواہش جماع تو ہوتی ہے لیکن جسم میں طاقت نہیں ہوتی جس سے کام کاج کرنے کی سکت ختم ہوتی ہے۔

کثرت مباشرت کی علامات

جب خواہش کثرت مباشرت پیدا ہو جائے تو کس طرح اندازہ لگانا چاہیے کہ یہ خواہش اصل ہے یا مرض کی صورت ہے۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں صحیح خواہش مباشرت وہ ہے جو کسی مہیج اور لذع کے بغیر پیدا ہو اور وہی مباشرت کا صحیح وقت ہے۔ یہ صورت روز پیدا ہو یا دوسرے تیسرے روز یا ہفتے اور مہینے میں پیدا ہو۔ اس صورت میں مباشرت کے بعد جسم ہلکا ہو گا۔ دماغ میں سکون اور دل میں فرحت ہو گی اور کام کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اور بھوک بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس جب خواہش مباشرت بڑھ جائے اور یہ مرض کی صورت اختیار کر لے تو اس میں مندرجہ بالا تمام اچھی علامات نہیں پائی جائیں گی۔ بلکہ روز بروز جسم ضعیف ہوتا جائے گا۔ دل و دماغ میں راحت وفرحت ختم ہو جائے گی۔ اس سے کام کرنے کی طاقت رفتہ رفتہ ختم ہو جاتی ہے اور مباشرت باعث مصیبت اور زحمت بن جاتی ہے اور اکثر منی کی بجائے خون بھی آنا شروع ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ غش آ جاتا ہے۔ اس کو مرض خیال کرنا بہتر ہے۔

یونانی اطباء کا فیصلہ ہے کہ متواتر تین چار یا حد پانچ بار مباشرت کرنے سے اوعیہ منی کے اندر جس قدر منی جمع ہوتی ہے خارج ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی مباشرت کرے تو پھر خون صالح جو پرورش بدن کے لئے مخصوص ہے خارج ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علاوہ ضعف باہ کے جسم بھی تحلیل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ مختلف امراض نمودار ہونے لگتے ہیں جن میں اختلاج قلب، ضعف بصر، دوران سر، سوزش حرام مغز، مراق، صرع، جنون، ذیابیطس، جریان، دق وسل اور فالج وغیرہ شامل ہیں۔ عورتوں میں ورم رحم وسیلان رحم اور

اختناق الرحم پیدا ہو جاتے ہیں۔

ان امراض کی پیدائش کی صورت کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ سب سے پہلے دل دھڑکنے لگتا ہے۔ تنفس میں تیزی آ جاتی ہے۔ اعضاء ڈھیلے ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ جسم سست ہونے کے ساتھ سن ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ آخر کار انسان کسی سخت اور مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ جان عزیز کو الوداع کہہ کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ کثرت مباشرت تو بہرحال مضر ہے، لیکن جن لوگوں میں گرمی تری کی کمی ہوتی ہے ان کے لئے انتہائی نقصان رساں ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کے دل و دماغ اور جگر خصوصاً ضعف معدہ ہو ان کے لئے کثرت مباشرت بے حد مضر ہے۔ ایسے لوگ جلد خوفناک امراض کو دعوت دیتے ہیں۔

وید کثرت مباشرت کو نہایت نقصان رساں خیال کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اولاد جیسی شدید ضرورت کے بغیر مباشرت کرنا ہی نہ چاہیے۔ انسان کو جتی ستی رہنا چاہیے، کیونکہ مباشرت سے زندگی گھٹ جاتی ہے۔ ایسی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کا رفع ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ کثرت مباشرت سے تپ دق وسل اور کھانسی جیسے خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ ضعف ہضم اور پیشاب کی کثرت اور دبلا پن خصوصاً عورتوں میں کثرت مباشرت سے پیدا ہوتے ہیں۔

تجربہ کار معالجین کا مشاہدہ ہے کہ کسی بھی مریض کو مباشرت کے قریب نہیں جانا چاہیے۔ اس سے نہ صرف مرض میں زیادتی ہو جاتی ہے بلکہ جسم بھی کمزور ہو جاتا ہے اور مرض خوفناک صورت اختیار کر لیتا ہے۔ خاص طور پر وہ مریض جو ضعف معدہ، ضعف قلب، ضعف دماغ، ضعف جگر، تپ دق وسل، ذیابیطس، ضعف بصر، مرگی جنون، جریان اور ضعف باہ جس میں ضعف انتشار کی شکایت ہو ان میں پہلے ہی حرارت غریزی کم ہو جاتی ہے اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

ان مریضوں کے علاوہ جو لوگ دماغی محنت کرتے ہیں ان کو بھی کثرت مباشرت سے دور رہنا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح دماغ اور اعصاب پر غیر معمولی اثر پڑتا ہے اور دماغی و اعصابی امراض خصوصاً جنون و دیوانگی اور پاگل پن پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو مباشرت سے دور رہنا چاہیے۔ اس سے بچے کے ساتھ عورت کو بھی بے حد نقصان پہنچتا ہے۔ دورانِ حمل میں خون کے دوران کی باقاعدگی خراب ہو جاتی ہے اور دودھ پلانے والی عورت کا دودھ خراب ہو جاتا ہے اور عورت کمزور اور بچہ مریض ہو جاتا ہے۔ بچے کو کم از کم دو سال تک دودھ پلانا ضروری ہے۔

علاج کثرت مباشرت

کثرت جماع سے کسی مریض کو روکنا اس قدر مشکل نہیں ہے لیکن اس کے بعد پیدا ہونے والے نتائج اس کثرت جماع کی عادت سے زیادہ نقصان رساں بن جاتے ہیں جس سے عوام کیا بہت سے اطباء بھی واقف نہیں ہوتے۔ ان کے خیال میں بدعادات کا صرف روک دینا ہی کافی ہوتا ہے اس سے مرض رفع ہو جاتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس طرح اکثر جسم کو نقصان پہنچتا ہے۔ بعض صورتوں میں شدید ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ عادت طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ عادت کو فوراً روکنے میں نہ صرف ذہنی طور پر بے چینی ہوتی ہے بلکہ جسمانی طور پر بھی بے قراری ہوتی ہے۔ کیونکہ دوران خون اور جسم کا رجحان جس خاص انداز پر چل رہا ہوتا ہے طبیعت اس کو چھوڑنا برداشت نہیں کر سکتی اور تکلیف محسوس کرتی ہے۔ جیسے کسی کا نشہ کرنے کی عادت میں مبتلا ہونا۔ اس لئے طبیعت بدلنے سے قبل عادت کو بدلنا ضروری ہے۔

مریض کی عادت بدلنے کے لئے اس کی روزانہ زندگی و ماحول اور غذا میں فوراً تبدیلی کر دینی چاہیے۔ روزانہ زندگی میں صبح جلد

بیدار ہونا چاہیے، تازہ پانی سے غسل کرنا چاہیے، اپنے عقیدے کے مطابق عبادت ضروری ہے، روزانہ ایک گھنٹہ سیر یا ورزش کرنی چاہیے۔ ماحول کی تبدیلی کے لئے بہتر ہے کہ وہ مقام چند یوم کے لئے چھوڑ دے۔ اگر مجبوری ہے تو کمرہ، مقام، چارپائی اور روزانہ بیٹھنے کی جگہ کو بدل لینا چاہیے۔ دوست بدل دے یا کچھ عرصہ کے لئے ان سے دور رہے۔ عشق ومحبت کے افسانے، رقص وسرور کی محفلیں اور مناظر تفریح گاہوں کو بالکل یا کم از کم کچھ عرصہ کے لئے چھوڑ دینا چاہیے۔ غذا کی تبدیلی کے لئے سادہ اور زود ہضم غذا کھانی چاہیے۔ یعنی مرغن غذائیں نہیں کھانا چاہئیں۔ مرغن اغذیہ سے مراد پراٹھا، حلوہ، پلاؤ، زردہ اور بھنا ہوا گوشت وکباب ہیں۔ البتہ دودھ اور مکھن روزانہ روٹی یا ڈبل روٹی سے کھا سکتے ہیں۔ بلکہ دودھ گھی صبح شام پی سکتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ جو اغذیہ گھی میں تلی یا پکائی جاتی ہیں وہ دیر سے ہضم ہوتی ہیں۔ غذا کے لئے دو یا تین چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ اوّل وقت مقررہ پر کھائی جائے، دوسرے شدید بھوک پر کھائیں۔ اگر وقت مقررہ پر بھوک کی کمی ہو تو وہ وقت چھوڑ دیا جائے اور دوسرے وقت یا تیسرے وقت کھا لیا جائے۔ یہ عادت مفید ہے۔ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اس کو فاقہ نہیں کہتے بلکہ غذا کی ضرورت نہیں ہے۔ فاقہ اس حالت کو کہتے ہیں کہ شدید بھوک لگی ہو اور غذا نہ کھائی جائے۔ یہ صحیح ہے کہ فاقہ میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ البتہ اگر مریض روزے رکھے تو اس کے لئے بہت مفید ہے۔

غذائی علاج

یہ حقیقت ذہن نشین کر لیں کہ زندگی وقوت اور صحت کا مرکز انسان کے اندر خون ہی ہے جو غذا سے پیدا ہوتا ہے، کیونکہ وہ جزو بدن ہوتی ہے۔ خون کبھی کسی دوا سے نہیں بنتا۔ کیونکہ وہ کبھی بھی نہ جزو بدن ہوتی ہے اور نہ خون بنتی ہے۔ البتہ اعضاء کے افعال کو تیز کر کے غذا کو ہضم کر کے خون بنانے میں ضرور مدد کرتی ہے۔ اس لئے قوت اور صحت کے قیام کے لئے غذا کو اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ بغیر غذا کے کوئی دوا کسی صورت میں بھی تقویت اور صحت کو قائم نہیں کر سکتی اور یہی راز صحت اور قوت ہے۔

جب یہ اصول تسلیم ہو گیا کہ مقوی بدن صرف وہی شے ہو سکتی ہے جو مولّد خون ہو اور ساتھ ہی یہ امر بھی تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جو شے جزو بدن نہیں وہ کبھی مقوی بدن بھی نہیں ہو سکتی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اصل تقویت غذا میں ہے تو پھر دواء کو کیوں تقویت کے لئے استعمال کرتے ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ ادویہ کے استعمال سے بدن میں طاقت، جسم میں سکت، طبیعت میں شگفتگی، دماغ میں قوت، دل میں ہمت اور جگر میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیوں فولاد کے کھانے سے چہرے پر رونق، خون میں سرخی اور بدن میں طاقت آ جاتی ہے۔ اور کچلہ اور اس کے مرکبات کھانے سے بھوک تیز ہو جاتی ہے۔ کھانا ہضم ہوتا ہے، جسم میں قوت کی شدت محسوس ہونے لگتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ جو اشیاء ہم کھاتے ہیں ان کی تین صورتیں ہیں: (۱) غذا (۲) دوا (۳) زہر۔ ان کے مرکبات سے بھی تین صورتیں بنتی ہیں: (۱) غذائے دوائی، جس میں غذا زیادہ اور دوا کم ہوتی ہے۔ (۲) دوائے غذائی، جس میں دواء زیادہ اور غذا کم ہوتی ہے۔ (۳) دوائے زہر، جس میں دواء کے ساتھ زہر کا اثر بھی ہوتا ہے۔

ہزاروں سالوں کے تجربات کے زیر اثر یہ حقیقت تسلیم ہو چکی ہے کہ غذائے مطلق جسم میں تحلیل ہو کر جزو بدن بن جاتی ہے۔ دوائے مطلق جسم میں تحلیل ہو کر جسم کو متاثر کر کے خارج ہو جاتی ہے اور زہر مطلق جسم میں داخل ہو کر اس کو فنا کر دیتا ہے یا اس میں فساد پیدا کر دیتا ہے۔ اس طرح جس کسی دوا میں جس قدر غذا کے اجزاء ہوتے ہیں وہ جزو بدن بن کر خون بن جاتے ہیں اور جس قدر اجزاء دواء کے ہوتے

ہیں وہ جسم کو متاثر کر کے جسم سے باہر خارج ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل موٹر کی طرح ہے جو پٹرول سے چلے گی تو جس قدر چاہے تیز کر لیں موٹر تیز ہوتی جائے گی۔ جو لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں وہ صرف ادویات یا زہروں کو استعمال کر کے قوت اور صحت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جب ناکام ہوتے ہیں تو ان ادویات کو غیر مفید اور ناکام خیال کر لیتے ہیں۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب میں سب سے بڑی غلطی تو یہ ہے کہ وہ علم العلاج اس کو کہتے ہیں کہ کسی علامت کو روک دیا جائے۔ مرض چاہے اپنی جگہ قائم رہے۔ جیسے درد سر میں اسپرین کا کھانا اور پیٹ درد میں مارفیا کا استعمال یا جراثیم کش دوا کا انجکشن دینا وغیرہ۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ ان کے علاج میں غذا کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، کیونکہ وہ صرف کسی علامت کو روکنا علاج سمجھتے ہیں۔ مرض کو دور کرنے کا ان کے ذہن میں تصور نہیں ہے اس لئے فرنگی طب نہ صرف ناکام ہے بلکہ مضر اور نقصان رساں ہے۔ کیونکہ وہ دوا سے زیادہ زہر استعمال کرتے ہیں۔

قوت کا راز

جسم انسان کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے خداوند کریم نے یہ سب ہمارے خون میں مکمل طور پر شامل کر دی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ جسم کو زندگی وصحت اور طاقت کے لئے جن اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے انہی کے مرکب سے خون کی یہ صورت پیدا ہوتی ہے۔ خون تمام بدن میں دورہ کرتا ہے اور جہاں جہاں سے گزرتا ہے وہاں پر اس حصہ عضو کو غذا مہیا کرتا چلا جاتا ہے۔ جب گوشت پر سے گزرتا ہے تو اس کی غذا پروٹین وغیرہ اس کو دیتا ہے اور جب ہڈی کی طرف جاتا ہے تو اس کو چونے کے اجزاء پرورش کے لئے دیتا ہے۔ اسی طرح جب دل ودماغ اور جگر کی طرف جاتا ہے تو ان کے اجزائے غذا یہ ان کی طرف چھوڑ دیتا ہے۔ یہی صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب یہ پستانوں اور خصیوں میں سے گزرتا ہے۔ وہاں پر دودھ اور منی کے اجزا بہم پہنچاتا ہے۔ بس اسی پر زندگی وقوت اور صحت قائم ہے۔

جب کسی حصہ جسم کو اس کی غذا حاصل نہیں ہوتی تو وہ حصہ یا عضو کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے یا جس حصہ جسم اور عضو میں خون کی زیادتی ہو جاتی ہے تو وہاں پر مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر جسم میں ضعف واقع ہوتا ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ جسم کے لئے اصل شئے خون ہی ہے اور اسی سے زندگی وصحت اور قوت پیدا کر سکتے ہیں۔ پھر دوا کی اہمیت کیا ہے؟

دواء اور زہر کی اہمیت

حقیقت یہ ہے کہ دواء خالص اور زہر بذاتِ خود کسی طرح بھی زندگی وصحت اور طاقت نہیں دے سکتے۔ مثلاً کچلہ یا جوہر کچلہ جو انتہائی خوفناک قسم کے زہر ہیں وہ کس طرح قوت حیات کو مدد اور اعمال زندگی کو تر وتازگی دے سکتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خداوند کریم نے جو حکیم مطلق اور قادر کلی ہے، ادویہ میں ایسے ایسے خواص رکھ دیئے ہیں جن سے اعضاء کو بڑی مدد ملتی ہے۔ جن کی مدد سے غذا بہت کھائی جاتی ہے اور زیادہ آسانی سے ہضم ہوتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اعضائے بدن بہت مستعدی اور آمادگی سے غذا کے اجزاء کو جذب کرتے ہیں اور اپنا جزو بنا لیتے ہیں۔

کچلہ کے عام اثرات

کچلہ ایک خوفناک زہر ہے۔ مگر جب اس کو دوائی کے طور پر استعمال کرایا جاتا ہے تو وہ بھوک کو تیز کرتا ہے۔ اعضائے ہضم کو تقویت دیتا ہے اور خون میں اجزائے پرورش بڑھاتا ہے۔ جسم میں حرارت کو بڑھاتا ہے۔ دل کے فعل میں تیزی جگر میں غذا کی زیادتی اور اعصاب و دماغ میں تقویت پیدا کرتا ہے جس کے ساتھ اعضائے تناسل میں تحریک و شہوت میں جوش اور قوت باہ کو زیادہ کرتا ہے۔

یادرکھیں کہ یہ اثرات و افعال غذا ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ کچلہ صرف ان خاص اعضائے جسم اور اجزائے خون میں تیزی پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے خاص قسم کے اثرات و افعال فوری طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر جسم میں یہ اثرات و افعال پہلے ہی سے موجود ہوں تو ایسی صورت میں کچلہ یا اس قبیل کی ادویہ ضرور نقصان کا باعث بنتی ہیں۔ بعض اوقات زہر کا اثر کر جاتی ہیں۔

روغن جگر ماہی کے عام اثرات

روغن جگر ماہی جس کو انگریزی میں کاڈلیورائل کہتے ہیں، چونا (کیلشیم) کا ایک روغنی مرکب ہے جیسے گھی گندھک (سلفر) کا ایک روغنی مرکب ہے۔ روغن ماہی کے استعمال سے بدن کا وزن زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جسم میں حرارت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے جس سے جسم فربہ اور بھرنا شروع ہو جاتا ہے۔ جسم میں طاقت و ہمت کا حاصل ہونا اور بدن میں رونق اور تروتازگی اور خون میں طاقت اور زیادتی پیدا ہونے لگتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر دل و دماغ اور جگر کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ یادرکھیں کہ روغن جگر ماہی غذائے دوائی ہے اور کمزوری کے لئے مفید شے ہے۔

فولاد کے عام اثرات

فولاد ظاہر میں دوا معلوم ہوتا ہے لیکن وہ بھی غذائے دوائی ہے۔ کیونکہ فولاد ہمارے خون اور جسم کا اہم ترین جزو ہے۔ بلکہ خون کے اندر جو سرخی ہوتی ہے وہ فولاد ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ غذا کی جو تعریف ہم نے بیان کی ہے اس سے وہ غذا معلوم ہوگا۔ کیونکہ وہ جسم کا ایک بڑا ضروری حصہ ہے اور خون کے اندر جو سرخ ذرے پائے جاتے ہیں جن کو حاملین آکسیجن (نسیم) کہتے ہیں ان کی ترکیب کا غالب حصہ فولاد ہے۔ خون کے اندر یہ سرخ ذرّے نہایت ضروری اجزاء ہیں۔ اگر ان کی مقدار طبعی کم ہو جائے یا ان ذرّوں میں فولاد کا حصہ گھٹ جائے تو چہرے کا رنگ زرد، جسم میں کمزوری اور ضعف غالب آ جاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے فولاد ہمارے جسم کے لئے غذا کا کام کرتا ہے۔ اسی لئے فولاد کو نہایت مقوی کہا جاتا ہے۔

یادرکھیں کہ جماداتی فولاد چونکہ جسم میں بہت ہی قلیل مقدار میں جذب ہوتا ہے اور اس کا اکثر حصہ جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو دوائے غذائی کہنا ہی بہتر ہے۔ البتہ نباتاتی فولاد جو اکثر پھلوں اور سبزیوں میں پایا جاتا ہے اور حیوانی فولاد جو اکثر گوشت اور جگر میں پایا جاتا ہے دونوں غذائے دوائی ہیں۔ باوجود یہ کہ فولاد ہمارے جسم وخون اور غذا کا ضروری جزو ہے۔ لیکن پھر بھی خالص غذا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر صورت میں فولاد کا اکثر حصہ خون سے خارج ہو جاتا ہے۔

غذا میں جس قسم کے اجزاء اور مادے ہوں گے خون میں وہی شے زیادہ بنے گی اور جسم پر بھی اس کا اثر زیادہ ہوگا۔ مثلاً گائے بھینس کو بنولے زیادہ کھلائے جائیں گے تو دودھ میں مکھن زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض غذائیں دودھ زیادہ پیدا کرتی ہیں۔ بالکل یہی صورت ہے کہ بعض اغذیہ خون زیادہ پیدا کرتی ہیں اور بعض اغذیہ منی زیادہ کرتی ہیں۔

ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے کثرت مباشرت کے مریض کی غذا کو دوا پر مقدم رکھیں۔ جب غذا سے صحت درست ہو جائے اور طبیعت ابھرنے لگے تو ضرورت کے مطابق ادویہ بھی استعمال کی جا سکتی ہیں۔ غذا کے طور پر ایسی اغذیہ دیں جن سے ایسا خون بنے جس میں رطوبت زیادہ اور خون کے دیگر اجزا کم ہوں، جیسے شوربے والا گوشت، مکھن، دودھ، اور دہی جن میں میٹھا زیادہ ڈالنا چاہیے۔ میووں میں بادام اور چہار مغز بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ سبزیوں میں ٹماٹر، ساگ کا شوربہ، کدو، ٹنڈا اور گاجر بہت مفید سبزیاں ہیں اور دالوں میں مونگ اور ماش کی دالیں بھی استعمال کرا سکتے ہیں۔ اناج کی صورت میں اگر بھوک زیادہ ہو تو دلیہ اور چاول استعمال کرایا جا سکتا ہے۔ پھلوں میں انار شیریں، آلو بخارہ زیادہ مفید ہے۔

یونانی اطباء کا خیال ہے کہ انتشار پیدا کرنے کے لئے ریح کا ہونا ضروری ہے اور اسی وجہ سے ان کی رائے میں جن غذاؤں میں نفاخی زیادہ ہوگی وہ مد انتشار اور مقوی باہ ہوتی ہیں۔ اس قسم کی غذاؤں میں باقلہ و لوبیہ اور چنے و بینگن وغیرہ شریک ہیں۔ ایسی اغذیہ سے کثرت مباشرت کے مریض کو پرہیز لازم ہے۔

کثرت مباشرت میں دوائی علاج

کثرت مباشرت ایک ایسا مرض ہے کہ اس کے علاج میں خصوصاً ادویہ کے استعمال پر اس وقت تک کوئی مریض راضی نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے جسم میں انتہائی کمزوری محسوس نہ کرے یا اس میں کسی خوفناک مرض کی علامات پیدا نہ ہو جائیں۔ مثلاً انتہائی خون کی کمی، جسم میں گوشت و چربی ختم ہو جائیں، اعصاب کا سن ہو جانا، جسم میں رعشہ ابتدا، آنکھوں کا کمزور ہو جانا، بھوک کا بالکل ختم ہو جانا اور مباشرت میں منی کے ساتھ خون کا اخراج پانا۔ کیونکہ مریض کو مباشرت سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ اس کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ خصوصاً وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتا ہے کہ کثرت مباشرت کو اگر علاج سے روکا گیا تو وہ نامرد ہو جائے گا۔ لیکن حقیقت بالکل اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ کثرت مباشرت کو روکنے سے جہاں اس کی صحت درست ہو جائے گی وہاں پر اس کی قوت باہ پہلے سے بھی بہتر ہو جائے گی۔ اس میں اس کے لئے زندگی و صحت اور قوت و مسرت کا راز۔ جب کسی کثرت مباشرت کے مریض کو اچھے طریق پر علاج کی حقیقت ذہن نشین کرائی جائے تو وہ اپنے علاج پر راضی ہو جاتا ہے۔ ذہن نشین کرانے کی بات یہ ہے کہ اس علاج میں قوت باہ قائم رہے گی بلکہ پہلے سے زیادہ لذت اور لطف آئے گا۔ مگر کثرت کی عادت ختم ہو جائے گی اور بڑھتے ہوئے امراض دور ہو جائیں گے۔ یہی مریض کے لئے مفید ہے۔

غلط ادویہ کا استعمال

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ برودات و مسکنات اور مخدرات کے استعمال سے شہوت کو کم کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کشنیز و کاسنی، کافور و لفاح اور افیون و بھنگ وغیرہ کو استعمال کیا جاتا ہے اور اس طرح جسم میں تبرید و تسکین اور تخدیر پیدا کر کے بدن کو سست اور سن کر دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اوّل یہ صورتیں غلط اور عطائیانہ ہیں، دوسرے یہ قانون علاج کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان سے نہ صرف صحت خراب ہو جاتی ہے بلکہ اکثر منشیات کی عادت پڑ جاتی ہے جو زندگی بھر باقی رہتی ہے۔

صحیح طریق علاج

کثرت مباشرت کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں:

(۱) معدہ میں سوزش سے عضلات میں انقباض اور تشنجی حالت کا ہونا۔

(۲) جگر و گردوں میں سوزش سے خصیوں میں انقباض اور تشنجی حالت کا قائم ہو جانا۔ گاہے بگاہے پیشاب کی نالی میں سوزش پیدا ہو کر جلن شروع ہو جاتی ہے جیسے سوزاک میں ہوتی ہے۔

(۳) لذت ولطف اور ذوق کی کثرت سے اعصاب و دماغ میں تیزی کا پیدا ہو جانا۔ یہ صورتیں اکثر عشق ومحبت کے شوق یا ایسی صحبتوں میں رہنے یا اس قسم کے قصے اور افسانے پڑھنا یا بے کار سیر وتفریح میں وقت خرچ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں کثرت مباشرت کی عادت پڑ جاتی ہے۔

علاج کی صورتیں بھی انہی صورتوں اور قوانین کے تحت ہونی چاہئیں۔

○ اوّل صورت میں معدہ کی اصلاح کریں۔ جسم میں حرارت کو پیدا کریں تا کہ سوزش معدہ کے ساتھ عضلات خصوصاً جنسی عضلات کا انقباض اور تشنجی حالت رفع ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے مقوی جگر ادویہ استعمال کرائیں۔ ان میں غدی عضلاتی یا غدی اعصابی ادویہ کا استعمال کرائیں۔ ذیل کا نسخہ بھی تریاق کا کام دے گا۔

نسخہ: گندھک چار حصے، نوشادر ایک حصہ اور پودینہ تین حصے۔ سب کو باریک کر کے سفوف بنالیں۔ ایک ماشہ سے دو ماشہ تک دن میں چار بار دیں۔ اگر قبض ہو تو غدی اور اعصابی یا غدی عضلاتی ملینات استعمال کریں۔

○ دوسری صورت میں سوزش جگر و گردوں کو دور کرنے کی کوشش کریں جس سے خصیوں کا انقباض اور ان کی تشنجی حالت ختم ہو جائے گی۔ اس مقصد کے لئے اعصابی غدی یا اعصابی عضلاتی ادویات کا استعمال کرائیں۔ ذیل کا نسخہ اکسیر ہے۔

نسخہ: کشتہ نقرہ ایک حصہ، مربہ گاجر چار حصے، مغز بادام تین حصے، شہد آٹھ حصے۔

ترکیب: بادام رات کو بھگو دیں۔ صبح ان کو پیس لیں۔ مربہ گاجر بھی پیس لیں۔ پہلے شہد میں پسے ہوئے بادام ملا لیں پھر مربہ گاجر پسا ہوا ملا لیں۔ آخر میں کشتہ چاندی شامل کر لیں اور چار ماشہ سے ایک تولہ تک صبح وشام ہمراہ دودھ استعمال کرائیں۔ یقینی فائدہ ہوگا۔

○ تیسری صورت دماغی اور اعصابی بے چینی اور لذت کو دور کریں تا کہ ذکاوت حس دور ہو جائے اور رفتہ رفتہ لطف وشوق کی کیفیت ختم ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے عضلاتی اعصابی یا عضلاتی غدی ادویہ استعمال کریں۔ ذیل کا نسخہ مقوی اور بے خطا ہے۔

نسخہ: کشتہ فولاد ایک حصہ، ہلیلہ سیاہ سوختہ سات حصے۔ باریک پیس کر ملا لیں۔ پھر بقدر نخود گولیاں تیار کر لیں اور ایک تا تین گولیاں روزانہ تین بار دیں۔ اگر قبض ہو تو عضلاتی اعصابی یا عضلاتی غدی ملین استعمال کریں۔ انشاء اللہ مریض کو تسلی بخش فائدہ ہوگا۔ ان ادویات سے کثرت مباشرت ختم ہو جائے گی اور صحت وقوت اور مسرت قائم رہے گی۔

جلق

جلق کسے کہتے ہیں؟

ہاتھ کی حرکت سے منی کا خارج کرنا۔ جسے عربی میں ''استمنا بالید'' کہتے ہیں۔ فارسی میں ''مشت زنی''۔ یہی نام عرف عام میں بھی بولا جاتا ہے۔ ہندی میں ''ہتھ رسی'' اور انگریزی میں ''ماسٹربیشن'' کہتے ہیں۔ یہ فعل عام طور پر ہاتھ کی مٹھی سے کیا جاتا ہے۔ مگر بعض دفعہ چمڑے کی تھیلی یا تکیوں کی مدد سے بھی کیا جاتا ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ فرنگی عیاش ایک قسم کی ربڑ کی لعبت (گڑیا) سے یہ فعل انجام دیتے ہیں۔ جو

اس مقصد کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی بعض حرکات عورت کی طرح ہوتی ہیں۔

اس بدعادت کی ابتدا کب ہوئی، یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ قدیم زمانے سے اس کا وجود چلا آتا ہے۔ کیونکہ قدیم تصنیفات میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بچپن میں کم وبیش ہر بچہ اپنی بے سمجھی سے اس لذت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ بعض حکماء اور فلاسفر جن کو شادی کے مواقع نصیب نہیں ہوتے۔ ان پر بھی اس بدعادت کا الزام ہے۔ یہی الزام سقراط پر ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ گناہ سے بچنے کے لئے وہ اس کو احسن خیال کرتے تھے۔ اس الزام کی صداقت کے ظاہرہً کوئی ثبوت نہیں ہیں۔ یہ بالکل ایسی بات ہے جیسے بعض شعراء اور علماء پر شراب خوری کا الزام لگاتے ہیں۔ اس پراپیگنڈہ کا مقصد شاید یہ ہے کہ ان بدعادات کا جواز تلاش کیا جائے یا ان کو بدعادات نہ کہا جائے۔ بہرحال یہ عادات یقیناً بد ہیں اور ہر صورت میں گناہ کی حدود میں داخل ہیں۔ جس فعل سے انسان کو فطری طور پر نقصان پہنچے وہ یقیناً گناہ ہے۔ اس بدعادت سے اس قدر نقصان ہوتا ہے کہ اس سے ایک شخص کی انسانیت اور آدمیت دونوں برباد ہو جاتی ہیں۔

جلق کے نقصانات

جلق کا ظاہرہ نقصان تو قوت باہ خصوصاً اعضائے تناسل اور پیدائش منی پر معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باطن میں اس کا اثر تمام جسم انسان خصوصاً اعضائے رئیسہ اور روحانی قدروں خصوصاً اخلاق وکردار پر پڑتا ہے۔ اس عادت سے انسان رفتہ رفتہ اپنی صحت کے ساتھ ساتھ احساس شرف وفضیلت اور عزت برباد کر لیتا ہے۔ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ قضیب کی بناوٹ میں (۱) اعصاب (۲) غدد غشائے مخاطی اور (۳) عضلات شریک ہیں۔ ان میں اعصاب باہر کی طرف، اس کے نیچے غدد (غشائے مخاطی) اور سب سے نیچے عضلات جو اسفنجی اجسام ہیں۔ تمام جسم قضیب اسی طرح بنا ہوا ہے۔ البتہ احلیل (پیشاب کی نالی) کے اندر بھی غشائے مخاطی کا استر ہے جو اندرونی جلد کا کام کرتا ہے۔

جب کوئی شخص جلق شروع کرتا ہے تو پہلے اعصاب جو باہر کی طرف ہیں، متاثر ہوتے ہیں۔ اوّل اوّل ان میں لذت ولطف بڑھتا ہے۔ اس صورت میں دورانِ خون کی تیزی اعضائے تناسل خصوصاً قضیب کی طرف زیادہ ہو جاتی ہے۔ وہ شخص لذت کے تحت بار بار جلق کی خواہش کرتا ہے اور اس طرح اپنے مادہ منویہ کو برباد اور اس کی آئندہ پیدائش کو خراب کر لیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جسم میں جوش خون، دِل میں تیزی، پیٹ میں ریاح، احتلام کی کثرت اور دماغ واعصاب میں کمزوری شروع ہو جاتی ہے۔ جسم میں رطوبات بڑھ جاتی ہیں اور ہاضمہ خراب اور نزلہ زکام شروع ہو جاتا ہے۔

جب اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں تو پھر مرض کا اثر غدد غشائے مخاطی تک پہنچ جاتا ہے۔ پیشاب میں جلن، قطرہ قطرہ آنا، کبھی سوزاک کا ہو جانا، سرعت انزال کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی ذرا ذرا سی تحریک پر یونہی بیٹھے بیٹھے اور چلتے چلتے انزال ہو جاتا ہے۔ دِل کمزور، ہاضمہ کی خرابی اور پٹھے (اعصاب) سن ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں سے قضیب میں استرخاء (فالج) کی ابتداء شروع ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کا اثر بعض اوقات تمام جسم پر بھی پڑ جاتا ہے۔

جب غدد یا غشائے مخاطی میں سوزش کی انتہا ہو جاتی ہے تو عضلات جو اسفنجی اجسام میں شدید رگڑ سے برباد ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور وہاں پر ایک خفیف سے ورم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہاں کپڑا چھو جائے تو درد ہونے لگتا ہے۔ ساتھ ہی دیگر اعضائے تناسل بھی شدید متاثر ہو جاتے ہیں۔ کم وبیش رطوبت کا اخراج رہتا ہے جو سوزش کی شدت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس میں حس کے بڑھ جانے سے اس کی وہ رطوبت جو احلیل کو تر رکھتی ہے اور ضرورت کے وقت احلیل کو نرم رکھتی ہے۔ وہ رطوبت بہت زیادہ بہنے لگتی ہے۔ اس رطوبت کا

کثرت سے نکلنا وہی اثر پیدا کرتا ہے جو منی کے نکلنے سے ہوتا ہے اور ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ ذرا سی بھی تحریک ہوئی رطوبت بہنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ رطوبت سوتے وقت زیادہ بہتی ہے اور احلیل کے بیرونی سوراخ پر آ کر جمع ہوتی رہتی ہے۔ ایسے لوگ جب صبح اُٹھ کر پیشاب کرتے ہیں تو حشفہ کے لب باہم جڑے ہوتے ہیں۔ اکثر پیشاب کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ اس طرح کثرت رگڑ سے عضلات (اسفنجی اجسام) میں شدید خرابی سے کجی (ٹیڑھا پن) پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کا علاج ناممن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بعض نادان لوگ جو علم وفن سے واقف نہیں ہیں یہ خیال کرتے ہیں خاص قسم کے طلاجات لگا دینے سے کجی (ٹیڑھا پن اور قضیب کا دبلا پن) دور ہو سکتی ہے۔ ایسلا خیال کرنا غلط ہے۔ جب اعصاب وغدد اور عضلات میں پھر سے زندگی پیدا نہ ہو مرض کجی رفع نہیں ہو سکتا۔ قضیب کی کجی کا علاج صرف ماہر معالج ہی کر سکتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جلق سے جب اعصاب کو نقصان پہنچتا ہے تو ان کا وہ احساس ختم ہو جاتا ہے جس سے دورانِ خون وہاں آ کر غذا اور قوت پیدا کرتا ہے۔

یاد رکھیں کہ جس مقام پر اعصاب کے نظام میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ وہاں پر دورانِ خون نہیں پہنچتا۔ اس طرح وہ مقام کمزور ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جب غدی اور غشائے مخاطی کا نظام خراب ہو جاتا ہے، وہاں پر اعضا خون سے غذا جذب نہیں کر سکتے۔

جاننا چاہئے کہ ہر شریان کے اختتام پر غدد ہوتے ہیں۔ جو یہ کام کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جب عضلات میں رگڑ سے خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا اسفنجی جسم برباد ہو جاتا ہے۔ جس سے اس میں رطوبت اور ریاح کی مناسب غذا نہیں رہ سکتی۔ جس سے ایک طرف اس کا جسم ختم ہو جاتا ہے، وہ لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف اس میں پھیلنے اور سکڑنے کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ قضیب کی حالت اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ اس میں انتشار اور خیزش کی صورت تقریباً ختم ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انتہائی جلق سے ایک طرف کجی پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری طرف مرد نامرد ہو جاتا ہے۔

جلق کے نقصانات

جلق انتہائی بدعادت ہے۔ اس سے اس قدر شدید نقصان ہوتا ہے کہ شاید ہی کسی بدعادت سے اس قدر شدید نقصان ہوتا ہو۔ یہ نقصان صرف عضوی اور جسمانی ہی نہیں ہوتا بلکہ نفسیاتی اور روحانی بھی ہوتا ہے۔ نفسیاتی طور پر انسانی جذبات میں بے اعتدالی اور کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔ روحانی طور پر اخلاقی گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ قوت ارادی کمزور اور خودداری ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ زیادہ تر تنہائی پسند ہو جاتے ہیں اور دیگر لوگوں سے آنکھیں ملا کر بات نہیں کر سکتے۔ عام طور پر سست وکاہل ہو جاتے ہیں اور کوئی کام کرنے کو ان کا دل نہیں چاہتا۔ چہرے کا رنگ عام طور پر زردسیاہی مائل ہو جاتا ہے اور مزاج چڑ چڑا ہو جاتا ہے۔ کسی بات کی برداشت مشکل ہو جاتی ہے۔

(۱) جسمانی طور پر کمزوری، خون کی کمی، ہضم کی خرابی، پیشاب میں نقص، مثانہ میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ منی جیسی قیمتی شے یونہی ضائع ہوتی رہتی ہے۔ ہم اپنی قیمتی اشیاء حفاظت سے رکھتے ہیں مگر منی کو، جو زندگی کا جوہر ہے، بے وجہ یا ذرا سی لذت کے لئے ضائع کرتے رہتے ہیں۔ جس سے خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۲) یہ صحیح ہے کہ جلق اور جماع دونوں میں اخراج منی ہوتا ہے لیکن جلق کی صورت میں جو اخراج ہوتا ہے وہ زیادہ مضر اور نقصان رساں ہوتا ہے۔ کیونکہ جماع ایک طبعی امر ہے اور طبیعت کو اس کی طرف فطری میلان ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی محبوب کی موجودگی اور اس کے حسن

و جمال کو دیکھ کر طبیعت کو تازگی و لطف اور فرحت و انبساط ہوتا ہے جس سے اکثر قوت باہ میں زیادتی ہوتی ہے اور چونکہ مرد اور عورت کے آلاتِ تناسل کے باہم ملنے سے قدرت کی ایک مرضی پوری ہوتی ہے، اس لئے جماع کے بعد قلب کو تقویت، نفس کو لذت اور اعضائے تناسل کو قدرتی طور پر غذائیت حاصل ہوتی ہے اور ان فوائد کے مقابلے میں جلق کی صورت میں خجالت، پشیمانی اور پریشانی حاصل ہوتی ہے۔

(۳) جماع کا صحیح تصور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب منی میں پختگی پیدا ہو کر اس کا دباؤ بڑھتا ہے۔ اس وقت اس کا اخراج اکثر باعث تقویت ہوتا ہے۔ لیکن جن کو جلق کی بدعادت ہوتی ہے وہ وقت بے وقت اپنی لذت و عادت اور بے چینی کے مطابق پے در پے جلدی جلدی جلق کے ذریعے منی کا اخراج کرتے رہتے ہیں۔ جس سے جسم کمزور اور خون خراب ہو جاتا ہے۔ گویا اس قدر خون پیدا نہیں ہوتا جس قدر ضائع ہوتا ہے۔

(۴) جلق کی کثرت سے جگر و غدد اور گردوں میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے پیشاب بار بار آنا شروع ہو جاتا ہے۔

(۵) کثرت جلق سے اعصاب قضیب کی جلد سوزش ناک ہو جاتی ہے۔ اس سبب سے غشائے مخاطی میں ہر وقت خون کی کثرت رہتی ہے لہٰذا وہ ذکی الحس ہو جاتی ہے، جس سے منی اور دیگر رطوبات اکثر بہتی رہتی ہیں۔ جس کا نتیجہ انتہائی ضعف ہے۔

(۶) اوعیہ منی اور خصیتین میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے جس سے سرعت انزال کا مرض ہو جاتا ہے۔

(۷) عضو تناسل میں دورانِ خون کی آمد و رفت بگڑ جاتی ہے جس کا اثر دیگر اعضائے جسم پر بھی پڑتا ہے۔

(۸) قضیب کے اعصاب میں خرابی کے باعث دماغ و نخاع اور نظامِ عصبی بگڑنا شروع ہو جاتا ہے۔

(۹) جلق سے قضیب خمیدہ اور باریک ہو جاتا ہے۔ اس کو کجی کہتے ہیں۔

(۱۰) جلق کی بدعادت سے قضیب کی جڑ باریک ہو جاتی ہے جس سے اس کے انتشار میں فرق آ جاتا ہے۔

(۱۱) انتشار کی کمی اور انزال میں سرعت کے باعث لذت ختم ہو جاتی ہے۔

(۱۲) جلق کے مریض کی قوت باہ اوّل تو ختم ہو جاتی ہے اور اگر کچھ باقی ہوتی بھی ہے تو بھی مریض شادی کے قابل نہیں رہتا۔

جلق زیادہ مضر ہے یا کثرت جماع

جلق اور کثرت جماع دونوں ہی انتہائی مضر ہیں۔ لیکن بعض حکماء و اطباء اور علماء میں اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ جلق کثرت جماع سے زیادہ مضر ہے یا کہ کثرت جماع جلق سے زیادہ نقصان رساں ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف آراء ہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ جلق کثرت جماع سے زیادہ مضر ہے۔ ان کی آراء درج ذیل ہیں.

(۱) جلق کرنے میں بہت سہولت ہوتی ہے اور اسی لئے آدمی اس کو جماع کی نسبت زیادہ بار کرتا ہے۔ وہ اس مقصد کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اس کو اتنی ضرورت ہے کہ چند منٹ کے لئے خلوت کی جگہ مل جائے۔ بس وہ اپنا کام تمام کر لے گا۔ اور اگر چاہے تو دن میں کئی بار یہ فعل بد انجام دے سکتا ہے جو جماع کی حیثیت سے نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن بھی ہے۔

اس کے برعکس دوسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ جلق اور جماع دونوں صورتوں میں منی کا اخراج ہوتا ہے بلکہ جماع سے منی کا اخراج زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کثرت جماع جلق سے زیادہ مضر اور نقصان دہ ہے۔

(۲) جلق سے اعصاب میں سوزش اور ذکاوت حس میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور ہر گھڑی جلق کے لئے طبیعت تیار رہتی ہے یا کر لی جاتی ہے۔ اس کے برعکس کثرت جماع میں ذکاوت حس کم ہوتی جاتی ہے اور اس کے لئے خود تیار ہونے کے ساتھ ساتھ مفعول کی بھی تسلی

کرنی پڑتی ہے۔

اس کے برعکس دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ جلق میں منی کا اخراج کم ہوتا ہے اور کسی شرمندی کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔

(۳) جلق غیر فطری صورت ہے۔ اس کے عادی کی نہ صرف صحت اور اخلاق خراب ہو جاتے ہیں بلکہ وہ شادی کے قابل بھی نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عادت سے ذہن اس قدر خراب ہو جاتا ہے کہ وہ سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ اس کے دِل میں کسی کی محبت اور عزت نہیں پائی جاتی اور وہ رشتہ داروں اور عوام سے عموماً دور رہتا ہے۔

دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ پیٹ کی بھوک کی طرح جنسی بھوک بھی اپنے اندر بہت شدت رکھتی ہے۔ جماع ہر جگہ میسر نہیں ہوتا لیکن جنسی بھوک کا جذبہ سکون نہیں لینے دیتا۔ اس لئے بھی جلق مفید ہے اور اس میں نقصان کم ہے۔ خاص طور پر جب ایک انسان تنہائی کے وقت اعتدال کے ساتھ انجام دے۔

اس سلسلے میں دلائل خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جلق انتہائی بد عادت ہے اور اس سے بے شمار نقصانات ہوتے ہیں اور خاص طور پر بچوں پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اور ان میں یہ بدعادت ایک دوسرے کو دیکھ کر پڑ جاتی ہے۔ اس لئے والدین پر یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ نوخیز بچوں پر نگاہ رکھیں۔ خاص طور پر جب وہ چھپ کر کھیلیں تو ان کو گاہے گاہے خاموشی سے دیکھ لیا کریں۔ اس طرح وہ اس بدعادت سے محفوظ رہتے ہیں۔

جلق اور فطری مردانگی

شخصی فطرت میں تین اہم اوصاف پائے جاتے ہیں: (۱) انسانیت (۲) آدمیت (۳) بشریت۔ جس شخص میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں اس کی شخصیت مکمل نہیں ہوتی اور نہ ہی اس میں نشوو ارتقا اور نفسیاتی کمال کی صورتیں قائم رہتی ہیں۔ انسانیت سے دوسروں کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے۔ آدمیت سے تہذیب وتمدن اور ثقافت وکردار کے جذبات کو جلا ہوتی ہے۔ بشریت سے عقل وشجاعت کے قویٰ بلند ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دوسروں کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو جلق کی عادت ہوتی ہے، ان کی شخصی فطرت بالکل برباد ہو جاتی ہے اور یہ اوصاف ختم ہو جاتے ہیں۔

مجھے اچھے پڑھے لکھے بلکہ فاضل لوگوں کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، ان میں جلق کی بدعادت سے یہ اوصاف ختم ہو گئے تھے۔ بلکہ ان میں ان اوصاف کا احساس تک باقی نہ رہا تھا۔ اس کی وجہ فطرت مردانہ کی تباہی ہے۔ یہ فطری اثرات ہیں جن کو فطرت مردانہ کے حامل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ جیسے ایک عقل مند کم عقل انسان کو سمجھ سکتا ہے۔

جب جلق کے بداثرات شروع ہوتے ہیں تو ظاہری طور پر جنسی خرابیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یعنی خواہش جماع اور قوت جماع ختم ہو جاتی ہے۔ اوّل خواہش جماع ختم ہوتی ہے اور بعد میں قوت جماع بگڑ جاتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر ذہنی اور عقلی قویٰ میں بھی ضعف پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے تمام جسمانی قوتیں کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جلق کرنے والے کے جسمانی قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں تو اس کو جلق کی تحریک کس طرح پیدا ہوتی ہے۔

جلق کے لئے تین محرک ہوتے ہیں۔ اوّل بدلوگوں کی صحبت میں رہنے سے جنسی جذبات بھڑکتے ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی جلق شروع کر دیتے ہیں۔ دوسرے گردوں میں سوزش ہو جانے کی وجہ سے جنسی قوت پر دباؤ بڑھ جاتا ہے، جس کی فوری تسکین بغیر

جلق کے ممکن نہیں ہے۔ تیسرے تصور محبوب اور حسین صورت بھی جلق کی محرک بن جاتی ہیں۔ وہ تصور میں ان سے لطف اندوز ہوتا ہے اور ان خیالی صورتوں کو پیش نظر رکھتا ہے جو اس کی خوشی یا خواہش کا باعث ہوسکتی ہیں۔ لیکن جب یہ خیالی صورتیں ان میں تحریک پیدا نہیں کرسکتیں تو اس تحریک اور لذت کے لئے فحش کتب پڑھتا ہے یا گندی تصویریں دیکھتا ہے۔ لیکن جب رفتہ رفتہ یہ صورتیں بھی تحریک اور لذت پیدا نہیں کر سکتیں تو اس کے ساتھ ہی قوت جماع بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح خواہش جماع اور قوت جماع دونوں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ شخص اپنی صحت تباہ کر کے اپنی مردانگی برباد کر لیتا ہے اور حقیقی طور پر نامرد ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ عورتوں سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے اور ہمیشہ بچ کر گزرتا ہے۔ یہاں تک کہ ماں اور بہن کی محبت سے بھی دور بھاگتا ہے بلکہ گھر بھر سے دور رہتا ہے۔ اکثر اپنا وقت تنہائی میں گزارتا ہے اور تنہائی اس کو تسکین دیتی ہے۔ ایک واقعہ سنئے:

ایک نوجوان آدمی کا باپ اس کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ کسی نہ کسی بہانہ سے ٹال دیتا اور آئندہ وقت پر ملتوی کر دیتا۔ آخرکار اس نے اپنے باپ سے صاف کہہ دیا کہ مجھے جماع کی خواہش بالکل نہیں ہے اور التجا کی کہ آئندہ اسے اس بارے میں کچھ نہ کہا جائے۔ باپ بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر نہایت پریشان ہوا اور بڑی مشکل سے اس کو اس امر پر مجبور کیا کہ وہ اپنا علاج کرائے۔ وہ معالج کے پاس بغرض علاج گیا۔ پہلے لڑکے نے درخواست کی کہ باپ دوسرے کمرے میں چلا جائے اور بعد میں صاف اقرار کر لیا کہ وہ کئی سالوں سے جلق کار رہا ہے۔ البتہ کئی دفعہ اس نے نہایت عمدگی سے جماع بھی کیا ہے۔ لیکن جب میں نے اس سارے معاملے پر کامل غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جلق میں لطف زیادہ اور تکلیف بہت کم ہے۔ اس کو جماع کی کوئی خواہش نہیں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسی طریق پر کاربند رہے جس کو اس نے اختیار کر لیا ہے۔ وہ ایسا سادا آدمی تھا کہ اس نے صاف کہہ دیا کہ یہی عمل درآمد اس کے لئے کافی ہے۔

معالج نے بڑی کوشش کی کہ اس کے ذہن میں ان تمام نتائج بد کا اثر بٹھا دے جو اس کی قوت رجولیت اور ذہنی خرابی کا باعث ہو گئے ہیں۔ مگر وہ ایسی بے پروائی سے اس مضمون پر گفتگو کرتا تھا اور اس طرح اس کی تائید کرتا تھا کہ معالج کو خیال پیدا ہوا کہ اس کے دماغ میں جنون کا بھی دخل ہے اور غالباً ایک زمانہ آئے گا کہ یہ جنون اس کو بالکل مغلوب کر لے گا۔ وہ چلا گیا۔ اس کے بعد اس کا ذکر نہیں سنا گیا۔

ایک سال کے بعد معالج کیا دیکھتا ہے کہ ایک بار وہ پھر اس کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ ایک نہایت خوبصورت نوجوان لڑکی تھی جس کو اس نے اپنی بیوی بتایا۔ معالج نے اس کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو ساتھ کے کمرے میں بٹھایا اور پھر معالج کے پاس تسلی سے بیٹھ کر یوں کہنا شروع کیا کہ جب وہ ان سے رخصت ہوا تو گھر جا کر معاملہ ازدواج پر اس نے بہت غور کیا اور آخرکار اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ کی رائے درست تھی۔ یہاں تک کہ چند مرتبہ اس نوجوان لیڈی کے پاس گیا جس سے اس کا باپ اس کو بیاہنا چاہتا تھا، لیکن وہ اپنی طبیعت کو ہرگز مائل نہ کر سکا۔ اس کے بعد وہ کئی بار رنڈیوں کے مکان پر گیا لیکن اسے جماع کرنے کی کوشش میں کبھی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے دِل میں جماع کی طرف سے سخت نفرت بیٹھ چکی تھی۔ بالخصوص ایسی عورتوں سے جنہوں نے جماع کو ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے۔

پھر اس کو خیال آیا کہ کسی ایک عورت کے ساتھ تعلق پیدا کر لینا چاہئے تاکہ اس بات کا امتحان ہو جائے کہ عورت پر قادر بھی ہوسکتا ہے یا بالکل بے کار ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک عورت کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر لیا۔ مگر چونکہ اس کے دِل میں جماع کی خواہش پیدا نہ ہوئی۔ اس نے ایک ہفتہ بعد اس سے تعلق توڑ لیا۔

تھوڑا عرصہ ہوا کہ اس کو سرکس کا تماشا دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جہاں پر وہ ایک نوجوان عورت پر دفعتہً عاشق ہو گیا جو اس سرکس میں کام کرنے والوں میں شریک تھی۔ وہ گھوڑے کی پشت پر بڑی پھرتی اور دلیری سے سوار ہوتی تھی۔ اس نے اس عورت سے ناجائز تعلق پیدا کرنے

کی خواہش ظاہر کی جس کو اس نے سخت ناراضگی کے ساتھ نامنظور کیا۔ آخر شادی پر رضا مند ہو گئی۔ چنانچہ شادی کے دِن سے اس دِن تک نہایت خوش اور مسرور تھا اور اپنی حالت پر خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا تھا۔

جلق کے خوفناک نتائج

ایک معالج نے ایک مریض کا حال بیان کیا ہے جو تمام عملی طب میں اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ اس سبب سے ہم اس کو یہاں درج کرتے ہیں۔

موضع لانجی ڈاک کا رہنے والا ایک گذریا تھا جس کا نام گیریل گیلن تھا۔ اس شخص نے پندرہ سال کی عمر میں جلق شروع کیا۔ دِن میں پندرہ پندرہ مرتبہ یہ عمل کرتا رہتا۔ یہاں تک نوبت اس کی آن پہنچی کہ بعض اوقات وہ گھنٹہ گھنٹہ جلق کرتا رہتا جب جا کر کہیں انزال ہوتا۔ کبھی کبھی یہ حالت ہوتی کہ بیچارے کو جلق کرتے کرتے تشنج ہو جاتا۔ تب کہیں جا کر دو چار قطرے منی کے یا خون کے نکلتے۔ گیارہ سال تک تو وہ ہاتھ سے کام لیتا رہا۔ لیکن ۲۶ سال کی عمر میں ہاتھ کو کافی نہ سمجھ کر اس نے کارروائی کی ایک اور ترکیب نکالی اور لکڑی کا ایک چھ انچ لمبا ٹکڑا نائزہ کے اندر داخل کرتا۔ دن میں کئی مرتبہ یہ کام اس کو کرنا پڑتا۔ چودہ سال تک وہ اس ترکیب سے کام لیتا رہا مگر بعد میں نائزہ کا میوکس ممبرین (غشائے مخاطی) ایسا سخت موٹا اور بے حس ہو گیا کہ لکڑی کا ٹکڑا بھی کافی نہ رہا۔

اس تمام عرصہ میں اس کو عورتوں سے سخت نفرت رہی جو ایک عام صفت جلق کرنے والوں میں پائی جاتی ہے۔ آخر اس کی حالت مالیخولیا کی سی ہو گئی۔ وہ اپنے کام کی طرف سے سخت بے پروا ہو گیا اور ہر وقت اسی خیال میں مصروف رہتا کہ شہوت بجھانے کی کوئی نئی ترکیب سوچ کر نکالی جائے۔ جب کئی تجربے کرنے پر اسے کامیابی نہ ہوئی تو وہ تنگ آمد بجنگ آمد پر راضی ہو گیا۔ اور چاقو ہاتھ میں لے کر حشفہ کو نائزہ (نالی) کے سمت میں چیرنا شروع کیا۔ اس خونخوار دست کاری سے درد تو رہا ایک طرف اس کو ایک خوش آئند لذت محسوس ہوئی۔ اس سے اس کو بڑی خوشی ہوئی۔ کیونکہ اس کو اپنی شہوت رانی کا ایک نیا طریقہ دریافت ہو گیا اور اسی تجربہ پر عمل کرتا چلا گیا اور ہمیشہ اس کو وہی لذت حاصل ہوئی۔

جب وہ یہ عمل کوئی ہزار بار کر چکا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس نے اپنے قضیب کے مقام اتصال و محل قیام تک تقسیم کر دیا ہے۔ احلیل کے سوراخ سے لے کر قضیب کی آخری جڑ تک اس کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اثنائے عمل میں جب کبھی سیلان الدم کی کثرت ہوتی تو ایک پٹی باندھ کر اس کو بند کر دیتا۔ قضیب کے اگرچہ دو ٹکڑے ہو گئے تھے مگر ان میں قوت تحریک الگ الگ موجود تھی۔ مگر ایک ان میں سے دائیں کو جھک جاتا اور دوسرا بائیں کو۔

جب قضیب کٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تو پھر وہ قدیم طریقہ لذت یابی بند ہو گیا۔ اب وہ کسی اور ترکیب کے معلوم کرنے کی فکر میں ہوا۔ نئے تجربات کئے۔ آخر کار اس نے یہ ترکیب اختیار کی کہ اس نے ایک چھوٹی سی لکڑی بنا کر نائزہ (نالی) کے اس حصہ میں جو بھی اس کے قابو میں آتی تھی داخل کر کے اس کو گھمانا شروع کیا۔ اس طرح اس نے خود ان سوراخوں پر عمل تحریک کرنا شروع کیا جو نالی کے سوراخ ہیں۔ چنانچہ اس ترکیب سے اس کو باآسانی تمام انزال ہو جاتا۔ دس سال تک اس نے اس طرح کارروائی کی۔ آخر کار ایک روز اس نے بے پرواہی سے لکڑی داخل کی کہ اس کی انگلیوں سے پھسل کر مثانہ میں چلی گئی۔ اب اسے نہایت شدت کا درد ہونے لگا۔ بہت کوشش کی مگر وہ نہ نکل سکی۔ جب حبس بول اور سیلان دم سے بہت تنگ ہوا تو ایک سرجن کے پاس بغرض علاج گیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بجائے ایک قضیب ہونے کے دو قضیب ہو رہے ہیں اور دونوں لمبائی میں برابر ہیں۔ آخر اس نے شگاف دے کر لکڑی جو تین ماہ تک

مثانہ میں رہی تھی اور جس پر ایک بڑی تہ اجزائے ارضی کی جمی ہوئی تھی نکالی۔ بڑی محنت سے وہ اس عارضہ سے جان بر ہوا مگر اس کے تین ماہ بعد عارضہ سل جو اس کو عرصہ دراز کی بے اعتدالی کی وجہ سے ہو گیا تھا وہ اس دنیائے مکروہات سے ہمیشہ کے لئے خلاصی پا گیا اور جلق کی بد عادت کا یہ خوفناک انجام ہوا''۔

اس طرح یا اس سے کم و بیش ملتی جلتی مثالیں روزانہ معالجین اور اطباء کو معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ بعض ایسے شخص ہیں جو گاہے گاہے میانہ روی کے ساتھ جلق کرتے رہتے ہیں جن کو ظاہری طور پر نمایاں نقصان نہیں پہنچتا۔ اور وہ اس میں کوئی برائی خیال نہیں کرتے۔ لیکن جب بستر عروسی پر جاتے ہیں تو اپنے آپ کو نامرد پاتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کو اجیرن بنا لیتے ہیں اور بیوی کی زندگی کو بھی مشکل میں ڈال دیتے ہیں۔ اس قسم کی عادت ان نوجوانوں میں پائی جاتی ہے جو بڑے مغلوب الشہوت ہوتے ہیں یا ان کی قوت ارادی ایسی کمزور ہوتی ہے اور وہ اس جوش و میلان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایسے لوگ جلق کو معیوب بھی خیال نہیں کرتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جلق کے نقصان سے واقف نہیں ہوتے۔ ایسے آدمی جب شادی کرتے ہیں تو ان کو معلوم ہوتا ہے کہ جماع سے ایسا حظ حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ جلق سے ہوا کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جلق سے عضلات کو نقصان اور خرابی پہنچ جاتی ہے۔ وہ مکمل طور پر اور ضرورت کے وقت شہوت پر قابو نہیں پا سکتے۔ اس لئے مجلوق جماع پر قادر نہیں ہو سکتے۔ جماع میں عورت بالمقابل ہوتی ہے۔ اس وقت مکمل شہوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن قضیب کے عضلات جلق کی وجہ سے برباد ہو چکے ہوتے ہیں۔ ان میں مکمل طور پر خون اور ریح نہیں بھر سکتے جس کے نتیجہ میں ضرورت کے وقت مکمل شہوت نہیں آتی۔ مجلوق عورت کے مقابلے میں شرم سار ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے وہ جلق کو ہمیشہ جماع سے بہتر خیال کرتا ہے۔

جلق کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ جب اس کو تحریک ہوتی ہے وہ چند منٹوں کے لئے خلوت میں چلا جاتا ہے اور اپنا کام کر لیتا ہے۔ اگر تحریک ہو تو دن میں کئی بار بھی اس فعل کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ لیکن ہر بار جلق میں جس قدر کمزوری ہوتی ہے اس قدر کمزوری کثرت جماع میں بھی نہیں ہوتی۔ جماع میں تمام جسم میں تحریک لذت ہوتی ہے اور دل و دماغ میں فرحت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جلق میں لذت صرف قضیب تک محدود رہتی ہے بلکہ انزال کے بعد ندامت اور اپنی ذات سے نفرت سی ہو جاتی ہے۔ مگر وہ بے معنی تحریک ایسے لوگوں کو کچھ اس طرح مجبور کر دیتی ہے کہ وہ بار بار اس فعل بد کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں اور آخر کار دنیا کی ذلیل ترین مخلوق بن جاتے ہیں۔

جو لوگ ہمیشہ جلق کرتے ہیں وہ اس امر سے بالکل واقف نہیں ہوتے کہ وہ ایک ایسا فعل کر رہے ہیں جو آئندہ زندگی میں ان کے لئے صدہا خطرات کا باعث ہوگا۔ وہ نہ صرف جسمانی طور پر ناکارہ ہو جاتے ہیں بلکہ ان کا ذہن اور دیگر جسمانی قوتیں بھی برباد ہو جاتی ہیں۔ وہ زندگی کا مقابلہ جسمانی و روحانی اور ذہنی طور پر بالکل نہیں کر سکتے اور دنیا میں روز بروز ناکام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جب دنیاوی زندگی میں کامیاب نہیں ہو سکتے تو آخرت کی زندگی میں ان کی کامیابی کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

پر لطف بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو کسی عزیز و رشتہ دار سے کبھی محبت نہیں ہوتی۔ اکثر تنہا اور خاموش رہتے ہیں۔ مرد تو رہے ایک طرف ان سے اگر کوئی عورت بھی محبت کرے تو وہ بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عورت ان سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرے تو اس کو شرافت سے جواب دینے کی بجائے اس سے ڈر کر بھاگ نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

غرضیکہ مجلوق ایک ایسی عجیب و غریب مخلوق ہے کہ وہ معاشرہ میں رہتی ہے مگر معاشرہ سے الگ رہ کر زندگی گزارتی ہے۔ اس کو نہ معاشرہ سے ہمدردی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ معاشرہ سے ہمدردی چاہتی ہے۔ معاشرہ سے ان بے تعلق لوگوں کی زندگی میں صرف ایک ہی لذت ہوتی ہے کہ جلق کر لیا کریں۔ ان کو نہ ماں باپ اور بہن بھائی سے محبت ہوتی ہے نہ ہی انہیں بیوی اور اولاد کا کوئی شوق ہوتا ہے۔ سب سے

بڑی بات یہ ہے کہ کھانے پینے میں بھی ان کو لطف نہیں آتا۔ ان کو زندہ رہنے کے لئے صرف پیٹ بھرنے سے غرض ہوتی ہے۔ ان کو دولت کمانے کی بھی کوئی پروانہیں ہوتی۔ ان کو تو صرف اس قدر چاہیے کہ زندہ رہنے کے لئے کچھ کھانے پینے اور پہننے کے لئے مل جایا کرے۔ ایک مجلوق کی بس یہی زندگی ہے۔

جلق اور جذبہ لذت

جذبات فطری طور پر نفسیاتی اظہار کا ذریعہ ہیں۔ جن سے انسان اپنے محسوسات اور ادراکات وخواہشات کا اظہار کرتا ہے۔ لیکن ان جذبات کا اعتدال پر ہونا ضروری ہے۔ انہی جذبات کے ذریعے وہ کسی حسین وجمیل اور تسکین دہ شے کا شوق رکھتا ہے اور کسی مکروہ وخوفناک اور تکلیف دہ شے سے نفرت کرتا ہے۔ یہ جذبات اگر اعتدال پر رہیں تو ان سے اچھے اخلاق اور کردار پیدا ہوتے ہیں اور ان سے انسانی نشووارتقاء ہوتی ہے اور جب ان میں اعتدال قائم نہیں رہتا اور ان میں افراط وتفریط پیدا ہوتی ہے تو یہی جذبات غلط طور پر تربیت پا جاتے ہیں۔ کبھی ان میں شدت پیدا ہوتی ہے اور کبھی جمود واقع ہو جاتا ہے۔

یادرکھیں کہ غیر اعتدالی صورتیں انہی فطری جذبات سے ابھرتی ہیں۔ اس لئے جذبات کا اعتدال میں رہنا نہایت ضروری ہے۔ جذبات کا اعتدال صرف مذہب اور اخلاق کے تحت قائم رہ سکتا ہے۔ جہاں یہ دونوں اثرات مفقود ہوں یا ظاہرداری میں پائے جائیں لیکن ان کے حقیقی اثرات جسم ونفس اور روح پر نہ ہوں تو وہاں پر جذبات اپنی پوری شدت سے عمل کرتے ہیں۔

لذت بھی ایک فطری جذبہ ہے جو محسوسات وادراک اور خواہشات کی ضرورت اور طلب کے لئے رکھا گیا ہے۔ لیکن جب اس میں افراط وتفریط پیدا ہوتی ہے تو یہی جذبہ انسان کو ناکارہ بنا دیتا ہے۔ شدت کی صورت میں ہر وقت لذت کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے اور گناہ کر لیتا ہے۔ جمود کی صورت میں جدوجہد اور سعی چھوڑ کر دنیا سے کنارہ کش ہو کر اس پر بوجھ بن جاتا ہے۔ شیطان بھی ان پر کامیاب نہیں ہوتا۔ البتہ مذہب اور اخلاق کا صحیح تصور ہی جذبات کو اعتدال پر رکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر مذہب اور اخلاق کا صحیح تصور نہ ہو تو مذہب واخلاق کا تعلیم بلکہ ان کی چاردیواری میں بھی جذبات کی بے اعتدالیاں اپنا اثر خوفناک طریقہ پر کر جاتی ہیں۔ ایک ڈاکٹر نے ایک ایسے ہی طالب علم کا ذکر کیا ہے جو ایک مذہبی درس گاہ کا طالب علم تھا۔ مگر لذت کی شدت میں گرفتار ہو کر جلق میں مبتلا ہو گیا۔ آخر اس کا نتیجہ خوفناک صورت میں ظاہر ہوا۔ جو باعث عبرت ہے۔

''ایک طالب علم تھیالوجیکل (مدرسہ علم الٰہیات) میں زیر تعلیم تھا۔ اس نے بارہ برس کی عمر میں جلق شروع کیا اور پندرہ سال کی عمر تک برابر جلق کرتا رہا۔ جب اس کو مضرتوں کا حال معلوم ہوا تو اس نے اسے چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا۔ اس سے قبل وہ روز دو مرتبہ جلق کیا کرتا تھا جو اس کی عمر کے آدمی کے لئے بلکہ ہر عمر کے آدمی کے لئے بھی زیادہ تھی۔ لیکن پختہ عزم بالجزم کے بعد اس نے یہاں تک کامیابی حاصل کر لی کہ اس کو گھٹا کر فی ہفتہ ایک مرتبہ تک آ گیا۔ لیکن اس اثناء میں اس کو احتلام ہونا شروع ہو گیا۔ رات میں کئی کئی مرتبہ احتلام ہو جاتا۔ کسی شخص سے اس نے اپنی تکلیف کا حال بیان کیا تو اس نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے دفعتاً جلق کی تعداد گھٹا دی ہے۔ کثرت احتلام جلق سے زیادہ مضر ہے۔ چنانچہ اس نے جلق پھر شروع کر دی اور بعض دفعہ ایک دن میں آٹھ آٹھ مرتبہ کرتا تھا۔ جلق کے وقت وہ اپنے ذہن میں ہمیشہ ایک خوبصورت عورت کی شکل پیش نظر رکھتا تھا۔ ایک نہایت حسین وجمیل عورت جس کے بال زریں آنکھیں سیاہ گویا وہ حسن کی دیوی تھی اور اس سے بڑی محبت سے پیش آتی تھی۔ اٹھارہ سال کی عمر تک اس کی یہی کیفیت رہی۔ اس کے بعد اس نے پھر جلق چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور اب کے اس کو بہت کامیابی ہوئی۔ اس نے کالج چھوڑ دیا۔ چونکہ اس کو علم الٰہی کا بہت شوق تھا۔ وہ واعظ بننے کی غرض سے الٰہیات کا مطالعہ

کرنے لگا۔ اس نے علم الٰہی کے مطالعہ میں اپنے آپ کو ایسا محو کر دیا کہ سال بھر تک ایک دفعہ بھی جلق نہ کیا۔ اس عرصہ میں اس کو احتلام بڑی کثرت سے ہوا کرتا تھا۔ کبھی ہفتہ میں چار مرتبہ کبھی روزانہ اور کبھی رات میں چار چار مرتبہ ہو جاتا۔

ان تمام خرابیوں کی وجہ سے وہ نہایت کمزور ہو گیا اور اس کا نظام عصبی بہت ضعیف ہو گیا۔ دماغ میں اجتماع خون کی علامات نمودار ہو گئیں۔ نیند دور ہو گئی، سر میں درد رہنے لگا، چہرے کے عضلات متشنج ہو کر کھنچنے لگے، کانوں میں شائیں شائیں کی آوازیں آنے لگیں۔ خیالات کے کسی مضمون پر مجتمع ہونا محال ہو گیا۔ رات کو اس کی حالت سخت تکلیف دہ ہوتی۔ کیونکہ سونے سے وہ ڈرتا تھا۔ رات کے آخری حصے میں جب نیند کا غلبہ ہوتا تو اس وقت بھی اس ڈر سے نہ سوتا کہ مبادا احتلام نہ ہو جائے۔ جب اس کو سخت نا امیدی ہو گئی تو اس نے ایک رات متعدد دفع پے در پے جلق کیا تو اس کو ایک قسم کا قلبی سکون محسوس ہوا جو اور کسی طرح ممکن نہ تھا۔ اس کو یہ سوجھا کہ جلق ہی ایسا فعل ہے جس سے اس کو آرام مل سکتا ہے اور اگر اس کا ضمیر یہ نہ کہتا کہ وہ خلاف فطرت فعل کر رہا ہے اور اگر جلق کرنے کے بعد دوسرے دن اس کو رنج اور پچھتاوٴ تکلیف نہ دیتا تو وہ اس عادت کو کبھی نہ چھوڑتا۔ جب کبھی وہ جلق کرتا اور جب کبھی اس کو عشقیہ خوابیں رات کو آتیں، ایک خوبصورت پاک اور دیندار عورت جس کے بال زریں اور آنکھیں سیاہ ہوتی تھیں، وہ اس کے سامنے ہوا کرتی تھی اور وہ اس کے ساتھ تصور میں جماع کیا کرتا تھا۔ آخر کار چار سال اسی طرح گزر گئے۔ اس حالت میں اس نے کئی دفعہ پادریوں میں داخل ہونے کا ارادہ ترک کیا۔ مگر اس نے تقرری کا حکم پا کر ایک علاقے کی پادریت کا چارج حاصل کیا۔ لیکن اس کو معلوم ہونے لگا کہ وہ اسی صورت میں جماعت کے کام آ سکتا ہے۔ نیز اپنی صحت قائم رکھ سکتا ہے کہ وہ شادی کر لے۔ لیکن اس نے اپنی زندگی میں کبھی عورت سے جماع نہیں کیا تھا اور اس کو وہ جوش شہوت بھی معلوم نہیں ہوتا تھا جو مضبوط اور قوی الباہ آدمی اس حالت میں محسوس کرتا ہے جب عورت کے ساتھ ان کی صحبت ہوا کرتی ہے۔ تاہم جہاں تک اس کے خیال کی رسائی تھی، اس کو کبھی یہ وہم بھی نہ گزرا کہ وہ شادی کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اتفاقاً اس کی جماعت میں ایک نوجوان لیڈی تھی جو اس کے تصور سے بہت مشابہ تھی اور جو اس کو احتلامی خوابوں میں دکھائی دیا کرتی تھی۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اس سے شادی کی درخواست کرے گا کیونکہ بوجہ اس کی طبیعت کے اور بوجہ مصلحت وقت کے اس سے بہتر اور کوئی صورت نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے اس عورت سے شادی کی درخواست کر دی جو منظور ہو گئی۔ مناسب وقت پر شادی بھی ہو گئی۔ شبِ زفاف نیویارک کے ایک ہوٹل میں گزری۔ دوسری صبح کو نوجوان پادری مایوس ہو کر ڈاکٹر کے پاس آیا اور کہا کہ وہ نامرد ہو گیا ہے۔

پہلے پہل ڈاکٹر نے خیال کیا کہ اس کا حال ویسا ہی ہے جیسا ایسے نوجوانوں کا ہوتا ہے جو بہ سبب کثرت خواہش وقلت اعتماد برخود ہوتا ہے۔ مگر یہ حالت چند روز میں دور ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن جب مزید تحقیقات سے اس کے گزشتہ حالات وکیفیات معلوم ہوئیں تو یقین ہو گیا کہ اس کی حالت نازک ہے اور قوت باہ کمزور ہو گئی ہے اور نقصان باہ اس کی اپنی زیادتیوں کا نتیجہ ہے جو جلق کی لذت حاصل کرنے میں کی گئی ہے"۔

خداوند کریم اس فعل بد اور غیر معمولی لذت سے محفوظ رکھے۔ یاد رکھیں کہ برائیاں جذبات کے غیر اعتدال سے ہی پیدا ہوتی ہیں، ہمیشہ خواہشات کو ضرورت کے تحت رکھنا ضروری ہے۔

جلق نقصان اعضاء ہے

عام لوگوں کا خیال ہے کہ جلق کے مضر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے نقصان منی بہت ہوتا ہے، اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کا بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔ لیکن نامردی پیدا کرنے میں باصحت اور جرأت اور دوسرے فتور پیدا کرنے میں منی کا اخراج جزو اعظم نہیں ہے۔

یہ خیال بڑی کثرت سے لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ منی کے چند قطرے ضائع ہو جائیں تو ایسا ہے جیسے اتنے چھٹانک خون نکال دیا جائے۔ یہ ایک فضول بات ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ منی بہت جلدی نہیں بنتی۔ اگر کوئی شخص تھوڑے عرصہ میں متعدد بار جماع کرے تو زیادہ سے زیادہ تین دفعہ انزال ہوگا۔ اس کے بعد پھر منی خارج نہیں ہوتی۔ ایک مریض جس نے آٹھ گھنٹے میں گیارہ دفعہ جلق کیا اس نے بیان کیا کہ اس عرصہ میں صرف تین بار منی خارج ہوئی۔ باقی مرتبہ تشنجات شہوانیہ خارج ہوتی رہیں جو ہوائی اجزا معلوم ہوتے ہیں۔ گیارھویں دفعہ جلق کر چکا تھا کہ تھوڑی دیر بعد مرگی کا دورہ ہوا اور وہ بالکل نامرد ہو گیا اور پھر شہوت نہیں آئی۔ یہ جلق سے اعضاء کا نقصان ہے۔

ایک نوجوان کا بیان ہے کہ اس نے ایک گھنٹہ کے عرصہ میں نو بار جلق کی۔ پہلے تین بار انزال ہوا۔ چوتھی دفعہ تھوڑی سی رطوبت نکلی۔ اس کے بعد پانچ مرتبہ صرف لذت محسوس ہوئی لیکن کچھ انزال نہ ہوا۔ دوسری صبح اس کو تقطیر البول ہو گیا۔ آخر کار شدید اعصابی تشنج ہو گیا۔ جس سے قضیب بالکل مفلوج ہو گیا۔ یہ اعضاء کی خرابی ہے۔

مندرجہ بالا واقعات سے یہ بخوبی عیاں ہے کہ کثرت جلق کی وجہ سے جو نقصان پہنچتا ہے وہ نقصان منی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اگر نقصان منی کا خیال کیا جائے تو وہ مذکورہ بالا حالات میں ایک چمچہ سے زائد نہیں نکلی ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ بلوغت سے پہلے جلق کرنے سے کسی قسم کا اخراج منی نہیں ہوتا لیکن تاہم اس زمانے میں جس قدر نقصان جلق سے ہوتا ہے اس قدر کسی اور طرح نہیں ہوتا۔

جلق اور بدصحبت

جلق کی بدعادت بدصحبت ہی سے پڑتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک کوئی یہ فعل بد دیکھے تو یا کوئی اس کو ترغیب نہ دے یہ بدعادت نہیں پڑتی۔ جو بھی اس فعل بد کو شروع کرتا ہے وہ دوسروں سے حاصل کرتا ہے۔ اس لئے صحبت بد سے دور رہنا بے حد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سکول کے طلباء جو برے بچوں کی صحبت میں رہتے ہیں کثرت سے اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی یہ عادتیں ان میں رواج پا جاتی ہیں۔ ایک ڈاکٹر کے سامنے ایک طالب علم نے بیان کیا کہ ہماری ساری جماعت جلق لگایا کرتی تھی۔ پہلے بہت بڑے لڑکے جلق کیا کرتے تھے۔ چھوٹے ان کو دیکھ کر ایسا کرنے لگے۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جماعت کا کوئی لڑکا محفوظ نہ رہ سکا۔

بدصحبتوں میں عشقیہ خیالات، جذبات کو بھڑکانے والی کتب اور عریاں تصاویر کے حملے نوعمر بچوں کے دل و دماغ پر یکے بعد دیگرے ہونے لگتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے خیالات قبل از وقت اعضائے تناسل کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ پھر ادنیٰ سی تحریک پر وہ جلق کے خوگر ہو جاتے ہیں۔

جلق اور کثرت منی

عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ کثرت منی ہی اخراج کی صورت پیدا کر دیتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ منی کی کثرت بھی شدید تحریک اور انتشار پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن نابالغ بچوں میں منی کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔ مگر ان کو بھی بدصحبت میں جلق کی بدعادت پڑ جاتی ہے۔ گویا جلق کی ابتدا بدصحبتوں میں لذت کے حصول سے ہوتی ہے اور پھر یہ لذت کسی خاص تصور کے تحت قائم رہتی ہے اور جب بھی وہ تصور ذہن میں آتا ہے لذت کی طلب بے چین کر دیتی ہے اور اس کے حصول کے لئے جلق شروع کر دی جاتی ہے۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ جلق قوت باہ کے غارت ہونے کے لئے جماع کی نسبت زیادہ مضر ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ جلق بار بار کیا جاتا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ جلق کرنے میں تصور کا اثر بھی ساتھ شامل ہوتا ہے۔ اعصاب طبعی تحریک سے متحرک نہیں ہوتے بلکہ تصور کی رنگینیاں

اس کے اعضائے تناسل کو تحریک دیتی ہیں اور اوعیہ منی کا پُر ہو جانا اس تحریک کا باعث نہیں ہوتا جیسا کہ عام طور پر حالت طبعی میں ہوتا ہے بلکہ تصور کی دلفریبی اصل محرک ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے بدشکل اور بڑھاپے کا تصور جنسی تحریک پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ گندے تصورات وعشقیہ خیالات اور حصول لذت ہمیشہ بری صحبتوں سے دور رہنا ضروری ہے۔

جلق اور نفرت جماع

جلق سے حس طبعی کی بجائے آلات تناسل میں سوزش اور خراش کی صورت بن جاتی ہے جس سے ایک خاص قسم کی تحریک پیدا ہو جاتی ہے جو اس تحریک سے بالکل مختلف ہوتی ہے جو تحریک جماع کے لئے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایک نوجوان عورت کا ذکر ہے لیکن حالات عورت اور مرد دونوں پر منطبق ہو سکتے ہیں۔

ایک بورڈنگ سکول میں ایک لڑکی پڑھا کرتی تھی جہاں پر وہ جلق کی بدعادت سے روشناس ہوگئی۔ اس نے بغیر کسی پیش بندی اور پس و پیش کے جلق کو اپنا شعار بنالیا۔ پھر ۱۷ سال کی عمر میں اس کی شادی ہوگئی۔ اس کو بہت خوشی تھی کہ آئندہ اس کو ایسی اعلیٰ درجہ کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملے گا۔ لیکن آہ! ناامیدی کا ستیاناس ہو کہ شادی سے بجائے خوشی کے اس کو بے حد دکھ اور تکلیف حاصل ہوئی۔ شادی بجائے خوشی کے اس کے لئے درد وغم کا سرچشمہ بن گئی۔ کیونکہ خاوند کی بغل گیریوں سے اس کو کوئی حظ حاصل نہیں ہوتا تھا اور جب کبھی اس کا خاوند ہم بستری کی کوشش کرتا تو وہ تشنج میں مبتلا ہو جاتی اور کتنی دیر تک اس کا یہی حال رہتا۔

حقیقت یہ ہے کہ جلق کی تحریک چونکہ جماع کی تحریک سے مختلف ہوتی ہے اور جلق میں دوسرے کی پابندی نہیں ہوتی۔ جب چاہا اور جتنی بار چاہا اپنی مرضی کے مطابق جلق کر لیا۔ لیکن جماع میں دوسرے کی پابندی اور جنسی تحریکات مرضی کے مطابق نہیں ہوتیں اس لئے جماع سے نفرت ہو جاتی ہے۔ یہ جلق کی وجہ سے بہت بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اس سے انسانی زندگی تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کے علاج میں بڑی کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔

جلق اور مستورات

جلق کی بدعادت صرف مردوں ہی میں نہیں ہوتی بلکہ مردوں سے زیادہ عورتوں میں یہ بدی اپنا گہرا اثر کر لیتی ہے۔ یہ عادت کسی خاص قوم یا ملک تک محدود نہیں ہے بلکہ عالمگیر طور پر اس جنس میں یہ عمل کیا جاتا ہے۔ ہر عمر کی عورتیں اس بدعادت میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ بچپن سے لے کر ادھیڑ عمر تک کی عورتوں کو اس مرض میں مبتلا دیکھا گیا ہے۔ غیر شعوری عمر میں جو بچیاں اس مرض میں مبتلا ہو جاتی ہیں اس کی وجہ اکثر وراثتی امراض خصوصاً آتشک وسوزاک اور خارش وغیرہ ہوتی ہیں یا ان کے والدین میں جنسی جذبات کی شدت ہوتی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچیوں کو پیشاب کے بعد صاف نہیں کیا جاتا جس سے جسم میں سوزش ہو جاتی ہے اور خارش کی صورت بن جاتی ہے۔ اس طرح بچیوں کو بغیر جانگیہ کے مٹی پر کھیلنے کے لئے بٹھا دیا جاتا ہے۔ جسم میں خراب قسم کی مٹی خشکی اور سوزش پیدا کر دیتی ہے۔ نتیجہ میں وہاں پر خارش کرنے کی ضرورت پیدا ہوتی ہے بلکہ بچیوں کو بے چینی سے خارش کرتے دیکھ کر مائیں یا نوکرانیاں خود اپنے ہاتھ سے خارش کرتی ہیں اور اس طرح بچیاں اس لذت کا شکار ہو جاتی ہیں۔

بعض جنسی بھوک میں مبتلا عورتیں لذت کی خاطر جس کو وہ غلطی سے پیار کا نام دے کر بچیوں کے جسم سے کھیلتی ہیں اور پیار میں مبتلا رہتی ہیں، مگر اپنی جہالت سے یہ نہیں سمجھ سکتیں کہ وہ ان کو کس مصیبت میں دھکیل رہی ہیں۔ ایک غریب گھرانے کی بچی کو اسی قسم کی خارش پیدا

ہوگئی جو شدید سوزش کی شکل اختیار کرگئی۔ اس کی عمر دو سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ جب اس کو اس تکلیف کا دورہ پڑتا تو وہ دروازہ کی دہلیز پر چلی جاتی اور شدت سے اپنے جسم کو رگڑتی۔ اس کا جسم زخمی ہو جاتا۔ اس کی ماں پاس کھڑی دیکھتی رہتی مگر کچھ نہ کرسکتی۔ معلوم ہوا کہ اس کے والدین میں جنسی بھوک کی شدت غالب تھی۔

نوجوان لڑکیاں شہوانی گفتگو یا شہوانی نظاروں یا اس قسم کی کتابوں اور رسالوں کے پڑھنے یا تصاویر دیکھنے یا اس بدعادت میں مبتلا سہیلیوں کے ساتھ بے تکلف ہونے سے اس بدی میں پھنس جاتی ہیں۔ اکثر نوجوان لڑکیوں کو نوکرانیوں وغیرہ سے بھی اس کی تعلیم مل جاتی ہے۔ ایام حیض ایسا وقت ہے کہ اس قسم کی عادت بد کے واسطے بہت ہی آمادگی طبیعت میں پیدا ہو جاتی ہے بلکہ بسا اوقات طبیعت مجبور ہو جاتی ہے جیسے جسم کی شدید خارش اور سوزش میں رگڑنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

عورتوں میں جلق کی علامات

لڑکیوں اور عورتوں میں جلق کی بدعادت پڑنے کے بعد فوراً ہی ان میں اس کے نتائج علامات کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ سب سے پہلے چہرہ پر آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ پہلے رنگ میں زردی پیدا ہونا شروع ہوتی ہے، پھر چہرہ پر ایک قسم کا خمیرا ابھرنے لگتا ہے، آنکھوں کے گرد سیاہی مائل حلقے پیدا ہونے لگتے ہیں، آنکھیں بے رونق اور سست ہو جاتی ہیں۔ لب اور رخساروں کی سرخی ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح چہرے کی خوشگواری بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہوتی ہے کہ جرأت اور بے باکی ختم ہو جاتی ہے اور ندامت و شرمندگی اور خوف کے ملے جلے اثرات جسم پر نمایاں ہو جاتے ہیں اور جسم کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

ان علامات کے علاوہ زنانہ اعضاء پر سخت اثر پڑ کر ان میں نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایام حیض میں بے قاعدگی اور ماہیت میں فرق لاحق ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات حیض کی رنگت سیاہ ہو جاتی ہے اور اس سے سخت بدبو آنے لگتی ہے اور ساتھ ہی پشت اور رانوں میں سخت درد ہونے لگتا ہے۔ رحم اور اندام نہانی اور بیرونی حصے میں اکثر ورم معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ رحم اپنی جگہ سے نیچے گر کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ اس سے اس قدر تکلیف رہتی ہے کہ بعض اوقات مریضہ کے ساتھ قبر تک جاتی ہے۔ ایک خاص قسم کی رطوبت جسے سیلان الرحم (لیکوریا) کہتے ہیں۔ اندرون جسم سے برابر جاری رہتی ہے۔ بعض دفعہ اس کی کثرت کا یہ حال ہوتا ہے کہ اندر کے کپڑے وغیرہ تر ہو کر باہر بہنے لگتی ہے۔ جسم کے جن مقامات پر یہ رطوبت لگ جاتی ہے وہاں پر بھی سوزش و جلن اور خارش ہو جاتی ہے۔ ذہنی اور نفسیاتی طور پر دماغ پریشان رہتا ہے۔ نفسیاتی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ جو عورتیں یا لڑکیاں اس بدعادت میں پھنس جاتی ہیں وہ اپنے شوہروں سے، خواہ کیسے ہی خوبصورت اور جوان ہوں، سخت نفرت کرتی ہیں۔

آخر میں ایک خوفناک مرض پیدا ہو جاتا ہے جس کو ذکاوت شہوانی (نمفومیا) کہتے ہیں۔ اس مرض میں اعضائے جنسی میں حد درجہ کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے اندام نہانی میں سخت تکلیف کا احساس قائم رہتا ہے۔ جب تک اس مرض کا علاج باقاعدگی سے نہ کیا جائے، آرام نہیں آتا۔

حیرت انگیز واقعہ

ایک مشہور ڈاکٹر جو طبی مصنف بھی تھا وہ اپنا تجربہ اور مشاہدہ لکھتا ہے کہ میرے پاس ایک دفعہ کچھ عورتیں آئیں۔ ان سب میں جلق کے اثرات پائے جاتے تھے اور یہ بدعادت ان میں عرصہ سے چلی آتی تھی جس کا خود انہوں نے اپنی زبان سے میرے سامنے اقرار کیا۔ اتفاقاً

ان کو اس مضمون کی ایک کتاب ہاتھ لگ گئی، جس کو دیکھ کر ان کو معلوم ہوا کہ وہ کیسے مہیب اور مصیبت کا سامان اپنے لئے تیار کر رہی تھیں۔ پھر انہوں نے میری طرف رجوع کیا۔ چونکہ میں نے بہت سی عورتیں دیکھی تھیں جو اس بدعادت کی وجہ سے لیکوریا (سیلان الرحم) ریڑھ کا درد، درد اعصاب، درد پشت میں مبتلا تھیں۔ مگر میں نے ان کو بتلایا کہ یہ تمام امراض ان کی ایک ایسی غلطی اور بدعادت کا نتیجہ ہیں جس کو جلق کہتے ہیں۔ یہ سن کر وہ سب دنگ رہ گئیں۔

دلچسپ واقعہ

ایک معروف ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ کوئی دو سال گزرے ایک نوجوان عورت عمر تقریباً ۲۲ سال میرے زیر علاج رہی۔ یہ نہایت سخت جنون کے مرض میں مبتلا تھی۔ یہ انتہائی تند مزاج وطیش آور اور قریباً دیوانی تھی۔ یہ کئی ماہ سے اس مرض میں مبتلا تھی۔ جب تک میرے زیر علاج رہی یہ زرد روح تھی خون کا تو اس میں گویا نام تک نہ تھا۔ بھوک بہت ہی کم تھی۔ بسا اوقات کھانا بالکل ہی نہ کھاتی تھی۔ اس کا جسم صرف پوست واستخواں باقی رہ گیا تھا۔ ایک دن میں نے اس کو معمول سے زیادہ برقرار اور صحیح مزاج پایا۔ میں نے موقعہ پا کر اس سے عادت جلق کا تذکرہ چھیڑا اور اس کو جتلا دیا کہ اگر یہ مجلوق ہے تو ہرگز آرام نہ ہوگا جب تک کہ یہ اس بدعادت سے کنارہ نہ کر لے گی۔

اس نے میری بات مان لی اور اقرار کیا کہ واقعی وہ اس عادت میں پھنسی ہوئی ہے اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ آئندہ وہ اس سے حسب ہدایت بالکل احتراز کرے گی اور دو تین ہفتے بعد اس کی حالت سدھر گئی۔ رفتہ رفتہ اس کی صحت اچھی ہوتی گئی۔ اس کا دل اور ذہن اچھا ہوتا گیا اور چند ہفتوں بعد وہ بالکل تندرست ہوگئی۔

اس کا صحت یاب ہونا بالکل ناممکن تھا۔ مگر جلق کی بدعادت کے چھوڑ دینے میں اس کی صحت مندی کا راز مضمر تھا۔

جلق اور عزت نفس

ایک مشہور ومعروف ڈاکٹر لکھتے ہیں کہ جلق جس طرح مردوں میں ہے اس سے بڑھ کر مستورات میں عام ہی نہیں بلکہ عالمگیر بھی ہے۔ لیکن ایسی عورتوں کی صحیح تعداد بتانا ناممکن ہے۔ لیکن سب سے بڑا افسوس یہ ہے کہ اگر مردوں کو دیکھا جائے تو ان میں نوے فیصدی صاف صاف لکھ دیں گے کہ وہ اس مرض جانکاہ میں مبتلا ہیں۔ لیکن مستورات میں دس فیصدی سے بھی ایسی امید کرنا سراسر فضول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرقی ممالک میں ایسے واقعات کا علم اتفاقاً ہوتا ہے۔

مسز گورڈ ایسے لیکچروں میں جو انہوں نے مستورات کے سامنے دیئے ہیں خود اپنی نسبت بیان کرتی ہیں ''کوئی آٹھ سال گزرے کہ میری توجہ اس بدعادت کی طرف ایک طبی کتاب دیکھ کر مبذول ہوئی جس میں میری ہم جنس مبتلا ہو جاتی ہیں۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ مجھ کو معلوم ہوا کہ میری ہم جنسوں میں بھی یہ بدی اس قدر پھیلی ہوئی ہے۔ اس وقت سے مجھ کو متواتر شہادتیں ملتی رہی ہیں کہ یہ بدی نہایت خوفناک حد تک عورتوں میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ اگر یہ بدی صرف غربا میں ہوتی تو اتنا تعجب نہ تھا، مگر افسوس کہ یہ غریبوں سے لے کر ان امیروں اور شریفوں میں بھی بکثرت موجود ہے جو سوسائٹی کا فخر سمجھے جاتے ہیں۔ میں ایک اعلیٰ درجہ کی معزز خاندان کی امیر اور درمیانہ عمر لیڈی کے ایک خط کا خلاصہ پڑھ کر سناتی ہوں جس سے معلوم ہوگیا کہ مستورات میں اس بدی کے کیا اثرات ہوتے ہیں۔

''جب میری عمر سولہ سال کی تھی تو ایک نوکرانی سے مجھ کو اس بدعادت کی تعلیم ملی اور جب تک میری شادی نہ ہوئی میں کوئی دو سال تک اس میں مبتلا رہی۔ اس اثناء میں میری صحت جو پچھلے دو سالوں میں کسی قدر خراب ہوگئی تھی مجھ کو اس کی وجہ معلوم نہ تھی اچھی ہوگئی اور

تندرست وتوانا بچے میرے بطن سے پیدا ہوئے۔ کوئی چھ سال گزرے کہ بدقسمتی سے میرے شوہر کو مجبوراً کاروبار کے سلسلہ میں ہندوستان کا سفر کرنا پڑا۔ اس کی عدم موجودگی میں پھر میں نے اپنی پچھلی بدی اختیار کر لی اور اس کی واپسی تک اس میں پھنسی رہی۔ چنانچہ اس سے مجھ کو مختلف اقسام کے امراض پیدا ہونے لگے اور اب بے اختیار مجھ کو معلوم ہونے لگا کہ میں غلطی کر رہی تھی۔ تاہم مجھ میں اتنی جرأت نہ تھی اور نہ ہی اتنی دلیری کہ اس کو ترک کر دوں اور ڈاکٹر کا مشورہ لوں۔ آخر کار میرے شوہر کو میرا عیب معلوم ہو گیا اور مجھ کو مجبور کیا کہ میں اس بدعادت کو چھوڑ دوں''۔ جواب میں اس کو میں نے لکھا کہ ''میری اب یہ حالت ہے کہ میری کمر اور رانوں میں متواتر درد رہتا ہے۔ رحم نیچے گر پڑا اور کسی قدر آگے بڑھ گیا ہے۔ علاوہ ازیں متواتر ایک قسم کے مادے کا اخراج ہوتا رہتا ہے جو رانوں میں جس مقام پر لگتا ہے وہاں پر ورم ہو جاتا ہے۔ ایام حیض میں بے قاعدگی ہوگئی ہے اور سیاہ رنگ کا غلیظ مادہ خارج ہوتا رہتا ہے جس سے تکلیف ہوتی ہے۔ مجھ کو بواسیر بھی ہے۔ شوہر کے ساتھ ہم صحبت ہونا ناممکن ہے مگر تعجب ہے کہ پچھلے دنوں سے میرے دل میں قدرتی طور پر اپنے شوہر کی طرف سے سخت نفرت پیدا ہوگئی ہے جو ایک تندرست نوجوان اور خوبصورت شخص ہے اور جس پر کہ میں اپنی جان دیتی تھی۔ میرے بال جو پہلے میرے سر پر بکثرت تھے اب سفید ہوتے جا رہے ہیں اور جلد جلد گرنے لگے ہیں۔ میرے چہرے پر دانے نکل آئے ہیں اور میرے ہمسائے مجھ پر شراب خوری کا الزام لگاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اس قدر بدنصیبی میں مبتلا ہوں کہ بعض اوقات بے اختیار تنگ آ کر میرا دل چاہتا ہے کہ ہمارے باغ کے نیچے جو دریا بہہ رہا ہے اس میں کود پڑوں اور اس طرح اپنی جان دے دوں''۔

جلق اور مستورات

ذیل کے امراض عورتوں کو صرف جلق کی وجہ سے لاحق ہونا ممکن ہیں: حد درجہ کا عصبی مزاج ہونا، حد سے بڑھ کر شرم، اختلاج قلب، آواز کا کم ہونا، طاقت کا زائل ہونا، بدہضمی، دردسر، بے قاعدہ اور بے سبب درد، زرد اور بے خون چہرہ نظر آنا، حلقہ دار آنکھیں، دانتوں کا درد، درد اعصاب، بدن پر گوشت کی کمی۔

علاوہ ان کے بے شمار خفیف تکالیف کا ہونا، جو اس بدی کے شکار کو لاحق ہوتی ہیں۔ سخت عصبی امراض، صرع، ہسٹریا (اختناق الرحم)، ورم رحم، رحم کا بے قاعدہ محل وقوع، نفسانی قویٰ اور اعضاء کی سستی اور بالآخر قطعی بے کاری۔

پاک و ہند میں جب کنواری لڑکیوں کو جن بھوت اور چڑیلوں کا اثر ہوتا ہے اور مختلف صورتیں نظر آتی ہیں تو سمجھ لو کہ یہ مجلوق ہے۔ اس قسم کی لڑکیاں شادی ہو جانے کے بعد بھی ان اثرات کے زیر اثر رہتی ہیں۔ اس قسم کی لڑکیوں اور عورتوں کی یہ اکثر عادت ہوتی ہے کہ وہ خوشی وغمی جیسے خاص موقعوں پر بے ہوش ہو جایا کرتی ہیں اور عالم بے ہوشی میں مختلف متبرک یا خوفناک صورتوں کا دیکھنا بیان کرتی ہیں۔ ایسی لڑکیوں اور عورتوں کو ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا ہے۔ اگر ان کی مرضی کے مطابق کوئی بات نہ کی جائے تو کئی کئی دنوں تک غصے میں بھری رہتی ہیں اور غصے کی وجہ سے دردسر اور درد شکم میں مبتلا رہتی ہیں۔ جس کا اظہار وہ وہاں پر پٹی باندھ کر کرتی ہیں۔ بلکہ اکثر اپنی شدید بے چینی سے بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ یا ان کے پیٹ میں ہوا کا گولا بن جاتا ہے۔ پیٹ کا پھول جانا اور بدہضمی تو روزانہ کی بات ہوتی ہے اور ہمیشہ بھوک بند ہونے کی شکایت کرتی رہتی ہیں۔ لیکن جب کھانے کا وقت آتا ہے تو سب سے زیادہ کھانا کھاتی ہیں۔ ان میں زیادہ تر لذیذ ومقوی اور مرغن اغذیہ خاص طور پر کھائی جاتی ہیں۔ جن میں حلوہ پوری اور پراٹھا، گھی میں تربتر، دودھ یا بادام کی کھیر، حریرہ، مغزیات کے لڈو، اسی قسم کی کوئی اور مٹھائی کھائی جاتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیماری اور بھوک نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ نہیں کھایا جاتا۔ ایسی لڑکیاں اور عورتیں نہ

کسی اور کے گھر رہ سکتی ہیں اور نہ کسی اور کو کھاتا دیکھ سکتی ہیں۔ ہر لڑکی کے فیشن پر اعتراض اور ہر عورت کی شکل کا منہ بناتی ہیں۔ یہ سب کچھ ان کے جنسی جذبات کی شدت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر سمجھ دار معالج ذرا ان کی طبیعت کو سمجھ کر علاج کرے تو ان کو بہت جلد آرام آ جاتا ہے۔

اسباب جلق

جلق پر ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں جن میں اس کے اسباب اور نتائج بھی شامل ہیں۔ تاہم اختصار کے ساتھ ان کے اسباب درج ذیل ہیں: (۱) صحبت بد اور فحش خیالات کا پرچار (۲) کثرت شہوت (۳) اولاد کی طرف سے بزرگوں کی غفلت (۴) سنگ مثانہ (۵) سوزش جگر (۶) کرم امعاء (۷) سوزش غلفہ (۸) ریگ گردہ (۹) عصبی فتور وغیرہ۔ اسباب سے جنسی تحریکات کا احساس ہونے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے خیالات قبل از وقت اعضائے تناسل کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور پھر ادنیٰ سی تحریک پر وہ جلق کے خوگر ہو سکتے ہیں۔

اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو جہالت و ناواقفی ایک بڑا سبب اور اصل سرچشمہ اس بدعادت کے اختیار کرنے کا بن جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسانی صحت کو کسی چیز سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ اعضائے تناسل کے علم کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ قابل شرم وحیا خیال کیا جاتا ہے۔ انسان کو بدن وروح دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پھر روح کو غالب اور بدن کو مغلوب قرار دے کر اعضائے تناسل کی طرف سے ایسی چشم پوشی اختیار کر لی گئی ہے کہ گویا وہ بدن کا محض بے خبری اور بے پروائی ہم پر نئے نئے حملے کر کے آتی ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ بچوں کو اعضائے تناسل کی تشریح اور فزیالوجی پڑھا کر ان کے نقصانات سے آگاہ کر دیا جائے۔ بلکہ والدین کو بقدر ضرورت ان بدعادات کے نقصانات کا علم ہونا چاہئے تاکہ وہ بچوں کی نگرانی کریں۔ ان میں اگر ایسے خطرناک اثرات محسوس کریں تو ان کو معالج کے پاس لے جا کر ان تحریکات کے اسباب معلوم کر کے ان کا بچپن ہی سے باقاعدہ علاج کرا دیں تاکہ وہ جلق اور اس قسم کی دوسری بدعادات سے محفوظ رہ سکیں۔

علامات

اس مرض کے بیمار نہایت ہی پست ہمت اور بزدل ہوتے ہیں۔ چہرہ اداس، طبیعت غمگین، کاروبار سے بے پروا اور مجلس سے گریزاں، رنگ زرد، آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے، نہایت شرمیلا مزاج، ہر وقت آنکھیں نیچے کئے ہوئے، آنکھیں ملا کر بات چیت نہ کرنا۔ ہتھیلیوں اور تلوؤں میں سرد پسینہ، عورتوں کی صحبت سے گریزاں اور اکثر تنہائی پسند ہوتے ہیں۔

علاج بالتدبیر

پہلے اس بدعادت کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس غرض کے لئے اطباء نے کئی طریقے تجویز کئے ہیں۔ مریض کو اس عادت کا ایک ذہنی احساس ہوتا ہے، اس لئے خیال آنے پر وہ بے اختیار آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آدمی کیسا ہی سمجھ دار ہو جلق کے نقصانات سے کتنا ہی واقف ہو، خیال آتے ہی بے بس ہو جاتا ہے اور کارروائی شروع کر دیتا ہے۔ اس لئے رفع عادت کے لئے صرف پند ونصائح ہی کافی نہیں ہو سکتے۔

اس بدعادت سے دور رکھنے کے لئے اوّل صورت یہ ہے کہ قضیب پر آبلہ انگیز ادویہ کا ضماد لگا دینا چاہئے، تاکہ درد کی وجہ سے مریض قضیب پر ہاتھ پھیرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ دوسرے آبلہ انگیز ادویہ اعصابی ہوتی ہیں اور اعصابی ادویہ رطوبات پیدا کرتی ہیں، جن

سے تناؤ اور شہوت کم ہو جاتی ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایسا طلاء استعمال کرنا چاہئے جو اعصابی تحریکات بڑھا دیتے ہیں۔ ان کے استعمال سے آبلے تو پیدا نہیں ہوتے، مگر پھر بھی قضیب کی خارجی سطح میں ایسی تیزی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس پر ہاتھ کی رگڑ برداشت نہیں ہوسکتی۔ ایسے ضماد اور طلاؤں کے نسخہ جات علاج کے دوران بیان کریں گے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ اس بدعادت والے مردوں یا عورتوں اور خاص طور پر نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو تنہائی میں بیٹھنے کا موقعہ نہ دیا جائے اور رات کو ان کو اکیلا نہ سونے دیا جائے۔ بلکہ ہمیشہ ان کے ساتھ ان کا کوئی بزرگ بھی سوئے۔ وعظ ونصیحت سے ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا کیا جائے۔ خاندانی وقار کو بیدار کیا جائے اور اس امر پر زور دیا جائے کہ اس عادت بد سے آئندہ خاندانی نام ونمود کے ساتھ اولاد کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مریض کو صحت کے تباہ ہو جانے اور آئندہ خطرناک امراض کی پیدائش کا یقین پیدا کیا جائے اس طرح رفتہ رفتہ وہ ذہنی طور پر بھی اس مرض سے دور رہنا قبول کر لیتا ہے۔

جب اس بدعادت کی طرف سے مریض کے دِل میں نفرت پیدا ہو جائے اور دِل سے اپنی اصلاح کی طرف مائل ہو تو پھر اس میں طبعی جنسی قوت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اس میں جماع کی رغبت بیدار ہو جائے۔ بعض معالج خصوصاً فرنگی طب کے حاملین قاطع باہ ادویہ استعمال کرا کے جنسی جذبہ کو ختم کر دیتے ہیں۔ جس سے مریض کی جسمانی صحت متاثر ہو کر خراب ہو جاتی ہے۔ مخدرات ومسکنات کا استعمال یقیناً نقصان پیدا کرتا ہے۔

ادویات کے استعمال سے قبل مریض کی روزانہ زندگی باقاعدہ کریں: (۱) صبح جلد اٹھنا (۲) سیر کرنا (۳) روزانہ غسل کرنا (۴) اگر ہلکی ورزش کی عادت ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ (۵) عبادت اور مذہبی کتب کے مطالعہ کی عادت ڈالی جائے۔ (۶) غذاء وقت مقرر پر لینا (۷) بھوک شدید نہ ہو تو غذا میں ناغہ کر لینے کی عادت ڈالنا۔ (۸) روزانہ ناشتہ میں مکھن یا دودھ گھی کا استعمال۔ (۹) دوپہر کے کھانے میں پھل اور سبزیوں کا زیادہ استعمال کرنا۔ (۱۰) اناج وغیرہ بہت کم کھانا، تاکہ غذا جلد ہضم ہو جائے۔ (۱۱) رات کے کھانے میں ہلکی اور زود ہضم اغذیہ ہونی چاہئیں۔ (۱۲) کاروبار دل جمعی سے کام کرنا۔ (۱۳) اچھے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا جہاں پر دوسروں کی خدمت خصوصاً ملکی وقومی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ دوسروں کی خدمت کا جذبہ اعصاب میں زندگی پیدا کرتا ہے۔

حلوہ مقوی اعصاب

نسخہ: مربہ گاجر ایک سیر، کھویا نصف سیر، الائچی خورد ایک تولہ، گھی حسب ضرورت لیں۔

ترکیب: اوّل مربہ گاجر باریک پیس لیں۔ پھر اس میں کھویا ملا لیں۔ پھر اندازاً کچھ گھی دیگچی میں ڈال کر اس میں الائچی خورد پیس کر ڈال دیں اور آگ پر رکھ دیں۔ جب الائچی کچھ سرخ ہو جائے تو اس میں مربہ گاجر اور کھویا ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ جب مربہ گاجر اور کھویا سرخ ہو جائیں تو اس وقت اس میں اس قدر گھی اور ڈال دیں کہ جس میں حلوہ تر بہ تر ہو جائے۔

مقدار خوراک: ایک چھٹانک صبح وشام ہمراہ نیم گرم دودھ استعمال کریں۔

فوائد: اعصابی عضلاتی مقوی، اعصاب ودماغ کو طاقت دیتا ہے۔ جسم میں صالح رطوبت پیدا کرتا ہے۔ ذکاوت حس کو دور کرتا ہے۔ جگر اور گردوں کی سوزش کو کم کرتا ہے۔ دِل کو فرحت بخشتا ہے۔ رنگت کو صاف اور جسم کو موٹا کرتا ہے۔ جس کو جلق کی بدعادت ہو ان کے

لئے بہت مفید ہے۔

مٹھائی مقوی اعصاب

نسخہ: ناریل ایک سیر، مغز بادام نصف سیر، گوند کیکر نصف سیر، گھی ایک پاؤ، چینی دو سیر، پانی ایک سیر۔

ترکیب: اوّل ایک دیگچی میں گھی ڈال کر آگ پر رکھیں۔ اس میں گوند کیکر ڈال کر چمچہ ہلاتے رہیں۔ یہاں تک کہ گوند پھول جائے۔ ٹھنڈا ہونے پر اس کو پیس لیں۔ ناریل اور بادام کو بھی پیس کر گوند میں ملا لیں۔ پھر چینی میں پانی ڈال کر آگ پر رکھیں۔ جب دو تار کا قوام بن جائے تو آگ پر سے اتار لیں اور فوراً ہی اس میں وہ مرکب ملا کر کسی تھال میں ڈال لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر ٹکڑے کاٹ کر رکھ لیں۔

مقدار خوراک: آدھی چھٹانک سے ایک چھٹانک تک نیم گرم دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔

فوائد: (اعصابی عضلاتی مقوی) جگر و گردوں اور مثانہ کی سوزش کو کم کرتا ہے۔ نیا خون اور صالح رطوبت پیدا کرتا ہے۔ ضعف قلب کو بے حد مفید ہے۔ ذکاوت حس کو دور کرتا ہے۔ اعصاب و دماغ اور حواس خمسہ خصوصاً آنکھوں کو طاقت بخشتا ہے۔ رنگت کو صاف اور جسم کو موٹا کرتا ہے۔ جن کو جلق کی بدعادت ہو اس کا استعمال اس بدعادت سے دور رکھتا ہے۔

سفوف مقوی اعصاب

نسخہ: زیرہ سفید، کشنیز مقشر، خشخاش، تخم تربوز مقشر، تخم خربوزہ مقشر، خیارین مقشر اور چینی سب چیزیں ہم وزن لے لیں۔

ترکیب: سب کو کوٹ کر سفوف تیار کر لیں۔

مقدار خوراک: ایک تولہ سے تین تولہ تک ہمراہ دودھ نیم گرم استعمال کریں۔

فوائد: (اعصابی عضلاتی مقوی) اس میں بھی مندرجہ بالا خواص پائے جاتے ہیں۔

طلاء آبلہ انگیز

نسخہ: روغن کنیر، روغن ترب ہر دو ایک ایک پاؤ، روغن جمالہ گوٹہ ایک تولہ، موم نصف پاؤ۔

ترکیب: پہلے موم کو کسی برتن میں آگ پر رکھ کر گرم کریں۔ جب موم پگھل جائے تو اس میں باقی روغن ملا لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار استعمال: ضرورت کے مطابق تھوڑا سا لے کر حشفہ اور نیچے کی نالی چھوڑ کر باقی قضیب پر لیپ کر دیں۔ مالش کی ضرورت نہیں۔ روزانہ ایک بار رات کو کافی ہے۔ چند دنوں میں دانے نکل آئیں گے۔ جن سے ایک طرف قضیب کو طاقت آئے گی، کجی دور ہو جائے گی اور جلق کی عادت ختم ہو جائے گی۔

طلاء آبلہ انگیز شدید

نسخہ: شیر عشر، شیر تھوہر دونوں ہم وزن ملا کر مسلسل ایک گھنٹہ کھرل کر لیں۔ بس تیار ہے۔ (اعصابی غدی شدید) فوائد کے لئے بے انتہا مفید ہے۔

مقدار استعمال: ضرورت کے مطابق مندرجہ بالا طریق پر استعمال کریں۔ کجی دو بلا پن اور لمبائی میں کمی ہو گئی ہو تو اس کا استعمال بے حد مفید ہے۔ اس کے استعمال سے قضیب پر آبلے اُبھر آئیں تو دوا لگانا ترک کر دیں۔ یہ آبلے خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔ جلق کی عادت کو

روکنے کے لئے مفید ہے۔ اگر آبلوں کی تکلیف زیادہ ہو اور اس کو روکنا مقصود ہو تو روغن کنجد ایک چھٹانک میں پانچ ماشے ست اجوائن شامل کر کے ان پر دن میں دو تین بار لگائیں۔ آبلے بھی رفع ہو جائیں گے اور طاقت بھی قائم رہتی ہے۔

طلاء مقوی شاہی

نسخہ: عطر گلاب، عطر حنا، عطر مشک، ایک ایک حصہ، روغن صندل (اگر میسوری ہو تو بہتر ہے) پانچ حصے۔

ترکیب: سب کو ملالیں۔ تیار ہے۔

مقدار خوراک: (اعصابی عضلاتی مقوی) ضرورت کے مطابق حشفہ اور نیچے کی نالی چھوڑ کر قضیب پر ہلکے ہلکے مالش کریں۔ اس سے آبلے نہیں نکلتے۔ اس سے کجی و کمزوری اور دُبلا پن دور ہو جاتا ہے۔

اغلام

ضعف مردانہ کا تیسرا سبب اغلام ہے۔ اس سے قبل اس کے دو اسباب یعنی (۱) کثرت مباشرت اور (۲) جلق کے بارے میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ بھی جلق کی طرح خوفناک جذباتی مرض ہے۔

اغلام کیا ہے؟

اغلام ایک جنس کے دو افراد کا ایک دوسرے کے ساتھ مباشرت کرنا ہے۔ یعنی مرد کا دوسرے مرد یا عورت کا عورت یا کسی غیر جنس کے ساتھ مباشرت کرنے کو اغلام کہتے ہیں۔ یہ فعل نہ صرف نہایت قبیح ہے بلکہ سخت نقصان دہ عادت ہے جس کا انجام انتہائی خوفناک ہوتا ہے۔ یہ عادت کم وبیش ہر ملک میں اور ہر زمانے میں پائی جاتی رہی ہے۔ اس فعل بد کی تاریخ پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ فعل قدیم زمانے میں بھی پایا جاتا تھا۔

قرآن حکیم سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم میں یہ فعل انتہائی عروج پر تھا۔ وہ حسین اور نیک طینت عورتوں کی نسبت خوبصورت مردوں اور لڑکوں کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ وہ قوم حضرت لوط علیہ السلام کے کہنے سے اس فعل سے باز نہ آئی اور آخرکار تباہ کر دی گئی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اہل روما اپنی تہذیب وتمدن کے عروج کے زمانے میں اس فعل بد میں بری طرح گرفتار تھے۔ بلکہ ہر درجہ اور ہر عمر کے لوگ اس میں مبتلا نظر آتے تھے۔ یہاں تک کہ شہنشاہ فریڈرک اعظم بھی ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو بہت بری طرح اس بدعادت میں گرفتار تھے۔

کہا جاتا ہے کہ کسی ہم جنس کی اپنے ہم جنس سے جب محبت ہو جاتی ہے اور وہ بے تکلف ہو جاتے ہیں تو انتہائے لذت و سرور اور مسرت میں اس فعل بد میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے ایسی صورت بھی عمل میں آ جائے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر بچے و جوان اور بوڑھے بھی اس بدعادت میں مبتلا پائے گئے ہیں۔ اس میں حسن وخوبصورتی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بدصورت بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے ساتھ بھی یہ عادت بد پوری کی جاتی ہے۔ بلکہ حیوانات سے بھی یہ بدعادت پوری کی جاتی ہے جن میں گدھے، گدھیاں اور کتیاں بلیاں شامل ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ ربڑ کی بڑی بڑی گڑیاں اس مقصد کے لئے تیار کی جاتی ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ فساد شہوت کا ایک پہلو اور غلط طریق پر انزال کی ایک صورت ہے جس میں ابتداء میں تو لذت اور فرحت حاصل ہوتی ہے، لیکن پھر عادت اور جذبہ بن جاتا ہے اور اکثر تکلیف ہوتی ہے۔

دور حاضر کی فرنگی تہذیب وتمدن میں اس اخلاق کش بدعادت میں بے حد کثرت ہوگئی ہے۔ خاص کر بڑے شہروں میں اس کی انتہائی کثرت ہے۔ اس کے مراکز اکثر سکول، کالج اور جیل خانے وکلب یا ایسے مقامات ہیں۔ جہاں مجرد مرد یا بچے اکٹھے رہتے ہوں۔ یہ بدعادت پڑ جاتی ہے۔ آج کل یورپ اور امریکہ میں اس عادت بد کی انتہائی کثرت ہوگئی ہے جس کا ثبوت برطانیہ کے پارلیمنٹ کا وہ قانون ہے جو حال ہی میں پاس ہوا ہے کہ اغلام کو جرم نہ قرار دیا جائے۔ حالانکہ اس سے قبل دنیا بھر کی تمام حکومتوں نے اس فعل بد کو شدید جرم قرار دے رکھا ہے۔ بلکہ اگر کسی حیوان سے بھی ایسی حرکت کی جائے تو بھی جرم ہے۔ برطانیہ میں اس فعل کو جرم کی حدود سے خارج کر دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس جرم میں اس کثرت سے ہر طبقہ کے لوگ شریک ہیں کہ اگر ان کو مجرم قرار دیا جائے تو ملک بھر میں فساد کا خطرہ ہے۔ لیکن اس فعل کی آزادی سے انسانی کردار میں جو فساد پیدا ہوگا وہ اس قدر شدید اور خطرناک ہوگا کہ اس کا اندازہ لگانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

خلاف وضع فطری کی بدعادت عورتوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ کم ہے لیکن اس کے وجود سے انکار نہیں ہوسکتا۔ اس کی ابتداء ایک عورت کے دوسری کسی عورت یا لڑکی سے جذبہ عشق کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ایسی عورتیں آپس میں ایک دوسری کے ساتھ نہایت درجہ عاشقانہ محبت رکھتی ہیں۔ ہر قسم کی مالی اور خاندانی قربانی دیتی ہیں۔ ہفتوں ایک دوسرے کے گھروں میں جا کر رہتی ہیں۔ گھر والوں کے منع کرنے کے باوجود باز نہیں آتیں اور اپنی سہیلی سے انتہائی محبت کا اظہار کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو جدا کرنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ سکولوں اور کالجوں میں یہ مرض بڑھ رہا ہے۔ بڑی لڑکیاں چھوٹی لڑکیوں سے یا بعض استانیاں اور لیکچرار اپنی شاگرد لڑکیوں سے ایسی محبت کا اظہار کرتی ہیں۔ پرلطف بات یہ ہے کہ جب کسی گھر یا کسی درسگاہ وغیرہ میں ایسی شدید محبت اور عشق کا جذبہ نظر آتا ہے تو دوسری لڑکیاں اور عورتیں ان کو شکوک اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ ایسے تعلق کو اچھا خیال نہیں کرتیں۔ البتہ ایسی عورتیں اور لڑکیاں مردوں اور لڑکوں سے بہت جھجک محسوس کرتی ہیں اور ان سے اکثر دور رہتی ہیں اور اپنی گفتگو میں ان سے نفرت کا اظہار کرتی ہیں۔ بلکہ اگر ان کی شادی کا ذکر آ جائے تو اوّل تو بہت بے چینی کا اظہار کرتی ہیں اور پھر اس شادی میں خرابیاں ظاہر کر کے کیڑے نکالتی ہیں۔

یونانی دور تہذیب وتمدن میں جب نوجوان آپس میں ایسی محبت رکھتے تھے تو وہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ وہ عورتوں کو نہایت نفرت سے دیکھتے ہیں۔ اس طرح جب یونانی دوشیزائیں آپس میں محبت کرتی تھیں تو وہ مردوں سے سخت نفرت کرتی تھیں اور اس بات پر نازاں ہوتی تھیں کہ وہ مرد کی ناز برداریوں کی محتاج نہیں ہیں۔ یہی جذبہ اب ہمارے ہاں اکثر پڑھی لکھی اور ملازمت پیشہ عورتوں میں بھی بڑھتا جا رہا ہے جس کے نتائج یقیناً خطرناک ہو سکتے ہیں۔

ان بدافعال کے برے نتائج کی مثالیں فرانس میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ جہاں حسن وعشق اپنی پوری بلندیوں پر نظر آتا ہے، جہاں عریانی اور بے شرمی کو آرٹ اور کلچر کہا جاتا ہے وہاں پر عشق اور محبت کے اظہار پر فخر اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ وہاں پر اس قسم کے خلاف فطرت عشق کی بڑی بڑی حکایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اُلفت اور جذبہ رنڈیوں میں اپنے عروج پر پایا جاتا ہے اور اچھے اچھے خاندانوں کو اس بدعادت سے نقصان پہنچ رہا ہے۔ یہ سب کچھ صرف لذت اور فساد کا نتیجہ ہے۔

اغلام کے نقصانات

شہوت انسان میں صحت اور قوت کا اظہار ہے لیکن اس کا غلط استعمال فساد شہوت ہے۔ شہوت کے اثرات اور اظہار اور قبل از بلوغت

ہی شروع ہو جاتا ہے تا کہ بچپن ہی سے اس کے جنسی اعضاء اور قویٰ ارتقاء اور تکمیل کی منزلیں اس کے جسم کے ساتھ مکمل ہونی شروع ہو جائیں۔ اگر جوانی سے قبل ہی شہوت کا غلط استعمال شروع ہو جائے تو پھر انسان جسمانی ونفسیاتی اور روحانی طور پر ارتقاء اور تکمیل کی منزلیں طے نہیں کر سکتا اور نامکمل انسان رہ جاتا ہے۔ یہ ماں باپ اور سرپرست کا کام ہے کہ وہ بچے کی نگرانی کریں تا کہ بچہ فسادِ شہوت میں گرفتار نہ ہو سکے۔ بلکہ جوانی کی تکمیل کے بعد بھی اگر فسادِ شہوت میں گرفتار ہو جائے تو پھر صحت اور جوانی برباد ہو جاتی ہے۔ اور بڑھاپا جلد آ جاتا ہے۔

فسادِ شہوت میں (۱) کثرت مباشرت (۲) جلق (۳) اغلام قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تینوں بد افعال جس کثرت کے ساتھ ہمارے ملک میں عمل پذیر ہیں ان کا اندازہ جنسی مریضوں کی کثرت سے لگایا جا سکتا ہے۔ فسادِ شہوت سے جس قدر جسمانی وجنسی اور نفسانی اور روحانی نقصان ہوتا ہے اس کا اندازہ مریض بالکل نہیں لگا سکتا۔ یہ اندازہ صرف صاحبِ علم اور اہلِ فن ہی لگا سکتا ہے۔ عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ یہ صرف جنسی نقصان ہے۔ لیکن اس جنسی نقصان کا جو اثر جسم ونفس اور روح پر ظاہر ہوتا ہے اس سے انسان کے اندر کردار اور اخلاق کی قوتوں کا ارتقاء اور تکمیل ختم ہو جاتی ہے۔ یہ صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ نسل اور ماحول پر بھی اثر انداز ہو جاتا ہے۔ گویا یہ صرف اس کی ذات کا نہیں بلکہ ملک اور قوم کا نقصان ہوتا ہے۔

بادی النظر میں فسادِ شہوت کے نقصان کی تین صورتیں ہوتی ہیں: (۱) قضیب کا نقص (۲) اندرونی اعضائے تناسل کا نقص (۳) اعصاب کا نقص۔ مگر جاننا چاہیے کہ تینوں نقص صرف مقامی حالت تک محدود نہیں رہتے بلکہ ان کے اثرات اعضائے رئیسہ اور اعضائے شریفہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ارتقائے انسانی ونشوونما آدمیت، تکمیل بشریت نہ صرف رُک جاتی ہے بلکہ فنا ہو جاتی ہے۔ جس شخص نے تعلیم میں فضیلت کی تکمیل نہیں کی وہ اس کے شرف کا کیسے اندازہ لگا سکتا ہے۔ اسی طرح جس نے مقامِ بشریت کو نہیں دیکھا وہ اس کے کمال کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ قضیب کی بناوٹ میں زیادہ تر اسفنجی اجسام ہوتے ہیں جن کا تعلق عضلات اور قلب سے ہوتا ہے۔ وہاں پر جو غشائے مخاطی اور اعصاب پائے جاتے ہیں ان میں انتہائی لطافت کا احساس پایا جاتا ہے۔ خصوصاً حشفہ اور احلیل میں یہ اثرات اپنی انتہاء کو پہنچے ہوتے ہیں۔ ان سب کو شریانوں اور وریدوں سے غذا پہنچتی ہے۔ جس سے وہاں کی نشوونما کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ لیکن اغلام میں اعضاء پر غیر فطری طور پر دباؤ پڑتا ہے۔ اس طرح جو رگڑ لگتی ہے اس سے حشفہ اور احلیل کی جھلی واعصاب میں خراش اور سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ بار بار ایسا کرنے سے خون کا دوران اس طرف زیادہ ہو جاتا ہے جس سے وہاں کی لطافت اور احساس میں اس قدر شدت آ جاتی ہے کہ دُکھن پیدا ہو جاتی ہے جس سے ورم تک کی نوبت پیدا ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اندرونی جنسی اعضاء کے ساتھ ساتھ دل ودماغ اور جگر بگڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر بجائے جسم ونفس اور روحانی تکمیل کے خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنے میں تین خاص صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اوّل عورت کی اندامِ نہانی ایک لطیف اور نازک مقام ہے جو عضوِ مخصوص کے اندازے کے مطابق بنایا گیا ہے اور اس کے لئے مقامِ راحت ہے۔ دوسرے وہاں پر خاص قسم کی رطوبت پائی جاتی ہے جو قضیب کو رگڑ سے محفوظ رکھتی ہے اور سکون بخشتی ہے۔ تیسرے وہاں پر ایک خاص قسم کی حرارت ہوتی ہے جس کا ایک خاص درجہ ہوتا ہے جو مرد کے صحیح انزال میں مدد کرتی ہے بلکہ اس کے عضوِ مخصوص میں پسینہ لا کر اس کے اسفنجی مواد کو بھی تحلیل کر دیتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس اغلام میں نہ مقامِ راحت ہے، نہ رطوبت کی غیر موجودگی سے تسکین ملتی ہے اور نہ حرارت سے وہاں پر منی اور مواد کا صحیح اخراج ہوتا ہے۔ ان حقائق سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مباشرت اور اغلام میں کس قدر فرق ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کس قدر فوائد اور نقصان پائے جاتے

ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مباشرت سے جسم انسان کا تنقیہ ہوتا ہے اور اغلام میں یہ صورت ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ خوفناک امراض کے ساتھ اخلاقی تباہی پیدا ہوتی ہے۔

ان کے علاوہ اغلام میں سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اس مقام میں سختی کے ساتھ ساتھ گندے مادے ہوتے ہیں جن سے آتشک اور سوزاک جیسے امراض پیدا ہوجاتے ہیں جس سے اس شخص کی زندگی ہمیشہ کے لئے اجیرن ہوجاتی ہے اور ایسی صورت میں جب کہ ذکاوت حس بڑھ چکی ہو اور دوران خون جنسی اعضاء کی طرف ہو تو نہ صرف وہاں پر امراض کی شدت ہوتی ہے بلکہ وہ قابل علاج بھی نہیں ہوتے۔ اس لیے مشکلات دوگنا ہوجاتی ہیں۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ جو لوگ مفعول بنتے ہیں وہ بھی نقصان سے خالی نہیں رہتے۔ اوّل تو ان کے مقعد میں امراض پیدا ہوجاتے ہیں، دوسرے ان کی اپنی مردانہ جنسی قوتیں ختم ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ ان میں زنانہ پن پیدا ہوجاتا ہے اور وہ عورت سے نفرت کرنے لگتے ہیں بلکہ وہ اپنے عضو مخصوص کو کاٹ کر پھینک دیتے ہیں۔

جو لوگ جنسی طور پر عورت میں تبدیل ہونا شروع ہوجاتے ہیں وہ اسی قسم کے مفعول ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلے جو عورتیں جنسی طور پر مرد بننا شروع ہوجاتی ہیں وہ وہی عورتیں ہوتی ہیں جو دوسری عورتوں سے جنسی تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں مردانہ جنسی اوصاف اُبھر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی عورتیں حقیقی طور پر نہ مرد بن پاتی ہیں اور نہ مکمل طور پر بن سکتی ہیں۔

اغلام کے اسباب

جنسی انتشار ایک فطری جذبہ ہے جس کا ہر تندرست انسان میں پایا جانا ضروری ہے۔ چونکہ اس کا مقصد نسل انسان کو جاری رکھنا ہے۔ اس لئے بچپن ہی سے جب کہ دودھ پینے کا زمانہ ہوتا ہے یہ جذبہ ظاہر ہونے لگتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بچے کو لذت بھی محسوس ہوتی ہے اور جوں جوں بچہ بڑھتا جاتا ہے اس کے اس جذبہ میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس کی لذت بھی بڑھتی محسوس ہوتی ہے۔ تحقیقات سے یہ حقیقت مسلمہ ہوگئی ہے کہ بچے کا یہ جنسی جذبہ اور لذت بغیر نقصان کے بڑھتے رہیں تو اس سے نہ صرف اس کی جنسی قوت غیر معمولی طور پر بڑھتی ہے بلکہ اس کی ذہنی و روحانی اور جسمانی قوتیں بھی بہت حد تک بڑھ جاتی ہیں۔ اس طرح انسان ذہنی و روحانی اور جسمانی طور پر ایک بلند مقام پالیتا ہے۔

لیکن جب اس جنسی جذبہ کو غلط قسم کی لذت کے حصول سے نقصان پہنچ جاتا ہے تو فطری طور پر اس کی ان تمام قوتوں کو نقصان پہنچ جاتا ہے جس کی صورتیں یہ ہوتی ہیں کہ زمانہ شیر خواری میں اس کے والدین یا دیگر رشتہ دار اور عزیز بے سمجھی میں اس کو پیار سے سلاتے ہیں یا دایہ اپنے آرام کی خاطر بچے کے رونے اور بے چین ہونے پر اس کو سہلانا شروع کر دیتی ہے۔ اس طرح بچے کو حصول لذت کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح جب بچے باہم کھیلتے ہیں تو ایک دوسرے کے جنسی اعضاء کو چھو کر یا چھیڑ کر آپس میں لذت کو بیدار کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ چھوٹی عمر کے بچوں کو اکٹھا سلا دیا جاتا ہے تو جس وقت ان میں جنسی انتشار کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور ان کے اعضائے جنسی دوسرے کے بدن پر دباؤ ڈالتے ہیں اس وقت بھی ان کو لذت اور سرور کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ حظ حاصل کرتے ہیں اور یہی صورتیں دایہ کے ساتھ بچے کے لیٹنے سے پیدا ہوسکتی ہیں جس سے غلط ذہن کی دایہ اس کو کچھ اہمیت نہیں دیتی بلکہ بچے کو اپنی طرف اور بھینچ لیتی ہے جو اس کے حظ میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے اور کبھی کبھی مختلف جنسوں کے بچوں کو بے تکلف ملنے، لیٹنے اور کھیلنے کا اتفاق ہوجاتا ہے تو اس

جذبہ کو اور بھی شدت ملتی ہے۔ ایسی صورتوں میں جوان ہونے تک بچے کا جنسی جذبہ اور لذت بڑھتی اور پختہ ہوتی رہتی ہے۔
انہی اثرات کے تحت جب بچہ جوان ہو جاتا ہے تو اس کو جلق و اغلام اور کثرت مباشرت کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اس طرح اس کے جنسی جذبہ کو شدید نقصان پہنچ جاتا ہے اور وہ اپنی صحیح اور مکمل نشو ونما کھو بیٹھتا ہے۔ بچہ کی پرورش میں جہاں پر اس کی غذا اور صحت اور تعلیم کا خیال رکھا جاتا ہے، وہاں اس کے جنسی جذبہ کی نگرانی کرنا بھی از حد ضروری ہے۔

علامات

جن نوجوان بچوں کے جنسی جذبہ کو نقصان پہنچ چکا ہوتا ہے چاہے وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں تو وہ اکثر بہت شرمیلے ہو جاتے ہیں۔ اکثر خوفزدہ رہتے ہیں۔ جب کبھی جنسی جذبہ کا ذکر آتا ہے تو گھبرا جاتے ہیں۔ اکثر تنہائی پسند ہوتے ہیں۔ بہت کم عام لوگوں میں بیٹھتے ہیں۔ تعلیم اور کام دھندوں میں جی نہیں لگتا۔ ان کی ذہانت اور مسرتیں روز بروز کم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اکثر نشہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔
گھر کے ڈر سے نشہ سے بچے رہیں تو ناول و افسانوں اور سینما ویڈیو وغیرہ کا نشہ پڑ جاتا ہے۔ گھر میں جب ان کی شادی کا ذکر آتا ہے تو گھبرا جاتے ہیں۔ اکثر صاف انکار کر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان پر سختی کرنا ہرگز مفید نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے وہ لا علاج مریض بن جاتے ہیں۔ ان کا صحیح علاج یہ ہے کہ پیار محبت سے ان کے نقصان کو معلوم کر کے صحیح طور پر ان کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور جس مرض میں وہ مبتلا ہیں اس کا علاج کسی قابل معالج سے کرانا چاہیے۔ اس طرح وہ پھر بہت حد تک اپنی کھوئی ہوئی صحت دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

علاج

اغلام کا مریض کچھ وہمی سا ہو جاتا ہے۔ معالج کے لئے ضروری ہے کہ اس کے علاج سے قبل اس کو اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کرے اور اس کو یقین دلائے کہ اس کا مرض کوئی خاص نہیں ہے۔ صرف ذہنی بوجھ ہے، صرف سمجھنے کی بات ہے، نہ جسم کی کمزوری ہے اور نہ قوت باہ کی خرابی ہے۔ البتہ اسے اپنی قوت پر یقین نہیں ہے۔ بلا وجہ ایک خوف سا پیدا ہو گیا ہے۔
علاج سے چند دنوں میں یہ اعتماد پیدا ہو جائے گا اور بے معنی خوف دور ہو جائے گا اور تم اس قابل ہو سکو گے اور شادی کر سکو گے۔
معالج کو چاہیے کہ مریض میں شادی کا شوق پیدا کرے۔ ایک حسین و جمیل بیوی کا تصور پیدا کرے۔ اس کی نزاکت و نفاست کی لذت پیدا کرے۔ اس کی محبت و خدمت کے جذبے کو تیز کرے۔ غرض بیوی سے لذت و حظ اور لطف اندوز ہونے کی صورتیں اور نقشے کھینچ دے اور ساتھ ہی کسی ہستی کی زندگی کی عزت و ناموس کے نمونے پیش کرے۔ اس کے ساتھ اولاد کا پیار اور اس سے خاندان کے نام ونشان کی بقاء کا قائم رہنا اور بیوی کے مقابلے میں اغلام کی خرابیوں کو ذہن نشین کرائے۔ اس سے مریض علاج کی طرف دل سے رجوع کر لیتا ہے اور اس طرح علاج میں یقینی کامیابی ہو جاتی ہے۔

ایک غلط فہمی

اغلام کے مریض کے علاج کے مطابق یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اس کو اس عادت سے روکنے کے لئے مسکنات اور مخدرات کا استعمال کرایا جاتا ہے اور فرنگی طریق علاج میں اس کے سوا ان کے پاس اور کوئی علاج ہی نہیں ہے۔ وہ اس مقصد کے لئے برومائیڈ اور اسی قسم کے مرکب جیسے سوڈیم برومائیڈ، امونیم برومائیڈ، پوٹاشیم برومائید اور کیمفر برومائیڈ وغیرہ استعمال کر کے مریض کی قوت مردانہ کو اور بھی کمزور کر دیتے ہیں۔ ایسا کرنے سے مریض کبھی اچھا نہیں ہوتا بلکہ اور بھی بیمار ہو جاتا ہے۔

صحیح علاج

اغلام کا مریض ہمیشہ عضلاتی اعصابی یا عضلاتی غدی ہوتا ہے۔ اکثر ریاح اور تیزابیت کو زیادتی ہوتی ہے۔ اس کا علاج غدی تحریک کو زیادہ سے زیادہ بڑھانا ہے۔ اس طرح عضلات میں تحلیل ہو کر اس کے جسم میں حرارت پیدا ہو جائے گی اور اس کا ذہن اور جذبات اعتدال پر آ جائیں گے اور اس کو اغلام سے نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اس کی غذا میں گھی، شہد اور بادام کا زیادہ سے زیادہ اضافہ کر دیں اور ادویات میں غدی اعصابی ادویات کا استعمال شروع کر دیں۔ اگر قبض ہو تو غدی اعصابی ملین یا مسہل دیں۔ ورنہ صرف غدی اعصابی محرک یا شدید کافی ہوتی ہیں۔ ذیل کے نسخے بھی مفید ہیں۔

۱۔ غدی اعصابی تریاق

زنجبیل سات حصے، الائچی خورد ایک حصہ، شہد نیم گرم دونوں کے برابر ملا لیں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ سے چار ماشہ تک دن میں تین چار بار دیں۔ غدی اعصابی تحریک کے لئے بے خطا دوا ہے۔

۲۔ غدی اعصابی اکسیر

فلفل سیاہ ایک حصہ، بادیان سات حصے، مغز بادام مقشر آٹھ حصے۔ باریک پیس کر باہم ملا لیں۔

مقدارِ خوراک: چھ ماشے سے ایک تولہ تک دن میں دو تین بار دیں۔ اگر مناسب خیال کریں تو چار بار بھی دے سکتے ہیں۔ بے حد یقینی دواء ہے۔

۳۔ غدی اعصابی طلاء

روغن پودینہ ایک ماشہ، روغن زیتون گیارہ ماشے۔ دونوں کو خوب اچھی طرح ملا لیں۔ معروف طریقہ پر مریض کو استعمال کرائیں۔ اغلام کی عادت چھڑانے کے لئے انتہائی مفید طلا ہے۔

جریان

جریان کے معنی کسی رقیق مواد کا بہنا ہے۔ طبی اصطلاح میں عام طور پر منی کے بلا ارادہ یا بلا ضرورت بہنے کو کہا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو جریان منی کہتے ہیں۔ اس کو سیلان منی بھی کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اس کو اسپرمے ٹوریا کہتے ہیں۔ جو دو یونانی الفاظ سے مرکب ہے۔ ایک لفظ سپرم ہے جس کے معنی تخم یا بیج کے ہیں اور دوسرا لفظ ریا ہے جس کا معنی بہنا ہے۔ چونکہ منی جسم انسان میں تخم یا بیج کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے اس کو جریان منی کہتے ہیں۔ عام لوگ اس کو دھات پڑنا کہتے ہیں۔ چونکہ منی کا عام طور پر اخراج بوقت مباشرت ہوتا ہے جس کو انزال (گرنا) کہتے ہیں۔ مگر جریان کی صورت میں منی بغیر مباشرت، بغیر خواہش، بغیر ارادہ اور اکثر بغیر انتشار کے اخراج پا جاتی ہے بلکہ بہہ جاتی ہے جو اکثر سیلان کی صورت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو جریان منی کہتے ہیں۔ ضعف باہ کی چوتھی قسم جریان منی ہے۔ پیشاب و پاخانے کے وقت پیشاب سے قبل یا پیشاب کے ساتھ یا پیشاب کے بعد جب کوئی سفید مادہ خارج ہوتا ہے اس کو عام طور پر جریان منی کہتے ہیں اس کے علاوہ شہوانی خیالات یا کپڑے کی رگڑ کی صورت میں بھی اکثر جریان کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بعض اطباء سرعت انزال اور احتلام کو بھی جریان منی میں شمار کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں علامات جریان سے بالکل جدا ہیں۔ سرعت انزال کی علامات اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب عمل مباشرت میں بہت جلد انزال ہو جائے۔ یہ حالت انزال ہے، جریان یا سیلان نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس میں عمل و ارادہ اور خواہش کو بھی دخل ہوتا ہے۔ اسی طرح احتلام کی علامت اس حالت میں پیدا ہوتی ہے جب مریض کو حالت خواب میں انزال ہو جائے۔ اس میں اگرچہ لذت اور خواہش نہیں ہوتی مگر یہ بھی صورت انزال ہوتی ہے۔ اس لئے احتلام بھی جریان منی سے ایک مختلف حالت اور علامت ہے۔ ان تینوں کے اسباب اور علامات بھی جدا جدا ہیں۔ جن کی تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی۔

جریان منی کی طرح دو رطوبتیں اور بھی اخراج پاتی ہیں۔ عام طور پر ان کا اطلاق بھی جریان منی پر کر دیا جاتا ہے۔ مگر یہ دونوں رطوبتیں دراصل منی سے جدا ہیں۔ اگرچہ ان دونوں کے رنگ بھی سفید ہوتے ہیں مگر دونوں منی سے علیحدہ شمار ہوتی ہیں۔ ان میں ایک رطوبت کا نام مذی ہے اور دوسری رطوبت کو ودی کہتے ہیں۔ مذی ایک ایسی لطیف شے ہے جو لذت کے وقت اخراج پاتی ہے۔ عام طور پر جذبہ مباشرت اور لذت کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کے اخراج کی حقیقت یہ ہے کہ منی کے اخراج کے وقت اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ منی کے اخراج کی صورت میں پیشاب کی نالی تر رہے تاکہ منی کی حدت سے پیشاب کی نالی میں رکاوٹ یا سوزش نہ پیدا ہو جائے۔ جس سے نقصان کا خدشہ ہوتا ہے۔ عام لوگ اس کو بھی منی خیال کرتے ہیں اور اس کی زیادتی کو بھی باعث نقصان خیال کرتے ہیں۔ اس کے کثرت اخراج میں کچھ نہ کچھ نقصان تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت میں اس سے کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا۔ اس کا اخراج ایک فطری امر ہے، کیونکہ جب تک ایک شخص حالت لذت میں رہے گا، اس وقت تک مذی کا اخراج جاری رہے گا۔ جو لوگ ضرورت کے خلاف زیادہ وقت لذت میں صرف کرتے ہیں، ظاہر ہے اس سے رطوبت کا اخراج زیادہ ہوگا، گویا اس کی زیادتی ہر شخص کے جذبات کی زیادتی اور حصول لذت پر منحصر ہے۔ اسی طرح بعض لوگ حسن وعشق اور لطف ومحبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح غیر شعوری طور پر ان کے جذبات لذت سے بھڑکتے رہتے ہیں جس سے ان میں اس رطوبت کی پیدائش اور اخراج بڑھ جاتا ہے۔ بعض دفعہ کثرت جذبات سے اس کا اخراج بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔ جس کے نتائج اکثر خراب ظاہر ہوتے ہیں۔

دوسری رطوبت ودی ہے جو پیشاب کے وقت فطری طور پر اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ پیشاب کی نالی کو تر رکھے اور نالی میں پیشاب کی جلن اور تیزابیت کا احساس نہ ہو۔ جب بھی پیشاب میں حدت اور تیزابیت پیدا ہوتی ہے تو اس سے اس رطوبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس سے جلن اور سوزش دور ہو جاتی ہے۔ بہرحال یہ دونوں رطوبتیں منی سے بالکل جدا ہیں۔

جنسی لذت

لذت بھی ایک جذبہ ہے جس طرح مسرت وغم وغصہ انسانی جذبات ہیں۔ جب انسان میں کوئی جذبہ شدت یا تسلسل اختیار کرتا ہے تو اس کا اثر دل و دماغ اور جگر پر پڑتا ہے۔ اس سے دورانِ خون میں اس طرف تیزی ہو جاتی ہے۔ اگر دورانِ خون میں یک بیک شدت پیدا ہو جائے تو اکثر موت واقع ہو جاتی ہے۔ خوشی ومسرت ایک اچھا جذبہ ہے۔ لیکن اس کی شدت سے بھی موت واقع ہو جاتی ہے۔ جس کو شادی مرگ کہتے ہیں۔ اسی طرح غم مرگ اور خوف مرگ واقع ہو جاتے ہیں لیکن جب کسی جذبہ میں شدت نہ ہو مگر تسلسل ہو تو اس سے اس عضو کی طرف دورانِ خون اکٹھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے وہاں پر خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

یہی صورت جذبہ لذت کے حصول میں بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ جذبہ جنسی لذت کے تحت ہو یا کسی اور لذت کے تحت۔ بہرحال دورانِ خون پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ اس میں شدت ہو تو اس کا نقصان فوراً ظاہر ہو جاتا ہے اور اگر اس میں تسلسل ہو تو اس کا نقصان رفتہ رفتہ

پیدا ہوتا ہے۔اوربعض اوقات بہت خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔جن میں جریان وسیلان الرحم اور ذیابیطس وخارش قابل ذکر ہیں۔جب تک جذبہ لذت ختم نہ ہو ایسے امراض سے چھٹکارا پانا مشکل ہو جاتا ہے۔

مرد ہو یا عورت، ان کی خواہشات میں مسرت اور لذت کو بہت دخل ہے۔وہ شب وروز ان کے حصول میں جدوجہد اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔اس مقصد کے لئے جنسی لذت کے علاوہ کھانے پینے میں لذت، زیور وکپڑے میں لذت، مکان وسجاوٹ میں لذت، پھلوں، پھولوں میں لذت، سیر تماشوں میں لذت، نغمہ وسرود میں لذت، یہاں تک کہ شراب اور رقص میں لذت۔یہ ہر قسم کی مسرتیں اور لذتیں کبھی کبھار تو برداشت ہو جاتی ہیں لیکن ہمہ وقت مسرت ولذت کے چکر میں پڑے رہنا سخت نقصان رساں ہے۔اس سے دیگر امراض کے علاوہ ہارٹ فیل ہو جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قدرت فطری طور پر انسان کو غم وغصہ اور خوف وندامت کے اثرات کا احساس دلاتی رہتی ہے تاکہ مسلسل ایک ہی جذبہ زندگی کے لئے نقصان کا باعث نہ بن جائے۔یاد رکھیں کہ صرف پرہیزگاری ہی انسان کو ہر جذبہ کی شدت اور تسلسل سے محفوظ کرسکتی ہے۔

بچوں سے لاڈ کرنا بھی ایک خاص قسم کی لذت ہے۔اس سے بچوں اور ماں باپ بلکہ بہن بھائیوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔لاڈ کو غلطی سے پیار سمجھ لیا گیا ہے۔یہ غلط ہے۔لاڈ اور پیار میں بہت فرق ہے۔لاڈ غیر فطری صورت ہے جو صرف بچے کی مرضی کو پورا کرنا ہوتا ہے۔جو اس کی ایک لذت کے جذبہ کی تکمیل ہے جس سے دورانِ خون ایک خاص جانب دورہ کرتا ہے۔اور نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ لیکن پیار ایک فطری صورت ہے جس میں اس کے اخلاقی زندگی اور کردار حسنہ کی تکمیل مدنظر ہوتی ہے۔اس لئے اگر بچہ کوئی ناجائز اور غلط قسم کی ضد کرے تو یہ اس کی لذت ہے۔اس کا قائم رہنا اس کی صحت اور زندگی کو نقصان پہنچاتا ہے۔جو ماں باپ اور بہن بھائی اس کی غلط مرضی اور ضد پورا کرتے رہتے ہیں وہ بھی اسی لذت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جریان اور فرنگی ماہرین کی رائے

طب یونانی کا دعویٰ ہے کہ فرنگی طب (ڈاکٹری) و ماہرین جنسی امراض میں ناکام ہیں۔ہم نظریہ مفرد اعضاء کے تحت اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ واقعی فرنگی ڈاکٹر جنسی امراض کی نہ حقیقت سے آگاہ ہیں اور نہ ہی اس کے علاج سے صحیح طور پر واقف ہیں۔جہاں تک ان کے علاج کا تعلق ہے وہ صرف علاماتی ہے۔یعنی پیدا شدہ علامات کو روکنا ہے نہ کہ اصل امراض کو سمجھنا اور مدنظر رکھنا۔جہاں تک علامات کو رفع کرنے کا تعلق ہے وہ بھی صرف تسکین وتخدیر کی حد تک ہے جہاں تک امراض وعلامات کو رفع کرنے کا تعلق ہے وہ بھی صرف تسکین وتخدیر کی حد تک ہے جو امراض وعلامات کی ابتدائی حالت تک تو مفید ہو سکتی ہے لیکن ان کی انتہاء اور شفاء کے لئے اور خاص طور پر سوزش کی حالت میں تحلیل کے بغیر شفاء ناممکن ہے۔ذیل میں فرنگی ماہرین کی آراء پر غور کریں اور ان کی بےبسی کا اندازہ لگائیں۔

ڈاکٹر کارپینٹر

سیلان منی عصب کے اثر کے تابع ہے اور دل کا شہوت انگیز خیالات کی طرف متوجہ ہونا اس کی زیادتی کا باعث ہے۔

ڈاکٹر جے اے ملٹن

ڈاکٹر کارپینٹر کے مذکورہ بالا قول کی نسبت اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مبہم الفاظ لکھ دیئے ہیں جن سے کوئی محدود نتیجہ نہیں نکلتا۔صرف یہ کہہ دینا کہ سیلان منی عصب کے اثر کے تابع ہے حقیقت مرض پر رہنمائی نہیں کرسکتا۔اس کے بعد ڈاکٹر ملٹن اس امر کی تشریح

بیان کرتے ہیں کہ کس طرح اخراج رطوبات پر نظام عصبی کا اثر ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ بعض اخراجات دل کے جوش سے بڑھ جاتے ہیں۔ مثلاً پسینہ اور آنسو اور بعض کم ہو جاتے ہیں جیسے یرقان غم کے باعث ہوتا ہے تو پت کا اخراج رُک جاتا ہے یا بدہضمی جو تفکرات کے سبب ہوتی ہے اس میں مقدار اخراج رطوبت کم ہو جاتی ہے۔ لیکن ابھی یہ امر تحقیق طلب ہے کہ دلی و دماغی محبت بھی جگر اور لبلبہ کی رطوبت کو بڑھاتی ہے یا نہیں۔

ڈاکٹر کارپینٹر صاحب کی بحث کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ اعصاب کے اثر سے رطوبت بڑھ جاتی ہے مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر عصبی اثر کا نتیجہ صرف اس قدر ہے تو کیا وجہ ہے کہ احتلام میں منی زیادہ خارج ہوتی ہے اور مباشرت میں کم، حالانکہ مباشرت میں طبعی تحریک کی بنیاد ہوتی ہے۔

ڈاکٹر ایک ٹروشو

یہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''احتلام سے بہ نسبت مباشرت کے کچھ زیادہ قوت زائل نہیں ہوتی''۔ مگر یہ رائے صاحب ممدوح کی قرین قیاس نہیں۔ یہ بات صدہا آدمیوں کے تجربہ میں آئی ہوئی حقیقت ہے کہ احتلام سے بہت تھکان اور درماندگی ظاہر ہوتی ہے۔ وجہ اس کی صاف اور صحیح ہے کہ مجامعت میں تحریک طبعی ہوتی ہے جو احتلام میں نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر گیم جی

یہ صاحب لکھتے ہیں کہ نظام عصبی کے مرکزوں یعنی دماغ ونخاع کا جوہر اصلی کثرت مجامعت وجلق سے خرچ ہو جاتا ہے اور خون جو مجامعت کے وقت ان میں زیادہ پایا جاتا ہے وہ فعل مجامعت کی چستی زیادہ کرتا ہے۔ ان کو غذا دینے میں کچھ مدد نہیں ملتی اور نہ جوہر صرف شدہ کے عوض جوہر جدید بنا کر اس کا خلا پورا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے طبعی اور واجبی فعل میں خلل واقعہ ہوتا ہے۔ یعنی عروق دموی کا فالج ہو جاتا ہے اور نہ کہ سکڑنے کی طاقت زائل ہو جاتی ہے جو جریان کا اصل سبب ہے۔

ڈاکٹر ہمفری

اعضائے تناسل کی ساخت میں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں اس کی نسبت ابھی تک کوئی صاف ومشرح بیان نہیں دیکھا گیا۔ مگر جن لوگوں نے اس امر کی طرف توجہ مبذول کی ہے وہ کہتے ہیں'' نائزہ کے پروسٹیٹک حصہ میں نرمی، ملائمت یا ورم کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اس کی تصدیق ڈاکٹر کولنگ کی تحریر سے بھی ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے بعض شدید مریضوں میں اس حصہ کو ملائم اور بہت زیادہ حد تک نرم پایا ہے۔

ڈاکٹر وسنٹا

ان کے نزدیک نائزہ کا متالم ہونا ضروری نہیں۔ یہ ایجاد کیولیٹری اپریٹس کے کنٹرکٹائل عضلات میں اصل خلل واقعہ ہونا تسلیم کرتے ہیں۔

مرض کی تاریخ

عام بیماریوں کی طرح اس مرض کی تاریخ بھی تیرہ وتاریک حالت میں ہے کہ اس کا ٹھیک ٹھیک حال معلوم نہیں ہوسکا کہ کب شروع

ہوئی اور کس طرح شروع ہوئی۔

لیکن جو کچھ حکماء اور فضلاء نے اس کی نسبت کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان نے اپنی ابتدائی سادگی کو ترک کر کے آرام پسندی کی زندگی بسر کرنا شروع کی اور محنت و مشقت کو خیر باد کہہ کے شہروں اور مکانوں میں بود و باش اختیار کی تو اس مرض کا ظہور ہوا۔ مگر زمانہ ظہور مرض کا پتہ لگانا نہایت مشکل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے جس کو تقریباً چار ہزار برس کا عرصہ گزرا ہے۔ اس مرض کا پتہ لگتا ہے۔ کیونکہ ان کی شریعت میں مریضان جریان کے لئے احکامات موجود ہیں۔

طب یونانی کی کتابوں میں بقراط کی تصنیفات میں اس مرض کا پتہ چلتا ہے اور بقراط حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو برس پیشتر گزرا ہے۔

ڈاکٹری کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مرض پندرھویں صدی کے آخر تک بڑے بڑے طبیوں کو بھی بخوبی معلوم نہیں تھا۔ ان لوگوں کی کتابوں میں اس کا ذکر تو موجود ہے مگر قابل اطمینان بیان نہیں ہے۔

ڈاکٹر ہنٹر کے زمانہ تک اس مرض کے بارے حکماء کو سکوت رہا مگر اس وقت ان کی توجہ اس کی طرف زیادہ تر مائل نہ ہوئی۔

ہاں! البتہ ڈاکٹر لیلیے منڈ نے اپنا بہت سا قیمتی وقت اس کی تحقیق اور تفتیش میں صرف کیا اور کئی مریضوں کے حالات ان کے اپنے ہاتھوں سے لکھے ہوئے جمع کئے ہیں۔

جریان کے اسباب

مرض جریان کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

۱ **پر خوری و کسلمندی:** مولدات منی اور مقوی اغذیہ کا کھانا۔ ریاضت نہ کرنا اور ترک جماع کرنا۔ بعض اوقات صرف انہی وجوہات سے جریان منی پیدا ہو جاتا ہے۔

۲ **قبض:** پاخانہ پھرتے وقت اکثر اوقات زور لگایا جاتا ہے جس سے مستقر منی پر زور پڑتا ہے اور جو منی اس کے اندر جمع ہوتی ہے خارج ہو جاتی ہے۔

۳ **خراش مقعد:** جب بواسیر یا کرم صغیر مقعد کے اندر گدگدی کرتے ہیں تو بہ سبب شرکت مستقر منی میں بھی کبھی کبھی دغدغہ ہوتا ہے اور اگر ضعف کمزوری شامل حال ہو تو منی کا سیلان جاری ہو جاتا ہے۔

۴ **التهاب مقامی:** اس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً سوزش احلیل جس کو انگریزی میں یورتھرائیس کہتے ہیں۔ سوزاک حار ہو یا مزمن، زہریلا ہو یا بغیر زہر کے، سٹرکچر یعنی احلیل کا بند یا تنگ ہو جانا۔ سوزش مثانہ جس کو انگریزی میں سٹسائٹس کہتے ہیں یہ بھی اہم اسباب میں سے ہے۔

۵ **حدت بول:** بعض اوقات پیشاب سرخ ہو جاتا ہے یا اس میں تیزابی مادہ غالب آ جاتا ہے اور اس سے سوزش ہوتی ہے تو سوزش کی تحریک سے پیشاب کرتے وقت خصوصاً اگر مستقر منی پہلے سے کمزور اور زود رنج ہو تو منی نکل آتی ہے۔ جن لوگوں کے گردوں سے ریگ نکلا کرتی ہے ان کو یہ مرض اکثر ہو جاتا ہے۔

۶ **تنگی احلیل** و امراض مثانہ کے باعث جب نتھنا پڑتا ہے تب بھی کبھی کبھی اخراج منی ہو جاتا ہے۔

۷ **غلفہ** لمبا ہو تو اس کے نیچے ایک قسم کی سفید میل جمع ہو جاتی ہے۔ اس کی خراش سے دغدغہ ہو کر اخراج منی ہو جایا کرتا ہے۔

۸ **تیزابی منی:** بعض دفعہ منی میں کچھ ایسا تغیر واقع ہو جاتا ہے کہ نکلتے وقت سوزش و جلن کرتی ہے اور گرم معلوم ہوتی ہے۔ ایسی حالت

میں منی کی خراش سے اخراج شروع ہو جاتا ہے۔

۹ **خیالات فاحشہ**: عشق انگیز خیالات اعضائے تناسل کی طرف توجہ مبذول رکھتے ہیں۔ اعضائے تناسل کی طرف دوران خون تیز رہتا ہے اور اعضائے مذکور خیالات کی خدمت گزاری کرتے کرتے ایسے ذکی الحس اور سریع التاثیر ہو جاتے ہیں کہ ادنیٰ سا اشارہ بلکہ بے معنی جنبش کو حکم ضروری سمجھ کر تعمیل کو مستعد ہو جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ معمولی حالات و خیالات جن کا دوسروں پر چنداں اثر نہیں پڑتا، اس امر میں زیادہ خیال کرنے والوں کو انزال ہو جاتا ہے۔ بلکہ جن واقعات کی موجودگی میں عام لوگوں کے اعضائے تناسل چپ چاپ اور بے حس رہتے ہیں، ان ہی واقعات و حالات سے ان شہوت پرستوں میں انتباہ و انتشار ہو کر انزال تک نوبت پہنچتی ہے۔ مثلاً پاجامہ کی رگڑ سے یا سواری میں زین کے چھو جانے سے یا رات کو سوتے وقت لحاف کی رگڑ سے انتشار یا بغیر انتشار ہی انزال ہو جاتا ہے۔ جو شخص مجامعت یا جلق وغیرہ سے یا خیالات عشقیہ اور فحش سے ہر وقت اپنے اعضائے تناسل کو متاثر رکھتا ہے اور ان سے حد سے زیادہ کام اور ان کی طاقت سے بڑھ کر خدمت لیتا ہے تو اس حد سے زیادہ فرمانبرداری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اعضائے تناسل بالکل نکمے ہو جاتے ہیں۔ اوعیہ منی بالکل مسترخی ہو جاتے ہیں اور منی کو سنبھالنے کا فعل بجا نہیں لا سکتے۔ قوت ماسکہ ان میں نہیں رہتی۔ جو منی ان میں موجود ہوتی ہے بغیر تحریک کے ہی خارج ہوتی چلی جاتی ہے۔ پس بیان مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ خیالات عشقیہ کئی طرح سے مضر ہوتے ہیں۔ اوّل اخراج منی کی تحریک کرتے ہیں۔ دوم اعضائے تناسل کو ذکی الحس اور جلد باز کر دیتے ہیں۔ سوم ظروف منی کو مسترخی کر دیتے ہیں۔

۱۰ **استرخائے اوعیہ منی**: اسباب مذکورہ بالا سے یا کسی اور سبب سے اگر اوعیہ منی کے لحمی ریشوں میں فالج واقعہ ہو تو ان کی قوت ماسکہ نہیں رہتی اور منی باہر نکل آیا کرتی ہے۔ جب یہ معلوم ہو جائے کہ احلیل میں زیادتی حس کی کوئی علامت نہیں اور کوئی عارضہ سبب بھی لذع کا موجود نہیں ہے۔ تب جان لینا چاہیے کہ اوعیہ منی میں استرخا واقعہ ہو گیا ہے۔ صاحب طب اکبر کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں منی رقیق ہوتی ہے نعوذ نہیں ہوتا اور برودت کی دوسری علامات موجود ہوتی ہیں۔

۱۱ **اعصابی ضعف**: بن نسبت دیگر متذکرہ بالا اسباب کے یہ سبب بہت عام ہے۔ مرکز ہائے اعصاب یعنی دماغ ونخاع اور ران کمزور ہو جاتے ہیں۔ اس ضعف کی وجہ عموماً تاریخ وغم، فکر والم، محنت دماغی یا بدنی کا زیادہ کرنا، رطوبت کا زیادہ اخراج پانا، افعال غیر واجبی یا حرکات متکاسرہ اور متوافہرہ کے باعث اجزائے نو پیدا کا بدل یا تحلیل کا کافی نہ ہونا، ریڑھ کے مقام پر درد، پنڈلیوں میں اینٹھن کا پایا جانا، نیند میں فتور کا آ جانا، حافظہ کا خراب ہو جانا، مزاج کا چڑچڑا ہو جانا اور دماغی فتور کا ظاہر ہونا۔

۱۲ **جلق**: جلق کا انزال معمولی انزال سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ جب مباشرت عورت کے ساتھ کی جاتی ہے تو حشفہ فرج کی ملائم سطح پر رگڑا جاتا ہے۔ کسی قسم کا صدمہ احلیل کو نہیں پہنچتا۔ جلق کے فعل میں ہاتھ کی رگڑ سخت ہوتی ہے۔ رگڑ کا ضرر دور کرنے کے لئے کوئی رطوبت موجود نہیں ہوتی۔ احلیل کی نالی اور دوسری ساختوں کو براہ راست صدمہ پہنچتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شروع شروع میں احلیل میں تھوڑی تھوڑی خراش معلوم ہونے لگتی ہے۔ بعض مرتبہ پیشاب میں سوزش واقع ہوتی ہے۔ بار بار پیشاب کی حاجت معلوم ہونے لگتی ہے اکثر دہانہ احلیل سرخ ہو جایا کرتا ہے۔ غرضیکہ اس غیر معمولی اور غیر طبعی رگڑ سے احلیل کی سطح مخاطی میں امتلائے دم ہو جاتا ہے اور ایک قسم کی خفیف ورم کی بنیاد پڑ جاتی ہے اور اس کی وجہ سے احلیل و مستقر منی کی حس بہت تیز ہو جاتی ہے اور حس کی اس تیزی کے باعث ادنیٰ تحریک سے منی خارج ہو جاتی ہے۔ جب بار بار اخراج ہونے لگتا ہے تو منی جلد جلد بننے لگتی ہے اور نضج تام نہ ہونے کے باعث فاسد منی مستقر منی میں آتی ہے۔ غیر طبعی شے کا مستقر منی میں موجود ہونا اس کے لحمی ریشوں کو لذع کرتا ہے اور منی کو ٹھہرنے نہیں دیتا۔

۱۳ بعض اسباب ایسے ہیں کہ ان کو میلان دم کا پیدا کرنے والا نہیں کہہ سکتے لیکن اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ان سے مرض مذکورہ کی ترقی ضرور ہوتی ہے۔ مثلاً چائے یا قہوہ کی کثرت یا کثرت شراب وتمباکو کی عادت یا اوندھا سونے اور میلا رہنے کی عادت، دماغی محنت اور ورزش نہ کرنے سے بھی جریان منی کی تکلیف ہو جاتی ہے۔

ہر چند کہ بعض اعصابی بیماریاں مثلاً مرگی، جنون اور مالی خولیا وغیرہ اس عارضہ کے سبب سے پیدا ہوتی ہیں۔ تاہم جن لوگوں کے خاندانوں میں کوئی عصبی مرض بطور موروثی کے موجود ہوتا ہے، ان کو جریان کے بدنتائج میں مبتلا ہونے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔

۱۴ سب سے زیادہ عام سبب اس مرض کا اعضائے تناسل کا ذکی الحس ہونا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سوائے کثرت منی کے دوسرے اسباب کے عمل اسی وقت ہوتا ہے جب کہ اعضائے تناسلی کی حس پہلے سے زیادہ ہوگئی ہو۔ یہ حس کئی طرح زیادہ ذکی ہو جاتی ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً اول کثرت جماع جس سے تمام جسم خصوصاً آلات تناسل ضعیف ہو جاتے ہیں اور منی چونکہ جلدی جلدی بنتی اور خارج ہوتی رہتی ہے تو اس سبب سے خصیتین جن میں منی بنتی ہے اور اوعیہ منی جن میں منی بن کر جمع ہو جاتی ہے اور وہاں سے خارج ہوتی ہے بہت ہی کمزور اور ذکی الحس ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حرام مغز اور اعصاب پر صدمہ پہنچنے سے اعضائے مذکور کا فعل خراب ہو جاتا ہے۔ پس جملہ نظام عصبی میں جو باہ سے تعلق رکھتے ہیں حساسیت بڑھ جاتی ہے کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ تحریک سے اس قدر متاثر ہو جاتے ہیں کہ ان سے جس طرح بن پڑے فوراً کار مفوضہ کو سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر قبض کی وجہ سے ذرا سا بھی دباؤ قناۃ المنی پر پہنچے یا مقعد میں کسی نوع کا خراش یا محض نام کو ہی شہوت انگیز خیالات سے دغدغہ ہو تو منی فوراً خارج ہونے لگتی ہے۔

دوسرا سبب اس ذکاوت حس کا جلق ہے، جس سے نائزہ کی ساخت بگڑ جاتی ہے۔ اس کے اندر ہر وقت امتلائے دم اور خفیف ورم رہتا ہے۔ اس کا منہ سرخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ پیشاب بار بار آتا ہے۔ منی کی اصلیت بھی خراب ہو جاتی ہے اور چونکہ وہ اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہتی اس سبب سے کیاۃ المنی اس کو ایک اجنبی جسم سمجھ کر اور بھی جلدی جلدی خارج کرتے ہیں۔ جلق سے اور کیا کچھ مضر نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

تیسرا سبب اس تیزی کا اغلام ہے۔ اغلام کے علاوہ ان مضار کے جو جلق سے حاصل ہوتے ہیں یا کثرت جماع سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک اور خرابی یہ ہوتی ہے کہ مقعد کے گرد کے عضلاتی ریشے جو مانع دخول ہوتے ہیں ان کے سبب سے حشفہ کو زیادہ صدمہ پہنچتا ہے۔ نائزہ کا منہ کشادہ ہو جاتا ہے اور اس کی ساخت خراب ہو جاتی ہے۔

یونانی طبیبوں نے اس کے چھ اسباب بیان کئے ہیں۔ اوّل کثرت منی بہ سبب کثرت تناول مولدات منی۔ دوم حدت وحرافت منی کہ اس کے لذع کی وجہ سے طبیعت اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ سوم استرخائے اوعیہ منی بہ سبب برودت ورطوبت کہ جس کی وجہ سے اس کا ماسکہ ضعیف ہو جائے اور منی کو محفوظ کر سکے۔ چہارم تشنج اوعیہ منی۔ پنجم ضعف کردہ یا اس کی چربی کی شدت حرارت وشہوت یا کثرت جماع کی وجہ سے گلنا۔ ششم تصور جماع، استماع سخن جماع۔

ویدک طبابت کے طبیب جریان کے اسباب یوں لکھتے ہیں کہ زیادہ بیٹھنا، بہت سونا، نیا پانی پینا، بکرا بھیڑ، قند سیاہ، بہت شیریں چیزیں، بہت دہی اور بلغم پیدا کرنے والی خلاف طبیعت چیزیں، شراب کا بکثرت پینا وغیرہ۔ اس مرض کو پرمیہہ کہتے ہیں اور تین طرح کے پرمیہہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ جریان منی کو شکر پرمیہہ لکھا ہے اور یہ علامت لکھی ہے کہ اگر منی سمیت پیشاب کرے اس کو شکر پرمیہہ کہتے ہیں اور اس کا علاج یوں لکھا ہے کہ دوب، دوریا، بیخ ڈایا، سالو کا چھلکا ان کا کاڑھا پئے تو شکر پرمیہہ اور خون کا پرمیہہ جاوے۔

علامات جریان منی اس بگڑی ہوئی حالت کا نام ہے جو کثرت اخراج منی سے لاحق ہوتی ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ یہ وہ حالت ہے جس کو کثرت اخراج منی کا نتیجہ خیال کرنا چاہئے۔ پس اس کے علاوہ وہ ہوں گی جو بکثرت اخراج منی کا نتیجہ سمجھی جاسکتی ہیں۔ یہ علامات دو حصوں میں منقسم ہوسکتی ہیں۔ اوّل علامات ابتدائی۔ دوم علامات انتہائی۔ ابتدائی علامات جو شروع مرض میں پائے جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

اخراج منی بلا ارادہ

اس میں منی بلا ارادہ خارج ہوتی رہتی ہے۔ اس اخراج کی دو اقسام ہوسکتی ہیں۔ اوّل بہ اعتبار وقت کے:

- اخراج منی رات کے وقت ہوتا ہے۔
- اخراج منی دِن کے وقت ہوتا ہے۔
- اخراج منی دونوں وقت دِن کو بھی اور رات کو بھی ہوسکتا ہے۔

دوم بہ اعتبار حالات کے۔ اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً:

- اخراج منی کم وبیش شہوت اور نعوظ کے ساتھ ہوتا ہے یا بلا شہوت۔
- انزال بے خبری کی حالت میں ہوتا ہے یا اس وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔
- بعد اخراج منی ضعف وسستی پیدا ہوتی ہے یا راحت وسکون ہوتا ہے۔

قسم اوّل کی تینوں صورتیں

صورت اوّل یہ کہ رات کو اخراج منی بلا ارادہ ہوجاتا ہے۔ عموماً رات کے آخری حصے میں جب کہ آدمی نیم خوابی کی حالت میں ہوتا ہے اور چت لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس وقت اخراج منی ہوجاتا ہے۔ اس کو انگریزی میں ناکٹرنل امیشن کہتے ہیں اور عربی میں اس کا نام احتلام ہے۔ اب احتلام کے وقفوں میں اور تعداد میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض آدمیوں کو ہر شب میں یا ہر ہفتے میں یا ہر مہینے میں ایک بار احتلام ہوجاتا ہے۔ بعضوں کو ہر شب، ہر ہفتے یا ہر مہینے کئی بار احتلام ہوجایا کرتا ہے۔ جیسے جیسے جلدی جلدی احتلام ہوتا ہے ویسے ہی اس کی مضرتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔

جریان کے اسباب

اکثر وہ حالات جن سے اعضائے تناسل کی طرف توجہ مائل رہے۔ جن سے ان اعضاء میں تنبہ وانقاظ زیادہ پایا جائے۔ مثلاً کثرت جماع، جلق وغیرہ کا عادی وخوگر ہونا یا عشق انگیز قصوں اور کتابوں کا پڑھنا جس سے ہر وقت اعضائے تناسل متحرک حالت میں رہتے ہیں۔ ادنیٰ سی تحریک سے وہ نہایت سخت متاثر ہوجایا کرتے ہیں اور جھٹ منی خارج کرتے ہیں۔ عشقیہ خیالات کی وجہ سے رات کو خوابیں بھی عشق انگیز آتی ہیں۔

علامات جریان

جب مباشرت کے بغیر بلاخواہش منی کا اخراج خود بخود ہو تو یہ جریان منی یا سیلان منی کی سب سے بڑی علامت ہے۔ اخراج عام طور پر پیشاب وپاخانے اور جذبات کی شدت کے وقت ہوتا ہے۔ مگر جب جریان کا مرض بڑھ جاتا ہے اور اعضائے مخصوصہ زیادہ ذکی الحس ہو

جاتے ہیں تو پائجامہ وغیرہ کی رگڑ سے کسی خوبصورت شکل کو دیکھنے یا تصورات سے بھی اخراج کا مرض ہو جاتا ہے۔ جب مرض میں کچھ مدت گزر جاتی ہے تو ذیل کی علامات پیدا ہوتی ہیں:

ضعف ونقاہت کے آثار، مثلاً کمزوری تھکان، دماغی محنت کا نہ ہوسکنا۔ خیالات کا منتشر رہنا، توجہ کا کسی خاص امر پر مرتکز نہ ہونا۔ تھوڑا سا چلنے سے پنڈلیوں میں کمزوری کا پایا جانا۔ صبح بستر سے بیدار نہ ہوسکنا۔ سر کا بوجھل رہنا، نسیان کا لاحق ہو جانا۔

جب ان علامات میں بھی شدت پیدا ہو جاتی ہے تو ذیل کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ محنت کا کوئی کام مریض سے نہیں ہوسکتا۔ محنت کسی قسم کی ہو، جسمانی ہو یا دماغی ہو، تھوڑا سا کام کر کے اس کو دم چڑھ جاتا ہے۔ خیالات درست نہیں رہتے۔ اس کے خیالات اکثر پریشان اور غیر منظم ہوتے ہیں۔ حافظہ کمزور اور قوت فیصلہ بے کار ہو جاتی ہے۔ سر میں گاہے درد اور گرانی رہتی ہے۔ کمر و پشت اور پیٹ و سینہ میں اکثر عصبی درد رہتا ہے۔ ہاضمہ خراب، ڈکاریں اور نفخ رہتا ہے۔ نیند نہیں آتی اور اگر آتی ہے تو اس سے نہ راحت معلوم ہوتی ہے اور نہ تھکن اترتی ہے۔ خوابیں ڈراؤنی آتی ہیں۔ رفتہ رفتہ مثانہ میں خراش، مقعد و حشفہ اور احلیل میں جلن معلوم ہوتی ہے۔ ریڑھ پر چیونٹیاں چلتی معلوم ہوتی ہیں۔ رانوں اور جنگاسوں کے عضلات میں درد، پنڈلیوں میں کپکپی رہتی ہے۔ نگاہ اور سماعت میں کمزوری شروع ہو جاتی ہے۔ جلد کا رنگ زرد و سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ انثیین میں ہلکا ہلکا درد ہوتا ہے۔ دقت تنفس، چڑچڑاپن، پاؤں کے تلوؤں میں جلن، عام بدنی لاغری اور کمزوری روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور آخر کار قوت باہ برباد ہو جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ اس مرض میں جسمانی اور جنسی کمزوری کے علاوہ درد سر دائمی، سر چکرانا، ضعف بصارت، ضعف سماعت، مرگی، جنون، ضعف ہضم، مزمن اور دق وسل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ ایک خوفناک مرض ہے کہ اس کا علم بعض اوقات مریض کو نہیں ہوتا اور یہ اپنا کام کر جاتا ہے۔

تشخیص مرض

جب کوئی مریض علاج کے لئے آئے اور وہ خود جریان اور جنسی کمزوری کا ذکر نہ کرے لیکن نبض و قارورہ اور چہرے پر اس کے آثار اور علامات ظاہر ہوں تو معالج کو اس مرض کی تشخیص کرنا نہایت ضروری ہے۔ لیکن اکثر مریض خصوصاً نوجوان اس مرض کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے۔ دوسرے بعض مریض واقف ہوتے ہیں لیکن شرم کی وجہ سے بیان نہیں کرتے اور بعض مریضوں نے خود بری عادتوں میں پڑ کر اپنا نقصان کیا ہوتا ہے۔ اس لئے ان میں بیان کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ یہ صرف معالج کا کام ہے کہ جب بھی وہ کسی ایسے مریض کو دیکھے تو پہلی تشخیص کے بعد مریض کو سمجھا دے کہ وہ کسی برے مرض میں گرفتار ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مریض کسی اور مرض میں گرفتار ہوتا ہے اور اس کے ساتھ جریان کی علامت بھی پائی جاتی ہے۔ مگر مریض جس مرض میں گرفتار ہوتا ہے وہ اس کی تکلیف سے خلاصی نہیں پاسکتا اور نہ ہی کسی اور علامت یا مرض کی طرف توجہ دے سکتا ہے۔ یہ فرض معالج کا ہے کہ وہ اپنی تشخیص میں اس مرض کو معلوم کرے اور اس امر کا یقین کر لے کہ پہلے جریان کا علاج ضروری ہے یا اس مرض کا جس میں مریض مبتلا ہو چکا ہے۔

صرف ایک مرض

یاد رکھیں کہ کسی مریض کو بیک وقت دو تین یا چار اس سے زیادہ مرض نہیں ہو سکتے۔ ہمیشہ ایک وقت میں ایک ہی مرض ہوتا ہے۔ باقی سب اس کی علامات ہوتی ہیں۔ البتہ بعض اوقات علامات یا کوئی ایک علامت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ مریض اور نادان معالج اس کو ہی

مرض تصور کر لیتا ہے۔

اچھی طرح یاد رکھیں کہ تشخیص اسی علم کا نام ہے کہ مرض اور علامات کو جدا جدا کیا جائے تا کہ علاج میں آسانی اور یقینی صورت پیدا ہو جائے۔ اس طرح مرض اور ہر علامات جلد سے جلد رفع ہو جاتی ہے۔

تشخیص کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مریض کی تمام علامات کا غور سے مطالعہ کرنے کے بعد مرض کا تعین کر لیا جائے اور پھر یہ یقین کر لیا جائے کہ تمام علامات واقعی اس مرض کی ہیں۔ اس تشخیص کا نتیجہ حیرت انگیز ہوگا یعنی اسی وقت سے مریض کا مرض اور تمام علامات رفع ہونا شروع ہو جائیں گی۔ مرض چاہے بیس سال پرانا ہو، صحیح تشخیص سے لوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دوا تو رہی ایک طرف صحیح غذا کے استعمال سے ہی اسی روز مرض اور تمام علامات کم ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور چند لمحوں میں آرام کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو ممبر کبھی دواخانہ تشریف لاتے ہیں، انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ کرشمے اور جادوگری دیکھی ہے۔ اس لئے بعض ممبر معالجین نے یہاں پر ایک ایک دو دو ماہ لگا کر اس فن کو حاصل کیا ہے۔ اس تشخیص میں زیادہ تر معالج کو نظریہ مفرد اعضاء اور اس کے ماتحت نبض و قارورہ اور چہرہ و جسم کی علامات سے تشخیص کی تعلیم دی جاتی ہے۔

بہر حال یہاں پر یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ صحیح تشخیص کے بعد فوراً ہی ہر مرض اور اس کی علامات رفع ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر یاد رکھیں کہ بغیر تشخیص کے صرف مریض کی حقیقت پر علاج کرنا حکمت نہیں عطائیانہ پن ہے، بلکہ گناہ ہے۔

جریان کا اصول علاج

یاد رکھیں کہ اصول علاج کا مقصد یہ ہے کہ ہر مرض کے علاج میں جو چند اصول مقرر کئے گئے ہیں، علاج ان کے تحت کیا جائے۔ کیونکہ بے مقصد دوائیں استعمال کرنا بے معنی ہوتا ہے بلکہ بعض دفعہ صحیح تجویز و نسخہ اور دوائیں بھی مفید ثابت نہیں ہوتیں۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جریان ان امراض میں سے ایک ہے جن میں اکثر معالج ناکام رہتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو اکثر غلط سمجھا گیا ہے اور اس کے علاج میں بھی اس لئے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ورنہ جریان کا علاج مشکل نہیں ہے لیکن اصول علاج کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ جریان کے علاج میں تین اصول ذہن نشین کر لیں: (۱) ذکات حس کا دور کرنا۔ (۳) صحیح غذا دینا۔

ذکات حس کا دور کرنا

ذکاوت حس کے معنی ہیں احساسات میں تیزی۔ یہ اصطلاح خصوصاً جنسی تحریک کے لئے بولی جاتی ہے۔ بعض معالج اور اکثر عوام اس حالت کو جسم میں گرمی کی زیادتی خیال کرتے ہیں۔ لیکن ایسا خیال کرنا صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جسم میں جس قدر بھی احساسات پیدا ہوتے ہیں ان کا تعلق اعصاب سے ہے اور جسم میں جس قدر بھی حرکات عمل میں آتی ہیں ان کا تعلق عضلات سے ہے اور جسم میں جس قدر رطوبات کا اخراج اور بندش ہے اس کا تعلق غدد کے ساتھ ہے۔ البتہ اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ اعصاب میں جب تحریک پیدا ہوتی ہے تو غدد سے رطوبات کا اخراج شروع ہو جاتا ہے اور جب عضلات میں تحریک ہوتی ہے تو رطوبات کے اخراج میں بندش آ جاتی ہے جس کو ہم نزلہ کے نام سے بیان کر چکے ہیں۔ جو معالج اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں گے وہ ہر قسم کے رطوبات کے اخراج اور بندش کا علاج کر سکتے ہیں۔

ذکاوت حس کے علاج میں غلطی

ذکاوت حس کے متعلق یہ تصور عام ہے کہ گرمی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا علاج اکثر مبردات ومسکنات اور مخدرات سے کیا جاتا ہے۔ یہ تصور بالکل غلط ہے، کیونکہ مبردات ومسکنات اور ملذذات وغیرہ اعصاب میں تیزی پیدا کر دیتی ہیں اور اس سے رطوبات کے اخراج میں تیزی آ جاتی ہے۔ البتہ دِل اور عضلات کے افعال میں سستی اور تسکین پیدا ہو جاتی ہے جس سے دورانِ خون میں کمی پیدا ہو کر عارضی طور پر علامت میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور دوا کا اثر دور ہونے پر مرض اور علامت پہلے سے بھی زیادہ شدت اختیار کر لیتی ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب میں بھی ذکاوت حس کے لئے مسکنات اور مخدرات استعمال کرائے جاتے ہیں۔ چونکہ اس میں گرمی سردی کا کوئی تصور نہیں ہے اس لئے وہ مبردات کا استعمال نہیں کرتے۔ البتہ جہاں کہیں سے دورانِ خون کو کم کرنا ہو وہاں پر سرد پانی کی پٹی اور برف تک کا استعمال کر لیتے ہیں۔ جیسے سرسام میں وہ اکثر برف کی ٹوپی استعمال کرتے ہیں۔

ہم پہلے بھی کئی بار لکھ چکے ہیں کہ فرنگی طب میں ہر عضو کے فعل میں دو ہی صورتیں تسلیم کی گئی ہیں۔ ایک کسی علوم کے خلل میں تیزی دوسرے کسی عضو کے فعل میں سستی۔ اوّل صورت کو تحریک اور دوسری صورت کو تسکین کہتے ہیں۔ اوّل صورت کے لئے محرکات اور دوسری صورت کے لئے مسکنات اور مخدرات کا استعمال کرتے ہیں۔ تیسری صورت ان کے ذہن میں نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحریک اور سوزش کا علاج نہ مسکنات سے ہوتا ہے اور نہ ہی مخدرات مفید ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی طب میں جریان واحتلام اور سرعت انزال کے لئے مدتوں سے برومائیڈ وہائیوسائمس اور کلورل ہائیڈریٹ وغیرہ استعمال کرائے جاتے ہیں۔ مگر نہ یہ علامات رفع ہوتی ہیں اور نہ ذکاوت حس ختم ہوتی ہے۔

تحریک اور سوزش کا علاج صرف تحلیل ہے

جاننا چاہئے کہ جسم میں جہاں بھی تحریک وتیزی اور سوزش ہو اس کا علاج تحلیل ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ورم کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی اصول پر ذکاوت حس اور اعصابی تحریک کا علاج تحلیل سے کیا جاتا ہے۔ جہاں پر تحلیل کی جاتی ہے وہاں پر دورانِ خون کو تیز کرنا پڑتا ہے۔ جس سے وہاں کی سوزش رفع ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں کہ محلل ادویہ انتہائی قسم کی خشک یا گرم خشک یا گرم تر ہوں گی۔

ایک راز کی بات

یہ صحیح ہے کہ ذکاوت حس اعصابی تحریک ہے مگر اس اعصابی تحریک کا دباؤ زیادہ تر جنسی اعضاء کے اعصاب پر ہوتا ہے۔ جس سے منی کا اخراج جاری رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سر میں دباؤ ہو تو درد سر عصبی، ناک پر دباؤ ہو تو زکام، گردوں پر دباؤ ہو تو پیشاب میں زیادتی اور اگر آنتوں کے اعصاب پر دباؤ ہو تو اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اعصاب تو سر سے پاؤں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تحریک کم وبیش ہر جگہ ہوتی ہے، لیکن تکلیف وہاں زیادہ ہوتی ہے جہاں پر اس کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے۔

ماحول کا بدلنا

جریان اکثر انہی لوگوں میں دیکھا گیا ہے جن کا ماحول جنسی تحریکات سے بھرا ہوا ہو۔ اس میں بچہ وجوان، ادھیڑ وبوڑھا، عورت ومرد اور نیک وبد کی تخصیص نہیں ہے۔ یہاں تک کہ مولوی اور پیر کوئی بھی ہو جب جنسی ماحول ہوگا تو اس پر جنسی تحریکات کا ضرور اثر ہوگا۔ اس اثر کو

روکنا انسانی اختیار میں نہیں ہے۔ کیونکہ حسن وخوبصورتی، لذت ولطف اور عشق ومحبت کے اثرات انسانی اعصاب پر اثر انداز ہوکر دل اور عضلات کے افعال میں تیزی پیدا کر دیتے ہیں جن سے دورانِ خون میں تیزی آجاتی ہے جو جنسی اعضاء کی طرف دوڑتا ہے جس سے وہاں پر تحریک شروع ہوجاتی ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو جریان ہو ان کو جنسی اثرات سے دور رہنا چاہئے۔ خاص طور پر عشقیہ قصے اور داستانیں، رقص وسرود اور عریاں وجنسی تصاویر کا دیکھنا بے حد نقصان دہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلام نے مرد وعورت کو ایک دوسرے کے حلقے میں شریک ہونے سے روکا ہے۔ لیکن فرنگی تہذیب نے یہ تمیز ختم کردی ہے۔ جس سے آتشک اور سوزاک جیسے موذی امراض پیدا ہوکر نقصان کا باعث بن رہے ہیں۔ اس لئے جریان کے علاج سے قبل مریض کا ماحول بدلنا ضروری ہے۔

غذا کی صحیح ترتیب

جریان کے مریض میں اوّل تو غذا کی تبدیلی کی ہی نہیں جاتی۔ اگر کچھ کی جاتی ہے تو ٹھنڈی اغذیہ واشربہ پر زور دیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی چیزیں نہ صرف مرض کو بڑھا دیتی ہیں بلکہ اکثر بدہضمی کا باعث ہوتی ہیں۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ مریض کو تاکید کریں کہ غذا وقت پر کھائے، غذا کا درمیان وقفہ کم ازکم چھ گھنٹے ہو، اگر صبح شام کھائے تو زیادہ بہتر ہے اور اگر اتنے وقفہ کے بعد بھی شدید بھوک نہ ہو تو غذا کو دوسرے وقت پر چھوڑ دے۔ غذا میں صبح مکھن کے ساتھ ڈبل روٹی، دوپہر کو بھوک ہو تو کوئی پھل اور رات کو دلیہ، ڈبل روٹی وغیرہ کسی سالن کے ساتھ دے دیا کریں۔ جس میں گھی زیادہ ہو۔ کیونکہ جسم میں خشکی ہو تو اعصاب کی سوزش میں شدت ہوجاتی ہے۔ گھی ہی ایک ایسی شے ہے جس سے تحریکات وذکاوت بلکہ سوزش تک ختم ہوجاتی ہے۔

علاج جریان بلا ادویہ

جریان کے علاج میں ذکاوت حس کا رفع کرنا ضروری ہے جس سے جوش باہ میں کمی واقع ہوجاتی ہے لیکن یہ کمی عارضی ہوتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کمی نہیں ہوتی اور جوش میں بھی شدت ہوتی ہے۔ اس میں کمی آجاتی ہے اور جسم میں اعتدال قائم ہوجاتا ہے۔ اس مقصد کے لےء اکثر قاطع باہ اور منی کو خشک کرنے والی ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ اصول تو صحیح ہے لیکن جب ادویات کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی غلط ادویات استعمال کردی جاتی ہیں جو فائدے کے بجائے نقصان کا باعث بن جاتی ہیں۔ یعنی قوت باہ میں تو کمی آجاتی ہے مگر جریان بڑھ جاتا ہے۔ جیسے کشنیز، کاہو، کاسنی، نیلوفر، صندل، خشخاش، چہار مغز، افیون اور کافور وغیرہ۔ اسی طرح غذاؤں میں کدو، ٹنڈا، توری، شلغم، مولی گاجر وغیرہ کا استعمال جوش باہ کو کم کر دیتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایسی ادویات ہونی چاہئیں جو برودت کے ساتھ اپنے اندر کچھ حبس اور خشکی کی طاقت بھی رکھتی ہوں۔

ایک راز کی بات

جریان منی کے بہت سے اسباب ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن اگر صحیح دوا اور غذا کا استعمال کیا جائے تو اسی کے ساتھ ذکاوت حس اور دیگر اسباب خود بخود دور ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ تمام اسباب کا مرکزی اثر اعصاب پر اور جنسی اعصاب میں سوزش کا پیدا ہونا ہوتا ہے اور علاج میں اعصاب کی اس سوزش کو رفع کرنا ہوتا ہے جو ان ادویات اور اغذیہ سے وہاں تحلیل ہوکر رفع ہوجاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے مفرد ومرکب ادویات اور مجربات واغذیہ درج ذیل ہیں۔

جریان کے لئے مفرد ادویہ

آملہ، اسپند، اقاقیا، تخم املی سوختہ، پھلی اور گل کیکر، شیر برگد، یوپھلی، بہمن سرخ، ہلیلہ، پیپل، پھٹکڑی، چاکسو، سلاجیت، سم الفار، طباشیر، عناب، کتھہ، کرنجوہ، کلونجی، مازو، مائیں، ہیراکسیس اور ہلیلہ۔ یہ سب ادویہ عضلاتی اعصابی ہیں۔

جریان کے لئے کشتہ جات

کشتہ فولاد، کشتہ سرب، کشتہ الماس، کشتہ توتیا، کشتہ جست، کشتہ یاقوت، کشتہ خبث الحدید، کشتہ مرجان، کشتہ قلعی اور کشتہ چاندی وغیرہ۔ یہ سب عضلاتی اعصابی کشتہ جات ہیں۔ ان میں صرف طاقت کی کمی بیشی کا فرق ہے۔

جریان کے لئے اغذیہ

آڑو، امرود سرخ، مکی، باجرہ، باقلا، جامن، جوار، سنگھاڑا، سیب، شکر قندی، نارجیل اور چنا۔

جریان کے لئے گرم مفردات

اگر ضرورت ہو تو گرم ادویات بھی جریان کے لئے استعمال ہوسکتی ہیں۔ لیکن ان ادویہ میں خشکی ان کی گرمی سے زیادہ ہونی چاہئے۔ جیسے اذراقی، اسطوخودوس، انڈا، اندرائن، پیاز وتخم پیاز، جاوتری، چنا، خرما، کشتہ خرمہرہ، خولنجاں، دارچینی، مروارید، کندر پھل، عقرقرحا اور لونگ وغیرہ یہ سب عضلاتی غدی ہیں۔

جریان کے لئے مجربات

تحقیقات طبی فارماکوپیا میں جتنے بھی عضلاتی اعصابی اور عضلاتی غدی مرکبات اور مجربات دیئے گئے ہیں وہ سب جریان منی کے لئے یقینی وبے خطا اور تریاق واکسیر ہیں۔ اسی طرح تحقیقات المجربات میں جو نسخے جریان کے لئے لکھے گئے ہیں وہ سب بے حد مفید ہیں۔ ہمارے نسخہ جات ومرکبات اور مجربات کی یہی سب سے بڑی خوبی ہے کہ وہ سو فیصدی صحیح ہیں۔ البتہ مریضوں کو اپنی غذا اور ماحول کو درست رکھنا چاہئے۔ ان کے علاوہ ذیل میں چند مجربات درج کئے جاتے ہیں۔

سفوف جریان

نسخہ: ثعلب مصری ۲ چھٹانک، مغز تخم تمر ہندی سوختہ تین چھٹانک، آزو، سنگھاڑا تین تولے۔

ترکیب: باریک پیس کر ملالیں، بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دن میں دو تین بار آب تازہ سے لیں۔

حبوب جریان

نسخہ: سم الفار ایک ماشہ، کشتہ فولاد دو تولے اور سلاجیت اصلی نو تولے۔

ترکیب تیاری: اوّل سم الفار کو کھرل میں ڈال کر کھرل کریں۔ پھر اس میں تھوڑا تھوڑا کشتہ فولاد ڈال کر کھرل کریں۔ جب تمام کشتہ ختم ہو جائے تو پھر سلاجیت اسی طرح کھرل کر کے ملالیں اور گولیاں بقدر دانہ نخود بنائیں۔

مقدار خوراک: ایک گولی صبح اور ایک گولی شام فوراً بعد از غذا ہمراہ چائے یا دودھ استعمال کریں۔ جریان کے علاوہ مولد ومقوی خون وجسم ہے۔

مٹھائی جریان

نسخہ: پستہ ایک پاؤ، اخروٹ تین پاؤ، ناریل چار پاؤ اور مربہ سیب آٹھ پاؤ۔

ترکیب تیاری: پہلے تینوں میوہ جات کو باریک کر کے ملالیں، پھر مربہ باریک کر کے ان میں ملالیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ایک تولہ سے تین تولہ تک صبح ناشتہ کے ساتھ اور رات کو غذا کے ساتھ کھائیں۔

اکسیر جریان

نسخہ: کشتہ چاندی، کشتہ یاقوت، کشتہ مرجان، ہر ایک ڈیڑھ ڈیڑھ تولہ۔

ترکیب تیاری: سب کو ملا کر کم از کم نصف گھنٹہ کھرل کریں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ڈیڑھ رتی سے تین رتی تک، منقیٰ میں ڈال کر کھالیں۔ دن میں دو خوراکیں لے سکتے ہیں۔

تریاق جریان

نسخہ: خولنجاں دو تولے، رائی تین تولے، کلونجی تین تولے۔

ترکیب تیاری: تمام ادویات کو باریک کر کے باہم ملالیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: دو ماشے سے چار ماشے تک صبح وشام ہمراہ دودھ یا چائے استعمال کریں۔ جریان کے علاوہ مقوی خون اور مقوی بدن بھی ہے۔ مردی طاقت کے لئے کامل بھروسے کا نسخہ ہے۔

احتلام

ماہیت احتلام

احتلام عربی لفظ ہے۔ اس کا مادہ حلم ہے، جس کے معنی خواب دیکھنا یا خواب میں جنسی لذت حاصل کرنا ہے۔ چاہے اس کی کوئی بھی صورت ہو۔ اس میں مباشرت و اغلام اور جلق و حظ شدید وغیرہ شامل ہیں۔ عوام میں یہ بدخوابی، خواب میں شیطان آنا یا خواب میں کپڑے خراب ہونا بھی کہتے ہیں۔ انگریزی میں ناکٹرنل ایمیشن کہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نیند کی حالت میں جب منی اور اس کے اعضاء کا جسم پر دباؤ کا غلبہ ہوتا ہے تو طبیعت جنسی جذبہ کو پیش کر دیتی ہے۔ جس سے جنسی جذبہ میں اس قدر شدت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور اس کا انزال ہو جاتا ہے اور یہ اخراج منی بلا ارادہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت انسان عام طور پر چت لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے احتلام خواب کی حالت میں اخراج منی کو کہتے ہیں۔ لیکن اکثر نیم خوابی کی حالت ہوتی ہے۔

سونے والے شخص نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے جذبات محبت میں مشغول ہے یا حظ ولذت کے جذبہ شدید میں مبتلا ہے۔ پھر ایسی حالت میں اس کو بے اختیار اور بلا ارادہ انزال ہو جاتا ہے۔ احتلام کے متعلق بعض اطباء اور ڈاکٹروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ خواب میں انتہائی حظ ولذت اور شدت جذبہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن اکثر کی یہ رائے ہے کہ چونکہ اس میں مادہ منی کا نقصان

ہے اس لئے یہ مرض کسی مرض کی علامت میں شریک ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر احتلام گاہے گاہے ہو جو مادہ منی کے دباؤ سے ہو جاتا ہے تو کوئی بات نہیں۔ اس کی کثرت ضرورت علامت مرض ہے۔ اسی طرح وقفوں اور تعداد میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ بعض کو ہر شب، ہر ہفتہ یا ہر ماہ میں ایک بار احتلام ہو جاتا ہے۔ تو اس کا نقصان بھی بڑھتا جاتا ہے اور طبیعت پریشان رہنے لگتی ہے۔ اس لئے جب احتلام میں کثرت ہو جائے اور جسم میں ضعف پیدا ہونا شروع ہو جائے جس کے ساتھ پریشانی بھی شریک ہو تو ضرور اس کے علاج اور مداوا کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ورنہ نقصان کا خطرہ ہے۔

احتلام کی شدید صورت

• رات کے احتلام کی طرح اگر کبھی کبھار دِن میں بھی احتلام ہو جائے تو یہ بھی کسی مرض کی علامت میں شامل نہیں بلکہ وقتی طور پر ذہنی یا منی کا جسم پر دباؤ ہے۔ لیکن یہ رات کی طرح دِن میں بھی کثرت اختیار کر لے تو یہ ایک خطرناک صورت ہے۔ دِن میں احتلام کی صورت دراصل احتلام شبینہ کی ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ اس کو عربی میں ذرور اور انگریزی میں ابرتلی پولیوشن کہتے ہیں۔

اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے رات کو انزال ہونا شروع ہوتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ شدت اختیار کر کے آلاتِ منی پر قبضہ کر لیتا ہے اور وہ آلات ایسے ذکی الحس ہو جاتے ہیں کہ دِن بھی ادنیٰ ادنیٰ سے خواب میں تحریک پر احتلام ہو جاتا ہے۔ پھر کباۃ المنی ایسے کمزور ہو جاتے ہیں کہ فوراً اپنے مادہ کو باہر نکال دیتے ہیں۔

احتلام کی خطرناک صورت

جب احتلام کی حالت زیادہ شدت اختیار کر لیتی ہے تو خطرناک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ احتلام کی تیسری صورت ہے۔ اس میں آلاتِ منی بہت زیادہ ذکی الحس ہو جاتے ہیں اور منی انتہائی طور پر رقیق ہو جاتی ہے۔ اس میں غلظت نہیں رہتی۔ مثل پانی کے ہو جاتی ہے۔ خواہ نعوظ ہو خواہ نہ ہو۔ ذرا سی تحریک سے اخراج پا جاتی ہے۔ اور بعض وقت پاخانہ پھرتے وقت ذرا سا زور لگایا جائے تو منی فوراً باہر آ جاتی ہے۔ کبھی سوزش کے ساتھ اور کبھی بلا سوزش خارج ہو جاتی ہے۔ یہ صورت انتہائی نقصان دہ ہے۔

اگر ایسی حالت میں منی کا کیمیاوی امتحان کیا جائے تو اس میں دانہ ہائے منی کم ہو جاتے ہیں اور حوینات منی بہت کم ہو جاتے ہیں اور اکثر حوینات (کرم منی) کی دم نہیں ہوتی۔ صرف سر ہی نظر آتے ہیں۔ بقیہ دم والے حوینات کا ہونا منی کے خام ہونے پر دال ہے۔ اس لئے اس سے نطفہ قرار نہیں پا سکتا اور بعض اوقات اس میں خون کے نقطے نظر آتے ہیں۔ جب ایک عرصہ تک یہی حالت رہتی ہے تو خصیوں میں سوزش واقع ہو جاتی ہے اور اس کی ساخت خراب ہو جاتی ہے۔

احتلام کے اسباب

امتلائے منی، سوزش وخراش آلاتِ مخصوصہ، فاسد خیالات کا غلبہ، مجرد رہنا، موسیقی ونغمہ اور رقص و سرود میں زیادہ مشغول ہونا۔ جذباتی ناول اور افسانے پڑھنا، اکثر چت یا اوندھا سونا، بھوک کے بغیر کھانا، قبض، بدہضمی، پیٹ میں کیڑے، ان میں بعض اسباب وقتی ہوتے ہیں اور جب وہ ختم ہو جاتے ہیں تو احتلام ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب پھر یہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں تو احتلام شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی عارضی سبب مسلسل رہے تو احتلام دائمی صورت اختیار کر کے باعث مصیبت بن جاتا ہے۔ عارضی اسباب میں شکم سیری، نرم بستروں پر سونا اور سوتے میں مثانہ کا پیشاب سے پر رہنا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ رات کو دیر سے سونا بھی احتلام کے اسباب میں شامل ہوتا ہے۔ کثرت

مباشرت اور اکثر حظ ولذت کے ماحول میں رہنا۔

علامات احتلام

مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ ضعیف ونقاہت کے آثار مثلاً کمزوری، دماغی محنت کا نہ ہوسکنا، خیالات کا منتشر رہنا، توجہ کا کسی خاص امر پر مجتمع نہ ہونا، تھوڑی دور آنے جانے پر پنڈلیوں کے عضلات میں کمزوری کی علامات کا پایا جانا، صبح کے وقت بستر خواب سے بیدار نہ ہونا، سر کا بوجھل رہنا، نسیان کا لاحق ہو جانا۔ جب یہ علامات زیادہ ترقی کر جاتی ہیں تو انتہائی علامات کے نام سے موسوم ہوسکتی ہیں۔ مثلاً کوئی کام محنت کا مریض سے نہیں ہوسکتا۔ کسی قسم کی محنت ہو، دماغی یا جسمانی، تھوڑا سا کام کرنے پر وہ بے دم ہو کر رہ جاتا ہے۔ سلسلہ خیالات درست نہیں رہتا۔ اس کے خیالات پریشان اور غیر منظم ہوتے ہیں۔ حافظہ کمزور اور قوت فیصلہ بے کار ہو جاتی ہے۔ سر میں گاہے درد اور گاہے گرانی رہتی ہے۔ کمر اور چہرہ وسینہ میں اکثر عصبی درد رہا کرتا ہے۔ کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ڈکاریں آتی ہیں اور نفخ ہو جاتا ہے۔ نیند نہیں آتی اور اگر آتی ہے تو اس سے کوئی راحت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ خوابیں متوحش آتی ہیں، پیشاب میں فتور واقع ہو جاتا ہے، مقعد وحشفہ اور احلیل میں جلن معلوم ہوتی ہے، ریڑھ پر چیونٹیاں سی چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ رانوں اور جنگاسوں کے عضلات میں درد، پنڈلیوں میں درد اور سماعت میں ثقل معلوم ہوتا ہے۔ جلد کا رنگ سیاہی مائل زرد ہو جاتا ہے۔ انثیین میں دھیما دھیما درد ہوتا ہے۔ وقت تنفس، مزاج چڑ چڑا، آلات تناسل کی کمزوری، مریض دن بدن لاغر وکمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ پاؤں کے تلوے جلا کرتے ہیں۔ جن کے نتیجے میں کمزوری، بزدلی، سوزش، ناامیدی، بطلان باہ، ضعف بصارت، ضعف ہضم، درد معدہ، درد سر۔ کبھی سل، مرگی، نامردی اور جنون تک حالت پہنچ جاتی ہے۔

احتلام بہ نظریہ مفرد اعضاء

احتلام عضلات کی تحریک سے پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح جریان اعصابی تحریک سے اور سرعت انزال غدی تحریک سے پیدا ہوتے ہیں۔ اکثر حکماء واطباء اور فرنگی ڈاکٹر احتلام وجریان اور سرعت انزال کو منی کا غیر معمولی اخراج خیال کرتے ہوئے ان تینوں کا علاج ایک ہی طریق اور ایک ہی قسم کی ادویات سے کرتے ہیں۔ جن میں مبردات ومسکنات اور مخدرات شامل ہوتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں مختلف علامات ہیں جو مختلف اعضاء میں تحریک اور سوزش سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے ہر ایک کا علاج بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں ہر ایک کا الگ الگ علاج لکھا ہے۔

احتلام کی ابتداء معدہ کے عضلات کی تیزی اور تحریک سے شروع ہوتی ہے۔ پھر وہاں سوزش کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جب اس میں شدت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا اثر دل اور جسم کے دیگر عضلات تک پہنچ جاتا ہے اور انتہائی حالت میں دماغ کے عضلاتی پردے میں سوزش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس سے تمام جسم میں ذکاوت شدت اختیار کر لیتی ہے اور ذرا سی بھی عضلاتی تحریک جسمانی ہو یا ذہنی، برداشت نہیں کر سکتی۔ جس کا نتیجہ اخراج منی اور احتلام ہوتا ہے۔

اصول علاج

مرض کی شدت اور مریض کی حالت کے مطابق علاج ہونا چاہئے۔ بعض دفعہ مرض کی شدت اور مریض کی بے چینی بے حد پریشانی کا باعث بن جاتی ہے اور بعض دفعہ بہت سے اسباب اکٹھے ہو جاتے ہیں جن کا فوری طور پر رفع کرنا مشکل ہوتا ہے اور بعض دفعہ مختلف اسباب

پیش آ جاتے ہیں۔ ان کے علاج میں کسی میں کمی اور کسی میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اکثر ایک سے زیادہ ہی اسباب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اگر اسبابِ مرض میں ایک اکیلا ہی سبب مرض کا باعث ہے تو جلد آرام ہوگا۔ بعض مرتبہ ایک اصلی سبب ہوتا ہے اور کئی اسباب اس کے مدد و معاون ہو جاتے ہیں اور مرض کو ترقی دیتے ہیں۔ پھر ان اسباب میں سے بعض بہ آسانی رفع ہونے والے ہوتے ہیں۔ بعض کا دور کرنا کچھ دشوار ہو جاتا ہے۔ بعض اسباب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو دور کرنا فقط مریض کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اگر وہ خود کو ان سے ہٹانا چاہے تو ہٹا سکتے ہیں۔ ورنہ وہ کسی صورت نہیں ہٹ سکتے اور معالج کی کوئی تدبیر وغذا اور دوا کام نہیں کر سکتی۔ البتہ ایسے موقع پر مریض کو بچی ہمدردی کے ساتھ ذرا ترش روئی اور سختی سے تاکید اً بتایئے کہ اگر اس نے مرض رفع کرنے کی کوشش نہ کی تو آئندہ ایسی خوفناک صورت حال اور امراض پیدا ہو جائیں گے کہ زندگی عذاب بن جائے گی اور جب تک وہ معالج کی مرضی کے مطابق یقین دلائے اس وقت تک وہ علاج سے انکار کر دے۔ یہ علاج کی کامیابی کے لئے اوّلین قدم ہے۔

اس حقیقت کو مدنظر رکھیں کہ اگر امتلائے منی باعث مرض ہے تو باقاعدہ زندگی اور شادی سے جلد آرام ہو جاتا ہے۔ اگر مرض کا سبب عضلاتی سوزش اور خراش ہو تو اس صورت میں علاج سے جلد آرام ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر جلق و اغلام اور کثرت مجامعت باعث مرض ہو تو آرام ہو سکتا ہے۔ مگر مریض و معالج دونوں کو کوشش کرنا پڑتی ہے۔

علاج کے لئے مریض کا ماحول فوری طور پر بدل دینا چاہئے۔ لطف ولذت اور حظ کی صورتیں قطعاً بند کر دینی چاہئیں۔ عشق و محبت کے سلسلے روک دینا چاہئیں۔ بلکہ دوستوں کی صحبت خصوصاً جذباتی قسم کے دوستوں سے بالکل دور رہنا چاہئے۔ اخلاقی قدروں کو مدنظر رکھنا چاہئے اور مذہبی تعلیم پر صالح طور پر گامزن ہو جانا ضروری ہے۔ صبح کے وقت جلدی اٹھنا، نہانا، جسمانی اور ذہنی طور پر پاک و صاف رہنا اور اکثر اوقات اپنے کام میں مشغول رہنا چاہئے۔ روزانہ صبح و شام اس قدر ورزش اور محنت کرے کہ تھکن کے بعد آرام اور نیند کے لئے طبیعت مجبور کر دے۔ جب آنکھ کھل جائے تو فوراً اُٹھ بیٹھنا چاہئے۔ لیٹے رہنا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ خیالات کی پاکیزگی لازمی جزو ہے۔

غذائی علاج

مریض کو غذا سے اس وقت تک دور رکھنا چاہئے جب تک اس کو شدید بھوک نہ لگے۔ ایسی صورت میں صرف پھل دیتے رہنا چاہئے۔ پھلوں کے جوس بھی دے سکتے ہیں۔ جہاں پر پھل ملنے مشکل ہوں وہاں پر تازہ دودھ پلایا جا سکتا ہے۔ جب بھوک میں شدت ہو تو صبح کی غذا میں مکھن اور دودھ یا چائے، مغز بادام، پیس کر اور مکھن میں ملا کر بھی دے سکتے ہیں۔ اگر بھوک زیادہ ہو تو ڈبل روٹی مکھن یا گھی میں تر بہ تر کھا کر دودھ یا چائے پی سکتے ہیں۔ دلیہ گھی میں تر بہ تر نمکین یا میٹھا کھا کر دودھ یا چائے پی سکتے ہیں۔ دوپہر کو صرف سالن ترکاری اور پھل، اگر بھوک شدید ہو تو روٹی چاول بھی کھا سکتے ہیں۔ رات کو دودھ یا چائے میں مکھن یا گھی ملا کر پلا دیا کریں۔ اگر بھوک زیادہ ہو تو برفی یا دودھ کی کوئی مٹھائی کھلا کر دودھ پلا سکتے ہیں۔ دوپہر اور رات کو بھی پھل دیئے جا سکتے ہیں۔

علاج بالمفرد ادویہ

نمک، بادیان، سنا مکی، زنجبیل، کشنیز، گھی، روغن زیتون، دنبہ کی چکی، گوشت کا شوربا، مچھلی، انگور، تل، اسپغول، تخم کاسنی، تخم کدو شیریں، توری، تخم توری، تخم مولی، نمک مولی، تخم گاجر، ملٹھی، ستاور، خولنجاں، ست گلو، ریوند چینی، فلفل سیاہ، فلفل دراز، ہلدی، دارچینی، گندھک،

پارہ، ریٹھا، شنگرف، زیرہ سیاہ، زیرہ سفید، اتیس، چرائتہ، ریوند عصارہ، شہد، چینی، دودھ، بالائی، مکھن، انزروت، لفاح اور لہسن وغیرہ وغیرہ۔

علاج بالمرکبات

تحقیقات فارما کوپیا میں جس قدر غدی عضلاتی اور غدی اعصابی مرکبات درج ہیں وہ ضرورت کے مطابق استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ یعنی جسم میں حرارت کی کمی ہو تو غدی عضلاتی مرکبات کا استعمال کریں۔ بلکہ اگر ضرورت محسوس ہو تو کچھ غدی اعصابی بھی دے سکتے ہیں۔ تاکہ رطوبت پورے طور پر ختم ہو کر مکمل حرارت پیدا ہو جائے۔

جب جسم میں خشکی کا اثر زیادہ محسوس ہو تو غدی اعصابی کا استعمال کرائیں۔ البتہ ہر صورت میں قبض و ادرار اور شدت مرض کا اندازہ کر لیں۔ یعنی اگر قبض ہو تو اس کو بھی ملین یا مسہل غدی عضلاتی دیں اور اگر پیشاب میں خرابی یا جلن وغیرہ ہو تو غدی اعصابی ملین یا مسہل دیں۔ اسی طرح جو نسخے تحقیقات المجربات میں درج ہیں وہ بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ سب اپنی جگہ بے حد مفید اور یقینی و بے خطر مجربات ہیں۔ ذیل میں چند خصوصی مجربات درج کئے جاتے ہیں۔ جو ضرورت اور تحریک کے مطابق استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

ا۔ سفوف احتلام

ھوالشافی: نمک خوردنی ایک حصہ، سنا کی تین حصے، باریک کر کے سفوف بنا لیں۔

مقدارِ خوراک: چار رتی سے ایک ماشہ تک دِن میں دو تین یا چار بار استعمال کریں۔ یہ نسخہ غدی اعصابی ملین ہے۔

۲۔ حبوب احتلام

ھوالشافی: تخم مولی دو حصے، ریوند خطائی چار حصے، انزروت دو حصے، باریک کر کے گولیاں بقدر نخود بنا لیں۔

مقدارِ خوراک: ایک ایک گولی دِن میں تین چار بار ہمراہ آب تازہ دیں۔ غدی اعصابی شدید ہے۔

۳۔ مصالحہ احتلام

ھوالشافی: فلفل سیاہ ڈھائی حصہ، الائچی خورد آدھا حصہ، زیرہ سیاہ 6 حصے سفوف بنا لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک۔ غدی اعصابی شدید ہے۔

۴۔ تریاق احتلام

ھوالشافی: گندھک اور ریٹھا دونوں ہم وزن باریک پیس کر بقدر نخود حبوب تیار کریں۔

مقدارِ خوراک: ایک ایک گولی دِن میں دو تین بار یا چار بار بھی لے سکتے ہیں۔ ایک ایک خوراک میں دو دو گولیاں بھی لے سکتے ہیں۔ یہ غدی اعصابی تریاق ہے۔

۵۔ اکسیر احتلام

ھوالشافی: شنگرف ایک حصہ، نوشادر تین حصے، سہاگہ دو حصے، کشنیز پانچ حصے، ملٹھی پانچ حصے، باریک پیس کر سفوف تیار کر لیں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ سے چھ ماشہ تک ہمراہ آب تازہ نیم گرم استعمال کریں۔ یہ نسخہ غدی اعصابی اکسیر ہے۔

٦۔حلوہ احتلام

ھوالشافی: مغز بادام ایک چھٹانک رات کو بھگو رکھیں۔ صبح کو چھیل کر باریک کر کے چینی ملا لیں۔ پھر کسی برتن میں مناسب گھی ڈال کر گرم کریں۔ جب گھی گرم ہو جائے تو اُتار کر اس میں بادام ڈال کر ملالیں۔

مقدارِ خوراک: 6 ماشے سے روزانہ صبح ناشہ کریں۔ یہ نسخہ بھی غدی اعصابی مقوی ہے۔

سرعت انزال

سرعت انزال کی ماہیت

مردانہ قوت میں ضعف کا چوتھا سبب سرعت انزال ہے جو ایک ایسی علامت ہے جس سے مباشرت میں قبل از وقت (طبعی مدت سے قبل) انزال ہو جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ انزال کی دو صورتیں ہیں: (۱) طبعی انزال (۲) غیر طبعی انزال۔

ا۔طبعی انزال

مباشرت میں انزال کی طبعی مدت عام طور پر دو تین منٹ سے پانچ منٹ تک ہو سکتی ہے یا زیادہ سے زیادہ دس منٹ تک ہو سکتی ہے۔ چونکہ مباشرت کا اصل مقصد اولاد پیدا کرنا یا زیادہ سے زیادہ صحت کے لئے اخراج منی کرنا ہے۔ اس لئے تندرست انسان کے لئے یہ مدت بہت کافی ہے۔ اس سے زیادہ مدت کے طلب گار لذت اور حظ کے خواہش مند ہیں جس کا تعلق صحیح زندگی سے نہیں ہے۔

۲۔غیر طبعی انزال

غیر طبعی انزال کی بھی دو حالتیں ہیں:

اوّل صورت: طبعی مدت سے پہلے انزال ہو جائے یعنی مباشرت میں دخول کے ساتھ ہی فوراً منی کا اخراج ہو جائے یا دخول سے پیشتر ہی انزال ہو جائے یا مباشرت کے خیال یا خوبصورت شکل دیکھنے کے ساتھ ہی انزال ہو جائے۔ یہی صورت سرعت انزال میں شمار کی جاتی ہے۔ یہی قابلِ علاج ہے۔ یہی بڑھ کر ضعف باہ پیدا کر دیتی ہے۔ دوسرے اس علامت سے اکثر اولاد نہیں ہوتی۔ تیسرے اس خرابی سے عورت کی تسلی نہیں ہوتی اور اس کو مرد سے نفرت ہو جاتی ہے۔ جس سے اکثر خانہ خراب یا خانہ برباد ہو جاتا ہے۔

دوسری صورت: طبعی مدت سے بہت دیر بعد انزال ہو۔ یہ صورت کسی مرض کی وجہ سے ہو یا کسی غذا اور دوا کے ساتھ یا الٹی پلٹی حرکات کرنے سے مدت انزال کو طول دے دیا جائے یعنی پندرہ بیس منٹ سے نصف گھنٹہ تک بڑھا لیا جائے تاکہ مباشرت کی لذت سے زیادہ سے زیادہ لطف حاصل کیا جا سکے۔ لیکن یاد رکھیں کہ پہلی صورت کی طرح دوسری صورت بھی سخت نقصان دہ ہے۔ اس سے اوّل اعضائے منویہ میں ضعف، دوسرے مادہ منویہ کی پیدائش میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ تیسرے عضو مخصوص میں استرخار، چوتھے فالج کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، اتنی مدت مسلسل حرکات کرنے سے عورت کے رحم میں ورم ہو جاتا ہے، چھٹے جریان خون شروع ہو جاتا ہے۔ آخر عورت کے اعضائے مخصوصہ گوشت اور اعصاب کے بنے ہوتے ہیں وہ کس حد تک چوٹیں برداشت کر سکتے ہیں۔

امساک کی صورتیں

امساک کی بہترین صورت تو یہ ہے کہ انسان تندرست ہو اور اس کی مدت انزال طبعی ہو۔ اگر ایسی صورت نہ ہو تو اپنی صحت کو درست کر کے مدت انزال کو طبعی کر لینا چاہئے۔ جس کے لئے مناسب اغذیہ وادویہ کا استعمال ہونا چاہئے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اکثر لوگ افیون، بھنگ اور چرس و دھتورہ وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ جن سے آخر کار قوت مردمی برباد ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان اشیاء اور دیگر مخدرات سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ زیادہ امساک اور لذت کی خواہش نہ کریں، بلکہ اپنی ضرورت کو مدنظر رکھیں۔ جو اچھی صحت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ خیال غلط ہے کہ زیادہ امساک سے عورت کو زیادہ خوشی اور تسلی ہوتی ہے بلکہ اس کے خلاف عورت کو تکلیف ہوتی ہے جس سے وہ مباشرت سے دور ہو بھاگتی ہے اور برا مناتی ہے۔

بعض لوگ امساک کے لئے الٹی پلٹی حرکات بھی کرتے ہیں: (۱) مباشرت کے وقت اپنی توجہ کو دوسری طرف لگانے کی کوشش کرتے ہیں یا حرکات کی گنتی شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے ایک طرف اپنی توجہ بدلتے ہیں اور دوسری طرف عورت پر یہ تاثر بٹھاتے ہیں کہ وہ اس قدر قوت کے مالک ہیں۔ (۲) مباشرت کے وقت جب انزال کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو اپنی حرکات روک دیتے ہیں یا عضو مخصوص کو باہر نکال کر تسکین حاصل کرتے ہیں۔ پھر حرکت شروع کر دیتے ہیں اور پھر تسکین وغیرہ کی صورت سے امساک کی صورتیں پیدا کرتے ہیں۔ (۳) مباشرت کے وقت اپنے پاؤں سے مقعد پر دباؤ ڈال کر اپنی توجہ بدل کر امساک کی حالت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (۴) مباشرت میں ایک بار انزال کے بعد دوبارہ مباشرت سے ایک لمبا عرصہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ ایسی تمام صورتیں عورتوں خصوصاً دلہنوں (نو واردان چمن) پر ظلم ہے جو مباشرت کی حقیقت کو نہیں جانتیں۔ جس سے وہ رحم کے مشکل اور پیچیدہ امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ جن کا نتیجہ اولاد سے محرومی یا تپ دق وسل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور لذت وحظ کے دیوانے بالآخر مفلوج یا پاگل ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ زندگی کے ہر عمل میں اعتدال کو قائم رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

تشخیص سرعت انزال

سرعت انزال کی تشخیص میں اکثر غلطیاں کی جاتی ہیں۔ یہ غلطیاں صرف عوام تک محدود نہیں ہیں بلکہ اچھے اچھے اطباء سے بھی روزانہ سرزد ہوتی ہیں اور بڑے بڑے حکماء کی کتب میں نظر آتی ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جریان و احتلام اور سرعت انزال میں پوری طرح فرق نہیں سمجھا جاتا۔ ان تینوں کے اسباب وعلامات کو آپس میں ملا دیا گیا ہے۔ صرف ایک مثال درج ہے جو ایک مشہور طبی مصنف کی کتاب میں درج ہے۔ سرعت انزال کے اسباب قریباً قریباً وہی ہیں جو جریان منی کے ہیں۔ جریان منی اور سرعت انزال اس حیثیت سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ سرعت انزال جریان منی کی ایک چھوٹی حالت ہے ورنہ جو نقص اعضائے تناسل اور منی کے جریان منی پیدا کرتے ہیں وہی اسباب چھوٹے اور خفیف ہونے کی حالت میں سرعت انزال پیدا کرتے ہیں۔ یہ صرف ایک مثال ہے لیکن اکثر کتب طبیہ میں سے اس قسم کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے وہ اس کی ماہیت واسباب اور علامات وعلاج وغیرہ سے بالکل بے خبر ہے۔

غلط فہمی

سرعت انزال کی ماہیت کو سمجھنے میں غلط فہمی صرف اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ اس کو صرف جریان منی یا اخراج منی کی ایسی صورت

خیال کرلیا گیا ہے جس سے سرعت اور تیزی پائی جاتی ہے اور حیرت یہ ہے کہ جریان منی میں تو اخراج مسلسل کے ساتھ ضعف انتشار قائم ہوتا ہے۔ جب کہ سرعت انزال میں انتشار میں شدت پائی جاتی ہے۔ پھر دونوں کو ایک ہی مرض قرار دینا کس قدر غلط فہمی ہے۔ اس لئے دونوں کے اسباب کو مشترک کہنا بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ اگر دونوں کی ایک ہی صورت ہوتی تو پھر ان کو جدا جدا امراض کا نام دینا ضروری نہیں تھا۔ سرعت انزال دراصل جریان اور احتلام سے بالکل جدا مرض ہے۔ اس لئے اس کو جدا سمجھنے کی ضرورت ہے لہٰذا اس کے اسباب بھی ان سے مختلف ہیں۔

حقیقت سرعت انزال

اس امر کو ذہن نشین کرلیں کہ تندرست انسان میں انزال کے لئے ایک مناسب وقت ہوتا ہے جو دو منٹ سے لے کر پانچ منٹ تک یا زیادہ سے زیادہ اسی قدر اور وقت ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر اس سے کم ہو تو سرعت انزال اور اگر زیادہ بھی ہو تو مرض میں شمار کریں۔ جس کا نتیجہ خوفناک امراض خصوصاً فالج ولقوہ اور دق وسل ہوتے ہیں۔ اس لئے مخدرات اور ممسکات مضر اور نقصان دہ ہیں۔

گزشتہ صفحات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ احتلام عضلات میں تیزی اور سوزش سے پیدا ہوتا ہے اور جریان اعصاب میں سوزش اور تیزی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح سرعت انزال کے متعلق بھی سمجھ لیں کہ وہ گردوں میں سوزش اور تیزی سے عمل میں آتا ہے۔ اس حقیقت سے احتلام وجریان اور سرعت وانزال کی حقیقت اور ان کے فرق کو سمجھا جاسکتا ہے۔ جن کے اسباب وعلامات درج کئے گئے ہیں۔

ایک خاص بات

اکثر لوگ خصوصاً جنسی مریض سرعت انزال کی بہت شکایت کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ سرعت انزال اس قدر عام مرض نہیں ہے اور نہ ہی فوری طور پر ہوسکتا ہے۔ چونکہ اس سے جنسی جذبہ میں شدت ہوتی ہے۔ اس لئے اس جذبہ کی تسکین سے شدت کم ہو کر سرعت انزال کم ہو جاتا ہے۔ لیکن جس کثرت سے لوگ اس کے شاکی پائے جاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سو فیصدی لوگ اس مرض میں گرفتار ہیں۔ دراصل یہ مرض کی صورت نہیں بلکہ لذت اور حظ کی زیادہ سے زیادہ طلب ہوتی ہے۔ انسانی خصلت کا تقاضا ہے کہ وہ لذت ولطف اور حظ کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ اکثر لوگ نہ اس کے مقصد کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بلکہ اپنے جذبہ نفسانی کے تحت اپنے حواس خمسہ کو تسکین دیتے ہوئے لذیذ اغذیہ واشربہ، لطیف نظارے و پرلطف نغمے، حسین رقص اور جنسی حظ کو زندگی سمجھ لیا گیا ہے۔ مگر اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں کہ ان جذبات کی شدت رفتہ رفتہ کسی خاص عضو خصوصاً اعضائے رئیسہ کی طرف خون کو اکٹھا کر دیتی ہے جس کا نتیجہ بالکل اسی طرح ہوسکتا ہے جیسے یک بارگی شدت جذبہ کے تحت خون کے اکٹھا ہونے سے عمل میں آتے ہیں جن کو ہم شادی مرگ یا غم مرگ کا نام دیتے ہیں۔ یا خوفناک امراض کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جن میں جسم کا سن ہو جانا، ضعف بصر وسماعت اور فالج ولقوہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ انتہائی خوشی میں اپنے آپ میں نہ رہنا یا قہقہہ مار کر بے قابو ہو کر ہنسنا بھی بعض اوقات نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں قہقہہ مار کر ہنسنے کو منع کیا گیا ہے اور اس صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ لذت ولطف اور حظ خصوصاً جنسیاتی جذبات میں زیادتی اور شدید امساک سے دور رہنا چاہئے۔ کیونکہ قدرتی اور اعتدال کا راستہ اور عمل ہی درست ہوسکتا ہے۔

ایک غلط فہمی

اکثر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جب تک مرد اور عورت کا انزال اکٹھا نہ ہو اس وقت تک اولاد نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اگر مرد میں سرعت انزال ہو تو اس کو ضرور اس قدر امساک کی اور ادویہ کھانی چاہئیں جس قدر اس کو عورت کے انزال میں ضرورت ہوسکتی ہے۔ یہ ایک زبردست غلط فہمی اور حقائق سے لاعلمی ہے۔ امساک اپنی لذت ولطف اور حظ کے لئے نفسیاتی طلب ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرعت انزال میں عورت تشنہ رہ کر بے قرار ہو جاتی ہے اور اس کی خاموشی بھی شدید احتجاج معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ خیال کرنا کہ اکٹھا انزال نہ ہونے سے اولاد نہیں ہوسکتی یہ سراسر غلط فہمی اور حقائق سے لاعلمی ہے۔ کیونکہ جن صاحب علم اور اہل فن کی نگاہ تشریح الابدان، منافع الاعضاء اور حقائق توالد و تناسل پر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مرد اور عورت کا اکٹھا انزال ہونا یا نہ ہونا قیام حمل میں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کے بغیر بھی اولاد ہو سکتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ اوّل تو یہ خیال ہی فطرت نفسانی اور مزاج کے خلاف ہے کہ دونوں ہم نفس اور ہم مزاج ہوں۔ اس لئے تقدم و تاخر لازمی امر ہے۔ دوسری مرد کے عضو مخصوص کی بناوٹ صرف ایک پچکاری کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس سے مادہ منویہ کسی قدر لذت و انتشار اور عورت میں لطف و حظ پیدا کرنے کے ساتھ اس کے جسم میں داخل کر دیا جائے۔ پھر جسم میں یہ مادہ منویہ دس سے پندرہ یوم تک اندر رہتا ہے اور کرم منی اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ جب ان کو اتصال نصیب ہوتا ہے تو حمل قائم ہو جاتا ہے۔ تیسرے عورت کے بیضہ جن کے ساتھ مرد کے کرم حمل قائم کرتے ہیں وہ عورت کے انزال کے ساتھ مشروط نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا تعلق عورت کے اس خون کے ساتھ ہے جو اسے ہر ماہ آتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے بیضوں کا اخراج ہوتا ہے۔ ہر حیض کے بعد بیضے رحم میں پائے جاتے ہیں اور کرم منی کو قبول کر کے حمل کا باعث بنتے ہیں۔ چوتھے جب مرد عورت پر اس کی مرضی کے بغیر مجرمانہ حملہ کرتا ہے تو اس کا انزال عورت کی مرضی کے بغیر ہوتا ہے۔ مگر اولاد ہو جاتی ہے۔ پانچویں جب عورت پینتالیس اور پچاس سال کی عمر کو پہنچتی ہے تو اس کا سلسلہ حیض بند ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں ہزار بار اکٹھا انزال کیا جائے مگر کبھی حمل قرار نہیں پاتا۔ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش اولاد کے لئے مرد اور عورت کا اکٹھا انزال ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے اس ضرورت کے لئے امساک کی ادویہ کا استعمال غیر ضروری اور نقصان کا باعث ہے۔

سرعت انزال کے اسباب

اکثر طبی کتب میں سرعت انزال کے اسباب قریباً قریباً وہی لکھے ہیں جو جریان منی کے اسباب ہیں۔ گویا جریان منی اور سرعت انزال اس حیثیت سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ بلکہ سرعت انزال کو جریان منی کی ایک چھوٹی حالت قرار دیا ہے۔ یعنی جو نقص اعضائے تناسل اور منی کے جریان پیدا کرتے ہیں وہی اسباب چھوٹے اور خفیف ہونے کی حالت میں سرعت انزال پیدا کرتے ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے جیسا کہ ہم پہلے کئی بار لکھ چکے ہیں کہ سرعت انزال کا مرض جریان منی سے بالکل جدا مرض ہے۔ اس لئے سرعت انزال کے اسباب بھی اس سے بالکل جدا ہیں۔ سرعت انزال کے اسباب درج ذیل ہیں۔

ا۔ سوزش غدد اور غشائے مخاطی

سوزش غدد میں جگر و گردے اور خصیتین و امعاء کے غدد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حالات میں دورانِ خون مقام سوزش پر دباؤ کی حالت پیدا کر کے سرعت انزال کا بڑا اور قوی سبب بن جاتا ہے۔ اس حالت میں ذکاوت اور انتشار بھی اکثر رہتا ہے اور دورانِ خون میں

تیزی اور دباؤ بڑھ جاتا ہے۔

غشائے مخاطی کی صورت میں سر سے پاؤں تک کسی مقام کے غشائے مخاطی میں سوزش ہوسکتی ہے۔ اس میں احلیل (پیشاب کی نالی) کی سوزش اور سوزاک قابل ذکر ہیں۔ چونکہ غشائے مخاطی کی سوزش بھی ایک قسم کی غدی سوزش ہے اس لئے وہی حالات قائم رہتے ہیں۔ بعض عیاش قسم کے لوگ انتشار میں تیزی پیدا کرنے کے لئے سوزاک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

راز کی بات

فرنگی طب میں جس حالت کو ہائی بلڈ پریشر (خون کے دباؤ میں شدت) کہا جاتا ہے وہ اور کچھ نہیں ہے صرف جسم کے کسی غدد یا جسم میں کسی جگہ غشائے مخاطی میں سوزش پیدا ہوتی ہے۔ پس وہاں کی سوزش کو معلوم کر کے دفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ عام طور پر یہ سوزش اعضائے رئیسہ کی غشائے مخاطی یا گردوں اور خصیتین میں پائی جاتی ہے۔

۲۔ غلبہ خون

غلبہ خون عام طور پر خون کی زیادہ پیدائش سے ہوتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں: ① جگر کی تقویت ② بہترین غذا ③ اچھا ماحول۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن میں یہ تینوں صورتیں اکٹھی پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک حالت میں بھی غلبہ پیدا ہو جائے تو سرعت انزال کی صورت قائم ہو جاتی ہے۔

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ جگر کی تقویت سے جسم میں غذا جلد جلد خون بننے لگتی ہے اور اگر اس کے ساتھ بہترین غذا ہو تو خون میں کثرت کے ساتھ تقویت اور بڑھ جائے گی۔ اس کے ساتھ اچھا ماحول میسر آ جائے یعنی گلشن و آسائش زندگی، نغمہ وسرود اور حظ ولذت کا آرام وغیرہ۔ اگرچہ یہ وقتی صورتیں ہیں، تو ان کا تسلسل آخر کار تحلیل قلب پیدا کر کے فوری موت (ہارٹ فیلور) کا باعث بن جاتا ہے۔ بہرحال غلبہ خون بہت ہی کم لوگوں میں ہوتا ہے۔

۳۔ کثرت حرارت وحدت منی

کثرت حرارت کی صورت عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ حرارت کی پیدائش زیادہ ہو اور اس کا اخراج یا خرچ کم ہو۔ اس کی تین صورتیں ہیں: ① جگر وغدد یا غشائے مخاطی میں سوزش ② گرم اشیاء اور اغذیہ کا بالفعل یا بالقویٰ استعمال ③ گرم ماحول۔ ان تمام صورتوں میں جب جسم میں حرارت اور صفراء کی پیدائش بڑھ جاتی ہے اور اس حرارت کا اخراج پورے طور پر نہیں ہوسکتا یا اس کا جسم میں پورے طور پر خرچ نہیں ہو سکتا تو اس سے منی میں بھی حدت بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح سرعت انزال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ گرم گرم روٹی سالن کھانے اور گرم گرم دودھ یا چائے پینے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس عادت سے بھی اکثر سرعت انزال ہو جاتا ہے۔ گرم علاقے اور گرم ماحول میں جہاں پر بہت زیادہ شدت کی گرمی ہوتی ہے۔ گرمی جسم میں جذب ہو کر سرعت انزال کا باعث بنتی ہے۔ ایسے مکان بھی، جن میں گھٹن اور گرمی کا احساس ہوتا ہے، سرعت انزال کے اسباب میں ان کو بھی شریک کر لینا چاہئے۔ ایسی صورتوں میں مقام اور مکان دونوں پر فضا اور تسکین دہ ہونے چاہئیں۔

اس امر کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ کثرت حرارت سے حدت منی پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے سرعت انزال پیدا ہو جاتا ہے۔ حدت منی میں صرف حرارت کی پیدائش یا حار اغذیہ یا حار ماحول کے اسباب نہیں ہوتے بلکہ نفسیاتی اور جذباتی اثرات بھی منی میں حدت پیدا کر دیتے ہیں،

یہ اثرات ظاہرہ صورتوں میں ہوں یا تصور میں پیدا ہو جائیں اس میں عشقیہ قصے و کہانیاں اور ناول شریک ہیں۔ بلکہ نفسیاتی اور جذباتی اثرات اس قدر شدید ہوتے ہیں کہ ان کا اثر فوراً ہو جاتا ہے۔ ان کے مقابلے میں پیدائش حرارت کا اثر دنوں اور مہینوں میں ہوتا ہے۔ اغذیہ میں گوشت و گرم مصالحہ جات اور گرم میوہ جات وغیرہ اور جو لوگ کثرت سے شراب پیتے ہیں وہ بہت جلد اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سرعت انزال کے اسباب میں حرارت کے اثرات کی ایک خوفناک صورت یہ بھی ہے کہ جو لوگ فاحشہ یا حیض والی عورتوں سے مباشرت کرتے ہیں ان سے بھی جسم میں حرارت اور حدت منی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ فاحشہ عورتوں میں آتشک اور سوزاک کے امراض عام ہوتے ہیں۔ ان سے جسم میں یقیناً حرارت و سوزش پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر وہی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی صورتیں حیض والی عورتوں سے بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اکثر سوزش ہو کر سوزاک پیدا ہو جاتا ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ سرعت انزال کی ایک اور صورت بھی اکثر پائی جاتی ہے۔ وہ ہے اپنے سے کم عمر عورتوں یا کنواری لڑکیوں سے مباشرت کرنا۔ ان کے جسم میں مرد کی حرارت سے بہت زیادہ حرارت ہوتی ہے۔ جو جسم میں جذب ہو کر منی میں حدت پیدا کر دیتی ہے اور سرعت انزال کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ ان اسباب کے ساتھ ہی کم عمر عورتوں یا کنواری لڑکیوں کے تصورات بھی حدت منی کا باعث بن جاتے ہیں۔ ظاہر میں یہ باتیں معمول زندگی ہیں لیکن سرعت انزال کے شدید اسباب ہیں۔ ان حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک صحیح زندگی کے لئے تزکیہ نفس بھی ایک بے حد ضروری امر ہے۔

تشخیص

صرف مریض کے کہنے پر اس کو سرعت انزال کی دوا دے دینا کوئی زیادہ مفید نہیں ہے، بلکہ مریض کو پورے طور پر سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جس قدر اسباب بیان کئے گئے ہیں ان کو ذہن میں رکھنا لازمی ہوتا ہے۔ تاکہ مریض کا صحیح طریق پر علاج کیا جا سکے۔ بظاہر سرعت انزال معمولی مرض ہے لیکن مندرجہ بالا اسباب کے تحت غور کریں تو یہ ایک خوفناک مرض ہے۔ اس کی شدت سے خوفناک امراض پیدا ہوتے ہیں جن میں فالج، ذیابیطس اور تپ دق و سل قابل ذکر ہیں۔ ضعف قلب اور ہارٹ فیلور بھی انہی صورتوں میں ہو جاتے ہیں۔

علاج سرعت انزال بالادویہ

ذہن نشین کرانے کے لئے ہم پھر لکھ رہے ہیں کہ سرعت انزال ایک جدا علامت ہے۔ اس کا جریان اور احتلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سرعت انزال غدی تحریک ہے۔ اس میں چونکہ عضلات میں تحلیل پیدا ہوتی ہے اس لئے عضلات میں کمزوری ہو جاتی ہے جس سے منی میں امساک قائم نہیں رہ سکتا۔ امساک خون کے دباؤ سے پیدا ہوتا ہے۔ ریاح صالح سے قائم رہتا ہے۔ جو حرارت کی عضلات کی طرف زیادتی سے تحلیل ہو جاتی ہے۔

یہ امر بھی پھر ذہن نشین رکھیں کہ انزال ایک اضافی حالت ہے جو تندرستی کی حالت میں طبعی صورت پر قائم رہتی ہے۔ اس کا اندازہ دو تین حد پانچ منٹ سے زیادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ہونا چاہئے۔ یہ کمی بیشی صالح ریاح کی کمی بیشی پر منحصر ہے۔ مرض کی حالت میں چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ یہی اس کی حالت مرض ہے اور اسی کا علاج کیا جاتا ہے۔

چونکہ لذت و لطف اور حظ انسانی شوق اور خواہشات کا کمال ہے۔ اس لئے اکثر انسان ان کی تکمیل کے لئے اور مدمقابل کو اپنی طاقت کی نمائش کے لئے امساک کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ مرض کی حالت کو رفع کرنے کے لئے ان کی

کوشش جائز ہے لیکن ضرورت سے زیادہ طبعی اور مصنوعی امساک دل و دماغ اور جگر جو اعضائے رئیسہ ہیں، ان کو کمزور کر دیتا ہے۔ اوّل اندازہ سے زیادہ حرکت کرنا پڑتی ہے، دوسرے مسک ادویہ اپنی خشکی کی وجہ سے مادہ منویہ کو خشک کر دیتی ہیں، تیسرے مسک ادویہ میں اکثر نشہ آور اجزا شامل ہوتے ہیں۔ ان سب کا نتیجہ خوفناک امراض کا پیدا ہو جاتا ہے۔ البتہ طبعی اور غیر مضر امساک میں کوئی نقصان نہیں۔

ملذذ ادویہ

مباشرت میں لذت ولطف اور حظ کو بڑھانے کے لئے بعض لوگ ملذذ ادویات کا استعمال کرتے ہیں۔ اس حظ نفسانی سے ایک مراد یہ بھی ہوتی ہے کہ عورت بھی اس لذت ولطف اور حظ سے لطف اندوز ہو کر ان سے دلی محبت کرنے لگے۔ لیکن وہ لوگ اس حقیقت سے بالکل واقف نہیں ہوتے کہ ہر ملذذ دوا شدید محرک اور سوزش پیدا کرنے والی ہوتی ہے۔ اس سے دورانِ خون میں تیزی پیدا ہو کر جلد انزال ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ جو ادویہ بھی لذت ولطف اور حظ میں اضافہ کریں گی وہ یقیناً جلد انزال کا باعث ہوں گی۔

بعض لوگ ملذذ ادویہ اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ عورت کو جلد انزال ہو جائے لیکن وہ اس امر کو بھول جاتے ہیں کہ وہ دوا ان میں بھی سرعت انزال پیدا کر دے گی۔ ان ادویات کے استعمال سے بے حد نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ ملذذ ادویہ سے عورتوں کے رحم اور مردوں کے عضو مخصوص میں سوزش پیدا ہو کر سیلان الرحم اور جریان منی پیدا ہو جاتا ہے۔ مرد وعورت دونوں کو ملذذ ادویات سے پرہیز بہتر ہے۔

راز کی بات

سرعت انزال کے کئی اسباب بیان کئے گئے ہیں لیکن اگر صحیح اغذیہ اور درست ادویہ کو تجویز کر دیا جائے تو تمام اسباب کا مرکزی اثر غدد اور خصوصاً جنسی غدد پر پڑتا ہے۔ جس سے وہاں کے عضلات میں جلد تحلیل ہو جاتی ہے۔ اس لئے علاج میں غدد کی اس سوزش کو رفع کرنا اور حرارت کا اعتدال مقصود ہوتا ہے۔ جو صحیح اغذیہ اور درست ادویہ سے فوراً اعتدال پر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ایسی ادویہ اور اغذیہ درج ذیل ہیں:

سرعت انزال کے لئے اغذیہ

ہر قسم کا دودھ، مکھن، مرغابی کا گوشت، مچھلی، بادام، چہار مغز، انگور تازہ شیریں، امرود، میٹھا، خربوزہ، ناشپاتی، گھیا، کھیرا، ککڑی، شلغم اور چقندر وغیرہ۔ اس میں غدی اعصابی، اعصابی غدی اور اعصابی عضلاتی ہر قسم کی اغذیہ شامل کی جاسکتی ہیں۔

سرعت انزال کے لئے مفرد ادویہ

اسپغول، بالنگو، گوند ببول اور گوند کیکر، تال مکھانہ، صندل، تخم کاسنی، سمندر سوکھ، کف دریائی، ابریشم، اسگندھ، الائچی خورد، برہم ڈنڈی، برہمی، بھنگ، ترنجبین، تل، ثعلب، کشنیز، رب السوس، ستاور، ریٹھا، زیرہ سفید و سیاہ، سپستان، سرپھوکہ، سونا مکھی، شکر، گاؤزبان، مشک، لوبان، مروڑ پھلی، موم، انزروت، تلسی، شربت، شہد، گھی، لفاح وغیرہ۔

سرعت انزال کے لئے مجربات

تحقیقات طبی فارما کوپیا میں جتنے بھی نسخہ جات غدی اعصابی، اعصابی غدی اور اعصابی عضلاتی دیئے گئے ہیں ضرورت کے مطابق وہ سب مفید اور صحیح ہیں۔ اسی طرح تحقیقات المجربات میں بھی جو نسخے درج ہیں وہ بھی سب یقینی ہیں۔ اور جو نسخے اس تحریک کے نام سے مقوی و اکسیر اور تریاق کے تحت درج ہیں وہ سب بے خطا ہیں۔ ہمارے مجربات و مرکبات اور نسخہ جات سو فیصد صحیح ہیں۔ البتہ مریض کو اپنی غذا و ماحول کو درست رکھنا چاہئے۔

حبوب برائے سرعت انزال

ھوالشافی: انزروت ایک تولہ، لوبان ایک تولہ، کف دریائی 2 تولے، ورق نقرہ 2 ماشے، اوّل انزروت اور لوبان کو باریک کرلیں۔ پھر ان میں ورق کھرل کرلیں۔ اس کے بعد اس میں کف دریائی ملا کر کھرل کریں اور گولیاں بقدر نخود تیار کرلیں۔

مقدارِ خوراک: ایک گولی صبح ایک گولی شام ہمراہ آب تازہ۔

سفوف برائے سرعت انزال

الائچی خورد ایک تولہ، صندل سفید ایک تولہ، اسگندھ ناگوری 3 تولے، گوند کیکر 3 تولے۔ باریک سفوف بنالیں۔

مقدارِ خوراک: ایک ماشہ صبح ایک ماشہ شام۔ اس کو بوقت ضرورت دوگنا استعمال کرسکتے ہیں۔

مٹھائی برائے سرعت انزال

ھوالشافی: مغز بادام 2 چھٹانک، مربہ گزر 4 چھٹانک، مٹھائی پیٹھہ 4 چھٹانک۔ پہلے مربہ اور مٹھائی کو کوٹ لیں۔ پھر اس میں مغز بادام شامل کرلیں۔

مقدارِ خوراک: ایک تولہ صبح ایک تولہ شام ہمراہ آب تازہ۔

اکسیر برائے سرعت انزال

ھوالشافی: کشتہ چاندی، کشتہ سیپ، کشتہ سونا مکھی ہم وزن لے کر ملالیں۔

مقدارِ خوراک: نصف رتی صبح نصف رتی شام۔

تریاق برائے سرعت انزال

ھوالشافی: ریٹھا ایک تولہ، کشنیز 3 تولے، زیرہ سیاہ ایک تولہ، گوند کیکر تین تولے کوٹ کر گولیاں بنالیں۔

مقدارِ خوراک: ایک گولی صبح ایک گولی شام۔

کیمیاوی اور نفسیاتی نامردی اور ضعف باہ

ماہیت مرض میں ہم لکھ چکے ہیں عنانت و نامردی اور ضعف باہ تینوں لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی معمولی مردی قوت کی کمزوری سے لے کر مادر زاد نامردی تک کے تمام درجات اس میں شریک ہیں۔ لیکن ان کے حقیقی مفہوم میں تین قسم کی صورتیں پیش آتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ مردمی قوت میں کمزوری

جس سے مرد کا مباشرت و مواصلت اور جماع کی قابلیت ختم ہو جانا یا بہت کم ہو جانا اور مناسب اندازہ کے مطابق فعل انجام نہ دے سکنا۔

۲۔ خواہش جماع کا ختم ہو جانا

اس صورت میں وہ جذبات ختم ہو جاتے ہیں یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں جن سے خواہش جماع پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ قوت تولید کا خراب یا ختم ہو جانا

اس صورت میں تولید نسل کی قابلیت ختم ہو جاتی ہے یا بہت کم ہو جاتی ہے۔ اس میں مباشرت و مواصلت اور جماع کی قابلیت تو ہوتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے مگر اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رہتی۔ اس صورت کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں اس کو بھی نامردی میں شمار کرتے ہیں۔

عنانت و نامردی اور ضعف باہ کے اسباب میں ہم: (۱) کثرت مباشرت (۲) جلق (۳) احتلام (۴) جریان اور (۵) سرعت انزال کی حقیقت و ماہیت اور علامات و علاج پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اگرچہ ان میں احتلام و جریان اور سرعت انزال بذاتِ خود امراض ہیں لیکن ضعف باہ کے زبردست اسباب میں شریک ہیں۔ کیونکہ باہ کی خرابی کسی ایک عضو کا نقص نہیں ہے بلکہ جسم کے کسی عضو کی خرابی سے یہ واقع ہو سکتی ہے۔

اعضاء کی خرابی گویا مشینی نقص ہے۔ اگرچہ ہر مشینی نقص میں بھی جسم میں خاص قسم کے کیمیاوی اثرات موجود ہوتے ہیں۔ لیکن ظاہری طور پر مرض کی ابتدا مشینی صورت ہی سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو مشینی نقص ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ بعض ایسی خرابیاں اور اسباب ہیں جن کا تعلق اعضا کی نسبت جسم کے کیمیاوی اثرات سے ہوتا ہے۔ جیسے (۱) منی میں نقص پیدا ہو کر باہ میں بے اعتدالی واقع ہو جائے۔ (۲) خون میں خرابی پیدا ہو کر باہ میں نقص پیدا ہو جائے۔ (۳) ماکولات و مشروبات میں کیمیاوی توازن قائم نہ رہے۔ اس سے جسم میں قوتِ باہ کا توازن ختم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ہم ان پر روشنی ڈال چکے ہیں تاہم ان کا خصوصی علاج لکھنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مشینی خرابی اور کیمیاوی نقص کے علاوہ نفسیاتی انفعال و اثرات بھی قوت باہ میں نقصان کا باعث بن سکتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے شوق و عشق اور لذت و سرور سے قوتِ باہ میں تحریک اور حظ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان جذبات میں جو قوت باہ میں نقصان کا باعث بنتے ہیں ان میں خوف و غم اور ندامت و احساس کمتری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی حقیقت و ماہیت اور علاج پر لکھنا بھی بے حد ضروری ہے۔ تاکہ معالج

مردانہ امراض کے علاج میں الجھن کا شکار نہ ہو جائے۔

منی کے نقص سے ضعف باہ

منی کے نقص کی تین صورتیں ہیں: (۱) پیدائش منی میں کمی (۲) قوام منی میں ضعف (۳) مزاج منی میں نقص۔

ان تینوں نقائص کی صورتیں اگرچہ جدا جدا ہیں لیکن ان کا باہم گہرا تعلق ہے۔ اس لئے ان کا ذکر ایک مقام پر ہی مفید ہو سکتا ہے۔

منی میں بذاتِ خود یہ قوت ہے کہ جب اس کی پیدائش بڑھ جاتی ہے تو جسم انسان پر اس کا ایک خاص قسم کا اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ قانون فطرت نے اپنے نظام کے مطابق اس دُنیا میں بنی نوع انسان کے سلسلہ حیات و بقا کو جاری رکھنے اور قائم رکھنے کرنے کے لئے عمل ازدواج میں ایک قسم کا ذوق و تلذذ رکھ دیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر یقیناً انسان اس طرف متوجہ نہ ہوتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ نظام حیات اور سلسلہ توالد و تناسل ختم ہو جاتا۔

اس ہیجان اور جوش کی وجہ وہ مادہ مولدہ یا مادہ منویہ ہی ہوتا ہے جو انسان کے جسم میں تیار ہوتا رہتا ہے۔ مادہ بدن میں کثیر مقدار میں تیار ہوتا رہتا ہے۔ جس کے ساتھ ہی اس کے اخراج کے لئے سرور اور دغدغہ محسوس ہوتا ہے اور انسان عمل طبعی کا طلب گار ہوتا ہے۔ غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مادہ منویہ بذاتِ خود انسان کے لئے منزل احساس کے ہے۔ اگر منی کی پیدائش میں کمی واقع ہو جائے یا اس کے اخراج میں زیادتی کر دی جائے جو عام طور پر کثرت اخراج منی سے واقع ہوتی ہے تو اس کا لازمی اثر قوت باہ پر پڑے گا اور جو احساس اور دغدغہ باعث تلذذ اور انتشار ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ منی کی پیدائش بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ اس مقصد کے لئے اور ادویہ کے علاوہ مریض کو اچھے ماحول میں رکھنا نہایت ضروری ہے۔

علاج بالغذا

منی کا نقص قلت کی وجہ سے ہو تو غذا میں گوشت، انڈے اور دیگر مرغن اشیاء استعمال کرائیں۔ اس کے ساتھ میوے اور حلوے بے حد مفید ہیں۔ عام طور پر ان کی ترتیب اس طرح رکھنی چاہئے کہ صبح کو میوہ جات پیس کر اور گھی میں سرخ کر کے کھائیں۔ ساتھ دودھ یا چائے دے دیں۔ دوپہر کو بھنا ہوا گوشت یا دالیں اور سبزیاں ہو سکتی ہیں۔ لیکن ان کا گھی میں تر بہ تر ہونا ضروری ہے۔ ساتھ پھل بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ رات کو دو چار انڈوں کا حلوہ کھلا کر ساتھ دودھ دے دیں۔ اس طرح بہت جلد جسم میں تقویت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور منی کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔

علاج بالمرکبات

اس سلسلہ میں طبی کتب میں بے شمار مجربات درج ہیں جو تقریباً سب ہی مفید ہیں۔ مثلاً لبوبات و معجونات اور حلوے وغیرہ جن میں حلوہ کنجشک، حلوہ بیضہ مرغ، دوائے ترنجبین، حلوہ آنبہ، معجون انطاکی، معجون سپاری پاک، معجون تال مکھانہ اور حلوہ نخود وغیرہ شامل ہیں۔

علاج بالمفرد ادویہ

بادام، پستہ، چلغوزہ، نارجیل، کنجد، مربہ زنجبیل، تخم گذر، تازہ مچھلی، بہمن سرخ و سفید، ثعلب مصری، تودری سیاہ و سفید، چار مغز اور شہد وغیرہ۔

نوٹ: اس قسم کے علاج میں مزاج اور تحریک کو ضرور مدنظر رکھیں تا کہ علاج معالجہ میں فوری اثر نمودار ہو اور یہی کامیابی ہے۔

نقص قوت تولید

عنانت و نامردی اور ضعف باہ کی ہم نے تین صورتیں پیش کی ہیں۔

۱ **مردمی قوت میں کمزوری:** جس سے مرد کا مباشرت و مواصلت اور جماع کی قابلیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ مناسب اندازہ کے مطابق یہ فعل انجام نہیں دے سکتا۔ اگر چہ اس میں خواہش جماع باقی ہوتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں شدید ہوتی ہے۔

۲ **خواهش جماع کا ختم هو جانا:** جس میں وہ جذبات ختم ہو جاتے ہیں یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں جن سے خواہش جماع پیدا ہوتی ہے۔

۳ **نقص قوت تولید:** اس صورت میں تولید نسل کی قابلیت ختم ہو جاتی ہے یا بہت کم ہو جاتی ہے۔ اس میں مباشرت و مواصلت اور جماع کی قابلیت تو ہوتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے مگر اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رہتی۔ اس صورت کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں اس کو بھی نامردی میں شمار کرتے ہیں۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے ''منی کے نقص سے ضعف باہ'' کے عنوان کے تحت کیمیاوی اثرات کی تین صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) پیدائش منی میں کمی (۲) قوام میں خرابی (۳) مزاج منی میں نقص۔

ان تینوں کے نقائص کی صورت کم و بیش جدا جدا ہے لیکن ان کا باہم گہرا تعلق ہے۔ اس لئے ان کا ذکر ایک ہی مقام پر کر دیا ہے۔

عنانت و نامردی اور ضعف باہ کی تین صورتوں میں نقص قوت تولید کی خرابی کا علاج منی کے نقص سے ضعف باہ میں شامل ہے۔ لیکن نقص قوت تولید کا عنوان پھر قائم کر دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرنگی طب نے ایک علامت منی میں خرابی کے متعلق تشخیص کی ہے کہ کرم منی کا نہ ہونا یا بہت کم ہونا وغیرہ۔

جاننا چاہئے کہ جب منی اپنے مزاج میں پختہ ہو جاتی ہے تو اس میں کرم خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس میں کرم منی پیدا کرنے کی جدا کوئی صورت نہیں ہوتی۔ بہر حال سہولت اور مزید معلومات کے لئے جدا عنوان کے تحت ذکر کر دیا گیا ہے۔

نقص قوت تولید کی تین صورتیں ہوتی ہیں: (۱) رطوبات بلغمیہ کی زیادتی سے اس میں پختگی پیدا نہ ہو اور نہ ہی مکمل قوام بنے۔ (۲) جسم میں اس قدر حرارت اور صفرا پیدا ہو جائے جس سے منی کا قوام بگڑ جائے یا کرم منی فنا ہو جائیں۔ (۳) بچپن میں جماع سے مادہ منویہ کو تباہ کر لینا یا عام زندگی میں کثرت مباشرت سے منی میں پختگی اور قوام قائم نہ ہونے دینا۔ ان تینوں صورتوں میں نقص تولید پیدا ہو جاتا ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ نقص مردوں کے علاوہ عورتوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ ان میں مادہ منویہ کا نقص بھی ہوتا ہے۔ جس طرح مردوں میں کرم منی کا نہ ہونا یا بہت کم ہونا پایا جاتا ہے۔ اسی طرح عورتوں میں بیضہ انثیٰ کا نہ ہونا یا بہت کم ہونا ہوتا ہے۔ اولاد پیدا ہونے کے لئے صورت یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے اعضائے تناسل درست ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں کرم منی اور بیضہ انثیٰ کی بھی کثرت ہو۔ تاکہ ان کے آزادانہ ملاپ سے فوراً حمل قرار پا جائے۔ اس لئے دونوں میں مادہ منویہ کی کثرت ہونی چاہئے۔ اس مقصد کے لئے اغذیہ اور ادویہ درج ذیل ہیں:

۱ مغزیات میں ہر قسم کے میوہ جات خاص طور پر بادام بے حد مفید ہیں۔ ان کو سفوف و حلوہ اور حریرہ و چٹنی کی صورت میں دے سکتے ہیں۔

۲ روغنیات میں ہر قسم کا حیوانی روغن جس میں دُنبے کی چکی، گائے اور بھینس کا روغن (چربی نہیں) روغن موٹا ہوتا ہے اور چربی پتلی ہوتی

ہے۔ اس میں مکھن، دودھ اور گھی کی خاص خصوصیت ہوتی ہے۔ بالائی بھی اس مقصد کے لئے مفید ہے۔

۲. پرندوں کا گوشت، ان میں تیتر و بٹیر اور مرغ و مرغابی کا گوشت مفید ہے۔ اسی طرح جگر و گردوں کا پکا کر کھانا بھی مفید ہے۔
۳. جوان بکروں کے تازہ خصیئے گھی میں تل کر روٹی یا بغیر روٹی کے کھانا مفید ہے۔
۵. چڑوں کا گوشت اور تیتر کا گوشت بھون کر کھانا مفید ہے۔
۶. خرما تر یا خشک معجون اور حلوہ کی صورتوں میں اپنے اندر یقینی اثرات رکھتا ہے۔
۷. بنولوں کا حریرہ اور حلوہ بھی مفید ہے۔ ماش کی دال اور چنے کی دال کے حلوے بھی اپنے اندر مفید اثرات رکھتے ہیں۔
۸. ناریل کی مٹھائی، خصوصاً گھی میں تلے ہوئے ناریل منی کی تقویت اور اس میں خمیر پیدا کرنے کے لئے خاص طور پر مفید ہے۔

ادویہ میں ذیل کی ادویہ منی کی پیدائش اور تقویت کے لئے مفید ہیں:

۱. درخت ببول (کیکر) کی خام پھلیاں سائے میں خشک کر کے مفرد یا مرکب منی کی پیدائش و تقویت اور تغلظ و تکمیل کے لئے بہترین دواء ہے۔ اگر وقتی طور پر میسر نہ ہو تو کیکر کے پھول و کونپلیں اور گوند بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ اس کی چھال اور کیکر کے کسی جزو میں کیا ہوا قلعی کا کشتہ بھی اپنے اندر مفید اثرات رکھتا ہے۔
۲. مغز تخم تمر ہندی سوختہ چھلکا دور کر کے مفرد یا مرکب اپنے اثرات میں مفید ہے۔
۳. درخت بوہڑ کا پھل سایہ میں خشک کر کے مفرد یا مرکب استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر وہ میسر نہ ہوں تو اس کا دودھ، کونپلیں اور چھال بھی مفید ہیں۔ اسی طرح درخت پیپل بھی اپنے اندر مفید اثرات رکھتا ہے۔
۴. ثعلب مصری منی کی تقویت اور تکمیل کے لئے ایک مشہور اور مفید دوا ہے۔ مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں استعمال ہو سکتی ہے۔
۵. کمرکس بھی تقویت منی اور پیدائش کے لئے مفید ہے۔
۶. اسگندھ ناگوری اپنے خاص افعال و اثرات میں اپنا مقام رکھتی ہے۔ مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں استعمال ہوتی ہے۔
۷. سنگھاڑا خام و پختہ اور تازہ و خشک ہر صورت میں اپنے اندر تقویت رکھتا ہے۔ مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں مفید ہے۔
۸. سلاجیت ایک قسم کا چونا ہے۔ منی کی پیدائش و تغلظ اور تقویت و تکمیل کے لئے ادویات میں شامل ہے۔

یہ چند اہم اغذیہ اور ادویہ لکھ دی گئی ہیں تا کہ فوری طور پر اطباء اور حکما ان سے استفادہ کر سکیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی ادویات ہو سکتی ہیں۔

کجی قضیب

اعوجاج ذکر، قضیب کا ٹیڑھا ہونا۔ اس حالت میں عضو مخصوص کسی ایک طرف کو جھک جاتا ہے۔

قضیب کی بناوٹ

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کا جسم چار قسم کے مفرد اعضاء (انسجہ-ٹشوز) سے بنا ہوا ہے: (۱) اعصابی انسجہ (۲) عضلاتی انسجہ (۳) قشری انسجہ (۴) الحاقی انسجہ۔ یہ چاروں انسجہ (ٹشوز) چار مفرد اعضاء کہلاتے ہیں۔ ہم یہ حقیقت ثابت کر چکے ہیں کہ جب اخلاط مجسم

ہوتے ہیں تو یہی مفرد اعضاء بنتے ہیں۔ ان کی عام طور پر ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اعصابی انسجہ باہر کی طرف، قشری انسجہ اندر کی طرف۔ عضلاتی انسجہ سب سے اندر ہوتے ہیں اور الحاقی انسجہ سے ان تمام انسجہ کے درمیان بھرتی ہوتی ہے۔ جس کا مقصد تمام انسجہ کو آپس میں ملا کر مضبوط کرنا ہے۔ ان کے افعال کی صورت یہ ہے کہ اعصاب جسم میں حس اور رطوبت پیدا کرتے ہیں۔ عضلات جسم میں حرکت اور خشکی قائم کرتے ہیں۔ غدد وغشا جسم میں حرارت اور روح کی پیدائش کو جاری رکھتے ہیں جو ضرورت کے وقت خون کی نالیوں سے عضلات میں داخل ہوتے ہیں۔

یہی ترکیب وترتیب اور بناوٹ عضو مخصوص (قضیب) کی بھی ہے۔ البتہ یہاں پر اعصاب کی کثرت، عضلات میں نزاکت اور غدد میں بہت تیزی ہوتی ہے۔ یہاں پر عضلات کی بناوٹ اس طرح ہوتی ہے کہ قضیب کے دائیں بائیں اور اوپر نیچے کی طرف آپس میں ملے ہوتے ہیں اور ضرورت کے وقت پھیلتے اور سکڑتے رہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ عضلات کی بناوٹ اسفنجی نما ہوتی ہے۔ جب ان میں روح اور رطوبت بھرتی ہے تو وہ پھیل جاتے ہیں اور جسم تن جاتا ہے۔ جب ان کا اخراج ہو جاتا ہے تو وہ سکڑ جاتے ہیں۔

ماہیت انتشار

جب جنسی حظ اندرونی یا بیرونی طور پر پیدا ہوتا ہے یعنی ذہنی یا حسی کسی صورت سے بھی اثر انداز ہوتا ہے تو اوّل اعصاب میں لہر سی دوڑ جاتی ہے۔ جس سے عضلات میں تحریک ہوتی ہے اور دِل کا فعل تیز ہو جاتا ہے اور اپنی شرائن کے ذریعے اعضائے مخصوصہ کی طرف خون روانہ کرتا ہے۔ جس کے ساتھ روح اور حرارت وہاں پر بڑھ جاتی ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت جب عضلات میں تحریک پیدا ہوتی ہے تو رطوبات غدد کی طرف روانہ ہو جاتی ہے اور حرارت اعصاب کی طرف جا کر وہاں جو تیز لہر دوڑتی رہتی ہے اس میں تحلیل پیدا کر کے اس کو اعتدال پر لاتی ہے۔ مگر عضلات کی تیزی سے چونکہ غدد میں سکون ہوتا ہے۔ اس لئے رطوبات کا اخراج بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح قضیب میں خیزش بڑھتی رہتی ہے۔ یعنی اعصاب میں بجلی کی سی لہر دوڑ رہی ہوتی ہے۔ عضلات میں تحریک سے خیزش بڑھ رہی ہوتی ہے اور غدد میں رطوبات کا اخراج بند ہو جاتا ہے۔ یہی رطوبت جو خصیتین میں اکٹھی ہوتی ہے وہ پختہ ہو کر منی بن جاتی ہے اور عضلات میں تحریک بڑھتی چلی جاتی ہے تو دِل کے فعل میں تیزی آ جاتی ہے جس سے دوران خون کی قضیب کی طرف زیادتی ہوتی ہے اور وہ اپنی لمبائی اور چوڑائی میں بڑھنا اور پھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے اندازے کے مطابق شدید تن جاتا ہے۔ اس صورت میں اوپر نیچے اور دائیں بائیں عضلات اپنی اپنی جگہ کھینچ کر قضیب کو انتشار کی حالت میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ چونکہ شدت حرارت سے تحریک غدد میں آ جاتی ہے اس سے منی پختہ ہو جاتی ہے۔

کجی کی ماہیت

کثرت رگڑ یا چوٹ یا زخم سے جب قضیب کے انسجہ خصوصاً عضلاتی انسجہ خراب ہو جاتے ہیں یا ان میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو وہاں پر رطوبات وخون اور روح وحرارت کا اجتماع مشکل ہو جاتا ہے اور جس طرف کے عضلات درست ہوتے ہیں اس طرف انتشار کے وقت تیزی جھکاؤ اور ٹیڑھاپن پیدا ہو جاتا ہے جس قدر انسجہ زیادہ خراب ہوں گے اسی قدر کجی زیادہ ہوگی۔

یاد رکھیں کہ اگر احساس میں کمی ہے تو عصبی انسجہ میں بگاڑ ہے۔ اگر انتشار میں خرابی ہے تو عضلاتی انسجہ میں نقص ہے۔ اگر حرارت و خون اور رطوبت وروح کے جوش میں کمی ہے تو غدی اور غشائی خرابی ہے۔ بس یہی کجی کی ماہیت ہے۔ بار بار پڑھیں اور ذہن نشین کر لیں۔

کجی کے اسباب

جلق، اغلام، کثرت مباشرت، سوزاک، آتشک، ضرب اور زخم اور اسی قبیل کی دیگر صورتیں ہوتی ہیں۔

کجی کی علامات

قضیب میں دبلا پن اور شہوت کی حالت میں ٹیڑھا پن، جھکاؤ اسی طرف ہوتا ہے جس طرف کھچاؤ ہوتا ہے اور دوسری طرف استرخا اور ڈھیلا پن ہوتا ہے۔ انتشار نامکمل، حرارت میں کمی اور جوش کا فقدان، احلیل سے رطوبات کا اخراج، غرض یہ کہ کجی کے ساتھ نامکمل انتشار اور کمی حظ کی حالتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اصول علاج

یاد رکھیں کہ سب سے مشکل علاج وہ ہے جب کسی عضو میں تحلیل وضعف پیدا ہو جائے جیسے فالج ولقوہ اور استرخاء یا سل ودق اور ذیابیطس ہیں لیکن تحلیل وضعف سے بڑھ کر وہ امراض ہیں جن میں مفرد اعضاء (انسجہ) کے خلیات برباد ہو جائیں یا مر جائیں۔ انہی امراض میں کجی وسرطان اور فساد خلیات ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ امراض ناقابل علاج ہیں۔ مندرجہ بالا تمام امراض اور انہی اقسام کے دیگر امراض قابل علاج ہیں۔ البتہ یہ مشکل ترین اور پیچیدہ ترین امراض ہیں اور معالج کی انتہائی توجہ چاہتے ہیں بلکہ مریض اور اس کے لواحقین کو بھی کوشش کرنی چاہئے۔

کجی میں چونکہ مفرد اعضاء (انسجہ) کے خلیات برباد وضائع اور ختم ہو جاتے ہیں اس لئے وہاں کے مفرد اعضاء کے خلیات کو پھر پیدا اور زندہ کیا جاتا ہے۔ قانون فطرت یہ ہے کہ یہ خلیات پیدا اور زندہ ہو جاتے ہیں۔ جس کی دلیل وہ گوشت ہے جو جسم کے کسی حصہ سے کٹ جاتا ہے یا ضائع ہو جاتا ہے، لیکن وہ پھر پیدا ہو جاتا ہے۔ بہر حال کجی قابل علاج ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ نظریہ مفرد اعضاء (انسجہ) کے تحت تشخیص مرض سہل اور علاج مرض آسان ہو گیا ہے۔ ایسے مریض کے علاج میں غور سے اس کی نبض اور قارورہ دیکھیں اور معلوم کریں کہ تحریک کہاں ہے اور جس مفرد عضو میں تحریک ہو اس کے افعال کو دیکھیں کہ وہ کہاں تک صحیح کام کر رہے ہیں۔ اس طرح جہاں تسکین وتحلیل ہو ان کے مفرد اعضاء کے افعال کو مد نظر رکھیں۔ اگر تحریک کے مفرد اعضاء پورے طور پر کام نہ کر رہے ہوں تو اوّل انہی کو تیز کر کے ان کے افعال کو مکمل کریں۔ یعنی اعصاب ہیں تو ان میں تیزی سے رطوبات پیدا ہو جائیں۔ اگر عضلات ہوں تو ان میں تیزی سے دورانِ خون تیز بلکہ بخار پیدا ہو جائے اور اگر غدد میں تیزی ہو تو جسم میں حرارت اور صفراء کی زیادتی ہو جائے اور مفرد عضو تحریک سے لے کر مسہل تک کام کرنا شروع کر دے۔ جب کوئی مفرد عضو اپنے افعال درست کر لے گا تو یقیناً اس کا اثر دیگر مفرد اعضاء پر پڑے گا۔ اگر تحریک اپنے پورے کام انجام دے رہی ہو تو جہاں پر تسکین ہے اس کو تیز کر کے اس میں انتہائی تحریک پیدا کر دیں تا کہ وہ اپنے پورے افعال انجام دے سکے۔ اس طرح دوران خون وحرارت اور روح ورطوبت تمام جسم میں خصوصاً ضرورت کے مقام پر دوڑنے اور پہنچنے لگیں گی۔ اس طرح ایک طرف نیا خون اور کیمیاوی اجزاء بننے شروع ہو جائیں گے، دوسری طرف مفرد اعضاء (انسجہ) کے نئے خلیات بننا شروع ہو جائیں گے۔ لیکن پھر بھی جلدی صحت کا تصور نہ کریں۔ کیونکہ خلیات کی بناوٹ وپیدائش اور زندگی میں اچھا خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ بہر حال مستقل مزاجی سے یقیناً آرام آ جاتا ہے۔

غذاء: مریض کواس کی تحریک کے مطابق غذا دیں۔ لیکن وقت کی پابندی اور شدید بھوک کو ضرور مدنظر رکھیں۔ بھوک کی شدت سے اتنا ضعف تحلیل یا نقصان نہیں ہوتا جس قدر بغیر بھوک کے کھانے سے ہوتا ہے۔

دواء: علاج میں دوا کی اہمیت ظاہر ہے مگر جب تک مریض کو اچھی خاصی بھوک نہ لگے دوا نہ دینی چاہئے تاکہ خمیر ختم ہو کر خون بننا شروع ہو جائے۔ جس مفرد عضو کو تحریک دینی ہو اس تحریک کی ادویہ دیں۔ قبض کا خیال رکھیں۔ غذا کے لئے تحقیقات علاج بالغذا کو مدنظر رکھیں۔ دوا کے طور پر تحقیقات فارما کو پیا اور تحقیقات المجربات میں سے ضرورت کے مطابق دوا تجویز کریں۔

جنسی قوت کے ضعف کے لئے اغذیہ اور ادویہ

جنسی قوت کی کمزوری کسی ایک عضو یا قوت کے تحت نہیں ہے بلکہ اس کے اسباب مختلف اعضاء اور قویٰ میں ہوتے ہیں۔ جیسے اعضاء رئیسہ وشریفہ کی کمزوری منی کی پیدائش میں کمی یا اس میں حدت کی کمی۔ ضعف بدن، کمی، غذا، مزاج میں گرمی وسردی اور خشکی وتری، مدت دراز تک جماع ترک کرنے میں آلہ تناسل کا ڈھیلا پڑ جانا۔ نچلے حصہ میں ریح کا کم پیدا ہونا، جلق اور فالج اور ضعف اعصاب اور وہم وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لیکن جنسی قوت وجذبات کو جو اغذیہ اور ادویہ تحریک دیتی ہیں وہ غدی عضلاتی اور غدی اعصابی ہوتی ہیں۔ اس لئے حکماء، اطباء اور دیگر معالجین نے جو اغذیہ اور ادویہ تحریر کی ہیں ان کی اکثریت غدی عضلاتی اور غدی اعصابی پر مشتمل ہے۔

اغذیہ برائے جنسی قوت

گوشت ہر قسم خصوصاً مرغ وکنجشک اور تیتر وبٹیر، ان کے انڈے بھی ویسے ہی مفید ہیں۔ دریائی اور سمندری جانور جیسے مچھلی، مرغابی اور بطخ وغیرہ۔ غلوں میں گیہوں، چنا، میوہ جات میں بادام، پپیتا، اخروٹ، چلغوزہ، خوبانی، نارجیل، انجیر اور کشمش، پھلوں میں کھجور اور آم وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سبزیوں میں میتھی، پیاز، کریلے، ٹماٹر وغیرہ مفید ہیں۔

مفرد ادویہ برائے جنسی قوت

دارچینی، جائفل، جاوتری، عاقرقرحا، زنجبیل، زعفران، عنبر اور کستوری خالص، کشتہ ہیرا، خولنجان۔ ان میں بعض ادویہ کے روغن اندرونی اور بیرونی طور پر مفید ہیں اور دیگر روغنوں میں روغن زیتون، گھی اور دنبے کی چکی اور گائے کی موٹی چربی جس کو روغن کہتے ہیں۔ مرغ اور بطخ وغیرہ کی چربیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ دھاتوں میں کشتہ سونا، کشتہ تانبا، کشتہ نیلا تھوتھا، پارہ اور شنگرف اور ان کے مرکبات وغیرہ خاص طور پر مفید ہیں۔

مجربات برائے جنسی قوت

جنسی قوت کے متعلق بے شمار مجربات طبی اور جنسی کتب میں بھرے پڑے ہیں لیکن ان کی اکثریت میں غیر اصولی اور کسی نظریہ کے بغیر ادویہ کو جمع کر دیا گیا ہے اور جو مجربات صحیح ہیں ان کو تلاش کر کے پیش کرنا ایک مشکل امر ہے۔ اس لئے یہ کام کسی دوسرے وقت کے لئے رکھ دیا ہے۔ اگر موقع ملا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک کتاب تحقیقات المرکبات لکھی جائے گی جس میں سر سے پاؤں تک حکماء واطباء اور قرابادینوں کے مجربات اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ ذیل میں چند ذاتی مجربات درج ہیں جو ضرورت کے مطابق زود اثر واکسیر اور یقینی وبے خطا ہیں۔

مقوی چھوہارے

موٹے موٹے چھوہارے حسب ضرورت لے لیں۔ ان کو درمیان میں سے چیر کر دو ٹکڑے کر لیں۔ پھر ان میں پستہ باریک کر کے بھر دیں۔ معمولی دھاگے سے باندھ لیں۔ پھر توے پر تھوڑا گھی ڈال کر خوب تل لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدارِ خوراک: پانچ سے دس تک صبح ناشتہ میں کھائیں۔ ضرورت محسوس کریں تو رات کو بھی غذا کے بعد لے سکتے ہیں۔ غدی عضلاتی شدید ہیں۔

اکسیر مقوی باہ

کشتہ نیلا تھوتھا ایک ماشہ، کچلا 4 ماشہ، شنگرف 8 ماشہ، رائی 12 ماشہ، سب کو پیس کر ملا لیں اور پھر کم از کم ایک گھنٹہ کھرل کر لیں۔ پھر گولیاں بقدر فلفل سیاہ بنا لیں۔

مقدارِ خوراک: ایک ایک گولی دن میں دو تین بار دیں۔ نوجوانوں کے لئے ایک گولی ایک وقت ہی کافی ہے (غدی عضلاتی)۔

تریاق مقوی باہ

لونگ ایک تولہ، تخم پیاز 3 تولے، رائی 4 تولے پیس کر سفوف تیار کر لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدارِ خوراک: نصف ماشہ سے ایک ماشہ تک دن میں ایک دو حد تین خوراکیں دیں۔ ضرورت کے مطابق بڑھا سکتے ہیں (عضلاتی غدی شدید)۔

اسرار مقوی باہ

جمال گوٹہ 3 ماشے، کچلہ 9 ماشے، دونوں کو باریک کر کے سفوف بنا لیں اور کم از کم نصف گھنٹہ کھرل کر لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدارِ خوراک: ایک تنکا سے تین تنکے تک یعنی ایک تنکے کے سرے پر جس قدر بھی آ جائے۔ اگر مقدار زیادہ ہو جائے گی تو اجابتیں شروع ہو جائیں گی۔

اس نسخہ میں یہی ایک اسرار ہے کہ ایک شدید مسہل کو بطور شدید مقوی باہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سفوف کی رائی کے برابر گولیاں بھی بنائی جا سکتی ہیں۔ اس کے استعمال سے اگر اجابتیں شروع ہو جائیں تو پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ اجابتیں آنے سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔ البتہ مریض کے لئے پریشانی ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے احتیاط ضروری ہے۔

جنسی قوت اور اقوال حکمائے قدیم

1. جالینوس کہتا ہے کہ کثرت جماع بدن کو کمزور کرتی ہے اور جلد بوڑھا بنا دیتی ہے۔ زیادہ جماع کرنے والے کو لازم ہے کہ فصد بہت کم کھلوائے۔ تکلیف کے کاموں اور حمام پسینہ وغیرہ سے پرہیز کریں۔ بدن کو گرمی اور رطوبت پہنچانے کی تدبیروں میں مصروف رہے۔ کیونکہ جماع بدن کو سرد و خشک اور تحلیل کرتا ہے۔ ان امور کی تلافی کے لئے مقوی غذا اور شراب کا استعمال، نیند بھر کر سونا، بدن کو آسائش دینا، خوشبودار اشیاء اور روغنیات کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

- جالینوس کہتا ہے کہ جن نوجوانوں میں منی کی زیادتی ہوتی ہے اگر وہ جماع نہ کریں تو ان کے سر بوجھل اور بھوک زائل ہو جاتی ہے۔ میں نے بہت سے ایسے اشخاص کو دیکھا ہے جن میں منی بکثرت تھی اور انہوں نے اپنے آپ کو جماع سے روکے رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بدن سرد ہو گئے۔ حرکت کرنا مشکل ہو گیا۔ ہاضمہ خراب اور بھوک کم ہو کر مالیخولیا کے عوارض میں مبتلا ہو گئے۔ حتیٰ کہ بلاوجہ رونے کی طرف ان کی طبیعت کا میلان ہو گیا۔
- جالینوس لکھتا ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے کہ متواتر ایک سال تک جماع کرنے کے بعد تارک جماع ہو گیا جہاں وہ پہلے خوب بھوک اور خواہش کے ساتھ کھایا کرتا تھا وہاں اس کی بھوک بہت کم ہو گئی۔ بہت کم غذا کھاتا اور اس کو بھی اچھی طرح ہضم کرنے سے قاصر رہتا۔ اگر زیادہ کھا لیتا تو فوراً قے ہو جاتی۔ غرض یہ کہ اسے مالیخولیا کے عوارض لاحق ہو گئے۔ اس کے بعد وہ اپنی عادت کے مطابق جمع کی طرف راغب ہوا تو تمام عوارض رفع ہو کر اس کی صحت بحال ہو گئی۔
- جالینوس کا قول ہے کہ اگر طاقت کی حالت اچھی ہو تو کثرت جماع سے امراض بلغمیہ کا انسداد ہوتا رہتا ہے۔
- جالینوس کہتا ہے کہ جو شخص بکثرت جماع کرتا ہے۔ اس کا بدن حرارت غریزی کے کم ہو جانے سے سرد پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ شدت لذت جو لازمہ جماع ہے نہایت سخت محلل ہے۔
- شیخ الرئیس لکھتے ہیں کہ جماع مناسب وقت پر کیا جاتا ہے تو نفع مند ثابت ہوتا ہے۔ ذہن کو صاف کرتا ہے، غصہ اور جنون کو تسکین دیتا ہے، خصوصاً عاشق کو معشوق کے ساتھ جماع کرنے سے عشق کا ازالہ ہو جاتا ہے۔
- شیخ الرئیس بوعلی سینا لکھتے ہیں کہ اگر عضو خاص کے اعصاب میں برودت کی وجہ سے استرخاء ہو جائے تو عانہ و خصیتین اور عضو خاص پر عاقر قرحا اور روغن چنبیلی ملا کر طلاء کریں۔ فرفیون اور مشک روغن چنبیلی میں حل کر کے ملنا بھی مفید ہے۔ شیر کی چربی تو بہت ہی اچھی چیز ہے۔
- شیخ الرئیس بوعلی سینا لکھتے ہیں کہ کثرت جماع کے ستائے ہوئے مریضوں کے معدہ کو قوی اور ہضم کو عمدہ بنانا نہایت ضروری ہے۔ نیز ادویہ مقوی قلب و مسکن چیزیں دی جائیں۔ عام مقویات سے روکا جائے۔
- شیخ الرئیس بوعلی سینا لکھتے ہیں کہ شتر اعرابی کے بچے کا پنیر بھی تقویت باہ کے لئے عجیب المنفعت دوا ہے۔ یہ خشک شدہ بقدر نخود لے کر قریباً دس تولے پانی میں گھول کر وقت سے بارہ گھنٹے پہلے پلا دیں۔ اگر شدید نعوظ موجب اذیت ہو تو عضو کو سرد پانی سے دھو ڈالیں۔ پھلوں میں انگور شیریں باہ کے لئے بہت عمدہ ہے۔ اگر تازہ ہو تو خصوصیت کے ساتھ مفید ہے۔ عصافیر (کنجشک) کا گوشت پکا کر کھانا بھی باہ کے لئے مفید ہے۔ اس کو مداومت کے ساتھ کھانا اور ساتھ میں بجائے پانی کے دودھ پینا نعوظ پیدا کرتا ہے۔
- حکیم رازی لکھتا ہے کہ جماع سے عاجز ہونے کے چار اسباب ہیں: (۱) انتشار کی کمزوری (۲) منی کی کمی (۳) جمود (۴) وہم کا قائم رہنا۔
- حکیم رازی کہتا ہے کہ اس کبوتر اور چوزہ کا گوشت بہت مفید ہے جو نخود، مغز پنبہ دانہ، لوبیا، مغز تخم قرطم اور باقلا کھلا کر پرورش کیا گیا ہو۔
- حکیم سویدی کہتا ہے کہ جو شخص نر چڑیا کے کھانے پر مداومت کرے اور جب پیاس لگے تو دودھ پیا کرے اس کی منی کی پیدائش اور جماع میں بے حد ترقی ہو جائے گی۔ اس کا قول ہے کہ گھوڑ سواری کرنا قوت باہ کو بڑھاتا ہے۔
- حکیم سویدی کہتا ہے کہ گاجروں کا کھانا تقویت باہ کے لئے بہت مفید ہے۔ گاجر کا مربہ بھی بہت مفید ہے۔ خصوصاً جب کہ اس میں

زنجبیل، شکر اور شہد بھی شریک کر لئے گئے ہوں۔ رب زلال نخود بھی نفع بخش چیز ہے۔ ماہی تازہ کو روغن زیتون میں بھون کر پیاز ملا کر کھانا بھی اچھا ہے۔

۱۴ حکیم سویدی لکھتا ہے کہ بکری کا گوشت، پیاز، شکر، شہد اور زعفران ملا کر کھائیں۔ اونٹ کا گوشت بھون کر استعمال کرائیں یمک صیدا پونے دو ماشے کھلائیں اور اوپر سے ایک قدح شراب ابیض یک سالہ پلائیں۔ یہ سب چیزیں ان کے مجربات میں سے ہیں۔

۱۵ ایک حکیم کہتا ہے کہ اگر چنے رات کو بھگو کر صبح کچے کھائے جائیں اور اوپر سے ان کا پانی بھی تھوڑا سا شہد ملا کر پی لیں تو ضعف باہ کے مایوس مریضوں کو قوت باہ عود کر آتی ہے۔

۱۶ بٹیر (ہمانی) کا کھانا بالخاصیت عورتوں کی شہوت کو برانگیختہ کرتا ہے۔

۱۷ سویدی کہتا ہے کہ یہ معجون باہ کو زیادہ کرتی ہے۔ مغز بادام شیریں مقشر، بندق مقشر، نارجیل مقشر، لوزصنوبر مقشر، حب الزلم، حبۃ الخضرا، زنجبیل، دارفلفل ہر ایک ایک جز۔ زعفران ۴/۱ جز۔ مغز تخم خیار دو جز۔ ان سب دواؤں کو باریک کر کے شہد خالص کف گرفتہ میں ملا کر معجون تیار کر لیں۔ مقدار خوراک: سات ماشہ سے ایک تولہ۔

۱۸ ابن نوح کا قول ہے کہ جب غذا کھائی ہو اس وقت پیٹ کا نفخ بشرطیکہ زیادہ نہ ہو نعوذ (تیزی) کا بڑھا دیتا ہے۔ لیکن خلائے معدہ کی حالت میں اس قسم کا نفخ فائدہ نہیں دیتا۔

۱۹ ابوسہل سہیل نجی کہتا ہے کہ جو لوگ کثرت جماع کے باعث ضعف باہ میں مبتلا ہو گئے ہوں انہیں سرد غسل کرنا ماء اللحم۔ شراب ریحانی پلانا اور بیضہ نیم برشت اور کباب کھلانا سودمند ہے۔

۲۰ سہیل النافع ابن ارزق زاری لکھتے ہیں کہ تخم ترب پیس کر تھوڑے شہد میں پکا کر صبح وشام کھانا باہ کو طاقت دیتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک سو برس کا شخص بیس سال کے نوجوان کی طرح صحت مند ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ غذا صرف روٹی اور شہد رکھے۔

۲۱ حکیم داؤد انطاکی کہتا ہے کہ ضعف باہ کا سب سے بڑا سبب انسان کا غم والم اور نفسیاتی کدورتوں میں مبتلا ہونا ہے۔

۲۲ حکیم داؤد انطاکی مزید لکھتا ہے کہ تمام اطباء وحکماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ضعف باہ کے مریض کو اس قسم کی دوائیں اور غذائیں دی جائیں جن میں تین اوصاف ہوں۔ پہلے حرارت دوسرے رطوبت تیسرے نفخ ہو۔ اطباء کہتے ہیں کہ سوائے چنوں کے اور کسی مفرد چیز میں یہ تینوں اوصاف ایک ساتھ نہیں پائے جاتے۔

۲۳ اسی طرح شلغم، گوشت، پیاز، زردی بیضہ مرغ، اخروٹ، پستہ بادام اور چہار مغز کا حریرہ، دودھ، شکر اور شہد میں بھی حرارت ورطوبت اور نفخ تینوں اوصاف جمع ہیں۔

۲۴ دودھ کے ساتھ ترنجبین اور خولنجاں کا کھانا بھی مفید ہے۔

۱۳

تحقیقات اعادۂ شباب

فہرست عنوانات

معنون

اپنی اس علمی تحقیق وفنی تجدید اور طبی سائنس تدقیق کو مخلص عوام خدا پرست اور اپنے محترم عزیز جناب شیخ عبدالخالق صاحب ٹھیکید اور رئیس ملتان کے نام نامی اور اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔ جن کے علمی شوق، فنی ذوق اور حق پرستی کے جذبہ کی وجہ سے تحریک تجدید طب کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کا جذبہ دراصل شیخ صاحب کو دیکھ کر پیدا ہوا۔ جناب شیخ صاحب ماشاء اللہ مضبوط ڈیل ڈول کے جوان ہیں، مگر فطرت کی ستم ظریفی سے ان کے بال قبل از وقت سفید ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ ان کو اپنے سفید بالوں کا بالکل احساس نہیں تھا، مگر اولاد کی ضرورت کے تحت جب انہوں نے دوسری شادی کی، فطرتاً ان کو سفید بالوں کا احساس ہوا اور انہوں نے مجھے بار بار کہا کہ کیا یہ بال سیاہ نہیں ہو سکتے۔ ان کا یہ جذبہ فطری تھا، کیونکہ ایک تنومند پہلوان صفت نوجوان اور وہ بھی لکھ پتی ہونے کے ساتھ نئی بیوی کے لئے ایسا جذبہ ہونا بھی چاہئے۔ اس لئے یہ کتاب ایسے ہی دولت مند، مضبوط جسم اور نیک دل انسانوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب سے مستفید ہونا ان کا ذاتی فرض اور عمل ہے اور آنے والے زمانوں کے لئے طبی و سائنسی تحقیقات میں میری یہ جدوجہد اور سعی ایک سنگ میل کا کام کرے گی اور ہمیشہ اس سے عوام صاحب عقل اور ماہر فن معالج فوائد حاصل کرتے رہیں گے۔

خادم فن

صابر ملتانی

4 جنوری 1961ء

چیلنج سے چڑ

ہماری کتب اور رسائل پر جو چیلنج دیئے گئے ہیں، اس سے بعض دوستوں، اکثر حلقوں اور بہت سے علمی وفنی لوگوں خصوصاً صحافی اور طبی حلقوں میں غلط فہمی، بے چینی کی تشریح کر دی جائے تاکہ آئندہ اس کی حقیقت سے علمی اور فنی طبقہ نہ صرف پورے طور پر واقف ہو جائے بلکہ ایسے مشورے بھی نہ دے کہ اس چیلنج بازی کو ختم کرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اس امر کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہر عمل میں کوئی اہم عنصر پنہاں ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم خود اس چیلنج بازی سے خوش نہیں ہیں۔ لیکن ہم ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ جس کی وضاحت اور تشریح یہ ہے کہ ہم دُنیا کے سامنے ایک نیا نظریہ پیش کر رہے ہیں۔ بالکل نیا نظریہ یہ ہے جس سے دُنیا کا کوئی صاحب علم اور ماہر فن و طب واقف نہیں ہے۔ ہم اس کو دُنیا میں پیش کر رہے ہیں اور اسی کے تحت علم وفن طب کی تجدید کر رہے ہیں۔ ہماری اس تجدید سے یہ غلط فہمی اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری تحقیق بالکل اسی قسم کی تحقیق ہے جس قسم کی تحقیقات کی بنیاد پر نئی تحقیقات کا سلسلہ قائم ہے۔ ہم دُنیا کو نئے نظریے کے ساتھ نیا ذہن دے رہے ہیں۔ اور اس نظریہ سے یہ مقصد بھی مدنظر ہے کہ فرنگی طب کے فن علاج کے متعلق تمام کے تمام نظریات غلط ہیں، جن کے ثبوت ہم اپنی تحقیقات میں پیش کر رہے ہیں۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں ہے کہ اس وقت فرنگی طب اور سائنس کی تحقیقات دُنیا میں ہر طرف غیر معمولی اثرات سے چھائی ہوئی ہیں اور کسی کے وہم وگمان میں بھی یہ نہیں آسکتا ہے کہ ان میں نہ صرف بے شمار غلط اصول اور نظریات ہیں بلکہ ان کی اکثر بنیادیں غلط قوانین طب اور سائنس پر ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ دُنیا طب و سائنس اور علم وفن کو ان غلط اصول ونظریات سے آگاہ کر دیں تاکہ وہ صحیح راستہ کو سمجھ لیں اور درست طریق سے فوائد حاصل کریں۔

جب دُنیا میں کوئی نیا نظریہ پیش کیا جاتا ہے تو اس کے پیش کرنے والا ایک واحد شخص ہوتا ہے جس کی آواز دُنیا میں ہر طرف فوری طور پر نہیں پہنچ سکتی بلکہ اس کی حیثیت بھاڑ میں ایک چنے سے زیادہ کی نہیں ہوتی۔ بہرحال حامل نظریہ یا مجدد کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ میری آواز میں غیر معمولی اثر ہو، تاکہ دُنیا والے اس طرف توجہ کریں۔ جیسا کہ آج کل پریس کا زمانہ ہے اور ہر طرف علمی فنی اور تحقیقی کتب شائع ہو رہی ہیں۔ ان کی اہمیت اپنی جگہ درست ہے، مگر ان کا مقصد نیا نظریہ پیش کرنا ہوتا ہے۔

ہم نبی نہیں کہ ہم اپنی تحقیق وتجدید اور نظریہ کو معجزہ کہیں یا ولی نہیں جو اس کو کرامت کا نام دیں، ہم صرف ایک حکیم ہیں اور حکمت وفن طب میں تحقیق وتجدید پیش کر رہے ہیں۔ اس لئے اس کو چیلنج کے نام سے پیش کر رہے ہیں۔

اکثر دوستوں، اہل قلم اور صاحب فن نے ہماری تحقیق وتجدید کی تعریف کی ہے اور ایک آدھ نے اس کو اُلٹی سیدھی باتیں بھی لکھی ہیں۔ لیکن ہم دونوں صورتوں میں شکریہ ادا کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ نہ تو اوّل الذکر اور نہ ہی آخر الذکر اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا

ہوئے ہیں۔ دونوں کو چاہیے تھا کہ اوّل میرا نظریہ مفرد اعضاء پیش کرتے اور پھر اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ہماری تحقیق وتجدید اور چیلنج کی تائید اور تنقیص کرتے، فقط تعریف اور حقیقت وسچائی سے انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اہل علم وفن جانتے ہیں صابر ملتانی ہمیشہ اپنے کام کسی اُصول وقانون کے تحت کرتے ہیں اور دلائل پیش کرتے ہیں، تاکہ عوام بھی مستفید ہوسکیں۔

ہم اپنی تحقیق وتجدید اور نظریہ کو چیلنج کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے۔ ہم پھر اہل علم اور صاحب فن، خاص طور پر صحافی اور طبی حلقوں کو دعوت دیتے ہیں کہ ہمارے چیلنج کو سمجھیں اور ہماری تحقیق وتجدید پر غور وفکر کریں۔ اگر ان میں کچھ حقیقت ہے تو اس کو دُنیا کے سامنے پیش کریں اور اگر وہ سب کچھ بے حقیقت ہے اور صرف اُلٹی سیدھی باتیں ہیں تو عوام کو اس سے دور رکھیں۔

یہ بھی جان لیں کہ ہمارا چیلنج بہت بڑا اور عظیم ہے کہ ہماری تحقیق وتجدید اور نظریہ سے دُنیا میں کوئی واقف نہیں ہے۔ اس میں موجودہ دور کی یورپی، امریکی اور روسی وچینی، ہر قسم کی تحقیقات شامل ہیں۔ ہماری اس وضاحت اور تشریح سمجھ لینے کے بعد ہم اہل علم اور صاحب فن سے اُمید کرتے ہیں کہ وہ حق پرستی کا ثبوت دیں گے۔

صابر ملتانی

پیش لفظ

الحمدللّٰہ رب العالمین، الرحمٰن الرحیم، مالک یوم الدین، و الصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ للعالمین. امابعد!

جب سے دُنیا عالم وجود میں آئی ہے اس وقت سے نشوو ارتقاء اور تحقیق وتجدید کا سلسلہ قائم ہے۔ نشوو ارتقاء تو قدرت کی طرف سے مکمل ہورہا ہے اور تحقیق وتجدید اشرف المخلوقات کے ذمہ کیا گیا ہے کہ وہ قدرت کے اسرار و رموز کو اس دُنیا میں آشکار کردے اور یہ دونوں عمل قانون فطرت کے مطابق عمل میں آرہے ہیں۔ یعنی ان عوامل کے لئے ایک قدرت کا مقرر کردہ قانون یا راستہ ہے جس کے لئے دین کا لفظ حقیقت کے عین مطابق ہے۔

قدرت کے نشوو ارتقاء اور تحقیق وتجدید کے ادوار و مراحل اور اشیاء و افعال کا شمار کیا جائے تو پیدائش کائنات سے لے کر زندگی تک اور زندگی سے انسان تک ہے اور پھر انسانی تحقیق وتجدید سے لے کر آج کل لاکھوں منزلیں طے ہوئی ہیں۔ لیکن نشوو ارتقاء اور تحقیق و تجدید کا ہر عمل اور ہر قدم اپنے اندر کوئی نہ کوئی قانون اور اُصول رکھتا ہے۔ پھر یہی قوانین اور اصول اپنے اندر کئی کئی نظریات رکھتے ہیں، جن سے انہی قوانین اور اصولوں میں ارتقاء اور تکمیل پائی جاتی ہے۔ اور جن اہل علم اور صاحب فن کی نگاہ تحقیق وتجدید کی طرف ہوتی ہے، وہ انہی قوانین و اصولوں کو سمجھ کر خاموش بیٹھ نہیں جاتے بلکہ ان پر مزید غور وفکر کرتے ہیں، تاکہ اس منزل کی طرف قدم بڑھائیں جو منزل ان کے دِل و دماغ کی وسعتوں میں پیدا ہوتی ہے۔

اہل علم و صاحب فن اور حکماء و اطباء ذہنی وسعتوں اور منزلوں میں ایک فکر قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری کا بھی ہے، کیونکہ انسان ہوش سنبھالنے کے بعد جب سے اس دُنیا کی زندگی میں عیش ونشاط اور لطف ولذت سے مسرور ہوا ہے، اس کی زندگی اور شباب بہت قیمتی ہوگیا ہے، اب وہ جو چاہتا ہے کہ نہ صرف ہمیشہ کے لئے زندہ رہے بلکہ حسن و شباب کی رنگینیوں سے سرخرو اور بھرپور بنا رہے، اس مقصد کے لئے اس نے اچھی صحت کے قوانین بنائے، امراض کے علاجات تلاش کئے، قیام شباب کے لئے اصول واضح کئے اور طویل عمری کے لئے قوانین کی تلاش کی ہے۔ لیکن انسان کو اپنے مقصد میں پوری کامیابی نہیں ہوئی ہے، مگر انسان اپنی اس کوشش سے دستکش نہیں ہوا۔ کیونکہ اس کی ناکامیاں بھی اپنے اندر بے شمار کامیابیاں رکھتی ہیں۔ صحت کے قوانین و علاج اصول اور زندگی کے دکھوں کے مداوے ایسے اُمور ہیں، جن سے نہ صرف انسان کی زندگی بے حد کامیاب ہے بلکہ بے حد مطمئن ہے۔ یہی اس کی بہت بڑی کامیابیاں ہیں، اس لئے اس مقصد کے لئے اس کا قدم آگے کی طرف بڑھتا رہا ہے۔ اس میدان میں جو بھی لوگ تھک کر بیٹھ گئے ہیں، انہوں نے کہا کہ ؎

ہم نے دُنیا سرائے فانی دیکھی — ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آکے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا — جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

قانون فطرت ہے کہ جب پانی کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو پانی اور راستے تلاش کرتا ہے۔ یہی فطرت انسانی ذہن

کی بھی ہے کہ جب اس کی تحقیق اور روانی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو وہ بھی نئی راہیں اور جدت اختیار کرتا ہے۔ صرف اس پر بس نہیں ہے بلکہ ہر نئی رکاوٹ کے لئے کبھی پرانے قوانین اور اُصولوں کو دہرا کر ان پر غور وفکر کرتا ہے اور کبھی نئے نظریات ترتیب دیتا ہے، یہاں تک کہ اس کو منزلیں نزدیک نظر آتی ہیں۔

ہمارے ذہن اور وجدان نے بھی ان رکاوٹوں کو کچھ اہمیت نہیں دی۔ اور اپنے رہوار وجدان کو آگے بڑھانے کے لئے ایڑ لگائی۔ اور مسلسل بیس پچیس سال جدوجہد اور کوشش کی، تا کہ مقصد زندگی (شباب) کو حاصل کیا جائے۔ خداوند حکیم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ محنت ضائع نہیں گئی اور نظریہ مفرد اعضاء کے تحت مقصد حاصل ہو گیا ہے اور منزل قریب ہوگئی۔ اب اہل علم اور صاحب فن کا فرض ہے کہ اس کی حقیقت پر غور کریں اور اس سے مستفید ہوں۔

قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے سب سے قدیم سرمایہ اور مفید معلومات آیورویدک میں پائی جاتی ہیں۔ جس میں لکھا ہے کہ کایا کلپ ایک یقینی عمل ہے جس کے ذریعے انسان ہزاروں سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن اس مقصد کے لئے خاص خاص ادویات کے ساتھ فاضل اور قابل دید اور ایک مناسب ماحول کی ضرورت ہے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ ادویات میں ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں اور ان کا استعمال بھی بغیر فاضل اور قابل دید اور مناسب ماحول کے سوا ممکن نہیں ہے۔ لیکن آیورویدک میں بڑھاپے اور ضعف کی حقیقت پر تسلی بخش روشنی نہیں ڈالی گئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دوشوں کی خرابی اور فساد صحت اور قوت کے نقصان کا باعث ہیں۔ جن کے بعد بڑھاپا آتا ہے، مگر جسم میں کیا کیا تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جن کو دور کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ جہاں تک ادویات کا تعلق ہے، ان کا تعلق کس عضو یا کس قسم کی خرابی سے ہے اور ادویات سے کس قسم کی کمی و خرابی دور ہوسکتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آج کل کے ویدوں میں کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو کسی اور کا نہ سہی اپنا ہی کایا کلپ کرے اور نہ ہی کوئی ایسا وید پایا جاتا ہے جس نے ہزاروں سال پہلے اپنا کایا کلپ کیا ہو اور ہم میں آیورویدک کے اس کایا کلپ کا ثبوت پیش کر سکے۔

جہاں تک طب یونانی کا تعلق ہے، وہ اصولی طور پر اعادہ شباب کی قائل نہیں ہے۔ البتہ اس کے قوانین اور اصولوں کے تحت قیام شباب اور طبعی عمر تو ممکن ہے، دائمی زندگی اور شباب ممکن نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا نظریہ ہے کہ انسان کی پیدائش عورت مرد کے مشترکہ نطفے سے ہوتی ہے، جس کی رطوبت اور حرارت سے اس کی زندگی قائم رہتی ہے، ان کو رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کہتے ہیں۔ زندگی بھر یہ دونوں چیزیں قائم رہتی ہیں اور جب یہ دونوں ختم ہونے لگتی ہیں تو بڑھاپا آنا شروع ہو جاتا ہے اور ان کے ختم ہونے پر موت واقع ہو جاتی ہے۔ ان کی مثال ایک چراغ سے دی جاتی ہے جس کا تیل رطوبت غریزی ہے اور بتی حرارت غریزی اور ایک وقت آتا ہے تیل و بتی دونوں ختم ہو جاتے ہیں۔ انسانی جسم میں جب رطوبت غریزی اور حرارت غریزی ختم ہو جاتی ہے، چونکہ یہ دونوں پھر پیدا نہیں کی جاسکتیں اس لئے نہ ہی شباب لوٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی عمر میں طوالت کی جاسکتی ہے۔ اس لئے طب یونانی اعادہ شباب اور دائمی زندگی کی قائل نہیں ہے۔

فرنگی طب اور ماڈرن سائنس قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کی قائل ہے۔ وہ انسانی زندگی کی پیدائش کو نطفہ سے تو ضرور تسلیم کرتی ہے مگر رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کے متعلق بھی یہ تسلیم کرتی ہے کہ ان کی پیدائش زندگی بھر جاری رہتی ہے۔ ان کا بننا کبھی بھی بند نہیں ہوتا۔ یہ دونوں چیزیں اعضاء جسم ہمیشہ تیار کرتے رہتے ہیں۔ جن میں غدد کو بے حد اہمیت ہے۔ اس لئے اگر غدد صحیح طور پر اپنے افعال جاری رکھیں تو قیام شباب اور طویل عمری ممکن ہے لیکن ان کے نظریئے کے تحت ایک صورت ایسی ہے کہ جس سے غدد

کے افعال بگڑ جاتے ہیں، وہ ہے نظریہ جراثیم۔ یعنی اپنے گرد و نواح میں ایک غیر مرئی مخلوق ایسی ہے جو جسم انسان میں اندر و باہر سے ہمیشہ حملہ کرتی رہتی ہے، جس سے خطرناک اور خوفناک امراض پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے انسانی صحت کا توازن بگڑ جاتا ہے اور خوفناک امراض پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے انسانی صحت کا توازن بگڑ جاتا ہے اور غدد اپنی صحیح حالت پر قائم نہیں رہ سکتے اور رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کی پیدائش نہ صرف کم ہو جاتی ہے بلکہ خراب ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے صحت اور طاقت، دونوں قائم نہیں رہ سکتیں، پھر بڑھاپا اور موت واقع ہو جاتی ہے۔ غدد کی حالت کو از سرنو درست کرنے کے لئے فرنگی ڈاکٹروں نے غدد میں پیوند اور قلم لگانے کی بھی کوشش کی ہے جس سے ابتداء میں اچھی خاصی کامیابی ہوئی ہے۔ لیکن بہت جلد اس کے نتائج بگڑ گئے ہیں۔ بلکہ بعض حالتوں میں نقصان بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ صورت بھی کامیاب نہیں ہوئی۔ بعض فرنگی سائنسدانوں نے خون کے اجزاء کو مدنظر رکھ کر ایسے مرکبات تیار کئے ہیں جن سے اعضاء اور خصوصاً غدد اور ذرّات خون کو طاقت دی جا سکے۔ اس طرح بھی اچھے اثرات پیدا ہوئے ہیں، مگر حقیقی کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے۔

لیکن فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی یہ غلط فہمی ہے کہ صرف غدد و ذرّات خون اور خون کے دیگر عناصر قیام صحت اور قوت کے لئے کافی ہیں۔ ان کا تعلق صرف جگر کے ساتھ ہے۔ ان کے علاوہ اعصاب اور عضلات بھی جسم میں اپنے مخصوص افعال انجام دیتے ہیں جن کے مرکز دماغ اور دِل ہیں۔ دوسرے جسم انسان میں رطوبت کون سے اعضاء بناتے ہیں اور کون سے اعضاء ان کو حرارت میں تبدیل کرتے ہیں۔ تیسرے جراثیم امراض پیدا کرنے کے اسباب واصلہ ہیں یا اعضاء جسم کی خرابی امراض پیدا کرنے کے اسباب واصلہ ہو سکتے ہیں۔ نیز اس وقت تک فرنگی طب اور ماڈرن سائنس صحیح معنوں میں اس علم سے واقف نہیں ہے کہ مفرد اعضاء اور امراض کا کیا تعلق ہے اس لئے وہ جسم انسان میں رطوبت و حرارت اور مرض اور جراثیم کے تعلق کا علم نہیں رکھتے۔ ان کے اس علم سے ناواقفیت کی وجہ سے ہم ان کو بار بار چیلنج دیتے ہیں کہ ان کا نظریہ امراض اور اصول علاج غلط ہے۔

آیورویدک و طب یونانی اور فرنگی طب و ماڈرن سائنس کی تحقیقات کو سامنے رکھنے کے بعد جن کا تفصیلی ذکر ہم نے اس کتاب میں کر دیا ہے، ہم نے انسانی جسم کی مشین کا اور گہرا مطالعہ کیا، ہر عضو کے افعال پر نہ صرف گہری نظر ڈالی بلکہ ان کے نتائج کے اثرات کو پرکھا۔ اور سب سے بڑی تحقیق یہ ہے کہ ان کے تعلقات کو خوب اچھی طرح سمجھا ہے۔ اور جہاں پر فرنگی طب اور سائنس کی تحقیقات اور ترقیات ختم ہو گئیں یا انہوں نے اپنا راستہ غلط اختیار کر لیا، وہاں پر ہم نے آگے بڑھنے اور غلط راستے سے دور ہٹنے کی کوشش کی۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس علیم و حکیم نے ہمیں کہیں مایوس نہیں کیا۔ جہاں پر بھی ہماری تحقیقات رکیں، ہم نے اور صبر و استقامت سے کام لیا اور ہماری منزلیں قریب ہو گئیں۔ اور ہم کو غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی۔

اس امر کے اعتراف میں ہمیں ذرا بھر انکار نہیں ہے کہ اس تحقیق میں قرآن حکیم کی روشنی نے ہماری راہنمائی اور راہبری کی ہے۔ یہ ہمارا یقین ہے کہ قرآن حکیم تمام علوم کا نہ صرف منبع اور سرچشمہ ہے بلکہ ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ بھی ہے۔ صرف دیکھنے والی نگاہ چاہیے جو اس پر غور و فکر کر سکے۔ حقیقت یہ کہ قرآن حکیم جس انداز سے زندگی و کائنات اور نفس و آفاق پر روشنی ڈالتا ہے، اس کا ذرا بھر بھی دیگر کتب میں نظر نہیں آتا۔ خاص طور پر رطوبت و حرارت اور ارواح و ہواؤں کی پیدائش، ان کا چلنا اور ایک دوسرے میں بدلنا، اور ان کے افعال و اثرات اور خواص اس تفصیل سے درج ہیں کہ انسان دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ ان کی تفصیلات انشاء اللہ تعالیٰ طبی اور سائنسی تحقیقات ختم کرنے کے بعد بیان کر دی جائیں گی۔ کیونکہ قرآن حکیم میں جو طبی اور سائنسی حقائق بیان کئے گئے ہیں، ان سے دُنیا کا آگاہ

ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ جو کچھ ہم نے اس کتاب میں زندگی و روح اور رطوبت و حرارت کی پیدائش کا ذکر کیا ہے وہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کی تشریح کا صرف ایک پہلو ہے۔ ورنہ یہ حقائق سات سمندروں کی سیاہی اور دُنیا بھر کے درختوں کے قلم سے بھی بیان نہیں ہو سکتے۔ ہم عاجز بندے ہیں، ہم کو جو علم دیا گیا ہے، وہ تمام جہانوں کے مقابلے میں سوئی کی نوک پر لگنے والے پانی کے ذرہ کے برابر بھی نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ ہدایت چاہتے ہیں، ان کو حضور انور و اطہر ﷺ کی تعلیم اور زندگی کے طفیل ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اس امر پر وید و اطباء اور حکماء و فرنگی معالج متفق ہیں کہ جب تک جنسی قوت میں شدت رہتی ہے، حسن و شباب قائم رہتا ہے۔ اور جب اس قوت میں کمی آنا شروع ہوتی ہے تو حسن و شباب بھی ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جنسی قوت میں کمزوری یا خرابی میں تین اہم حقائق بیان کئے جاتے ہیں۔ اوّل حفظانِ صحت میں بے قاعدگی جس میں غذا کو بے حد اہمیت ہے، دوسرے اعضاء جسم کے افعال میں کمی بیشی اور خرابی خاص طور پر جگر کی خرابی۔ تیسرے نفسیاتی طور پر جنسی جذبہ میں خرابی پیدا ہو جائے۔ خاص طور پر خوف اور غم کی فراوانی۔ اگر کم از کم جنسی قوت کو ایک معیار و شباب مقرر کرتے ہوئے ان تینوں حقائق کی ایک اچھے طریق پر نگاہ داشت رکھی جائے تو یقیناً امر ہے شباب اور صحت بہتر طریق پر قائم رہتے ہیں۔

ہم نے اس جنسی قوت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے: رطوبت (انرجی)، حرارت (ہیٹ) اور جوش (فورس)۔ اور پھر ان تینوں قوتوں کو اعضاء رئیسہ کے تحت ترتیب دے دیا ہے۔ **یعنی رطوبت کی زیادتی دماغ و اعصاب کی تیزی سے ہوتی ہے، حرارت کی زیادتی جگر و غدد میں تیزی سے اور جوش کی زیادتی دل و عضلات میں ہوتی ہے۔** جس کسی شخص میں جنسی قوت میں کمزوری واقع ہوتی ہے تو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ تینوں قوتوں میں بیک وقت کمزوری اور خرابی ہوگی یا حرارت و جوش میں افراط و تفریط اور نقص پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے جس قوت میں کمی اور خرابی ہو، صرف اسی کو درست کرنا چاہیے۔ اس طرح جنسی قوت بالکل درست ہو جائے گی۔ اس لئے ہمیں بیک وقت تینوں اعضائے رئیسہ کو طاقت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسی ایک عضو کو طاقت دینا ہی کافی ہے جس کے ساتھ اس قوت کا تعلق ہے۔

اسی طرح ہم نے حرارت غریزی و رطوبت غریزی اور روح کے متعلق حکماء سے اختلاف کیا ہے اور اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ یہ تینوں حسب ضرورت پیدا کی جا سکتی ہیں اور ان تینوں کا تعلق بھی اعضائے رئیسہ سے مقرر کر دیا تاکہ ان تینوں میں سے جس کو پیدا کرنا مقصود ہو تو اس کے متعلقہ عضو میں تحریک دینے سے پیدا کی جا سکتی ہے۔ جس کسی اہل علم اور صاحب فن کو ہماری اس تحقیق سے اختلاف ہو۔ ہم اس کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ خیالات اور حقائق کو بیان کریں، ہم خوشی سے ان کو اپنے رسالہ میں شائع کریں گے اور ان کا تسلی بخش جواب بھی دیں گے۔

ہم نے اس کتاب کو اپنی تحقیقات سے پورے طور پر مکمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر افسوس، وقت کی قلت اور دامن کی تنگی نہ ہوتی تو یقیناً یہ کتاب اس سے چار گنا زیادہ ہوتی۔ زندگی بخیر انشاء اللہ تعالیٰ اس کے دوسرے ایڈیشن میں ہم اس کو اور زیادہ تفصیل سے لکھیں گے۔ جس سے بہت سے اسرار و رموز کی گرہ کشائی ہوگی۔

جن دوستوں نے ہماری دیگر چیلنج کتب کا مطالعہ کیا ہے، جن میں ① مبادیاتِ طب ② تحقیقات تپ دق و سل (ٹی-بی) ③ تحقیقات نزلہ، زکام اور اس کا یقینی بے خطا علاج ④ تحقیقات نزلہ، زکام وبائی (فلو) قابل ذکر ہیں۔ ان کو ہماری اس کتاب ''تحقیقات اعادہ شباب'' کے پڑھنے کا بہت زیادہ لطف آئے گا۔ اور وہی دوست ہی اس کتاب سے بہت زیادہ مستفید ہوں گے۔ یہ بھی

حقیقت ہے کہ جو لوگ کسی علم وفن کا مطالعہ کریں اور اس کی روح کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ علم وفن رفتہ رفتہ نہ صرف ان کے دماغ میں رچ جائے گا بلکہ فائدہ بخش بھی ثابت ہوگا۔ اور وہی اس سے عوام کی خدمت کر کے عزت حاصل کر سکتے ہیں۔

جو لوگ فن تحقیق اور تجدید کی اہمیت سے واقف ہیں۔ وہ اس کتاب کی اہمیت کو پورے طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ہر تحقیق کے لئے لازم ہے کہ اس کے ثبوت میں مشاہدات و تجربات اور دلائل اور حقائق پیش کئے جائیں۔ اور یہی امور تحقیق کی جان ہوتے ہیں۔ چونکہ ان اُمور میں زیادہ تر اصطلاحات برتی جاتی ہیں اس لئے عوام جو اہل علم اور صاحب فن نہیں ہیں وہ تحقیق و تجدید کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ البتہ ان کے لئے سب سے بڑی اہمیت انہی معلومات میں پائی جاتی ہے جو دُنیا میں پہلی بار پیش کی جا رہی ہے۔ اس لئے ہمیں اُمید ہے کہ ہماری اس کتاب سے اہل علم اور صاحب فن اور تحقیق و حکماء کے ساتھ عوام بھی مستفید ہوں گے۔ البتہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ عوام زیادہ سے زیادہ اس سے استفادہ حاصل کر لیں۔ اس لئے وہ اگر دو تین بار اس کتاب کو غور و فکر سے پڑھیں تو یقیناً وہ بھی اس سے پورے طور پر مستفید ہو سکتے ہیں۔

ایک بات کی طرف ہم خاص طور پر توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اپنی ہر تحقیق میں قدیم و جدید اور یورپ و امریکہ کی تمام سائنسی و طبی تحقیقات کو اپنے سامنے رکھتے ہیں اور اپنی تحقیقات میں اس امر کو مدنظر رکھتے ہیں اور قدیم و جدید خصوصاً فرنگی سائنسی طبی تحقیقات کو پہلے من و عن بیان کر دیتے ہیں۔ پھر اس پر صالح تنقید کرتے ہیں، ان کا حسن و قبح بیان کر دیتے ہیں، پھر آخر میں اپنی تحقیقات کو سائنسی تجربات و مشاہدات اور علمی و فنی دلائل و حقائق کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ کسی علمی و فنی ہستی اور محقق کو انگلی رکھنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ پھر بھی اگر کسی کو زیادہ وضاحت کی ضرورت ہو تو وہ ہمیں مل کر اپنی تسلی و تشفی کر سکتے ہیں۔

خداوند حکیم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انہوں نے ہم سے ایک اہم خدمت لی ہے اور ہم اس قابل ہو سکے ہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک بہت بڑا حصہ علمی و فنی خدمت کا پیش کر سکے ہیں۔ خاص طور پر اس سال میں ہم یکے بعد دیگرے تین خاص نمبر پیش کر چکے ہیں جو بہت بڑا علمی و فنی خزانہ ہے۔ ہمارا سال اکتوبر سے شروع ہوتا ہے۔ ان ابتدائی چار ماہ میں ہی تین خاص پیش کرنے کے قابل ہو گئے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایک زبردست چیلنج ہوگا۔ جس کا مقابلہ موجودہ طبی اور سائنسی دور میں ناممکن ہے۔ خریداروں کے لیے ہم نے خاص قیمت مقرر کی ہے اور آئندہ اس امر کو ہمیشہ مدنظر رکھیں گے۔ اس خاص نمبر کی قیمت کو ملا کر خریدار سے ہم نے کل چھ روپے لئے ہیں۔ لیکن اس زر تبادلہ میں ہم نے نزلہ زکام نمبر کی قیمت دو روپے، نزلہ زکام وبائی نمبر کی قیمت ڈیڑھ روپیہ، اور اعادہ شباب نمبر مبلغ چار روپے اور آئندہ جو خاص نمبر دیں گے اس کی قیمت ایک روپیہ ہوگی۔ اس طرح ہم خریداروں کو ساڑھے آٹھ روپے کی قیمت ادا کر چکے ہیں اور ابھی سال کے باقی ماہ ان کو رسالہ بھیجا جائے گا۔ جس کی قیمت کا خریدار خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ہم یہ سب کچھ اس لئے پیش کرنے کے قابل ہو سکے ہیں کہ خداوند کریم کی مہربانی سے ہمارے رسائل و کتب اور تحقیقات کو بے حد مقبولیت حاصل ہو رہی ہے اور رسالہ ''رجسٹریشن فرنٹ'' اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہے۔ جوں جوں اس کی اشاعت بڑھتی جائے گی، ہم ان شاء اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ علمی فنی خزانہ یورپ و امریکہ کے مقابل لٹریچر میں پیش کرتے رہیں گے۔ جو واقعی طبی اور سائنسی دُنیا میں انقلاب ہوگا۔

خادم فن

صابر ملتانی

4 جنوری 1961ء

بڑھاپے کا نفسیاتی تجزیہ

کیا خوب مرزا غالب نے کہا ہے:

بزم فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ایک شمع رہ گئی ہے، وہ بھی خاموش ہے

بڑھاپا انسانی عمر کا ایک حصہ ہے جس میں اس کے قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں جسم ضعیف ہو جاتا ہے۔ اعضاء اپنے مقررہ افعال پورے طور پر انجام نہیں دے سکتے۔ جسم اکثر ڈبلا خمیدہ اور اعضاء میں رعشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ چہرے پر جھریاں آنکھیں اندر دھنسی ہوئی اور رنگت میں سیاہی غالب نظر آتی ہے۔ بال سفید، دانت کمزور اور بات کرنے میں الفاظ پورے طور پر ادا نہیں کئے جا سکتے۔ نگاہ انتہائی کمزور اور ثقل سماعت اکثر حالتوں میں دونوں غائب، حافظہ ساتھ نہیں دیتا، ابھی کچھ کہا، ابھی بھول گیا۔ گزشتہ واقعات تقریباً تمام کے تمام صفحہ دماغ سے ڈھل جاتے ہیں۔ بلغم کا وہ زور ہوتا ہے، ایک منٹ نیند نہیں آتی، اور وہ غالب کے مندرجہ بالا شعر کی پوری تفسیر بن جاتا ہے۔

یہ ہے بڑھاپے کی قلمی تصویر کا ایک پہلو۔ اس کے مقابلے میں نو دس سال کا ایک بچہ اُچھلتا ہے، کودتا ہے، دوڑتا ہے اور قلا بازیاں لگاتا ہے۔ اس کا ہر عضو اس کی ہر حرکت کا ساتھ دیتا ہے۔ جوانی کے جوش کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جوان ہوا میں پرواز کرتا ہے، سمندر چیرتا ہے، پہاڑ کاٹتا ہے، شیر سے لڑ جاتا ہے اور ہاتھی پر سوار ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے، جو بڑھاپے میں نہیں ہے، یہ صرف طاقت ہے۔

بڑھاپے میں پورا جسم قائم ہے، اعضاء سلامت ہیں، روح بھی جسم میں ہے، نفس بھی اپنا کام کر رہا ہے۔ مگر کوئی شے نہیں ہے تو طاقت ہے۔ اس امر سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان صرف جسم و روح اور نفس کا مرکب ہی نہیں ہے بلکہ طاقت بھی ایک شے ہے، جب تک وہ قائم ہے، انسان افکار و افعال کے ساتھ اس دُنیا پر قابض ہے اور جب طاقت ختم ہو جاتی ہے تو دُنیا اس پر قابض ہو جاتی ہے۔ اور وہ مجبور محض بن جاتا ہے۔

جنسی حرارت

یہ طاقت کیا شے ہے؟ ظاہر میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا انسان کم و بیش کھاتا پیتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے، چلتا ہے، پھرتا ہے اور باتیں کرتا ہے۔ لیکن اگر اس میں کسی شے کی کمی ہوتی ہے تو جنسی حرارت ہے، جس کی کمی کو وہ نمایاں طور پر محسوس کرتا ہے۔ اور جوں جوں وہ اس میں کمی محسوس کرتا رہتا ہے، اس میں بڑھاپے کے آثار ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ گویا اصل شے جنسی حرارت کا فقدان ہے۔ تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک انسان میں جنسی حرارت قائم رہتی ہے وہ اپنے آپ کو بوڑھا نہیں سمجھتا، بلکہ نوجوانوں سے بھی بڑھ کر اپنی طاقت اور جرأت کا ثبوت دیتا ہے۔ اور یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں بھی جب جنسی حرارت ساتھ نہیں دیتی، کسی انسان کے سامنے اگر جنسی واقعات اور قصے بیان کیے جائیں یا حسن و عشق کے افسانے اور رومان سنائے جائیں یا مچلتی جوانی اور اندھے شوق کی

داستانیں دہرائی جائیں تو اس کی آنکھوں میں چمک آ جاتی ہے اور چہرے پر روشنی و سرخی، جسم میں تازگی اور رونق کے آثار نظر آتے ہیں۔ گویا ان کا جنسی جذبہ بیدار ہوتا ہوا نظر آتا ہے اور کبھی وہ خود اپنی روئیداد حسن و عشق اور واردات محبت بیان کرنے پر آ جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بوڑھے کا دِل ضرور جوان ہے۔ مگر اس بیچارے کے پاس جنسی حرارت کہاں۔ سب کچھ کہہ دینے کے بعد وہ ٹھنڈا سانس بھر کر چپ ہو جاتا ہے، وہ تو بار بار اس جنسی جذبہ کے تاروں کو اپنے گذشتہ احساسات کی ضربات لگاتا ہے مگر وہاں پر کسی نغمہ کا پیدا ہونا تو رہا ایک طرف وہاں پر سرتال اور لے ہی قائم نہیں ہوتے۔ شاید اسی صورت کی ایک شاعر نے کیا تصویر کشی کی ہے ؎

غزل اس نے چھیڑی ہے، مجھے ساز دینا ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا

بوڑھا گزشتہ واقعات تو دوہرا سکتا ہے، مگر غزل کے ساتھ ہم آواز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس مقصد کے لئے اس کو ساز (صحیح اعضاء) اور عمر رفتہ (حرارت جسم) کی ضرورت ہے۔ جن سے جنسی جذبہ تکمیل پاتا ہے۔ بڑھاپے میں دونوں چیزیں ناکارہ ہو چکی ہیں۔ اور وہ آواز دیتا دیتا ختم ہو جائے گا۔

جب یہ جنسی حرارت، جذبہ حسن و عشق، رنگین محبت و شوق اور واردات شعریت و رومانویت ختم ہوتی نظر آتی ہیں تو کبھی مرغن اغذیہ اور مقوی ادویات کھاتا ہے۔ کبھی شراب کا سہارا لیتا ہے تو کبھی حسن و نزاکت کی نوخیز کلی کی تلاش میں سرگرداں پھرتا ہے۔ مگر وائے ناکامی کہ بہت جلد ان سہاروں سے بھی نا اُمید ہو جاتا ہے۔ اور دُنیا اور اس کی رنگینیاں اس کے سامنے اندھیرا ہو جاتی ہیں۔ گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے مگر وہاں بھی تسکین نہیں آتی پھر بوڑھی جذباتی طوائف کی طرح جس کی طرف کوئی نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتا، اپنے کو مجرم گردانتا ہے، تاکہ اس کی طرف کوئی نگاہ قہر ہی ڈال دے اور جنسی جذبہ میں تسکین آ جائے۔

یہ جنسی حرارت اور جذبہ حسن و عشق ایک ایسی کیفیت ہے کہ اگر تھوڑی دیر کے لئے اس کو ختم کر دیا جائے تو یہ رنگینیاں و حسن یہ باغات و چمن، یہ مضبوط قلعے اور قصر بلند، یہ شہنشاہیاں اور بادشاہیاں، یہ لیڈریاں اور حکومتیں، یہ علم و فن اور شعر و حکمت سب ختم ہوتے نظر آئیں گے۔ یہ جدوجہد اور سعی تمام جنسی حرارت اور جذبہ حسن و عشق کی تکمیل کے لئے نظر آتے ہیں۔ ہر بڑی کوشش اپنے اندر ایک طوفانی جذبہ رکھتی ہے۔ ہر شہنشاہ و بادشاہ، ہر لیڈر و حاکم، ہر عالم و حکیم، ہر شاعر و ادیب یہاں تک کہ ہر عابد و زاہد کا نفسیاتی تجزیہ کر لیجئے۔ یہی ذوق و شوق جلوہ گر نظر آئے گا۔ ممکن ہے اس کی کوئی شکل بدلی ہوئی ہو مگر حقیقت ہر جگہ نمایاں ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے کہ انسان کے ذہن پر عورت سوار ہے۔

جذبہ محبت کیا ہے

جنسی حرارت اور جذبہ محبت کیا اُمور ہیں؟ جنسی حرارت کے متعلق تو ہم آئندہ صفحات میں تفصیل سے لکھیں گے۔ یہاں پر جذبہ محبت کے متعلق کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔ جذبہ محبت انسانی جبلت ہے جس کو ہم شوق اور رومانس کہتے ہیں علم نفسیات میں جبلت کی اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے ابتدائی خصائل میں ایک ایسی خصلت ہے جو فطری طور پر اس کو ودیعت کی گئی ہے۔ جس سے اس کے اندر باہم ملنے جلنے، اکٹھا رہنے اور اُنس کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اُنس چونکہ شخصی نوع کا ابتدائی جذبہ ہے اس لئے ہر شخص جو اس جذبہ اُنس سے مرقع اور متصف ہے وہ انسان کہلاتا ہے جس میں یہ جذبہ مفقود ہے، واقعی وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہے چونکہ یہ جذبہ اُنس ہر شخص کی بنیادی جبلت ہے اس لئے ہر ایک میں پائی جانی چاہئے۔ حقیقت یہ کہ یہ جبلت ہر ایک میں ہوتی ہے مگر نفسیاتی طور پر جب اس کی غیر فطرتی تربیت ہوتی ہے تو یہ جذبہ اُنس بہت حد تک دب جاتا ہے۔ ضائع نہیں ہوتا کیونکہ یہ کسی نہ کسی رنگ میں ظاہر ضرور ہوتا ہے دیکھا گیا

ہے کہ ظالم ڈاکو اور زاہد خشک بھی کسی مقام پر اس کا اظہار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جب یہ جبلت صحیح فطری طریق پر تربیت پاتی ہے تو یہ جذبہ پھر ملکہ بن جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ غیر شعوری طور پر بھی انسان انس پر مجبور ہوتا ہے اور ہر اس شے کی طرف لپکتا ہے جو اس کے لئے کشش کا باعث ہوتی ہے یا جس کے ساتھ اس کو قلبی مسرت ہوتی ہے۔

اس جذبہ کو سب سے زیادہ جس نے سمجھا ہے وہ صرف اسلام ہے۔ اس نے اس جذبہ جنسی کی تسکین کے لئے پورے سامان کئے ہیں تاکہ انسان اپنے اس جذبہ کی تسکین تو ضرور کرے مگر اس کے ذہن پر عورت سوار نہ ہو۔ اور دوسری طرف معاشرہ میں بے راہ روی پیدا نہ ہو۔ انسان ایک کے بجائے چار شادیاں کر لے۔ اگر طاقت ہے تو جس قدر چاہے باندیاں رکھ لے مگر حرام کاری سے باز رہے اور جگہ جگہ غیر تحقیق نطفہ پھیلا کر اپنی ذمہ داری سے دست کش نہ ہو جائے۔ اور اپنی قیمتی دولت کو غلط مقام پر ضائع نہ کرتا پھرے۔

جنسی جذبہ کی بے راہ روی جہاں ایک طرف غلط معاشرہ پیدا کر دیتی ہے وہاں انسان کی اپنی حرارت جنسی بھی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ اس کے قویٰ مضمحل ہوتے ہیں، بڑھاپا آتا ہے اور امراض کی کثرت ہو جاتی ہے۔ آج فرنگی تہذیب و تمدن میں ہر طرف یہی کچھ نظر آ رہا ہے۔

جذبہ شوق

قدرت کی طرف سے انسان میں جبلی طور پر جو جذبہ محبت و انس رکھا گیا ہے۔ اس کو حکمت اور عقل کے تحت جذبہ شوق کہتے ہیں، یہ ایک قسم کی کشش ہے جو مادہ کی حیثیت سے ایک دوسرے کی طرف کھینچتی ہے۔ یہ جذبہ صرف انسانوں میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ حیوانات و نباتات اور جمادات میں بھی نظر آتا ہے فرق صرف صورت اظہار کا ہے۔ انسان ادراک و وجدان کے تحت کام کرتا ہے تو حیوانات میں احساس و حرکت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور نباتات میں حرارت و نمو کی صورت لئے ہوتا ہے اور جمادات میں کشش و ثقل میں اظہار ہوتا ہے۔ بہرحال یہی کشش کسی نہ کسی رنگ میں موالید ثلاثہ میں کام کرتی نظر آتی ہے اور انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اور بہت حد تک اپنے ان افعال کا خود مختار ہے جن کی اس میں استعداد رکھی گئی ہے اس لئے اس میں جب یہی کشش کام کرتی ہے تو وہ جذبہ شوق کہلاتی ہے۔ اس کو عام طور پر انس و محبت کے الفاظ میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہی جذبہ شوق جن اشیاء صورتوں اور افعال کی طرف کھینچتا ہے ان کو خوبصورتی، حسن اور خوش نمائی کہا جاتا ہے۔ چونکہ انسان کا جذبہ شوق فطری طور پر رنگینی کا طالب ہے، اس لئے یہ اس کی جبلت میں داخل ہے۔

جذبہ شوق کی اقسام

جذبہ شوق کی تین صورتیں ہیں:

① جذبہ شوق کا اپنے جز یا کل یا مطلوب و مقصود کی طرف بغیر کسی رکاوٹ کے ملنا۔ اس کو وصل کہتے ہیں اس کا نتیجہ مسرت ہوتی ہے۔

② جذبہ شوق کا اپنے جز یا کل یا مطلوب و مقصود کی بجائے غیر کو دیکھ کر اس سے منقبض ہونا اس کو فرار کہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ خوف ہوتا ہے۔

③ یہی جذبات مسرت اگر تسلسل اختیار کر لیں تو محبت، غم اور ندامت میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہی انسانی زندگی کے جذبات ہیں۔ مسلسل انسانی زندگی میں کام کر رہے ہیں۔ فرنگی طب و ماڈرن سائنس اور سائیکالوجی ان حقائق سے بالکل خالی ہے۔ اس لئے وہ

انسانی زندگی کے جذبات باقاعدگی (سیسٹیمٹک) طریق پر نہیں سمجھ سکی اور نفس کو سمجھنے میں بالکل ناکام ہے۔

زندگی میں نظم و ضبط

جاننا چاہئے کہ انسانی زندگی میں نظم و ضبط ہے۔ اس کے جسم و نفس میں ایک گہرا تعلق ہے اور ان کی ہر حرکت و جذبہ باقاعدگی سے کام کرتے ہیں۔ کہیں بھی بے قاعدگی اور بے راہ روی نہیں ہے، فرنگی سائیکالوجی اور ماڈرن سائنس میں اگر انسانی نفسیات کا ذکر ہے تو بغیر نظم و ضبط کے ہے۔ کسی ایک جذبہ یا جبلت کو لے کر اس کے متعلق اپنے تجربات بیان کر دیئے جاتے ہیں، مگر اس کو انسانی جسم کے تمام اعضاء اور افعال کے ساتھ منطبق نہیں کیا جاتا۔ جس سے وہ جذبہ اور فعل پورے طور پر ذہن نشین نہیں ہوتا۔ بالکل علم و علاج کی طرح جیسے ہر مرض کا علاج تو بتلایا جاتا ہے مگر اس مرض کو جسم انسان کے اعضاء کے ساتھ تطبیق نہیں کیا جاتا ہے۔ اس طرح انسانی امراض اور جذبات قابل فہم نہیں بن سکتے۔ نظم و ضبط کا یہی فقدان ظاہر کرتا ہے کہ فرنگی علوم و فنون غیر علمی اور ان سائنٹفک ہیں۔

جذبہ شوق اور ارتقاء

یہی جذبہ شوق جب کمال کو پہنچ کر اپنے مطلوب و مقصود سے ملاپ ہوتا ہے تو اس کو جنسی تعلق کہتے ہیں اس عمل سے زندگی کی ابتدا ہوتی ہے۔ جمادات میں نشو و نما شروع ہو جاتی ہے۔ نباتات میں نمو کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، حیوانات میں پیدائش کی صورت نمودار ہوتی ہے۔ جذبہ شوق اس وقت تک اپنے کمال کو نہیں پہنچتا جب تک اس میں کشش و حرارت اپنے عروج پر نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جنسی تکمیل کے لئے ایک خاص عمر اور ایک خاص وقت مقرر ہے۔ مثلاً بچوں میں جنسی قوت و حرارت موجود ہوتی ہے۔ مگر نامکمل ہوتی ہے اس لئے ان میں جذبہ شوق اپنے پورے جوش میں نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ان کو جذباتی ماحول میں رکھا جائے اور غیر فطری تحریکات دی جائیں تو جذبہ شوق قبل از وقت بیدار ہو جاتا ہے جو اتنا ہی شدید نقصان رساں بھی ہے، کیونکہ اس طرح اس میں اپنے عروج و کمال کا زمانہ نہیں آتا۔ اس کا جسم کمزور رہ جاتا ہے اور قبل از وقت بڑھاپے کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں اور موت کے پنجوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ گویا یہ لازم آتا ہے کہ بچہ جب تک اپنے بچپن کی انتہائی منزلیں ختم نہ کر لے اس وقت تک اس کو جذبہ شوق کی تکمیل کے لئے روکنا چاہئے۔ اگرچہ وہ کس قدر بے چین اور بے قرار بھی ہو جائے، اس کی صحیح عمر تقریباً پچیس سال ہے جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

اسی طرح جذبہ شوق کی ایک بار تسکین یا جنسی ملاپ کے بعد پھر اس میں اس قدر وقفہ ہونا چاہئے کہ جنسی قوت و حرارت افراط و اعتدال سے بڑھ کر فضلات کی صورت اختیار کر لے۔ جس کی علامات ہم آئندہ لکھیں گے۔ اس طرح یہ سلسلہ قائم رہ سکتا ہے۔ پہلی مثال عمر کی ہے اور دوسری مثال وقت کی ہے۔ جن کی صورتیں ہم نباتات اور حیوانات میں روزانہ دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جراثیم میں بھی یہی اُصول نظر آتے ہیں۔ یعنی جب تک ایک بیج مکمل نہیں ہوتا، اس وقت تک وہ آگے نہیں پھٹتا۔ اور جب تک کوئی حیوانی بچہ اپنی پوری عمر کو نہ پہنچے اس میں جنسی رجحانات ظاہر نہیں ہوتے۔ اور جوان ہو جانے کے بعد بھی ان کے جنسی رجحانات میں تیزی تک ایک وقت مقرر ہے۔ البتہ بعض نباتات اور حیوانات کے لئے یہ وقت کم رکھا گیا ہے۔ کیونکہ ایسے نباتات و حیوانات عام طور پر غذائی مقصد اور دیگر کیمیاوی ضروریات کے لئے بہت زیادہ درکار ہوتے ہیں۔

بچہ کے مقابلہ میں بوڑھے انسان کے اعضاء بالکل مکمل ہوتے ہیں، جس میں روح اور نفس موجود ہوتا ہے، جذبہ شوق سلامت ہوتا ہے، بلکہ باقی زمانوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ مگر جنسی حرارت نہیں ہوتی۔ جو قوت بن کر اعضائے رئیسہ میں گردش کرتی ہے، جس سے وہ

اپنے جذبہ شوق کی تسکین کرتا ہے۔ اس لئے جب جنسی حرارت کمزور ہوتی چلی جاتی ہے تو اعضائے رئیسہ کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بڑھاپا آ جاتا ہے۔ جذبہ شوق کی تسکین جنسی صورت میں مشکل نظر آتی ہے تو پھر اس انسان کا جذبہ شوق اپنی تسکین کے لئے دوسری راہیں تلاش کرتا ہے۔ مثلاً: (۱) سونا، چاندی اور مال اکٹھا کرتا ہے۔ اس کو بار بار دیکھتا ہے، گنتا ہے۔ (۲) اپنے گھر بار ساز و سامان، مال تجارت اپنے مویشی خاص طور پر گھوڑے، گائے بھینس اور بھیڑ بکری وغیرہ یہاں تک کہ کتوں سے پیار کرتا ہے اور ان کے جنسی تعلقات سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ جو نیک فطرت ہیں وہ اپنے مذہب اور اخلاقی قدروں کی بلندی سے پیار کرتے ہیں اور اس پر اسی طرح جان دے دیتے ہیں، جیسے جنسی جذبہ کی تسکین سے ہوتا ہے۔ لیکن نفسیاتی طور پر جنسی حرارت ہی کام کر رہی ہوتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ بڑھاپے میں پھر جنسی حرارت بیدار ہو جائے تو ان کے یہ دینی اور دنیاوی اعمال رُک جاتے ہیں۔ یہ تجربہ ایک شاہد مرمریں دستیاب کر دینے سے مکمل ہوسکتا ہے۔ (۳) اولاد کی محبت اور ان کے شادی بیاہ سے لطف اندوز ہونا۔ (۴) اپنے زندہ رہنے کی محبت جس سے شب و روز کھانے پینے اور پہننے کے شوق میں زیادتی اور صحت کا غیر معمولی خیال رکھنا۔ بہر حال یہ علامات ہیں ایک بوڑھے شخص کے جذبہ شوق کی تسکین کی جن کی طرف اس کا نفس رجوع کرتا ہے۔ ان علامات میں جس قدر شدت ہے اس قدر زیادتی ہے۔ اس لئے خداوند کریم نے انسانی جذبہ شوق کے لئے دوسرے جہان میں بھی ان کے ساتھ جنت فردوس اور باغات میں نہریں، قیمتی محلات، حور و غلمان مختلف اقسام کے ثمرات و مشروبات خصوصاً شراب طہور کے وعدے کئے ہیں تاکہ انسان اس تسکین کے ساتھ دنیاوی فرائض عین فطرت کے مطابق انجام دے سکے۔ لطف کی بات یہ کہ اگر بوڑھے انسانوں کے جذبہ شوق کی تسکین کی علامات کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو عجیب عجیب تعجب خیز باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ بعض لیڈر بن کر قوم کے درد کے لئے دُکھ اٹھاتے ہیں۔ بعض مذہب و اخلاق کے مبلغ بن کر اپنی جان عزیز تک دے دیتے ہیں۔ بعض حکومت کے مشیر بن کر حکومت کو اپنی مرضی پر چلانا چاہتے ہیں۔ بعض چوروں، ڈاکوؤں، بلیک مارکیٹ کرنے والوں اور سمگلروں کے خلیفہ بن جاتے ہیں اسی طرح پیر مغاں بازاری عورتوں کے خیر خواہ بن جاتے ہیں۔ گویا ہر قسم کی برائی کو روکنے اور پیدا کرنے میں انہی بوڑھوں کے جذبہ شوق کا دخل ہوتا ہے، یہ پرانے تجربہ کار ہوتے ہیں، خود تو کچھ زیادہ کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ جوانوں کو اُکسا دیتے ہیں جن سے بغاوتیں ہوتی ہیں، فسادات پیدا ہوتے ہیں، ہاں کبھی کبھی صالح تبدیلیاں اور انقلابات بھی رونما ہو جاتے ہیں۔ بہر حال تعمیری اور تخریبی ذہن اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ یہ بڑھاپے کا نفسیاتی تجزیہ ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسان میں جسم و روح اور نفس کے علاوہ ایک ایسی قوت بھی ہے جو اس کے نظام زندگی کو چلاتی ہے جس کو حکماء قویٰ کا نام دیتے ہیں جس کا فطری اظہار اس کا جذبہ شوق اور جنسی تحریکات ہیں۔ یہی جذبہ اور تحریکات جسم و روح میں پیدا ہوتی ہیں اور نفس کے تحت کام کرتی ہیں اور اسی نفس سے جسم و روح کا تعلق قائم رہتا ہے۔

نفس کو حکماء نے تین صورتوں میں تقسیم کیا ہے۔ غیر شعور (ان کانشس) تحت شعور (سب کانشس) اور شعور (کانشس) جن کو قرآن علی الترتیب (۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس مطمئنہ کہتا ہے جن کی تفصیل طوالت رکھتی ہے۔ البتہ یہاں پر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ یہ تینوں شعور یا نفس آپس میں متعلق ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور چونکہ بعض کام بعض کے ذمہ ہیں اس لئے تینوں ایک دوسرے کے محتاج بھی ہیں۔ یہ تینوں اگر اعتدال پر رہیں تو انسانی زندگی نہ صرف اعتدال پر رہتی ہے بلکہ وہ اپنی طبعی عمر کو پہنچ جاتی ہے اور بڑھاپا باعث مصیبت نہیں بنتا۔ اور اگر یہی تینوں قویٰ میں اعتدال اور نظم قائم نہ رہے تو نہ صرف انسانی صحت بگڑ جاتی ہے بلکہ زندگی کا قوام بگڑ جاتا ہے۔ اس کے بگڑنے سے نہ صرف بڑھاپا جلد آ جاتا ہے بلکہ انسانی اخلاق بگڑ جاتے ہیں ان کا نظم و ضبط اور اعتدال ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً نفس امارہ میں شدت پیدا ہو جائے تو خواہشات نفسانی بڑھ جاتی ہیں اور انسان معاشرہ کے لئے مصیبت بن جاتا ہے۔ اگر نفس

لوامہ میں تیزی آ جائے تو انسان برائی اور بداخلاقی سے اس حد تک بچتا ہے کہ معاشرہ اس کو مطعون نہ کر لے لیکن دراصل ایسا انسان اپنی عقل سمجھ اور چالاکی سے معاشرہ سے فوائد حاصل کرتا ہے جس کو انگریزی میں (ایکسپلائی ٹیشن) کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر نفس مطمئنہ میں جوش پیدا ہو جائے تو انسان بالکل دُنیا اور خواہشات نفسانی کو ترک کر دیتا ہے جس کے بغیر دُنیاوی زندگی اور ضروریات حیات پوری نہیں کر سکتا۔ اس لئے ان تینوں قوئی کا نہ صرف اعتدال ضروری ہے بلکہ ان کا صحیح علم بھی ہونا چاہیے۔ تاکہ اس کی اچھی بری علامات کو جان سکے اور ان کی خرابی کی حالت میں ان کو اعتدال پر قائم رکھ سکے۔ بہتر مقام یہ ہے کہ انسان نفس مطمئنہ کا مالک ہو اور بوقت ضرورت نفس امارہ اور لوامہ سے مستفید ہو سکے۔ انسان کی صحت درست، جوانی برقرار، جذبہ شوق سلامت اور جنسی حرارت قائم رہے گی۔ اس لئے قرآن حکیم نے انسان زندگی کے نظم وضبط اور اعتدال کے لئے نفس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے یہی صحت اور جوانی کا راز ہے۔ افسوس بہت کم علماء علم الابدان سے واقف ہوتے ہیں۔

قبل از وقت بڑھاپا

آب و دانہ تیرے بیمار کا چھوٹا خون جگر پی رہا ہے اور غذا کچھ بھی نہیں

بڑھاپا تو تکلیف دہ ہے ہی مگر قبل از وقت بڑھاپا تو نہایت ہی خطرناک ہے کیونکہ اس میں جذبہ شوق کے ساتھ بہت حد تک جنسی حرارت بھی قائم ہوتی ہے۔ انسانی فوٹو اور فریم بگڑ چکا ہوتا ہے۔ بالوں میں سفیدی داخل ہو چکی ہوتی ہے۔ کچھ دانت قائم اور کچھ نزلہ کی نذر ہو چکے ہوتے ہیں۔ آنکھوں پر چشمہ رونق افروز ہو جاتا ہے اور اکثر آلہ ساعت کی فکر دامنگیر رہتی ہے۔ چہرے کی شکنیں پریشان کرتی ہیں اور جلد کی رونق کو کریموں اور روغنیات سے واپس لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بہرحال صحت کے قیام کے ساتھ کسی شاہد کے لئے مشہود بنانا پڑتا ہے۔

قبل از وقت بڑھاپے کو روکنے کے ساتھ ساتھ چھپانے کی بے حد کوشش کی جاتی ہے، کبھی خضاب استعمال کئے جاتے ہیں۔ مصنوعی دانت لگوائے جاتے ہیں۔ ٹھاٹھ کا لباس زیب تن کیا جاتا ہے گویا ہر صورت میں اپنے کو جوان بلکہ نوجوان بنانے کی جدوجہد کی جاتی ہے۔ لیکن ہمیشہ انسان ایک مذاق نظر آتا ہے بلکہ بعض حالتوں میں تو کارٹون نظر آتا ہے۔ عورتوں کی صورتیں تو اور بھی عجیب وغریب نظر آتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو ترس آنے لگتا ہے۔ وہ ایسی صورت میں تیز رنگ کے بھڑکیلے خصوصاً سرخ لباس پہنتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں اور ناخنوں پر مہندی اور سرخی کے ساتھ چہروں کو بھی کریموں اور سرخیوں سے لیپاپوتی کرتی ہیں۔ لباس اکثر تنگ ہوتا ہے اور اس میں سے ان کا اکثر حصہ نظر آتا ہے۔ اس لئے ایسے موقعوں پر ہی کہا جاتا ہے کہ بوڑھی گھوڑی لال لگام دراصل یہ بے حد دردناک منظر ہوتے ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جوانی کی نعمت کو بری طرح برباد کیا گیا ہے۔ اب جوانی کی طلب ہے مگر جوں جوں اس کو قریب لانے کی کوشش کی جاتی ہے، وہ دور بھاگتی نظر آتی ہے، لطف کی بات یہ ہے کہ ایسی حالت میں بھی ظاہرداری کی بے حد کوشش کی جاتی ہے۔ مگر جہاں تک اُصولی طور پر صحت کے قیام اور اس کو بہتر بنانے کا تعلق ہے اس سے بے پروائی برتی جاتی ہے۔ مثلاً کھانے پینے میں بے قاعدگی اور زیادتی، غذا کے صحیح توازن سے بے علمی، جذبات میں تیزی، غصہ کی زیادتی، ہر بات میں غم کا پہلو، خواہشات نفسانی میں شدت، صبر سے دوری، خداوند کریم کے خوف سے بیزاری، زندگی کے حرکت وسکون میں زیادتی جس نے حسن و جوانی کی تعریف کر دی اس پر فدا۔ جس نے سچی بات کہہ دی اس سے خدا واسطے کا بیر۔ گویا اپنے حسن کی خرابی اور جوانی کی بربادی کا انتقام لیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک مسلسل عذاب ہوتا ہے جو قانون فطرت سے لاعلمی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قبل از وقت بڑھاپے میں بھی صحت کا سنبھالنا کچھ مشکل کام نہیں ہے بلکہ اگر کوشش کی جائے تو حقیقی بڑھاپے سے بھی جوانی نکال کر انسان لاسکتا ہے۔ بشرطیکہ جوانی اور بڑھاپے کے فرق کو سمجھ لیا جائے۔ جب انسان حسن وصحت کی حقیقت سمجھ لیتا ہے تو خود بخود بڑھاپے سے جوانی جھانکنا شروع کر دیتی ہے۔ بہت سے بوڑھوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جن میں جوانیاں اچھلتی کودتی نظر آتی

ہیں۔ ان کا بیٹھنا اٹھنا، چلنا پھرنا، کام دھندا، اور ہر حرکت و سکون میں جوانوں سے بھی زیادہ ان کی گفتگو میں مٹھاس ان کے انداز اور ادا میں نفاست کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ایسے بڑھاپے دوسروں کے لئے رحمت بن جاتے ہیں۔

جوانی اور بڑھاپے کا فرق

ظاہر صورت میں تو انسان کی جوانی اور بڑھاپے کا نمایاں فرق نظر آتا ہے مگر باطن کے فرق سے بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ کیونکہ جوانی بڑھاپے کی طرف اس طرح غیر معلوم طریق پر بڑھتی ہے کہ انسان کو اس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب جوانی بڑھاپے کی حدود میں قدم رکھ چکی ہوتی ہے اور وہ اس حالت تک پہنچ جاتا ہے جیسے کوئی سبز درخت کو کاٹ کر پھینک دے اس درخت کی تازگی رفتہ رفتہ خشکی کی طرف تبدیل ہو رہی ہو۔ لیکن غلط فہمی میں مبتلا لوگ بڑھاپے کی حدود میں پہنچ کر بھی اپنے کو جوان خیال کرتے ہوئے اپنی صحت اور اُصول زندگی سے بے پروائی برتتے ہیں۔ اگر وہ قانون صحت اور اصول زندگی کو فطرت کے مطابق اپنالیں تو وہ بڑھاپے میں بھی جوانی بلکہ نوجوانی کا لطف حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر انسان کی عمر فطرت کے مطابق گزرے تو وہ یقیناً طبعی عمر کے ساتھ اپنے طبعی بڑھاپے کو پہنچ سکتا ہے اور طبعی عمر میں انسان کا بچپن اور جوانی بھی طبعی ہونی چاہئیں ورنہ عمر کے غیر طبعی زمانوں سے گزرنے کے بعد انسان کبھی بھی طبعی عمر کو نہیں پہنچ سکتا۔ جس کی مثال کسی درخت کا بیج ہے یعنی اگر بیج صحیح اور سالم اور تازہ ہے اور اس کو مناسب زمین اور ضرورت کے مطابق آب و ہوا مل گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی پوری نگہداشت بھی کی گئی ہے تو یقیناً وہ درخت نہ صرف اپنی طبعی عمر کو پہنچے گا بلکہ صحیح قسم کے پھل بھی دے گا۔ اور آئندہ کے لئے بھی اس کا تخم مفید رہے گا۔ لیکن اگر تخم ریزی کے بعد سے درخت کی طبعی عمر تک اس کی نگرانی نہیں کی گئی تو اس سے حسب خواہ اُمیدیں وابستہ نہیں ہوسکتیں۔ یہی صورت حیوانی زندگی کی بھی ہے۔

اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ اچھے تخم کے ساتھ دو صورتیں اور بھی ضروری ہیں۔ اوّل تخم کے لئے مناسب جگہ اور آب و ہوا۔ دوسرے ضرورت کے مطابق ماحول اوّل صورت کا نام غذا اور دوسری صورت کا نام نگرانی ہے۔ گویا ہر تخم بغیر مناسب غذا اور ضرورت کے مطابق نگرانی کے پروان نہیں چڑھ سکتا۔ جہاں بھی ان تین صورتوں میں سے کسی ایک میں بھی نقص واقع ہو بس وہ زندگی اوّل قائم ہی نہیں ہوگی اور اگر ہوگی تو وہ ناقص اور غیر طبعی ہوگی۔ یہ صورتیں (۱) تخم (۲) غذا (۳) نگرانی ہیں۔ طولِ عمر کو سمجھنے کے لیے ان تینوں صورتوں کو ذہن نشین کر لیں۔

زندگی کی ابتداء

انسان کی طبعی زندگی کے لئے بھی یہی تین فطری اُصول کام کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کی زندگی بھی تخم سے شروع ہوتی ہے جس کو نطفہ کہتے ہیں۔ صحیح نطفہ وہ ہے جب (۱) انسان پوری طرح بالغ ہونے کے بعد شادی کرے۔ (۲) میاں بیوی دونوں کی صحت بہت اچھی ہو۔ (۳) دونوں میں پیار اور محبت قائم ہو۔ جو لوگ ان اُمور کی کوشش نہیں کرتے وہ اپنی اولادوں پر ظلم کرتے ہیں جس کا نتیجہ مریض اولاد کا پیدا کرنا ہے جو نہ طبعی عمر کو پہنچے گی اور ہمیشہ بیمار رہے گی۔

جاننا چاہیے کہ مرد کی منی تخم کا کام کرتی ہے اور عورت کی منی غذا کی صورتیں پیدا کرتی ہے۔ جب نطفہ قرار پاتا ہے گویا مرد کا تخم

اپنی غذا کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے اور بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ عورت کی منی کا وہ ذرّہ جو اس سے واصل ہوا تھا ختم ہو جاتا ہے پھر اس کو عورت کے خون سے غذا ملتی ہے۔ تقریباً دس ماہ تک عورت کے رحم میں انسانی تخم کو غذا ملتی ہے اس کے بعد بچہ کی صورت میں عورت کی گود میں اس کے دودھ سے غذا حاصل کرتا ہے جو تقریباً دو سال تک رہنا چاہیے۔ اس کے بعد بچہ باہر کی غذا کھاتا ہے جو زندگی بھر اس کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ ان تمام ادوار میں انسانی زندگی کے لئے غذا اور نگرانی بے حد اہمیت رکھتی ہیں۔

تخم و غذا اور نگرانی کی مثال ایک چراغ سے دی جا سکتی ہے اور یہی مثال متقدمین اور متاخرین حکماء اور اطباء نے دی ہے، لیکن اکثر لوگوں نے اس کو نہیں سمجھا۔ اس کو پورے طور پر ذہن نشین کرنے سے جوانی و بڑھاپے اور درازی عمر کا مسئلہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر بات اور مسئلہ بغیر مثال اور دلیل کے دماغ فوراً قبول نہیں کرتا۔ اس لئے حکماء نے علوم اور حکمت کو ذہن نشین کرنے کے لئے جگہ جگہ مثالیں اور دلیلیں پیش کی ہیں بلکہ بعض جگہ حکایات کو بیان کیا گیا ہے۔ زندگی و عمر اور جوانی و بڑھاپے کے اثرات اور منزلوں کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے چراغ کی زندگی اور اس کی روشنی دونوں ہدایت راہ اور حیات ہیں۔

چراغ حیات و راہ

چراغ ایک مٹی کا دیا ہو یا کسی دھات کا بنا ہوا ہو یا آج کل کے دور کا بجلی کا بنا ہوا قمقمہ سب چراغ ہی کہلاتے ہیں۔ کوئی بتی اور تیل سے جلتا ہے اور کوئی تار اور بجلی سے روشن ہوتا ہے۔ مقصد سب کا ایک ہی ہے کہ تمام روشنی دیتے ہیں۔ کوئی زیادہ دیتا ہے کوئی کم دیتا ہے، شمع بھی ان ہی میں شریک ہے، مگر اس کو ان میں اس لئے شامل نہیں کیا گیا ہے وہ جب ایک بار بن جاتی ہے اور جلتی ہے تو اس کی کوئی مدد نہیں کی جا سکتی۔ اس کے برعکس دیگر چراغوں میں ضرورت کے وقت تیل اور بجلی کا اضافہ کیا جا سکتا ہے تاکہ روشنی کا سلسلہ قائم رہے۔

جاننا چاہئے کہ انسانی زندگی کا چراغ بھی بتی اور تیل سے روشن ہے۔ یہ بتی ایک عام بتی نہیں بلکہ ایک بجلی کی رو یا لہر ہے جس کو حکماء اور اطباء نے حرارت غریزی کا نام دیا ہے اور تیل ایک خاص قسم کی کیمیاوی رطوبت ہے جس کو رطوبت غریزی کہتے ہیں۔ حرارت غریزی کی مثال اس بیٹری سے دی جا سکتی ہے جو ریل اور موٹر میں رکھی ہوتی ہے، جس میں بجلی محفوظ رہتی ہے اور ضرورت کے وقت اس سے بتیاں روشن کی جاتی ہیں یا اس سے موٹر اور ریل کی بجلی کے انجن کو چلایا جاتا ہے۔ جس کی ترکیب یوں بیان کی جاتی ہے کہ ایک خاص قسم کی دھات میں پانی ملے تیزاب کو بھر دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ بجلی کی مثبت و منفی (پازیٹو اینڈ نیگیٹو) تاریں جوڑ دی جاتی ہیں۔ پھر اس کو "ڈائنمو" سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ جب ڈائنمو چلتا ہے اور بجلی پیدا کرتا ہے تو بجلی اس تیزاب ملے پانی میں محفوظ ہوتی رہتی ہے اور ضرورت کے وقت وہی بجلی جلنے کا کام دیتی ہے یہی محفوظ بجلی حرارت غریزی (انسانی زندگی کی بتی) کی صحیح مثال ہے اور رطوبت غریزی کی صحیح مثال وہ تیزاب ملا پانی ہے جس میں بجلی محفوظ رہتی ہے جس طرح چراغ کی بتی بغیر چراغ کے جل نہیں سکتی، اسی طرح بجلی کی رو یا لہر تیزاب ملے پانی کے بغیر نہ قائم رہتی ہے اور نہ چل سکتی ہے۔

انسانی زندگی میں بھی حرارت غریزی جو ایک بجلی کی رو کی حیثیت رکھتی ہے جو رطوبت غریزی میں محفوظ رہتی ہے، وہ بغیر رطوبت غریزی کے نہیں جل سکتی۔

شعلہ یا روح

جاننا چاہیے کہ حرارت غریزی جو رطوبت غریزی میں محفوظ ہے، بالکل اس طرح جیسے کوئی بتی تیل میں ڈال دی جائے اور وہ جلا دی جائے۔ لیکن وہ خود بخود نہیں جل سکتی۔ اسی طرح حرارت غریزی بجلی کی رو (لہر) جس کی مثال بتی کی ہے وہ جلنے کے لئے شعلہ کی محتاج ہے۔ یہ شعلہ روح سے پیدا ہوتا ہے، جس کو انگریزی میں سپارک کہتے ہیں۔ بعض محققین اور حکماء کو مغالطہ ہے کہ روح کو ہوا تصور کرتے ہیں اور اس کو ایک لطیف روح سے مشابہت دیتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ روح ایک شعلہ (سپارک) ہے، جو بھڑک اُٹھتا ہے۔ لہٰذا اس کو ایسی ہوا سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جو بھڑک اُٹھتی ہے۔ چونکہ ہمارے ہاں روح پھونکنا ایک محاورہ ہے، اس عمل کی وجہ سے بھی ایک مغالطہ پڑتا ہے اور روح کو ہوا کی ایک لطیف قسم خیال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ روح کی مشرقی اور مغربی تصورات میں بہت کچھ فرق ہے اور لفظ روح کے معنی انگریزی الفاظ سپرٹ مگر سپرٹ (جوہر شراب) اس میں جو بھڑک اٹھنے کی خاصیت ہے۔ اس سے روح کے ایک پہلو کی ضرور وضاحت ہوتی ہے۔ دوسری دلیل مادہ اور جوہر کی ہے۔ اگر ان دونوں کی تقسیم کو جاری رکھا جائے تو آخر میں ان دونوں کا اختتام بھی ایک شعلہ میں ہوگا۔ تیسری دلیل ذرہ ہے جو کہ ایٹم کے بعد ختم ہوتا ہے جو بذاتِ خود شعلہ ہے۔ چوتھی دلیل قدیم آیورویدک سائنس کی ہے جو پانچ عناصر تسلیم کرتی ہے اور ان کی پیدائش اس طرح تسلیم کرتی ہے کہ مٹی (پرتھوی) کی پیدائش پانی (جل) سے اور جل کی پیدائش آکاش (اثیر) سے ہوئی ہے۔ آگ اگر شعلہ ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اثیر (آکاش) آگ کا سمندر ہے جو اس کائنات کے اوپر پھیلا ہوا ہے اور آفاق کا سلسلہ اس سے قائم ہے جس کو ہم روح عالم کہتے ہیں۔

نفس و آفاق

اگر نفس اور آفاق کے تعلق کو آپس میں جوڑا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ دونوں آگ کے قبل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہندو علم العقائد میں آتما اور پرماتما کی تعلیم پر اگر غور کیا جائے تو وہ بھی بہت کچھ نفس اور آفاق کے تصورات اور اثرات کی ایک ہندی شکل ہے۔ اس نفس و آفاق اور آتما پرماتما کی توضیح کا مقصد یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا آگ سے تعلق اور صرف آگ ہی میں ایک قوت ہے جو زندگی بخشتی ہے، پرورش کرتی ہے، تحلیل کرتی ہے، حرارت بخشتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آگ کی پوجا ہوتی ہے اور فرقہ زرتشت خدا کا تصور آگ سے کرتا ہے۔ اور قرآن حکیم نے جو رب کا لفظ دیا ہے اس میں بھی پرورش و حرارت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہے کہ روح کو ہوا کہنا بالکل غلط فہمی ہے۔ بلکہ اس کو شعلہ اور سپرٹ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ یہی شعلہ انسانی جسم میں حرارت غریزی کو روشن رکھتا ہے یا اس سے حرارت غریزی جلتی ہے اور زندگی قائم رہتی ہے۔ حرارت غریزی ختم ہو جائے یا شعلہ کسی صورت بجھ جائے تو زندگی کو فنا آجاتی ہے۔ گویا حرارت غریزی پیدا نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے اس پر زندگی کا قیام ہے۔

حرارت غریزی

حرارت غریزی کے متعلق اگرچہ حکماء متقدمین اور متاخرین میں اختلافات ہیں۔ لیکن وہ سب اس امر پر متفق ہیں کہ حرارت غریزی ایک ایسی حرارت ہے جو قیام نطفہ کے وقت یا مرد اور عورت کے مادہ تولید کے ملنے کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور اسی پر زندگی قائم ہے اور جب وہ ختم ہو جاتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کو حرارت اصلیہ بھی کہتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق حرارت غریزی بڑھائی نہیں جاسکتی۔

اس کے برعکس فرنگی سائنس اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ حرارت غریزی کوئی حرارت اصلیہ نہیں ہے بلکہ جسم انسان میں پیدا شدہ حرارت کا نام ہے اس کو جس قدر بھی چاہے انسان بڑھا سکتا ہے۔ ان دونوں مقدمات میں جو مغالطہ ہے وہ اس طرح نکالا جا سکتا ہے کہ روح کو شعلہ تسلیم کیا جائے اور حرارت غریزی کو جلنے والا مادہ (بتی)، تو حقیقت اس طرح سامنے آ جاتی ہے کہ شعلہ پھر روشن نہیں کیا جا سکتا اگرچہ حرارت غریزی کو زیادہ سے زیادہ جس قدر بھی بڑھایا جائے۔ اس سے دو مقدمات واضح ہو جاتے ہیں کہ انسان حرارت غریزی کے ساتھ زندہ ہے اور حرارت غریزی بڑھائی جا سکتی ہے۔ اور اگر شعلہ کو روشن رکھا جائے تو اس طرح انسان ایک لمبی عمر تک بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ دلیل کے طور پر ہم چند شواہد بھی پیش کر سکتے ہیں۔ مثلاً پیدائش کے بعد تندرست بچہ کا مر جانا یا تندرست نوجوان کا دم گھٹ جانا، یا ڈوب جانا، بلند مقام سے گر کر مر جانا اور بہت خون خارج ہو جانے کے بعد موت کا واقع ہو جانا۔ ان سب حقائق سے صاف ظاہر ہے کہ حرارت غریزی تو جسم میں قائم تھی مگر روح کا شعلہ بجھ گیا ہے۔ اور اسی پر زندگی کا دارومدار ہے۔ قرآن حکیم سے روح کے متعلق علم کچھ اس طرح سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ سے روح کے متعلق سوال کیا جاتا ہے، یسئلونک عن الروح (روح کے متعلق وہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں)۔ قل الروح من امر ربی (کہہ دو کہ روح میرے ربّ کا امر ہے)۔ ربّ کو ہم نے شعلہ اور نور سے تشبیہ دی ہے۔ اور امر وہ عمل ہے جو ربّ کی طرف سے صادر ہوتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ روح ایک شعلہ، نور اور روشنی ہے جو ضرورت کے وقت ربّ العالمین کے حکم سے اپنا امر پورا کرتی ہے۔ حکماء نے جسم انسان میں ایک طبی روح تسلیم کی ہے۔ جس کو مذہبی روح سے ایک الگ ہستی قرار دیا ہے۔ اس روح طبی کے متعلق اس طرح کہا گیا کہ الروح۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ طبی روح ایک لطیف گیس ہے۔ جو جلتی ہے اور شعلہ قبول کرتی ہے۔ فرنگی سائنس نے اس کو آکسیجن سے تشبیہ دی ہے۔ اس کو حرارت غریزی کہہ لیا جائے یا حرارت غریزی کے مدد و معاون کرنے والا مادہ جس نے ایٹم پھٹنے کے بعد حرارت غریزی کو پیدا کر دی۔ اس توضیح سے ہم زندگی کے بہت قریب پہنچ جاتے ہیں یعنی ہم حرارت غریزی (جلنے والی بتی) پیدا کر سکتے ہیں۔ البتہ اس میں شعلہ کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ اگر ہم موجودہ دور کے ان سائنسدانوں کے تجربات کی طرف غور کریں کہ انہوں نے بعض چھوٹے چھوٹے جانوروں کو مار دینے کے کئی گھنٹوں بعد زندہ کیا ہے یا ایسے انسانوں کو دوبارہ زندگی بخشی ہے جو ڈوب کر مر گئے تھے یا بجلی کے شاک سے مر گئے تھے یا آکسیجن کے ٹینٹ میں مرنے والوں کو زندہ رکھ کر ان کو موت سے باہر گھسیٹ لیا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آئندہ بہت جلد انسان اس امر پر قابو پا لے گا کہ وہ روح کا شعلہ پھر روشن کر دے تجربہ صرف یہ کرنا ہے کہ حرارت غریزی کو کس گیس سے روشن کیا جا سکتا ہے۔ اس میں مذہب کے خلاف کوئی بات پیدا نہیں ہوتی وہ بھی امر ربی ہی ہوگا۔ بلکہ یوں خیال کرنا چاہیے کہ خداوند حکیم نے ہمیں خود زندگی کے طریق سے آگاہ کر دیا ہے۔

بڑھاپا اور امراض

اگر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے کہ حرارت غریزی زندگی کے لئے ایک بتی ہے تو پھر یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ بڑھاپا اور امراض اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب حرارت غریزی کمزور ہو جاتی ہے جس طرح اس کے بجھ جانے کے بعد موت واقع ہو جاتی ہے، جب ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حرارت غریزی پیدا کی جا سکتی ہے اور قبل از وقت بڑھاپے کا علاج تو احسن طریق پر کیا جا سکتا ہے۔ قبل از وقت بڑھاپے پر فتح حاصل کرنے کے بعد روح کا شعلہ روشن کرنے سے موت پر بھی فتح پائی جا سکتی ہے۔

اس شعلہ کے سلسلہ میں علامہ اقبال کا شعر ذیل قابل غور ہے۔ جس میں شعلہ کو روح کے متبادل کس خوبصورتی اور معنی افروز صورت میں استعمال کیا گیا ہے ؎

کس قدر بیباک اس خاکداں پیکر میں تھا　　　شعلہ گردوں نور اک مشت خاکستر میں تھا

اس شعر میں معنی افروز صورت یہ ہے کہ ایک طرف شعلہ کو دِل کے لئے استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے اور دِل مقام روح ہے دوسری طرف اس کو شعلہ گردوں نورد کا نام دیا ہے یعنی آفاق کا جز کہا ہے۔ جس سے نفس اور آفاق کے تعلق کو واضح کر دیا ہے۔ یہی مقصد ہمارا بھی ہے کہ روح ایک شعلہ ہے اور اس کا تعلق آفاق کے ساتھ نفس اور آفاق کا تعلق کس طرح قائم ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری کتاب تحقیقات نزلہ زکام وبائی میں مطالعہ کریں۔ اس طرح آفاق ونفس اور روح وحرارت غریزی کے افعال کو سمجھا جا سکتا ہے کہ انسانی زندگی کے تمام افعال ہمیشہ آفاقی ہوتے ہیں اور اس کے اعمال کا فرق صرف شرف وفضیلت اور شعور کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کے بعد حرارت غریزی کا تعلق رطوبت غریزی سے کس طرح قائم ہے جو ارضی مادہ ہے جو حرارت غریزی (بتی) کے لئے بطور غذا ہے جو شعلہ روح سے جلتی ہے۔

رطوبت غریزی

حرارت غریزی کی طرح حکماء متقدمین ومتاخرین رطوبت غریزی کو بھی رطوبت اصلیہ کہتے ہیں جو بوقت نطفہ قائم ہوتی ہے اور مدت تک قائم رہتی ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں کی جاسکتی اس لئے جوانی واپس نہیں آ سکتی اور موت کا علاج ممکن نہیں ہے۔ جس کے لئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ انسان کے اعضاء اصلیہ جو رطوبت غریزی یا رطوبت اصلیہ سے تیار ہوتے ہیں، اگر ان میں نقصان واقع ہو جائے تو دوبارہ وہ بن نہیں سکتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی حرارت غریزی کی طرح وہی مغالطہ ہے کیونکہ جب حرارت غریزی کی پیدائش ممکن ہے جو کہ ایک آفاقی شے ہے جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں تو رطوبت غریزی کی پیدائش کیوں ممکن نہیں جو خالص ارضی شے ہے۔ جہاں تک اعضاء اصلیہ کا تعلق ہے وہ صرف ایک بوند سے تمام جسم انسانی کو کیسے تکمیل کر سکتے ہیں۔ جب مادہ تولید مرد اور عورت کامل کا نطفہ قرار پاتا ہے تو وہ تین حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے: (۱) بنیادی اعضاء (۲) حیاتی اعضاء (۳) خون۔ بنیادی اعضاء میں ہڈی ورباط اور اوتار بنتے ہیں۔ اس کی اصل الحاقی مادہ (کنکٹوٹشو) سے ہوتی ہے۔ حیاتی اعضاء سے اعصاب خون کا مرکز دماغ، عضلات جن کا مرکز دِل اور غدود جن کا مرکز جگر ہے۔ دِل ودماغ جگر یہی تینوں اعضاء رئیسہ ہیں جو عضلاتی، اعصابی اور اپی تھیلیل ٹشوز سے تیار ہوتے ہیں۔ جن سے بافتیں (ٹشوز) بننے کے بعد اعضاء تیار ہوتے ہیں۔ خون جو مرکب عناصر اور حامل روح طبی اور حرارت ہے جس سے ہمیشہ بنیادی اور حیاتی اعضاء کو غذا ملتی رہتی ہے۔ جس طرح ہڈی کے ٹوٹ جانے کے بعد اس کے خلیے پھر بڑھ کر آپس میں جڑ جاتے ہیں، بالکل اسی طرح گوشت اور غدد کے خلیے بھی بڑھ کر آپس میں جڑ جاتے ہیں۔ کمی صرف یہ پڑ جاتی ہے کہ ان کے درمیان ایک گرہ سی پڑ جاتی ہے جس سے ان میں فرق آ جاتا ہے اس وجہ سے ان میں بجلی کی رو پورے طور پر گزر نہیں سکتی۔ دوسرے طبیعت جو تمام جسم کی پرورش کی ذمہ داری ہے۔ کسی خاص عضو کی طرف انتہائی طور پر متوجہ نہیں ہوسکتی اس لئے اعضاء کی دوبارہ نشوو ارتقاء ذرا مشکل ہو جاتی ہے۔ ورنہ اعضاء اصلیہ بھی دوبارہ بن جاتے ہیں جن کی مثال دانت ہیں۔ یعنی اگر جسم میں ان کا مادہ کافی مقدار میں ہے تو وہ پھر بھی نکل آتے ہیں۔ ناخن اور بال ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔ لیکن جب ان کا مادہ خراب ہو جاتا ہے تو ان میں خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ مجھے ایک لڑکی دیکھنے کا اتفاق ہوا، جس کے پاؤں کے تلووں میں انگلی انگلی موٹے کانٹے پیدا ہو جاتے تھے۔ اس بیچاری کا چلنا پھرنا انتہائی مشکل ہو جاتا تھا۔ جب وہ کٹوا دیئے

جاتے تھے تو دوبارہ نکل آتے تھے۔ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ رطوبت غریزی ہمیشہ تیار ہوتی رہتی ہے اور جسم انسان میں خرچ ہوتی رہتی ہے۔ یہ رطوبت غریزی وہی رطوبت اصلیہ نہیں ہے جو نطفہ کے ساتھ قائم ہوئی تھی اور موت تک قائم رہتی ہے۔ البتہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ رطوبت غریزی یا رطوبت اصلیہ اس رطوبت کا نام ہے جو چوتھے ہضم کے بعد جسم انسان میں جذب ہو جاتی ہے اور اعضاء بننے یا حرارت غریزی کی غذا بننے کے لئے تیار ہو جاتی ہے اور کم و بیش یہ ہمیشہ تیار ہوتی رہتی ہے۔ اسی رطوبت پر زندگی و جوانی اور صحت و خوبصورتی کا دارومدار ہے۔ جب اس میں کمی بیشی وخرابی اور فساد واقع ہو جاتا ہے تو مرض و بڑھاپا اور بدصورتی کے اثرات ہو جاتے ہیں۔ بس اس کی صحیح پیدائش اور حفاظت ہی زندگی ہے۔

رطوبت غریزی کی پیدائش

رطوبت غریزی جس کو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہی رطوبت اصلیہ ہے جو نطفہ کی صورت مادہ تولید میں منتقل ہو جاتی ہے۔ یہی اس کی زبردست دلیل بھی ہے کیونکہ مادہ تولید ہمیشہ رطوبت غریزی سے پیدا ہوتا رہتا ہے جس کو خصیے اور دیگر عناصر تیار کرتے رہتے ہیں۔

رطوبت غریزی چوتھے ہضم کے بعد پیدا ہوتی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے پہلا ہضم اس وقت ہوتا ہے جب غذا معدہ میں جاتی ہے اور وہ رطوبت معدی کے ملنے سے آش جو کی صورت میں محلول ہو جاتی ہے اس کو کیلوس اور فرنگی طب میں کیموس کہتے ہیں۔ اس کا لطیف حصہ جو زیادہ تر نشاستہ پر مشتمل ہوتا ہے مجریٰ صدر کے ذریعے دِل میں چلا جاتا ہے، اس کا ثقیل حصہ اثنا عشری آنت کے راستے امعاء میں اُتر جاتا ہے۔ جہاں پر دوسرا ہضم شروع ہوتا ہے۔ اس ہضم میں امعائی رطوبات کے علاوہ جگر سے صفراء اور لبلبہ کی رطوبات شامل ہوتی ہیں۔ اس ہضم کا لطیف حصہ جگر میں جذب ہو جاتا ہے جہاں پر تیسرا ہضم شروع ہوتا ہے۔ جگر میں کیموس حرارت سے پکتا ہے اور باقی اخلاط کے ساتھ خون کی سرخ رنگت اختیار کرتا ہے۔ پھر اس کے ذریعے دِل میں پہنچ کر شش کے ذریعے سے صاف ہو کر شریانوں کے ذریعے عروق شعریہ کے راستہ غدد کی وساطت سے جسم پر شبنم کی طرح ترشح پاتا ہے جس کو رطوبت طلیہ (لمف) کہتے ہیں۔ یہ چوتھا ہضم ہے جہاں یہ جذب ہو کر کیسوں (سل) میں چلی جاتی ہے اور یہی رطوبت غریزی یا رطوبت اصلیہ ہے۔ ہم نے ہضم غذا کی اس حالت کو کہا ہے۔ جب غذا کسی حصہ جسم میں تحلیل ہو کر اپنی شکل بدل دے اور قابل جذب بن جائے۔ بعض حکماء اور اطباء نے ہضم اس صورت کو لکھا ہے جب غذا ایک حصہ جسم سے دوسرے حصہ جسم میں جذب ہو جائے یہ مغالطہ ان کو اس لئے پیدا ہوا ہے کہ انہوں نے ہضم میں چار قوتوں کو تسلیم کیا ہے: (۱) جاذبہ (۲) مسکہ (۳) ہاضمہ (۴) دافعہ۔ یعنی ان کے بغیر ہضم نہیں ہوگی وہ مکمل ہضم نہیں کہلا سکتی۔ بہرحال دونوں صورتوں میں کوئی خاص فرق پیدا نہیں ہوتا۔ بہرصورت رطوبت غریزی یا رطوبت اصلیہ اس طرح تیار ہوتی ہے۔

مقام رطوبت غریزی

رطوبت غریزی کا مقام وہ کیسے یا خلیے ہیں جن سے جسم انسان تیار ہوتا ہے جیسا کہ ہم اوپر تشریح کر چکے ہیں۔ یہ کیسے چار قسم کے ہوتے ہیں: (۱) عصبی کیسے (۲) عضلاتی کیسے (۳) غدی کیسے (۴) الحاقی کیسے۔ جن کے آپس میں ملنے سے بافتیں اور ساختیں (ٹشوز) تیار ہوتی ہیں۔ اور انہی چار اقسام کی بافتوں اور ساختوں سے مکمل جسم انسان تیار ہوتا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اگر چاروں ہضم درست رہیں گے تو رطوبت غریزی صحیح طور پر تیار ہوگی، جس سے صحت و جوانی اور خوبصورتی قائم رہے گی۔ اور اگر یہ رطوبت غریزی صحیح طور پر تیار نہ ہوئی یعنی اس میں کمی بیشی وخرابی اور فساد پیدا ہو گیا، تو قبل از وقت بڑھاپا اور امراض پیدا ہو جائیں

گے۔ جس ہضم میں خرابی اور فساد واقع ہوا تو مرض اسی مقام پر ہوگا۔ **یعنی اگر پہلے ہضم میں خرابی ہوئی تو امراض نظام غذائیہ میں پیدا ہوں گے جن کا تعلق عضلات سے ہے، اگر خرابی دوسرے ہضم میں ہوئی تو امراض نظام غدی پیدا ہوں گے جن کا مرکز جگر ہے۔ اس نظام کا فضلہ بول ہے۔ اگر خرابی تیسرے ہضم میں پیدا ہوگی تو امراض دمویہ پیدا ہوں گے جن کا تعلق اعصاب کے ساتھ ہے جن کا مرکز دماغ ہے۔ اس کا فضلہ پسینہ ہے۔ اگر خرابی چوتھے ہضم میں ہوگی تو امراض ہوایہ پیدا ہوں گے، جن کا تعلق روح طبعی کے ساتھ ہے، اس کا محرک نفس ہے۔ اس کا فضلہ دخان (کاربانک ایسڈ گیس) ہے۔** انہی فضلات سے ایک طرف جسم انسان کی صفائی ہوتی ہے اور دوسری طرف یہی فضلات جن راستوں سے گزرتے ہیں، وہاں پر تحریک اور تقویت کا باعث ہوتے ہیں۔ مثلاً دخان (کاربانک ایسڈ گیس) قلب و شش جنسی اعضاء اور ذہن میں تحریک اور تیزی پیدا کرتی ہے۔ ان نظاموں کی تفصیل میری کتاب ''مبادیاتِ طب'' میں ملاحظہ کریں۔

خلیہ ایک ایسا حیوانی ذرّہ ہے، جس میں زندگی کے ساتھ تولید کی قوت بھی ہوتی ہے۔ اس میں نظام غذائیہ، نظام تصفیہ اور نظام تسنیم یعنی نظام ہوایہ قائم ہیں۔ اس کو کیسہ (سیل) بھی کہتے ہیں۔ اس کے اندر رطوبت بھری ہوتی ہے جس کو پروٹو پلازم (مادہ حیات) کہتے ہیں۔ جس کو ہم رطوبت غریزی یا رطوبت اصلیہ کہتے ہیں۔ اس کے اندر ایک مرکزی نقطہ ہوتا ہے جس پر اس خلیے کی زندگی کا دار و مدار ہے۔ اس کو (نیوکلیس) مرکز حیات کہتے ہیں۔ اس مرکز حیات میں بھی ایک قسم کی رطوبت ہوتی ہے اور یہ مرکز حیات اور مادہ حیات کے گرداگرد لپٹے ہوتے ہیں۔ ان میں بھی مختلف اقسام کی رطوبت بھری ہوتی ہیں۔ ان تمام رطوبات کے مختلف افعال ہیں جن کی تشریح طوالت کا باعث ہے۔ یہاں پر مقصد بیان یہ ہے کہ ہر خلیہ اپنے اندر رطوبت اور زندگی کا مرکز رکھتا ہے اور تمام جسم انہی کیسوں سے مرکب ہے جن کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اور یہی کیسہ انسانی زندگی کا ابتدائی یونٹ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں جہاں بھی زندگی پائی جاتی ہے، چاہے وہ حیوانات ہوں یا نباتات، وہاں پر زندگی ایک خلیہ کی صورت میں ہی پائی جاتی ہے۔ یہ خلیے کہیں آزاد اور کہیں آپس میں ملے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ان کی آزاد صورتوں میں امیبا، جراثیم اور کرم منی ہیں۔ ان سب میں زندگی اور قوت تولید کے ساتھ ساتھ نظامہائے غذایہ و تصفیہ اور تسنیم پائے جاتے ہیں۔ ان سب کی تولید تقسیم در تقسیم کے اصولوں پر عمل میں آتی ہے اور اکثر خوشوں اور گچھوں کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔

حیات خلیہ

ایک خلیہ میں کئی نظامہائے حیات پائے جاتے ہیں جن کا ذکر اوپر کر دیا گیا ہے مگر ان سب میں اہم نظام زندگی ہے۔ اسی نظام زندگی سے حیات انسانی کا تعلق وابستہ ہے۔ ایک خلیہ کی زندگی بہت مختصر ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ تقریباً ہر اڑھائی سال بعد انسانی جسم کے تمام خلیے بالکل بدل جاتے ہیں اور تمام خلیے نئے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر خلیے کی زندگی میں تین چیزیں نہایت اہم ہیں جن سے ان کی زندگی اور تولید قائم ہے۔ اوّل مرکز حیات (نیوکلیس) دوسرے مادہ حیات (پروٹو پلازم) اور تیسرے تسنیم یعنی روح طبی اس کو آکسیجن کا نام دیا جا سکتا ہے اور یہ تین چیزیں صحیح حالت میں قائم ہیں تو زندگی قائم اور تولید جاری رہتی ہے کیونکہ سائنسی تجربہ سے ظاہر کہ اگر کسی خلیے کو اس طرح کاٹ دیا جائے کہ اس میں مرکز حیات کا کچھ حصہ بھی شامل نہ ہو تو خلیہ کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور اس میں تولید باقی نہیں رہتی۔ دوسری صورت میں اگر مادہ حیات باقی نہ رہے یا وہ زہر آلود ہو جائے تو بھی زندگی فنا ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں تسنیم اگر ایک گھڑی بھی نہ پہنچے تو خلیہ مرجھا کر مردہ صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بہر حال خلیے کی حیات و قیام انہی تینوں چیزوں پر قائم ہے۔

ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی حیات (نیوکلیس) تقسیم ہو کر نئے خلیے پیدا کرتا ہے مگر نئے خلیات پیدا کرنے میں مادہ حیات

(پرٹوپلازم) اور تسنیم (آکسیجن) کے بے حد اہم کردار ہیں۔ کیونکہ ان ہی دونوں سے ان کے مرکز حیات کو غذا ملتی ہے اور مرکز حیات کی تکمیل اسی مادہ حیات اور تسنیم سے ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مادہ حیات اور تسنیم میں یہ قوت ودیعت کی گئی ہے کہ وہ نئے مرکز حیات پیدا کرتے رہیں۔ تاکہ زندگی قائم اور دائم رہے۔ اگر ہم کسی طرح مادہ حیات کو صحیح حالت میں قائم رکھ سکیں اور تسنیم کا سلسلہ جاری رہے تو زندگی کبھی ختم نہیں ہوسکتی یا کم ازکم ایک لمبی زندگی کا قیام ممکن ہے۔

طبی روح، حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کی حیات خلیہ سے مطابقت

زندگی کو سمجھ لینے کے بعد اس امر پر غور کریں کہ حرارت غریزی زندگی کے لئے ایک مرکز حیات (نیوکلیس) ہے، مادہ حیات رطوبت غریزی کے قائم مقام ہے اور روح طبی تسنیم کے فعل انجام دیتی ہے۔ یعنی حرارت غریزی اگر زندگی وقوت اور تولید و پرورش قائم رکھتی ہے تو رطوبت غریزی اور روح طبی اس کو نہ صرف تغذیہ بہم پہنچاتے ہیں بلکہ نئی حرارت غریزی بھی پیدا کرتی رہتی ہیں۔ اس حرارت غریزی کی مثال چراغ سے دی گئی ہے۔ اور رطوبت غریزی کی مثال تیل سے دی گئی ہے۔ اور روح طبی کی مثال وہ مادہ ہے جو بھک کر کے جلتا ہے جس کو شعلہ (روح) جلا دیتی ہے۔ شعلہ روح طبی سے ایک جدا شے ہے، ہم اس کو شعلہ مذہبی روح کا نام دیتے ہیں یعنی (امر ربی) اس طرح زندگی قائم ہے۔

حرارت غریزی کی پیدائش

رطوبت غریزی کی پیدائش جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ وہ غذا کا چوتھا ہضم ہے اور ہماری غذا کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی رہتی ہے۔ یہاں پر اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ حرارت غریزی ہمیشہ رطوبت غریزی سے پیدا ہوتی رہتی ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں: (۱) گرم اغذیہ جو کھائی جاتی ہیں ان کی حرارت خون میں محفوظ ہو کر رطوبت غریزی میں پہنچتی رہتی ہے۔ (۲) جسم کے اعضاء خصوصاً عضلات جن کا مرکز قلب ہے وہ اپنے مشینی اثر سے حرارت پیدا کرتے رہتے ہیں اور یہ بھی خون میں محفوظ ہو کر رطوبت غریزی میں پہنچ جاتی ہے۔ (۳) گردش خون کے ساتھ ساتھ جب ذرّات خون حرکت کرتے ہیں تو ان کی رگڑ اور تیز رفتاری سے خون میں حرارت اور بجلی پیدا ہوتی رہتی ہے جو اعصاب کے ذریعے (جن کی مثال بجلی کے تاروں کی طرح ہے)۔ رطوبت غریزی میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح اندرونی دیگر کیمیاوی اعمال سے بھی حرارت کی پیدائش عمل میں آتی رہتی ہے۔ ان تمام صورتوں سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ جب رطوبت غریزی میں جمع ہوتی رہتی ہے تو وہاں کے کیمیاوی اعمال سے مل کر حرارت غریزی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ جیسے موٹر اور ریل گاڑی کی بیٹری میں بجلی محفوظ ہوتی رہتی ہے اور ضرورت کے وقت اس سے انرجی (طاقت) کا کام لیا جاتا ہے۔ یعنی بتیاں جلائی جاتی ہیں پنکھے جلائے جاتے ہیں۔ انجن کو رواں (سٹارٹ) کیا جاتا ہے، انسانی زندگی کی مشین بھی اسی سے رواں دواں ہے۔

ہائیڈروجن بم

یہاں پر یہ امر بھی ذہن نشین کر لیں کہ پانی میں بذاتِ خود آگ پنہاں ہے۔ یعنی جب خالص پانی (ہائیڈروجن) کے ذرّے (ایٹم) کو پھاڑا جاتا ہے تو وہ جل اُٹھتا ہے، بلکہ وہ سخت اشتعال اور شعلہ پیدا کرتا ہے اور جو کچھ بھی اس کے سامنے ہوتا ہے، اس کو جلا دیتا ہے۔ اسی خالص پانی کے ذرّے (ہائیڈروجن ایٹم) سے ہائیڈروجن بم تیار کیا گیا ہے جو ایٹم بم سے کئی گنا زیادہ تیز ہے۔ اس امر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پانی میں حرارت محفوظ رہ سکتی ہے یہ شانِ خداوندی ہے جس کو عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ پانی اور آگ ایک دوسرے

کے مخالف عنصر ہیں وہ کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے مگر پانی کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آکسیجن اور ہائیڈروجن کا مرکب ہے آکسیجن کو تو ہم آگ تسلیم کر چکے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ نئی بات یہ ہے کہ خالص پانی (ہائیڈروجن) جس میں آکسیجن نہیں ہوتی وہ خود آگ ہے اور جب اس کا ذرّہ پھٹتا ہے تو بھک سے جل کر شعلہ بن جاتا ہے۔

پانی میں آگ اور حرارت کو محفوظ کرنا یہ ایک قدرت کا راز ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ حرارت اور آگ کو اپنی تیزی سے روکا جائے۔ نہیں تو آگ ایک دم تمام کائنات بلکہ آفاق تک کو جلا کر راکھ کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ ایٹم (ذرّے) کو جلانے کا راز ہزاروں سالوں تک معلوم نہ ہوسکا۔ ورنہ ایٹم کا علم تو یونانی حکیم ومکرتیس نے معلوم کر لیا تھا۔ اور ساتھ ہی یہ علم الیقین بھی تھا کہ اگر ذرّے کو پھاڑ دیا گیا تو اس کے جل اٹھنے سے تمام کائنات جل جائے گی۔ اس کو اس انداز سے پھاڑا جائے کہ اس کی آگ ایک حد تک اثر کرے اور اس کی طاقت پر قابو پا لیا جائے۔ جب یہ راز گذشتہ جنگ میں جرمنی کے آمر مختار ہٹلر کے سائنس دانوں نے معلوم کر لیا اور وہ چاہتا تھا کہ یورپ اور امریکہ کو جلا دے۔ مگر وہ شکست کھا گیا۔ اور اس کے سائنس دانوں نے امریکہ میں جا کر ایٹم بم بنایا۔ جو بدقسمت جاپان کے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرے اور چھ چھ میل تک ہر قسم کی زندگی جلا کر راکھ کر دی گئی۔ بلکہ زمین تک جھلس گئی اور اس زمین کی مٹی جس جس جگہ پڑی اس کو بھی جھلس دیا اور لاکھوں انسان فنا اور برباد ہو گئے۔

خداوند حکیم کی قدرت کاملہ اور فطرت بالغہ کے ہر ذرّے میں ہزاروں راز اور اسرار موجود ہیں۔ صرف دیکھنے والی آنکھ، جاننے والا دماغ اور سمجھنے والا دِل درکار ہے۔ انسان ان رازوں اور حقائق کو دیکھ کر حیران اور دنگ رہ جاتا ہے اور وہ اپنی عقل کو بھی نامکمل خیال کرتا ہے۔ کیونکہ ہم اپنی عقل سے جو قصے و دلائل، تصورات و تصدیق اور کلیات و جزیات قائم کرتے ہیں۔ نئی تحقیقات میں سب پاش پاش ہو جاتے ہیں اس لئے فوراً اپنی معلومات اور تجربات پر نظرِ ثانی کرتے ہیں۔ اور نئے سرے سے کلیات و جزیات اور تصورات و تصدیقات اور ان کے دلائل قائم کرتے ہیں۔

اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ پانی بذاتِ خود اپنے اندر حرارت کی قوت رکھتا ہے اور اس سے حرارت غریزی تیار ہوتی رہتی ہے۔ دراصل حیات کائنات اور زندگی صرف پانی ہے۔ یہی حقیقت کی تشریح جس کے لیے قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ زندگی کا دارومدار پانی پر ہے۔ اس حقیقت کی تشریح یہ ہے کہ آگ تنہا بغیر کسی دیگر عنصر کے ایک دم جلا دیتی ہے۔ اور مٹی تنہا ایک جسم کی صورت ہے جو بذاتِ خود زندگی نہیں ہے مگر اس میں زندگی قبول کرنے کی استعداد ہے باقی دو ارکان رہ جاتے ہیں ایک ہوا اور دوسرا پانی۔ ہوا میں فوراً بھک سے اڑ جانے کی خصوصیت ہے۔ اگرچہ ہوا میں بھی ایسی گیسیں ملی ہوتی ہیں جو آگ کو بجھاتی ہیں تاہم اس کا وہ حصہ جو زندگی بخش ہے جس کو نسیم (آکسیجن) کہتے ہیں وہ بھک سے جل جاتا ہے۔ یہی ہوا کا بڑا جز ہے جو اپنے اندر آگ سی خصوصیات رکھتا ہے حقیقت یہ کہ اس کی پیدائش آگ سے ہے جس کی حفاظت کے لئے اس میں ہوا کے دیگر اجزا ملا دیئے گئے ہیں۔ دوسرا رُکن پانی (واٹر) ہے۔ جس میں آکسیجن شامل ہے تاکہ آکسیجن کی حفاظت ہوتی رہے اور آگ اور پانی کا تعلق قائم رہے۔ زندگی کے لئے جہاں ہوا کی اہمیت ہے کیونکہ وہ زندگی کو دھکیلتی ہے جس کا صحیح مفہوم انگریزی لفظ (فورس) سے ذہن نشین ہوسکتا ہے۔ وہاں پر پانی کی بھی از حد ضرورت ہے کیونکہ زندگی اس پر قائم ہے اس کا صحیح مفہوم بھی انگریزی لفظ (انرجی) سے ذہن نشین ہوتا ہے۔ فورس اور انرجی دونوں کے معنی قوت ہیں مگر ایک انگریزی دان بھی ان کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔ البتہ ایک سائنسدان ان کو پوری طرح سمجھ سکتا ہے۔ ان کا مفہوم اس طرح آسانی سے ذہن نشین کیا جا سکتا ہے کہ ہم انرجی کو ایسی قوت تصور کر لیں جس سے جسم میں غذائیت پہنچتی ہے چاہے اس کی صورت روٹی پانی وکوئلہ لکڑی تیل

گھی اور مٹی کا تیل اور پٹرول کی ہو چاہے حرارت اور بجلی کی ہو جو جسم میں جا کر خرچ ہو اور اس کا کچھ حصہ جزو بدن بنے مگر فورس وہ قوت ہے جو اعضاء میں انقباض اور مضبوطی پیدا کرتی ہے اور اعضاء کو تیار کرتی ہے کہ وہ انرجی کو جذب کر کے جزو بدن بنائیں۔ گویا زندگی کے لئے انرجی ایک اہم شے ہے جو فورس کے ذریعے جسم میں خرچ ہوتی ہے۔ انرجی کی مثال پانی اور فورس کی مثال ہوا سے دی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ میں ربّ کے بعد رحمٰن اور رحیم دیئے گئے ہیں۔

انرجی، فورس، پاور

جاننا چاہیے کہ انرجی اور فورس کے ساتھ انگریزی کا ایک تیسرا لفظ سائنس میں قوت کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس کو پاور کہتے ہیں۔ یہ بھی ضروری اور قابل فہم ہے۔ یہ لفظ ہمیشہ ایسی قوت کے لئے استعمال ہوتا ہے، جہاں آگ کو بطور طاقت استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ نو سو کینڈل پاور وغیرہ۔ ہم ان کے صحیح متبادل الفاظ اس طرح بیان کر سکتے ہیں: **(۱) انرجی کے لئے غذائیت (۲) فورس کے لئے طاقت اور پاور کے لئے قوت وغیرہ۔** دُنیا سائنس میں ان تینوں الفاظ کو بے حد اہمیت حاصل ہے، اس پر کتب لکھی ہوئی ہیں۔ جن پر ہمیں بعض نظریات کے تحت اختلافات بھی ہیں۔ جن کی تفصیل تشریح اور اختلافات زندگی رہی تو بغیر پھر کبھی بیان کر دیئے جائیں گے۔ یہاں پر اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ انرجی سے فورس پیدا ہوتی ہے اور فورس کے نتیجے میں ہیٹ برآمد ہوتی ہے اور ہیٹ پھر انرجی کا کام دیتی ہے۔ اور یہی چکر اس زندگی اور کائنات میں رواں دواں اور جاری ہے یا اس طرح سمجھ لیں کہ ہر ایکشن (عمل) ہیٹ پیدا کر دیتا ہے اور ہیٹ کے بعد انرجی کا ظہور ہوتا ہے اور انرجی فورس میں خرچ ہوتی ہے۔ جس قدر بھی ان قوتوں کے مظاہر کو پھیلاتے جائیں، نئی نئی تحقیقات و تدقیقات اور اسرار و رموز سامنے آتے جائیں گے۔

پانی، ہوا اور آگ

انرجی و فورس اور پاور کی صحیح مثالیں پانی، ہوا اور آگ ہیں۔ یہ فرق صرف لطافت اور ثقالت کا ہے۔ ورنہ افعال و ترتیب اور تبدیلی کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح ہم مظاہر قدرت میں دیکھتے ہیں کہ بارش آتی ہے۔ ہوائیں چلتی ہیں اور گرمی پڑتی ہے ان کے بہت کچھ اثرات سے ہم واقف ہیں۔ اگر ان کے افعال و ترتیب اور تبدیلیوں سے آگاہ ہو جائیں۔ تو انسان اعمال کائنات اور زندگی کو بہت حد تک سمجھ سکتا ہے۔ پانی و ہوا اور آگ کی حقیقت و افعال کے ساتھ ان کی باہم ترتیب اور ایک دوسرے میں تبدیل ہونا اور پھر قوت بن جانا اہم مسائل ہیں۔ ان کو ذہن نشین کرنے کے لئے اوّل مادہ کی پیدائش، اس کا ارکان و عناصر سے مولید ثلاثہ میں تبدیل ہونا۔ پھر ان کا لطافت اختیار کر کے اثیر (ایتھر) میں مل جانے تک سارے مظاہر سامنے رہنے چاہئیں۔ یہی اعمال انرجی و فورس اور پاور کی قوت اختیار کر لیتے ہیں۔ گویا پانی کبھی ہوا اور کبھی آگ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔

رطوبت غریزی و حرارت غریزی اور شعلہ

بالکل انرجی اور پاور کی طرح جو پانی و ہوا اور آگ کے مظاہر ہیں رطوبت غریزی و حرارت غریزی اور شعلہ جسم میں پیدا ہوتے ہیں جو زندگی کو قائم رکھتے ہیں۔ یعنی رطوبت غریزی ہی سے حرارت غریزی پیدا ہوتی رہتی ہے جو شعلہ سے چلتی ہے۔ جہاں پر ان کی پیدائش اور افعال میں خرابی واقع ہوتی ہے، امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جہاں فساد پیدا ہوتا ہے، بڑھاپا نمودار ہو جاتا ہے اور جب ان میں روک پیدا ہو جاتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

اعصاب وعضلات اور غدد

مولید ثلاثہ خصوصاً انسانی زندگی میں پانی و ہوا اور آگ کے توازن کو ان کے اعضائے حیات اعصاب وعضلات و غدد جن کے مراکز دماغ و دِل اور جگر اعضائے رئیسہ ہیں کنٹرول کرتے ہیں۔ جہاں ایک طرف پانی و ہوا اور آگ کی زیادتی ان کے افعال میں کمی بیشی کر دیتی ہے، وہاں پر ان کے افعال کی کمی بیشی بھی پانی و ہوا اور آگ کی پیدائش میں افراط وتفریط کا باعث بن جاتی ہے۔ یہی افراط و تفریط جسم میں رطوبت غریزی و حرارت غریزی اور شعلہ کے اعمال میں بھی نقص کا سبب بن جاتی ہے۔ گویا جسم میں زندگی کا کنٹرول اعضائے رئیسہ دماغ و دِل اور جگر پر ہے جن کے افعال ان کے متعلقہ اعضاء اعصاب وعضلات اور غدد ہیں، جن کو ہم اعضائے حیات کا نام دیتے ہیں۔

اِن پر قابو پالینے سے نہ صرف صحت و جوانی اور خوبصورتی قائم رہتی ہے بلکہ قبل از وقت بڑھاپا اور بہت حد تک بڑھاپا بھی انسان سے دور رہتا ہے اور اگر اس سلسلہ میں مزید تحقیقات کی جائیں تو انسانی زندگی کو کامیاب اور عمر کو طویل کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا وقت بھی آ جائے کہ زندگی سوائے حادثات کے ختم ہی نہ ہو سکے۔ اور انسان ہمیشہ کے لئے موت پر فتح پا لے۔ اس کائنات میں ایسے عوامل ضرور نظر آتے ہیں جو زندگی کو دائمی قیام یا کم از کم طوالت بخش دیں۔ اگر زندگی کو دائمی قیام مل جائے اور موت صرف حادثات تک محدود ہو جائے تو بھی مذہبی زاویہ نگاہ سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ آخر انسان کا یہ جذبہ ضرور کوئی جبلی صورت رکھتا ہے جس سے انسان دائمی زندگی یا طوالت عمر کا خواہش منداور طلبگار نظر آتا ہے۔

بڑھاپا اور نزلہ

ان حقائق کو سمجھ لینے کے بعد جسم میں رطوبت غریزی و حرارت غدی اور روح (شعلہ) دراصل پانی و ہوا اور آگ کے لطیف یا کیمیاوی روپ ہیں جو ہر گھڑی پیدا ہوتے رہتے ہیں یا ضرورت کے وقت پیدا کئے جا سکتے ہیں اور ان پر اعصاب وعضلات اور غدد کا کنٹرول ہے جن کے مراکز دماغ و دِل اور جگر ہیں۔ ان کے صحیح افعال کو سمجھ لینے کے بعد انسان بہت حد تک بہترین صحت و قیام جوانی اور درازی عمر بلکہ دائمی عمر پر قابو پا سکتا ہے۔ اعضائے رئیسہ (دِل و دماغ اور جگر) کے افعال اور ان کے باہمی تعلقات سے یورپی سائنس اور فرنگی طب پورے طور پر ناواقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عزت ہم کو دی ہے کہ ہم دُنیا کے سامنے ایک نئے نظریہ کے تحت اعضاء کے افعال اور ان کے باہمی تعلق پیش کر رہے ہیں۔ جس وقت دُنیا ہمارے اس نئے نظریہ کو سمجھ لے گی اس وقت نہ صرف ہر قسم کے امراض کا علاج بالکل آسان ہو جائے گا۔ بلکہ بڑھاپے اور موت پر بھی قابو پایا جا سکے گا۔

جاننا چاہئے کہ نزلہ ایک ایسی علامت ہے، جس سے رطوبت کا جسم سے اخراج ہوتا ہے جس کی تین صورتیں ہیں: (۱) رطوبات کا جسم میں کیمیاوی طور پر زیادہ ہو کر اخراج پانا۔ (۲) مشینی طور پر رطوبات کا اخراج پانا۔ (۳) رطوبت کا جسم میں جذب نہ ہونا اور اخراج پانا۔ اوّل صورت اعصاب میں خرابی کی ہے دوسری صورت غدد کے افعال میں خرابی کی ہے اور تیسری صورت عضلات کے فعل میں خرابی کی ہے اور یہ خرابیاں ان کے افراط وتفریط سے پیدا ہوتی ہے جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب تحقیقات نزلہ زکام اور ان کا بے خطا یقینی علاج میں بیان کر چکے ہیں۔

یہاں پر سمجھنے کی حقیقت یہ ہے کہ یہ نزلہ جب پیدا ہو جاتا ہے تو رطوبت غریزی کی پیدائش میں کمی بیشی، اس میں خرابی نقص اور

گا ہے اس میں فساد و تعفن پیدا ہو جاتے ہیں۔ بس یہیں سے بڑھاپے کی ابتدا شروع ہوتی ہے۔ کبھی بڑھاپے کی ابتدا بچپن سے شروع ہو جاتی ہے اور اکثر صحت سے غفلت برتنے پر جوانی میں ہی شروع ہو جاتی ہے اور پھر قبل از وقت بڑھاپا آ جاتا ہے۔ جن لوگوں میں بڑھاپا دیر سے آتا ہے یا طویل عمر پاتے ہیں ان میں دیکھا گیا ہے کہ ان کی رطوبت غریزی اپنی صحیح حالت میں کام کر رہی ہے اور اس میں باقاعدہ کم و بیش حرارت غریزی پیدا ہوتی رہتی ہے اور شعلہ روشن رہتا ہے۔

رطوبت غریزی کا اعتدال

سوال پیدا ہوتا ہے کہ رطوبت غریزی کو کس طرح اعتدال پر قائم رکھا جا سکتا ہے؟ اس کا آسان جواب تو یہ ہے کہ نزلہ زکام سے جسم کو محفوظ رکھا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اعضائے رئیسہ دماغ و دِل اور جگر کے افعال کو سمجھ کر ان کو اعتدال پر رکھا جائے، تیسرا جواب یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اعتدال کو قائم رکھا جائے جس سے ایک طرف اعضائے رئیسہ اعتدال پر قائم رہیں گے اور دوسری طرف نزلہ زکام سے جسم محفوظ رہے گا۔

زندگی کا اعتدال

زندگی کا قیام اور اس کا اعتدال تین اُمور پر قائم ہے: (۱) ضروریاتِ زندگی کا اعتدال (۲) حرکات جسم کا اعتدال اور تیسرے حرکات نفسانی کا اعتدال ہے۔ ضروریات زندگی میں ماکول و مشروبات اور ہوا شامل ہیں۔ حرکات جسم کے اعتدال میں محنت و مشقت میں باقاعدگی جو ضرورت کے مطابق ہوں حرکات نفسانی کا اعتدال جذبات کو توازن اور فطرت کے مطابق رکھنا ہے۔

جاننا چاہئے کہ زندگی میں بے اعتدالی کی ابتدا ہمیشہ کھانے پینے سے شروع ہوتی ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں: (۱) بغیر شدید بھوک کے کھانا۔ (۲) کھانے پینے میں ضرورتاً زندگی کے توازن کو قائم نہ رکھنا۔ (۳) ایسی اشیاء کا کھانا جو ضروریات جسم میں نہیں ہیں۔ بغیر شدید بھوک کے کھانے کی صورت یہ ہے کہ پیٹ میں ابھی غذا غیر منہضم پڑی ہے اور کھا لیا گیا ہے۔ جس میں خرابی یہ وارد ہوتی ہے کہ طبیعت ایک وقت میں ایک ہی غذا کی طرف توجہ دے گی۔ اگر پہلی غذا کی طرف ہی متوجہ رہی تو دوسری غذا منہضم رہ جائے گی بلکہ فاسد ہو جائے گی جس کا اثر خون اور تمام جسم پر پڑے گا۔ توازن غذا کو قائم نہ رکھا گیا تو جسم میں حرارت و رطوبت اور اس کے نمکیات کا اعتدال قائم نہیں رہ سکتا۔ مثلاً غذا میں اجزاء لحمیہ و روغنیہ اور نشاستہ و نمکیات میں کمی بیشی پیدا ہو جائے گی جس سے جسم اور صحت کا توازن خراب ہو کر فساد اور امراض پیدا ہوں گے۔ غیر ضروری اشیاء کا استعمال مثلاً منشیات خصوصاً شراب، حرام اور متعفن اغذیہ، غیر ضروری ادویہ اور زہروں کے استعمال کی عادت ہمیشہ نہ صرف اعضاء کے توازن کو برباد کر دیتی ہے بلکہ خون اور رطوبات جسم میں بھی فساد اور نقصان کا باعث ہوتی ہے اس لئے غذا کا مسئلہ نہایت اہم اور زیادہ غور طلب ہے۔ ہر غذا بلکہ ہر شے جو منہ میں ڈالی جائے بغیر سوچے سمجھے نہ ڈالی جائے۔ یہاں تک کہ پانی کے متعلق بھی جب تک یہ تسلی نہ ہو جائے کہ وہ خالص اور غیر مضر ہے اس وقت تک اس کو پینے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اس پر قرآن حکیم کا حکم ہے کہ ﴿ کلوحلالا طیبًا ﴾ یعنی ہر شے جس کے کھانے کا حکم دیا ہے وہ کھاؤ، مگر اس میں بھی یہ احتیاط ہو کہ وہ شے طیب ہو یعنی اس میں اپنی تازگی کی خوشبو پائی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ناک کو منہ کے ساتھ لگایا ہے، تا کہ کھاتی دفعہ کھانے کی خوشبو اور بدبو ناک کے ذریعہ دماغ کو پہنچ جائے۔ اگر کھانے سے قبل احساس نہ ہو تو کھانے کے بعد ہو جائے کیونکہ منہ کے اعصاب ناک اور دماغ کے بہت قریب ہیں۔ اور کھانے پینے میں انسانی خوشبو اور بدبو کا احساس ضرور کر لیتا ہے۔

زندگی میں بے اعتدالی کی دوسری صورت حرکات جسم میں بے راہ روی ہے۔ یعنی جس کو ضرورت کے مطابق بھی حرکت نہ دینا یا اس قدر کام لینا کہ اس میں تحلیل شروع ہو جائے۔ حرکات جسم کا توازن تھکن سے کیا جاتا ہے۔ یعنی اس قدر محنت نہ کی جائے کہ تھکن پیدا ہو جائے۔ اسی طرح کثرت آرام سے بھی تھکن پیدا ہو جاتی ہے جن کی تفصیل ہم کسی اور جگہ بیان کریں گے۔ جس وقت حرکات جسم کا اعتدال قائم نہیں رہتا تو حرارت اور رطوبات جسم کو پیدائش اور اخراج میں بھی توازن نہیں رہ سکتا۔ ان کی افراط و تفریط صحت اور جوانی کو برباد کر دیتی ہے۔

بالکل یہی صورت حرکات نفسانی کی بھی ہے۔ یعنی بغیر ضرورت جذبات میں تیزی اور اشتعال نمودار ہونا۔ جذبات میں غم و غصہ، خوف و ندامت اور لذت و مسرت خاص طور پر شریک ہیں یا جس جگہ جذبات میں ضرورت کے مطابق کام کرنے کی ضرورت ہو ان سے کام نہ لینا مثلاً اگر ایک مقام پر غصہ کی ضرورت ہے وہاں پر خوف کھا کر بھاگ جانا وغیرہ۔ ان صورتوں میں بھی جسم کی رطوبت اور حرارت کا اعتدال بلکہ اعضاء کے افعال کا اعتدال۔

درازعمری اور قیام جوانی کی حقیقت اور تاریخ

دائمی زندگی کا تصور

درازعمری و قیام جوانی بلکہ دائمی زندگی کا تصور انسان کی جبلت ہے جو اس کے جذبات اس کے غم غصہ اور خوف سے ظاہر ہے کہ وہ ہر تکلیف دہ شے اور نقصان رساں فعل سے بچنا چاہتا ہے۔ اسی طرح اس کی دائمی مسرت اور لذت کا حصول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ درازی عمر اور قیام جوانی بلکہ حیات ابدی کا خواہش مند ہے۔ جس کے لئے وہ ہمیشہ جدوجہد اور سعی کرتا رہتا ہے۔ جب تہذیب و تمدن میں ارتقا کی صورتیں پیدا ہوئیں اور اس نے علم کی روشنی میں مشاہدات اور تجربات کئے تو اس نے دیکھا کہ زندگی میں اگر حوادثات و ٹکراؤ اور رکاوٹیں پیدا نہ ہوں اور ساتھ ہی ضروریات زندگی اور امن میسر ہو تو یقیناً انسانی عمر طویل اور جوانی قائم رہ سکتی ہے۔ بلکہ مناسب اور طبعی حالات پر قابو پالیا جائے تو انسان دائمی حیات کا مالک بن سکتا ہے۔

مشاہدہ اور تجربہ ظاہر ہے کہ نباتی اور حیوانی زندگی میں دوام پایا جاتا ہے کیونکہ زندگی کی ابتداء جب حیوانی ذرّہ سے شروع ہوتی ہے تو وہ اس وقت تک زندہ رہتا ہے جب تک اس پر کوئی حادثہ اور رکاوٹ واقع نہ ہو بلکہ وہ نہ صرف روز بروز بڑھتا ہے اور اپنی مثل پیدا کرتا جاتا ہے۔ اور ایک بار زندگی کا روشن شعلہ کروڑوں زندگیاں پیدا کرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے اور آگے بڑھتا اور اپنی مثل زندگیاں پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً حیوانی زندگی میں امیبا اور جرثومہ ایسی زندگیاں ہیں جو ایک ایک حیوانی ذرّے سے تکمیل پاتی ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ مناسب حالات اور ضروریات کے میسر آنے پر کروڑوں امیباجات اور جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ ابتدائی امیبا اور جرثومہ بھی زندہ اور حیات رہتا ہے ساتھ ساتھ ان کی زندگی کے شعلے روز بروز نئی قوت کے ساتھ بھڑکتے رہتے ہیں بالکل یہی صورتیں جسم انسانی کے اندر حیوانی ذرّات میں نظر آتی ہیں، ان حقائق سے ظاہر ہے کہ انسان کو کبھی موت نہیں آنی چاہیے یا بغیر کسی حادثہ اور نقصان کے اس کو موت کا شکار نہیں ہونا چاہیے یا کم از کم اس کو طویل عمری حاصل ہو اور وہ اپنی جوانی کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھ سکے اور کبھی بھی بوڑھا نہ ہو گویا بڑھاپا کوئی فطری شے نہیں ہے بلکہ ایک بیماری ہے۔

خدا اور انسان کا تعلق دائمی زندگی کی تحریک ہے

جہاں تک تاریخ اور مذہبی تعلیم کا تعلق ہے۔ انسان خدا یا ایک مافوق الانسان قوت کو کسی نہ کسی رنگ میں تسلیم کرتا آیا ہے۔ خدا اور مافوق الانسان قوت کو ہمیشہ غیب میں تسلیم کیا گیا ہے کسی نے ایک خدا مانا ہے کسی نے دو خدا تسلیم کئے ہیں۔ کسی نے تین خداؤں کو ماننا ضروری سمجھا ہے۔ کسی نے خدا کے ساتھ ایک دو طاقتوں کو قدیم اور لازمی قرار دیا ہے۔ کسی نے بے شمار خدا کا ہونا ظاہر کیا ہے۔ گویا جس طرح انسان کے جذبات کی تسکین ہوئی ہے اسی قدر خدا بناتا گیا ہے۔ لیکن یہ بات خدا کے ہر تصور میں پائی جاتی ہے کہ: (۱) وہ مافوق الانسان ہے اور غیب میں ہے۔ (۲) اس کا خوف اس پر قائم رہا ہے۔ اس لئے اس کی عبادت لازم ہے۔ (۳) اس کی خوشی کرنے کے لئے اس کے لئے قربانی لازم ہے۔ (۴) اس سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔ (۵) زندگی میں یا موت کے بعد اس سے ملاقات ضروری ہے۔ جو ہمارے اعمال کا حساب لے گا۔ یہ سب کچھ انسان کی جبلت میں آج بھی پایا جاتا ہے اور ہزاروں سال پہلے بھی پایا جاتا تھا۔ خداوند کریم کے تعلق اور ملاقات نے انسان کے اندر ان جذبات کو بلند کیا کہ وہ اپنے اندر خدائی طاقتیں پیدا کرے بلکہ بعض انسان خود خدا بن بیٹھے۔ آج اگر انسان خدا نہیں ہیں تو کم از کم خدائی قوتوں کے حامل اپنے کو ضرور سمجھتے ہیں۔ ہر خود مختار بادشاہ شہنشاہ اور بد دماغ ڈکٹیٹر اپنے کو خدا سے کم نہیں خیال کرتا۔ یہ حقائق اس امر کا ثبوت ہیں کہ انسان اور خدا میں کچھ تعلق ہے۔

خدا کے مختلف مظاہر

جس کسی نے ایک خدا مانا ہے اس نے زندگی اور کائنات کی مافوق الانسان تمام قوتوں اور مظاہر کو صرف ایک ہی خدا میں تسلیم کیا ہے۔ جس کسی نے دو خدا تسلیم کئے ہیں اس نے نیکی اور بدی کے دو خدا بنا لئے ہیں۔ جس نے تین خدا مانے ہیں اس نے خدا کے ساتھ اس کا بیٹا اور روح القدس کو بھی خدا تسلیم کیا ہے۔ جس نے خدا کے ساتھ اور قوتوں کو بھی قدیم اور دائمی مانا ہے اس نے خدا کے ساتھ روح اور مادہ کو بھی ازلی قرار دیا ہے۔ جس کسی نے بے شمار خدا تسلیم کئے ہیں انہوں نے خدا کے ہر مظہر کو خدا بنا لیا ہے۔ غرض کسی نہ کسی رنگ میں خدا کو ضرور مانا گیا ہے اور جنہوں نے خدا کا انکار کیا ہے ان سے بھی مافوق الانسان قوتوں کا انکار نہیں ہو سکا اور انہوں نے ان قوتوں پر قابو پانے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال مافوق الانسان مظاہر سے مفر کسی کو نہیں ہے۔

ان مظاہر کو کسی نے آگ، ہوا اور پانی کی شکل میں پوجا ہے، کسی نے جانوروں درندوں اور حشرات الارض کی ضرورتوں میں اپنی عبادات کا مرکز بنا لیا ہے۔ کسی نے مافوق الانسان قوت کے ہر مظہر کو بت کی شکل دے کر اس کی پرستش شروع کر دی ہے۔ گویا جہاں بھی ایسی قوت نظر آئی اس کو پوجا گیا۔ یہاں تک کہ یہ قوت انسان میں نظر آئی تو اس کے سامنے جھک گیا۔ اور اس کے حکم کو اپنے لئے نجات دائمی زندگی، خدا تک پہنچنے کا راستہ سمجھ لیا۔ یہاں تک کہ اپنی زندگی اس پر قربان کر دی۔ ہمیں تاریخ بتلاتی ہے کہ ہر خود مختار انسان نے ہمیشہ انسانی زندگیوں سے کھیلا ہے۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ زندہ انسان تو رہے ایک طرف مردہ انسانوں کو بھی خدا کی طرح پوجتے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا ہے، یہ وہ حقائق ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسان کی جبلت میں خدا کا اثر ہے اور دونوں کا باہمی تعلق ہے۔

خدا کی قوت میں شرکت اور دائمی زندگی کا جذبہ

تاریخ اس بات پر اچھی طرح روشنی ڈالتی ہے کہ جب تک انسان کو ایک خدا کا علم نہیں ہوا وہ خود خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کرتا رہا۔ جب اس کو ایک خدا کا علم ہوا تو اس نے اپنے کو خدا کا نائب، خدا کا پیامبر، خدا کا رسول، خدا کے اوصاف سے متصف اور برگزیدہ

ظاہر کیا ہے۔ اور نہیں تو خدا کے واقعی فرستادہ انسانوں کا جائز و ناجائز نائب بننے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح اگر معاشرہ کو ایک نظام میں قابو رکھنے کی سعی تھی تو دوسری طرف اپنی انتہائی قوتوں (سپریم پاور) کا اظہار بھی مقصود تھا۔ اور دُنیا میں انسانوں کے اندر جولڑائیاں اور فساد یا قوموں میں جنگ و جدل کا جو سلسلہ نظر آتا ہے اس انتہائی قوت اور سربلندی کا اظہار ہے جس کا اگر نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو اس کا تعلق خدائی قدرت سے جا کر مل جاتا ہے۔

جب بھی قاہر اور ظاہر بادشاہوں اور شہنشاہوں نے دوسری قوموں کو غلام بنالیا۔ تو اس خدائی قوت نے اس کا نیا رُخ اختیار کر لیا وہاں پر جسمانی قوت کے بجائے روحانی قوت کو اپنایا گیا۔ اور روحانی قوت کی برتری کو بڑی قوت سمجھا گیا۔ اس قوت کے مظاہرے سے اپنے نفس کو تسکین دے دی گئی۔ اس روحانی قوت نے عالم و فاضل، فلسفی و حکیم، محقق و مفسر اور اولیاء و امام اور راہب و کاہن پیدا کیے اور لیڈر و بادشاہ کے لفظ نے خلیفہ اور امام کا بھیس اختیار کر لیا۔ مقصد اپنی جگہ قائم رہا کہ انسان اپنے اندر خدائی قوت رکھتا ہے یا اس کا خدا کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

عوام جن میں نہ تو مادی قوت کی برتری تھی اور نہ روحانی طاقت کا اظہار کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے اس جذبہ کی تسکین کے لئے دوسرے راستے اختیار کیے۔ یعنی خدا کی قوت کو مختلف صورتوں میں پیش کیا تا کہ وہ کسی نہ کسی طرح خدائی قوت میں شریک ہو جائیں۔ مثلاً بعض نے ہمہ از اوست کا مسئلہ اختیار کیا کہ انسان خدا اور ساری کائنات ایک ہی شے ہے یہ سب کچھ اس ایک خدائی قوت کے مظہر ہیں یعنی وحدت فی الکثرت ہے۔ گویا ہر انسان خدا بن بیٹھا۔ اور قوت کو انسانی طاقتوں کے مطابق تقسیم کر لیا۔ دوسرے گروہ نے کثرت فی واحدت کو اپنا لیا۔ یعنی انسان خدا کا ایک جزو ہے چاہے وہ کس قدر ادنیٰ ہی کیوں نہ ہو۔ جب بھی وہ فنا ہوگا خدا سے مل جائے گا۔ جیسے ایک قطرہ سمندر کا جزو ہے اور وہ قطرہ جب سمندر سے مل جاتا تو وہ بھی سمندر بن جاتا ہے۔ اور ایک باخبر گروہ ایسا بھی ہے جو خدا کی قدر مطلق طاقت سے زیادہ آگاہ ہے اس نے ہمہ از اوست کے مسئلہ کو صحیح خیال کیا کہ یہ زندگی اور کائنات ایک قادر مطلق کی تخلیق ہے اور وہی بلا شرکت غیرے اس کا مالک ہے۔ البتہ انسان اس کی بہترین تخلیق ہے اور انسان کا خدا کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور خدا انسان کی شاہ رگ سے بھی قریب ہے۔ اور جو لوگ خداوند کریم کے احکامات پر عمل کرتے ہیں وہ خداوند کریم کے قریب اس دُنیا میں ہو جاتے ہیں اور دوسری زندگی میں ان کو خداوند کریم کا دیدار نصیب ہوگا۔ بہر حال اس مسئلہ میں بھی انسان اور خدا کا تعلق واضح ہے اور کسی نہ کسی تعلق سے خدا کی قوت کو اپنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہندومت اور فلسفہ یونان میں اوتار اور دیوتا کا مقام

ہندومت اور یونانی فلسفہ نے اوتار اور دیوتاؤں کو جنم دیا ہر طاقتور انسان صرف خدا کا مظہر ہی نہیں بلکہ خود مجسم خدا بن کر دُنیا میں ظاہر ہوا۔ ان کا قرب طاقت اور نجات کی صورت تسلیم کیا گیا۔ ویدانت کی تعلیم نے بے حد غلو کیا، آتما اور پرآتما کی اصطلاحات نے معاشرہ میں بے حد خرابیاں پیدا کیں۔ پرآتما کو خدا اور آتما کو خدا کا جزو تسلیم کیا گیا۔ اور مکتی کے لئے لازم قرار دیا گیا کہ آتما پرآتما میں مل جائے۔ اس سے آواگون جیسے مسائل بھی پیدا ہوئے۔ جس نے ثابت کیا کہ ہر ذی روح کا تعلق پرآتما کے ساتھ ہے۔ یونانی فلسفہ میں دیوی دیوتاؤں کی صورت اختیار کر کے اچھا خاصہ علم الاصنام پیدا کر دیا۔ ہندی اور یونانی وبائیں جب زمانہ اسلام میں ملک ایران میں پہنچیں تو مسئلہ تصوف پیدا ہو گیا۔ اس صوفی ازم نے انسانی جذبات کو اس قدر بھڑکایا کہ معاشرہ کو ہندو یونان کی طرح ادنیٰ اور اعلیٰ میں تقسیم کر دیا۔ ہندی ذات پات کی تقسیم کی طرح وہاں بھی پنڈت کی طرح صوفی پوجا جانے لگا۔ اس کو نہ صرف خدا کا مقرب بلکہ خدائی طاقتوں کا

حامل خیال کیا گیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے بعد بھی صوفیوں کے مزار پوجے گئے اور آج بھی پوجے جاتے ہیں۔ مختلف مذاہب نے جو معاشرہ کے توازن اور تعاون کی تعلیم دی تھی جن کا مقصد عوام کی سربلندی اور خدمت تھا اس کی بجائے عوام سے اپنی پوجا کرائی گئی۔ جس سے باشعور عوام کے جذبات کو ٹھیس لگی۔ اور قوت کا قوت سے تصادم ہوا۔ یعنی خدائی اور آسمانی قوتوں کے مقابلوں میں عوامی قوتیں پیدا ہوئیں جن ملکوں کی تعلیم میں بادشاہوں کو ظلِ الٰہی کہا جاتا ہے وہاں پر آج بھی بادشاہیاں قائم ہیں۔ گو انسان کا خدا کے ساتھ گہرا تعلق یا خدائی قوت کا شریک خیال کیا جاتا ہے۔ ان تمام حقائق سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ انسان نے ہمیشہ خدا کی ہستی اور قوت کو اپنانے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ دائمی زندگی یا کم از کم طویل عمری اور بے پناہ قوت کا مالک بن جائے۔

مذاہب میں آخری دور اسلام کا ہے اس میں خدا اور انسان کو قوتوں اور تعلقات کی بڑی احتیاط سے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں پر بھی نفس پرستوں نے خدا اور انسان دونوں کی قوتوں اور حقائق کو بری طرح غصب کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ تعلیم کو غلط سمجھا اور غلط پھیلایا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سطحی نگاہ میں اسلام کا امتیازی کمال نظر نہیں آتا۔ بلکہ بعض مسلمانوں کی زبانی یہ سنا ہے کہ چودہ سو سال کا پرانا مذہب اب نہیں چل سکتا۔ صرف سائنس ہی مذہب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ مذہب کے معنی و مقصد اور فوائد سے واقف نہیں ہیں۔ ہمیں کسی مذہب سے بحث نہیں۔ ہمارا مقصد تو یہ بیان کرنا ہے کہ انسان مذہب کی آڑ لے کر بھی اپنے جذبہ دائمی زندگی و قیام جوانی اور خدائی قوتوں کو حاصل کرنے میں جد وجہد اور سعی کرتا رہا۔ گویا انسانی جبلت کے ساتھ انسانی جذبات بھی دائمی زندگی و قیام جوانی اور خدائی قوتوں کے طلب گار ہیں۔

اسلام اور مقام انسانیت

ہمارا مذہب میں کوئی مقام نہیں ہے اور نہ ہی مذہب اسلام کی رو سے ہم خدائی قوتوں اور خدا کے صادق نبیوں و رسولوں اور پیغمبری کی قوتوں میں شریک ہیں۔ ہم ادنیٰ انسان اور عاجز مخلوق ہیں۔ البتہ ہم یہاں پر ان اسلامی حقائق کا ذکر ضرور کرنا چاہتے ہیں جن سے اسلام نے انسان کو دائمی زندگی و قیام جوانی اور حصول قوتوں کی طرف اشارات ہی نہیں بلکہ تفصیلاً بیان کیا ہے اور نفسانی خواہشات کے بندوں نے ان سے غلط فہمی پیدا کر دی ہے، اور انسان کو خداوند کریم کی قوت میں شریک کر دیا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ مادی و روحانی اور ہر قوت کے اعتبار سے خداوند حکیم لاشریک ہیں۔ البتہ انسان کو خداوند قادر مطلق نے اس زندگی اور کائنات میں لامتناہی قوتیں بخشی ہیں۔ وہ اس دُنیا میں خداوند علیم و حکیم کی دی ہوئی قوتوں سے جو چاہے کر سکتا ہے۔ ہزاروں سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ آسمانوں میں پرواز کر سکتا ہے اور دیگر تمام جہاں پر قبضہ کر سکتا ہے اس کی ہر مخلوق سے پورے طور مستفید ہو سکتا ہے۔

قرآن حکیم اس امر پر روشنی ڈالتا ہے کہ خداوند اعلیٰ نے جب انسان کی تخلیق کا ارادہ ظاہر کیا تو ابلیس نے کہا کہ وہ جہانوں میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ وہ ہمارا خلیفہ ہوگا یعنی عادات خداوندی کا حامل ہوگا۔ اور تمام مخلوقات سے اشرف ہوگا۔ اس ارادہ کے بعد خداوند خالق نے انسان کا خمیر تیار کیا اور پھر ﴿ نفخت فیه من روحی ﴾ اس میں اپنی روح پھونک دی۔ روح کی تشریح ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں یعنی ﴿ قل روح من امر ربی ﴾ کہہ دو کہ روح میرے ربّ کا حکم ہے۔ یہاں یہ غلط فہمی نہ رہے کہ روح جو انسان میں پھونکی گئی وہ اللہ تعالیٰ کا ایک جزو ہے بلکہ ربّ جو منبع نور و روشنی اور حرارت و پرورش ہے، اس کا ایک امر اور حکم ہے جس کو ہم نے شعلہ کہا ہے بالکل اس طرح جیسے سورج کی دھوپ و تپش اور حرارت سورج کا حصہ نہیں ہوتی لیکن اس سے خشک

درختوں میں آگ لگ جاتی ہے اور جنگل کے جنگل جل جاتے ہیں۔ دوسری مثال آتشی شیشے کی ہے جس کے ذریعے سورج کی شعاعوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کر کے کپڑا اور کاغذ وغیرہ جلا لیا جاتا ہے۔ اور اس آگ کا تعلق سورج سے بالکل نہیں ہوتا۔ یہ ایک امر ربی ہے۔ اسی طرح رگڑ سے شعلہ کا پیدا ہونا اور دو چیزوں کے ملنے سے شعلہ پیدا ہونا ہے امر ربی ہیں یہی خالق مخلوق کا تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کن (ہو جا) فیکن (پس ہو گیا) یہی امر ربی ہے۔

انسان کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم دیا ان میں اسماء افعال بھی شریک ہیں۔ گویا زندگی اور کائنات کی تمام اشیاء اور ان کے افعال کا انسان کو علم بخشا۔ پھر ملائکہ سے سجدہ کرا کے اس کو تمام کائنات میں شرف اور فضیلت بخش دی۔ گویا انسان میں نہ صرف ملکوتی قوتیں سمو دیں بلکہ ان میں ملائکہ کی استقامت بھی پیدا کر دی سب سے بڑا کرم یہ کیا کہ انسان کو نبوت بخشی۔ جو علم و عقل اور حکمت سے بھی انتہائی بلند مقام ہے۔ عقل و حکمت کو مقام نبوت کا شعور تو ہو سکتا ہے مگر اس پر دسترس حاصل نہیں ہو سکتی جیسے ایک کم عقل انسان زیادہ عقلمند انسان کو ادراک تو کر سکتا ہے مگر خود اس عقل تک رسائی نہیں کر سکتا۔ نبوت کی برکت سے فیضان خداوندی وحی اور الہام کی نعمتوں سے انسان مستفید ہوا۔ جس سے انسان کا اس زندگی کے حقائق کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی تعلق قائم رہا۔ وحی اور الہام کی بارش سوائے نبیوں کے ممکن نہیں ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق دین (نظام زندگی اور کائنات کے فطری قانون) مکمل ہو چکے ہیں، اب کسی نبوت کی ضرورت نہیں ہے۔

وحی الہام و خواب

وحی و الہام اور خواب ایسے ذرائع ہیں جن سے انسان کا غیب یا مافوق انسان قوتوں سے تعلق قائم رہتا ہے۔ وحی کی صورت یہ کہ غیب کو آنکھوں سے جاگتے میں دیکھنا ہے جیسے عام انسان خواب میں دیکھتے ہیں مگر اس میں بھی یہ فرق ہے کہ صاحب وحی جہاں غیب کو آنکھوں سے دیکھتا ہے وہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے تصرف کی طاقتوں پر قدرت بھی بخشی ہوتی ہے وہ جس طرح چاہے ان سے کام لے سکتا ہے مگر خواب میں انسان کو اپنے اعمال پر قدرت نہیں ہوتی۔ صاحب وحی جیسے دیکھتا ہے ویسا ہی اس دُنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ خواب کے دیکھتے ہوئے ضروری نہیں ہے کہ وہ ویسا ہی ظاہر ہو اس کے بالکل برعکس بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ الہام کا تعلق آفاق اور نفس کا تعلق ہے جو قانون فطرت کے مطابق قائم کیا گیا ہے۔ وحی صرف نبوت تک محدود ہے جیسے حکمت صرف عقل تک محدود ہے۔ اس طرح عقل کے لئے ذہن کی صفائی اور علم کی سمجھ ضروری ہے جس طرح ہر شخص صاحب عقل اور اہل حکمت بھی کسی مقام پر بھی نبوت کا ادنیٰ مقام بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایک نبی کا الہام اور خواب بھی ایک عام انسان یا صاحب عقل اور اہل حکمت شخصیت سے بہت بلند ہوتا ہے۔ جیسا جیسا علم و عقل اور حکمت ہوتی ہے اسی طرح ہی فہمید ہوتی ہے۔ ﴿ فقلنا بعضکم علی بعض ﴾ یہ وہ قوتیں ہیں جو خدا نے نبیوں کو بخشی ہوئی ہیں۔ جب نبیوں سے کوئی مافوق الانسان اعمال ظاہر ہوتے ہیں تو ان کو معجزہ کہا جاتا ہے۔

القا و اشارات اور شگون

وحی و الہام اور خواب کے بعد انسان کو غیب کی طرف سے القا و اشارات بھی ہوتے ہیں۔ اور بعض اشیاء اور افعال سے شگون بھی لیتے ہیں۔ اگرچہ القا و اشارات قابل اعتماد نہیں ہیں، تاہم نیک لوگوں کے القا و اشارات اپنے اندر ضرور ایک اہمیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح شگون پر اعتقاد رکھنا درست ہے، البتہ شگون میں صدیوں کے تجربات کبھی کبھی صحیح ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی بالکل غلط بلکہ برعکس ثابت

ہوتے ہیں۔ ان کو زندگی کا جزو بنالینا اپنے کو غلط فہمی میں گرفتار کر لینا ہے۔

معجزہ، کرامت اور جادو

معجزے صرف نبیوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ان سے دیگر لوگ عاجز ہیں۔ اسی طرح جو غیر معمولی افعال یا مافوق الانسان اعمال نیک لوگوں سے ظاہر ہوں ان کو کرامت کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ فطرت کی بعض قوتوں پر دسترس حاصل کر کے بعض مافوق الانسان اعمال پر قدرت پا لیتے ہیں۔ اس کو جادو کہتے ہیں۔ ایسے اعمال کا تعلق خداوند تعالیٰ سے نہیں ہوتا۔ ان کو معجزہ اور کرامت بھی نہیں کہا جا سکتا۔ جادو کی مثال سائنس کی کسی نئی ایجاد سے ہوسکتی ہے کہ جب وہ وجود میں آتی ہے تو عوام اوّل یقین نہیں کرتے۔ اور جب یقین آ جاتا ہے تو حیران ہو جاتے ہیں جس قدر بھی اعمال جادو ہیں ایک نہ ایک دِن ان کی حقیقت تجرباتی علم سے آشکار ہو جائے گی۔ بہر حال یہ امر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جادو بھی معجزہ اور کرامت کی طرح لوگوں کی نگاہ میں ایک قوت ہے۔ اور اس کو بھی لوگ جاننے اور سیکھنے کے لئے بے چین نظر آتے ہیں۔ جادو پر ہی منحصر نہیں ہے انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ اس قدر قوت حاصل کرے کہ اس کو زندگی و کائنات نفس و آفاق اور قوت و جوانی پر قدرت حاصل ہو جائے۔ اس سارے بیان کا مقصد بھی یہ تھا کہ قوت اور غلبہ کے اعمال و افعال دیکھ کر اور معلوم کر کے بھی انسان کے جذبہ حصول قوت میں شدید تحریک پیدا ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کم از کم وہ اپنی زندگی طویل اور جوانی کو دائمی بنا سکے۔ اس لئے وہ شب روز جدوجہد اور سعی میں بے چین نظر آتا ہے۔

امثال طویل عمری اور جوانی

تیسری حقیقت جس سے انسان کو طویل عمری اور قیام جوانی کا تصور پیدا ہوا وہ طویل عمری جوانی اور قوت کی مثالیں اور نمونے ہیں۔ خاص طور پر گزشتہ زمانے کے قصے اور افسانے جن سے انسان کے جذبات میں بھی تحریک پیدا ہوئی کہ وہ بھی اپنی عمر کو طویل، جوانی کو قائم اور قوت کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرے۔ مثلاً یونانی علم الاصنام اور ہندو دیومالا میں دیوی دیوتاؤں کا امر ہونا، ان کی لامتناہی قوت، ان کی حکومت و غلبہ اور ان کی بے اندازہ جنسی قوت اور عیش و نشاط کے واقعات، ان کی ملکیت میں امرت کا ہونا جس کے پینے سے دائمی زندگی اور جوانی قائم رہتی ہے۔ اسی طرح آیورویدک میں کایا کلپ و اعادہ شباب اور جنسی قوت کو حاصل کرنے کے نسخے وغیرہ انسان کو تحریک دیتے ہیں کہ وہ بھی ان جادو اثر اکسیرات سے مستفید ہوں۔

اسلامی تصورات میں فرشتوں کی دائمی زندگی، جنوں کی غیر معمولی طاقت، پیغمبروں کی طویل ترین عمریں، کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر تقریباً نو سو سال تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا وغیرہ، اسی طرح قرآن حکیم میں اصحاب کہف اور ان کے کتے کا تین سو سال تک سوتے رہنا۔ ایسے حقائق ہیں کہ جن کو سوچے بغیر انسان نہیں رہ سکتا۔ ان مافوق الانسان ہستیوں کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ نیک اور متقی انسانوں کی زندگیاں طویل اور قابل رشک ہوتی ہیں۔ اسی طرح پہلوانوں کے ڈیل ڈول، خوبصورت بدن اور غیر معمولی قوت بھی انسان کے جذبات کو طویل عمری و جوانی اور قوت کی طرف ابھارتی ہے۔ بعض لوگ جو اپنی صحت و جوانی اور خوبصورتی کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر بھی ان لوگوں کے جذبات میں تحریک پیدا ہوتی ہے جو ان خوبیوں سے محروم ہوتے ہیں۔

حسن اور حسین نظاروں خصوصاً نوخیز حسین عورتوں کو دیکھ کر انسان کے خفیہ جذبات بیدار ہوتے ہیں اور طویل عمری کے ساتھ جوانی اور قوت کی تمنا کرتا ہے اس دُنیا کی لامتناہی دولت، حکومت اور عیش و نشاط کا حصول بھی انسان کو طویل عمری و جوانی اور قوت قائم رکھنے

پر مجبور کرتا ہے۔ دریاؤں و سمندروں اور پہاڑوں و سبزہ زاروں کے مناظر میں حسین پرند و چرند انسانی زندگی میں رومان و ارمان اور شوق و لطف کی کیفیت کو نمایاں کر دیتے ہیں یہ سب کچھ زندگی کے طلب گار ہیں خاص طور پر جب انسان ایک نوخیز اور حسین جوڑے کو جوانی کے نشے میں سرشار گل گشت دیکھتا ہے تو اس کا دِل بھی ایسی حقیقت افروز شعریت کے لئے تڑپ اُٹھتا ہے۔ رنگین و حسین نظاروں کی طرح خوش نوائی اور نغمات دِل نواز بھی ساز زندگی کے مضراب پر زخمہ مارتے ہیں اور اس کو زندگی کی لطافتوں اور لذتوں سے لطف اندوز اور مستفید ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔

بعض علاقے ایسے ہیں جن کے رہنے والوں کی عمریں طویل، جوانیاں پرلطف ہوتی ہیں۔ ایسا ایک مقام پاکستان میں بھی ہے، وہ ایک پہاڑی علاقہ ہے (شمالی علاقہ جات)۔

اسی طرح کا ایک مقام اٹلی میں ہے، جس کا نام سیٹورا ہے، جہاں پر ستر سال سے کم عمر لوگوں کو بچہ ہی تصور کیا جاتا ہے۔ سائنس دان اس قصبہ کے لوگوں کی طویل عمری کے راز سے حیران تھے۔ اور اس بات کی ٹوہ میں ایک مدت سے پریشان تھے کہ آخر اس قصبہ میں کونسی ایسی خصوصیت ہے کہ یہاں کے باشندوں کی عمریں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ ایک طویل مدت کی تحقیقات کے بعد انہوں نے یہ راز پالیا کہ قصبے میں جو چشمے بہتے ہیں ان کے پانی میں ایسی دھاتیں ہوتی ہیں جن سے انسان صحت مند رہتا ہے۔ جلد بوڑھا نہیں ہوتا اور طویل عمر پاتا ہے۔ اسی طرح کا ایک علاقہ امریکہ میں بھی ہے۔

تجربہ اور مشاہدہ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض پہاڑی علاقوں خصوصاً جہاں پر قدرتی گرم چشمے ہوں۔ صحت و جوانی اور طویل عمری کے لئے خصوصیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح جن علاقوں کے پانی میں فولاد کی زیادتی پائی جائے ان علاقوں کے لوگوں کی عمریں بھی طویل اور جوانی وصحت قائم رہتی ہے۔ میری تحقیقات یہ ہے کہ جن علاقوں میں فولاد اور گندھک کے ملے جلے اثرات پائے جائیں۔ ان علاقوں میں یقیناً اکثر عمریں طویل اور جوانی وصحت عرصہ تک قائم رہتی ہے۔ جیسے بلوچستان کا علاقہ ان خوبیوں کے لئے مشہور ہے۔ وہاں کے لوگ اکثر صحت مند طویل قامت وطویل عمر، جنگ جو اور رومان پسند ہوتے ہیں۔ دوسرے جن علاقوں میں سونا زیادہ ہوتا ہے۔ وہاں بھی یہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ سونا ایسی دھات ہے جس کو دھاتوں کی گندھک کہنا چاہیے جن علاقوں میں سونا زیادہ نکلتا ہے ان میں عرب زیادہ مشہور ہے۔ وہاں کے لوگوں میں انسانی کمالات کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

بعض حیوان بھی طویل عمر اور طاقتور ہوتے ہیں۔ جیسے ہاتھی جس کی عمر تین سو سال ہوتی ہے۔ اسی طرح پرندوں میں کوؤں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی عمریں بھی بہت طویل ہوتی ہے۔ یعنی کئی صدیاں زندہ رہتے ہیں۔ ان کی سیاہی بھی فولاد کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ غرض ان تمام شواہد و تجربات اور معلومات نے انسان کے جذبات میں تحریکات پیدا کیں کہ وہ طویل عمری، قیام جوانی اور بے پناہ قوت کے راز کو معلوم کرے۔

امراض شفاء

طویل عمری و قیام جوانی اور حصول قوت کی تحریک کا ایک زبردست جذبہ اس وقت بھی پیدا ہوتا ہے جب انسان کو کسی مرض خصوصاً خوفناک اور تکلیف دہ مرض سے نجات مل جاتی ہے۔ شفاء حاصل کر لینے کے بعد وہ قدرتی طور پر غور کرتا ہے کہ اگر وہ اپنی صحت کی نگرانی کرے اور حصولِ قوت میں جدوجہد کرتا رہے تو یقینی امر ہے کہ جس طرح اس خوفناک اور تکلیف دہ مرض سے اس کو شفا مل گئی ہے،

اسی طرح وہ مزید قوت حاصل کر کے اپنی جوانی کو قائم کر سکتا ہے۔ غیر معمولی قوت کے بعد یقیناً وہ اپنی عمر کو بڑھا سکتا ہے اور زندگی کے دِن بے انتہا مسرت اور شادمانی سے گزار سکتا ہے۔ یہ حقائق ہیں صرف تصورات نہیں ہیں، بے شمار لوگوں نے میری زیرِ نگرانی اپنی صحت کو کمال تک پہنچایا ہے۔ بے شمار ایسے مریض جو خوفناک امراض میں مبتلا تھے جن میں ٹی-بی کے مریضوں کی ایک کافی تعداد ہے جنہوں نے صحت اور غذا کے اُصولوں کو سمجھنے کے بعد اپنے اندر غیر معمولی طاقت اور قابل رشک صحت حاصل کر لی تھی۔ ان میں سے ایک صاحب ٹی-بی کے ایسے مریض تھے جن کو ڈاکٹروں نے لاعلاج کر دیا تھا۔ جس وقت انہوں نے صحت اور غذا کے اُصولوں کو اپنایا تو تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کی صحت بہتر ہونا شروع ہوگئی، بہت جلد ان کو ٹی-بی سے نجات مل گئی۔ پھر انہوں نے ورزش شروع کر دی اور ویٹ لفٹنگ (وزن اٹھانا) کی پریکٹس (مشق) شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند سالوں میں وہ لاہور کے حلقہ میں وزن اُٹھانے میں بازی لے گیا اور پھر وہ اس مقابلہ کے لئے ولایت گیا، وہاں بھی تیسرے نمبر پر کامیاب ہوا۔ اس شخص نے صحت کا راز پا لیا اور اپنی زندگی کو کامیاب بنا لیا۔ اسی طرح جو لوگ اپنی صحت و جوانی کے قیام اور قوت کے حصول میں شب و روز جدوجہد اور سعی کرتے رہتے ہیں، ان کی بیماری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ایسے لوگ دُنیا میں ہمیشہ خوش و خرم رہتے ہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ پہلوان، باڈی بلڈر، اَتھلیٹس (کھیلوں میں حصہ لینے والے)، ورزش کرنے والے تیراک، گھوڑ سوار تقریباً بیمار نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کی موت اکثر حادثہ سے ہوتی ہیں یا جب یہ لوگ اپنی روزانہ زندگی کے مشاغل چھوڑ دیتے ہیں تو امراض میں گرفتار ہو جاتے ہیں، پھر موت کی آغوش میں پہنچ جاتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت ہے کہ جس طرح انسان امراض سے شفا حاصل کر کے پھر صحت مند اور تندرست ہو جاتا ہے، بلکہ کوشش کے بعد غیر معمولی قوت حاصل کر لیتا ہے تو اگر وہ اپنی جدوجہد اور سعی کو جاری رکھے تو یقیناً بڑھاپے پر بھی فتح حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے کہ بڑھاپا بھی ایک بیماری ہے جو رفتہ رفتہ جوانی اور قوت کو کھا جاتی ہے۔ اس لئے امراض سے شفاء کے تجربہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر شخص اس حقیقت کو خوب سمجھتا ہے کہ انسان تندرست ہونے کے بعد اپنے اندر غیر معمولی قوت پیدا کر سکتا ہے اور اپنی جوانی کو ایک بڑی مدت تک قائم رکھ سکتا ہے، بلکہ تمام عمر جوان رہ سکتا ہے اور اپنے کو اگر حادثات سے بچائے رکھے تو وہ ایک طویل عمر تک زندہ رہ سکتا ہے۔

تحقیقات اعادہ شباب اور کایا کلپ اور اس کی تاریخ

یہ حقیقت ہے کہ بڑھاپا ایک تکلیف دہ زندگی ہے اس لئے ہمیشہ ہر زمانے میں اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کون ایسا بوڑھا ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ میرا بڑھاپا ختم ہو جائے۔ اور ایک بار پھر جوانی لوٹ آئے۔ بلکہ بڑھاپا یہاں تک تکلیف دہ ہے کہ بوڑھا شخص بڑھاپے پر موت کو ترجیح دیتا ہے۔ اسی طرح شباب ایک ایسی نعمت ہے کہ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ اس کا شباب ہمیشہ قائم رہے اور کم از کم طبعی عمر تک بوڑھا نہ ہو بلکہ طبعی عمر بھی پسند نہیں کرتا، اس کی خواہش ہے کہ زندگی شباب دائمی ہو جائے اگر موت آئے بھی تو بغیر حادثہ کے نہ آسکے۔ اس کے ساتھ بے انتہا قوت کی خواہش اور ہر قسم کے مرض پر قابو پانے کی تمنا بھی انسان میں شدت سے پائی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ صرف قیام شباب کی صورتیں ہیں۔

طبی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب سے انسان کو دُنیا کا مزا پڑا ہے اور اس کی لذتوں کو محسوس کیا ہے، اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح دُنیا میں نہ صرف زیادہ عمر تک زندہ رہے بلکہ جوان رہ کر یہاں کی لذتوں سے بہرہ اندوز ہوتا رہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ماہرین فن طب نے حفظ صحت کے اصول قائم کئے تاکہ زیادہ سے زیادہ عرصہ تک لطف شباب حاصل کیا جا سکے۔ اور اگر بڑھاپا قریب آنا بھی چاہے تو اس کو ہر ممکن طریقے سے جلد آنے سے روکا جاسکے یا صحت کو اس مقام پر رکھا جاسکے کہ بڑھاپا زندگی کے وظائف میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے تجربات کیے گئے، نظریات قائم کئے گئے، اُصول بنائے گئے، اغذیہ تجویز کی گئیں، نسخے تیار کئے گئے اور مختلف علاج ایجاد کئے گئے۔ اس لیے ہر طریق علاج میں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بے شمار تجربات و مشاہدات نظریات و اصول اور علاج و ادویات پائی جاتی ہیں۔ اور بہت سی باتیں یقیناً کامیاب بھی ہیں۔

دائمی زندگی، حسن و شباب اور تندرستی و توانائی ایسی خواہشات ہیں کہ جو ہر شخص کے دِل میں ضرور چٹکیاں لیتی ہیں۔ پھر یہ خواہشات ایسی ہیں جو ہر زمانے میں پائی جاتی رہی ہیں۔ ہزاروں سالوں کی طبی تاریخ اس پر شاہد ہے اور آج کی ماڈرن سائنس میں بھی اس پر تحقیقات جاری ہیں۔ قدیم طبی تاریخ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ طویل عمری، قیام شباب اور دائمی صحت کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی گئی ہیں۔ کسی نے آب حیات کی تلاش کی، کسی نے قوت شباب کے لئے اکسیر بنانے کی کوشش کی، کسی نے جنسی قوت کے حصول کے لئے تریاق تیار کرنے کی جدوجہد کی۔ اگر کوئی صورت حاصل نہ ہوئی تو سونے اور جواہرات کی مضبوطی کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا استعمال کیا۔ بعض لوگوں نے یہاں تک جرأت کی ہے کہ خوفناک سانپوں سے ڈسوایا ہے تاکہ ان کا زہر جسم کے اندر کے زہر کو ختم کر دے اور پھر جوانی اور قوت لوٹ آئے۔ اس قسم کے بے شمار تجربات سے طبی تاریخ بھری پڑی ہے، جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

آیورویدک اور اعادہ شباب

سب سے پرانی طبی تاریخ آیورویدک کی ہے۔ اگرچہ چین کو بھی قدامت کا فخر حاصل ہے، لیکن ابتدائی آیورویدک دور ہندوستان سے چین اور وسط ایشیا تک اور شاستروں میں طویل عمری، قیام جوانی اور اعادہ شباب پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بلکہ آیورویدک میں کایا کلپ پر جو کچھ لکھا گیا ہے، اگر اس کو اکٹھا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوتی ہے۔ اگر اس پر باقاعدہ تحقیقات کی جائے تو باقاعدہ ایک بہت بڑا سائنسی ادارہ (کایا کلپ انسٹی ٹیوٹ) بن سکتا ہے۔ اور تحقیقات کئی سالوں میں بھی ختم نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے وہ ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔ اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

کایا کلپ

کایا کلپ کے ظاہرہ معنی ہیں اعادہ شباب لیکن اس کا صحیح مقصد یہ ہے کہ بڑھاپے کو جوانی میں اس طرح بدلنا کہ اس سے طویل عمری کے ساتھ ساتھ جوانی کی تمام قوتیں بھی پھر پیدا ہو جائیں۔ آیورویدک میں کایا کلپ کے ایسے ایسے نسخے درج ہیں، جن کے متعلق لکھا ہے کہ فلاں نسخے سے پانچ سو سال عمر بڑھ جاتی ہے۔ فلاں نسخے سے ہزار سال عمر بڑھ جاتی ہے اور فلاں نسخے سے دس ہزار سال عمر بڑھ جاتی ہے۔ لیکن افسوس سے لکھنا پڑتا ہے ہم نے کوئی ایسا وید نہیں دیکھا نہ سنا بلکہ کتب میں بھی نہیں پڑھا کہ جس کی عمر دس سو سال بھی بڑھ گئی ہو۔ ہمارے ہوش میں پنڈت مدن موہن مالویہ نے جو ہندوستان کے مشہور لیڈر تھے اپنے وید شاستروں کی شہرت کے لئے آپ

نے کایا کلپ کرایا تھا۔ انہوں نے ہندوستان کے بہت سے چوٹی کے ویدوں کو بلوایا تھا۔ جب ان کا کایا کلپ ہوگیا تو اخبار میں پڑھا تھا کہ ان کی صحت بہت اچھی ہوگئی ہے۔ مگر ان کے بال سیاہ ہوئے اور نہ دانت نکلے اور نہ ہی بینائی میں قوت پیدا ہوئی۔ اور پھر چند سالوں کے بعد مر بھی گئے۔ بہر حال ہم پھر بھی کایا کلپ پر یقین رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس دور کے وید صاحبان کایا کلپ سے پوری طرح واقف نہ ہوں۔

مسیح الملک جناب حافظ حکیم محمد اجمل خان صاحب کے زمانے میں آل انڈیا آیورویدک اینڈ یونانی طبی کانفرس کا جب چودھواں سالانہ اجلاس دہلی میں منعقد ہوا تھا، اس زمانے میں ڈاکٹر کے ڈی شاستری کی تحریک پر کانفرنس نے ایک تجویز پیش کی کہ ''یہ کانفرس قرار دیتی ہے کہ کایا کلپ اور درازی عمر وغیرہ مضامین پر پوری تحقیقات کرنے کے لئے طبی کانفرس کے ماتحت ایک سوسائٹی قائم کی جائے''۔ جناب مسیح الملک بہادر کی تائید اور حاضرین کے اتفاق رائے سے یہ تجویز منظور ہوکر اصحاب ذیل کے ارکان قرار دیئے گئے تھے: (۱) ڈاکٹر کے۔ڈی شرما (۲) مسیح الملک بہادر مرحوم (۳) کویراج ہرنجن داس صاحب معظم (۴) ڈاکٹر حبیب الرحمٰن مرحوم سابق پرنسپل طبیہ کالج دہلی (۵) کویراج جگن ناتھ سین صاحب کلکتہ۔ اس قرار داد کے پاس ہونے اور کانفرس کے ماتحت سوسائٹی قائم ہونے کے بعد پھر اس کا علم نہیں ہوسکا کہ سوسائٹی نے کوئی کام کیا بھی کہ نہیں کیا تھا۔ البتہ ڈاکٹر کے۔ڈی شاستری نے اپنے زور دار لیکچر میں علمی دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ انسان کی عمر بہت طویل ہوسکتی ہے اور وہ بڑھاپے سے نجات پاسکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے دعوے کے متعلق یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ آیورویدک شاستروں میں ایسی رسانیوں کے مجرب و تیر بہدف نسخہ جات پائے جاتے ہیں۔ جن کے استعمال سے بال ناخن اور دانت گر جاتے ہیں۔ اور ان کی جگہ نئے بال و نئے ناخن اور نئے دانت نکل آتے ہیں۔ بڑھاپا زائل ہوجاتا ہے، شباب عود کر آتا ہے۔ آیورویدک کا دعویٰ ہے کہ کایا کلپ کے بعد انسان سینکڑوں اور ہزاروں سالوں تک زندہ رہ سکتا ہے اور اس پر کسی قسم کے مرض اور زہر بلکہ افلاس تک کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ بھگوان اتری کمار پنردوسو رسائن کے اوصاف کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اے زندگی کے آرزو مندو! اس امرت روپی رسائن کی بات سنو جو دیوتاؤں کے لئے بھی مفید ہوتی ہے، اس کا اثر غور وفکر سے بالاتر اور عجیب وغریب ہوتا ہے۔ وہ عمر بڑھاتی، صحت بخشتی اور اوستھا (حالت) کو قائم رکھتی ہے۔ نیند، غنودگی، تھکان، جمائی، سستی اور لاغری کو دور کرتی ہے۔ وات، پت اور کف کو اعتدال پر رکھتی ہے۔ جسم کو مضبوط بناتی ہے، جسم کے ڈھیلے پن کو دور کرتی ہے۔ قوت ہاضمہ کو بڑھاتی ہے۔ آب و تاب رنگ اور آواز کو بہتر بناتی ہے۔ چونا وغیرہ بہت سے رشی اس کی بدولت از سر نو بڑھاپے سے جوانی حاصل کر چکے ہیں اور اس کی بدولت عورتیں ان سے بہت محبت کرتی تھیں اسی سے ان کے جسم مضبوط ہموار اور سڈول ہوتے تھے۔ طاقت، رنگ اور اندریاں حواس خمسہ تر وتازہ رہتی تھیں۔ کبھی ہمت نہیں ہارتے تھے۔ اور سختی کو بآسانی برداشت کرسکتے تھے، وغیرہ''۔

آیورویدک میں طویل عمری کے اصول

''چرک'' آیورویدک کی مستند کتاب ہے۔ اس میں طویل عمری، اعادہ شباب اور قیام قوت کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن ہم طوالت کو نظر انداز کرتے ہوئے، اس پر چند اہم اصول لکھتے ہیں تاکہ قارئین ان سے پورے طور پر مستفید ہوسکیں۔ اور اگر شوق ہوتو مزید معلومات اور غور وفکر کرسکیں۔

طویل عمری کے تین ذرائع

(۱) جسم کے تین ''اپ ستھمھ'' (۲) تین اصول (۳) تین انتیں (۴) تین روگ (۵) تین روگ مارگ (۶) تین طرح کے وید اور (۷) تین طرح کے اوشدھی ہوتی ہے۔ مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

اپ ستھمھ کے بھی تین بڑے کھنب ہیں۔ سشرت میں جسم کو ''ستھون'' کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی کف، وات اور پت تین ستونوں والا۔ جب یہ مناسب حالت میں رہتے ہیں تو جسم تندرست رہتا ہے۔ لیکن مکانون میں ستونوں کے علاوہ کھنبوں کی بھی ضرورت ہے اس لئے وات، پت اور کف تینوں ٹھیک حالت میں رہ کر جسم کو بہت دنوں تک زندہ رکھتے ہیں، جسم کی طاقت اور خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ بل بھی تین طرح کا ہوتا ہے: (۱) سہج (۲) کاج (۳) یکتی کرت۔ ''سہج'' کو ''سبھاوک'' بل بھی کہتے ہیں، جوڑوں اور استھاؤں کے موافق ہوتا ہے۔ (۳) ''یکتی کرت'' بل وہ ہے جو خوراک اور ورزش کے مناسب ترتیب سے عمل میں لانے سے بڑھتا ہے، آتین کے معنی کوشش ہے، یہ بھی تین اقسام کی ہوتی ہیں۔ محسوسات کال اور کرم کا (۱) اتی یوگ (۲) ایوگ (۳) مانسک۔ (۱) جو روگ شریر کے دوشوں (وات، پت اور کف) کے بگڑنے سے پیدا ہوتے ہیں وہ ''لنج'' کہلاتے ہیں۔ (۲) جو روگ خوف، زہر وایو، آگ اور چوٹ وغیرہ سے پیدا ہوتے ہیں وہ گنتک کہلاتے ہیں۔ (۳) بھیشٹ (دلپسند) چیزوں کے نہ ملنے اور انشت (خلاف خواہش) چیزوں کے ملنے سے جو روگ پیدا ہوتے ہیں انہیں مانسک روگ کہتے ہیں۔ ''وید'' بھی تین اقسام کے ہوتے ہیں: (۱) بھشک چھند چر۔ ایسا شخص جو ویدوں کی طرح ساز و سامان، ادویات اور کتابیں جمع کر کے رکھتا ہے یا ویدوں کی طرح ٹپ ٹاپ بنائے رکھتا ہے، اس کو پرتی روپک یا بھشک چھندچر کہتے ہیں۔ (۲) سدھ سادھت ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کرتی، جس اور گیان سے یکت سدھوں کے نام سے وید ہونے کا نام پانے کی کوشش کرے۔ لیکن خود ان سدھوں کی اس میں ایک بھی بات نہ ہو اسے سدھ سادھت کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دو آدمی آپس میں سازش کر کے ایک ان میں سدھ وید بن جائے اور دوسرا لوگوں میں یہ مشہور کرتا پھرے کہ فلاں وید بڑا کام ہے، اسی طرح اس مصنوعی وید کی دنیا میں عزت اور مان بن جائے۔ (۳) وید گن یکیت: ایسے وید کو کہتے ہیں جو دواؤں کے استعمال میں ماہر کامل۔ گیان و گیان سے واقف۔ سدھ سمپن، صحت بخشنے والا۔ زندگی دینے والا اور طاقت بڑھانے والا ہو۔ اوشدھیوں کے معنی علاجات کے ہیں اس کے بھی تین اقسام ہیں: (۱) ''دیو ویپا شرے'' ایسی اوشدھی ہے جس میں منتر، اوشدھی دھارن، منی دھارن، منگلا چرن، بلیدان، اپہارہوں، نیم پرائسچیت، اپ واس سوتی واچن، پرنی پات، تیرتھ جاترا وغیرہ کو عمل میں لایا جاتا ہے۔ (۲) ''یکتی و یپاشرے'' ایسا اوشدھی ہے جس میں موافق و ناموافق کا وچار کر کے کھانا اور ٹھیک ترکیب سے اوشدھی کا استعمال کرنا ہے۔ (۳) ستووجے ایسی شدھی ہے جس میں مفروشیوں سے من کو روکنا ہے۔

آیورویدک میں طویل عمری کی صورت اس وقت عمل میں آسکتی ہے جب کہ ایک نیک وید پورے طور پر علمی اور عملی حیثیت سے فاضل آیورویدک اور ماہر فن ہو۔ صرف ادویات کا استعمال دوسروں کے لئے مفید نہیں ہوسکتا کیونکہ وید مرض اور خرابی جسم کے ندان (سبب) سے واقف ہوتا ہے۔ اور وہی ندان کو رفع کرنے کی صحیح کوشش کرسکتا ہے۔ آیورویدک میں روگ تین ندان سے پیدا ہوتے ہیں: (۱) ''ساتمیہ اندری ارتھ سینوگ'' یعنی نامطابق اندرے وشیوں کے بھوگ سے۔ (۲) ''پرگیا پرادھ'' یعنی بدھی کے دوش سے۔ (۳) ''پرنیام'' یعنی وقت سے۔ یہی تین اسباب تین اقسام کے روگ پیدا کرتے ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے شاریرک روگ تین قسم کے ہوتے ہیں: (۱) اگنیہ یعنی پتج (۲) سومیہ یعنی کفج (۳) وائےوے یعنی وائج۔ مانساک روگ دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) ''راجس''

جو رجوگن سے پیدا ہوتے ہیں۔ (۲) ''تامس'' جوتموگن سے پیدا ہوتے ہیں۔ (۳) اگنتک کی تفصیل گزر چکی ہے۔

نوٹ: آیورویدک میں مرض کے لئے روگ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن ویادھی، آمے، گد، آتنگ، یکشما، وکار وغیرہ سب الفاظ ایک ہی معنوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

اشدھی (علاج) میں ادویات کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے۔ ادویات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ اول مفید ادویات جن کو بھیشج، دوسرے مہلک ادویات جن کو بھیشج کہتے ہیں۔ پھر ہر ایک کی دو اقسام ہیں۔ بھیشج کے اقسام: (۱) ''اوجس کر'' ایسی ادویات جو تندرست کو طاقت دینے والی ہیں۔ (۲) ''روگ ناشک'' ایسی ادویات جو امراض کو دور کرنے والی ہیں۔

اَبھیشج کے اقسام

(۱) ''واِدھن'' فوراً ہلاک کر دینے والی ادویات۔ (۲) ''سانووادھن'' ایسی ادویات جو کچھ دیر کے بعد ہلاک کر دیں۔ ''اوجس کر بھیشج'' ہی ایسی ادویات ہیں جو تندرست اشخاص کے اوج (طاقت) کو بڑھاتی ہیں۔ اور وہی ورشیہ (مقوی باہ) اور رسائن (اکسیر) ہوتی ہیں۔ رسائن کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ ہر قسم کے مرض کو دور کر دینے کے ساتھ ساتھ مقوی باہ بھی ہوتی ہیں۔ اور آیورویدک میں یہ بھی تخصیص کی گئی ہے کہ جو ادویہ ورشیہ ہیں وہی رسائن بھی ہیں۔

رسائن کیا ہیں

رسائن ایسی ادویات کو کہتے ہیں جو امراض کے لئے اکسیر ہوں اور اس کے ساتھ ہی جسم میں توانائی کے ساتھ ساتھ قوت باہ کو یقیناً بہت زیادہ پیدا کر دیں۔ رسائن ادویات ہی کے استعمال سے انسان کو بڑی عمر، جنسی قوت، قوت حافظہ، ذہانت، صحت، لطف جوانی، خوبصورتی، خوش آواز ہونا، جلال، جسم اور اعضائے جسم کی طاقت، واک سدھی (منہ سے جو بات نکلے وہ پوری ہو جائے)، پرتی (متحمل مزاجی) اور کانتی (چہرے کا نور) حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ ان ادویات سے رس رکت وغیرہ ساتوں دھاتوں کا حصول ہوتا ہے اس لئے انہیں رسات کہتے ہیں۔

ورجی کرن

یہ جو تخصیص کر دی گئی ہے کہ ہر رسائن ورشیہ (مقوی باہ) ہوتی ہے اور ہر ورشیہ رسائن ہوتی ہے تو جاننا چاہیے کہ ورجی کرن ایسی رسائن ہے جو ورشیہ (ممسک و مشتہی) کے ساتھ ساتھ مرد کو اولاد پیدا کرنے کے قابل بنا دیتی ہے جو لوگ طویل عمری، قیام شباب اور اعادہ شباب چاہتے ہیں وہ ہمیشہ ورجی کرن ادویات استعمال کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ دھرم، ادویات کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ ان کے کھانے سے فوراً ہی سرور پیدا ہو جاتا ہے۔ گھوڑے کی سی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور آدمی جماع کرنے سے نہیں گھبراتا۔ ان ادویات کا استعمال مردوں کو عورتوں کا پیارا بنا دیتا ہے اور بڑھاپے میں بھی ویرج کو کم نہیں ہونے دیتا۔

جس طرح ایک بہت بڑا درخت بے شمار ٹہنیوں کے پیدا ہونے سے آراستہ پیراستہ ہو جاتا ہے ویسے ہی ان ادویات کے استعمال والا مرد بہت سی اولاد کے پیدا ہونے سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ یہی ادویات اولاد کی اصلی بنیاد ہیں اور انہی کے استعمال سے آدمی کو نیک نامی، دولت، طاقت اور تر و تازگی حاصل ہوتی ہے۔

ایک قدیم واقعہ

ایک زمانے کی بات ہے کہ سلیم الطبع اور یکیہ کرنے والے رشی گراہمیہ (دیہاتی) ادویات اور اغذیہ کے استعمال سے ایسے دکھی ہوئے کہ اپنے روزمرہ فرائض کی ادائیگی کے بھی قابل نہ رہے۔ تب وہ سوچنے لگے کہ یہ سب بستی میں رہائش رکھنے کا نتیجہ ہے۔ اور اس کا یہی علاج ہے کہ پورب کی رہائش اختیار کی جائے۔ اس لئے وہ ہمالیہ کے اس مقام پر گئے جہاں سے کلیان کاری اور پوتر دریا گنگا کا آغاز ہوتا ہے۔ جہاں پر دیوتا، گندھرب اور کنر رہتے ہیں۔ جہاں قسم قسم کے رتن پائے جاتے ہیں۔ جہاں کا نظارہ نہایت دلکش ہے۔ جہاں برہم رسی، سدھر اور چرن نواس کرتے ہیں جہاں ہر قسم کی جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں۔ جہاں ہر شخص کا جی رہنے کا طلبگار ہے اور جس کی حفاظت اندر کرتا ہے۔

رشیوں کی اس جماعت میں بھرگو، انگرا، اتری، وشٹ، کشیپ، اگستیہ، ورم دیور اور آست گوتم وغیرہ بہت سے رشی شامل تھے۔ اِندر نے نہایت محبت سے اس جماعت کا استقبال کیا اور کہنے لگا کہ اے برہم کے جاننے والو! اے گیان دھن اور تپودھن کے بھنڈا، برہم رشیو آپ کا آنا مبارک ہو۔ بستیوں کی رہائش سے آپ لوگوں کے چہرے اداس، بے رونق، بے نور، دکھی، اور سکھ سے خالی دکھائی دے رہے ہیں۔ آپ لوگوں نے اپنی نیک دلی کی وجہ سے عوام کی بہتری کے واسطے اپنے اجسام کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے بستیوں کی رہائش اختیار کی تھی۔ لیکن یاد رکھئے کہ بستیوں کی رہائش دکھوں کا منبع ہے۔ آؤ! میں آپ کو آیوروید کا اپدیش سناؤں جسے نہایت مہربانی سے مجھے اشونی کماروں نے سکھایا تھا۔ کیونکہ آیورویدک کے اپدیش کے لئے اس سے اچھا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔

اشونی کماروں نے یہ علم پرجاپتی سے حاصل کیا تھا اور پرجاپتی کو برہماجی نے اس کا اپدیش کیا تھا۔ کیونکہ عوام بڑھاپے اور بیماریوں کی وجہ سے کم عمر، دکھی اور گمراہ ہو رہے تھے۔ اسی وجہ سے تپیا، انضباط حواس، عقل اور تحصیل علم کے ناقابل تھے۔ برہماجی کا مقصد یہ تھا کہ مندرجہ بالا خرابیوں سے عوام کو نجات ملے جائے۔ یہ علم بڑا کار ثواب ہے، اس سے عمر ترقی پاتی ہے، بڑھاپا اور بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ طاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت حاصل ہوتی ہے۔ آیورویدک کا علم امرت کا سا اثر رکھتا ہے۔ اس لئے آپ اسے سن کر یاد رکھیے اور عوام کے فائدے کے لئے اس کی اشاعت کیجئے۔ کیونکہ برہم ہی رشیوں کا معراج ہے۔ وہی رفاقت اور رفاقت ہی رحم ہے۔ آتما پر رحم کرنا ہی اچھا اور ثواب کا کام ہے۔ وہی صورت برہمیہ اور اکھشے کرم (لازوال فعل) ہے اِندر کی ان باتوں کو سن کر رشی لوگ وید کے منتروں سے اس کی تعریف کرنے لگے اس کے بعد اندر نے رشیوں کو آیورویدک کا اپدیش دیا اور فرمایا کہ یہ سب کام عمل میں لانے کے قابل ہیں۔ رسائن بنانے کا یہی سب سے اچھا موسم ہے۔ کیونکہ ہمالہ پربت پر پیدا ہونے والی سب جادو اثر بوٹیاں اس وقت مل سکتی ہیں اور اس وقت تاثیر کے لحاظ سے بالکل مکمل ہیں۔

اس واقعہ سے بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں۔ خدا پرستی، مخلوق کی خدمت، دیہاتی اور شہری زندگی، آیورویدک کی خوبی طویل عمری، صحت اور رسائن تیار کرنے کا وقت اور بوٹیوں کی جائے پیدائش اور ان کی تاثیر کا مکمل ہونا وغیرہ۔

چونکہ آیورویدک میں بھیشج (مفید ادویات) کی دو اقسام ہیں۔ اوّل اوجس کر (مقوی اور رسائن) دوسرے روگ ناشک (دفع امراض) چونکہ یہاں پر ہمارا تعلق اوجس کر کے رسائن اور ورشیہ دواجی کر ان ادویات سے ہے اس لئے ہم صرف انہی ادویات کا ذکر کریں گے۔ ادویات کی تفصیل علاج ان کے مقام پر بیان کریں گے۔ [افادات از چرک]

طب یونانی اور وطویل عمری اور قیام شباب

طب قدیم کی تاریخ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حکماء و فلاسفر اور اطباء انسانی عمر کو طویل کرنے، جوانی کو قائم رکھنے اور شباب کو واپس لوٹانے میں کس قدر جدوجہد اور سعی کی ہے۔ ان کی یہ تمام کوششیں صرف فن کے لئے محدود تھیں، یا بادشاہ اور شہنشاہ وقت کے لئے زحمتیں برداشت کی گئیں۔ بہرحال ان کی کتب مجربات اور مفید تدابیر سے پتہ چلتا ہے۔ ان کی تمام تر جدوجہد قابل تعریف اور حقیقت کی طرف رہنما تھی۔ متقدمین کے بعد متاخرین نے ان بنیادوں پر عالی شان محل تعمیر کئے ہیں۔ جن سے اس دور میں بھی غیر معمولی روشنیاں نصیب ہوئی ہیں۔

طب قدیم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بقراط اور جالینوس سے لے کر حکیم رازی اور ابن سینا تک تمام اس امر پر متفق ہیں کہ نہ تو طویل عمری ممکن ہے اور نہ ہی اعادہ شباب کی کوئی صورت ہوسکتی ہے۔ اور انسانی طبعی موت کو روکنے کی کوشش کرنا ایک جنون سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ان کا فیصلہ ہے کہ زندگی کے لیے رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کے ساتھ ساتھ حیض کی غذائیت بے حد لازم ہے۔ اور یہ تینوں صورتیں پھر زندگی کے کسی دور میں ممکن نہیں ہیں۔ دوسرے جسم انسان میں جو رطوبت غریزی اور حرارت غریزی قائم ہے ان کی مثال چراغ تیل اور شعلہ کی ہے۔ جن کی روشنی زندگی بھر قائم ہے۔ آخر ایک دن ایسا آتا ہے کہ تیل جل جاتا ہے اور زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اور جوں جوں تیل کم ہوتا چلا جاتا ہے انسانی شباب بھی ختم ہوتا چلا جاتا ہے۔ جو واپس لوٹ کر نہیں آسکتا۔ البتہ موت ضرور آجاتی ہے۔

لیکن اس امر پر تمام فاضل حکماء اور ماہر فن اطباء متفق ہیں کہ حفظ صحت، زندگی کے افعال اور جذبات میں اگر اعتدال برتا جائے تو زندگی اپنی طبعی عمر تک پہنچ سکتی ہے۔ البتہ زندگی کے اعتدال کے علاوہ حکماء اور اطباء نے بعض ایسے اعمال کا ذکر کیا ہے جو اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً حکیم افلاطون کا اعادہ شباب اور درازی عمر کے لئے خم میں بیٹھنا۔ حکماء مصر کے نزدیک استفراغ کو درازی عمر کا بہترین ذریعہ خیال کیا جاتا تھا۔ یونان کے بعض ممتاز اطباء کے نزدیک تازہ ہوا میں سانس لینا، گرم پانی سے غسل کرنا اور ریاضت کر کے جسم کو فضلات سے پاک کرنا بقائے شباب اور درازی عمر کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح بعض اطباء سر کو ٹھنڈا اور پاؤں کو گرم رکھنا قیام صحت اور درازی عمر کے لئے بہترین اور مؤثر تدبیر خیال کرتے ہیں۔ طب قدیم میں جسمانی قوت، جنسی قوت اور قیام شباب کے لئے گردے، کپورے اور کلیجی وغیرہ کا استعمال۔ اسی طرح سری پائے اور دماغ کی یخنی کا استعمال، ماء اللحم پینا، وغیرہ ایسے اعمال ہیں جو ان امور کو ظاہر کرتے ہیں کہ اطباء اور حکماء بھی درازی عمر اور قیام شباب سے غافل نہیں رہے۔ بعض اہل اکسیر کا یہ دعویٰ ہے کہ اکسیر کے استعمال سے نہ صرف جوانی واپس آتی ہے بلکہ انسان عرصہ تک زندہ رہ سکتا ہے اور جو لوگ اکسیرات اور رسائن سے ناواقف رہے یا ان کو بے حقیقت سمجھایا، انہوں نے جیسے روحانیت اور علم یوگ کے عاملین نے حبس دوام اور کپالی چڑھانے سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان طبی اور روحانی اعمال کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ خوشی اور فارغ البالی ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے آدمی کی عمر بہت بڑھ جاتی ہے۔ اس کے برخلاف مصائب و آلام نہایت بے دردی سے انسان کی عمر کو گھٹا دیتے ہیں۔ نمایاں پتہ چلتا ہے کہ امارت و تمول کی مسرتیں درازی عمر کا موجب ہیں اور غربت و افلاس کے صدمے اکثر انسانوں کو جوانی بھی پوری نہیں کرنے دیتے بلکہ شباب تک نہیں آتا اور ابتدائے شباب ہی میں جسم و روح کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض خاندانوں میں امارت لازم کر دی گئی ہے۔ اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ خاندانوں میں چند پشتوں تک امارت قائم رہی ہے یقیناً ان خاندانوں میں اوسطاً عمر زیادہ ہی نظر آئی ہے اسی طرح اسلام

میں جنت کا تصور۔ ہر قسم کی ضروریات کا میسر ہونا اور حسین ترین عورتوں وحوروں اور دوشیزاؤں کا قرب اس کے ساتھ شراباً طہورا کی مستی کے بیان اپنے اندر جو بھی حقیقت رکھتے ہوں مگر اس دنیا میں عیش ونشاط کی داد پانے والوں نے عملی طور پر سب کر دکھایا ہے لیکن اس حقیقت سے کسی فاضل حکیم اور ماہر طبیب نے بھی انکار نہیں کیا کہ حسین دوشیزاؤں میں قیام شباب اور طویل عمری کا بہترین ذریعہ ہیں۔ شاید اسی لئے اسلام نے چار شادیوں اور بے شمار باندیوں کی اجازت دی ہے۔

جو اطباء اور حکماء طویل عمری کے قائل نہیں ہیں وہ ان سب حقائق کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جناب حکیم جلیل احمد صاحب پرنسپل طبیہ کالج کے خیالات ایک مضمون سے پیش کئے جاتے ہیں جو اگرچہ مسلسل بیان کئے گئے ہیں مگر ہم کو ان سے اتفاق نہیں ہے صرف مخالفت نظریات کی وجہ سے نقل کئے جاتے ہیں۔ جن کے جوابات ہمارے آئندہ مضمونوں میں لکھے جائیں گے۔

مسئلہ قیام واعادہ شباب

ظاہر امر ہے کہ جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ انسان کا تکون کس طرح اور کن چیزوں سے ہوتا ہے۔ نیز لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا وغیرہ حالات کن تغیرات کے ماتحت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس وقت تک قیام شباب یا اعادہ شباب کے متعلق کوئی یقینی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے ذیل میں ان امور کے متعلق مختصر سا تبصرہ ہدیہ ناظرین کر دیں۔

تکون انسان

جمہور اطباء متقدمین کا خیال ہے کہ انسان کی تکون دو چیزوں سے ہوتی ہے: (۱) رطوبت غریزیہ (۲) حرارت غریزیہ۔ رطوبت غریزیہ میں مرد کی منی، عورت کی منی اور خون حیض یہ تینوں چیزیں داخل ہیں۔ ان میں سے مرد کی منی اپنی قوت عاقدہ کے ذریعے اور عورت کی منی اپنی قوت منعقدہ کے ذریعے جوہر جنین کا جزو بنتی ہے اور خون حیض ان اعضاء اصلیہ کی غذا میں صرف ہوتا ہے جو منی سے تیار ہوتے ہیں۔ رہی حرارت غریزیہ۔ وہ ان میں انضاج تغذیہ اور دفع فضلات وغیرہ وظائف انجام دیتی رہتی ہے۔ ان دونوں چیزوں کی اسی اجتماعی حالت پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ چنانچہ جب تک کسی انسان میں یہ دونوں چیزیں مجتمع اور موجود رہتی ہیں۔ اس وقت تک وہ زندہ رہتا ہے اور جب ان میں سے ایک یا دونوں مفقود ہو جاتی ہیں تو وہ مر جاتا ہے۔

لڑکپن جوانی اور بڑھاپے وغیرہ کا سبب

اسی طرح مختلف انسان یعنی لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا وغیرہ بھی انہی دونوں چیزوں کے مختلف تغیرات کا نتیجہ ہیں۔ چنانچہ جب تک بدن میں رطوبت غریزیہ اس قدر وافر اور کثیر مقدار میں موجود ہوتی ہے کہ حرارت غریزیہ کی حفاظت کرنے کے علاوہ تغذیہ اغذیہ میں بھی صرف ہو سکے اس وقت تک انسان کا لڑکپن شمار کیا جاتا ہے جسے اصطلاح اطباء میں سن حداثت یا سن نمود کہتے ہیں۔ اس کے بعد جب رطوبت غریزیہ کچھ کم ہو کر اس قدر باقی رہ جاتی ہے کہ حرارت غریزیہ کی حفاظت کے لئے تو کافی ہوتی ہے لیکن تغذیہ اعضاء میں صرف نہیں ہوسکتی تو یہ انسان کی جوانی کا زمانہ ہے۔ جس میں اس کے تمام اعضاء مکمل ہو جاتے ہیں اور قوتیں قوی ہو جاتی ہیں۔ نیز چونکہ رطوبت غریزیہ حفظ حرارت کے لئے کافی ہوتی ہے اس لئے بدن میں حرارت غریزیہ بھی علیٰ کماہا موجود ہوتی ہے۔ جس پر جوانی کا دارومدار ہے اسے اصطلاح اطباء میں سن شباب یا سن وقوف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ جب رطوبت غریزیہ اس قدر کم ہو جاتی ہے کہ حرارت غریزیہ کی حفاظت کے لئے کافی نہیں ہوسکتی تو اس وقت علی التدریج حرارت غریزیہ فنا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے دن

بدن قوتیں کمزور ہونے لگتی ہیں۔ یہ زمانہ انسان کا بڑھاپا کہلاتا ہے۔ اس زمانہ میں جب تک بدن میں رطوبات غریزیہ کا غلبہ نہیں ہوتا۔ اس وقت تک اسے اطباء کے یہاں سن کہولت کہا جاتا ہے اور جب ضعف ہضم کی وجہ سے بدن میں رطوبت غریبہ غالب ہو جاتے ہیں تو اس وقت اسے سن شیوخت کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔

شباب کی تعریف

اس مختصر تبصرہ سے ہمارے ناظرین بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ اطبائے متقدمین کے نزدیک رطوبت غریزیہ کی کافی موجودگی کے باعث حرارت غریزیہ کا علیٰ کمالہا موجود رہنا شباب کہلاتا ہے۔ اس اعتبار سے جب تک کسی شخص میں رطوبت غریزیہ کافی اور حرارت غریزیہ علیٰ کمالہا موجود ہوگی۔ اس وقت تک وہ شخص جوان کہلائے گا اور اس کے بعد علی الترتیب زمانہ کہولت یا شیوخت میں داخل ہو جائے گا۔

شباب کا قیام اور اعادہ دونوں ناممکن ہیں

اب ظاہر بات ہے کہ شباب کے قیام اور اعادہ کے متعلق تحقیق کرنے کے لئے ہمیں صرف اس امر کی تحقیق کر لینی چاہیے کہ حرارت غریزیہ کا ہمیشہ علیٰ کمالہا موجود رہنا یا زائل ہو جانے کے بعد اس کا علیٰ کمالہا واپس آ جانا ممکن ہے یا نہیں۔ اس کے بعد قیام و اعادہ شباب کا امکان و عدم امکان خود بخود حل ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کے متعلق اطبائے متقدمین کی رائے ہے کہ یہ بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ حرارت کیفیت فاعلہ ہے اور رطوبت کیفیت منفعلہ ہے۔ اس لئے اجتماع کی صورت میں لامحالہ حرارت رطوبت میں فعل کر کے اسے بتدریج متحلل کرنا شروع کر دے گی۔ علاوہ بریں چونکہ مؤثر واحد جب کسی متاثر واحد میں ہیشگی کے ساتھ اثر کرتا ہے تو اس کی تاثیر ہر ان متاثر میں شدید اور قوی تر ہوتی رہتی ہے اس لئے کچھ عرصہ کے بعد جب رطوبت میں بہت زیادہ تحلیل ہو جائے گا۔ تو جس طرح چراغ کی گرمی اپنے مادہ یعنی تیل کو کم کر کے خود بھی ضعیف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حرارت غریزیہ بھی اپنے مادہ یعنی رطوبت غریزیہ کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہو جائے گی۔ جس کے بعد لازمی طور پر ہضم میں ضعف پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ ہضم کا تمام تر دارومدار حرارت غریزی پر ہے۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہضم کے ضعیف ہو جانے کی وجہ سے بدل ما یتحلل کی پیدائش کم ہو جائے گی انجام کار تحلل دائمی اور قلت تغذیہ کے باعث چند دنوں کے بعد رطوبت غریزیہ بالکل فنا ہو جائے گی۔

چونکہ حرارت غریزیہ کا قیام رطوبت غریزیہ ہی پر موقوف ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے فنا ہونے کے بعد حرارت غریزیہ خود بھی لازمی طور پر بجھ جائے گی۔ چنانچہ اسی انطفاء حرارت غریزیہ کا نام موت طبعی ہے۔ جس کی مدت ہر شخص کے لئے اس کے مزاج اور رویے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

اس تقریر سے یہ تو اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ جب اطبائے متقدمین کے نزدیک حرارت اور رطوبت غریزیہ کا بقاء ممکن نہیں، تو لازمی طور قیام شباب بھی ان کے مذہب کی بنا پر قطعاً ناممکن ہے۔ اب رہ گیا اعادہ شباب۔ سو اس کے متعلق بھی ان کے اقوال سے عدم امکان ہی کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ حرارت غریزیہ ان کے نزدیک ایک ایسے جوہر سماوی کا نام ہے جو نفس ناطقہ کے فیضان کے وقت بدن پر قابض ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کا فیضان بالکل ناممکن ہے۔ اسی طرح رطوبت غریزیہ بھی ان کے مذہب کے مطابق ایک مرتبہ فنا ہونے کے بعد پھر نہیں پیدا ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہ ایک ایسی رطوبت کا نام ہے۔ جس کا نضج اور تخمیر پہلے اوعیہ غذا میں، پھر اوعیہ منی میں پھر رحم میں

اور پھر بدن ولد میں ہوتا ہے۔ اور رطوبت غذائیہ صرف اوعیہ غذا ہی میں نفج پاتی ہے۔ اس لئے یہ اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔ اس اعتبار سے ظاہر بات ہے کہ جس شخص کا شباب اس کی حرارت غریزیہ اور رطوبت غریزیہ کے کم ہو جانے کی وجہ سے زائل ہو چکا ہے، وہ ہرگز عود نہیں کرسکتا۔

ایک شبہ کا رد

اس جگہ شاید بعض حضرات کو ڈاکٹر درروناف کے عمل اعادہ شباب کی وجہ سے متقدمین کے اس قول کی صداقت میں ضرور کچھ شبہ ہو رہا ہوگا۔ لیکن میرے خیال میں اس سے متقدمین کی تحقیق پر کوئی نقص وارد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے عمل سے بعض مخصوص قوتوں میں کچھ زیادتی یا برانگیختی پیدا ہو جانا اس امر کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی کہ معمول صحیح معنی میں جوان ہوگیا ہے یعنی اس کی حرارت اور رطوبت غریزی جس قدر فنا ہوئی تھی۔ وہ سب واپس آ گئی۔ اس لئے وہ شخص اپنی حیات طبیعی کے لحاظ سے اپنے زمانہ شباب کے بعد جتنی مدت زندہ رہ سکتا تھا، اب از سرنو جوان ہو کر پھر اتنی ہی مدت زندہ رہ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کسی شخص کے دانت بڑھاپے کی وجہ سے بوسیدہ اور کمزور ہو گئے ہوں، جس کی وجہ سے وہ ان کے ذریعہ فعل مضغ اچھی طرح انجام نہ دے سکتا ہو۔ اس لئے وہ انہیں نکلوا کر ان کے بجائے مصنوعی دانت لگوائے اور ان کے ذریعہ بوسیدہ دانتوں کی بہ نسبت اچھی طرح چبانے لگے۔ اب آپ خود ہی انصاف فرمایئے کہ کیا اس شخص کو اس کی مخصوص قوت کی زیادتی کے باعث جوان کہا جا سکتا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ جس طرح اس شخص کو جوان نہیں کہا جا سکتا، اسی طرح ڈاکٹر صاحب موصوف کے معمول کو بھی جوان نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ تغیر کی نوعیت کے لحاظ سے دونوں کی ایک صورت ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اس شخص میں ایک معمولی ناکارہ عضو نکال کر دوسرا کارآمد عضو لگا دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک معمولی اور ادنیٰ قوت یعنی قوت مضغ میں زیادتی ہوگئی ہے اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے معمولی میں ایک اہم اور رئیس ناکارہ عضو علیحدہ کر کے اس کی جگہ کارآمد عضو رکھ دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک نہایت اہم اور اعلیٰ قوت یعنی قوت باہ یا اسی قسم کی دیگر مخصوص قوتوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اس کے علاوہ نوعی لحاظ سے اور کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ حرارت غریزیہ اور رطوبت غریزیہ کے واپس نہ آنے میں دونوں مساوی ہیں۔ اس لئے جوان کہلانے کا دونوں میں سے کوئی مستحق نہیں ہے۔

قیام و اعادہ شباب کی کوشش بے سود ہے

غرض یہ بات ہر صورت سے بالکل محقق اور ثابت ہوگئی کہ متقدمین اطباء کے مذہب کے مطابق صحیح معنی میں شباب کے قیام یا اعادہ کے متعلق کوشش کرنا بالکل بے سود اور لاحاصل ہے۔ کیونکہ جب حرارت غریزیہ ہمیشہ علیٰ کمالہا موجود نہیں رہ سکتی تو قیام شباب و اعادہ شباب بھی لامحالہ ناممکن الوقوع ہیں۔ چنانچہ قرشی علیہ الرحمۃ و نفیس بن عوضؒ فرماتے ہیں: والطیب لا یلزمہ ابقا الشباب والقوۃ لانبقامہا انما یمکن بلقاء الحرارۃ الغریزیۃ علی کمالہا و ذلک غیر ممکن ولا ان مبلغ کالشخص الاطول من الحیات فضلا عن ان یمنع الموت۔

مسئلہ حفظ شباب

قیام و اعادہ شباب کا عدم امکان ثابت ہو جانے کے بعد ظاہر بات ہے کہ حافظ صحت کو طبی نقطہ نظر سے اس باب میں صرف اس امر کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنے مزاج اور اپنی قوت کے لحاظ سے جتنی مدت تک جوان رہنے کی استعداد اور قابلیت رکھتا ہے، اتنی مدت

تک جوان رہے۔ اس سے قبل بوڑھا نہ ہو جائے۔ اسے طبی اصطلاح میں حفظ شباب کہتے ہیں۔

چونکہ حفظ شباب کی تمام تدابیر اور جزئی اصول کا بیان اس قدر طویل ہے کہ انہیں بالاستیعاب ذکر کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم انہیں نظر انداز کر کے یہاں اس کا صرف ایک سب سے بڑا اصول پیش خدمت کرتے ہیں۔

حفظ شباب کا ایک سب سے بڑا اصول

شباب کی حقیقت اور اس کے زوال کی علت معلوم ہو جانے کے بعد ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حفظ شباب کا سب سے بڑا اصول یہ ہوسکتا ہے کہ رطوبت غریزیہ کو تحلیل زائد اور عفونت سے محفوظ رکھا جائے۔ ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں حافظ شباب کو تین امور کی خاص طور پر رعایت رکھنی چاہیے: (۱) تمام اسباب مجففہ مثلاً سہر، غم، غصہ، استفراغ، کثرت جلق، اغلام، کثرت جماع اور دیگر حرکات شدید وغیرہ سے نہایت شدت اور سختی کے ساتھ پرہیز کرے۔ (۲) اسباب ستہ ضروریہ یعنی ہوا، ماکول ومشروب (کھانے پینے کی چیزیں)، حرکت وسکون بدنی، حرکت وسکون نفسانی، نوم و یقظہ (سونا جاگنا) اور استفراغ و احتباس کو اعتدال کے ساتھ استعمال میں لائے۔ کیونکہ جب تک یہ اسباب اعتدال کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں، اس وقت تک انسان تندرست رہتا ہے۔ اور جب ان کے استعمال میں کوئی بداعتدالی پیدا ہو جاتی ہے تو کوئی نہ کوئی مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے لازمی طور پر حرارت اور رطوبت غریزیہ میں تحلل اور ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ (۳) وقت موسم اور مزاج وغیرہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے غذا میں زیادہ تر گرم وتر چیزیں استعمال کرے، تاکہ حرارت غریزیہ اور رطوبت غریزیہ دونوں کو مدد پہنچتی رہے، اس لئے وہ تحلل زاید سے بچی رہیں۔

اصول بالا پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غریزیہ کے تحلل میں کمی ہو جاتی ہے اور بڑھاپا جلد اور شدت کے ساتھ حملہ آور نہیں ہوتا۔ [الحکیم ماہ نومبر ۱۹۳۱ء]

نوٹ: جناب حکیم خلیل احمد صاحب کی ذاتی رائے بھی بہت حد تک اہمیت رکھتی ہے۔ مگر طب یونانی میں طویل عمری اور قیام شباب پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ممکن ہے۔ ذیل میں حکماء اور اطباء کے خیالات کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے۔

تدابیر سے عمر بڑھانا ایک امکانی حالت ہے

اس تقریر کے عنوان کو دیکھ کر شاید عوام کو حیرت اور تعجب ہوگا کہ عمر کا زیادہ کرنا کیا افعال اختیاری میں سے ہے، یعنی انسان اپنی قدرت واختیار سے اپنی عمر کو گھٹا بڑھا سکتا ہے، لیکن یہ شبہ ان کو اس وقت تک حیرت کے عالم میں رکھے گا جب تک کہ ان کو وجوہ موت کا تفصیلی علم نہیں ہوگا۔ پس اس تقریر میں ہم اوّلاً وجوہ موت کی تشریح کرتے ہیں اور پھر اجمالاً ان تدبیرات وانتظامات کا اعادہ کرتے ہیں کہ جو عمر کے حصول کے لوازم ضروریہ ہیں اور جس سے تمام کتاب بتفصیل آراستہ و پیراستہ ہے۔ غرضیکہ امور مذکورہ کے جاننے اور عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان قبل از وقت نہیں مرے گا۔ بشرطیکہ کوئی ناگہانی امور باعث موت نہ ہوں۔ مثلاً قتل وغرق وغیرہ امور اتفاقیہ اور اگر امور ناگہانی سے اس کی موت وقوع میں بھی آئے گی تو امور مذکورہ کے عمل کرنے سے مرتے دم تک صحت لحسب العمر قائم رہے گی۔

انسان امکاناً کب تک زندہ رہ سکتا ہے؟

اب رہا یہ امر کہ انسان کس مدت تک زندہ رہ سکتا ہے یعنی اس کی طبعی عمر کس قدر ہے، سو یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے، اس لئے کہ

کرہ زمین کی مختلف آب و ہوا اور مختلف معموروں کے آسمان و زمین کے مختلف اوضاع اور آثار اور طبعی مزاج انسانوں کے متعدد اور متخالف حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہر ملک کے افراد انسانی بلکہ ہر فرد بشر کی طبعی عمر مختلف ہو مگر تغلیباً یعنی غالب امر و حالات کے لحاظ سے اکثر قطعات زمین میں اور اکثر حالات مزاج طبعی افراد ان کے لحاظ سے ایک سو بیس سال تک انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ اس لئے کہ سن نمو یعنی جسم وقوائے بدنی کی ترقی کا زمانہ تیس سال تک اور سن وقوف یعنی ترقی مذکورہ کے بعد کا زمانہ جبکہ بتدریج (آہستہ آہستہ) قوائے بدنی و رطوبت غریزی (اصلی) کا نقصان شروع ہو جاتا ہے۔ ساٹھ سال سن شیوخت یعنی جبکہ نقصان قوائے بدن و رطوبات غریزی کا بہت سرعت اور تیزی کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے۔ ساٹھ سال سے آگے ساٹھ سال تک جس کا مجموعہ ایک سو بیس سال ہوا۔

بعض حکماء کی رائے ہے کہ انسان کی عمر طبعی ایک سو چالیس سال تک ہوسکتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نو سو بلکہ ایک ہزار سال انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ بعض علماء فلاسفر کا قول ہے کہ انسان امکاناً ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے۔ بشرطیکہ اوضاع فلکی اور آثار ارضی اس زمانہ و مکان کے جہاں وہ رہتا ہے طول عمر مذکورہ کے ہوں۔

انسان کے لئے بہرحال موت ضروری ہے

حق بات یہ ہے کہ انسان کے لئے موت ضروری ہے اور اس کا دوام بقا حکمت کے منافی ہے۔ اس لئے کہ جسم انسانی ایسے عنصروں سے مرتب کیا گیا ہے کہ جو ایک دوسرے کے خلاف اور ہمیشہ بہت زور و شور سے خواہان افتراق (جدائی) کے رہتے ہیں۔ اگر قاسر (جابر) یعنی حرارت غریزی ان چاروں عنصروں کی مواصلت میں اہتمام نہ کرے تو حضرت انسان کا یہ کالبد خاکی جنات کی طرح سے معدوم ہو جائے اور اس حرارت غریزی (اصلی) کا بقا و قوت وضعف صرف رطوبت غریزی کے بقا و قوت وضعف پر منحصر ہے۔ کیا معنے رطوبت مذکورہ و حرارت غریزی کا مادہ ہے اور حرارت غریزی چونکہ بدن کی کلیں چلانے کی غرض سے متحرک رہتی ہے، لہٰذا اس کا مادہ یعنی رطوبت غریزیہ آناً فاناً فنا ہوتی رہتی ہے۔ تا اینکہ حرارت مذکورہ کے دوام حرکت سے ایک نہ ایک دن رطوبت غریزی بالکل فنا ہو جائے گی۔ جب یہ رطوبت فنا ہو جائے گی تو یہ حرارت بھی بجھ جائے گی جس طرح سے کہ تیل کے صرف ہو جانے سے چراغ یا لیمپ گل ہو جاتا ہے۔ پس اس حرارت کے بجھ جانے سے ان چاروں مخالفوں (چار عنصر) میں بھی افتراق ہو جائے گا یعنی ہر ایک ان میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے کیا معنی غالب انسان فنا ہو جائے گا اس لئے کہ اس حرارت کی وجہ سے ان مخالفوں میں باہم ارتباط اور اتفاق تھا۔

انسان کا دوام بقا منافی حکمت ایزدی اس لئے ہے کہ انسان اگر ظالم و شریر ہے تو اس کے دوام شر و ظلم سے عالم دنیا میں آفات و شر برپا رہیں گے اور یہ امر منافی انتظام ہے اور اس لئے بھی دوام بقا انسان کا منافی حکمت الٰہی ہے کہ اگر موت و آخرت نہ ہوتی تو نیک و صالح انسان بدترین انسان ہو جاتے اس لئے کہ ان کو ترک لذات دنیا سے کوئی معاوضہ یا فائدہ حاصل ہونے کی اُمید نہیں تھی۔

کن کن وجوہ سے موت پیدا ہوتی ہے

یہ بات تو ظاہر ہے کہ بدن انسان کا مبداء (سرچشمہ) پیدائش مرد اور عورت کی منی اور حیض کا خون ہے اور یہ دونوں جبکہ مخلوط ہو کر بستہ ہو جاتے ہیں تو ان میں بوجہ جزو ارضی و جزو ناری (مٹی اور آگ کے جزو) سیلان تو نہیں رہتا ہے مگر ڈھیلا ڈھالا ایک مضغہ گوشت کی شکل سے متشکل ہو جاتا ہے اور اس درجہ اس مضغہ گوشت میں صلابت (سختی) بھی نہیں ہوتی ہے جیسے کنکر و پتھر میں سختی ہوتی ہے، اگر ایسی سختی ابتداء سے اس مضغہ گوشت میں ہوتی تو حضرت انسان ایسی جلدی منزل ناگریز (موت) پر پہنچنے کی عجلت نہ کرتے۔ بالحمد چونکہ

ہمارے بدن کی بنا ابتداء ہی سے ضعیف اور سست ہے لہٰذا دو طرح کی آفات کا سامان دواماً لگا رہتا ہے، ایک آفت داخلی دوسری آفت خارجی۔ آفت داخلی سے ان رطوبات کی تحلیل اور فنا مراد ہے کہ جس سے ہمارے جسموں کی پیدائش ہے کہ جو بتدریج (آہستہ آہستہ) زمانہ موت تک فنا ہوتی رہتی ہیں۔ اور آفت خارجی سے وہ آفت مراد ہے کہ جو رطوبات و اخلاط کے تعفن و فساد کی وجہ سے عارض ہوتی ہیں اور یہ خارجی آفت گویا بادی النظر میں اس داخلی آفت سے جداگانہ معلوم ہوتی ہے مگر نتیجہ لازمی اس کا بھی تحلیل ہونا انہیں رطوبات کا ہے کہ جو ہمارے جسموں کا مبداء (سرچشمہ) آفرینش ہے، اس لئے کہ جب بوجہ تعفن رطوبات میں فساد ہوگا تو ان میں صلاحیت جزو بدن ہونے کی نہ رہے گی۔ آخرکار وہ خاکستر ہو کر رہ جائے گی۔

اور یہ دونوں آفتیں یعنی رطوبتوں کا تحلیل اور ان کا متعفن ہونا ان آفات سے علاوہ ہیں کہ جو رطوبات بدن کو دیگر وجوہ سے لاحق ہوتی ہیں۔ مثلاً برف کی سردی سے، بادصرصر و سموم (لُو) کی گرمی سے یا مختلف اورام و امراض بدن سے لیکن اس مقام پر مابہ البحث (جس سے بحث کی جائے) آفات اوّل الذکر ہیں۔ قصہ مختصر یہی دونوں آفتیں اسباب خارجیہ سے پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ کیا معنی یہی معمولی ہوا کہ جو ہر وقت ہمارے بدن سے ملاقات کرتی رہتی ہے ہماری رطوبات بدن کو ہر وقت فنا کرتی رہتی ہے۔ اور یہ ہوا جبکہ اس میں ایسی خرابی پیدا ہو جاتی ہے کہ رطوبات بدن میں عفونت پیدا کرنے لگتی ہے تو یہ عفونت بطور مذکورہ بالا وجہ تحلیل رطوبت بدن ہوتی ہے۔

علیٰ ہذا القیاس رطوبت مذکورہ اسباب باطنی سے بھی فنا ہوتی رہتی ہے یعنی ہمارے بدنوں کی حرارت غریزی (اصلی حرارت) اور دواؤں اور غذاؤں کے اجسام کی حرارت ہر وقت و ساعتاً ہماری بدنی رطوبات کو جلاتی رہتی ہے۔

بالجملہ یہ کل اسباب عام اس سے کہ رطوبات کے فنا و تحلیل کرنے والے ہوں یا اس کے خراب اور متعفن کرنے والے ہمارے اور آپ کے بدنوں کو وقتاً فوقتاً خشک کرنے میں اعانت کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ ہمارے روز مرہ کے حرکات تحصیل معاش و طلب علم وغیرہ ہمارے رطوبات بدن کو تحلیل کرتے رہتے ہیں۔ آخرکار یہ رطوبات بدنی اسباب مذکورہ سے تحلیل ہوتے ہوتے ایک روز بالکل فنا ہو جائیں گے۔ پس یہ حرارت غریزی (اصلی حرارت) بدن کی بھی بجھ جائے گی جس طرح سے تیل کے فنا ہو جانے سے چراغ یا لیمپ بجھ جاتا ہے۔ اسی طرح سے زندگی کا چراغ بھی بدن کی رطوبات اصلیہ کے فنا ہو جانے کی وجہ سے گل ہو جائے گا، اور یہی وجہ موت طبعی کی ہے۔

اب رہا یہ امر کہ رطوبات بدن کس طرح سے بالکل فنا ہو جاتی ہے، حالانکہ وہ روز مرہ غذا سے پیدا ہوتی ہیں سو اس اجمال کی تفصیل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے پس اس کی تفصیل سنئے کہ شروع زمانہ سے خلقتاً چونکہ ہم نہایت درجہ ذی رطوبت پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ قبل اس کے مشروحاً بیان ہو چکا ہے پس ضرور ہوا کہ اس رطوبت پر زیادہ حرارت ہمارے بدنوں پر مسلط کی جائے تاکہ حرکات ارادی طلب معاش و تحصیل منافع و دفع ضرر نقصان وغیرہ میں اس رطوبت کے غلبہ کی وجہ سے عصیان اور فتور واقع نہ ہو، چنانچہ بدیں وجہ زیادہ حرارت ہمارے بدن پر مسلط کی گئی۔

اب اس حرارت مسلط کا فعل یعنی رطوبات کا کم کرنا ہر وقت قائم رہے گا، اوّل و آخر العمر (عمر کے آخر تک) حتیٰ کہ یہ حرارت رطوبات بدنیہ کو جب ایک اعتدالی حالت پر قائم کر دے گی تو بدن انسان اعتدال کے قالب میں آ جائے گا اور یہی اعتدالی حالت بدن انسان کے شباب کا عالم ہے۔ پس اس سن میں رطوبات کو تو حرارت مذکورہ نے جلا کر کم کر دیا مگر وہ خود مقدارہ (اپنے مقدار پر) باقی ہے اور اب اعتدالی حالت سے آگے چل کر یعنی عالم شباب سے آگے چل کر بھی رطوبات بدنی کو حرارت بدستور سابق فنا کرتی رہے گی۔ پس بدن میں وقتاً فوقتاً خشکی بڑھتی جائے گی تاآنکہ رطوبات بدن جب بالکل فنا ہو جائیں گی، تب یہ حرارت بھی بجھ جائے گی۔

جب اعتدالی حالت یعنی زمانہ شباب سے آگے چل کر یہ حرارت رطوبت بدنی کو فنا کرتی جائے گی تو جوں جوں رطوبات مذکورہ فنا ہوتی رہیں گی اسی قدر حرارت بھی کمزور ہوتی جائے گی۔ اور جب حرارت کمزور ہوگی تو طبیعت غذا سے معاوضہ کافی ان رطوبات کا کہ جو فنا ہوتی رہتی ہیں پہنچانے پر قادر نہ ہوگی لہٰذا حرارت روز بروز کم ہوتی جائے گی۔ الغرض جب طبیعت بوجہ ضعف حرارت بالکل معاوضہ پہنچانے پر قادر نہ ہوگی اس وقت موت طبعی وقوع میں آئے گی۔

اجمالاً ان تدبیرات کا ذکر کہ جو طول عمر کا باعث ہوسکتی ہیں

آغاز میں نے ان تدبیرات سے کیا ہے کہ جن کے عمل میں لانے سے صحت بدن قائم ہو کر انسان اپنی انتہائی عمر کو پہنچ سکتا ہے یعنی کھانے پینے سونے جاگنے، حرکات وسکنات و استفراغ وغیرہ کی تفصیل مگر اس مقام پر مناسب خیال کیا گیا ہے کہ بغرض مزید بصیرت بالا جمال تدبیرات کا اعادہ کریں۔

خیال رکھنا چاہئے کہ دارومدار تکمیل عمر طبعی کا صحت کی حفاظت سے ہے اور حفظ صحت سات امور کی تعدیل (باقاعدہ استعمال میں لانا) سے ہوتا ہے۔

① مزاج کو بذریعہ ہوا کے ٹھکانے سے رکھنا یعنی روح وحرارت غریزی (حرارت اصلی) بدن کو بحسب الضرورت ہوائے صاف و شفاف سے ٹھنڈک پہنچایا جس کا بیان ہم تشریح وباء کے بیان میں کر چکے ہیں۔
② غذا و پانی کا مناسب طریقہ سے استعمال کرنا جس کے مراتب ہم کتاب میں تعلیمات وتفہیمات میں بیان کر آئے ہیں۔
③ خواب و بیداری کا بالاعتدال (باقاعدہ) عمل میں لانا جس کے قواعد احکام طبعی نینداور بیداری کی بحث میں منضبط ہو چکے ہیں۔
④ اصطلاح وتعدیل حرکات بدنی ونفسانی جس کی توضیح حرکات وسکنات کے بیان میں مرقوم ہوئی ہے۔
⑤ اصلاح لباس کی جس سے حرارت ورطوبت بدنی قائم رہے جس کا بیان ضمناً فصلوں یعنی موسموں کی تدبیرات کی ذیل میں مذکور ہوا ہے۔
⑥ فضلات بدن کو تنقیہ جس کے احکام کی تشریح استفراغ کے بیان میں عمدہ طور سے گزر چکی۔
⑦ ہوا کو کہ جو قلب اور حرارت بہ کو پہنچتی رہتی ہے اشیائے معطر وحاملین روح سے اصلاح کرنا۔
⑧ علاوہ ان کے احکام سفر وغسل وحمام وغیرہ کہ جو قبل اس کے عمدہ طور سے مشرح ہو چکے ہیں بجالانا عمر طبعی کے حصول کے معاون (مددگار) ہیں۔ [القانون]

فرنگی طب اور اعادہ شباب

آیورویدک اور طب یونانی کی طرح فرنگی طب (ایلوپیتھی) نے اعادہ شباب اور قیام شباب کے سلسلہ میں اپنی بساط کے مطابق تحقیقات کی ہیں اور انسانی عمر کو بڑھانے کی جدوجہد کی ہے۔ فرنگی طب کی تحقیقات سننے سے پہلے اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ تحقیقات کا تعلق ہمیشہ تجربات ومشاہدات اور عقلی ونقلی دلائل سے ہوتا ہے۔ ہر شخص و ہر ملک اور ہر طریق علاج و ہر ضرورت کے لئے جدا جدا ہیں، الگ الگ طریق اور جدا جدا دلچسپیاں اور علیحدہ علیحدہ نظریات ہوتے ہیں۔ کبھی بھی فرض نہ کر لیا جائے کہ جو تحقیقات گزشتہ زمانے میں ہو چکی ہیں جدید تحقیقات انہی اصولوں، نظریات اور راہوں (لائنوں) پر جاری ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اکثر صورتوں میں ایک محقق گزشتہ زمانوں کی تحقیقات کو ضرور سامنے رکھتا ہے مگر یہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب ایک محقق بغیر اپنے کسی نئے نظریے کے صرف گذشتہ تحقیقات کا

جائزہ لیتا ہو۔ لیکن اگر کوئی محقق اپنی ذاتی رائے یا نظریہ کسی علم وفن کے متعلق رکھتا ہے تو اس کی تحقیقات اس امر کی پابند نہیں ہوتیں کہ اس سے قبل جو تحقیقات ہو چکی ہیں۔ اس کو ان کے آگے کرنا چاہیے بلکہ وہ اپنے نظریات کے تحت تحقیقات کرتا ہے، البتہ ضرورت کے مطابق گزشتہ تحقیقات پر بھی نظر ڈالتا ہے کہ شاید اس کے نظریات کے تحت بھی اس کو کچھ اشارات یا کام کیا ہوا مل جائے۔ حقیقت میں اصل تحقیقات اسی کا نام ہے کہ پہلے کوئی نظریہ قائم کیا جائے یا کم از کم کوئی اصول مقرر کئے جائیں پھر اپنی تحقیقات کا آغاز کیا جائے تاکہ دنیا علم وفن کے سامنے کوئی نئی چیز رکھی جا سکے۔

فرنگی طب (ماڈرن میڈیکل سائنس) کی تحقیقات کے متعلق بھی یہ جان لیں کہ ان کی تحقیقات اعادہ شباب اور قیام کے متعلق جو کچھ بھی ہیں۔ ان کا تعلق آیورویدک اور طب یونانی سے کوئی نہیں ہے۔ فرنگی تحقیقات جدا ہیں ان کے نظریات الگ اور اصول علیحدہ علیحدہ نظریات اور اصولوں کے تحت کی گئی ہیں۔ اس لئے جو صاحب ذوق فرنگی تحقیقات کا مطالعہ کریں وہ اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ ان کی بنیاد نہ آیورویدک اور طب یونانی پر اور نہ ہی فرنگی طب ان سے ترقی یافتہ اور ارتقائی مقام رکھتی ہے۔ یہ قانون اور قاعدہ صرف اعادہ شباب و قیام جوانی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ علم طب کے ہر شعبہ اور اگر اس خیال کو وسعت دیں تو دنیا کے ہر علم وفن میں فرنگیوں کی تحقیقات اپنا ایک جدا رجحان (ٹرینڈ) رکھتی ہیں۔ اس تاکید کے بعد اب ہم فرنگی طب کی تحقیقات کا مختصر خلاصہ بیان کرتے ہیں جو انہوں نے اعادہ شباب اور طویل عمری کے متعلق کی ہیں۔

فرنگی طب کے نظریات

فرنگی طب نے جن نظریات کے تحت اعادہ شباب و قیام شباب اور طویل عمری کے متعلق تحقیقات کی ہیں وہ چند مختلف ہیں۔ چونکہ فرنگی طب نے امراض کی تحقیقات میں زیادہ تر جراثیم تھوری سے کام لیا ہے اس لئے اس سلسلہ میں بھی ان کا پہلا نظریہ یہ ہے: وقت سے پہلے بڑھاپا اس وقت آتا ہے جب زہریلے جراثیم غذائی سمیت کے ذریعے آنتوں میں داخل ہو کر اپنا فعل انجام دیتے ہیں۔ یہ نظریہ **پروفیسر میچنی کاف** کا ہے دوسرا نظریہ یہ ہے کہ: انسان اس وقت بوڑھا ہو جاتا ہے جب اس کا نظام غذائیہ بے کار ہو جاتا ہے یا وہ پورے طور پر کام نہ کر سکے۔ یہ نظریہ سائنسدانوں کے ایک گروہ کا ہے مگر یہ نظریہ کوئی جدید نہیں ہے طب یونانی بھی اس کو تسلیم کرتی ہے۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ جس وقت الحاقی نسیج (کنکٹو ٹشوز) بڑھ کر دیگر اقسام کے ٹشوز پر اثر انداز ہوتے ہیں جن سے دیگر ٹشوز میں سختی کے ساتھ ساتھ ان کے افعال اور مجاری میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے تو انسان بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے یہ نظریہ مارشل اسٹالین کے طبیب خاص **"بوگومول"** کا ہے۔ چوتھا نظریہ یہ ہے کہ: بڑھاپا اس وقت آتا ہے جب انسان کی شریانوں میں صلابت پیدا ہو جاتی ہے جس سے ان میں لچک ختم ہو جاتی ہے اور وہ ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ یہ نظریہ انگلستان کے مشہور طبیب **ولیم آسلر** کا ہے۔ پانچواں نظریہ یہ ہے کہ: انسانی خلیات (سلز) کی پیدائش کم ہو جاتی ہے اس لئے بڑھاپا چھا جاتا ہے یہ نظریہ جدید سائنس دانوں کے ایک گروہ کا ہے۔ چھٹا نظریہ یہ ہے کہ جسم انسان میں خون اور سفید ذرات کمزور پڑ جاتے ہیں اس لئے انسان بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ساتواں نظریہ یہ ہے کہ جس وقت جسم انسان کے غدد بے کار ہونا شروع ہو جاتے ہیں، یہ نظریہ **فرانسیسی سائنسدان چارلس ایڈورڈ براؤن** کا ہے۔ نوواں نظریہ یہ ہے کہ: جب انسانی خصیوں میں ضعف واقع ہوتا ہے تو بڑھاپے کا آثار نظر آنا شروع ہوتے ہیں یہ نظریہ ڈاکٹر تسنیاخ کا ہے۔ اس کی تحقیقات کے مطابق بوڑھے اشخاص کے خصیوں پر عمل تقلیم کرنا چاہیے۔ اس سے اعادہ شباب کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ **ڈاکٹر وروناف پیرس** میں مردوں اور عورتوں پر

بندروں کے خصے کا پیوند لگاتا تھا جس سے جسم میں از سرنو شباب کی لہر دوڑ جاتی تھیں بعد میں یہ حقیقت سامنے آ گئی کہ نہ صرف اس کا اثر وقتی ہے بلکہ فوراً ہی بعد میں ایسا زوال آتا ہے کہ صحت پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو جاتی ہے اور انسان پہلے سے زیادہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔

نظریات میں اختلاف

مندرجہ بالا فرنگی طب کے اعادہ شباب و قیام شباب اور طویل عمری کے نظریہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان تحقیقات کا آیورویدک اور یونانی تحقیقات سے کچھ تعلق اور واسطہ نہیں ہے وہ اپنی جگہ جدا اقسام کی تحقیقات ہیں۔ یہاں پر یہ پھر واضح کر دیا جائے کہ آیورویدک کایا کلپ (اعادہ شباب اور طویل عمری) کے متعلق رسائن اور اصول صحت کے لئے تاکید کرتی ہے اور طب یونانی رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کی حفاظت کے لئے حفظ صحت کے اصولوں کو معمول بنانے کے لئے زور دیتی ہے۔ بہرحال فرنگی طب و آیورویدک اور طب یونانی کے نظریات، تجربات اور مشاہدات اپنی اپنی جگہ جدا صورتیں رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذہن نشین کرنے کے لئے ان کے نظریات کی روشنی میں سمجھنا چاہیے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے صحیح نظریہ کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے جو مختلف طریق علاج میں تحقیقات کی گئی ہیں، وہ تمام اپنی اپنی جگہ سب قابل تعریف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تحقیقات حقیقت کی طرف راہ نمائی کرتے ہوئے سنگ میل کا کام تو دیتی ہے مگر ان میں سے خود کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس لئے ہم کسی ایک نظریہ کو صحیح کہتے ہوئے قانون کا درجہ نہیں دیتے ویسے ہم حقیقت کی راہ نمائی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان امور کو تسلیم کرتے ہیں کہ رسائن میں اس قسم کی طاقت ضرور ہے کہ اگر ان کو صحیح مقام پر استعمال کیا جائے تو یقیناً کایا کلپ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح طب یونانی کے نظریہ کو بھی بہت اہمیت ہے کہ اگر واقعی کوئی انسان رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کی صحیح طریق پر حفاظت کرے تو واقعی وہ اپنی طبعی عمر کو ضرور پہنچ جائے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ رسائن کی تیاری اور ان کا استعمال بھی اس قدر دشوار ہے جس قدر طب یونانی کے اصولوں پر رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کی صحیح طریق پر حفاظت کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ مسلسل سالوں تک یہ ناممکن ہے کہ کوئی انسان مسلسل صحت کے قوانین کی شب و روز پیروی کرتا جائے۔ پیروی تو بادشاہ اور خدا کی بھی مشکل ہو جاتی ہے پھر بھلا ذاتی اغراض کے لئے قوانین صحت کی پیروی مسلسل شب و روز نفسیاتی طور پر طبیعت کو اکتا دینے والی بات ہے۔ اس لئے ان مقاصد میں کامیابی کے لئے آسان راہیں تلاش کرتا ہے۔ جہاں تک فرنگی طب کے نظریات کا تعلق ہے ان میں اس وقت کامیابی تقریباً ناممکن ہے جب تک پہلے اس مسئلہ کا حل نہ کیا جائے کہ قوت دراصل کیا ہے؟ کیسے پیدا ہوتی ہے؟ کیا اس کو قائم رکھا جا سکتا ہے؟ اس وقت تک فرنگی طب ان سوالات میں سے کسی کا جواب نہیں دیتی۔ البتہ اس کے مختلف نظریات اور اصولوں کے تحت جو تحقیقات کی گئی ہیں علمی و فنی معلومات کی ضرور حامل ہیں۔ جن کی مختصر تفصیل درج ذیل کرنے کے ساتھ ساتھ ہم ان کے افادی اور غیر افادی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالتے جائیں گے۔ تاکہ اہل فن اور صاحب عقل کے علاوہ عوام بھی مستفید ہوتے جائیں۔

فرنگی طب کا پہلا نظریہ

چونکہ فرنگی طب نے امراض کے متعلق تحقیقات کرنے میں جراثیم تھیوری سے کام لیا ہے، اس سلسلہ میں پروفیسر میچنی کاف کا بھی یہی نظریہ ہے کہ بڑھاپا اس وقت آتا ہے جب زہریلے جراثیم غذا کے ذریعے آنتوں میں داخل ہو کر اپنا فعل انجام دیتے ہیں۔ اوّل تو جراثیم تھوری کا یہ نظریہ ہی غلط ہے کہ اس سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ امراض صرف اعضاء کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں جب تک

اعضاء میں قدرت مدافعت (امیونٹی) باقی رہتی ہے وہ جراثیم کو اوّل اندر داخل نہیں ہونے دیتے اگر داخل ہو بھی جائیں تو وہ فنا کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے جراثیم کو ہم زہر تو ضرور خیال کرتے ہیں اور امراض کا سبب قرار دیتے ہیں۔ لیکن سبب سابقہ کہتے ہیں سبب واصلہ نہیں کہتے۔ سبب واصلہ صرف اعضاء کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہ نظریہ فرض بھی کر لیں یا جراثیم کے مسلسل حملوں سے اعضاء کی کمزوری کا تصور بھی کر لیں۔ اور بڑھاپے کے نظریے کے صحیح ہونے کے بعد بھی ہم اس سے مستفید کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس کی صرف یہی صورت ہوگی کہ ہم زندگی بھر ان جراثیم کو اپنی آنتوں میں جانے سے روکنے کی کوشش کرتے رہیں جو بالکل ناممکن ہے۔ وہی طب یونانی کا مسئلہ حفظ صحت سامنے آ جاتا ہے جس کی طوالت طویل عمر کے لئے بھی عذاب جان بن جاتی ہے حقیقت یہ کہ جراثیم تھوری سے نہ صرف قیام شباب اور طویل عمری کا مسئلہ حل نہیں ہوسکتا بلکہ امراض کی روک تھام بھی نہیں ہوسکتی اور اس نظریہ کے تحت جو علاجات کیے جا رہے ہیں وہ نہ یقینی ہیں اور نہ کامیاب ہیں۔ اس لئے قیام شباب اور طویل عمری میں جراثیم تھیوری کو عمل میں لانا بے معنی صورت ہے۔

دوسرا نظریہ

بعض سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ انسان اس وقت بوڑھا ہوتا ہے جب اس کا نظام غذائیہ بے کار ہو جاتا ہے یا پورے طور پر بگڑ جاتا ہے۔ نظریہ اوّل تو نیا نہیں ہے۔ آیورویدک اور طب یونانی بھی اس کا ذکر کرتی ہے۔ دوسرے یہ نظریہ پہلے نظریے کی سلجھی ہوئی صورت ہے۔ تیسرے طویل عمری میں ایک مقصد اعادہ شباب بھی ہے جو خرابی اعضاء اور خرابی خون کی حفاظت سے مکمل نہیں ہوسکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے قیام شباب کے ساتھ اعادہ شباب کی صورت بھی ہونی چاہیے۔

تیسرا نظریہ

ڈاکٹر ''بوٹومول'' جو مارشل سٹالین کے طبیب خاص تھے ان کا نظریہ یہ ہے کہ بڑھاپا اس وقت آتا ہے جب انسان کا الحاقی مادہ (کنکٹوٹشوز) بڑھ کر دیگر اقسام ٹشوز پر اثر انداز ہو جاتے ہیں۔ جن میں دیگر ٹشوز میں سختی کے ساتھ ساتھ ان کے افعال اور مجاری میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ ''راک فیلر بیولاجیکل انسٹیٹیوٹ'' کے مستند اور چوٹی کے نامور ڈاکٹروں اور سائنسدانوں نے بے شمار تجربات کے بعد یہ امر تسلیم کر لیا ہے کہ الحاقی نسیج کنکٹوٹشوز سوائے حادثات کے اپنی زندگی اور نسل کے قائم رکھتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نسیج الحاقی کیا ہے اور اس کے افعال کیا ہیں۔

نسیج الحاقی

نسیج مرکب ہے کیسہ جات (سلز) سے۔ کیسہ ایک حیواناتی ذرّہ ہے جس کو خلیہ بھی کہتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ کائنات میں جو بھی جاندار مخلوق ہے یہاں تک کہ نباتات بھی ان کی ترکیب جسمی اور بناوٹ بدنی انہی خلیات سے عمل میں آئی ہے۔ ہر حیاتی مخلوق کی بناوٹ دو قسم کی ہوتی ہے اوّل بنیادی خلیات اور دوسری فعلی خلیات۔ بنیادی خلیات واحد خلیاتی ہوتے ہیں یعنی اس میں ایک ہی قسم کے خلیے پائے جاتے ہیں اور یہ ادنیٰ قسم کی مخلوق میں پائے جاتے ہیں اور فعلی خلیات اعلیٰ قسم کی مخلوق میں پائے جاتے ہیں۔ اور اکثر مرکب خلیات پائے جاتے ہیں۔ بنیادی خلیات میں اعصاب اور عضلات نہیں پائے جاتے۔ ان بنیادی خلیات کی بناوٹ لیسدار اور ریشہ و اراضی مادہ سے ہوتی ہے جو خاکی مادہ کہلاتا ہے۔ اس کی ترکیب میں کاربونیٹ اور فاسفیٹ اوف لائم اور دیگر قسم کے نمکول کے ساتھ جن میں چونے کی خاصیت

ہوتی ہے پایا جاتا ہے۔ یہی مادہ جب اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو ہڈی بن جاتا ہے۔ چونکہ یہ مادہ مخلوقات میں بنیاد کا کام دیتا ہے اس وجہ سے اس کو بنیادی خلیہ کہتے ہیں۔

نسیج الحاقی میں اسی قسم کے بنیادی خلیے پائے جاتے ہیں جن کی بناوٹ میں یہی خاکی مادہ ہوتا ہے۔ حیوانات خصوصاً انسان میں یہ الحاقی نسیج دیگر انسجہ کے ساتھ بہت زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ انسان میں بنیادی اعضاء اسی سے بنتے ہیں جن میں ہڈی وکری، رباط اور اوتار اسی سے بنتے ہیں ان کے علاوہ جسم انسان کے دیگر اعضاء کی مضبوطی کا کام بھی آتا ہے، اس مادہ کی زیادتی کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر جسم کو کسی ایسے تیزاب میں ڈال دیا جائے جس سے الحاقی مادہ کے سوا باقی تمام انسجہ تحلیل ہو جائیں تو باقی جسم ایک چھلنی کی مانند رہ جائے گا۔

بچپن میں الحاقی مادہ جسم میں بہت کم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نسیج الحاقی میں سختی نہیں پائی جاتی اور بچے کی ہڈیاں اسی لیے نرم ہوتی ہے۔ جوں جوں بچہ جوان ہوتا چلا جاتا ہے، الحاقی نسیج یا خاکی مادہ زیادہ اور سخت ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے میں یہ مادہ اس قدر سخت ہو جاتا ہے کہ اس سے ایک طرف اعضاء انسانی لکڑی کی طرح سخت ہو جاتے ہیں جن سے اعضاء کے افعال میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے اس مادہ کے بڑھ جانے سے مجریٰ وغیرہ میں بھی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح انسان پر بڑھاپا غالب آ جاتا ہے۔

جوانی میں یہ خلیات ہمیشہ نئے خلیات میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ پرانے خلیات تحلیل ہو کر غالب ہو جاتے ہیں اور نئے خلیات ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔ چالیس سال کی عمر تک یہ عمل جاری رہتا ہے مگر اس کے بعد خلیات کا انحلال تو جاری رہتا ہے مگر نئے خلیات کی تکوین عمل میں نہیں آتی۔ اور چالیس سال کی عمر تک دماغ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور اس کے بعد گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ گویا چالیس سال کی عمر سے انسانی جسم مرنا شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہم اس قوت سے محروم ہو جاتے ہیں جس سے خلیات کی تکوین ہوتی ہے۔ چالیس سال کی عمر کے بعد بھی ہم زندہ رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے قوی برابر گرتے رہتے ہیں اور فنا ہوتے رہتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ چالیس سال کے بعد بدل ما یتحلل، جسم کو حاصل نہیں ہوسکتا۔

خلیات کی موت اور بڑھاپا

چالیس سال کے بعد ایک طرف الحاقی نسیج یا خاکی مادہ زیادہ سخت ہونا شروع ہو جاتا ہے دوسرے نئے خلیات کی پیدائش بند ہو جاتی ہے۔ تیسرے دماغ کی ترقی رک جاتی ہے۔ اور بڑھاپا ظاہر ہو کر موت کی شکل دکھا دیتا ہے۔ بڑھاپے میں جسم کمزور اور نحیف ہو جاتا ہے۔ یہ خاکی مادہ جو خون میں ملا ہوتا ہے جسم کے خلیات کے منہ میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور وہیں جسم بن جاتا ہے۔ چونکہ پھر خلیہ میں خون کا گزر نہیں ہوسکتا اس لئے وہ خلیہ بند ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ نیا خلیہ بننا بھی بند ہو چکا ہوتا ہے، تو جسم میں اس مقام پر مردہ خلیات کی علامت بطور جھری کے ظاہر ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ اسی طرح رفتہ رفتہ تمام خلیات کے منہ اس خاکی مادہ سے بند ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کل جسم پر جھریاں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں، اور گوشت پوست لٹک جاتا ہے۔

اس نظریہ سے بڑھاپے کی کچھ حقیقت تو سامنے آتی ہے مگر اس کا علاج فرنگی طب میں اس کے سوا اور کچھ نہیں آتا کہ الحاقی نسیج میں سختی پیدا نہ ہو اور خلیات کی پیدائش جاری رہے۔ لیکن یہ علاج بھی امکان سے باہر ہے۔ دراصل یہ حقیقت ہے کہ فرنگی طب کی تحقیقات خلیات کے سلسلہ میں زیادہ دقیق نہیں ہے۔ جس سے وہ پیدائش خلیات پر کچھ روشنی ڈال سکے۔ اس لئے اس بارے میں اس کی تحقیقات ختم

ہو چکی ہیں۔

اس سلسلے میں ہماری تحقیقات یہ ہیں کہ الحاقی نسیج کے خلیات کی پیدائش موت تک جاری رہتی ہے۔ یہی خلیات بنیادی ہیں۔ البتہ فعلی خلیات کی پیدائش بند ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر بدن انسان میں مناسب حرارت رہے تو بھی الحاقی مادہ سے ایک طرف نئے فعلی خلیات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور دوسری طرف یہی حرارت الحاقی نسیج کو سخت نہیں ہونے دیتے ہیں یہ حرارت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ اور کہاں پیدا ہوتی ہے؟ اس کا ذکر ہم اپنی تحقیقات میں کریں گے۔ ہماری تحقیقات فرنگی طب سے کس قدر زیادہ اور اہم ہیں۔

چوتھا نظریہ

اس نظریہ میں اس امر کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ بڑھاپا اس وقت آتا ہے جب انسان کی شریانیں سخت ہو جاتی ہیں اور ان میں صلابت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ان میں لچک ختم ہو جاتی ہے۔ خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور وہ ناکارہ ہو جاتی ہے۔ یہ نظریہ بھی کوئی نیا نہیں ہے وہی نسیج الحاقی یا خاکی مادہ کی ایک مختلف صورت ہے، شریانوں میں بھی نسیج الحاقی اور خاکی مادہ پایا جاتا ہے۔ جو وہاں پر سختی اور صلابت اختیار کر لیتا ہے۔ البتہ اس تحقیق سے جو نئی چیز علمی دنیا کے سامنے آتی ہے وہ خون کے دباؤ کا بڑھ جانا (ہائی بلڈ پریشر) ہے۔ جو اپنی جگہ ایک خوفناک علامت ہے لیکن اس کا تعلق صرف شریانوں تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ جب شریانوں میں سختی اور صلابت پیدا ہوتی ہے تو اس سے قبل عضلات اور غدد کو اپنی گرفت میں کر چکی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کے اندرونی اعضاء اور نسائج سخت ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب بوڑھوں پر جراحی کے زیر عمل ان کے اعضاء خصوصاً جگر اور گردوں پر نشتر چلایا جاتا ہے تو ان میں سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے لکڑی کو آری سے چیرا جا رہا ہو۔ یہ سب کچھ نسائج میں خاکی مادہ کی کثرت اور سختی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جگر تغذیہ جسم کا ایک انتہائی ضروری جزو ہے۔ اور یہ کئی افعال انجام دیتا ہے جب اس پر الحاقی نسیج یا خاکی مادہ اثر انداز ہو جائے یا لپٹ جائے تو اس کے افعال میں یقیناً خلل واقع ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ اسی طرح گردے بھی انتہائی ضروری اعضاء ہیں اور ان کے خلیات کا قدرتی فعل یہ ہے کہ وہ مضر و فاسد مادے پیشاب کے ذریعے جسم سے خارج کرتے ہیں لیکن ان کے گرد جب نسیج الحاقی اور خاکی مادہ اثر انداز ہوتا ہے تو پھر گردے اپنے افعال صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتے جس کی وجہ سے خون میں تیزابی مادوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور بڑھاپا اور بالوں میں سفیدی کا ظہور ہو جاتا ہے۔ نزلہ کی ابتدا بھی یہیں سے ہوتی ہے۔ صرف جگر و گردوں تک محدود نہیں ہے بلکہ دل و دماغ کے حجاب و مخاط میں بھی جب نسیج الحاقی اور خاکی مادہ اپنا اثر کرتے ہیں تو ان کے افعال میں بھی خرابی واقع ہو جاتی ہے ظاہر طور پر اس کا اثر جب جلد پر پڑتا ہے تو وہ سوکھ کر خشک اور پتلی ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عضلات میں دبلا پن ظاہر ہو جاتا ہے بعد میں یہ دبلے عضلات سخت ہو جاتے ہیں۔

اس سختی کو صرف صلابت شرائن تک محدود نہیں خیال کرنا چاہیے بلکہ اندرونی غدد کو خاص طور پر مدنظر رکھنا چاہیے جن سے ہر وقت رطوبات کا ترشح جاری رہتا ہے۔ جب الحاقی نسیج اور خاکی مادہ پھر ان پر اثر انداز ہوتا ہے تو ان کی رطوبات کا ترشح رُک جاتا ہے اور غدد بے کار ہو جاتے ہیں اور اپنے افعال جاری نہیں رکھ سکتے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے بوڑھے لوگ اپنا منہ کھولے رہتے ہیں تاکہ ان کے منہ کی خشکی کم ہوتی رہے، اور حلق تر رہے۔

شرائن و غدد اور عضلات وغیرہ کی صلابت واقعی بڑھاپے کی علامات ہیں۔ ظاہر ہے یہ ماڈرن سائنس کی تحقیقات ہیں، لیکن طب

یونانی کی کتب میں اس صلابت کا ذکر بڑی وضاحت سے پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کو صرف فرنگی طب کی تحقیقات ہی تسلیم کرلیا جائے، تو بھی یہ صرف بڑھاپے کی علامت سے زیادہ نہیں ہے جو نسیج الحاقی کو مدنظر رکھ کر بیان کی گئی ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صلابت شرائن و غدد اور عضلات وغیرہ کا علاج کیا ہے۔ جیسا کہ ہم تیسرے نظریہ کے بارے میں لکھ چکے ہیں کہ فرنگی طب تاحال خلیات کی پیدائش اور ان کے افعال سے پورے طور پر واقف نہیں ہے، اس لئے وہ اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

پانچواں نظریہ

اس نظریہ کی بنیاد اس امر پر ہے کہ انسانی خلیات (سلز) کی پیدائش کم ہو جاتی ہے، اس لئے بڑھاپا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ نظریہ بھی کوئی جدا حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق نسیج الحاقی کے ساتھ ہے۔ بہرحال یہ ایک نظریہ ہے اور اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے۔ اس کا سمجھنا بھی قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری پر روشنی ڈالتا ہے۔ مگر خلیات کی پیدائش کیسے بڑھائی جاسکتی ہے، فرنگی طب اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

چونکہ ڈاکٹر دروناف کو اعادہ شباب میں کافی اہمیت حاصل ہے، اس سلسلہ میں ان کی رائے بطور ثبوت درج ذیل ہے:

''نسیج اتصالی (الحاقی) دوسرے منسوجات کے لئے ایک سہارا اور ڈھانچہ کے طور پر ہے، تمام اعضاء کے کارکن یعنی فعلی خلیات کے درمیان نسیج اتصالی کے خلیات موجود ہوتے ہیں جو عضو متعلقہ کی صورت اور ڈھانچہ کے قیام میں مد ہوتے ہیں۔ عضلات کے ریشوں اور جگر، گردوں، غدہ ترمسیہ اور خصیتین وغیرہ کے فعلی خلیات بھی نسیج اعصابی کے خلیات سے معرا نہیں ہوتے۔ ہر عضو میں مخاطی خلیات فعلی خلیات ہیں۔ جو عضو متعلقہ کا مخصوص وظیفہ سرانجام دیتے ہیں۔ اس کے درمیان جو نسیج اتصالی پایا جاتا ہے اس کا مقصد مخاطی خلیات کو سہارا دینے کے علاوہ یہ بھی ہے کہ خون کی باریک باریک رگوں سے جو رطوبت رستی ہے اسے اپنے اندر سے گزار کر مخاطی خلیات تک پہنچا دے۔ کیونکہ اس کے بغیر ان فعلی خلیات کا تغذیہ ممکن نہیں ہے''۔

ڈاکٹر دروناف کے اس بیان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نسیج فعلی اور نسیج الحاقی کا باہمی کیا تعلق ہے اور جب وہ ایک مقررہ تناسب سے گھٹ جاتے ہیں تو کیا جسمانی تغیرات ظہور میں آتے ہیں یعنی نسیج اتصالی کے خلیات منسوجات فعلی کا کام انجام دیتے ہیں۔ وہ فعلی خلیات کی نسبت بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔ اس نوع کی پیدائش پر عمر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور ان کے مقابلے میں فعلی خلیات جو اعلیٰ اور ارتقائی درجہ کے مختلف الخواص اور نازک ہوتے ہیں اپنی کارکنی مگر پوری غذا اور آرام نہ ملنے کی وجہ سے تھک کر کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور جب معمر ہو جاتی ہیں تو ان میں اپنی مثل پیدا کرنے کی طاقت گھٹ جاتی ہے۔ مگر ان کے مقابلے میں نسیج اتصالی کی قوت قائم رہتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی عضو میں جوں جوں فعلی خلیات کم ہوتے جاتے ہیں توں توں اتصالی خلیات بڑھتے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے جسم اور اعضاء کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ صحت برقرار نہیں رہ سکتی جس کے بعد بڑھاپا اور آخر موت واقع ہو جاتی ہے۔

قیام شباب اور طویل عمری کا یہ نظریہ کتنا عقل و فطرت کے مطابق معلوم ہوتا ہے لیکن پروفیسر ریبئر نے ایک پہلو سے اس کی مخالفت کی ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ جب مخاطی خلیات کی تولید کم ہو جاتی ہے تو یہی خلیات اتصالی خلیات میں تبدیل ہونے لگتے ہیں۔ لیکن ہماری تحقیقات میں پروفیسر ریبئر کی تحقیقات بھی اس سلسلہ میں اسی طرح غلط ہیں جس طرح باقی فرنگی سائنسدانوں کی تحقیقات

اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنا ہے۔

قطع نظر ان مباحث کے ان تحقیقات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خلیات فعلی کے گھٹنے اور خلیات اتصالی کے بڑھنے سے بڑھاپا آ تا ہے۔ اور شباب ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی طرح فعلی خلیات کی تولید بڑھائی جا سکے اور انہیں اتنی تقویت دے دی جائے کہ وہ اتصالی خلیات سے مغلوب نہ ہونے پائیں۔ پس جو شخص قدرت کا یہ راز معلوم کر لے گا وہ یقیناً بڑھاپے پر فتح پا سکتا ہے اور قیام شباب اور اعادہ شباب حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن ابھی تک فرنگی محققین کو یہ پتہ نہیں چل سکا کہ جسم انسانی کے اندرونی اعضاء میں کارکن خلیات کی جگہ نسیج اتصالی خلیات کیسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لئے ابھی یہ ایک راز ہی ہے۔

چھٹا نظریہ

اسی نظریہ کے تحت یہ تحقیق کی گئی ہے کہ جسم انسان میں خون اور سفید ذرات کمزور پڑ جاتے ہیں اس لئے انسان بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ نظریہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کیونکہ بڑھاپے میں واقعی انسان کا خون اور سفید ذرات کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقت مسلمہ ہے کہ خون ہی پر زندگی اور طاقت کا دار و مدار ہے اور امراض سے بچاؤ کے لئے خون کی مضبوطی کے ساتھ ساتھ سفید ذرات کا بھی اپنی پوری مقدار میں مضبوط رہنا ضروری ہے۔ جب اُن دونوں میں کمزوری اور ضعف پیدا ہو گیا تو لازمی امر ہے کہ بڑھاپا آ جائے گا اور شباب قائم نہیں رہ سکے گا۔ لیکن یہاں پر یہ حقیقت بھی محل نظر ہے کہ خون اور سفید ذرّات کی کمزوری بذاتِ خود پیدا ہو جاتی ہے یا اعضاء و خلیات اور اغذیہ و ماحول کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جہاں تک اس حقیقت کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ غذا کو اعضاء اور خلیات ہی ہضم کر کے خون اور سفید ذرّات بناتے ہیں۔ اچھی غذا اور مضبوط اعضاء اور خلیات سے عمدہ خون اور مضبوط ذرّات سفید پیدا ہوتے ہیں۔ گویا خون اور سفید ذرّات ثانوی اشیاء ہیں۔ اس لئے اس نظریہ کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ لیکن خون اور سفید ذرّات ثانوی اشیاء ہیں۔ اس لئے اس نظریہ کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ لیکن خون اور سفید ذرّات کی کمزوری کا علم بھی بعض تحقیقات پر ضرور روشنی ڈالتا ہے۔

ماڈرن سائنسدانوں اور ڈاکٹروں کی تحقیقات ہے کہ خون میں ایک قسم کے خوردبینی جراثیم پائے جاتے ہیں جن کو فاگوسائٹ (ممد حیات) کہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ خوردبینی جراثیم انسانی جسم کے محافظ ہیں جو زہریلے اور مہلک جراثیم کو فنا کرنے کا کام انجام دیتے رہتے ہیں۔ جس جسم میں ان ممد حیات جراثیم کی تعداد اور زیادہ ہو، وہی جسم تندرست و صحیح اور مضبوط رہتا ہے۔ جب ان کی تعداد کم ہو جائے تو مہلک جراثیم بڑھ جاتے ہیں تو انسان بیماریوں میں پھنس جاتا ہے اور اپنی صحت خراب کر لیتا ہے۔

ہم یہ پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ یورپ کے محقق ڈاکٹر انسان کے عمر طبعی سے پہلے مر جانے کا باعث مختلف امراض کے کروڑوں جراثیم قرار دیتے ہیں۔ جو ہر وقت انسان کے جسم کو گھن کی طرح کھاتے اور کمزور کرتے رہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ان کے مقابلے میں تندرستی کے معاون اور قوت بخش جراثیم کو خاص طور پر تقویت دی جائے تو انسان نہایت طویل عمر حاصل کر سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خون میں صرف جراثیم کو طویل عمر کا باعث خیال کرنا عقلمندی کے منافی ہے، کیونکہ خون کئی ٹھوس و محلول اور مائی مادوں وعناصر اور کیفیات کا مرکب ہے۔ جب تک یہ مرکب صحیح حالت میں قائم نہ رہے اس وقت تک اس میں کوئی موافق اور مخالف جراثیم زندہ بھی نہیں رہ سکتے۔ اس لئے خون کو اگر ممد حیات (فاگوسائٹ) جراثیم سے اہمیت حاصل ہے تو یہ بالکل بے معنی چیز ہے۔ ہمیں اس امر سے انکار نہیں ہے کہ خون میں قوت مدبرہ بدن ہے اور وہ تقویت و تصفیہ جسم کے ساتھ ساتھ ہر مرض کا مقابلہ بھی کرتی ہے۔ مگر اس میں جس

چیز کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ حرارت طبعی ہے اور جب تک حرارت طبعی اپنی اصلی حالت پر قائم رہتی ہے اس وقت تک ہمارا جسم قوی و مضبوط اور توانا و چست رہتا ہے۔ اور خون بھی کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ اور بڑی سرعت کے ساتھ جسم کے ہر حصہ میں حرکت کرتا رہتا ہے۔ لیکن جب چند خاص وجوہ سے اعضاء رئیسہ کے افعال میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے خاص طور پر فولاد اور گندھک کے اجزاء اپنی ضروری مقدار سے بہت کم ہو جاتے ہیں تو اس وقت خرابی صحت اور کمزوری واقع ہونے لگتی ہے، جس کا نتیجہ بڑھاپا ہوتا ہے۔

سفید ذرّات خون (وائٹ کارپسلز) کو سائنسدانوں کی اصطلاح میں لیوکوسائیٹس کہتے ہیں جو سرخ ذرات خون کے ساتھ خون میں شریک رہتے ہیں۔ خوردبین کی مدد سے دیکھا گیا ہے کہ وہ ہر وقت جسم میں اِدھر اُدھر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اور جہاں کسی مہلک جراثیم کا وجود پاتے ہیں یا کسی مضر مادہ کو دیکھتے ہیں۔ تو اپنے اندر سے چھید نکال کر اس جرثومہ کو لپیٹ لیتے ہیں۔ جو فوراً فنا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اوقات اس کے اندر سے ایک خاص قسم کا مادہ بھی خارج ہوتا رہتا ہے جو زہریلے جراثیم کے لئے مضر ہوتا ہے۔ اکثر سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ذرّات خون بھی بجائے خود جداگانہ اعضاء کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ جب تک ہم اوسط درجہ کی صحت کی حالت میں رہتے ہیں یہ لیوکوسائیٹس (سفید ذرّات خون) اور فاگوسائیٹس (جراثیم ممد حیات) ان جراثیم کو ہلاک کرتے رہتے ہیں جو جسم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ انسانوں کو جراثیم کے خوفناک حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ جب ہماری بے اعتدال زندگی یعنی غیر خالص ہوا اور پانی اور خراب غذا کھانے اور بدعادات و منشیات سے ہمارے اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں۔ تو ساتھ ہی لیوکوسائیٹس بھی کمزور ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں یہ مہلک جراثیم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس سے انسانی صحت خراب ہو جاتی ہے اس طرح انسان کمزور اور جلد بوڑھا ہو جاتا ہے۔ سائنس دان اس قسم کے تجربات میں مصروف ہیں کہ ایسی ادویات اور اغذیہ کا پتہ چل جائے جن کے استعمال سے خون و سفید ذرّات اور ممد حیات جراثیم کو زیادہ سے زیادہ پیدا کیا جا سکے۔ یہ بھی تجربات کئے ہیں کہ نوجوانوں کے خون کو بوڑھوں کے جسم میں داخل کر کے قیام شباب اور اعادہ شباب حاصل کر لیا جائے، مگر اس عمل سے بھی کامیابی نصیب نہیں ہو رہی ہے۔

ساتواں نظریہ

بعض جدید فرنگی سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ جس وقت جسم انسان کے غدد بے کار یا کمزور ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان سے کیمیائی رطوبات (ہامونز) کی تراوش میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اس وقت انسان بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس جدید تحقیقات پر سائنسدانوں کو بہت ناز ہے اور وہ اس غلط فہمی میں گرفتار ہیں کہ انہوں نے قیام شباب اور طاقت کا راز معلوم کر لیا ہے مگر جب ان سے کہا جائے کہ غدد تو بدن کا ایک حصہ ہیں ان کے علاوہ بدن میں دیگر اعضاء بھی ہیں بلکہ خاص طور پر اعضاء رئیسہ دل دماغ جگر جن پر زندگی کا دارومدار ہے۔ کیا ان کے بغیر تنہا غدد جسم میں کچھ مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ پھر جدید تحقیقات نے خلیہ (سیل) سے لے کر خون اور اجزائے خون کو جسم کے لئے مفید قرار دیا ہے اس لئے صرف غدد کو اس قدر اہمیت دینا درست نہیں ہے۔ ہاں! اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ غدد بھی اپنی جگہ اہم اعضاء ہیں ان کا بھی صحت و طاقت اور حسن و شباب سے تعلق ہے۔ اس اہمیت کا یہ فائدہ ہے کہ دیگر حقائق (Factors) کی طرح ان سے بھی مفید نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر وہ غدد جن کا تعلق جنسی قوت کے ساتھ ہے ان کا مطالعہ دلچسپی اور مفید معلومات کا حامل ہے۔

غدد تین قسم کے ہوتے ہیں اوّل ایسے غدد جو رطوبات یا فضلات کو جسم سے باہر خارج کرتے ہیں۔ جیسے جگر خون سے فضلات کو باہر خارج کرتا ہے ایسے غدد کو نالی دار غدد کہتے ہیں دوسرے وہ غدد ہیں جو کیمیاوی طور پر اپنی رطوبات خون میں شامل کر دیتے ہیں۔ جیسے طحال وغیرہ۔ تیسرے وہ غدد ہیں جو اپنی رطوبات کو باہر بھی خارج کرتے ہیں اور کیمیاوی طور پر خون میں بھی شامل کرتے ہیں۔ جن کی بہترین مثال خصیے ہیں۔

ان غدد کو بہت اہمیت دی جاتی ہے جن کی رطوبات خون میں شریک ہوتی ہیں۔ یہ اکثر بے نالی کے غدد ہوتے ہیں۔ ان میں طحال، لبلبہ، کلاہ گردہ، غدہ ترمسیہ (تھائی رائڈ گلینڈ) غدہ ترمسیہ کا شریک کار (پیراتھائی رائڈ گلینڈ) غدہ نخامیہ (پیچوٹری گلینڈ) اور خاص طور پر خصیے شریک ہیں۔ ان غدد سے جو رطوبات کیمیاوی طور پر خون میں شریک ہوتی ہیں تو انگریزی میں ''ہارمونز'' جس کا مفرد ہارمون ہے ان کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ صحت اور قوت کو قائم رکھنے میں ان کا بہت دخل ہے۔ لیکن سوائے خصیوں کے کوئی غدد ایسا نہیں ہے جو قیام شباب کی اہمیت اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اس پر بھی یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اگر اس کی رطوبت کسی بوڑھے انسان میں شامل کر دی جائے تو وہ از سر نو جوان ہو جائے گا۔ جس طرح دیگر غدد کے متعلق تجربات شاہد ہیں۔ مثلاً: غدہ ترمسیہ کی رطوبت بند ہو جاتی ہے۔ تو کزازی تشنجوں سے ہی موت واقع ہو جاتی ہے۔ غدہ نخامیہ کی رطوبت بند ہو جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ کلاہ گردہ اپنی رطوبت بند کر دے تو ضعف قلب اور خرابی رنگ کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ طحال کی رطوبت اگر خون میں شامل نہ ہو تو خرابی ہضم، ضعف قلب، رنگ میں سیاہی اور مالیخولیا ہو جاتا ہے۔ لبلبہ کی رطوبت کے رُک جانے سے ذیابیطس ہو جاتا ہے خصیے کی رطوبت رُک جانے سے جنسی قوت پر غیر معمولی اثر پڑتا ہے چونکہ خصیوں پر وسیع تجربات کئے گئے ہیں اس لئے ان کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

خصیتین کی رطوبت پر تجربات

خصیتین کی رطوبت پر دو طریق پر تجربات کئے گئے ہیں۔ اوّل بچپن یا جوانی میں انسانی یا حیوانی خصیے نکال دیئے گئے ہیں، پھر ان کے اثرات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ عام طور پر جن کے خصیے نہیں ہوتے ان کو زنخا کہتے ہیں۔ لیکن جن کے خصیے نکال دیئے جاتے ہیں ان کو اختہ کرنا کہتے ہیں۔ جب کسی انسان یا حیوان کو اختہ کیا جاتا ہے تو اس میں ظاہری مردانہ علامات پیدا ہی نہیں ہوتیں۔ مثلاً مردوں کی داڑھی اور مونچھیں نہیں نکلتیں۔ بیلوں و منیڈھوں اور بکروں کے سینگ چھوٹے ہوتے ہیں۔ مرغوں کی کلغیاں نہیں نکلتیں۔ اور ان کے باقی جسموں میں بھی کمی نظر آتی ہے۔ یہی اثر گھوڑوں اور کتوں پر بھی نمایاں ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑی تبدیلی یہ پیدا ہوتی ہے کہ ان میں تیزی و تندی اور جنگجوئی کے جذبات تقریباً ختم ہو جاتے ہیں بلکہ بزدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ مرغوں پر ایک اثر یہ پڑتا ہے کہ وہ بانگ نہیں دیتے۔

مشرقی ممالک میں شاہی خاندان اور اعلیٰ گھرانے میں خواجہ سرا رکھنے کی رسم تھی جن سے پردہ دار گھروں میں کام دھندے لئے جاتے تھے۔ یہ خواجہ سرا وہی لوگ ہوتے تھے جن کو اختہ کر دیا گیا ہوتا تھا۔ ان کی شکل بیشک مردوں کی ہوتی تھی مگر ان میں تمام نسوانی عادات اور نزاکت پیدا ہو جاتی تھی۔ سب سے بڑی تبدیلی یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ بال بہت جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ عمر عام لوگوں کی نسبت گھٹ جاتی ہے اور بہت جلد موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت کیا جاتا ہے کہ خصیوں کی غیر موجودگی میں یہ سب اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ اگر جسم کے کسی بھی غدد کو ناکارہ کر دیا جائے، تو انسان کی نشوونما میں یقیناً خرابی واقع ہو جائے گی اور اس کا بہت کچھ اثر جوانی و جنسی قوت اور

طویل عمر پر پڑے گی۔ چونکہ خصیے ایسے غدد ہیں جن کو اختہ کرنے سے جسم کے اعمال میں سوائے جنسی عمل کی کمی کے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے انہی کو ختم کر کے مردمی قوت کو ختم کر دیا جاتا ہے اور جسم کی صحیح نشوونما وارتقاء بھی روک دی جاتی ہے۔ اگر جسم کے کسی اور غدد کو اس طرح ضائع کر دیا جائے تو شاید اختہ شخص کی نہ عمر پا سکے اور نہ وہ تندرست رہ سکے۔ اس لئے خصیتین کو قیام شباب اور اعادہ شباب کی اس قدر اہمیت نہیں ہے جس قدر کہ دی جارہی ہے۔ خصیتین منی کی تکمیل اور اخراج کا آلہ ہیں۔ لیکن ان کی بناوٹ میں خلیات وخون اور دیگر اعضاء خصوصاً اعضائے رئیسہ کا بھی ایک گہرا تعلق ہے یہ صحیح ہے کہ جب ان میں خرابی واقع ہوتی ہے تو مردانہ اوصاف میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن ان پر قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بعض فرنگی سائنس دانوں نے خصیوں کے خلاصہ جات کو کھلا کر طاقت مردمی اور جنسی قوت کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کو حسب منشا کامیابی نہیں ہوئی۔

اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ مردمی طاقت اور جنسی قوت کی خرابی صرف خصیوں کی خرابی سے نہیں ہوتی۔ اکثر عصبی کمزوری اور ضعف قلب سے بھی یہ خرابی واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ جب اعصاب میں خرابی ہوگی تو احساس مفقود ہوگا اور جب قلبی ضعف ہوگا تو خون کا دباؤ ختم ہو جائے گا، نتیجہ ظاہر ہے اس لئے تمام اعضاء اپنی اپنی جگہ پر بے حد اہم ہیں اور ہر ایک پر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔

آٹھواں نظریہ

یہ نظریہ فرانسیسی سائنسدانوں ''چارلس ایڈورڈ برون'' کا ہے کہ جب انسانی اعضائے تناسلی کا جوہر ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے تو بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ نظریہ بھی کوئی جدا حقیقت نہیں ہے بلکہ غدد کی خرابی کا ایک حصہ ہے۔ غدد کی خرابی میں تمام غدد کو سامنے رکھا گیا ہے۔ جس میں تناسلی جوہر (منی) کو تیار کرنے والا غدد خصیے بھی شریک ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ہاتھی اور اندھوں والا معاملہ ہے جس کے سامنے جو شے بوقت تحقیق آ گئی وہ ایک مسئلہ بن کر نظریہ کی صورت اختیار کر گئی۔ اور یہ کوئی نیا نظریہ بھی نہیں ہے۔ آیورویدک اور یونانی طب میں اس پر باحسن طریق پر بحث کی گئی ہے۔

البتہ اس امر سے انکار نہیں ہے، تناسلی جوہر کی کمی بڑھاپے کی علامت ضرور ہے اور کوئی سبب نہیں ہے اور نہ ہی دیگر اعضاء جسم و خلیات اور غدد و خون کی درستی کے بغیر یہ جوہر تیار ہو سکتا ہے کہ وہی مرد پوری طرح صحت مند ہے جس کے جسم میں تناسلی جوہر کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ جس طرح ماہواری کی باقاعدگی اس امر کا اظہار ہے کہ عورتوں کی صحت اپنے صحیح مقام پر ہے۔

نواں نظریہ

فرنگی طب میں جس قدر قیام شباب اور اعادہ شباب کے نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں صرف یہی ایک نظریہ ہے جس کے حامل نے عملی طور پر کچھ کر کے دکھایا ہے۔ بیشک یہ نظریہ بھی بری طرح ناکام ہوا ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر درونوف نے متعدد مردوں اور عورتوں پر اپنا عمل جراحی کر کے ان کو بڑھاپے سے شباب کی طرف کھینچا ضرور ہے۔ اگرچہ یہ اعادہ شباب زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا مگر یہ کوشش ضرور قابل داد ہے۔

پیوند خصیہ

ڈاکٹر دروناف ایک مشہور سرجن اور ملک فرانس کا باشندہ ہے اس نے اپنے عمل جراحی سے جو وہ اعادہ شباب کے متعلق کرتا تھا،

دنیا بھر میں بے پناہ شہرت کی وجہ سے ہندوستان بھی اپنے عمل جراحی کے لئے آیا تھا۔ وہاں پر اس نے ایک مارواڑی اور اس کی بیوی پر اپنا عمل جراحی کیا تھا جس کا ابتداء میں بہت اچھا اثر پڑا، مگر بعد میں وہ اثر بہت جلد ختم ہو گیا۔ لیکن اس نے ثابت کر دیا کہ انسان میں کوشش سے اعادہ شباب کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف خصیتین کو بہت اہم غدد قرار دیتا ہے، اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس میں دو قسم کی رطوبتیں اخراج پاتی ہیں، ایک رطوبت وہ ہے جو ہر انسان اس کو منی کہتے ہیں جس کا مقصد بقائے نوع ہے اور دوسری رطوبت جو خصیوں کے اندر سے نکلتی ہے وہ خون میں شامل ہو جاتی ہے جو قیام شباب کی ذمہ دار ہے۔ جب خصیتین میں ضعف یا خرابی واقع ہوتی ہے تو دونوں رطوبتوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے تو بڑھاپا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی تحقیق ہے کہ اگر خصیوں کے طبعی وظیفہ کو بحال کر دیا جائے تو اعادہ شباب ممکن ہے جو اس نے اپنے عمل جراحی سے کر کے دکھا دیا تھا۔

خصیتین کے طبعی وظیفہ کو بحال کرنے کے لئے اس نے عمل جراحی ایجاد کیا تھا۔ جس میں وہ بندر کے خصیوں کا پیوند انسانی خصیوں پر لگایا کرتا تھا جس میں اس کو ایک حد تک کامیابی ہوئی تھی۔ ابتدائی تجربات اس نے جانوروں پر کئے اور جب ان میں ایک حد تک کامیابی ہوئی تو اس نے انسانوں پر تجربات شروع کر دیئے۔ لیکن اس مقصد کے لئے انسانی نوجوان خصیوں کا فوراً دستیاب ہونا دشوار تھا۔ اس لئے اس نے مجبوراً بندروں کے خصیوں سے کام لینا شروع کر دیا۔ کیونکہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے مطابق بندر انسان کے بہت قریب ہے۔ اس عمل جراحی میں اس کو ابتداء میں کامیابی ہوئی مگر آخرکار وہ بری طرح ناکام ہوا۔ بہرحال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ عمل جراحی اعادہ شباب کے علاوہ دنیاء طب میں جراحی کا ایک نادر نمونہ تھا۔

پیوند اعضاء

پیوند لگانا ایک ایسا عمل ہے جس کی افادیت سے عوام تک واقف ہیں اور تاریخ بتلاتی ہے کہ پیوند نباتات کا سلسلہ صدیوں سے چلا آتا ہے۔ اس عمل سے مختلف اقسام پھول و پھل اور میوہ جات ایجاد کئے گئے۔ اسی پیوند کے زیر اثر طب یونانی اور آیورویدک کی عمل جراحی میں بھی بعض امراض اور خوبصورتی کے لئے ہڈیوں، جلد اور بال پیدا کرنے کے لئے پیوند لگائے گئے تھے۔ مگر اعادہ شباب اور قوت کو بحال کرنے کے لئے کبھی بھی دنیائے طب میں کوئی پیوند نہیں لگایا گیا۔ بلکہ نباتات میں بھی اس امر کو کبھی مدنظر نہیں رکھا گیا کہ ان میں اگر پیوند لگایا جائے گا تو وہ درخت یا پودا پھر اپنے شباب کی طرف لوٹ آئے گا۔ یا اس کی عمر بڑھ جائے گی۔ اور نہ ہی ایسے پیوند کے بعد کسی درخت یا پودے میں ایسی صورتیں سامنے آئی ہیں۔ البتہ یہ ضرور دیکھا گیا کہ جس درخت یا پودے کو پیوند لگا ہے اس کے پھل اور پھول کی خاصیت ضرور بدل گئی ہے۔ بلکہ ایک ایک پودے میں کئی کئی پیوند لگا کر اس میں مختلف انواع واقسام کے پھل و پھول حاصل کئے گئے۔

ڈاکٹر دروناف کے اس عمل سے کہا تو یہ جاتا ہے کہ انسانی نسل میں کوئی فرق نہ پڑتا۔ کیونکہ اس پیوند سے مقصد خصیہ کی اندرونی رطوبت کی پیدائش میں زیادتی مقصود ہے نہ کہ اس کا اثر منی پر مقصود ہے۔ لیکن یہ کیسی بے معنی بات ہے۔ جب منی انسانی خون سے پیدا ہوتی ہے اور خون تمام جسم کی طاقت اور غذا ہے اسی خون سے منی کی پیدائش ہے۔ جب پیوند سے شباب اور طاقت لوٹ سکتی ہے تو کیا جو خون طاقت اور شباب لوٹا سکتا ہے اس کی منی کے اندر اس کا اثر نہیں پڑ سکتا۔ بہرحال اگر یہ غیر انسانی پیوند کا سلسلہ چل نکلتا تو یقیناً انسانی نسل برباد ہو جاتی۔ غیر انسانی تو رہا ایک طرف انسانی پیوند بھی اپنا اثر کئے بغیر نہ رہتا۔ جب حیوانات میں دیکھا گیا ہے کہ ان میں جب

مختلف حیوانات کے پیوند لگائے گئے ہیں تو ان کی خصلتیں بدل گئی ہیں تو کیا انسانوں میں اس طرح تبدیلی عادات اور ہیئت کے اثرات کیسے پیدا نہ ہوتے۔ لیکن قدرت نے اس عمل جراحی یا پیوند کو کامیابی نہ بخشی۔ پیوند سے عادات اور ہیئت کی تبدیلی تو ممکن ہے لیکن اس عمل سے ارتقائی مقاصد کا حاصل کرنا اور اعادہ شباب ناممکن ہے۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر دروناف کو اپنے عمل جراحی سے جو کامیابی ابتدا میں ہوئی تھی وہ کیا تھی، اس کی پوری حقیقت تو اپنی تحقیقات میں بیان کریں گے مگر مختصر یہ ہے کہ انسانی صحت اور قوت کا تعلق اعضائے رئیسہ کے ساتھ ہے اور جگر بھی اعضائے رئیسہ کا ایک عضو ہے جو ایک نہ صرف بڑا غدد ہے بلکہ غدد کا مرکز ہے۔ جب کسی غدود کے افعال میں بھی تیزی واقع ہوتی ہے تو اس کا مشینی اور کیمیاوی اثر جگر پر بھی پڑتا ہے اور اس کے افعال میں بھی تیزی آ جاتی ہے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ جگر خون کی پیدائش وتقویت اور محفوظ حرارت کا ایک بڑا مرکز ہے۔ جب خصیوں میں پیوند لگایا جاتا ہے تو ان کے افعال میں تیزی آ جاتی ہے جس کا اثر جگر پر بھی پڑتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ صحت بہتر ہو جاتی ہے۔ ان فوائد کو آیورویدک میں ادویات اور یوگ سے حاصل کیا اور یونانی طب میں حفظ صحت اور عمدہ اغذیہ و ادویات کے استعمال سے کامیابی حاصل کی ہے۔ بہرحال اس عمل جراحی سے یہ تحقیقات بھی سامنے آ گئی ہے کہ پیوند سے اعضاء کے افعال میں تیزی اور طاقت پیدا کی جا سکتی ہے۔

فرنگی تحقیقات کا نچوڑ

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ فرنگی طب اور سائنس میں خدمت فن یا بزنس کو مدنظر رکھتے ہوئے تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔ جس سے صحیح یا غلط طریق پر بنی نوع انسان کی خدمت ہوتی ہے۔ انہی تحقیقات میں اعادہ شباب کے لئے بھی ایک کوشش کی گئی ہے۔ جس کے لئے ہر زمانے اور ہر ملک میں جدا جدا قسم کے نظریات کے تحت علیحدہ علیحدہ کوششیں کی گئی ہیں۔ اگرچہ ان سے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی تاہم اس سے نئی معلومات اور نئی راہیں جو کھل گئی ہیں یہ تمام تحقیقات بہرحال ایک معالج کے لئے ضرور مفید ہیں، تاکہ وہ فرنگی طب اور سائنس کے صحیح و غلط تجربات و معلومات اور تحقیقات سے آگاہ ہو جائے اور اپنے لئے کام کرنے میں صحیح راہیں قائم کر لے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فرنگی طب و سائنس اور تحقیقات کے تجربات و معلومات اور تحقیقات میں کوئی بھی اعادہ شباب کے لئے مفید نہیں ہے، لیکن اس امر سے ہمیں انکار نہیں ہے کہ ان کی تحقیقات سے بعض اچھے نتائج حاصل ہوئے ہیں۔

اعادہ شباب اور طویل عمری کی صحیح راہ

قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے جس قدر نظریات پیش کئے گئے ہیں ان میں آیورویدک و طب یونانی اور فرنگی طب اور فرنگی سائنس تقریباً سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہر ایک نظریہ نے بڑھاپے اور ضعف قوت اور کم عمری کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ مگر سوائے آیورویدک اور ڈاکٹر دروناف کے کسی نے قیام شباب اور اعادہ شباب کا نہ دعویٰ کیا ہے اور نہ کر کے دیکھا ہے۔ آیورویدک کے دعویٰ کی تصدیق ہمارے سامنے کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے زمانہ میں کوئی بھی رشی ومنی اور راج وید ایسا نہیں ہے، جو یہ دعویٰ کرے کہ اس کی عمر دس ہزار سال نہ سہی تو کم از کم ایک ہزار سال یا اس کے نصف ہی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کی اوسط عمر یورپ اور دیگر ممالک سے بہتر نہیں ہے۔ اس لئے آیورویدک کا دعویٰ یا تو صرف کتب تک محدود ہے یا اس شان کے ویدراج صدیاں ہوئیں ختم ہو گئے ہیں جو آیورویدک کے فاضل اور حامل تھے۔

جہاں تک ڈاکٹر وروناف کے دعویٰ کا تعلق ہے وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے نظریہ اور دعویٰ کے مطابق ایک تجربہ کر کے دیکھا ہے، اگرچہ اس کو پوری کامیابی نہیں ہوئی، بہرحال طبی دنیا میں ایک پہلا نمونہ ہے اور ایک تحقیق ہے، اس کی داد نہ دینا حق شناسی نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہم اس نظریہ کو صحیح خیال نہیں کرتے اور ہماری تحقیق کے مطابق اس قسم کی کوئی اس سے بہتر کوشش بھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ ہماری تحقیقات کا قارئین کو علم ہو جائے گا۔

قوت کی حقیقت

قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری سمجھنے کے لئے صحیح تو یہ ہے کہ اس امر کا اظہار کیا جائے کہ قوت کیا شے ہے؟ وہ کس طرح عمل میں آتی ہے؟ کیا انسان اس کی پیدائش پر قادر ہوسکتا ہے؟ آیورویدک نے رسائن کی قوت پر بھروسہ کیا ہے۔ طب یونانی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ رطوبت غریزی اور حرارت غریزی پیدا نہیں ہوسکتی۔ فرنگی طب کی تحقیقات خون اور اس کے سرخ وسفید ذرات، خلیات و غدد، جراثیم اور جنسی قوت تک محدود ہیں۔ لیکن اس وقت ان میں سے کوئی قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمر میں کامیابی کا دعویٰ نہیں کرسکتا ہے۔ ہم ذیل میں اوّل قوت کی حقیقت پر روشنی ڈال رہے ہیں اور بعد میں اپنی تحقیقات پیش کریں گے۔

قوت کی حقیقت

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قوت کی اصلیت کیا ہے؟ قوت کوئی ایسی شے نہیں ہے جس کو ہم مادی طور پر محسوس کرسکیں۔ اس کا اظہار ہمیشہ کسی طاقت کے فعل سے ہوتا ہے اور ہم زیادہ تر اس کا ادراک کرتے ہیں، البتہ بعض حالتوں میں لمس سے بھی محسوس کر سکتے ہیں۔ یہی قوت جب انسانوں میں پورے عروج پر ہوتی ہے تو ہم ان کو جوان کہتے ہیں۔

مثلاً وہ حسین نہ بھی ہوں بہرحال ان کی جوانی ضرور خوبصورت نظر آتی ہے۔ اسی طرح جب حیوانات بلکہ پودوں میں بھی اس قوت کا اثر ہوتا ہے تو وہ بھی حسین نظر آتے ہیں۔ اس امر میں کوئی کلام نہیں ہے کہ عورت حسن وکشش اور شعریت کا مجسمہ ہے۔ مگر جب اس پر بڑھاپا چھا جاتا ہے یعنی اس میں قوت ختم ہو جاتی ہے تو اس کا حسن وکشش اور شعریت بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ قوت کا کمال یہ ہے کہ جب مرد عورت میں قوت پورے عروج پر ہوتی ہے تو اپنی اولاد پیدا کر سکتے ہیں جو قوت کی عدم موجودگی میں تقریباً ناممکن ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان میں جب قوت قائم ہوتی ہے تو اس کے حواس خمسہ ظاہری اور باطنی میں احساسات اور ادراکات کے علاوہ غور وفکر اور عقل وحرکت کا اظہار پورے طور پر ہوتا ہے۔ اور جوں جوں انسان میں قوت کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ حرکت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ آخر جب یہی قوت ختم ہو جاتی ہے تو اس کو موت واقع ہو جاتی ہے۔ جب انسان کی قوت پورے عروج پر ہوتی ہے تو ہم اس کو جوان کہتے ہیں اور جب اس میں ضعف آنا شروع ہوتا ہے تو ہم اس کو بڑھاپا کہتے ہیں۔ جب وہ بالکل ختم ہو جاتی ہے تو ہم اس کو موت کا نام دیتے ہیں۔

ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی جسم، قوت اور زندگی سے مرکب ہے۔ جب بچپن سے لے کر موت تک بلکہ موت کے بعد بھی کچھ عرصہ تک قائم رہتا ہے اور زندگی میں بھی موت ظاہری طور پر کچھ کم وبیش نظر نہیں آتی مگر قوت ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس میں بچپن سے لے کر موت تک اکثر تغیرات نظر آتے ہیں۔ یہ کمی بیشی عمر وصحت اور غذا کی کمی بیشی سے نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ اور یہ اکثر

دیکھا گیا ہے کہ اچھی صحت اور عمدہ غذا سے غیر معمولی جوان، پہلوان بن جاتے ہیں۔ اور اگر بوڑھے انسانوں کی اچھی صحت اور عمدہ غذا قائم رہے تو وہ بھی جوان معلوم ہوتے ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ قوت ضرور کوئی ایسی حقیقت ہے کہ جس میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے اور صرف اسی قدر کافی نہیں سمجھا گیا ہے کہ انسان پیدائش کے بعد جیسی بھی صحت گزرے اس کو گزارتا جائے۔ اور وہ اپنی قوت کی ترقی اور کمال کو نظر انداز کر دے۔ جب کہ روزانہ تجربہ اور مشاہدہ سے پتہ چلتا ہے کہ مریض تندرست ہو جاتے ہیں۔ اور کمزور طاقت ور بلکہ پہلوان بن جاتے ہیں، اور ویسے ہی پہلوان جو شیروں سے بھی لڑ جاتے ہیں۔

ان مشاہدات و تجربات اور واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ قوت کوئی ایسی شے ضرور ہے جو بڑھائی اور قائم رکھی جاسکتی ہے تو پھر اس کو کیوں نہ بڑھایا جائے اور قائم رکھا جائے۔ اگر ہم قوت کو بڑھا سکیں اور قائم رکھ سکیں تو یقینی امر ہے، ہم عمر کو طویل اور شباب کو قائم رکھ سکنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس حقیقت کے بعد پھر وہی سوال سامنے آتا ہے کہ آخر قوت شے کیا ہے؟

زندگی کے علاوہ جب کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کائنات میں ہم جن اشیاء کو قوت کہتے ہیں یا جن اشیاء میں قوت نظر آتی ہے وہ آگ، روشنی، نور، برق، حرارت، ہوا کا دباؤ اور پانی کی تیزی ہے اور انہی اشیاء پر یہ کائنات قائم ہے۔ کائنات میں ان اشیاء میں کمی بیشی واقع ہوتی رہتی ہے۔ اگر یہ چیزیں ایک دم ختم نہیں ہو جاتیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لاکھوں سالوں کی یہ بڑھیا کائنات ابھی جوان ہے اور اس کو سوائے کسی حادثہ کے موت نہیں آئے گی اور حادثہ بھی ایسی صورت میں ہوگا کہ یہ دنیا کسی ایٹم کے جل اٹھنے سے جل جائے یا کوئی ستارہ کسی ستارے سے ٹکرا جائے بلکہ اگر کوئی ستارہ کسی ستارے کے بالکل قریب آ جائے تو بھی کائنات یا وہ ستارہ تباہ ہو جائے گا۔ ان امور سے ثابت ہوتا ہے کہ قدرت نے فطری طور پر کائنات کو چلانے کے لئے جو قوتیں پیدا کی ہیں وہ کم و بیش ہونے کے بعد قدرتی طور پر پیدا بھی ہوتی رہتی ہیں۔ اگر ہم اس کائنات کو جہان اکبر کا نام دے دیں تو زندگی جس قسم کی بھی ہو جو اس جہاں اکبر میں نظر آتی ہے اس کو جہاں اصغر کہا جا سکتا ہے اگر جہان اکبر اپنی قوتوں کو فطری طور پر پیدا کرنے اور قائم رکھنے پر قادر ہے تو یقینی بات ہے کہ جہاں اصغر خصوصاً انسانیت میں بھی یہ قابلیت قدرتی طور پر ہونی چاہیے کہ وہ اپنی قوتوں کی کمی بیشی کو پورا کرتا رہے اور اس کی بھی موت سوائے حادثہ کے واقع نہ ہو اور ہزاروں سالوں تک زندہ رہ سکے۔

بجلی

کائنات میں قوت کے جو مظاہر ہیں ان میں شدت کے لحاظ سے بجلی کو سب پر اہمیت حاصل ہے۔ اس کی گرج و برق رفتاری اور جلا کر فنا کر دینے کی تیزی کا مقابلہ نہیں ہے۔ جس مکان یا درخت پر گرے تو اس کو جلا کر خاک کر دے۔ انسان کی اس کے سامنے کیا مجال ہے۔ مگر خداوند حکیم نے انسان کو وہ علم و عقل اور حکمت عطا کی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو ضرور قابو کر لیتا ہے۔ شیر و بھیڑیا اور ہاتھی اور ریچھ سے خوفناک درندے اور سانپ و بچھو جیسے حشرات الارض سے انسان نے وہ کام لئے ہیں کہ دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان نے بجلی کی گرج و برق رفتاری اور جلا دینے کی قوت دیکھی تو اس کو بھی ایجاد کر لیا۔ اور اس سے اپنی خدمات حاصل کرنی شروع کر دیں۔ یہی بجلی اب اس کے گھر میں روشنی کرتی ہے، اس کا پنکھا چلاتی ہے، کمروں کو گرم رکھتی ہے، کھانا تیار کرتی ہے۔ دیگر سینکڑوں ہزاروں کاموں کے علاوہ اس کی تفریح کے لئے اس کا ریڈیو بھی چلاتی ہے۔ یہ نہ صرف موجودہ دور کی سب سے بڑی قوت ہے بلکہ ہر زمانے میں یہی قوت سب سے بڑی تسلیم کی جائے گی۔ ایٹم کی قوت بھی جب تک بجلی پیدا نہیں کرے گی وہ بھی بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ گویا دنیا کی

اصلی قوت صرف بجلی ہے۔

بجلی کا سیل

بجلی کو آسانی سے سمجھنے کے لئے ایک بیٹری کا سمجھ لینا زیادہ بہتر ہوگا۔ یہ بیٹری عام طور پر موٹروں، ریلوں اور تار گھروں میں اکثر آسانی سے نظر آتی ہے۔ ویسے بھی بیٹری بنانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ وہ آسانی سے بن جاتی ہے۔ ایک چینی یا مٹی کا روغنی لوٹا یا کوئی اور گلاس نما برتن لے لیں اور اس کو نصف تک ایسے محلول (تیزاب گندھک) سے بھر دیں جس میں تیزاب ایک حصہ پانی سات حصے ہو۔ اس کے بعد بجلی کی دو الگ الگ تاروں کو لیں ایک کے ساتھ تانبے کا ٹکڑا اور دوسری کے ساتھ جست کا ٹکڑا باندھ دیں اور پھر دونوں کو الگ الگ اس برتن میں لٹکا دیں۔ بس بجلی تیار ہے۔ اس مجموعہ کا نام الیکٹرک سیل (برقی کیسہ) ہے۔

اس الیکٹرک سیل کی حقیقت یہ ہے کہ جب تانبے اور جست کی سلاخیں (ٹکڑے) تیزاب ملے پانی میں پڑتی ہیں فوراً تیزاب کا اثر سلاخوں پر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن ان میں سے ایک پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور دوسرے پر کم ہوتا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ کیمیاوی تبدیلیاں برقی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اس برقی صورت میں سے خود بخود برقی لہریں پیدا ہو کر سلاخوں کے ذریعے ان تاروں میں پہنچ جاتی ہیں جو ان سلاخوں سے بندھی ہوئی ہیں۔

بجلی کیسے پیدا ہوتی ہے

یہاں پر قابل غور بات یہ ہے کہ سیل میں بجلی کیسے پیدا ہوتی ہے؟ یہی ایک اہم مسئلہ ہے بجلی کا پیدا ہونا ہی قوت کا پیدا ہونا ہے۔ جاننا چاہئے کہ جب دو مختلف دھاتوں کے ٹکڑے تیزاب ملے پانی میں ڈالے جاتے ہیں تو دھات کی سلاخوں پر تیزاب کا کیمیاوی اثر شروع ہو جاتا ہے اور اس تیزابی مرکب میں قدرتی طور پر شوخی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں لہریں اٹھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ لہریں ایک راستہ اختیار کرتی ہیں جس کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ نرم سلاخ کی طرف سے لہر سخت سلاخ کی طرف چلی جاتی ہے۔ اس لئے سخت سلاخ والی تار کو پازیٹو (مثبت) اور نرم سلاخ والی تار کو نیگیٹو (منفی) کہتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ برقی لہر منفی تار کی طرف سے چلتی ہے اور مثبت تار کی طرف جاری رہتی ہے۔ جب دونوں تاروں کو آپس میں ملایا جاتا ہے تو ایک شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی بجلی و برق اور قوت ہے اس قوت سے جو کام چاہیں لے لیں۔ اس الیکٹرک سیل میں اس وقت تک بجلی پیدا ہوتی رہے گی جب تک اس میں دھاتوں کی سلاخیں سلامت ہیں یا اس پانی ملے تیزاب میں تیزاب کا اثر ختم نہیں ہو جاتا۔ بجلی کا پیدا ہونا کیمیاوی قدرتی نتیجہ ہے۔ اس قوت کو زیادہ سیل بنا کر ان کو آپس میں ملا کر بہت زیادہ بڑھایا بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسی اصول پر خشک بیٹری بھی تیار کی جاتی ہے جو اکثر جیب میں رکھی جاتی ہے۔ مگر اس طریق پر بجلی زیادہ پیدا نہیں کی جا سکتی یعنی سیل کی بجلی محدود اور ہلکی قسم کی ہوتی ہے۔

رگڑ سے بجلی کا پیدا ہونا

دوسرا طریقہ جس سے زیادہ بجلی پیدا ہوتی ہے وہ رگڑ (ایکشن) کے اصول پر پیدا ہوتی ہے۔ یعنی جب دو چیزوں کو رگڑا جائے تو بجلی پیدا ہوتی ہے۔ اس اصول پر ''ڈائنمو'' تیار کئے جاتے ہیں جس کی تفصیل طویل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ تانبے کی تاروں کو ایک پہیے پر لپیٹ دیتے ہیں اور اس پہیے کو ایک دوسرے پہیے کے اندر اس طرح حرکت دیتے ہیں کہ ان تاروں پر مسلسل رگڑ قائم رہتی ہے جس سے بجلی پیدا ہوتی ہے کہ اس سے کئی شہروں کو روشن کیا جا سکتا ہے بلکہ ہر قسم کی شہری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی ذہن نشین کر لیں کہ اس جہان اکبر و جہان اصغر میں حرکت و حرارت اور قوت (ایکشن، ہیٹ اور انرجی) کا قانون جاری اور ساری ہے۔ یعنی جہاں پر حرکت یا رگڑ یا ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے وہاں پر بجلی و برق اور روشنی و حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی قوت ہے۔ یہ دونوں جہان جن فطری قوانین پر رواں دواں ہیں ان کو قائم رکھنے کے لئے ہر گھڑی مقام پر قدرتی طور پر حرکت و حرارت اور قوت کا نظام چل رہا ہے اور جب تک یہ نظام قائم ہے کائنات اور زندگی ہے۔

نظام شمسی کی قوت

قوت کی پیدائش کے لئے ایک تیسرا نظام بھی قائم ہے جس کو نظام شمسی کہتے ہیں یعنی ''نظام کشش وثقل'' یہ وہ نظام ہے جس پر سورج و چاند اور دیگر ستارے زمین کے ساتھ نہ صرف قائم ہیں بلکہ ان میں گردش اور دوری حرکت جاری ہے۔ یہ وہ قوت ہے جس پر نظام شمسی قائم ہے۔ صرف ستاروں تک محدود نہیں ہے بلکہ اس جہان کے ہر ذرّہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ ایٹم (ابتدائی ذرّہ) کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس میں بھی نظام شمسی پورا کا پورا پایا جاتا ہے۔ ایک طرف اس ابتدائی ذرّہ (ایٹم) کا تعلق آپس میں اس جہانوں کے تمام ذرّوں کے ساتھ ہے اور دوسری طرف اس کا تعلق نظام شمسی سے قائم ہے۔ گو سورج و چاند اور دیگر ستاروں کی ہر حرکت جہاں زمین سے مناسبت رکھتی ہے وہاں زمین کے تمام ذرّوں کے ساتھ منسلک ہے۔ انسان جو کروڑوں حیوانی اور غیر حیوانی یعنی حیاتی اور غیر حیاتی ذرّوں کا مجموعہ ہے جس کو جہانِ اصغر کہتے ہیں بدرجہ اولیٰ نظام شمسی سے منسلک ہے اور اپنی قوت کو حاصل کر رہا ہے۔

نظام جہانِ اصغر

یہ کائنات و آفاق اور برہما جن قوانین اور قویٰ کے تحت چل رہا ہے بالکل انہی قوانین اور قویٰ کے تحت جسم انسان، نفس اور من چل رہے ہیں اور اس کو نظام اصغر کہتے ہیں۔ جن کی مختصر تشریح یہ ہے کہ جس طرح جہان اکبر میں بجلی و قوت کی پیدائش کیمیاوی و رگڑ اور کشش ثقل سے ہو رہی ہے اسی طرح جہان اصغر میں بھی یہ نظام قائم ہے اور اس میں ہر گھڑی بجلی اور قوت پیدا ہو رہی ہے: (۱) انسان کا ہر حیوانی ذرّہ ایک الیکٹرک سیل ہے۔ (۲) جسم انسان میں خون گردش حرکت و رگڑ (ایکشن) کے اصولوں پر بجلی و قوت پیدا کر رہا ہے۔ (۳) ہر غیر حیوانی ذرّہ اپنے اندر نظام شمسی رکھتا ہے۔ اور ہر گھڑی غیر شعوری طور پر بجلی اور قوت پیدا کر رہا ہے۔ جب جہان اکبر، جہان اصغر دونوں ایک قانون فطرت و قدرت کے تحت قائم ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ جہان اکبر تو قائم رہے اور جہان اصغر بغیر حادثہ کے فنا ہو جائے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اب تک ایسا ہوتا رہا ہے تو اس علم اور حقیقت کے بعد اس کی اور کمزوری کا پتہ چلانا چاہیے کہ جن کی وجہ سے نظام جہان اصغر میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور وہ بغیر حادثہ کے صرف قوتوں کی کمی یا خرابی کی وجہ سے فنا ہو جاتا ہے۔ اگر ہم ان حقائق کو جان لیں تو یقینی امر ہے کہ اس جہان اکبر کی طرح جس کے متعلق ہم کو یقین ہے کہ وہ بغیر کسی حادثہ کے فنا نہیں ہوگا۔ یہ جہان اصغر بھی بغیر کسی حادثہ کے فنا نہیں ہو سکتا اور انسانی عمر طویل اور شباب ہمیشہ قائم رہ سکتا ہے۔

مادہ و قوت اور روح

یہ حقیقت ہے کہ قوت جو جہان اکبر اور جہان اصغر میں پیدا ہو رہی ہے وہ بغیر مادہ کے ناممکن ہے جس مقام پر قوت اور بجلی پیدا ہو رہی ہے چاہے وہ کیمیاوی طور پر ہو چاہے حرکت سے پیدا ہو چاہے نظام شمسی اس کا ذریعہ ہو وہاں پر مادہ مقدم ہے اور اس کے علاوہ کسی ایسی قوت کا تصور بھی ضروری ہے جو مادہ اور قوت کے نظام کو قائم رکھ سکے کیونکہ بغیر قوام کے نظام جہان ممکن نہیں ہے اس کا نام ہم روح

رکھتے ہیں گویا جہاں پر بھی قوت کا تسلسل قائم ہے وہاں پر مادہ وقوت اور روح تینوں موجود ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی نفی کر دیں تو قوئ اور بجلی کی پیدائش فوراً ختم ہو جاتی ہے۔ گویا انسان جسم وقوت اور روح کا مرکب ہے۔

جسم ہی سے قوت نکلتی ہے اور اسی کے عمل سے پیدا ہوتی ہے جسم کے ساتھ ہی اس کا اظہار ہے۔ بغیر جسم کے قوت کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ یہ جسم انسان ہو یا حیوانی اور نباتی ہو یا جماداتی۔ بلکہ مشینی ہو یا کیمیاوی ہر مقام پر جہاں قوت نظر آتی ہے وہاں جسم کا ہونا ضروری ہے۔ اور ہر قوت کے عمل میں ایک ترتیب ونظم اور قانون و اصول کام کرتا ہے۔ جس کے تحت وہ پیدا ہوتی ہے اور عمل کرتی ہے۔ گویا یونہی نہ پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے عمل میں اندھا پن اور بے مقصد پن پایا جاتا ہے۔

اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ اس کی ترتیب اور نظم یقیناً کسی قانون اور اصول کے تحت ہے جہاں ترتیب ونظم اور قانون و اصول کام کرتا ہے وہاں لازم ہے کہ اس کا کوئی قوام ہو۔ اس لئے جسم وقوت کے ساتھ ایک تیسرے امر کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے اور اس کا نام روح ہے۔ گویا جسم سے قوت پیدا ہوتی ہے اور روح اس قوت کے اعمال کی نگرانی کرتی ہے بلکہ جسم میں جو قوت پیدا ہوتی ہے اس کی بھی نگرانی کرتی ہے۔ اس لئے آج تک جسم اور روح صرف دو ہی امور کو مانا گیا ہے اور قوت کا تعلق اور منبع بھی روح کو تسلیم کیا گیا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام قوتوں کا منبع جسم ہے۔ روح صرف نگران وقوام یا قانون کا حامل ہے جس سے جسم اور قوت کی نظم اور ترتیب قائم رہتی ہے۔ گویا روح ایک امر یا حکم ہے جس کے تحت جسم اور قوتیں اپنا عمل شروع کر دیتی ہیں اور جو کچھ اجسام اور قوتیں کرتی ہیں وہ ان کے ذاتی خواص ہوتے ہیں۔ ارواح ان کو قائم رکھتے ہیں۔ جہاں پر اجسام اور قوتیں اپنے افعال پورے طور پر انجام نہیں دے سکتیں۔ روح ان کو چھوڑ جاتی ہے۔ یا جب روح اجسام اور قوتوں کو چھوڑ دیتی ہے ان کے افعال رُک جاتے ہیں اس کا نام موت ہے۔ ان کی مثالیں بھی بیٹری، ڈائنمو اور نظام شمسی سے پورے طور پر واضح ہیں۔ مثلاً بیٹری جسم ہے اور اس میں سے جو بجلی پیدا ہو رہی ہے وہ قوت ہے۔ لیکن یہ قوت اس وقت تک اپنا اظہار نہیں کر سکتی جب تک بجلی کی مثبت ومنفی تاریں آپس میں مل کر شعلہ پیدا نہ کر دیں۔ روح کا پہلا عمل بجلی کی پیدائش کی صورت میں تھا اور وہ پیدا ہو کر ایک قانون کے تحت ترتیب سے چلنی شروع ہو گئی تھی۔ پھر جب دونوں تاروں کو ملایا گیا تو ایک دوسرے حکم کے تحت وہاں شعلہ پیدا ہو گیا اور قوت کا اظہار شروع ہو گیا۔ اور جب شعلہ ختم ہو جاتا ہے قوت ختم ہو جاتی ہے اور جب بیٹری پھوٹ جاتی ہے یا ختم ہو جاتی ہے تو بجلی بھی ختم ہو جاتی ہے اور اسی طرح قوت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ گویا قوت کا تعلق ایک طرف جسم کے ساتھ ہے تو دوسری طرف روح کے ساتھ ہے۔ لیکن اس حقیقت کو ضرور ذہن نشین رکھیں کہ قوتیں جسم ہی سے پیدا ہوتی ہیں جو روح کی نگرانی میں اپنے اعمال انجام دیتی ہیں۔ یہی صورت ڈائنمو اور نظام شمسی میں بھی قائم ہے۔ وہاں بھی جسم وقوت اور روح تینوں کام کر رہے ہیں۔

یہاں پر یہ حقیقت بھی ذہن نشین کر لیں کہ اس کائنات میں موالید ثلاثہ کا ہر جز چاہے وہ ذی حیات ہے یا غیر ذی حیات ہے۔ اپنی ایک خاص شکل رکھتا ہے۔ اس کی یہ شکل چند مخصوص عناصر سے ترتیب پاتی ہے گویا ہر شکل ایک دوسرے سے جدا اور الگ ہے۔ قدرت نے ہر شکل اور جسم میں چند خواص پیدا کر دیئے ہیں۔ وہ ان کے تحت اپنے افعال جاری رکھتی ہے۔ یہ اس کے افعال بعض دیگر اجسام کے کبھی موافق ہوتے ہیں اور کبھی مخالف، جس سے کائنات میں ہمیشہ عمل اور ردِّعمل جاری رہتا ہے۔ یہی عمل ردِّعمل قوت کا پیدا ہونا اور ختم ہونا ہے۔ اگر عمل کا ردِّعمل فطرت کے مطابق ہے تو اس میں زندگی اور ارتقاء جیسا کہ بیٹری میں بجلی پیدا ہونے کے بعد جب دو تاروں کو ملایا جاتا ہے تو ان دونوں تاروں کا ملنا عمل ہے اور اس کا ردِّعمل قوت ہے جس میں زندگی نظر آتی ہے۔ اسی طرح ارتقاء زندگی

کی منزلیں طے ہوتی ہیں۔

روح ایک امر ناگریز ہے

ان حقائق سے یہ امر ثابت کرتا ہے کہ روح ایک امر ناگریز ہے جو جسم کی قوتوں سے فطرت کے مطابق عمل کرنے سے جاری ہوتا رہتا ہے اور یہی رب العالمین کا امر ہے۔ اگر اجسام اپنی صحیح شکل میں اپنی قوتوں کو پیدا کریں اور وہ قوتیں فطرت کے عمل کے مطابق اپنا عمل جاری رکھیں تو روح نہ صرف عدم سے امر میں حکم خداوندی کے مطابق پیدا ہوتی رہتی ہے بلکہ ارتقاء کی منزلیں بھی طے کرتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے اجسام کے خواص ہیں ارواح کے بھی خواص قائم کر دیئے گئے ہیں۔ گویا اجسام اور قوتوں کے اعمال سے ارواح کا ظہور یقینی ہے۔ اور اجسام ختم ہو جائیں گے تو نہ قوتیں پیدا ہوں گی اور نہ ہی روح آمر ہو گی اور موت وارد ہو جائے گی۔ بس اسی عمل و ردّعمل کو قرآن لفظ دین کہتا ہے۔ گویا زندگی اور کائنات کی روح فطرت کے مطابق عمل و ردّعمل پر قائم ہے۔

مادہ اور روح

اگر غور سے دیکھا جائے تو مادہ اور روح کا فرق کثافت اور لطافت کا ہے۔ اور ان کا تعلق ہمیشہ قوتوں سے قائم رہتا ہے۔ مادہ بغیر صورتوں کے نظر نہیں آ سکتا۔ اس کی یہ صورتیں عناصر و ارکان کی شکل میں ہوں یا موالید ثلاثہ کے جسم میں پائی جائیں لیکن اپنی اصلی صورت میں نظر نہیں آ سکتا۔ مادہ اپنی شکل وصورت میں ایک جسم ضرور ہے مگر وہ ایک ہیولیٰ ہے جس کو مادہ کی ابتدا کہنا چاہیے۔ جب ہیولیٰ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو اس کی اصل بھی قوت اور روح پر ختم ہوتی ہے گویا مادہ کے اندر بھی روح کارفرما ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مادہ روح کی پیداوار ہے اور دونوں میں کثافت اور لطافت کا فرق ہے۔

اس پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ روح کی پیدائش پہلے ہوئی اور جسم بعد میں بنائے گئے ہیں۔ یہ اعتراض یہاں پر وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پہلے ثابت کر چکے ہیں مادہ میں روح پھونکی جاتی ہے یا روح کو امر کیا جاتا ہے۔ یہاں پر یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ہر جسم اپنی ایک روح رکھتا ہے اور یہی روح ارتقائی درجات کی حیثیت سے ادنیٰ اور اعلیٰ درجات رکھتی ہے جس طرح ادنیٰ و اعلیٰ حیثیت سے جمادات و نباتات اور حیوانات و انسانوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ اور پھر انسانوں میں ذہنی حیثیت سے درجے پائے جاتے ہیں اور نبوت کا مقام انسانوں میں انتہائی اعلیٰ اور افضل نظر آتا ہے۔ نبوت بھی اب ختم ہو چکی ہے کیونکہ فطرت کا کوئی ایسا قانون باقی نہیں ہے جو اس کائنات میں رائج ہو۔ اور اس کو نبوت نے واضح نہ کیا ہو۔ اس حقیقت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن لوگوں کی نگاہ کائنات سے گزر کر آفاق تک جاتی ہے بلکہ آفاق سے بھی پرے جھانکتے ہیں۔ خداوند حکیم و خالق اور قادر مطلق کی کرشمہ سازیاں دیکھتے ہیں۔

جسم خودکار روح ہے

ہم یہ ثابت کر چکے ہیں مادہ روح سے اور جسم مادہ سے بنتا ہے اس لئے ہر ایک جسم وہ ذی حیات ہو یا غیر ذی حیات اپنے اندر ایک روح اور خاص قسم کی زندگی رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر ذرّہ زمین اپنے اندر ایک نظام زندگی رکھتا ہے اور ایٹم کی جدید تحقیقات نے بھی اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ ہر ذرّہ اپنے اندر نظام شمسی رکھتا ہے جو بذاتِ خود ایک زندگی ہے۔ اس لئے یہ مسلمہ حقیقت ہوئی کہ ہر جسم اپنے اندر روح رکھتا ہے اور دوسری طرف یہ حقیقت واضح ہو گی کہ ہر جسم حیات اور ظاہری طور پر غیر ذی حیات بے شمار ذرّات کا مجموعہ ہے دونوں حقائق کو اگر ملایا جائے تو نئی حقیقت جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر جسم زندگی اور روح رکھنے والے ذرّات کا مجموعہ ہے۔

ذی حیات وغیر ذی حیات اجسام کا فرق

ذی حیات اور غیر ذی حیات اجسام کا یہ فرق ہے کہ غیر ذی حیات اجسام میں جو ذرّات ہیں ان کی زندگی صرف ایک نظام شمسی تک محدود ہے، مگر ذی حیات اجسام میں اس کے علاوہ ایک دوسرا نظام حیوانی ذرّات کا بھی پایا جاتا ہے۔ جن کو خلیات (سیلز) کہتے ہیں، دوسرے معنوں میں وہ بجلی کے چھوٹے چھوٹے سیلز (کیسے) ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے گئے ہیں۔ ان سب میں زندگی ہے وہ سانس لیتے ہیں، غذا جذب کرتے ہیں اور اپنے فضلات کا اخراج کرتے ہیں سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنی مثل پیدا کرتے ہیں۔ جن اجسام کو ذی حیات کہتے ہیں ان میں ایسے ذرّات پائے جاتے ہیں جن میں حیوانی زندگی کے اثرات نظر آتے ہیں اور ان کی زندگی تسنیم وتغذیہ اور تصفیہ وتولد پر قائم ہے۔

خلیات اجسام اور مسئلہ ارتقاء

ادنیٰ قسم کے حیاتی اجسام کی زندگی ایک واحد خلیہ سے شروع ہوتی ہے اور ابتدائی واحد خلیہ میں صرف الحاقی مادہ پایا جاتا ہے۔ اعلیٰ درجات کے خلیات جیسے نباتات وحیوانات اور انسان ہیں ان میں نہ صرف بے شمار خلیات پائے جاتے ہیں بلکہ ان کے اندر اعلیٰ خلیات جن کو فعلی خلیات کہتے ہیں پائے جاتے ہیں۔ جسم انسان جو اس کائنات کی ارتقائی زندگی ہے اس میں چار قسم کے خلیات اپنے ٹشوز بناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی انسجہ ان کے جدا جدا جسم ہیں جن سے اعضاء جسم تیار ہوتے ہیں گویا جسم انسان کے انسجہ اعضاء حسب ذیل ہیں: (۱) نسیج الحاقی - کنکٹو ٹشوز۔ (۲) نسیج عضلاتی - مسکولر ٹشوز۔ (۳) نسیج قشری - اپی تھیلیل ٹشوز۔ (۴) نسیج اعصابی - نروز ٹشوز۔ ادنیٰ خلیات میں صرف الحاقی نسیج پائے جاتے ہیں اور اعلیٰ خلیات میں ضرورت کے مطابق باقی خلیات کا پایا جانا ضروری ہے۔

انسجہ کی تفصیل

جسم انسان میں جو چار اقسام کے انسجہ پائے جاتے ہیں ان سے بدن کی جو تدوین ہوتی ہے اس کی تفصیل اس طرح ہے:
(۱) مسکولر ٹشوز (عضلاتی انسجہ) سے تمام جسم کا گوشت ومچھلیاں بنتی ہیں۔ بعض جگہ پردے جن کو حجاب کہتے ہیں۔ عضلات کا مرکز دِل ہے۔ (۲) نروز ٹشوز (اعصابی انسجہ) ان سے تمام جسم کے اعصابی اعضاء اور بعض جگہ پر اعصابی پردے بنتے ہیں۔ دماغ ان کا مرکز ہے۔ (۳) اپی تھیلیل ٹشوز (قشری انسجہ) ان سے تمام جسم کے غدد اور غشائے مخاطی کے پردے بنتے ہیں۔ ان کا مرکز جگر ہے۔ بس یہی اعضاء فعلی خلیات سے بنتے ہیں۔ اس لئے ان کو فعلی اعضاء یا اعضائے حیاتی کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے افعال سے ہی زندگی پیدا ہوتی ہے اور قائم رہتی ہے۔ ان میں سے کوئی عضو کمزور ہو جائے یا اس کے فعل میں خرابی واقع ہو تو امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی بالکل ناکارہ ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ کنکٹو ٹشوز (الحاقی انسجہ) اس سے بنیادی اعضاء ہڈی ورباط اور اوتار بنتے ہیں۔ جسم میں جس سے اعضاء کو سہارا اور ان میں بھراؤ ہوتا ہے۔ ان اعضاء کو بنیادی اعضاء کہنا چاہئے بلکہ الحاقی خلیات کو بنیادی انسجہ کہنا چاہیے۔ ہماری تحقیقات میں باقی تمام خلیات انہی کی ارتقائی اور ترقی یافتہ صورت ہیں جو ہزاروں صدیوں میں جا کر تکمیل پذیر ہوئے۔ جب کبھی ہم نے نظریہ ارتقاء پر لکھا تو ذرّوں اور دیگر فرنگی تحقیق کی غلطیاں پیش کریں گے۔

ادنیٰ اجسام اور اعلیٰ اجسام تولید کا فرق

فانی اور غیر فانی خلیہ بدن کے خلیات کی مزید تشریح بے حد دلچسپ ہے۔

کائنات میں جو جاندار مخلوق ہے، اس کی ترکیب بدنی خلیات ہی سے عمل میں آتی ہے۔ ذی روح مخلوق کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے جسم میں صرف ایک ہی خلیہ پایا جائے۔ جیسا کہ بعض خوردبینی حیوانوں میں پایا جاتا ہے۔ جنہیں انگریزی میں پروٹوزا (Protozoa) کہتے ہیں۔ کہلانے کو تو یہ حیوانات میں ضرور داخل ہیں۔ مگر قدرت نے ان کے جسم میں کوئی نظام عصبی یا دموی پیدا نہیں کیا۔ ان کے مقابلے میں ذی روح مخلوق کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بے شمار خلیات مجتمع ہو کے انسانی جسم کو بنا دیں۔

اس اعتبار سے حیوانی جسم کی اکائی خلیہ واحد سمجھنی چاہیے اور وہ اجتماعی صورت میں کسی ادنیٰ یا اعلیٰ حیوان میں اپنی انفرادی زندگی سے خالی نہیں ہوتی اور سب مل کر حیوان یا انسان کی زندگی کا بھی باعث بن جاتی ہے۔

حیوانی خلیہ واحدہ لاکھوں برس سے صفحہ عالم پر موجود ہے اور اجتماعی زندگی میں اس نے کئی طرح کے اوصاف حاصل کر کے حیوانات کو درجہ بدرجہ بڑھایا ہے اور ان کی بے شمار مختلف انواع و اقسام پیدا کر دی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی انفرادی زندگی اور خصوصیتوں کو خیر باد نہیں کہا۔ پس لازم ہے کہ ہم ابتدائی خلیہ کا دقیق مطالعہ کریں اور اس کی خصوصیات حیات کو دیکھ کر ان قوانین زیست کا پتہ لگائیں۔ جو اعلیٰ حیوانات میں جاری و ساری ہیں۔

خلیہ واحدہ والے حیوانات کی ایک قسم میں وہ حیوانات پائے جاتے ہیں۔ جو نباتی و حیوانی مطبوخ کے تعیین کا موجب ہوتے ہیں۔ انہیں انگریزی میں انفیوزوریا (Infuzoria) کہتے ہیں۔ انہیں دقیق آنکھ سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی حیوانات کی ضروری صفات موجود ہیں۔ یہ حرکت کرتے ہیں اور حرکت کے اعضاء میں یا تو ایک جھالرسی پائی جاتی ہے، جس کی تاریں ہلتی جلتی رہتی ہیں یا عارضی ہاتھ پاؤں سے برآمد ہو جاتے ہیں۔ یہ اپنی خوراک یا تو نباتاتی ذرّوں سے حاصل کرتے ہیں یا اپنے سے کمزور اور چھوٹے خلیہ واحد کے حیوانات کو کھا جاتے ہیں۔ روشنی اور اندھیرے کا بھی انہیں احساس ہے۔ آلاتی رکاوٹ یا کیمیاوی خراش سے بھی یہ بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہر وقت اوّلین مادہ حیات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ نشوونما پاتے اور تکثیر نوع بھی کرتے ہیں، جس کی بدولت ابتدائے آفرینش سے اب تک ان کی نسل برابر قائم ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی نسل کشی کیسے وقوع میں آتی ہے؟

سنئے! خلیہ واحدہ کے حیوانات کی تکثیر نوع نر اور مادہ عناصر کے ملنے سے نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان میں کوئی نر و مادہ نہیں ہوتے۔ بلکہ خلیہ کے اندر ہی حیات کی تمام قوتیں جمع ہوتی ہے۔ جب یہ خلیہ کامل نشوونما کو پہنچ جاتا ہے تو پھٹ کے اس سے دو چھوٹے چھوٹے کیسے بن جاتے ہیں۔ جن میں زندہ رہنے اور نشوونما پانے کے تمام لوازم موجود ہوتے ہیں۔ خلیہ کی بڑی تقسیم سے ایک ذرہ تک ضائع نہیں ہوتا نہ مرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انفیوروریا حیوانات میں سے کبھی کوئی مردہ حیوان نہیں دیکھا گیا۔ وہ تقسیم کے ذریعہ سے ہمیشہ ضرب کھاتے اور اپنی نوع کو قائم رکھتے ہیں۔ چنانچہ خلیہ واحدہ والے حیوانات بڑھاپے یا موت سے آشنا ہی نہیں۔ یہ اسی صورت میں ضائع ہوتے ہیں کہ کوئی دشمن انہیں کھا جائے یا انہیں خوراک نہ ملے یا جس مادے میں یہ موجود ہوں، وہاں کوئی سمی مادے پیدا ہو جائیں، وغیرہ وغیرہ۔ ان کے لئے حالات مناسب ہوں تو طبعی موت ان کے نزدیک نہیں آتی۔

خلیہ واحدہ والے حیوانات کی تحقیقات کوئی بہت پرانی نہیں۔ سب سے پہلے بنی ڈکٹ ڈی ساسور (Benedict de Sasure) نے انہیں ۱۷۷۹ء میں دریافت کیا۔ ...... میں اطالیہ کے ایک سائنس دان ہوان زاٹو (Huan Zato) نے اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالی۔ پھر ۱۸۳۸ء میں ارمبرگ (Eremberg) نے اس میں مزید تحقیقات سے قرار دیا کہ انفیوزوریا ذاتی تقسیم سے ضرب کھاتے رہتے ہیں۔ اور یہ خوبی ایسی ہے کہ وہ غیر فانی ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد یکم مئی ۱۹۰۷ء کو ایک محقق وڈرف (Woddruff) نامی نے انفیوزوریا کے

ایک اکیلے خلیہ کو علیحدہ کر کے پالا اور اسے ۱۳ برس تک اپنے پاس رکھا۔ اس دوران میں خلیہ مذکور سے نسلیں بذریعہ تقسیم پیدا ہوئیں اور آئندہ بھی وہ تھمنے کا نام نہ لیتی تھیں۔

پھر پاسچر انسٹیٹیوٹ پیرس کے مشہور و معروف محقق ڈاکٹر میچنی کاف نے ایک اور نوع کے خلیہ واحدہ والے حیوان کو علیحدہ کر کے پالا، جو ۱۹۰۷ء میں اسے پانی میں سے ملا تھا۔ ۱۳ برس میں اس سے ہزار نسلیں بذریعہ تقسیم پیدا ہوئیں۔ جس سے یہ قیاسات درجہ یقین کو پہنچ گئے کہ خلیہ واحدہ والے حیوان بڑھاپے اور موت کو جانتے ہی نہیں کیونکہ ان کی ایک ہی خلیہ میں نمو بدن اور تکثیر نوع کی خوبیاں جمع ہیں جن سے خلیہ ذاتی اور نوعی بقا پر قادر ہے۔

خلیہ واحدہ کی زندگی پر جب ہزاروں، لاکھوں برس یونہی گزر گئے اور انہیں مختلف قسم کی چیزوں پر یا مختلف حالات گرد و پیش میں پرورش پانے کا موقع ملا تو بعض ابتدائی خلیات میں باہدگر پیوست ہونے اور مل ملا کر ایک نیا حیوانی جسم بنانے کا ملکہ پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کثیر الخلایا مرکب جسم میں بقائے نفس اور بقائے نوع کی خاطر ضروری اعضاء بھی پیدا ہونے لگے۔ لیکن خلیات کے اس اجتماع نے ابتدائی خلیہ کے لازمی اوصاف زائل نہ کئے اور اس میں بقائے نفس کے ساتھ ساتھ بقائے نوع کی خوبی بھی پیدا ہو گئی۔ مثال کے طور پر ایسے کثیر الخلایا مرکب جسم کا کوئی حصہ ضائع ہو جاتا تو خلیات ذاتی نشو و نما سے اس حصہ کو از سرنو پیدا کر دیتیں۔

چنانچہ بعض ادنیٰ کثیر الخلایا اجسام میں یہ خاصیت اب بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ ان کے چھوٹے سے جسمانی ٹکڑے سے تمام بدن از سرنو مکمل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مونگے کو دیکھو جس کے ایک ذرا سے ٹکڑے سے ہزاروں میل لمبی مونگے کی شاخیں بن جاتی ہیں۔ شیریں پانی کے بعض ادنیٰ سانپوں میں بھی یہی صفت موجود ہے۔ ان کا ذرا ذرا سا قیمہ کر دیں، ایک ایک بوٹی سے از سرنو مکمل سانپ پیدا ہو جائے گا قطع نظر ان کے بعض اور ادنیٰ حیوانوں میں جو نچلے طبقے سے بالاتر ہیں اور جن کی شکلیں بھی سانپوں سے مختلف ہو گئی ہیں۔ مثلاً شیریں پانی کے بعض کیڑے، ان میں بھی بدن کے ایک ٹکڑے سے کامل بدن پیدا کرنے کی صلاحیت موجود ہے پھر بعض بحری کیڑوں کی قسمیں بھی اسی طرح سے تکمیل جسمانی پر قادر ہیں یہاں تک کہ کیچوؤں کی بعض قسمیں جو شکم زمین یا حیوانی پیٹ میں پائی جاتی ہیں اور جن کی خِلقت ادنیٰ درجے کے حیوانوں سے اعلیٰ ہے۔ ان میں بھی بریدہ جسم کو از سر مکمل کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ ان حشرات کی خلقت ادنیٰ حیوانوں سے اعلیٰ ہے۔ اور ان میں کئی اعضاء کئی حواس، رگوں کا نظام، پیچیدہ قنات ھضمیہ وغیرہ برابر پائی جاتی ہیں۔ اس بنا پر ماننا پڑتا ہے کہ تجدید و تکمیل بدن کی یہ صلاحیت بعض ایسے خلیات میں برابر موجود ہے، جو مکمل حالت سے عود کر جنینی حالت میں چلی جاتی ہیں، اور جسم کو از سرنو پیدا کر دیتی ہیں۔

یہ خوبی حیوانات کے نچلے طبقوں میں ضرور پائی جاتی ہے مگر جب ہم بالائی طبقوں کی طرف آتے ہیں تو یہ رفتہ رفتہ زائل ہوتی نظر آتی ہے۔ وہ خلیات جو مرکب جسم کو بناتی ہیں، ایک دفعہ بنا چکنے کے بعد جنینی حالت کی طرف عود نہیں کرتیں اور اس طرح جسم کے ایک حصہ کو لے کر اس سے مکمل جسم پیدا نہیں کر سکتیں۔ خلیات کا یہ وصف ایک دم زائل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا زوال تدریجی ہوتا ہے۔ چنانچہ جب خلیات سالم جسم نہیں بنا سکتے۔ تو پہلے بہت چھوٹے حیوانات میں ضائع شدہ عضو کو از سرنو پیدا کر دیتی ہیں۔ مثلاً کیکڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اس پر اتنے ہی نئے کیکڑے پیدا ہو جائیں۔ کیڑے مکوڑوں کی ٹانگیں بھی ٹوٹ جائیں تو دوبارہ نکل آتی ہیں۔ اور ریڑھ والے حیوانوں میں چھپکلی یا گرگٹ وغیرہ ایسے جانور ہیں جن کی کٹی ہوئی دم از سرنو پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر پہلے سے چھوٹی رہتی ہے۔ ان حیوانات سے اعلیٰ طبقے کے جانور یعنی پرندے دودھ پلانے والے حیوان اور انسان مذکورہ بالا وصف سے عاری ہو چکے ہیں اور اپنا ضائع شدہ عضو بھی

از سرنو پیدا نہیں کر سکتے۔

آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ ادنیٰ حیوانوں میں تجدید جسم کی خاصیت کیوں ہے اور اعلیٰ حیوانوں میں کیوں نہیں۔ یہ ایسے سوالات ہیں جو بہت غور وفکر اور دقیق مطالعہ فطرت کے محتاج ہیں۔ بہرنوع جسم انسانی میں اگر یہ خاصیت مفقود ہوگئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس سے بقائے نوع کو کوئی اندیشہ نقصان ہے۔ جسم انسانی کے کسی عضو کا ضائع ہو جانا ایک ذاتی نقصان ہے۔ مگر اس سے انسانی نوع کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ وجہ یہ ہے کہ قدرت نے اعلیٰ حیوانات اور انسانوں میں بقائے نسل کا اہم فرض محض تناسلی خلیات کے سپرد کر رکھا ہے جو ادنیٰ حیوانات میں نہیں پایا جاتا۔

جب ہم دقیق نگاہوں سے قدرت کے کارخانہ توالد و تناسل کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب خلیات ادنیٰ طبقے سے اعلیٰ طبقے کی طرف تدریجی ترقی کرتے ہیں، تو کثیر الخلاء یا اعلیٰ حیوانات میں پہنچ کر وہ ابتدائی خلیہ واحدہ سے بہت کچھ مختلف ہو جاتی ہیں اور ان میں تجدید وتکمیل بند کا وصف رفتہ رفتہ جاتا رہتا ہے۔ پھر ان میں سے بعض خلیات حالات گرد وپیش کے باعث اور بھی مختلف ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں مختلف اعضاء یا اجسام کے بنانے کی صلاحیت آ جاتی ہے۔ اور وہ خاصیت زائل ہو جاتی ہے جو ابتدائی خلیہ واحدہ سے بہت کچھ مختلف ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں تجدید وتکمیل بند کا وصف رفتہ رفتہ جاتا رہتا ہے۔ پھر ان میں سے بعض خلیات حالات گرد وپیش کے باعث اور بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں مختلف اعضاء یا اجسام کے بنانے کی صلاحیت آ جاتی ہے۔ اور وہ خاصیت زائل ہو جاتی ہے جو ابتدائی خلیہ واحدہ کے ایام میں تجدید وتکمیل جسم کے بارے میں موجود تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جسم انسانی میں مختلف قسم کے خلیات پائے جاتے ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بے حد مختلف ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کسی نہ کسی خاص عضو کی بناوٹ اور نشوونما کی خدمت اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ یہ اختلاف بہت بڑھا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص آسانی سے نہیں کہہ سکتا کہ ابتدائی خلیہ واحدہ اور ترقی یافتہ جسم انسانی کے خلیات کی بنا ایک ہے۔

ابتدائی خلیہ واحدہ ارتقاء کے جن درجوں سے گزرتا ہے اگر انہیں بنظر غور دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی خلیہ پر کیا کیا کیفیتیں طاری ہوتی ہیں اور رفتہ رفتہ اس میں کیا کیا صلاحتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حیوانات میں پہنچ کر اس میں عضلاتی ریشے بنانے، اعصاب پیدا کرنے اور اسی قسم کی دوسری خاص خاص جسمانی بافتیں بنانے کی خاصیت آ جاتی ہے۔ ایسا ترقی یافتہ اعلیٰ خلیہ گو ابتدائی خلیہ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں تقسیم کے ذریعہ سے ضرب کھانے کی صلاحیت ضرور موجود رہتی ہے۔ اور یہ صلاحیت ضرور اڑ جاتی ہے کہ وہ باردگر جنینی حالت کی طرف عود نہیں کر سکتا جیسا کہ ادنیٰ حیوانات میں دستور ہے۔

جب کثیر الخلایا حیوانات کی خلیات میں تجدید وتکمیل جسم کی خاصیت نہ رہی تو ضرور تھا کہ حکیم مطلق کی حکمت بالغہ اس کمی کو دوسرے رنگ میں پورا کرے۔ کیونکہ اس کے بغیر بقائے نسل کا وظیفہ محفوظ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قدرت نے یہ کام کثیر الخلایا اور اعلیٰ حیوانات میں بعض ایسے خلیات کے سپرد کر دیا جو توالد و تناسل کے لئے مخصوص اور بقائے نوع کے محافظ ہیں۔ اس مرحلہ پر پہنچ کر ہم خلیات کو دو بڑی جماعتوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ اوّل وہ جن کا کام محض پرورش جسم ہے اور جو ایک انسان یا حیوان کے بقائے نفس کا ذریعہ ہیں۔ دوم وہ جن کا کام محض سلسلہ توالد و تناسل کو قائم رکھنا و بقائے نوع کی حفاظت کرنا ہے۔ پہلی قسم کے جسمانی خلیات کو انگریزی میں کارنری ایل (Coronoreal) یا سوے ٹک (Somatic) کہتے ہیں اور یہ فانی ہیں کیونکہ ان میں یہ صلاحیت برابر موجود ہے کہ ایک ذرا سے خلیہ منوی سے کامل انسان پیدا کر سکیں اور وہ کرتے ہیں۔

پس اس تمام بحث سے معلوم ہوگیا کہ خلیہ زیست کی اکائی ہے۔ خلیہ واحد والے حیوانات میں یہ تنہا پائی جاتی ہے اور غیر فانی ہے۔ کثیر الخلا یا حیوانات اور انسان میں کئی طرح کے خلیات پائے جاتے ہیں۔ جن میں بعض فانی اور بعض غیر فانی ہیں۔ اس کے بعد یہ علمی بحث آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی کہ بڑھاپا کیا ہے، کیسے آتا ہے اور کس طرح جا سکتا ہے۔ [الحکیم ماہ نومبر ۱۹۳۱ء]

اعضائے جسم

انہی خلیات سے اعضائے جسم انسانی بنتے ہیں۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں، اعضائے جسم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل بنیادی اعضاء جو نسیج الحاقی سے تیار ہوتے ہیں، دوسرے حیاتی اعضاء جو فعلی انسجہ (اعصابی وعضلاتی اور غدی) سے تیار ہوتے ہیں اور تیسری اہم شے خون ہے۔ جس میں وہ تمام عناصر پائے جاتے ہیں۔ جن سے بنیادی اور حیاتی اعضاء بنتے ہیں۔ گویا انسان بنیادی اعضاء جو حیاتی اعضاء کا مرکب ہے۔ بنیادی اعضاء بنیادی جسم اور ڈھانچہ کا کام دیتے ہیں حیاتی اعضاء میں اعصاب جن کا مرکز دماغ ہے عضلات جن کا مرکز قلب ہے اور غدد جن کا مرکز جگر ہے، ان کے خواص و افعال سے زندگی اور روح پیدا ہوتی ہے۔ گویا اعضاء کے صحیح حالت میں رہنے سے ہی ان میں قوت پیدا ہوتی ہے جس سے روح قائم ہو کر جسم زندگی کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اگر ہمارے اعضاء صحیح حالت میں ہوں تو ان سے قوت اور زندگی قائم ہے۔ اگر ہم پیدائش درست اعضاء اور پیدائش قوت کا مطلب سمجھ لیں تو ہم قیام شباب اور اعادہ شباب پا سکتے ہیں۔ اس کے بعد طویل عمری پر بھی اس قدر قابو پایا جا سکتا ہے کہ بغیر حادثات کے موت واقع نہ ہو۔

درستی اعضاء

یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ ہر خلیہ ایک زندہ ذرّہ ہے اور اس کو ہوائے لطیف و غذائے لطیف اور اپنے تصفیہ کی اسی طرح ضرورت ہے جیسے زندگی میں انسان کو ہوا اور ماکول و مشروب اور تنقیہ جسم کی ضرورت رہتی ہے ہر خلیہ اپنی صحت کے ساتھ ساتھ قوت پیدا کرتا ہے پھر انہی خلیات سے چونکہ اعضاء بنتے ہیں گویا تمام اعضاء خاص قسم کے خلیات کے یونٹ (اجتماعی صورت) ہیں۔ اس طرح ہر عضو کے لئے ہوا و غذا کی ایک جیسی ضرورت رہتی ہے اور پھر ان میں سے ایک ہی قسم کی قوت ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ ہماری نگاہ اعضاء پر ہوتی ہے اس لئے ہم ان تمام خلیات کے بجائے صرف اس کے یونٹ کا نام عضو رکھ دیتے ہیں۔ اور اس کے خواص و افعال ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ اگر اعضاء کی غذا اور تصفیہ باقاعدگی سے ہوتا رہے تو ان سے صحیح معنوں میں قوت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اور ان کی قوت سے ہی ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ صحیح حالت میں ہیں۔ جب ان کی پیدائش قوت میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے تو ہم یقین کر لیتے ہیں کہ ان کے افعال میں افراط و تفریط پیدا ہوگئی ہے۔ اس کا نام ہم مرض رکھتے ہیں۔ قوت اور افعال کا ایسا چولی دامن کا ساتھ ہے کہ گویا وہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ہم اعضاء کی قوتوں کو جو ان میں سے پیدا ہوتی ہیں پوری طرح سمجھ لیں تو ہم اعضاء کے افعال کو پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم اگر اعضاء کے افعال پر پورے طور پر قادر ہو جائیں تو ہم ضرورت کے مطابق قوتیں پیدا کرنے اور صحت کو قائم رکھنے پر قدرت حاصل کر سکتے ہیں۔

افعال اعضاء

اعضاء کے افعال میں صرف حیاتی اعضاء کے افعال ہی کو زیادہ تر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان کی تکمیل فعلی خلیات سے عمل میں آتی ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) اعصاب جن کا مرکز دماغ ہے۔ (۲) عضلات جن کا مرکز دل ہے۔ (۳) غدد جن کا مرکز جگر ہے۔ ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

قلب

جاننا چاہیے کہ دِل و دماغ وجگر اعضائے رئیسہ ہیں، اور انہی کے تحت عضلات و اعصاب اور غدد ہیں۔ ان جملہ اعضاء میں قلب کی افضلیت مسلمہ ہے کیونکہ وہ جملہ اعضاء میں سے اعلیٰ اور اکمل ہے اعلیٰ و اکمل اور افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حرارت غریزی کا منبع ہے۔ جس کی وجہ سے تمام ترنظم ونسق بدن کا ہوتا رہتا ہے۔ اور جس کی وجہ سے بدن کی تمام کلیں چل رہی ہیں۔ وہ روح حیوانی کا معدن ہے جو کہ مدار بقائے زندگانی ہے اور روح یعنی نفس ناطقہ کا پہلے اس سے تعلق ہوتا ہے۔ بعد اس کے ذریعے تمام اعضاء پر روح کا فیضان ہوتا ہے۔ قلب ہی وہ پہلا عضو ہے کہ جو بوقت تعلق حیات سب سے پہلے حرکت کرتا ہے اور بوقت انقطاع حیات جملہ اعضا کے آخر میں اس کی حرکت بند ہوتی ہے۔ اس کی نزاکت کا یہ حال ہے اس میں ہلکا سا زخم یا پھوڑا بھی ہو جائے تو اس کو مشکل سے برداشت کرتا ہے۔ اکثر فوراً ہلاکت ہو جاتی ہے۔ صوفیاء کرام کی نظر میں قلب مظہر تجلیات حقانی اور مقام فیوض ربانی ہے۔ بادی نظر میں یہ سیب کی شکل ایک مشت کے برابر قد وقامت میں معلوم ہوتا ہے مگر لا انتہاء اسرار و لطائف کا گنجینہ ہے۔

دِل کی تشریح کتب طبیہ میں تفصیل سے درج ہے یہاں پر اس کے چند مخصوص اور ضروری افعال کا ذکر کرنا لازمی ہے۔

(۱) دِل کی حرکت ذاتی البتہ اس کا اعصاب اور جگر کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس لئے اس پر دو پردے چڑھے ہیں ایک کا تعلق اعصاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق جگر سے ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جب اعصاب وجگر میں کوئی خرابی واقع ہوتی ہے تو دِل بھی متاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح جب اس میں خرابی کی وجہ سے اس کے افعال یا جسم میں کوئی نقص وارد ہوتا ہے تو اس کا اثر دماغ اور جگر پر ضرور پڑتا ہے اس طرح بھی اس کی حرکت میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے جسم کی خرابی اور افعال میں کمی بیشی سے دوران خون پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ گویا اس کی نقل وحرکت اور دیگر اعضاء کے اثرات سے جو حرکت پیدا ہوتی ہے اس سے ایک طرف دوران خون جاری رہتا ہے اور دوسری طرف اس میں قوت پیدا ہوتی رہتی ہے۔

اس تحقیقات سے ثابت ہوا کہ دِل میں حرکت تین صورتوں سے پیدا ہوتی ہے۔ اوّل اس کی ذاتی حرکت ہے جو عضلاتی فعلی خلیات سے پیدا ہوئی ہے جس سے دِل میں انقباض وانبساط پیدا ہوتے تھے۔ چونکہ دِل کی ایک حرکت انقباضی اور انبساطی ہوتی ہے اس میں غدد کو گہرا دخل ہے۔ تیسری حرکت عصبی تحریکات ہیں۔ ان تمام تحریکات سے جسم میں حرارت پیدا ہوتی ہے جس سے جسم میں حرارت کا نظام قائم رہتا ہے۔

(۲) حرکت کے نظام کے بعد قلب کا دوسرا کام یہ ہے کہ اس کی حرکت سے عضلات میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے یا عضلات میں حرکت دینے سے دِل کی حرکت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس حرکت کی تیزی سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ گویا حرارت دِل اور عضلات کی وجہ سے ہے۔ جوں جوں حرارت بڑھتی جاتی ہے خون میں جذب ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر وہاں سے جگر میں اکٹھی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

(۳) تیسرا فعل قلب کا دوران خون کو جاری رکھنا ہے۔ خون دِل سے شروع ہو کر شرائین میں پھیل جاتا ہے۔ پھر وہاں عروق شعریہ سے ہوتا ہوا جسم کے اعضاء پر شبنم کی طرح ترشح پاتا ہے جہاں سے اس کو اعضاء جسم جذب کر لیتے ہیں یعنی خلیات جسم میں غذائیت

کے لئے چلا جاتا ہے اور جو بچ جاتا ہے وہ عروق و غدد جاذبہ کے ذریعے پھر وریدوں میں واپس جذب ہو کر دِل کے بائیں بطن میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے بائیں اذن سے ہو کر پھیپھڑوں میں صاف ہونے کے لئے چلا جاتا ہے۔ پھر دائیں بطن دائیں اذن سے باہر دھکیل دیا جاتا ہے اور اس طرح دوران خون جاری رہتا ہے۔

قلب اگر تندرست ہے تو اس کی حرکات اور افعال درست رہیں گے جن سے حرارت اور قوت صحیح طریقہ پر پیدا ہوتی رہے گی۔ اور صحت اور شباب قائم رہے گا۔ لیکن جب قلب کی حالت جسمی خراب ہو جائے گی تو اس کی حرکات و افعال میں نقص واقع ہو جائے گا اور حرارت وقوت کی پیدائش میں فرق پیدا ہو جائے گا۔ جس سے رفتہ رفتہ صحت بگڑ جائے گی اور شباب قائم نہیں رہ سکے گا۔

اعتراض

فرنگی طب کو طب یونانی پر اعتراض ہے کہ روح حیوانی کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور نہ ہی دِل کی بذاتِ خود کوئی حرکت ہے دِل کی حرکات ہمیشہ اعصاب کے تحت ہوتی ہیں۔ لیکن حیرت کا مقام ہے کہ فرنگی سائنس ایک طرف خلیات فعلی کو تسلیم کرتی ہے اور دوسری طرف ان سے خود انکار کرتی ہے۔ طب یونانی نے ان فعلی خلیات کی مختلف صورتوں کی مختلف قوتوں کے مختلف نام رکھ دیئے ہیں۔ تاکہ قوت میں آسانی ہو جائے مثلاً عضلاتی خلیات کے افعال سے جو قوت پیدا ہوتی ہے اس کا نام روح حیوانی ہے۔ جو قوت اعصابی نسیج کے خلیات کے افعال سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کو روح نفسانی کہتے ہیں۔ اسی طرح قشری خلیات کے افعال سے جو قوت پیدا ہوتی ہے اس کو روح طبعی کہتے ہیں۔ ان تینوں ارواح کی قوتوں کو بالترتیب قوت حیوانی وقوت نفسانی اور قوت طبعی کہتے ہیں۔

امیونٹی

فرنگی طب کا اعتراض ایک طرف کم علمی پر مبنی ہے اور دوسری طرف ان کے فقدان تحقیق پر دلالت کرتا ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہے کہ قوتیں خود بخود اعضاء میں پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ ابھی تو فرنگی طب ان اعضاء کے زندہ ذرّات کی ذاتی قوت پر حیران ہے۔ اب جبکہ سائنس یہ ثابت کر رہی ہے کہ غیر ذی حیات ذرّات جسم بھی اپنے اندر قوت رکھتے ہیں اور وہ باقاعدہ پیدا ہو رہی ہے اور وہ قوت اپنے افعال سے جسم میں طاقت دے رہی ہے تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہے گی۔

بہرحال یہ اب مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر عضو کی ایک ذاتی حرکت ہے اور اس میں اسی وجہ سے ذاتی قوت پیدا ہوتی ہے۔ یہی قوت اس عضو کی حفاظت بھی کرتی ہے۔ اس کے فعل کو جس سے حفاظت کرتی ہے۔ اس کا نام قوتِ مدافعت ہے۔ انگریزی میں اس کو امیونٹی کہتے ہیں۔ جب یہی قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے تو افعال اعضاء بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ اور انسان زہریلی اشیاء اور کیفیات کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ کمزوری اور بڑھاپا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور شباب رخصت ہو جاتا ہے۔

دماغ

اعصابی نسیج بھی فعلی نسیج ہیں اور ان سے اعصاب و دماغ بنتے ہیں جو حیاتی اعضاء میں شامل ہیں۔ اس کی ریاست مسلمہ ہے۔ کیونکہ خمسہ ظاہری اور باطنی کا مبدا (سرچشمہ) اور احساس و ادراک اور حرکات کا منبع ہیں۔ یعنی قوتہائے مذکورہ اسی کے دامن فیض سے وابستہ ہیں۔ اور یہی اعضاء ان قوتوں کے مربی اور سرپرست ہیں۔ لہٰذا اگر ان میں کوئی خرابی واقع ہو جائے تو قوتہائے مذکورہ کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔

دماغ کا ایک طرف تعلق قلب وعضلات اور غدی پردے چڑھے ہوئے ہیں جن کو حجاب اور غشاء کہتے ہیں۔ اور یہی صورت اور تعلق حرام مغز، راس نخاع کے ساتھ بھی ہے۔ بلکہ تمام جسم کے اعصاب کا تعلق عضلات اور غدد کے ساتھ ہے دماغ و اعصاب اپنے افعال کے لحاظ سے احساس و ادراک اور نفسانی قوتوں کے اعضاء ہیں اس احساس و ادراک اور نفسانی قوتوں سے عضلات اور غدد میں ایسی تحریکیں ہوتی ہیں جن سے ان کے افعال میں عملی صورت اور کمی وبیشی ضروری ہوتی ہے۔

اعتراض

فرنگی طب اور فرنگی سائنس کی تحقیقات ہے کہ اعصاب دوقسم کے ہیں ایک حسّی اعصاب اور دوسرے حرکتی اعصاب ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اعصاب میں بالکل حرکت نہیں ہوتی۔ ان کا کام احساس و ادراک اور نفسیاتی قوتیں عضلات اور دیگر غدد کو تحریک ضرور دے دیتی ہیں جن سے ان میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ ورنہ اعصاب میں بذاتِ خود حرکت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ اعصاب میں جو بجلی کی رو چلتی ہے مثبت نہیں ہے بلکہ منفی ہے یعنی اس کا ہر احساس و ادراک اور نفسیاتی قوت جسم کے اندر پھیلتی ہے باہر کی طرف نہیں آتی۔ جس وقت فرنگی طب اور فرنگی سائنس ہماری تحقیقات کو سمجھے گی اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا۔ البتہ اس سے اہل علم اور صاحب فن ضرور مستفید ہو سکتے ہیں۔

جگر

جگر کی تکمیل قشری نسیج سے عمل میں آتی ہے۔قشری نسیج بھی فعلی خلیات سے بنتے ہیں۔ اس کی بھی حقیقت مسلمہ ہے۔ کیونکہ جسم میں غذا کی تکمیل وتحلیل اور تقسیم اس کے بغیر ناممکن ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خون سرخ بھی اسی جدوجہد سے قائم ہے۔

جگر غدہ ہونے کی حیثیت سے جسم انسان کے دیگر تمام غدد کی نسبت بہت بڑا ہے جس کی تشریح اور افعال کتب میں تشریح سے درج ہیں ہم یہاں اس کے تین افعال اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں: (۱) خون کی تکمیل تک پہنچانا اور اس کو سرخ رنگنا۔ جب تک کیلوس یا کیموس جگر سے نہ گزرے اس وقت تک نہ وہ پختہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں سرخی پیدا ہوتی ہے۔ (۲) صفرا بنانا، روغنی، لحمی اور شکری اجزاء کا ہضم کرنا۔ (۳) حرارت جسم کی حفاظت کرنا اور ضرورت کے مطابق اس کو جسم میں تقسیم کرنا ہے۔

یہ سارے افعال اس کے ان خلیات سے انجام پاتے ہیں جن سے وہ بنا ہوا ہے۔ اس کا دِل و دماغ سے بہت گہرا تعلق ہے جس کا ثبوت اس جواب وغشاء اور عصبی ریشوں سے ملتا ہے جو اس میں پھیلے ہوئے ہیں دِل و دماغ کے افعال کا جگر پر اثر پڑتا ہے اور اس کے افعال کا اثر ان پر پڑتا ہے۔ صحت کے لئے اہم بات یہ ہے کہ جب وہ بگڑتی ہے تو اس کا پہلا اثر جگر پر پڑتا ہے۔ یہ حقیقت دیکھی گئی ہے جن لوگوں کی جوانی دیر تک قائم رہتی ہے یا جن کی عمریں طویل ہوتی ہیں ان کے جگر اچھی حالت میں ہوتے ہیں ان اُمور سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جگر کے افعال کی ذاتی درستی یا نظریہ غذا کے تحت جگر کو قیام شباب اور طویل عمری میں گہرا تعلق ہے۔

اعضاء کے افعال اور قیام شباب وطویل عمری

یہ حقیقت تو مسلمہ ہے کہ جسم انسان کے اعضاء کے افعال درست ہوں تو صحت و جوانی قائم رہتی ہے۔ جس سے لامحالہ طویل عمری بھی ہوگی۔ اور افعال الاعضاء کی درستی پر منحصر ہے۔ تندرست اعضاء کا دار و مدار خلیات کی درستگی پر مؤقف ہے۔ اور خلیات میں قدرت نے فطری طور پر یہ استعداد پیدا کی ہے کہ ان میں سے قوت کا ظہور ہوتا ہے۔

خلیات کی درستی افعال کا انحصار اور قوت کی پیدائش کا تعلق اس غذا پر ہے جو خلیات کو ملنی چاہیے۔ لیکن خلیات جسم انسان میں کئی قسم کے ہیں۔ اس لئے ہر ایک قسم کے لئے مناسب غذا بدن انسان میں جانی چاہیے اس لئے قدرت نے اس نظام کو قائم رکھنے کے لئے جسم میں ایسی غذا کا انتظام کر دیا ہے جو ہر وقت جسم میں بھری رہتی ہے اور اس سے ہر عضو اپنی غذا حاصل کرتا رہتا ہے وہ خون ہے اعضاء اور خون لازم ملزوم ہیں۔ اعضاء غذا سے اوّل خون بناتے ہیں اور پھر اسی خون سے اپنی غذا حاصل کرتے ہیں۔ اگر اعضاء کے افعال میں خرابی واقع ہو تو خون میں بھی خرابی واقع ہوگی۔ اور پھر وہی خراب خون اعضاء کے خلیات میں نقص پیدا کر دے گا۔ جن سے جسم میں زہریلے اجزاء پیدا ہونا شروع ہو جائیں گے جن سے خلیات کا نہ صرف نظام بگڑ جائے گا بلکہ نئے خلیات کی پیدائش رُک جائے گی جس سے خرابی صحت کے ساتھ ساتھ موت واقع ہو جاتی ہے۔

ہماری تحقیقات قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری

ہماری تحقیقات کو سمجھنے کے لئے ذیل کے مسائل کو ذہن میں رکھیں۔

(۱) قوت کا تعلق اعضاء کے ساتھ ہے۔ ان میں سے خود بخود قوت پیدا ہوتی رہتی ہے جیسے ہر شے اپنے اندر اثرات و افعال رکھتی ہے۔ جب تک اعضاء درست ہیں ان میں سے قوت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

(۲) اعضاء میں اس وقت تک موت واقع نہیں ہوتی جب تک حادثات سے وہ تباہ نہ ہو جائیں یا ان کو غذا میسر نہ آئے۔ کیونکہ خلیات کی زندگی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان کو پیدائش کے بعد اس وقت تک فنا نہیں ہے جب تک ان کو کوئی حادثہ پیش نہ آئے یا غذا نہ رُک جائے۔ اور اس کے علاوہ خلیات مزید اپنے قائم مقام خلیے پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(۳) زندگی کا دارومدار رطوبت غریزی اور حرارت غریزی پر ہے۔ یہ ہر گھڑی پیدا ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کا تعلق صرف منی سے نہیں ہے۔ بلکہ خلیات کے اندر رطوبت غریزی سے ہے۔ ہر گھڑی حرارت غریزی پیدا ہوتی رہتی ہے اور یہ قانون قدرت ہے کہ رطوبت میں تبخیر سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔

(۴) زندگی روح سے قائم ہے اور روح ایک شعلہ ہے جو امر ربی ہے۔ یعنی جہاں پر بھی قوت پیدا ہوگی وہاں پر امر ربی لازمی امر ہے۔ جیسے دو اشیاء میں کیمیاوی طور پر ایکشن وری ایکشن (عمل و ردّ عمل) ہوتا ہے یا بجلی کے دو تاروں کو ملایا جاتا ہے تو شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی عمل و ردّ عمل کا نتیجہ اور شعلہ ان کی روح ہیں۔ لیکن ہر عمل و ردّ عمل فطرت کے مطابق ہونا چاہیے۔ انسانی زندگی و شعلہ اور روح بھی اس کے فطرت کے مطابق عمل کرنے سے قائم ہے۔

(۵) انسانی زندگی اور روح بجلی کے شعلہ پر قائم ہے جو ہر گھڑی انسانی جسم میں پیدا ہو رہی ہے۔ قدرت نے انسان میں بجلی کی پیدائش کے تین نظام رکھے ہیں تا کہ اس میں بجلی کی رو بغیر حادثہ اور خرابی غذا کے ختم نہ ہو۔ اوّل نظام شمسی دوسرا نظام بجلی حرکت۔ جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔

(۶) انسان کائنات میں ارتقاء کا آخری مظہر ہے۔ اس میں چار نظام نسیجی کام کر رہے ہیں جن میں سے تین فعلی نسیج ہیں اور چوتھا تینوں کی غذا بنتا ہے اور جب نسیج فعلی کمزور ہو جاتے ہیں تو وہ نسیج الحاقی کو اپنی غذا نہیں بنا سکتے۔ اس صورت میں خود نسیج الحاقی ان کی جگہ لینا شروع کر دیتا ہے جس سے اوّل صحت بگڑتی ہے۔ پھر شباب ختم ہوتا ہے اور بڑھاپا آتا ہے اور آخر میں موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۷) نسیجی قوتیں دو قسم کی ہیں اوّل شمسی اور دوسری کیمیاوی بجلی جو ان کے اندر کی رطوبت میں پیدا ہو رہی ہے۔ تیسری قوت حرکتی بجلی سے جو اعضاء کی حرکت اور دوران خون سے پیدا ہو رہی ہے۔ اور مناسب غذا سے ہر قسم کی قوت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

(۸) غذا کا نظام قدرت نے جسم کے اندر خون کی صورت میں اس طرح کا رکھا ہے کہ ہر وقت عضو کو نہ صرف باقاعدہ غذا مل رہی ہے بلکہ اعضاء کے افعال اور کیمیاوی اثرات سے نیا خون بھی تیار ہو رہا ہے اور ہر گھڑی قوت پیدا ہو رہی ہے جہاں تک خوراک کا تعلق ہے طبیعت اپنی بھوک کے احساس سے طلب کرتی ہے اور مناسب خوراک کو پسند کرتی ہے غیر مناسب خوراک جس میں

ادویہ وزہروغیرہ شامل ہیں نہیں پسند کرتی اوران کو جزوبدن نہیں بناتی بلکہ ان کو اندر ضائع یا اخراج کی کوشش کرتی ہے۔

(۹) انسانی روح (شعلہ) کا تعلق آفاق سے ہے جہاں سے ہر گھڑی مادہ وعناصر کی پیدائش جاری ہے جو انسان کی غذا اور خوراک بنتا ہے اور پھر یہی روح جسم انسانی میں اُٹھ کر نفس کی طرف لپکتی ہے کل شئ یرجع الٰی اصلہ کے مصداق نفس و آفاق و روح زندگی اور روح عالم۔ جہان اصغرو جہان اکبر برہم و برہما اور آتما پرماتما کے تعلق کو قائم کرنا چاہتی ہے تاکہ خالق و مالک اور قادر مطلق کو پہچان سکے اور امر (دائمی حیات حاصل کرنا) ہو جائے۔ یہی انسان کی دائمی زندگی ہے۔ ہر مذہب کی رو سے جن لوگوں کا تعلق اپنے خالق و مالک اور قادر مطلق سے ہے وہ آمر ہیں اور ان کو موت نہیں ہے بلکہ حیات دائمی سے مزین ہیں۔

غذا کی اہمیت

مندرجہ بالا جو حقائق پیش کئے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی زندگی پیدائش کے بعد ہمیشہ ترقی کرتی ہے اور اس کا شباب ہمیشہ قائم رہنا چاہیے اور اس کو سوائے حادثات اور غذا (خون) کی خرابی کے سوا موت نہیں آنی چاہیے۔ حادثات کا مسئلہ تو ایک جدا بات ہے باقی سوال اعضاء کی غذا (خون) کا رہ جاتا ہے کہ یہ کس طرح درست اور صحیح پیدا ہوسکتا ہے اور کس طرح خراب اور زہریلے مادوں اور تغیرات و کیفیات سے بچ سکتا ہے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں اوّل وہ غذا جو خوراکی طور پر انسان کھاتا ہے اور دوسری اعضاء کی درستی۔ جہاں تک غذائے خوراکی کا تعلق ہے وہ انسانی مذہبی پیشواؤں وحکماء اور اطباء نے ہزاروں سالوں سے تخصیص کر دی ہے کہ فلاں خوراک حرام ونجس اور حلال وطیب ہے یا جسم انسان کے لئے مفید اور مضر ہے۔ اس کے علاوہ انسانی جبلت بھی انہی اشیاء کی طرف مائل ہوتی ہے جو مرغوب و پسندیدہ اور لذیذ اور مقوی ہوتی ہیں۔ البتہ انسان ان کے کھانے میں کبھی زیادتی اور کبھی بغیر ضرورت کھاتا ہے۔ جس سے اس کے اعضاء پر بوجھ پڑتا ہے اور دوسرے جب وہ غذا خوراکی اپنے وقت پر ہضم نہیں ہوتی اس میں فساد پیدا ہو جاتا ہے وہی فساد رفتہ رفتہ اعضاء کو خراب اور خون کو زہریلا بنا دیتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے غذائے خوراکی اور موسم و کیفیات کے حادثات انسان کو اکثر پیش آتے رہتے ہیں اور ان کے علاوہ محنت ومشقت اور عیش و آرام کی زیادتی جذباتی اثرات کی شدت ایسی صورتیں جن سے انسان کو مفر نہیں ہے پھر ایسی صورت میں صحت کا برقرار رکھنا مشکل ہے۔ شباب کا قیام اور طویل عمری تو پھر بے حد مشکل بات ہے ایسی صورت میں اعادہ شباب کا تو سوال پیدا ہونا بے حد مشکل ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء اور قیام شباب وصحت اور طویل عمری

انسان جو غذا خوراک کے طور پر استعمال کرتا ہے تو اس کا خون بنتا ہے جس کو یونانی حکما اور اطبا چار اخلاط اور چار کیفیات میں تقسیم کرتے ہیں اور ان کے قوانین کے مطابق یہ اخلاط اور کیفیات مختلف اعضا کی غذا بنتے ہیں۔ لیکن فرنگی ڈاکٹر اور سائنس دان اس خون کو چودہ عناصر میں تقسیم کرتے ہیں اور ان کے قانون کے مطابق انہی سے انسانی اعضا کی غذا حاصل ہوتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ خون میں تین بڑے اجزاء پائے جاتے ہیں۔ اوّل رطوبت دوسرے حرارت اور تیسرے لطیف ہوائی اجزاء (گیس) اور یہی تینوں اجزا نہ صرف ہمارے اعضائے رئیسہ کی خوراک ہیں بلکہ جب ان میں سے کسی ایک حصہ میں تیزی ہوتی ہے تو اس جز کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عضو رئیس سے وہ خاص حصہ مخصوص ہے۔ مثلاً اگر جسم میں رطوبات کی زیادتی ہو تو اعصاب کا فعل تیز ہوتا ہے اور اگر جسم

میں حرارت کی زیادتی ہو تو غدد کا فعل تیز ہوتا ہے اسی طرح اگر جسم میں ہوا کی زیادتی ہو تو قلب کے فعل میں تیزی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ اگر اعصاب کے فعل میں تیزی کر دیں تو حرارت بڑھ جاتی ہے اسی طرح اگر عضلات کے افعال میں تیزی کر دیں تو ہوا جسم میں زیادہ ہو جاتی ہے۔ گویا اعضائے رئیسہ اور رطوبت و حرارت اور ہوا لازم ملزوم ہیں۔ اور یہی تینوں فطری اجزاء ہیں جو کائنات میں بھی بارش و آندھی اور گرمی میں نظر آتے ہیں۔

تسکین و تحریک اور تحلیل

ان اجزاء کی کمی بیشی سے جسم انسان میں چند علامات پیدا ہوتی ہیں جن سے ہم کو ان کی افراط و تفریط کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر جسم میں رطوبات (بلغم) کی زیادتی ہو جائے تو جسم میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے ویسے بھی جب ہمیں جسم میں سوزش معلوم ہو تو اس کی تسکین کے لئے پانی کا استعمال کرتے ہیں جو رطوبت کی اصل ہے۔ اسی طرح جب جسم میں ہوا کی زیادتی ہو جاتی ہے تو جسم میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے، اسی طرح جب جسم میں حرارت کی زیادتی ہوتی ہے تو جسم میں ضعف اور تحلیل شروع ہو جاتا ہے۔ بہرحال جب یہی علامات شدت اختیار کرتی ہیں تو انسانی جسم کو مریض کہا جاتا ہے۔ کبھی ان علامات کی تیزی سے جسم میں درد پیدا ہو جاتا ہے کبھی سوزش کبھی ورم، کبھی بخار اور کبھی ضعف کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ بہرحال اگر ہم ان اعضاء کے افعال و خواص اور اثر کو پوری طرح سمجھ لیں تو ہمارے اندر جو خرابیاں و علامات اور زہریلے اثرات پیدا ہوں ہم ان کو ان اعضاء کے افعال میں افراط و تفریط پیدا کر کے درست کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم تندرستی کی حالت میں بھی چاہیں تو ان اعضاء کے افعال میں ضرورت کے وقت تحریک و حرارت سے قوت پیدا کرنے پر قادر ہو سکتے ہیں۔ یہی اغذیہ اور موسمی تغیرات اور کیفیات جو ہمارے اندر امراض و کمزوری اور بڑھاپا پیدا کرتی ہیں اگر ان کے اثرات سے ہم پورے طور پر آگاہ ہوں تو یقیناً ہم ان سے اپنا قیام شباب اور طویل عمری میں مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

حرارت و رطوبت اور گیس تینوں قوتیں ہیں جو ہر گھڑی زندگی اور کائنات میں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان کی پیدائش میں جہاں ایک دوسرے کی ضرورت ہے اور اثر پڑتا ہے وہاں ایک دوسرے کی کمی بیشی بھی انہی کی وجہ سے اعتدال پر آتی ہے مثلاً جب سخت گرمی پڑتی ہے تو بارش آ جاتی ہے۔ جب بارش سے ہر جگہ جل تھل ہو جاتا ہے تو تیز ہوا چل پڑتی ہے اور پانی خشک ہو جاتا ہے۔ یاد رہے پانی ہمیشہ ہوا سے خشک ہوتا ہے۔ گرمی سے خشک نہیں ہوتا کیونکہ گرمی سے تبخیر بن جاتا ہے اور ٹھہرا ہوا پانی متعفن ہو جاتا ہے۔ جب تیز ہوائیں چلتی ہیں تو پھر گرمی شروع ہو کر ان کو بند کر دیتی ہے۔ یعنی ہوا کی تیزی گرمی ہی سے تحلیل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح موسم بدلتے ہیں مثلاً سخت گرمی کے بعد بارش کا موسم (برسات) آتا ہے۔ برسات کے بعد خزاں کی ہوائیں چلتی ہیں۔ اور جب بہار کی ہوائیں چلتی ہیں تو گرمی کا موسم شروع ہو جاتا ہے۔

یہی صورتیں جسم انسان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً جب جسم میں گرمی کی بے چینی ہوتی ہے تو پانی کی طلب ہوتی ہے اور جسم میں رطوبت کی زیادتی ہوتی ہے تو خود بخود خشک اشیاء کھانے کی ضرورت ہوتی ہے جب جسم میں خشکی ہوتی ہے تو روغنی اشیاء اور گھی وغیرہ کھانے سے رفع ہوتی ہے جو گرم ہوتے ہیں۔ غرض جب گرمی و تری اور خشکی کے بعد پھر گرمی کا سلسلہ جاری رہتا ہے جسم میں گرمی جگر میں تیزی ہونے سے اکٹھی ہوتی ہے۔ جسم میں خشکی قلب میں تیزی سے زیادہ ہوتی ہے جسم میں رطوبت اعصاب میں تیزی سے جمع ہو جاتی ہے۔ یہ روزانہ زندگی کے حقائق ہیں مگر عوام ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ یہ کس قدر اہم اور مفید قانون ہیں جو زندگی کے لئے نہ صرف انتہائی

مفید ہیں بلکہ ان حقائق کے بغیر زندگی اپنی صحیح فطری راہوں پر رواں دواں نہیں ہو سکتی ہیں۔

جسم انسان خود ایک برقی سرکٹ ہے

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ہر فرد حیاتی ذرّہ (خلیہ) ایک الیکٹرک سیل (بجلی کا کیسہ) ہے اور ہر غیر ذی حیات ذرّہ نظام شمسی کے قانون پر ایٹم کی طرح بجلی اور قوت پیدا کر رہے ہیں جو اعصاب کے ذریعے جسم میں قوت تحریک اور حرارت پیدا کر رہے ہیں اور دوسری طرف عضلات کی حرکت سے با قانون رگڑ قوت و تحریک اور حرارت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ یہ قوت و تحریک اور حرارت پیدا ہو کر جگر میں جمع ہوتی رہتی ہے پھر ضرورت کے وقت یہ قوت و تحریک اور حرارت جسم میں خرچ ہوتی رہتی ہے۔

جسم کو اس بجلی بیٹری کے اصول پر سمجھیں کہ خلیات اور ذرّات اعضاء و جسم میں لاکھوں بیڑیاں ہیں عصبی و عضلاتی دو منفی اور مثبت بجلی کی ڈوریاں بھی ہیں اور خود بجلی بھی پیدا کرتی ہیں۔ اور وہ بجلی قوت و حرارت کی شکل میں خون کے ذریعے جگر میں جمع ہوتی رہتی ہے یہاں پھر خلیات میں تقسیم ہوتی ہے اور اس طرح زندگی و روح اور صحت و شباب قائم رہتا ہے۔ اس طرح ایک چکر قائم رہتا ہے، اس چکر کو انگریزی میں بجلی اور قوت کا سرکٹ کہتے ہیں۔

اس بجلی اور قوت کے تعلق سے دِل و دماغ اور جگر کا تعلق زندگی بھر قائم رہتا ہے۔ گویا بجلی اور قوت کا ایک چکر قائم ہے اور جاری رہتا ہے۔ اور اس طرح حرکت و حرارت اور رطوبت پیدا ہوتی رہتی ہے اور جسم کو غذا میسر ہوتی رہتی ہے۔ جب اعضاء کے افعال میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے تو حرکت و حرارت اور رطوبت میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے جس سے بجلی اور قوت کے تسلسل اور چکر (سرکٹ) خراب ہونا شروع ہو جاتا ہے جس کے میں صحت خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جب سرکٹ رُک جاتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے تو بس موت آ جاتی ہے۔

حرارت کی زیادتی سے جسم میں ضعف اور تحلیل پیدا ہوتی ہے مگر عام طور پر حرارت کی زیادتی نہیں ہوا کرتی۔ زیادہ رطوبات کی زیادتی اور ریاح کی زیادتی ہوا کرتی ہے۔ ان کی زیادتی سے جسم میں حرارت بہت کم ہو جاتی ہے۔ رطوبات کی زیادتی سے حرارت کی کمی کے ساتھ سردی زیادہ ہوتی ہے جس سے اعضاء جسم میں انتہائی طور پر سست اور سُن ہو جاتے ہیں اور جب ریاح کی زیادتی ہے تو جسم میں سردی کے ساتھ خشکی بڑھ جاتی ہے جس سے جسم میں تیزی اور خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ یہی علامات معمولی طور پر کم و بیش ہوں تو صرف صحت میں خرابی ہوتی ہے اور امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر یہی علامات شدت اختیار کر لیں تو جسم میں انحطاط پیدا ہو کر شباب رخصت ہوتا ہے اور بڑھاپا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ نزلہ اور بند نزلہ اس وقت ہی دائمی ہو جاتا ہے جب جسم میں حرارت کی کمی ہو جاتی ہے یہ کمی اگر سردی تری کے ساتھ ہو تو نزلہ ہوگا اور اگر سردی خشکی کے ساتھ ہو تو نزلہ بند ہوگا۔ یہی نزلہ جب دائمی صورت اختیار کر لیتا ہے تو اس وقت سے شباب رخصت اور بڑھاپے کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔

بڑھاپے اور امراض کا فرق

جب تک صرف اعضاء کے افعال میں مشینی طور پر کمی بیشی اور خرابی واقع ہوتی ہے تو اس کی یہ حالت زیادہ تر امراض تک محدود رہتی ہے اور جب اعضاء کے خلیات میں خرابی واقع ہوتی ہے تو بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ صورتیں بھی ظاہر طور پر امراض میں شریک ہیں جن کو ہم مزمن امراض کہتے ہیں یہی مزمن امراض ہی بڑھاپا کی ابتداء ہیں۔ یہ بڑھاپا تین صورتوں میں پیدا ہوتا ہے: (۱) حرارت غریزی

میں کمی بیشی ہونا۔ (۲) رطوبت غریزی میں کمی بیشی کا ہونا۔ (۳) رطوبت غریزی میں فساد و تعفن پیدا ہونا۔

رطوبت غریزی اور حرارت غریزی میں کمی بیشی

حرارت غریزی کی ابتداء اس حرارت سے ہوتی ہے جو منی کے حیوانی ذرّے کے خلیہ میں پائی جاتی ہے جس کی پیدائش کا سلسلہ اس رطوبت سے جاری رہتا ہے جو منی کے حیوانی ذرّے کے خلیہ میں موجود ہوتی ہے۔ اس کے قیام میں اس خلیہ کا نظام شمسی اور خلیہ کی برقی رو دونوں معاون ہوتے ہیں۔ جب انسانی کرم منی (سپرمیٹوزوا) عورت کے بیضہ انثیٰ (اووم) کے ساتھ وصال پا جاتا ہے اور نطفہ قائم ہو جاتا ہے تو بیضہ انثیٰ کی رطوبت اور حرارت کرم منی کی غذا بنتی ہے۔ اس طرح رطوبت غریزی اور حرارت غریزی قائم رہتی ہے پھر جب وہ قریب اختتام ہوتی ہے اور اس وقت تک نطفہ شہتوت کے پھل کے برابر مثل جونک تیار ہو جاتا ہے تو قدرتی طور پر وہ رحم میں کسی جگہ چسپاں ہو جاتا ہے اور اس کا تعلق ماں کے خون سے منسلک ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس بچہ کو جو غذا خون کی شکل میں ملتی ہے اسی میں سے رطوبت غریزی اور حرارت غریزی تیار ہو کر اس کے خلیات میں بھرتی اور خرچ ہوتی رہتی ہے۔ جب بچہ کی پیدائش ہوتی ہے تو وہ اس کو اول ماں کا دودھ اور پھر دنیاوی خوراک کو اپنی غذا بناتا ہے جن سے اس کے جسم میں اپنا خون تیار ہوتا ہے اس وقت اس خون سے رطوبت غریزی اور حرارت غریزی تیار ہو کر قائم رہتی ہے۔ اگر اس رطوبت غریزی اور حرارت غریزی کی پیدائش اور اعتدال جاری رہے تو صحت اور شباب قائم رہتا ہے اور طویل عمری ہوتی ہے جب اس میں کمی واقع ہوتی ہے تو اس کی صورت اوّل میں رطوبت میں کمی واقع ہوتی ہے جس سے اس میں حرارت غریزی قائم نہیں رہتی۔ کبھی حرارت غریزی کی پیدائش بڑھ جاتی ہے اور اس طرح رطوبت غریزی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ کبھی رطوبت غریزی کمزور ہوتی ہے اور حرارت غریزی کی پیدائش رُک جاتی یا کم ہو جاتی ہے۔ یہ سب صورتیں صحت اور شباب اور طویل عمری پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

رطوبت غریزی میں فساد بالکل اس طرح پیدا ہوتا ہے جس طرح معدہ و امعاء اور جگر میں پیدا ہوتا ہے لیکن رطوبت غریزی میں فساد طبیعت مدبرہ بدن آسانی سے پیدا نہیں ہونے دیتی اور اگر جب کبھی ہوتا ہے تو کسی ایک قسم کے نسیج کے خلیات میں ہوتا ہے تمام جسم کے خلیات میں یکبارگی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر جب کسی ایک نسیج میں فساد ہوتا ہے اور اس کی اصلاح نہ کی جائے تو رفتہ رفتہ تمام جسم میں پھیل جاتا ہے۔ جسم میں جو زہر اثر کرتے ہیں وہ اسی اصول پر اثر کرتے ہیں اس ہر قسم کے زہر کی مختلف علامات ہوتی ہیں رطوبت غریزی کے فساد کو دور کرنا تجربہ کار معالج کا کام ہے۔ یہ ہر بازاری دوا فروش کے بس کا روگ نہیں ہے۔

جب فساد رطوبت غریزی پیدا ہوتا ہے تو پھر رفتہ رفتہ حرارت غریزی کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں اس کے اندر جو شعلہ پیدا ہوتا ہے وہ مدہم ہوتا چلا جاتا ہے اس کا نام بڑھاپا ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ بالکل بجھ جاتا ہے جس کا نام ہم موت رکھتے ہیں۔

قیام شباب اور طویل عمری کا علاج

جب کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس کا بڑھاپا یا قبل از وقت بڑھاپا دور ہو جائے تو اس کا اوّلین فرض ہے کہ وہ اپنے اعضائے رئیسہ کا بغور مطالعہ کرے ان کے افعال کو سمجھے اور اگر اس کو کوئی مرض یا علامت ہو جیسا کہ نزلہ زکام، فالج، دائمی قبض، بواسیر، سوزاک اور آتشک وغیرہ وغیرہ تو ان کو سامنے رکھ کر یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ ان کا تعلق کس عضو کے ساتھ ہے اور اس عضو کے افعال کس طرح انجام پا رہے

ہیں۔ مرض یا علامت کو فوراً دور کرنے کی کوشش نہ کرے۔ صرف مرض و علامت اور عضو کے افعال کا تعین کرے۔ پھر اس مرض یا علامت کو سامنے رکھ کر عضو کے افعال کو درست کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح جب عضو کے افعال درست ہوتے چلے جائیں گے تو وہ مرض یا علامت رفع ہوتی جائے گی۔ گویا وہ مرض اور علامت صرف معیار اور اصلاح ہے۔ جس سے معالج کو پتہ چلتا ہے کہ جسم انسان کے افعال باقاعدہ ہو رہے ہیں۔ اگر مرض یا علامت دور کر دی جائے تو اعضاء کے افعال اور خون کی درستی کا پورے طور پر اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس طرح اعادہ شباب ممکن ہو جاتا ہے۔

بوڑھوں کے حفظ صحت کے احکام

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ جب تک مزاج انسان کی حالت اعتدالیہ قائم رہے گی اس وقت تک اس کی صحت بھی اچھی رہے گی اور اگر کسی بے اعتدالی سے حالت مذکورہ میں مزاج انسان جادہ (راستہ) اعتدال سے منحرف بھی ہوگا تو ذرا سی تدبیر سے صحت زایلہ واپس آئے گی۔ اور ہر گاہ کہ مزاج اعتدالیہ حالت سے بعید ہو جائے گا تو وہ صحت سے بھی بعید ہوگا چونکہ عالم بڑھاپے میں مزاج پر سردی وخشکی کا غلبہ ہوتا ہے اور کیفیات سردی وخشکی دونوں اعتدالی حالت کے مخالف ہیں۔ یعنی حرارت و رطوبت کی ضد ہیں لہٰذا اس سن میں حفظ صحت اولیٰ بالا اہتمام (نہایت کوشش کی مستحق) ہے پس وہ تدبیر عمل میں لانا چاہیں کہ جن کے زیر اثر بدن میں کیفیت گرمی وتری کی پیدا کریں تاکہ برودت و یبوست کا کہ جو لازم سن مذکور ہے تدارک ہو جائے، مگر اس کے ساتھ ہی یہ خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ بوڑھے ایسی تدبیرات داخلی و خارجی ہرگز عمل میں نہ لائیں کہ جو ان کے بدنوں میں گرمی پیدا کریں مثلاً اغذیہ نہایت گرم یا افراط ریاضت یا جراحت وغیرہ۔ اس لئے کہ غایت درجہ کی حرارت ان کے مزاجوں میں نہایت درجہ خشکی پیدا کرے گی جس کا نتیجہ لازمی یہ ہوگا کہ ان کو وقت سے پہلے موت مواصلت ہوگی یا کسی مرض سخت میں مبتلا ہوں گے۔

چونکہ حسب تقریر یا سبق (پہلی تقریر کے مطابق) بوڑھوں کو حرارت خفیفہ و رطوبت کثیرہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اسی بنا پر ان کا نیند کا زمانہ بہت طویل (دراز) ہونا چاہیے اور سکون و آرام کی کثرت اور حرکات بندی کی قلت کرنا چاہیے۔ چنانچہ جالینوس کا قول ہے کہ "انی حریص علی النوم" یعنی میں اب عالم بڑھاپے میں نیند کا حریص ہوں۔ نیند کا حریص ہوں۔ نیند کے حال پر سکون و آرام کو بھی قیاس کر لو اس لئے کہ دونوں سے یعنی نیند اور سکون سے رطوبات بدن میں ترقی ہوتی ہے اس کثرت سکون اور کثرت نیند کی عدمی حالت یعنی کثرت بیداری و کثرت حرکت کو سخت مضر ہوگی۔

علیٰ ہٰذا القیاس بوڑھوں کو شیریں اور نیم گرم پانی سے روزانہ ایک بار غسل کرنا اور غسل کے درمیان میں متعدل طور سے مالش بدن کی کرنا نہایت درجہ نافع ہوگا اور شور یا سرد پانی کا غسل نہایت مضر ہوگا۔

بوڑھوں کو ادرار بول (پیشاب لانا) کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان کے بدن میں فضلات مجتمع نہ ہوں۔

علیٰ ہٰذا القیاس ان کے معدوں سے اخراج بلغم براہ امعاء (آنتوں کے راستے) یا مثانہ نہایت درجہ مہتم بالشان ہے حتیٰ کہ بدین غرض بوڑھوں کی طبیعت ملین رکھنا چاہیے اس لئے قبض کی حالت ان کو سخت مضر ہے۔ بغرض تلیین و ادرار ان کو ادویہ و اغذیہ مدرہ و ملینہ (پیشاب آور اور قبض کشا) تک استعمال مناسب ہے۔

بوڑھوں کو مالش بالاعتدال تمام بدن کی تیل سے خواہ خوشبودار ہو یا بلاخوشبو سخت مفید ہوگی۔ اس لئے کہ ایسی مالش سے ان کے

بند میں حرارت اور رطوبت کی ترقی ہوگی جس کی ان کو سخت ضرورت ہوتی ہے۔

بوڑھوں کو اگر غذائے قلیل قلیل بہ تفریق دی جائے گی تو یہ امر ان کو بہت مناسب ہوگا۔ بہ نسبت اس کے کہ ایک دفعہ ان کو غذائے کثیر دی جائے۔ اس لئے کہ ایک ہی دفعہ غذا دیتے ہیں ان کی قوت ہاضمہ ہضم کی برداشت کی متکفل نہیں ہوسکتی ہے۔

بوڑھوں کے لئے وہ غذائیں مفید ہیں کہ جو جید الکیموس ہوں یعنی ان میں فضلات کم ہو اور زیادہ حصہ ان کا جزو بدن ہوتا ہو۔ مثلاً بیضہ مرغ و پرندوں کے گوشت کے شوربے اور دودھ کسی قدر زنجبیل جوش دے کر اور ترکاریوں میں شلجم، چقندر و گاجر وغیرہ و ترکاریاں کہ جن کا مزاج گرم و تر اور شیر چیزوں میں شہد سادہ دودھ میں شامل کر کے۔ اور دال مسور اور جملہ اقسام ترشیوں سے اور جملہ اتمز یہ سرد پانی گرم خشک سے سخت پرہیز ضروری ہے۔ بجز اس کے کہ برسبیل دوا یا کسی اور دوا سے استعمال کرائی جائیں۔

بوڑھوں کے لئے جو تدبیرات تحریر کی گئی ہیں وہ باعتبار غالب امر کے ہیں جس کے معنی عالم پیری میں چونکہ برودت و یبوست کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے اس کا خواص و تدبیرات ترقیم ہوئی ہیں مگر یہ لازمی نہیں ہے کہ جملہ مزاج کے بوڑھوں کے لئے یہ تدبیرات کافی ہوں بلکہ ممکن ہے کہ بعض بوڑھے بوجہ امور عارضی تدبیرات مذکورہ کی ترمیم و تبدیل سے نفع پائیں۔ [القانون]

قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے ادویات اور علاج

قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے خواہش منداشخاص کے ضروری ہے کہ ذیل کے تین اصولوں پر سختی سے عمل کریں:

(۱) حفظان صحت کی پابندی۔ (۲) مناسب اور ضروری اغذیہ کا باقاعدگی سے استعمال۔ (۳) مقوی ادویات کا استعمال۔

تاکیداً اس امر کو ذہن نشین کرلیں کہ صرف ادویات کے استعمال سے مقصد بر نہیں آئے گا۔ مقوی ادویات زیادہ سے زیادہ روپے میں چار آنے مفید ہوسکتی ہیں۔ باقی آٹھ آنے مناسب اور ضروری اغذیہ کے باقاعدہ استعمال ہے اور چار آنے سے حفظان صحت اور معالج کی طرف سے ملنے والی تسلی و تشفی کی پابندی ہے۔ حفظان صحت کے اصول طبی کتب میں تفصیل سے درج ہیں۔ کچھ ضروری اصول جو بوڑھوں کے لئے مفید ہوسکتے ہیں وہ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ان اصول میں جماع کی پابندی اور باقاعدگی کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔

جماع اور حفظ صحت

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ شباب و جنسی قوت کا گہرا تعلق ہے بلکہ جنسی قوت کا گہرا تعلق ہے بلکہ جنسی قوت کی زیادتی کا نام ہی دراصل شباب ہے۔ جیسا کہ ہم ابتدا میں لکھ چکے ہیں۔ اگر جنسی قوت کا استعمال افراط و تفریط سے کیا جائے گا تو یقیناً اس کا اثر صحت اور شباب پر پڑے گا۔ ہم نے جنسی قوت کے ساتھ افراط و تفریط یعنی (کثرت جماع اور قلت جماع) دونوں صورتوں کا ذکر کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح کثرت جماع جنسی قوت اور شباب کو تباہ کر دیتا ہے اسی طرح قلت جماع بھی جنسی قوت اور شباب کے نقصان کا باعث ہے۔ دونوں میں اعتدال لازمی ہے۔

قلت جماع بھی نقصان جنسی قوت اور شباب ہے

اس حقیقت سے تو دنیا خوب آگاہ ہے کہ کثرت جماع یقیناً جنسی قوت اور شباب میں غیر معمولی نقصان پہنچاتا ہے لیکن بہت ہی کم لوگوں کو علم ہوگا کہ قلت جماع یا بالکل جماع نہ کرنا بھی جنسی قوت اور شباب کو برباد کر دیتا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ جب انسانی قویٰ مکمل

ہو جائیں اور اس میں جنسی قوت کا جذبہ جوش پر ہو جنسی مادہ جو قابل اخراج ہو اس کو خارج نہ کیا جائے تو وہی مادہ اپنے اعضاء ہی کو برباد کرنے لگتا ہے یا وہ احتلام و سرعت انزال اور جریان کی صورت میں عورتوں میں سیلان رحم کی شکل میں خود بخود اخراج پانا شروع کر دیتا ہے۔ جو لازماً امراض میں شریک ہیں جن سے صحت اور شباب برباد ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شباب اور جنسی قوت سے بھرپور نوجوان کا جماع سے دور رہنا۔ کثرت جماع سے بھی زیادہ نقصان رساں ہے۔ کیونکہ کثرت جماع سے تو صرف مادہ منویہ کا نقصان ہوتا ہے لیکن قلت جماع سے جنسی اعضاء جن سے جنسی جذبہ پیدا ہوتا ہے اور شباب قائم رہتا ہے تباہ ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کی خرابی کے علاوہ بوقت جماع جو لذت اور خوشی پیدا ہوتی ہے اس سے ایک خاص قسم کی بجلی وقوت اور حرارت پیدا ہوتی ہے جو محافظ شباب اور طویل عمری کا باعث ہے۔

اسلام اور کثرت ازواج

اس قیام شباب اور طویل عمری کے لئے ہی اسلام میں کثرت ازواج کا مسئلہ رائج ہے۔ اور اس کا حکم ہے کہ اگر ضرورت ہو تو ایک شخص بیک وقت چار بیویاں اور ان کے علاوہ لاتعداد کنیزیں رکھ سکتا ہے۔ حضور انور حضرت نبی کریم رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے بموجب جو شخص نکاح نہیں کرتا وہ آپ ﷺ کی اُمت میں سے نہیں ہے۔ جو لوگ اسلام کی اس نعمت کو اچھا خیال نہیں کرتے وہ جماع اور شباب کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔

یورپ کے حکماء کثرت ازواج کے مسئلہ کو تسلیم کر چکے ہیں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جماع کی ضرورت ہو تو ایک عورت سے بھی پوری کی جا سکتی ہے پھر کثرت ازواج کو کیوں اہمیت دی جائے؟ یہ اعتراض انہی عوام کی طرف سے ہے جو اعضائے انسانی کے افعال وجنسی قوت کا پیدا ہونا اور شباب کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جماع میں جہاں حرکت جماع لذت و مسرت اور انبساط کے ساتھ بجلی وجنسی قوت اور شباب میں زیادتی کرتی ہے وہاں پر عورت کا حسن و شباب اور اس کی حرارت غریزی بھی ان کیفیات و جذبات اور ارواح میں زیادتی کا باعث ہوتا ہے یہ حقیقت ہے ہر عورت کا حسن و شباب اور حرارت غریزی زیادہ سے زیادہ تیس سال تک قائم رہتی ہے اور اگر کوئی عورت بہت ہی کوشش کرے چالیس سال تک مگر ایسی عورت ایک ہزار میں شاید ایک ہوتی ہے جس کو اپنے حسن و شباب اور حرارت غریزی کے قیام کے متعلق پوری طرح علم ہو۔ اس لئے تیس سال کے بعد ہی ان کا حسن و شباب اور حرارت غریزی رخصت ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے مرد کو ان اُمور کی طلب کے لئے ہمیشہ ایک حسن و شباب سے بھرپور حور صفت بیوی کی ضرورت ہے تا کہ اس کا مادہ منویہ زیادہ سے زیادہ بنے اور پوری طرح پر اخراج پائے۔ جس سے اس کی جنسی قوت و شباب قائم رہتا ہے اور اس کی عمر میں طوالت پیدا ہوتی ہے۔

قیام شباب اور طوالت کے متعلق یورپ میں بھی سائنسدانوں اور حکما نے تجربات کئے ہیں۔ انہوں نے تجربہ کے طور پر دو ایسے شخصوں کو منتخب کیا ہے کہ ان میں سے ایک کی محض ایک بیوی تھی۔ اور ایک شوقین مزاج ہر سال کے بعد ایک نوخیز عورت سے شادی کر لیا کرتا تھا۔ اوّل الذکر پر آخر الذکر کی نسبت بہت جلد بڑھاپا چھا گیا اس تجربہ پر کوئی حیرت نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کی دو وجوہات تو وہ ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں: (۱) حرکت جماع سے جنسی قوت بھڑکتی ہے، دوسرے اس حرکت جماع سے جنسی اعضاء کی ورزش سے ان کے افعال جاری رہتے ہیں جن سے ان میں قوت پیدا ہوتی رہتی ہے اور تیسرے یہ حقیقت بھی ذہن نشین کر لیں کہ نوجوان عورت میں بہ نسبت

عمر رسیدہ مرد کے حرارت غریزیہ زیادہ ہوتی ہے اور یہی حرارت مقناطیسی ذریعہ سے جب کہ دوجسم آپس میں متصل ہوں ایک سے دوسرے میں بطور کشش منتقل ہوتی رہتی ہے، اس طرح وہ شخص ہر سال اپنے جسم میں ایک نئی حرارت اور قوت حاصل کرتا رہتا ہے۔

آیورویدک کی کتب میں بھی خوبصورت اور نوخیز عورتوں کو قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے اصولوں کے مطابق جب تک انتہائی دِل لبھانے والی حسین اور رس بھری عورت کو سامنے نہ رکھا جائے اس وقت تک کایا کلپ ناممکن ہے۔ کیونکہ حسن و شباب کی کشش بھی جنسی قوت کو بیدار کرتی ہے۔

کایا کلپ بغیر حسن و شباب ممکن نہیں ہے

آیورویدک کتب میں لکھا ہے کہ جیتندر یہ شخص کو چاہیے کہ ہمیشہ واجی کرن (قوت باہ بڑھانے والی) ادویات کا استعمال کرتا رہے کیونکہ دھرم (مذہب) ارتھ (مقصد) پریتی (محبت) اور یش (نیک نامی)، یہ چاروں انہی واجی کرن ادویات کی بدولت حاصل ہوتے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ بیٹا واجی کرن کی بدولت اور مندرجہ بالا چاروں نعمتیں بیٹے کی بدولت میسر آتی ہیں۔ اس لئے روئیں روئیں میں خوشی پیدا کرنے والی عورت واجی کرن کا سب سے اچھا کھیت ہے۔ روپ (حسن) اس شباب وغیرہ اندریوں کے پانچوں ایک عورت میں پائے جاتے ہیں تو اسے پریتی کی کان کہنا بیجا نہ ہوگا۔ عورت کے سو یہ پانچوں وشے جو عورت میں یک جا پائے جاتے ہیں وہ پرتی کے بڑھانے والے ہیں پریتی سنتان (اولاد)، دھرم، ارتھ، لکشمی (دولت)، لوک (موجودات) بھی خصوصیت سے عورتوں ہی میں رونق افروز ہے۔

سب سے اچھی محرک جنسی قوت

نہایت خوبصورت، نوجوان، مبارک، اطاعت گزار اور تعلیم یافتہ عورت سب سے اچھی واجی کرن (محرک جنسی قوت) ہے۔ کئی قسم کے دنیوی اور دیوی بھوگوں (گزشتہ جنموں کے کرموں سے تعلق رکھنے والے) کی بدولت جیسے جیسے اشخاص سے پالا پڑتا ہے، انہی کے مطابق عورتوں کی خوبصورتی وغیرہ صفات ترقی کرتی رہتی ہیں۔ ہمہ صفت موصوف جو عورت اپنے وَے (عمر)، خوبصورتی، گفتگو اور ناز و ادا سے دِیووَش (گزشتہ جنم کے کرم)، کرم وَش (اس جنم کے کرم) جس شخص کے دِل نشین ہو جاتی ہے۔ جو عورت جس شخص کے دِل کا سرور ہے۔ جو عورت جس شخص کے دِل کو چھین لیتی ہے۔ جس عورت کا سَتو (جوش) جس مرد کے سَتو کی مانند ہوتا ہے جو عورت جس شخص کی اطاعت گزار ہے جو عورت جس شخص کو اپنے طبعی اوصاف سے خوش نظر آئے۔ جو عورت اپنے اعلیٰ صفات کی بدولت جس شخص کی سب اندریوں کو اس طرح بس میں کرلے گویا جال میں باندھ لیا ہے جس عورت کے فراق کی وجہ سے جو شخص تکلیف پائے اور دنیا کو عورتوں سے خالی سمجھنے لگے۔ جس عورت کے فراق میں جو شخص اپنے تئیں زندگی سے خالی تصور کر کے اپنے کو ہلاک کرنے پر آمادہ ہو جائے جس عورت کے صرف دیدار سے ہی جس شخص کا رنج۔ بے سدھی دکھ اور خوف دور ہو جائے۔ جس عورت سے مل کر جو شخص اپنے دِلی رازوں کو افشا کر دے۔ جسے دیکھ کر نہایت خوشی ہو۔ جس عورت کے پاس بار بار جا کر بھی دِل کو سیری حاصل نہ ہو اس کے لئے وہی عورت اچھی واجی کرن (محرک جنسی قوت ہے) گویا قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری میں عورت کا سب سے زیادہ دخل ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ حسن و شباب سے بھرپور عورت سے مواصلت پیار اور مل بیٹھنا قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے ضروری ہیں۔ تاریخ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ جنت میں آدم علیہ السلام کی اداسی کو اماں حوا سے دور کیا گیا۔ جنت میں حور و قصور اور شرابا طہورہ کے وعدے۔ کرشن جی کے ساتھ گوپیوں کا جھرمٹ ضرور اپنے اندر کچھ نہ کچھ حقیقت رکھتے ہیں۔ جبلی طور پر بھی انسان

تمدن پسند اور فطری طور پر مقابل جنس کی طرف کشش پائی جاتی ہے اور اس کشش میں تذکیر اور تانیث کا اثر پایا جاتا ہے یا فطرۃً دنیا میں اپنی مثل پیدا کرنے کا جذبہ پنہاں ہے بہر حال ایک غیر شعوری کشش اور قدرتی جذبہ ہے جو مرد کو عورت کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ لیکن مذہبی و قانونی اور معاشرتی بندشیں ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ جائز عورت سے مستفید ہونا چاہیے یعنی جو حلال کر دی گئی ہے یا جس کا اعلان کر دیا گیا ہے یا قانوناً جائز قرار دی گئی ہے تاکہ معاشرہ میں فساد برپا نہ ہونے پائے۔

اعتدال مجامعت

زندگی میں عورت کی اہمیت قیام شباب و اعادہ شباب اور طول عمری کے لئے ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان ہر وقت عورتوں میں گزارے اور کثرت جماع میں مشغول رہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اس میں اعتدال قائم رکھنا چاہیے۔ عورت صرف مرد کی ایک ضرورت ہے یا زندگی کا ساتھی۔ جس سے اس کی تسکین و مسرت اور ضرورت پوری ہوتی ہے۔ جیسے گائے کا دودھ انسان کو بھوک میں تسکین، اس کی لذت سے مسرت اور جسم کے لئے غذائی ضرورت کو پورا کرتا ہے، مگر انسان بغیر غذائی ضرورت کے نہ ہر وقت اس سے تسکین و لذت حاصل کرتا ہے اور نہ مسرت و سرور کرتا رہتا ہے۔ اگر وہ ہر گھڑی دودھ پیتا رہے تو بجائے اس سے فوائد و قوت اور خون پیدا کرنے کے بیمار ہو جائے اور جس جسم کے لئے وہ غذا اور قوت کا باعث ہو اس جسم کے لئے مصیبت بن جاتا ہے۔ گویا اس کو اعتدال قائم رکھنا ضروری ہے۔

اعتدال مجامعت کے لئے کوئی معیار مقرر نہیں کیا۔ بعض نے مزاج کے مطابق اور بعض نے قوت کے مطابق اور بعض نے عمر کے مطابق اندازے اور تجربے مقرر کئے ہیں۔ کوئی روزانہ کی تلقین کرتا ہے کوئی ہفتہ میں ایک بار کی اجازت دیتا ہے اور کوئی ایک ماہ بلکہ زیادہ عرصہ دیر کرنے کی تاکید کرتا ہے مگر یہ سارے اندازے غلط ہیں اس کا صحیح اعتدال اور اندازہ بالکل بھوک کے اصولوں پر ہے جس طرح شدید بھوک پر غذا کا کھانا لازم ہے۔ اسی طرح شدید جنسی بھوک پر ہی اس کا عمل مقرر کرنا چاہیے۔ لیکن بعض لوگ بھوک کا بھی اندازہ نہیں کر سکتے اور لذت و لطف اور مسرت کے لئے کھانا شروع کر لیتے ہیں بعینہٖ یہی صورت جنسی بھوک میں بھی پیار و محبت اور عیش کے لئے مجامعت سے لطف اندوز ہونا شروع کر دیتے ہیں۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ عیش کی خاطر پیار و محبت عورت سے شروع کر دیا جاتا ہے اور جب انتشار ہو جاتا ہے تو مواصلت کر لی جاتی ہے۔ گویا اوّل جنسی بھوک پیدا کی جاتی ہے اور پھر اس کی تسکین کی جاتی ہے۔ لیکن یہ طریقہ غلط ہے۔ اس انداز اور اعتدال کے لئے اصول یہ ہونا چاہیے کہ مرد اپنے ذہن میں بھی کبھی مجامعت کا خیال نہ لائے اور ہمیشہ الگ تنہا اپنے بستر پر سوئے اور جب اس کو رات یا دِن کو شدت انتشار خود بخود پیدا ہو تو پھر اس کی تسکین کی کوشش کرے یا خیال لائے۔ اگر اس رات یا دِن بے وقت ہونے سے موقعہ نہ ملے تو دوسرے روز اس کا انتظار کر لے۔ اسی اصول اور اندازے پر اس کو روز انتشار ہو یا ہفتہ میں ایک بار یا ایک ماہ اور زیادہ مدت میں ہو تو اس کو اس اندازہ اور اعتدال سے کرنا چاہیے۔ لیکن اس امر کو ہمیشہ ذہن نشین کر لیا جائے کہ اگر ایک ماہ یا زیادہ عرصہ کے بعد بھی انتشار نہ ہو یا اس میں شدت نہ ہو تو سمجھ لیا جائے کہ قوت رجولیت کمزور ہے اور اس کا علاج کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ انسانی قوت اور صحت کا دارومدار اور اندازہ اس امر پر ہوتا ہے کہ اس کی قوت رجولیت کس اندازہ کی ہے۔ بیشک مجامعت میں جس قدر عرصہ چاہے دیر کر دے مگر قوت رجولیت اور انتشار کا جلد جلد ہونا صحت کے صحیح ہونے اور قیام شباب کی دلیل ہے۔ مجامعت میں یہی اصول عورت کے لئے بھی

مفید ہیں۔

غذا کی اہمیت

غذا کے لئے صرف اس ایک ہی سنہری اصول کو مدنظر رکھیں کہ بغیر شدید بھوک کے غذا کے پاس نہ جائیں اور جب غذا کھائیں تو بھی نصف کے قریب بھوک باقی ہو تو غذا چھوڑ دیں۔ گویا بھوک ہمیشہ لگی رہے اور وہ ختم نہ ہو۔ کیونکہ جس قدر شدید بھوک ہوگی اسی قدر شدید قوت باہ وانتشار اور قوت رجولیت زیادہ ہوگی۔ سالہا سال کے تجربہ سے ظاہر ہے کہ جو ادویات مشتہی ہیں وہی مہی بھی ہوتی ہیں۔ گویا پیٹ کی بھوک اور جنسی بھوک کا تعلق لازم ملزوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غرباء میں بھی جنسی قوت ان کی بھوک کی طرح زیادہ ہوتی ہے اور یہی راز ہے جس سے ان کی اولاد زیادہ ہوتی ہے۔ امراء جو مرغ و تیتر بٹیر، مرغن پلاؤ، قورمے اور تنجن حلوے و سوہن حلوے اور حریرے کیک و پیسٹریاں اور دیگر مٹھائیاں کھاتے ہیں، ان کی بھوک اکثر ختم ہو جاتی ہے، جس سے ان کی جنسی بھوک بھی کم ہو جاتی ہے، وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے معجونوں، یاقوتیوں اور سونا چاندی کے کشتہ جات اور شراب کا سہارا لیتے ہیں۔ پھر بھی وہ ایک غریب انسان سے جس کی غذا خشک روٹی اور کچا پیاز ہوتی ہے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان کی اولاد ہوتی ہے تو اوائل جوانی میں ہو جاتی ہے، ادھیڑ عمر میں اکثر نہیں ہوتی۔ اور اکثر امراء اور رؤساء ہی کو دائمی نزلہ رہتا ہے جو قبل از وقت بڑھاپے کی سب سے بڑی علامت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اعضائے رئیسہ دل دماغ اور جگر جلد جواب دے دیتے ہیں اور ادھیڑ عمر ہی میں ذیابیطس و فالج اور ہارٹ فیلور (غرب القلب) کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اس قیام شباب اور طویل عمری کے لئے لازم ہے شدید بھوک کے بعد نصف غذا کھائے مگر ضرورت کے مطابق اور ضروری خوراک کھانا لازمی ہے۔ علاج میں غذا دوا کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

ادویات کا استعمال

آیورویدک اور طب یونانی میں قیام شباب و اعادہ شباب کے متعلق بہت سی ادویات اور بے شمار مجربات تحریر ہیں۔ مگر فرنگی طب میں اس مقصد میں سوائے خلاصہ غدد اور جوہر خصیتین کے کوئی دوا نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خلاصہ غدد اور جوہر خصیتین میں ایسی کوئی خوبی نہیں ہے کہ قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے ان کو استعمال کیا جائے۔ البتہ ان سے عارضی طور پر جسم انسان میں جوش ضرور پیدا ہوتا ہے، مگر وہ بہت جلد نہ صرف ختم ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ردعمل بے حد خوفناک ہوتا ہے جس سے صحت اور قوت پہلے سے بھی خراب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا اثر کیمیاوی ہوتا ہے مشینی نہیں ہوتا۔ اطباء نے بھی حیوانی اعضاء کو انسانی اعضاء کی تقویت کے لئے استعمال کیا ہے، لیکن تجربہ بتاتا ہے کہ ان کا اثر صرف تھوڑے عرصہ تک رہتا ہے۔ اور اگر غدد اور خصیتین کی خرابی سے صحت اور قوت میں نقص ہو تو اور بھی ان پر برا اثر پڑتا ہے، البتہ حیوانی اعضاء کا استعمال دیگر مقوی ادویات کے ہمراہ کیا جائے تو کوئی شک نہیں ہے کہ ان سے بے حد فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

ادویات کا استعمال بالمفرد اعضاء

ادویات استعمال کرنے سے قبل اس امر کا ضرور تعین کر لیں کہ اعضائے رئیسہ میں سے کس عضو میں نقص ہے تاکہ نہ صرف علاج کامیاب رہے بلکہ نقصان کا خطرہ باقی نہ رہے۔ مثلاً دل کے فعل میں تیزی ہے اور دواء بھی دل کے فعل میں تیزی پیدا کرنے والی ہے یا پٹھوں میں سوزش ہے اور دواء بھی مقوی اعصاب ہے تو لامحالہ نقصان ہوگا، یہی صورت جگر کی بھی ہے ہم نے ہر عضو کی علیحدہ علیحدہ علامات

بیان کر دی ہیں اور آئندہ بھی لکھ دیں گے۔

بڑھاپے کی حقیقت پھر ذہن نشین کر لیں

گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ بڑھاپے کی حقیقت پر ہی علمی و عملی اور تجرباتی اور مشاہداتی روشنی ڈالتے رہے ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید سمجھنے میں کوئی کسر رہ گئی ہو تو چند الفاظ میں بڑھاپے کو اس طرح سمجھ لیں کہ جو رطوبت اور حرارت خلیات ذرّات حیوانی میں پائی جاتی ہے ان میں خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ جس کو اطباء اور حکماء انسانی غذا کا چوتھا ہضم کہتے ہیں اور ہم اس کو رطوبت غریزی اور حرارت عزیزی کہتے ہیں: (۱) ان میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ (۲) ان میں خرابی واقع ہو جاتی ہے یعنی وہ اپنی صحت مند حالت اور صحیح مزاج پر قائم نہ رہیں۔ (۳) ان میں تعفن اور فساد پیدا ہو جائے۔ بس ان تینوں صورتوں سے خوفناک امراض اور بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔

بڑھاپا اور ضعف جنسی قوت کے اقسام

اگرچہ گزشتہ صفحات میں بڑھاپا اور ضعف جنسی قوت کے اقسام پر بھی تفصیلاً روشنی ڈال چکے ہیں لیکن خلاصۃً پھر ذہن نشین کراتے ہیں کہ علاج میں سہولتیں رہیں۔ یعنی بڑھاپا اور جنسی قوت کی کمزوری تین قسم کی ہوتی ہے: (۱) عصبی خلیات میں خرابی۔ (۲) عضلات خلیات میں ضعف اور (۳) غدی خلیات میں کمی حرارت۔ یہ تینوں خلیات ہی ہر قسم کے اعضاء رئیسہ بناتے ہیں۔ دماغ و دِل اور جگر جو ان کے مرکز بھی ہیں۔ یہ تینوں لازم ملزوم بھی ہیں اور ان کا ایک دوسرے پر اثر بھی پڑتا ہے۔ جن کی تفصیل ہم اپنی کتاب ''تحقیقات نزلہ زکام'' میں لکھ چکے ہیں۔ اس لئے علاج میں اوّل اسی خاص عضو کو مدنظر رکھیں تاکہ نہ صرف اس عضو کے خلیات درست ہو سکیں بلکہ اس کا اثر باقی اعضائے رئیسہ پر بھی فطرت کے مطابق صحیح ردّعمل ہوگا۔ علاج میں ایسی کوشش نہ کریں کہ ایسی ادویات کو شامل کرنے کی کوشش کریں کہ ان میں سے چند دِل کے لئے مفید ہوں، چند دماغ اور چند جگر کے لئے مقوی خیال کر لی جائیں۔ اس طرح کرنے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔

جاننا چاہیے کہ قدرتاً جسم اس طرح بنا ہوا ہوتا ہے کہ اس کے مفرد اعضاء بیک وقت بیمار نہیں ہوتے اور دوسرے طبیعت مدبرہ بدن ان کی حفاظت کرتی ہے۔ اوّل ایک بیمار ہوتا ہے اور پھر دوسرا اور آخر میں تیسرے کی باری آتی ہے۔ اور یہ تینوں ہی فعلی خلیات سے تیار ہوتے ہیں، ان کی موت ہی صحیح موت ہو سکتی ہے۔ اس لئے جس عضو میں خرابی یا سکون ہو اس کو ہی رفع کریں۔ رفتہ رفتہ باقی اعضاء اور تمام جسم اصلاح پذیر ہو جائے گا۔

یہ نظریات اور اصول ہمارے ذاتی بیس سالہ تحقیقات ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے اس سے قبل دنیا طب اور سائنس میں یہ تحقیقات نہیں کی گئیں۔ جو شخص یہ ثابت کر دے کہ نظریہ مفرد اعضاء اور اس کے تحت قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری پر تحقیقات ہو چکی ہیں، تو ہم چیلنج کرتے ہیں اور ثابت کرنے والے کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیں گے۔

ادویات کا تعین

آیورویدک اور طب یونانی میں جو ادویات بیان کی گئی ہیں، وہ بالمفرد اعضاء کے تحت بیان نہیں کی گئیں اور نہ ہی ان میں یہ تخصیص کی گئی ہے کہ وہ فلاں خرابی یا مرض جو بڑھاپا پیدا ہوا اس کو مدنظر رکھ کر فلاں نسخہ استعمال کرائیں۔ اس لئے ان کو بغیر تخصیص اور صحیح استعمال کے ان سے فائدے کی اُمید رکھنا اچھا نہیں ہے ہم یہ کوشش کریں گے کہ اوّل مفرد ادویات جو خصوصیت کے ساتھ قیام شباب و

اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے مفید ہیں یا یقینی بخطا ہیں تحریر کریں گے اس کے بعد مجربات اور مرکبات تحریر کریں گے تاکہ اہل فن اور صاحب علم پورے طور پر مستفید ہوسکیں۔ البتہ وہ دوست بہت زیادہ استفادہ حاصل کرسکیں گے جو پہلے ہی نظریہ مفرد اعضاء سے واقف ہیں۔ حقیقت ہے کہ آنے والے دور میں وہی معالج کامیاب ہوسکے گا جو نظریہ مفرد اعضاء سے واقف ہو۔ یہ ایٹم کا دور ہے ہر چیز کا تجزیہ ہوتا ہے۔ ہم نے نہ صرف اعضاء کا تجزیہ کیا ہے بلکہ اس کو ایٹم کی حد تک پہنچا دیا ہے اس سے زیادہ تجزیہ ناممکن ہے کیونکہ ایٹم کے بعد ذرّات کے برقیے بن جاتے ہیں۔ اس لئے ہمارا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہمارا یہ نظریہ دنیا علاج کا آخری نظریہ ہوگا۔ اس لئے اس کو جلد از جلد سمجھ لینا خاص طور پر معالجین کے لئے بے حد ضروری ہے۔

مخصوص ادویات

قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے جو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس مقصد کے لئے مخصوص قسم کی ادویات ہوتی ہیں اور ان ادویات میں سیاہی اور فولادی اجزاء زیادہ ہونے چاہئیں یا وہ ادویات کشتہ جات ہوں۔ یا ان میں زہریلی ادویات کا ہونا ضروری ہے۔ ایسے خیالات رکھنا حقیقت کے منافی ہے۔ کیونکہ بڑھاپا کسی ایک عضو کی خرابی سے پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے کہ بڑھاپا صحت کی خرابی کا باعث ہے اور صحت کی خرابی کسی عضو رئیس سے مخصوص نہیں ہے ہر عضو کی خرابی سے صحت کی خرابی کے بعد بڑھاپا آ جاتا ہے۔ اس لئے ہر عضو کی صحت اور تقویت کے لئے کوئی ایک دوا مخصوص نہیں ہوسکتی ہے۔ بلکہ جس طرح دیگر امراض اور مختلف اعضاء کی خرابی کے لئے الگ الگ ادویات ہونی چاہیں وہی طریق کار قیام شباب و اعادہ شباب اور طویل عمری میں بھی مفید ہے۔ یہی صورت غذا میں بھی مدنظر رکھیں کوئی خاص قسم کی غذا مقرر نہیں کی جاسکتی۔ غذا ایک ضرورت جسم ہے جو ضرورت جسم کے مطابق ہونی چاہیے البتہ مقصد یہ ضرور ہونا چاہیے کہ اس غذا سے ہم خون کے کن اجزاء کی ضرورت پوری کرسکتے ہیں۔

قیام شباب اور طویل عمری کا جہاں تک تعلق ہے اور ایسی صورت میں کہ صورت شباب قائم ہے تو صحت کی حفاظت کے لئے روزانہ استعمال کی ادویات ہی مفید ہوسکتی ہیں۔ اس صورت میں تیز زہریلی ادویات اور کشتہ جات کے قریب بھی نہ جانا چاہیے۔ خاص طور پر جرم کش ادویات کیونکہ ان سے خلیات جسم بھی جلد جلد فنا ہونے لگتے ہیں۔ البتہ جب اعادہ شباب کی ضرورت ہو یا حالت ایسی ہے کہ بڑھاپا یا قبل از وقت بڑھاپا آ گیا ہے اس مقصد کے لئے ضرور تیز جوش افزا قسم کی ادویات، کشتہ جات اور زہریلی ادویات بھی مفید ہوسکتی ہیں۔ بشرطیکہ اس مقصد کے لئے اور مفید دواء سامنے نہیں ہے جس مقصد کے لئے وہ دوا استعمال کی جارہی ہے یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ بڑھاپا اور قبل از وقت بڑھاپا ایسی صورت ہے کہ اعضا اپنے مقام سے زیادہ ہی دور ہو گئے ہیں۔ اور جسم کی رطوبت غریزی اور حرارت غریزی میں بہت زیادہ تکدر و کمی اور خرابی و نقصان واقع ہو چکا ہے اور اگر اس کے ساتھ خوفناک امراض بھی ہیں تو یقیناً فساد خون کی صورت بھی پیدا ہو چکی ہے گویا مزاج انسانی تیسرے چوتھے درجہ تک خراب ہو چکا ہے۔ اس لئے تیسرے چوتھے درجے کی ادویات ہی مفید ہوسکتی ہیں۔

البتہ اس امر کو بھی ذہن نشین کرلیں کہ جو ادویات اعادہ شباب کے لئے مفید ہوسکتی ہیں۔ اس قسم یا مزاج کی ہلکی ادویات یا وہی ادویات قلیل مقدار میں قیام شباب طویل عمری اور حفظ صحت کے لئے یقیناً مفید ہوسکتی ہیں۔ ایسی ادویات یقیناً اکسیر و رسائن اور مثل آب حیات و امرت ہیں۔ یقیناً مفید اور بڑھاپے کے لئے تریاق کا کام کرتی ہیں۔ لیکن اگر ایسی ادویات سے تیزی اور جوش بہت بڑھ جائے تو

روزانہ کی بجائے ہفت روزہ یا ماہانہ استعمال کی عادت اچھی نہیں ہے، کیونکہ کوئی بھی عادت اچھی نہیں ہے، لیکن صحت و شباب کی حفاظت کیا بری بات ہے، جبکہ ایک مفید دوا جو جسم اور طبیعت کے بالکل مناسب ہے اور اس سے روز بروز تقویت جسم کی حاصل ہو ادویات کا استعمال اس قدر ضروری ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہماری اغذیہ میں مرچ مصالحے شامل کر کے ثابت کر دیا ہے کہ ادویات کا روزانہ استعمال فطری شے ہے اس سے جسم کا زہر ختم ہوتا رہتا ہے جہاں تک عادت کا تعلق ہے تو اچھی عادت کو کیسے برا کہا جا سکتا ہے۔

اعادہ شباب کے لئے مفید ادویات

اعادہ شباب کے لئے جو ادویات استعمال کی جاتی ہیں وہ چند خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔ ان کی خصوصیات کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے۔ ایسی ادویات کی تین صورتیں نہایت ضروری ہیں: (۱) دائمی اثر (۲) جاذب (۳) برقی اثر۔ دائمی اثر سے مراد یہ ہے کہ استعمال کے بعد ان کا اثر فوراً ختم نہ ہو جائے یعنی جسم میں کافی مدت تک اس کا اثر جاری رہے۔ جو لوگ غذا دواء اور زہروں کے فرق کو سمجھتے ہیں وہ دائمی اثر کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جاذب کا مقصد یہ ہے کہ دواء استعمال کرنے کے بعد فوراً جسم میں خود جذب ہو اور خون کو اپنی طرف جذب کرے اور جزو بدن بنانے کی کوشش کرے۔ برقی اثر کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے اثر سے جسم میں برقی رو پیدا اور جاری کر دے۔ نیز اپنے اثر میں برق رفتار ہو۔ تاکہ خلیات میں دور تک پہنچ سکے۔ اگر کسی دوا میں ایک یا دو خوبیاں ہوں اور باقی خوبیاں نہ ہوں تو اس میں پیدا کرنی چاہئیں پھر وہ دوا مفید ہو سکتی ہے۔

ان اوصاف کی ادویات میں زیادہ تر ایسی ادویات ہوتی ہیں جن میں دھاتیں زہر اور تیز ترشے اور تیز کھاریں جو اپنے اندر غیر معمولی حرارت رکھتی ہیں۔ دھاتوں کا اثر دائمی ہے مگر وہ جاذب نہیں ہوتیں، اس لئے ان کو کشتہ جات اور دیگر صورتوں سے بنایا جاتا ہے۔ زہر جاذب نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن بغیر تیز ترشہ اور کھار کے ان میں برق رفتار نہیں ہوتی۔ ترشے اور کھاریں برق اثری تو پیدا کرتی ہیں، لیکن ان کا اثر دائمی نہیں ہوتا۔ اس لئے جب اکسیرات و رسائن اور تریاقات وغیرہ ترتیب دیئے جاتے ہیں تو ان میں ان حقائق کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔

اعادہ شباب کے لئے دھاتیں

اعادہ شباب کے لئے دھاتوں کی قوت سب سے زیادہ تسلیم کی گئی ہے اور ان کے اثرات بھی دائمی ہوتے ہیں۔ ان میں سونا، چاندی، تانبا اور فولاد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ باقی دھاتیں بھی مفید ہو سکتی ہیں۔ مگر ان کو اکسیرات اور رسائن میں تبدیل کرنے کے لئے بے حد محنت کرنی پڑتی ہے۔ البتہ پارہ بھی دھاتوں میں شریک ہے اور اعادہ شباب کے لئے بے حد اہم جزو ہے۔ چونکہ دھاتیں اپنی اصلی حالت میں جسم میں جذب نہیں ہو سکتیں اس لئے ان کے کشتہ جات اور محلول تیار کئے جاتے ہیں۔ اور پارہ بغیر کشتہ کے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اعادہ شباب کے لئے جمادات

سم الفار، شنگرف، ہڑتال اور گندھک ابرک خاص طور پر مفید ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے جواہرات

موتی، صدف، الماس، کوڑی اور گھونگا خاص طور پر مفید ہیں۔ اسی طرح جمادات کی مستی یعنی بعض پتھر ایسے ہیں جن میں سے ان کا جوہر مترشح ہوتا ہے، مثلاً سلاجیت اور مومیائی وغیرہ اپنے اندر غیر معمولی قوتیں رکھتی ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے نباتات

زعفران، ہلیلہ، بلیلہ، آملہ، بھلانوہ، پالک، میتھی، چقندر، برہمی، باؤبڑنگ پیاز، تھوم، مال کنگنی، منڈی بوٹی، گل سرخ، سیاہ مرچ، زنجبیل، نیم کی چھال، ہلدی، ستاور، لونگ، دارچینی، جائفل، پان، لیموں، بھنگرہ، کالی زیری، گھیکوار، پپلا مول، بیخ اونٹ کٹارہ، میوہ جات، کشمش، بادام، نارجیل، اخروٹ، پستہ۔

پھلوں میں سیب، انگور، کھجور اور آم وغیرہ استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے حیواناتی اجزاء

دودھ، گھی، دہی، گوشت خاص طور پر مرغ، تیتر بیٹر، چڑا، حیوانات کے انڈے، مشک عنبر اور مچھلی وغیرہ ضرورت کے مطابق مفید ہوتے ہیں۔

ادویات کا استعمال بالاعضاء

یہ ادویات اس وقت صحیح معنوں میں مفید ہوسکتی ہیں جب ان کو بالاعضاء استعمال کیا جائے۔ اگر ادویات بالاعضاء استعمال نہ کی گئیں تو اوّل ان کے صحیح اثرات ظاہر نہ ہوں گے اور نہ ہی مقصد حاصل ہوگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اغذیہ بھی انہی کے مطابق ہونی چاہئیں۔ اس لئے ہم ذیل میں انہیں ادویات بالاعضاء کے تحت لکھتے ہیں، تاکہ استعمال میں سہولت اور فوائد میں اکسیر ثابت ہوں۔

اعادہ شباب کے لئے مفردات بالاعضاء

اس عنوان کے تحت ہم مشہور اور اکسیر صفت ادویات کو بالاعضاء کے تحت تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے متعلق خاص خاص اشارات بھی کر دیں گے تاکہ اہل فن اور ضرورت مند ان سے پورے طور پر مستفید ہوسکیں، باقی ادویات کی مکمل تحقیقات خواص ادویات میں دیکھیں، ایسے مضامین ماہنامہ ''رجسٹریشن فرنٹ'' میں ہر ماہ شائع ہوتے رہتے ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے غدی عضلاتی ادویات

۱: سونا: یہ انتہائی قیمتی دھات ہے اور تمام دھاتوں میں افضل و اعلیٰ ہے، اس کا رنگ زرد سرخی مائل ہوتا ہے، اس لئے افعال و اثرات میں یہ غدی عضلاتی ہے۔ یعنی محرک جگر ہے، جس سے حرارت غریزی جسم میں اکٹھی ہونا شروع ہو جاتی ہے اور اس کا اخراج رُک جاتا ہے، اس کا یہ اثر جسم کے تمام غدد پر اثر انداز ہوتا ہے۔ عضلاتی ہونے کی صورت میں یہ قابض اور مولد حرارت غریزی ہے۔ ان خواص کی اور ادویات بھی ہیں لیکن دھاتوں کے فوائد یقینی اور دیرپا ہوتے ہیں اور سونے کو ان سب پر فوقیت ہے کیونکہ اس میں ایک ایسی خوبی ہے جو کسی اور دھات میں نہیں ہے۔ یعنی اس کو زنگ نہیں لگتا۔

قیام شباب اور اعادہ شباب اور طویل عمری میں اس کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ حرارت غریزی کی پیدائش اور حفاظت کے

علاوہ جسم میں بے انتہا قوت و توانائی پیدا کرتا ہے۔ اور جسم کو خوبصورت بنا کر حسن و شباب قائم کرتا ہے۔ اس کا استعمال زیادہ تر کشتہ کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ لیکن محلول ماالذہب کی صورت میں اور اس کے ورق طلا کو کھرل میں ادویات کے ساتھ سفوف کر کے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس قبیل کی دیگر ادویات میں گندھک، ہڑتال، زعفران، کچلہ، زرد کوڑی، ہلدی، میتھی، پالک، عنبر، جائفل، مال کنگنی، باؤبڑنگ، پان خولنجاں، زنجبیل، سیاہ مرچ، رائی، چیلا مول، بیخ اونٹ کٹار، اخروٹ، انگور اور آم وغیرہ ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے عضلاتی غدی ادویات

سیماب: پارہ، قیمتی دوا تو نہیں ہے لیکن اعادہ شباب اور علم کیمیا میں اس کو وہ مقام حاصل ہے کہ جو سونے کو بھی نہیں ہے۔ سونا انتہائی اور دائمی طاقت دینے والی دھات ضرور ہے مگر جسم سے زہروں کو ختم کرنے والی دوا پارہ سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی۔ یہ بغیر کشتہ کے بھی اکسیر ہے۔ اور جسم کو کندن بنا دیتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ پارہ خام چاندی ہے، لیکن چاندی سے زیادہ یہ سونے کے قریب ہے۔ یہ اپنے اندر سونے کا رنگ رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے آیورویدک میں اس کے بغیر کوئی رسائن مکمل نہیں ہوسکتی۔ سونا اگر غدی عضلاتی ہے تو یہ عضلاتی غدی ہے۔ یعنی اس میں پیدائش حرارت کی خوبی سونے سے بہت زیادہ ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ حرارت کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ یہ اپنے اندر آفاقی اثرات رکھتا ہے۔ بے اندازہ قوت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ خوفناک زہریلے امراض مثلاً جذام، برص، آتشک، سکتہ، صرع اور استسقاء وغیرہ کے لئے بے خطا دواء ہے۔ بصارت و سماعت اور دیگر حواس کو ترقی دیتا ہے۔ اس طرح عقل اور حافظہ اور دیگر حواس باطنیہ میں تیزی پیدا کرتا ہے۔ انتہا درجہ کی ہاضم اور ملین ہے۔ گندھک اور ایسی ادویات جن میں گندھک کے اجزاء پائے جاتے ہیں ملا کر استعمال کرنے میں کبھی نقصان نہیں دیتا، بلکہ اس کی طاقت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

اس قبیل کی ادویات میں شنگرف، دارچینی، لونگ، سم الفار، نیلا تھوتھا، پیاز، کالی زیری، کشمش پستہ، کھجور اور ہر قسم کے گوشت خاص طور پر پرندوں کے گوشت اور انڈے شامل ہیں۔ نیز سرخ مرچ ستاور اور ستاور بھی اس میں شامل ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے عضلاتی اعصابی ادویات

بلادر: جو بھلانوہ کے نام سے مشہور ہے۔ جس سے دھوبی کپڑوں کو نمبر لگاتے ہیں، اپنے اندر غیر معمولی سیاہی رکھنے کی وجہ سے اعادہ شباب اور قیام شباب میں بہت شہرت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ قوت کے لئے بھی اس کو اکسیر الاثر تسلیم کیا گیا ہے۔ اپنے خواص اور اثرات میں یہ عضلاتی اور اعصابی ہے۔ یعنی محرک عضلاتی ہونے کی وجہ سے مؤلد حرارت غریزی ہے اور قابض ہے دل کے فعل تیز کرتا ہے۔ اعصابی ہونے کی وجہ سے مقوی اعصاب ہے اس لئے فالج ولقوہ اور خنازیر برص جیسے موذی امراض میں تریاق کا کام کرتا ہے۔

اس قبیل کی دیگر ادویات میں فولاد، بابچی، ترپھلا، سیاہ ہلیلہ، الماس، سلاجیت، مومیائی، بھنگرہ، نارجیل، لیموں، دہی وغیرہ وغیرہ۔

بلادر، ترپھلا، بابچی کو بیرونی طور پر بھی خضاب کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اگر ان کا روغن تیار کرلیا جائے تو نہ صرف بالوں پر پختہ رنگ کر دیتا ہے بلکہ رفتہ رفتہ خون اور اعضاء میں ایسی قوت پیدا کرتا ہے کہ بال ہمیشہ کے لئے سیاہ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن تیل تیار کرنا اور اس کا مسلسل استعمال ایک محنت طلب امر ہے۔ لیکن اگر اس کے معمولی تیل بھی تیار کر لئے جائیں جو آسانی سے بن جاتے ہیں جو بالوں میں سیاہی قائم رکھنے کے لئے بے حد مفید ہیں۔ مثلاً بلادر یا ترپھلا وغیرہ ادویات کو پانی میں جوش دے کر اس پانی کو روغن ناریل میں جلا لیا جائے تو روزانہ استعمال کے لئے مفید تیل بن جاتا ہے۔ گویا ایسی ادویات میں قدرتاً فولاد ہوتا ہے۔

اعادہ شباب کے لئے اعصابی عضلاتی ادویات

✿ **جواہرات**: جواہرات میں قدرتی طور پر حرارت یا تیز کھاری پن ہوتا ہے۔ ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جواہرات جسم میں رطوبت غریزی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو فوراً حرارت غریزی میں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ افعال وخواص اور اثرات میں یہ اعصابی عضلاتی ہیں۔ اعصابی صورت میں مؤلد رطوبت غریزی اور مقوی اعصاب ہیں۔ عضلاتی اثرات کی وجہ سے کیمیاوی طور پر اس کو حرارت میں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ اس قبیل کی ادویات میں بے موتی، صدف، گھونگھے، کوڑیاں، مرجان، عقیق، مچھلی، مومیائی، گل سرخ، کستوری، کافور، ایسی ادویات میں فراری کیفیات ہوتی ہیں جن کو انگریزی میں فاسفورس کہتے ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے اعصابی غدی ادویات

✿ **چاندی**: سونا کے بعد دوسری قیمتی دھات چاندی ہے، یہ بھی سونے کی طرح مضبوط اور نرم ہوتی ہے۔ دماغ اور اعصاب کو طاقت دینے میں اس کو بے حد اہمیت ہے۔ افعال وخواص اور اثرات میں اعصابی غدی ہے۔ اعصابی اثرات کے لئے یہ اعصاب اور دماغ میں تیزی پیدا کرتی ہے، گویا محلل غدد ہے۔ اس کو کشتہ کی صورت میں استعمال کرتے ہیں لیکن اس کا محلول اور اس کے اوراق کا سفوف بھی تیار کر لیتے ہیں۔ اپنے ان اثرات میں اس کو مفرح بھی کہتے ہیں۔ اکثر مفرح ادویات اپنے اندر یہی افعال واثرات رکھتی ہیں۔ اس قبیل کی دیگر ادویات میں قلعی، سکہ، جست، سرمہ، زہرمہرہ، الائچی، خوردوکلاں، طباشیر، موصلی، سہاگہ اور شورہ وغیرہ۔

اعادہ شباب کے لئے غدی اعصابی ادویات

✿ **گھی**: گھی اور دیگر روغنی اشیاء جسم میں رطوبت پیدا کرنے اور اعضاء کو تر رکھنے میں بے حد اہمیت حاصل ہے، ان ہی سے جسم کی خشکی ختم ہوتی ہے، اور سوزش سم کو رفع کرنے میں ان سے بڑھ کر کوئی دوا نہیں ہوسکتی۔ یہ روغنی اجزاء بھی تین قسم کے ہیں: (۱) جماداتی (۲) نباتاتی اور (۳) حیوانی۔

تینوں ضرورت کے مطابق مفید ہیں، لیکن حیوانی روغن اپنے اندر غیر معمولی طاقت رکھتا ہے۔ دوسرے درجہ پر ایسے روغن مفید ہیں جن میں گندھک کی مقدار زیادہ پائی جاتی ہے۔ جیسے روغن زیتون وغیرہ۔ اس قبیل کی دیگر ادویات میں بادام، تخم خربوزہ، تخم تربوز، تخم خیارین، تخم نیم، السی، گھیکوار، ملٹھی، تل وغیرہ اور جن روغنیات میں تیزابیت زیادہ ہے جیسے رائی وغیرہ۔ ایسے روغن افعال وخواص اور اثرات کے لحاظ سے غدی عضلاتی بن جاتے ہیں۔

تخم اپنے اندر قوت نشوونما رکھتے ہیں

اس امر کو ذہن نشین کرلیں کہ ہر قسم کے تخم خواہ نباتی ہوں یا حیوانی اپنے اندر قوت نشوونما رکھتے ہیں۔ وہ جسم میں نہ صرف قوت پیدا کرتے ہیں بلکہ اس کی پیدائش کو ایک مدت تک جاری رکھتے ہیں۔ گویا بجلی کے کیسے (سیل) ہیں جن میں بجلی دبا دبا کر بھر دی گئی ہے جو اس میں سے نکلتی رہتی ہے اور جسم میں قوت پیدا کرتی رہتی ہے۔

روزانہ کا تجربہ ہے کہ ہر بیج درخت بنتا ہے اور ہر انڈا میں بچہ بن کر پورا جوان پرندہ بنتا ہے، کیونکہ تخم انڈے میں اس قدر قوت ہے کہ وہ اپنے کمال کو پہنچے۔ یہی قوت جسم انسان میں منتقل ہو جاتی ہے جو قیام شباب واعادہ شباب اور طویل عمری کے لئے اپنے اندر بے

حد اہمیت اور اسرار و رموز رکھتی ہے۔

جسم میں کل تین طاقتیں اور چھ صورتیں

جسم کی تین طاقتیں تو رطوبت و حرارت اور ارواح (انرجی و ہیٹ اور فورس) ہیں جن کا تعلق اعصاب جن کا مرکز دماغ ہے۔ عضلات جن کا مرکز دل ہے غدد جن کا مرکز جگر ہے جہاں سے یہ ہر گھڑی پیدا ہوتی رہتی ہیں جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ ان تین اعضاء اور تین قوتوں سے کل چھ صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہر عضو سے دو قوتیں عمل میں آتی ہیں۔ کیونکہ دنیا میں کوئی قوت تنہا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ دوسری قوت کا ضرور تعلق ہے۔ مثلاً رطوبت جہاں بھی کہیں پائی جاتی ہے وہ یا گرم ہوگی یا سرد ہوگی۔ اسی طرح حرارت کبھی تری کے ساتھ ہوگی اور کبھی خشکی میں پائی جائے گی۔ اسی طرح یہی صورت ہوا کی بھی ہے، کبھی گرم ہوتی ہے اور کبھی سرد ہوتی ہے۔ جسم انسان میں بھی ان کی یہی صورتیں قائم ہیں۔

جب جسم میں رطوبت یا حرارت یا ہوا پیدا ہوتی ہے تو وہ پہلے محفوظ ہوتی ہے، تاکہ خرچ کرنے کے لئے جمع رکھی جائے۔ لیکن جب ان میں کمی بیشی پیدا ہوتی ہے تو صحت خراب ہو جاتی ہے۔ ان کی پیدائش اور جمع کے تحت ہی ان کی چھ صورتیں بن جاتی ہیں۔ یعنی جب عضلات حرارت پیدا کرتے ہیں تو خون کے اندر خشکی بڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور جب غدد حرارت کو اکٹھا کرنا شروع کرتے ہیں تو خون میں رطوبات بڑھنے لگتی ہیں۔ اور جب اعصاب رطوبات کو پیدا کرنے لگتے ہیں تو خون میں حرارت کم ہونے لگتی ہے۔ گویا پہلا فعل مشینی ہوتا ہے اور دوسرا کیمیاوی اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہم ان کو کیفیات پر بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ مثلاً (۱) خشکی گرمی عضلاتی غدی صورت ہے۔ (۲) گرمی خشکی غدی عضلاتی صورت ہے۔ (۳) گرمی تری غدی اعصابی صورت ہے۔ (۴) تری گرمی اعصابی غدی صورت ہے۔ (۵) تری سردی اعصابی عضلاتی صورت ہے۔ (۶) خشکی سردی عضلاتی اعصابی صورت ہے۔

اطباء اور حکماء قدیم نے ہر مرض اور ہر دوا کی جو دو صورتیں بیان کی ہیں ان کا مقصد انہی دو قوتوں یا دو کیفیات کی طرف اشارہ ہے۔ علاج میں اعضاء یا مزاج جس کو چاہیں مدنظر رکھیں۔

سفید بال کی حقیقت

اس حقیقت کو ہمیشہ مدنظر رکھیں کہ بالوں کے سفید ہونے کے لئے تو خاص عمر مقرر نہیں ہے۔ وہ ہر عمر میں سفید ہو سکتے ہیں۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض مزاجوں میں بچپن ہی سے بال سفید ہو جاتے ہیں اس کے برعکس بعض مزاجوں کے ساٹھ سالوں میں جا کر بال سفید ہوتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے بعض مزاجوں میں چالیس سال کے بعد آہستہ آہستہ بال سفید ہونے شروع ہوتے ہیں اور بعض طبع میں چند ماہ میں بال سفید ہو جاتے ہیں۔ تاریخ میں ایسے لوگوں کا بھی ذکر ہے جن کے بال غم سے ایک رات میں سفید ہو گئے تھے۔

یہی تو کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کے اعصاب ذکی الحس یا کمزور ہوتے ہیں ان کے بال جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہماری تحقیقات میں بال ان کے سفید ہوتے ہیں جو نزلہ زکام کے دائمی مریض ہوتے ہیں یا جن کے جسم میں حرارت کی کمی یا پیدائش کم ہوتی ہے۔ ان کے بال بہت جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ نزلہ زکام کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہماری کتاب ''تحقیقات نزلہ زکام اور اس کا یقینی بے خطا علاج'' کا مطالعہ کریں۔ جن لوگوں کے جسم میں صفراء کی زیادتی ہوتی ہے ان کے بالوں کو ستر برس تک بھی سیاہ دیکھا ہے۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ بالوں کا تعلق اعصاب کی نسبت زیادہ تر غدد سے ہے جو جگر کی تیزی کے ساتھ خود بھی تیز رہتے ہیں۔ اس

طرح بال ایک بڑی عمر تک سفید نہیں ہوتے۔ گویا بالوں کے لئے فولاد کی سرخی کا ہونا ضروری ہے ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ نزلہ زکام کی کثرت سے رطوبت غریزی میں کمی بیشی اور خرابی وفساد پیدا ہو جاتا ہے جس سے حرارت غریزی کی پیدائش بگڑ کر کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے سفید بالوں کا بہترین علاج یہ ہے کہ نزلہ زکام کا علاج کیا جائے اور حرارت غریزی پیدا کرنے کی کوشش سے قبل از وقت سفید بال پھر سیاہ ہو سکتے ہیں سفید بالوں کو جوانی میں خضاب لگانا کچھ بھلا معلوم نہیں ہوتا۔ جوانی میں صرف خوردنی ادویات کے استعمال سے بال یقیناً سیاہ ہو سکتے ہیں۔

اعادہ شباب کے لئے مجربات

اعادہ شباب کے لئے جو مفردات لکھے گئے ہیں وہ مجربات بھی ہیں ان میں سے ہر دواء اگر ضرورت کے مطابق اپنے صحیح مقام پر استعمال کی جائے تو یقیناً جوانی لوٹ آئے گی۔ شباب قائم رہے گا، اور صحت بالکل درست رہے گی۔ لیکن اگر اصولاً دو تین یا زیادہ ادویات ملا دی جائیں تو فوائد میں تیزی اور اثر میں دائمی صورت قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے ذیل میں اپنے مجربات درج کئے جاتے ہیں ہم نے آیورویدک اور یونانی مرکبات لکھنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ اگرچہ ان میں بھی اکثر مجربات اپنے افعال واثرات کے لحاظ سے بے نظیر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ (۱) ان میں بعض اجزاء میسر نہیں آتے۔ (۲) بعض ترکیبیں ایسی شکل میں ہیں کہ زہریلے سانپ سے دوستی کرنے کے مترادف ہے۔ (۳) بعض ادویات کی تیاری پر دس دس سال خرچ ہو جاتے ہیں۔ (۴) بعض نسخہ کی ادویات ضرورت سے زیادہ ہیں۔ (۵) بعض غیر ضروری ہیں۔ (۶) بعض ادویات ایک دوسرے کے مخالف۔ (۷) بعض ادویات کسی خاص موسم میں حاصل ہونے والی ہیں۔ غرض انہی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے مختصر اور فوری تیار ہونے والے نسخے لکھے جاتے ہیں۔

لڈو قیام شباب

نسخہ: مغز اخروٹ ایک سیر، پستہ ایک پاؤ۔

ترکیب: پہلے مغز اخروٹ اور پستہ کو ملا کر باریک کر لیں، پھر کشمش ڈال کر اس قدر ملائیں کہ یک جان ہو جائیں، پھر ان کے لڈو بنالیں۔

خوراک: عام لڈوؤں کے برابر ہونی چاہیے۔ صبح ناشتہ میں ایک سے تین تک کھائیں۔ اگر رات کو بھی چاہیں تو کھا سکتے ہیں۔

برفی شباب آور

نسخہ: بلادر ایک چھٹانک، نارجیل ڈیڑھ سیر۔

ترکیب: اوّل نارجیل کو باریک کدوکش میں باریک کر لیں (نارجیل کے لئے خاص کدوکش ہوتے ہیں) پھر نارجیل اور بلادر ملا کر خوب کوٹیں کہ یک جان ہو جائیں۔ تین سیر چینی کا گاڑھا قوام تیار کر کے نیچے اتار کر ملالیں۔ اور کسی کھلے برتن میں پھیلا دیں پھر برفی جیسی ٹکڑیاں کاٹ لیں۔ ہر غذا کے درمیان ایک سے لے کر تین ٹکڑی کھا سکتے ہیں۔ یہ دوا زیادہ تر ان لوگوں کے لئے ہے جن کے بال سفید ہو گئے ہوں۔

اطریفل شباب آور

نسخہ: بلادر ایک چھٹانک ہلیلہ، بلیلہ اور آملہ ہر ایک آٹھ چھٹانک چینی تین سیر۔

ترکیب: بطریق اطریفل تیار کرلیں۔

خوراک: 6 ماشہ سے دو تولہ تک دِن میں دو تین بار استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس میں یہ خوبی ہے کہ مقوی کے ساتھ ملین بھی ہے۔ دائمی نزلہ کا بھی یقینی علاج ہے۔

معجون شباب آور

نسخہ: کچلہ ایک تولہ، بابچی آٹھ تولے، حرمل سولہ تولے، ہلیلہ سیاہ سوختہ پانچ چھٹانک، شہد آدھ سیر، چینی آدھ سیر۔

ترکیب: معروف طریق پر معجون تیار کرلیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک۔

حب شباب آور

نسخہ: نیلا تھوتھا چھ ماشے، سم الفار ایک ماشہ، شنگرف آٹھ تولے، کشتہ فولاد (کسی طریق پر تیار کیا گیا ہو فیرم کارب بھی مفید ہے)۔

ترکیب: ایک درجن لیموں کے رس میں کھرل کرلیں۔ جب گولی بنانے کے قابل ہو جائے تو بقدر نخود گولیاں تیار کرلیں۔ اگر گولیاں اچھی طرح نہ بنیں تو اور لیموں کا رس ڈال کر کھرل کریں۔ گولیاں تیار ہو جائیں گی۔

خوراک: ایک گولی سے تین گولی تک۔

سفوف شباب آور

نسخہ: پارہ ایک تولہ، گندھک ایک تولہ ورق طلا (۳ ماشہ)۔

ترکیب: اوّل پارہ گندھک کی کجلی تیار کرلیں۔ پھر ایک ایک ورق ڈال کر کھرل کرلیں۔ جب تمام پانی خشک ہو جائے تو بس تیار ہے۔

خوراک: ایک رتی سے چار رتی تک پان میں ڈال کر کھالیا کریں یا شہد میں ڈال کر چاٹ لیا کریں۔

اکسیر شباب آور

نسخہ: کشتہ سونا ۳ ماشہ، عنبر ۳ ماشہ، لونگ ۲ تولہ، جاوتری ۲ تولہ، خولنجان ۴ تولہ، مربہ زنجبیل دو چھٹانک۔

ترکیب: پہلے مربہ زنجبیل کو کوٹ پیس کر مثل حلوہ بنالیں۔ پھر اس میں تمام ادویات کو باریک پیس کر اس میں شامل کردیں۔ آخر میں کشتہ سونا اور عنبر شامل کردیں۔

خوراک: ایک رتی سے چار رتی تک دیں۔

تریاق شباب آور

نسخہ: کشتہ چاندی ایک تولہ، کستوری اصلی ۳ ماشہ، زعفران اصلی ایک تولہ، شہد خالص ایک چھٹانک۔

ترکیب: اوّل زعفران کو باریک کر کے شہد میں ملالیں، پھر اس میں کستوری اور کشتہ چاندی ملالیں۔

خوراک: چار رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ حریرہ بادام صبح و شام استعمال کریں۔ اس میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ رطوبت غریزی پیدا کرتا ہے۔

اکسیر اعادہ شباب

نسخہ: کشتہ الماس ایک ماشہ، کشتہ مرجان ایک تولہ، کشتہ عقیق ایک تولہ۔

ترکیب: کشتہ جات کو آپس میں ملا لیں۔

مقدار خوراک: ۲۰ چاول سے ایک رتی تک ہمراہ خمیرہ مروارید دن میں تین چار بار استعمال کریں۔

تجویز علاج

جب اعادہ شباب یا ضعف باہ یا بالوں کی سفیدی کا علاج کرنا مقصود ہو تو اوّل اس امر کا فیصلہ کریں کہ کونسا عضو خراب ہے اور چھ صورتوں میں سے کونسی صورت پیدا ہے۔ پھر اس عضو کی مناسبت سے کوئی ملین یا ہلکا مسہل دیں۔ اس کے بعد ضرورت کے مطابق مفرد یا مرکب نسخہ جات میں سے لے کر استعمال کریں اور غذا بھی اسی عضو کے مطابق استعمال کرائیں۔ انشاء اللہ بہت جلد بڑھاپا اور قبل از وقت بڑھاپا واپس جوانی میں لوٹنے لگے گا اور علاج کو اس وقت تک جاری رکھیں جب تک حسن و شباب کی رونق جسم سے پورے طور پر ظاہر نہ ہو۔ حسن وصحت اور شباب کا یقینی علاج ہے اور غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس تحقیقات میں بے شمار اسرار و رموز پیش کر دیئے گئے ہیں۔
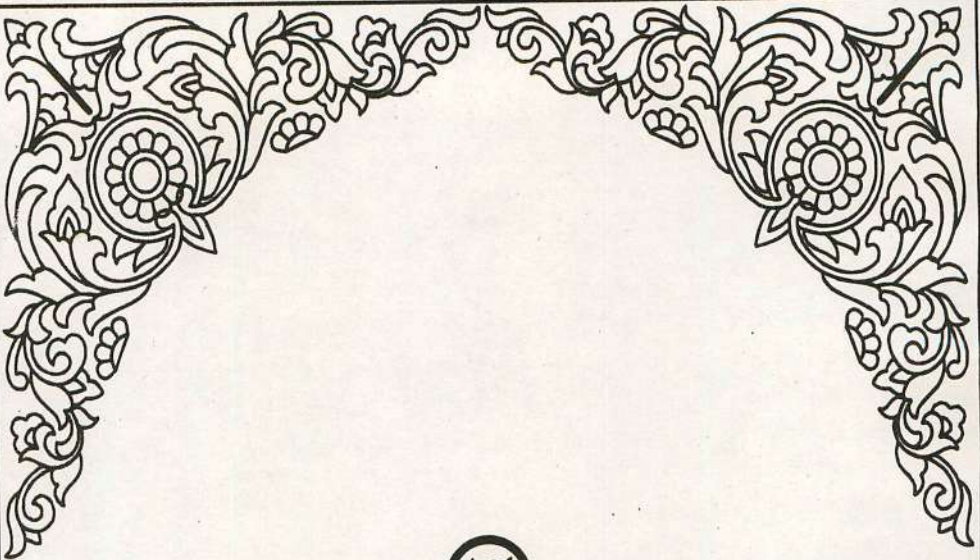
۱۴

تحقیقات کیا بڑھاپا قابل علاج ہے

فہرست عنوانات

مُقدّمہ

مرض کی عمومی تعریف

شیخ الرئیس نے لکھا ہے کہ مرض بدن کی اس حالت کا نام ہے جب اعضائے بدن اور مجاری (راستے) اپنے افعال صحیح طور پر انجام نہ دیں۔ تمام جسم کے اعضاء مجاری یا کوئی ایک صحیح حالت پر نہ ہو۔ بہر حال اس حالت کو مرض کا نام دیا جاتا ہے۔ کسی علامت کو مرض کا درجہ دینا صحیح نہیں ہے۔

ماہیت مرض

یہ ایک ایسا علم ہے جس میں ہر مرض کی ماہیت اور ہیئت اس طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ مرض کی ابتداء، اس کی شکل وصورت، جسم کے اندر اس کی تبدیلیاں (مشینی اعمال)، خون کے تغیرات (کیمیاوی افعال)، خراب مادوں کی پیدائش (جن میں جراثیم اور تعفن بھی شریک ہیں) اور ان کے انجام کا پورا نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔ اس علم کو انگریزی میں پیتھالوجی کہتے ہیں۔

مشینی افعال

جسم کے مشینی افعال سے مراد نظام ہائے جسم ومرکب اعضاء اور مفرد اعضاء (انسجہ) کے افعال پر غور کرنا تا کہ ان کے افعال میں جو کمی بیشی اور ضعف پیدا ہوتا ہے وہ حالتیں مدنظر رہیں۔

کیمیاوی اثرات

جسم میں کیمیاوی اثرات کے لیے اخلاط وکیفیات کے ساتھ خون کی مخصوص حرارت، خون کے مادی اور ہوائی اجزاء اور خون کی رطوبت کی کمی بیشی ان کا گرنا وجذب ہونا اور تغیرات کا جاننا ضروری ہے تا کہ مشینی افعال کے ساتھ کیمیاوی اثرات کے توازن کا اندازہ کیا جا سکے۔ اس سے ماہیت مرض کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

حقیقت مرض

جسم میں مرض اور علامات کے فرق کو معلوم کرنا۔ مرض وکیفیات اور اخلاط اور اعضا کا باہمی تعلق جاننا یا مرض کا تعلق مفرد اعضاء (انسجہ۔ بافتیں) کے ساتھ قائم کرنا جیسا کہ ہم نے اپنی تحقیق میں ثابت کیا ہے کہ جب اخلاط مجسم ہو جاتے ہیں تو مفرد اعضاء بن جاتے ہیں۔

کیفیات

مفرد کیفیات چار ہیں۔ گرمی، سردی، خشکی، تری ہر کیفیت کبھی تنہا نہیں ہوتی۔ ہمیشہ مرکب ہوا کرتی ہے: ❶ گرمی خشکی جو آگ کا مزاج ہے۔ ❷ گرمی تری جو ہوا کا مزاج ہے۔ ❸ سردی تری جو پانی کا مزاج ہے۔ ❹ سردی خشکی جو مٹی کا مزاج ہے۔ اس لیے مرکب کیفیات آٹھ شمار ہوتی ہیں۔

اخلاط

اخلاط چار ہیں: ① خون جس کا مزاج گرم تر ہے۔ ② صفرا جس کا مزاج گرم خشک ہے۔ ③ بلغم جس کا مزاج سرد تر ہے۔ ④ سودا جس کا مزاج سرد خشک ہے۔

اعضائے رئیسہ

① دل جس کا مزاج گرم تر ہے۔ ② دماغ جس کا مزاج سرد تر ہے۔ ③ جگر جس کا مزاج گرم خشک ہے۔ ④ طحال اعضائے رئیسہ میں نہیں ہے۔ اعضائے شریفہ میں ہے اس کا مزاج سرد خشک تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ تمام اپنے مفرد اعضاء کے ذریعہ سے آپس میں مرکب ہوکر ترتیب پائے ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر آئندہ بیان کیا جائے گا۔

مفرد اعضاء

فرنگی طب چار اخلاط کو نہیں مانتی۔ لیکن چار ٹشوز (انسجہ) کو ضروری تسلیم کرتی ہے اور یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ تمام جسم انہی چار قسم کے ٹشوز سے بنا ہوا ہے اور یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ یہی چار ٹشوز (انسجہ) انسانی جسم کے بنیادی اعضاء ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے اور یہ اختلاف پیدائش وشکل اور عمل میں پایا جاتا ہے۔ یہ ٹشوز درج ذیل ہیں:

① نروز ٹشوز۔ انسجہ اعصابی۔ ② مسکولر ٹشوز۔ انسجہ عضلاتی۔ ③ اپیتھل ٹشوز۔ انسجہ غدی وغشائے مخاطی۔ ④ کنکٹو ٹشوز۔ انسجہ اطاتی۔ یہ ٹشوز (انسجہ) سیلز (خلیات) کے مجموعے ہیں۔ ہر سیل (خلیہ) ایک زندہ حیوانی ذرہ ہے۔ اس میں تولد وتمیہ اور تغذیہ وتصفیہ کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔

طب بھی انہی ٹشوز (انسجہ) کو مفرد اعضاء تسلیم کرتی ہے اور وہ بھی ان کو ① اعصابی ② عضلاتی ③ کبدی (غدی) کہتی ہے اور اعضائے رئیسہ دل ودماغ اور جگر بنتے ہیں۔ ان کا دوسرا نام حیاتی اعضاء ہے۔ جن کے عمل سے زندگی قائم ہے۔ ④ ہڈی وکری وغیرہ ایسے اعضاء جن سے جسم کی بنیادیں بنتی ہیں، ان کو بنیادی اعضاء کہتے ہیں اور طب یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ جب اخلاط بدن میں مجسم ہوتے ہیں تو پہلے یہی مفرد اعضاء ٹشوز (انسجہ) بنتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ یہی چار اخلاط چار قسم کے مفرد اعضاء بناتے ہیں۔ گویا یہ چار قسم کے ٹشوز چار اخلاط سے بنتے ہیں۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ اخلاط چار ہیں اور فرنگی طب جو اخلاط کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس کی تحقیق غلط ہے۔ گویا ٹشوز (انسجہ) یا مفرد اعضاء مجسم اخلاط ہیں۔ انہی مفرد اعضاء پر ہم نے تجدید طب اور احیائے فن کی بنیاد رکھی ہے۔ اسی قانون سے ہم نے فرنگی طب کو غلط ثابت کیا ہے۔

حکیم انقلاب صابر ملتانی

(ماخوذ از ماہنامہ رجسٹریشن فروری ۱۹۷۰ء)

تحقیق وتدقیق اور ریسرچ صرف یورپ وامریکہ اور روس کا ہی حق نہیں ہے

کیا بڑھاپا قابل علاج ہے؟

حکیم انقلاب دوست محمد صابر ملتانیؒ

''بڑھاپے کے خلاف جنگ'' کے عنوان کے تحت روزنامہ امروز نے اخبار کے پس منظر میں لکھا ہے کہ گزشتہ دنوں چسیپٹ نام (نیوبرنسوک) میں ایک نوعمر لڑکی مس نارما گیلنٹ ''بڑھاپے'' کے باعث انتقال کرگئی ہے۔ اس کی عمر دس برس تھی اور ابھی گڑیوں سے کھیلتی تھی۔ مگر دیکھنے میں نوے سال کی بڑھیا دکھائی دیتی تھی۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ متوفیہ پروگیریا کے مرض میں مبتلا تھی۔ جس کے باعث مریض کے اعضاء قبل از وقت مضمحل ہوجاتے ہیں اور بڑھاپا طاری ہوجاتا ہے۔ کینیڈا اور امریکہ کے ماہروں نے مریضہ کا معائنہ کیا اور اس کی بیماری کے اسباب اور علاج معلوم کرنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکے۔ فارما کا ایک بھائی ''وکی'' بھی اسی مرض کے باعث گیارہ برس کی عمر میں انتقال کرگیا تھا۔

بڑھاپا کیوں آتا ہے؟

بڑھاپے کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے موقر روزنامہ لکھتا ہے کہ بڑھاپے کا تعلق عموماً عمر سے قائم کیا جاتا ہے لیکن طبی سائنس بڑھاپے میں عمر کے تعلق کو چنداں اہمیت نہیں دیتی اس کے نزدیک دس پندرہ برس کی عمر میں بھی بڑھاپا شروع ہوسکتا ہے اور اس کے آثار نمایاں ہوسکتے ہیں مثلاً بال سفید ہوجائیں، کھال خشک ہوکر سکڑ جائے، جھریاں ابھر آئیں، نسیں لچک سے محروم ہوجائیں۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ جب یہ دس یا پندرہ سالہ بوڑھا پچیس برس کو پہنچے تو ناتوانی کے باعث اس سے چلا تک نہ جاسکے۔ یہ محض مفروضہ نہیں ہر سال اس نوع کے دوتین نوعمر بوڑھے ڈاکٹروں کے معائنے میں آہی جاتے ہیں۔ بہرطور اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو اسے عام قانون فطرت کے خلاف ہی کہنا چاہیے۔ کیلیفورنیا یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر رائے والفورڈ کا کہنا ہے جب ایک انسان کے جسم میں کسی دوسرے انسان کے خلیۓ جراحت کے ذریعے پیوند کردیئے جائیں تو جسم میں مخالفانہ ردعمل شروع ہوجاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب انسان کہولت کی منزل میں پہنچتا ہے تو جسم کے بیس خلیۓ اپنی ہیئت یکسر بدل جانے کے باعث اجنبی بن جاتے ہیں اور جسم انہیں خارج کرنے کے لیے جھد آزما ہوتا ہے جیسے جیسے مسخ شدہ خلیوں کی تعداد بڑھتی ہے جسم کا ''احساس ناگواری'' بڑھتا جاتا ہے۔ یہ داخلی جنگ اور کش مکش ہی ایک فرد کو بتدریج بوڑھا کردیتی ہے۔ ڈاکٹر والفورڈ کا خیال ہے کہ اگر ناگواری پیدا کرنے والے محرکات ختم ہوجائیں تو بڑھاپا رک سکتا ہے۔ جب ہم بارہ برس کی عمر کو پہنچتے ہیں تو ہمارے جسم میں نمو کی طاقت اور عام قوت انحطاط پذیر ہوجاتی ہے۔ یہ انحطاط ساری عمر جاری رہتا ہے۔ انحطاط کا یہی عمل بڑھاپے اور موت سے تعبیر ہوتا ہے۔

سائنس دانوں کی توجہ یہ معلوم کرنے پر مرکوز ہے کہ طاقت کا یہ ضیاع کیوں ہوتا ہے اور آیا ہم اس عمل کو روک سکتے ہیں۔ انسان کے جسم میں دوقسم کے خلیۓ ہیں۔ ایک وہ جن میں شکست وتعمیر کا عمل جاری رہتا ہے مثلاً جگر اور جلد کے خلیۓ اور ایک وہ جو اس عمل سے آشنا نہیں۔ ان میں دماغ کے خلیۓ شامل ہیں۔ البتہ جب تک انسان زندہ رہتا ہے۔ موخر الذکر خلیۓ بھی زندہ رہتے ہیں۔ بڑھاپے کا ایک امکانی سبب ان خلیوں کا ضیاع ہے جو دوبارہ بن نہیں سکتے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ جو خلیۓ شکست ہوکر پھر بحال ہوجاتے ہیں۔ ان میں شکست وریخت اور تعمیر نو کا عمل بتدریج سست پڑ جاتا ہے۔ تیسرا امکان یہ ہے کہ بڑھاپا خلیوں کی شکست وتعمیر کے عمل میں بتدریج کمزوری سے نہیں بلکہ جسم کے مردہ اجزاء کے سخت ہوجانے کے

باعث آتا ہے۔

انسان کو ہمیشہ کے لیے تندرست اور جوان رکھنے کے لیے دو خطوط پر کام ہو رہا ہے۔ اوّل انسانی جسم کے خلیوں کو تابکاری اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے کیونکہ ان اثرات سے شکست و ریخت کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسی خوراک استعمال کی جائے جس میں وہ سب کچھ ہو جو زندگی کی بقا کے لیے لازمی ہے لیکن اس میں جسم کو بڑھانے والے حرارے کم ہوں۔ جب انسان طبعی عمر کو پہنچے تو خوراک میں حراروں کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ بہر طور ابھی یہ مفروضے تجربات کی حدود میں ہیں۔ قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ بڑھاپے کے تدارک کے باب میں ہونے والی کوشش کب بارآور ہوگی۔

بڑھاپا اور اس کے اسباب

اس عنوان کے تحت جناب حکیم محمد اقبال حسین صاحب ایم اے کراچی نے مسٹر سینفورڈ بینٹ کا ایک اقتباس پیش کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

بڑھاپا دراصل ایک بیماری ہے جس میں عمر کے ساتھ ساتھ ہماری شریانوں اور وریدوں کی ساخت میں فضلات تہ نشین ہو جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے ہماری خون کی نالیوں کی قدرتی لچک ختم ہو جاتی ہے اور ان میں سختی آ جاتی ہے چنانچہ بوڑھوں کا طبی امتحان کیا جاتا ہے تو بڑی حد تک ان کی تمام جسمانی گراوٹ کا سبب شریانوں کا سخت اور موٹا پڑ جانا نکلتا ہے۔ خون کی نالیوں میں اس تہہ نشین مادے کی مثال ہم ایسے بوائلر کی نالیوں سے دے سکتے ہیں جن میں چونے کی تہ جم جاتی ہے' خاص طور پر اس وقت جبکہ اس میں ایسا پانی استعمال کیا جائے جس میں چونا بہت زیادہ شامل ہو۔ ایسے بوائلر کی نالیاں اس تہہ نشین چونے کی کھپروں سے بہت جلد تنگ پڑ جاتی ہیں اور ان میں رکاوٹ پیدا ہونے لگتی ہے چنانچہ جب تک ان نالیوں میں سے چونے کے جمے ہوئے کھپرے نہ چھٹائے جائیں ان کی کارکردگی بحال نہیں ہوتی بالکل اسی مثال پر اپنی خون کی نالیوں کی حالت کو قیاس کر لیجئے اس کو طبی اصطلاح میں ''تصلب شرائین'' یعنی شریانوں کا سخت و بے لچک ہونا کہتے ہیں۔

''شریانوں کے سخت و بے لچک ہو جانے کی یہ شکایت کبرسنی اور بڑھاپے کے ساتھ آتی ہے اور کسی مرکب دوا یا ہارمون سے رفع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی غذا اس تہہ نشین مادہ کا اخراج عمل میں لاسکتی ہے۔ نظری حیثیت سے گفتگو کی جائے تو یہ مشورہ دیا جاسکتا ہے کہ اس صورت حال کا تدارک اس طرح سے کیا جائے کہ غذا میں وہ چیزیں استعمال نہ کی جائیں جن میں چونا یا کیلشیم ہوتا ہے مگر اس پر عمل پیرا ہونا تقریباً ناممکن ہے اس لیے کہ جن غذاؤں میں کیلشیم اور چونا ہوتا ہے ان میں دوسرے اہم ترین اجزائے غذا بھی پائے جاتے ہیں۔ اب اگر کیلشیم اور چونے کے اجزائے غذا سے بچانے کے لیے آپ نے کسی کو ان غذاؤں کا استعمال ہی ترک کرا دیا تو آپ نے اسے دوسرے اہم ترین اجزائے غذا سے بھی محروم کر دیا۔ پھر جسم انسانی میں کیلشیم کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اس پرہیزگاری کی صورت میں وہ کس طرح اور کہاں سے فراہم کیا جائے گا۔ اگر آپ نے یہ سمجھ کر کہ خون میں کیلشیم اور چونا زیادہ ہوگا تو وہ شریانوں میں تہ نشین بھی ہوگا۔ بچپن ہی سے ایسی غذا کھلائیں جس میں کیلشیم کم یا بالکل نہیں ہوتا تو ایسے شخص کی نشوونما رک جائے گی اور اسے بیماریوں سے کبھی فرصت نہ ہوگی۔

چلئے تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض بھی کر لیں کہ ایسی غذا استعمال کرنے سے جس میں کیلشیم نہ ہو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور ہم بہ فرض محال اگر ایسی غذا فراہم کرانے میں کامیاب ہو جائیں تو بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ شریانوں اور وریدوں میں فقط چونا ہی تہہ نشین نہیں ہوتا بلکہ ہماری نسیجوں اور خلیات کی ٹوٹ پھوٹ سے جو کوڑا کرکٹ اور میل کچیل پیدا ہوتا ہے اس کا کچھ حصہ بھی نظام جسمانی میں رہ کر خون کی نالیوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔

''بڑھاپے کے اسباب پر مزید غور کیا جائے تو خون کی نالیوں کے سخت اور بے لچک ہونے کے علاوہ اس کا ایک اور سبب بھی سامنے آئے گا

اور وہ ہے نظام غدود میں اضمحلال وسستی کا پیدا ہو جانا۔ جیسے جیسے ہماری عمر زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے ان غدود میں بھی سمیت بیٹھتی چلی جاتی ہے، جس کی وجہ سے ہمارے جسم کے اندر نہ غذا ہی ٹھیک طور پر جذب ہو پاتی ہے اور نہ ہی اخراج فضلات صحیح طریق پر عمل میں آسکتا ہے۔ چنانچہ بڑھاپے میں عموماً انسان اچھی سے اچھی غذا کے باوجود اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس سبب سے اعضائے رئیسہ مثلاً قلب و دماغ وجگر اپنے مقررہ وظائف اچھی طرح انجام دینے سے قاصر رہتے ہیں۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ خیالات میں الجھاؤ پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور عمر کی بڑھوتری کے ساتھ ساتھ ان میں باہمی ربط قائم رکھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ اس صورت حال کی اصلاح نہ اب تک دوا و غذا سے ہوئی ہے نہ آئندہ ہونے کی توقع ہے''۔

جناب حکیم محمد اقبال حسین صاحب ایم۔اے یہاں ایک سوال پیدا کرتے ہیں کہ ''جب نہ کوئی دوا اس کا تدارک کرسکتی ہے اور نہ ہی غذا سے اس کی اصلاح ہوسکتی ہے تو پھر وہ کیا تدابیر ہیں جن سے خون کی نالیوں کا یہ زنگ چھڑایا جاسکتا ہے اور نظام غدد کے اضمحلال وسستی کو دور کر کے استحالہ غذا کو درست کیا جاسکتا ہے تاکہ بڑھاپے کے ان بنیادی اسباب کو رفع کر کے اس کی آمد کو زیادہ سے زیادہ عرصہ تک مؤخر کیا جاسکے۔ بہر حال اس سوال کا جواب بھی مسٹر بینٹ کے اپنے الفاظ ہی میں ملاحظہ فرمائیں۔ وہ کہتے ہیں'' یہ کام دواؤں کے ذریعے کبھی بھی انجام نہیں پاسکتا۔ اس کا صحیح طریقہ تو قدرت ہی نے بتایا ہے اور وہ ہے عضلاتی حرکات یعنی نظام جسمانی کے ہر عضلہ پر تناؤ اور ڈھیل کا عمل کر کے شریانوں، وریدوں اور غدود میں جو فضلات جمع ہیں ان کو خارج کر دیا جائے۔ دراصل اسی ایک نکتہ میں اعادہ شباب اور درازی عمر کا راز پوشیدہ ہے''۔ اس کی تشریح حکیم صاحب موصوف یوں کرتے ہیں۔

تناؤ اور ڈھیل کے اس عمل سے عضلات میں نمو اور ترقی ہوتی ہے۔ ان کی قوت اور لچک میں اضافہ ہوتا ہے اور آخرکار وہ جوان ہو جاتے ہیں۔ پھر چونکہ تمام عضلات اور اعضائے جسم باہمہ دیگر ایک دوسرے سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے خون کی نالیوں اور نظام غدود میں جو فاسد مادہ جمع ہو جاتا ہے وہ ان عضلاتی حرکات کے ذریعے بالکل اسی طرح خارج ہو جاتا ہے جس طرح پانی کے نل یا اسی طرح کی کسی ٹیوب میں کوڑا کرکٹ جمع ہو جانے کی صورت میں آپ ہوا بھرنے کے پمپ سے ہوا کا دباؤ ڈال کر صاف کر دیتے ہیں۔ ان عضلات کی حرکات سے آپ کا نظام دافع (نظام مناعت) مستقل طور پر کھل جائے گا اور فاسد مادوں کا اجتماع کبھی بھی نظام جسمانی میں نہیں ہو پائے گا نیز اس کے ساتھ ہی عضلات سے ملحق جو غدود اور اعضاء ہوں گے وہ تحریک پا کر تروتازہ ہو جائیں گے۔ الغرض تمام نظام جسمانی کے عضلات شرائین اور غدود کے نظام پر تناؤ اور ڈھیل کا نہایت ہی خوشگوار اثر مرتب ہوگا چند ہی ماہ میں اس کے نتیجہ میں نمایاں طور پر چہرے اور دوسرے اعضائے جسمانی پر جوانی اور شباب ظاہر ہونے لگیں گے۔

یہاں پر پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف عضلات پر تناؤ اور ڈھیل سے جوانی وقوت اور صحت لوٹ آئے گی اور شرائین کی سختی خلیات کی دوبارہ پیدائش اور خون میں کیمیاوی اجزاء کا مکمل ہونا پورا ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ سب خوبیاں بغیر خون کے پیدا نہیں ہوسکتیں جو غذا ہی سے پیدا ہوسکتا ہے۔

بڑھاپے کی علامات

بڑھاپے کی علامات تین قسم کی ہیں: ① ظاہری علامات ② باطنی علامات ③ نفسیاتی علامات۔

① ظاہری علامات میں صحت بگڑ جاتی ہے۔ قوت میں کمزوری آجاتی ہے اور جوانی بڑھاپے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جس سے چہرے پر

جھریاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔گالوں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں۔دانت گر جاتے ہیں۔بال سفید ہو جاتے ہیں اور رنگ بگڑ جاتا ہے۔

(۲) باطنی علامات میں یہ امر تحقیق ہو چکا ہے کہ جسم کی شرائن میں سختی پیدا ہو جاتی ہے۔جسم کے عضلات (گوشت) سخت ہو جاتے ہیں۔ خلیات جسم کی نشو وارتقاء میں خرابیاں اور توڑ پھوڑ شروع ہو جاتا ہے۔دوران خون میں فرق پڑ جاتا ہے اور اس کے کیمیاوی اجزاء میں کمی بیشی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳) نفسیاتی علامات میں جذبات میں تیزی خصوصاً غصے میں زیادتی' طبیعت کے خلاف برداشت کم ہو جاتی ہے۔ضد بڑھ جاتی ہے۔گویا بچپن لوٹ آتا ہے اور بوڑھا آدمی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عام آدمی سے بالکل بدل گیا ہے۔

ہزاروں سالوں سے لے کر اس زمانے تک جب کہ سائنس کا دور ہے تمام ظاہری علامات دراصل باطنی علامات کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔اس لیے جب تک باطنی علامات کو روکا یا ختم نہیں کیا جائے گا یا ان کو علاج سے دور نہیں کیا جائے گا اس وقت تک نہ ظاہری علامات رک سکتی ہیں اور نہ ہی نفسیاتی علامات میں اعتدال پیدا ہو سکتا ہے۔اس لیے بڑھاپے کی روک تھام اور علاج کی صورت میں پہلے اس کی باطنی علامات کو روکنا پڑے گا۔اس لیے پہلے انہی علامات کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔

تصلب الشرائن

شریانوں میں سختی سے مراد یہ ہے کہ اس کی دیواروں میں ایک خاص قسم کا مادہ جمنا شروع ہو جاتا ہے جس میں رفتہ رفتہ اضافہ ہونے سے اس کی تہہ موٹی ہو جاتی ہے۔پھر اس میں چونے (کیلشیم) کا اضافہ ہونے لگتا ہے۔جس سے شریانوں کے اندر دوران خون کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور یہ گنجائش کم سے کم تر ہوتی جاتی ہے۔اس رکاوٹ سے خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔جس کو فرنگی طب کی اصطلاح میں بلڈ پریشر کہتے ہیں۔

شریانوں میں اس مادہ کے متعلق پہلے کوئی علم نہیں تھا کہ کیا شے ہے جو تہہ نشین ہو کر ان پر جم جاتا ہے۔جب سائنس دانوں نے اس مادے کے متعلق تحقیق کی تو انہوں نے بتایا کہ اس مادہ کو کولیسٹرول کہتے ہیں۔

کولیسٹرول کیا ہے؟

کولیسٹرول کے متعلق کتاب ''بڑھاپا اور اس کا سدباب'' میں درج ہے۔ماہرین طب کے درمیان اس کے حقیقی سبب کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔بعض کا خیال ہے کہ غذا میں کولیسٹرول کی زیادتی اس کا باعث ہے۔کولیسٹرول ایک شحمی و روغنی مادہ ہوتا ہے جو جانوروں کے گوشت کی چربی' مارگرین' پنیر' بناسپتی گھی' دودھ' مکھن وغیرہ میں پایا جاتا ہے اور یہ چیزیں جب زیادہ استعمال ہوتی ہیں تو کولیسٹرول ہماری شریانوں میں بیٹھنے لگتا ہے۔بعض کی رائے یہ ہے کہ جسم میں کولیسٹرول کی مقدار کوئی اہمیت نہیں رکھتی بلکہ اہم چیز یہ ہے کہ نظام جسمانی کولیسٹرول کو کس طرح کام میں لاتا ہے۔اس لیے کہ بعض لوگوں کی شریانوں میں کولیسٹرول کی تہہ جمتی ہے اور بعض لوگوں کی شریانوں میں اس کے باوجود کہ وہ روغنی اجزاء زیادہ کھاتے ہیں مگر کولیسٹرول نہیں جمتا۔اس سے معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ ایک شخص کے استحالہ غذا (میٹابولزم) کا ہے یعنی کسی خاص وجہ سے جتنا کولیسٹرول بھی اس کے جسم میں موجود ہوتا ہے۔اسے جسم اپنے کام میں لے لیتا ہے اور شریانوں میں اس کے جمع ہونے کا مسئلہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔

بہر حال اس سے اتنی بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ شریانوں میں سختی کی پیدائش کے اسباب میں کسی نہ کسی طرح کولیسٹرول کو دخل ضرور ہے۔ جب یہ بات ہے تو ہمیں کولیسٹرول کے متعلق یہ جاننا چاہیے کہ یہ کیا ہے اور نظام جسم میں اس کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔

کولیسٹرول کے متعلق جدید تحقیق یہ ہے کہ یہ تغذیہ اور استحالہ غذا میں نہایت اہم پارٹ ادا کرتا ہے یعنی یہ وٹامن ''ڈی'' جنسی ہارمونز کلاہ گردہ کے ہارمونز کی پیدائش کے علاوہ صفراوی نمکیات کی پیدائش کا بھی ذمہ دار ہے۔ جو روغنی اجزاء غذا کو ہضم کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے خود ہمارا جگر ۳۰۰۰ ملی گرام یومیہ کولیسٹرول بناتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض غذاؤں سے بھی کولیسٹرول ہمارے جسم کو ملتا ہے۔

چونکہ امریکہ میں قلب کے عوارض اور سقوط قلب (ہارٹ فیلور) کی وجہ سے زیادہ اموات واقع ہوتی ہیں اس لیے کولیسٹرول پر سب سے زیادہ کام بھی وہیں ہوا ہے۔ گزشتہ سال ٹائم میں ڈاکٹر اینل کا ایک مضمون کولیسٹرول پر شائع ہوا تھا۔ موصوف نے یورپ کے تمام ملکوں کا دورہ کر کے اور وہاں کے باشندوں کی غذاؤں کا مطالعہ کر کے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ جن ممالک میں پھلوں اور سبزیوں کا زیادہ استعمال ہوتا ہے وہاں کے لوگ قلبی عوارض میں بہت کم مبتلا ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ کولیسٹرول کی زیادہ مقدار کا بدرقہ پیکٹن ہے اور پیکٹن سیب میں زیادہ پایا جاتا ہے چنانچہ جو شخص دو سیب یومیہ کھائے گا اس میں کولیسٹرول کی زیادتی کبھی نہ ہوگی۔ ڈاکٹر اینل کے اس دعویٰ کا بھی یہی حشر ہوا کہ کچھ نے تسلیم کیا اور کچھ نے تسلیم نہ کیا۔

تحقیق کے دوسرے گروپ نے یہ دعویٰ کیا کہ کولیسٹرول کا مسئلہ استحالہ غذا میں خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جن غذاؤں میں قدرت نے کولیسٹرول پیدا کیا ہے ان ہی میں ان کا بدرقہ لیسی تھین پیدا کیا ہے۔ جب ہم ان روغنی اجزاء کو صاف کرتے ہیں اور ان میں سے ہائیڈروجن گزار کر گھی اور مکھن کی طرح بنا لیتے ہیں۔ جیسے بنولے اور سرسوں کے تیل سے بناسپتی گھی بنا لیا جاتا ہے۔ اس وقت ان میں سے لیسی تھین ضائع ہو جاتا ہے اور کولیسٹرول باقی رہتا ہے۔ چنانچہ جب ان روغنی غذاؤں کو استعمال کیا جاتا ہے تو کولیسٹرول تو نظام جسمانی میں پہنچ جاتا ہے لیکن اس کا بدرقہ نہیں پہنچتا۔ اس صورت میں کولیسٹرول ہماری شریانوں میں جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ بازاری کیک، پیسٹریاں یا ڈبوں کے مکھن وغیرہ بھی اسی زمرہ میں شمار ہوتے ہیں جن میں محض کولیسٹرول ہوتا ہے اور اس کا بدرقہ لیسی تھین نہیں ہوتا۔ لیسی تھین دراصل زردی مائل موم کی مانند ایک قسم کا مادہ ہوتا ہے جسے مصنوعی طور پر انڈے کی زردی سے بھی تیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر اسے جوہر زردی بیضہ بھی کہا جاتا ہے۔

ان قدرتی غذاؤں میں یہ جوہر موجود ہوتا ہے جنہیں مصنوعی طریق پر بہتر اور صاف کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی مثلاً سرسوں، تل، بنولہ اور زیتون کے تیل، انڈا، بادام اور دیگر مغزیات خالص گیہوں کا وہ آٹا جسے میدا بنا لیا گیا ہو بلکہ وہ بے چھنا آٹا ہی ہو۔ اس کے اگر کیک پیسٹریاں بھی بنائی جائیں تو ان میں لیسی تھین موجود ہوگا۔ گوشت، جگر، دل اور گردے میں لیسی تھین پایا جاتا ہے۔

ان محققین کی اختلاف رائے کے باوجود ان سب میں جو بات مشترک ہے وہ ہے غذاؤں کا ایسی حالت میں استعمال کرنا جب کہ ان میں بہت زیادہ تصرف نہ کیا گیا ہو۔ زیادہ سے زیادہ ان کا قدرتی حالت میں استعمال اس بات کی ضمانت ہے کہ کولیسٹرول بڑھاپے میں بھی تکلیف دہ ثابت نہیں ہوگا اور شریانوں میں اتنا شدید تصلب نہ ہوگا کہ خون کا دباؤ بڑھ جائے۔

شریانوں کی سختی کا باعث کولیسٹرول قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی تحقیق کیا گیا ہے کہ کولیسٹرول کا نقصان اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کے بدرقات اس کے ساتھ نہ ہوں۔ وہ بدرقات پیکٹن اور لیسی تھین کو قرار دیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اگر غذا میں یہ بدرقات پائے جائیں تو کولیسٹرول اور کیلشیم وغیرہ شریانوں میں جم کر ان کو سخت نہیں کر سکتے۔ اس طرح بہت حد تک بڑھاپے کو روکا جا سکتا ہے۔

بڑھاپا اور ساخت جسم

بڑھاپے کے اسباب میں دوسرا سبب جسم کی ساخت ہے۔اس ساخت سے جسم کے مختلف اعضاء بنتے ہیں۔یہ اعضاء جسم کے پرزے ہیں جن سے جسم کی مشینری چلتی ہے۔جسم کی مشینری اور اس کے پرزے جو مختلف اجزاء سے مل کر بنتے ہیں یہ اجزاء بافت و ساخت اور انسجہ و ریشے کہلاتے ہیں جس کو انگریزی میں ٹشوز کہتے ہیں۔ ہر ایک بافت یا ریشہ بہت سے مفرد اجزاء سے مل کر بنتی ہے جنہیں حیوانی ذرہ یا کیسہ (Cell) کہتے ہیں۔

ہر جاندار شے خواہ حیوان ہو یا نباتات اس کی زندگی کی ابتداء ایک مفرد کیسہ سے ہوتی ہے۔بعض جانور اور پودے اپنی ساری زندگی ایک کیسے والے جانور یا پودے کی صورت میں گزار دیتے ہیں۔ایسا مفرد کیسے والے جانور کی اور بکٹیریا مفرد کیسہ والے پودے کی مثالیں ہیں۔ یہ مفرد کیسے والے جانور یا پودے زندگی کے تمام افعال انجام دیتے ہیں۔یعنی وہ بڑھتے ہیں۔اپنی تعداد بڑھاتے ہیں اور خوراک کو ہضم کرتے ہیں۔

اسی طرح کے مفرد کیسہ سے ہمارے جسم کی ابتداء ہوتی ہے اور ابتداء بھی ایک مفرد کیسے سے ہوتی ہے۔یہی مفرد کیسہ جسے دوسرے کیسوں کی ماں کہا جاسکتا ہے۔ابتداء میں زندگی کے کل کام انجام دیتا ہے۔یہ جلد جلد اپنی تعداد بڑھاتا جاتا ہے اور اپنے جیسے اور کئی کیسے بنالیتا ہے۔یہ تمام کیسے شروع میں ایک جیسا کام کرتے ہیں اور ایک جیسے ہی نظر آتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد اپنی اپنی ضروریات اور کام کے مطابق مختلف اشکال میں تقسیم ہو کر مختلف افعال انجام دیتے ہیں۔

ظاہر میں ہر جاندار کا جسم گوشت و پوست اور اعصاب و غدد کا مجموعہ نظر آتا ہے مگر حقیقت میں یہ جسم اور اس کا ہر حصہ نہایت باریک باریک کروڑہا خلیات (حیوانی ذرات) کا مجموعہ ہے۔ابتداء میں یہ ایک خلیہ بنتا ہے۔پھر یہی خلیہ اپنے اصول پر تقسیم در تقسیم ہو کر جسم بننا شروع ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ شکم مادر میں ہی وہ نشوونما پا کر اپنی ساخت کے اعتبار سے ایک مکمل نظام جسمانی بن جاتا ہے۔یہ خلیات ہمیشہ زندہ نہیں رہتے۔ ان کی طبعی عمر بہت مختصر ہوتی ہے جب وہ اپنی مختصر طبعی مدت پوری کر لیتے ہیں تو مر جاتے ہیں جس طرح ہر جاندار اپنی طبعی عمر کو پہنچ کر مر جاتا ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ ہماری ہر حرکت کے نتیجہ میں سینکڑوں اور ہزاروں خلیات کی ٹوٹ پھوٹ عمل میں آتی رہتی ہے۔اسی طرح یہ لحظہ بہ لحظہ پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں۔مرنے کے بعد یہ خلیات اپنے مقامات سے جدا ہو کر خون میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔پھر وہاں سے فضلات کے ذریعے پیشاب و پاخانہ اور پسینہ و سانس کی شکل میں اخراج پاتے رہتے ہیں لیکن اگر ہماری غذائی خرابیوں اور رہن سہن کی بے اعتدالیوں سے ان کا اخراج عمل میں نہ آئے تو ان ٹوٹے پھوٹے خلیات کا فضلہ بھی خون کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے اور اگر زیادہ عرصہ تک اس کا اخراج عمل میں نہ آئے تو اس کا مادہ بھی خون کی نالیوں میں بیٹھ کر ان کی سختی اور صلابت کا باعث ہو سکتا ہے۔خلیات کی پیدائش ٹوٹ پھوٹ اور موت کو سمجھنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خلیہ کے متعلق پورے طور پر آگاہی ہو جانی چاہیے کیونکہ خرابی اور فساد کا آغاز خلیہ سے ہوتا ہے۔

تعریف خلیہ

خلیہ کو کیسہ (سیل) بھی کہتے ہیں۔یہ انتہائی چھوٹا حیوانی ذرہ ہوتا ہے۔یہ جسامت کے لحاظ سے مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔بعض خلیے اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں جو بغیر خوردبین کے نظر نہیں آسکتے۔ان خلیات کی جسامت کا اندازہ اس طرح لگا سکتے ہیں کہ ایک انچ لمبی قطار میں ایک سو سے لے کر چھ ہزار تک آجاتے ہیں یہی خلیات جب باہم مل جاتے ہیں تو اس ساخت اور بافت کو نسیج (ٹشو) کہتے ہیں۔یہ نسیج کل چار قسم کے

ہوتے ہیں۔ان ہی پر جسم کی بنیاد ہے۔

خلیہ کی ترتیب ساخت

خلیہ کی ساخت کو کم از کم چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ① خلیہ کی تھیلی ② مادہ حیات ③ جوہر حیات ④ مرکز حیات۔جن کی تشریح درج ذیل ہے:

① **خلیہ کی تھیلی**: یہ ایک نہایت چھوٹی سی جالیدار تھیلی ہوتی ہے جس کی ساخت میں باہر کی طرف ایک شفاف حجابی جھلی ہوتی ہے۔یہ جھلی باریک ریشوں کی بنی ہوتی ہے جن کے اندر ایک خاص قسم کی رطوبت ہوتی ہے اور جھلی کے اندر جو رطوبت ہوتی ہے۔اس کو مادہ حیات (پروٹوپلازم) کہتے ہیں۔

② **مادہ حیات**: ایک رقیق ولعابدار اور سفید شفاف رطوبت ہوتی ہے جو خلیہ کی تھیلی میں بھری رہتی ہے۔اس کو مادہ حیات (پروٹو پلازم) کہتے ہیں۔اس میں زندگی کے تمام لوازم پائے جاتے ہیں یعنی اس میں نشو وارتقاء اور توالدوتناسل کے ساتھ تمیہ وتصفیہ اور تسنیم کے تمام اعمال کی قوت ہوتی ہے یعنی زندہ رہتا ہے، بڑھتا ہے، سانس لیتا ہے، غذا جذب کرتا ہے اور اپنی مثل پیدا کرتا ہے۔اس کے اندر ایک گٹھلی ہوتی ہے۔اس کو جوہر حیات (نیوکلی ایس) کہتے ہیں۔اس کو جوہر حیات اس لیے کہتے ہیں کہ مادہ حیات کی زندگی کا دارومدار اس جوہر حیات پر ہوتا ہے۔

③ **جوہرِ حیات**: ایک گٹھلی کی طرح گول دانہ ہوتا ہے۔جو خلیہ کے مادہ حیات میں پائی جاتی ہے۔جس کو جوہر حیات (نیوکلی ایس) کہتے ہیں۔اس گٹھلی پر بھی ایک جالیدار جھلی چڑھی ہوتی ہے۔اس جالیدار جھلی کے ریشوں میں بھی رطوبت بھری ہوتی ہے اور جھلی کے اندر بھی رطوبت ہوتی ہے۔زندگی کا دارومدار بھی اسی طرح جوہر حیات کو سمجھا جاتا ہے۔جب کسی خلئے کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔پھر جس حصے میں جوہر حیات ہوگا وہ زندہ رہے گا اور بڑھ کر پورا خلیہ بن جائے گا لیکن وہ دوسرا حصہ جس میں جوہر حیات نہیں وہ مر جائے گا۔اس جوہر کے اندر بھی ایک نقطہ ہوتا ہے جس کو مرکز حیات کہتے ہیں۔

④ **مرکزِ حیات**: جوہر حیات کے اندر ایک نقطہ سا ہوتا ہے۔اس کو مرکز حیات (نیوکلی اوس) کہتے ہیں۔بعض خلیات میں یہ مرکز حیات نہیں ہوتا۔۔ حال اس میں بھی زندگی ہوتی ہے۔اس طرح خلیہ کی زندگی کا عمل جاری رہتا ہے۔

حقیقتِ خلیہ

خلیہ (سیل) ایک ایسا حیوانی ذرہ ہے جس کو انسانی جسم کی ایک ایسی اینٹ کہنا چاہیے جس کے مرکز میں جوہر حیات ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس میں طبعی وعنصری اور کیمیاوی وحیاتی افعال مکمل طور پر پورے ہوتے ہیں یعنی تغذیہ وتسنیم اور تصفیہ اور تمیہ کے اعمال کے ساتھ اس میں نشو وارتقاء اور توالدوتناسل کی قوت ہوتی ہے یعنی زندہ رہتا ہے' غذا حاصل کرتا ہے' بڑھتا ہے' اپنے فضلات خارج کرتا ہے' نسیم جذب کرتا ہے' بڑھ کر اپنے کمال تک پہنچتا ہے۔اور اپنا مثل پیدا کرتا ہے۔دوسرے الفاظ میں اس طرح سمجھ لیں کہ زندگی کے تمام لوازم قوت وحرارت اور رطوبت اس میں پائے جاتے ہیں اور ضرورت کے مطابق بڑھتے گھٹتے رہتے ہیں۔اس لیے خلیہ کو حیوانی ذرہ کہتے ہیں اور انسان وحیوان بلکہ پودے انہی ذروں سے مرکب ہیں۔ان کا بگاڑ ہی صحت کے بگاڑ کا باعث ہے۔

خلیات کی نشو ونما اور باہمی تعلق

خلیات کی نشو ونما کی جو صورتیں ہیں تقریباً باہمی تعلق اور ملاپ کی بھی وہی صورتیں ہیں۔ یہ تین صورتیں ہیں: ① نوک در نوک ② شاخ در شاخ اور ③ پہلو بہ پہلو' جن کا طریق کار درج ذیل ہے:

① **نوک در نوک:** جو خلیے نوک در نوک ملتے ہیں وہ باہم تقسیم در تقسیم ہوتے ہیں یعنی ایک خلیہ مع اپنی تھیلی اور جوہر حیات کے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے پھر دو کے چار اور چار کے آٹھ تقسیم در تقسیم ہو کر بے شمار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح نوک در نوک آپس میں مل کر ریشے بناتے ہیں جن سے عضلات وغیرہ بنتے ہیں۔

② **شاخ در شاخ:** خلیہ کے جسم سے چھوٹی چھوٹی شاخیں نکلتی ہیں۔ پھر خود مکمل ہو کر ایک خلیہ بن جاتی ہیں اور اس خلیہ سے الگ ہو جاتی ہیں اور پھر خود علیحدہ خلیہ بن کر شاخوں کے ذریعے باہم ملتی ہیں۔ اس طریقے سے الحاقی اور عصبی خلیے باہم ملتے ہیں۔

③ **پہلو بہ پہلو:** اس طریقے سے ملنے والے خلیے غلاف کے اندر ہی تیار ہوتے ہیں۔ جوہر حیات کئی حصوں میں تقسیم ہو کر ہر حصہ خود ایک خلیہ بن جاتا ہے۔ جب یہ مکمل ہو جاتے ہیں۔ تو غلاف خلیہ پھٹ جاتا ہے اور وہ باہر آتے ہیں اور پہلو بہ پہلو مل کر جھلیاں بناتے ہیں۔

انسجہ

خلیات کے باہم ملنے سے انسان کے مختلف اعضاء بنتے ہیں۔ گویا تمام جسم بے شمار خلیات کا مجموعہ ہے۔ اعضائے جسم بننے سے قبل ان خلیات کے باہم ملنے وجڑنے اور تعلق سے ایک خاص قسم کی ساخت اور بافت بنتی ہے۔ ان کی اس قسم کی ساخت اور بافت کو نسیج کہتے ہیں جن کی جمع انسجہ ہے۔ یہ انسجہ ہی اعضاء بناتے ہیں۔ ان انسجہ یا اعضائے جسم کے افعال وفوائد وہی ہیں جو ان خلیات کے ہیں جن کے وہ مجموعے ہیں۔ انہی انسجہ کو انگریزی میں ٹشو کہتے ہیں۔ یہی انسجہ (ٹشوز) یعنی خلیات کے مجموعے کی ساخت اور بافت دراصل جسم کے اعضائے مفردہ ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک بافندہ اپنے کپڑے کی بافت اور ساخت بناتا ہے۔ اس میں مختلف رنگ کے دھاگے ہوتے ہیں۔ ہر رنگ کے دھاگے کو ایک قسم کی جدا بافت وساخت خیال کر لینا چاہیے۔ ہر رنگ سے جس قدر کپڑا بنتا ہے وہ اس کی ساخت (انسجہ' ٹشو) ہے۔

اقسام انسجہ

یہ انسجہ (ٹشوز) چار قسم کے ہوتے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

1. **لحمی انسجہ (مسکولر ٹشوز):** ان سے جسم کے عضلات تیار ہوتے ہیں۔
2. **عصبی انسجہ (نروز ٹشوز):** ان سے اعصاب جسم تیار ہوتے ہیں۔
3. **قشری انسجہ (ایپی تھل ٹشوز):** ان سے جسم کی جھلیاں اور غدد بنتے ہیں۔
4. **الحاقی انسجہ (کنکٹو ٹشوز):** ان سے جسم کی بھرتی ہوتی ہے۔

ان تمام انسجہ سے بعض اعضاء صرف ایک ہی قسم کی ساخت اور بافت سے بنتے ہیں۔ جیسے اعصاب وعضلات وغدد اور ہڈی وکری وغیرہ لیکن یہ مفرد اعضاء آپس میں ایک دوسرے سے باہم جڑے اور ملے رہتے ہیں۔ لیکن بعض اعضاء کی ساخت اور بافت میں مختلف اقسام کے انسجہ شریک ہو جاتے ہیں جیسے جلد وجھلیاں' شریانیں اور وریدیں وغیرہ۔ فرنگی طب میں اس کو علم الانسجہ (ہسٹالوجی) کہتے ہیں لیکن وہ

ان کی فزیالوجی (منافع) سے واقف نہیں ہیں۔ جن پر ہم نظریہ مفرد اعضاء کے تحت روشنی ڈال رہے ہیں۔

غرض انہی خلیات (حیوانی ذرات) کی ساختوں اور بافتوں سے انسجہ (ٹشوز) اور انسجہ کے مفرد اعضاء مثلاً گوشت و پٹھے ہڈیاں اور گلٹیاں، جلد، شرائن اور وریدیں تیار ہوتے ہیں۔ پھر انہی اعضائے مفردہ سے اعضائے مرکبہ تیار ہوتے ہیں۔ جیسے آنکھ ناک کان اور وریدیں و شریانیں اور مرکب جھلیوں اور پردوں سے مل کر مکمل دل و دماغ اور جگر بنتے ہیں۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں اور باقی تمام جسم۔ گویا جسم ایک کپڑا ہے جو تانے بانے سے بنا ہوا ہے۔ ساختن کے معنی بنانا اور بافتن کے معنی بننا ہے۔

افعالِ خلیہ

ہم لکھ چکے ہیں کہ ایک خلیہ میں زندگی کے تمام لوازم پائے جاتے ہیں۔ ان میں قیامِ حیات کے ساتھ ساتھ توالد و تناسل کا سلسلہ بھی قائم رہتا ہے۔ قیامِ حیات میں جہاں وہ اپنے لیے تغذیہ و تسنیم حاصل کرتا ہے وہاں پر تصفیۂ جسم بھی کرتا ہے جس سے وہ اپنے اندر سے خاص قسم کے مواد کو رطوبات یا گیسز کی شکل میں خارج بھی کرتا رہتا ہے۔ یہ تغذیہ بھی جسم ہی سے حاصل کرتا ہے۔ وہ اس کی اپنی ذات کے لیے مفید ہوتی ہے لیکن جو مواد اخراج پاتے ہیں دیگر اعضاء کی غذا یا باعث زندگی ہوتے ہیں۔ مثلاً عصبی انسجہ جو غذا حاصل کرتے ہیں وہ کھاری ہوتی ہے لیکن جب وہ اپنے فضلات کا اخراج کرتے ہیں تو وہ ترش ہوتے ہیں۔ جو عضلاتی انسجہ کی غذا ہوتے ہیں۔ اسی طرح عضلاتی انسجہ جو فضلات خارج کرتے ہیں۔ ان میں تلخ اثرات یا صفراوی و کبریتی اجزاء شریک ہوتے ہیں۔ جو غدد (جگر) وغیرہ کی غذا میں شریک ہوتے ہیں۔ گویا ایک طرف سے یہ ذرات غذا بنتے ہیں اور دوسری طرف خون میں تقویت کا باعث بنتے ہیں۔ اس طرح یہ خلیات جسم میں نشو و نما اور صحت و قوت کا باعث بنے رہتے ہیں۔ مختصر طور پر اس طرح سمجھ لیں کہ خلیات اپنے طبعی افعال انجام دیتے ہیں جو مختصر اُدرج ذیل ہیں:

۱. خلیہ اپنی حیات قائم رکھتا ہے جس کے لیے وہ تغذیہ و تسنیم اور نشو و نما پاتا ہے۔
۲. خلیہ اپنے توالد و تناسل قائم رکھتا ہے جس کے لیے اس میں نشو و ارتقاء اور ٹوٹ پھوٹ رہتی ہے۔
۳. خلیہ اپنے خاص کام ضرور کرتا ہے یعنی وہ اپنے اندر خاص قسم کی غذا جذب کرتا ہے اور خاص قسم کے مواد کا خراج کرتا ہے۔ بس اسی طرح خلیات اپنے طبعی افعال انجام دیتے ہیں۔

جب ان خلیات میں کہیں ترسب و فساد پیدا ہوتا ہے تو ان کے طبعی افعال میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔ اس نقص کو ذہن نشین کرنے کے لیے خلیات کے طبعی افعال میں نقص انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس پر انسان کی صحت و مرض اور جوانی و بڑھاپے کے ساتھ نہ صرف گہرا تعلق ہے بلکہ اس کی اپنی حیات اور نشو و ارتقاء اس پر منحصر ہے۔

جو مواد وہ غذا کے طور پر جذب کرتے ہیں ان میں خمیری و کیمیاوی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اور جو مواد فضلات کے طور پر خارج کرتے ہیں وہ دیگر خلیات کی غذا کے علاوہ دافع تعفن اور سوزش بھی ہوتے ہیں۔ دراصل خلیات سے یہی مواد ہر قسم کے جراثیم اور زہروں کو فنا کر دیتے ہیں اور یہ فطری سلسلہ قدرت نے خود کار قائم کیا ہے لیکن جب خلیات میں فساد پیدا ہوتا ہے تو اس کے مواد اور فضلات بھی زہر کی شکل اختیار کر کے باعث نقصان بن جاتے ہیں یا کبھی خلیات کی رطوبت کے مواد کی زیادتی اور کمی دونوں دیگر خلیات کے لیے تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے طبعی افعال کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ اس طرح خلیات کی تشریح فعلی اور کیمیاوی افعال کو پورے طور پر سمجھ کر امراض پر مکمل دسترس حاصل کر سکتے ہیں۔

انسجہ کے مجموعے

یہ حقیقت بار بار لکھی جا چکی ہے کہ تمام جسم انسان مختلف اقسام کے حیوانی ذرات (سیلز) سے بنا ہوا ہے۔ یہ خلیات چونکہ مختلف اقسام کے

ہوتے ہیں۔اس لیے یہ خلیات پہلے اپنے مجموعے تیار کرتے ہیں اور پھران مجموعوں سے اعضائے مفردہ تیار ہوتے ہیں اور پھران اعضائے مفردہ سے اعضائے مرکبہ بنتے ہیں۔ان مرکب اعضاء سے جسم انسان کی صورت بن جاتی ہے۔گویا خلیات کے بعد جو شے پہلے تیار ہوتی ہے وہ یہی خلیات کے مجموعے ہوتے ہیں جن کو بافت وساخت اور نسیج (ٹشوز) کہتے ہیں۔گویا یہی مجموعے جسم انسان کی اصل بنیاد ہیں۔اور یہی اعضائے مفردہ ہیں۔انہی کے بگاڑ سے امراض و بڑھاپا اور موت واقع ہوتی ہے اور جب تک ان میں قوت نشوو ارتقاء اور ان کا باہمی تعلق قائم رہتا ہے تو صحت وقوت اور جوانی وزندگی قائم رہتی ہے۔قیام شباب کا یہی فطری قانون ہے۔

انسجہ کے اقسام

یہ حقیقت بھی کئی بار لکھی جا چکی ہے کہ انسجہ چار قسم کے ہوتے ہیں:

① نسیج عصبی ایسی بافت (ٹشو) ہے جو عصبی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے اعصاب اور ان کا مرکز دماغ تیار ہوتا ہے۔

② نسیج عضلاتی ایسی بافت (ٹشو) ہے جو عضلاتی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے عضلات اور ان کا مرکز قلب تیار ہوتا ہے۔

③ نسیج قشری ایسی بافت (ٹشو) ہے جو قشری قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے غدد اور ان کا مرکز جگر تیار ہوتا ہے۔

④ نسیج الحاقی ایسی بافت (ٹشو) ہے جو الحاقی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے جسم کی بنیادیں (ہڈی وکری اور اوتار ورباط) اور بھراؤ مکمل ہوتا ہے جن سے اعضائے جسم قائم ہیں۔

مفرد اعضاء کی صورت میں تو صرف ایک ہی قسم کے خلیات پائے جاتے ہیں۔جیسے ہڈی وکری میں الحاقی مادہ۔لیکن جب اعضاء مرکب ہوتے ہیں جلد وعروق اور شرائن واوردہ تو ان میں مختلف اقسام کی بافتیں آپس میں مل کر ترتیب پاتی ہیں یا جہاں جہاں اعضاء آپس میں متعلق ہوتے ہیں تو پھر یہ بافتیں ایک دوسری بافت کے اندر تک چلی جاتی ہے جیسے جگر میں نظر آتا ہے تفصیل درج ذیل ہے:

① **نسیج عصبی (نروز ٹشو)**: یہ عصبی خلیات کے ریشے ہوتے ہیں۔یہ ریشے نہایت باریک بنے ہوتے ہیں۔ایک متوسط عصبی ریشے کی جسامت ۴ر۱انچ ہوتی ہے۔نسیج عصبی پر دو غلاف چڑھے رہتے ہیں۔اس لیے نسیج عصبی کو محور عصب (ایکسس سلنڈر) کہتے ہیں۔یہی عصبی ریشے کا اصل جوہر ہوتا ہے۔اس کے اوپر غلاف شحمی (میڈلری شیتھ) ہوتا ہے جس کا تعلق قشری بافت سے ہوتا ہے۔دوسرا غلاف ایک اور جھلی کا ہوتا ہے جس کا تعلق عضلاتی بافت کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح برقی تار ربڑ کی نلکیوں میں لپٹی ہوتی ہے اسی طرح انسجہ اعصابی اپنے مرکز سے لے کر تمام جسم میں پھیلے ہوتے ہیں اور ان میں برقی رو کی طرح تحریکات چلتی ہیں۔ان انسجہ اعصابی میں چھوٹی چھوٹی بلندیاں ہوتی ہیں جن کو طبی اصطلاح میں عقد (گنگلیاں) کہتے ہیں۔جہاں پر دیگر انسجہ اپنی دیگر راہیں بناتے ہیں انسجہ اعصابی کا اختتام مختلف طریق پر ہوتا ہے:

❶ جال کی شکل میں ختم ہوتے ہیں۔

❷ ابھار بنا کر ختم ہوتے ہیں جیسے ہتھیلی اور تلوؤں کی جلد کے نیچے ہوتے ہیں۔انسجہ اعصابی دماغ سے لے کر حرام مغز کے ذریعے تمام جسم میں پھیلتے ہیں۔ان کے افعال احساس کرنا اور اعضلات وغدد کو حرکت دینا ہے۔ان کا تعلق حواس ظاہری اور باطنی سے ہوتا ہے۔

② **نسیج عضلاتی (مسکولر ٹشو)**: یہ عضلاتی خلیات سے بنتے ہیں چونکہ ہڈی اور کری کے بعد جسم پر گوشت کا ایک بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔اس لیے عضلات (گوشت) کی جسم پر کثرت ہوتی ہے۔اس بافت کے ریشے باہم مل کر مجموعے بناتے ہیں۔پھر یہی مجموعے مل کر عضلہ بن جاتے ہیں۔یہ عضلات سر سے لے کر پاؤں تک اعصاب وغدد کے ساتھ متعلق رہتے ہیں۔دل عضلات کا مرکز ہے اور معدہ کو عضلات میں بے حد اہمیت حاصل ہے۔

عضلات بناوٹ اور افعال کے لحاظ سے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل ارادی عضلات جو انسان کے ارادہ کے تحت کام کرتے ہیں جیسے ہاتھ پاؤں کے عضلات جن پر خاص قسم کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ دوسرے غیر ارادی عضلات جن کی حرکت انسان کے ارادہ کے تحت نہیں ہے جیسے دل و پھیپھڑے اور معدہ وغیرہ۔ ارادی عضلات میں پھیلنے اور سکڑنے کی طاقت ہوتی ہے بلکہ ان کی حرکت جونک کی سی حرکت ہوتی ہے۔ یعنی ان عضلات کا اگر ایک حصہ سکڑتا ہے تو دوسرا پھیل جاتا ہے جیسے مری اور آنتوں کے عضلات میں یہ بات نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ ہر قسم کے عضلات کے افعال کے متعلق یہ بات سمجھ لیں کہ ان کے ذمہ قدرت نے جسم کی ہر قسم کی حرکت کرنا ہوتا ہے۔ یہ احساس باعث حرکت ہو یا نہ ہو، اسی طرح جسم کی ہر حرکت صرف عضلات ہی کرتے ہیں۔

③ **نسیج قشری (ایپی تھل ٹشو)**: یہ قشری خلیات سے بنتے ہیں۔ جسم انسان میں نسیج قشری عام طور پر غدد اور غشائے مخاطی کی شکل میں سر سے لے کر پاؤں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ غشاء کی صورت میں اعضاء کے اندر یا باہر لگی ہوتی ہے۔ جیسے مری و معدہ اور امعاء میں جلد کا بالائی طبق جس کو بشرہ کہتے ہیں۔ اعصاب کے ریشے کے ساتھ لگی ہوتی ہے جو حقیقی جلد کی حفاظت کرتا ہے۔ جب بالائی طبق کے پرانے انسجہ کسی بھی وجہ سے مردہ ہو کر گر پڑتے ہیں تو اس کی جگہ نئی بافت پیدا ہو جاتی ہے۔

افعال کے لحاظ سے جسم کے اندر یا باہر جہاں جہاں پر رطوبات کی ضرورت ہے وہاں پر نسیج قشری غدد یا جھلی کی شکل میں ضرور لگے ہوتے ہیں جیسے منہ میں تھوک، آنکھ میں آنسو، ناک اور حلق میں رطوبت اسی طرح مری و پھیپھڑوں کے اندر بلغم، عورتوں میں دودھ اور مردوں میں منی وغیرہ کا اخراج پانا۔ اسی طرح پسینہ اور پیشاب وغیرہ کا اخراج بھی نسیج قشری کے افعال میں داخل ہے۔

④ **نسیج الحاقی (کنکٹو ٹشو)**: یہ الحاقی خلیات سے بنتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھ لیں کہ جسم انسان کی بنیاد ہڈی وکری اور رباط و اوتار پر ہے ان پر اعصابی وغددی اور عضلاتی انسجہ سے جو اعضاء بنتے ہیں ان کے علاوہ جو جسم میں بھرتی ہوتی ہے وہ سب انسجہ الحاقی سے ہوتی ہے۔ جہاں تک احساس وحرکت اور اخراج رطوبت کا تعلق ہے اس میں اس قسم کے کوئی اثرات وافعال اور فوائد نہیں پائے جاتے گویا ان میں زندگی تو ہے مگر انسانی زندگی کے معاملات میں جو دخل اعصاب وعضلات اور غدد کو حاصل ہے وہ انسجہ الحاقی میں نہیں پایا جاتا۔ گویا الحاقی انسجہ صرف بنیاد اور بھرتی کا کام کرتے ہیں۔

ماڈرن میڈیکل سائنس نے ثابت کیا ہے کہ انسجہ الحاقی انسانی زندگی اور جسم میں ابتدائی بافت ہیں جن میں نشو وارتقاء پیدا ہوتا ہے تو یہ دیگر انسجہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جسم کے جس مقام پر نشو وارتقاء ختم ہو جاتا ہے۔ وہاں پر الحاقی انسجہ کی کثرت ہو جاتی ہے۔ گویا ان کی کثرت بعض مقامات پر وہاں کی زندگی ختم کر دیتی ہے۔ خون میں ہر قسم کے انسجہ کے مادے پائے جاتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ جو مادہ پایا جاتا ہے وہ انسجہ الحاقی کا ہوتا ہے۔ جب انسجہ الحاقی کے مادہ میں زیادتی جاتی ہے تو جسم میں خشکی اور خون میں گاڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اعصاب وعضلات اور غدد کے افعال بگڑ جاتے ہیں اور جب اس میں کمی واقع ہوتی ہے تو جسم میں رطوبات کی زیادتی خون میں رقت اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ ہڈیوں میں خرابی اور جسم کی نشو وارتقاء رک جاتی ہے۔

بڑھاپے کے یقینی اسباب

یہ امر تو یقین کی حد تک پہنچ چکا ہے کہ بڑھاپا اور خرابی صحت کے اثرات جسم انسان میں اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتے جب تک خلیات کے افعال اور اعمال میں خرابی اور نقص واقع نہ ہو جس سے تین خرابیاں پیدا ہوتی ہیں:

❶ خلیات کی پیدائش رک جاتی ہے۔

❷ خلیات مرنے اور ضائع ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

❸ مقام خرابی اور نقص کی طرف دوران خون میں بے قاعدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

ماہرین کیمیاء وحیاتیات نے ان مسائل کی طرف توجہ دی ہے۔ان کے خیال کے مطابق:

❶ یہ معلوم کرنا کہ جسمانی خلیوں میں آخر کون سی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں جو بڑھاپے کا سبب بنتی ہیں۔

❷ یہ طے کرنا کہ بڑھاپے کے اسباب خلیوں کے باہر اس بافت سے تو تعلق نہیں رکھتے جو ان کے چاروں طرف رہتی ہے۔

❸ دوران خون کی خرابی میں خلیات کی خرابی ونقص سے دوران خون کے جذب و واقع میں بے اعتدالی واقع ہو جاتی ہے یا خون میں کیمیاوی طور پر کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔جس سے خلیات کے افعال واعمال کا توازن بگڑ جاتا ہے۔

یہ تینوں حقائق قابل غور ہیں۔کیا ے خلیوں میں صرف وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں جس سے جوانی بڑھاپے میں تبدیل ہوتی رہتی ہے یا یہ تبدیلیاں ماضی کی پیدا کردہ ہوتی ہیں۔جن سے بڑھاپے کے اثرات نمایاں ہو جاتے ہیں۔یعنی کیا گزشتہ اعمال وافعال بڑھاپے کا سبب بنتے ہیں۔ان اعمال وافعال میں جدید طرز حیات کی پیدا کردہ کشمکش اور ذہنی پریشانی بھی شامل ہوتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان پر ماحول کا زبردست اثر پڑتا ہے جو بڑھاپا لانے کا بڑ ذمہ ار ہے۔ماحول کے علاوہ بعض طبیعاتی عوامل بھی غور طلب ہیں۔مثلاً ہم سب مستقل طور پر کشش ثقل کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔زمین میں اپنے مرکز کی طرف کھینچ رہی ہے اور سب سیدھا کھڑا ہو کر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔پھر ہم مختلف موسمی تبدیلیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔دوران سفر مناظر ومتاثر اور آب وہوا کا تبدیل ہوتے رہنا اور موجودہ دور میں تیز مواصلات کی وجہ سے فوری تبدیلی بہت تیزی سے اثر انداز ہوتی ہے۔مختلف اقسام کی ہوائیں اور قسم قسم کے پانی اور ان سے بڑ فضا میں جو تابکاری پھیلی ہوتی ہے ان تیز سفروں میں نہایت شدت اختیار کر لیتے ہیں۔ویسے بھی عام زندگی میں سفر کو سیکد کہا گیا ہے۔یعنی دوزخ کی آگ ہے۔

لیکن آج کل جب کہ تیز مواصلات کے ساتھ ایٹمی دور شروع ہو گیا ہے اور تقریباً ہر ملک ایٹمی تجربات اور دھماکے کر رہا ہے اور یہ حقیقت تسلیم کی جا چکی ہے کہ تابکاری کے اثرت بے حد خوفناک ہوتے ہیں۔جس کے نمونے ہیروشیما اور ناگاساکی تباہی کے بعد اب تک ظاہر ہیں۔اس تابکاری کا تعلق یورینیم وتھوریم اور ریڈیم یا ایسے ہی کسی قسم کے دوسرے عناصر سے ہوتا ہے جن کی خوبی یہ ہے کہ ان میں خود کار شعاعیں چھوڑنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور یہ شعاعیں ظاہرہ آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ ہمارے خلیات اور اعضائے جسمانی پر اثر انداز ہوتی ہیں اور تیزی سے نقصان رساں ہوتی ہیں۔اس تابکاری کے علاوہ سورج کی شعاعیں بھی اپنے اندر تابکاری اثرات رکھتی ہیں۔ان کے علاوہ بعض دیگر اقسام کی غیر مرئی شعاعیں بھی اثرات پذیر ہوتی ہیں۔مثلاً الٹراوائلٹ (بالائے بنفشی' انفراریڈ' زیر سرخ' کوسمک ریز (کائناتی شعاعیں) وغیرہ خلیات کے مشینی وکیمیاوی اور دوران خون پر بہت کچھ دباؤ ڈالتی ہیں لیکن یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ یہ شعاعیں ہمارے جسم سے ایسے گزر جاتی ہیں جیسے ایکس ریز (شعاعیں) گزر جاتی ہیں۔عام طور پر یہ سر اور اعصاب میں داخل ہو کر پیروں سے نکل جاتی ہیں اور اپنے اثرات سے متاثر کر دیتی ہیں۔ان تاثرات کا اثر صحت اور جوانی پر یقیناً پڑتا ہے۔اس طرح یہ عوامل اور اسباب بھی جلد بڑھاپا لا سکتے ہیں۔

سائنس دان ایک عجیب وغریب مشاہدے سے پریشان ہیں کہ جب کسی نوجوان شخص کا مقابلہ کسی بوڑھے آدمی سے کیا جاتا ہے تو ظاہر میں دونوں کی شکل وشباہت اور اعضائے جسم میں بڑا فرق موجود ہوتا ہے لیکن جب دونوں کا عضوی وکیمیاوی اور دموی تجزیہ کیا جائے تو ان کے مابین کوئی فرق موجود نہیں ہوتا مگر بیرونی طور پر نمایاں اثر نظر آتا ہے۔مثال کے طور پر اگر اس مادے کا مشاہدہ کریں جو زندہ خلیے تیار کرتے ہیں جن کو

انزائم کہتے ہیں جو خمیر سے تیار ہوتے ہیں۔ ان کی سطح جوانوں اور بوڑھوں میں تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے۔ اگر دس فی صدی فرق بھی ہو تب بھی ہم اسے زیادہ سمجھیں گے۔ ممکن ہے دوسرے عناصر کی بھی یہی صورت ہو۔ ماہرین یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہ خلیوں کے چاروں طرف لپٹی ہوئی بافت کو بڑھاپے میں کیا ہو جاتا ہے۔ کم از کم دس تبدیلیاں ایسی معلوم کی گئی ہیں جو بڑھاپے کی وجہ سے خلیوں کے بالکل نزدیک واقع ہوتی ہیں۔ ممکن ہے تبدیلیاں ایک حد تک بڑھاپا لانے کی ذمہ دار ہوں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ خلیوں کے اندرونی عمل کا ہماری عمر سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ماہرین ان کے اندر باہر دونوں طرف دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے تجربات اور مشاہدات نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ انسانی بافتوں میں ایک مادہ کولیجن نام کا ہوتا ہے جو حل پذیر ہے۔ مگر جب گرم پانی میں پکایا جاتا ہے تو وہ جیلاٹین میں تبدیل ہو جاتا ہے' جسمانی درجہ حرارت پر وہ نسبتاً غیر حل پذیر ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بالکل جامد ہو جاتا ہے۔

چونکہ بڑھاپے میں حرارت عزیزی کم ہو جاتی ہے ممکن ہے یہی مادہ جامد ہو کر ضعیفی اور پیری کی صورت اختیار کر لیتا ہو۔ یہ ایک اہم مادہ ہے جو کل جسم کی پروٹین کا ایک تہائی حصہ ہوتا ہے اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہماری بافتوں میں اس مادہ کی مقدار بڑھتی رہتی ہے۔ شائد اسی وجہ سے بڑھاپے میں ہمارے خلیوں کو پوری غذا حاصل نہیں ہوتی اور ہم برابر کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی عمر جوں جوں گزرتی جاتی ہے۔ انسان اپنے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ اب اس کی یہ کوشش ہے کہ وہ اپنی عمر اور ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ اب یہ انسان کی ذاتی کوشش ہے کہ وہ اثرات سے اپنے اندر صحت و جوانی اور نشو و ارتقاء قائم رکھے یا اپنے کو بڑھاپے کی طرف دھکیل دے۔ یعنی وہ بیماریاں جو اسے لاحق ہوتی ہیں یا غذائیں جو وہ کھاتا ہے تابکاری اثرات جن سے وہ دوچار ہوتا ہے۔ ان تمام اغذیہ و اثرات اور اعمال کے اثرات کو اپنی دسترس میں رکھ کر مفید اثرات حاصل کر سکتا ہے۔ ورنہ زمانے کے اثرات اس کو بڑھاپے کی طرف کھینچتے چلے جائیں گے۔

بڑھاپے کے اسباب میں اس کے علاوہ ایک سبب وراثتی زہریلے مادے اور بچپن کے امراض بھی شامل ہیں۔ جو عمر کے ساتھ ساتھ جسم میں بڑھتے رہتے ہیں اور بہت جلد بڑھاپا پیدا کر دیتے ہیں لیکن ان صورتوں میں بھی جسم کے خلیات، ان کا ماحول اور خون کے اجزاء پہلے سے ضرور متاثر ہو چکے ہوتے ہیں۔

ان زہریلے مادوں میں سفلس وسائیکوسس اور سورا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جو مشینی طور پر جسم کے بعض خلیات میں تحریک و تیزی سے پیدا ہوتے ہیں اور کیمیاوی طور پر جس کے بعض اجزاء کی کمی و بیشی سے پیدا ہوتے ہیں اور بڑھتے جاتے ہیں۔ اس طرح بڑھاپے کی روک تھام کے لیے لازم ہو جاتا ہے کہ اوّل ان زہریلے مادوں کو خارج کیا جائے اور بچپن کے امراض سے نجات پائی جائے اور آئندہ کے لیے جسم میں نشو و ارتقاء کی صورتیں پیدا ہو جائیں اور اس طرح بڑھاپے کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

بڑھاپے کے اثرات اور علامات میں اہم شے چہرے اور جسم کی تبدیلی اور جھریاں ہیں۔ ان کے متعلق سائنس دانوں کا یہ خیال ہے کہ اس کے اسباب میں بافتوں کے اندر رہنے والے مادے "الاسٹین" میں تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں یا ایک قسم کے ترشے کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جس میں پانی کو روکنے کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہماری جلد میں دباؤ قائم رہتا ہے اور چہرے و جسم میں جھریاں اور تبدیلیاں پیدا نہیں ہو سکتیں۔

اسی طرح بعض سائنس دانوں کی تحقیقات یہ ہے کہ جسم میں پیدا ہونے والے بعض ہارمونز (کیمیاوی رس) اپنے اعضاء کی خرابی کی وجہ سے کم یا بالکل ہی پیدا ہونا رک جاتے ہیں۔ جن کا اثر خلیات اور دیگر اعضاء کی نشو و نما روک دیتا ہے اور اس کی وجہ سے بڑھاپے کے اثرات نمایاں ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں نفسیات کے ماہر اپنی تحقیقات سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسانی جذبات کی شدت خلیات اور خون میں خاص قسم کے زہر پیدا کر دیتے ہیں جن سے بڑھاپے کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ نفسیاتی اثرات ہوں یا جسمانی بہر حال زہریلے اثرات خلیات اور ان کے اعمال میں نقصان پیدا کر کے بڑھاپے کو دعوت دیتے ہیں۔

انسجہ میں مرض کی ابتداء

انسجہ (مفرد اعضاء) کے خلیات کے افعال جب طبعی طور پر اعتدال پر قائم رہتے ہیں تو مجرائے بدن میں کبھی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی' اس کا نام صحت ہے۔ اسی سے قوت اور جوانی قائم رہتی ہے۔ جب ان میں نقص و خرابی اور بے اعتدالی پیدا ہو جاتی ہے یعنی اگر کسی خلیہ کے ان صفات کے اندر کسی قسم کا فرق آ جائے تو یہ خلیہ ایسی صورت میں ضرور مریض ہوگا۔ اس کا اثر انسجہ (مفرد اعضاء) اور مجرائے جسم پر پڑے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اعضائے جسم میں خرابی اور بے اعتدالی واقع ہو جائے گی۔

بس اس حالت کا نام مرض ہے اور اس کی طرف جو صورتیں دلالت کریں ان کا نام علامات ہے۔ ضعف اور بڑھاپے کا اظہار بھی ان کی علامات سے ہوتا ہے۔

طب یونانی میں مرض کی ماہیت میں اس کی ابتداء مفرد اعضاء (انسجہ) کے مرض: ① سوئے مزاج۔ ② مرض کی ترکیب۔ ③ مرض تفرق اتصال سے شروع ہوتا ہے۔ فرنگی طب کی پیتھالوجی (ماہیت امراض) میں مرض کی ابتداء ترسب وفساد سے شروع ہوتی ہے۔ اگر فرنگی طب کے ترسب کو مرض ترکیب اور فساد کو تفرق اتصال بھی تسلیم کرلیں تو بھی سوئے مزاج ایک ایسی صورت ہے جو طب یونانی میں تو نظر اور سمجھ آ سکتی ہے مگر فرنگی طب میں اس کی کوئی صورت نہیں ہے۔ پھر ترسب میں جو صورت بیان کی گئی ہے۔ صرف اس قدر ہے کہ اس کی طرف کوئی دوسرا مادہ اکٹھا ہو جائے۔ وہ خود تندرست ہوتا ہے اور اس کے اندر باہر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور یہی حالت اس کے تمام اقسام میں قائم ہے۔ لیکن طب یونانی مرض سوئے مزاج میں مفرد اعضاء (انسجہ) کے اندر مزاج کی تبدیلی تسلیم کرتی ہے جس میں اس کے اندر کی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں اور امراض کی ابتداء ہوتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے فرنگی طب خلیہ کی اندرونی تبدیلیاں کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کرتی ہے مثلاً کسی قسم کی تبدیلی اس کی شکل میں واقع ہو جائے یا اس کی نواۃ جو مرکز یا وسط میں واقع ہے۔ اسی طرح مادہ حیات کی اپنی خاص شکل اور جائے وقوع ہے۔ ان کے طبعی اجزاء غیر طبعی مقدار میں یا غیر طبعی جگہ پر واقع یا مفقود ہوں تو خلیہ مریض سمجھا جائے گا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے مزاج میں خرابی واقع ہوگئی ہے لیکن فرنگی طب نہ اس حالت کا نام رکھتی ہے اور نہ اس کو ترسب اور فساد میں شمار کرتی ہے۔

انسجہ میں امراض کی صورتیں

ہم نے نظریہ مفرد اعضاء کے تحت انسجہ (مفرد) اعضاء میں امراض کی تین صورتیں بیان کی ہیں: ① ان کے افعال میں تیزی ہوگی جس کو ہم ان کی تحریک کا نام دیتے ہیں۔ ② اس کے افعال میں سستی ہوگی جس کو ہم ان کی تسکین کا نام دیتے ہیں۔ ③ ان کے فعل میں ضعف واقع ہوگا جس کا نام ہم اس کی تحلیل رکھتے ہیں۔ ان تینوں صورتوں کی ابتداء سوئے مزاج سے شروع ہوتی ہے اور پھر مرض ترکیب اور داخلی تفرق اتصال تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ امراض کی ماہیت اور حقیقت کے سمجھنے کا سب یہی راز ہے۔

مرض کی ابتداء سے لے کر اس کی انتہاء تک یہی سلسلہ چلا جاتا ہے۔ اس طرح طالب علم اور اطباء کو امراض کی حقیقت' ماہیت اور ان کے نتائج جو ضعف وقوت اور بڑھاپے کی صورتوں میں آسانی سے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس تو کیا کسی طریق علاج

نے بھی ان کوائف کو اس ترتیب اور خوبصورتی سے بیان نہیں کیا ہے۔ تاکہ ہم فوری طور پر مرض کو سمجھ کر ضعف وقوت اور بڑھاپے کی ماہیت وحقیقت اور اسباب کو سمجھ کر علاج کر سکیں۔ امراض کی ان تین صورتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

انسجہ میں تحریک کے امراض

کسی نسیج (مفرد عضو) میں جب تحریک پیدا ہوتی ہے تو اس کے فعل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ تحریک کی ابتداء میں تو عضو بوجہ کسی محرک کیفیت یا مادہ (عنصر) کی زیادتی یا اپنی ساخت میں کسی کیفیت یا مادہ کی کمی سے گر جاتا ہے اور اس کے مزاج میں سردی اور رطوبت میں خشکی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے اس فعل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس عضو جسم میں ابتداءً کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی البتہ اس میں خشکی کی وجہ سے وہ اپنے افعال تیزی سے انجام دینے لگتے ہیں اور خون کا دورہ اس کی طرف تیز ہو جاتا ہے۔ گویا ایک قسم طاقت کی صورت اس میں قائم رہتی ہے۔ اگر یہی صورتیں اس میں قائم رہیں اور اس کی رطوبات تمام خشک نہ ہو جائیں اور اس کا سکیڑ زیادہ بڑھے تو اس کے افعال کی تیزی سے جو اخلاط یا رطوبات یا مواد پیدا ہو رہے ہیں وہ جسم میں بڑھ جاتے ہیں جیسے جگر کے فعل میں تیزی سے صفراء، دماغ کے فعل میں تیزی سے رطوبت اور دل کے فعل میں تیزی سے ریاح کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ گویا یہ سکیڑ اعصاب وغدد اور عضلات تینوں میں ہو سکتا ہے۔ یہ کیمیاوی امراض ہیں جو مشینی طور پر اعضاء میں سکیڑ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس تحریک سے اعضاء میں جو سکیڑ پیدا ہوتا ہے اس کو طب میں ضمور اور انگریزی میں اٹروفی (ATROPHY) کہتے ہیں۔ بعض نے اس حالت کو ہزال لکھا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ ہزال تحلیل کے بعد پیدا ہوتا ہے جاننا چاہیے کہ عضو کا سکیڑ یا ضمور حجم میں عظم کے مقابلے میں ہوا کرتا ہے۔ اس میں حرارت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لیے اس حالت کو ہزال کہنا صحیح نہیں ہے۔

جب کسی عضو میں سکیڑ پیدا ہوتا ہے تو اس میں کیمیاوی طور پر ارضی مادے پیدا ہوتے اور بڑھتے جاتے ہیں۔ جن کو کلسی مادہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔ اعضاء میں کلسی مادے کی زیادتی سے کبھی ریاح کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ کبھی وہاں انسجہ میں تحریک ہو کر ان میں نشوونما شروع ہو جاتی ہیں۔ جس سے رسولیاں سلعات (Tumors) بن جاتی ہیں۔ کبھی خشکی سے اعضاء پھٹ جاتے ہیں۔ کبھی خارش شروع ہو جاتی ہے۔ کبھی دانے نکل آتے ہیں۔

جب کبھی کسی عضو میں رفتہ رفتہ یا یکبارگی یا ضربہ یا سکتہ سے خشکی ہو جاتی ہے جس میں اکثر ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا خشکی سے لے کر خارش اور دانے، سوزش و بدن پھٹنا اور سلعات و اورام سب اسی تحریک کے مشینی امراض ہیں۔ مشینی اور کیمیاوی امراض اور علامات کے فرق کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

انسجہ کی تسکین کے امراض

جب کسی نسیج (مفرد عضو) میں بلغم اور رطوبات کی زیادتی شروع ہو جاتی ہے تو اس عضو کے حجم یا انسجہ کی تعداد یا غیر عضوی مادوں کے اجتماع سے نشوونما ہو کر اس کی ساخت میں غیر طبعی بڑھاؤ پیدا ہو جاتا ہے جس کو عظم کہتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

① عظم صادق ② عظم کاذب ③ عظم اضافی

① عظم صادق: جب اعضاء کی ساخت میں طبعی طور پر بڑھاؤ پیدا ہو تو اس کو عظم صادق کہتے ہیں۔ جیسے ورزش اور محنت سے اعضائے جسم میں عظم واقع ہو جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہاں کے اعضاء میں ورزش اور محنت، خشکی کے ساتھ طلب غذا بڑھ جاتی ہے جو خون سے حاصل کرتے ہیں جس سے ان میں طبعی نشوونما ہو جاتی ہے اور یہی صالح چیز ہے۔ اس کو مرض میں شمار نہیں کیا جاتا۔ یہ مفید صورت ہے۔

② **عظم کاذب**: جب عضو کی ساخت میں بلغم یا رطوبات جمع ہوں مگر وہ اعضاء میں جذب اور جزو بدن نہ ہوں ان سے مفرد اعضاء (انسجہ) بڑھ کر نرم یا ڈھیلے ہو جائیں۔ ایسے بڑھاؤ زیادہ تر انسجہ الحاقی میں ہوا کرتے ہیں۔ چونکہ یہ غیر طبعی بڑھاؤ ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو عظم کاذب کہتے ہیں۔ جیسے جگر و طحال اور دل و پیٹ کا بڑھاؤ وغیرہ وغیرہ۔

③ **عظم اضافی**: جب کسی عضو پر کسی غیر مادہ کا بڑھاؤ پیدا ہو جائے' جیسے چربی یا غیر انسجہ کا بڑھاؤ۔ چونکہ یہ بڑھاؤ غیر طبعی ہوتا ہے اس لیے اس کو عظم اضافی کہتے ہیں۔ جیسے دل گردوں اور پیٹ پر چربی کا چڑھ جانا وغیرہ وغیرہ۔

انسجہ میں تحلیل کے امراض

جسم میں انسجہ (مفرد اعضاء) کے امراض کی تیسری صورت تحلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حرارت کی زیادتی سے جسم میں تحلیل ہوتی ہے جس سے ضعف پیدا ہو جاتا ہے جس سے انسجہ میں کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے جیسے موم بتی کے جلنے کی حرارت سے موم تحلیل ہو کر اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے یا برف اگر دھوپ میں پڑی ہو تو اس میں تحلیل اور کمی شروع ہو جاتی ہے۔ جس میں اس طرح کی تحلیل اور کمی سے ضعف کی صورت پیدا ہو کر امراض وضعف قوت اور بڑھاپا کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ جب انسجہ (مفرد اعضاء) میں تحریک یا تسکین یا تحلیل میں شدت پیدا ہو جائے۔ یہ شدت کسی بھی نسیج (اعصابی وغدی اور عضلاتی) میں واقع ہو جائے۔ بس مرض وضعف قوت اور بڑھاپا پیدا ہونا لازمی ہیں۔

صحت کے کیمیاوی اثرات

آج آپ کے سامنے ایک اور حقیقت بیان کرتا ہوں۔ یہ قدرت کا ایک قانون ہے اور صحت کا ایک راز ہے۔ قدرت کی اس حقیقت وقانون اور صحت کے راز کا نام ہے ''قوت شفا'' یہ ایک اہم حقیقت ہے اور صحت کے لیے بے حد ضروری قانون ہے۔ افسوس ہے کہ فرنگی طب اور سائنس اور بلکہ میڈیکل سائنس نے بھی اس کا کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ بلکہ اس کا طریقہ علاج بالکل اس کے خلاف ہے۔ علاج بالمثل (ہومیو پیتھی) بھی اس قانون سے ناواقف ہے۔ البتہ آیورویدک اور طب یونانی کے علاج جو قانون کی حیثیت رکھتے ہیں مگر اس کی تفصیل وتشریح اور ترتیب ولازمی حیثیت سے کبھی بیان نہیں کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قانون کے بغیر کبھی ''قوت شفا'' حاصل نہیں ہو سکتی۔ عام طور پر دست شفا کا ذکر ضرور کیا جاتا ہے۔

لیکن جب تک قوت شفا پر دسترس نہ ہو اس وقت تک دست شفا کی خوبی پیدا نہیں ہو سکتی۔ قانون شفا کے متعلق جاننا چاہیے کہ مرض بذات خود کوئی شے نہیں ہے۔ صرف صحت ایک حقیقت ہے اور اس کے قائم نہ رہنے کا نام مرض ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جھوٹ اور برائی کوئی حقیقت نہیں ہیں بلکہ حقیقت سچائی اور نیکی کا نام ہے۔ جہاں سچائی اور نیکی کی نفی ہوتی ہے وہاں پر جھوٹ اور برائی کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں صحت ایک قانون فطرت ہے جو قدرت کے ماتحت عمل کرتا ہے' جس کی تعریف یہ ہے کہ جب جسم انسان کے اعضاء خاص طور پر مفرد اعضاء انسجہ' خون' اخلاط وکیفیات اور نفسیاتی اثرات (جذبات) اعتدال پر قائم رہیں اس کا نام صحت ہے۔ جب اعضاء میں بگاڑ' خون میں تغیر اور جذبات میں خرابی واقع ہو جاتی ہے تو اس کا نام مرض رکھ دیا جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ:

① نفسیاتی بگاڑ ایک وقتی اثر ہے جو جذبات کے اثرات سے پیدا ہوتا ہے اور منٹوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ بعض وقت گھنٹوں اور دنوں تک

چلا جاتا ہے' شاذ ایسا ہوتا ہے کہ عمر بھر ایک ہی جذبہ قائم رہے۔ بہرحال ہر صورت میں اپنے اثرات خون میں چھوڑتا رہتا ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ کسی جذبہ اور نفسیاتی اثر کا اظہار کسی نہ کسی عضو کے فعل میں کمی بیشی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

۲۔ اعضائے جسم کے افعال کی خرابی جو کیفیات کے تحت پیدا ہوتی ہے وہ فوری طور پر واقع ہو۔ وہ بھی دائمی نہیں ہوتی' بلکہ گھنٹوں اور دنوں تک محدود ہوتی ہے۔ پھر خرابی کے اثر کے مطابق جلد ختم ہو جاتی ہے البتہ یہ خرابی بھی خون میں اپنا اثر چھوڑتی ہے۔ یہ دونوں خرابیاں مختلف ہیں لیکن اعضاء کے افعال میں کمی بیشی کے اظہار کی وجہ سے ایک صورت معلوم ہوتی ہے۔ ان کو جسم کے مشینی اثرات کہا جاتا ہے۔ جب تک یہ قائم رہتی ہیں۔ خون میں ان کا اثر شامل ہوتا رہتا ہے۔

۳۔ خون میں تغیر ایک دائمی تبدیلی ہے جو مشکل سے پیدا ہوتی ہے اور دیر سے ختم ہوتی ہے۔ یہ زیادہ تر مادی اثرات سے پیدا ہوتی ہے۔ جو کھانے پینے کی اشیاء کا نتیجہ ہے۔ البتہ اس میں اعضاء کے افعال اور نفسیاتی اثرات کے تحت کیفیات کے اثرات شامل ہو جاتے ہیں۔ ان کو جسم کے کیمیاوی اثرات کہا جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ جسم میں یہی تینوں قسم کے اثرات پیدا ہوتے ہیں:

(۱) نفسیاتی (۲) عضوی افعال (۳) دموی تغیرات۔ اوّل دونوں مشینی اثرات ہیں۔ تیسرا کیمیاوی تغیر ہے۔ مشینی اثرات وقتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور فوری طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔ کیمیاوی تغیرات مشکل سے پیدا ہوتے ہیں اور دیر کے ساتھ تبدیل ہوتے ہیں۔ ان کے اعتدال کا دوسرا نام صحت ہے اور اعتدال کے بگڑ جانے کا نام مرض ہے۔

جاننا چاہیے صحت کا قیام اس کیمیاوی ترتیب پر منحصر ہے جو خون میں قائم ہے۔ تمام اعضاء اس کے مطابق اپنے افعال انجام دیتے ہیں اور انسانی جذبات اس کے مطابق ابھرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں زندگی وقوت اور عادات واخلاق خون کی صحیح کیمیاوی ترتیب (مرکب) پر قائم ہیں۔ بس یہی صحت ہے اور خون کی یہ صحیح کیمیاوی ترتیب بگڑ جاتی ہے چاہے وہ بگاڑ نفسیاتی جذبات کے اثرات ہوں یا اعضاء کے افعال کی کمی بیشی سے ہو یا مادی تغیرات سے خون میں کیمیاوی تبدیلی پیدا ہو جائے۔ بہرحال خون کی ترکیب (مرکب) میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ بس یہی مرض ہے۔ اس مرض سے جسم میں جو حالات پیدا ہوتے ہیں وہی اس کی علامات ہیں۔ یہ علامات عضوی وکیفیاتی بھی ہوتی ہیں اور مادی ونفسیاتی بھی ہوتی ہیں۔ ان میں بعض شدید ہوتی ہیں اور لطیف معلوم ہوتی ہیں۔ مریض اکثر شدید علامات کی تکلیف کا اظہار کرتا ہے اور انہی کو مرض کا نام دیتا ہے۔

علاج کی صورت میں معالج بھی مریض کی تکلیف کے زیر اثر اور اپنی کامیابی کے پیش نظر انہی علامات کو رفع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اوّل تو وہ کامیاب نہیں ہوتا ہے۔ اگر کسی حد تک کوئی علامت کم بھی ہو جائے یا تکلیف رک جائے تو تھوڑے عرصہ بعد پھر نمودار ہو جاتی ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ لوٹ آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معالج ماہیت مرض سے واقف نہیں ہے۔ اور نہ ہی صحت کے صحیح قانون کا اس کو علم ہے۔ اس لیے اس کے پاس قوت شفاء نہیں ہے نہ دست شفاء رکھتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ صحت کسی علامت واثر وتکلیف کے رفع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ صحت کی اس حالت کو لوٹانے کا نام ہے' جس سے خون کی صحیح کیمیاوی ترکیب (مرکب) قائم ہو جائے یہی قوت شفاء ہے۔ جب قوت شفاء قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس سے نہ صرف اعضاء کے مشینی افعال اور خون کی کیمیاوی ترکیب درست ہو جاتی ہے بلکہ مادی وکیفیاتی اور نفسیاتی علامات واثرات اور تکالیف بھی دور ہو جاتی ہیں۔ بس اسی کا نام صحت ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سے طریق علاج میں صحت کو حاصل کرنے کے لیے قوت شفاء کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ جہاں تک فرنگی طب میڈیکل سائنس کا تعلق ہے وہ صرف ان علامات واثرات اور تکالیف کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے جو ظاہر اور باطن جسم میں اس کو معلوم ہوتی ہیں لیکن مجموعی

طور پر خون کی کیمیاوی ترتیب اور افعال الاعضاء کو کلی طور پر مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ زیادہ سے زیادہ ان کے زہروں کو خون کے اندر معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ جراثیم اور ان کا زہر خون کے اجزاء نہیں اور نہ ہی حالت صحت میں خون میں پائے جاتے ہیں۔ اگر ان کو باعث مرض قرار بھی دے دیا جائے اور ان کو انٹی سپٹک (دافع زہر) ادویات سے بھی دور کر دیا جائے تو بھی خون کی وہ صحیح کیمیاوی ترتیب پیدا نہیں ہوسکتی جس کا نام قوت شفاء ہے۔ اس کے بغیر صحت کا حصول ناممکن ہے۔

دوسرا طریق علاج، علاج بالمثل (ہومیوپیتھی) ہے اس میں سرے سے مرض کا تصور ہی نہیں ہے۔ اس کی ماہیت (پیتھالوجی) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے ہاں صحت کا کوئی مقام ہی متعین نہیں کیا گیا تو پھر بھلا وہ خون کی صحیح کیمیاوی ترکیب کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے ہاں اعضاء کے افعال وغذائی خواص اور مادی اثرات ونفسیاتی کیفیات کے جسم پر اور ان کے باہمی تعلقات پائے ہی نہیں جاتے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مریض کی کسی علامت کو رفع کرنے سے خون کے اندر صحیح کیمیاوی ترتیب پیدا ہوسکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ادویات تو مادی کی بجائے روحانی خوراکوں میں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اس صورت میں مادی شے کے اضافہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ پھر خون میں تبدیلی کیسے پیدا ہوسکتی ہے۔ اس لیے ایسے حالات میں قوت شفاء کا قائم کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہومیوپیتھی میں چند علامات کو رفع کرنے کے علاوہ کسی مزمن وپیچیدہ بلکہ حقیقی طور پر کسی مرض کا یقینی اور بے خطا علاج نہیں ہے۔ زبانی زبانی کیور کمانڈ (قوت شفاء) کا دعویٰ بے معنی ہے۔

ایلوپیتھی (فرنگی طب) اور ہومیوپیتھی (علاج بالمثل) کے علاوہ اور بھی چند چھوٹے موٹے علاج ہیں جن میں سے بایو کیمک۔ ہائیڈروپیتھی (پانی یا بھاپ سے علاج) الیکٹروپیتھی (بجلی سے علاج) کروموپیتھی (رنگوں سے علاج) فزیوپیتھی (مالش وامالہ سے علاج) سائیکوپیتھی (تجزیہ نفس سے علاج) وغیرہ وغیرہ سب فرنگیوں کی پیداوار ہیں۔ ان سب میں قوت شفاء کا نام نہیں ہے۔ اوّل تو ان کو طریق علاج کہنا ہی غلط ہے بلکہ طریق علاج کے نام کی ذلت ہے۔ صرف چند علامات کو رفع کر دینے کا نام علاج نہیں ہوسکتا۔ جیسے بعض لوگ فاقہ کرنے کو علاج کہتے ہیں۔ موسیقی کو علاج کرنے میں شامل کرتے ہیں۔ مذہبی کتب وآیات اور مذہبی عبادتوں اور منتر کو روحانی علاج کا درجہ دیتے ہیں۔ اسی طرح تعویز گنڈا اور جھاڑ پھونک کو بھی علاج میں شامل کر لیا گیا ہے۔

یہ بھی علاج کی شان کے منافی ہیں اور نہ ہی ان میں اصول صحت ہیں اور نہ یہ قانون فطرت کے مطابق ہیں۔ ان میں قوت شفاء کا پایا جانا ناممکن ہے۔ ہم نے قانون شفاء بیان کر دیا ہے۔ ہر طریق علاج کو اس کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی قوت شفاء کے اس قانون کے علاوہ کوئی اور قانون پیش کرے جس میں قوت شفاء ہو تو ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں۔

اب آپ کے سامنے دو عدد ایسے طریق علاج پیش کرتا ہوں جن کی بنیاد ہی قوت شفاء پر رکھی گئی ہے۔ کوئی صاحب علم واہل فن یا سائنس دان مندرجہ بالا قانون یا سائنس کے کسی قانون کے تحت ان کی اس قوت شفاء کی خوبی کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ہماری تحقیق قوت شفاء سے انکار کر سکتا ہے۔ یہ معجزہ ہماری تحقیقات نظریہ مفرد اعضاء کا ہے جس نے حق وباطل میں تمیز پیدا کر دی ہے۔

یہ دونوں طریق علاج جن کی بنیاد قوت شفاء پر رکھی گئی ہے۔ اصولی اور مکمل ہیں۔ پہلا طریق علاج طب قدیم کا ہے جس میں صحت کی بنیاد اخلاط اور کیفیات کے اعتدال پر رکھی گئی ہے یعنی جب تک ان کا اعتدال قائم نہیں رہتا صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ اس کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں: ❶ ان میں کمی بیشی واقع ہو جائے۔ ❷ ان کے مزاج میں خرابی اور نقص رونما ہو جائے۔ ❸ ان کے اپنے مقام میں تبدیلی ہو جائے۔

یعنی خلط اپنے صحیح مقام سے اخراج پانے کی بجائے دیگر مقام پر چلی جائے۔ یہی صحت کی بنیاد یا ماہیت مرض طب قدیم کا بنیادی قانون ہے۔ جو قانون فطرت کے تحت عمل کرتا ہے یعنی جب تک اخلاط (خون و بلغم اور صفراء و سودا) اور کیفیات (گرمی و سردی اور تری و خشکی) اعتدال پر ہیں۔ کوئی مرض پیدا نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی مرض ہو تو جسم میں ان کا اعتدال قائم کر دیا جائے تو مرض فوراً رفع ہو جائے گا۔ یہی قوت شفاء ہے۔

دوسرا طریقہ علاج ایوویدک کا ہے۔ اس میں صحت کی بنیاد بھی دوشوں (صالح اخلاط) اور پر کریتی (کیفیات) پر رکھی گئی ہے۔ اس کا بھی صحت کے متعلق یہی قانون ہے کہ جب یہ دوش اور پرکریتی اعتدال کے ساتھ قائم رہیں تو صحت قائم رہتی ہے اور جب ان کا اعتدال بگڑ جاتا ہے تو اس حالت کا نام مرض قرار دیا جاتا ہے جس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: ❶ ان میں کمی بیشی واقع ہو جائے۔ ❷ ان کے مزاج میں خرابی اور نقص واقع ہو جائے۔ ❸ ان کے اپنے مقام اخراج میں تبدیلی پیدا ہو جائے۔

آیورویدک میں بھی یہی صحت کا بنیادی قانون ہے اور یہی ان کے ماہیت مرض کی بنیاد ہے۔ طب قدیم اور آیورویدک کے اخلاط اور دوشوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ طب قدیم اخلاط کو چار تسلیم کرتی ہے اور آیورویدک دوشوں کو تین تسلیم کرتی ہے۔ جن کو وات (وایو سے ہے معنی ہوا) پت (صفراء) کف (بلغم) کہتے ہیں۔ وہ خون کو بھی تسلیم کرتی ہے جس کو رکت کہتے ہیں۔ لیکن اس کو دوش میں شامل نہیں کرتے البتہ خون کی کیمیاوی خرابی و نقص اور تغیر و تبدیلی میں دوشوں اور پرکرتی کو ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں۔ گویا عملاً چاروں کو اکٹھا ہی شمار کرتے ہیں۔ یہ کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف خون کے کیمیاوی تغیر و تبدیلی کو سمجھنے کے لیے ایسی تقسیم کی گئی ہے۔ حقیقت میں کیمیاوی تغیر و تبدیلی کی صورتیں وہی چار ہیں جن پر صحت قائم ہے اور یہی قانون قوت شفاء ہے۔

آخر میں اس مسلمہ حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ صحت کی حفاظت کے لیے جسم میں ایک قوت ہوتی ہے جو ان تمام اثرات کا مقابلہ کرتی رہتی ہے جو جسم کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ ان اثرات میں نفسیاتی و کیفیاتی اور مادی و جراثیمی اثرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جب تک یہ قوت قائم رہے صحت قائم رہتی ہے۔ جب یہ قوت کمزور ہو جاتی ہے تو کوئی مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اس قوت کا نام مدافعت ہے۔ جس کو ایلوپیتھی میں ایمونٹی۔ ہومیوپیتھی میں وائٹل فورس۔ آیورویدک میں من۔ علم نفسیات میں نفس ناطقہ اور ادبی زندگی میں مائنڈ کہتے ہیں۔ اس کا مقام بھی جسم میں خون ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ طب قدیم نے اس کو طبی روح کہا ہے۔ جو اخلاط کے لطیف بخارات سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی جسم کی حفاظت کرتی ہے۔ ماڈرن میڈیکل سائنس نے تسلیم کیا ہے کہ خون میں سالڈ اینڈ لیکوئڈ (ٹھوس و سیال) مادوں کے علاوہ گیسیں (بخارات) بھی اس کے اجزاء ہیں جن میں آکسیجن، کاربن اور ہائیڈروجن وغیرہ قابل ذکر ہیں اور جب ان کے کیمیاوی تناسب میں فرق پڑ جاتا ہے تو صحت کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے۔ ہم روزمرہ زندگی میں بھی عام طور پر ایک دوسرے سے یہی دریافت کرتے رہتے ہیں "آپ کا مزاج کیسا ہے؟"۔ "آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" یہ اس صحت کے توازن کا ہی ذکر ہوتا ہے جو کیمیاوی تناسب سے ہی قوت مدافعت قائم رکھتی ہے۔ بس جس قانون کے تحت یہ قوت صحت کو قائم رکھتی ہے اسی کا نام قانون قوت شفاء ہے۔ اسی سے حقیقت شفاء پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ اخلاط یا خون اور اس کے دیگر اجزاء ہی جسم و اعضاء خصوصاً مفرد اعضاء کی غذا بنتے ہیں۔ بلکہ مفرد اعضاء مجسم اخلاط ہیں۔

بس مفرد اعضاء (انسجہ ٹشوز) کے افعال کے اعتدال ہی سے قوت شفاء کا قانون عمل میں رہ سکتا ہے۔ صرف طب قدیم اور آیورویدک ہی ایسے طریق علاج ہیں جنہوں نے غذا کے ہضم سے لے کر اخلاط یا خون اور اس کے دیگر اجزاء کے بننے تک پھر ان سے ہی مفرد اعضاء مجسم ہوتے ہیں۔ جن کو ماڈرن میڈیکل سائنس میں ٹشوز (انسجہ) کہتے ہیں اور یہ ٹشوز (انسجہ) جسم کے ابتدائی حیوانی ذرات سے تیار ہوتے ہیں جن کو خلیات (سیلز) کہتے ہیں جس کا واحد خلیہ (سیل) ہے۔ بس یاد رکھیں کہ اسی حیوانی ذرہ کا اعتدال عمل قانون شفاء کی اولین اکائی ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ اخلاط اور خلیات دونوں کیمیاوی اور مشینی طور پر زندگی اور صحت کو قائم رکھتے ہیں۔ صرف کسی ایک علامت کو رفع کر دینے سے کبھی صحت قائم نہیں رہ سکتی ہے۔ بلکہ قانون قوت شفاء پر پوری طرح عبور حاصل کر لینے اور اس پر قابو پا لینے سے ہی شفاء کاملہ پیدا ہو سکتی ہے۔

بڑھاپے کے تغیرات

بڑھاپے کو جب تک پورے طور پر ذہن نشین نہ کر لیا جائے اس وقت تک یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ بڑھاپا قابل علاج ہے یا نہیں۔ بڑھاپا تب پورے طور پر ذہن نشین ہو سکتا ہے جب اس کا پوری طرح اندرونی اور بیرونی طور پر تجزیہ کیا جائے۔ یہ تجزیہ وہ تغیرات ہیں جو بڑھاپے میں اندرونی اور بیرونی طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ انہی تغیرات سے ہم ان حقائق کو ذہن نشین کر سکیں گے۔ جن سے بڑھاپا انسانی جسم میں داخل ہوتا ہے اور ان کی وہ تمام صحت و قوت اور جوش و جذبات کو ختم کر کے خود قابض ہو جاتا ہے۔

بڑھاپے کے بیرونی تغیرات

اگر ایک بوڑھے انسان کو غور سے دیکھا جائے تو ظاہری طور پر قد وبت اور بناوٹ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا البتہ اس کے سر، چہرے اور جسم کے بال سفید ہوتے ہیں۔ چہرے اور جسم پر جھریاں پائی جاتی ہیں۔ بینائی وشنوائی اور گویائی کمزور ہوتی ہے۔ کچھ کمر جھک گئی ہوتی ہے۔ حرکات جسم میں مشکلات' چلنے پھرنے میں بوجھ اور دقت کے ساتھ سلامت روی پائی جاتی ہے۔ ہر قول وفعل میں جوش وجذبات میں تیزی کے بجائے سلامت پسندی نظر آتی ہے۔ غرض ایک ظاہری تغیر نظر آتا ہے۔ جو نوجوان انسان میں بالکل نہیں پایا جاتا۔ اگر یہ تغیر کسی بوڑھے انسان میں ختم ہو جائے تو وہ بھی پہلے جیسا جوان بن جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی تغیر ہی مشکل نظر آتا ہے۔ اگر اس تغیر پر قابو پا لیا جائے تو یقیناً بڑھاپا قابل علاج ہے۔ اس تغیر کا اس وقت تک پورے طور پر علم نہیں ہو سکتا جب تک اندرونی تغیرات کا علم نہ ہو جو انسان کے اندر جسم اور خون میں پیدا ہوتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں وہ تغیرات جو مشینی طور پر اعضاء میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان جسم اور خون کا بنا ہوا ہے اور انہی میں روح ہوتی ہے اور جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اندرونی تغیرات اپنے اندر بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

بڑھاپے کے اندرونی تغیرات

غذا ہضم ہو جانے کے بعد خون بن جاتا ہے تو یہی خون دل سے جسم کی طرف دھکیلا جاتا ہے تا کہ جسم کی خوراک بن کر جزو بدن بنے۔ یہ خون دل کے سکڑنے اور پھیلنے سے پمپ کی طرح شریان میں پھیلتا جاتا ہے پھر دیگر شریانوں کے ذریعے تمام جسم میں پھیل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بال سے باریک شریانوں میں پہنچ جاتا ہے۔ جن کو عروق شعریہ (کیپلریز) کہتے ہیں۔ یہاں سے یہ جسم پر شبنم کی شکل میں ترشح پاتا ہے۔ جس کو جسم جذب کر کے جذو بدن بنا لیتا ہے اور جسم میں جذب ہو جانے کے بعد جو رطوبت وہاں پر باقی بچ جاتی ہے وہ پھر جذب ہو کر دل میں پہنچ جاتی ہے۔ تندرستی میں یہ سلسلہ قائم رہتا ہے۔ دل جو خون روانہ کرتا ہے وہ جب ترشح پاتا ہے تو اس وقت وہ پہلے ان غدد سے گزرتا ہے جو عروق شعریہ کے سروں پر لگے ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ جب خون غدد میں داخل ہوتا ہے تو وہ ویسے ہی وہاں سے ترشح نہیں پاتا بلکہ وہاں پر خون میں تین کیمیاوی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں:

① خون میں حرارت سے پختگی پیدا ہوتی ہے۔

② خون میں صفائی ہوتی ہے جس خون میں پختگی پیدا نہیں ہوتی وہ وہاں سے واپس خون میں شریک ہو جاتا ہے۔

(۳)　جو خون پختہ ہو جاتا ہے وہ جسم میں ترشح پاتا ہے۔

بالکل وہی عمل جو جگر اور گردے انجام دیتے ہیں اور یہ غدد بھی ان کے ماتحت ہیں۔ اس لیے ان کے مطابق اور ان کے ساتھ ساتھ ہی اپنے اعمال انجام دیتے ہیں۔ ان میں فرق یہ ہے کہ جس جس مقام اور جس جس عمل کے لیے ان کو مقرر کیا گیا ہے جیسے جگر اپنی رطوبات میں صفراء بنا کر خارج کرتا ہے اور گردے پیشاب پیدا کر کے خارج کرتے ہیں یہی صورتیں بانقراس و غدد امعاء اور دیگر تمام جسم کے غدد انجام دیتے ہیں۔

جسم پر رطوبت ترشح ہو جانے کے بعد جو جذب ہو کر بچ جاتی ہے وہ وہاں سے غدد ہی کے ذریعے جذب ہو کر عروق جاذبہ کے ذریعے دل میں پہنچ کر خون میں مل جاتی ہے۔ یہاں پر بھی غدد جاذبہ میں کیمیاوی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں:

(۱)　رطوبت میں خمیر پیدا ہوتا ہے اور وہ رطوبت جو کیمیاوی طور کھار (الکلی) ہوتی ہے تیزاب یا ترشی (ایسڈیٹی) میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

(۲)　جس رطوبت میں ترشی پیدا نہیں ہوتی وہ وہاں قائم رہتی ہے اور وہاں پر اکٹھی ہوتی جاتی ہے۔

(۳)　جو رطوبت ترشی میں تبدیل ہو جاتی ہے وہ کیمیاوی طور پر عروق جاذبہ میں چلی جاتی ہے پھر یہی ترشی جب جا کر خون میں شریک ہوتی ہے تو دل کے فعل میں انقباض پیدا کر کے اس کو تیز کر دیتی ہے۔ اس سے خون میں گاڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے دل کے انقباض کے ساتھ تمام جسم کے عضلات میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی عمل سے معدہ کے عضلات کی رطوبات جذب ہو کر وہاں سے اعصاب میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے بھوک لگتی ہے۔ عضلات کے اس انقباض سے نہ صرف معدہ کے عضلات میں تیزی آتی ہے بلکہ تمام جسم کے عضلات متاثر ہوتے ہیں۔ یہ دوران خون کا کیمیاوی عمل ہے۔

جوانی وصحت اور طاقت کی صورت میں دل بہت تیزی سے خون پھینکتا ہے، جگر، گردے اور دیگر غدد اپنی قوت سے وہاں پر پختگی پیدا کرتے اور خارج کرتے ہیں۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین کر لیں کہ جو رطوبات اخراج پاتی ہیں وہ اس وقت تک اخراج نہیں پاتیں جب تک اعصاب میں تیزی اور طلب پیدا نہ ہو۔ اسی طرح غدد جاذبہ بہت اچھی طرح رطوبات کو جذب کر کے دل وخون میں شامل کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ غدد جاذبہ بالکل وہی کام کرتے ہیں جو طحال کرتی ہے بلکہ اس کے مطابق کرتے ہیں۔ فرق صرف مقام اور کام کا ہے جیسے کہ غدد کے بیان میں لکھا جا چکا ہے۔

جب تک یہ سلسلہ قائم رہتا ہے اس وقت تک جوانی وصحت اور قوت قائم رہتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اعضائے رئیسہ و شریفہ اور خادمہ اپنی پوری قوت سے کام کرتے ہیں لیکن جب مشینی یا کیمیاوی طور پر کسی مقام اور عمل میں نقص پیدا ہو جاتا ہے تو وہاں پر خرابی اور مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے جسم میں سوزش وسکون اور ضعف پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں جسم انسان کے اندرونی تغیرات بس یہیں سے بڑھاپے کی ابتداء ہوتی ہے اور اس کے اثرات اور علامات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

مشین میں تحریک

ہر قسم کی مشین چلنے اور چلانے میں کسی قسم کی تحریک لازمی امر ہے۔ یہ مشینیں ہاتھ سے چلنے والی ہوں جیسے چکی و چرخہ یا گھوڑے گدھے اور بیل اونٹ سے چلنے والی ہوں۔ جیسے تانگے رہڑے خراس اور گدے یا تیل اور پٹرول گیس و بجلی سے چلنے والی مشین و ریل گاڑیاں اور کاریں و ہوائی جہاز وغیرہ کے لیے محرک لازمی ہیں۔ ان کے بغیر کوئی بھی مشین خود بخود نہیں چل سکتی' البتہ ان مشینوں کے چلنے سے بعض خودکار نظام کام کرتے ہیں۔ جیسے ریل گاڑی اور موٹر کار چلنے کے ساتھ ساتھ بجلی بھی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ جس سے ان میں روشنی کی جاتی ہے' بعض اوقات اسی بجلی سے [illegible]

گاڑیاں اور موٹر کاریں چلائی جاتی ہیں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر مشین کے لیے ایک محرک کی ضرورت یقیناً لازمی ہے۔ اگر کسی مشین کی حرکت سے بجلی یا گیس پیدا کی جائے تو اس سے بھی خودکار تحریک کا کام لیا جاتا ہے۔ بعض مشینوں میں کئی کئی خودکار آلے لگے ہوتے ہیں جو مشینوں کے اندر ضرورت کے مطابق اپنے وقت پر کام کرتے ہیں۔ اگر ان میں نقص پیدا ہو جائے تو مشین خراب ہو جاتی ہے اور رک جاتی ہے۔ گویا کسی مشین کے لیے محرک کا ہونا قانونِ فطرت ہے۔

انسانی مشین میں تحریک

مشین چلانے میں کسی محرک کی طرح انسانی مشین کے لیے بھی لازماً ایک مؤثر محرک کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر اس محرک کے نہ تو انسان کی مشین کی ابتداء ہوتی ہے اور نہ ہی انسانی مشین کا تسلسل جاری رہتا ہے۔ اگر اس محرک کے عمل اور اثر میں کمی بیشی اور توڑ پھوڑ واقع ہو جائے تو اس حالت کو انسانی مشین کی خرابی کہتے ہیں۔ جس کا نام مرض اور بیماری ہے اور اس کے عمل و اثر میں سستی و ضعف اور بگاڑ پیدا ہو جائے تو اس کا نام بڑھاپا ہے۔ عمل اور اثر میں کمی بیشی اور توڑ پھوڑ تو درست کی جاسکتی ہے لیکن جب عمل و اثر کی پیدائش میں سستی و ضعف اور بگاڑ واقع ہو جائے تو اس کا درست کرنا انتہائی مشکل بلکہ آج تک ناممکن ہے' کیونکہ ان کی درستی کے لیے لازمی امر ہے کہ جو پرزہ گھس گیا ہے اس کو نیا لگایا جائے یا اس کو مکمل پورا (ویلڈ) کیا جائے۔ دونوں صورتیں کی تو جاسکتی ہیں' مگر دونوں صورتیں انتہائی مشکل ہیں۔ آج تک یہ دونوں کوششیں کی گئی ہیں لیکن یقینی کامیابی نہیں ہوئی' بلکہ بعض حالتوں میں نقصان زیادہ ہوا ہے۔

جہاں تک نئے اعضاء کے بدلنے کا تعلق ہے اس کے لیے بھی دو صورتیں ہیں' اوّل جسم میں ایسے پیوند لگائے جائیں جن سے جوانی کی قوت پھر لوٹ آئے اور انسان کے سست و ضعیف اور بگڑے ہوئے پرزے (اعضاء) پھر درست ہو کر نئے ہو جائیں اور جوانوں کے اعضاء کی طرح اپنا کام شروع کر دیں۔

پیوند کی صورت میں زیادہ تر انسان میں جوان انسان یا بندر اور دیگر حیوانات کے اعضاء کے پیوند لگائے گئے اور یہ پیوند زیادہ تر خصیوں اور دیگر جنسی اعضاء کے لگائے گئے۔ اس میں وقتی طور پر چند دنوں کے لیے کامیابی تو ہوئی مگر مکمل طور پر کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ اسی طرح اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ بوڑھوں میں جوان انسانوں یا بندروں اور دیگر حیوانوں کے اعضاء مکمل طور پر لگا دیئے جائیں۔

ایسے بہت سے تجربات کیے گئے۔ مگر مکمل اور یقینی کامیابی نہیں ہوئی البتہ بعض اعضاء جو تبدیل کیے گئے چند روز کام کرنے کے بعد ختم ہو گئے اور بعض چند ماہ تک کام دیتے رہے۔ لیکن جسم کا ساتھ نہ دے سکے۔ اور موت کا باعث بن گئے۔

یہ تصور تو صحیح ہے کہ زندگی کے لیے دیگر اعضاء کی نسبت دل کا مضبوط ہونا لازمی امر ہے۔ اگر انسان میں ضرورت کے مطابق دل بدل دیئے جائیں تو یقیناً انسان اگر ہمیشہ کے لیے نہیں تو دو چار سال تو ضرور زندہ رہ سکتا ہے کیونکہ دل جسم انسان میں ایسا مرکزی عضو ہے جو نہ صرف اپنی کثرت کار کی وجہ سے کمزور ہو جاتا ہے بلکہ جسم کے اندرونی اور بیرونی احساسات و ادراکات اور جذبات سے ہر گھڑی متاثر ہوتا رہتا ہے۔ تبدیل کرنے والے دل کو جوان اور مضبوط تو ضرور تلاش کیا جاتا ہے۔ مگر نظریہ مفرد اعضاء کے تحت صرف دل کا مضبوط ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس پر جو دو پردے لگے ہوتے ہیں جن میں سے ایک اعصابی ہوتا ہے اور دوسرا غدی ہوتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک پردہ بھی کمزور ہو گا تو بھی دل کمزور ہو گا اور پوری طرح کام نہیں کرے گا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اعصاب جسم میں نہ صرف احساس کا کام کرتے ہیں بلکہ جسم میں جڑ کا کام بھی دیتے ہیں۔اسی طرح جسم میں غدد غذا کے ساتھ حرارت بھی پہنچاتے ہیں۔اس لیے مکمل دل کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔

تحریک زندگی

انسانی زندگی کی ابتداء نطفہ سے ہوتی ہے جس میں زندہ کرم ہوتے ہیں۔جن کو کرم منی کہتے ہیں۔وہ عورت کے جنسی عضو میں داخل ہوکر وہاں گردش کرتا ہے۔جلد یا بدیر اس کا ملاپ عورت کی جنسی رطوبت سے ہوتا ہے جس میں ننھے ننھے بیضے ہوتے ہیں جن کو بیضہ انثیٰ کہتے ہیں۔جب کرم منی کا ملاپ بیضہ انثیٰ سے ہوتا ہے تو کرم کا سر بیضہ انثیٰ میں داخل ہو جاتا ہے۔اس طرح وہ زندگی کی اولین تحریک کا باعث ہوتا ہے۔اس کے ساتھ ہی بیضہ انثیٰ میں نشوونما اور ارتقاء شروع ہو جاتا ہے۔

تقسیم تخم انسان

مرد اور عورت کے اجزائے تناسلی یعنی تخم انسان (کرم منی) اور عورت کا انڈا بیضہ انثیٰ صرف ایک ایک سیل یا خلیہ کے بنے ہوتے ہیں۔ چونکہ ہر نباتات یا حیوانات کا جسم پہلے ایک ذرہ یا خلیہ سے بننا شروع ہوتا ہے۔اس لیے انسان بھی ایک ہی خلیہ سے پیدا ہوتا ہے۔جب نطفہ قرار پا جاتا ہے یا حمل ٹھہر جاتا ہے تو اس میں ساتھ ہی کئی تبدیلیاں ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔پہلے غلاف کے اندر ہی اندر اس کی زردی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے پھر دو سے چار اور چار سے آٹھ حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے جس کے باہم ملنے سے ایک دانہ دار خوشہ مثل دانہ شہتوت کے بن جاتا ہے۔پھر رفتہ رفتہ یہ خوشہ پھولنا شروع ہو جاتا ہے۔پھر نطفہ بن کر ذیل کے تین طبقات میں تقسیم ہو جاتا ہے۔پہلا طبقہ بیرونی، دوسرا طبقہ درمیانی اور تیسرا طبقہ اندرونی کہلاتا ہے۔یوں ان تینوں طبقوں میں انسانی جسم تقسیم ہو جاتا ہے:

1. بیرونی طبقہ سے زیادہ تر دماغ، حرام مغز، جلد، اعصابی جھلی، آلات خواس خمسہ اور تمام جسم کے اعصاب بنتے ہیں۔
2. درمیانی طبقہ سے گردے وجگر اور لبلبہ ودیگر غدد وغیرہ اور تمام جسم کے غشائے مخاطی اور جلد کا کچھ حصہ وغیرہ بنتا ہے۔
3. اندرونی طبقہ سے عضلات اور عروق اور ساتھ ہی ساتھ الحاقی مادہ اور اس سے ہڈیاں وکریاں اور بال وناخن وغیرہ بنتے ہیں۔

اس طرح حلقہ (جونک) جنین بن جاتا ہے اور مکمل بچہ بن کر ماں کے پیٹ سے اخراج پاتا ہے۔جو اکثر نو ماہ بعد پیدا ہوتا ہے۔یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ انسان کے جسم کی ابتدا الحاقی مادہ سے ہوتی ہے۔پھر وہ ترقی کر کے عضلاتی واعصابی اور غدی مادوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

زندگی کی ابتداء

مفرد اعضاء کا ہر ذرہ اپنے اندر زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات رکھتا ہے اس کو خلیہ کا کیسہ کہتے ہیں۔ان خلیات کے مجموعہ کا نام نسیج ہے۔ یہی مفرد اعضاء کی ابتداء ہے۔گویا ہر مفرد عضو اپنے اندر لاکھوں اور کروڑوں زندہ ذرات رکھتا ہے جن میں تغذیہ وتصفیہ اور تسنیم وتنبیہ کی تمام قوتیں پائی جاتی ہیں۔لیکن ان سب کی پیدائش اس کرم منی سے ہوتی ہے جو مرد کے مادہ منویہ میں پیدا ہوکر جسم سے جدا ایک زندہ ذرہ اور کیسہ بن جاتا ہے۔ گویا کرم منی ایک اولین ذرہ ہے جس میں زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات ہیں جو انسان کے جسم سے جدا ہوکر تیار ہوتا ہے اور تخم کی حیثیت سے آئندہ انسانی زندگی کی ابتداء کرتا ہے۔اسی طرح عورت کے مادہ منویہ سے بھی ایک ذرہ یا کیسہ تیار ہوکر جدا زندگی کا حامل ہوتا ہے اور اپنے اندر تخم کی حیثیت رکھتا ہے مگر دونوں جدا جدا بے معنی ہوکر رہ جاتے ہیں کیونکہ کرم منی کا کام تحریک دینا اور بیضہ انثیٰ کا کام تحریک حاصل کرنا ہے۔

دوسرے الفاظ میں کرم منی کو اپنی نشوو ارتقاء کے لیے غذا کی ضرورت ہے اور بیضہ انثیٰ کا کام غذا مہیاء کرنا ہے اور دونوں کے ملاپ سے انسان پیدا ہوتا ہے۔

یہ سوال قابل ذکر ہے کہ کیا کرم منی میں پوری قابلیت ہے کہ وہ خود غذا اور ضروریات زندگی حاصل کر کے بغیر بیضہ انثیٰ کے مکمل انسان بن سکتا ہے۔ یا بیضہ انثیٰ میں یہ پوری قابلیت ہے کہ وہ تحریک حاصل کرنے کے بعد بذات خود مکمل انسان بن سکتا ہے۔ یہ حقیقت ابھی تحقیق طلب ہے' البتہ آدم کی پیدائش اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں کرم اور بیضہ انثیٰ مناسب ماحول اور مناسب تحریک سے مکمل انسان بن سکتے ہیں۔ بہر حال یہ حقیقت یقینی ہے کہ زندگی کے لیے کسی تحریک کی ضرورت لازمی ہے۔ اور یہی صفت کرم منی میں ہے کہ وہ باعث تحریک ہے یا خود ہی مکمل انسان بن جاتا ہے۔ جہاں تک بچہ کی ملکیت کا سوال ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا باپ اس کا مالک ہے تو اہمیت کرم منی کو ملتی ہے اور جہاں تک وراثت کا تعلق ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ماں اور باپ دونوں کے اثرات بچے میں پائے جاتے ہیں تو بیضہ انثیٰ کو بھی کچھ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کرم منی کا بیضہ انثیٰ میں داخل ہو کر اسے بارآور کرنا یہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ مرد کے مادہ تولید میں قوت عاقدہ اور عورت کے مادہ تولید میں قوت منعقدہ ہوتی ہے۔ مقام غور ہے کہ قدیم اطبائے یونان کا یہ مشہور و معتبر قول کس قدر صحیح ہے کہ آج صدیوں کی علمی تحقیقات کے بعد بھی اس پر مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہے کہ کرم منی انسانی زندگی کے لیے اولین محرک ہے اور اس کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا ذرہ ہے جس میں زندگی کے ساتھ روح و حرارت اور رطوبت بھی ہے اور اسی کی روح ہی بیضہ انثیٰ میں باعث تحریک ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیضہ انثیٰ میں حرارت اور رطوبت تو ہے مگر محرک روح نہیں ہے جو کرم منی سے اثر انداز ہوتی ہے اور انسان اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔

محرکاتِ زندگی

انسانی زندگی کا اولین محرک کرم منی ہے اور جب انسان کی پیدائش ہوتی ہے تو اس کے جسم کی مشین باقاعدہ کام کرتی ہے۔ جس کے ساتھ غذا ہضم ہوتی ہے' خون دودھ پانی اور دیگر محلولات پیتا ہے' رطوبات اور ادرارات کا اخراج ہوتا ہے' انسان بچپن سے جوانی اور پھر بڑھاپے کی طرف چلا جاتا ہے۔ ان افعال و اعمال سے پتہ چلتا ہے کہ اس مشین کو چلانے کے لیے ضرور کچھ محرکات کام کرتے ہیں۔ جن سے نہ صرف جسم انسانی کی مشین چلتی ہے بلکہ صحت اور قوت قائم رہتی ہے اور جب یہ محرکات کمزور یا ختم ہو جاتے ہیں تو انسان نہ صرف بیمار' کمزور اور بوڑھا ہو جاتا ہے بلکہ اس کی زندگی بھی جلد ختم ہو جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ محرکات کیا ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محرکات کیمیاوی اعمال ہیں جو انسانی مشین کی خود کار صورت سے پیدا ہوتے رہتے ہیں' اور پھر یہی کیمیاوی محرکات انسانی مشین کو چلاتے ہیں۔ جہاں تک انسانی مشین کا تعلق ہے' اس میں ہمیں حیاتی اعضاء صرف تین نظر آتے ہیں۔ جن کو ہم اعضائے رئیسہ کہتے ہیں جو دل، دماغ اور جگر کے نام سے مشہور ہیں۔ ظاہرہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں اعضائے رئیسہ خون کے اثرات و افعال سے زندہ اور حرکت میں ہیں لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ خون میں چند ایسے اجزاء بھی پائے جاتے ہیں جو دل، دماغ اور جگر کو حرکت میں رکھتے ہیں اور اگر خون میں سے کسی ایک عضو رئیس کا محرک کم ہو جائے تو اس کی حرکت میں کمی آ جاتی ہے۔ گویا کہ ان اعضائے رئیسہ کے محرکات کیمیاوی طور پر جسم میں تیار ہو کر ان کو عمل میں رکھتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ محرکات کیا ہیں؟

محرکات جسم انسان

دل عضلاتی عضو ہے۔ عضلات مفرد اعضاء میں شریک ہیں جن کی تربیت زندہ انسجہ (ٹشوز) سے ہوتی ہے جس کا ہر ذرہ زندہ اور حیوانی

خصوصیات کا حامل ہے۔ گویا دل کا ایک ایک ذرہ زندگی اور حرکت میں ہے۔ اس لیے دل میں فطری طور پر حرکت پائی جاتی ہے۔ دوسرے دل کو حرکت میں رکھنے کے لیے خون بھی ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تیسرے نسیم (آکسیجن) بھی اپنی تحریک سے دل کو حرکت میں رکھتی ہے۔ چوتھے نفسیاتی طور پر دل کا تعلق دو قسم کے جذبات کے ساتھ ہے۔ اوّل خوشی، دوم غم۔ انسانی زندگی میں انہی دونوں جذبات کی کثرت ہے یعنی انسان کسی شے کے حصول سے خوش ہوتا ہے اور کسی چیز کے نہ ملنے سے اس کو غم ہوتا ہے اور جذبات ہمیشہ غیر شعوری طور پر رونما ہوتے ہیں۔ یہ دونوں جذبے بھی دل کو ہر گھڑی حرکت میں رکھتے ہیں۔ پانچویں بعض اغذیہ اور بعض ادویہ بھی دل کو خاص طور پر حرکت دینے کا سبب بنتی ہیں۔

چونکہ دل جسم انسان میں ایک اہم عضو ہے اور اس کے حرکت میں رہنے سے ہی انسانی جسم کی زندگی قائم ہے۔ اس لیے دل کو حرکت میں رکھنے کے لیے یہ سب صورتیں اختیار کی گئی ہیں۔ ان صورتوں کے علاوہ وہ کیمیاوی رطوبات ہیں جو جسم میں بعض غدد کے کیمیاوی اعمال سے تیار ہو کر دل کو تحریک اور تقویت دیتی ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ کیمیاوی رطوبات اپنا عمل کم کر دیں تو نہ صرف دل کی حرکات میں کمی آ جاتی ہے بلکہ وہ کمزور بھی ہو جاتا ہے۔ یہ کیمیاوی رطوبت اس مواد سے تیار ہوتی ہے جو رطوبت خون سے ترشح اور جذب ہونے کے بعد باقی بچتی ہے۔ پھر غدد جاذبہ سے جذب ہو کر وہاں ان میں ایک خاص قسم کا خمیر تیار ہوتا ہے۔ پھر یہی خمیر شدہ رطوبت عروق جاذبہ کے ذریعے دل میں گر کر اس کے خون میں شامل ہوتی ہے جس سے خاص طور پر دل میں حرکت اور تقویت پیدا ہوتی ہے۔ بار بار کے تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ اس رطوبت کی پیدائش میں کمی واقع ہو جائے تو نہ صرف دل کی حرکات اور طاقت میں کمی آ جاتی ہے بلکہ بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کیمیاوی رطوبت کا جوانی کے ساتھ بہت دخل ہے۔ یہ کیمیاوی رطوبت کیا ہے اور جسم میں کیسے تیار ہوتی ہے اور اس کا اثر کس طرح ہوتا ہے اس کے متعلق آج تک کی معلومات درج ہیں۔ چونکہ یہ رطوبات غدد جاذبہ میں تیار ہوتی ہیں جن کا مرکز طحال ہے اس لیے پہلے ان کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

غدد جاذبہ

جسم میں جو رطوبات پڑی رہتی ہیں ان کو جذب کرنے کے لیے خاص قسم کی گلٹیاں یہ افعال انجام دیتی ہیں جن کو غدد جاذبہ (لمفے ٹک گلینڈ) کہتے ہیں۔ یہ چھوٹی بڑی گلٹیاں ہیں جو عروق جاذبہ اور عروق کیلوسہ کی راہ میں سر سے پاؤں تک پائی جاتی ہیں۔ یہ چپٹی، بیضوی یا گول ہوتی ہیں۔ ان کی رنگت کاٹنے پر خاکستری سرخی مائل ہوتی ہے۔ ان غدد کے اندر منجذب لمف اور کیلوس آ کر ایک تغیر حاصل کر کے خون میں ملنے کی قابلیت حاصل کر لیتے ہیں۔ عروق جاذبہ مختلف مقامات پر ان غدد جاذبہ کے درمیان سے گزرتی ہے۔ ہر ایک گلٹی کے اندر بے شمار خانے ہوتے ہیں اور جب عروق جاذبہ ان غدد کے اندر داخل ہوتی ہیں تو وہ بہت باریک باریک شاخوں میں منقسم ہو جاتی ہیں جن کو عروق داخلہ کہتے ہیں اور پھر وہ باریک باریک شاخیں باہم مل کر ایک یا دو رہ جاتی ہیں جو غدہ یا گلٹی سے خارج ہو جاتی ہے۔ تب اس کو عروق خارجہ کہتے ہیں۔ پس عروق جاذبہ کی تمام رطوبت (لمف) ان غدد میں سے چھن کر نکلتی ہے اور خون میں جا کر ملتی ہے اور اگر اس میں کوئی موذی یا زہریلا مادہ موجود ہو تو وہ ان غدد یا گلٹیوں میں رہ جاتا ہے اور خون میں داخل نہیں ہونے پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب انگلی یا ہاتھ پر کوئی زخم آ جاتا ہے تو اس میں زہریلا مادہ سرایت کر جاتا ہے اور عروق جاذبہ کے راستے وہ بازو کی طرف جاتا ہے تو بغل کے غدد جاذبہ اسے روک لیتے ہیں اور خون میں داخل نہیں ہونے دیتے جس کے سبب وہ خود تو متورم ہو کر دردناک ہو جاتے ہیں لیکن سارے خون کو زہریلا نہیں ہونے دیتے۔ اسی طرح سوزاک یا آتشک میں یا مرض طاعون میں کنج ران کے غدد جاذبہ زہریلے مادہ کو اپنے اندر جذب کر کے متورم ہو جاتے ہیں جس کو عام طور پر بدکہا جاتا ہے۔

انہی غدد جاذبہ میں ہی دانہائے لمف (لمفو سائٹ) بنتے ہیں۔ جو درحقیقت سفید دانہائے خون (لیوکوسائٹ) ہوتے ہیں جن عروق میں یہ فعل انجام پاتا ہے انہیں عروق جاذبہ کہتے ہیں لہٰذا ان کا ذکر بھی ضروری ہے۔

عروق جاذبہ

انہیں عروق مصاصہ (ایب سار بینٹس) اور انگریزی میں لمفے ٹکس کہتے ہیں۔ یہ اس آبی رطوبت (لمف، رطوبت طلیہ) کو جذب کر کے خون میں شامل کر دیتے ہیں۔ جو جسمانی ساختوں پر خون سے ترشح پاتی ہے جہاں یہ رطوبت ترشح پاتی ہے۔ وہاں پہلے بال سے باریک عروق جاذبہ بنتی ہیں جن کو عربی میں ''مرابض'' اور انگریزی میں ''لمفے ٹک کیپلریز'' کہتے ہیں۔ پھر ان سے رفتہ رفتہ ذرا بڑے عروق یا نالیاں بن جاتی ہیں۔ جنہیں طب میں رواضع وسواقی اور جداول کہتے ہیں۔ اس قسم کی سب سے بڑی نالی کو طب میں مجریٰ صدر اور انگریزی میں تھوریسک ڈکٹ کہتے ہیں۔ عروق جاذبہ کی ساخت بھی مثل وریدوں کے ہوتی ہے اور وریدوں کی طرح ان میں بھی کواڑ ہوتے ہیں بلکہ کواڑوں کی کثرت کی وجہ سے ان کی شکل تسبیح کے دانوں کی طرح گرہ دار ہوتی ہے۔

رطوبات جاذبہ اور رطوبت مترشح

یہ بتایا جا چکا ہے کہ خون جب دورہ کرتا ہوا عروق شعریہ میں پہنچتا ہے تو آبِ خون (پلازمہ) ان عروق سے تراوش پا کر اعضاء کی ساختوں (ٹشوز) میں بھر جاتا ہے اور انہیں سیراب و پرورش کرتا ہے۔ پھر ان کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس کو رطوبت طلیہ (شبنم) کہتے ہیں۔ یہ خون سے مترشح رطوبت (سیکریشن) ہے جو رطوبت پرورش سے بچ جاتی ہے وہ انہی عروق جاذبہ سے جذب ہو کر غدد میں جمع ہوتی ہے جہاں پر اس میں خمیر سے ایک تغیر پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ خمیر شدہ یا متغیر رطوبت واپس خون میں چلی جاتی ہے۔ پس عروق جاذبہ تمام جسم سے اسی کو جذب کرتے ہیں۔ اس کو رطوبت جاذبہ اور انگریزی میں لمف کہتے ہیں۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب نے رطوبت مترشح اور رطوبت جاذبہ کو ایک ہی قسم کی رطوبت قرار دیا ہے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ جاننا چاہیے کہ رطوبت مترشح اس رطوبت کا نام ہے جو خون سے تراوش پاتی ہے۔ جسے طب میں رطوبت طلیہ کہتے ہیں۔ جو شبنم کی صورت میں ہوتی ہے۔ گویا یہ ایک قسم کی سیکریشن ہے۔ اس میں خون کے تمام اوصاف پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کو پلازمہ کہنا صحیح ہے۔ اس کو (رطوبت جاذبہ) کہنا درست نہیں ہے۔ لمف ایک قسم کی ایسی صورت ہے جس میں خون کے غذائی اجزاء جذب ہو کر جسم کا حصہ بن گئے ہیں اور جو باقی بچ گیا ہے وہ صرف پانی ہے جس میں اجزاء لحمیہ (پروٹینز) اور دیگر غذائی اجزاء ختم ہو گئے ہیں۔ لمف کے لغوی معنی بھی پانی کے ہیں۔ اس کا رنگ بھی سفید یا قدرے زردی مائل ہوتا ہے۔ اس کے مزے میں کھاری پن ہوتا ہے۔ اس میں ترشی نہیں ہوتی۔ البتہ مترشح رطوبت (سیکریشن) میں تمام غذائی اجزاء کے ساتھ ترشی بھی پائی جاتی ہے اور اس میں سرخ وسفید خون کے ذرات بھی شریک ہوتے ہیں۔ گویا رطوبت مترشح کے تمام اجزاء جب ختم ہو جاتے ہیں تو وہ رطوبت جاذبہ بن جاتی ہے۔

غدد جاذبہ کے افعال

غدد جاذبہ کے افعال بے حد پراسرار ہیں۔ جوں جوں ان کے اسرار کھلتے جائیں گے صحت وقوت اور بڑھاپے کے راز معلوم ہوتے جائیں گے۔ ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ:

① جو رطوبات خون سے ترشہ ہو کر جسم پر گر کر جزو بدن بن جاتی ہیں اور باقی جو بچتی ہیں ان کو یہ غدد جذب کر کے پھر خون میں ملا دیتے ہیں۔

② جب غدد وہ رطوبات جذب کر لیتے ہیں تو پھر ان میں ایک قسم کا خمیر پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہی خمیر شدہ رطوبت یا خون میں شریک ہوتی ہے یا غذا میں شامل ہوتی ہے اور اس کے لیے کیمیاوی طور پر صحت وقوت اور جوانی کا باعث بنتی ہے۔

(۴) ہر غدد جاذبہ کے خمیر کا اثر جدا ہے مگر سب خمیروں میں ایک قدر مشترک ہے یعنی ان میں ترشی کا اثر ضرور پایا جاتا ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب کی تحقیق یہ ہے کہ ہر غدد کے اثرات جدا جدا ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے افعال بھی جدا جدا ہیں۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل نظام ہے جس کے تحت تمام غدد کام کرتے ہیں اور ان کا ایک مرکز ہے جو ایک بہت بڑا غدہ جاذبہ ہے جس کا نام طحال ہے۔ تمام غدد اس کے افعال کے مطابق اپنے افعال انجام دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کے اندر جو خمیر تیار ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات جدا جدا ہوتے ہیں۔ طحال کی تشریح اور افعال درج ذیل ہیں:

طحال کی تشریح

طحال ان غدد میں سب سے بڑا ہے جن میں کوئی نالی نہیں ہوتی۔ اور یہ غدد کیمیاوی طور پر جذب و دفع سے کام کرتے ہیں۔ طحال کو ان میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مرکزی صورت ہے یہ کہ اس کے طریق عمل کے مطابق ہی تمام غدد جاذبہ اپنا عمل جاری رکھتے ہیں۔ گویا جسم کے دیگر نظاموں کی طرح ان کا بھی ایک نظام ہے۔ طحال شکل میں چپٹی، مستطیل، رنگت میں سرخ سیاہی مائل اور نرم و نازک ہوتی ہے۔ پیٹ کے بائیں طرف نیچے والی پسلیوں کے نیچے رہتی ہے۔ آبدار جھلی اس کو چاروں طرف سے ملفوف کرتی ہے۔ اس جھلی کا ایک بند اس کو معدہ کے ساتھ ملاتا ہے۔ تندرست جوان آدمی میں طحال کا طول پانچ انچ، عرض تین یا چار انچ، موٹائی ایک یا ڈیڑھ انچ اور وزن اڑھائی یا تین چھٹانک ہوتا ہے۔ اس کی بیرونی سطح محدب، صاف اور حجاب حاجز کے نیچے رہتی ہے۔ اندرونی سطح مقعر ہوتی ہے۔ جو بذریعہ ایک کھندانہ (نالی طحال، سترۃ الطحال، ہالم) کے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس سطح میں معدہ کا ابھار لبلبہ کا باریک سرا اور خمدار آنت کا خم ہوتا ہے۔ حالت صحت میں طحال پسلیوں کے نیچے محسوس نہیں ہو سکتی۔ مگر حالت مرض میں وہ بڑھ جاتی ہے اور بعض اوقات ناف اور پیڑو تک پھیل جاتی ہے۔

طحال کے افعال

1. طحال کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ تمام غدد جاذبہ اس کے افعال کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ گویا غدد جاذبہ طحال کے تحت ایک نظام میں اپنے افعال کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ گویا غدد جاذبہ طحال کے تحت ایک نظام میں اپنے افعال جاری رکھتے ہیں۔
2. طحال اور تمام غدد جاذبہ جسم کی وہ تمام رطوبت جذب کر لیتے ہیں جو جگر اور دیگر غدد نا کلا سے جسم پر ترشح پاتی ہے۔
3. طحال اور دیگر تمام غدد جاذب شدہ رطوبت کو خمیر کے ذریعے پختہ کرتی ہے۔
4. پرانے اور ناکارہ سرخ دانہ ہائے خون کو ضائع کرنے کا فرض انجام دیتی ہے۔
5. نئے سفید دانہ ہائے خون بناتی ہے۔
6. سرخ دانہ ہائے خون بھی بناتی ہے۔
7. ایسا مواد تیار کرتی ہے جو خون میں غلظت اور ترشی پیدا کرتا ہے۔
8. خون میں فولاد و چونا پیدا کرتی ہے۔
9. خون کو طاقت دیتی ہے جو خون کے دباؤ کے سلسلہ میں مدد کرتی ہے۔
10. دیگر غدد جاذبہ جیسے لبلبہ وغیرہ کے افعال میں مدد دیتی ہے۔

سودا

طحال کے انفعال سے جو مواد پیدا ہوتا ہے۔ اس میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو سودائے طبعی میں پائی جاتی ہیں۔ اگر طحال کو جسم سے خارج کر دیا جائے تو جسم میں طحال کے یہ اوصاف اور عمدہ سودا کی پیدائش ختم ہو جاتی ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ طحال اور سودائے خالص جسم میں کس قدر اہم فرائض انجام دیتے ہیں۔ اور ان کا صحت و طاقت اور جوانی کے قیام میں کتنا دخل ہے۔ اس لیے بڑھاپے کے علاج میں طحال اور غدد جاذبہ کے نظام کو مدنظر رکھنا کتنا لازمی اور اہم ہے۔

بڑھاپا اور خون

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک جسم میں صحیح مکمل خون کی پیدائش قائم رہتی ہے انسان میں شباب اور قوت قائم رہتی ہے۔ ہر نوجوان کا خون اس کی ایک زبردست دلیل ہے اور ایسے انسان جن کی عمر ساٹھ اور ستر سے زیادہ ہے اور وہ غیر معمولی صحت مند معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی صحت جوانی اور قوت کا راز بھی جسم میں صحیح اور مکمل خون کی پیدائش ہے۔ ظاہر میں جوانی اور بڑھاپے میں فرق ہوتا ہے۔ مگر جسم و روح اور نفس و ذہن میں کوئی خاص تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر بڑھاپے میں جسم موٹا' روح بیدار' نفس کے جذبات میں شدت اور ذہن میں تیزی محسوس بناتی ہے لیکن جوانی کی قوت اور تیزی کی کمی کا احساس شدت سے ہوتا ہے۔ اس لیے بڑھاپے کے علاج میں خون کا مکمل تجزیہ لازمی ہے۔

علم و فن طب اور پیدائش خون

معدہ میں غذا ہضم ہونے کے بعد کیلوس کی صورت میں دل کی طرف جائے یا امعاء کی طرف گرے۔ یہ اس وقت تک بلغم یا خام خلط ہی کہلاتی ہے جب تک جگر میں جا کر اس میں پختگی پیدا نہ ہو۔ جب کیموس جگر میں جا کر نضج حاصل کرتا ہے تو اس کی چار صورتیں بن جاتی ہیں۔ جو حصہ صحیح طور پر پختہ ہو جاتا ہے وہ ① خون بن جاتا ہے۔ جو حصہ زیادہ پک جاتا ہے وہ ② صفراء بن جاتا ہے۔ جو جل جاتا ہے وہ ③ سودا بن جاتا ہے۔ اور جو خام رہ جاتا ہے وہ ④ بلغم کہلاتا ہے۔

جب یہ چاروں اخلاط طبعی صورت میں ہوں تو جسم میں صحت کا قیام ہوتا ہے اور جب ان میں سے کسی خلط میں غیر طبعی صورت پیدا ہو جائے تو جسم میں کوئی مرض نمودار ہو جائے گا۔ گویا صحت کا دارومدار طبعی اخلاط پر ہے۔ لیکن بچپن و جوانی اور بڑھاپے میں جو اخلاط پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی مقدار و تناسب اور طبعی خصوصیت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اور اگر کسی زمانے میں دوسرا مزاج قائم ہو جائے تو انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ اس لیے بڑھاپے کے علاج میں بچپن یا جوانی کا مزاج قائم کر دیا جائے تو یقیناً بڑھاپا دور ہونے کی بجائے جسم بیمار ہو جائے گا۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ بڑھاپا قابل علاج نہیں ہے۔

آیورویدک اگرچہ اعادہ شباب کا قائل ہے لیکن اس کے دوش و پر کرتیاں اور اخلاط و مزاج کی صورتیں بالکل علم و فن طب ہی کے مطابق ہیں۔ اس لیے اس میں بڑھاپے کا علاج ناممکن نظر آتا ہے۔

ماڈرن سائنس اور پیدائش خون

ماڈرن سائنس اور فرنگی طب چار اخلاط کو تسلیم نہیں کرتی۔ وہ صرف ایک خلط خون کو مانتی ہے وہ تسلیم کرتی یہ کہ خلاصہ غذا جو معدہ میں تیار ہوتا ہے جس کو کیموس کہتے ہیں اس کا ایک حصہ عروق لبنیہ کے ذریعے قلب میں چلا جاتا ہے۔ باقی ہضم ہو کر امعاء میں اتر جاتا ہے۔ وہاں ہضم ہو کر کیلوس

کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں سفید دانہائے خون تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر یہی کیلوس جگر میں پہنچ کر سرخ رنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور خون بن جاتا ہے۔ یعنی یہی سفید دانے سرخ دانوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

خون بظاہر دیکھنے میں تو یکساں معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اسے بغور تیز نظری سے دیکھا جائے تو اس میں یہ دو قسم کے اجزاء نظر آتے ہیں: ① خون کا پانی ② خون کے دانے یا ذرات لیکن خون کی ترکیب میں ① پانی ② اجزائے جامدہ اور ③ اجزائے ہوائیہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ خون کے ایک سو حصوں میں اناسی حصے پانی اور اکیس حصے دیگر اجزائے جامدہ ہوتے ہیں اور باقی نو حصوں میں سے چھ حصے رطوبت زلالیہ (ایلبومن) اور رطوبت لیفیہ (فائبرین) اور تین حصے نمکین و روغنی اجزاء وغیرہ ہوتے ہیں۔ خون میں اجزائے ہوائیہ کی مقدار اس کے حجم کے نصف سے بھی قدرے زیادہ ہوتی ہے یعنی ایک سو مکعب انچ میں تقریباً ساٹھ مکعب انچ اجزاء ہوائیہ یعنی کاربانک ایسڈ گیس (ہوائے دخانی) آکسیجن (نسیم) اور نائٹروجن (ہوائے شوریہ) ہوتے ہیں۔

اگر جسم انسانی کا کیمیاوی تجزیہ کیا جائے تو اس کی بناوٹ میں مندرجہ ذیل عناصر پائے جاتے ہیں: ① آکسیجن ② ہائیڈروجن ③ نائٹروجن ④ کاربن ⑤ فاسفورس ⑥ سلفر ⑦ کلورین ⑧ فلورین ⑨ آئرن ⑩ کیلشیم ⑪ سوڈیم ⑫ پوٹاشیم ⑬ میگنیشیم ⑭ سلیکا۔ یہ تمام اجزاء مختلف تناسب میں پائے جاتے ہیں۔ جب ان عناصر کا توازن اور تناسب صحیح ہوتا ہے انسان تندرست ہوتا ہے اور جب توازن و تناسب بگڑ جاتا ہے تو انسان مریض ہو جاتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بچپن سے جوانی اور بڑھاپے تک صحت کی حالت میں انسانی جسم کے عناصر کا توازن اور تناسب ایک ہی رہتا ہے یا بچپن کا توازن اور تناسب جوانی اور بڑھاپے سے مختلف ہوتا ہے تو یقینی امر ہے کہ بڑھاپے میں بچپن اور جوانی میں توازن اور تناسب اس لیے قوت اور صحت کے بجائے مرض کا باعث ہوگا۔ اس لیے بڑھاپے کا علاج مشکل معلوم ہوتا ہے۔ البتہ حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان چار اخلاط یا چودہ عناصر سے مرکب ہے اور انسانی خون کی تکمیل جگر میں ہوتی ہے۔ گویا جگر (جو غدد ناکلا کا مرکز ہے) طحال (جو غدد جاذبہ کا مرکز ہے) کی طرح خون کی تکمیل میں اہم افعال انجام دیتا ہے۔

جگر

جسم کے تین اعضائے رئیسہ میں سے جگر بھی ایک عضو رئیس ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ یہ جسم میں غذا اور حرارت اور قوت کا مرکز تسلیم کیا گیا ہے۔ جگر بھی طحال کی طرح ایک قسم کا غدہ یعنی گلٹی ہے۔ لیکن یہ طحال بلکہ جسم انسان کے کل غدد کی نسبت بڑا ہے اور افعال کی حیثیت سے بھی طحال سے مختلف ہے۔ طحال غدہ جاذبہ اور غیر نالی دار غدہ ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اور جگر نالیدار غدہ ہے اور جسم کے تمام نالی دار غدد کا مرکز ہے حالت صحت میں جوان انسان کے جگر کا وزن ڈیڑھ دو سیر یا جسم کا چالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ اس کا طول دس سے بارہ انچ اور عرض چار سے سات انچ ہوتا ہے۔ جگر کی بالائی سطح محدب اور زیریں مقعر ہوتی ہے۔ زیریں سطح پر ایک لمبی درز جگر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے جن میں دایاں حصہ بہ نسبت بائیں کے بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس پر دو عدد جھلیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک عضلاتی اور دوسری اعصابی ہوتی ہے۔ جگر کی رنگت سرخی مائل بھوری ہوتی ہے۔

مقامِ جگر

جگر کا بہت سا حصہ دائیں جانب پسلیوں کے نیچے معدہ کے اوپر ہوتا ہے مگر اس کے بائیں لوتھڑے کا تھوڑا سا حصہ بائیں جانب معدہ کے

نیچے بھی رہتا ہے۔ جگر کی بالائی سطح حجاب حاجز کے نیچے رہتی ہے جس پر آبدار جھلی (باریطون صفاق) لگی رہتی ہے۔ یہ سطح دیافرغما اور دیوار شکم سے متصل ہوتی ہے اور رباط معلق کے ذریعے دائیں اور بائیں دو زوائد یا لوتھڑوں میں منقسم ہوتی ہے۔ زیریں سطح پر بھی سوائے ایک دو درزوں کے باقی سب پر آبدار جھلی لگی رہتی ہے۔ اس سطح کے نیچے معدہ بارہ انگشتی آنت اور دایاں گردہ وغیرہ ہوتے ہیں۔

جگر بذریعہ پانچ بندیار باطات کے اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ جگر میں پانچ شگاف' پانچ زوائد یا لوتھڑے اور پانچ ہی قسم کے عروق ہوتے ہیں۔ جگر کے پانچ بندیار باطات میں سے چار تو صفاق یا باریطون کے ہوتے ہیں۔ جگر پر صفاق کا مکمل غلاف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جگر پر خاص کبدی غشاء بھی ہوتی ہے جو جگر کو دیگر احشاء سے ملانے کا ذریعہ ہے کیونکہ وہ تمام احشاء شکم پر استر کرتی ہے۔ جگر بغایت درجہ عروقی عضو ہے۔ جس میں تمام جسم کا چوتھائی حصہ خون سے بھرا رہتا ہے جس وقت جگر میں خون کی مقدار زیادہ ہوتی ہے تو اس کا حجم بڑھ جاتا ہے اور مقدار کم ہو جاتی ہے تو وہ گھٹ جاتا ہے۔

جگر کی ساخت

جگر چونکہ ایک نالی دار غدہ ہے۔ اس کی ساخت بالکل نالی دار غدہ کی طرح ہے غدہ کی ساخت کی سادہ مثال خلیہ ہے جو رطوبت پیدا کر کے خارج کرتا ہے۔ جگر اور دیگر نالی دار غدد کی ساخت قشری انسجہ (اپیتھل ٹشوز) کی ساخت سے تیار ہوتی ہے اور غشائے مخاطی بھی اسی ساخت سے تیار ہوتی ہے۔ غدد میں عروق دمویہ کثرت سے ہوتی ہیں اور ان کا جال خلا مفردہ کے گرد بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جب خون غدد کے قریب پہنچتا ہے تو غدد اس خون سے اپنے مواد کو جذب کر لیتے ہیں اور اپنی ضرورت کی رطوبات بنا لیتے ہیں۔ اعصاب بھی غدد میں داخل ہوتے ہیں اور خلیات غدد یہ کے قریب پہنچ کر ختم ہوتے ہیں۔ یہی صورت جگر کی بھی ہے جس میں صفراء خلیات سے مترشح ہو کر جمع ہوتا رہتا ہے۔ ان خلیات میں خون پہنچانے کی غرض سے جو شریانیں داخل ہوتی ہیں وہ لوتھڑوں کے باہر نہیں رہ جاتیں بلکہ ان لوتھڑوں سے گزر کر اوردہ میں ختم ہوتی ہیں۔ جو جگر کے مرکز میں واقع ہیں بالکل یہی صورت ہر غدد میں پائی جاتی ہے جن سے ان کا دوران خون قائم رہتا ہے۔

جگر کے افعال

جگر کو تغذیہ اور تمیہ کا مرکز تسلیم کیا گیا ہے اور غدد کا مرکز ہونے کی وجہ سے انہی کے ذریعے جسم کو غذا پہنچاتا ہے۔ اس کی غذا میں خون اور دیگر اجزاء جو جگر میں تیار ہوتے ہیں پہنچائے جاتے ہیں جو کچھ بھی جگر تیار کرتا ہے وہ بھی اس کے افعال میں شمار ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

تولید دم

غذا معدہ اور امعاء میں ہضم ہونے کے بعد جگر میں جاتی ہے وہ پختہ ہو کر خون (سرخ ذرات خون) بن جاتی ہے۔ زیادہ پختہ ہو جاتی ہے وہ صفراء بن جاتی ہے اور جو خام رہ جاتی ہے وہ بلغم کہلاتی ہے اور بلغم کا جو حصہ غلیظ بن جاتا ہے اس کو سودائے طبعی (سفید ذرات خون) کہتے ہیں۔ اور یہ عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ بلکہ جسم کے تمام نالی دار غدد میں بھی یہی سلسلہ جاری رہتا ہے اور پھر خون غذائے جسم میں صرف ہوتا رہتا ہے۔

مولد صفراء

جو غذائی محلول جگر میں زیادہ پختہ ہو جاتا ہے وہ صفراء بن جاتا ہے۔ صفراء ایک سیال رطوبت ہے جس میں لزوجیت ہوتی ہے۔ اس کی رنگت زرد سنہری مائل ہوتی ہے۔ اس کا ذائقہ بے حد تلخ ہوتا ہے۔ جب تیار ہو جاتا ہے تو ایک نالی کے ذریعے پتہ میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ پیدائش کے وقت

پتلا ہوتا ہے اور پتہ میں اکٹھا ہو کر غلیظ بن جاتا ہے۔ پھر وہاں سے ایک نالی کے ذریعہ بارہ انگشتی آنت میں گرتا ہے۔ صحت کی حالت میں ایک جوان آدمی میں چوبیس گھنٹے کے اندر نصف سے لے کر سوا تک صفراء پیدا ہوتا ہے۔ مرارہ (پتہ) ناشپاتی کی شکل کی ایک تھیلی ہوتی ہے جو جگر کے دائیں حصے کی نچلی سطح پر اس کے کنارے پر لگی رہتی ہے۔ یہ تھیلی دو انچ لمبی اور ایک انچ چوڑی ہوتی ہے۔ صفراء جسم میں مولد حرارت، دافع قبض، محلل مواد، دافع تعفن اور شکر تیار کرتا ہے اور قیام صحت کے لیے یہ ایک اہم جزو ہے اور دافع امراض کے لیے ایک لازمی شے ہے۔ خصوصاً ترشی و تیزابیت اور سوزش و ریاح کے لیے تریاق ہے۔

قیام جوانی و صحت اور طاقت کے لیے جگر بے حد اہم افعال انجام دیتا ہے۔ اس وقت تک نہ صرف صحت و طاقت قائم رہتی ہے بلکہ جوانی قائم اور بال سیاہ رہتے ہیں۔ جو لوگ جگر کے افعال جب تک صحیح رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اس وقت تک بڑھاپا قریب نہیں آتا۔ اس لیے جگر کے افعال کو درست رکھنا نہایت لازمی امر ہے۔

قیام شباب

انسانی زندگی میں شباب کے لیے ایک زمانہ مقرر ہے جو بچپن کے اختتام اور بڑھاپے کی ابتداء تک قائم رہتا ہے۔ لیکن ایک مقررہ زمانے تک یہ شباب اس صورت میں قائم رہتا ہے جب جسم میں جوانی کی طاقت قائم ہے اور طاقت اچھی صحت سے پیدا ہوتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جوانی تو رہی ایک طرف بعض لوگوں کی صحت بچپن ہی میں خراب ہو جاتی ہے اور جوانی بھر خراب رہتی ہے بلکہ بچپن ہی میں بڑھاپے کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن میں سے خاص طور پر غیر معمولی دبلا پن گالوں کا اندر دھنس جانا، بالوں کا سفید ہو جانا اور غیر معمولی کمزوری کا پیدا ہو جانا قابل ذکر ہیں۔ یعنی ضرورت کے مطابق جسمانی و ذہنی اور جنسی طاقتوں وغیرہ کا نہ ہونا۔ یعنی ایک قسم کا غیر طبعی بڑھاپا پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی معالج اس غیر طبعی بڑھاپے کو پھر سے شباب میں بدل دے تو یہ بھی علم و فن طب کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔

حقیقت میں یہی اعادہ شباب ہے کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بڑھاپا ایک فطری امر ہے اور انسان میں جس قدر بھی طاقت ہو بڑھاپا ضرور آئے گا اور اگر بڑھاپے میں جوانی کی طاقت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی تو جسم اس امر کا متحمل نہ ہو سکے گا اور اس طرح وہ بیمار ہو جائے گا اور پہلی قوت بھی قائم نہ رہ سکے گی۔

اعادہ شباب

تحقیقات سے یہ حقیقت روشن ہوگئی ہے کہ ہر عمر کے لیے ایک مزاج اور خون میں خاص قسم کے اجزاء کی ضرورت ہے۔ اگر اس عمر میں دوسری عمر کا مزاج اور اجزائے خون پیدا ہو جائیں تو اس عمر کا انسان یقیناً مریض ہو جاتا ہے۔

مثلاً اگر بچپن میں جوانی کا مزاج پیدا ہو جائے تو وہ بچپن بیمار ہو جائے گا۔ یہی صورت جوانی اور بڑھاپے کی تبدیلی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر غیر طبعی بچپن و جوانی اور بڑھاپا پیدا ہو جائے تو اس کو اگر طبعی عمر میں بدل دیا جائے تو یہی صحیح معنوں میں اعادہ شباب ہوگا۔

یاد رکھیں کہ اس غیر طبعی بڑھاپے کو جوانی میں بدل دینا بھی کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ یہ طبی دنیا کا ایک عظیم کارنامہ اور معجزہ ہے۔

جوانی اور قوت

ظاہری طور پر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوت کا تعلق جوانی کے ساتھ ہے لیکن حقیقت میں قوت کا تعلق اچھی صحت کے ساتھ ہے۔ البتہ اگر جوانی میں اچھی صحت قائم رہے تو واقعی جوانی قوت کا انتہائی زمانہ ہے لیکن اگر بڑھاپے میں بھی اچھی صحت کو قائم رکھا جائے تو نہ صرف قوت قائم رہتی ہے

بلکہ لمبی عمر بھی پائی جا سکتی ہے۔ جہاں تک اچھی صحت کا تعلق ہے ہم نے ثابت کیا ہے کہ دل و دماغ کی تقویت کے ساتھ غدد نا کلا (جگر کے غدد) غدد غیر نا کلا (طحال کے غدد جاذبہ) میں جو خمیر تیار ہوتے ہیں وہ اپنی پوری طاقت میں تیار ہونے چاہئیں۔ یہ ایک ایسا خود کار نظام ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ اور معاون ہے کہ ایک دوسرے کے تعلق سے چلتے ہیں اور ایک دوسرے کی خرابی سے رکتے ہیں۔ یعنی دل کے صحیح عمل کے ساتھ اگر دوران خون جسم میں دوڑتا ہے تو ساتھ ہی غدد غیر نا کلا جسم کی رطوبات کو جذب و پختہ کر کے خون میں شامل کرتے ہیں۔

اسی طرح دماغ کے صحیح افعال کے ساتھ اعصاب میں احساس کی قوت دوڑتی رہتی ہے تو دوسری طرف غدد نا کلا کی رطوبات پختہ ہو کر جسم پر ترشح پا کر جسم کی غذا کا باعث بنتی ہیں۔ اس طرح قوت وصحت اور زندگی قائم رہتی ہے۔ طب قدیم نے چار اخلاط کے اعتدال وقوت اور درستگی پر صحت وقوت اور زندگی کا نظام قائم کیا ہے۔ بلغم کو خام خون بیان کیا ہے۔ جب تک یہ پختہ ہو کر خون نہ بنے جسم کی غذا اور قوت نہیں بن سکتا۔ خون جسم کی غذا اور قوت اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک اس میں صفراء کی حرارت (غدد نا کلا کی رطوبت) اور سودا کی قوت (غدد غیر نا کلا کی رطوبت) کی قوت شریک نہ ہو۔

گویا جسم میں صفراء کی حرارت اور سودا کی قوت کے بغیر خون کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لیے جسم میں صحت اور طاقت کے لیے لازم ہے کہ صفراء اور سودا کی مناسب مقدار ہونی چاہیے۔ یہی جوانی وقوت اور صحت وزندگی کا راز ہے۔

صفرا کے متعلق تو بہت تحقیقات ہو چکی ہے لیکن ابھی تک بہت کچھ تحقیقات کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً جن لوگوں میں طبعی صفراء کی کافی مقدار موجود ہو ان کے بال سفید نہیں ہوتے۔ قبض، ہاضمہ کی خرابی اور پٹھوں کی کمزوری وغیرہ وغیرہ نہیں ہوتے۔

لیکن جہاں تک سودا کا تعلق ہے فرنگی طب اس کو تسلیم نہیں کرتی اس لیے وہ اس کے متعلق کوئی تحقیقات نہیں کر سکی۔ لیکن بہت جلد وہ سودا اور اس کی خوبیوں کو تسلیم کر لیں گے۔ اکثر اطباء کو بھی سوداء کے نام سے وحشت ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جسم انسان اور خون میں سب سے طاقت ور خلط طبعی سودا ہے۔ یہ سب غدد غیر نا کلا (غدد جاذبہ) کا مرکب ہے۔ اس سے جسم اور خون میں سرخی پیدا ہوتی ہے اور اسی سے خون میں گاڑھا پن پیدا ہوتا ہے اور اسی سے دل کے فعل میں تیزی اور قوت پیدا ہوتی ہے۔

جن لوگوں میں طبعی سودا کی زیادتی ہوتی ہے ان کو کبھی ذیابیطس، نزلہ وزکام اور ریشہ جیسے خوفناک امراض وغیرہ پیدا نہیں ہو سکتے۔

اس لیے قیام شباب اور صحت وطاقت اور تندرستی کے لیے طبعی صفراء کی طرح طبعی سودا کا ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔

''کیا بڑھاپا قابل علاج ہے'' کا مضمون روزنامہ امروز کا پس منظر ''بڑھاپا'' پڑھنے کے بعد شروع کیا تھا۔ جس پر ایک بڑھیا کی تصویر بھی تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ یہ تصویر ایک دس سالہ لڑکی کی ہے جس کو بڑھاپا آ گیا۔ اس کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ اس کے گال اندر دھنس گئے ہیں اور چہرے پر جھریاں پڑ گئی ہیں۔ کیا مرض قابل علاج ہے؟

ہم نے ماہنامہ ''رجسٹریشن فرنٹ'' میں اپنے مضامین کا سلسلہ شروع کر کے اپنی تحقیقات کو پیش کرنا شروع کر دیا۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ طبعی بڑھاپا قابل علاج نہیں ہے جو پچھتر سال کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جوانی میں لگ جائے یہ مرض ہے۔ اس کا علاج مرض کی صورت میں ہونا چاہیے اور پھر یہ مرض یقیناً قابل علاج ہے لیکن اس کے علاج کے لیے معالج کا ماہر ہونا ضروری ہے جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے وہ نہ اس مرض کے اسباب کو جانتی ہے اور نہ ہی اس کا علاج کر سکتی ہے۔ میرا یہ دعویٰ اپنے پینتالیس سال کے فنی تجربات ومشاہدات اور تحقیقات کی بنا پر ہے۔ میں نے نہ صرف ایسے ہزاروں مریضوں کو دیکھا ہے بلکہ کامیاب علاج کیا ہے۔ اس مرض کا کامیاب اور یقینی علاج درج ذیل ہے۔

اسباب

غذا کی بے اعتدالی' بار بار کھانا بغیر بھوک کے کھانا' کھانے کے فوراً بعد ہلکا یا سخت کام کرنا' پڑھنا' پیٹ کے بل لیٹنا' ورزش کرنا' جماع کرنا' تقریر کرنا یا کوئی ایسا کام کرنا جس سے دل (عضلات) کی حرکت تیز ہو جائے' تیز مصالحہ دار چٹ پٹی اغذیہ۔ اچار اور چٹنیاں کثرت سے کھانا' پانی کی بجائے بوتلیں (کوکا کولا) اور ترش مشروبات پینا' غذا میں پھل نہ کھانا' کھانے کے دوران پیاس لگے مگر پانی نہ پینا' خالی پیٹ پانی یا چائے وغیرہ پینا' کافی وکوکو اور چائے کثرت سے پینا' خالص گھی اور مکھن کی جگہ بناسپتی گھی کھانا۔ نیم پخت گوشت یا کثرت سے تکے کباب وغیرہ کھانا' نفسیاتی اثرات میں غم کرنا' کوئی شدید نقصان اور صدمہ ہونا' کنجوسی کرنا' دوسروں سے نفرت کرنا' دوسروں کو دکھ دینا' ظلم کی کسی صورت کو اختیار کرنا وغیرہ وغیرہ سب اسباب قابل ذکر ہیں۔

علامات

جسم کا دبلا پتلا ہونا' چہرے پر رطوبت کا نہ ہونا' چہرے کا کھنچ جانا' گالوں کا اندر دھنس جانا' چہرے پر جھریاں پڑ جانا' چہرے کی ہڈیوں کا نمایاں ہونا' نگاہ کمزور اور سماعت کا کم ہونا' اکثر نزلہ وزکام' دائمی قبض' پیٹ میں ریاح جلن اور بے چینی مرض کی زیادتی کی صورت میں پیٹ کے عضلات میں سوزش اور دبانے سے درد ہوتا ہے۔ انتہائی شدت کا درد اکثر رہتا ہے' پیٹ میں پھوڑا بن جانا' انتہائی حالت میں پیٹ کے عضلات میں سرطان (کینسر) پیدا ہو جاتا ہے۔ اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ صفراء کی پیدائش بند ہو جاتی ہے اور حرارت تقریباً ختم ہو جاتی ہے۔ جنسی امراض میں احتلام کی شدت اور مادہ منویہ کا ضائع ہو جانا۔ ہر وقت غم کی سی حالت' دوسروں سے رفتہ رفتہ نفرت پیدا ہو جانا بلکہ دکھ پہنچا کر لذت حاصل کرنا' کسی کو ایک پیسہ دینے کو دل نہ کرنا' انتہائی کنجوسی' اکثر چٹ پٹی اغذیہ واشیاء پسند کرنا اور کھانا' اکثر ایسے لوگ مجرمانہ ذہنیت رکھتے ہیں ذہن وضمیر اور روح میں مذہب وقانون اور اخلاق کا احترام نہیں رہتا' صرف اپنی خواہشات کے لیے تگ و دو کرنا اور زندہ رہنا پسند ہوتا ہے۔ ایسے مریضوں کا انجام گھل گھل کر مر جانا اور بعض صورتوں میں خودکشی اور مقابلوں میں مر جانا ہوتا ہے۔

علاج

ایسے مریضوں کا علاج بڑی کوشش سے کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ بے حد ہمدردی کرنی چاہیے۔ یہ بات ہر معالج کو جان لینی چاہیے کہ وہ نہ مفتی ہے نہ جج کہ اس کے بداعمال کو خیال کرتے ہوئے اس کی پوری خدمت نہ کرے۔ ممکن ہے اس کے انتہائی اخلاقی سلوک سے اس کا ذہن درست ہو جائے ضمیر بدل جائے اور روح جاگ اٹھے اور باقی زندگی انسانی مقصد کے لیے دوسروں کی خدمت میں گزار دے بس یہی انسانیت ہے۔

تدابیری علاج

مریض کو دیکھنے کے بعد اس کو اول ایک ایک علامت بتائے۔ پھر اس کو یقین پیدا کر دے کہ وہ تمام مرض کو پورے طور پر جانتا ہے اور اس کو بہت جلد آرام آ جائے گا۔ پھر مریض کی روزانہ زندگی وخیالات اور غذا میں تبدیلی پیدا کر دے۔ جب تک اس کی زندگی، خیالات اور غذا میں حسب منشا تبدیلی نہ ہو دوا نہ دیں۔ اور اس بات کی کوشش کریں کہ مریض کو بھوک میں شدت پیدا ہو جائے۔

یاد رکھیں کہ صحیح بھوک یعنی غذا کی اصل طلب انسان کے ذہن وضمیر اور روح کو صحیح راستہ پر ڈال دیتی ہے۔ یہی صحیح علاج کا تقاضا ہے۔ غلط بھوک صرف خواہش ہوتی ہے، بھوک نہیں ہوتی۔ ہمیشہ بھوک اور خواہش کا فرق معلوم کرنا از حد ضروری ہے۔ مریض کی بھوک کو ہر وقت معلوم کرتے رہنا چاہیے اور غذا کو روکتے رہنا چاہیے۔ بھوک کا صحیح لگنا نصف علاج ہے اور صحیح غذا کا استعمال کرنا مکمل علاج اور صحت کا قیام ہے۔

غذا

حیوانی اغذیہ: بکری کا گوشت' مرغ کا گوشت' تیتر بٹیر و مرغابی کا گوشت' انڈے' بھیڑ' بکری اور گائے کا دودھ۔

میوہ جات: چلغوزہ اور بادام۔

پھلوں: آم' کھجور' خوبانی' آلو بالو' شہتوت' انگور' امرود' خربوزہ' میٹھا' پپیتہ۔

سبزیوں: میتھی کا ساگ وادرک' سبز مرچ' لہسن' ٹنڈے' بھنڈی' گاجر' حلوہ کدو۔

اناج: گیہوں اور مونگ استعمال کرائیں۔

مفرد ادویات

اجوائن' اسارون' افسنتین' انزروت' بادیان' بانسہ' باؤبڑنگ' بکائن' بید انجیر' پلاس پاپڑا' پودینہ' تلسی' تیزپات' حب الملوک' رائی' رسوت' روغن زیتون' زیرہ سیاہ' سورنجان' سونٹھ' شہد اور گھی وغیرہ۔

مرکب ادویات

ایک بار پھر یہ حقیقت ذہن نشین کرلیں کہ غیر طبعی بڑھاپا عضلات (قلب) میں سوزش کا نام ہے جس سے عضلات سکڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اعصاب میں ضعف اور جگر میں سکون سے حرارت ختم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ غدد میں تحریک شروع کر دی جائے جو اغذیہ اور ادویہ غدی تحریک پیدا کرتی ہیں ان سے جگر میں حرارت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے جس سے عضلات میں پھیلاؤ اور موٹاپا پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے غدی عضلاتی اور غدی اعصابی دونوں ضرورت کے مطابق استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ تحقیقات فارما کوپیا اور تحقیقات المجربات میں جو غدی اعصابی اور غدی عضلاتی نسخے درج ہیں دیئے جاسکتے ہیں۔

اسراری روغن

(غدی اعصابی) جمالگوٹہ ایک چھٹانک' گھی خالص گائے ڈیڑھ سیر' گھی کو آگ پر رکھیں اور اس میں جمالگوٹہ چھیل کر ڈال دیں۔ جب جل کر کوئلہ ہو جائیں تو ان کو نکال کر پھینک دیں۔ بس تیار ہے۔ صبح و شام بعد از غذا ایک چمچہ (ٹی سپون) کے برابر استعمال کریں۔ بے حد مفید ہے۔

اعادہ شباب کے لیے مجربات

لڈو قیام شباب

مغز اخروٹ ایک سیر' پستہ ایک پاؤ' کشمش سوا سیر۔

ترکیب: پہلے مغز اخروٹ اور پستہ کو ملا کر باریک کرلیں۔ پھر کشمش ڈال کر اس قدر ملائیں کہ یک جان ہو جائیں۔ پھر ان کے لڈو بنالیں۔

خوراک: عام لڈوؤں کے برابر ہونی چاہیے۔ صبح ناشتہ میں ایک سے تین لڈوؤں تک کھائیں۔ اگر رات کو بھی چاہیں تو کھا سکتے ہیں۔

برفی شباب آور

بلادر ایک چھٹانک' نارجیل ڈیڑھ سیر۔

ترکیب: اوّل نارجیل کو باریک کدوکش میں باریک کرلیں۔ (نارجیل کے لیے خاص کدوکش ہوتے ہیں) پھر نارجیل اور بلادر ملا کر خوب کوٹیں کہ

یک جان ہو جائیں۔ تین سیر چینی کا گاڑھا قوام تیار کر کے نیچے اتار لیں اور کسی کھلے برتن میں پھیلا دیں۔ پھر برفیاں کاٹ لیں۔

خوراک: ہر غذا کے درمیان ایک سے لے کر تین برفیاں تک کھا سکتے ہیں۔ یہ دوا زیادہ تر ان لوگوں کے لیے ہے جن کے بال سفید ہو گئے ہیں۔

اطریفل شباب آور

بلادر ایک چھٹانک ہلیلہ' بلیلہ' اور آملہ ہر ایک آٹھ چھٹانک' چینی سیر۔

ترکیب: بطریق اطریفل تیار کریں۔ خوراک ۶ ماشہ سے ۲ تولہ تک دن میں دو تین بار استعمال کریں۔ اس میں یہ خوبی ہے کہ مقوی کے ساتھ ملین بھی ہے۔ دائمی نزلہ کا بھی یقینی علاج ہے۔

معجون شباب آور

کچلہ ایک تولہ' بابچی آٹھ تولے' حرمل سولہ تولے' ہلیلہ سیاہ سوختہ پانچ چھٹانک' شہد آدھ سیر' چینی آدھ سیر' معروف طریق پر معجون تیار کر لیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ۔

حب شباب آور

نیلا تھوتھا ۶ ماشے' سم الفار ایک ماشہ' شنگرف آٹھ تولے' کشتہ فولاد (کسی طریق پر تیار کیا گیا ہو فیرم کارب بھی مفید ہے) ۱۶ تولہ' ایک درجن لیموں کے رس میں کھرل کریں۔ جب گولی بنانے کے قابل ہو جائے تو بقدر نخود گولیاں تیار کر لیں۔ اگر گولیاں اچھی طرح نہ بنیں تو لیموں کا رس مزید ڈال کر کھرل کریں۔ گولیاں تیار ہو جائیں گی۔

خوراک: ایک گولی سے تین گولی تک۔

سفوف شباب آور

پارہ ایک تولہ' گندھک ایک تولہ' ورق طلاء (۳ ماشہ)۔

ترکیب: اوّل پارہ گندھک کی کجلی تیار کر لیں۔ پھر ایک ایک ورق ڈال کر کھرل کریں۔ جب تمام ورق ختم ہو جائیں تو بس تیار ہے۔

خوراک: ایک رتی سے چار رتی تک پان میں ڈال کھا لیا کریں یا شہد میں ڈال کر چاٹ لیا کریں۔

اکسیر شباب آور

کشتہ سونا ۳ ماشہ' عنبر ۳ ماشہ' لونگ ۲ تولہ' جاوتری ۲ تولہ' خولنجاں ۴ تولہ' مربہ زنجبیل دو چھٹانک۔

ترکیب: پہلے مربہ زنجبیل کو کوٹ پیس کر مثل حلوہ بنالیں۔ پھر اس میں تمام ادویات کو پیس کر مثل حلوہ بنالیں۔ پھر اس میں تمام ادویات کو باریک پیس کر اس میں شامل کر دیں۔ آخر میں کشتہ سونا اور عنبر شامل کر دیں۔

خوراک: ایک رتی سے چار رتی تک دیں۔

نوٹ: اس نسخہ کا استعمال سرگودھا کے ایک نوجوان نے حکیم انقلاب کی ہدایت پر کیا تھا جس کے بال جوانی میں سفید ہو گئے تھے دوا کے ساتھ غذا بھی صفراوی مزاج کی کھانے کی ہدایت کی گئی صبح مغز بادام' مغز اخروٹ اور کھجور تینوں کو ملا کو دو تین چھٹاک تک کھا لینا۔ کبھی انڈا فرائی' کبھی انڈے کا حلوہ جس میں بھنے چنے کا آٹا شامل کیا گیا ہو' دوپہر بکرے کا گوشت' انڈے کا سالن' ساگ میتھی پالک وغیرہ شام کو کھجوریں' چھوہارے یا کشمش وغیرہ کا استعمال کرنا جوانی میں بڑھاپے کو شباب کی طرف لوٹانے کا ایک عملی تجربہ اور سچا واقعہ ہے جس پر عمل کر کے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

تریاق شباب آور

کشتہ چاندی ایک تولہ' کستوری اصلی ۳ ماشہ' زعفران اصلی ایک تولہ' شہد خالص ایک چھٹانک۔

ترکیب: اوّل زعفران کو باریک کر کے شہد میں ملالیں پھر اس میں کستوری اور کشتہ چاندی ملالیں۔

خوراک: چار رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ حریرہ بادام صبح وشام استعمال کریں۔ اس میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ رطوبت غریزی پیدا کرتا ہے۔

اکسیر اعادہ شباب

کشتہ الماس ایک ماشہ' کشتہ مرجان ایک تولہ' کشتہ عقیق ایک تولہ۔

ترکیب: کشتہ جات کو آپس میں ملالیں مقدار خوراک ۲ چاول سے ایک رتی تک ہمراہ خمیرہ مروارید دن میں تین چار بار استعمال کریں۔

قانون مفرد اعضاء

''اخلاط جب مجسم ہوتے ہیں تو مفرد اعضاء بن جاتے ہیں''

قانون کلیات

انہی مفرد اعضاء کی ترکیب سے مرکب اعضاء اور مرکب اعضاء کی ترکیب سے پھر تمام جسم انسان تیار ہوتا ہے۔ گویا جسم انسان مرکب اعضاء سے مرکب ہے۔ مرکب اعضاء مفرد اعضاء سے مرکب ہیں۔ مفرد اعضاء اخلاط سے بنتے ہیں۔ اخلاط عناصر سے اور عناصر ارکان سے پیدا ہوتے ہیں۔ ارکان مادہ کی ٹھوس، مائع، گیس اور آگ ہیں جو مادہ میں چار کیفیات: گرمی، خشکی، تری اور سردی سے بن جاتی ہیں۔ یہ کیفیات جوہر کی ہیں جس میں سے مادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ قانون جوہر اور مادہ سے اخذ کیا گیا ہے یعنی جوہر سے مادہ پیدا ہوتا ہے۔ مادہ سے ارکان، ارکان سے پھر کوئی عنصر پھر عنصر سے اخلاط اور اخلاط سے مفرد اعضاء بنتے ہیں۔ جن کی ترکیب سے مرکب اعضاء اور مرکب اعضاء کی ترکیب سے پھر تمام جسم انسان تیار ہوتا ہے۔

جسم انسان کے مرکب اعضاء مفرد اعضاء کی بافتوں سے مل کر بنتے ہیں اور ہر بافت (نسیج) بے شمار زندہ حیوانی ذرات (سیلز) سے مرکب ہے۔ یہ حیوانی ذرات دراصل اخلاط سے بنتے ہیں۔ اخلاط چار ہیں۔ اس لیے یہ حیوانی ذرات (سیلز) بھی چار ہی اقسام کے ہوتے ہیں اور ان سے چار ہی اقسام کی بافتیں (انسجہ) بنتی ہیں۔ جن کو ہم اعضاء کہتے ہیں۔ گویا ہر مفرد عضو کی بافت یا نسیج کی بناوٹ میں اس کے ایک حیوانی ذرہ سے لے کر اس کے عضو رئیس تک میں ایک ہی خلط کے حیوانی ذرات (سیلز) ہوتے ہیں۔ جب کسی مفرد عضو کے ایک ذرہ کے افعال میں کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے تو اس کا اثر اس کی پوری نسیج (مفرد عضو) سے گزرتا ہوا اس کے عضو رئیس تک پہنچ جاتا ہے اور اسی طرح ایک عضو رئیس کی خرابی کا اثر اس کی متعلقہ نسیج (مفرد عضو) کے ذریعے اس کے حیوانی ذرہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جس سے ان مفرد اعضاء کے افعال میں افراط وتفریط اور ضعف پیدا ہو کر امراض وعلامات پیدا ہوتی ہیں۔ علاج کی صورت میں انہی مفرد اعضاء کے افعال کو درست کر دینے سے ایک حیوانی ذرہ سے لے کر اس کے عضو رئیس تک کے افعال درست ہو جاتے ہیں۔ بس یہی قانون مفرد اعضاء ہے۔

جاننا چاہیے کہ جسم کی صحت اس کے اپنے مزاج کا صحیح رہنا ہے۔ جسم کی مرض اس کے مزاج کا بگڑ جانا ہے اور جسم کی موت اس کے مزاج کا باطل ہو جانا ہے۔ گویا مرض صرف بگڑے ہوئے فعل کا ظہور ہے اور پیدائش مرض کا حقیقی سبب ''تغیر افعال الاعضاء'' ہے جو بدن انسان کے مفرد اعضاء میں ان کے مزاج کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے مرض سوء مزاج مفرد کے محل اور معروض بدن انسان کے مفرد اعضاء ہیں۔ مرکب اعضاء نہیں ہیں کیونکہ جسم انسان میں جو افعال انجام پاتے ہیں وہ مفرد اعضاء کے ماتحت انجام پاتے ہیں۔ مرکب اعضاء کے تحت انجام نہیں پاتے مثلاً معدہ، مثانہ، سینہ، آنکھ، ناک اور کان وغیرہ یعنی یہ اور تمام دیگر اعضاء جو افعال انجام دیتے ہیں اپنے ان مفرد اعضاء کے ساتھ دیتے ہیں جن سے یہ مرکب ہیں۔ اس لیے امراض بھی انہیں مفرد اعضاء میں پیدا ہوتے ہیں نہ کہ مرکب عضو سارا کا سارا مریض بن جاتا ہے۔ مثلاً معدہ مرکب ہے۔ اعصاب غدد اور عضلات سے جب وہ کسی مرض میں گرفتار ہوگا تو وہ تمام کا تمام مریض نہیں ہوگا بلکہ اس کا کوئی حصہ مریض ہوگا یعنی معدہ کے اعصاب بیمار ہوں گے یا غدد یا عضلات پر مرض کا اثر ہوگا۔ علاج کی صورت میں بھی اس حصے کو مدنظر رکھ کر دوائیں دی جاتی ہیں تو بہت جلد شفا ہو جاتی ہے۔ معدہ اور دیگر مرکب اعضاء میں جو مختلف قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کے مختلف مفرد اعضاء مرض میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اس لیے علاج میں بھی مرکب اعضاء کی بجائے مفرد اعضاء کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اس سے تشخیص یقینی اور علاج بے حد

آسان ہوجاتا ہے۔

جسم انسان کے سر سے لے کر پاؤں تک تمام اعضاء مفرد اعضاء اعصاب، غدد و اعضلات سے مرکب ہیں۔ جیسے سر، آنکھ، ناک، کان، غذا اور ہوا کی نالیاں، سینہ، معدہ، انتڑیاں، مثانہ اور اعضائے جنسی وغیرہ اور تمام کے تمام اعضائے رئیسہ حیاتی اعضاء اور بنیادی اعضاء سے مرکب ہیں۔ یہ کوئی جدا قسم کی تخلیق یا بناوٹ نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان مرکب اعضاء کے افعال اپنے مختلف مفرد اعضاء کی وجہ سے مختلف ہیں اور اپنے اپنے مراکز کے تابع ہیں مثلاً معدہ کے اعصاب کا تعلق دماغ سے ہے اور معدہ کے عضلات کا تعلق دل سے ہے۔ معدہ کے نالی دار غدد کا تعلق جگر سے اور غیر نالی دار غدد کا تعلق طحال سے ہے۔ گویا اعصاب میں اگر تحریک ہوگی تو اس سے معدہ کا اعصابی حصہ بھی متاثر ہوگا۔ اسی طرح اگر دل وجگر میں تحریکات ہوں گی تو معدہ کے وہ حصے اپنی اپنی جگہ متاثر ہوں گے جن کا تعلق دل وجگر کے ساتھ ہے۔ ہم نے جسم انسان کو اس کے ایک حیوانی خلیہ سے لے کر اس کے عضور ئیس تک چار قسم کے مفرد اعضاء میں تقسیم کر دیا ہے:

1. اعصاب جن کا مرکز دماغ ہے عصبی خلیات سے بنتے ہیں۔ عصبی خلیات عصبی مادہ سے عصبی مادہ خون کے بلغمی عناصر کی خلط سے بنتا ہے۔ اعصاب کا کام احساس کرنا ہے۔
2. عضلات جن کا مرکز دل ہے عضلی خلیات سے بنتے ہیں۔ عضلی خلیات عضلی مادہ سے اور عضلی مادہ خون کے ریاحی عناصر کی خلط سے بنتا ہے۔ عضلات کا کام حرکات کرنا ہے۔
3. غدد ناکلہ جن کا مرکز جگر ہے قشری خلیات سے بنتے ہیں۔ قشری خلیات قشری مادہ سے اور قشری مادہ خون کے صفراوی عناصر کی خلط سے بنتا ہے۔ غدد ناکلہ کا کام ترشح کرنا ہے۔
4. غدد جاذبہ جن کا مرکز طحال ہے مخاطی خلیات سے بنتے ہیں۔ مخاطی خلیات مخاطی مادہ سے اور مخاطی مادہ خون کے سوداوی عناصر کی خلط سے بنتا ہے۔ غدد جاذبہ کا کام جذب کرنا ہے۔

خون عناصر کے ان چار اخلاط سے مرکب ہے جو دوران خون کے ذریعے ان چار اقسام کے مفرد اعضاء کی غذا بنتے ہیں۔ یہ تقسیم دوران خون کی گردش کے بالکل مطابق ہے جو دل عضلات سے شروع ہو کر جگر (غدد ناکلہ) سے گزرتے ہوئے دماغ (اعصاب) کے زیر اثر تمام جسم پر رطوبات کو بکھیر دیتی ہے۔ پھر طحال (غدد جاذبہ) کے ذریعے وہ رطوبت جذب ہو کر دل (عضلات) میں شامل ہوجاتی ہے۔ یہ ایک ایسا خودکار نظام ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ اور معاون ہے کہ ایک دوسرے کے تعلق سے چلتے ہیں اور ایک دوسرے کی خرابی سے روکتے ہیں۔ یعنی دل کے صحیح عمل کے ساتھ اگر دوران خون جسم میں دوڑتا ہے تو ساتھ ہی غدد غیر ناکلہ جسم کی رطوبات کو جذب و پختہ کر کے خون میں شامل کرتے ہیں۔ اسی طرح دماغ کے صحیح افعال کے ساتھ اعصاب میں احساس کی قوت دوڑتی ہے تو دوسری طرف غدد ناکلہ کی رطوبات پختہ ہو کر جسم پر ترشح پا کر جسم کی غذا بنتی ہیں۔ یعنی غدد ناکلہ اعصاب کی تیزی سے رطوبات کو ترشح کرتے ہیں اور عضلات کی تیزی سے رطوبات کو روکتے ہیں لیکن غدد جاذبہ ان کے خلاف کام کرتے ہیں وہ اعصاب کی تیزی سے رطوبات کو روکتے ہیں اور عضلات کی تیزی سے رطوبات کو گراتے ہیں۔ اب ذرا قدرت کی اس ترتیب کو دیکھیں کہ اعصاب جسم میں باہر کی طرف ہیں تا کہ ہر احساس کو سمجھیں۔ عضلات جسم کے اندر کی طرف ہیں تا کہ باعث حرکت ہوں اور غدد دونوں کے درمیان ہیں تا کہ تغذیہ وتصفیہ کا باعث بنیں۔ ان چاروں کے عمل سے قوت وصحت اور زندگی قائم رہتی ہے۔

⑮
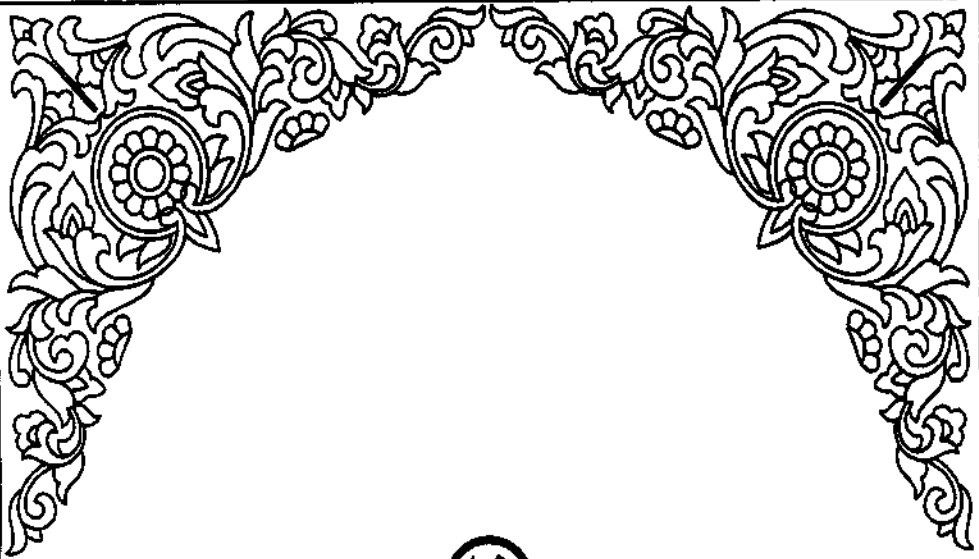
تحقیقات ملیریا کوئی بخار نہیں

فہرست عنوانات

پیش لفظ

الحمدللّٰہ ربّ العالمین. الصلوۃ والسلام علیٰ رحمۃ اللعالمین. امابعد ۔ اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. انّ اللّٰہ لا یستحیٖ ان یّضرب مثلا مّا بعوضۃً فما فوقھا. فامّا الّذین اٰمنوا فیعلمون انّہ الحق من رّبھم. و امّا الّذین کفرو افیقولون ماذا اراد اللّٰہُ بھٰذا مثلاً. یُضِلّ بہٖ کثیرا و یھدی بہ کثیرا. وما یُضلّ بہٖ الاّ الفاسقین.

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں (جو صرف مسلمانوں کا ہی نہیں بلکہ) تمام عالمین کا ربّ (پرورش کرنے والا) ہے، تمام درود اور انتہائی سلام (اس رہبرِ انسانیت کے لئے ہیں) جو تمام عالمین کے لئے رحمت (کا پیغامبر ہے) اس کے بعد پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان کی طرف سے جو مردود ہے (کیونکہ اس کی پیدائش دھویں سے ہے)۔شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جس کی مہربانیاں عام ہیں (جیسے ہوا عام ہے) اور اس کی رحمتیں بوقت ضرورت میسر آتی ہیں (جیسے پانی بوقت ضرورت میسر ہو جاتا ہے)۔تحقیق اللہ تعالیٰ (جب اپنی مخلوقات کا ذکر کریں) تو نہیں شرماتے مثال بیان کرنے میں مچھر کی یا اس سے بھی زیادہ (ادنیٰ وغیر مرئی مخلوق اور حیوانی ذرّات کرم وغیرہ جیسے خلیہ و امعا اور جرثومہ ہیں) جو لوگ (حقیقت) پر ایمان رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں ان کی طرف سے حق بات کیا ہے۔اور جب حق بات کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصد ہے۔اس میں بہت سے گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے راہ پاتے ہیں۔کبھی گمراہ نہیں ہوتے۔مگر خاص لوگوں میں سے''۔

قرآن حکیم میں اس مقام پر مچھر اور اس سے بھی زیادہ ادنیٰ حیوانی مخلوق اور حیوانی ذرّات کا ذکر اس لئے آیا ہے کہ اس سے قبل انسان کی پیدائش کا ذکر آیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس سے پہلے لوگوں کو بھی اسی طرح پیدا کیا گیا یعنی انسان سے انسان۔گویا انسان کا سلسلہ پیدائش تناسل سے ہے۔اس کے بعد قرآن حکیم نے زمین آسمان کا ذکر کر کے بارش کا ذکر کیا ہے اور اس سے پھل پیدا کئے گئے ہیں جو مخلوقات کے لئے رزق ہے۔گویا بارش کے بعد زمین میں پیدائش کی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس سے پھلوں کے ساتھ ساتھ مچھر اور حیوانی مخلوقات اور ذرّات کا پیدا ہونا بھی اس طریق پیدائش پر ہے جیسے پھل یعنی تقسیم در تقسیم۔

بارش اور نباتات کے بعد مچھر اور اس سے بھی زیادہ ادنیٰ مخلوق اور جراثیم کا پیدا ہونا لازمی ہے۔اب انسان کا فرض ہے کہ ان تمام حقائق پر غور و فکر کرے۔اگر یہ غور و فکر فطرت اللہ کے مطابق ہے تو اس کے نتائج صحیح وصالح اور ارتقائی ظاہر ہوتے ہیں۔یعنی یہ مچھر اور جراثیم کیوں پیدا کئے گئے ہیں؟ کیا یہ بے فائدہ یا صرف نقصان رساں مخلوق ہے یا ان کے اثرات میں کچھ فوائد بھی ہیں؟ جن لوگوں نے ان

حقائق پر قانون فطرت کے مطابق غور وفکر کیا تو اس کے مفید اثرات اور صالح اعمال سے آگاہ ہو کر نہ صرف مستفید ہوتا ہے بلکہ ان کے مضر اثرات سے بھی دور رہ سکتا ہے۔ جیسے آگ جلاتی ہے، ظاہرہ یہ اس کا مضر اثر ہے لیکن انسان اس کے اس جلانے ہی سے فوائد حاصل کرتا ہے اور اس کے نقصانات سے دور رہتا ہے۔ **ما خلقت هذا باطلا**.

یہی صورت مچھر و جراثیم اور دیگر ادنیٰ مخلوقات کی ہے۔ ربّ العالمین نے ان کی پیدائش میں اثرات وافعال اور خواص وفوائد رکھے ہیں ہم ان سے واقف ہو کر مستفید ہوں تاکہ انسانی زندگی میں جہاں کہیں بھی اس کے مفید اثرات اور فوائد کی ضرورت ہو حاصل کریں۔ اور ساتھ ہی اس کے مضر اثرات اور نقصانات سے بچ سکیں۔ لیکن فرنگی طب نے ان کو صرف نقصان رساں ہی بتایا ہے۔ ان کے فوائد کا ذکر نہیں کیا، بلکہ یہی تاکید کی ہے کہ جہاں پر بھی یہ مخلوق نظر آئے فنا کر دی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس مچھر اور جراثیم کی پوری حقیقت اور فوائد سے واقف نہیں ہے اس لئے وہ گمراہی کا شکار ہوگئی ہے اور جن لوگوں نے اس کی بات کو حق جانا ہے، وہ بھی ان کے ساتھ گمراہی میں شریک ہیں۔

فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کہتی ہے کہ مچھر اور جراثیم سے ملیریا بخار پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ اس کے فوائد اور مفید اثرات کیا ہیں۔ جہاں تک اس کے استفادی پہلو کا تعلق ہے دونوں بے خبر ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کو علم نہیں ہے کہ

- مچھر اور جراثیم کیوں پیدا ہوتے ہیں؟
- ان کی پیدائش کس مادے سے ہے؟
- جسم انسان کو ان کی کیا ضرورت ہے؟
- یہ صرف بخار ہی کا باعث ہے یا خون اور جسم میں کوئی مفید عمل بھی انجام پاتا ہے؟
- مچھر ایک زہر ہے۔ یہ جسم انسان کے کسی عضو خصوصاً مفرد عضو اور اس سے بھی آگے بڑھیں تو کسی قسم کے خلیات وانسجہ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان کا کیا اثر ہوتا ہے؟ یعنی ان کے افعال اور ان کے کیمیاوی تغیرات میں کیا صورت اور کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان سوالات کے جواب فرنگی طب کے پاس نہیں ہیں، اس لئے وہ ملیریا کی صحیح حقیقت سے بالکل ناواقف ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ علاج الامراض میں فرنگی طب کے ہاں مفرد اعضاء کا تصور ہی نہیں۔ مفرد اعضاء سے علاج تو رہا ایک طرف فرنگی طب میں علاج بالاعضاء کا ذکر ہی نہیں ہے۔ ان کے ہاں تو جراثیم اور اس کے سمیات کو باعث امراض سمجھا جاتا ہے اور انہی کا فنا کرنا ان کے طریق علاج میں شامل ہے۔

فرنگی طب فزیالوجی (منافع اعضاء) میں مرکب عضو میں مفرد عضو اور ان کی بناوٹ جو خلیات انسجہ سے ہوئی ہے ان کا ذکر کرتی ہے مگر ان کا تمام طبی لٹریچر اس امر سے خالی ہے کہ اعضاء خصوصاً مفرد اعضاء اور ان کے خلیات وانسجہ کی خرابی پیدائش امراض میں کیا اہمیت رکھتی ہے۔ اگر وہ ان کو پیدائش امراض کے اسباب تسلیم کریں تو لامحالہ ان کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جراثیم باعث مرض نہیں ہیں۔ جہاں کہیں بھی فرنگی طب میں خلیات وانسجہ کا ذکر ہے اس کی صرف یہ صورت ہے کہ وہاں پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ فلاں جراثیمی مرض میں خلیات اور انسجہ کی کیا صورت ہو جاتی ہے۔ نتائج امراض بیان کئے گئے ہیں، سبب واصلہ اور فاعلہ نہیں تسلیم کیا گیا۔ وہ سبب واصلہ اور فاعلہ (ایکسائٹنگ کاز) صرف جراثیم کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ دراصل سبب سابقہ (پرپوزنگ کاز) ہیں۔ کیونکہ اعضاء خصوصاً مفرد عضو میں جب تک بگاڑ نہ ہو مرض کی صورت نمودار نہیں ہو سکتی، جیسے کہ فرنگی طب خود مانتی ہے کہ جب تک کسی عضو کی مناعت مضبوط ہے، جراثیم اپنا اثر نہیں کر سکتے، تو پھر

خلیات و انسجہ کے بگاڑ کو ابتدائی مقام کیوں نہ دیا جائے کہ وہ مفرد اعضاء کے ابتدائی یونٹ ہیں۔ جب جسم انسان میں ابتدائی یونٹ کے تغیرات کو سمجھ لیا جائے تو اعضاء اور امراض کے تعلق کو سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

فرنگی طب ہر عضو کی امیونٹی (مناعت) کی خرابی کا ذکر تو کرتی ہے۔ لیکن اس کو اس امر کا علم نہیں ہے کہ امیونٹی ہے کیا شے اور ہر عضو کی امیونٹی (مناعت) ایک قسم کی شے ہے یا جدا جدا کوئی شے ہے۔ ان کی کتب ان حقائق سے خالی ہیں۔ اگر ان کو اس امر کا علم ہوتا تو وہ مختلف امراض سے بچنے کے لئے جراثیم سے دور رہنے کے ساتھ ساتھ جسم میں وہ امیونٹی پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ مثلاً ملیریا سے بچنے کے لئے وہ مچھر دانی کا ذکر کرتے ہیں اور کونین کے روزانہ استعمال کی تاکید ہے۔ لیکن کونین تو ملیریا بخار کا علاج ہے، جس سے فرض کر لیتے ہیں کہ ملیریائی جراثیم مر جاتے ہیں۔ لیکن اس امر کا ذکر نہیں ہے کہ ملیریا فلاں عضو پر اثر کرتے ہیں۔ اس لئے امیونٹی مضبوط کرنے کے لئے فلاں دوا کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ عضو کی خرابی اور اس کی امیونٹی (مناعت) کی مضبوطی کا ذکر کریں تو اس طرح ان کو ہر مرض اور بخار میں کرنا پڑے گا۔ جیسے نتیجہ میں جراثیم خصوصاً ملیریل جراثیم کی خصوصیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اور ملیریا کے نام سے کوئی بخار موسوم نہیں رہ سکتا ہے۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ ملیریا ایک خاص قسم کا زہر ہے۔ جو جسم انسان میں موسم و ماحول کی خرابی اور مچھر کے کاٹنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ کیوں پیدا ہوتا ہے، اس کے فوائد کیا ہیں؟ ان حقائق کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے (ان حقائق کا ہم نے کتاب میں ذکر بھی کر دیا ہے) تو پھر بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ملیریا اسی قسم کا زہر ہے جیسے دیگر حشرات الارض اور دیگر نباتی و جماداتی زہر ہیں۔ جن کا شمار مشکل ہے۔ کیا ہر زہر کے نام پر ایک بخار مقرر کیا جائے۔ جیسے فرنگی طب میں ہیں چوہے کاٹنے کا بخار، ریتیلی مکھی کاٹنے کا بخار، مکڑی کا بخار، وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ کہا جائے جراثیم جدید تحقیقات ہیں اس لئے خاص قسم کے زہر سے موسوم کرنا ضروری ہے تو پھر نمونیا و پلر اسی اور ٹی۔ بی اور کثار کے بھی تو جراثیم معلوم کئے گئے ہیں۔ ان کے ناموں کو بالا اعضاء اور بالا علامات کیوں رکھا گیا ہے۔ اگر صرف اسی نکتہ نظر سے غور کریں تو امراض کی ایک بہت طویل فہرست ملتی ہے جن کے جراثیم تو فرنگی طب کو معلوم ہیں لیکن ان کے نام جراثیمی زہر پر نہیں ہیں مثلاً سوزاک، آتشک، چیچک، خسرہ، انفلئنزہ، ہیضہ اور طاعون وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ہم ان ناموں کو بھی علاماتی نام کہتے ہیں۔ صحیح نام صرف وہ ہیں جن میں کسی مرض کا تعلق اس کے عضو کی خرابی سے وابستہ ہو۔ اس سے نہ صرف تفہیم مرض کا پتہ چلتا ہے بلکہ تشخیص اور علاج میں بھی آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جب ملیریا بخار یا موسمی بخار کا تعلق جگر کی خرابی سے ہے جس میں صفراوی پیدائش اور حرارت کی پیدائش رُک جاتی ہے یا جسمانی ضرورت کیمطابق کم ہو جاتی ہے، جس کو ملیریا بخار یا موسمی بخار پورا کرتا ہے۔ طب یونانی میں اس کو حمی غب صفراویٔ بخار یا شطر الغب (صفراء مرکب یا بلغمی بخار) کہتے ہیں، جگر کی خرابی ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ تو اس بخار کا نام ملیریا کی بجائے حمی کبدی (جگری بخار) ہونا چاہئے۔ یہ بخار قدرت مدبرہ فطری اصولوں پر اس لئے پیدا کرتی ہے کہ جگر کی امیونٹی (مناعت) یعنی اس کی مقرر مقدار اپنی ضرورت سے کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا صحیح علاج بھی یہی ہے کہ بخار اتارنے کی بجائے جسم کی حرارت اور صفراء پورا کیا جائے تاکہ مریض اس کی کی وجہ سے زیادہ خوفناک امراض میں گرفتار نہ ہو۔ جب یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ بخار مرض نہیں ہے بلکہ جسم میں گرمی کی کمی کا احساس ہے تو لازم ہوا کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے بلکہ موسمی رطوبات کی زیادتی سے حرارت کی کمی کا اظہار ہے جن کو یہ بخار نہیں ہوتا تو وہ رطوبات کی زیادتی کی وجہ آنے والے موسم میں نزلہ و زکام اور کھانسی اور نمونیا وغیرہ دیگر سردی کے امراض میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

ملیریا کے علاج میں کونین اور دیگر جراثیم کش جو ادویات دی جاتی ہیں، اوّل تو وہ اس بخار کا اصولی علاج نہیں ہے، اس کا بخار جگر کے فعل کو درست کرتا ہے تاکہ وہ اپنی حرارت اور صفراء کی پیدائش کو پوری طور پر بنائے۔ اس کے برعکس کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات دافع حرارت اور قاطع صفرا ہیں۔ نتیجہ میں مریض خوفناک امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ دوسرے جب ان ادویات کی کثرت سے حرارت جسم بہت کم ہو جاتی ہے یا جراثیم مر جاتے ہیں تو متعفن مادہ اندر دب جاتا ہے۔ طبیعت مدبرہ بدن چند دنوں کے بعد پھر اس میں تعفن پیدا کر کے بخار کی صورت پیدا کرتی ہے، اگر وہ ایسا کرنے کی قوت نہیں رکھتی تو پھر وہ مادہ جسم کو کھا کر ٹی بی یا کینسر پیدا کر دیتا ہے یا اس سے ہارٹ فیلور ہو جاتا ہے۔ یہ صورت تو بالکل ایسی ہے کہ کہیں گندگی پڑی ہو اس پر فینائل ڈال دی جائے۔ مگر گندگی وہاں پر قائم رہے، جس میں چند دنوں بعد فساد اور تعفن پیدا ہونا لازمی ہے یا جب آٹا خمیر ہو جائے اور یہاں تک خراب ہو جائے کہ اس میں سخت تعفن پیدا ہو جائے۔ تو اس کی درستی دافع تعفن ادویات سے نہیں ہو سکتی۔ البتہ بدبو ضرور دور ہو سکتی ہے۔ اس کا یہی علاج ہے کہ اس کو پھینک دیا جائے تاکہ جراثیم اس کو ختم کر کے اس کا زہر ختم کر دیں۔ نہیں تو اس میں پھر بدبو پیدا ہو کر گھر بھر کو بیمار کر دے گی۔ اسی طرح کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات اندرونی زہر کو ختم کرنے کی بجائے اس کی اصلاح کو روک کر انتہائی نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ ان امور کا ذکر کتاب میں کیا ہے۔

ہم نے کتاب کو دو وجوہات سے لکھا ہے۔ اوّل وجہ یہ تھی کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس اپنی غلط فہمی اور گمراہی کی وجہ سے طبی دُنیا میں اس کو کثیر الوقوع اور اہم بخار بیان کر کے انتہائی پراپیگنڈہ کرتی رہی ہے اور اس کو اپنی تجارت کا ایک بڑا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ جس سے کروڑوں اور اربوں روپیہ وہ ہر سال اس کی ادویات اور آلات سے کما رہی ہے، جس سے ہمارے فرنگی اطباء اور فرنگی وید (ایسے معالج جو ہیں تو طبیب اور وید لیکن اپنے فن سے واقف نہیں ہیں اس لئے دولت کے لالچ اور کمائی کی خاطر فرنگی ادویات کو استعمال کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں کہ وہ فرنگی ادویات برتتے ہیں) جو پورے طور پر ان ادویات کی اہمیت سے واقف بھی نہیں ہیں، وہ ان کو استعمال کر کے عوام کی صحت کے لئے باعث نقصان بن رہے ہیں، یہ دراصل فرنگی عطائی ہیں جو اطباء اور وید اپنے فن کی ادویات چھوڑ کر فرنگی طب کی ادویات استعمال کرتے ہیں۔ ان کو حکومت کی طرف سے علاج معالجہ کی اجازت نہ ہونی چاہئے۔ اس طبقہ میں عطار اور فرنگی دوا فروش بھی شریک ہیں۔ اس لئے ہم نے ثابت کیا ہے کہ درحقیقت ملیریا کوئی بخار نہیں ہے اور کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات اس کا غلط علاج ہونے کے علاوہ انتہائی نقصان رساں ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب میں اپنی کتاب ''تحقیقات حمیات'' مرتب کر رہا تھا تو ان دنوں مجھے جناب حکیم کبیر الدین کی کتاب حمیات اجامیہ (ملیریا بخار) دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مجھے کتاب پڑھ کر بے حد افسوس ہوا، کیونکہ جناب حکیم صاحب موصوف نے ملیریا بخاروں کا نام (حمیات اجامیہ) رکھ کر اس کو مشرف باسلام کر دیا ہے۔ یعنی اس کو طب یونانی کا بخار ثابت کر دیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تمام کا تمام ملیریا بیان شمس الاطباء حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی کی ایک مشہور کتاب مخزن الحکمت (گھر کا حکیم ڈاکٹر) سے لفظی ہیر پھیر کے ساتھ عنوان باعنوان نقل کر دیا۔ اور کچھ بیان شیخ الرئیس کی کتاب ''حمیات قانون'' سے غلط ناطق کے ساتھ لکھ دیا۔ غلط مجربات اور فضول باتیں جمع کر کے اس کا نام تحقیق اور تدقیق رکھ دیا۔ اگر اسی کا نام تعمیری کام ہے تو پھر تخریبی کام کس قسم کا ہوتا ہے۔ نقل تو خیر نظر انداز کی جاتی ہے، لیکن طب یونانی کی رو سے خصوصاً شیخ الرئیس کے حوالوں سے چار مختلف اقسام کے اخلاط کے بخاروں کو ایک ہی قسم کا بخار کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ پھر تمام بخاروں کا ایک ہی قسم کا علاج خصوصاً کونین کے ساتھ علاج کرنا صحیح ہے؟ اس کتاب میں طب یونانی کے قوانین کو اس بری طرح نظر انداز کیا گیا ہے کہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کو ذبح کیا گیا ہے۔ اور پھر فرنگی غلط اصولوں اور علاج کو بغیر طب یونانی کے قوانین کو پیش نظر

رکھ کر اپنایا گیا ہے۔ یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ ذہن میں شوق تجدید فن احیائے طب سمایا ہوا ہے۔ جن کے مبادیات سے بھی واقف نہیں ہیں۔

تجدید فن اور احیاء طب تو اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ کم از کم اوّل مسلمات اور قوانین طب یونانی کو موجودہ ماڈرن سائنس کے سامنے صحیح ثابت کریں یا ماڈرن سائنس اور فرنگی طب کے نظریات اور اصولوں کو غلط ثابت کریں۔ کیا اس کا نام تجدید طب اور احیاء فن ہے کہ طب یونانی کے قوانین و مسلمات اور اصول و نظریات کو ختم کر کے فرنگی طب کو غلط طور پر طب یونانی میں شامل کر لیا جائے۔ اور فرنگی طب بھی وہ عطائی طریق علاج (ان سائنٹفک) ہے جو سر سے پاؤں تک غلط ہے، بلکہ گمراہی کی طرف سے جانے والا ہے۔

اس قسم کی تجدید طب اور احیاء فن جو حکیم کبیر الدین صاحب نے ''حمیات اجامیہ'' میں پیش کیا ہے جس کے نمونے ہم پیش کر چکے ہیں اور جس پر تنقید و تبصرہ قارئین کے سامنے ہے اس پر غور و فکر کر کے خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا اس کو تجدید طب و احیاء فن اور قوم و ملک کی تعمیری خدمت کہہ سکتے ہیں؟؟؟

اس سب تخریب اور خرابی کی داستان یہ ہے کہ آج سے تقریباً پچاس سال پہلے کی بات ہے جب فرنگی ہندوستان پر اپنے ظلم و ستم سے حکومت کرتا تھا۔ 1910ء میں بمبئے ایکٹ کے تحت یہ کوشش کی تھی کہ طب قدیم کو بالکل ختم کر دیا جائے اس کا بعض دردمندان فن اور محبان ملک نے بہت کامیابی سے مقابلہ کیا اور اس آفت سے فن طب کی جان بچ گئی۔ انہی دنوں طب یونانی اور فن قدیم کے احیاء اور تجدید کا خیال شدت سے پیدا ہوا جس میں فرنگی کی چال کام کر گئی اور طب قدیم کا رخ فرنگی طب کی طرف پھیر دیا گیا اور فرنگی زدہ لوگوں سے پراپیگنڈہ کرایا گیا کہ اگر طب قدیم کی جان عزیز ہے اور اس کو ہمیشہ کے لئے بچانا چاہتے ہو تو فرنگی طب کو زیادہ سے زیادہ بلکہ پورے طور پر طب قدیم میں شامل کر لیا جائے۔ اور اس کا نام احیاء فن اور تجدید طب رکھ دیا گیا۔ بالکل اس طرح جیسے سرسید کے زمانے میں فرنگی نے یہ پراپیگنڈہ کیا کہ مسلمانوں کی کامیابی و ترقی بلکہ زندگی کا راز اس میں ہے کہ اردو زبان کی بجائے فرنگی تعلیم حاصل کی جائے۔ (یہاں تک تو کوئی بات نہ تھی) بلکہ مجبور یہ کیا گیا کہ تمام علوم بھی اسی زبان میں پڑھائے جائیں۔ جس کا نتیجہ ظاہر تھا کہ خواص ان کی مشینری کے پرزے بن جائیں اور عوام علوم سے بے بہرہ رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ہمارے ڈاکٹر و انجینئر اور سائنس دان یورپ و امریکہ اور جاپان کے محتاج ہیں اور ان کے مقابلہ میں ان ممالک سے جن میں تعلیم ان کی ملکی زبان میں ہے اگر کیمونسٹ ممالک کو نظر انداز بھی کر دیں تو جاپان اور مصر میں ان شعبہ جات نے جو ترقی کی ہے، ہمارا ملک ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس طرح فرنگی طب کو طب قدیم میں اپنانے کی تحریک میں ایک خاص گروہ سامنے آ گیا، جناب حکیم کبیر الدین اور ان کے ساتھی پیش رو کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جن میں قابل ذکر حکیم محمد الیاس، حکیم فضل الرحمٰن پروفیسر وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے بعد کے زمانے میں عثمانیہ یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم اُردو ہوا تو انہوں نے بھی طب فرنگی کی کتب کے تراجم شائع کر کے تعلیم جاری کر دی جس سے فرنگی طب کو بہت مدد ملی۔ ان تراجم سے طب قدیم کو بہت نوازا گیا۔ ادھر پنجاب میں اسی گروپ کے خاص فرد جناب شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی صاحب نے اسی طریق تجدید طب اور اصلاح فن کے نام سے اسی طریق کار سے احیاء فن کرنے لگے۔ ان لوگوں کا طریق کار یہ رہا کہ فرنگی طب کی کتب کے تراجم کر کے بلکہ کرا کے زیادہ سے زیادہ طب قدیم میں یونانی اصطلاحات کے ساتھ شامل کرنے لگے۔

اس جدید فرنگی طبی لٹریچر کو کتب اور رسالوں کی صورت میں دھڑا دھڑ فروخت کرنے لگے۔ اس حد تک بھی یہ قابل برداشت تھی۔ اس سے آگے ایک بہت خوفناک قدم اٹھایا گیا یعنی جو طبی درس گاہیں قائم کی گئیں ان کو طبیہ کالج (انگلوانڈین) کا نام دیا گیا۔ بس ان میں

اس فرنگی طبی لٹریچر کی علمی اور عملی تعلیم شروع ہوگئی۔ یہ صورت کسی ایک شہر تک محدود نہ رہی بلکہ ایسے فرنگی طبیہ کالج دلی، علی گڑھ، لکھنؤ، حیدرآباد، بمبے، لاہور، شاہدرہ، بہاولپور اور کراچی تک پھیل گئے اور آج بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ جہاں یونانی قوانین ونظریات کے ساتھ فرنگی طب کے اصول اور نظریات کی تعلیم دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحیح معنوں میں طبیب حکیم تو کوئی پیدا نہ ہوسکا البتہ فرنگی طب کی تعلیم اس انداز میں پھیل گئی کہ ہر طبیب اور حکیم نے ڈاکٹری انداز بلکہ خود ڈاکٹر بننے کی کوشش ضرور کی اور نہیں تو حکیم ڈاکٹر ضرور کہلایا۔ اور فرنگی طب کے آلات سے اپنے کو سجانے پر فخر محسوس کیا اور تا حال یہی سلسلہ جاری ہے۔

دوسری طرف عوام میں شدید ردِّعمل شروع ہوا کہ جب وہ فرنگی طب خصوصاً ان کے انجکشنوں سے متعارف ہوگئے تو ان کو فرنگی طبیبوں اور فرنگی حکیموں سے نفرت پیدا ہونا شروع ہوگئی کہ اگر فرنگی ادویات ہی برتنی ہیں تو پھر ان کی بجائے فرنگی ڈاکٹروں سے کیوں نہ لی جائیں۔ اور جب مارشل لاء حکومت نے طب قدیم سے انکار کر دیا کہ جب طب قدیم کی تجدید اور علاج فرنگی طب سے کرنی ہے تو یہی بہتر ہے کہ فرنگی طب کو زیادہ سے زیادہ ملک میں پھیلا دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے مارشل لاء حکومت نے زیادہ سے زیادہ میڈیکل کالج و میڈیکل سنٹر اور سرکاری ہسپتال وسینی ٹوریم کھول دیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مارشل لاء حکومت نے نہایت ہی دانشمندانہ قدم اٹھایا۔ اگرچہ ہم فرنگی طب کے شدید مخالف ہیں، لیکن حکومت کے اس اقدام سے فرنگی طب کی رہی سہی اشاعت ختم ہوگئی۔ اور جو لوگ فرنگی طب کے ذریعے طب قدیم کا احیاء وتجدید اور اصلاح کر رہے تھے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور ہوش ٹھکانے نہ رہے۔ اب ''نہ پائے رفتن اور نہ جائے ماندن'' کا معاملہ ہوگیا۔

ذرا اندازہ لگائیں کہ ان فرنگی طبیبوں اور فرنگی حکیموں نے اپنے رسالوں، کتب اور لٹریچر کے ذریعے اپنے انگلوانڈین طبیہ کالجوں میں تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ اپنی طبی جماعتوں کے پلیٹ فارموں پر جو اکثر فرنگی زدہ نوابوں، امیرزادوں اور فرنگی حکام اعلیٰ کی صدارتوں میں ہونے لگیں ان میں زیادہ سے زیادہ ماڈرن سائنس اور فرنگی طب کو اپنانے کی تلقین کی گئی، جن کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا، طب فرنگی کا اثر اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ شہروں کے بڑے بڑے فرنگی طبیبوں اور حکیموں سے لے کر دیہاتوں کے معمولی اطباء اور حکماء تک ملیریا اور کونین سے متعارف ہیں۔ وہ اس کا علاج کونین سے ملیریا کو سامنے رکھتے ہوئے کرتے ہیں، کبھی حمی غب یا حمی کبدی سمجھ کر نہیں کرتے۔ گویا پاک و ہند کا ہر طبی اور ویدک معالج فرنگی زدہ ہوگیا اور فرنگی طب کی افضلیت سے مرغوب ہے۔ اور ساتھ ہی عوام کے ذہن میں یقین ہے کہ طب قدیم اور آیورویدک ختم ہو چکی ہیں۔

مگر قدرت فیاض ہے۔ جب ایک طرف بے امیدی ومایوسی اور ناکامی کا دور دورہ ہوتا ہے، جب ترقی وکامیابی اور نشو وارتقاء کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو قدرت اپنے فطری اصولوں کو عمل میں لاتی ہے، جس کے ساتھ اس کے حق پرست بندے سامنے آ کر اس ساری بے امیدی ومایوسی اور ناکامیوں کے بادلوں اور فضاء کو چیر کر ترقی وکامیابی اور نشو وارتقاء کی راہیں اور قاعدے دکھا دیتے ہیں۔ اور دُنیا کو دعوت دیتے ہیں کہ آئیں اور راہِ ہدایت وکامیابی دیکھیں، سمجھیں، تجربہ کریں اور فوائد حاصل کریں۔ مگر باطل قائدین اپنی دولت اور جھوٹی شان سے لالچ دے کر عوام کے راستے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ حق پھیلتا ہے اور باطل مات کھانا شروع کر دیتا ہے۔

ہم بھی یہی دعوت دے رہے ہیں۔ فن علاج کی صحیح راہ ہم دُنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور ایسے وقت میں یہ صحیح راہ پیش کر رہے ہیں۔ جب تمام دُنیا پر فرنگی طب چھا چکی ہے اور دُنیا میں کہیں بھی تجدید طب واحیاء اور اصلاح فن نہیں پیش کیا جا رہا ہے۔ اگر کہیں ایسا کام ہو رہا ہے تو ہم بھی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ ورنہ عوام خواص کا فرض ہے کہ اگر وہ محبِّ علم وفن اور ملک وقوم سے محبت وعشق رکھتے ہیں تو فوراً ہمارے

گرد اکٹھے ہو جائیں۔ اپنے قائدین بتوں کی طرف نہ دیکھیں، جلد پہنچیں جو پہلے آئیں گے وہ پہلے بامراد ہوں گے، اگر آپ لوگ آج اکٹھے ہو جائیں ہم کل فرنگی طب کو حکومت سے ختم کر کے طب یونانی یا طب قدیم کو سرفراز اور بامراد کر لیں گے۔ کیونکہ حکومت عوامی ہے، ارکان حکومت ملک اور قوم کی سربلندی چاہتے ہیں، ان کو صحیح فن سے بغض نہیں ہے، جو کچھ عوام پسند کرتے ہیں حکومت اس کو قبول کر لیتی ہے۔ اس لئے ہم نے کبھی حکومت کی طرف رجوع نہیں کیا، ہمارا اوّل کام معالجین اور عوام کا ذہن بدلنا ہے۔ جس کا ہمیں یقین ہے کہ بہت جلد کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ ہم حق پیش کر رہے ہیں اور فرنگی طب سر تا پاؤں غلط ہے۔ باطل کبھی بھی حق کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا ہے۔

ہم نے ملیریا کو غلط ثابت کر کے حق کو پیش کیا ہے، اسی طرح ہم جناب حکیم کبیر الدین صاحب اور ان کے ساتھیوں خصوصاً جناب شفا الملک حکیم محمد حسن صاحب قرشی کی ایک ایک کتاب کی غلطیاں و خرابیاں اور گمراہیاں پیش کریں گے جو فرنگی طب کے تراجم اور ان کی ادویات کے غلط نسخوں سے بھری پڑی ہیں۔ جن سے علم طب تباہ اور فن قدیم برباد ہو گیا ہے تا کہ حق بات عوام اور خواص تک پہنچ جائے اور باطل کے نقصانات سے بچ سکیں۔ ثبوت میں جناب حکیم قرشی صاحب کی کتاب جامع الحکمت کو اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس میں نہ صرف ملیریا اور اس کا علاج تو کیا شروع سے آخر تک فرنگی طب سے بھری پڑی ہے۔ اس کو کوئی صاحب عقل اور اہل فن تجدید طب اور احیاءِ فن نہیں کہہ سکتا ہے۔ ہم اس کتاب کی طرح ان کی تمام کتب کو تنقید و تبصرہ کے ساتھ پیش کریں گے۔

ہم اپنے احیاءِ فن اور تجدید طب کا نواں چیلنج کر رہے ہیں۔ جن لوگوں نے ہماری کتب اور رسائل دیکھی ہیں وہ خوب اچھی طرح یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم فن طب کی کس طرح تعمیری اور تجدیدی خدمت کر رہے ہیں۔ آٹھواں چیلنج ''تحقیقات حمیات'' پر ہے جس میں نہ صرف فرنگی طب کے بخاروں کو غلط ثابت کیا ہے بلکہ طب قدیم کے ایک ایک بخار کو صحیح ثابت ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب رسالہ رجسٹریشن فرنٹ کا خاص نمبر ہے جو سال رواں کے خریداروں کو نصف قیمت پر دی جاتی ہے، اس کے بعد پوری قیمت ہو گی۔ اس لئے ہر صاحب فن و اہل علم اور اطباء و حکماء جو فن اور طب کو کمال پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ فوراً خریدار بن کر اس کو حاصل کر لیں اس کو پڑھ کر نہ صرف خوش ہوں گے بلکہ بخاروں کے علاج پر پوری قدرت حاصل کر لیں گے۔

آخر میں ہم پریس کو چند الفاظ کہتے ہیں کہ وہ ملک اور قوم کی زبان ہے۔ ان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی عقل سلیم سے جن علم و فن میں حق دیکھیں ان کو عوام تک پہنچائیں۔ اگر ان کو حق نظر نہیں آتا تو اس کو اچھی طرح ردّ کریں اور ہمارے چیلنج کو غلط کریں۔ چیلنج کے نام پر گھبرائیں نہیں۔ یہ لفظ دُنیا کو خبردار کرنے کے لئے ہے۔ اگر اس میں سچائی ہے تو اپنے ملک اور قوم کی عزت کے لئے دیگر ممالک تک اپنی آواز کو اچھے اور مؤثر الفاظ میں پہنچائیں تا کہ دیگر ممالک بھی اس حق سے مستفید ہوں اور ملک اور قوم کا نام بلند ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی جزاء ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

ملیریا کیا ہے؟

نوٹ: اس سے قبل کہ ہم ملیریا پر بحث کریں اور ثابت کریں کہ یہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی علاج کی دُنیا میں گمراہی، غلط راہ روی اور ناسمجھی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوّل اس کی ماہیت پر پوری طور پر روشنی ڈالیں جیسے کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس اس کو سمجھتی ہے تاکہ اہل فن اور صاحب علم ہماری تحقیقات کو پورے طور پر ذہن نشین کر سکیں۔ اور ان کو حق بات کا اندازہ ہو سکے۔ ہماری بحث کے اختتام پر انشاءاللہ تعالیٰ وہ سمجھ لیں گے کہ ملیریا بذاتِ خود کوئی مرض نہیں ہے۔

تعریف ملیریا

فرنگی طب ملیریا کی اس طرح تعریف کرتی ہے کہ ملیریا ایک متعدی بیماری ہے جو خون میں ایک خاص قسم کے جرثومہ کی موجودگی سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کی خاص علامت میں بخار کا ہونا، جگر اور طحال کا بڑھ جانا، ضعف جسم اور کمی خون کا پیدا ہو جانا بتائی جاتی ہیں۔ لیکن آج کل ملیریا کی اصطلاح چند ایک خاص اقسام کے شدید بخاروں پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے ملیریا کا مفہوم ایک خاص قسم کا بخار سمجھا جاتا ہے جو پروٹوزوا (حیواناتی ذرّہ) ایک خاص قسم کے کرم جو طفیلی (پیراسائیٹس) کہلاتا ہے۔ جس کی تین اقسام ہیں۔ جو خاص قسم کے مچھر (اینافلیز) کے کاٹنے سے جسم انسان میں داخل ہو کر خون میں پرورش پاتے ہیں، جن سے ملیریا بخار اور دیگر ملیریل امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

ایک مشاہدہ

اگر ایک تندرست انسان کی انگلی کو پاک صاف کر کے اس میں ایک سوئی چبھو دیں، اس میں سے جب خون ٹپکے تو اس میں سے ایک قطرہ خون ایک شیشے کی صاف و پاک پٹی پر احتیاط سے پھیلا دیں۔ پھر شیشہ کی پٹی کو سپرٹ لیمپ کے شعلہ پر ذرا گرم کر کے پھر بعد میں ٹھنڈا کر لیں۔ اور اس پر چند قطرہ لیش میں یا رومانا وسکی ڈالو اور چند منٹ توقف کر کے اس کو آبِ مقطر سے دھو کر سکھا لیں۔ پھر ایک قطرہ سیڈر ائل اس پر ڈال کر خوربین کے نیچے رکھ کر دیکھیں۔

اس میں گلابی رنگ کی گول گول صاف صاف سینکڑوں ٹکیاں نظر آئیں گی، یہ سرخ نقاط الدم (ریڈ بلڈ کارپسلز) ہیں۔ ان کے اندر حمرت الدم (ہیموگلوبن) ہوتا ہے۔ اس حمرت الدم کے اندر مخلوط ہو کر وہ پاک ہوا نسیم (آکسیجن) رہتی ہے۔ جس پر ہماری زندگی کا دارو مدار ہے۔ ایک قطرہ خون میں نقاط کی تعداد تین لاکھ کے قریب ہوتی ہے۔ شیشے کی پٹی کو خوردبین کے تلے ادھر ادھر سرکا کے اگر دیکھا جائے تو شاید کہیں نہ کہیں ایک دو نیلے رنگ کے اجسام بھی دکھائی دیں گے جو نقاط الدم سے جسامت میں بڑے ہوتے ہیں۔ ان کی شکل بھی مختلف ہوتی ہے۔ ان کو سفید نقاط الدم (وائٹ کارپسلز) کہتے ہیں۔ یہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک قسم مردار خور (نیگوسائٹ)

کہلاتے ہیں۔اس لئے کہ فضلات اور مردار ٹکڑے انہیں جہاں مل جاتے ہیں، ان کو کھا پی کر ہضم کر لیتے ہیں۔

دوسرا مشاہدہ

اگر مفصلہ بالا ترکیب سے ملیریا کے مریض کے خون کو خوردبین کے نیچے دیکھا جائے تو سرخ نقاط الدم کے اندر سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے خال نظر آئیں گے۔ یہ خال کئی شکلوں کے ہوتے ہیں۔بعض تو چھلے کی طرح گول (رولز) ہوتے ہیں، بعض ہلالی (کریسنٹ) شکل ہوتے ہیں۔کوئی پھولدار (کلسٹرڈ) اور بعض دانہ دار (گرینولر) شکل کے ہوتے ہیں۔ یہ خال کسی جا تو نقاط الدم کے عین وسط میں پائے جاتے ہیں۔کہیں ان کے گرداگرد محاط ہوتے ہیں۔اور کبھی کبھی نقاط الدم کے باہر بھی نظر آتے ہیں۔اگر دورہ بخار کے دوران خون کا ملاحظہ کیا جائے، تو یہ خال نقاط الدم سے باہر کثرت سے ملیں گے اور وقفہ بخار میں یہ سب کے سب نقاط الدم کے اندر چھپے رہتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ملیریا میں بہت عرصہ تک مبتلا رہ چکا ہو، تو اس کے نقاط الدم کی شکل بھی بدل جاتی ہے۔بجائے گول ہونے کے ان کی شکل مخروطی، ٹیڑھی، ترچھی بن جاتی ہے۔اور ان کا گول دائرہ نوکیلا ہو جاتا ہے۔سرخ نقاط الدم ٹوٹ پھوٹ کر سیاہ رنگ کے دانے بن جاتے ہیں۔جو یا تو خشک شدہ سکڑے ہوئے نقاط الدم کے ایک کونے میں پڑے رہتے ہیں یا نقطہ کے پھٹنے سے ماءالدم (سیرم) کے اندر خارج ہو جاتے ہیں۔

ایک تجربہ

اگر ملیریا کے مریض کو مچھر کاٹے اور اس مچھر کو چند روز تک محفوظ رکھ کر کسی تندرست آدمی کو اس سے کٹوایا جائے تو چند روز میں اس تندرست آدمی کے خون کے نقاط الدم کے اندر بھی اسی قسم کے خال اور غیر معمولی تبدیلیاں پیدا ہو جائیں گی۔ جو ملیریا کے خون میں دیکھی گئی ہیں اور وہ شخص بھی ملیریا بخار میں مبتلا ہو جائے گا۔یا اس کے اندر ملیریا کے دیگر امراض پائے جائیں گے۔جو ملیریا کا زندہ ثبوت ہے۔

دوسرا تجربہ

اگر ملیریا کے مریض کا کونین کے ذریعے باقاعدہ علاج کیا جائے تو اس کے نقاط الدم میں سے خال وغیرہ سب دور ہو جائیں گے اور اس کا خون تندرست آدمی کے خون کی طرح صاف ہو جائے گا اور اسی طرح مریض کا بخار دور ہو جائے گا اور اس کے دیگر امراض رفع ہو جائیں گے۔ ثابت ہوا کہ مندرجہ بالا مشاہدات اور تجربات ہر شخص خوردبین کے ذریعے کر کے تصدیق کر سکتا ہے۔اور اب دیکھنا یہ ہے کہ ان مشاہدات اور تجربات سے کیا نتیجہ اخذ ہوتا ہے اور کیا اصول قائم کیا جاتا ہے۔

نتیجہ مشاہدات اور تجربات

ان مشاہدات اور تجربات سے تین نتائج اخذ ہوتے ہیں: (اوّل) یہ ہے کہ ملیریا کے مریض کے خون کے اندر چند چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں۔ جو تندرست آدمی کے اندر نہیں پائی جاتیں۔ (دوم) یہ ہے کہ یہ چیزیں مچھر ملیریا کے مریض کا خون پیتے وقت نکال لیتا ہے۔اور جب تندرست آدمی کو کاٹتا ہے تو اس میں داخل کر دیتا ہے۔ (سوم) یہ ہے کہ اس قسم کی چیزیں کونین کے استعمال سے دور ہو جاتی ہیں۔

اصول نتائج:

ان مشاہدات اور تجربات سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں ان سے یہ اصول وضع ہوتا ہے کہ ملیریا کا مرض مچھروں کے ذریعے نہ

صرف ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہوتا ہے بلکہ ملیریا کا حملہ اوّل سے آخر تک نقاط الدم پر ہی ہوتا ہے۔ دِل و دماغ اور جگر کسی سے اس کا واسطہ نہیں ہوتا۔ نیز ان سے ملیریا کی کل حقیقت اور کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔

اصول کی تشریح

جراثیم نقاط الدم کے اندر داخل ہو کر یہ موذی ان کے جسم پر پرورش پاتا ہے۔ اس کو کھا پی کر ہضم کر ڈالتا ہے۔ اور جب چاق و چوبند ہو جاتا ہے تو نقاط الدم کے غلاف کو پھاڑ کر میدان میں زور آزمائیاں کرتا ہے۔ اور دوسرے نقاط الدم پر حملہ کر کے ان کو بھی اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ملیریا کا کرم نقاط الدم کو پھاڑ کر باہر نکلتا ہے تو سمی مادہ جو اس کی خباثت طبع سے پیدا ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی نکل کر سیرم یعنی ماء الدم میں حل ہو جاتا ہے۔ اور سیرم کے ساتھ دورہ کرتا ہوا مرکز موالد حرارت و قابض حرارت پر اپنا موذی اثر پیدا کرتا ہے اس حالت کا نام دورہ بخار ہے۔ ملیریا کے کرم مریض کے خون کے اندر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تعداد میں پیدا ہوتے اور پلتے رہتے ہیں اور جیسا کہ تقاضائے ہر ذی حیات ہے مرتے بھی رہتے ہیں اور اس کی نسلیں یکے بعد دیگرے پلتی اور بار آور بھی ہوتی رہتی ہیں۔ جب اُس کی ایک بڑی فصل تیار ہو جاتی ہے تو نوبت بخار ہوتی ہے۔ جب فصل تیار نہیں ہوتی تو وقفہ ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ربیع اور خریف کے درمیان میں چھوٹی فصول مولی گاجر، توری، کدو اور بھنڈی وغیرہ کی بھی تیار کر لی جاتی ہیں۔ اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی فصلیں ملیریا کی بھی تیار ہوتی رہتی ہیں حتیٰ کہ وہ متعدبہ اثر مراکز حرارت پر پیدا کر سکیں۔ جب خفیف سی حرارت لازمی طور پر قائم ہو جاتی ہے تو بڑی فصل کے تیار ہونے کے وقت اس کے اثر سے حرارت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور اس قسم کے بخار کو ریمٹینٹ فیور (دائمی بخار) کہتے ہیں۔

جس طرح مفصلہ بالا مشاہدات اور تجربات میں ملیریا کے کرم کے مختلف اشکال و اقسام نقاط الدم کے اندر دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسی طرح انہی اشکال کے مطابق بخار کی علامات اور شدت و خفت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ ملیریا ایک ہی چیز ہے مگر اس کے اقسام کئی ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ گو آم اگرچہ ایک میوہ ہے مگر کوئی مالدہ کوئی الفانزہ اور کوئی لنگڑہ ہوتا ہے۔ جن کی رنگت، مزہ اور وزن میں بہت فرق ہوتا ہے جن کا بیان آئندہ تفصیل سے آئے گا۔ [از کرنل بھولا ناتھ]

ملیریا کی دقیق تشریح

حوینات طفیلی (ملیریل پیراسائیٹس) ہر ایک قسم انسان کے دوران خون میں جب موجود ہوتی ہے تو ان کی تازہ زندگی کا ایک دور اڑتالیس گھنٹوں سے عموماً بہتر گھنٹوں تک ہوا کرتا ہے۔ اگر ان کی زندگی کے دران میں یعنی جب یہ انسان کے خون میں موجود ہوتے ہیں اور بخار پیدا کرتے ہیں، مریض کا تھوڑا سا خون اگر آلہ خوردبین کے نیچے ملاحظہ کیا جائے تو مادہ حیات (پروٹوپلازم) کی ساخت سے بنے ہوئے نہایت چھوٹے چھوٹے کیسے قدرے زردی مائل نظر آتے ہیں۔ جو خون کے سرخ دانوں کے اندر جاگزیں ہوتے ہیں۔ اس پیلے رنگ کے جسم کے اندر سیاہ یا سرخی مائل سیاہ رنگ کے مہین مہین ذرات بکھرے ہوتے ہیں۔ ان مہین ذرّات کو ہیموزواین (Haemozoine) کہتے ہیں۔

ان جاندار ہستیوں میں جو مختلف تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں، مریض کے خون میں وقفوں کے بعد بار بار بخوبی دیکھی جا سکتی ہیں۔ جب حوینہ طفیلی (پیراسائیٹس) مکمل یعنی پورا جوان ہو جاتا ہے تب سیاہ ذرّات (ہیموزوائن) وسطی حصہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے گرداگرد حوینہ طفیلی (پیراسائیٹس) کا زردی مائل مادہ حیات (پروٹوپلازم) ہوتا ہے۔ جب وہ خون کا ذرّہ (کارپاسلز) جس میں وہ

موجود ہوتا ہے پھٹ جاتا ہے اور سفیر یکولرز سپورز (مدور خورد ذرات کی مانند) اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ مگر ان میں ایک کے اندر بھی ہیموز واین (سیاہ ذرّات) موجود نہیں ہوتے۔ ان سپورز کی کچھ تعداد نیگوسائی ٹوسس سے بچ نکلتے ہیں۔ وہ دوسرے خون کے دانوں سے پیوست ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہ سپورز ان دانوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اب ان خون کے دانوں میں جو متعدی ہو گئے ہیں یہ چھوٹے چھوٹے حوینیہ طفیلی (پیراسائیٹس) پرورش پاتے اور بڑھتے ہیں۔ گویا اپنی خوراک بھی انہی سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ ادھر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ جن کو ایمی بائیڈ موومنٹ کہتے ہیں۔ جب رنگ دے کر (سٹین) بذریعہ خوردبین ملاحظہ کرتے ہیں تو ان میں چھوٹے چھوٹے سفیر یکولرز کے درمیان نقطہ حیات (نیوکلی اس) نظر آتا ہے۔ یہ نقطہ حیات (نیوکلی اس) مرکز کے درمیان ہوتا ہے جو مادہ کروموٹین (مادہ وراثت) کا ہوتا ہے۔ جس پر خوب سرخ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ جوں جوں حوینہ طفیلی پیراسائیٹس بڑھتا جاتا ہے، بلوغت تک پہنچتا جاتا ہے، تو یہ نقطہ حیات (نیوکلی اس) بھی بڑھتا جاتا ہے، مگر کم نمایاں رہ جاتا ہے، اور پھر بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔

مدور خورد ذرّات (سپورولیشن) بنانے سے پہلے نقطہ حیات (نیوکلی اس) اور مرکز حیات (نیوکلی اولس) دونوں دکھائی نہیں دیتے۔ اس حالت میں مادہ کے مہین مہین ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ جو تمام مادہ حیات (پروٹو پلازم) میں پھیل جاتے ہیں۔ اس کے کچھ مدت بعد نقطہ حیات (نیوکلی اس) کا مادہ پھر ظاہر ہوتا ہے، مگر ایسی شکل میں کہ اس کے بے شمار مہین مہین مراکز حیات نیوکلی اولائی بن کر پھیل جاتے ہیں، انہی نیوکلی اولائی کے گرد ٹکڑے ٹکڑے ہو کر حوینہ طفیلی (پیراسائٹ) مادہ حیات (پروٹو پلازم) تقسیم ہو کر علیحدہ علیحدہ مدور خورد ذرات (سفیر یکولرز) بن جاتے ہیں۔

سیاہ رنگ کے ذرّات (ہیموز واین) جو خاص شکل کے ہوتے ہیں، ان کی بخوبی شناخت ہو سکتی ہے کیونکہ یہ سیاہ رنگ کے یا سیاہی مائل مثل گرد کے ذرّات کے ہوتے ہیں یا چھوٹے چھوٹے ڈنڈے کے کٹے ہوئے ٹکڑوں کی شکل کے ذرّات ہوتے ہیں، ہیموز وائن کے مرکز نشین ہونے سے پہلے جو سفیر یکولرز (مدور خورد ذرّات) کے بننے سے پیشتر واضح ہوتا ہے، ہیموز وائن کے ذرّات منتشر ہوتے ہیں۔ عموماً یہ ذرّات حوینیہ طفیلی (پیراسائٹ) کے دائرے کے بیرونی طرف ہوتے ہیں۔ جب تک نقطہ حیات (نیوکلی اس) ایک رہتا ہے، ہیموز وائن ایک طرف رہتا ہے، مگر جب نقطہ حیات (نیوکلی اس) ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو جاتا ہے تو ہیموز وائن وسط میں آ جاتا ہے۔

اس دقیق تشریحی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم انسان میں ملیریا کے حوینہ طفیلی (ملیریل پیراسائیٹس) کس طرح بڑھتے ہیں اور پھیلتے ہیں، گویا جسم انسان میں ترتیب مدور خورد ذرّات (سپورولیشن) سے ایک حوینہ طفیلی (پیراسائٹ) کے بہت سے ٹکڑے ہو کر نئے حوینہ طفیلی (پیراسائیٹس) تیار ہو جاتے ہیں، اس طریق پیدائش یا افزائش کو سپورولیشن یعنی شق ہو کر بڑھنے کا طریقہ کہتے ہیں مگر مچھر کے جسم میں بذریعہ طریق تناسل بڑھتے ہیں۔ ان دونوں طریق کی تفصیل اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔ [از ڈاکٹر محمد نصیر الدین]

جراثیم ملیریا

ماڈرن سائنس نے ثابت کیا ہے کہ ملیریا کے جراثیم ایک حیوانی مادہ یا خوردبینی کرم ہے جو اس قسم کا خون پینے والا دشمن ہے جیسا کہ جوئیں اور پسو ہوتے ہیں۔ فرق ان میں صرف اتنا ہے کہ جوئیں اور پسو انسان کا خون جسم کے باہر بیٹھ کر پیتے ہیں اور ملیریا کے جراثیم جسم کے اندر بلکہ خون میں شامل ہو کر خون چوستے ہیں۔

ملیریا جراثیم ایک ایسے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کو حرام خور کہتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص ہاتھ پاؤں ہلا کر کمائی نہ کرے اور نہ ہی

اپنی کمائی کھائے بلکہ دوسروں کی پکی پکائے کھائے۔ اس قسم کے اشخاص کی طرف حرام خور نباتات اور حیوانات میں بھی بہت سی مخلوق پائی جاتی ہیں۔ نباتات میں امربیل اور حیوانات میں کیچوے کدو والے جوئیں اور پسو وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ملیریا کا جرثومہ بھی ایک حرام خور کرم ہے۔ اس سے داس کو حونیہ طفیلی ملیریا پیراسائیٹ کہتے ہیں۔ چونکہ ان کی زندگی کا بسر گزر ہے اس لئے جن کو خون چوس دشمن ہیماسیڈا کہتے ہیں۔

خوردبین کے نیچے قطرہ خون دیکھنے سے جو کریات حمرا (ریڈ کارپسلز) کے اندر سیاہ رنگ کے نقطے نظر آتے ہیں، جن کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔ بعض نقطے گول ہوتے ہیں، اور بعض کی شکلیں ہلالی ہوتی ہیں اور بعض دانہ دار ہوتے ہیں۔ یہی نقطے دراصل اسی مرض کے جراثیم ہیں۔ نوبت کے دور ہونے کے بعد وقفہ کی حالت میں خصوصیت کے ساتھ کریات حمرا کے اندر ہی موجود ہوتے ہیں۔ البتہ گاہے ان سے باہر بھی دیکھے جاتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ نوبت کے وقت مریض کے خون کا معائنہ کیا جائے اور گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ جراثیم کریات حمرا (سفید کارپسلز) کے چاروں سرف احاطہ کئے ہوتے ہیں۔

ملیریا کا جرثومہ صرف انسان کے خون میں ہی نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے اقسام مینڈک، چمگادڑ، مرغی اور چڑیا کے خون میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پرندوں کے خون کا کرم ملیریا کے کرم سے ایسا متشابہ ہے کہ کچھ عرصہ تک تو محققوں کی یہی رائے تھی کہ یہ دونوں کرم ایک ہی جنس ہیں۔ انسان کے جسم میں جو تین قسم کے جراثیم طفیلی (ملیریل پیراسائیٹس) پائے جاتے ہیں ان کے اصطلاحی نام حسب ذیل ہیں:

(۱) پلازموڈیم ملیریائی (Plasmodium Malaria) دانہ دار کرم ملیریا۔ (۲) پلازموڈیم وائی ویکس (Plasmodium Yeivix) (۳) لیوی رے نا ملیریائی (Leverina Malaria) ہلالی کرم ملیریا۔

گول گول اجسام جن کے اندر کا حصہ دانہ دار ہوتا ہے، یہ سن بلوغت کو پہنچ کر پھٹ جاتا ہے اور دانہ دانہ منتشر ہو جاتا ہے، اور ہر ایک دانہ بحیثیت خود ایک نیا کرم بن جاتا ہے۔ ان دانوں کو سپورز (Spores) کہتے ہیں۔ اس عمل کو سپورز فارمیشن (Spores Formation) کہتے ہیں۔

ہلالی اجسام کو اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ اجسام بھی تین اقسام کے ہوتے ہیں۔ اوّل قسم میں رنگت کے دانہ ہلال کے تمام جسم کے اندر منتشر پائے جاتے ہیں، یہ کرم ملیریا کا مادہ ہے۔ دوسری قسم میں یہ دانہ دانہ ایک جگہ مجتمع ہوتے ہیں، یہ کرم ملیریا کا نر ہے۔ تیسری قسم میں جسم ہلال کے اندر خول خول دکھائی دیتے ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ کرم ضعف پیری کی حالت ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ یہ ہلالی اجسام جب تک غیر مکمل اور نابالغ ہوتے ہیں تب تک وہ اندرونی اعضاء میں چھپے رہتے ہیں۔ اور جب بالغ ہو کر تناسل کے قابل ہوتے ہیں تو خون میں دورہ شروع کر دیتے ہیں۔

جراثیم ملیریا کی پیدائش اور افزائش

جدید تحقیق کی رو سے دُنیا میں نباتات اور حیوانات کی پیدائش اور افزائش کے دو طریقے ہیں، اسی طرح جراثیم کی نسل بھی دو طریقہ سے بڑھتی اور پھولتی پھیلتی ہے۔ ان میں سے ایک تو طریقہ تبذر (سپورز) اور دوسرا طریقہ تناسل (Gamete) کہتے ہیں۔ طریق تبذر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک جرثومہ دو ٹکڑوں میں منقسم ہو جاتا ہے اور پھر یہ ٹکڑے مستقل جرثومے بن جاتے ہیں۔ اگر ان کے حالات موافق ہوں تو یہ آدھ گھنٹے کے قلیل عرصہ میں بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اندازہ کیا گیا ہے کہ مناسب حالات کی موجودگی میں دس گھنٹے کے عرصہ میں ایک جرثومہ سے بیس لاکھ جراثیم پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کی کثرت افزائش میں بعض قدرتی مواقع موجود ہوتے ہیں۔

جوان کی افزائش میں حارج ہوتے ہیں۔ اگر یہ مواقع نہ ہوتے تو کرہ زمین پر ان جراثیم ہی کا دورہ ہوتا۔

جراثیم کی افزائش کو روکنے کے لئے ایک بات تو یہ ہے کہ ان کی غذا محدود ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کی افزائش میں نقصان لاحق ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود ان جراثیم کے جسم سے جو فضلہ خارج ہوتا ہے وہ بھی ان کی افزائش کے لئے مانع ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ بعض ادنیٰ قسم کے حیوانات ان جراثیم کو چٹ کر جاتے ہیں۔

طریق تناسل میں جراثیم کی افزائش کے لئے نر و مادہ کے اعضاء تناسل کے تواصل کی ضرورت ہوتی ہے اور اس تواصل سے ایک نیا جرثومہ پیدا ہوتا ہے جیسا کہ دُنیا کے دوسرے اعلیٰ نباتات اور جاندار پیدا ہوتے ہیں۔ اعلیٰ نباتات میں گلاب، موتیا، انگور اور کھجور کی قلم لگائی جاتی ہے۔ قلم لگانا کیا ہے۔ مولد درخت کے ایک حصہ کا ٹکڑا ہے جو دوسرا درخت بنالیا جاتا ہے اور نیا قلم مولد بنتا ہے یا نر کا اثر مادہ پر ڈالا جاتا ہے۔

جراثیم ملیریا دونوں طریقوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ البتہ طریق تبذّر (سپورز فارمیشن) کی پیدائش انسانی خون کے اندر ہوتی ہے اور اس صورت میں ان کا نام جراثیم بذریہ (سپوروسائٹس) رکھا جاتا ہے اور طریق تناسل مچھر کے جسم میں پیدا ہوتے اور بڑھتے ہیں، اس صورت ہیں ان کو جراثیم تناسلیہ (کیموسائٹس) سے موسوم کرتے ہیں، اوّل تبدیلیاں جسم انسان اور دوسری تبدیلیاں مچھر میں رونما ہوتی ہیں۔

جراثیم ملیریا کی زندگی کا دور جسم انسان میں

اس سے جراثیم ملیریا کا وہ دور مراد ہے جو انسان کے خون کے اندر پورا ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب ملیریا کا مچھر انسان کو کاٹتا ہے، تو مچھر کے سونڈ سے یہ جراثیم خون میں پہنچ کر خون کے سرخ دانوں (ریڈ کارپسلز) میں داخل ہو جاتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے گول دانوں کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ابتداء میں جبکہ یہ ایک ننھا سا جرثومہ یا جرثومہ کا بچہ ہوتا ہے، بہت ہی چھوٹے دانے یا کیسہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس حالت میں اس کو عمیس (ایمی بیولا) کہتے ہیں۔ اس کا درمیانی حصہ کسی قدر سخت ہوتا ہے۔ اور اس کے اردگرد پرورش کرنے والا مادہ لگا رہتا ہے۔ یہ ابتدائی گول دانہ بہت جلد نشوونما حاصل کر لیتا ہے۔ اور ساتھ ہی ایک مادہ سوداویہ پیدا کر کے کریات حمراء (ریڈ کارپسلز) کو سیاہی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ آخر کار خون کے سرخ دانے کے اندر ان جراثیم کی اتنی کثرت ہو جاتی ہے کہ سارا سرخ دانہ اس مادہ سے بھر جاتا ہے۔ پھر دانہ خون کا غلاف پھٹ جاتا ہے جس سے جراثیم ملیریا خون میں عام طور پر پھیل جاتے ہیں اور دوسرے نئے سرخ دانوں پر حملہ آور ہو کر ان کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔

اس بخار کی باریاں تین قسم کی ہوتی ہیں یعنی اس مرض کے جراثیم تین قسم کے ہیں۔ اسی لحاظ سے یہ ایک دِن یا دو دِن یا تین دِن میں کامل نشوونما حاصل کر کے پختہ ہوا کرتے ہیں اور اپنی نسل بڑھایا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان میں سے بعض جراثیم گول بن جاتے ہیں، جن کو جراثیم بذریہ (سپوروسائٹس) کہتے ہیں اور بعض جراثیم ہلالی شکل اختیار کر لیتے ہیں، جن کو جراثیم تناسلیہ (گیموٹوسائٹس) کہتے ہیں۔

اس کے بعد جراثیم بذریہ (جو کہ گول ہوتے ہیں) اپنے مخصوص طریق پیدائش میں بڑھتے اور اپنی نسل بڑھاتے ہیں۔ یعنی پہلے ایک کرم دو یا دو سے زیادہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، اور ہر ایک ٹکڑہ ایک بذر (تخم-سپورز) بن جاتا ہے۔ جو کامل نشوونما پانے کے بعد حمرات الدم (ریڈ کارپسلز) کو سیاہی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جو اصطلاحاً مادہ سوداویہ (Melanin - میلے نین) کہلاتا ہے۔ اور اس میں

مخصوص سمت ہوتی ہے۔ جب دانہ خون کا غلاف پھٹ جاتا ہے، تو اس کے اندر موجود جرثومے سیاہ سی مادے کے ساتھ مصل الدم (آب خون) میں شامل ہو جاتے ہیں۔

الغرض مذکور بالا طریقہ سے بذر بنتے اور نشو ونما پا کر دوسرے کریات حمراء (خون کے سرخ دانے) کو خراب کرتے رہتے ہیں۔ اور سیاہ سی مادہ کریات بیضاء (وائٹ کارپسلز) میں جذب ہو کر بذریعہ دورانِ خون دماغ میں پہنچ کر مراکز دماغیہ کو ماؤف کر دیتا ہے۔

اسی طرح یہ جراثیم انسان کے جسم میں کروڑوں کی تعداد میں پیدا ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی نشو ونما پاتے اور اس کے بعد بہت سے ہلاک بھی ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ ان کی نسلیں یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی اور پرورش پا کر نشو ونما حاصل کرتی رہتی ہیں۔ جب جسم انسان میں ان جراثیم کے بذر بہت تعداد میں بن جاتے ہیں، تو تپ کی نوبت آتی ہے اور جب یہ گھٹ جاتے ہیں تو وقفہ کی حالت ہوتی ہے۔ اس کے بعد پھر بذر (تخم) تیار ہونے شروع ہوتے ہیں اور خاصی تعداد کو پہنچ جاتے ہیں۔ تو پھر بخار کی نوبت آموجود ہوتی ہے۔ الغرض اسی طرح باریوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی نسل کو بالکل نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔

بخاروں کی نوبت کے وقت یہ جراثیم خون میں نہایت آزادی کے ساتھ چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب بخار کی نوبت دفع ہو جاتی ہے اور وقفہ کا زمانہ ہوتا ہے تو یہ مخ عظام (ہڈیوں کے مغز) طحال اور جگر میں اپنا مسکن بنا لیتے ہیں اور اس وقت تک نہیں نکلتے تا وقتیکہ مریض کی صحت خراب ہو کر وہ بہت زیادہ کمزور نہ ہو جائے۔

جراثیم بذریہ کے برخلاف جراثیم تناسلیہ (جو ہلالی شکل کے ہوتے ہیں) کے بذر (سپور) نہیں بنتے بلکہ نر و مادہ بن کر خون کے اندر اسی طرح دورہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد جب مریض کو مچھر کاٹتا ہے تو یہ جراثیم مچھر کے جسم میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں جا کر عمل تناسل سے بڑھنے لگ جاتے ہیں۔

جراثیم ملیریا کی زندگی کا دور مچھر کے جسم میں

جب مچھر ملیریا کے مریض کا خون چوستا ہے تو اس کے ساتھ ہلالی شکل کے جراثیم ملیریا بھی (تناسلیہ) مچھر کے معدہ میں جا پہنچتے ہیں، جو کریات حمرا (ریڈ کارپسلز) کے اندر ہوتے ہیں، لیکن معدہ میں پہنچنے کے بعد خون کے سرخ دانے کے اندر ہوتے ہیں، وہ معدہ میں پہنچنے کے بعد خون کے سرخ دانے کے غلاف کو پھاڑ کر باہر نکل جاتے ہیں اور آزادانہ حرکت کرنے لگتے ہیں اور نر و مادہ کے تواصل سے ان کی نسل بڑھنے کا انتظام ہو جاتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے نر جرثومہ کے اطراف میں چار پانچ متحرک شاخیں نکل کر حرکت کے باعث ٹوٹ جاتی ہیں۔ یہ شاخیں ہی درحقیقت اس کے آلات تناسل کے قائم مقام ہیں۔ چنانچہ یہ شاخیں ٹوٹ کر مادہ جرثومہ (زائی گوٹ) سے جڑ جاتی ہیں، اس کے بعد مادہ جرثومہ میں کسی قدر لمبائی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ مچھر کے معدہ کی دیوار کو چھید کر اس کی بیرونی سطح پر نشو ونما پانے لگتی ہے۔ اور اس کا مرکز حیات (نیوکلی اس-نوئی) متعدد حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ یہ مادہ ایک ہفتہ میں کامل نشو ونما حاصل کر لیتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا غلاف پھٹ جاتا ہے اور اس کے جسم سے بہت سے بچے مچھر کے جسم میں پھیل جاتے ہیں۔ اور اس کے دوران خون کے ذریعے دورہ کرتے ہوئے لعاب دہن کی گلٹی میں جا پہنچتے ہیں۔ اس کے بعد جب یہ مچھر کسی تندرست آدمی کو کاٹتا ہے تو یہی جراثیم گلٹی سے لعاب دہن کی نالی میں اور نالی سے مچھر کی سونڈ تک پہنچ کر آدمی کے خون میں جا داخل ہوتے ہیں، جب خون میں ان کا داخلہ ہو جاتا ہے تو مذکورہ طریقہ کے مطابق اپنی نسل کو ترقی دے کر ملیریا بخار کا سبب بن جاتے ہیں۔

مچھر ملیریا

اگر چہ مچھر کی تقریباً دو ہزار قسمیں بیان کی جاتی ہیں، لیکن اس جگہ ہمارا مقصود صرف ملیریا کے مچھر کے حالات بیان کرنا ہے۔ جس کے ساتھ ضمناً اس مچھر کا بھی تذکرہ کریں گے جو عام طور پر گھروں میں پایا جاتا ہے۔

ملیریا کے مچھر کا نام اینافلیز (سکیت - خاموشی سے حملہ کرنے والا) کہتے ہیں۔ اس کے پروں پر سفید یا بھورے رنگ کی چتیاں ہوتی ہیں اور جب یہ کسی جگہ بیٹھتا ہے تو سر کے بل کھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جس کی تصویر کتاب کے سرورق پر ہے۔

اس قسم کے مچھر اپنی بود و باش بند پانی میں رکھتے ہیں، جہاں گھاس پھونس اور مختلف نباتات اگے ہوئے ہوں۔ مثلاً جوہڑ، تالاب، جھیل وغیرہ۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان مچھروں کا قیام ان علاقوں میں بہت زیادہ ہوتا ہے جو نشیب میں واقع ہوتے ہیں اور وہاں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اس کو نکاس کی جگہ نہیں ملتی، لیکن یہ مچھر زیادہ تر اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب پانی خشک ہونے لگتا ہے یا زمین کو سیراب کر کے کاشت کے لئے تیار کرتے ہیں یا جنگل کاٹ کر زمین آباد کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان حالات میں بہت سے درخت اور پودے کاٹے جاتے ہیں، جو بارش کے بعد متعفن ہوتے ہیں۔ اور پھر ان سے مچھر بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس سال اس بخار کی بھی کثرت ہوتی ہے۔

یہ مچھر نر و مادہ ہوتے ہیں۔ نر تو گھاس پھونس وغیرہ نباتات کا رس چوس کر اپنا پیٹ بھر لیتا ہے، لیکن مادہ مچھر خون پی پی کر اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔ جب اس کے انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو پانی ہی میں انڈے دے دیتی ہے۔ جو سیاہ یا خاکی رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور کئی انڈے ایک جگہ مل کر گچھوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور جو تنکے یا پتے پانی میں ہوتے ہیں، ان کے ساتھ چمٹ کر اِدھر اُدھر تیرتے پھرتے رہتے ہیں۔ جب انڈا ایک وقت مقررہ پر پختگی حاصل کر لیتا ہے تو وہ پھٹ جاتا ہے۔ اور اس کے اندر سے بچہ نکل آتا ہے۔ جو سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ اور یہی سیاہ رنگ کے لمبے لمبے کرم ہیں جو بالعموم تالابوں کے پانی میں اور گاہے کنوؤں کے پانی میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ یہ بچے بالعموم سطح آب کے نیچے چلے جاتے ہیں۔ اگر چہ یہ کبھی کبھی سانس لینے کے لئے سطح آب کے اوپر بھی آ جاتے ہیں، اگر اس وقت پانی کو ہلایا جائے تو پانی میں غوطہ لگا جاتا ہے، تین چار روز کے بعد جب ان کو پر نکل آتے ہیں تو یہ مچھر بن کر اڑ جاتے ہیں۔

ملیریا مچھروں کے علاوہ عام مچھر جو کہ گھروں میں رہتے ہیں، ملیریا کے جراثیم نہیں پھیلاتے، البتہ بعض ممالک میں اس قسم کے مچھروں کے کاٹنے سے حمی صفراویہ (صفار - زرد بخار) اور حمی شمیہ (ہڈی توڑ بخار) پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان مچھروں کے پر سیاہ ہوتے ہیں اور ان پر چتیاں نہیں ہوتیں۔ یہ مچھر بالعموم مکانوں کے تاریک کونوں یا مکانوں کے آس پاس مرطوب جگہ میں بود و باش رکھتے ہیں۔ یہ مچھر بھی نر و مادہ ہوتے ہیں، اس کو فرنگی اصطلاح میں کیولیکس (Culex) کہتے ہیں۔ اس قسم کا مچھر زیادہ تر جزائر غرب الہند، امریکہ، مغربی افریقہ اور بعض دیگر مقامات میں پایا جاتا ہے۔ جہاں اپنا مخصوص بخار پیدا کرتا ہے۔

اس قسم کی مادہ مچھر بھی پانی میں انڈے دیتی ہے، جو سیاہ رنگ کے نقطوں کی شکل میں قطاریں لگا کر پانی پر تیرتے ہیں۔ جب ان انڈوں کے پھٹنے پر اندر سے بچے نکلتے ہیں، تو وہ بھی پانی کی سطح کے نیچے تیرتے ہیں اور اپنا سرا اوپر رکھتے ہیں، اگر پانی کو ہلایا جائے تو تہہ میں غوطہ لگا جاتے ہیں۔ اس قسم کے نر مچھر بھی گھاس پھونس اور جڑی بوٹیوں کا رس چوس کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں، اور مادہ مچھر ملیریا مچھروں کی مانند انسانوں اور حیوانوں کا خون چوس کر اپنا پیٹ بھرتی ہیں۔ [حمیات اجامیہ از حکیم کبیر الدین]

ملیریا کی تاریخ اور اس کی وسعت

ملیریا کے لغوی معنی ہیں سمی ہوا یا مضر ہوا۔ اور یہ لفظ اس زمانے کا ایجاد کیا ہوا ہے کہ جب یہ خیال حکماء و اطباء کے دلوں میں متمکن تھا کہ ملیریا ایک زہریلی ہوا ہے، جو گرم و مرطوب مقامات میں نباتی مادہ کے تعفن و تبخیر سے پیدا ہوتی ہے۔ جہاں بند پانی، جھیل، تالاب، دلدلی زمین ہو، جہاں آبی فصول مثل نیشکر، کیلے، بیدمیک بوئی جاتی ہوں، وہاں یہ ہوا زیادہ تر پائی جاتی ہے۔ خصوصاً موسم برسات کے آخر میں جہاں جابجا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اسی قبیل سے برما، آسام، دامان کوہ ہمالیہ میں جہاں گھنے درختوں کے جنگل قرونِ عظمیٰ سے اگتے چلے آتے ہیں، نباتی مادہ کے تعفن و سڑنے سے یہ ہوا بنتی ہے۔

ملیریا (Malaria) ایک اطالوی لفظ ہے جو مرکب ہے دو الفاظ ایک مل بمعنی میلی اور دوسرے میریا بمعنی ہوا۔ پس ملیریا کے لغوی معنی ہیں میلی یا گندی ہوا۔ ملیریا کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ قدیم سے بنی نوع انسان کا خونخوار دشمن چلا آتا ہے۔ قدیم یونانیوں اور رومیوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ یونانی حکیم بقراط (460 قبل مسیح)، حکیم جالینوس وغیرہ اور رومی حکیم کلوس (ولادت 25 قبل از مسیح وفات 45) نے بھی ذکر کیا ہے۔ یونان و روما کے زمانہ عروج میں بھی یہ موجود تھا۔ دُنیا کے کل حصص میں کیا امریکہ و افریقہ کیا یورپ و ایشیاء تمام مقامات میں کہیں کم کہیں زیادہ ضرور پایا جاتا ہے۔

قدیم خیالات

چونکہ ابتداً اس بخار کے متعلق یہی خیال تھا کہ یہ اس خراب اور زہریلی ہوا سے پیدا ہوتا ہے جو گرم مرطوب مقامات میں نباتات کے پتوں اور شاخوں وغیرہ کے تعفن اور تبخیر سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا نام فرنگی طب میں ملیریا فیور ہے۔ یہ بخار زیادہ تر ایک خاص موسم (موسم برسات) میں پیدا ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا اس کو تپ موسمی بھی کہتے ہیں۔ ملیریا بخار کو اطباء قدیم حمیات خلطیہ کے تحت شمار کرتے ہیں جو اخلاط کی عفونت سے پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی عفونت گاہے تمام بدن میں ہوتی ہے اور گاہے کسی ایک عضو میں پیدا ہوتی ہے۔ نیز اگرچہ عفونت ہر چہار اخلاط (خون، صفراء، بلغم اور سودا) میں پیدا ہو سکتی ہے، لیکن اطبائے قدیم کے خیال کے مطابق خون کی عفونت سے جو بخار پیدا ہوتا ہے، وہ حمائے مطبقہ (دموی بخار) کہلاتا ہے۔ [حمیات اجامیہ از حکیم کبیر الدین]

جدید تحقیقات

فرنگی ڈاکٹر مذکورہ بالا طریق سے اخلاط کی عفونت کو تسلیم نہیں کرتا۔ ان ڈاکٹروں کا یہ بھی خیال تھا کہ ہوا میں برقی تبدیلیاں پیدا ہو جانے سے ملیریا کی صورت بن جاتی ہے، اور بعض کا قول تھا کہ زمین کے اندر ایک قسم کی طاقت ہوتی ہے، اگر کاشت کی جائے تو اس طاقت کو نباتات اگنے کے وقت جذب کر لیتی ہیں اور اگر نباتات خاطر خواہ نہ اگیں اور کاشت نہ ہو تو افتادہ زمین میں یہی طاقت سمیت اختیار کر کے ملیریا بن جاتی ہے۔

1680ء میں جب سنکونا اور کونین دریافت ہوئی تو ان بخاروں کے علم میں نسبتاً بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ اور فرنگی ڈاکٹر کو بہت کچھ سہولت ہوگئی۔ بلکہ یہ بھی پتہ چل گیا کہ ملیریا بخار ایسے بھی ہوتے ہیں جو متواتر چڑھے رہتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جو صبح کو شام کی نسبت کم ہو جاتے ہیں۔ مگر پورے طور پر تندرستی کے درجے تک نہیں پہنچتے۔ پھر رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ یہ امر بھی واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ اس قسم کے بخاروں میں اعشائے اندرونی میں ایک سیاہ مادہ جمع ہو جاتا ہے۔ 1847ء میں میک کل نے دریافت کیا کہ ایک خاص قسم کے سیاہ کیسے طحال میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد خون کے اندر بھی ایسے سیاہ دانوں کی موجودگی ثابت ہوگئی۔ لیکن بعد میں بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ملیریا اور مچھر میں کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ چنانچہ اٹلی کے کاشتکاروں کا کافی مدت تک یہ خیال رہا کہ جب وہ نمناک زمین، سبزہ زاروں اور دلدلی زمین میں کام کرتے ہیں تو وہاں ایک قسم کے مچھر کے کاٹنے سے ان کو بخار ہو جاتا ہے۔ آخر کار جدید تحقیقات سے 1880ء میں ڈاکٹر لیورن نے ملیریا کو دریافت کیا اور 1895ء میں ڈاکٹر ارس نے یہ معمہ حل کر دیا کہ ایک خاص قسم کا مچھر ان جراثیم کو انسان کے خون میں داخل کرتا ہے جس سے یہ بخار پیدا ہو جاتا ہے گویا ملیریا کا سبب خاص قسم کے جراثیم تسلیم کئے جاتے ہیں اور ان کو خون میں پہنچانے والے خاص قسم کے مچھر مان لیے گئے ہیں جن کے کاٹنے سے انسان کے خون میں وہ داخل ہو جاتے ہیں۔

اسباب ملیریا

مندرجہ بالا فرنگی ڈاکٹروں کی تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ملیریا بخاروں کے اسباب جراثیم اور مچھر ہیں۔ جن کا بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن ان کے ساتھ کئی ایک اسباب بھی تسلیم کئے گئے ہیں، جو ملیریا کی پیدائش اور افزائش کے لئے ممد و معاون ہوتے ہیں جن کا پایا جانا از حد لازمی امر ہے۔

(۱) **مقام:** ملیریا بخار کے لئے گرم ممالک نہایت موزوں ہیں، اور اسی وجہ سے یہ گرم ملکوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ سرد ملک میں بہت کم ہوتا ہے اور شاید نہیں ہوتا۔

گرم ممالک میں بھی بالعموم نشیبی مقامات اور پہاڑیوں کی وادیوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ بلند مقامات میں جہاں گرمی ہوتی ہے یہ بخار بہت کم ہوتا ہے۔ چنانچہ پانچ ہزار قدم (تقریباً 1444 گز) بلند پہاڑوں پر یہ بخار پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) **مرطوب زمین:** ملیریا کے لئے مرطوب زمین بہت زیادہ معاون اور مددگار رہتی ہے۔ چنانچہ دریا کے قرب و جوار کی زمین، دلدلی زمین اور ایسی زمین جہاں بارش کا پانی زیادہ تر جمع ہوتا رہتا ہے اور وہاں گھاس پھوس درختوں کی شاخیں اور پتے گلتے سڑتے رہتے ہیں یا ایسی زمین جہاں جنگل کاٹ کر آبادی کی گئی ہو یا ریل کی سڑک نکالی گئی ہو۔ ملیریا کے پھیلنے کے لئے نہایت مناسب ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسی زمینوں میں لامحالہ گڑھے کھودنے پڑتے ہیں۔ جن میں پانی جمع ہوتا ہے۔ نیز جھاڑیاں، درخت اور گھاس پھونس وغیرہ کاٹنے پڑتے ہیں، جو وہاں گلتے سڑتے اور مچھروں کی پیدائش کا سبب بنتے ہیں۔

(۳) **موسم:** ملیریا بخاروں کو پھیلانے کے لئے موسم بھی خاص دخل رکھتا ہے۔ چنانچہ موسم گرما کی یکا یک تبدیلی کے بعد ملیریا کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح موسم گرما کے آخر میں جب برسات کا موسم ختم کے قریب ہوتا ہے تو اس کا بہت زور ہوتا ہے۔ لیکن بعض گرم مقامات میں سردی کے موسم میں بھی یہ بخار پیدا ہوتا ہے۔

س بخار کے لئے موسم برسات کے معاون اور مددگار ہونے کی بڑی وجہ ہوا اور زمین کی نمناکی ہے۔ جو نباتی مادہ کو گلاتی سڑاتی

اور مچھروں کو پیدا کر کے اس بخار کو پھیلاتی ہے۔

(۴) **ہوا**: ملیریا بخار کو پھیلانے میں ہوا بھی بہت مدد دیتی ہے۔ بعض اوقات تو یہ مچھروں کے لئے سواری بن جاتی ہے۔ اور مچھر اس کے ذریعہ ایسے مقامات پر پہنچ کر ملیریا پیدا کر دیتے ہیں جہاں اس کے پیدا ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہاں کوئی ایسی بات ہی نہیں ہوتی، جس کو ملیریا کا سبب قرار دیا جائے، لیکن گاہے وہ ہوا کے تیز وتند تھپیڑوں کی زد میں آ کر ہلاک بھی ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ ہوا جو مچھروں کو دوسرے مقامات پر لے جا کر اس کے لئے میدانِ جنگ بناتی ہے، ان کے لئے مہلک بھی بن جاتی ہے۔

(۵) **جنسیت و قومیت**: ملیریا کے لئے جنسیت اور قومیت بھی بڑا دخل رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگرچہ مرد وعورت دونوں پر ملیریا کا اثر ہوا کرتا ہے، لیکن چونکہ عورت کے قویٰ مرد سے نسبتاً کمزور ہوتے ہیں، لہٰذا وہ اس کی زد میں زیادہ آتی ہیں۔

اسی طرح اگرچہ یہ بخار دُنیا کی تمام اقوام کو ہوتا ہے۔ ہندی، چینی، روسی، افریقی اور یورپی قومیں، سب اس میں مبتلا ہوتی ہیں۔ لیکن حبشیوں اور بعض چینی قوموں میں اس کا اثر کم ہوتا ہے اور گوری رنگت کے آدمی اس میں بہت زیادہ مبتلا ہوتے ہیں اور ان کو ملیریا بہت شدید ہوتا ہے۔

(۶) **عمر**: اگرچہ ملیریا بچپن، جوانی اور بڑھاپے ہر ایک عمر میں ہوتا ہے لیکن بچے اس میں بہت زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ بچوں میں طحال (تلی) کا بڑھا ہوا ہونا، اس بات کو بتاتا ہے کہ ان مقامات پر جراثیم ملیریا موجود ہیں۔

(۷) **جسم و قویٰ اور عادات**: کمزور، لحیم و شحیم اور ضعف معدہ اور قبض کے مریض اس مرض میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں جو اشخاص دھوپ میں چلتے پھرتے ہیں، ان کو ملیریا بہت شدید ہوتا ہے اور کام کاج نہ کرنے والے مزمن ملیریا بخاروں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ملیریا کی تباہ کاریاں

دُنیا کا کوئی حصہ نہیں ہے جہاں ملیریا نہ پایا جاتا ہو، خاص طور پر برسات کے موسم کے بعد موسم خزاں میں شاید کوئی ایسا گھر ہو گا جس میں ایک دو کو بخار نہ آتا ہو۔ بعض مقامات خصوصاً دیہاتوں میں ایسی آفت آ جاتی ہے کہ گھروں کے گھر ہسپتال بن جاتے ہیں۔ سرکاری طور پر تخمینہ لگایا گیا ہے کہ تمام ملک میں ہر سال دس لاکھ مخلوق اس مرض سے ضائع ہو جاتی ہے۔ [کرنل بھولا ناتھ]

1908ء میں جب پنجاب میں ملیریا بخار کی وبا نہایت شدت سے پھیلی تھی اور سنہ مذکورہ کے آخری تین ماہ میں اموات کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی وبا شدید بارشوں اور طغیانی کے باعث ہوا کرتی ہے۔ بنگال اور آسام کو ملیریا کا گھر کہتے ہیں، لیکن مدراس اور بمبئے میں بھی بکثرت ہوتا ہے۔ [از ڈاکٹر محمد نصیر الدین]

اس مرض کی تباہ کاری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دُنیا میں ملیریا سے پیدا کئے ہوئے امراض تقریباً تین کروڑ سالانہ اموات کا باعث بنتے ہیں، اس مرض سے جتنے کام کے گھنٹے ضائع ہوتے ہیں ان کو اگر کسی کام میں لگایا جائے تو دُنیا کے بڑے منصوبے محض چند ہفتوں میں مکمل ہو سکتے ہیں۔

اس بخار نے دُنیا کی دو بڑی قوموں کو ایسا تباہ کیا ہے کہ وہ آج صفحہ ہستی سے ناپید ہیں۔ یونانیوں کی وہ قابل فخر قوم جس نے سقراط، افلاطون اور لقمان جیسے فلسفی پیدا کئے۔ اس کو اسی ملیریا نے ملیامیٹ کر دیا۔ اس قوم کے بعد دوسری شاندار قوم رومن تھی، جس کا دارالسلطنت روم تھا۔ روم نے اپنے شہر کو صحت مند رکھنے کے لئے آج سے ہزاروں سال پیشتر وہی کارروائیاں کی تھیں جو ملیریا سے بچنے

کے لئے ہم آج بھی کرتے ہیں۔یعنی دلدل سے پانی نکالنا،شہر کے تمام گندے پانی کو پاٹ کر نالوں کے ذریعے دریائے ٹائر میں ڈالنا،مگر افسوس کہ ان تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود ملیریا ان کوگھن کی طرح کھاتا رہا۔ان کے نوجوانوں کی صحت کواندر ہی اندر خراب کرتا رہااوران کے جسم کوتندرست اورتوانا خون سے محروم کرتا رہا۔ملیریا اپنے مریضوں کوکمزوراور پست ہمت اور جلد تھکنے والا انسان بنادیتا ہے۔ چنانچہ انہیں وجوہات سے رومن قوم آہستہ آہستہ فنا کے گھاٹ اترنے لگی۔اوران پر وحشی مگر چست اورتندرست اقوام کا غلبہ ہوااورآج دُنیا میں رومن کا کوئی نام لیوا تک باقی نہ رہے۔رومن قوم اس بخار سے اتنی عاجز تھی اوراس سے اتنا خوف کھاتی تھی کہ اس نے اسے دیوتا کا درجہ دےدیااورفبرس (Febric) بخار کی دیوی کی پوجا کرنے لگے۔

مختلف زمانوں میں اس بخار کی وجوہ پر طرح طرح سے قیاس آرائیاں کی گئیں۔رومن اور یونانی اقوام کے دورشباب میں اس کا مچھروں سے تعلق سمجھا جاتا ہے۔مگر یہ تعلق کیا تھااور کس طرح تھا وہ ان کومعلوم نہ تھا۔زمانہ وسطی میں اس خیال کوچھوڑ کرلوگ دوسری نام نہاد اورمہمل وجوہات میں الجھ کررہ گئے اوراسی وجہ سے اس مرض کا علاج کچھ چوں چوں کا مربہ ہوکررہ گیا۔اس بخار کا تعلق دلدل سے بھی سمجھا جاتا تھا،مگراس واقفیت سے بہت کم فائدہ اٹھایا گیا۔

ملیریا کے مشہور ''شہیدوں'' میں سے یونان کا فاتح سکندر اعظم بھی تھا جو ہندوستان سے واپسی پر محض ملیریا کے ایک حملہ میں چل بسا۔روم کا وحشی فاتح ''آلے رک'' بھی اسی مرض کا شکار ہوا تھا۔اورچشم زدن میں اس کی فتوحات کا خاتمہ ہوگیا۔اگرتاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے توسینکڑوں ایسے مشاہیر نظرآئیں گے جن کی قیمتی زندگیاں ملیریا بخار کی نظر ہوگئیں اورآئندہ بھی اگراس پر قابو نہ پایا گیا تو اس کی تباہ کاری ہمیشہ قائم رہے گی۔[رسالہ ''ڈاکٹر'' کراچی]

خوف وہراس

اس مرض کا خوف وہراس اگرچہ دق وسل (ٹی بی) کی طرح تونہیں ہے،لیکن جب یہ موسمی اوروبائی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو بے حد ڈراور وحشت پیدا کردیتا ہے۔اس کا سب سے بڑا حملہ قلب پر ہوتا ہے جو چند دنوں میں انتہائی کمزور ہوجاتا ہےاوراس کا دوسرا حملہ خون پر ہوتا ہے جس میں قوت مقابلہ کمزور ہونا شروع ہوجاتی ہےاور تیسرا حملہ جگر وطحال پر ہوتا ہے۔جن میں نیا خون پیدا کرنا اورجسم کے خون کوصاف کرنے کی قابلیت کم ہونا شروع ہوجاتی ہے۔

فرنگی اس بخار سے بہت ڈرتا اورخوف کھاتا ہے۔ٹی بی سے بھی اس قدرنہیں ڈرتا، کیونکہ ٹی بی بخار میں نہ اس قدر تکلیف ہوتی ہےاورنہ وہ فوری طور پرکمزور کرکے انسان کوختم کردیتا ہے،اس لئے وہ جس ملک میں جاتا ہے یاقبضہ کرتا ہے یااس کومہذب بنانا چاہتا ہے تو پہلے وہاں پرملیریا کے اثرات کودور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اس لئے فرنگی جب بھی گرم ممالک کی طرف جاتے ہیں،تو وہ اپنے ساتھ ملیریا سے محفوظ رکھنے کے سامان اور ادویات ضرور رکھتے ہیں۔دُنیا میں جس قدرملیریا بخار سے خوف وہراس پیدا ہوا ہے وہ زیادہ تر فرنگی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

ملیریا کا مقابلہ

یورپ کی بڑھتی ہوئی تہذیب کے ساتھ دینا بھر میں ملیریا بخار کا مقابلہ شروع ہوا ہے۔ہر ملک کی سرکار، میونسپلٹیاں اورقومی اداروں کی طرف سے اس مرض کے دفعیہ اوراستیصال کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ملیریا کانفرنسیں منعقد ہوئی ہیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر تحقیق و

تفتیش کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ لاکھوں روپوں کی ادویات اور دیگر سامان یورپ اور امریکہ سے ہر ملک میں جا رہا ہے کہ کسی طرح اس موذی مرض سے نجات حاصل کر لی جائے۔ مگر اس وقت تک دُنیا اس کے یقینی علاج سے مستفید نہیں ہو سکی۔

ملیریا کے عوارض اور نتائج

علاوہ چار پانچ قسم کے نوبتی اور میعادی بخاروں کے جو عام طور پر ملیریا سے ہوتے ہیں، ان بخاروں کے درمیان ان کے بعد بطور عوارض و نتائج یا مزمن ملیریا یعنی پرانے ملیریا سے اور بھی کئی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ملیریا سے مریض کمزور ہو کر دیگر امراض میں مبتلا ہونے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ملیریا سے بطور عوارض اور نتائج ذیل کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں: (۱) شقیقہ یا درد نیم سر (۲) درد ابرو (۳) عرق النساء یا جانگ کا درد (۴) استرخاء - پر یلے سس (۵) فالج - ہیمی پلیجیا (۶) کمی خون - انیمیا (۷) ضعف قلب (۸) خفقان (۹) تلی کا بڑھ جانا (۱۰) جگر کا بڑھ جانا (۱۱) ضعف جگر (۱۲) بدہضمی (۱۳) درد معدہ (۱۴) اسہال (۱۵) پیچش (۱۶) تر خاش - اچ (۱۷) نار فارسی - اگزیما (۱۸) درد (قوبا) رنگ ورم (۱۹) پرانی کھانسی (۲۰) مزمن ذات الجنب - کرانک پلیوریسی (۲۱) ضعف بصارت - رتوندی (۲۲) ضعف باہ (۲۳) سوزش خصیہ - ارکائی ٹس (۲۴) عوارضات حیض (۲۵) اسقاط حمل وغیرہ۔

ملیریل کے کیکشیا

ملیریا کے مسلسل حملوں کے بعد جب مریض کمزور ہو جاتا ہے تو اس میں ایک مزمن صورت پیدا ہو جاتی ہے اور مریض بار بار ملیریا میں گرفتار ہوتا رہتا ہے۔ اس کو سوئے مزاج ملیریا (ملیریل کے کیکشیا) کہتے ہیں، جس سے مریض طرح طرح کے امراض مثلاً کھانسی، درد پہلو، نیمونیا، سل، اسہال اور استسقاء وغیرہ میں مبتلا ہونے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی اس کے دماغ یا حرام مغز میں ورم بھی ہو جاتا ہے۔ مختلف ملیریائی مقامات میں جو بعض ڈاکٹر اور حکیم ملیریائی مریضوں کے علاج میں معروف رہے ہیں ان کا بیان ہے کہ ان مریضوں میں اکثر کو ضعف باہ اور نامردی کی شکایت بھی تھی۔ ملیریائی مقامات میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ بہت کمزور اور طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ملیریل کے ککشیا عموماً پرانے ملیریا کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس میں نقص الدم نمایاں طور پر موجود ہوتا ہے۔ ٹخنوں اور جوف شکم میں سوجن ہوتی ہے۔ تلی بہت بڑھی ہوتی ہے اور جگر بھی بڑھ جاتا ہے شاذ و نادر یہ حاد قسم کا بھی ہو سکتا ہے۔

تمام ملیریا کی نوبتی امراض میں مرض کا دورہ عموماً ایک خاص وقت میں ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ نوبتی بخاروں اور درد شقیقہ وغیرہ میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس نوبت یا دورہ کا سبب جیسا کہ مذکور ہوا، جراثیم ملیریا کی فصل تیار ہو کر سرخ دانہ ہائے خون پر حملہ آور ہوتا ہے۔ [مخزن حکمت از ڈاکٹر حکیم غلام جیلانی]

تحفظ اور علاج ملیریا

''تحفظ صحت علاج سے بہتر ہے'' یا ''پرہیز تمام ادویات سے افضل ہے''۔ اگر اس زریں مقولہ پر عمل کیا جائے تو انسان اس مرض اور نیز تمام امراض سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ پرہیز یا احتیاط کرنے پر اس مرض سے حفاظت کس طرح ہوسکتی ہے۔ اس کے کئی طریقے ہیں۔ جن کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں جیسا کہ فرنگی طب نے بیان کئے ہیں۔

اوّل تدبیر

ہر ایک تندرست آدمی، اگر ممکن ہو تو چارپائی پر مسہری یا مچھر دانی لگا کر سوئے تا کہ مچھروں کے کاٹنے سے محفوظ رہے۔ چونکہ آخر برسات اور جاڑے کی ابتداء تک ملیریا کا خاص طور پر زور رہتا ہے لہٰذا ان مہینوں میں ہر ایک شخص کو ہر دوسرے روز کونین ایک رتی اور ہفتہ میں ایک دوبار ڈھائی رتی کھائیں۔ ہاضمہ کا خاص طور پر خیال رکھیں، کھانا بھوک سے کم کھائیں۔ جب بھوک لگے تو کھائیں۔ قابض، ثقیل، بادی اور کچی پکی سڑی چیزوں کے کھانے سے پرہیز رکھیں۔ قبض نہ ہونے دیں، اگر قبض ہو تو اس کو کسی ملین دوا سے رفع کرتے رہیں۔ پانی کی صفائی کا بھی خاص طور پر خیال رکھیں۔ ملیریا پھیلنے کے موسم میں تھوڑی مقدار میں چائے یا قہوہ کا پینا بھی مفید ہوتا ہے، ان تدابیر کے علاوہ کوئی سخت محنت کا کام نہ کریں جس سے جسم میں غیر معمولی تکان پیدا ہو جائے۔ جسم کو سردی سے محفوظ رکھیں اور تمام باتوں سے پرہیز رکھیں جو صحت پر خراب اثر ڈالنے والی ہوتی ہیں اور جن سے پرہیز کرنا ہر ایک حافظ صحت کے لئے لازمی ہے۔

جب کوئی شخص ملیریا میں مبتلا ہو جائے تو جس طرح دوسرے متعدی امراض مثلاً طاعون، چیچک، ہیضہ وغیرہ کے مریضوں سے تندرست آدمی کا بچنا ضروری ہے، اسی طرح ملیریا کے مریض سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا تیماردار یا کسی تندرست آدمی کو مریض کے کمرہ میں نہیں سونا چاہئے۔ لیکن اگر سونے کے سوا چارہ نہ ہو تو مچھروں سے محفوظ رہنے کا سامان کر لیا جائے اور ممکن ہو تو ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ ملیریا کا تیماردار بھی مچھروں کے کاٹنے سے محفوظ رہے۔ کیونکہ مچھر ہی ایک ذریعہ ہیں جو ملیریا کے مریض سے جراثیم کو تندرست آدمیوں میں منتقل کرتے ہیں۔ اگر مریض کو مچھر دانی میں رکھا جائے تو مچھروں کے کاٹنے سے بہت کچھ حفاظت ہوسکتی ہے۔ اور اگر تندرست آدمی بطور تحفظ کونین کھاتا رہے تو وہ جراثیم ملیریا سے بہت کچھ محفوظ و مصؤن رہ سکتا ہے۔

دوسری تدبیر

ملیریا سے محفوظ رہنے کی دوسری تدبیر یہ ہے کہ جراثیم ملیریا کو نیست و نابود کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں اور اس کے مریضوں کے جسم میں ایک جرثومہ بھی زندہ نہ چھوڑا جائے۔ اس غرض کے لئے مریض کو بخار سے شفایاب ہونے کے بعد عرصہ تک کونین استعمال کرائی جائے۔ کیونکہ جراثیم ملیریا کو تلف کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے اور جب تک جراثیم ملیریا کے بالکل تلف ہونے کا یقین نہ ہو جائے، اس کا استعمال برابر جاری رکھیں۔ مریضوں کے خون کا خردبینی معائنہ کرنے پر جراثیم کا نہ پایا جانا جراثیم کے بالکل تلف ہو جانے کی

اطمینان بخش علامت ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ کونین اپنی گرمی خشکی کے باعث تمام پاک و ہند خصوصاً گرم مزاج لوگوں میں گرمی اور حدت بڑھا دیتی ہے، دورانِ سر اور کانوں میں سنسناہٹ کا پیدا کر دینا تو اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ لیکن اگر قلیل مقدار میں مصلح ادویات کے ساتھ استعمال کرایا جائے، تو اس کی بہت کچھ اصلاح ہو جاتی ہے اور آدمی اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ درحقیقت ملیریا کے جراثیم کو نیست و نابود کرنے کے لئے کونین سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ ورنہ دُنیا کی ہر ایک مفید سے مفید چیز کو دیکھ لیجئے وہ مفید اثر رکھنے کے ساتھ ساتھ مضر اثر بھی رکھتی ہے۔

تیسری تدبیر

ملیریا سے بچے رہنے کی تیسری تدبیر یہ ہے کہ چونکہ مچھر ہی ایک ایسا ذریعہ ہیں جو اس مرض کے پھیلانے کا موجب ہوتے ہیں لہٰذا ان کو نیست و نابود کیا جائے۔ اگرچہ ان کا قطعاً نیست و نابود کر دینا بظاہر انسان کے قبضہ قدرت سے باہر نظر آتا ہے۔ تاہم اجتماعی کوشش سے اس میں بہت کچھ کامیابی ممکن ہے۔ بشرطیکہ مندرجہ ذیل تدابیر پر عمل کیا جائے:

① آبادی کے متصل جو نشیبی مقامات ہوں، جہاں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے اور اس میں نباتات کے گلنے سڑنے سے مچھروں کی پیدائش اور افزائش کے اسباب پیدا ہوتے ہیں تو اس کو ہموار کرا دیا جائے اور کنویں، حوض، تالاب اور جھیل وغیرہ پر اگر ممکن ہو تو باریک جالی ڈلوا دی جائے، تاکہ مچھر ان کے اندر جا کر انڈے بچے نہ دے سکیں۔ اور اگر ان مقامات میں مچھروں کے انڈے یا بچے پائے جائیں تو ان کو مٹی کا تیل یا فینائل چھڑک کر تلف کر دیا جائے۔ اگر تالاب، جھیل وغیرہ بہت بڑے ہوں تو صرف ان کے کناروں پر مٹی کا تیل چھڑک دیا جائے۔ کیونکہ مچھروں کا مسکن بالعموم کنارے پر ہی ہوتا ہے۔

② آبادی یا مکان کے لئے ایسی زمین منتخب کرنی چاہئے جو خشک اور بلندی پر ہو۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یہی مقامات ہوتے ہیں جہاں مچھر رہتے اور اپنی نسل بڑھاتے ہیں۔

③ آبادی کے اندر جو گڑھے ہوں، ان کو ہموار کر دیا جائے، کسی جگہ پانی جمع نہ ہونے دیں۔ نالیوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔

④ اگر مکان میں یا مکان کے قریب حوض ہو یا ناند وغیرہ لگی ہوئی ہو تو ان میں پانی جمع نہ رکھیں اور ان کی صفائی کا پورا انتظام رکھیں۔ گھر کی بدررو اور نالیوں کی صفائی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

⑤ چونکہ مچھر بالعموم کثیف اور تاریک مکانوں کو اپنا مسکن بناتے ہیں اس لئے ان کو کامل طور پر تلف اور برباد کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ روزانہ تمام مکان میں جھاڑو دی جائے۔ کسی ایک جگہ پر کسی قسم کا سامان، گھاس پھونس یا کوڑا کرکٹ عرصہ تک جمع نہ ہونے دیا جائے۔ سامان کو ہفتہ عشرہ میں دوسری جگہ یا اسی جگہ جھاڑ دے کر رکھ دیا جائے اور کوڑا کرکٹ باہر پھینک دیا جائے۔ اگر مکان کے کسی حصے میں گائے بھینس وغیرہ مویشی بندھتے ہوں تو اس کی صفائی کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ روزانہ ان کے گوبر، لید وغیرہ کو آبادی سے دور پھنکوا دیا جائے اور وہاں کی زمین کو راکھ یا ریگ ڈال کر خشک کر دیا جائے۔

⑥ چونکہ روشنی اور تازہ ہوا مچھروں کو ناگوار ہوتی ہے، اس لئے روزمرہ چند گھنٹوں کے لئے ہر ایک کمرے کے دروازے اور کھڑکیوں کو کچھ دیر تک کھلا رکھیں، تاکہ تازہ ہوا اور روشنی کے گزر ہونے سے کمرے میں چھپے ہوئے مچھر بھاگ جائیں اور شام

ہونے سے قبل ہی ان کو بند کر دیا جائے۔ تاکہ سرِ شام کی تاریکی میں کمروں کے اندر نہ گھسنے پائیں، اور اگر مچھروں کی بہت کثرت ہو تو دروازوں اور کھڑکیوں پر لوہے کی باریک جالی لگوائیں یا ان پر جالی یا ململ کے باریک پردے ڈال دیں، تاکہ مچھر اندر نہ داخل ہو سکیں۔

ان تدابیر کے علاوہ گندھک، عاقر قرحا، دھوپ، گوگل وغیرہ کی دھونی دیں۔ مکانوں سے باہر دھؤاں کرنے، خصوصاً نیم کے پتوں کو جلا کر دھواں کرنے سے مچھر بھاگ جاتے ہیں۔ [حمیات اجامیہ از حکیم کبیر الدین]

ملیریا کے علاج اور ادویات کی تلاش

جب تک دُنیا کو ملیریا کے متعلق یہ علم نہیں تھا کہ وہ ایک گندی اور زہریلی ہوا ہے اس وقت تک اس کو جن بھوت کا اثر یا دیوی دیوتاؤں کی ناراضگی سمجھا گیا اور اس مقصد کے لئے منتر و جنتر اور تعویز و گنڈے وغیرہ کئے گئے یا قربانیاں دی گئیں اور دعائیں مانگی گئیں۔ لیکن جب اس امر کا یقین ہو گیا کہ ملیریا ایک قسم کی گندی اور زہریلی ہوا ہے جو نمدار زمین اور درختوں و پتوں کے گلنے سڑنے سے پیدا ہوتی ہے تو اس وقت سے اس کے علاج کے لئے ادویات تلاش کی گئی اور عجیب غریب نسخے بنائے گئے جن کو معلوم کر کے حیرت بھی ہوتی ہے لیکن ان میں بعض اسرار بھی نظر آتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ رومن بادشاہ نیرو کے طبیب خاص نے اس کا ایک عجیب نسخہ تجویز کیا تھا کہ جس میں دیگر ادویات کے ساتھ سانپ کا گوشت اس کا جزو اعظم تھا۔ اسی زمانے کے ایک دوسرے طبیب نے اس بخار میں پسوؤں کا عرق بہت مفید بتایا۔ جالینوس نے اس بخار کا علاج فصد اور جلاب تجویز کیا ہے، لیکن آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مریضوں کو پان میں کھٹل اور مکھیاں کھلائی جاتی ہیں، ان سے بھی سخت علاج (داغنا) کی طرف توجہ کی گئی یعنی بیچارے مریضوں کے پیٹ، طحال اور جگر پر لوہے گرم کر کے ان کو داغا گیا۔

ان علاجوں سے فائدہ تو برائے نام ہوا ہوگا، لیکن تکالیف زیادہ ہوئی ہوں گی۔ البتہ اس قدر پتہ ضرور چلتا ہے کہ انہوں نے اس مرض کو زہریلا اور پیٹ و طحال اور جگر کا مرض ضرور سمجھا جس کے لئے انہوں نے زہریلی اشیاء استعمال کیں اور مریض کے اعضاء کو داغ کر مرض دور کرنے کی کوشش کی گئی۔

آیورویدک میں اس کا علاج دوشو (وات و پت اور کف) کی اصلاح اور ان کی کمی بیشی سے کیا گیا۔ جو یقیناً کامیاب ہے۔ اسی طرح طب یونانی نے اس زہر اور عفونت کا علاج اخلاط و کیفیات کی اصلاح اور اعتدال کے ساتھ تے، نضج، تلیین، مسہل اور مقوی و قابض ادویات کے ساتھ بے حد تسلی بخش اور کامیابی کے ساتھ کیا۔ لیکن جب سے اس طریقہ علاج کے قوانین کو چھوڑ کر مجربات سے علاج کرنا شروع کر دیا گیا ہے، شفا کم ہو گئی ہے۔

کولمبس کے امریکہ دریافت کرنے کے کچھ دنوں بعد یہ خبر آئی کہ جنوبی امریکہ میں ایک ایسا درخت ہے جس کی چھال کے جوشاندہ سے جاڑا بخار اچھا ہو جاتا ہے۔ اس خبر پر کسی کو یقین نہ آیا مگر جب ہسپانوی پادریوں نے اس کی چھال منگوائی تو سارے یورپ کے ڈاکٹروں نے اس کی شدید مخالفت کی اور اس حد درجہ مفید چھال کے خلاف طرح طرح کی چہ مے گوئیاں کرنے لگے۔ یہ ان پادریوں کی ہمت اور استقلال تھا کہ وہ اس چھال کے استعمال پر قائم رہے۔ اور ہم آج اسی چھال کو سنکونا کہتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ملیریا کا شرطیہ علاج کرتے ہیں۔

1958ء میں ملیریا وبائی صورت میں جزیرہ برطانیہ میں ظاہر ہوا، اور اسی کے ساتھ پادریوں کا یہ سفوف بھی داخل ملک ہوا۔ مگر بدقسمتی سے وہاں پر ''کرامول'' کی حکومت تھی۔ جو رومن کیتھولک فرقہ کی ہر چیز سے نفرت کرتی تھی۔ چنانچہ جب ''کرامول'' کو ملیریا ہوا، مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ پادریوں کے اس سفوف کو اسے پلادے اور یہ غریب محض اپنے مذہبی جنون کے جوش میں اپنی جان کھو بیٹھا۔

1777ء میں میک برائنڈ نامی انگریز ڈاکٹر نے ملیریا کے مریضوں کو سنکونا کی چھال کا جیکٹ پہننے کی ہدایت کی۔ یہ عجیب بات ہے کہ انگلینڈ کے ڈاکٹر جب سنکونا اور اس سے نکلی ہوئی کونین کی شدید مخالفت کر رہے تھے تو انہیں کے ملک میں ایک پرتگالی ڈاکٹر انگریزی پانی کے نام سے سنکونا کا جوشاندہ ہزاروں بوتلوں کی تعداد میں سارے یورپ میں بھیج رہا تھا۔ اور اس طرح اس نے کروڑوں روپوں کی کامیاب تجارت کی۔ انگلستان کے ڈاکٹروں کی تنگ نظری اور حماقت کے سبب سے وہاں کے مریض کافی عرصہ تک پریشان رہے اور ہزاروں کی تعداد میں اللہ کو پیارے ہوتے رہے۔

1812ء میں کلکتہ کے ایک تجربہ کار ڈاکٹر جیمسین جانسن نامی نے کونین سے ملیریا کا علاج کرنے کی سخت ممانعت کر دی اور اس کے بدلے پارے سے علاج کی ہدایت کی (پارہ بھی مفید ہے، اس سے جراثیم ملیریا مر جاتے ہیں)۔ ڈاکٹر جانسن کے اس عجیب نسخہ کے خلاف ڈاکٹر ہانی ڈے نے آواز اٹھائی کہ اس سے شفا کم اور موت زیادہ واقع ہوتی ہے۔ تو اس کو اس جسارت کی سزا میں ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ سمجھ نہیں آتا کہ ڈاکٹر جانسن کے نسخہ سے ملیریا کا مریض کیونکر جانبر ہو سکتا ہے جب اس میں کیلومل (Calomal) کی مقدار خوراک تیس گرین تھی اور دن بھر میں ایسی تین خوراکیں دی جاتی تھیں۔ مریض تیسری خوراک پینے سے قبل یقینی طور پر اپنے خالق حقیق سے ملنے کے لئے چلا جاتا ہوگا۔

1815ء میں ''منگو پارک'' نامی ایک سیاح یورپ کے چوالیس باشندوں کی ایک ٹولی بنا کر بھڑ (افریقہ) کی سیاحت کو گیا۔ اس کے ملیریا سے بچنے کی کوئی معقول دوا مثل کونین نہ تھی۔ ان چوالیس سیاحوں میں سے انتالیس ملیریا بخار میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ اسی قسم کی ایک پارٹی اسی علاقہ میں 1852ء میں بھڑ گئی، مگر اس دفعہ اس کے پاس کونین تھی، یہ روزانہ آٹھ گرین کھاتے تھے، اور ان میں ملیریا کے سبب سے کوئی موت واقع نہ ہوئی۔

1820ء میں فرانس کے دو کاریگر کیمیا گروں (Chemists) نے نے سنکونا کی چھال سے کونین کو الگ کیا، اور اس کے نکالنے کی ترکیب جلی حرفوں میں شائع کر دی تاکہ اس ایجاد کا زیادہ سے زیادہ فائدہ بنی نوع انسان کو ہو۔ یہ سنکونا درخت کا بیج جنوبی امریکہ سے کس طرح لایا گیا اور اس کی کاشت پرانی دنیا میں کس طرح کی گئی۔ وہ بذاتِ خود ایک دلچسپ اور طویل مضمون کا عنوان بن سکتا ہے۔

1914ء کی عالمگیر جنگ میں جرمن فوج کے لئے کونین کا ملنا ناممکن ہو گیا، چونکہ کونین کی پوری مقدار انگریزوں یا ولندیزیوں کے قبضہ میں تھی۔ جرمن کے سائنسدانوں نے کونین کے بدلے ایسے دو کیمیاوی مرکبات تیار کر دیئے جو بعض حالتوں میں کونین سے بدرجہا بہتر تھے۔ آج یہ ملیریا بخار کی مشہور عالم دوائیاں ہیں۔ یعنی آٹے برن (Atebrin) اور پلازموکن (Plesmoquoin) یہ دوائیں جنگ عظیم دوم میں بھی بکثرت استعمال کی گئیں۔ اور دونوں فریقوں نے ان سے جی بھر کر فائدہ اٹھایا۔ کونین کہنہ ملیریا بخار کو اچھا کرنے سے قاصر ہے مگر پلازموکن محض دس دنوں میں پرانے ملیریا بخار کو اچھا کر دیتی ہے۔ اسی طرح آٹے برن محض تین دنوں میں ملیریا کے جاڑے بخار کو اچھا کر دیتا ہے۔ اور اس کے ہفتہ وار استعمال سے ملیریا کبھی نہیں ہوتا۔

سائنسدانوں نے اپنا کھوج جاری رکھا اور ایسی دوا ایجاد کرنے کے فکر میں رہے جو ملیریا کے تینوں اقسام کے لئے یکساں مفید ہو۔

اس دفعہ جرمنی کے کیمیا گر پھر سامنے آئے اور انہوں نے ریسوچن (Resochin) نامی دوا دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ یہ دوا کلوراکوئین (Chloraquin) ہے۔ ملیریا کے لئے اب تک جتنی ادویات نکلی ہیں، ان میں سب سے بہتر ہے۔ یہ غیر مضر ٹکیاں ملیریا کو روکتی ہیں، اور ملیریا کے تینوں اقسام میں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ ''امیبک'' قسم کی پیچش میں بھی مفید ثابت ہوئی ہیں۔ اور آئی-سی-آئی پلوڈین (Paladrin) نامی دواء بھی نکالی ہے جو ملیریا کی ایک قسم کے لئے تیر بہدف علاج ہے مگر یہ کبھی کبھی ہفتہ وار کھانے والے انسانوں کو نقصان پہنچا دیتی ہیں۔ مثلاً درد معدہ، پیشاب میں خون وغیرہ۔ ان ادویات کے علاوہ ڈاراپرم (Daraprim) بھی ایک دوا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ یہ ذائقہ میں پھیکی ٹکیاں ہیں اور اسے بچے بھی کھا سکتے ہیں۔ یہ انگلینڈ باروز ویلکم کمپنی نے ایجاد کی ہے۔ امریکہ کے پارک ڈیوس نے کاموکوئین (Camoquin) نامی ٹکیاں نکالی ہیں جو محض ایک دن کے اندر ملیریا بخار کو اچھا کر دیتی ہیں۔ یہ حسب معمول امریکی دواؤں کی طرح مانی گئیں۔ ایک نئی دواء آئی سی آئی (Primaquim) کہنہ ملیریا کے لئے اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ [ماہ نامہ ہمارا ڈاکٹر کراچی]

ملیریائی بخاروں میں کونین اکسیر تسلیم کی گئی

معالجاتی وسیع تجربات اور مشاہدات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ملیریائی بخاروں کے دور کرنے میں کونین سے بڑھ کر کوئی مفید دوا نہیں ہے۔ کونین ان بخاروں میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے، چنانچہ ولایت کے ایک نہایت مشہور و معروف ڈاکٹر پیٹرک مین سن صاحب کا قول ہے کہ آج کل اگر کوئی ڈاکٹر یا طبیب کونین کو چھوڑ کر اور دواؤں سے ملیریا کا علاج کرنے کی کوشش کرے تو وہ مستوجب سزا ہے۔ اسی طرح ولایت ایک نامور ڈاکٹر جو اعلیٰ درجے کے مصنف بھی ہیں، یعنی ڈاکٹر مسلر صاحب فرماتے ہیں کہ آج کل اگر کوئی طبیب ملیریائی بخار کا کونین کے ساتھ کامیابی کے ساتھ علاج نہیں کر سکتا تو اس کو طبابت چھوڑ دینی چاہیے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ملیریا بخاروں کو دور کرنے کے لئے کونین کس قدر مفید ہے۔ کونین کے متعلق صرف انگلستان کے چند نامور ڈاکٹروں کا ہی قول نہیں بلکہ یورپ (جس میں یونان اور روم بھی شامل ہیں) امریکہ اور جاپان غرض کے کل جہان کے اطباء اتفاق کرتے ہیں۔

مگر افسوس کہ ہمارے ملک کے بعض خود غرض حکیم اور وید صاحبان خواہ مخواہ کونین سے نفرت کرتے ہیں، وہ اس کو ولایت کی ایک بہت گرم خشک دواء سمجھ کر ہندوستانی مریضوں کے لئے اسے چنداں مفید خیال نہیں کرتے۔ یہ ان کی اپنی لاعلمی اور نادانی ہے، ورنہ کونین ملیریائی بخاروں کے لئے درحقیقت اکسیر ہے۔

نوٹ: چونکہ علم طب کا موضوع جسم انسانی ہے اور انسان اشرف الخلوقات ہے۔ اس لئے علم و عمل طب بھی ایک فن شریف بلکہ اشرف ہے۔ لیکن اس کی شرافت اس میں ہے کہ اس کا اصول خُذْ مَا صَفَادَعْ مَا كَدَرُ ہو، یعنی جہاں کوئی مفید بات ملے اسے اپنے موضوع کی خدمت کے لئے فوراً اختیار کر لیا جائے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب حکیم سید محمد حسین صاحب علوی نے اپنی مشہور کتاب مخزن الادویہ میں برک کے نام سے سنکونا بارک (Cinchona Bark) اور اس کے ضمن میں کنہ کنہ کے نام سے کونین کا ذکر کیا ہے، اور اس کو نوبتی بخاروں اور دیگر نوبتی امراض میں نہایت مفید بتایا ہے۔ مگر تقریباً ڈیڑھ صدی گزرنے کے بھی ہندوستان کے اکثر حکیموں کو یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ برک یا بارک درحقیقت سنکونا بارک ہے اور کنہ کنہ کونین ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہوتا ہے کہ کونین کے استعمال کو بتانے سے پہلے کچھ اس کی مختصر سی تاریخ بھی بتا دی جائے۔

تاریخ کونین

کونین ایک جوہر ہے جو درخت سنکونا کی چھال سے جدا کیا جاتا ہے۔ یہ درخت جنوبی امریکہ میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن آج کل یہ ہندوستان کے بعض حصوں مثلاً کوہ نیلگری یا دارجلنگ، برما اور لنکا وغیرہ میں بھی بکثرت ہوتا ہے۔

پیرو (جنوبی امریکہ) کے باشندے کسی ایسی چھال کو جو بخار کو دور کرنے کی خاصیت رکھتی ہے کینا کینا کہتے ہیں۔ ایک بار پیرو کی ہسپانوی نوآبادی کے وائسرائے کی بیگم جس کا نام سنکون (Cinchon) تھا، نوبتی بخار میں ایسی مبتلا ہوئی کہ اسے کسی دوا سے فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار سفوف کینا کینا دینے سے اس کو بخار سے کلی شفا حاصل ہوگئی۔ اس وقت اس دواء کی بڑی شہرت ہوئی۔ پھر وہ بیگم 1660ء میں اس دوا کو اپنے ملک ہسپانیہ میں لے گئی۔ اور وہاں اس کے نام پر اس دوا کا نام ہی سنکونا مشہور ہوگیا۔ 1669ء میں اس دوا کی شہرت شہر روما (اٹلی) میں پہنچی۔ اور وہاں بھی نوبتی بخاروں میں استعمال ہوتی رہی۔ پھر 1679ء میں فرانس میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ 1677ء میں یہ دوا لندن فارما کوپیا (قرابادین) میں درج کی گئی اور اسی زمانے سے یہ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹروں کو بھی بغرض استعمال بھیجی گئی اور غالباً ہندوستان میں بہت پھیل گئی۔ کیونکہ حکیم محمد حسین صاحب علوی نے 1770ء میں اپنی کتاب ''مخزن الادویہ'' میں اس کے انگریزی نام بارک (Bark) سے اس کا بیان کیا ہے۔

پہلی مرتبہ ہندوستان میں 448 روپے فی پونڈ کے حساب سے کونین خریدی گئی تھی، لیکن رفتہ رفتہ اس کی قیمت کم ہوتی گئی اور آخر میں 16 روپے فی پونڈ فروخت ہوئی۔ الغرض کونین درخت سنکونا کی چھال کا جوہر (جزو مؤثر) ہے اور اس درخت کا اصل مسکن اب اہل ہند کے لئے یہ کوئی بدیشی دوا نہیں بلکہ دیسی اور سودیشی ہے۔

یوں تو کونین کئی قسم کی ہوتی ہے لیکن عام طور پر کونین سلفیٹ استعمال کی جاتی ہے۔ کونین عموماً چار طریق سے دی جاتی ہے:

(۱) براہِ دہن (۲) براہِ مقعد (۳) بذریعہ عضلاتی یا زیر جلد پچکاری (۴) بذریعہ وریدی پچکاری۔

لیکن زیادہ تر یہ براہِ دہن بشکل سفوف یا گولی یا عرق دی جاتی ہے۔ اس کی مقدار خوراک گرم ممالک میں پانچ گرین سے پندرہ گرین تک اور سرد ممالک میں 15 گرین سے 45 گرین تک دے سکتے ہیں۔

کونین کے نقصانات

بعض اشخاص کو کونین کی بہت کم برداشت ہوتی ہے، خصوصاً نازک مزاج عورتوں کو یہاں تک کہ انہیں تھوڑی مقدار میں کونین دینے سے بھی سنکونزم یعنی سمیت کونین کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً کان بجنے لگتے ہیں اور سر میں درد ہونے لگتا ہے۔

سنکونزم (Cinchonism)

اگر زیادہ مقدار میں کونین دی جائے، یا عرصہ تک اس کا استعمال کیا جائے، تو کانوں میں سنسناہٹ معلوم ہوتی ہے۔ یعنی کان بجنے لگتے ہیں اور زبان گنگ معلوم ہوتی ہے۔ ہاتھ پاؤں میں تھرتھراہٹ آجاتی ہے۔ بدن کانپنے لگتا ہے۔ دِل دھڑکنے لگتا ہے، بے خوابی اور بے چینی ہوتی ہے۔ سر بھاری معلوم ہوتا ہے، اور اگر کونین کی مقدار بہت زیادہ ہو تو بینائی میں فطور آجاتا ہے۔ چال لڑکھڑانے لگتی ہے اور سر میں نہایت سخت درد ہونے لگتا ہے اور بذیان ہو کر مریض پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ نہایت ضعف کی حالت میں حرکت قلب یا تنفس کے بند ہو جانے سے موت کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

لیکن کونین کا استعمال موقوف کرنے کے بعد مذکورہ بالا خطرناک علامات اکثر زائل ہو جاتی ہیں مگر بعض اوقات قوت سماعت اور قوت بصارت میں نقص آ جاتا ہے اور پرانے ملیریائی بخار کے مریضوں میں بعض اوقات زیادہ کونین کے دینے سے خونی پیشاب آنے لگ جاتا ہے جس کو اصطلاح میں کونینی ہیموگلابی نوریا (خونی پیشاب کونینی) کہتے ہیں پس کونین کے استعمال کرنے میں اس کے نقصانات کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے، اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملیریائی بخاروں میں کونین اکسیر کا حکم رکھتی ہے، لیکن پھر بھی اس کو احتیاط سے استعمال کرنا چاہئے اور اگر کسی نازک مزاج مریض یا مریضہ کو واقعی کسی قسم کی بھی کونین کی برداشت نہ ہو، تو پھر مجبوراً اس کو بخار روکنے کے لئے کوئی اور دوا دیں۔

ملیریا بخاروں کے علاج

ملیریائی بخاروں کے علاج ان کی اقسام کے مطابق کیا جاتا ہے۔ اس لئے پہلے ملیریا کے بخاروں کو دو جماعتوں میں منقسم کیا گیا تھا: (۱) نوبتی بخار (۲) لازمی بخار۔

نوبتی بخار کی پھر تین قسمیں مانی جاتی تھیں۔ (الف) روزانہ بخار جس کا دور 24 گھنٹے بعد ہوتا ہے۔ (ب) تجاری بخار جس کا دورہ 48 گھنٹے بعد ہوتا ہے۔ اور (ج) چوتھیا بخار جس کا دورہ 72 گھنٹے کے بعد ہوتا ہے۔ لازمی بخار، جس کا خفیف بخار تو ہر وقت رہتا ہے لیکن وہ دِن میں ایک بار یا دو بار تیز ہو جاتا ہے۔

مگر آج کل ان بخاروں کو ملیریا کے اقسام کے لحاظ سے منقسم کیا جاتا ہے چنانچہ یہ بتلایا جا چکا ہے کہ جراثیم ملیریا تین قسم کے ہوتے ہیں۔ لیکن پیدائش اور شکل کے لحاظ سے دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک گول کرم ملیریا اور دوسرے ہلالی کرم ملیریا۔ گول کرم ملیریا تو خفیف قسم کا بخار کرتے ہیں۔ چنانچہ تجاری اور چوتھیا بخار اسی قسم کے کرموں سے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن ہلالی کرم ملیریا یا شدید قسم کا ملیریا بخار پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ روزانہ نوبتی اور لازمی ملیریائی بخار ملیریا کی اسی قسم سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس بخار خفت اور شدت کے لحاظ سے ملیریائی بخاروں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خفیف ملیریائی بخار جو گول کرم ملیریائی سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ تجاری اور چوتھیا بخار اس قسم کے بخار ہیں۔ دوسرے شدید ملیریائی بخار جو ہلالی قسم ملیریا سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ روزانہ بخار یا جاڑا بخار اور لازمی بخار اس قسم کے بخار ہیں۔

نوٹ: اب نوبتی بخار اور لازمی بخار دو قسم کے جاری و مختلف قسم کے بخار نہیں مانے جاتے۔ بلکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر بہت زیادہ کرم ایک ہی وقت میں پختہ ہو کر تیار ہو جائیں یعنی اپنی نسلیں بڑھالیں تو روزانہ نوبتی بخار ہے جس میں ایک باری اترنے نہیں پاتی کہ دوسری آ جاتی ہے اور اگر ان کرموں کی دو نسلیں یکے بعد دیگرے داخل جسم ہو کر پختہ ہو جائیں تو دو نوبتی بخار متواتر ہوں گے یا ایک ہی دِن بخار کی دو باریاں آئیں گی۔ پس اس طرح ''ڈبل کوٹڈین'' (دوہرا روزانہ)، ''ڈبل ٹرشین'' (دوہرا تجاری) اور ڈبل کوارٹن (دوہرا چوتھیا) وغیرہ بخار پیدا ہوتے ہیں۔ [مخزن حکمت از ڈاکٹر غلام جیلانی]

ملیریائی بخاروں کے علاج کی دو صورتیں

باوجود کہ یہ امر فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی تحقیقات میں یقین کی حد تک پہنچ گیا ہے کہ کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات اس کے لئے یقینی علاج ہیں، تاہم اس کے علاج کی دو صورتیں ہیں اوّل جراثیم کش کا استعمال اور دوسرا اس کی علامات کا علاج۔ جراثیم کش ادویات میں کونین یا دیگر ادویات کو بعض فرنگی ڈاکٹروں میں سے کوئی بخار کی حالت میں دیتے ہیں اور کوئی بخار کے اُتر جانے یا کم ہو جانے

پر استعمال کرتے ہیں، بہر حال ہر ایک کے ذاتی تجربات ہیں۔

دوسری صورت میں ملیریا کے اندر جو علامات پیدا ہوتی ہیں جن میں یقینی علامات میں نوبت آنا، سردی کا لگنا، بدن کا ٹوٹنا، سر کا درد یا بوجھل ہونا، دِل کی بے چینی، جی متلانا، قے کا ہونا، بخار کا ہونا، بخار کا چڑھنا، غشی اور پسینہ کا آنا، اس کے علاوہ ہاتھ پاؤں جلتے ہیں، منہ کا مزا کڑوا، پیاس کی شدت، معدہ کا خراب ہونا، بھوک بند، کبھی اسہال، بدن دکھتا ہے۔ پیشاب بار بار آتا ہے، انتہا یہ کہ منہ، زبان اور چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور جب یہ مزمن صورت اختیار کر لیتا ہے تو زردی کی بجائے سیاہی نمودار ہو جاتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ کونین یا دیگر جراثیم کش ادویات جس قدر بھی چاہے استعمال کرا دی جائیں یہ علامات رفع نہیں ہوتیں اور تو اور نہ تو ان سے قبض رفع ہوتی ہے اور نہ ہی اسہال بند ہوتے ہیں۔ اس لئے جب تک یہ علامات رفع نہ ہوں ملیریائی بخاروں کو آرام نہیں ہوتا۔ بلکہ موت واقع ہو جاتی ہے۔

ملیریا کا علاج خصوصاً اس کا علاماتی علاج ہم یہاں نہیں لکھیں گے۔ کیونکہ اوّل تو اس کا علاج تفصیل کے ساتھ فرنگی ڈاکٹروں اور فرنگی طبیبوں کی کتب میں درج ہے۔ دوسرے ہمارا مقصد صرف ملیریا کی مکمل ماہیت واثرات اور کونین و دیگر جراثیم کش ادویات کی حقیقت پر روشنی ڈالنا ہے۔ تاکہ ہم اس پر صحیح طرح پر تنقید اور تبصرہ کر سکیں۔

چونکہ ہم ملیریا کی اس تحقیق کو غلط سمجھتے ہیں جیسے گزشتہ زمانوں کی تحقیقات کو فرنگی ڈاکٹر غلط سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس تحقیقات کے تحت ہم علاج تحریر کرنا درست نہیں سمجھتے۔ جس اہل فن اور صاحب علم کو ملیریا کے علاج بارے ہمارے علاج کے نظریے کو سمجھنا ہو تو وہ ہماری کتاب ''تحقیقات حمیات'' کا مطالعہ کریں جو شائع ہو چکی ہے، وہ جس میں ملیریا کو نظریہ مفرد اعضاء کے تحت بیان کر کے اس کا علاج لکھا گیا ہے۔

ملیریا کے زہر کے فوائد

ملیریا صرف تکلیف دہ اور نقصان رساں ہی نہیں ہے بلکہ اس کے فوائد بھی ہیں۔ جیسے دیگر اقسام کے زہروں کے نقصان اور ضرر کے ساتھ فوائد بھی تسلیم کئے گئے ہیں، جاپان کے ایک ڈاکٹر نے جوڑوں کے دردوں کا کامیاب علاج ملیریا کے بخار سے کر کے نوبل پرائز حاصل کیا ہے۔ اسی طرح ایتھنز (یونان) کے ڈاکٹر تھیوڈر میپوس نے کہا ہے کہ اگر سرطان کے مریض کو ملیریا سے بیمار کر دیا جائے تو سرطان کا کامیاب علاج ممکن ہے۔ ان کا تجربہ ہے کہ اگر سرطان کے مریض کے جسم میں ملیریا کے مریض کا خون پہنچا دیا جائے تو سرطان والی میلیس مرجاتی ہے۔ اس کی بنیاد ان کا تحقیقی مطالعہ تھا۔ انہوں نے غور کیا کہ یونان کے جن علاقوں میں ملیریا کا قلع قمع ہو چکا ہے وہاں سرطان کے مرض کی کثرت ہو گئی ہے۔

حقیقت ملیریا

ملیریا ایک قسم کا زہر ہے جو مچھر کے ذریعہ جسم انسان میں پیدا ہوتا ہے جس کی مکمل ماہیت، پیدائش، اثرات، اسباب، علامات، حفظ صحت، علاج اور فرنگی طب کے مطابق بیان کر دی ہیں بلکہ اس کے مفید نتائج بھی لکھ دیئے ہیں، تاکہ آئندہ صفحات میں اس پر پورے طور پر نظر و نقد کر سکیں۔

ہم نے ملیریا کی حقیقت لکھنے میں کسی تنگ نظری اور بخل سے کام نہیں لیا۔ تاکہ اہل علم اور صاحب فن خصوصاً فرنگی ڈاکٹر یہ اعتراض نہ کر سکیں کہ ہم نے ملیریا کی حقیقت کو سمجھے بغیر اس پر تنقید و تبصرہ کیا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں یہ ثابت کریں گے کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے نہ ہی کونین اور دیگر جراثیم کش ملیریا کے زہر کو دور کر سکتی ہیں۔ فرنگی ڈاکٹروں کی تحقیقات جو ملیریا بخار کے متعلق ہیں وہ نہ صرف غلط ہیں بلکہ طبی دُنیا میں گمراہ کن بھی ہیں، ان تحقیقات کی روشنی میں نہ صرف بخاروں کا علاج مشکل ہے بلکہ آئندہ تحقیقات کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

ایٹمی دور

ملیریائی بخاروں اور اس کی ادویات پر تنقید و تبصرہ اور ہماری تحقیقات کو سمجھنے سے قبل یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ آج کل ایٹمی دور ہے۔ جس سے ہر عنصر کا دِل چیر دیا گیا ہے اور وہ عنصر ان معنوں میں عنصر نہیں رہا۔ کیونکہ ہر عنصر تجزیہ کے بعد کچھ شکل اختیار کر گیا ہے اور اس کے متعلق فرنگی طب کے جو عقائد تھے وہ ختم ہو چکے ہیں۔ فرنگی کی موجودہ طب کم از کم سو سال پرانی ہے۔ اب یہ ایٹمی دور کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ وہ خود پریشان ہے، وہ اس کو فوراً بدل دینا چاہتا ہے۔ وہ جراثیم کی جگہ فوراً ریڈیائی، مختلف شعاؤں کے افعال اور ایٹمی اثرات کو لانا چاہتا ہے۔

فرنگی ڈاکٹروں اور محققوں کو یقین ہو گیا ہے کہ ان کے پاس ٹی بی، کینسر اور دیگر خوفناک امراض کا علاج بالکل نہیں ہے، خصوصاً جراثیم کش ادویات کے ماتحت اب بالکل وہ ان امراض پر قابو نہیں پا سکتے، کیونکہ گزشتہ سو سال میں وہ ان پر بے شمار تجربات کر چکے ہیں۔ تنگ آ کر اب کچھ عرصہ سے ریڈیم اور دیگر اقسام کی شعاعوں کی طرف رجوع کیا ہے۔ انہیں جب سے ایٹمی توانائی کا علم ہوا ہے، اس طرف دھیان و توجہ اور امیدیں لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ جب بھی ایٹمی توانائی پر قابو پا لیا گیا ان امراض سے چھٹکارہ نصیب ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں کچھ نہ کچھ تجربات بھی کئے جا رہے ہیں۔ کسی حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے اگرچہ یہ کامیابی ایک موہوم کامیابی ہے۔ بالکل ایسے جس طرح جراثیم کش ادویات سے بعض امراض میں عارضی طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ امراض پر مکمل فتح کی کامیابی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عناصر کی شعاعوں کی طرح جسم انسان کا بھی بنیادی تجزیہ نہ کیا جائے تاکہ ہم ان بنیادوں کو ضرورت کے مطابق بدل سکیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس نے جسم انسان کا اس کے ابتدائی خلیہ (سیل) تک تجزیہ کر لیا ہے جن سے امراض کا سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاحال فرنگی ڈاکٹر مرکب اعضاء سے علاج کرتی ہے۔ ان کا طریق علاج خلیاتی نظریہ (سیل تھیوری) پر منطبق نہیں ہوا۔ اور ان کو اس پر ترتیب دیا گیا ہے۔ دوسرے خلیاتی علاج (سیلز ٹریٹمنٹ) بھی مرکب اعضاء کا علاج ہے۔ اور خلیہ بھی جسم کی بنیاد نہیں ہے بلکہ فرسٹ یونٹ ہے کیونکہ اس میں زندگی کے ساتھ تسنیم و تصفیہ اور تغذیہ بلکہ احساس کی قوت بھی ہے اس لئے جب خلیہ کے ان قوئی پر قابو نہیں پایا جائے گا اور یہ قابو اس وقت تک پایا نہیں جا سکتا جب تک مفرد اعضاء کے افعال اور ان کے تعلقات کو پورے طور پر ذہن نشین نہیں کیا جائے گا۔ ہم ملیریائی بخاروں پر انہی نظریات اور قوانین کے تحت روشنی ڈال کر ثابت کریں گے کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے۔

ملیریا کوئی بخار نہیں ہے...

نوٹ: ہم نے ملیریا کی حقیقت کو مکمل طور پر بے حد خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اب ہم اپنی غیر معمولی تحقیقات سے ثابت کرنا چاہتے ہیں، سوفرنگی ڈاکٹروں، فرنگی حکیموں، اہل فن اور صاحب علم کا فرض ہے کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ اس تحقیقات کو سمجھیں اور غور کریں تاکہ وہ خود بھی مستفید ہوں اور مخلوق خدا کو بھی فائدہ پہنچائیں۔ جن کی خدمت کرنا وہ اپنی زندگی کا مقصد بنا چکے ہیں۔

ملیریا بخار کی افہام وتفہیم

ملیریائی بخاروں کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہم تین امور پر بحث کریں گے:

اوّل: بخار کی حقیقت کیا ہے، خصوصاً ملیریا بخار کی صورت کیا ہے؟

دوم: ملیریا جو کچھ بھی اس کو فرنگی ڈاکٹر اور ماڈرن سائنس سمجھتی ہے اس کا بدن انسان سے کیا تعلق ہے؟

سوئم: کیا جراثیم ملیریا پیدا کر سکتے ہیں؟ اگر جراثیم ملیریا بخار پیدا نہیں کر سکتے تو ملیریا بخار کی حیثیت کیا ہے؟

اوّل- بخار کی تعریف

بخار کو عربی میں حُمّی جمع حمیات، فارسی میں تپ اور انگریزی میں فیور (Fever) کہتے ہیں، یہ ایک قسم کی عارضی اور غیر معمولی حرارت ہے۔ خون کے ذریعے قلب سے شرائین وعروق اور خون وروح کے توسط سے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ جس کے مشتعل ہونے سے افعال بدن میں تحلیل اور ضعف ہوتا ہے اور ان کے طبعی افعال میں خلل واقع ہوتا ہے۔ غصہ ولذت، گرم اغذیہ واشیاء اور ورزش اور تکان سے بھی حرارت بڑھ جاتی ہے۔ لیکن اس قسم کی پیدائش حرارت کو بخار میں شریک نہیں کرتے۔ اگرچہ ظاہر میں اس قسم کی پیدا شدہ حرارت بھی عارضی اور غیر معمولی ہوتی ہے۔ لیکن یہ حرارت غیر از جسم نہیں ہوتی، بلکہ حرارت اصلیہ ہوتی ہے، جو خاص وجوہات سے جسم کے کسی حصہ میں اکٹھی ہو جاتی ہے۔ جس کو اخراج کی خاطر طبیعت مدبرہ بدن قلب کے ذریعے جسم میں بخار کی صورت میں پھیلا دیتی ہے اور وہ سبب رفع ہو جانے کے بعد فوراً رفع ہو جاتی ہے۔

شیخ الرئیس بوعلی سینا اپنی کتاب ''القانون'' میں لکھتے ہیں کہ بخار ایک عارضی حرارت کا نام ہے جو پہلے قلب میں بھڑکتی ہے، اور قلب سے روح وخون اور شرائین کے ذریعے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ جس سے یہ حرارت تمام بدن میں اس طرح بھڑک اٹھتی ہے کہ بدن میں ضرر پیدا ہو جاتا ہے۔ غصہ اور تکان کی حرارت اس درجہ تک نہ پہنچی ہو کہ طبعی افعال میں آفت پیدا کر دے۔

شیخ الرئیس کے اس قول پر کہ ''بخار ایک عارضی حرارت ہے'' صاحب ''شرح اسباب'' علامہ نفیسی تشریح کرتے ہیں کہ ''یہ حرارت عارضی اس لحاظ سے ہے کہ نہ یہ بدن کے بنانے میں داخل ہے اور نہ یہ بدنی ماہیت کا کوئی جز ہے۔ بلکہ یہ بدن میں فضلات اور مواد کے اکٹھا

ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ فضلات جب اکٹھے ہوجاتے ہیں تو ان میں نظریاتی طور پر حرارت پیدا ہوجاتی ہے۔ جس کے اشتیاق سے فضلات متعفن اور گندے ہوجاتے ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم بیرونی فضلات میں اس طرح دیکھتے ہیں۔

بخار کو عارضی حرارت کہنے سے بدن کی اصلی حرارت اس سے الگ ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اصل حرارت بدن کے بنانے میں داخل ہے، جو بدن کا ایک حصہ اور اس کا ایک جزو ہے۔ کیونکہ جب تک بدن قائم ہے یہ حرارت بھی بدن کے اندر رہتی ہے۔ یہ حرارت انسانی بدن سے بحالت صحت اور مرنے کے بعد بھی جب تک بدن قائم رہتا ہے، الگ نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ برف کے اندر دبانے کے بعد بھی بدن انسان سیاہ اور متعفن ہوجاتا ہے''۔ مقصد یہ ہوا کہ ''بخار ایک حرارت غریبہ ہے جو بدن میں فضلات اور مواد کے اجتماع اور تعفن سے پیدا ہوتی ہے''۔ علامہ قطب الدین شیرازی بھی شیخ الرئیس کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ حرارت بخار کسی صورت میں تعفن کی وجہ سے ایک جدا قسم کی حرارت پیدا ہوجاتی ہے۔

ماہیت بخار

بخار کی ماہیت کو صحیح طور پر ذہن نشین کرنے کے لئے اوّل ضروری ہے کہ اصلی حرارت اور عارضی حرارت کی حقیقت ضرور معلوم کر لی جائے اور دونوں کے فرق کو سمجھ لینا چاہئے۔ کیونکہ یہ بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جو طب قدیم کے زمانے سے لے کر اس وقت تک نہیں سمجھا گیا۔ اسلامی طب کے زمانے میں اس مسئلہ کو بہت حد تک سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ مگر حقیقت پر پورے طور پر پردہ اُٹھ نہ سکا۔ لیکن فرنگی طب نے باوجود اس کے کہ حرارت کی اصلیت اور اس کے افعال پر بہت بحث کی ہے، بلکہ بال کی کھال اُتاری ہے، اور اس پر بے شمار طویل کتب لکھی ہیں۔ مگر جہاں تک بخار کی حرارت کا تعلق ہے، اس مسئلہ کو الجھا کر رکھ دیا ہے، اس لئے بخار کی حقیقت اور اس کا صحیح علاج ابھی تک پردہ راز میں ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ فرنگی طب جو اپنی ماڈرن سائنس پر ناز کرتی ہے، ایک طرف تو بخار کو حرارت جسم کا حد اعتدال سے زائد ہونا تسلیم کرتی ہے، اور اس کے پیمانے کے مطابق اس کا حد اعتدال (98.4 درجہ فارن ہائیٹ) ہے۔ جس کی وجہ نظام جسم کا بگڑ جانا بتلاتی ہے اور دوسرے جراثیم کے زہروں کو بخاروں کی پیداوار بتلاتی ہے۔ گویا مشینی (مکینیکلی) اور کیمیاوی (کیمیکلی) طور پر دونوں صورتوں میں تسلیم کرتی ہے۔ مگر جہاں تک علاج کا تعلق ہے وہ نہ صرف نام ہے بلکہ بخاروں کی حقیقت سے بالکل لاعلم ہے۔

حرارت کیا ہے؟

حکماء متقدمین نے حرارت آگ کو ایک عنصر یا ارکانِ اربعہ کا جزو مانا ہے۔ اور ارکان کی تعریف یوں کی ہے ''وہ اجسام بسیط اور بدن انسان وغیرہ کے لئے اجزاء اوّلیہ ہیں جن کی دیگر اجسام مختلف الصورت اور طبائع میں تقسیم ہونا ناممکن ہے''۔ اس کی کیفیت حرارت کو چھو کر معلوم کی جاسکتی ہے اور حرارت کے کچھ افعال یہ ہیں کہ وہ رطوبات کو بخار بنا کر اڑا دیتی ہے اور اجزاء ارضیہ کو خشک کر کے چھوڑ دیتی ہے۔ لیکن جو اشیاء اور مادے قابل جلنے کے ہیں، ان کو جلا دیتی ہے۔ جو مادے نہ پورے طور پر بخارات بنتے ہیں اور نہ جلد خشک ہوتے ہیں اور نہ جل اٹھتے ہیں، وہ اس سے متعفن ہوتے ہیں اور سڑنے لگ جاتے ہیں۔ بہر حال حرارت سرگرم عمل رہتی ہے۔

متقدمین میں حکماء نے حرارت کو مادی جسم قرار دیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی چیز گرم ہوجاتی ہے تو مادی حرارت اس کے اندر گھس جاتی ہے۔ اٹھارویں صدی تک یہی خیالات حکماء فرنگ میں رائج رہے، لیکن اس کے بعد ان خیالات نے ایک اور صورت

اختیار کرلی، یعنی نئے تجربات کئے گئے، جن میں ثابت کیا گیا کہ جب کوئی چیز گرم کی جاتی ہے یا جلائی جاتی ہے تو اس میں جلانے والی چیز خارج سے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ اس چیز کا نام فلوجسٹین رکھا گیا۔

اس کے ثبوت میں جلی ہوئی شے کی راکھ، بخارات وغیرہ کا مجموعہ وزن پیش کیا گیا۔ جو اصل سے زیادہ پایا گیا، زیادتی کو حرارت کا وزن خیال کیا گیا، اس کے بعد اس خیال کی یوں تشریح کی گئی کہ اشیاء کا وزن جو جلنے کے بعد بڑھ جاتا ہے، وہ آکسیجن کا ہوتا ہے نہ کہ حرارت کا۔ اور یہ بھی تسلیم کیا گیا کہ اگرچہ کسی چیز کے ساتھ آکسیجن کا وزن ملنے کے بغیر حرارت پیدا نہیں ہو سکتی مگر آکسیجن اور حرارت کو جدا جدا شے سمجھا گیا ہے۔

عنصری حرارت کے علاوہ حرکت اور ٹکراؤ سے بھی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے حکماء متاخرین نے حرارت کو دیگر قویٰ کی طرح از قسم حرکت تسلیم کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حرارت سے تحریک پیدا ہو کر حرکت پیدا ہوتی ہے بجلی اس کا زندہ ثبوت ہے۔ اسی طرح جب دو اقسام آپس میں رگڑ کھاتے ہیں تو گرم ہو جاتے ہیں اور ان میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ ابتداء میں انسان نے آگ اس طرح پیدا کی تھی۔

حرارت کے ان حقائق کو سمجھنے کے بعد اب جاننا چاہئے کہ جسم انسان میں اصلی حرارت کیا ہے اور عارضی حرارت کس کو کہتے ہیں۔ جس سے جسم میں بخار پیدا ہوتا ہے۔ اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ جہاں تک حرارت کی گرمی کا تعلق ہے شاید اس میں کوئی فرق نہ کیا جا سکے، البتہ جہاں تک حرارت میں تبدیلیوں کا تعق ہے ان سے بہت سے حقائق سامنے آ جاتے ہیں۔ جس سے انسان حقیقت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

اصلی حرارت اور عارضی حرارت

اصلی حرارت جو عنصری حرارت ہے اس کو حرارت غریزہ کہہ سکتے ہیں، کیونکہ وہ اس کے اندر عنصری حرارت کا مناسب جزو ہوتا ہے جس کے متعلق حکماء کا خیال ہے کہ وہ ایک گرم تر لطیف جوہر ہے۔ جس کا کام جلانا، سڑانا اور خشک و خراب کرنا نہیں ہے بلکہ تمام طبعی کاموں میں مدد کرنا ہے۔ جب نطفہ میں جان ڈالی جاتی ہے، اسی وقت یہ جوہر قدرت کی طرف سے نطفہ میں عطا ہوتا ہے جو تا زیست قائم رہتا ہے اور جب جان نکلتی ہے تو یہ جوہر الگ ہو جاتا ہے۔ یہی جوہر بدن میں ہر وقت حرارت پھیلاتا رہتا ہے۔ اور قلب و شرائین کے ذریعے تمام بدن میں پھیلاتا ہے۔ مگر متاخرین کا خیال ہے کہ بدنی حرارت کا دارومدار غذا اور تنفس پر ہے۔ غذا کا کچھ حصہ ایندھن کے طور پر جل کر حرارت پیدا کرتا ہے۔ جو خون کے ذریعے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ [مزید معلومات کے لئے ''تحقیقات اعادہ شباب'' کا مطالعہ کریں]

حرارت عارضی کو حرارت غریبہ بھی کہتے ہیں، بدن کی عارضی گرمی سے مراد وہ گرمی ہے جو عارضی طور پر فضلات اور مواد کے تعفن سے پیدا ہوتی ہے یا حرکت و دھوپ اور غذاؤں اور دواؤں سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کی زیادتی سے بدن میں جلنا و خشکی اور تعفن اور ضرر پیدا ہوتا ہے۔

حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا فرق

حرارت غریزیہ کو بخارات اور حرارت غریبہ کو دخان سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ حرارت غریزہ کا مزاج گرم تر اور اس کے مقابلے میں حرارت غریبہ کا مزاج گرم خشک ہے۔ اگر اوّل الذکر کی کیمیاوی ترکیب میں کھاری پن (الکلی) زیادہ ہے تو ثانی الذکر کی کیمیاوی ترکیب میں تیزابیت (ایسڈیٹی) زیادہ پائی جاتی ہے۔ اگر یہ باعث سوزش ہے تو اوّل الذکر دافع سوزش ہے۔ اگر جسم انسانی قلب کو

حرارت کا مسکن اور منبع قرار دیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ قلب کے دائیں اذن اور بطن میں حرارت غریبہ قائم ہے جہاں سے شش کے ذریعے تبرید اور تسکین ہوتی رہتی ہے۔ گویا صفائی یا حرارت غریزیہ میں تبدیلی کے لئے پھیپھڑوں میں چلی جاتی ہے اور تبدیلی کے بعد اپنے مقام بائیں قلب میں پہنچ جاتی ہے انتہائی آسانی سے سمجھانے کے لئے اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ حرارت غریزیہ وہ حرارت ہے جو دخان کے ساتھ قائم رہتی ہے اس کے ثبوت میں ابن ابی صادق کی حقیقت پیش کی جاسکتی ہے جو اس نے ''شرح مسائل'' میں بخار (حرارت غریبہ) کے متعلق مختصر الفاظ میں نہایت جامعیت کے ساتھ کردی ہے۔ ''الحمی حرارۃ ناریہ'' (بخار حرارت ناریہ) گویا حرارت اور نار میں جو فرق ہے وہی غریزیہ اور حرارت غریبہ میں پایا جاتا ہے۔ یعنی ابخرات میں مائیت کے ساتھ لازمی مادے نہیں ہوتے یا نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ پس یہی حرارت اصلیہ کا نمونہ ہے اور دخان کے ساتھ ارضی مادے پائے جاتے ہیں، جن کو جلاتی ہے، گویا دخان نار کی دلیل ہے۔ ابخرات میں نور اور انبساط ہے، اور یہی صفت حرارت غریزیہ میں پائی جاتی ہے۔ دخان میں ظلمت اور انقباض ہے یہی اثر حرارت غریبہ میں پایا جاتا ہے۔

حرارت غریبہ کے متعلق حکماء کا اکثر اختلاف رہا ہے۔ ایک گروہ اس کو خارجی حرارت سمجھتا ہے دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ جب بدن انسان میں غیر طبعی حرارت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کو حرارت غریبہ کہتے ہیں۔ جمہور اطباء اس کو حرارت اسطقیہ کی ایک قسم خیال کرتے ہیں۔ جس کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ جب تک حرارت اسطقہ حد اعتدال تک رہتی ہے اور اس کے افعال میں ضرر واقع نہیں ہوتا، اس وقت تک اس کو حرارت غریزیہ کہتے ہیں، لیکن جب عنصری حرارت درجہ اعتدال سے تجاوز کر جاتی ہے جس سے افعال اعضاء میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس کا نام حرارت غریبہ ہو جاتا ہے۔ حرارت غریبہ کی پیدائش اس وقت بڑھ جاتی ہے۔ جب حرارت غریزیہ کی پیدائش کم ہو یا اس میں تبرید اور تسکین کی صورت کم ہو جاتی ہے۔ اگر متقدمین اور متاخرین حکماء کے خیالات پر غور کیا جائے تو ان کے خیالات میں کچھ زیادہ فرق نہیں پایا جاتا۔ اگر ان پر غور کیا جائے تو بہت سے حقائق سامنے آجاتے ہیں۔

حرارت غریبہ کی پیدائش

حرارت کے ان حقائق اور اثرات سے پتہ چلتا ہے کہ حرارت مستقل ایک رکن ہے مگر وہ تنہا نہیں پایا جاتا، کبھی ہوا کی زیادتی کے ساتھ ملا ہوتا ہے، کبھی پانی کی زیادتی سے ترتیب پالیتا ہے اور کبھی ارضی مادوں کی زیادتی کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اور اس کی ادنیٰ صورت یہی ہے کہ جب وہ ارضی مادوں کے ساتھ پایا جاتا ہے حقیقت بھی یہ ہے کہ جب حرارت ہوا سے ملتی ہے تو اس میں روح کے خواص پیدا ہو جاتے ہیں اور جب وہ پانی کی زیادتی کے ساتھ ملتی ہے تو اس میں حرارت غریزیہ کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں اور جب وہ ارضی مادوں سے ملتی ہے تو حرارت غریبہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب حرارت کی زیادتی سے ہوا میں اشتعال یا پانی میں احتراق پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بھی حرارت غریبہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح حرارت غریبہ کی پیدائش جاری رہتی ہے۔

حرارت غریبہ کی حقیقت

حرارت غریبہ یا حرارت عارضی جو جسم انسانی میں پائی جاتی ہے اس کے مندرجہ بالا اوصاف حقائق پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ماڈرن سائنس جس عنصر کو کاربن کہتی ہے اس کے خواص سے ملتی جلتی ہے۔ جو کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربانک ایسڈ کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ اوّل صورت میں اس کے اندر ہوائی اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔ اور دوسری صورت میں اس کے ساتھ ارضی مادے زیادہ پائے جاتے ہیں یہ بات ہم لکھ چکے ہیں کہ حرارت تنہا کبھی نہیں اور کہیں نہیں پائی جاتی ہے، وہ ہمیشہ دیگر عناصر کے ساتھ اپنے مظاہر کا اظہار کرتی

ہے۔گویا کاربن بھی اس کا ایک مظاہر ہے۔

کاربن کے کیمیاوی خواص

کاربن ڈائی آکسائیڈ نہ خود جلتی ہے اور نہ معمولی جلنے والی اشیاء جلا سکتی ہے۔ یہ گیس حیوانات کے لئے مدحیات بھی نہیں ہے۔ جب جلتی ہوئی موم بتی کسی ٹیوب میں داخل کی جاتی ہے تو وہ بجھ جاتی ہے۔ یہ گیس زہریلی تو نہیں ہے، البتہ اس سے دم گھٹ/موت واقع ہو جاتی ہے۔روٹی کا خمیر ہونا بھی اسی گیس سے عمل میں آتا ہے۔

کاربن کا جسم انسان پر اثر

جب ہم سانس لیتے ہیں تو ہوا کی آکسیجن پھیپھڑوں سے خون میں جذب ہو کر قلب میں پہنچتی ہے، جہاں سے وہ شرائین کے ذریعے تمام جسم میں پھیل جاتی ہے۔اس آکسیجن کا کچھ حصہ ہمارے جسم کے کاربن سے مل کر کاربن ڈائی آکسائیڈ بنا دیتا ہے۔ جو خون میں جذب ہو کر بذریعہ اوردہ قلب پھیپھڑوں میں پہنچتا ہے۔ جہاں سے وہ سانس چھوڑنے پر باہر خارج ہو جاتا ہے۔اس لئے جو ہوا ہم منہ سے خارج کرتے ہیں اس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔

جس مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ فعل تنفس سے پیدا ہو کر کرۂ ہوائی میں شامل ہوتی ہے اگر اس قدر گیس ہوا میں برقرار رہے تو بہت جلد ہوا میں اس کا تناسب اس قدر زیادہ ہو جائے کہ کسی شخص کا زندہ رہنا ممکن نہ رہے۔

کاربن سے خون میں سیاہی اور ترشی بڑھ جاتی ہے اور اعضاء میں سوزش اور انقباض پیدا کر دیتی ہے جس کے نتیجہ میں آکسیجن کم جذب ہوتی ہے۔ساتھ ہی ساتھ حرارت اور خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ جسم میں کہیں بھی فضلہ اور موادرُکا ہو تو اس میں خمیر پیدا کر کے اس کو متعفن کر دیتی ہے، جس کے نتیجہ میں عارضی حرارت یا حرارت غریبہ اور بھی بڑھ جاتی ہے جس کو ہم ''بخار'' کہتے ہیں۔

عمل تبخیر

بخار کو سمجھنے کے لئے عمل تبخیر کا جاننا نہایت اہم ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر تعفن اور فساد پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ یہی عارضی حرارت اور بخار کا دار ہے۔ جس کی طرف غور نہیں کیا گیا۔فرنگی ڈاکٹر دیگر صورتوں میں پھنس کر رہ گیا ہے۔تخمیر (فرمن ٹیشن) خمیر اٹھانا ایک کیمیاوی فعل ہے جو اکثر عضوی اشیاء میں عام طور پر جراثیم کے ذریعے ظہور میں آتا ہے۔کسی چیز میں خمیر اٹھانے کے لئے جو چیز ملائی جاتی ہے اس کو بھی خمیر کہتے ہیں۔خمیر حقیقت میں جراثیم ہوتے ہیں جن میں خمیر اٹھانے کی قوت ہوتی ہے۔کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خمیر ملائے بغیر عمل تبخیر ہونے لگتا ہے اس کی یا تو یہ صورت ہوتی ہے کہ جراثیم ہوا میں اسی چیز کے اندر گر پڑتے ہیں یا اس چیز میں پہلے خمیر ہوتا ہے۔ جیسے انگور کے رس میں خمیر ہوتا ہے، اس لئے انگوری شراب بنانے میں مزید خمیر ملانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب کسی شے میں عمل تبخیر شروع ہوتا ہے، تو وہ چیز گرم ہو جاتی ہے۔اور اس میں گرم ابخرے اٹھنے لگتے ہیں۔عمل تبخیر کے مختلف اقسام ہیں۔سب سے زیادہ عام قسم وہ ہے جس میں الکوحل اور کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جس سے بعض خمیرات کے عمل سے تیزابات بنتے ہیں۔یاد رہے کہ تمام تیزابات ترشے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی جراثیم زندہ نہیں رہ سکتا، مگر وہ خمیر ضرور پیدا کرتے ہیں۔

کاربن اور حرارت غریبہ

کاربن کے خواص واثرات اور مظاہر کو سمجھ لینے کے بعد جب حرارت غریبہ کے اوصاف پر نگاہ کی جاتی ہے، تو ظاہرہ صرف یہ پتہ

چلتا ہے کہ ایک ایسی حرارت ہے جو تعفن سے پیدا ہوتی ہے جس سے بدن انسان کو ضرر پہنچتا ہے، لیکن اگر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تعفن کبھی بھی بغیر خمیر کے پیدا نہیں ہوتا اور ہر خمیر اپنے اندر ترشی وانقباض اور دیگر وہ تمام خواص رکھتا ہے جو کاربن اور اس کے مختلف مظاہر میں شامل پائے جاتے ہیں۔ گویا حرارت غریبہ بھی کاربن کی طرح ایک قسم کا خمیر ہے۔

جہاں تک حرارت غریبہ کے افعال اور اثرات کا تعلق ہے۔ اس کے مضر اثرات جسم انسان پر عمومی بخار کی صورت میں اور خصوصی بخاروں کی صورت میں واضح ہیں یعنی عمومی بخار کی صورت میں مثلاً خون میں جوش اور دباؤ کا بڑھ جانا، جسم میں کسی مقام پر سوزش اور تعفن کا پیدا ہو جانا، جسم میں ترشی زیادہ بڑھ جاتی ہے جس کا ثبوت پیشاب میں نمایاں ہوتا ہے۔ جہاں تک دیگر بخاروں کا تعلق ہے، جسم میں تعفن بڑھ جاتا ہے۔ جس کا اخراج پیشاب دپاخانہ اور تنفس و پسینہ سے ہوتا ہے۔ مختلف بخاروں میں مختلف مقامات پر درد، سوزش اور ورم کی صورتیں نظر آتی ہیں، سانس کی تنگی خاص طور پر قابل غور ہے۔ ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ کاربن اور حرارت غریبہ میں بہت کچھ مشابہت ہے۔

حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا تعلق

بعض حکماء متاخرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حرارت غریزیہ یعنی اصل اور عناصری حرارت میں جب شدت پیدا ہوتی ہے تو وہ حرارت غریبہ اور عارضی حرارت بن جاتی ہے۔ فرنگی طب کی تحقیق اور کاربن کے مظاہرے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت حرارت غریزیہ کے متعلق یہ بہت بڑا دھوکا ہے، یہ حرارت غریبہ بلکہ حرارت اصلیہ سے بھی ایک جدا شے ہے جس کا سمجھنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ بہت ضروری ہے۔ لیکن حرارت اصلیہ یا حرارت عنصری مفرد شے ہے اور حرارت غریزیہ ایک خاص حرارت کا مرکب ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حرارت کی حقیقت

حرارت ایک عنصری جسم (قوت) ہے۔ جو دیگر عناصر کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ تمام جسم کی پیدائش قویٰ سے ہے اور قویٰ کے تمام اقسام ارواح سے پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں تک حرارت کا تعلق ہے یہ ہر ذی حیات اور غیر ذی حیات میں بصورت ارکان اس کے تناسب کے مطابق پائی جاتی ہے۔ جہاں تک اس کی عنصری حالت کا تعلق ہے، اس میں نہ تبدیلی اور نہ تقسیم ہو سکتی البتہ وہ کم وبیش ضرور ہو سکتی ہے۔ یہ کمی بیشی بھی اصلی عنصری حرارت سے ہوتی ہے۔ اصلی حرارت سے مراد صرف یہ ہے کہ عنصری حرارت کی صرف ایک قسم ہے جو جلاتی ہے، اس لئے اس حرارت کو حرارتِ اسطقیہ بھی کہتے ہیں۔

حرارت عنصری یا اصلی حرارت ہر ذی حیات اور غیر ذی حیات اور فضا میں دیگر عناصر کے ساتھ مل کر ایک مزاج رکھتی ہے۔ جب ان کے امزجہ میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے تو عناصر کی کمی بیشی کا ارکان کے خواص سے پتہ چلتا ہے، حرارت کی زیادتی سے تحلیل پیدا ہو جاتی ہے، اس شے میں تحلیل واقع ہوتی ہے، یا جل اٹھتی ہے۔

جب یہ حرارت نطفہ کی صورت میں منتقل ہوتی ہے تو اس کو حرارت غریزی کہتے ہیں۔ جس کے اثر سے انسان اپنی طبعی عمر کو پہنچتا ہے۔ اکثر حکماء کا اتفاق ہے کہ اس کا بدل ما یتحلل نہیں ہوتا۔ اور اس میں اس قدر (ایٹمی) قوت ہوتی ہے کہ سالہا سال تک اسی سے زندگی قائم رہ سکے۔ لیکن بعض حکماء کا خیال ہے کہ غذا چونکہ عناصر سے ترکیب پاتی ہے، اس لئے غذا کی عنصری قوت خون کے توسط سے حرارت

غریزیہ کا بدل ما یتحلل پیدا ہوتا رہتا ہے، دونوں صورتوں میں ظاہر میں بڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حرارت غریزی بدل ما یتحلل پر قائم ہے تو پھر بھی اس وقت تک اصلی عنصری حرارت میں جذب نہیں ہوسکتی، جب تک حرارت غریزیہ قائم نہ ہو اور جب وہ ختم ہو جاتی ہے یا اس کا شعلہ بجھ جاتا ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

ان امور سے ثابت ہوا کہ حرارت غریزی بھی اصلی عنصری حرارت کی طرح ایک مزاج رکھتی ہے اور وہ اس پر قائم رہتی ہے۔ اس میں کمی بیشی تو ہوسکتی ہے لیکن وہ بدل نہیں سکتی۔ اس لئے حرارت عزیزیہ کا حرارت غریبہ میں بدل جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حرارت غریبہ ایک جدا شے ہے اور وہ جدا طریقہ سے پیدا ہوتی ہے، دونوں کے اوصاف وخواص اور اثرات وافعال میں بہت زیادہ فرق ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب میں حرارت عنصریہ، اصلیہ، حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ان کے ہاں آکسیجن، کاربن، ہائیڈروجن اور نائٹروجن وغیرہ کو عناصر کی صورت حاصل ہے، جو مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ طب قدیم کے قانون کے مطابق ان کی مفرد صورتیں بھی مرکب ہیں، کیونکہ ان کی تقسیم ہوسکتی ہے۔ ان کے تمام عناصروں کو اب ماڈرن سائنس نے ایٹم کی تقسیم کے بعد الیکٹرون، نائٹرون اور پروٹون سے مرکب تسلیم کرلیا ہے۔ جس سے کم از کم یہ ثابت ہوگیا ہے کہ جلانے کا کام صرف آکسیجن کا نہیں ہے۔ ماڈرن سائنس میں یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ آکسیجن خود نہیں جلتی بلکہ دیگر عناصر کو جلاتی ہے۔ ہائیڈروجن خود جلتی ہے مگر کسی کو جلا نہیں سکتی۔ کاربن نہ خود جلتی ہے اور نہ جلاتی ہے۔ بلکہ خود دیگر عناصر سے مل کر جلتی ہے اور نائٹروجن نہ جلتی ہے اور نہ جلاتی ہے بلکہ آگ بجھا دیتی ہے۔

اگر ہم آکسیجن کو عنصری واصلی حرارت کا طیف، کاربن کو دخان کا طیف، ہائیڈروجن کو پانی کا طیف اور نائٹروجن کو ارضی طیف سمجھ لیں اور ان کے مرکبات پر غور کریں تو اسی قسم کے نتائج سامنے آسکتے ہیں کہ جب آکسیجن وہائیڈروجن اور دیگر ہوائی عناصر (جن کو سات شمار کیا گیا ہے) میں غالب ہو تو اس میں حرارت غریزیہ کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ جب کاربن اور آکسیجن کا غلبہ ہو تو جسم میں حرارت غریبہ کے اثرات وافعال اور خواص پائے جائیں گے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ فرنگی طب نہ صرف حرارت عزیزیہ اور حرارت غریبہ سے بے خبر ہے بلکہ گیسوں کے امتزاج اور مرکباتی خواص بلکہ مزاج کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے۔ جو ہزاروں سال پہلے طب یونانی میں بیان کر دیئے گئے۔ جن کی معرفت سے نہ صرف امراض کا صحیح تصور ذہن میں پیدا ہوتا ہے، بلکہ علاج علمی وسائنس صورت کے ساتھ یقینی اور بے خطا ہو جاتا ہے۔ حیرت ہے کہ سینکڑوں سالوں کی تحقیقات کے بعد بھی اب تک فرنگی طب اندھیرے میں بھٹک رہی ہے۔ اس کی وجہ صرف طب یونانی اور خصوصاً طب اسلامی کو سمجھے بغیر تعصب سے نظر انداز کر دیا ہے اور خود غلط راستہ پر پڑ گئی ہے۔ اس کی غلط فہمی اور غلط راہ روی نے ہزاروں ممالک اور لاکھوں انسانوں کو گمراہ کیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ نہ صرف فرنگی طب کی غلطیاں دور کریں، بلکہ جو لوگ اور ممالک ان سے گمراہ ہو گئے ہیں ان کو راہ راست پر لائیں۔

بخار کی ماہیت

ان تمام حقائق کے بعد جو ہم اپنی تحقیقات کے سلسلہ میں لکھ چکے ہیں ان کو سامنے رکھ کر اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بخار ایک ایسی حرارت ہے جو اپنے اندر ناریت اور دخان (کاربن) رکھتی ہے۔ جس کو ہم حرارت غریبہ کا نام دیتے ہیں۔ جس کی پیدائش تعفن وفساد اور تبخیر سے عمل میں آتی ہے۔ جس کا مزاج گرم خشک ہے۔ اور کیمیاوی طور پر اس میں ترشی پائی جاتی ہے۔

فرنگی طب میں بخار کا تصور

فرنگی طب میں بخار کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ کسی مرض کا نام نہیں ہے بلکہ ایک ایسی علامت ہے جو بہت سی بیماریوں میں پائی جاتی ہے۔ اور بعض امراض میں ایسی شدت سے تکلیف اور خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ مریض اور طبیب دونوں اصل مرض کو بھول کر اس کو مرض سمجھ لیتے ہیں۔

ایک اعتراض

فرنگی طب میں اگر متعدی امراض خصوصاً بخاروں پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ پیدائش امراض میں فرنگی ڈاکٹر جراثیم کو اسباب خصوصاً اسباب فاعلہ اور واصلہ سمجھتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں بخار کو علامات کیسے کہا جا سکتا ہے۔ بخار علامت اس صورت میں بن سکتا ہے۔ جب وہ بخار کو علامت کے طور پر دیگر امراض کے تحت بیان کریں۔ جب وہ صاف واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ جراثیم جسم میں داخل ہو کر اس میں اپنے زہریلے اثرات سے مختلف قسم کے بخار پیدا کر دیتے ہیں، پھر بخار علامت نہ رہا بلکہ خود مرض ہو گیا جس کے اسباب جراثیم ہیں اور مختلف قسم کے جراثیمی زہر اس کی علامات قرار پاتی ہیں۔

اگر فرنگی طب بخار کو ایک علامت تسلیم کرتی ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بخار کے اسباب فاعلہ اور واصلہ جراثیم نہیں ہیں بلکہ دیگر امراض ہیں۔ ایسا تسلیم کرنے سے جراثیم کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ اب چاہے وہ جراثیم کی اہمیت کو قائم رکھتے ہوئے ان کو اسباب فاعلہ اور واصلہ تسلیم کرے۔ نہیں تو اس کو ماننا پڑے گا کہ وہ بخار کو اصل مرض تسلیم کرتی ہے۔ جو قطعاً غلط ہے۔ کچھ بھی تسلیم کریں، بہر حال دونوں صورتوں میں ان کی شکست ہے۔ جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔ یہ اعتراض اس لئے کیا گیا ہے کہ آئندہ صفحات میں ہم یہ ثابت کریں گے کہ نہ جراثیم اسباب واصلہ اور فاعلہ ہیں اور نہ بخار مرض ہے۔ جیسا کہ فرنگی عملی طور پر تسلیم کرتا ہے۔

فرنگی طب میں بخار کی تعریف

بدن انسان کی اس حالت کو بخار (Fever) کہتے ہیں جس میں بدن کی حرارت درجہ اعتدال سے بڑھ کر کچھ عرصہ کے لئے غیر طبعی حالت میں قائم ہو جاتی ہے، جس سے نظام جسمانی میں شدید خلل واقع ہوتا ہے۔ عام طور پر حرارت جسمانی کے بڑھ جانے کو خواہ وہ کسی سبب سے زیادتی اختیار کرے۔

اس امر کو ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ فرنگی طب حرارت کو صرف ایک ہی قسم تسلیم کرتی ہے، وہ حرارت کی غیر طبعی حالت کو تو تسلیم کرتی ہے، مگر اس کو طبعی حرارت سے جدا نہیں سمجھتی، بلکہ اس میں اضافہ خیال کرتی ہے۔ گویا ان کے نقطہ نگاہ میں نہ کوئی عارضی حرارت یا حرارت غریبہ ہے اور نہ عنصری حرارت یا حرارت غریزیہ ہے۔ بلکہ حرارت محض ایک حالت ہے جس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، اور اس کی اعتدال سے زیادتی کا نام بخار رکھا گیا ہے۔

حیرت تو اس امر پر ہے کہ فرنگی طب اپنی روشنی ماڈرن سائنس سے حاصل کرتی ہے، اور ماڈرن سائنس یہ تسلیم کرتی ہے کہ آکسیجن، ہائیڈروجن اور کاربانک ایسڈ گیس میں بہت فرق ہے۔ سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر جلاتی ہے اور مؤخر الذکر دونوں جلتی ہیں۔ دوسرے یہ بھی تسلیم کرتی ہے، جب انسان سانس لیتا ہے تو اس کے جسم میں ہوا کے ساتھ آکسیجن اندر داخل ہوتی ہے۔ کاربانک ایسڈ گیس اندر سے خارج ہوتی ہے۔ تیسرے یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ بخار کی حالت میں جسم میں آکسیجن کی بجائے کاربانک ایسڈ گیس بڑھ

جاتی ہے۔ان حقائق کو سامنے رکھ کر وہ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتی کہ بخار کی حالت جو حرارت درجہ اعتدال سے بڑھ کر غیر طبعی صورت اختیار کر لیتی ہے کیا وہ آکسیجن ہوتی ہے؟ یا کاربانک ایسڈ کی زیادتی ہوتی ہے؟ جو جسم کے لئے طبعی اور اصلی حرارت نہیں ہے۔ جو جسم میں ہائیڈروجن کو جلا کر ایک خاص قسم کی حرارت پیدا کرتی ہے اور اس کے مقابلے میں کاربانک ایسڈ گیس کو جلا کر ایک دوسری قسم کی حرارت پیدا نہیں کرتی جو دراصل عارضی حرارت اور حرارت غریبہ اور بخار کا کام کرتی ہے۔کیا کوئی فرنگی ڈاکٹر تسلیم کر سکتا ہے کہ بخار کی حالت میں جو حرارت درجہ اعتدال سے بڑھ جاتی ہے۔وہ آکسیجن کی زیادتی ہوتی ہے اور کاربانک ایسڈ گیس کی زیادتی نہیں ہے۔اگر ہمارا استدلال صحیح ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ حرارت جو درجہ اعتدال سے بڑھ گئی ہے وہ عام حرارت نہیں ہے، جو تندرستی کی حالت میں جسم کے اندر ہوتی ہے، بلکہ ایک غیر طبعی حرارت ہے جو درجہ اعتدال سے بڑھ گئی ہے، جس کو ہم عارضی حرارت اور حرارت غریبہ کہتے ہیں۔اگر کوئی اپنی کم علمی سے اس کو آکسیجن مان لے تو پھر اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ آکسیجن کی زیادتی میں بخار کبھی بھی جسم میں رہ نہیں سکتا اور درجہ حرارت فوراً گر جاتا ہے۔

اس پر بھی بس نہیں ہے۔اگر خمیر اور تعفن کو سامنے رکھیں اور ان سے جو گیسیں پیدا ہوتی ہیں اس پر بھی غور و فکر کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ اس حرارت سے بالکل مختلف ہے جس میں انسان بہت آسانی سے سانس لے کر اپنی صحت قائم رکھ سکتا ہے۔یہ اور اس قسم کی بے شمار غلطیاں ہیں جو فرنگی طب اور ماڈرن سائنس نے علم و فن علاج میں کی ہیں۔

حرارت بخار کی حقیقت کیا ہے، ہم نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔فرنگی طب اور ماڈرن سائنس اس سے واقف نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ جراثیمی غلط فہمی کا شکار اور گمراہی میں مبتلا اور اس کے علاج میں بالکل ناکام ہے۔اب ہم اپنی بحث کے دوسرے امر کو لیتے ہیں کہ ملیریا کا بدن انسان کے ساتھ کیا تعلق ہے، اور اس کا بگاڑ جسم میں کیا کیا تغیرات پیدا کرتا ہے۔

دوم - ملیریا کا تعلق جسم انسان کے ساتھ

تندرست انسان کے خون کا قطرے اور ملیریا میں مبتلا انسان کے خون کے قطرے کو خوردبین کے نیچے مشاہدہ کرنے اور پھر ملیریا کے مریض کو کونین کھلا کر شفا ہو جانے کے بعد اس کے خون کے قطرہ کو دیکھنے کے بعد ان مشاہدات اور تجربات سے جو نتائج فرنگی طب نے اخذ کئے ہیں جو ہم لکھ چکے ہیں، وہ دوبارہ لکھ کر ان پر تنقید کرتے ہیں، جس سے پتہ چل جائے گا کہ ملیریا کا تعلق جسم انسان کے ساتھ کیا ہے:

اوّل: ملیریا کے مریض کے جسم کے اندر چند چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جو تندرست آدمی کے خون کے اندر نہیں ہوتیں۔

دوم: یہ چیزیں مچھر ملیریا کے مریض کا خون پیتے وقت نکال لیتا ہے اور جب تندرست آدمی کو کاٹتا ہے تو اس میں داخل کر دیتا ہے۔

سوم: یہ چیزیں کونین کے استعمال سے دور ہو جاتی ہیں۔

(الف) ان مشاہدات اور تجربات سے فرنگی طب نے یہ ثابت کیا ہے کہ ملیریا کا مرض مچھروں کے ذریعے ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہوتا ہے۔(ب) ملیریا کا حملہ اوّل سے آخر تک نقاط الدم پر ہی ہوتا ہے۔(ج) دِل و دماغ اور جگر کسی سے اس کا واسطہ نہیں ہوتا۔ملیریا کی کل حقیقت اور کیفیت کا یہ خلاصہ ہے۔[علم و عمل طب از کرنل بھولا ناتھ]

جاننا چاہئے کہ جب مچھر انسان کو کاٹتا ہے تو اس کا اثر درون جلد یا تحت الجلد یا زیادہ سے زیادہ درون عضلہ ہوگا، اس سے جو ملیریا کا زہر جسم انسان کی خلاؤں میں داخل ہوگا وہ وہاں سے غدد جاذبہ کے ذریعے جو طحال کے تحت کام کرتے ہیں خون میں شامل ہوگا۔ یہ بھی

ممکن نہیں ہے کہ ملیریا کا زہر سیدھا خون میں شامل ہو کر نقاط الدم پر اثر انداز ہو، کیونکہ نقاط الدم خون کے ساتھ شریانوں اور وریدوں میں گردش کرتے ہیں، اور اگر زہر ملیریا کو سیدھا وریدوں میں پہنچا کر خون میں شامل بھی کر دیا جائے تو وہ بھی جب قلب میں پہنچے گا تو پھر پھیپھڑوں میں آکسیجن سے صاف ہو کر دورانِ خون میں شامل ہوگا۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ملیریا کا زہر جسم میں داخل ہونے کے ساتھ ہی فوراً نقاط الدم کو متاثر کر دیتا ہے۔ اگر چہ ایسا فرنگی طب بھی تسلیم نہیں کرتی کیونکہ زہر ملیریا جسم میں داخل ہونے کے بعد اس کے اثر کرنے تک کچھ زمانے کی ضرورت ہے، اور ساتھ ہی جسم کی قوت مناعت (امیونٹی) اور قوت مدبرہ بدن (وائٹل فورس) کا کمزور ہونا بھی ضروری شرط ہے، پھر بھی یہ ماننا پڑے گا کہ زہر ملیریا کا اثر فوراً کسی نہ کسی عضو پر ہوگا، کیونکہ خون ہر دو منٹ پر تمام جسم سے گزر جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ کے طور پر جس عضو پر اثر ہوگا وہاں پر انبساط یا انقباض ضرور پیدا ہو جائے گا۔ تو پھر فرنگی طب کا یہ تسلیم کرنا کہ زہر ملیریا کا اثر سیدھا نقاط الدم پر ہوتا ہے، اور دیگر کسی عضو پر نہیں ہوتا۔ بالکل غلط ہے۔

اگر ان حقائق کے تحت ان اعضاء کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ زہر ملیریا کا اثر پہلے اعصاب پر ہوتا ہے، جس سے جسم کو پہلے احساس ہوتا ہے کہ کوئی زہر جسم میں داخل ہوا ہے۔ دوسرے جب جسم کو زہر کا احساس ہوتا ہے تو فوراً طبیعت مدبرہ بدن اس کے مقابلے کے لئے وہاں رطوبت کا ترشہ (سکریشن) کر کے اس زہر کو دور کرنے کی کوشش کرے گی۔ تیسرے غدود جاذبہ جہاں پر زہر شامل ہوا ہے وہ فوراً اس کو جذب کرنا شروع کر دیں گے تاکہ اس کا قلع قمع کر دیں۔ جو کیمیاوی طور پر اس کے ختم کرنے پر مقرر ہیں۔ اگر وہاں بھی یہ زہر ختم نہ ہو تو پھر غدود جاذبہ کا زہریلا مواد بذریعہ اوردہ قلب کے ذریعے پھیپھڑوں میں آکسیجن کے ذریعے ختم کیا جاتا ہے۔ پھر بھی اگر خون میں کچھ ملیریا کا زہر باقی ہے تو یہ جس عضو پر جا کر اثر کرے گا اس کی مناعت اس کا مقابلہ کرے گی اگر وہاں پر بھی مقابلہ میں زہر کامیاب رہا تو پھر نقاط الدم احمر متاثر ہوں گے۔ لیکن متاثر ہونے کے یہ معنی نہیں کہ فوراً ملیریا بخار ہو جاتا ہے۔ نہیں! ہرگز نہیں!! بلکہ سرخ ذرّات خون کے اندر وہ زہر پھلتا پھولتا اور بڑھتا ہے۔ پھر وہ پھٹتا ہے۔ اس کا زہر رطوبات خون میں شامل ہوتا ہے، اور اس کو متعفن کر دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جراثیم ملیریا بڑھ کر زیادہ سرخ ذرات خون کو متاثر کرتے ہیں، پھر اس کا زہر رفتہ رفتہ رطوبت خون میں بڑھ کر افعال اعضاء کو متاثر کرتا ہے تازہ خون کی پیدائش کم اور خراب ہو جاتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر بخار پیدا ہو جاتا ہے جو اس امر کا اظہار ہے کہ خون کی حرارت اس قدر کم ہو گئی ہے کہ وہ اس کے زہر کو دفع نہیں کر سکتی۔ بخار کے چڑھتے ہی افعال الاعضاء خصوصاً افعال قلب تیز ہو جاتا ہے اور جسم میں حرارت بڑھ جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اوّل جسم کا زہر ختم ہونا شروع ہوتا ہے، دوسرے جراثیم فنا ہونے شروع ہو جاتے ہیں، تیسرے طبیعت مدبرہ بدن حرارت کی تیزی کی وجہ سے مواد کو پسینہ و پیشاب اور کبھی پاخانے کے ذریعے خارج کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر مریض غذا کھانا روک دے تو طبیعت مدبرہ بدن غالب رہتی ہے اور ملیریا زہر یا کسی اور قسم کے زہر پر قابو پا لیتی ہے اور بخار دور ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک دو باریوں میں بخار دور ہو جاتا ہے۔ اگر بخار دور ہو جانے سے پہلے غذا کھائی تو پھر وہ حرارت جو بخار سے پیدا ہوئی ہے ضائع ہو جائے گی اور بخار کے زہر اور مواد کا مقابلہ کمزور ہو جائے گا اور بخار اس وقت تک قائم رہے گا جب تک جسم کی حرارت کمزور رہے گی۔ پھر طبیعت مدبرہ بدن بخار چڑھانے کی کوشش کرے گی اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک بخار دور نہ ہو یا مریض مرجائے۔

ادویات جو بخار کو دور کرنے میں مدد دیتی ہیں، ان کے لئے لازم ہے کہ جسم میں حرارت کو بڑھائیں۔ اور جن اعضاء پر اس زہر کا اثر ہوتا ہے اس کی مناعت بڑھ جائے۔ جس سے زہر ختم ہو جاتا ہے، جراثیم مرجاتے ہیں اور مواد جسم سے باہر نکل جاتا ہے۔

فرنگی طب اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ ملیریا کا اثر جگر اور طحال پر ہوتا ہے اور پہلے جسم میں زردی (صفراء) بڑھ جاتی ہے اور پھر

سیاہی (سودا) بڑھنا شروع ہوتا ہے اور ساتھ ہی دل و دماغ میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے تو پھر یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ملیریا زہر کا اثر صرف سرخ ذرّات خون تک محدود رہتا ہے اور اس سے جسم کا کوئی عضو خصوصاً دل و جگر اور دماغ متاثر نہیں ہوتے۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ فرنگی طب نے ملیریا بخار میں جسم انسان کا پورا مطالعہ نہیں کیا، وہ صرف جراثیم ملیریا کے چکر میں پھنس کر گمراہ ہو گئی ہے، اس لئے وہ اعضاء جسم کو درست کرنے کی بجائے جراثیم کو فنا کرنے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

اگر جراثیم کو فنا کرنا ہی ملیریا کا علاج تسلیم بھی کر لیا جائے تو اعضاء جسم جو اس ملیریا بخار میں کمزور ہو جاتے ہیں ان کو اگر درست نہ کیا جائے تو پھر بھی ملیریا کا علاج ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملیریا بخار سے پیدا شدہ علامات اور دیگر مرض کا علاج کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات کے علاوہ دوسری ادویات سے کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو نہ کونین سے نہ ہی دیگر جراثیم کش ادویات سے نہ تو وہ علامات دور ہوتی ہے اور نہ وہ امراض رفع ہوتے ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ نہ تو جراثیم سے یہ بخار پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات اس کا علاج ہیں۔ مثال کے طور پر ملیریا کی علامات میں جسم کا ٹوٹنا، سردی لگنا، جی متلانا، قے ہونا اور بخار کا ہونا اور درجہ حرارت کا شدت اختیار کر لینا۔ ساتھ ہی قبض واسہال کا ہونا، دردشکم اور جگر کا بڑھ جانا وغیرہ اسی طرح ملیریائی امراض، مثلاً عرق النساء، استرخا، فالج، ضعف قلب، پیچش، ذات الجنب، ورم اور سوزش وغیرہ۔

امراض میں کبھی بھی کونین اور جراثیم کش ادویات سے آرام نہیں ہو سکتا۔ کیا کوئی فرنگی ڈاکٹر دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ ملیریا کی علامت اور اس سے پیدا ہونے والے امراض کا علاج کونین یا دیگر جراثیم کش ادویات سے علاج کر سکتا ہے۔ اگر ایسا وہ نہیں کر سکتے تو پھر ملیریا اور اس کے زہر کا علاج کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات کے چکر میں پھنس کر گمراہی اور غلط راہ روی کیوں اختیار کر لی ہے۔ کیا فرنگی ڈاکٹروں کے ہاں اس کے جواب ہیں؟؟؟

ملیریا کے زہر کا اثر صرف جگر اور طحال پر ہے

جاننا چاہئے کہ ملیریا، زہر اور شے ہے اور ملیریا بخار اور شے ہے۔ ملیریا بخار تو نہیں ہے، البتہ ملیریا زہر کا اثر جگر اور طحال پر ہوتا ہے۔ اور ان کے علاوہ کسی عضو پر نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر اس زہر سے بخار ہو بھی تو وہ جگر و طحال یعنی غدی خرابی کا بخار ہوگا۔ جن کو یونانی طب میں محرقہ کبدی حمی غب یا شطر الغب یا حمی جو مسلسل ہوتا ہے اور تجاری جو باری کے ساتھ آتا ہے اور بس کوئی بخار ملیریا زہر سے نہیں ہو سکتا۔ فرنگی طب ملیریا کے زہریلے اثر کو دماغ اور دل تک تسلیم کرتی ہے۔ اس لئے وہ خالص بلغمی اور دموی بخاروں کو بھی ملیریا میں تسلیم کرتی ہے جس کی تفصیل ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ فرنگی طب اس امر سے بھی واقف نہیں ہے کہ ملیریا زہر کا اثر کیا ہے اور کس طرح پھیلتا ہے اور کن کن اعضاء خصوصاً مفرد اعضاء اور انجسہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جو کچھ ہم نے ان کا غلط قرار دیا ہے اس کو صحیح ثابت کرنے یا جو ہم نے اپنی تحقیقات میں پیش کی ہیں ان کو وہ غلط ثابت کرے تو ہم مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ ورنہ فرنگی طب کو تسلیم کرنا پڑے گا اس کا طریق علاج غلط ہے اور وہ فن علاج میں گمراہی پیدا کر رہی ہے۔

سوم- کیا جراثیم ملیریا پیدائش بخار کا باعث ہیں

ماڈرن سائنس کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ حرارت جسمانی کی پیدائش کے دو اسباب ہیں:

اوّل: اس دماغ مرکز کا خلل فعلی یا عملی جو میزان حرارت کو باقاعدہ رکھتا ہے، جس کا ذکر ہم تفصیل سے اپنی کتاب تحقیقات حمیات میں کر

چکے ہیں۔

دوم: دورانِ خون میں جراثیم یا ان کی سمیات کی موجودگی اور یہ ٹاکسنز (جراثیمی سمیات) بھی دو طریق سے حرارت کو بڑھاتی ہے۔

(۱) میٹابولزم میں خلل واقع ہوتا ہے۔ میٹابولزم افعال اعضاء اندرونی کو کہتے ہیں۔ مثلاً انہضام غذا، عروق ماساریق کا غذا سے سیال جذب کرنا۔ جگر وطحال اور لبلبہ کے افعال، گردوں کا پیشاب علیحدہ کرنا اور غذا سے جسم میں احتراق وغیرہ۔ اس اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ سمیات جراثیمی ان اعضاء کے افعال اندرونی میں خلل انداز ہو کر حرارت بڑھا دیتے ہیں۔

(۲) جراثیمی سمیات کے خلل انداز ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ مرکز دماغی جو حرارت کو میزان کرتا ہے اس میں خلل انداز ہوتی ہے، ان دونوں صورتوں میں جو بخار پیدا ہوتا ہے اس کو فرنگی طب کی اصطلاح میں ''پائی ریکسیا'' کہتے ہیں۔ مگر جب بخار بغیر جراثیم کے جسم میں داخل ہو تو اس کو ''ہائی پرتھرمیا'' کہتے ہیں۔ [پیدائش حرارت، اخراج حرارت، اعتدال حرارت، ضبط حرارت وغیرہ کی تفصیل ہماری کتاب تحقیقات حمیات میں دیکھیں]

اعتراض نمبر ۱

فرنگی طب بخار کی حرارت کو چونکہ جسم کی اصلی حرارت تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی کہ وہ ایک غیر طبعی حرارت ہے۔ اور اس میں کاربانک ایسڈ گیس اور یوریا کی زیادتی ہے، اور اس حرارت کی زیادتی میں وہ تسلیم کرتی ہے کہ اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) دماغی مرکزی خرابی (۲) جراثیمی سمیات کی زیادتی (۳) کیفیاتی ونفسیاتی اور دیگر مادی وفعلی اثرات وغیرہ۔

اب اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر پہلی صورت ہی اصل سبب ہے جس سے حرارت کی کمی بیشی پیدا ہوتی ہے اور دیگر دونوں صورتیں بھی پہلی حرارت کا باعث بنتی ہیں، تو ثابت ہوتا ہے کہ دوسری اور تیسری صورت یعنی جراثیمی سمیات اور کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اثرات بے معنی صورتیں بن جاتی ہیں، جیسا کہ فرنگی طب تسلیم کرتی ہے کہ بخاروں کی پیدائش کی صورت دماغی مرکز کا خراب ہونا اور بگڑنا ہے، یعنی اصل سبب جس کو سبب واصلہ اور فاعلہ کہتے ہیں نہ رہا۔ اس طرح بخار کے پیدا کرنے میں جراثیمی سمیات اور کیفیات ونفسیات اور مادے اور فعل کے اسباب بننے کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ گویا فرنگی طب ایک بہت بڑی غلط فہمی میں گرفتار ہے۔ ایک طرف دماغی مرکز کی خرابی کو حرارت کی زیادتی اور بخار کا ہونا تسلیم کرتی ہے۔ اور دوسری طرف جراثیمی سمیات اور کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اثرات کو اصل سبب واصلہ اور عاملہ ماننے پر مجبور ہے۔ لیکن حقیقت سے بے خبر ہے۔

امراض کی پیدائش میں اسباب تو بے شمار ہوتے ہیں لیکن کسی سبب کے فوراً بعد مرض یا بخار پیدا ہوتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں اسی سبب واصلہ اور فاعلہ کی اصلاح اور درستی کی جاتی ہے۔ اور اسی بات کو ہر حالت میں پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً سبب واصلہ اور فاعلہ تو ہو دماغی مرکز کی خرابی اور ہم جراثیمی سمیات اور کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اسباب کو درست کرتے پھریں۔ اس طرح ہم بھلا کیسے کسی مرض اور بخار کا علاج کر سکتے ہیں۔ جب فرنگی طب میں بخار کے متعلق ابتدائی معلومات غلط ہیں یعنی وہ پیدائش بخار ہی سے بے علم ہے تو پھر وہ اس کا صحیح طور پر علاج کیسے کر سکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تین چار سو سال سائنسی دور کے وہ آج تک کسی ایک قسم کے بخار کا صحیح علاج معلوم نہیں کر سکتی۔ ان کی بخاروں میں جو ادویات آج کل مستعمل ہیں وہ سب عطایانہ ہیں۔ جو ہر پانچ دس سال بعد بدل جاتی ہیں۔ اگر علاج کے متعلق ان کے نظریات درست

ہوتے جیسا کہ طب اور آیورویدک میں پائے جاتے ہیں۔ تو ہزاروں سال تک بھی ان کے علاج اور ادویات میں بھی تبدیلیاں پیدا نہ ہوتیں۔ یہ ایسا غلط طریقہ علاج ہے جس کی اصلاح بھی مشکل ہے۔ اور اس کا ختم کرنا ہی ہر حال میں بہتر ہے۔

اعتراض نمبر۲

فرنگی طب ایک طرف بخاروں کی پیدائش اور حرارت کی زیادتی کو دماغی مرکز کی خرابی تسلیم کرتی ہے اور دوسری طرف یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ جب تک کسی عضو کی مناعت (امیونٹی) کمزور نہ ہو جائے، اس وقت تک جراثیمی سمیات جسم کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اثرات نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر اس کو صحیح تسلیم بھی کرلیں، تو یہاں پھر ایک اور اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جراثیمی سمیات اور کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اسباب بالکل بے معنی ہیں۔ کیونکہ جب تک اعضاء کی مناعتیں درست ہیں تو پھر اور کوئی اثر نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ جس چیز کی احتیاط لازمی ہوسکتی ہے تو وہ اعضاء کی مناعتیں ہوسکتی ہیں نہ کہ جراثیمی سمیات اور دیگر اسباب کو مدنظر رکھا جائے۔

اعتراض نمبر۳

مناعت (امیونٹی) کا تعلق اعضاء سے مخصوص ہے یعنی جب تک کسی عضو کی امیونٹی (مناعت) درست اور مضبوط ہے، اس وقت تک اس کے افعال درست ہیں۔ اس وقت تک اس پر کسی جراثیم کا اثر اور حملہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی کوئی مرض پیدا ہوسکتا ہے۔ لیکن جب بھی کسی عضو کی مناعت کمزور ہو جاتی ہے اور وہ اپنی درستی میں نہیں ہوتی تو اس کے افعال صحیح نہیں رہ سکتے۔ اس پر کسی نہ کسی جراثیم کا حملہ ہوگا یا کوئی مرض پیدا ہو جائے گا۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ مناعت (امیونٹی) کا تعلق اعضاء کی درستی اور افعال کے ساتھ ہے۔ گو اعضاء کی مناعت (امیونٹی) کی مناعت اور ان اعضاء کے افعال لازم وملزوم ہیں۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ اعضاء کی مناعت اور افعال لازم وملزوم ہیں تو نتیجہ نکلا کہ دیگر اعضاء کی خرابی سے بھی بخار اور دیگر امراض پیدا ہوسکتے ہیں، صرف دماغی مرکز کی خرابی ضروری نہیں ہے۔ اور اگر اس کا جواب یہ دے دیا جائے کہ جب دیگر اعضاء کی مناعت اور افعال خراب ہوتے ہیں تو پہلے ان کا اثر دماغی مرکز پر پڑتا ہے۔ پھر امراض و بخار اور حرارت میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب آسانی سے یہ دیا جاسکتا ہے کہ ایسے بخار جن میں دماغی مرکز میں خرابی پیدا نہیں ہوتی اور بخار پیدا ہو جاتا ہے اور حرارت غیر طبعی بڑھ جاتی ہے جیسے کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی بخار وغیرہ جیسا کہ فرنگی طب تسلیم کرتی ہے جن کا ثبوت ان کی ہر کتاب میں درج ہے۔

اعتراض نمبر۴

فرنگی طب بخاروں کو عام جسمی حرارت (جس کو حرارت اصلی یا حرارت غریزیہ کہتے ہیں) میں صرف زیادتی سمجھتی ہے۔ اور بخار کی حرارت کو جدا کچھ تسلیم نہیں کرتی۔ لیکن سرد بخاروں کی حرارت کے متعلق ان کا کیا خیال ہے۔ جیسے نمونیہ (ذات الریہ) اور دیگر بلغمی بخار وغیرہ۔ اگر یہ بھی حرارت کی زیادتی ہیں، ان کو بھی اتارنے کے لئے حرارت کم کرنے والی ادویات دینی چاہئیں۔ لیکن وہ نمونیا اور ایسے دیگر بخاروں میں گرم ادویات استعمال کراتے ہیں۔ بلکہ شراب برانڈی تک دے دیتے ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ بخار اصلی حرارت میں زیادتی نہیں ہے۔

اعتراضات کے نتائج

مندرجہ بالا حقائق اور بحث سے یہ نتائج نکلتے ہیں کہ بخار کی پیدائش کے اصلی اسباب دماغ اور دیگر اعضاء کے افعال کی خرابی ہے جن کی وجہ سے وہاں پر مواد رکتے ہیں یا دورانِ خون کی کمی بیشی ہوتی ہے یا رطوبات کے اخراج و پیدائش میں افراط وتفریط ہوتی ہے۔ گویا یہ ثابت ہوا کہ جب تک افعال الاعضاء میں خرابی پیدا نہ ہو تو نہ بخار ہو سکتا ہے اور نہ ہی حرارت میں کمی بیشی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی دیگر مرض ظہور میں آ سکتا ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ جراثیم اور ان کے سمیات باعث بخار اور پیدائش حرارت اور دیگر امراض ہیں، کسی طرح بھی درست نہیں ہے بلکہ غلط اور زبردست دھوکا ہے۔ اسی طرح کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اثرات بھی باعث بخار و پیدائش حرارت اور دیگر امراض نہیں ہیں۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ سب کے سب اسباب بخار و پیدائش حرارت اور دیگر امراض ہیں لیکن اسباب واصلہ اور فاعلہ نہیں ہیں۔ اسباب واصلہ اور فاعلہ صرف افعال الاعضاء انسانی ہیں جب تک وہ درست ہیں جسم صحت مند ہے۔ اور جب وہ بگڑ جاتے ہیں، بخار ہو جاتا ہے اور حرارت کم وبیش ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دیگر امراض بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ کیا اس کا جواب کسی فرنگی ڈاکٹر کے پاس ہے۔

علاج کی صورت بھی یہی ہے کہ بجائے جراثیم کا مارنا، ان کا سمیاتی اثر ضائع کرنا، تعفن اور فساد کو دور کرنا، کیفیاتی اور نفسیاتی حالت کا بدلنا، اور مادی وفعلی صورتوں کو رفع کرنا وغیرہ کے لئے صرف اعضاء کے افعال درست کر دیئے جائیں۔ بخار اور دیگر امراض دور ہو جائیں گے۔ اس طرح صحیح معنوں میں علاج ہو سکتا ہے۔

ملیریا کی وبائی صورت

وبا ایک تعفن اور فساد ہے جو ہوا میں پیدا ہوتی ہے۔ ہوا سے مراد وہ جسم ہے جو زمین کے اوپر کی فضا میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ جسم حقیقت میں خالص ہوا نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر اصلی ہوا کے علاوہ پانی کے اجزاء جو بخارات کی شکل میں اٹھتے ہیں مٹی کے اجزاء جو دھوئیں اور غبار کے ساتھ اٹھتے ہیں اور آگ کے اثرات جو زمین سے اٹھتے ہیں یا سورج سے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ سب چیزیں اس جسم میں ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ ہوا غیر چیزوں سے مل کر خالص اور بسیط نہیں رہی۔ اس لئے اس کا متعفن اور گندہ ہونا محال نہیں ہے۔ چنانچہ جب اس کے ساتھ برے بخارات مل جاتے ہیں، جو خراب کانوں یا گندی جھیلوں یا خراب سبزیوں اور درختوں یا میدان جنگ کی لاشوں اور مردوں وغیرہ سے نکلتے ہیں یا جب ہوا کے ساتھ کوئی اور چیز مل جائے جس سے وہ خالص نہیں رہی یا جب آسمانی بارش یا زمینی نامعلوم اسباب سے ہوا میں غیر معمولی تری آ جاتی ہے تو جلد سے جلد متعفن ہونے کی ہوا میں قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے لئے ہلکی حرارت کا عمل کرنا شرط ہے۔ ہوا کا یہ تعفن اس پانی کے تعفن کے مشابہ ہے جو کھڑا ہوا اور دوسرے اجزائے ارضیہ کے مل جانے سے بگڑ گیا ہو۔ جب ہوا متعفن ہو جاتی ہے اور یہی ہوا سانس کے ساتھ جسم میں داخل ہوتی ہے تو بدن کے مواد بھی گندے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہوا کے یہی گندے اجزاء اخلاط کے ساتھ مل جاتے ہیں اس طرح اخلاط میں عفونت آ جاتی ہے۔ اس طرح جب ایک عارضی اور زہریلی چیز بدن میں پہنچتی ہے تو قوتیں کمزور ہو کر رطوبتوں کے قبضہ وتصرف سے عاجز اور عارضی حرارت کے روکنے سے مجبور ہو جاتی ہیں۔ اور سب سے پہلے قلب کے مواد گندے ہو جاتے ہیں، کیونکہ بیرونی ہوا سب سے پہلے قلب تک ہی پہنچتی ہے۔ جہاں پر اس کا خون متعفن ہو جاتا ہے۔ پھر تمام جسم میں پھیل کر بخار کی صورت

پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بخار چونکہ ہوا کے تعفن سے پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ایک کثیر مخلوق کو جن کے بدن میں استعداد اور قابلیت ہوتی ہے بیک وقت لاحق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اوّل تو اس کا سبب ہی عام اور پھیلا ہوا ہے، دوسرے ان مریضوں کے بدن میں برے اور زہریلے بخارات دیگر لوگوں کے سانس میں چلے جاتے ہیں اور جب دوسرے شخص کے قلب میں پہنچتے ہیں تو اس میں اثر کر کے اس کے مزاج واخلاط اور روح کو فاسد کر دیتے ہیں۔ وباء کی استعداد اور قابلیت ان لوگوں میں ہوتی ہے جن کا بدن برے مواد سے پُر اور وبائی ہوا کے مناسب ہوتا ہے۔ جن کے اعضائے بدن ضعیف ہوتے ہیں۔ ایسے بخار اکثر موسموں کے تغیرات خصوصاً برسات کے موسم کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ مرطوب زمین میں ہلکی حرارت فوراً گندے اور متعفن بخارات پیدا کر کے فضاء میں کم وبیش تعفن پیدا کر دیتی ہے۔ البتہ اگر برسات کا موسم طویل ہو جائے اور گرمی بالکل ختم ہو جائے تو یہ موسمی بخار تو نہیں پیدا ہوتا، البتہ سردی تری کے امراض جیسے نزلہ زکام کھانسی اور ذات الریہ کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں، وبائی بخاروں کی علامتوں میں ایک بڑی علامت یہ ہے کہ یہ بہت سے لوگوں بلکہ حیوانوں کو بھی عام طور پر بیک وقت کثرت سے لاحق ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی عمومیت کی وجہ سے اس کو وباء کہتے ہیں۔ ورنہ موسم کے لحاظ سے یہ موسمی بخار بھی کہلاتے ہیں۔ البتہ موسمی حرارت میں عمومیت کی وبائی شدت نہیں پائی جاتی۔ حقیقت میں بخار کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ خصوصیت کے ساتھ جس بخار کو موسمی کہتے ہیں وہ یہی ملیریا (حمی غب) ہے۔ کیونکہ ہر سال یہ اپنے موسم میں کم وبیش ضرور پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر برسات میں فضا میں تعفن ہوتا ہے اور جن علاقوں میں برسات کے پانی کو جو رک گیا ہو جلد ختم نہیں کر دیا جاتا تو یہی موسمی بخار وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

عفونت کیا ہے؟

عفونت جس کو سڑاند بھی کہتے ہیں، عارضی حرارت کے اس فعل کا نام ہے جو کسی رطوبت میں حرارت غیر طبعی سے تغیر پیدا کر دے۔ باوجود اپنی نوعیت پر قائم رہنے کے وہ رطوبت اپنے اصل مقصود کے لئے کارآمد نہیں رہتی۔ گویا مادہ کے اندر تخمیر اور فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ جب اس کا تعلق بدن کی رطوبت سے ہوتا ہے تو سڑاند کے بعد نہ وہ پکتی ہے اور نہ اصلاح پذیر ہوتی ہے۔ اور نہ اس سے بدن میں کوئی فائدہ پہنچتا ہے، کیونکہ وہ سب کے طبعی افعال ہیں۔ جو حرارت اصلیہ کی مدد سے پورے ہوتے ہیں۔ کیونکہ حرارت آتشی اور عارضی جوان طبعی افعال کے مخالف ہوتی ہے، اس لئے اس رطوبت سے گرم اور تیز بخارات اٹھتے ہیں، جو اعضاء کے مزاج کے مخالف ہوتے ہیں۔ جن سے اس وقت بدن کے اندر سوزش اور گرمی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ عارضی حرارت جب کسی مرکب پر اثر کرتی ہے تو اس کے مرکب اجزاء ناریہ یعنی آتشی اجزاء کو حرکت دے کر الگ کرنا چاہتی ہے، پھر یہ اجزاء اس عارضی حرارت کی امداد سے ہوا کے لطیف اجزاء کی جن سے حرکت کے باعث ملاقات ہوتی ہے، ہوائی طبیعت کی طرف سے نکال کر طبیعت کی طرف لے آتے ہیں۔ یعنی ہوائی اجزاء کو آگ بنا دیتے ہیں، جس سے اجزاء ناریہ مرکب میں زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد عارضی حرارت کا اس مرکب پر غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس مرکب کی رطوبت گرم ہو کر اس قدر جوش مارتی ہے کہ اس کے لطیف اجزاء کثیف اجزاء کو چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ اور عناصر میں جا ملتے ہیں۔ مرکب اجزاء سے نکل کر لطیف اجزاء کا عناصر میں ملنے کے عمل کو ''عمل احتراق'' کہتے ہیں۔ یہی ایک زندگی کی موت ہے۔

طب یونانی کے عملی طور پر اس عمل عفونت اور احتراق کے طریق کار پر اگر غور کیا جائے تو بے حد حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح فرنگی طب سے سینکڑوں سال قبل حکماء اسلام نے اس خوبصورتی سے فرمنٹیشن (عمل تخمیر) اور اکسائیڈیشن (عمل احتراق) کو بیان کیا ہے کہ

ماڈرن سائنس آج بھی اس کو ذہن نشین نہیں کرا سکتی۔ خاص طور پر آتشی اثرات سے ہوائی اجزاء اور رطوبت سے ناری اجزاء کا عناصر میں شامل ہونا قابل تعریف طریق پر بیان کیا گیا ہے۔اس سے ثابت ہے کہ پانی بھی جلتا ہے، ماڈرن سائنس ہوا کے اندر جو آکسیجن، کاربانک ایسڈ گیس اور ہائیڈروجن کے تغیرات بیان کئے گئے، ایسا معلوم ہوتا ہے طب اسلامی کی نقل اتاری جارہی ہے۔ جو کچھ ہم ماڈرن سائنس کی گیسوں پر لکھ چکے ہیں، اگر ایک بار پھر اس پر غور کرلیں تو طبی تحقیقات کا لطف ہی آجائے گا۔

جن حقائق کو ہم نے بیان کیا ہے جن میں بخار اور حرارت کی ماہیت، ملیریا اور جسم انسان کا تجزیہ اور حرارت و بخار کی پیدائش، وبائی اثرات اور عفونت و تبخیر کے تغیرات قابل ذکر ہیں۔ ایمانداری سے غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے اور زہر ملیریا بھی سبب واصلہ اور فاعلہ نہیں ہے بلکہ سبب واصلہ اور فاعلہ افعال اعضاء کی خرابی ہے جو مناعت (امیونٹی) اور قوت مدبرہ بدن (وائٹل فورس) کی کمزوری کے بعد پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی دراصل بخار کا صحیح سبب ہے۔ نیز ہر بخار میں کسی نہ کسی عضو کی اوّل خرابی ہوتی ہے، پھر بخار بلکہ ہر مرض پیدا ہوتا ہے۔ جیسے اگر جگر اور طحال کی خرابی سے حمی غب ملیریائی زہر کا بخار پیدا ہوتا ہے تو اس کو ملیریائی بخار کہنے کی بجائے کبدی یا غدی بخار کہنا چاہئے جس میں خرابی طحال میں شامل ہو جاتی ہے، اسباب تقدم و تاخر اور مناعت و قوت مدبرہ بدن کی تفصیل ہماری کتاب ''تحقیقات حمیات'' میں دیکھیں جس میں ہر قسم کے بخار کو مکمل طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

مچھر اور جراثیم کا محققانہ جائزہ

فرنگی طب کی گمراہی

فرنگی طب کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ فرنگی ڈاکٹروں نے ماہیت امراض وتشخیص امراض اور حفظانِ صحت وعلاج الامراض میں نظریہ جراثیم کو داخل کر دیا ہے۔ جس سے وہ جسم انسان کے حقیقی مطالعہ کی بجائے جراثیم کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ وہ اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ جراثیم کی تحقیقات ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور جس مرض کے جراثیم تحقیق ہوتے جائیں گے وہ مرض قابو میں آ جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی جراثیمی مرض پر قابو پانا تو رہا ایک طرف اصل ماہیت امراض وتشخیص امراض اور حفظان صحت اور علاج امراض سے کوسوں دور ہو جانے کے ساتھ اعضائے انسان کی فعلی تبدیلیوں سے بالکل بے خبر ہو گئے۔ مثلاً جب نسیج عصبی میں تحریک ہو تو ان کے خلیہ کی کیا حالت ہوتی ہے، اس وقت نسیج عضلات کے خلیات اور دیگر اقسام کے انسجہ کے خلیات کس حالت میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح دیگر انسجہ کے خلیات میں تحریک ہو تو ان انسجہ کے خلیات میں کیا تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرے کسی ایک عضو سے جو رطوبت خارج ہوتی ہے، ان کا دیگر اعضاء کے فعل انفعال کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ تیسرے جب کسی عضو میں رطوبات کچھ عرصہ کے لئے رکتی ہیں تو ان میں کیا کیمیاوی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں، غرض جسم انسان میں خلیات وانسجہ کے باہمی تعلق ان پر خون کے کیمیاوی تغیر اور خون میں ان کے فعلی اثرات اور ان کے کیمیاوی اور مشینی اثرات کا صحت ومرض کے ساتھ کیا دخل ہے۔

بہر حال فرنگی طب میں ان مسائل اور ایسے بہت سے مسائل میں خاموش ہے۔ اگر انہوں نے خلیات وانسجہ اور افعال الاعضاء پر کچھ کام کیا ہے تو وہ ماہیت امراض وتشخیص اور حفظ صحت اور علاج امراض کے سلسلہ میں نہیں کیا بلکہ نقطہ نگاہ صرف یہ رہا ہے کہ جراثیم نے ان اعضاء میں کیا کیا تغیرات پیدا کئے ہیں، اسی گمراہی سے وہ آج تک فن میں ناکام اور نامراد رہے ہیں۔ آج تک ایک بیماری کا صحیح علاج نہیں تلاش کر سکے اور اس پر فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے جراثیم کی تحقیقات بہت بڑا کارنامہ کیا ہے۔ ہم گزشتہ صفحات میں اس کے اس کارنامے کو غلط کر چکے ہیں لیکن اس نظریہ جراثیم کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے ان کا محققانہ جائزہ لیتے ہیں کہ اہل فن وصاحب علم اور حکماء ومحقق ان کی حقیقت کے ہر پہلو سے واقف ہو جائیں۔

حقیقت جراثیم

ہمیں اس امر سے انکار نہیں ہے کہ جراثیم نہیں ہیں۔ جراثیم ضرور ہیں اور مختلف اقسام کے ہیں۔ ہم نے بھی خورد بین کے نیچے دیکھے ہیں۔ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں، جس طرح دیگر اقسام کے بغیر خورد بین کے نظر آنے والے کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض ہیں۔ جسم انسان کے اندر بھی چنونے، کدو دانے، کیچوے اور دیگر اقسام کے کیڑے پائے جاتے ہیں۔ بلکہ جسم کے باہر بھی جوئیں اور چیچڑ پائے جاتے ہیں، اور ان اندرونی بیرونی کیڑوں مکوڑوں کو طب یونانی بھی اسباب الامراض تسلیم کرتی ہے۔ اسی طرح جراثیم بھی اسباب الامراض بن سکتے ہیں۔ لیکن یہ سب اسباب سابقہ ہیں، اسباب واصلہ اور فاعلہ نہیں بن سکتے۔ اسباب فاعلہ اور واصلہ صرف اعضاء جسم انسانی ہی ہو سکتے

ہیں۔ جب تک ان میں خلل نہ پیدا ہو تو وہاں پر نہ مواد رُک سکتا ہے اور نہ جراثیم اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ اس لئے جراثیم کی مولد زہر کی حیثیت تو ہو سکتی ہے، لیکن پیدائش کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کو ختم کر دینے سے امراض دور ہو سکتے ہیں۔

پیدائش مچھر اور جراثیم

مچھر اور جراثیم ملیریا کی پیدائش ایک خاص موسم اور ایک خاص ماحول میں ہوتی ہے۔ جیسے بارش میں مینڈکوں اور انتہائی تعفن میں بچھوؤں اور کن کھجوروں کی پیدائش عمل میں آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی طب ملیریا کے زہر کو روکنے کے لئے اس رطوبتی ماحول کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جب ملیریا کی وباء پھیل جاتی ہے تو فضاء میں یہی زہر پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب تک خاص موسم اور ماحول پیدا نہ ہو تو یہ زہر پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی مچھر اور ملیریا کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔ گویا مچھر اور جراثیم خاص موسم خاص ماحول اور خاص مادے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ فطری بات ہے، فطرت مچھر اور جراثیم ملیریا کیوں پیدا کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرنگی طب اس راز سے واقف نہیں ہے۔

مچھر اور جراثیم انسانی صحت کے محافظ ہیں

جب خاص موسم، خاص ماحول اور خاص مادہ پیدا ہوتا ہے جسم انسان کے اعضاء خصوصاً جگر اور غدود میں رطوبات کی کثرت ہو جاتی ہے۔ اگر یہ رطوبات بڑھ جائیں تو جسم انسان میں حرارت کی کمی واقع ہو جاتی ہے جس سے خوفناک رطوبتی امراض پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے طبیعت مدبرہ میں اس رطوبت میں خمیر و تعفن اور فاسد پیدا کر کے اس میں حرارت پیدا کر دیتی ہے اور یہ حرارت تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور یہی کام قدرت اور ملیریائی جراثیم سے بھی عمل میں لاتی ہے۔ تاکہ خاص موسم و خاص ماحول اور خاص مادے سے جن امراض کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ تو وہ یہ قدرتی علاج کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملیریا کے زہر سے جسم میں صفراوی بخار پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ زہر سرطان وجوڑوں کے درد اور ٹی بی کے لئے اکسیر ہے۔ جن لوگوں میں یہ امراض پیدا ہوتے ہیں، ان میں حرارت کی کمی ہو جاتی ہے۔

ملیریا کا یہ علاج نہیں ہے کہ حرارت کو ختم کیا جائے، بخار کو اتار دیا جائے اور صفراء کو دور کر دیا جائے جیسا کہ فیور مکسچر اور کونین سے کیا جاتا ہے۔ اس طرح انسان میں دیگر خوفناک امراض پیدا ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ علاج ہے کہ جراثیم کش ادویات سے جراثیم ملیریا کو تباہ کیا جائے بلکہ اس کا صحیح علاج صرف یہ ہے کہ حرارت کو بڑھایا جائے۔ بخار کو تیز کیا جائے اور صفراء کو زیادہ کیا جائے، یعنی کبدی اور غدی افعال کو تیز کیا جائے۔ اس طرح فوراً پت کا خمیر و تعفن اور فساد ختم ہو جائے گا اور حرارت اعتدال پر آ جائے گی، بخار اتر جائے گا اور صفراء کی زیادتی اور اخراج کے بعد آنتوں کی خرابیاں اور اسی طرح خون اور دیگر اعضاء کی فضول رطوبات اور خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ جب اس قسم کا صحیح علاج نہیں کیا جاتا تو بخار مدتوں نہیں اترتا اور پرانا ہو جاتا ہے۔ اگر زبردستی مبردات، مسکنات اور مدرات اور مخرشات سے روک بھی دیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ مریض ان امراض میں گرفتار ہو جائے گا جن کو ملیریائی امراض کہتے ہیں۔ جن کا ذکر کر چکے ہیں۔ وہ تمام امراض حرارت اور صفراء کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا علاج اب بھی یہی ہے کہ ان کو اوّل ملیریا بخار پیدا کیا جائے اور اس میں اس قدر حرارت وصفراء بڑھا دیا جائے کہ بخار خود بخود اتر جائے ساتھ ہی وہ امراض بھی ختم ہو جائیں گے۔

یاد رکھیں! جن لوگوں کے جسم میں حرارت اور صفراء وغیرہ کی زیادتی ہوتی ہے ان کو ملیریا بخار (حمیٰ غب) نہیں ہوتا۔ مثلاً جن کو یرقان ہوا ان کو ملیریا بخار نہیں ہوتا کیونکہ حرارت دافع تعفن ہے اور صفراء کے متعلق حکماء اور اطباء کا فیصلہ ہے کہ خالص صفراء میں تعفن نہیں ہوتا بلکہ وہ خود دافع تعفن ہے۔ تو ثابت ہوا کہ ملیریا بخار کا علاج جسم میں حرارت اور صفراء کا پیدا کرنا اور بڑھانا ہے۔ اس کا علاج کونین اور دیگر جراثیم کش ادویات نہیں ہیں جو قاطع حرارت اور صفراء ہیں۔

کونین کے اثرات وافعال اور خواص

کونین کی پیدائش اور تاریخ ہم گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں۔ اب یہاں اس کے صحیح اثرات وافعال اور خواص لکھے جاتے ہیں۔ جن سے فرنگی طب قطعاً واقف نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے وہ ملیریا بخار اور اس کے علاج سے بالکل بے علم ہے۔

جاننا چاہئے کہ فرنگی طب جب بھی کسی دوا کے اثرات وافعال اور خواص حاصل کرتی ہے تو وہ اوّل یہ دیکھتی ہے کہ اس سے کس قسم کے جراثیم مرتے ہیں۔ دوسرے اس کے اثرات خون میں کیا پیدا ہوتے ہیں اور تیسرے کن کن اعضاء پر کیا کیا اثر ہوتا ہے۔ ظاہر میں تو یہی باتیں ہونی چاہئیں، لیکن اس میں تین خرابیاں ہیں:

① ہر دوا کا تعلق ضروری نہیں کہ جراثیم کے ساتھ ہو اور اگر ہو بھی تو علاج میں کیا فرق پڑتا ہے۔ دواء نے تو بہرحال خون اور کسی نہ کسی عضو پر اثر کرنا ہے۔ اس لئے اثرات وافعال اور خواص بالا عضاء دیکھنے چاہئیں۔

② جہاں تک خون کے اندر اس دوا کے اثرات وافعال اور خواص دیکھنے کا تعلق ہے وہ خون کے اجزاء کی کمی بیشی کو دیکھتی ہے یعنی خون میں فیرم وسلفر اور سوڈیم و پوٹاشیم وغیرہ کی اس حد تک کمی بیشی ہوگئی ہے۔ لیکن وہاں دیکھنے کی یہ ضرورت ہے کہ اعضاء جسم کے اندر سے جو رطوبات خون میں شامل ہوتی ہیں اور اخراج پاتی ہیں ان کی کیا صورت ہے، کیونکہ خون ہی ان کو غذا دیتا ہے اور ان کے فضلات خارج کرتا ہے۔

③ جہاں تک اعضاء وجسم کو دیکھنے کا تعلق ہے وہ جسم کے مرکب اعضاء پر دوا کے اثر وافعال اور خواص دیکھتی ہے۔ اور وہ بھی ان کی تیزی وسستی اور خون کا اس طرف کم وبیش جانا اس طریقہ سے بھی غلط ہے۔ کیونکہ ہر عضو مختلف اقسام کے خلیات وانسجہ سے مرکب ہے، جن کو وہ چار تسلیم کرتے ہیں۔ اور پھر ہر ایک پر ایک ہی دواء کا مختلف اثر پڑتا ہے۔ اس قسم کی فعلی لاعلمی و جہالت اور گمراہی سے جو نتائج نکل سکتے ہیں ان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اثرات وافعال اور خواص سے پورے طور پر واقف نہیں ہے۔ کونین کے خواص جو ہم لکھ رہے ہیں وہ اصولی ہیں ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ملیریا میں کس قدر نقصان رساں ہیں۔

کونین کے اثرات

دو الفاظ میں کونین کے اثرات فارمولا یہ ہیں کہ وہ ''عضلاتی اعصابی'' ہے۔ یعنی اس کے استعمال سے فعلی (مکینیکلی) طور پر یعنی خون میں حرارت اور صفراء کو کم کرتی ہے۔ یہ فارمولا بالکل اسی طرح ہے جیسے طب یونانی میں مزاج ادویات بیان کئے جاتے اور کہا جاتا ہے فلاں شے سرد خشک ہے۔ یعنی پہلا اثر فعلی اور دوسرا کیمیاوی ہوتا ہے۔ کونین کا مزاج خشک سرد ہے۔ چونکہ طب یونانی میں اس تقدم وتاخر کی جگہ درجے مقرر کردیئے کہ اتنے درجہ سرد اور اتنے درجے خشک اس لئے اس میں سرد خشک، سرد تر اور گرم خشک گرم تر ہی صورت قائم رہتی ہے۔ لیکن اس صورت میں اثرات اشیاء میں بعض وقت مغالطہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے ہم نے اعضاء میں اثرات کے لئے تقدم وتاخر قائم

رکھا ہے۔اس طرح ''عضلاتی اعصابی'' کے مقابلے میں بعض اشیاء اعصابی عضلاتی بھی ہوتی ہیں۔

کونین کے افعال

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت کونین کے افعال اس طرح بنتے ہیں: محرک عضلات، مسکن غدود اور محلل اعصاب۔ یعنی خلیات وانسجہ عضلاتی میں تحریک وانقباض ہوگا۔ غدی خلیات وانسجہ میں رطوبات کی زیادتی سے سکون ہوگا اور اعصابی خلیات اور انجسہ کی طرف خون کی زیادتی سے دباؤ اور حرارت کا اثر زیادہ ہوگا جہاں پر تحلیل اور کمزوری واقع ہوگی۔

کونین کے خواص

چونکہ کونین عضلاتی خلیات اور انجسہ (سیلز اینڈ ٹشوز) میں تحریک اور انقباض پیدا کرتی ہے اس لئے ان کے سکڑنے پر دل کے فعل میں تیزی اور گھبراہٹ، سر سے لے کر پیر تک عضلات میں تحریک جسم میں ریاح کی زیادتی، رطوبات میں خشکی، ناک منہ آنکھ کی رطوبات میں خشکی، پیشاب ومنی اور ودی ومذی میں رکاوٹ، سیلان الرحم میں خشکی، قبض، پیٹ میں تیزی اور ریاح کی وجہ سے کبھی تے اور کبھی پیچش دماغی عضلات میں تیزی سر چکرانا اور کان میں شائیں شائیں ہوتی ہے۔

چونکہ غدود کے خلیات وانسجہ میں رطوبات کی زیادتی ہوگی اس لئے جگر وطحال اور گردوں وغیرہ دیگر غدود میں حرارت کی کمی واقع ہوجائے گی۔ غشائے مخاطی ٹھنڈی ہوگی، خون کی پیدائش اور اس کی سرخی کی پیدائش اور تقویت خون رُک جائے گی۔ اگر جسم خصوصاً عضلاتی خلیات اور انسجہ میں جب تک رطوبات ہیں اس کا اثر مفید ہوگا۔ لیکن وہاں رطوبات کم ہونے پر مضر اثرات شروع ہوجائیں گے۔

چونکہ اعصاب اور دماغ کی طرف خون کی زیادتی کی وجہ سے وہاں پر دباؤ اور حرارت کی زیادتی ہے اس لئے وہاں پر تحلیل اور کمزوری واقع ہوگی، جو لوگ اس کو طاقت اعصاب ودماغ اور خاص طور پر قوت باہ کے لئے استعمال کرتے ہیں، وہ اب اندازہ لگائیں کہ یہ کہاں تک مفید ہے جبکہ یہ خصیوں میں حرارت کو کم کرتی ہے اور رطوبات کی پیدائش میں بھی کرتی ہے اور اس سے وہاں پر سردی پیدا ہوجاتی ہے۔ البتہ امساک کے لئے مفید ہے۔ اور جو لوگ ملیریا کی روک تھام کے لئے روزانہ استعمال کرتے ہیں، ان کے جسم کی طاقت کا کیا حشر ہوسکتا ہے۔

چونکہ اس کا ردِّ عمل حرارت ہے، اس لئے طبیعت مدبرہ بدن جسم میں حرارت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے، اس لئے ڈاکٹر ہانمن نے تجربات میں کونین سے بخار ملیریا پیدا ہوتا رہا ہے۔ اس لئے جب ملیریا بخار چڑھ جاتا ہے تو اس کی قلیل مقدار دینے سے اس کی حرارت میں کچھ اضافہ ہوتا ہے اور بخار اتر جاتا ہے۔ البتہ بڑی مقدار میں اس کے اثرات خراب اور نقصان رساں ہوتے ہیں۔ بلکہ کثرت استعمال سے ایک قسم کا کونینی زہر (کونین پائزنگ) ہوجاتا ہے۔ اس لئے اس کو بغیر ضرورت کے استعمال کرنا نقصان رساں ہے۔

کونین کے یہ اثرات وافعال اور خواص بہت ہی مختصر لکھے ہیں۔ اگر تفصیل سے لکھے جائیں اور فرنگی طب کی کتب میٹریا میڈیکا سامنے رکھ کر ان کی غلطیاں بھی بیان کی جائیں تو یقیناً بہت طویل کتاب بن سکتی ہے۔ اب اہل علم وصاحب فن اور حکماء اور محقق خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فرنگی طب میں کونین کو کیا اہمیت ہے اور وہ باوجود آلات اور مشینوں کے ہوتے ہوئے اپنی گھر کی دوا کے اثرات وافعال اور خواص سے بھی صحیح طور پر واقف نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم ان کی ہر دواء کو اپنی تحقیقات کی روشنی میں غلط ثابت کر سکتے ہیں اور اپنے رسالہ رجسٹریشن فرنٹ میں ہر ماہ کر رہے ہیں۔

کتاب حمیات اجامیہ پر ایک نظر

''تحقیقات حمیات'' کے زمانے میں مجھے ''کتاب حمیات اجامیہ'' بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا جو جناب حکیم کبیر الدین صاحب نے تالیف کی ہے اور جس کو ''دفتر المسیح'' قرول باغ دہلی نے شائع کیا ہے۔ جس کا سائز 26x20/8 ہے اور صفحات 160 ہیں۔ یہی کتاب ہے جس نے مجھے مجبور کیا کہ میں ملیریا کے متعلق اپنی تحقیقات تفصیل سے لکھوں ورنہ میں اپنی کتاب ''تحقیقات حمیات'' میں اشارۃً یہ لکھ چکا تھا کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے اور کونین کے متعلق بھی لکھ چکا تھا کہ نہ فرنگی طب اس کے خواص سے واقف ہے، اور نہ وہ ملیریا کا علاج ہے۔

''کتاب حمیات اجامیہ'' ملیریا بخاروں (حمیات اجامیہ) کے متعلق ہے، اس لئے مجھے بھی لازم ہوگیا کہ پہلے میں ملیریا بخاروں کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کروں تو اس کے ساتھ ہی ''کتاب حمیات اجامیہ'' کے متعلق ان دو باتوں کا ذکر کروں۔ کیونکہ کسی کام کی برائی بیان کر دینا تو آسان ہے مگر کسی برے کام کو صحیح اور درست کر کے دکھانا مشکل ہے اس لئے میں نے پہلے ملیریا بخاروں کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کی ہیں، اب جن دو اہم باتوں کا ذکر کروں گا۔ وہ درج ذیل ہیں۔

اول: لفظ ''اجامیہ'' کے اضافہ کے ساتھ انہوں نے ملیریا بخاروں کے متعلق فرنگی طب کی تمام معلومات درج کر دی ہیں، گویا لفظ ''اجامیہ'' کے اضافہ کے ساتھ انہوں نے ملیریا کو مشرف باسلام کرلیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ انہوں نے باتوں کے ہیر پھیر کے ساتھ اپنی ساری کتاب ''مخزن حکمت'' از شمس الاطباء حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی بھاٹی گیٹ لاہور سے نقل کی ہے اور کہیں ان کا حوالہ نہیں دیا۔ دونوں کتابوں کو سامنے رکھ کر مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

دوم: ملیریا بخاروں کو طب یونانی کے بخاروں کے ساتھ ایسا تطبیق کیا ہے کہ کوئی بخار نہیں چھوڑا۔ یعنی بلغمی، صفراوی اور سوداوی بلکہ دموی بخاروں کو بھی ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے۔ یعنی اخلاط و کیفیات کے تمام بندھن توڑ دیئے ہیں گویا اپنی طرف سے ہر طرح یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ملیریا واقعی طب یونانی کا ایک بخار ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

جناب حکیم کبیر الدین صاحب اس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں (حمیات اجامیہ) دفتر المسیح کے سلسلہ رسائل کی ایک زبردست اور اہم کڑی ہے جسے اصحاب نظر اور ارباب ذوق دیکھ کر غالباً بہت زیادہ محظوظ ہوں گے۔ موسمی بخاروں میں کتنے مریض مبتلا ہوتے ہیں اور ملیریا (اجامیہ) سے ہمارے ملک میں کتنی اموات ہوتی ہیں اور اس موذی مرض کے عوارض کس قدر ہیں، اس کا صحیح اندازہ مطب کے روزمرہ کے مریضوں سے ہمارے اطباء اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ ایسے اہم اور کثیر الوقوع مرض کے لئے ایک مستحکم اور زبردست خوش اسلوبی کے ساتھ پورا کیا ہے۔ طرز بیان، نوعیت اصطلاحات اور تحقیق و تدقیق میں ان تمام امور کی پوری پابندی کی گئی ہے جو دفتر المسیح کے مطبوعات کی عام اور ممتاز خصوصیت ہے۔ لیکن اگر اس میں اہل نظر حضرات کوئی کمی تصور فرمائیں جو ''خاصہ انسانی'' ہے تو اپنے ضروری مشورہ سے دفتر المسیح کو اطلاع دیں کہ طبع ثانی میں اس کی تلافی کر دی جائے۔ [محمد کبیر الدین 8 مئی 1933ء]

گویا جناب حکیم کبیر الدین صاحب کی ایک زبردست اور اہم تالیف ہے، جس کو نہ صرف خوش اسلوبی کے ساتھ پورا کیا ہے بلکہ اس سلسلہ طرز بیان ونوعیت اصطلاحات اور تحقیق وتدقیق میں تمام امور کی پابندی کی گئی ہے۔ گویا (جیسا کہ سرورق پر لکھا ہوا ہے) موسمی بخاروں (ملیریا۔ اجامیہ) کا مفصل بیان طب جدید سے پوری تحقیق وکاوش کے ساتھ لکھا گیا ہے، اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب حکیم صاحب موصوف کو اپنی اس تحقیق وتدقیق پر ناز ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اوّل تمام کی تمام کتاب عنوان بعنوان نقل کی گئی ہے اور دوسرے طب کے بنیادی قوانین کو بری طرح سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ قارئین کو میری تحقیقات اور انکشافات سے اندازہ ہوگیا ہوگا جو فرنگی طب کی غلطیوں اور گمراہیوں کے متعلق بیان کی گئی ہیں اور جناب حکیم کبیر الدین صاحب بھی انہی فرنگیوں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کا مقام کیا ہے۔ میں ان کو علم وفن طب کا دشمن تو نہیں کہتا البتہ نادان دوست کہتا ہوں۔ اور جو اہل فن وصاحب علم اور حکماء ومحقق ان کی تمام تالیفات وتراجم کا مطالعہ اور خاص طور پر انہوں نے طب قدیم پر جو اعتراض کئے ہیں، اسی نتائج پر پہنچیں گے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تمام کتب کی اغلاط وخرابیاں اور گمراہیاں خاص طور پر ان کے طب قدیم پر اعتراضا کے جواب بہت جلد طبی دُنیا میں پیش کر دیں گے تاکہ طب یونانی کی شکل وصورت اور خط وخال دُنیا طب خصوصاً فرنگی طب کے سامنے آجائیں اور وہ شرم سے اپنا منہ چھپالے۔ کتاب ''حمیات اجامیہ'' میں حکیم صاحب موصوف نے طب یونانی کو جو غلط اور گمراہ کن طریق پر استعمال کیا ہے، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت اور وضاحت بیان کر دی جائے۔ تاکہ جن لوگوں نے وہ کتاب پڑھی ہے وہ گمراہی اور غلط فہمی سے بچ جائیں۔

حمیات اجامیہ کی وجہ تسمیہ

جناب حکیم کبیر الدین صاحب حمیات اجامیہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''حمیات اجامیہ کو ڈاکٹری میں ملیریا نیورس کہتے ہیں، اس کے علاوہ یہ تپ موسمی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ حمیات ''حمی'' کی جمع ہے، اور حمی کے معنی تپ یا بخار کے ہیں۔ ''اجام یا آجام'' اجمہ کی جمع ہے جس کے معنی نیستیاں کے ہیں، یعنی وہ مقام جہاں بانس اور سرکنڈے بکثرت اُگے ہوئے ہوں۔ اسی طرح ''میاہ آجامیہ'' سے مراد وہ رُکا ہوا پانی ہے جس کے اندر اور جس کے گرد بانس اور سرکنڈے وغیرہ اُگے ہوئے ہوں۔ جس میں نباتاتی اشیاء سڑ گل رہی ہوں۔ اسی طرح ''بطیحہ'' کے معنی جھیل کے ہیں اور ''میابطائحیہ'' اس رُکے ہوئے پانی کو کہتے ہیں جس کے گرد درخت اور نباتات اُگے ہوئے ہوں۔

چونکہ ایسے مقامات کے باشندگان میں امراض اجامیہ (مثلاً اورام طحال، اورام جگر، حمیات غب، ربع اور مواظبہ وغیرہ بکثرت پیدا ہوتے ہیں، اس لئے ان امراض میں وجہ تسمیہ میں مناسبت کافی ہے''۔

ملیریا کو اجامیہ ثابت کرنے کے بعد انہوں نے سمجھ لیا کہ بہت اچھا کارنامہ ہوگیا۔ اب وہ بہت آسانی سے ملیریا کو طب یونانی کا بخار ثابت کر دیں گے۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ کتب قدیم سے وہ حمیات اجامیہ کے اسباب وعلامات اور حالات لکھتے، لیکن طب قدیم میں حمیات اجامیہ کا کہیں ذکر نہیں ہے، تو جناب نے فرنگی طب ملیریا کے تمام بیان کو نقل فرما کر اور بعض مقامات طب قدیم کے بخاروں کو توڑ پھوڑ کر تطبیق دے ڈالی اور اپنی اس جلد بازی میں یہ بالکل ہی نظر انداز کر گئے کہ اس سے طب قدیم کے بنیادی قوانین پر کس قدر شدید تباہی بلکہ طب یونانی جس کو ''جناب'' طب اسلامی کہتے ہیں ختم ہو جاتی ہے۔ چونکہ انکا ضمیر ان کی اپنی تحقیق کو تسلیم نہیں کرتا تو آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حمائے اجامی (مواظبہ، غب، ربع وغیرہ) کو اطباء قدیم حمیات خلطیہ کے تحت شمار کرتے ہیں۔ جو اخلاط کی عفونت سے پیدا ہوتے ہیں۔

اس حقیقت سے تو انکار نہیں ہے کہ مواظبہ، غب، ربع وغیرہ حمیات خلطیہ ہیں۔ لیکن یہ کیسے سمجھ لیا کہ وہ تمام بخار ایک ہی قسم کی خلط کے ماتحت آجاتے ہیں۔ کیونکہ مواظبہ میں بلغم متعفن ہوتی ہے۔ غب میں صفراء خراب ہوتا ہے اور ربع میں سودا کے اندر فساد پایا جاتا ہے۔ ہر ایک کے اسباب وعلامات اور علاج مختلف ہیں وہ سب حمیات اجامیہ کے تحت ایک جگہ کیسے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ سب ایک ہی شے ہیں تو پھر الگ الگ خلط ومزاج اور کیفیات کے تحت کیوں تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد تو یہ ہوا کہ اخلاط ومزاج اور کیفیات کا دھندا صرف ایک بکھیڑا ہے اور طب یونانی اس میں گرفتار ہے اور جب تک وہ اس میں گرفتار ہے وہ بھی ترقی نہیں کر سکتی۔ یہی بات جناب نے قانون عصری میں تحریر فرمائی ہے (اس پر بھی ہم بہت جلد تنقید وتبصرہ کریں گے)۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرنگی کے ''ٹی بی'' کو تسلیم کر کے اس کا جراثیمی علاج قبول کر لیا ہے۔ اس کی وضاحت بھی ہمارے اوپر لازم ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے فرنگی خیالات پھیلانے کے لئے جناب نے پہلے اپنی کتاب ''افادات کبیر'' کے آخر میں طب قدیم کے قوانین (Laws) پر سختی سے اعتراضات کئے ہیں۔ جن کے جوابات جناب نے ابھی تک نہیں دیئے ہیں۔ گویا طب قدیم کو آپ خود فنا کر چکے ہیں اور پھر اس کے بہت بڑے نمائندے اور لیڈر بھی بنتے ہیں۔ اور اس تباہی و بربادی کا نام تجدید طب رکھا جاتا ہے۔

قدیم خیالات

بخاروں کے متعلق جناب حکیم کبیر الدین صاحب طب قدیم کے خیالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''عفونت گاہے تمام بدن میں ہوتی ہے اور گاہے کسی ایک عضو میں پیدا ہوتی ہے اور اگرچہ عفونت ہر چہار اخلاط (خون، صفراء، بلغم، سودا) میں پیدا ہو سکتی ہے، لیکن اطبائے قدیم کے خیال کے مطابق خون کی عفونت سے جو بخار پیدا ہوتا ہے وہ حمائے مطبقہ ہے''۔

اوپر تو حکیم صاحب موصوف نے حمائے اجامی کو صرف مواظبہ، غب اور ربع وغیرہ کو تسلیم کیا ہی تھا اور ''حمائے مطبقہ'' کو بھی مان رہے تھے، جو خون کی عفونت کا بخار ہے۔ شکر ہے طب قدیم نے صرف چار ہی اخلاط مانے، اگر انہوں نے زیادہ مانے ہوتے تو ان سب کو بھی ملیریا کا شکار ہونا پڑتا۔ اس کے بعد خود ہی طب قدیم کے بخاروں کی تشریح کرتے ہیں، مگر پھر بھی اخلاط کے اختلاف کو نہیں سمجھتے۔ لکھتے ہیں: ''صفراء کی عفونت سے جو بخار ہوتا ہے وہ حمائے غب، تپہ یا تجاری بخار کہلاتا ہے اور اس کی باری تیسرے روز ہوتی ہے اور اگر صفراوی بخار لازمی ہو تو اس کی شدت تیسرے روز ہوتی ہے۔ اور اگر بلغم کی عفونت سے ہوتا ہے تو اس کی روزانہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ ہر وقت رہتا ہے (لازمی ہوتا ہے) تو روزانہ کسی ایک وقت شدید ہوتا ہے اور اگر سودا کی عفونت سے ہوتا ہے تو چوتھے روز باری ہوتی ہے اور اگر یہ لازمی ہوتا ہے تو چوتھے روز اس کی شدت ہوتی ہے''۔

باوجود طب قدیم کے بخاروں کی تشریح اور توضیح کے جناب حکیم موصوف ان سب کو جو سبب اجامیہ (ملیریا) قرار دیتے ہیں، لیکن وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھاتے کہ ایک ہی سبب چار مختلف اخلاط پر اثر انداز ہونا ان کو کیسے متعفن کر سکتا ہے۔ اگر وہ کسی ایک یا دو کو جو اس کی طبع کے مخالف ہوں متعفن تو کر سکتا ہے اور جو اخلاط اس کی طبع کے مخالف نہیں ہیں، ان کو کیسے متعفن کر سکتا ہے۔ پھر جبکہ ہر خلط کا مقام جدا ہے اور اس کا تعلق ایک الگ عضو کے ساتھ ہے۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیں کہ چونکہ سارا خون متعفن ہو جاتا ہے اس لئے سارے اخلاط متعفن ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایسا کوئی بخار طب قدیم میں نہیں ہے، اگر ہم مرکب بخاروں کو ایک ایسا بخار تسلیم بھی کر لیں جیسا کہ آیورویدک میں سنیات جور ہے تو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ملیریا بخار کا اثر جگر اور طحال سے آگے نہیں بڑھتا۔ اس میں کبھی بھی دل، دماغ اور عضلات واعصاب کے اندر تعفن پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی ان مقامات پر رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے۔ جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔

اب اہل علم و صاحب فن اور حکماء و محقق خود ہی اندازہ لگا لیں کہ ہم ملیریا بخار کو کس خلط اور کس عضو کے ساتھ مخصوص کریں، کیا اس کا نام تحقیق ہے، اور اس کو تجدید فن کہتے ہیں۔

جدید تحقیقات

جدید تحقیقات یعنی فرنگی طب کی تحقیقات کے متعلق لکھتے ہیں: ''اطبائے جدید (فرنگی ڈاکٹر) مذکورہ بالا طریق سے اخلاط کی عفونت کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ آج کل یہ پرانا خیال تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس بخار کا سبب وہ خراب اور فاسد ہوا ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کا نام ملیریا ہے۔

تحقیقات جدیدہ (فرنگی سائنس) کی رو سے ملیریا زہریلی ہوا نہیں ہے بلکہ خاص قسم کے جراثیم ہیں۔ جو ایک خاص قسم کے مچھر (جس کا نام انافلیز ہے) کے کاٹنے سے انسان کے خون میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اس بخار کو پیدا کرتے ہیں۔ چنانچہ (فرنگی ڈاکٹر) اس بخار کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔

ملیریا ایک متعدی مرض ہے جو خون میں خاص قسم کے جراثیم کی موجودگی میں پیدا ہوتا ہے۔ اس میں بخار کا ہونا تلی اور جگر کا بڑھ جانا، ضعف و نقاہت کا لاحق ہونا، خصوصی علامات ہیں۔ لیکن اصطلاحاً ان شدید بخاروں کو اجامیہ (ملیریا) کہتے ہیں جو حیوانی قسم کے جراثیم سے پیدا ہوتے ہیں''۔

جناب حکیم کبیر الدین صاحب نے مندرجہ بالا جدید تحقیقات کے جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں دو مذکورہ بالا بیان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ نیا مرض ہے بلکہ یہ ایک قدیم مرض ہے (صرف اس کا نام حمائے اجامی جدید مجوزہ ہے)۔ یونانی اور روزی اطباء زمانہ قدیم سے اس سے واقف تھے، چنانچہ مشہور و معروف حکیم بقراط نے (جس کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے چار سو ساٹھ سال قبل ہے) اور اس کے بعد حکیم جالینوس اور رومی حکیم کلوس نے اس قسم کے بخاروں کو بیان کیا ہے۔ اگرچہ وہ بیانات آج کل کی مدونہ کتب میں دوسرے طریقہ سے درج ہیں۔ تاہم ان کے عوارض اور علامات وغیرہ کو دیکھ کر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ درحقیقت حمیات اجامیہ ہی ہیں۔ چنانچہ ان میں روزانہ مواظبہ یا بلغمی، تیسرے روز آنے والے بخار کو غب یا صفراوی اور چوتھے روز آنے والے بخار کو ربع (چوتھیا) کہا گیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ قدیم اطباء کے نقطۂ نظر سے ان میں بیان کردہ اخلاط کی زیادتی اکثر ہوتی ہے اور اطبائے جدید اگرچہ اطبائے قدیم کی بیان کردہ تعفن اخلاط کو اس کا سبب نہیں گردانتے۔ لیکن اخلاط میں تعفن ضرور ہوتا ہے۔ خواہ مچھر کاٹنے سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو، حمائے اجامی کو یونانی الاصل ثابت کرنے کے بعد پھر فرنگی طب کی تحقیقی نوعیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں لیکن اس کو فراموش کر جاتے ہیں کہ ان کی تمام کوشش ملیریا کو اجامیہ ثابت کرنے والی ختم ہو جاتی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں: ''بہرحال کچھ عرصہ پیشتر حمائے اجامی (ملیریا) کا سبب زہریلی خراب ہوا سمجھی جاتی ہے۔ لیکن جوں جوں تحقیقات میں اضافہ ہوتا گیا فاسد اور زہریلی ہوا کو اس کا سبب قرار دینے میں تعمیل کیا جانے لگا۔ اور اس کا سبب خاص قسم کا مچھر قرار دیا گیا''۔

اس فرنگی تحقیق کو بیان کرنے کے بعد معاً خیال آ گیا کہ ''اجامیہ'' کی اہمیت ختم ہو رہی ہے تو پھر اجامیہ کی طرف لوٹتے ہیں اور لکھتے ہیں ''لیکن یہ واضح ہے کہ صرف مچھر کو سبب قرار دینے میں بھی خراب اور زہریلی ہوا سے گریز نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ بارش کے زمانے میں جب گرم اور مرطوب مقامات پر نباتاتی مادے گلتے سڑتے ہیں تو ان کے فساد و تعفن سے ہوا بھی متکیف ہوتی ہے اور اس سے مچھر کی پیدائش میں غیر معمولی افزائش ہو جاتی ہے۔ بہرحال ان سب باتوں کا باہمی گہرا تعلق ہے''۔ اس تعفن اور فساد کے تعلق پر زور دے کر ناک

الٹا پکڑنے سے سیدھے ناک پکڑ کر کہا جاسکتا ہے کہ جو فساد تعفن ہوا کو خراب کر دیتا ہے وہی مچھر اور جراثیم بھی پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس خاص موسم اور ماحول کے بغیر نہ ہوا خراب ہوسکتی ہے اور نہ ہی مچھر اور جراثیم پیدا ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ مچھر اور جراثیم بہر حال مخلوق ہیں کیونکہ ازلی اور ابدی مخلوق نہیں ہیں۔ جو مخلوق ہے وہ اس کا مناسب زمانے و ماحول اور خاص قسم کے تعفن میں پیدا ہو جانا ممکن ہے، اس طرح مچھر اور جراثیم تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بغیر مچھر کے کاٹے ملیریا ممکن نہیں ہے اس طرح مچھر اور جراثیم سے تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بغیر مچھر کے کاٹے ملیریا ممکن نہیں ہے تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حرارت غریبہ میں خود یہ قابلیت ہے کہ وہ جسم انسان کے اندر جو مواد ہے کہ اس میں تخمیر فساد کی صورت ہو کر جراثیم ملیریا پیدا ہوسکتے ہیں۔

جب فرنگی طب خود یہ تسلیم کرتی ہے کہ ملیریا میں طحال اور جگر بڑھ جاتا ہے، اور دونوں کا بڑھنا ان کے اندر رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے تو جناب حکیم کبیر الدین اس بخار کو بلغمی، سوداوی بلکہ دموی کیوں کہتے ہیں جبکہ ان بخاروں کا تعلق جگر اور طحال کے ساتھ نہیں ہے، جبکہ انہوں نے ہر بخار کی جدا جدا تعریف کی ہے اور وہ تمام کسی ایک عضو کے بگڑنے سے پیدا نہیں ہوتے۔ اگر ہم ملیریا کو اس قسم کا بخار تسلیم کر لیں کہ اس کا تعلق تمام اخلاط سے ہے تو پھر طب قدیم کا بنیادی قانون اخلاط و مزاج بالکل ختم ہو جاتا ہے، اس امر کو قطعاً تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ فرنگی طب کے ملیریا کا کوئی تصور طب قدیم میں بھی ہے۔ جس بخار کو طب قدیم میں حمائے اجامی کہا جاتا ہے وہ صرف موسمی بخار ہے۔ جس کا تعلق صحیح طور پر صرف جگر سے ہے۔ طحال میں خرابی صرف اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ جسم میں جو رطوبات زیادہ ہو جاتی ہیں، جن کو غدود جاذبہ اکٹھا کر کے طحال میں اکٹھا کر دیتے اور وہ تلی جگر کی طرح بڑھ جاتی ہے ورنہ اگر سوداوی بخار ہو تو سودا میں تعفن پیدا ہونا ضروری ہے۔

اگر حکیم کبیر الدین صاحب دلیل کے لئے روزانہ بخار کا آنا، تیسرے روز کا بخار آنا اور چوتھے روز بخار آنا بلغمی و صفراوی اور سوداوی بخاروں کی دلیل ہے تو جب تمام اخلاط کے لازمی بخار ہوتے ہیں اس صورت میں وہ کیا دلیل دے سکتے ہیں۔ اس طرح کی باریاں آنا صرف صفراء کی کمی بیشی پر منحصر ہے یعنی اگر صفراء کی زیادتی ہے تو بخار لازمی رہتا ہے، اگر کم ہو تو روزانہ آتا ہے۔ اگر اور کم ہو تو تیسرے روز آتا ہے، اسی طرح چوتھے و پانچویں اور چھٹے و ساتویں روز تک باریاں چلی جاتی ہیں۔ جب چوتھے و پانچویں اور چھٹے و ساتویں روز کے بخاروں کو سوداوی بخار مانا جاتا ہے تو کیوں نہیں ان کو صفراوی تسلیم کر لیا جاتا۔ جبکہ صفراء جل کر سودا بن سکتا ہے۔ جس قدر صفراء کی زیادتی ہوگی اسی قدر جگری بخار جلد ختم ہو جاتے ہیں، اس کا علاج بھی یہی ہے کہ اس بخار میں صفراء کو بڑھایا جائے، فوراً بخار اتر جاتا ہے۔

اس بخار سے تحفظ کی آسان تدبیر بھی یہی ہے کہ ملیریا کے دنوں میں جسمی حرارت اور صفراء کو بڑھا دیا جائے۔ اس طرح ہر انسان اس بخار سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جس قدر اس میں خراب علامات پیدا ہوتی ہیں وہ رطوبات کی زیادتی اور صفراء و حرارت کی کمی ہوتی ہے۔ ان کا علاج بھی حرارت و صفراء کا بڑھانا اور جگر کے فعل کو تیز کرنا ہے۔ اس حقیقت کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ بدن میں جس قدر صفراء اور حرارت کی کمی ہوگی یعنی رطوبات زیادہ ہوں گی اسی قدر اس بخار میں جاڑا سردی زیادہ لگے گی بخار دیر تک رہے گا۔ اور دیر میں اترے گا۔

ان حقائق کو جناب حکیم کبیر الدین بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس عجیب کتاب کے صفحہ 30 کے دوسرے پیراگراف میں لکھتے ہیں:

''تپ بلغمی میں جس قدر صفراء کی آمیزش زیادہ ہوتی ہے، اسی قدر اس کی نوبت کی مدت چھوٹی ہوتی ہے، اور باری جلد ختم ہو جاتی ہے''۔

ایک اور دلیل یہ ہے کہ انہوں نے صفہ 31 پر مستفیدین کے تحت (شیخ) کا بیان لکھا ہے: ''یہ بخار اگرچہ بوڑھوں، جوانوں اور بچوں سب کو لاحق ہوا کرتا ہے، لیکن زیادہ تر مرطوب مزاج یعنی بلغمی مزاج کے اشخاص میں پیدا ہوا کرتا ہے یا ان اشخاص کو لاحق ہوتا ہے جو ورزش نہیں کرتے اور آرام طلب ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بخار ان اشخاص میں بھی بکثرت لاحق ہوتا ہے جو بدہضمی میں مبتلا رہتے ہیں یا جو کھانا کھا

کروزش یا حمام کرتے ہیں یا جن کے معدے پر نزلہ گرتا رہتا ہے''۔[شیخ]

اس بیان کی توضیح جناب حکیم صاحب ممدوح اس طرح کرتے ہیں کہ ان تمام صورتوں میں بدن کے اندر بلغم افزائش ہو جاتی ہے اور غالباً اسی قرینہ کو دیکھ کر متقدمین نے اس قسم کے بخار کو بلغمی کہا ہے۔

اب اندازہ کیا جا سکتا ہے، جس کو جناب حکیم صاحب ممدوح اپنی شاندار تحقیقات بیان کر رہے ہیں وہ درحقیقت اجامیہ (ملیریا) کی حقیقت سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ان کی ایک اور گمراہی ملاحظہ ہو۔ کتاب کے صفحہ 48 کے نیچے آخری پیراگراف میں لکھتے ہیں: ''اس طرح گا ہے ایک بخار دوسرے بخار میں تبدیل بھی ہو جاتا ہے، مثلاً حمائے غب منتقل ہو کر مواظبہ ہو جاتا ہے۔ اور مواظبہ سے لازمہ مفترہ بن جائے۔ اس طرح اس کے برعکس مثلاً مواظبہ منتقل ہو کر غب بن جائے یا لازمہ منتقل ہو کر دائرہ بن جائے''۔ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ایک بخار دوسرے بخار میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جیسے فرنگی ڈاکٹر تسلیم کرتے ہیں کہ ٹائی فائیڈ (محرقہ بطنی) نمونیہ (خلت الریہ) ہو جاتا ہے۔ اگر چہ دونوں متضاد بخار ہیں اور پھر ٹائی فائیڈ کے جراثیم کیسے نمونیہ کے جراثیم بن جاتے ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ امعاء کی بیماری پھیپھڑوں میں گھس جاتی ہے، اگر ایسا ہو جائے تو یقیناً ٹائی فائیڈ ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک بخار دوسرے میں بدل جائے تو پہلا بخار فطرۃً اور قدرۃً بدل جائے گا۔ علاج میں بھی تو یہی کیا جاتا ہے کہ ادویات سے اخلاط کے مزاج میں کمی بیشی کر دی جاتی ہے اور جسم انسان کی کیفیات بدل جاتی ہیں، کیونکہ بالضد ادویات دی جاتی ہیں۔ جناب حکیم صاحب موصوف نے یہ صورت اس لئے اختیار کی ہے کہ وہ ملیریا میں مختصر اخلاط کے بخاروں کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں تا کہ ان کی تالیف ایک زبردست تحقیق اور شاہکار کا مقام حاصل کر لے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے قانون اور اصول چھوڑ کر طب قدیم کو الٹی چھری سے فرنگی طب پر قربان کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ جو کچھ بھی ہم نے لکھا ہے صرف ماہیت ملیریا کے متعلق لکھا ہے اور بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ اور اگر تفصیل کے ساتھ لکھتے تو ہم ملیریا کے تمام بخاروں پر ایک ایک کر کے بحث کرتے جو جناب حکیم کبیر الدین نے غلط طور پر بیان کی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کی علامات و علاج اور حفظ صحت و بیماری اور اغذیہ و ادویہ ہر مقام پر بے شمار اغلاط و گمراہیاں اور بے علمی کے مظاہرے ہیں جن کا اندازہ قارئین ہمارے اس نقد و نظر سے لگا سکتے ہیں۔

جو کچھ ہم نے ملیریا کے متعلق تحقیقات پیش کی ہے ان کو سامنے رکھ کر اگر غور کیا جائے تو جو نسخے انہوں نے لکھے ہیں سب کے سب بالکل اسی طرح غلط ہیں جس طرح کونین سے ملیریا کا علاج کرنا غلط ہے۔

جناب حکیم کبیر الدین نے بھی کونین کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر سوائے حمیات اجامیہ میں مفید بتانے کے نہ اس کا مزاج لکھا ہے اور نہ ہی اس کے اثرات و افعال اور دیگر خواص سے بحث کی ہے۔ البتہ اس کے مضر اثرات کا ذکر ضرور کیا ہے، کونین کا ذکر برکین کے نام سے کرتے ہیں، افسوس اس دواء کے مضر اثرات بیان کرتے ہوئے یہ نہیں سمجھا کہ یہ ملیریا کے لئے کس حد تک مفید ہے اور اس کے استعمال سے کیسے خوفناک امراض پیدا ہوتے ہیں۔

برکین کے مضر اثرات

جناب حکیم کبیر الدین صاحب لکھتے ہیں: ''اگر برکین کو زیادہ مقدار میں استعمال کیا جائے یا عرصہ تک استعمال کیا جائے تو کانوں میں مختلف قسم کی آوازیں آنے لگتی ہیں، دِل دھڑکنے لگتا ہے اور بدن کانپنے لگتا ہے، بے خوابی اور بے چینی بڑھ جاتی ہے، سر بھاری معلوم ہونے لگتا ہے۔

اگر برکین بہت زیادہ مقدار میں استعمال کی جائے تو اس سے قوت بصارت میں خلل واقع ہو جاتا ہے، بینائی کمزور ہو جاتی ہے، چال لڑکھڑانے لگتی ہے، سر میں درد شدید ہونے لگتا ہے، اور ہذیان ہو کر مریض بالکل بے ہوش ہو جاتا ہے، اور گاہے انتہائی ضعف کی حالت میں قلب یا تنفس کے بند ہو جانے سے مریض کی ہلاکت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اگرچہ برکین کا استعمال ترک کر دینے سے مذکورہ خطرناک علامات بہت جلد رفع ہو جاتی ہیں، لیکن گاہے کانوں اور آنکھوں کی علامتیں باقی رہ جاتی ہیں، یعنی کانوں میں مختلف قسم کی آوازیں آتی رہتی ہیں اور ان سے اونچا سننے لگتا ہے اور بینائی کم ہو جاتی ہے۔

گاہے پرانے حمیات اجامیہ میں برکین کے کثرت استعمال سے بول الدم (خون آلود پیشاب) کی شکایت ہو جاتی ہے۔

کونین کے اس قدر خوفناک اثرات بیان کر کے پھر بھی فرماتے ہیں: ''الغرض مذکورہ بالا مضر اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے برکین کو احتیاط سے استعمال کریں۔ اور جو مریض یا مریضہ اپنی نازک مزاجی کی وجہ سے برکین کی برداشت نہ کر سکتے ہوں ان کو کوئی دوسری دوا استعمال کرائیں''۔

جناب حکیم صاحب موصوف کا کونین سے صحت یابی اور افادیت پر اس قدر یقین ہے کہ باوجود اس کے اس قدر شدید اور خوفناک مضر اثرات کے بھی کونین استعمال کرنے کی تلقین کرتے ہیں گویا طب قدیم میں اس پائے کی کوئی دوا نہیں ہے۔ یا طب قدیم میں میں اس دوا کی طرح کی کوئی کامیاب دوا نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب حکیم صاحب اس قدر فرنگی طب سے متاثر ہیں کہ وہ اس کے مقابلے میں طب قدیم کو گھٹیا، فضول اور غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ ان کے عقائد میں یہ بات پختہ ہو چکی ہے کہ طب قدیم کی تجدید صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ وہ فرنگی طب کو اپنے اندر جذب کر لے۔ جیسا کہ وہ اپنی تالیفات میں کر کے دکھا رہے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے تو پھر طب قدیم کا کیا بنے گا جس کے بنیادی قوانین کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ طب قدیم کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیا جائے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح اس سے ہمیشہ کے لئے رہائی مل جاتی ہے۔

کس قدر مقام افسوس ہے کہ جو لوگ فن کے مجدد و محقق اور امام بننے کی خواہش رکھتے ہیں ان کے علم و فن کا یہ حال ہے کہ اپنے علم و فن پر عبور نہیں ہے، فرنگی سائنس اور ریسرچ سے آگاہ نہیں ہیں، تو بھلا علم و فن طب کی کیا خدمت ہو سکتی ہے۔ نتیجہ اس کا جو نکلنا تھا وہ ظاہر ہے کہ گزشتہ تیس چالیس سالوں میں جو طبیب پیدا ہوتا ہے ڈاکٹر بننے کی کوشش کرتا ہے اور پاکستان و ہندوستان کے طبیہ کالجوں میں فرنگی طبیب

پیدا کئے جاتے ہیں۔ دونوں ملکوں کی اکثریت ایسے فرنگی طبیبوں سے بہت پریشان ہے۔ اگر یہی سلسلہ قائم رہا تو تھوڑے عرصہ بعد قانونی طور پر دونوں ملکوں کی حکومتیں آیورویدک اور طب کو ختم کر دیں گی کہ اگر فرنگی ادویات ہی استعمال کرنا ہیں تو پھر اس مقصد کے لئے فرنگی ڈاکٹر ہی مناسب ہیں۔ دیسی معالج جو برائے نام رہ گئے ہیں ان کو ختم کر دیا جائے۔ اگر حکومتوں کو دیسی ادویات پر تحقیقات کرنا ہوں گی تو وہ فرنگی ڈاکٹروں سے کرالیں گے اور وہ تحقیق پھر ایسی ہوگی جیسے ماشاء اللہ ''اجملین'' (سرگندہ) کی ہوئی ہے۔ یعنی اجزاء مؤثرہ ہی سامنے آئیں گے اور ان کے مزاج و کیفیات ختم ہو جائیں گی۔ اگر یہ تحقیقات یورپ میں شروع کرائی گئیں تو پھر خدا ہی حافظ ہے۔ پہلے ہی یورپ وامریکہ سے جو ادویات آتی ہیں ان کے اخراجات حکومتیں برداشت نہیں کر سکتیں، پھر اس مزید بوجھ کو کیسے برداشت کیا جائے گا۔ اب اہل فن اور صاحب علم خود اندازہ لگالیں کہ طب قدیم کیا شے تھی اور اس کا رُخ ان فرنگی طبیبوں نے کس طرف کر دیا ہے۔

اب بھی وقت ہے، اطباء و حکماء اور اہل فن و صاحب علم غور کریں۔ صحیح معنوں میں طب یونانی کو سمجھیں جس کی تذلیل کے لئے فرنگی نے اس کا نام طب قدیم رکھوا دیا ہے۔ جس میں قدامت ہے وہ آج سو فیصدی صحیح ہے اور اس میں زبردست قوت شفا ہے۔ آپ لوگ آج میرے گرد اکٹھے ہو جائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ کل طب کا مقام فرنگی طب سے بلند ہو جائے گا اور حکومت بھی اس کو فوراً تسلیم کرلے گی۔ حقیقت پر ہی غور و فکر کرنے سے نتیجہ صحیح نکل سکتا ہے۔

ضمیمہ

امیونٹی۔ مناعت

حقیقت مناعت

مناعت وہ قوت مدافعت ہے جو ہر حیوان کے جسم وترکیب ساخت میں ابتدائی زندگی سے پائی جاتی ہے۔ جو اس کے عوارض زندگی کے کسی واقعہ کے اثر سے مرتب نہیں ہوتی۔ مثلاً ادنیٰ قسم کے حیوانات طبعاً مرض کے اثرات سے محفوظ ہیں، اور بعض امراض جو عموماً انسان کو متاثر کر دیتے ہیں ادنیٰ حیوانات پر بے اثر ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان بھی بہت سے ایسے امراض سے طبعاً غیر متاثر اور محفوظ رہتے ہیں جن میں حیوانات گرفتار ہو جاتے ہیں۔

یہ طبعی مناعت عموماً ایک جنس کے تمام انواع اور افراد میں یکساں طور پر موجود ہوتی ہے، مگر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ مثلاً بعض بچے چیچک سے قدرتاً محفوظ رہتے ہیں۔ حالانکہ اکثر بچے اس مرض میں ضرور گرفتار ہوتے ہیں۔ اس طرح بعض اقوام مخصوص امراض سے بہ شدت متاثر ہونے کی استعداد رکھتے ہیں، جیسے فرنگی جو خاص طور پر سرد علاقوں کے رہنے والے ہوتے ہیں ملیریا بخار کو قبول کرنے کی شدید استعداد رکھتے ہیں۔

عام حالات میں ہر زندہ جسم مخالف اسباب وذرائع سے متعدی اثرات سے امراض میں گرفتار ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ گندے مواد وزہریلے اثرات اور جراثیم ہوا وماحول اور ماکول ومشروب میں اکثر پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہماری جلد اور مجریٰ غذا بھی ہر وقت ان اشیاء سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود اس عالمگیر کثرت کے ہم عموماً جراثیم کے حملوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان جراثیم کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے بعض کارگر اور نہایت یقینی قدرتی وسائل امن اور فطری اسباب مدافعت ہمارے جسم میں موجود ہیں۔ جب یہ وسائل واسباب کمزور یا ناکافی ہوتے ہیں تو انسان امراض اور متعدی بیماریوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اسی قوت مدافعت اور مقابلہ کو ہم امیونٹی یا مناعت کہتے ہیں۔ جب مناعت کی قابلیت، مقابلہ اور مدافعت کی قوت اور عمل نہیں رہتا تو اس کو استعداد مرض کہتے ہیں۔

علاوہ ازیں جب کوئی متعدی مرض قدرتی طور سے شفا بغیر دوا حاصل کرتا ہے یا بالفاظ دیگر ایسا مرض جس میں بلا علاج شفا حاصل ہوتی ہے اس وقت بھی ایک مخصوص ومناسب درجے کی ''مناعت'' ہوتی ہے جو جراثیم کو فنا اور مواد کو تحلیل کر دیتی ہے۔

مناعت (امیونٹی) کی اہمیت حفظ ماتقدم اور علاج الامراض دونوں میں مسلم ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ دونوں صورتوں کو (تحفظ مرض علاج مرض) حاصل کرنے کے لئے نہایت تیر بہدف اور یقینی مصنوعی طریقے اور ذرائع اس قدرتی عمل مناعت کو تحریک دے کر یا اس کی نقل کر کے یا اس کے عمل کو زیادہ تیز کر کے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اس کی مثال خناق وبائی کا نیا طریقہ علاج ہے جو تریاق جراثیمی (انٹی

ہسٹاسین) سے کیا جاتا ہے۔اس طریق پر اس مرض کا علاج کیا جاتا ہے یا کیا جاسکتا ہے، جس میں ماء الدم (سیرم) میں مناعت کی تربیت یا تقویت پیدا کر کے تحفظ مرض اور علاج مرض کیا جاسکتا ہے۔اس میں چیچک کا ٹیکہ (انا کولیشن) بھی شامل ہے۔

فرنگی طب میں مناعت

افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ باوجود اس قدر تجارب اور ماڈرن سائنس کے کمال دعووں کے فرنگی طب اب تک مناعت کی مخصوص قوتیں معلوم نہیں کرسکی۔کیونکہ اس کے سامنے صرف ایک ہی طریق کار ہے کہ وہ ماء الدم (سیرم) میں قوت مناعت کو تربیت دے کر یا بڑھا کر اس سے کام لیتی ہے۔جو اکثر مقام پر ناکام بلکہ نقصان رساں رہتا ہے۔اس لئے یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ مناعت کا کوئی خاص صحیح اور غیر مبدل معیار فرنگی طب میں قرار نہیں دیا جاسکتا۔کیونکہ نظام جسم کی ساختوں کا باہمی عمل ایک نہیں ہے بلکہ بالکل مختلف ہے جس کے ہر عضو کی ساخت یا دیگر الفاظ میں خلیات اور انسجہ مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی اغذیہ اور ضروریات رکھتے ہیں، اس لئے ایک ہی قسم کی مناعت ہر ایک کے لئے کبھی مفید نہیں ہوسکتی ہے جس کی مثال درج ذیل ہے۔

اگر متعدد حیوانات میں عمل تلقیح (انا کولیشن) کے ذریعے کسی جراثیمی کاشت کی مساوی مقدار داخل کردی جائے تو نتیجہ مختلف ہوگا۔ یعنی ایک حیوان میں تو مرض کے آثار بالکل نمودار نہ ہوں گے۔دوسرے حیوان میں مقام تلقیح (ٹیکہ) پر خفیف التہاب کی علامات نمودار ہوں گی۔تیسرے حیوان میں التہاب پھیل جائے گا اور بالآخر پیپ پیدا جائے گی یا غانغرایا (گنگرین) کی نوبت پہنچ جائے گی۔چوتھے میں مہلک عمومی متعدی پن (جنرل انفکشن) پیدا ہوجائے گا۔الغرض ہر حیوان اپنے مخصوص درجہ حرارت کے باعث محفوظ رہے گا جو اپنی استعداد ذاتی کے تناسب سے متاثر ہوگا۔مزید برآں یہ ہے کہ بعض حیوان معمولی درجہ کی سمیت والے جراثیم کے مقابلے میں تو انتہائی مناعت کا اظہار کرسکتے ہیں مگر جب یہی جراثیم زیادہ سمیت حاصل کر کے (افزائش سمیت کے بعد) حملہ آور ہوتے ہیں۔تو وہی حیوان انتہائی استعداد اور قابلیت ظاہر کرتا ہے اور ان سے سخت متاثر ہوتا ہے۔علاوہ ازیں کسی خاص جرثومہ یا سمیت کے متعلق ہر حیوان کی مناعت (امیونٹی) اور اس کی استعداد (سسیپٹے بیلیٹی) پر داخلی اور خارجی حالات کا نمایاں اثر ہوتا ہے۔امراض حفظ ماتقدم کے لئے ان حالات واسباب کا علم انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان تقریباً ہر قسم کے جراثیم کے مقابلہ اور مدافعت کے لئے نہایت اعلیٰ درجے کی مناعت فطرتاً رکھتا ہے۔حتیٰ کہ وہ دق وسل (ٹی بی) سے طبعاً محفوظ رہ سکتا ہے۔البتہ جب انسان کی یہ مناعت مقامی وعمومی اور جسمی اسباب کی وجہ سے گھٹ جاتی ہے اور اس کی قوت حیات (وائیٹیلٹی) کمزور ہوجاتی ہے، تو اس وقت انسان متعدی امراض یا دیگر امراض کا شکار بن جاتا ہے۔

اسباب استعداد مناعت

فرنگی طب میں استعداد مناعت دو قسم کی ہوتی ہے یعنی عمومی مناعت اور مقامی مناعت۔

عمومی مناعت کی اقسام

(۱) خشکی اور رطوبت (۲) فاقہ اور سدہ تغذیہ (۳) عمری استعداد (۴) سیلان خون (۵) بعض قسم کے زہر (سمیات) خاص طور پر الکوحل (۶) خراب اور متعفن ہوا (۷) تخذیر (بے حسی) (۸) شری کی اثرات۔

مقامی مناعت

(۱) زخم وضرب (۲) کیمیاوی مواد کی خراش (۳) انتہائی سرد یا انتہائی گرم اشیا و ماحول (۴) خون کی کمی تمام اسباب مناعت اپنی

جگہ درست ہیں۔ لیکن جہاں تک تری کی زیادتی اور گرمی کی کمی کا تعلق اور خاص طور پر عضوی خرابی یا بے اعتدالی قوت مناعت کو کمزور اور خراب کر دیتے ہیں۔ اس لئے ان کو اوّلیت کا دینا چاہئے۔

مناعت اور قوت حیات

فرنگی طب جس چیز کو مناعت کہتی ہے وہ دراصل مناعت نہیں ہے، وہ قوت حیات (وائیٹلیٹی) ہے، اس کا تعلق قوت دم (بلڈ ایبلیٹی) یا قوت ماء الدم (سیرم ایبلیٹی) کے ساتھ ہے۔ خلیات وانسجہ اور اعضاء کے ساتھ نہیں ہے۔ کیونکہ قوت ماء الدم ایک ہی قسم کی پیدا یا تقویت یا ترکیب دی جا سکتی ہے اور مختلف خلیہ وانسجہ اور اعضاء کے لئے کبھی مؤثر نہیں ہو سکتی۔ کسی قیمت پر عضو کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ البتہ ہر عضو کی طرف خون اور خون کی رطوبت ضرور پہنچا دیتی ہے۔

مناعت یا قوت مدافعت کا تعلق خلیات وانسجہ اور اعضاء کے ساتھ ہے، جو اپنی الگ الگ مناعت (امیونٹی) تیار کرتے ہیں۔ فرنگی طب نہ مناعت سے واقف ہے اور نہ ہی مناعت اور قوت مدبرہ بدن سے آگاہ ہے۔ اگر وہ اس فرق کو سمجھتی ہے اور ان اثرات سے واقف ہے تو بیان کرے۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ وہ بیان نہیں کر سکتی۔

فرنگی طب اگر بیان کر سکتی ہے یا سمجھتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس کو جرم تھیوری سے انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ امراض کا باعث پھر جراثیم نہیں رہ سکتے۔ اس کو لامحالا ایک بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ وہ خلیات وانسجہ اور اعضاء کی قوت مناعت کو پورے طور پر سمجھتی ہے جو کہ خراب ہوئے بغیر امراض پیدا نہیں ہو سکتے یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جراثیم باعث امراض نہیں ہیں۔ یہ ہے ہماری تحقیقات کا جادو جو سر چڑھ کر اثر کرتا ہے۔ مناعت (امیونٹی) اور قوت حیات (وائیٹلیٹی) کے متعلق ہماری مزید تحقیقات درج ذیل ہیں۔

حقیقت مناعت

فرنگی ڈاکٹر کہتے ہیں کہ بیک وقت تمام انسانوں کو کوئی ایک مرض اس لئے پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے اندر امیونٹی (امنیت) ہوتی ہے۔ جس کو ہم مناعت یا قوت مناعت یا قوت مدافعت عضو کہتے ہیں۔ اور یہ امنیت مرض کا مقابلہ کرتی رہتی ہے لیکن ان کو یہ پتہ نہیں کہ یہ امنیت دراصل کیا ہے، اور کہاں پیدا ہوتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ امنیت یا مناعت کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو خون میں پائی جاتی ہو بلکہ یہ طاقت اعضاء میں پائی جاتی ہے۔ اور ہر قسم کے اعضاء اور جدا جدا قسم کی ہوتی ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جیسے مختلف اقسام کے جراثیم یا مختلف اسباب مختلف اعضاء پر اثر انداز ہوتے ہیں اسی طرح مختلف اعضاء کی امنیت ان کا مقابلہ کرتی ہے اور جسم کو امراض سے محفوظ رکھتی ہے۔ جب اعضاء ثابت کر سکتے ہیں کہ امنیت اعضاء کے علاوہ خون میں یا کہیں اور پیدا ہو سکتی ہے، اگر وہ ثابت کر دیں تو ہم ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے ہمارا چیلنج ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے اسی صورت میں یہی لازم آتا ہے کہ علاج میں بجائے قاتل جراثیم ادویات کے اعضاء کو درست کرنا چاہئے۔

امنیت یا مناعت کے لئے یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ طب میں قوت کا مرکز روح طبعی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس روح کے تین اقسام ہیں:

(۱) **روح طبعی**: جو جگر میں ہوتی ہے، اس کا عمل دخل غدد میں ہوتا ہے۔

(۲) **روح نفسانی**: جو دماغ میں ہوتی ہے اور اس کی تحریک اعصاب میں ہوتی ہیں۔

(۳) **روح حیوانی**: جو قلب میں ہوتی ہے جس کے افعال واثرات میں عضلات کام کرتے ہیں، بس یہی ارواح ان اعضاء میں ان

کے قویٰ کو قائم رکھتی ہیں اور یہی ان کی امنیت ہے۔ جب ان ارواح کے مزاج میں خرابی واقع ہوتی ہے، اس سے اعضاء کے قویٰ اور ان کی امنیت خراب ہو جاتی ہے۔

روح طبعی کی پیدائش خون سے ہوتی ہے، اور خون اخلاط کا مرکب ہے، اخلاط عناصر سے مرکب ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ ارواح اور قویٰ کی ترکیب میں آگ ہوا اور پانی شامل ہیں۔ ان ہی کے اعتدال سے جہاں خون اور ارواح کا قوام قائم رہتا ہے وہاں قویٰ اور اعضاء میں طاقت رہتی ہے۔ بس یہی امنیت (امیونٹی) مناعت اور قوت مدافعت اعضاء ہے جس کی حقیقت سے فرنگی طب کلی طور پر ناواقف ہے۔

قوت مدبرہ بدن

قوت مدبرہ کے متعلق بھی فرنگی طب تو کیا دُنیا کا کوئی طریق علاج بھی واقف نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی حقیقت بیان کر دینا ضروری ہے۔ جاننا چاہئے کہ جسم انسان میں جو مختلف قوتیں مختلف اعضاء بلکہ ہر خلیہ و حیوانی ذرّہ اور نسیج میں کام کر رہی ہیں وہ تمام مفرد اعضاء اعصاب و عضلات اور غدد کے ماتحت کام کر رہی ہیں اور ان مفرد اعضاء کے مرکز دل و دماغ اور جگر ہیں جن کی قوتیں ارواح کے ماتحت ہیں۔ یہ ارواح یعنی روح حیوانی، روح نفسیاتی اور روح طبعی تینوں روح طبعی کے ماتحت ہیں۔ جس طرح تمام جسم کو غذا ایک خون سے ملتی ہے، اسی طرح جسم ایک روح طبعی سے ایک نظام میں رہتا ہے، روح طبعی جو نظام قائم رکھتی ہے اس نظام کا نام طبعیت مدبرہ بدن ہے۔ جب روح طبعی کا اعتدال قائم نہیں رہتا تو یہ نظام بھی بگڑ جاتا ہے۔ جس کو ہومیو پیتھی نے روح کا بیمار ہونا کہا ہے۔

قوت مدبرہ بدن اپنے افعال کس طرح انجام دیتی ہے اس کو سمجھنے کے لئے کیفیات اور مزاج کی طرف سے شروع کریں۔ کیونکہ یہی انسان کے اندر ابتدائی محرکات ہیں، یعنی جسم انسان جو کوئی شے یا امر اندرونی طور پر یا بیرونی طور پر مادہ یا روح کی صورت میں اثر کرتا ہے، تو اس کا اثر کیفیات بلکہ ایک مزاج کی صورت میں ہوتا ہے یعنی اثر گرمی و سردی اور تری و خشکی کی صورت میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ اثر کبھی صرف گرمی یا صرف سردی یا صرف خشکی کی صورت میں نہیں ہوتا، بلکہ مرکب صورت ہوتا ہے۔ جیسے گرمی تری، خشکی سردی، تری اور سردی خشکی۔ دو مرکب کیفیات ہیں ان ہی کو طب میں مزاج کہتے ہیں، چونکہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ ہر کیفیت کسی نہ کسی عضو سے متعلق ہے، یعنی گرمی کا تعلق غدد سے تری کا تعلق اعصاب سے اور خشکی کا تعلق عضلات سے ہوتا ہے۔

اسی طرح ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ پانی کا تعلق اعصاب سے، عضلات کا تعلق ہوا سے، اور غدد کا تعلق آگ سے ہے۔ ان حقائق سے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ جب کوئی شے یا امر جسم پر اثر کرتا ہے جس طرح وہ مرکب کیفیات یعنی مزاج کے ساتھ اثر کرتا ہے اسی طرح وہ بجائے ایک مفرد عضو کے دونوں پر اکٹھا اثر کرتا ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کا پہلا اثر عضوی اور دوسرا دموی ہوتا ہے یا پہلے اثر کو مشینی اور دوسرے اثر کو کیمیاوی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی کوئی شے یا امر جسمانی یا روحانی طور پر صرف اعصاب یا صرف عضلات یا صرف غدد پر اثر نہیں کرے گا۔ یہ اثر اعصابی عضلاتی یا اعصابی غدی یا عضلاتی غدی ہوگا۔

طب میں مزاج بیان کرنے میں بھی یہی کمال ہے جس کو فرنگی طب اور ماڈرن سائنس سمجھ نہیں سکی۔ یعنی جب طب میں کسی شے یا امر اور مادہ یا روح وغیرہ اپنا اثر کرتے ہیں تو اس کا اثر مشینی (مکینیکل) اور کیمیاوی (کیمیکل) دونوں بیک وقت ہوتے ہیں۔ جن کو وہ مزاج کی صورت میں بیان کرتی ہے۔ یعنی گرم و تر و گرم خشک اور سرد تر و سرد خشک اور اس کے برعکس بھی بیان کیا جا سکتا ہے، تر گرم و خشک گرم

اور تر سرد اور خشک سرد۔ لیکن الٹا بیان کرنے کی بجائے طب کی کیفیات کے درجے مقرر کر دیئے ہیں۔ جو چار درجے تک ہیں، اور ان ہی کی کمی بیشی سے تقدم و تاخر کا پتہ چل جاتا ہے جس سے اس کی مشینی اور کیمیاوی صورتیں سامنے آ جاتی ہیں۔ یعنی جس کیفیت میں تیزی اور زیادتی ہوتی ہے وہ عضوی یا مشینی ہوتی ہے۔ اور جس میں ہلکاپن اور کمی ہوتی ہے وہ دموی یا کیمیاوی ہوتی ہے۔ اور اس کا تعلق دوسرے عضو کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد اب یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ جب کوئی شے یا امر جسم پر اثر کرتا ہے تو اس کا مشینی اثر کسی ایک عضو پر شروع ہو تو اس کے فعل میں تیزی ہوتی ہے، اور اس کا کیمیاوی اثر جسم کے دیگر عضو پر اثر انداز ہو کر اس کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ گویا پہلا اثر اگر مرض تصور کر لیں تو دوسرا اثر اس لئے شفاء ہے یہی مرض و شفا اور عمل و ردِّ عمل کے افعال اعضاء سے روح تک پہنچ جاتے ہیں۔ جس میں تیزی ہوتی ہے، وہ غالب رہتا ہے اور اس طرح جسم اور روح کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ ان ہی حقائق پر زندگی اور صحت منحصر ہے۔ جو نظام ان اعمال کو قائم رکھتا ہے، اس کا نام قوت مدبرہ بدن ہے۔

ہومیوپیتھی جو علاج بالمثل کام کر رہی ہے وہ ادویات کی حد تک بالمثل ضرور ہے، کیونکہ مرض کی حالت میں ان ہی علامات کے تحت وہ دواء دی جاتی ہے جس دوا میں اس مریض کی علامات پائی جائیں، لیکن دراصل وہ بالمثل بلکہ دوسرے عضو یا ردِّ عمل (ری ایکشن) کے افعال تیز ہو جاتے ہیں جو اس کو کنٹرول کر رہا ہے اور یہی اس کے لئے شفاء ہے، ہمارے طریق علاج میں بھی یہی صورت کام کر رہی ہے۔ یعنی جب ہم دیکھتے ہیں کہ جب عضو کا فعل تیز ہے تو ہم اس کے بعد والے عضو کا فعل تیز کر دیتے ہیں جس میں سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری قوت اور روح پیدا ہو جاتی ہے اور مرض رفع ہو کر شفا ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہم علاج میں جہاں تک شفاء کا تعلق نہ ہو صرف ہومیوپیتھی سے مماثلت رکھتے ہیں، بلکہ اس کی نسبت بہت جلد جسم و روح کے اعتدال کو قائم کر دیتے ہیں۔ یہی صورت طب کے مزاج میں بھی قائم ہے، یعنی جب ہم ان کے مزاج بدلتے ہیں تو اس کے مشینی اثر کو بدل کر کیمیاوی اثر کو تیز کر دیتے ہیں۔ اسی قسم کی صورت آیورویدک میں بھی ہے۔ یعنی ایک دوش کے بعد دوسرا دوش بدل دیتے ہیں۔ اس کے تین دوشوں میں کف زیادہ ہوتا ہے۔ تو اس کا کیمیاوی اثر وات کی طرف جاتا ہے، ہم وات کو بڑھانا شروع کر دیتے ہیں اور جب وات میں تیزی ہو جاتی ہے تو اس کا کیمیاوی اثر پت کی طرف جاتا ہے، ہم پت بڑھانا شروع کر دیتے ہیں اور جب پت میں شدت ہوتی ہے تو اس کا کیمیاوی اثر کف کی طرف ہوتا ہے، اور کف بڑھا کر پت کو شانت دے دیتے ہیں۔

یہی صورت نظریہ مفرد اعضاء میں بھی سمجھ لیں کہ جب اعصاب میں تیزی ہوتی ہے تو جسم میں بلغم و رطوبات اور کف بڑھ جاتا ہے۔ اس کا کیمیاوی اثر عضلات کی طرف ہوتا ہے۔ ہم عضلات کو تیز کر دیتے ہیں۔ جب عضلات میں تیزی ہوتی ہے تو سوداء و ریاح اور وات بڑھ جاتا ہے، اس کا کیمیاوی اثر غدد کی طرف ہوتا ہے، ہم غدد کے فعل میں تیزی کر دیتے ہیں، جب غدد میں تیزی ہوتی ہے تو صفراء و حرارت اور پت بڑھ جاتا ہے، جس کا کیمیاوی اثر اعصاب کا تیز ہونا ہے۔ اس کا یہ عمل مشینی و کیمیاوی، عمل و ردِّ عمل اور مرض و شفا کی صورتیں فطری طور پر قائم رہتی ہیں۔ فطرت کبھی نہیں بدلتی کیونکہ وہ سنت اللہ ہے اور قدرت کے قبضہ میں ہے۔ یہ ہے ہمارا وہ فطری طریقہ شفا ہے جس کا عشر عشیر بھی فرنگی طب کے پاس نہیں ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم فوراً اس کو اپنا کر کے دنیا میں پھیلا دیں اور فرنگی طب پر اپنی فوقیت ثابت کر دیں۔
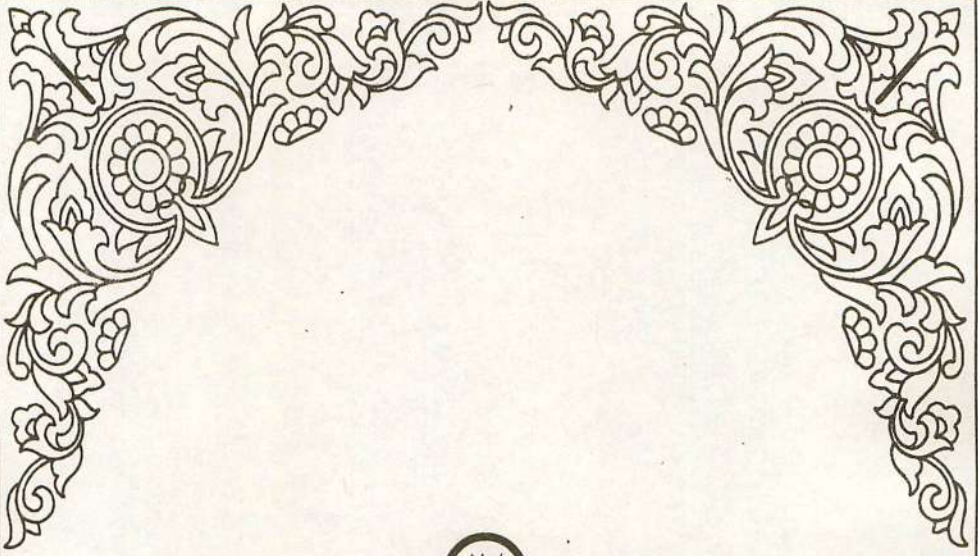
۱۶

تحقیقات وعلاج نزلہ وزکام

فہرست عنوانات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ سَلَامٌ عَلٰى رَحْمَةِ اللِّلْعٰلَمِيْنَ ط اَمَّا بَعْد!

حکیم مطلق اور قادرِ قدرت کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنی کروڑ در کروڑ نعمتوں اور رحمتوں سے انسان کو نوازا اور پھر علم و حکمت سے سرفراز فرمایا۔ ﴿ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ط﴾ پھر اہل علم و صاحب حکمت کے لئے ضروری کر دیا کہ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط﴾ کو مدنظر رکھتے ہوئے ﴿ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ط﴾ کے لئے اپنے فرائض احسن طریق پر انجام دیں۔

اللہ تعالیٰ جس انسان سے چاہتے ہیں اپنا کام لے لیتے ہیں۔ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اُسی کی دی ہوئی ہدایت اور قوت سے کرتا ہے ورنہ ایک عاجز انسان کی کیا بساط ہے کہ غیر معمولی شاہکار تیار کرے یا مافوق الانسان قوتوں کا مظاہرہ کرے یا ایک دُنیا کو للکارے، مردہ علوم وفنون کے لئے احیاء و تجدید کی دعوت دے اور جرأت کر کے آگے بڑھتا چلا جائے۔

نزلہ، زکام کے متعلق یہ خاص نمبر بھی صرف ربّ العزت کی علم و حکمت پر برکتیں نازل کرنے اور توفیق عطا کرنے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ کسی انسان عاجز کی کیا ہمت ہو سکتی ہے کہ ایسی کتاب لکھے۔ جس میں دُنیا کو چیلنج ہو کہ ایسی علمی اور فنی کتاب آج تک کسی ملک وقوم میں نہیں لکھی گئی اور کمال یہ ہے کہ یورپ و امریکہ بلکہ روس اور چین بھی جن کو موجودہ سائنسی، تحقیقی اور علمی دور کے راہنما خیال کیا جاتا ہے، اُن سب کے طبی علم وفن کو کُلُّهُمْ غلط قرار دے دیا ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ اس سے نہ صرف دُنیا کو علم علاج میں نئی روشنی ملے گی، جس سے نئے اور پرانے سب غلط نظریات بدل جائیں گے بلکہ جسم اور روح دونوں کے لئے باعث ہدایت اور شفا ثابت ہوگی۔ آمین ثم آمین۔

جب نزلہ زکام کے خاص نمبر کا اعلان کیا گیا تو بعض دوستوں اور خریداروں کے خطوط میں پریشانی کا اظہار کیا گیا کہ خاص نمبر نزلہ زکام پر نہیں ہونا چاہئے بلکہ مجرباتِ ضعف باہ وخوفناک امراض جیسے آتشک وسوزاک اور بواسیر یا مشکل العلاج امراض جیسے درد، ورم اور بخار کو مقدم رکھنا چاہئے۔ مگر میری نگاہ میں نزلہ زکام کی جو اہمیت تھی اس کا اندازہ اس کتاب کے پڑھنے سے ہو جائے گا۔ میرا دعویٰ ہے جب بھی کوئی شخص اِس کو پڑھنا شروع کرے گا، جب تک اس کو ختم نہیں کر لے گا اس کی تسلی نہیں ہوگی اور جب وہ کتاب کے ہر صفحہ پر فرنگی طب کی دھجیاں اُڑتی فضائے آسمانی میں دیکھے گا تو حیرت سے اُس کا منہ کھلا کا کھلا رہ جائے گا۔

تعجب کا مقام ہے کہ نزلہ زکام پر کسی ملک اور کسی طریق علاج میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جس کو علمی اور تحقیقی کہا جا سکے۔ اس کے علاوہ جس قدر بھی علم العلاج پر کتب لکھی گئی ہیں، ان میں نزلہ زکام کے بیان میں صرف اتنا ہی نظر آتا ہے کہ زکام ناک سے بہتا ہے اور نزلہ

حلق سے گزرتا ہے۔ قدیم طبوں میں ان کے اسباب گرمی سردی اور فرنگی طب میں جراثیم لکھ کر علاج اور ادویات لکھ دی گئی ہیں اور بس نزلہ زکام کا باب ختم ہوگیا۔ زیادہ سے زیادہ اُصولِ صحت لکھ دیے گئے۔

تقریباً سو، سوا سو صفحات کی کتاب ہم نے نزلہ زکام پر لکھی ہے مگر ہم صرف نزلہ زکام پر لکھ سکے ہیں۔ ابھی نزلہ زکام کے اہم عوارض پر نہیں لکھ سکے یعنی نزلہ زکام سے بڑھاپا، نزول الماء، ثقل سماعت، کمی خون، ضعف اعضائے رئیسہ، ضعف اعصاب وقوتِ باہ، خاص طور پر قبل از وقت بالوں کا سفید ہوجانا اور نگاہ کا کمزور ہوجانا بہت اہم باتیں ہیں ان کے علاوہ نزلہ[1] وبائی بھی ایک ضروری بات ہے، سب رہ گئی ہیں جن کے لیے کم از کم اتنے ہی اوراق اور درکار ہیں۔

میرا خیال ہے کہ بڑھاپا اور نزلہ زکام کے نام سے ایک اور خاص نمبر جنوری میں شائع ہوجانا چاہئے۔ جو دوست، ممبران اور خریدار اس نمبر سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اس کے علاوہ ہم ایک خاص نمبر اور بھی نکالنا چاہتے ہیں جو آلو اور تپ دق پر بحث و مباحث پر ہے جو رسالہ خوراک میں شائع ہوتی رہی ہے۔ جس میں غذا اور علاج تپ دق کے متعلق بے شمار اسرار و رموز ہیں جو لوگ اتفاق کرتے ہیں وہ مبلغ دو روپے اور روانہ کریں۔ اگر اکثریت کی خواہش نہ ہوئی تو ہم اس کو پھر دوسرے وقت پر ملتوی کر دیں گے۔ اب اہل علم و صاحب فن اور حق پرست لوگوں کا کام ہے کہ وہ خود فائدہ اٹھائیں اور یہ پیغام دُنیا بھر میں پھیلا دیں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

خادم فن

صابر ملتانی

1960ء

---

[1] نزلہ وزکام وبائی بھی نوری کتب خانہ بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوچکی ہے۔ [ناشر]

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نزلہ زکام کی اہمیت

نزلہ زکام ایک کثیر الوقوع علامت ہے اور اکثر امراض میں یہ علامت پائی جاتی ہے۔ اس کے کثرت الوقوع ہونے کی وجہ سے اس کو ابوالامراض کہا جاتا ہے۔ اگرچہ نزلہ بذاتِ خود مرض نہیں ہے لیکن ایک ایسی علامت ہے جس کے ظاہر ہونے کے بعد اکثر خوفناک امراض اور تکلیف دہ علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً امراض میں سوزشِ دماغ، ضعفِ دماغ، محرقہ دماغی، دق وسل اور ذات الریہ وذات الجنب اسی طرح علامات میں کھانسی، بخار، سرسام، اسہال، قبض، لقوہ وفالج اور آنکھ وناک اور کان کی اکثر تکالیف وغیرہ وغیرہ، اور دائمی نزلہ زکام تو ایک ایسی مصیبت ہے کہ جس سے نہ صرف انسان دائمی مریض بن جاتا ہے بلکہ قبل از وقت بال سفید ہو جاتے ہیں، دانت گر جاتے ہیں اور جلد بوڑھا ہو جاتا ہے۔ باوجود کثیر دولت رکھنے اور علم وفضل اور فن میں کمال حاصل ہونے کے زندگی میں کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوتی بلکہ حیات ایک تلخ حقیقت بن جاتی ہے، گویا زندگی کی دلچسپیاں، دولت کشش ورنگینیاں، علم وفضل کے کمالات، شعر وادب، فن کی نکتہ سنجیاں اور دستکاری میں حیرت کن اعمال وغیرہ سب کا تعلق جوانی بلکہ جوانی کی علامات کے ساتھ ہے۔

ظاہر ہے کہ ایک مرد کس قدر بھی طاقتور کیوں نہ ہو اس کے بال اگر قبل از وقت سفید ہو گئے ہوں یا دانت گر گئے ہوں تو اُس کو ضرور بوڑھا یا اُدھیڑ عمر کہا جاتا ہے۔ بہر حال جوان نہیں کہا جاتا اور نہ جوانوں میں شریک کیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر ایک عورت کس قدر بھی کیوں نہ حسین ہو، رشکِ حور ہو اور پریوں کو شرمائے۔ جب اس کے بال سفید ہو جاتے ہیں اور دانت گر جاتے ہیں اُس کا تمام حسن ورنگینی ایک دم ختم ہو جاتی ہے۔ وہ ایک اچھی عورت ضرور کہلا سکتی ہے مگر جوان نہیں کہی جا سکتی۔ اُنہی اُمور سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نزلہ کس قدر خوفناک علامت ہے۔ اسی طرح اگر نزول الماء اور ثقلِ سماعت کو بھی نزلہ میں شریک کر لیں تو اس کا احاطہ کتنا ہی وسیع ہو جاتا ہے۔

اُن کے مقابلے میں اگر عورت ومرد کتنی بھی بڑی عمر کے ہیں، بیشک اُن میں قوت وحسن اور کشش ورنگینی نہ بھی پائی جائے مگر اُن کے بال سفید نہیں ہوئے دانت سلامت ہیں تو وہ یقیناً جوانوں میں شریک ہیں وہ اِس دُنیا اور زندگی سے لطف اندور ہو سکتے ہیں۔ اپنی دولت اور قوت سے پورے طور پر مستفید ہو سکتے ہیں۔ ان حقائق سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نزلہ زکام نہ صرف ابوالعلامات ہے بلکہ اس کا تعلق جوانی اور بڑھاپے کے ساتھ بھی ہے۔ اگر ہم نزلہ زکام کی حقیقت کو پورے طور پر سمجھ لیں تو نہ صرف اکثر خوفناک امراض اور دردناک علامات سے بچ سکتے ہیں بلکہ بڑھاپے سے بہت حد تک نجات حاصل کرتے ہوئے جوانی کی رنگینیوں اور خوبصورتیوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر نزلہ زکام کو نصف طب کہہ دیا جائے تو اِس میں مبالغہ نہ ہوگا۔ بلکہ نزلہ زکام کی حقیقت کو پورے طور پر ذہن نشین کر لینے کے بعد اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور ہر صاحبِ علم طبیب اور فاضل حکیم اس فکر میں نظر آئے گا کہ جلد از جلد نزلہ زکام کی ماہیت اور اس کے مکمل علاج پر ملکہ حاصل ہو جائے۔ جس سے نہ صرف مخلوقِ خدا کی خدمت کر سکے بلکہ خود اپنی صحت وقوت

اور جوانی ورنگینی قائم رکھ سکے۔تاکہ دُنیاوی زندگی حسن وخوبصورتی کا مرقع بنی رہے۔

نزلہ زکام مشکل مرض کیوں ہے؟

نزلہ کو سمجھنے کے لئے ہزاروں سال قبل کی طب قدیم سے لے کر آج تک کی فرنگی طب تک اس کے متعلق پوری تحقیقات نہیں کی گئی۔اگر آیورویدک نے نزلہ زکام کی وجہ دوشوں کی خرابی، کمی بیشی اوران کے مقام کا بدلنا تحریر کیا ہے۔خصوصاً کف کی زیادتی اُس کا سب سے بڑا سبب قرار دیا ہے تو طب یونانی نے مزاج وکیفیات اور اخلاط کی خرابی، کمی بیشی اور زہریلے مواد کو اہمیت دی ہے۔ان کے برعکس فرنگی طب نے اپنی بانسری اس طرح بجائی ہے کہ نزلہ زکام میں نہ کیفیات ومزاج اور گرمی سردی کو دخل ہے نہ دوشوں اور اخلاط کا کوئی اس سے تعلق ہے اور نہ کوئی اور کسی قسم کا غیر مرئی مخلوق جو کیڑوں سے مشابہت رکھتی ہے جس کو جراثیم (جرمز) کہتے ہیں۔ان کے جسم انسان پر اثر کرنے اپنے ڈیرے ڈال دینے سے نزلہ زکام پیدا ہوجاتا ہے۔اور وہ ڈیرہ اس وقت ڈالتے ہیں جب انسانی قوت مدافعت کم ہوجاتی ہے اور قوت مدافعت اس وقت کم ہوتی ہے جب اعضاء کمزور ہوجاتے ہیں اور اعضاء اس وقت کمزور ہوجاتے ہیں جب جسم کو مناسب غذا نہیں ملتی۔گویا ناک کو اُلٹے ہاتھ سے پکڑا جاتا ہے۔

فرنگی طب کی نزلہ زکام کی حقیقت سے ناواقفیت

ظاہرہ طور پر فرنگی طب کے ساز وسامان، چمک دمک، آلات اور مشینوں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگتا ہے کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس میں بال کی کھال کھینچی جاتی ہے اور ہر شے اور ہر بات تحقیقات کی کسوٹی پر رگڑلی جاتی ہے۔اس لئے ان کی تشخیص اور علاج سو فیصدی صحیح ہوگا۔مگر باوجود اس باؤ ہو اور شور وشین کے آج تک اُن کے ہاں نزلہ زکام کا یقینی علاج نہیں ہے۔علاج تو رہا ایک طرف صحیح مرض کی حقیقت کا علم نہیں ہے۔اگر کوئی فرنگی ڈاکٹر نزلہ زکام کی صحیح حقیقت اور یقینی علاج سے ہمیں آگاہ کردے تو ہم اس کو مبلغ پانچ صد روپیہ انعام دیں گے۔ہم چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کرسکتے۔

اُن کی سمجھ کا تو یہ حال ہے کہ غذا کی خرابی سے اعضاء کی خرابی تسلیم کرتے ہیں۔لیکن کیفیات ومزاج اور گرمی سردی کو نہیں سمجھ سکتے۔جبکہ صحیح غذا ہی جسم کے اندر گرمی سردی کے صحیح عناصر اور توازن کے ساتھ ساتھ اعضاء کو بھی اعتدال پر رکھتی ہے۔اسی طرح اعضاء کی خرابی کو مرض کا سبب واصلہ اور فاعلہ قرار نہیں دیتے جس سے قوتِ مدافعت کمزور ہوجاتی ہے مگر جراثیم کو مرض کا سبب واصلہ وفاعلہ قرار دیتے ہیں جو ہر گھڑی انسانی جسم میں لاکھوں کی تعداد میں آجارہے ہیں اور اندر اسی قوتِ مدافعت سے ہلاک ہورہے ہیں جو اعضاء سے پیدا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔لیکن افسوس ہمارے اطباء حضرات اور وید صاحبان پر جو اپنی اس سے بہتر معلومات کو چھوڑ کر اس جراثیم کی تھیوری (Theory) کو اپنا رہے ہیں، اور فرنگی طب کی انتہائی غلط اور گمراہ کن معلومات کو بھی اپنا رہے ہیں۔

چونکہ اطباء حضرات اور وید صاحبان نے بھی اس غلط اور گمراہ کن نظریہ جراثیم کو اپنا لیا ہے جس کا علاج صرف یہی بتادیا گیا ہے کہ قاتل جراثیم ادویات استعمال کردی جائیں۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نزلہ زکام کی حقیقت جو پہلے ہی ایک اسرار ہے اور بھی پس پردہ چلی گئی، اور یہ علامت اور اس سے پیدا ہونے والے امراض شب وروز بڑھنے لگے۔جن میں ضعف دماغ، فالج، لقوہ اور دق وسل جیسی خوفناک عسر العلاج صورتیں زیادہ سے زیادہ ہوتی جارہی ہیں جن سے کوئی انسان بھی انکار نہیں کرسکتا، اور اُن سے زیادہ جوانیوں کو گھن لگتا جارہا ہے اور

قبل از وقت بال سفید ہونا، دانتوں کا گرنا، موتیا بند اور ثقل سماعت کی کثرت ہوتی جارہی ہے۔ بلکہ میں تو اپنے تجربات کی بنا پر یہاں تک کہہ دوں گا کہ جو بچے گونگے، بہرے اور اندھے پیدا ہوتے ہیں وہ صرف ان لوگوں کے پیدا ہوتے ہیں جو نزلہ زکام کے دائمی مریض ہیں۔ ہم حکومت کو تاکید کریں گے کہ وہ اعداد و شمار سے اندازہ کرے اور ہماری تحقیقات سے فائدہ حاصل کرے۔ اس میں قوم، ملک اور مخلوقِ خدا کی بھلائی شریک ہے۔

نزلہ، زکام اور مخدر و قاتل جراثیم ادویات

پاک و ہند بلکہ دُنیا بھر میں فرنگی طب سے قبل نزلہ زکام کے علاج میں مزاج و کیفیات، دوشوں، اخلاط اور دیگر اسباب کو مدنظر رکھ کر علاج کیا جاتا تھا۔ مگر جب سے فرنگی طب کا دور دورہ ہوا ہے اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے صرف مخدرات مثلاً افیون، بھنگ، دھتورہ وغیرہ اور دیگر مخدر و مسکن ادویات استعمال کرائی جاتی ہیں۔ جن کا نتیجہ ظاہر ہے کہ نزلہ زکام تو رفع نہیں ہوتا البتہ عارضی طور پر رُک جاتا ہے اور پھر پہلے سے بھی شدت کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مریض پہلے سے زیادہ کمزور ہو کر نشئی اشیاء کا عادی بن جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اُن کو استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح اپنی ساری زندگی تباہ کر لیتا ہے۔

اسی طرح فرنگی ڈاکٹر بعض مریضوں کو اسپرین قسم کے وقتی درد سر اور نزلہ زکام دور کرنے والی ادویات کی عادت ڈال کر اُن کی زندگی تلخ کر دیتے ہیں اور جن لوگوں کو نزلہ مزمن ہو جاتا ہے اور آئے دِن خطرناک امراض کا شکار ہوتے رہتے ہیں، ان کو جراثیم کش ادویات، پنسلین، انٹی بایوٹک اور سلفا گروپ ادویات کی شب و روز کثرت کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ مرض تو نہیں جاتا مگر مریض کے خون کے زندہ ذرّات خون اور جسم کے ٹشوز مرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ آخر نہ خون میں قوتِ مدافعت رہتی ہے اور نہ اعضاء خصوصاً اعضائے غذائیہ کے افعال درست رہتے ہیں۔ نیا خون بننا اور صاف ہونا رُک جاتا ہے اور پھر مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتا ہے یا ایک دم دِل بند (ہارٹ فیل) ہو جاتا ہے۔

جو کچھ ہم نے لکھا ہے اگر حقائق نہ ہوں تو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ ہمیں افسوس اطباء حضرات اور وید صاحبان پر ہے، جو فرنگی علاج و ادویات استعمال کر کے نہ صرف اپنی قوم و ملک پر ظلم کر رہے ہیں بلکہ غلط اور گمراہ کن علاج کر کے اپنی ناواقفیت سے قاتلوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا رہے ہیں اور قیامت کے روز اس کے جوابدہ ہوں گے کہ جب تمہارا علم یونانی طب آیورویدک کے ساتھ تعلق رکھتا تھا تو تم نے بغیر صحیح اور مکمل علم کے اپنے نظریات کے خلاف جان بوجھ کر صرف لالچ کی خاطر فرنگی زہریلی ادویات کو کیوں استعمال کیا۔ اِن حقائق سے ثابت ہوا کہ ان مخدر ادویات اور جراثیم کش ادویات کی کثرت نے نزلہ زکام کو پیچیدہ بنا دیا، بلکہ لاکھ گنا زیادہ کر دیا ہے۔

مجربات پر بھروسہ

نزلہ زکام کے علاج میں ایک بڑی خرابی یہ بھی رہی ہے کہ مرض کی حقیقت کو جانے بغیر اس کا مجربات سے علاج کیا گیا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ جو رطوبت نزلہ زکام میں بہہ رہی ہے اس کو بند کر دیا جائے۔ چونکہ معالج مرض کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا، اس لیے مرض کی شدت یا مزمن حالت میں اچھے سے اچھا نسخہ استعمال کرانے سے بھی آرام نہیں ہوتا تو پھر انتہائی گرمی کا سہارا لے کر انتہائی ممکنات و مبردات اور مخدرات کو استعمال کرتا ہے۔ جن میں صندل، کشنیز، کافور، بھنگ، افیون، چرس اور دھتورہ قابل ذکر ہیں۔ بلکہ بعض وقت

ہلاہل جیسے زہر کو بھی زیرِ عمل لاتا ہے۔ مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ جو رطوبات بہہ رہی ہیں، بند ہو جائیں۔ اسی مقصد کے لئے شب وروز تریاقِ زکام اور اکسیر نزلہ کی تلاش میں رہتا ہے مگر باوجود ہزاروں نسخے حاصل کر لینے کے بھی وہ ناکام ہوتا ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ نہ وہ معالج نزلہ زکام کی حقیقت سے واقف ہے اور نہ اس کو صحیح اُصولی علاج کرنا آتا ہے۔ جو معالج فن کے مبادیات اور قوانین سے پورے طور پر واقف ہوتے ہیں ان کے پاس اگر کسی مرض کا مجرب نسخہ نہ بھی ہو تو اصول اور قوانین سے علاج کر کے مرض پر قابو پا لیتا ہے مگر عطائی میں یہ قابلیت بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ ہمیشہ اچھے سے اچھے نسخے اور تریاق واکسیر تلاش کرتا رہتا ہے۔ مگر بے علمی کی وجہ سے ہمیشہ ناکام رہتا ہے۔ اس کی اس جہالت سے البتہ وہ ضرور فائدہ اٹھا لیتے ہیں جو اکسیر تریاق نسخوں اور مجربات کی کتابیں بھیجتے ہیں ان سے بڑھ کر وہ دکاندار فائدہ حاصل کرتے ہیں جو مجرب ادویات تیار کر کے بیچتے ہیں۔

یہ مجربات سے علاج ایک بیماری تو تھی ہی مگر فرنگی طب نے اس میں بے حد اضافہ کر دیا۔ اس میں ہر روز نئی تحقیقات کا بہانہ کر کے قسم قسم کے مجربات بھیجنے شروع کر دیئے۔ اس میں صرف انگلینڈ اور امریکہ ہی شریک نہیں ہے بلکہ جرمنی، فرانس، اٹلی، سویڈن اور ہالینڈ وغیرہ سب شریک ہیں۔ روزانہ نئے مجربات نہ صرف نزلہ زکام بلکہ ہر مرض کے لئے بھیجے جا رہے ہیں اور ہمارے ملک کے فرنگی ڈاکٹر ان کے ایجنٹ ہیں۔ وہ تجویز کرتے رہتے ہیں مگر آج تک وہ کوئی یقینی مجرب نسخہ معلوم نہیں کر سکے۔ عوام تو خیر اس فن سے واقف نہیں ہوئے، اپنے ملک کے فرنگی ڈاکٹروں سے سوال کرتا ہوں کہ سینکڑوں سال کی ایجنٹی کے بعد بھی آپ میں سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یورپ اور امریکہ نزلہ زکام کا علاج جانتا ہے یا ان کے پاس اس تکلیف کا کوئی یقینی بے خطا نسخہ ہے۔ پھر آپ کی خودداری کو ٹھیس نہیں لگتی۔ آپ کے ذہن دماغ کو صدمہ نہیں پہنچتا۔ آپ کی خودداری مجروح نہیں ہوتی۔ جو آج تک یورپ اور امریکہ کے ایجنٹ بنے پھرتے ہو، اپنے ملک میں کیا کچھ نہیں ہے اگر اپنا طریق علاج پرانا ہے تو ادویات تو روزانہ یہاں نئی پیدا ہوتی ہیں۔ اُن پر غور کرنا آپ کا کام ہے، اُن کو استعمال کرنے کے طریقے آپ کچھ ہی تجویز کر لیں، یقیناً وہ ایک ملکی علاج ہو۔ خدارا یورپ اور امریکہ کی لعنت کو چھوڑ دو، اور دوسری یقینی بات یہ ہے کہ اُن کا طریقہ علاج غلط اور گمراہ کُن ہے جن کے لئے میرا چیلنج اُن کے سامنے ہے۔

عام نزلہ زکام کے علاوہ وبائی نزلہ کی صورت بھی ہے جو عام نزلہ زکام سے زیادہ شدید اور زیادہ خوفناک ہوتا ہے۔ کیونکہ جب کبھی وبائی نزلہ کی صورت پیدا ہوتی ہے تو اس قدر نقصان ہو جاتا ہے کہ کئی سالوں میں عام نزلہ زکام سے اس قدر نقصان نہیں ہوتا ہے۔ فرنگی طب جہاں عام نزلہ زکام کی حقیقت سے واقف نہیں ہے، وہاں پر وہ وبائی نزلہ کی اصلیت سے بھی بے علم ہے۔ یہاں پر بھی اس کا جراثیم اور قوت مدافعت کا رونا ہے مگر موسمی تغیرات فضائی زہر اور اعضاء کی خرابی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ بہر حال نزلہ وبائی کی صورت بھی نزلہ زکام کی اہمیت پر ایک زبردست شہادت ہے۔

نزلہ زکام کا اہم پہلو یہ ہے کہ اگر ہم اس کی حقیقت سے واقف ہو جائیں تو پھر ہم کایا کلپ کرنے کے قابل بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ مسلسل تیس سالوں کے تجربات اور تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ جو لوگ بھی دائمی نزلہ میں گرفتار ہوتے ہیں۔ وہی لوگ خوفناک امراض مثلاً سِل ودِق اور ہارٹ فیلیر اور تکلیف دہ علامات مثلاً فالج، لقوہ اور رعشہ وغیرہ میں گرفتار رہتے ہیں اور ان خوفناک امراض اور تکلیف دِہ علامات کے علاوہ ان پر بڑھاپا جلد غالب آ جاتا ہے۔ قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں، بال قبل از وقت سفید ہو جاتے ہیں، دانت گر جاتے ہیں، یا اُن کو ماس خورہ لگ جاتا ہے، سماعت میں ثقل پیدا ہو جاتا ہے اور نگاہیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ جو لوگ بچپن سے عینک لگانے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں وہ بھی نزلہ زکام کے دائمی مریض ہیں۔ اگر اُن کے نزلہ زکام کا اُصولی طور پر علاج کرا لیا جائے تو اُن کو عینک کی

ضرورت نہیں رہے گی۔ مگر فرنگی معالج (ڈاکٹر) اس بات کو کیوں سمجھے، اس سے یورپ کے بزنس میں فرق پڑ جاتا ہے وہ تو کمزور آنکھوں کے لئے فوراً عینک تجویز کرے گا۔ اس سے ایک طرف اس کی فن سے ناآگاہی پر پردہ پڑتا ہے اور دوسری طرف اس کے بزنس کو ترقی ہوتی ہے۔

بہر حال اگر نزلہ زکام کی حقیقت سے مکمل طور پر آگاہی ہو جائے تو بڑھاپے کو نہ صرف روکا جا سکتا ہے بلکہ کایا کلپ کر کے بڑھاپے کو جوانی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ جب ہمارے سامنے یہ اُصول واضح ہو جاتا ہے کہ نزلہ زکام ہی ایک ایسا مرض ہے جس کی زیادتی یا تسلسل انسانی قویٰ کو اس حد تک کمزور کر دیتا ہے کہ اُس پر بڑھاپا آ جاتا ہے تو پھر اگر ہم اس صورت کو پوری طرح تحقیقات سے سمجھ لیں، تو ہمارے واسطے کچھ مشکل نہیں ہوگا کہ ہم جوانی کو قائم رکھ سکیں اور بڑھاپے کو قریب نہ آنے دیں۔ نزلہ زکام میں جو صورت رطوبت کے اخراج کی ناک اور حلق سے ہوتی ہے، بالکل یہی صورت رطوبات کے اخراج کی باقی اعضاء میں جسم کے اندر ہوتی ہے، جیسے تھوک، آنکھ کا پانی، پسینہ، پیشاب کی زیادتی اور اس سے بھی بڑھ کر منی کا کثرت اخراج اور سیلان الرحم وغیرہ جن کی تشریح ہم نزلہ کی تحقیقات میں بیان کریں گے۔ رطوبات کا بکثرت اخراج ہی ایسی علامت و شے ہے جو انسان کی اندرونی قیمتی و ضامن قوت اشیاء کو ختم کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جن کی وجہ سے خون میں وہ طاقت نہیں قائم رہتی جس سے زندگی و جوانی اور قوت کا قیام لازم ہے۔ گویا زندگی و جوانی اور قوت کے لیے خون کی صالح رطوبات اہم ترین اجزاء ہیں۔

آخر میں ہم نزلہ زکام کی اہمیت کے لیے یہاں تک بیان کرنے کو تیار ہیں کہ جنسی قوت میں خرابی بھی اُسی وقت پیدا ہوتی ہے جب نزلہ زکام کے اثرات انسان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اعصاب کے افعال میں خرابی، جریان و سیلان الرحم اور احتلام، سُرعت انزال انہی کا نتیجہ ہیں۔ جیسا کہ ہم آئندہ وضاحت کریں گے۔ جو لوگ جنسی امراض و علامات کا علاج کرتے ہیں مگر نزلہ زکام کی ماہیت سے واقف نہیں ہیں، اُن کو جنسی امراض و علامات کے علاج میں ذرّہ بھر واقفیت اور دسترس نہیں ہے۔ ایسے لوگ صرف تجرباتی علاج کرتے ہیں اور اصل فن طب سے قطعاً دور ہیں۔ اس وقت جس قدر کتب خصوصاً فرنگی کتب قوت باہ اور جنسیات پر لکھی گئی ہیں اُن میں ایک بھی ایسی نہیں ہے جس کو دیکھ کر ہم کہہ سکیں مصنف یا مؤلف کو عصبی امراض یا جنسیاتی امراض پر عبور حاصل ہے۔ صرف سنی سنائی باتوں میں مکھی پر مکھی ماری گئی ہے۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ نزلہ زکام کے تحت اُن پر سیر حاصل بحث کریں گے۔

اگر کوئی فرنگی ڈاکٹر ہماری تحقیقات کو غلط یا فرنگی طب میں کوئی ایسی مبنی برصداقت تحقیق ثابت کر دکھائے تو انہیں ہمارا چیلنج ہے، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے علم کی فوقیت بیان نہیں کر سکتے۔

نزلہ زکام کی تاریخ اور وسعت

نزلہ زکام عورت مرد، بچے بوڑھے اور جوان بلکہ ہر عمر میں پایا جاتا ہے، مرد کی نسبت عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے، جہاں تک طبی تاریخ کا تعلق ہے بلکہ انسانی تاریخ کا تعلق ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسا مرض ہے جس کا علم نہ صرف اہل فن بلکہ عوام کو قدیم سے چلا آتا ہے۔ انسانی تہذیبی تاریخ کو بابل و نینوا سے شروع کیا جاتا ہے۔ بعض محقق اس تاریخ کو چین سے شروع کرتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کی تہذیب اپنے ویدک دور میں اپنے پورے عروج پر تھی اور چین پر بھی ہندوستان کی تہذیب کا اثر تھا اُس زمانے میں ہندوستان کا ویدک اثر بابل اور نینوا تک نظر آتا ہے۔ جس کے ثبوت میں موہنجوداڑو کی اینٹیں، برتن اور طرزِ تحریر پیش کر سکتے ہیں۔ جس کے نمونے

بابل اور نینوا میں پائے جاتے ہیں۔

اس زمانے میں بھی نزلہ زکام کا ذکر پایا جاتا ہے۔ بہر حال بابل اور نینوا کی تہذیب سے چل کر اس کا اثر مصر میں نظر آتا ہے۔ وہاں اہرام جن میں اس وقت تہذیب دفن ہے، موجودہ دور میں اپنا زندہ ثبوت رکھتے ہیں۔ مصر کے بعد اس تہذیب وتمدن کا اثر یونان کے خطہ حکمت دفن میں پورے زوروں پر پھیل جاتا ہے۔ آج بھی دُنیا بھر میں علم وفن اور حکمت تہذیب اور اخلاق جن کے اثر دیوی دیوتاؤں کی شکلوں، مجسموں اور ناموں میں نظر آتے ہیں۔ بلکہ کھیلوں تک میں اُن کا نمایاں اور گہرا اثر معلوم ہوتا ہے۔ آج بھی اولمپک کھیلوں (Olympic Games) کے مقابلے یونان کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ اس زمانے میں بھی جس ملک میں اولمپک کھیلوں کے مقابلے ہوتے ہیں، آگ ایک مشعل کی صورت میں ملک یونان ہی سے لائی جاتی ہے۔ گویا ظاہر کیا جاتا ہے کہ علم وحکمت اگر عقل کو تربیت وجلا دیتے ہیں تو علم طب جسم کو امراض سے نجات دلاتا ہے تو ورزش اور کھیل نہ صرف حفظ صحت کا باعث ہیں بلکہ جسم انسان کی تربیت کی صورت بھی پیدا کرتے ہیں گویا علم وفن، طب وحکمت، اخلاق وتہذیب، ورزش اور کھیل یہ سب کچھ یونانی تہذیب وتمدن کی یادگار ہیں۔ اس دَور میں بھی نزلہ زکام کی تشریح کتب میں پائی جاتی ہے۔

یونان کے بعد یہ تہذیب روما سے گزرتی ہوئی ایران اور اسلامی دور میں پہنچ جاتی ہے۔ جہاں قدیم تہذیب وتمدن کو وہ جلا ملتی ہے اور اُس پر وہ رنگ وروغن ہوتا ہے کہ دُنیا کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ اس کا انتہائی کمال یہ ہے کہ آج کے جدید یورپی تہذیب وتمدن میں باوجود ایک کمال نظر آنے کے مکمل طور پر اسلامی تہذیب کے کمالات کو اپنایا نہیں جاسکا اور نہ اس کی تہذیب وتمدن کو پھلانگا جاسکا ہے۔ البتہ فرنگی تہذیب میں صحیح علم وفن کی بجائے مکر وفن ضرور زیادہ نظر آتا ہے۔

بہر حال تاریخ کے ان سارے ادوار میں کوئی دور ایسا نظر نہیں آتا جس میں نزلہ زکام کے اثرات نظر نہ آتے ہوں۔ بلکہ جراثیم کے اثرات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ کسی ایک فرعون کے ناک میں اس قدر خرابی اور تعفن ہو گیا تھا کہ اس میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے اس کے سر میں درد رہتا تھا، اس کا علاج اس وقت کے اطباء نے یہ تجویز کیا تھا کہ اس کے سر میں جوتے لگائے جاتے تھے۔ جس سے کچھ دیر کے لیے ناک کے کیڑے تکلیف دینا چھوڑ دیتے تھے۔ یہ ناک کا مرض تھا؟ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ مزمن قسم نزلہ زکام تھا۔ بہر حال یہ تو ایک قصہ ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ نزلہ زکام بھی اس کے ہمراہ اس دُنیا میں نازل ہو گئے۔ جس نے انسان کو اکثر اپنی گرفت میں رکھا۔ اگر قصہ آدم کو سائنس کی نگاہ سے تحقیق کیا جائے تو شیطان کی دشمنی میں بھی نزلہ زکام کا اثر نظر آتا ہے۔ کیونکہ شیطان کی اصل جن سے ہے اور جنات کی پیدائش آگ کے دھوئیں (کاربن) سے ہے اور یہی دھواں اور کاربن کی سیاہی ہی ایسی شے ہے جس کی موجودگی نزلہ زکام کی پیدائش کا باعث بنتی ہے۔ بہر حال سائنسی تحقیق میں اس قسم کے اندازے لگائے جاسکتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ قصہ آدم میں شیطان کو جو دخل حاصل ہے اگر اس کی تحقیق کی جائے تو بہت سے حقائق عدم سے وجود میں آسکتے ہیں۔ مثلاً شیطان کا جنت میں داخلہ بند ہونا، حضرت حوا کو تحریص دلانا اور پھر حضرتِ حوا کا حضرت آدم علیہ السلام کو اس تحریص پر مجبور کر دینا، شجر ممنوعہ کے قریب چلے جانا، دونوں کا ننگے ہو جانا، مقام جنت سے مقام دُنیا میں نکالے جانا، توبہ واستغفار اور انسانیت کا جنم لینا وغیرہ اور اگر مزید غور کیا جائے تو اس انسانیت سے آدمیت اور بشریت کی طرف انسانی ارتقاء اور بناء کا عمل میں آنا وغیرہ وغیرہ اپنے اندر بے شمار حقائق کے سلسلے رکھتے ہیں۔

اگر ہم لفظ کافر، منکر، اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک پر کچھ غور کریں تو کئی اسرار ورموز سامنے آجاتے ہیں۔ مثلاً کافر کا مادہ کفری ہے اور

اسی سے ''کافور'' نکلا ہے۔ ہومیوپیتھی میں کافور کی علامات میں نہ صرف شدید نزلہ زکام کی علامات نظر آتی ہیں بلکہ موت لازمی نظر آتی ہے۔ گویا منکر اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے خون میں کوئی شے یا کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جس کا تعلق کافور کے عنصر اور کیفیت کے ساتھ ہے۔

قرآنِ حکیم میں کافر کی جو علامات تحریر کی گئی ہیں، اُن پر غور کیا جائے تو بے شمار اسرار و رموز کھلتے ہیں جن کی تفصیل باعثِ طوالت ہے۔

نزلہ زکام ایک ایسا دُکھ ہے جو پیدائش انسان کے ساتھ ہی ساتھ نظر آتا ہے اور اس کا ذکر قدیم اور مذہبی کتب میں پایا جاتا ہے۔ وسعت کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یہ دُکھ دُنیا کے ہر حصے اور ہر قسم کی آب وہوا میں پایا جاتا ہے۔ سرد سے سرد پہاڑی علاقوں سے لے کر تپتی ہوئی ریتلی زمین پر بھی اس کے اثرات اور غارت گری نظر آتی ہے۔ گویا اس دُکھ سے کسی سرزمین اور کسی آب وہوا میں امان نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ گرم ممالک اور گرم موسم میں یہ دُکھ نہ کثرت سے ہوتا ہے اور نہ زیادہ تکلیف کا باعث ہوتا ہے، البتہ سرد علاقوں خصوصاً پہاڑی یا برفانی اور ساحلی علاقوں اور سردی کے موسم میں یہ نزلہ زکام اس کثرت سے ہوتا ہے کہ گویا روزانہ اس کا نیا حملہ ہوتا ہے اور ہر ایک شخص پر اُس کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور نظر آتا ہے اور جس جگہ انتہائی سردی اور رطوبت ہو وہاں پر تو انسان اس سے پناہ مانگتا ہے اور ڈر کر کسی اور ملک میں چلا جاتا ہے۔ گویا سردی، تری سے اس مرض کو خاص مناسبت ہے۔

میری تحقیقات کے مطابق گرم ممالک اور گرم موسم میں جن لوگوں کو یہ مرض ہوتا ہے، اُن کے گرم مزاج کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ گویا اُن کے جسم میں بھی ایک مناسبت سے سردی پیدا ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اُن کے علاج میں بھی سرد ادویات مفید نہیں ہوتیں۔ بلکہ مزاج میں حرارت کی جو کمی ہوگئی ہے اس کو پورا کردیا جائے تو مرض دور ہوجاتا ہے۔

دُنیا کی قدیم ترین تہذیب ہندی تہذیب ہے۔ قدیم ترین مذہبی کتاب وید ہیں اور قدیم ترین طب آیورویدک ہے، نہ صرف آیورویدک بلکہ ویدوں اور ہندی تہذیب میں بھی نزلہ زکام کا ذکر ملتا ہے۔ چرک اور ششرت جو آیورویدک کی قدیم اور اہم کتب ہیں اُن میں بھی اس روگ کا پتہ چلتا ہے اور اس کو کف روگ لکھا ہے جو اصولی طور پر بالکل صحیح ہے۔ یہ یاد رہے کہ کف کے بڑھ جانے سے وات اور پت دونوں کم ہوجاتے ہیں اور روگ کے مزمن ہوجانے کی صورت میں اس میں انتہائی تعفن پیدا ہوجاتا ہے بالکل اس طرح جیسے دودھ میں تعفن پیدا ہوجائے اور وہ تعفن زہر کے قریب پہنچ جائے۔ اس صورت میں وہ کف زندگی کے لئے زہر ثابت ہوتا ہے۔

آیورویدک میں جہاں پر کایا کلپ کا ذکر کیا گیا ہے وہاں پر کف خصوصاً متعفن کف کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ایسی ادویات کو زیادہ استعمال میں لایا گیا ہے جن سے طاقت پیدا ہوتی ہے۔ ایسی تمام ادویات وایو کی پیدائش کو بڑھا دیتی ہے۔ البتہ بعض دوائیں پت کو بھی بڑھانے والی ہیں لیکن اُن میں بھی وایو کی پیدائش پت سے زیادہ ہوتی ہے۔

اسی طرح ہندو مائی تھالوجی میں جس مقام پر ''امرت'' کا ذکر ہے وہاں پر یہ حکایت بھی بیان کی گئی ہے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے دیوتاؤں اور راکھشسوں نے مل کر سمندر کو بلوہا (جس طرح بھی بلوہا) بہرحال اس میں سے ''امرت'' برآمد ہوا۔ وہ جوانی، طاقت اور صحت کے لیے لاجواب جوہر تھا۔ اس حکایت کو اگر افسانہ بھی کہہ دیا جائے تو بھی بے حد اسرار و رموز نظر آتے ہیں۔ مثلاً سمندر میں ''امرت'' کا پایا جانا، سمندر کا بلوہا جانا، اس کے بلوہنے میں دیوتاؤں اور راکھشسوں کی طاقت کا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اگر ذرا غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سمندر کی مخلوق، اس کی اشیاء اور اس کا پانی اپنے اندر زیادہ تر چونے اور فاسفورس کے اجزاء رکھتا ہے۔ اس کو کلس نوری (کیلشیم فاسفیٹ) کہنا چاہئے۔ یہی ایک ایسا عنصر ہے جس کی کمی جوانی کو بڑھاپے میں بدل دیتی ہے۔ یہ کس مقدار میں انسان کے جسم میں قائم رہنا چاہئے اس کا ذکر علاج میں لکھیں گے۔

آیورویدک کے کئی ہزار سالوں بعد طب یونانی عدم سے وجود میں آئی اس دوران میں کئی تہذیبیں اُجڑیں اور کئی تمدن پیدا ہوئے۔ بہر حال انسان کے لئے باقاعدہ فن علاج کی بنیاد رکھی گئی۔ کیونکہ اس سے قبل علم العلاج بھی مذہب کا ایک حصہ شمار ہوتا تھا۔ میری رائے میں علم طب اگر مذہب کے ساتھ ہی متعلق رہتا تو بہتر تھا کیونکہ عبادات میں اعضاء کا جسمانی اور نفسیاتی طور پر تندرست ہونا بے حد اہم ہے۔ علماء، فضلاء اور پیشوایانِ مذاہب زبان وادب اور احکاماتِ شرعیہ سے تو خوب واقف ہوتے ہیں لیکن اُن کے جسم اور نفس اکثر مریض ہوتے ہیں جن کا سبب اعضاء میں خرابی ہوتی ہے اور اُن کو اس امر کا علم نہیں ہوتا۔ اُن کی توندیں بڑھ جاتی ہیں اور نفسیاتی خواہشات اور فطری ضروریات میں فرق نہیں کر سکتے۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو مفسر شرع خیال کرتے ہیں اس لئے اکثر مغرور ہو جاتے ہیں۔ یا تو آپس میں لڑتے ہیں یا نئے دین اور مذہب کی بنیاد رکھ لیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے احکام فطری ہیں۔ ایک طرف وہ اگر اخلاقی قدروں کو بلند کرتے ہیں تو دوسری طرف فطری طبی اور عقلی قوانین کے عین مطابق ہیں مگر یہاں بھی علماء اور ائمہ فطری طبی توضیح کو اکثر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جہاں تک عقل کا تعلق ہے وہاں پر منطق کو مقررہ دلائل پر ختم کر دیا جاتا ہے۔ اِسی لئے نئے نئے فرقے اور نئے نئے مہدی مسیح اور نبی دُنیا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اگر فطرت کی قدریں عقل کے مطابق متعین کر لی جائیں تو دُنیا کا صرف ایک ہی مذہب قرار پا جائے۔ بہر حال جو یہ کہا گیا ہے کہ ''العلم علمان علم الابدان والعلم ادیان'' بالکل صحیح ہے یعنی دونوں علم اکٹھے ہونے چاہئیں۔ وید اس کا بین ثبوت ہیں کیونکہ آیورویدک اس کا حصہ ہے۔

بہر حال طب یونانی نے علم الادیان سے ہٹ کر فن علاج کی بنیاد رکھی، اس دور میں تو نزلہ زکام کا ذکر اچھی خاصی تفصیل کے ساتھ ملتا ہے۔ حکیم بقراط جو طب یونانی کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اُس نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور بعد کے زمانوں میں تو اس میں بے حد وسعت ہو گئی ہے۔ اسلامی دور میں نزلہ زکام کے سمجھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے اور میری رائے میں اسلامی دور کے اطباء وحکماء نے اس دُکھ کو اس حد تک سمجھا اور بیان کیا ہے کہ فرنگی طب اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکی۔ نزلہ زکام کے اسباب میں صرف جراثیم کو بیان کر دینا کافی نہیں اس سے اس کی پوری حالت اور کیفیت جسم کے کیمیاوی تغیرات بالکل سامنے نہیں آ سکتے اور نہ ہی اُس کا تسلی بخش علاج ہو سکتا ہے، اور اگر نزلہ زکام سے بال سفید اور جوانی تباہ ہو گئی ہو تو فرنگی طب کے پاس اس کا کیا علاج ہے۔ صرف جراثیم کش ادویات تو اس بڑھاپے اور کمزوری کو دور نہیں کر سکتیں۔ جب وہ حقیقت اور ماہیت سے ہی واقف نہیں تو علاج کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

طب یونانی میں نزلہ زکام کو بلغمی مرض لکھا گیا ہے۔ حقیقتاً جو بالکل صحیح ہے اور صرف اتنی سی بات میں بے شمار اسرار ورموز ہیں۔ اگر بلغم کے اقسام اور بلغم کے ذائقوں پر غور کیا جائے تو اس کا حاد ومزمن صورتیں اور مابعد کے اثرات، ہر قسم کا ضعف اور خرابی ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ بلغم کے مزاج میں بھی بڑے بڑے خزانے پوشیدہ ہیں جہاں ہندو مائیتھالوجی میں ''امرت'' کا ذکر ہے وہاں مشرقی ادب میں آبِ حیات کا قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ جو سکندر ذوالقرنین اور حضرت خضر علیہ السلام سے متعلق ہے۔ یعنی مؤخر الذکر نے اوّل الذکر کو دائمی حیات کے لئے ''آبِ حیات'' پیش کیا۔ مگر انہوں نے کسی وجہ سے انکار کر دیا۔ اس قصے کی حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو تاہم اس میں بھی سمندر کا ذکر آتا ہے۔ بلکہ ایسے مقام کو بیان کیا گیا ہے جہاں پر سورج سمندر میں ڈوب رہا تھا۔ اگر سورج اور سمندر کے سمبل پر غور کیا جائے تو ہمارے سامنے ''امرت'' کا نقشہ پیدا ہو جاتا ہے اور یہاں پر داتنی بڑی ہستیاں بیان کی گئی ہیں جن کو ہندو مائی تھالوجی میں یقیناً دیوتا کہا جا سکتا ہے۔

تحقیقات ایک مشکل فن اور اس میں استعارات ایسی علامات ہیں جو محقق کے لیے رہبری اور دلیل کا کام کرتی ہیں۔ لیکن ان کو سمجھنا اور ان پر مدتوں غور کرنا بے حد مشکل کام ہے۔ ان بحر سے یونہی معنی اور مقاصد نہیں نکال لئے جاتے ہیں بلکہ اُن کے ڈانڈے کسی

تحقیقات سے ملائے جاتے ہیں اور پھر بامعنی نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ادب میں ایک لفظ ایک معنی دیتا ہے لیکن تحریراً اس معنی میں کیسے کیسے تغیر پیدا ہو جاتے ہیں اور خاص کر جب ان کے ابتدا یا آخر میں کوئی مخصوص حرف بڑھا دیا جائے۔ بالکل ایسی صورت سیلز کی بھی ہے ان کو دیکھ کر ہر علم وفن اور عقل وفطرت کی گہرائیوں میں ڈوبنا پڑتا ہے۔ پھر کہیں جا کر گوہر معنی باہر آتے ہیں لیکن اس وقت تک مفید وہ بھی نہیں ہوتے، جب تک ان کا تعلق کسی تحقیقی رشتہ کے ساتھ قائم نہ ہو جائے اور ان میں افادیت اور حسن کا پہلو نمایاں نہ ہو۔ جن لوگوں کو سمبلز پر غور کرنے کا شوق ہو وہ قدیم ہندو مائی تھالوجی اور یونانی علم الاصنام پر غور کرنا شروع کر دیں۔ عجیب عجیب اسرار ورموز سامنے آتے ہیں۔ اسی طرح دیگر مذہبی کتب مثلاً توریت، انجیل اور قرآن حکیم میں بھی بعض بعض مقامات پر سمبلز بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً آدم وابلیس کا قصہ، شجر ممنوعہ، پیدائش زندگی اور کائنات، وغیرہ وغیرہ۔

جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے اس کی ابتداء اسلامی دور کی تحقیقات وترقی اور ارتقاء کے بعد ہوئی اور تقریباً چھ سو سال تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں وہی طب پڑھائی جاتی رہی اور تمام براعظم میں وہی علاج جاری رہا بلکہ اکثر ڈاکٹر اپنا لباس بھی اسلامی اطباء کی طرز پر پہنا کرتے تھے۔ جن کے ثبوت میں آج ایسے ڈاکٹروں کی تصاویر پیش کی جاسکتی ہیں۔ غرض چھ سو سال تک فرنگی طب میں نزلہ زکام کے متعلق وہی ماہیت وتعریف، اسباب وعلامات اور علاج نظر آتا ہے۔ اس کے بعد جب اسلامی علم وفن اور ثقافت کا اثر کچھ کم ہوا تو بھی، اس وقت ان کی کتب ومدارس میں نزلہ زکام کی سابقہ تعلیم نظر آتی ہے اور انہی اُصولوں پر علاج کرنے کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک نظریہ جراثیم سامنے نہیں آیا۔ اس سے فرنگی طب میں تبدیلی کی ابتداء ہوئی، اس کی یہ تبدیلی صحیح ہے یا ہمارے نظریہ مفرد اعضاء کے مطابق غلط، اس کا فیصلہ ناظرین اس کتاب کے ختم کرنے کے بعد پوری طرح کرسکیں گے۔

جراثیم کے نظریہ سے پیدائش امراض پر گزشتہ صفحات پر ہم روشنی ڈال چکے ہیں۔ جراثیم کی حقیقت کیا ہے؟ ان کا علاج کے ساتھ کہاں تک تعلق ہے؟ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی تفصیل وتشریح آئندہ صفحات میں ''ماہیت امراض'' کے تحت کریں گے۔ یہاں پر صرف اس قدر ذہن نشین کرلیں کہ نزلہ زکام کے جراثیم کا علم ہو جانے کے بعد بھی فرنگی طب اور ماڈرن سائنس نہ ان کی حقیقت سے آگاہ ہوئی ہے اور نہ ہی اُن کا اس کے پاس یقینی اور بے خطا علاج ہے اور جہاں تک نزلہ زکام کے خطرناک برے اثرات کا تعلق ہے یعنی اس کی مزمن صورت، بڑھاپا، بالوں کا سفید ہو جانا، نزول ماء، ماس خورہ، ثقل سماعت اور انتہائی کمزوری، فرنگی طب اس سلسلے میں بالکل ناکام اور مجبور ہے۔ کیونکہ صرف سالہا سال کے تجربات نے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ صرف قاتل جراثیم ادویات سے نزلہ زکام کا علاج نہیں ہوسکتا اور ایک صدی میں بھی ایک مریض پیش نہیں کیا جاسکتا۔ جس کو فرنگی طب کی جراثیم کش ادویات سے شفا نصیب ہوئی ہے۔

نظریہ جراثیم کی ابتدا سے لے کر اس وقت تک نزلہ زکام میں بے شمار تحقیقات اور اضافے ہوئے اور اُس دُکھ کو رفع کرنے کے لیے بے شمار تریاق قسم کی ادویات اور اکسیر صفت علاجات دُنیا کے سامنے پیش کئے گئے۔ مگر تقریباً اس پوری ایک صدی کی تحقیقات کا نتیجہ صفر سے آگے نہیں بڑھا اور وہ تمام تریاقی ادویات اور اکسیر علاج فیل ہو گئے۔ البتہ فرنگی طب کی تجارت کو قائم رکھنے کے لئے یہ صورت پیدا کر دی گئی ہے کہ جب یورپ وامریکہ کی کوئی دوا اور علاج اپنے تریاقی اور اکسیر اثرات کھوتا ہوا نظر آتا ہے۔ جو اثر فرنگی طب کے تاجروں نے صرف پراپیگنڈا سے قائم کیا تھا تو مارکیٹ میں چند اور ادویات وعلاج، تریاق اور اکسیر کے نام پر بھیج دیتے ہیں۔ تاکہ عوام کا رجحان ناکام ادویات سے ہٹ کر نئی قسم کی ادویات پر لگا دیا جائے اور خدمت اور مقصد کے لئے فرنگی ڈاکٹر پوری طرح اپنی ایجنٹی کے فرائض انجام دیتے رہیں، اور اب تو ان میں بے شمار اطباء اور ہومیوپیتھ بھی شریک ہو گئے ہیں۔ جب فرنگی طب کی نئی ادویات مارکیٹ میں آتی ہیں تو اُن کی

خوبصورت شیشیاں، رنگین پیکنگ اور پراپیگنڈا نما لٹریچر بھی نفسیاتی طور پر عوام کو متاثر کرتا ہے اور ایسی صورت میں جب ایک ڈاکٹر جو امراض کو پہچانتا ہے تعریف کرتا ہے تو پھر دوا کیسے کوئی نہ خریدے، اور اگر کسی حسین وجمیل نرس نے تعریف کر دی یا حور صفت، نازک اندام لیڈی ڈاکٹر نے دوا تجویز کر دی تو یقیناً دوا خریدی جائے گی۔ چاہے مریض کی زندگی ہی کیوں نہ ختم ہو جائے۔

سچ بات تو یہ ہے کہ فرنگی ڈاکٹر خود ہی خطرناک جراثیم ہیں جو اپنی لاعلمی اور علاج کے غیر علمی (ان سائنٹفک) ہونے کی وجہ سے دُنیا میں امراض پھیلانے کا باعث ہو رہے ہیں، اور نزلہ زکام میں جن لوگوں کو آرام ہو جاتا ہے اس میں نہ فرنگی ڈاکٹروں کا ہاتھ ہے اور نہ جراثیم کش ادویات کے کمالات ہیں۔ بلکہ طب یونانی اور فطری تعلیم اثر کر جاتی ہے اور فائدہ دے جاتی ہے۔ یعنی نزلہ زکام میں بھوکا رہنا چاہئے۔ غذا چھوڑ دینی چاہئے، بدن کو گرم رکھنا چاہئے، سردی سے بچنا چاہئے، پانی پینا روک دینا چاہئے، خشک اور مقوی قسم کی اغذیہ کھائی جائیں، اس مقصد کے لئے شہروں میں انڈے اور چائے، مچھلی اور چائے اور دیہاتوں میں گرم گرم چنے ایک دو وقت کھانے سے مرض میں نہ صرف تخفیف ہو جاتی ہے بلکہ ضائع شدہ طاقت بھی لوٹ آتی ہے۔ دراصل یہ یا اسی قسم کے دیگر علاجات اور تدبیر کی وجہ سے نزلہ زکام میں آرام ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر صرف فرنگی طب کی جراثیم کش ادویات پر سہارا کیا جاتا تو ایک دُنیا اس مرض میں گرفتار ہو کر تنکوں کی طرح گلیوں میں خراب اور برباد زندگی کے دِن گزارتی نظر آتی اور اُن کی آہ وبکاء نے آسمان سر پر اُٹھایا ہوتا، اور دُکھی لوگ موت کو زندگی پر ترجیح دیتے۔

قابل غور بات تو یہ ہے کہ جب یہ یقین ہو گیا کہ نزلہ زکام کے جراثیم کا پتہ چل گیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی یقینی اور بے خطا ادویات ناکام ہیں۔ اس سے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ فرنگی ڈاکٹر جراثیم تھیوری کے تحت اپنے علاج میں بُری طرح ناکام ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کو حکومتوں کی سرپرستی ہے۔ ان کے پاس بڑی بڑی لیبارٹریاں ہیں، شاندار ہاسٹل، صحت افزاء مقامات پر شاندار سینی ٹوریم، قابل دماغ اور باقاعدہ تعلیم، بے شمار چوٹی کے کالج اور دیگر ہر قسم کی سہولیں میسر ہیں مگر نتیجہ بالکل صفر کے برابر نظر آتا ہے۔ ان سے ایک بھی نزلہ زکام کا مریض صحت یاب نہیں ہو سکتا۔

بس تسلیم کرنا پڑے گا کہ فرنگی طریقِ علاج غلط ہے اور وہ لوگ صرف بزنس اور تجارت کی خاطر اپنی تحقیقات کا پراپیگنڈہ کرتے ہیں اور اس طرح دُنیا کو اپنے غلط علاج اور خطرناک ادویات سے بے شمار تکلیف دہ امراض میں گرفتار کر دیا ہے۔ دُور نہ جائیں صرف اسپرین اور اسی قسم کی دیگر ادویات نے دُنیا میں اس قدر لوگوں کی جانوں کو عذاب میں مبتلا کیا ہے، جس قدر مخلوق اس وقت دُنیا میں پائی جاتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد دُنیا فرنگی ادویات کے خطرناک اور زہریلے اثرات سے روشناس ہو جائے گی۔

بعض خود پسند اور غلط فہمی میں مبتلا ڈاکٹر اپنے طریق علاج اور ادویات کی تعریف کرتے ہیں۔ اُن کو اس امر کا بالکل تجربہ نہیں ہوتا کہ اُن کی ادویہ صرف وقتی طور پر تکلیف دہ علامات کو روک دیتی ہیں جو کچھ عرصہ بعد نمودار ہو جاتی ہیں، اور وقتی طور پر ان تکلیف دہ علامات کی روک تھام صرف مخدرات اور منشیات سے کی جاتی ہے۔ جن میں افیون، اجوائن خراسانی، بھنگ، بیش، دھتورہ، کوکین، نووکین، برومائیڈ، کلورل ہائیڈریٹ اور کافور وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان مخدرات کا اثر چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں رہتا۔ اس لیے فرنگی ڈاکٹر ہر تین چار گھنٹے بعد ایسی ایک خوراک کا پروگرام بنا دیتے ہیں یا انجکشن لگا دیتے ہیں۔ علامات دبی رہتی ہیں، مگر مریض روز بروز کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ موت کے قریب پہنچ جاتا ہے اور اچانک مر جاتا ہے یا اچانک پھر اُس پر مرض کا حملہ ہوتا ہے۔ چونکہ طاقت مخدرات اور منشی ادویات سے ختم ہو چکی ہوتی ہے۔

مریض اس حملہ سے جانبر نہیں ہوسکتا، مریض کے اعزہ واقرباء سمجھتے ہیں کہ مریض مرض کی شدت سے مرگیا مگر چالاک فرنگی ڈاکٹر خوب جانتا ہے کہ یہ سب کچھ مخدر اور منشی ادویات کا نتیجہ ہے۔ جن کو اس لئے استعمال کیا گیا تھا کہ عارضی طور پر علامات کو روکا جائے۔ یہ تکلیف دہ علامات صحیح طریق علاج سے بھی رُک سکتی تھیں مگر فرنگی ڈاکٹر صحیح علاج سے واقف نہیں ہے، صحیح علاج کے لئے یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ علامات رفتہ رفتہ رکتی ہیں اور مریض کو جسم میں کمزوری کی بجائے طاقت محسوس ہوتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ فرنگی حکومت سے قبل نزلہ زکام ہمارے ملک میں کثرت سے نہیں پایا جاتا تھا اور جب سے فرنگی تہذیب وتمدن دُنیا میں پھیلا ہے، اس مرض کی وہ کثرت ہوگئی ہے کہ ہر شخص نزلہ زکام میں گرفتار نظر آتا ہے جس کا نتیجہ تپ دق وسل (ٹی بی) ہے جو اس کثرت سے پھیل گیا ہے کہ اب اس کو روکنا بالکل کسی ملک کی حکومت کے بس میں نہیں رہا ہے۔ اس سچائی کا اندازہ اس طرح لگالیں کہ فرنگی حکومت سے قبل کے اعداد وشمار دیکھ لیے جائیں، اور آج کے اعداد وشمار دیکھ کر اندازہ لگالیں کہ ملک میں 10 فیصدی مرض تپ دق وسل (ٹی بی) میں اضافہ ہوگیا ہے اور اسی نسبت سے نزلہ زکام کی زیادتی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہے۔ ایک طرف فرنگی طب کے پاس نزلہ زکام اور ٹی بی کا علاج نہیں ہے، دوسری طرف اس کی گندی اور ننگی تہذیب وتمدن نے ان امراض کی پیدائش کا سامان کر رکھا ہے۔ ان میں شراب وچائے کی کثرت، سینما اور کلبوں میں رات بھر جاگنا، کثرت سگریٹ نوشی، عریانی اور جنسی بھوک کی شدت وغیرہ ایسے محرک ہیں کہ ہر گھڑی نزلہ زکام اور تپ دق وسل (ٹی بی) کی پیدائش کا باعث بن رہے ہیں۔

یہ صرف پاک وہند تک مخصوص نہیں ہے بلکہ خود یورپ وامریکہ اور جاپان وروس میں بھی ان مریضوں کی حالت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ کیا دُنیا کا کوئی ملک یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اُن کے ملک میں ٹی بی ختم ہوگیا ہے، یا کوئی ملک (سوائے پاکستان کے کیونکہ ہم نے تپ دق وسل اور ٹی بی کا شرطیہ اور آسان نسخہ دُنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے) یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس کے پاس ٹی بی کی شرطیہ دوا ہے جس کو عوام خود آسانی سے بنا کر اس مرض سے نجات حاصل کرسکیں۔ جب ایسا نہیں ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ فرنگی طب نہ ٹی بی کی حقیقت سے آگاہ ہے اور نہ اس کے پاس اس کا یقینی علاج ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان ممالک میں جو اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ تہذیب وتمدن اور علم وحکمت میں کمال رکھتے ہیں دِق وسل کے مریضوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ گئی ہے، اور لاکھوں انسان اس مرض میں ہر سال مر رہے ہیں۔ جب فرنگی ڈاکٹر اپنے ممالک میں اس مرض کے علاج میں کامیاب نہیں ہیں تو دیگر ممالک میں اُن کی ادویات کیسے مفید ہوسکتی ہیں۔ جبکہ ان کی ادویات ان کے اپنے ملک اور اُن کی آب وہوا میں تیار کی جاتی ہیں۔ برعکس ان کے ہمارا امزاج، ہماری اغذیہ، ہمارے عقائد ان سے بالکل مختلف ہیں۔ پھر ان کے ملک کی غیر یقینی ادویات اور علاج ہمارے ملک کے لیے کیسے اکسیر اور تریاق ہوسکتی ہیں۔

نزلہ زکام کی کیفیت تو تپ دِق وسِل (ٹی بی) سے بھی خطرناک ہے کیونکہ یہ ٹی بی سے کئی گنا زیادہ پایا جاتا ہے۔

(۲) اس سے کئی خطرناک امراض پیدا ہوتے ہیں جیسے تپ دِق وسِل (ٹی بی)، نمونیا، پلورسی، ہارٹ فیلور، فالج، لقوہ، ذیابیطس، نزول الماء، ماس خورہ، ثقل سماعت اور سب سے بڑھ کر بڑھاپا وغیرہ جن کا علاج طب یونانی میں مشکل ہے اور فرنگی طب میں بالکل ہے ہی نہیں۔

(۳) دردناک بات یہ ہے کہ عوام کیا معالج بھی اس مرض کو معمولی خیال کرتے ہیں۔ گویا اس مرض کے خطرناک ہونے کا احساس تک نہیں ہے۔ نزلہ جب وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے اور کثرت سے اموات ہونے لگتی ہیں تو پھر نزلہ کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ ورنہ عام حالت میں احساسِ زیاں تک نہیں پایا جاتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نزلہ زکام دیگر خطرناک امراض سے زیادہ خطرناک دُکھ ہے۔ اس سے ایک ہفتہ کے اندر اندر ٹی بی پیدا ہوسکتا ہے اور نمونیا وپلورسی جیسے امراض تو صرف تین روز کے اندر اندر پیدا ہوجاتے ہیں۔ ہمارا

مشورہ ہے اگر حکومت ٹی بی کی روک تھام کرنا چاہتی ہے تو نزلہ زکام کی روک تھام پہلے کرے۔ایک کثیر لٹریچر اس کے متعلق ملک میں پھیلا دے، ہر شخص اس کی حقیقت سے آگاہ ہو، اس کے اسباب وعلامات کا علم رکھتا ہو، آسان وسستے اور ہر جگہ میسر آنے والے علاج سے پورے طور پر واقع ہو بلکہ ایسی ادویات ہر طبی سنٹر بلکہ ہر معالج و دوافروش اور ہوٹل و چائے خانہ سے مفت دستیاب ہو سکتی ہیں۔بالکل اسی طرح جیسے ملیریا میں کونین کی مفت تقسیم کا انتظام کیا جاتا ہے۔اس طرح نہ صرف عوام بے شمار خطرناک امراض سے بچ جائیں گے بلکہ قومی صحت ایک کمال پر پہنچ جائے گی۔

مقامِ حیرت ہے کہ نزلہ زکام کے اس قدر نقصان رساں ہونے کے باوجود حکومت نے اس کی روک تھام کے لئے قومی سطح پر اس کا کوئی انتظام نہیں کر رکھا۔باوجود اس کے کہ نزلہ وبائی کی تباہ کاریاں اکثر ملک میں غیر معمولی نقصانات کا باعث ہوا کرتی ہیں۔ایسے موقعہ پر وقتی طور پر کچھ انتظامات کئے جاتے ہیں اور کچھ سنٹر بھی قائم کر دیئے ہیں مگر حملے کا وقت گزر جانے پر یہ سب انتظامات اور سنٹر ختم کر دیئے جاتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ نزلہ وبائی کے دنوں میں علاج اور ادویات مریضوں کو مل جاتی ہیں مگر اس کی روک تھام کے لئے کوئی تعلیم نہیں دی جاتی، نہ غذا اور پرہیز کی تلقین کی جاتی ہے اور نہ ہی اس کے اسباب وعلامات کو ذہن نشین کرایا جاتا ہے۔نتیجہ ظاہر ہے کہ نقصان زیادہ ہوتا ہے اور یہ بھی جان لیں کہ جو مریض وبائی نزلہ سے بچ جاتے ہیں وہ بہت جلد ٹی بی اور دیگر امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

نزلہ زکام کی عمومیت کا یہ عالم ہے کہ انسانوں کے علاوہ حیوانات اور پرند (Bird Flu) میں بھی پایا جاتا ہے۔البتہ وحشی جانوروں میں بہت کم نظر آتا ہے۔گھر کے پالتو جانوروں میں گائے بھینس، بھیڑ بکری میں پایا جاتا ہے۔گھریلو پرندوں میں مرغ و تیتر، بطخ و بٹیر اور کبوتر وطوطے بھی اس مرض میں گرفتار نظر آتے ہیں۔البتہ دیکھا گیا ہے کہ پانی کے جانوروں میں نزلہ زکام بہت شاذ ہوتا ہے۔جب گرم مزاج کے جانوروں میں ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے جسم سے گرمی کا اخراج کم ہو جاتا ہے، اور اس کی زیادتی ان میں اُس دُکھ کا باعث بن جاتی ہے۔جس کی تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی۔

وزن اٹھانے والے جانوروں میں یہ مرض بہت ہی شاذ ونادر ہوتا ہے جن میں گھوڑے، گدھے اور اونٹ شامل ہیں۔اسی طرح محنت کرنے والے مرد اور عورتوں میں بھی یہ دُکھ کم پیدا ہوتا ہے۔کتوں، بلوں کو یہ مرض اکثر نہیں ہوتا اور جب ہوتا ہے تو وہ پاگل ہو جاتے ہیں۔البتہ خنزیر اور بندر اس مرض میں ہر گھڑی گرفتار رہتے ہیں۔حیوانات میں جن جانوروں کے گوشت کھانے سے پیٹ میں نفخ اور خمیر زیادہ پیدا ہو اُن کے کھانے سے نہ صرف نزلہ پیدا ہوتا ہے بلکہ فسادِ خون کا باعث ہوتا ہے۔جانوروں کے گوشت میں سب سے زیادہ فساد خون کا باعث وہ جانور ہیں جن کے جسم میں رطوبات زیادہ ہوتی ہیں۔جن میں اوّل درجہ خنزیر کو حاصل ہے۔گوشت میں حرارت وبرودت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ جو حیوانات و پرند جس قدر ہلکے پھلکے ہیں ان میں اسی قدر مادی ثقالت کم اور حرارت زیادہ ہوتی ہے۔مثلاً تیتر، بٹیر اور چڑیوں میں مرغ کی نسبت حرارت زیادہ ہوتی ہے۔اسی طرح گھریلو جانوروں میں بکری کا گوشت بہت گرم اور اس کے مقابلے میں گائے اور بھینس کا گوشت بہت کم گرم ہوتا ہے۔اس لیے وہ زیادہ نفاخ ہوتے ہیں۔یہی صورت بھیڑ کے گوشت میں بھی پائی جاتی ہے۔بہرحال گائے بھینس سے نفاخ کم ہوتا ہے، پانی کے جانوروں کا گوشت اپنے اندر حرارت زیادہ رکھتا ہے کیونکہ اُن میں فاسفورس کے اجزاء زیادہ پائے جاتے ہیں۔بہرحال پرندوں کے گوشت زیادہ گرم ہیں۔البتہ بکری کا گوشت تمام گوشتوں سے زیادہ معتدل ہے اور صحت کے قیام میں بے حد مدد دیتا ہے۔بالکل اسی طرح جیسے تمام غلوں میں گیہوں صحت کے لیے مفید اور اس کو اعتدال پر قائم رکھتا ہے اور مدتوں کھانے کے بعد بھی جسم میں غیر معمولی علامات پیدا نہیں کرتا۔انسانی غذا میں سب سے اچھی غذا گیہوں کی روٹی کے ساتھ بکری کا دودھ۔

بکری کے دودھ اور گوشت میں یہ خاصیت ہے کہ اگر پیٹ کا خمیر ختم کرنے کے بعد صرف انہی سے یا اُن میں سے کسی ایک سے پیٹ بھرلیا جائے تو چند دِنوں میں ٹی بی جیسا خوفناک مرض دور ہو جاتا ہے۔

عمر کے لحاظ سے بچے نزلہ زکام میں زیادہ گرفتار ہوتے ہیں۔ مردوں کی نسبت عورتوں میں یہ دُکھ زیادہ پایا جاتا ہے۔ عورتوں میں اُس دکھ کی زیادتی کی وجہ ماہواری کی خرابی اور سوزشِ رحم ہوا کرتی ہے۔ جن عورتوں کے بچے ضائع ہو جاتے ہوں یا حمل ساقط ہو جانے کا مرض ہو یا ان کو حمل ضائع کرنے کی عادت ہو یا برتھ کنٹرول (Birth Control) پر عمل کرتی ہیں وہ اکثر اس میں گرفتار رہتی ہیں۔ بلکہ وہ تمام تپ دِق وسل (ٹی بی) کا شکار ہو جاتی ہیں۔ جو عورتیں برتھ کنٹرول کی ادویات کھاتی ہیں، چاہے وہ کس قدر بھی بے ضرر ہوں، بہرحال وہ رحم کے افعال میں افراط یا تفریط کے ساتھ ضرور خرابی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر خرابی پیدا نہ کریں تو بچے کی پیدائش کیسے رُک سکتی ہے۔ جس کا یقینی نتیجہ عورت کا ٹی بی میں گرفتار ہونا ہے۔ کیونکہ رحم کی خرابی سے اُس کے فضلات اخراج نہیں پا سکتے جو یقیناً تپ دِق وسل (ٹی بی) کا باعث بن جاتے ہیں۔ بالکل ایسے جیسے پرسوت کا بخار ٹی بی میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو مرد برتھ کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کا دماغ اور اعصاب خراب ہو جاتے اور ان کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ آخر پاگل پن میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ جن کا نتیجہ فرنگی طب میں دیکھا جا سکتا ہے۔

نزلہ زکام کی تاریخ اور وسعت جو بیان کی گئی ہے، اس سے یہ حقیقت ظاہر ہے کہ یہ دُکھ ہر ملک، ہر قوم اور ہر آب وہوا میں پایا جاتا ہے۔ البتہ جن لوگوں کے مزاجوں میں حرارت کی زیادتی ہے اُن کو یہ تکلیف شاذ اور بہت کم ہوتی ہے۔ اسی طرح گرم ملکوں میں بھی تکلیف بہت کم پائی جاتی ہے۔ تحقیقات اور تجربات سے اس بات کا یقینی پتہ چلتا ہے کہ گرمی کی زیادتی سے یہ مرض نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی ہوتا ہے سردی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں اوّل صورت جسم میں رطوبات کی زیادتی ہوگی جیسا کہ سرد ممالک، پہاڑی علاقوں اور سمندر کے کناروں کی آبادیوں میں دیکھا گیا ہے۔ دوسری صورت جسم میں خشکی کی زیادتی جیسے سرد خشک یا انتہائی خشک گرم علاقوں، ریگستانوں میں انسانی مزاجوں میں پائی جاتی ہے۔ گویا جب جسم میں گرمی سے زیادہ خشکی یا رطوبت پیدا ہو جائے گی، یقیناً نزلہ ہو جائے گا۔

اکثر اطباء، معالجین اور ویدوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ نزلہ صرف رطوبات کی زیادتی اور کف کے بڑھ جانے سے پیدا ہوتا ہے اور اس لیے وہ اکثر خشک اور حابس ادویہ اور اغذیہ کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ نزلہ زکام جس طرح رطوبات کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے ویسے ہی خشکی سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ خشکی جسم میں انقباض پیدا کرتی ہے اور انقباض بغیر سردی کے نہیں ہو سکتا۔

حکمت کا یہ قانون یاد رکھیں کہ سردی ہر شے میں سکیڑ پیدا کرتی ہے اور گرمی ہر شے کو پھیلا دیتی ہے۔ گویا خشکی کی زیادتی بھی سردی پیدا کر دیتی ہے البتہ خشکی گرمی کے بہت قریب ہے۔ کیونکہ رطوبات کو اوّل خشک کرنا پڑتا ہے اور پھر گرم۔ گویا سرد تر کے مقابلے میں گرم خشک کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ قانون فطرت ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایک کیفیت بدلنے کی کوشش کرنی چاہئے دونوں کیفیات بیک وقت بدلنے سے فساد پیدا ہوتا ہے بلکہ تصادم کا خطرہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات جان خطرے میں پڑ جاتی ہے اس لیے آیورویدک اصولوں کے مطابق اوّل کف کو وات میں تبدیل کرنا چاہئے اور بعد میں پت کرنا چاہئے۔ جیسے موسموں میں ایک ایک کیفیت بدلتی ہے دونوں یکدم نہیں بدلتیں۔ سرد تر موسم سے پہلے سرد خشک موسم ہوگا اور اس سے پہلے گرم خشک تھا اور اس سے قبل گرم تر ہوا کرتا ہے۔ غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ایک ایک کیفیت بدلتی ہے دونوں اکٹھی نہیں بدلا کرتیں۔ تحقیقات اور تجربات کا معیار صرف ایک شے ہے جس کو قانون فطرت کہتے ہیں۔ اس کا گہرا مطالعہ ہمیشہ علم وعقل اور حکمت میں ترقی کا باعث ہوا کرتا ہے۔

جس طرح موسم کی تبدیلی میں ایک ایک کیفیت بدلتی ہے، اسی طرح انسانی عمروں میں بھی ایک ایک کیفیت تبدیل ہوتی ہے۔ بچے کا مزاج گرم تر ہے، جوانی میں یہی مزاج گرم خشک ہو جاتا ہے۔ گرمی قائم رہتی ہے اور رطوبت بچے کے مقابلے میں بہت کم ہو جاتی ہے۔ پھر ادھیڑ عمر میں مزاج سرد خشک ہو جاتا ہے۔ گویا خشکی قائم رہتی ہے مگر گرمی جوانوں کی نسبت بہت کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بڑھاپے کا مزاج سرد تر ہے۔ گویا انتہائی حرارت سے دور، یہاں تک کہ خشکی بھی ختم، جو حرارت کے قریب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچوں اور بوڑھوں میں مرض زیادہ ہوتا ہے کہ دونوں میں رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے۔ چونکہ بچے میں رطوبت کے ساتھ گرمی زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کا نزلہ زکام اسہال کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور بوڑھے انسان میں اکثر بلغمی دمہ کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ رطوبت اور خشکی دونوں کی زیادتی حرارت کو کم کر دیتی ہے۔ البتہ خشکی بہت جلد گرمی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

ان تاریخی واقعات و وسعتِ مشاہدات اور تحقیقاتی و تجرباتی حقائق کو اگر سامنے رکھا جائے تو نزلہ زکام سے بچاؤ، قیام شباب، جوانی کا دوام اور صحت کی رکھ رکھاؤ کے لئے ایک اچھی خاصی حقیقت سامنے آ جاتی ہے کہ اگر جسم میں حرارت کی زیادتی رہے تو انسان اس دُکھ میں گرفتار نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اگر کوئی اس دکھ میں گرفتار ہو جائے تو اس کے علاج میں بھی حرارت کا زیادہ کرنا اور اس کو قائم رکھنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی ذی روح اس دُکھ میں گرفتار نہیں ہوگا اور ہر مریض اس مرض کے چنگل سے بہت آسانی کے ساتھ خلاصی پا لے گا۔ یہاں اس حقیقت کو بھی ذہن نشین رکھیں کہ اطباء و حکماء نے انسان کے مزاج کو مزاجِ حقیقی کے قریب بتایا ہے اور انتہائی صحت مند انسان کا مزاج گرم تر ہے۔ گویا گرمی صحت کے لئے ایک جزو لاینفک ہے، جہاں تک رطوبت کا تعلق ہے اس کے متعلق میری تحقیقات اور تجربات یہ ہیں کہ حرارت ہمیشہ خشکی کو توڑتی رہتی ہے۔ یعنی حسب ضرورت رطوبت خود بخود پیدا ہوتی رہتی ہے۔

چونکہ اس دنیاوی زندگی میں حرارت کی بہت زیادہ ضرورت ہے اس لیے خداوند کریم نے اپنی ربوبیت سے آگ کا ایک بہت بڑا گولہ جسے آفتاب کہتے ہیں اس دُنیا پر قائم کر دیا ہے۔ جس کی حرارت ہماری دُنیاوی زندگی میں نشوو ارتقاء کا باعث ہے۔ اسی طرح زندگی کے قیام کے لئے جو اغذیہ بنائی گئی ہیں وہ اکثر گرم ہیں اور جو سرد ہیں ان میں اکثریت سرد خشک کی ہے۔ سرد تر اغذیہ اوّل بہت ہی قلیل ہیں، اگر ہیں تو ریگستانوں میں جہاں غذا کے ساتھ پانی کی ضرورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے تربوز وغیرہ۔ جو لوگ بلاوجہ اور بغیر ضرورت سرتر اغذیہ اور اشیاء کا استعمال کرتے ہیں وہ بلاوجہ اپنے اندر بوڑھوں کا مزاج پیدا کر کے بڑھاپے کو دعوت دیتے ہیں۔ اور اکثر نزلہ زکام میں گرفتار رہتے ہیں۔ مثلاً دودھ کی کچی لسی، شربت اور تربوز وغیرہ۔ اسی طرح پیٹ بھر کر غذا کھا لینے سے بھی حرارتِ جسم کم ہونا شروع ہو جاتی ہے، اسی طرح پیٹ کو کبھی بھوکا نہ رکھنا یعنی بغیر شدید بھوک کے غذا کھاتے رہنا بھی جسم سے حرارت کم کر دیتا ہے۔

اسی طرح غذا کے ساتھ کثرت سے پانی پینا بھی غذائیت کی حرارت بلکہ جسم کی حرارت کو بھی بہت کم کر دیتا ہے۔ گویا ہر وقت جب انسان کچھ کھائے پئے یا کوئی اور عمل کرے تو ہمیشہ اس امر کو سامنے رکھے کہ جسم کی حرارت میں کمی تو پیدا نہیں ہو رہی۔ اس طرح نہ صرف انسان نزلہ زکام سے محفوظ رہے گا بلکہ اس کی جوانی اور صحت ہمیشہ قائم رہے گی۔

ہماری یہ پچیس سالہ تحقیقات ہیں جن کی بنیاد یورپی ریسرچ اور فرنگی سائنس پر نہیں ہے۔ بلکہ ٹھوس مشرقی علم وطب اور فلسفہ و حکمت پر ہے۔ ہماری یہ تحقیقات و تجربات اور مشاہدات ان لوگوں کے لئے راہ نمائی ہدایت اور سرمۂ چشمہ بصیرت ثابت ہوں گی، جو یہ کہتے ہیں کہ علم تحقیقات اور سائنسی ریسرچ صرف فرنگی اور یورپی ممالک کا کام ہے۔ ان کو اپنے دماغ سے یہ بات نکال دینی چاہئے کہ

انسانی دماغ صرف یورپی اور فرنگی ممالک میں تیار ہوتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے کہ جس ملک اور جس قوم میں چاہے اچھے اور باشعور ذہن پیدا کردے۔ ایسے دماغ جن کا شعور وجدان کے مقام تک پہنچ گیا ہو یا ایسے ذہن جو عقل کی بلندیوں کو ناپتے ہوں اور ایسا فکر جو فطرت کے ہر راز اور اشارہ کو پانے اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ نہ صرف اپنے زمانے کے غلط علم وفن اور فرسودہ فلسفہ وحکمت کی اصلاح وتجدید کرتا ہے بلکہ موجودہ دور کے تمام اہل علم وفن اور ماہرین فلسفہ وحکمت کو چیلنج کر دیتا ہے۔

ہمارا چیلنج ہے کہ جو تحقیقات وتجربات اور مشاہدات ہم پیش کر رہے ہیں، یورپ وامریکہ اور روس وچین کو بھی ان سے واقفیت نہیں ہے۔ جو بھی کوئی یہ ثابت کرے کہ یہ تحقیقات وتجربات اور مشاہدات کسی ملک یا کسی زبان میں تحریر میں آچکے ہیں یا یہ ثابت کرے کہ ہماری تحقیقات غلط ہیں اور ماڈرن سائنس کے اصول یا گزشتہ فلسفہ حکمت کے قوانین ان کو غلط ثابت کرتے ہیں تو اس کو مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کسی فرنگی یا فرنگی ذہن کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوگی اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری قوت اُن کو تسلیم کرنی پڑے گی۔

یہ سب کچھ اس لئے لکھا ہے کہ ہم دنیا کو دعوتِ تحقیقات دیتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تحقیقات کے صرف وہی طریق نہیں ہیں جن پر فرنگی اور یورپی اقوام گامزن ہیں بلکہ فطرت ہر قدم پر ایک نیا سبق اور ہر موڑ پر ایک نیا منظر پیش کرتی ہے۔ کام کرنے والوں کے لیے بہت راہیں ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک نئی دعوتِ عمل ہے۔ صرف جرأت کی ضرورت ہے۔ دنوں میں انسان نہ صرف اپنی بلکہ اقوام کی دُنیا بدل کر رکھ سکتا ہے۔ انہی فطرت کے اسرار ورموز کو سمجھنے کے بعد ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم احیائے فن اور تجدید طب کر رہے ہیں۔ اگر اس انداز پر دُنیا میں کسی جگہ پر ایسا مفید خلائق واقوام کام ہو رہا ہو تو ہمیں آگاہ کیا جائے۔ نہیں تو ہر اہل علم اور ماہر فن کا فرض ہوگا کہ وہ اس احیائے فن اور تجدید طب کو اپنائے اور یہ پیغام دُنیا تک پہنچادے، یہ کارِ خیر ہے۔

آخر میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہماری ان تحقیقات کو جو ہم نے عملی ومنطقی اور تحقیقاتی وسائنسی دلائل کے ساتھ پیش کر دی ہیں، یہ فطرت کے قوانین کی تفسیریں ہیں۔ جو اشخاص بھی ان پر عمل کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب ہوں گے اور جو اہل فن اور معالج ان حقائق کو ذہن نشین رکھیں گے وہ ان امراض کے علاج میں یقیناً کامیاب ہوں گے اور آئندہ اُن کا قدم مزید تحقیقات کی طرف ضرور بڑھے گا۔

ہم نے وقت کی قلت کے پیش نظر بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ اس میں کئی گنا اضافہ ہوسکتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دیگر تحقیقات کے سلسلہ میں کچھ بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن جو بیان کرنا ہے وہ اس قدر زیادہ ہے کہ جو وقت ملتا ہے شاید اس میں بیان نہ کیا جا سکے۔ بہرحال زندگی بھر ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کو جاری رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔
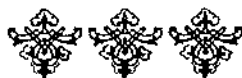
نزلہ زکام کی حقیقت اور اس کا بے خطا یقینی علاج

فارسی زبان میں ضرب المثل ہے کہ ''نزلہ برعضوِ ضعیف می ریزد'' جس کو اُردو زبان میں اس طرح ادا کرتے ہیں کہ ''نزلہ کمزوروں پر گرتا ہے''۔ مطلب دونوں زبانوں میں یہ لیا جاتا ہے کہ مشکلات، مصیبتیں، سختیاں اور ذمہ داریاں ہمیشہ غریب محتاج اور نحیف وکمزور انسانوں پر ہی پڑتی ہیں۔ اس ضرب المثل کا مطلب یہ بھی صحیح ہے لیکن میری تحقیقات میں اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ غریب و محتاج اور نحیف وکمزور انسانوں کی ہمیشہ مدد کی جاتی ہے جس کی تشریح ہم آئندہ بیان کریں گے۔

ممکن ہے صاحب ضرب المثل کا مفہوم بھی یہی ہو مگر یہ کہا نہیں جا سکتا کہ یہ ضرب المثل کس نے تخلیق کی۔ یہ خالص ایرانی ہے یا افغانی یا ہندوستانی یا کسی اور ملک میں تخلیق کی ہے جس میں فارسی زیادہ بھی بولی جاتی ہو یا عربی زبان یا کسی اور زبان سے فارسی میں رائج ہو گئی ہے۔ بہرحال اپنے اندر حقائق رکھتی ہے اور اپنے مفکر کی تعریف پر دلالت کرتی ہے۔

جہاں تک میں نے مختلف ضرب الامثال پر غور کیا ہے ان میں بے شمار اسرار و رموز پائے ہیں۔ مجھے نہ صرف ان میں علم وحکمت کے خزانے دستیاب ہوئے ہیں، بلکہ بے انتہا مسرت نصیب ہوئی۔ یہی صورتیں اور لطائف اس ضرب المثل سے بھی حاصل ہیں۔ بار بار یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ کس قدر ذہین انسان تھا جس نے یہ ضرب المثل تخلیق کی ہے اور اس میں زندگی کے کس قدر اسرار و رموز حل کر دیئے ہیں۔ نہ صرف اس میں نزلہ کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے بلکہ زندگی اور کائنات اور خصوصاً جوانی اور بڑھاپے کے اسرار و رموز کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔ ہم ایسے ہی لوگوں کو علم وحکمت اور ریاست وثقافت میں سنگ میل خیال کرتے ہیں۔ جب نزلہ کی ماہیت سامنے آ جائے گی تو اس ضرب المثل کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

گویا نزلہ کی ماہیت سے اس ضرب المثل کی حقیقت ہوگی اور پھر اس ضرب المثل کی حقیقت میں نزلہ کی ماہیت کے ساتھ ساتھ زندگی وکائنات اور جوانی و پیری کے اسرار و رموز سامنے آ جائیں گے۔ پھر ناظرین اندازہ لگا سکیں گے کہ اس ضرب المثل کا خالق کس قدر عظیم مفکر تھا۔

تعریف نزلہ زکام

نزلہ کے معنی ہیں گرنا، اس میں عام طور پر وہ رطوبت مراد لی جاتی ہے جو حلق اور ناک سے گرتی ہے۔ فرق یہ کیا جاتا ہے کہ جو رطوبت حلق سے گرتی ہے اس کو ''نزلہ'' کہتے ہیں (انگریزی زبان میں کٹار) اور جب رطوبت ناک سے گرتی ہے تو اس کو ''زکام'' کہتے ہیں (انگریزی زبان میں کولڈ)۔ حکماء میں ایک تخصیص یہ بھی ہے کہ اگر رطوبت گرمی کی زیادتی سے گرے تو اس کو ''نزلہ'' کہتے ہیں اور سردی کی زیادتی سے گرے تو اس کو ''زکام'' کہتے ہیں۔

اعتراض

آج تک اس امر پر کسی فرنگی ڈاکٹر نے روشنی نہیں ڈالی کہ نزلہ ہمیشہ حلق سے کیونکر گرتا ہے اور زکام ہمیشہ ناک سے بہتا ہے۔

بعض فرنگی ڈاکٹروں نے اس فرق کی وجہ گرمی اور سردی کی کیفیات کی زیادتی کو سبب قرار دیا ہے۔ مگر فرنگی طب تو گرمی سردی تسلیم ہی نہیں کرتی۔ اس لئے ان فرنگی ڈاکٹروں کی یہ توجیہہ قبول نہیں کی جاسکتی۔ اگر فرنگی ڈاکٹروں کی یہ توجیہہ قبول بھی کر لی جائے تو یہ حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں کہ نزلہ حلق سے کیوں گرتا ہے اور زکام ناک سے کیوں بہتا ہے، اور کبھی ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ نزلہ سردی کی وجہ سے حلق سے گرے یا زکام گرمی کی وجہ سے ناک سے بہہ جائے یا اس کے برعکس نزلہ گرمی کی وجہ سے ناک سے بہنا شروع کردے یا زکام سردی کی وجہ سے حلق سے گرنا شروع کردے۔

آخر ناک اور حلق کی رطوبات کے بہنے اور گرمی میں سردی اور گرمی کا کیا فرق ہے؟ اس سلسلے میں ان کی جراثیم تھیوری بھی خاموش ہے کہ فلاں قسم کے جراثیم کے اثر سے حلق سے نزلہ گرنا شروع ہوجاتا ہے۔ یہ اور اسی قسم کی بے شمار فرنگی طب کی لاعلمیاں اور غلط نظریات ہم دُنیائے طب کے سامنے پیش کریں گے اور ان کے جوابات سے عاجز کردیں گے اور خود تسلی بخش جوابات دیں گے اور تشریحات بیان کریں گے۔ دیکھنے والے فرنگی طب کی گرتی ہوئی عظیم عمارات کو دیکھ کر نہ صرف حیران ہوں گے بلکہ اس کے بودے پن پر تمسخر اڑائیں گے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

نزلہ زکام کا غلط تصور

نزلہ زکام جب دونوں ایک ہی قسم کی رطوبات ہیں جو حلق سے گرتی ہیں یا ناک سے بہتی ہیں تو پھر ناک و حلق اور سردی و گرمی کی تخصیص کیوں؟ بلکہ الگ الگ ناموں ''نزلہ زکام'' کا فرق ہی کیوں ہے۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں رطوبات کا گرنا ہی ہے۔ بہر حال اس کو نزلہ کہہ دینا کافی ہے۔ اس میں زکام کی تخصیص کیوں لگادی ہے۔ اگر سردی ہے کہ ایک وجہ تو وہ صرف ناک تک کیوں مخصوص ہو حلق تک اثر کیوں نہ کرے۔ یا نزلہ کی گرمی صرف حلق تک کیوں مخصوص رہے وہ ناک تک کیوں نہ جائے۔ کتنا حیرت انگیز فرق ہے اور قابل غور ہے مگر صدیاں گزر گئیں، فرنگی طب اس پر غور کرنے سے قاصر رہی ہے۔

فرق کیوں؟

یہ فرق ہمیں صرف اس لئے نظر آتا ہے کہ دونوں رطوبات مختلف اعضاء سے گرتی ہیں اور ان کے مقامات مختلف ہیں۔ گویا ایک مقام سرد ہے اور دوسرا مقام گرم ہے یا ایک کا تعلق جسم کی اس حالت کا نام ہے جب جسم پر سردی کا غلبہ ہو، اور دوسرے مقام کا تعلق جسم کی اس حالت کا نام ہے جب جسم پر گرمی کا غلبہ ہو۔ گویا حلق گرمی کا اظہار کرتا ہے اور ناک سردی سے متاثر ہوجاتی ہے۔ اگرچہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں مگر نہ حلق سردی سے متاثر ہوتا ہے اور نہ ناک گرمی کا کوئی اثر قبول کرتا ہے۔

یہ ہے وہ جادو جو سر چڑھ کر بولے کہ امراض کا تعلق کسی خاص جراثیم سے نہیں ہے، بلکہ اعضاء کی خرابی اور کیفیات کے کیمیاوی تغیرات سے ہے۔ ہر عضو اپنے خاص افعال انجام دیتا ہے۔ ان کا اگر اعتدال قائم رہے، تو صحت ہے اور جہاں اعضاء کے افعال میں خرابی واقع ہو تو امراض پیدا ہوگئے۔ بس یہی مرض ہے اور یہی اس کی حقیقت ہے اور علاج میں بھی جراثیم کو فنا کرنے کے بجائے اعضاء کے افعال درست کرنے پڑیں گے۔ صدیوں کے پرانے طریق علاج آیورویدک اور طب یونانی میں کرتے چلے آرہے ہیں اور آج بھی ہم دیکھتے ہیں، ہومیو پیتھی اور بائیو کیمک وغیرہ بغیر جراثیم کش ادویات کے علاج کر رہے ہیں۔ گویا فرنگی طریقہ علاج انتہائی غلط اور گمراہ کن ہے، اتنے

واضح دلائل کے بعد بھی جو تسلیم نہ کریں وہ بذاتِ خود غلط اور گمراہ ہیں۔

آیورویدک میں نزلہ کی ماہیت

آیورویدک میں نزلہ زکام دونوں کو کفِ دوش کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ مگر نزلہ کبھی بھی کف دوش کے تحت نہیں پیدا ہوتا۔ یعنی جب بھی نزلہ ہوتا ہے تو جسم میں وات کی زیادتی وات پت کا غلبہ پایا جاتا ہے۔ اگر ویدصاحبان کو غور کرنے کا موقع نہ ملا ہو تو اب غور کر کے تسلی کر لیں۔ افسوس اچھے وید کا ملنا بہت مشکل ہے، کہیں دس ہزار ویدوں میں ایک اچھا وید مل جائے تو کہہ نہیں سکتے جو آیورویدک کے اصولوں پر علاج کرتا ہو۔ پڑھتے تو آیورویدک پشتک سب ہیں ہیں مگر علاج کرتی دفعہ اپنے بنیادی اصولوں کو چھوڑ کر صرف مجربات سے علاج کرتے ہیں، اس وقت دوشوں اور ان کے مقامات کو بھول جاتے ہیں۔ ویدصاحبان اپنے دھرم، ایمان سے اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور پرماتما کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے اپنا امتحان کریں کہ وہ دوشوں کے مقام اور ان کی تبدیلیوں سے واقف ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ان کو راج وید کہلانے کا کیا حق ہے۔ افسوس! ہندوستانی حکومت کے افسران میں ایک شخص بھی آیورویدک سے واقف نہیں ہے۔ وہاں کے مہامنتری پنڈت جواہر لال نہرو اور راشٹر پتی جی راجندر پرشاد آیورویدک کی الف بے سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اگر یہ دونوں صاحبان آیورویدک کے بنیادی قوانین سے کچھ بھی واقف ہوتے تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آج جبکہ آزادی کا بھارت کو چودھواں سال ہے، فرنگی طب کا وہاں پر نام و نشان نہ ہوتا۔ حیرت ہے کہ بھارتی محبِ وطن ایک غلط شے کو گلے سے لگائے بیٹھے ہیں اور ملک بھر کو ذہنی غلام بنا رکھا ہے۔

یاد رکھیں کہ آیورویدک ایک صحیح طریق علاج ہے بلکہ میں اس کو الہامی طریق علاج سمجھتا ہوں۔ یہ واقعی بھگوان کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے جو ان کی پرماتما شکتی کی وجہ سے اس دُنیا پر ہے اور جو لوگ کم از کم آیورویدک کے بنیادی قانون پیدائش امراض کو جانتے ہیں، وہ نہ صرف اس سے پوری طرح مستفید ہوتے ہیں بلکہ اس عظیم اور الہامی علاج کی سچائی کے قائل ہو جاتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ آیورویدامراض کی پیدائش میں تین باتوں کو تسلیم کرتے ہیں:

① دوشوں میں کمی بیشی کا واقع ہو جانا۔

② دوشوں کے مقامات کا بدل جانا۔

③ دوشوں میں خرابی کا واقع ہو جانا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کف نزلہ زکام کی علامت ضرور ہے مگر جب کف ناک سے بہتا ہے تو اس وقت اس کا مقام کیا ہے اور جب کف حلق سے گرتا ہے تو اس کا مقام کیا ہے، اور جب دوشوں میں کف بڑھ جائے تو اس کے اثرات کیا ہیں، اور جب پت بڑھ جائے تو اس کی علامات کیا ہیں۔ ان مقامات اور کمی بیشی اور دوشوں کی خرابی کو کیسے درست کیا جاتا ہے، ایک اچھا وید ہی سمجھ سکتا ہے۔ علاج کے دوران ہم اس پر روشنی ڈالیں گے۔

طب یونانی میں نزلہ کی حقیقت

طب یونانی میں نزلہ کو گرمی سے اور زکام کو سردی سے تسلیم کرتے ہیں۔ مگر دونوں کو بلغمی مرض مانتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات قابل غور ہے کہ جب نزلہ زکام دونوں بلغمی امراض ہیں بیشک نزلہ کی بلغم میں صفراء شریک ہے، تو پھر بھی ہم اس کو پورے طور پر صفراوی مرض تو

نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال یہ بلغمی ہے اس کو گرم مرض تسلیم کرنا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اگر نزلہ گرم تسلیم کر لیا جائے تو اس کا علاج نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ اکثر اطباء نزلہ کے علاج میں ناکام ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آج تک کسی طبیب نے نزلہ سرد تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ جہاں سردی کا تصور پیدا ہوا وہاں نزلہ فوراً زکام میں تبدیل ہو گیا۔ اگر یہ تخصیص نہیں ہے تو پھر نزلہ زکام کا فرق کیوں ہے؟

ہماری تحقیقات میں یہ فرق صحیح ہے اور ہونا چاہئے۔ واقعی سردی سے زکام ہوتا ہے اور گرمی سے نزلہ گرتا ہے۔ یہ فرق اعضاء کے افعال کے فرق کی وجہ سے ہے۔ نزلہ اور زکام دونوں الگ الگ علامات ہیں، ان میں جدا جدا اعضاء کے افعال میں خرابی واقع ہو جاتی ہے جس کی تشریح آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی۔ پھر فرنگی طب کو چیلنج ہو گا کہ وہ اس کا جواب دے۔

طب یونانی میں نزلہ دماغی امراض میں لکھا ہے اور طبی کتب میں لکھا ہے کہ نزلہ دماغ سے گرتا ہے۔ مگر عرصہ تقریباً پچاس سال سے اکثر اطباء جو فرنگی تحقیقات کو کتب سماوی سے کم خیال نہیں کرتے، ان کی پیروی میں کہتے ہیں کہ نزلہ دماغ سے نہیں گرتا اور ثبوت یہ پیش کرتے ہیں کہ دماغ سے کوئی رستہ ناک کی طرف نہیں آتا اور نہ ہی حلق کی طرف آتا ہے۔ اور دوسرا ثبوت یہ پیش کرتے ہیں کہ نزلہ زکام میں ناک اور حلق کے اندر کی جھلیوں میں سوزش ہوتی ہے اور رطوبات وہاں سے گرتی ہیں۔

افسوس! ایسے فرنگی مقلد اطباء پر ہے کہ انہوں نے اپنے صحیح علم کو ناقص خیال کرتے ہوئے فرنگی طب کے غلط علم (سائنس) کو قبول کر لیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ نزلہ دماغ ہی سے گرتا ہے۔ اوّل اس پر دلیل یہ ہے کہ نزلہ میں دردِ سر ہوتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ دورانِ خون سر کی طرف زیادہ ہو جاتا ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ مزمن نزلہ میں ضعفِ دماغ اور دیگر دماغی عوارض مثلاً فالج، لقوہ، حذر اور تشنج بلکہ بال سفید ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس کا کیا جواب ہے کہ دماغ سے کوئی راستہ ناک اور حلق کی طرف آتا نہیں تو ان بھلے لوگوں کو کون سمجھائے کہ دماغ اور ناک کے درمیان جو جالی دار ہڈی ہے۔ اسی میں سے اعصاب اور شرائیں ناک میں آ کر پھیلتے ہیں بلکہ شرائین میں خون آتا ہے اور وہی ہوتا ہے جو چھوٹا دورانِ خون دماغ کی طرف چلتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سیدھی (ڈائرکٹ) دماغ سے رطوبت نہیں گرتی مگر رطوبات گرنے کا فعل تو عروقِ شعریہ کے بعد ہوتا ہے جو ناک اور حلق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جب نزلہ زکام لاحق ہوتا ہے تو دورانِ خون کا دباؤ دماغ کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ پھر سوزش کے مقام پر عروق شعریہ بہ تعلق غشائے مخاطی اور غدد خون کی رطوبات (لمف) یا بلغم کی صورت میں اخراج پاتی ہے۔ اب کوئی فرنگی ڈاکٹر بتائے کہ نزلہ زکام امراض دماغ میں شامل ہوا کہ نہ ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری تحقیق میں نزلہ زکام امراض نہیں ہیں بلکہ ہم علامات تسلیم کرتے ہیں۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

جو تفصیل ہم نے بیان کی ہے اس کے لیے ہم فرنگی طب یا اُن کے مقلدین کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر کوئی اس کو غلط ثابت کر دے تو ہم پانچ صد روپیہ انعام دیں گے۔ ورنہ ان کو نہ صرف یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نزلہ دماغ سے گرتا ہے بلکہ فرنگی طب کو غلط بھی کہنا پڑے گا۔

یہ امر بھی یاد رہے کہ جب نزلہ لاحق ہوتا ہے تو اس وقت دماغ کو پوری غذا خون میں سے میسر نہیں آتی۔ یعنی خون مقامِ سوزش کی طرف تیز بہاؤ کی وجہ سے وہ اپنی غذا پورے طور پر جذب نہیں کر سکتا ہے۔ بلکہ وہاں بھی رطوبات کی اس قدر زیادتی ہو جاتی ہے کہ آخر اس کے اثر سے بال سفید ہو جاتے ہیں بعض قابل اطباء نزلہ زکام کی ایک صورت شر کی بھی لکھتے ہیں۔ اس صورت میں دِل و جگر اور معدہ کو اسباب میں شمار کر لیتے ہیں۔ بہرحال نزلہ کا صحیح تصور پھر بھی ذہن نشین نہیں ہوتا۔ اس لئے نزلہ کو عسر العلاج امراض میں شمار کیا گیا ہے۔ شاید ہی کوئی کامل طب اور ماہر فن ہو جو اس امر کا دعویٰ کرے کہ وہ نزلہ زکام پر پوری طرح قابو رکھتا ہے۔

فرنگی کی نزلہ زکام کے متعلق ریسرچ

فرنگی طب (ڈاکٹری) اس مرض کا باعث جراثیم قرار دیتی ہے۔لیکن اس کے لئے کسی خاص قسم کے جراثیم کا تعین نہیں کرتی اس وقت تک سات اقسام کے جراثیم معلوم کر چکی ہے۔جن سے نزلہ زکام ہوتا ہے،جن سے ناک اور گلے میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے، پھر زکام اور نزلہ شروع ہو جاتا ہے۔اوّل تو فرنگی طب (ڈاکٹری) کا نظریہ جراثیم غلط ہے کیونکہ جراثیم سبب واصلہ نہیں ہیں۔ بلکہ سبب بادیہ اور سابقہ ہیں جب تک جراثیم عفونت اور عضو میں سوزش پیدا نہ کریں۔نزلہ کی صورت پیدا نہیں ہوسکتی۔ یہ اُن کا سبب سابقہ ہے نہ کہ واصلہ،اور بادیہ صورت میں جب تک کیفیاتی اور نفسیاتی طور پر قوتِ مدافعت (ایمونیٹی) اور قوت مدبر و بدن (وائٹل فورس) کمزور نہ ہو، جراثیم اپنا اثر پیدا نہیں کر سکتے۔یعنی کیمیاوی (کیمیکل) اثر ہو یا مکانکی (مکینیکل) عضوی خرابی مقدم ہے۔اس سے امراض پیدا ہونے میں جراثیم کا تصور اور جرم کش ادویات کا استعمال دونوں بے سود ہیں،اور دلائل کے طور پر ہم تجربہ پیش کر سکتے ہیں کہ فرنگی طب (ڈاکٹری) نزلہ اور زکام کے علاج میں بالکل ہی ناکام ہے۔نزلہ اور زکام کا بہاؤ روک دینا اور سوزش،جلن کو دور کر دینا کوئی علاج نہیں ہے۔ یہ بات تو افیون اور دیگر منشی ومخدر ادویات کے ساتھ ایک ہی خوراک سے روکی جاسکتی ہیں۔ان کے علاوہ اسپرین اور دیگر پسینہ آور ادویات سے بھی چند خوراکوں سے روکا جاسکتا ہے،لیکن جہاں تک ان کے مستقل علاج کا تعلق ہے،فرنگی طب (ڈاکٹری) بالکل ناکام ہے۔

دوسری فرنگی طب (ڈاکٹری) کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ نزلہ زکام میں کیفیاتی اور نفسیاتی اثرات بھی اپنے شدید اثرات رکھتے ہیں۔ جہاں جراثیم کا تصور بھی ذہن میں نہیں گزر سکتا۔مثلاً اگر کوئی فرنگی ڈاکٹر ان شدید اثرات کو تسلیم نہیں کرتا تو ہم ان کو ایک تجربہ کی دعوت دیتے ہیں۔یعنی کسی تندرست انسان کو گرم گرم چائے پلا کر برف کے ٹھنڈے پانی سے فوراً غسل کرادیں اور نتیجہ دیکھیں۔اسی طرح شدید غم وغصہ اور خوف کی حالت میں بھی نزلہ زکام لاحق ہو جاتے ہیں، تجربہ شرط ہے۔ بلکہ انتہائی مسرت ولذت اور ندامت میں بھی نزلہ زکام پیدا ہو جاتا ہے۔

تیسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ فرنگی طب (ڈاکٹری) نزلہ زکام کی رطوبت کے بہاؤ (فلو) کو ایک ہی قسم کی رطوبات سمجھتی ہے۔جو جراثیم کے اثرات سے اخراج پانا شروع ہو جاتی ہے۔لیکن ہمیں تجربہ بتاتا ہے کہ جب ناک اور گلے کے اعصاب میں سوزش ہوتی ہے،اس وقت ان کی کیفیت اور ہوتی ہے۔ جب غشائے مخاطی میں سوزش ہوتی ہے اس وقت صورت اور ہوتی ہے اور جو وہاں کے عضلات (مسلز) میں سوزش ہوتی ہے تو حالت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔گویا آج تک کی ماڈرن فرنگی طب اور طبی سائنس (میڈیکل سائنس) جسم انسان کے مفرد اعضاء کے اثرات اور علامات سے بالکل ناواقف اور نابلد ہے۔اگر کوئی ڈاکٹر یہ دعویٰ کرے کہ فرنگی طب اس قسم کی تشخیص اور تحقیقات سے باخبر ہے تو وہ اپنی کسی کتاب میں دکھادیں۔ہم اس چیلنج کے جواب میں مبلغ پانچ صد روپیہ بطور انعام پیش کر دیں گے۔اگر جرأت ہے تو چیلنج قبول کرلیں۔

نزلہ زکام ایک ایسی علامت ہے جو ہر مرض میں کسی نہ کسی صورت میں سب سے پہلے ظاہر ہوتی ہے۔اس کے بعد اس سے دیگر علامات پیدا ہوتی ہیں۔ایک ہی علامت کا مختلف اعضاء سے متعلق ہونے سے اس میں کمی بیشی کا پایا جاتا،مثلاً نزلہ ایک روزانہ ہونے والی علامت ہے،کبھی وہ انتہائی شدت سے بہتا ہے،کبھی کمی سے گرتا ہے،کبھی بند معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال وہ بھی نزلہ میں شمار ہوتا ہے،کبھی اس کے ساتھ سرد رطوبت گرتی ہے،کبھی اس کے ساتھ جلن ہوتی ہے اور گرم رطوبت بہتی ہے۔کبھی درد سر ہوتا ہے یا سر بھاری

ہوتا ہے۔کبھی بدن سرد اور کبھی شدید بخار پایا جاتا ہے۔کبھی معمولی بخار اور جسم ٹوٹتا ہے،کبھی اس میں قبض پائی جاتی ہے اور کبھی ساتھ ہی اسہال آنے شروع ہو جاتے ہیں۔بہرحال نزلہ ضرور ہوتا ہے۔اس لئے ان تمام صورتوں کے ساتھ نزلہ کو پورے طور پر ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

نزلہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ابوالامراض ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کو کسی صورت میں بھی مرض نہیں کہا جاسکتا۔وہ صرف ایک علامت ہے جو ظاہر کرتی ہے کہ رطوبت حلق میں گر رہی ہے۔

① اگر یہ کہا جائے مرض کی تعریف یہ ہے کہ وہ چند علامات کا مجموعہ ہے۔اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ نزلہ صرف واحد علامت ہے اور اس کے ساتھ جو دیگر علامات پائی جاتی ہیں وہ اکثر مختلف ہوتی ہیں۔اس لیے اس کے کسی مجموعہ کا نام مرض رکھا جائے گا۔

② پھر صرف نزلہ ہی کو مرض کا نام کیوں دیا جائے،اس کے ساتھ درد یا سوزش یا بخار یا اسہال یا قبض یا بدہضمی وغیرہ جو پائے جاتے ہیں،ان کو امراض کا نام کیوں نہ دیا جائے۔

③ نزلہ کسی عضو کے فعل کی خرابی سے واقع ہوتا ہے اس لئے مرض اس عضو کے فعل کو کہنا لازم ہے نہ کہ نزلہ جو اس عضو کے فعل کی خرابی پر دلالت کرتا ہے۔

یہی صورت قبض کی بھی ہے جس کو اُم الامراض کہا گیا ہے۔بس جاننا چاہئے کہ نہ ہی نزلہ ابوالامراض ہے اور نہ قبض اُمّ الامراض ہے۔دونوں اپنی اپنی جگہ علامات ہیں۔

اسباب نزلہ زکام

آیورویدک اور طب یونانی اس مرض کے اسباب کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی تسلیم کرتے ہیں۔مگر فرنگی طب اس مرض کے متعلق تسلیم کرتی ہے کہ ''یہ مرض بہت سے اقسام کے جراثیم کے اثر سے ہوتا ہے۔کسی ایک جرثومہ سے نہیں ہوتا''۔وہ تسلیم کرتی ہے کہ ان میں بعض اقسام کے جراثیم تو ایسے ہیں جو عموماً بحالتِ تندرستی انسان کے گلے اور ناک کے پچھلے حصہ میں کثرت سے موجود ہوتے ہیں،مگر جب کسی خاص تبدیلی کی وجہ سے ان میں زہریلا اثر پیدا ہو جاتا ہے تو وہ مرض پیدا کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔اس امر سے تو کوئی فرنگی ڈاکٹر انکار نہیں کرسکتا کہ نزلہ زکام ایک متعدی مرض ہے اور اس کا سبب متعدی جراثیم ہیں۔لیکن بعض ڈاکٹر ایسے بھی ہیں جن میں ڈاکٹر لوئیس مل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔جنہوں نے **891** مریضوں کو دیکھنے کے بعد اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ یہ مرض بغیر جراثیم کے بھی ہوسکتا ہے،اور یہ بھی لکھا ہے جو محققین اس کو جراثیمی مرض بتاتے ہیں وہ بھی کسی ایک خاص جرثومہ کو اس کا سبب نہیں بتا سکتے ہیں۔اگرچہ بعضوں کا خیال ہے کہ ایک نازک جرثومہ سے یہ مرض پیدا ہوسکتا ہے وہ اس قدر نازک اور مہین ہوتا ہے کہ فلٹر کی بتی سے گزر سکتا ہے۔مگر درحقیقت اس مرض کے دو قسم کے اسباب ہیں:اوّل خاص جسمانی حالت جن میں جسم انسانی پر حرارت و برودت کا خاص اثر ہے۔دوم بعض جراثیم کی سمیات۔مگر تا حال کوئی خاص جرثومہ جو اس کا اصل سبب ثابت ہو سکے دریافت نہیں ہوا۔[ازخزائن طب ص ۷۰۷،۷۰۸]

نزلہ زکام کے جراثیم

اس وقت تک چونکہ نزلہ زکام کے سبب میں کسی خاص جرثومہ کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ بلکہ کئی اقسام کے جراثیم سے اس مرض کا پیدا ہونا تحقیق کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی طب اس مرض کے رفع کرنے میں ناکام ہے۔ کیونکہ وہ کوئی ایک دوا تمام اقسام کے جراثیم سے پیدا شدہ نزلہ کے لئے تیار نہیں کر سکتی اور بعض دفعہ اس کے لئے اور بھی مصیبت پیدا ہو جاتی ہے جب ان میں سے چند ایک کا مشترکہ زہریلا اثر اس مرض کی پیدائش کا باعث بن جاتا ہے۔[خزائن طب ص ۷۰۷]

حقیقت یہ ہے کہ اس جراثیم تھیوری میں اس قدر خرابیاں ہیں جس قدر ان جراثیم سے دُنیا میں تعفن پیدا ہوتا ہے۔

نزلہ زکام کے جراثیم میں سات قسم کے خاص جراثیم فرنگی طب نے تسلیم کئے ہیں: (۱) فریڈ لینڈرز بے سی لس (۲) مائی کیرد کالس کٹارلیس (۳) بی سی لس سپٹس (۴) بے سی لس-انفلوئنزا (۵) نیوموکاکس (۶) سٹے فی لوکالس پایوجی نس (۷) سپٹر یٹوکاکس پایوجی نس۔ گویا ان میں بے سی لائی اور کا کائی دونوں اقسام شریک ہیں۔ جن کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

ان سات اقسام کے جراثیم پر بحث کرنے سے قبل ضروری ہے کہ علم الجراثیم کے متعلق بہت ضروری معلومات بے حد اختصار کے ساتھ پیش کر دی جائیں، تاکہ مبتدی بھی ہماری تحقیقات سے پوری طرح مستفید ہو کر فرنگی طب کی غلطیوں سے آگاہ ہو جائے۔

علم الجراثیم

فرنگی طب کی وہ شاخ جس میں جراثیم کا بیان ہوتا ہے، علم جراثیم کہلاتی ہے۔ جس کو انگریزی میں جرمنیالوجی کہتے ہیں، جراثیم خوردبینی نباتات ہیں لیکن ان میں فرق یہ ہوتا ہے کہ دوسری نباتات کا رنگ عموماً سبز ہوتا ہے جس کو لون الاخضر کہتے ہیں۔ جراثیم میں سبز رنگ نہیں ہوتا۔ لون الاخضر نباتی زندگی کے لیے ویسا ہی مفید ہوتا ہے جس طرح لون الاخضر حیوانات کی زندگی کے لئے۔ اس عنبر رنگ کے ذریعے سے نباتات ہوا میں سے تغذیہ کا سامان اخذ کر لیتی ہیں۔ جراثیم چونکہ اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں اس لیے تغذیہ کا سامان حاصل کرنے کے لئے ان کو دوسری نباتات اور حیوانات کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ اُن کی اس حیثیت سے اُن کو مفت خور (پیراسائٹ) بھی کہتے ہیں۔

جراثیم جس وقت نباتی یا حیوانی جسم میں سے اپنی تغذیہ کے اجزاء نکالتے ہیں تو اس سے کئی قسم کی کیمیاوی تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک تبدیلی تبخیر اور تعفن کہلاتی ہے۔ ان تبدیلیوں سے کئی قسم کے کیمیاوی مرکبات بن جاتے ہیں۔ مختلف قسم کے گاز کاربانک ایسڈ مارش گاز، سلفیورٹیڈ ہائیڈروجن، طرح طرح کی شورا اور حامض اشیاء پیدا ہو جاتی ہیں اور رطوبتوں کی رنگت سرخ، سبز، نیلی یا پیلی ہو جاتی ہے۔ قسم قسم کی بدبوئیں جو فضلات اور رطوبات میں سے آتی ہیں انڈول سکیٹول وغیرہ کیمیاوی مرکبات کی وجہ سے ہوتی ہے۔ انہی اعمال سے جراثیمی سمیات بھی بنتی ہیں جو صحت کے لئے مضر ہوتی ہیں اور جن کے سبب سے کئی قسم کی مہلک وخطرناک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

لیکن سب کے سب جراثیم موذی نہیں ہوتے، یہ وہی ''بدنام کنندہ، نکونامے چند'' والی بات ہے۔ متعدی بیماریوں کے جراثیم کے سبب کل جراثیم معتوب ہو رہے ہیں ورنہ بہت سے جراثیمی اعمال ہمارے لیے مفید اور کارآمد بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً شکر سے جو شراب اور سرکہ بنتا ہے اس کو جراثیم بناتے ہیں اور جراثیم کے عمل سے دہی اور پنیر بھی بنتا ہے نہ صرف یہ بلکہ حیوانی امعاء کے اندر جس وقت غذا

ہضم ہوتی ہے تو اس کے بہت سے کیمیاوی اعمال جراثیم کی مدد کے بغیر واقع نہیں ہو سکتے جن جراثیم کا تعلق ہمارے مضمون کے ساتھ ہے وہ متعدی امراض کے جراثیم ہیں، دوسروں کا ہم ذکر نہیں کریں گے۔ [رازِ علم وعمل طب۔ کرنل بھولا ناتھ]

اقسام جراثیم

جراثیم کی سائز کے لحاظ سے دو قسمیں کی جا سکتی ہیں۔ ایک جراثیم کبیر جس کو بیسلائی (جس کا واحد بسلس ہے) کہتے ہیں۔ دوسرے جراثیم صغیر جن کو کوکائی (جن کا واحد کوکس ہے) پھر ہر ایک کی مختلف اقسام ہیں۔

جراثیم کبیر (بسلائی)

جراثیم کبیر دیکھنے میں طولانی ہوتے ہیں اور اُن کا طول اُن کے عرض کی نسبت بڑا ہوتا ہے۔ بعض جراثیم بالکل سیدھے ہوتے ہیں اور خوردبین میں یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے بانس کی لکڑی کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ دوسرے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایک پہلو کو خمدار ہوتے ہیں اور کئی جراثیم کبیر پیچدار شکل کے ہوتے ہیں۔ اکثر جراثیم کبیر شاخدار ہوتے ہیں اور ان شاخوں کے ذریعے وہ متحرک ہوتے ہیں۔ شاخیں عموماً ایک یا دو ہوتی ہیں جو جرم کے ایک یا دونوں سروں سے نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔ مگر بعض جراثیم کے دونوں اطراف میں کئی شاخیں لگی ہوتی ہیں۔

امراض کے لحاظ سے جراثیم کبیر کی تقسیم

اس لحاظ سے جراثیم کبیر کی تین اقسام کی گئی ہیں۔

مقامی: یہ جراثیم جسم کے کسی خاص حصہ میں داخل ہو کر وہیں پر ساکن رہتے ہیں اور اسی مقام پر اپنے سمیات بنائے رہتے ہیں، اور سمیات جذب ہو کر علامات پیدا کر دیتی ہیں۔ اس قسم کے جراثیم تمام جسم میں نہیں پائے جاتے۔ ان کی مثال کزاز، خناق وبائی، ہیضہ اور پیچش ہیں۔

مقامی منتقل: اس قسم کے جراثیم وہ ہیں جو اوّل مقامی ہوتے ہیں اور بعد میں اس مقام سے منتقل ہو کر جسم کے مختلف مقامات میں پھیل جاتے ہیں اور جہاں جہاں پر جا کر سکونت اختیار کر لیتے ہیں وہاں پر نوآبادیاں بنا لیتے ہیں۔ جن کے موذی اثرات سے مقامی روالی انقلابات حادث ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثال ٹیوبرکل دوق اور سل کے جراثیم ہیں۔

منتقل عامہ: اس قسم کے جراثیم بدن پر حملہ کرتے ہی تمام جسم میں پھیل جاتے ہیں اور خون و رطوبت میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً جذام، آبلہ فرنگ، طاعون، ملیریا، انتھرکس، تپ محرقہ اور تمام حمیات و امراض عامہ کے جراثیم اس قسم کے ہوتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھیں کہ جدری، حصبہ، وجع المفاصل، سرخ بخار وغیرہ بھی امراض عامہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جن کے جراثیم غالباً ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔ ان کا نقشہ درج ذیل ہے:

محرقہ، طاعون، انتھرکس، جذام، آبلہ فرنگ وکزاز، ہیضہ، خناق وبائی، حیوانی، پیچش، ملیریا اور دیگر حمیات و امراض عامہ

جراثیم صغیر (کاکائی)

یہ جراثیم گول گول نقطوں کی طرح ہوتے ہیں، ان کی شاخیں نہیں ہوتیں اور انشقاق سے ان کا تولد ہوتا ہے۔ بحیثیت جماعت جراثیم صغیر ریم اور مدّہ پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس لیے مختلف اقسام کے پیدا کردہ امراض ایک دوسرے کے ساتھ مبدل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً سوزاک سے یا انیمیا اور وجع المفاصل ریمی حادثات ہو جاتا ہے اور نیز سوزاک کا ورم سطح کے اتصال سے بڑھتا بڑھتا خصیتین میں منتقل ہو جاتا ہے۔ جراثیم صغیر سے جو اورام حادثات ہوتے ہیں، وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں:

① بعض تو فقط مقامی ہوتے ہیں اور ایک جگہ پر ہمیشہ محدود رہتے ہیں۔ مثلاً خراج، دیل، دبیلہ وغیرہ۔

② ایسے اورام بھی ہوتے ہیں جو مقدم مقامی ہوتے ہیں مگر اتصالی سطح کے ساتھ ساتھ ورم متعدی ہو کر پھیلتا چلا جاتا ہے اور ریم بنتا جاتا ہے۔ جس کے سبب سے تاکل وتساقط اعضاء ہو جاتا ہے۔ حمرہ، میلگنٹ اڈیما، گوشت خورہ، نوما (آ کلہ) اس کی مثالیں ہیں۔

③ ایک اور قسم کا ورم بھی ہوتا ہے جو مقدم ہوتا تو مقامی ہے مگر بعد میں اس کا اثر تمام جسم پر تیزی سے پھیل جاتا ہے۔

اس کے جسم میں سرایت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ پہلی صورت میں تو یہ ہوتا ہے کہ متورّم مقام پر جراثیم کے موذی اثر سے متاثر کر دیتے ہیں، چونکہ جراثیمی سمیات کیمیاوی مرکبات ہوتے ہیں اس لئے اُن کا موذی اثر جذب شدہ زہر کی مقدار پر منحصر ہوتا ہے۔ اسی طرح پر جس طرح سنکھیا اور پارہ سے ہوتا ہے۔ یعنی اگر جذب شدہ زہر کی مقدار کم ہوتی ہے تو علامات بھی خفیف ہوتی ہیں۔ ان علامات کو اصطلاح میں جراثیمی تسمیم یا سپٹک انٹاکسی کیشن کہتے ہیں۔ تپ دق، پرسوت کا تپ اور خفیف بخار جو پھوڑے پھنسی کے ہمراہ ہوتا ہے ایسے تسمیم کی مثالیں ہیں، جب جذب شدہ زہر کی مقدار بہت زیادہ ہو جاتی ہے تو بیمار بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے اس کو سپر لیمیا یا تپ عفنیہ کہتے ہیں۔ دوسری صورت وہ ہوتی ہے کہ جراثیم خود متورم مقام سے کسی نہ کسی حیلہ سے منتقل ہو کر تمام جسم میں پھیل جاتے ہیں۔

یہ بھی دو طریق سے ہوتا ہے۔ اوّل طریق یہ ہے کہ متورم مقام میں سے نکل کر جراثیم تمام خون میں ایک ہی وقت میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ اس کے جراثیمی اثرات سے بیمار کوئی دم کا مہمان ہوتا ہے اور بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کی اصطلاح میں سپٹی سیمیا یا انتشارِ عامہ کہتے ہیں۔ انتشار عامہ اور تپ عفنیہ کی علامات ایک ہی ہوتی ہیں۔ مگر ان میں یہ فرق ہوتا ہے کہ تپ عفنیہ میں خون کے اندر جراثیم نہیں پائے جاتے اور انتشار عامہ میں پائے جاتے ہیں۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ جراثیم متورّم مقام سے منتقل ہو کر کسی اور مقام میں اسی قسم کا ورم والتہاب پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال وجع المفاصل ریمی ہے جو سوزاک سے پیدا ہو جاتا ہے یا انیمیا، سپلٹک انڈوکارڈائس ہے۔ ورم منتقل اس طور پر ہوتا ہے کہ مقام ورم کے حوالے میں وریدیں بھی متورم ہو جاتی ہیں اور ان کے اندر خون منجمد ہو جاتا ہے۔ اس انجماد خون کو اصطلاح میں تھرامبوسس یا العقاد وریدی کہتے ہیں۔ اتفاقی یا صدمہ سے منجمد شدہ خون کا ذرا سا ٹکڑا ٹوٹ جاتا ہے اور خون کے ساتھ بہتا ہوا دور چلا جاتا ہے اور باریک عروق میں جا کر اٹک جاتا ہے اور اس سے سدہ پیدا کر دیتا ہے اور چونکہ اس کے اندر موذی جراثیم موجود ہوتے ہیں، وہاں پر بھی اسی قسم کا ورم پیدا ہو جاتا ہے، اس کا نام پائی ریمیا ہے۔ جراثیم صغیر کی کئی جماعتیں ہوتی ہیں:

① ایک جماعت تو وہ ہے جس میں نقاط ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہیں، اس قسم کے جراثیم صغیر واحد (مائکروکاکائی) یا فقط کاکائی کہلاتے ہیں۔

(۲) دوسری جماعت وہ ہے جس میں نقاط جوڑا جوڑا بن کر رہتے ہیں ان کا نام جفتی جراثیم صغیر (ڈپلوکاکس) ہے اس جماعت کے جراثیم سوزاک ذات الریہ اور سرسام (مینجائٹس) میں پائی جاتی ہیں۔

(۳) تیسری قسم کے جراثیم چار چار مل کر رہتے ہیں۔ یہ مربع جرم صغیر (سکوئرکاکائی) امراض معدہ میں اکثر پائے جاتے ہیں۔

(۴) چوتھی جماعت کے جراثیم قطار در قطار زنجیر بنالیتے ہیں۔ یہ جراثیم زنجیری صغیر (سٹرپٹوکاکائی) کہلاتے ہیں۔

(۵) پانچویں جماعت کے جراثیم انگور کی طرح خوشہ درخوشہ ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے ان کو جراثیم عنبی صغیر (سٹیفلوکاکائی) کہتے ہیں۔ یہ جراثیم مختلف اقسام کے اورام، بثور اور خراج میں ملتے ہیں۔ جراثیم صغیر کو ذہن نشین کرانے کے لئے نقشہ درج ذیل ہے۔
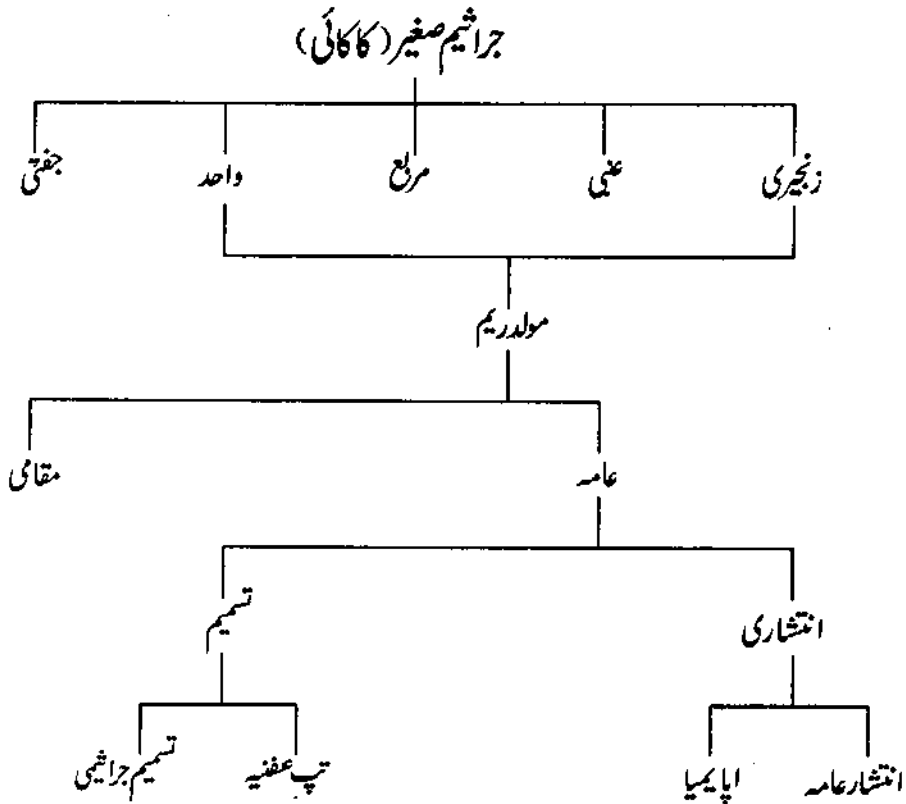
[ازعلم وعمل طب - کرنل بھولا ناتھ]

جراثیم کی حقیقت

مختصر طور پر علم جراثیم بیان کر دیا گیا ہے لیکن اس میں ضروری علم کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ مندرجہ بالا جو اقسام بیان کی گئی ہیں یہ جراثیم کی بنیادی صورتیں ہیں۔ ان کے علاوہ کوشش یہ کی جارہی ہے کہ ہر مرض کے یقینی جراثیم کا علم ہو جائے۔ مگر اکثر امراض میں فرنگی طب ناکام ہے جن امراض کے جراثیم کا علم بھی ہو چکا ہے۔ ان کا یقینی علاج آج تک فرنگی طب معلوم نہیں کر سکی، جس کی مثال نزلہ زکام، نمونیا و پلورسی، دق وسل اور خنازیر وغیرہ امراض ہیں بلکہ کوئی بھی ایسا مرض نہیں ہے جس کا ان کے پاس یقینی اور شرطیہ علاج ہو۔ ملیریا کی تحقیق و تشخیص پر ان کو بے حد ناز تھا مگر پرانے ملیریا پر کونین (Quinine) بالکل بے کار ہو کر رہ گئی ہے۔ باقی کونسا ایسا مرض رہ گیا ہے۔ جس کے لئے ان کو دعویٰ ہو وہ سو فیصدی کامیاب ہیں، ہرگز نہیں! کسی ایک مرض میں بھی فرنگی طب کامیاب نہیں ہے۔

نزلہ زکام کے علاج میں فرنگی کی ناکامی

نزلہ زکام میں فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس نے سات قسم کے جراثیم کا انکشاف کیا ہے۔ مگر اصل جراثیم کی تاحال تحقیق نہیں ہو سکی اور یہ جو سات اقسام کے جراثیم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان سے نزلہ زکام پیدا ہوتا ہے، لیکن ان کی جدا جدا تخصیص کہیں نہیں کی گئی اور نہ ان کی الگ الگ علامات بیان کی گئی ہیں۔ یہ راز تو کوئی فرنگی ڈاکٹر بھی نہیں جان سکتا کہ نزلہ زکام کے اصل جرثومہ کی تحقیق کیوں نہیں ہو سکی۔ تو اس مرض کا علاج کیسے ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ سات اقسام کے جراثیم جو یہ نزلہ زکام پیدا کرتے ہیں، ان سب کی علامات فارقہ کیا ہیں آج تک فرنگی طب کی کسی کتاب میں ان کا ذکر نہیں پڑھا گیا۔ صرف نزلہ زکام پر کیا منحصر ہے جبکہ ایک معالج سوزش و ورم اور زخم و پیپ کے جراثیمی ماحول میں قدم رکھتا ہے تو ایسی غیر علمی اور ان سائنٹفک باتوں کو دیکھتا ہے کہ تعفن سے اس کا اپنا دماغ سڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ رسالہ میں جو سوزش کا بیان شروع ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ہم فرنگی طب کی جراثیمی غلطیوں کو اس طرح کھول کھول کر بیان کریں گے، جس سے ان کے تعفن سے فرنگی ڈاکٹروں کے دماغوں میں سڑاند اور دلوں میں متلی سے اس قدر گھبراہٹ ہوگی کہ چکر آ جائیں گے۔ ہمیں افسوس صرف ویدوں، اطباء اور ہومیو پیتھوں پر ہے کہ ان لوگوں کے فن اپنی جگہ مکمل ہیں۔ مگر انہوں نے بغیر تحقیق کے اس جراثیم تھیوری کو قبول کر لیا ہے۔

نزلہ کی حقیقت بالمفرد اعضاء پر گذشتہ مضمون میں ہم تحریر کر چکے ہیں کہ نزلہ ایک علامت ہے جو کسی مرض پر دلالت کرتا ہے۔ اس کو کسی صورت میں بھی مرض کہنا صحیح نہیں اور اس کو ابوالامراض کہنا تو انتہائی غلط فہمی ہے کیونکہ نزلہ مواد یا رطوبت کا گرنا ہے، اور اس علامت سے کسی عضو کے فعل کی طرف دلالت ہے۔ اس عضو کے افعال کی خرابی ہی کو مرض کہا جا سکتا ہے۔ البتہ عضو کے افعال کی خرابی کی جس قدر صورتیں ہو سکتی ہیں وہ تمام امراض میں شریک ہوں گی۔

مواد یا رطوبات کا طریق اخراج

رطوبات (لمف) یا مواد (میٹریا سکریشن) کا اخراج ہمیشہ خون میں سے ہوتا ہے۔ اس کو پوری طرح سمجھنے کے لئے پورے طور پر دوران خون کو ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ یعنی دل سے صاف شدہ خون بڑی شریان اور طی سے چھوٹی شریانوں میں سے عروقِ شعریہ کے ذریعہ غدد اور غشائے مخاطی میں جسم کی خلاؤں پر ترشح پاتا ہے۔ یہ ترشح کبھی زیادہ ہوتا ہے، کبھی کم، کبھی گرم ہوتا ہے کبھی سرد، کبھی رقیق ہوتا ہے اور کبھی غلیظ اور کبھی سفید ہوتا ہے اور کبھی زرد، وغیرہ وغیرہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ نزلہ یا ترشح (سکریشن) کا اخراج ہمیشہ ایک ہی صورت

میں نہیں ہوتا اس میں مختلف صورتیں کیفیتیں اور رنگ پائے جاتے ہیں۔ گویا نزلہ جو ایک علامت ہے وہ بھی اپنے اندر کئی انداز رکھتا ہے۔ اس لیے اس کو ابوالعلامات کہتے ہیں۔

نزلہ کے تین انداز

① نزلہ پانی کی طرح بے تکلف رقیق بہتا ہے۔ عام طور پر اس کا رنگ سفید اور کیفیت سرد ہوتی ہے اس کو عام طور پر زکام کا نام دیتے ہیں۔

② نزلہ لیسدار جو ذرا کوشش اور تکلیف سے خارج ہوتا ہے، عام طور پر اس کا رنگ زرد اور کیفیت گرم ہوتی ہے، اس کو نزلہ حار کہتے ہیں۔

③ نزلہ بند ہوتا ہے، انتہائی کوشش اور تکلیف سے بھی اخراج کا نام نہیں لیتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بالکل جم گیا ہو اور گاڑھا ہو گیا ہے۔ عام طور پر رنگ میلا یا سرخی سیاہی مائل اور کبھی کبھی زور لگانے سے خون آنے لگ جاتا ہے، اس کو بند نزلہ کہا جاتا ہے۔

نزلہ کی تشخیص

① اگر نزلہ پانی کی طرح بے تکلف رقیق بہہ رہا ہے تو یہ اعصابی (دماغ) نزلہ ہے۔ یعنی اعصاب کے فعل میں تیزی ہے اس کا رنگ سفید اور کیفیت سرد ہوگی۔ اس میں قارورہ کا رنگ بھی سفید ہوگا۔

② اگر نزلہ لیسدار جو ذرا کوشش و تکلیف اور جلن سے خارج ہو رہا ہے تو یہ غدی (کبدی) نزلہ ہے۔ یعنی جگر کے فعل میں تیزی ہوگی، اس کا رنگ عام طور پر زردی مائل اور کیفیت گرم و تیز ہوگی اس میں قارورہ کا رنگ زرد یا زرد سرخی مائل ہوگا۔ گویا یہ نزلہ حار ہے۔

③ اگر نزلہ بند ہو اور انتہائی کوشش اور تکلیف سے بھی اخراج کا نام نہ لے۔ ایسا معلوم ہو کہ جیسے بالکل جم گیا ہے اور گاڑھا ہو گیا ہے تو یہ نزلہ عضلاتی (قلبی) ہوگا یعنی اس میں عضلات کے افعال میں تیزی ہوگی۔ اس کا رنگ عام طور پر میلا یا سرخ سیاہی مائل اور کبھی کبھی زور زیادہ لگانے سے خون بھی آ جاتا ہے۔

اوّل صورت میں جسم میں رطوبات سرد (بلغم) کی زیادتی ہوگی۔ دوسری صورت میں صفرا (گرمی خشکی) کی زیادتی ہوگی۔ تیسری صورت میں سوداویت (سردی خشکی) اور ریاح کی زیادتی ہوگی اور انہی اخلاط و کیفیات کی تمام علامات پائی جائیں گی۔

گویا نزلہ کی یہی تینوں صورتیں ہیں۔ ان کو اسی مقام پر ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ چوتھی صورت کوئی نہ ہوگی۔ البتہ ان تینوں صورتوں میں کمی بیشی اور انتہائی شدت ہو سکتی ہے۔ انتہائی شدت کی صورت میں انہی اعضاء کے اندر درد یا سوزش یا ورم پیدا ہو جائے گا۔ انہی شدید علامات کے ساتھ بخار، ہضم کی خرابی، کبھی قے، کبھی اسہال، کبھی پیچش، کبھی قبض ہمراہ ہوں گے، لیکن یہ تمام علامات انہی اعضاء کی مناسبت سے ہوں گی۔ اسی طرح کبھی معدہ وہ امعاء اور سینہ کے انہی اعضاء میں کمی بیشی اور شدت کی وجہ سے بھی ان کی خاص علامات کے ساتھ ساتھ نزلہ کی بھی علامات پائی جائیں گی۔ جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

نزلہ کے معنی میں وسعت

نزلہ کے معنی گرنا ہے، اگر اس کے معنی کو ذرا وسعت دے کر اس کے مفہوم کو پھیلا دیا جائے اور جسم انسان کی تمام رطوبات اور مواد کو نزلہ کہہ دیا جائے تو ان سب کی بھی اسی نزلہ کی طرح تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں اور ان کے علاوہ چوتھی صورت نظر نہیں آئے گی۔ مثلاً اگر

پیشاب پرغور کریں تو اس کی بھی تین صورتیں ہی ہوں گی:

① اعصاب میں تیزی ہوگی تو پیشاب زیادہ اور بغیر تکلیف کے آئے گا۔

② اگر غدد میں تیزی ہوگی تو پیشاب جلن کے ساتھ قطرہ قطرہ آئے گا۔

③ اگر عضلات میں تیزی ہوگی تو پیشاب بند ہوگا یا بہت کم آئے گا۔

یہی صورتیں پاخانہ پر بھی وارد ہوں گی یعنی:

① اعصابی صورت میں اسہال۔

② غددی صورت میں پیچش اور

③ عضلاتی صورت میں قبض پائی جائے گی۔

اسی طرح لعاب دہن، آنکھ، کان اور پسینہ وغیرہ ہر قسم کی رطوبات پر غور کرلیں۔ البتہ خون کی صورت رطوبات سے مختلف ہے یعنی:

① اعصاب کی تیزی میں جب رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے تو خون کبھی نہیں آتا۔

② جب غدد میں تیزی ہوتی ہے تو خون تکلیف سے تھوڑا تھوڑا آتا ہے۔

③ لیکن جب عضلات کے فعل میں تیزی ہوتی ہے تو شریانیں پھٹ جاتی ہیں اور بے حد کثرت سے خون آتا ہے۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ جب خون آتا ہے تو رطوبات کا اخراج بند ہوجاتا ہے اور اگر رطوبات کا اخراج زیادہ کردیا جائے تو خون کی آمد بند ہوجائے گی۔

نظریہ مفرد اعضاء کے جاننے کے بعد اگر ایک طرف تشخیص آسان ہوگئی ہے تو دوسری طرف امراض اور علامات کا تعین ہوگیا ہے۔ اب ایسا نہیں ہوگا کہ آئے دن نئے نئے امراض اور علامات فرنگی طب تحقیق کرتی رہے اور اپنی تحقیقات کا دوسروں پر رُعب ڈالتی رہے بلکہ ایسے امراض اور علامات جو بے معنی صورت رکھتے ہوں وہ ختم کردیئے جائیں گے۔ جیسے وٹامنی امراض، غذائی امراض اور دموی امراض، وغیرہ وغیرہ۔ بس ایسے امراض اور علامات کا تعلق کسی نہ کسی عضو سے جوڑنا پڑے گا اور انہی کے افعال کی خرابی کو امراض کہنا پڑے گا۔ گویا کیمیاوی اور دموی تغیرات کو بھی اعضاء کے تحت لانا پڑے گا۔ دموی اور کیمیاوی تغیرات بھی اپنے اندر حقیقت رکھتے ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جسم میں خون کی پیدائش اور اس کی کمی بیشی انسان کے کسی نہ کسی عضو کے ساتھ متعلق ہے۔ اس لیے جسم انسان میں دموی اور کیمیاوی تبدیلیاں بھی اعضائے جسم کے تحت آجاتی ہیں۔

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ جسم میں ایک بڑی مقدار میں زہریلی ادویات اور اغذیہ سے موت واقع ہوجاتی ہے۔ لیکن ایسے کیمیاوی تغیرات بھی اس وقت تک پیدا نہیں ہوتے جب تک جسم کا کوئی عضو بالکل باطل نہ ہوجائے۔

اس اجمال کی تفصیل تو ہم پھر بیان کریں گے، یہاں صرف مختصر سی تشریح ہم بیان کردیتے ہیں، جس سے اس کا ایک ہلکا سا خاکہ قارئین کے ذہن نشین ہوجائے اور اہل فن اس نظریہ سے مستفید ہوسکیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس کی تمام تفصیلات اسی رسالہ میں بیان کرتے رہیں گے۔

جاننا چاہیے کہ انسان ان چیزوں سے مرکب ہے: ۱ جسم (باڈی) ۲ نفس (وائٹل فورس) ۳ روح (سول)۔

نفس اور روح کا ذکر تو ہم پھر کریں گے، یہاں اوّل جسم کو بیان کرنا ضروری ہے۔

جسم انسان

جسم انسان تین چیزوں سے مرکب ہے:

① بنیادی اعضاء (بیسک آرگن) ② حیاتیاتی اعضاء (لائف آرگن) ③ خون (بلڈ)۔

اس کی مختصر سی تفصیل درج ذیل ہیں۔

۱ بنیادی اعضاء: یہ ایسے اعضاء ہیں جن سے انسانی جسم کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے۔ جن میں تین اعضاء شریک ہیں:

① ہڈیاں (بونز) ② رباط (لگےمنٹس) ③ اوتار (ٹنڈنز)۔

۲ حیاتی اعضاء: یہ ایسے اعضاء ہیں جن سے انسانی زندگی اور بقا قائم ہے۔ یہ بھی تین ہیں؛ ① اعصاب (نروز) جن کا مرکز دماغ (برین) ہے۔ ② غدد (گلینڈز) جس کا مرکز جگر (لیور) ہے۔ ③ عضلات (مسلز) جن کا مرکز قلب (ہارٹ) ہے۔ گویا دل، دماغ اور جگر جو اعضائے رئیسہ ہیں، وہی انسان کے حیاتی اعضاء ہیں۔

۳ خون: سرخ رنگ کا ایک ایسا مرکب ہے جس میں لطیف بخارات (گیسز)، حرارت (ہیٹ)، رطوبات (لیکوئڈ) پائے جاتے ہیں یہ ہوا، حرارت اور پانی سے تیار ہوتا ہے۔ دوسرے معنوں میں سودا، صفرا اور بلغم کا حامل ہے جن کی تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی۔

اس مختصر سی تشریح کے بعد جاننا چاہیے کہ قدرت نے ضرورت کے مطابق جسم میں اس کی ترتیب ایسی رکھی ہے کہ اعصاب باہر کی طرف ہیں اور ہر قسم کے احساسات ان کے ذمہ ہیں۔ اعصاب کے اندر کی طرف غدد ہیں اور ہر قسم کی غذا جسم کو مہیا کرتے ہیں۔ غدد کے اندر کی طرف عضلات ہیں اور ہر قسم کی حرکات ان کے متعلق ہیں۔ یہی تینوں جسم میں ہر قسم کے احساسات اغذیہ اور حرکات کے طبعی افعال انجام دیتے ہیں۔

غیر طبعی افعال

حیاتی اعضاء کے غیر طبعی افعال صرف تین ہیں:

① ان میں سے کسی عضو میں تیزی آجائے، یہ صورت ریاح کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہے۔

② ان میں سے کسی عضو میں سستی پیدا ہو جائے، یہ رطوبات یا بلغم کی زیادتی سے پیدا ہوگی۔

③ ان میں سے کسی عضو میں ضعف پیدا ہو جائے، یہ حرارت کی زیادتی سے پیدا ہوگا۔

یاد رکھیں کہ چوتھا کوئی غیر طبعی فعل نہیں ہوتا۔ اعضائے مفرد کا باہمی تعلق جاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ علاج میں ہم ان کی معاونت سے تشخیص، تجویز اور علامات کو رفع کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ ان کی ترتیب میں اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اعصاب جسم کے بیرونی حصے یا اوپر کی طرف ہیں اور ان کے نیچے یا بعد میں غدد کو رکھا گیا ہے۔ جہاں پر غدد نہیں پائے جاتے، وہاں ان کے قائم مقام غشائے مخاطی بنا دیئے گئے ہیں اور ان کے نیچے یا بعد میں عضلات رکھے گئے ہیں اور جسم میں ہمیشہ یہی ترتیب قائم رہتی ہے۔

افعال کے لحاظ سے بھی ہر عضو میں صرف تین ہی افعال پائے جاتے ہیں:

① عضو کے فعل میں تیزی پیدا ہو جائے تو ہم اس کو تحریک کہتے ہیں۔

② عضو کے فعل میں سستی نمودار ہو جائے تو ہم اس کو تسکین کا نام دیتے ہیں۔

③ عضو کے فعل میں ضعف واقع ہو جائے تو اس کو تحلیل کی صورت قرار دیتے ہیں۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ ہر عضو میں ظاہرہ دو ہی صورتیں ہیں۔ اوّل تیزی اور دوسرے سستی، لیکن سستی دو قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل سستی سردی یا بلغم کی زیادتی سے اور دوسرے سستی حرارت کی زیادتی سے ہوتی ہے۔ اس لیے اوّل الذکر کا نام تسکین رکھا جا سکتا ہے اور ثانی الذکر کی سستی کو تحلیل ہی کہنا بہتر ہے کیونکہ حرارت اور گرمی کی زیادتی سے ضعف پیدا ہوتا ہے اور یہ بھی ایک قسم کی سستی ہے لیکن چونکہ ضعف حرارت اور گرمی کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے اور اس میں جسم یا عضو گھلتا ہے اور یہ صورت مرض کی حالت میں آخر تک قائم رہتی ہے بلکہ صحت کی بحالی میں بھی ایک ہلکے قسم کی تحلیل جاری رہتی ہے۔ اس لیے انسان بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے سے موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ اس لیے اس حالت کا نام تحلیل بہت مناسب ہے۔

ساتھ ہی اس امر کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ یہ تینوں صورتیں یا علامات تینوں اعضا اعصاب، غدود، عضلات میں کس ایک حالت میں ضرور پائی جائیں گی۔ البتہ ایک دوسرے میں بدلتی رہتی ہیں اور اسی غیر طبعی تبدیلی ہی سے مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں اور انہی کی طبعی تبدیلی سے صحت حاصل ہو جاتی ہے۔ اعضا کے اندر تبدیلیوں کو ذیل کے نقشہ سے آسانی کے ساتھ سمجھا جا سکتا ہے:

نام اعضاء	اعصاب	غدد	عضلات	نتیجہ
۱۔تحریک اعصاب	تحریک	تحلیل	تسکین	جسم میں رطوبات کی زیادتی
۲۔تحریک غدد	تسکین	تحریک	تحلیل	جسم میں حرارت کی زیادتی
۳۔تحریک عضلات	تحلیل	تسکین	تحریک	جسم میں ریاح کی زیادتی

گویا ہر عضو میں یہ تینوں حالتیں یا علامات فرداً فرداً ضرور پائی جائیں گی۔ یعنی:

① اگر اعصاب میں تحریک ہے تو غدد میں تحلیل اور عضلات میں تسکین ہوگی، نتیجتاً جسم میں رطوبات (بلغم یا کف) کی زیادتی ہوگی۔
② اگر غدد میں تحریک ہے تو عضلات میں تحلیل اور اعصاب میں تسکین ہوگی، نتیجتاً جسم میں حرارت (صفرا یا پت) کی زیادتی ہوگی۔
③ اگر عضلات میں تحریک ہے تو اعصاب میں تحلیل اور غدد میں تسکین ہوگی، نتیجتاً جسم میں ریاح (سودا و یت) کی زیادتی ہوگی۔

یہ تمام جسم اور اس کے افعال کی اصولی (سسٹے میٹک) تقسیم ہے۔ اس سے تشخیص اور علاج واقعی آسان ہو جاتا ہے۔ گویا اس طریقے کو سمجھنے کے بعد علم طب نہیں رہتا بلکہ یقینی طریق علاج بن جاتا ہے۔

اسباب

جب کسی مرض کے اسباب پر بحث کی جاتی ہے تو قریب و بعید کے ہر قسم کے اسباب پر بحث کی جاتی ہے اور روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ علاج کے وقت تمام اسباب ذہن کے سامنے ہوں۔ مگر بعض کم علم اور غلط فہم معالج جیسے فرنگی معالج، اسباب کے قرب و بعد کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ قریب کی چیز اور بعید کی شے میں جو فرق ہے، اسباب کے لحاظ سے بھی قرب اور بعد میں یہی فرق ہے، قریب کی شے پہلے اثر انداز ہوتی ہے اور بعید کی چیز بعد میں اپنا اثر کرتی ہے۔ ظاہر میں قریب و بعید کا تصور ذہن نشین کرنا ایک معمولی بات ہے۔ مگر فن علاج میں ایک انتہائی اہم بات ہے۔ بس یہی مقام ہے جس کو صحیح طور پر ذہن نشین نہ کرنے سے نہ صرف مختلف طریق علاج پیدا ہو جاتے ہیں، بلکہ علاج صحیح طریق پر کامیاب نہیں ہو سکتا اور فن علاج میں بدنام ہوتا ہے۔

طب یونانی نے اس قریب و بعید کی اہمیت کے پیش نظر اسباب کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس میں قرب اور بعد کی غلطی کا امکان نہ رہے اور صحیح اسباب سامنے آ جائیں۔ اسباب دو قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔

اوّل اسباب ضروریہ جن کا تعلق حفظِ صحت کے ساتھ ہے۔ یہ چھ ہیں:

① ہوا ② ماکولات ومشروبات ③ حرکت وسکون بدنی ④ حرکت وسکون نفسانی ⑤ نیند و بیداری ⑥ استفراغ واحتباس۔

دوسرے اسباب مرضہ جن کا تعلق امراض سے ہیں۔ یہ تین ہیں:

① اسباب بادیہ ② اسبابِ سابقہ ③ اسباب واصلہ۔

بادیہ کیفیاتی اور نفسیاتی اسباب ہیں۔ سابقہ مادی اور شرکی اسباب ہیں۔ واصلہ ایسے اسباب جن کے بعد معاً مرض نمودار ہو جاتا ہے یعنی مرض اور سبب میں کوئی فرق اور دوری نہیں پائی جاتی۔ یا دوسرے الفاظ میں ان کے اور مرض کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا، بلکہ براہِ راست مرض پیدا کر دیتے ہیں۔ کسی دوسری حالت کا اُن کو انتظار نہیں ہوتا۔ جس کی بہترین مثال امتلا (مواد کا اجتماع) ہے۔ جو بخار کا موجب بنتا ہے۔ گویا امتلا بلا واسطہ بخار پیدا نہیں کرتا بلکہ اس کے اور بخار کے درمیان عفونت واسطہ بنتی ہے۔ امتلا سے ابتداً عفونت لاحق ہوتی ہے اور پھر عفونت سے بخار ہوتا ہے۔ اس صورت میں عفونت سبب واصلہ (واسطہ) ہے، جس کے ہوتے ہی بخار آ جاتا ہے اور امتلا سببِ سابقہ کہلائے گا۔ ثابت ہوا کہ سبب واصلہ ہی سبب قریب ہے اور اس کے بعد مرض پیدا ہو سکتا ہے اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک اعضاء کے افعال میں خرابی واقع نہ ہو ہم حالتِ جسم کو مرض میں شمار نہیں کر سکتے۔ [تفصیل کے لئے میری کتاب ''مبادیاتِ طب'' دیکھیں]

جاننا چاہئے کہ جراثیم کا ہونا نہ ہونا کسی صورت میں نہ مرض کہلا سکتا ہے اور نہ مرض پر دلالت کر سکتا ہے۔ انسانی جسم میں سینکڑوں قسم کے جراثیم داخل ہوتے رہتے ہیں اور اندر تباہ ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن امراض پیدا نہیں کر سکتے، جب تک کہ کسی عضو کے فعل میں خرابی پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اعضاءِ جسم کا بگڑنا ہی ہمیں یہ ظاہر کرتا ہے کہ جسم بیمار ہے، ورنہ اعضاء کے تندرست رہنے سے امراض کا تصور ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

فرنگی ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ہر انسان میں جراثیم اس لئے امراض پیدا نہیں کرتا کہ ان کے اندر امنیت (امیونیٹی) طاقتور ہوتی ہے اور وہ مرض کا مقابلہ کرتی رہتی ہے۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ امنیت کہاں پیدا ہوتی ہے۔ یہ امنیت کوئی خون کی طاقت نہیں ہے بلکہ یہ طاقت اعضاء میں پائی جاتی ہے اور ہر قسم کے اعضاء میں جدا جدا قسم ہوتی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جیسے مختلف اقسام کے جراثیم مختلف اعضاء پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی طرح مختلف اعضاء کی امنیت ان کا مقابلہ کرتی ہے اور جسم کو امراض سے محفوظ رکھتی ہے اور جب اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں، امنیت کمزور ہو جاتی ہے اور جراثیم یا دیگر اسباب مرضہ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ پھر مرض کی صورت نمودار ہو جاتی ہے۔ کیا کوئی فرنگی ڈاکٹر بتائے گا کہ امنیت (ایمونیٹی) کہاں پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ یہ ثابت کر دیں کہ امنیت اعضاء کے علاوہ کہیں اور پیدا ہوتی ہے تو ہم مبلغ پانچ صد روپیہ انعام دیں گے۔ ہمارا چیلنج ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ بس مسلمہ حقیقت کی صورت میں کہ امنیت اعضاء میں پیدا ہوتی ہے اور اعضاء کی خرابی ہی امراض کی دلیل ہے تو پھر علاج کی صورت میں قاتل جراثیم یا دفع جراثیم کو لازمی سمجھنا بالکل غلط ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ علاج صرف اعضاء کی درستی قرار پائے گا۔ تجربہ ظاہر ہے ہر صاحب عقل اور اہل فن تسلی کر سکتا ہے۔

---

* مبادیاتِ طب بھی نوری کتب خانہ بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہے۔

علامات

فرنگی طب کی کس کس خرابی کا ذکر کیا جائے، یہاں ساری کی ساری مشین بگڑی ہوئی ہے۔ ماہیت امراض میں خرابی، اسباب میں خرابی، اب علامات کی جو خرابیاں ہیں وہ ملاحظہ کریں۔ علاج کے اندر اس قدر خرابیاں ہیں کہ فن علاج ہی تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ غذا اور پرہیز تک چلا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ زندگی بھر ہم تمام فن کی تجدید کریں گے اور فرنگی طب کی ایک ایک خرابی کو نکال باہر کریں گے۔ اور ان خرابیوں کو اس انداز سے ظاہر کریں گے کہ اہل علم اور صاحب فن کو اُن سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور فرنگی طریق علاج کیا اس کی ہر شے بلکہ اس کے نام کو بھی زہر اور اس کو قاتل خیال کریں گے۔

علامات ایسے نشانات ہیں جن سے حالت صحت یا حالت مرض کا پتہ چلتا ہے۔ یہ علامات اکثر امراض کو سمجھنے، ان کے فروق اور تشخیص کے لئے دلائل بنائے جاتے ہیں اور انہی کی راہنمائی میں امراض کی ماہیت نام امراض اور تقسیم امراض کئے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مرض اس حالت کا نام ہے جب اعضاء کے افعال میں اعتدال نہ ہو یعنی ان میں افراط وتفریط اور ضعف پایا جائے۔ اس لئے اعضاء کے افعال کی خرابیوں کو جاننے کے لئے ان علامات کو دیکھیں گے جو اُن پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ ہم امراض اور ان کی علامات کو الگ الگ ذہن نشین کر لیں۔ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ اوّل ہم امراض اور علامات کا فرق ہی نہ سمجھ سکیں اور ہر علامت کو مرض اور ہر مرض کو علامت کہہ دیں۔ جیسا کہ فرنگی طب میں درج ہیں۔ یعنی چھینک بھی مرض، ہچکی بھی مرض اور شدید پیاس بھی مرض۔ یہ تو معمولی علامات ہیں وہ تو بڑی بڑی علامات کو مرض کہتے اور لکھتے ہیں۔ جیسے نزلہ زکام، سوزش، ورم اور بخار گویا اُن کے ہاں امراض اور علامات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ [ان کی تفصیل ہمارے مضمون تقسیم امراض میں دیکھیں]

جاننا چاہئے کہ علامات تین اقسام کی ہوتی ہیں۔

اوّل علامات ماضی: یہ عام طور پر اسبابِ بادیہ اور سابقہ پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کو علامات ضروری کہنا چاہئے۔

دوسرے علامات حال: ان کی دو صورتیں ہیں: (الف) وہ جو مریض اپنی تکالیف میں اظہار کرتا ہے ان کو شرکی کہتے ہیں۔ (ب) وہ علامات جن کا اظہار معالج کرتا ہے وہ اسبابِ واصلہ ہوتی ہیں اور یہی تشخیص اور حقیقتِ مرض پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ان علامات کو ''دال'' کہتے ہیں۔

تیسرے علامات مستقبل: ایسی علامات ہیں جن سے مرض کے نیک و بد کا پتہ چلتا ہے کہ مرض خیر و خوبی سے انجام پا جائے گا یا مریض ختم ہو جائے گا۔ ایسی علامات ''تقدیم معرفت'' کہلاتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ حال کی علامات یعنی شرکی اور دال ہی عام طور پر مریضوں کے لئے تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ان کو بیان کرتا ہے لیکن وہ امراض نہیں ہوتیں۔ امراض کا تعین تو معالج ہی اعضاء کی خرابی سے لگا سکتا ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ علامت کو مرض کہہ کر علاج شروع کر دیا جائے۔ مثلاً ایک مریض نزلہ زکام کی تکلیف کے ساتھ قبض کا ذکر کرتا ہے، دوسرا پیچش کا، تیسرا اسہال کا، تو ہم نزلہ زکام کو مرض کہیں یا قبض، پیچش اور اسہال کو امراض کہہ کر علاج شروع کر دیں۔ اسی طرح ایک مریض نزلہ زکام کے ساتھ بخار کا اظہار کرتا ہے، دوسرا دردِ شکم، تیسرا سوزش جسم کو ظاہر کرتا ہے، تو علاج میں ہم کو کس علامت کو مرض قرار دینا چاہئے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان میں کوئی بھی مرض نہیں ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ مریض کی ماضی اور حال کی علامات کس عضو پر دال ہیں اور اس کے اعتدال میں کیا خرابی ہے۔ فوراً ہم کو

صرف اس کے افراط وتفریط اور ضعف کو درست کرنا چاہئے، علامات خود رفع ہو جائیں گی۔

نزلہ زکام میں عام طور پر ناک سے رطوبات کا جاری ہونا، چھینکوں کا آنا، بدن کا ٹوٹنا، سر کا بھاری ہونا، آنکھوں میں درد کا احساس اور رطوبات کا جاری رہنا وغیرہ۔ اگر امراض میں شدت ہو جائے تو قصبۃ الریہ اور اس کی شاخوں تک پہنچ جاتا ہے۔ جس سے کھانسی، نمونیہ، پلورسی وغیرہ تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر اس کا اثر دماغ تک پہنچ جائے تو ورم دماغ محرقہ دماغی، فالج اور لقوہ ہو جاتا ہے۔ ایسی تمام صورتوں میں کسی ایک علامت کو مرض قرار دے کر علاج کرنا کسی معالج کی صداقت پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے معالج فرنگی عطائی ہو سکتے ہیں جو ہر علامت کو مرض قرار دے کر یورپ کی نہ صرف پیروی کرتے ہیں بلکہ ان کی ایجنٹی کرتے ہیں۔

کسی مرض کے علاج میں پوری طرح کامیابی کا راز یہ ہے کہ اس مرض کو صحیح اور مکمل طریق پر سمجھ لیا جائے۔ جو معالج بھی مرض کی ماہیت سے واقف نہیں ہوتے وہی علاج میں ناکام ہوتے ہیں۔ فرنگی ڈاکٹر اس مرض کے علاج میں اس لئے ناکام ہیں کہ یورپ، امریکہ، اور روس نے اس مرض کی صحیح ماہیت کو پورے طور پر نہیں سمجھا، اور وہ اس مرض کا جو علاج کرتے ہیں وہ صرف عطائیانہ ہے، ورنہ مرض کی حقیقت اور ماہیت پورے طور پر واضح ہو تو پھر علاج مرض کیا مشکل ہے۔ فوراً مریض کے جسم کی حالت اور کیفیت بدلی جا سکتی ہے اور اسباب دور کئے جا سکتے ہیں۔ فرنگی ڈاکٹر اس مرض کا سبب جراثیم قرار دیتے ہیں جس کو ''بٹرل کل بیسی لیس'' کہتے ہیں اور اس پر پورے طور پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن ان جراثیم کو ختم نہیں کر سکتے اور ختم کر بھی دیں تو مریض پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ فرض کر لیں کہ مریض کی زندگی میں ان کو ختم کر لیں ہم تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لیتے ہیں لیکن ان کے ختم ہونے سے (یہ بات بے حد قابل غور ہے) مریض کے جسم کی حالت اور کیفیت تو نہیں بدل سکتی۔ کیونکہ عقل سلیم سے اگر کام لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سبب صرف محرک مرض ہے خود مرض نہیں ہے۔ مرض اس حالت کا نام ہے جو سبب کے بعد پیدا ہوگئی ہے۔ سبب دور ہونے کے بعد مرض کا علاج باقی رہتا ہے مگر فرنگی ڈاکٹروں کے ہاں اوّل سبب مرض غلط ہے۔ اگر اس کو صحیح بھی سمجھ لیں تو مرض کا دور کرنا ایک بالکل جدا صورت ہے۔ جس کی مثال سوئی کا بدن میں چبھ جانا ہے۔ اس میں سوئی تکلیف کا سبب ہے مگر تکلیف مرض ہے جو سوئی سے جدا بات ہے۔ سوئی نکال لینے کے بعد مرض رفع نہیں ہوگا اس کا علاج قوتِ مدبرہ بدن کرے گی، اگر وہ کمزور ہوئی تو دوا کی ضرورت لازم آئے گی۔

اگر قوت مدبرہ بدن مضبوط بھی ہو تب بھی دوا لازم ہے کیونکہ اوّل اس سے تسکین پیدا ہوتی ہے، دوسرے مرض کے بڑھنے کا خطرہ باقی نہیں رہتا۔ فرنگی طب میں اسباب ختم کرنے کے بعد مرض قائم رہتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے، کیونکہ حالت بدن اور کیفیت بدستور قائم ہیں۔ جراثیم کے فنا کر دینے سے یہ مرض ختم نہیں ہو سکتا، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ایک اور غلطی یہ ہے کہ فرنگی طب جن کو جراثیم قرار دیتی ہے وہ اسباب واصلہ نہیں ہیں۔ جن کی تعریف یہ ہے کہ ان کے ساتھ مرض پیدا ہوتا ہے، ان میں اور مرض میں فاصلہ نہیں ہوتا، گویا مرض سے متعلق ہوتے ہیں اور اُن کے برعکس جراثیم اسباب سابقہ ہیں اور اسبابِ واصلہ وہ عضو کی حالت جو خراب ہو گیا ہے اور وہ کیفیت ہے جو کیمیاوی طور پر پیدا ہوگئی ہے۔ جب تک عضو مشینی طور پر (مکینیکلی) اور کیفیات جسم (کیمیکلی) درست نہ ہوں مرض کسی طرح بھی نہیں جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی طب اس علاج میں ناکام ہے۔

فرنگی طب (ڈاکٹری) اس مرض کا سبب جراثیم قرار دیتی ہے، جیسا کہ ماہیت مرض میں لکھا جا چکا ہے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ ٹی بی کے اسباب میں ایک ٹی بی جراثیم بھی ہوتے ہیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جراثیم مقدم ہیں یا جسم انسانی میں امیونٹی (قوت مدافعت مرض) اور وائیلٹیلٹی (قوت مدبرہ بدن) جو پہلے ہی سے وہاں پر پائی جاتی ہے۔ امیونٹی کا تعلق متعلقہ عضو کے ساتھ ہوتا ہے اور

وائیٹیلٹی کا تعلق سارے جسم وخون کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب کسی قسم کے جراثیم جسم انسانی میں داخل ہوتے ہیں تو اوّل وائیٹیلٹی اس کا مقابلہ کرتی ہے اوران کو غیرضروری اور غیر مفید شے سمجھتے ہوئے راستہ میں ختم کر دیتی ہے اوراگروہ کسی جسم میں داخل ہو بھی جائے تو امیونیٹی اس کو فوراً تباہ کر دیتی ہے۔ اس طرح مرض کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ جب بھی کوئی جسم ٹی بی جراثیم سے متاثر ہوتا ہے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ امیونیٹی اور وائیٹیلٹی دونوں کمزور ہیں۔ دوسرے معنوں میں یوں سمجھ لیں کہ مریض کے متعلقہ اعضاء اور خون، دونوں میں کمزوری اور نقص پایا جاتا ہے۔ ورنہ جراثیم کبھی بھی مرض کا باعث نہ ہو سکتے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک گھر میں دس آدمی ہوتے ہیں تو ان میں مرض کے جراثیم سے وہی شخص متاثر ہوتا ہے جس کی امیونیٹی اور وائیٹیلٹی دونوں کمزور تھیں اور باقی اپنے انہی قویٰ کی مضبوطی کی وجہ سے محفوظ رہے اور وہ ٹی بی جراثیم کا پوری طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اور دلائل سے واضح ہو گیا کہ جراثیم سے بچنے کی بجائے جسم انسان کے اندرونی قویٰ کی حفاظت نہایت اہم شے ہے۔

اگر جراثیم کو ایک ایسا زہر تسلیم کر لیا جائے جس کے متعلق یہ یقین اور تحقیق ہو چکا ہے کہ اُس کا دخول جسم انسان میں باعث مرض نزلہ زکام ہے۔ اوّل تو ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ جراثیم سے قبل جسم انسانی کے قویٰ جو بدن وخون اور اعضاء کے اندر پائے جاتے ہیں، کمزور ہو کر جراثیم کو اثر کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ جراثیم کے مقابلے میں قویٰ وخون اور اعضاءِ جسم کو کوئی اہمیت نہیں ہے، صرف جراثیم ہی سب کچھ ہیں۔ تو پھر اس مرض کا علاج آسان اور یقینی ہو جانا چاہئے، فوراً جراثیم کش ادویہ استعمال کر کے اس مرض سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہئے، مگر ایسا نہیں ہوتا۔ جوں جوں فرنگی ڈاکٹر ادویات جراثیم کش استعمال کرتا ہے، مرض بڑھتا جاتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ مریض انتہائی حسرت ویاس سے اس دُنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، اور فرنگی معالج منہ تکتا رہ جاتا ہے۔ لیکن طریق علاج کو سائنٹفک خیال کرتا ہے اور اسی کو قائم رکھتا ہے۔ کیونکہ اصل سبب جو قوتِ جسم اور اعضاء ہیں، ان کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔

نزلہ زکام کے جراثیم کو ہم نہ باعث مرض سمجھتے ہیں اور نہ وہ سبب واصلہ ہیں۔ البتہ ہم ان کو ایک ایسا زہر خیال کرتے ہیں جن سے مرض نزلہ زکام پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسے دیگر زہر دُنیا میں جسم انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور طبیعت مدبرہ بدن اور قوت مدافعت اس کا مقابلہ کرتے ہیں، اگر وہ کامیاب ہو گئے تو زہر کو باہر نکال دیتے ہیں اور اگر وہ کمزور رہے تو زہر غالب ہو کر فنا کا باعث کہلاتا ہے۔ لیکن موت کا اصل سبب انسان کی طبیعت مدبرہ بدن اور قوت مدافعت تھیں۔ جن کا تعلق کیمیاوی طور پر خون کے ساتھ اور مشینی طور پر اعضاء جسم کے ساتھ ہے۔ گویا اعضاءِ جسم اور خونِ بدن اصل باعث مرض اور موت ہیں۔ بس یہی صورت نزلہ زکام میں بھی قائم ہے۔

بس عقلی اور نقلی طور پر ثابت ہو گیا کہ نزلہ زکام کے اصل اسباب مجرا جسم کی خرابی ہے۔ جیسا کہ شیخ الرئیس بوعلی ابن سینا نے لکھا ہے کہ ان مجرئ جسم کا تعلق اعضاءِ جسم اور خون بدن سے ہے اور اعضاء کی بافت ٹشوز سے ترتیب پاتی ہے اور خون کی بناوٹ میں بھی ایک اعتدال لازم ہے۔ جو ایک خاص رنگ کے ٹمپریچر (Temperature) اور قوام پر قائم ہے۔ یہ رنگ وٹمپریچر اور قوام کا اعتدال خون کی گیسز لکوئڈ اور سالڈ مادوں (ٹھوس، مائع، گیس) پر منحصر ہے۔ جب اُن میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے تو خون کے رنگ وٹمپریچر اور قوام میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔ یہ نقص کیمیاوی (مادّی) طور پر ہوتا ہے یا مشینی طور پر، لیکن جسم میں خرابی اسی وقت واقع ہوتی ہے جب مشینی طور پر نقص پیدا ہو جائے اور اعضاء کے افعال میں اعتدال قائم نہ رہ سکے۔ بس اسی حالت کا نام مرض ہے۔ اس تحقیق کے بعد یہ حقیقت سامنے آ گئی کہ خون کے رنگ وٹمپریچر اور قوام کے اعتدال اور مزاج کے بگڑ جانے سے مرض پیدا ہو جاتا ہے، ان حقائق سے ثابت ہو گیا کہ حفظِ صحت اور

علاج خون کے مزاج کا اعتدال ہے جسے ویدک اور طب یونانی میں تسلیم کیا گیا ہے۔

جہاں تک امراض جسم کا تعلق ہے تو تسلیم کرنا پڑتا ہے بقول شیخ الرئیس کہ مرض اس حالت کا نام ہے جب مجریٰ جسم میں خرابی واقع ہو جائے، اور وہ اپنے افعال صحیح طور پر انجام نہ دیں۔ جہاں تک مجریٰ جسم کا تعلق ہے اس میں دو چیزیں شریک ہیں۔ اوّل اعضاءِ جسم، دوسرے مجریٰ جسم میں چلنے والا خون اور رطوبات۔ اگر چہ دونوں لازم وملزوم ہیں، تاہم اعضاء کے افعال کی خرابی اپنی جگہ اور خون کی کیمیاوی تبدیلیاں اپنے اندر ایک مسلمہ حقیقت رکھتی ہیں۔ امراض کی تشخیص میں دونوں کا ذہن نشین کرنا ایک اہم حقیقت ہے۔

جہاں تک اعضائے جسم کا تعلق ہے موجودہ علمی تحقیقات (ماڈرن سائنس) نے جسم انسان کو چار اقسام کے بنیادی اعضاء میں تقسیم کیا ہے جن کو وہ ٹشوز (نسیج - بافت) کہتے ہیں۔ یہ ٹشوز چھوٹے چھوٹے حیوانی ذرّات (سیلز) کا مجموعہ ہوتے ہیں اور پھر یہ ٹشوز آپس میں اس طرح ایک دوسرے میں بنے ہوتے ہیں جیسے کپڑا، اس لئے اُن کو بافت کہا جاتا ہے۔ یہ چار اقسام کے ٹشوز ہیں:

① نروز ٹشو (نسیج عصبی) ② مسکولر ٹشو (نسیج عضلی) ③ ایپیتھل ٹشوز (نسیج قشری) ④ کنکٹو ٹشوز (نسیج الحاقی) کے نام سے منسوب ہیں۔ ان کے سوا جسم انسانی میں کوئی ٹشو نہیں ہے اور سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم کے اعضاء بلکہ مکمل جسم انہی کی بافت سے بُنا ہوا ہے۔ گویا جسم انسانی کے ابتدائی اور مفرد اعضاء ہیں۔

① نروز ٹشو (نسیج عصبی) ② مسکولر ٹشو (نسیج عضلی) ③ ایپیتھل ٹشوز (نسیج قشری) ان ہی سے ابتدائی اعضاءِ رئیسہ دل، دماغ، جگر بنتے ہیں۔ جوان بافتوں کے مراکز ہیں۔ (۱) اعصاب کا مرکز دماغ (۲) عضلات کا مرکز دِل اور (۳) غدد کا مرکز جگر ہے۔ گویا تمام جسم انسانی، ڈھانچہ اور دِل، دماغ اور جگر کا مجموعہ ہے۔ تمام جسم کے اعضاء انہی سے مل کر بنتے ہیں۔ گویا بنیادی اعضاء اور حیاتی اعضاء تمام اعضاء کی اکائیاں اور مفرد ہیں اور باقی تمام جسم اور اس کے اعضاء جیسے سر، آنکھ، کان، ناک، منہ، سینہ، معدہ، امعاء اور مثانہ وغیرہ ان ہی اکائیوں اور مفرد اعضاء سے مرکب ہیں۔ اور تمام قسم کے مجریٰ بھی انہیں سے مل کر بنتے ہیں اور زندگی وقوت اور صحت کے افعال انجام دیتے ہیں۔ جہاں تک خون کا تعلق ہے اس میں کیمیاوی طور پر انہیں چاروں ٹشوز کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ جن سے اِن اعضاء کا تغذیہ اور تنمیہ ہوتا رہتا ہے۔ گویا زندگی کا تغذیہ اور تصفیہ ان اعضاء کے سپرد ہے۔

جب جسم انسان میں امراض کی کوئی صورت پیدا ہوتی ہے، لامحالہ اُن کا ابتدائی اثر ان بنیادی ٹشوز میں سے کسی ایک میں شروع ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ بیک وقت دو ٹشوز میں امراض کی ابتدا ہو جائے۔ البتہ جب جسم میں اس مرض کے زہریلے اجزاء بہت زیادہ ہو جائیں تو دیگر ٹشوز کو بھی متاثر کر دیتے ہیں۔ پھر صورت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ تمام جسم متاثر ہوتا ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ دوا اُس وقت تک جراثیم ہلاک نہیں کر سکتی جب تک وہ جسم میں حرارت کی پیدائش کو بڑھا نہ دے۔ بس حرارت کا بڑھا دینا نہ صرف سوزش اور ورم کو بے حد مفید ہے بلکہ ہر قسم کے جراثیم اور ان کے زہر کو بھی ہلاک اور فنا کر دیتی ہے۔ رطوبات کا بڑھانا بھی حرارت کے بڑھانے کی طرح از حد ضروری اور اہم ہے۔ بعض مریضوں میں بلغم زیادہ آنے لگتی ہے، اس کو نہ روکیں کیونکہ وہ دافع سوزش اور خون آنے کو روکتی ہے، بلکہ بلغم کو اور بڑھانے کی کوشش کریں، مرض میں جلد آرام ہوگا۔ اس مرض میں عام طور پر قے اور اسہال نہیں ہوا کرتے، زیادہ سے زیادہ جی متلاتا ہے یا پیچش ہو جاتی ہے۔ ان کو بھی بند نہ کریں۔

بلکہ کوشش کریں کہ قے ہو جائے یا اسہال آئیں، اگر یہ صورت ایک دوبار واقع ہو جائے تو فوراً آرام کی صورت خیال کریں۔ کسی قسم کا فکر نہ کریں جو لوگ مرض اور صحت کی علامات سے واقف نہیں ہوتے وہ ان علامات سے گھبرا جاتے ہیں۔ قابض اشیاء بلکہ قابض

آب وہوا اور قابض قسم کے نفسیاتی جذبات سے بھی مریض کو بچائیں کیونکہ سوزش اورام قبض کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ نزلہ زکام کو تو یقینی قابض علامات سمجھیں، پیچش کے پاخانوں کو اسہال خیال کر کے بند نہ کریں، بلکہ ان کو اسہال کی شکل میں تبدیل کریں۔ یہ ایک مشکل کام نہیں ہے، ایک قابل معالج جب اس اصول علاج کی صورتوں کو مدنظر رکھے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ مریض کو یقیناً آرام ہوگا اور آئندہ وہ اس مرض سے محفوظ رہے گا۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ط

حرارت

نزلہ زکام بلکہ ہر مرض کے علاج میں حرارتِ جسم کو مدنظر رکھنا نہایت اہم بات ہے۔ کیونکہ جسم انسان کی رطوبت کے ساتھ ہی حرارت بھی ایک فاعلی عنصر ہے جس سے انسان کے جسم کی نشوو ارتقاء اور زندگی قائم ہے، اور یہی حرارتِ جسم انسان کو آفات و بلیات اور امراض سے حفاظت کرتی ہے اور ضرورت کے وقت رفع امراض بھی کرتی رہتی ہے۔ میری تحقیق یہ ہے کہ ضرورت کے وقت حرارت ہی ہوا کو پانی میں اور پانی کو ہوا میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔

حرارت کی پیدائش

حکماء نے حرارت کو چار ابتدائی ارکان میں سے ایک رُکن تسلیم کیا ہے۔ انہی چار ارکان پر زندگی اور کائنات کا قیام تسلیم کیا ہے۔ فرنگی سائنس نے چار ارکان کو بسیط تسلیم نہیں کیا بلکہ ان کو مرکب مانا ہے۔ ان کے نظریہ کے مطابق زندگی اور کائنات میں کل ننانوے (۹۹) ایسے عناصر پائے جاتے ہیں جو بسیط ہیں مگر ماڈرن فرنگی سائنس نے ایٹم کی تحقیق اور تشریح کے بعد عناصر کو پھاڑ کر برقی پاروں میں تقسیم کر دیا ہے، گویا اپنے نظریہ مفرد اعضاء کی تغلیط کر دی ہے، ان کے نظریہ کے مطابق جہاں تک حرارت کا تعلق ہے وہ ہر عنصر کے پھاڑ کے بعد پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر آکسیجن کو انہوں نے حرارت کا منبع قرار دیا ہے، کیونکہ کوئی عنصر اس کے بغیر نہیں چلتا۔ جو لوگ ارکان اور عناصر کا فرق سمجھتے ہیں وہ فرنگی سائنس کی غلط فہمی کا خوب اندازہ لگا سکتے ہیں، تفصیل طوالت طلب ہے۔

عام زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب دو اجسام کو آپس میں رگڑا جاتا ہے تو وہ گرم ہو جاتے ہیں اور ان میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ ابتداء میں انسان نے آگ اسی طرح پیدا کی تھی۔ اسی طرح جب کسی شے کو آگ پر گرم کرتے ہیں تو جل اٹھتی ہے یا اس میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے، گویا حرارت اجسام میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پیدائش حرارت سے قوت جذب و دفع اور مقناطیس و بجلی کی پیدائش ہوتی ہے۔ اسی طور پر زندگی کا لوازمہ کیمیاوی تبدیلیاں قرار پاتا ہے۔ جہاں پر کیمیاوی تبدیلیاں ہوتی ہیں وہاں پر حرارت بنتی ہے، اور زندگی اور حرارت کا اس ڈھنگ سے واسطہ ہے۔

جب تک کیمیاوی تبدیلیاں اعتدال پر رہتی ہیں اعضاء اپنے افعال مناسب اور باقاعدہ طور پر انجام دیتے رہتے ہیں، اور کیمیاوی تبدیلیوں سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ بھی ایک درجۂ اعتدال پر قائم رہتی ہے۔ پھر جب کسی داخلی یا خارجی اسباب سے اس اعتدال میں افراط وتفریط پیدا ہو جاتا ہے تو افعال بدن مختل ہو جاتے ہیں۔ اگر زندگی کا مدار حرارت پر ہے تو صحت کا مدار اعتدال حرارت پر ہے۔ جب اعتدالِ حرارت نہیں رہتا تو صحت بھی قائم نہیں رہتی اور زندگی میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔

تولّدِ حرارت کے مقام

اس حقیقت مُسلّمہ کو سمجھنے کے بعد کہ حرکت کے بعد حرارت اور حرارت کے بعد قوت پیدا ہوتی ہے، جس کو انگریزی میں ایکشن،

ہیٹ اور انرجی کہنا چاہئے۔ انرجی کا مفہوم ہماری زبان میں نہیں ہے، ہم اس کو توانائی کا نام ہی دیں گے۔ انگریزی زبان میں طاقت کے کئی الفاظ ہیں، مثلاً (۱) فورس (۲) پاور (۳) انرجی۔ ان کو ذہن نشین کرنے کے لئے اس طرح سمجھیں کہ فورس ایسی طاقت ہے جو دباؤ ڈالے اور پاور وہ طاقت ہے جس میں حرارت شامل ہو اور انرجی ایسی طاقت ہے جو غذائی قوت کی صورت پیدا کرے۔ جسم انسانی میں تینوں قسم کی طاقتیں پیدا ہوتی ہیں اور صرف ہوتی رہتی ہیں۔

کیمیاوی تبدیلیاں اگرچہ بدن میں سب جگہ پر ہوتی رہتی ہیں مگر سب اعضاء میں یکساں نہیں ہوتیں۔ عظام غضاریف اور اوتار جو خود بخود متحرک نہیں ہوتے، ان میں کیمیاوی عمل بہت کم ہوتے ہیں اور حرارت کم بنتی ہے۔ اسی سبب سے یونانی اطبا مفاصل کا مزاج سرد مانتے ہیں۔

اعصاب عضلات وغدی مادّہ میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے اور ان میں حرارت ہمیشہ پیدا ہوتی رہتی ہے۔

جس وقت اعضاء اپنے اپنے افعال سرانجام دیتے ہیں اس وقت اُن میں کیمیاوی تبدیلیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور اُن اوقات میں اُن میں سے حرارت بھی زیادہ نکلتی ہے۔

تنفس کی دھونکنی ہر وقت چلتی رہتی ہے، دِل کی گھڑی ہر وقت ٹک ٹک کرتی رہتی ہے، اور معدہ اور امعاء کی چکی ہر وقت پستی رہتی ہے۔ لہٰذا ان مقامات میں حرارتِ غریزی بھی ہمیشہ بنتی رہتی ہے۔ غدد کے کارخانوں میں جس وقت رطوبتیں تیار ہوتی ہیں تو وہاں پر بھی چمنیاں گرم ہوتی ہیں۔ خون ہر وقت دورہ کرتا ہے اور اُس کے اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ رگڑ کھاتے ہیں اور گرم ہوتے رہتے ہیں۔

مفصلہ بالا افعال وحرکات عضلات سے تعلق رکھتی ہیں اور ہمارے بدن کا بڑا بھاری حصہ عضلات سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے عضلات کا قبض وبسط حرارت بدن کا بڑا بھاری اور ضروری منبع اور ماخذ قرار پاتا ہے۔

اگر زیادہ ثبوت کی ضرورت ہے تو اس بات سے ظاہر ہے کہ جب ہم ریاضت یا محنت کا کام کرتے ہیں، تو بدن میں حرارت بھی زیادہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر اُس کے ساتھ سرعتِ نفس اور کثرتِ عرق کے ذریعہ حرارت ساتھ ساتھ خارج نہ ہوتی جائے تو بدن بہت جلد گرم ہو جائے گا۔

جب عضلات میں تشنج ہوتا ہے تو بدن کی حرارت زیادہ بڑھ جاتی ہے، کزاز اور دیگر تشنجی امراض میں بدن کی حرارت اس کثرت سے زیادہ ہو جاتی ہے کہ بیمار کے مرجانے کے بعد بھی کچھ عرصہ تک بدن گرم رہتا ہے۔

اکثر حمیات کے شروع میں جاڑا لگتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ عضلات میں تشنج واقع ہو کر زیادہ حرارت پیدا ہوتی ہے۔ جس کے سبب سے بدن کی حرارت بڑھ جاتی ہے۔

غیر طبعی طور پر جب حرارتِ بدن کچھ عرصہ کے لیے تجاوز کر جاتی ہے، تو ہزال اور لاغری زیادہ تر عضلات میں واقع ہوتی ہے۔ جو اس بات کی دلیل یہ ہے کہ حرارت پیدا کرنے کا سامان زیادہ تر عضلات سے لیا گیا ہے۔ [از علم وعمل طب]

اعتدالِ حرارت

حرارت جو جسم انسان میں پیدا ہوتی رہتی ہے (۱) اگر اُس کی پیدائش بڑھ جائے (۲) یا اس کا خرچ ضرورت کے مطابق نہ ہو یا زائد اور فالتو حرارت کا اخراج رُک جائے تو بھی جسم میں نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے طبیعت مدبرہ بدن ہمیشہ زائد حرارت کو انسانی نظامات کے ذریعے خارج کرتی رہتی ہے۔ ان میں چار نظام قابل ذکر ہیں:

✿ **نظامِ ہوایہ**: اس نظام میں پھیپھڑوں کے ذریعے حرارت اعتدال پر رہتی ہے۔
✿ **نظامِ غذائیہ**: اس سے اسہال کی صورت میں حرارت کا اعتدال قائم رہتا ہے۔
✿ **نظامِ دمویہ**: اس میں غدد سے جو رطوبت ترشہ پاتی ہے۔ اس سے حرارت کا اعتدال صحیح رہتا ہے۔
✿ **نظامِ بولیہ**: اس نظام میں پیشاب سے حرارت کا اعتدال درست رہتا ہے۔

ان نظامات کے علاوہ طبعی طور پر (۱) انعکاس حرارت (۲) اتصال یا مس حرارت (۳) جذب حرارت ہوتی رہتی ہے۔ ان سب سے بڑھ کر حرارت جسم انسان میں خرچ ہوتی رہتی ہے۔ (۱) غذا کو ہضم کرتی ہے۔ (۲) فضلات کو تحلیل کرتی اور اندرونی زہروں اور جراثیم کو تباہ کرتی ہے۔ (۳) جسم انسان کی غذا بنتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں اعتدالِ حرارت قائم رہتا ہے۔ جب جسم انسان کی حرارت میں کمی بیشی ہوتی ہے تو ان صورتوں میں سے کسی میں ضرور فرق آ جاتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حرارت کا اعتدال کیسے قائم رہتا ہے۔ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی تحقیق کے مطابق حرارت کو اعتدال پر قائم رکھنے کے لئے دماغ میں چند مراکز ہیں، جن میں انبساط وانقباض ہوتا رہتا ہے جس سے حرارت قائم رہتی ہے۔ یہ تحقیق غلط ہے کیونکہ جب یہ تسلیم کیا گیا ہے اور تجربہ سے بھی یہ حقیقت ثابت ہے حرارت عضلات میں حرکت سے پیدا ہوتی ہے تو پھر صرف دماغ کے مرکز کو اس کی پیدائش، قیام اور اعتدال کی صورتیں کیوں تسلیم کر لیں۔ اس میں دیگر اعضاء بھی برابر کے شریک ہیں۔

جاننا چاہئے کہ حرارت کی پیدائش، اس کا قیام اور اس کے اخراج کی تین صورتیں ہیں، جن سے حرارت کا اعتدال قائم رہتا ہے۔ کبھی پیدائش میں افراط وتفریط پیدا ہو جاتا ہے، کبھی ضبط حرارت میں کمی بیشی آ جاتی ہے، اسی طرح کبھی اخراج میں تیزی اور سستی پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے یہ حقائق ذہن نشین کر لیں کہ عضلات حرارت پیدا کرتے ہیں۔ غدد اس کو ضبط کرتے ہیں اور اعصاب اس کو اخراج کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح حرارت کی پیدائش ضبط وقیام اور اخراج ہوتا رہتا ہے۔ یہ صورتیں مشینی (مکینیکل) اور دوسری صورت کیمیاوی (کیمیکل) ہے، یعنی ماحول واغذیہ اور نفسیاتی اثرات، لیکن مشینی اور کیمیاوی صورتیں آپس میں اس طرح منسلک ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے افعال انجام دے دیتی ہیں اور ایک دوسرے نظام کی ضرورت پوری کرتی رہتی ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کے علاوہ ان حقائق کو ذہن نشین رکھیں کہ (۱) بھوک کی حالت میں حرارت بڑھ جاتی ہے۔ (۲) غذا کھانے اور پانی پینے کے بعد حرارت کم ہو جاتی ہے۔ چائے پینے سے حرارت بڑھ جاتی ہے، لیٹنے سے حرارت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ بیٹھنے، چلنے پھرنے، دوڑنے اور ورزش سے حرارت جسم میں بڑھ جاتی ہے۔ مسرت ولذت اور غصہ میں بڑھ جاتی ہے غم وخوف اور ندامت میں گھٹ جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو حرارت جسم میں بڑھ جاتی ہے کیا یہی بخار ہے؟ اس کا جواب بخار کے بیان میں دیا جائے گا۔

علاج بالتّدبیر

حرارت کی پیدائش اور اس کے اعتدال کو سمجھ لینے کے بعد یہ ذہن نشین کر لیں کہ جب بھی نزلہ زکام پیدا ہوتا ہے، یقیناً جسم انسان سے حرارت کی کمی ہو جاتی ہے، چاہے انسان کو سوزش و ورم اور بخار ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اور یہ بھی جان لیں کہ سوزش و ورم اور بخار تینوں سردی کی علامت ہیں۔ گرمی سے کبھی قائم نہیں رہ سکتیں، ہمیشہ گرمی سے سوزش دور ہوتی ہے، ورم تحلیل ہو جاتا ہے اور بخار پسینہ آ کر اُتر جاتا

ہے۔ جولوگ ان علامات کا سرد ادویات سے علاج کرتے ہیں یقیناً وہ نہ افعال الاعضاء سے واقف ہیں اور نہ وہ علاج سے آگاہی رکھتے ہیں۔ پس اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ نزلہ زکام سوزش سے پیدا ہوتا ہے اور سوزش صرف اور صرف حرارت سے دور ہوسکتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ نزلہ زکام میں کبھی حرارت کی کمی، اس کی کمی پیدائش سے واقع ہوتی ہے۔ اس وقت عضلات اپنے افعال پورے طور پر انجام نہیں دے رہے ہوتے۔ اعصاب میں تیزی ہوتی ہے، عضلات میں رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے۔ اس وقت اخراج حرارت بھی جاری رہتا ہے، عضلات میں سکون کی وجہ سے سردی لگتی ہے اور اُس حالت کو زکام کہا جاتا ہے۔ کبھی حرارت کی کمی اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ اُس کی پیدائش سے حرارت کا ربط قائم نہیں رہتا۔ اس وقت عضلات میں تحریک ہوتی ہے، مگر غدد میں سکون ہوتا ہے اور اعصاب تحلیل ہو رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کبھی حرارت کی کمی اس لئے واقع ہوتی ہے کہ جسم میں ضبط حرارت کے ساتھ تحلیل زیادہ واقع ہوتی ہے یعنی غدد میں تحریک ہوتی ہے اور عضلات میں تحلیل اور اعصاب میں سکون کی وجہ سے اعتدال قائم نہیں رہتا۔ ظاہر میں ایسی صورت میں مریض اپنے جسم میں حرارت زیادہ محسوس کرتا ہے۔ بلکہ بعض وقت چہرہ وجسم پر صفراء کی زردی بھی نمودار ہوجاتی ہے اور معالج بھی اُس زردی سے ایسے ہی دھوکا کھا جاتا ہے جیسے سوزش والے مریض کی جلن سے وہ غلط فہمی میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

اُصولِ علاج

اُصولِ علاج یہ ہے کہ اوّل یہ معلوم کریں کہ تحریک وتحلیل اور سکون کس کس مقام پر ہیں۔ اس تشخیص کے بعد جس مقام پر سکون ہو وہاں پر تحریک پیدا کردیں۔ جب وہاں پر تحریک ہوجائے تو جہاں پر تحریک ہے وہاں پر حرارت آجائے گی اور وہاں کی تحریک سوزش اور ورم وغیرہ ختم ہوجائیں گے اور جس مقام پر تحلیل یا ضعف ہوگا وہاں پر رطوباتِ جسم گر کر اس میں سکون پیدا کردیں گی۔ یہی رطوبات ہیں جن کو لمف (بلغم) کہتے ہیں۔ جس کو ہم نے انگریزی لفظ انرجی (قوت) لکھا ہے۔ گویا قانونِ قدرت ہے کہ جہاں پر ضعف پیدا ہوگا (جو کہ حرارت کی زیادتی اور تحلیل سے ہوا کرتا ہے) وہاں پر قدرت فطرۃً قوتِ رطوبت کی صورت میں بھیج دیتی ہے۔ زندگی کی طرح کائنات میں بھی یہی عمل ہوا وگرمی اور بارش سے جاری وساری ہے۔ جہاں کہیں گرمی کی شدت زیادہ ہوجاتی ہے وہاں بارش ہوجاتی ہے جس سے زمین اور اس کے موالید ثلاثہ نہ صرف شاداب ہوجاتے ہیں، بلکہ اُن میں نئی زندگی اور نئی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لیے رحمتِ خداوندی کو بھی بارش سے تشبیہ دیتے ہیں۔

اسی طرح کی بارش اور رحمتِ خداوندی، انسانی جسم میں بھی ضعیف حصہ جسم پر ہوتی رہتی ہے۔ مگر اُن کا اعتدال بے حد ضروری ہے۔ جہاں رطوبات بارش، اور رحمت خداوندی حد اعتدال سے زیادہ ہوکر سیلاب کی صورت اختیار کرلے وہ بھی ایک قسم کا عذاب بن جاتا ہے۔ نزلہ زکام بھی اسی قسم کا ایک عذاب ہے، چاہے وہ جسم انسان کے اندر گرے یا باہر خارج ہو۔ اس کا اعتدال حرارت کی پیدائش اور اعتدال سے قائم رہتا ہے اور یہ رطوبت یا نزلہ ضرورت کے مطابق جسم انسان میں رحمت خداوندی بن کر زندگی، جوانی اور صحت کو قائم رکھتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نزلہ جو ہر عضو ضعیف گرتا ہے وہ رحمت خداوندی ہے، مصیبت نہیں ہے۔ اگر ہم اس کے غیر اعتدال کو عذاب نہ بنادیں۔

یہ تو حقیقت ہے کہ ناک وحلق اور انسان کے دیگر مخرج صحت کی حالت میں بھی اپنے اندر سے رطوبات اور فضلات کا اخراج کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ خارج نہ ہو تو وہاں پر سخت خشکی واقع ہوجائے اور یہ بھی تکلیف دہ علامت ہے، اور اگر زیادہ خارج ہوں تو نزلہ

زکام اور دیگر امراض وعلامات پیدا ہوجاتی ہیں۔ پس اُن کا اعتدال ہی معیارِ صحت ہے، چونکہ امراض کی صورت میں سب سے زیادہ جو علامات پیدا ہوتی ہیں وہ رطوبات کا استفراغ اور احتباس ہے۔ اس لئے نزلہ زکام اور اس کے اصول تمام جسم کی گرنے والی رطوبات کی طرف رہنمائی کر دی گئی ہے۔ تاکہ اس علامت سے انسان پورے طور پر واقف ہوکر رحمتِ خداوندی سے مستفید ہو سکے۔ اب ہر اہل فن و صاحبِ عقل اور اربابِ حکمت، ماہرلسانیات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ''نزلہ برعضوضعیف می ریزد'' سے مراد کیا ہونی چاہئے۔ آیا مصیبت کے معنوں میں لینا چاہئے یا رحمت خداوندی کے معنوں میں سمجھنا چاہئے؟

بہترین علاج کے سلسلہ میں حکیم بقراط کہتا ہے کہ:

''جس طرح علاج میں مفرد دواؤں کا استعمال مرکب دواؤں کی نسبت بہتر ہے اسی طرح دوائی علاج کی نسبت اگرچہ مفرد ہی کیوں نہ ہوں، غذائی علاج کو ترجیح دینی چاہئے اور حفظِ صحت کے باب میں بھی اسی اُصول کو مدنظر رکھنا چاہئے''۔

حکیم بقراط کا اُصول علاج ایک قانون کی حیثیت رکھتا ہے، یعنی جس مرض کا علاج اور حفظ صحت اگر صرف غذا سے ہو سکے تو مقدم وافضل اور ضروری ہے۔ لیکن جہاں غذا سے امراض کا ازالہ نہ ہو سکے یا حفظِ صحت نہ رہ سکے تو اس وقت ادویات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ مگر ادویات میں اوّل مفرد ادویات کو ترجیح دینی چاہئے، پھر قلیل مرکبات اور آخر میں مجربات سے علاج کرنا چاہئے۔ طویل مرکبات اور زہریلی ادویات سے ہمیشہ گریز کرنا چاہئے۔ غذائی علاج چونکہ غذا کے تحت آتا ہے اس لئے اس کا ذکر غذا کے بیان میں علاج کے بعد کریں گے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہماری تحقیقات ہے کہ نزلہ زکام صرف حرارت کی کمی اور برودت کے بڑھ جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر طب یونانی اس کی پیدائش حرارت کی زیادتی اور اس کے بڑھ جانے کو بھی تسلیم کرتی ہے۔ اسی طرح آیورویدک میں نزلہ زکام کف اور پت دونوں سے تسلیم کیا گیا ہے۔ بلکہ بعض بعض جگہ وات سے بھی مانا گیا ہے۔ یہ دونوں اور تینوں صورتوں میں صحیح ہے۔ چونکہ ہماری تحقیق نظریہ بالمفرد اعضاء کے مطابق ہے اور ہم نے ہر عضو کے فعل کے ساتھ حرارت، برودت اور رطوبت کو مخصوص کر دیا ہے۔ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں، عضلات حرارت پیدا کرتے ہیں۔ غدد ان کو محفوظ کرتے ہیں اور اعصاب اس کا اخراج کرتے ہیں، اس لیے جب نزلہ عضلات کی سوزش سے ہوگا تو جسم انسان میں حرارت پیدا ہونی شروع ہوگی، اور جب غدد میں سوزش سے ہوگا تو حرارت جسم میں بڑھنی شروع ہوگی، اور انہی دونوں صورتوں میں مریض بھی حرارت کی زیادتی محسوس کرتا ہے۔ غدی صورت میں تو جسم میں صفراء کی زیادتی بلکہ یرقان بھی ہوجاتا ہے۔ جس سے معالج اور مریض دونوں کو یقین ہوجاتا ہے کہ نزلہ حرارت سے پیدا ہورہا ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نزلہ زکام ہمیشہ سوزش سے ہوتے ہیں۔ اور سوزش بذاتِ خود ایک جلن ہے اور باعثِ حرارت ہے اس لیے یہ غلط فہمی یقین کی حد تک پہنچ جاتی ہے کہ نزلہ گرمی سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ زکام بھی سوزشِ اعصاب سے پیدا ہوتا ہے مگر چونکہ سوزشِ اعصاب حرارت کو اخراج کرنے والی ہے۔ اس لئے جسم میں گرمی کی بجائے سردی کا احساس شدید ہوتا ہے اور اعصابی سوزش بھی ابتداء میں گرمی کا احساس پیدا نہیں کرتی۔ لیکن جب زکام کا مرض شدت اختیار کر لیتا ہے یعنی سوزش سے بڑھ کر ورم کی صورت پیدا ہوجاتی ہے، تو پھر گرمی اور بخار دونوں چیزیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ یاد رہے کہ ایسی حالت

میں مریض کا بچنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

باوجودیکہ ہمیں تجربہ ومشاہدہ اور عقل بتاتی ہے کہ نزلہ گرمی سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ مگر حقیقت ان سب کو غلط قرار دیتی ہے کیونکہ جب فطرت کا یہ قانون ہماری راہنمائی کر رہا ہے کہ جسم انسان میں ہر قسم کی سوزش اور جلن صرف سردی سے پیدا ہوتی ہے۔ گرمی سے کبھی بھی سوزش (اریٹیشن) جلن پیدا نہیں ہوسکتی اس لیے ہر قسم کا نزلہ زکام ہمیشہ حرارت کی کمی سے پیدا ہوگا۔ البتہ جسم کے احساسات ضرور مختلف ہوں گے، لیکن ہم صرف یونہی تجربہ ومشاہدہ اور عقل کو نہیں جھٹلاتے، بیشک قانون اپنی جگہ صحیح ہے، علم وفن اور حکمت کی تصدیق بغیر دلیل کے نہیں ہوسکتی۔ دلیل خود تجربہ ومشاہدہ اور عقل کو ثبوت کے لیے پیش کرتی ہے، اب یہ صرف اہل علم وصاحب فن کے ذہن اور تدبر کی رفعت اور بلندی ہے کہ وہ حقیقت کو سمجھ لیں ورنہ ہر انسان میں، ہر عمر میں اور ہر مقام، ہر علم وفن میں تجربہ ومشاہدہ اور عقل کام کرتی ہے۔ انسان کس کس کو صحیح کہہ سکتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے مذہب شروع ہوتا ہے جو صحیح تجربہ ومشاہدہ اور عقل کی تصدیق کرتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے: اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ، عِلْمُ الْاَبْدَانِ وَ عِلْمُ الْاَدْیَانِ ط یعنی دُنیاوی علوم کی جہاں انتہا ہوتی ہے وہاں پر دینی علم کی ابتداء ہوتی ہے یا دنیاوی علوم کی تصدیق ہمیشہ دینی علم کرتے ہیں۔ اس لئے سطحی تجربہ ومشاہدہ اور عقل پر یقین کرنے سے قبل قانونِ فطرت کا سمجھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ماڈرن سائنس کی اکثر تحقیقات کو چیلنج کرتے ہیں اور ان کو غلط قرار دیتے ہیں۔

اب ہم دلیل وثبوت پیش کرتے ہیں کہ ہر عضو کی سوزش سردی سے پیدا ہوتی ہے اور سوزش کے بغیر نزلہ زکام پیدا نہیں ہوسکتا۔ جب عضلاتی سوزش بڑھ کر ورم کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو ورم اگر پھیپھڑوں میں ہو تو اس کو ذات الریہ (نمونیا) کہتے ہیں جس میں مریض کی بے چینی وپیاس اور بخار وحرارت قابل رحم ہوتی ہے۔ مگر باوجود مریض کی شدید طلب کے سرد اغذیہ واشربہ، سرد مقام بلکہ سرد ہوا سے بھی بچایا جاتا ہے۔

اسی طرح جب یرقان ہو جاتا ہے جس کو انتہائی گرم امراض میں شمار کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے علاج میں بھی گرم ادویات دی جاتی ہیں، یرقان غدی سوزش کا نام ہے۔ اسی طرح جب اعصابی سوزش شدید ہوتی ہے تو اس کی علامات میں قے اور اسہال بھی شروع ہو جاتے ہیں بلکہ ہیضہ بھی اس کی ایک علامت ہے جس میں انتہائی کرب وبے چینی اور حرارت وپیاس مریض محسوس کرتا ہے۔ مگر اس کو سرد پانی دینا اس کو موت کے حوالے کرنے کے مترادف ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ ہر قسم کا نزلہ زکام سوزش سے ہوتا ہے اور سوزش ہمیشہ سردی سے ہوتی ہے جس کی تشریح گزشتہ صفحات میں اچھی طرح کردی گئی ہے۔

ایک اہم نکتہ

ہر قسم کی رطوبات جو اعصابی تحریک یا سوزش کے بعد اخراج پاتی ہیں، چاہے وہ زکام ہو یا لعاب دہن اور اسہال ہوں یا پیشاب کی زیادتی سے ان سب میں بدن سرد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان میں حرارت کا اخراج عمل میں آتا ہے اور مریض سردی کی شکایت کرتا ہے۔ مگر عضلاتی اور غدی سوزش میں مریض ہمیشہ گرمی کی شکایت کرے گا۔ یہاں تک کہ پیٹ میں نفخ اور ریاح کی شدت ہو پھر بھی گرمی کی شکایت کرتا ہے اور پینے کی سرد اشیاء طلب کرتا ہے۔

ایک دوسرا اہم نکتہ

نزلہ زکام میں جو رطوبت اخراج پاتی ہے وہ دراصل مرض نہیں ہوتی بلکہ شفاء مرض ہوتی ہے۔ کیونکہ طبیعتِ مدبرہ بدن اس عضو کو

سوزش سے بچانے کے لیے رطوبات بھیج رہی ہوتی ہے۔اس کا بند کرنا سخت غلطی ہے بلکہ گناہ ہے۔ کیونکہ اس کے بند کرنے سے وہاں پر سوزش میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہاں پر رطوبات کو زیادہ کرنے کی کوشش کریں اور جسم کو گرم رکھیں،فوراً سوزش ختم ہو جائے گی۔اور رطوبات کا گرنا یعنی نزلہ زکام بہت جلد بند ہو جائے گا۔اس کے برعکس معالجین خصوصاً فرنگی ڈاکٹر فوراً مخدرات اور مخرشات کے استعمال سے نزلہ کو روک دیتے ہیں،اور اسی کو حقیقی علاج مرض خیال کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ نزلہ زکام تو علامت ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ کسی مقام پر سوزش ہے اور اس کو رفع ہو جانا چاہئے۔لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس علامت کو روک دیا جائے اور اصل مرض یعنی سوزش عضو کے علاج کی پروا نہ کرتے ہوئے اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔نزلہ زکام کی رطوبت کو روک دینے سے ہی یہ مرض مزمن ہو جاتا ہے اور مدت تک پیچھا نہیں چھوڑتا۔اب ہر اہل علم اور صاحبِ فن خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ کیا فرنگی ڈاکٹر نزلہ زکام کی حقیقت اور اس کا علاج جانتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں!!!

ایک تیسرا اہم نکتہ

جب تک سوزش قائم رہے رطوبت کو خود بند کرنے کی کوشش نہ کریں یعنی اسی عضو کی تحریک کو بڑھائیں۔مگر حرارت کو بھی ساتھ ساتھ زیادہ کرتے جائیں۔ جب سوزش ختم ہو جائے تو جس عضو میں سکون ہو اس میں تحریک پیدا کر دیں،بس یہی صحیح و یقینی اور بے خطا علاج ہے۔

علاج بالادویہ

ہر مرض کا جب علاج شروع کیا جائے تو کوشش کی جائے کہ دوا مفرد ہو کیونکہ مفرد دوا کے خواص پر معالج کو اچھی طرح دسترس ہوتی ہے۔ دوسرے مفرد ادویات بھی دراصل کیفیات اور عناصر سے مرکب ہیں۔تیسرے دوا مفرد سے اگر کوئی نقصان پیدا ہو جائے تو فوراً اس کو تریاق دے کر اُس کے نقصان رساں اثرات کو دور کیا جا سکتا ہے۔

جب مفرد دوا سے کام نہ چلے تو مرکبات استعمال کرنے چاہئیں لیکن ان میں یہ تاکید ہونی چاہئے کہ ① مرکبات دو تین حد چار ادویات سے زیادہ نہ ہونے چاہئیں۔ ② مرکبات وقتی طور پر خود ترتیب نہ دینے چاہئیں بلکہ مجربات ہونے چاہئیں۔ ③ اگر خود ترتیب دینا ضروری ہے تو اُن کے ردِّ عمل اور ثانوی مزاج کا علم ہونا چاہئے۔اسی مقصد کے لئے متقدمین اور متاخرین ماہرین اور اہل فن نے قرابادین (فارماکوپیا) تیار کئے ہیں۔

بعض نسخے ایسے دیکھے گئے ہیں جن میں بیس بیس اور تیس چالیس تک ادویات شامل ہوتی ہیں۔ یقیناً ان میں اکثر متضاد ہوتی ہیں ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان کے اثر پر وہ کیسے قابو پا لیتے ہیں۔ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ انہوں نے ایک حکیم کو دیکھا کہ وہ ایک چورن بنا رہا ہے جس میں اکیاسی ادویات ہیں،اور اس کا دعویٰ تھا کہ یہ چورن اکیاسی امراض کے لیے مفید ہے۔ یہ تو ایک عام بات ہے کہ ماءاللحم میں ایک سو ایک ادویات ڈالی جاتی ہیں۔ بہر حال یہ اور ایسی باتیں ہی ہیں جن سے فن طب بدنام ہوا ہے اور ہو رہا ہے یہ حقیقت ہے کہ بڑے سے بڑے فاضل بزرگ معالج کو دیکھا ہے کہ صحیح نسخہ نہیں لکھ سکتا،بلکہ صحیح نسخہ پرکھ نہیں سکتا۔اگر کبھی کسی سے سوال کر دیا جائے کہ یہ ادویات جو نسخہ میں شامل کی گئی ہیں،اُن کا ذاتی تعلق کیا ہے اور ان کا ردِّ عمل کیا ہے اور اُن کا نیا مزاج کیا تیار ہو گیا ہے تو اس کا جواب ان کے پاس نہیں ہوتا۔ان اہم باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے نزلہ زکام کے لیے ادویات تجویز کرنا چاہئیں۔

تجویز ادویات

① ادویات تجویز کرنے سے پہلے پھر یقین کرلیں کہ زکام ہے یا نزلہ، اور نزلہ بہہ رہا ہے یا بند ہے۔ اگر زکام ہے تو اعصابی ہے، اگر نزلہ ہے اور بہہ رہا ہے تو غدی ہے اور اگر نزلہ بند ہے تو عضلاتی ہے۔ ان کی علامات لکھ دی گئی ہیں۔

② جب صحیح تشخیص ہو جائے تو ایسی مفرد ادویات کو ذہن کے سامنے لائیں جو مولد حرارت ہوں پھر یہ دیکھیں کہ اُن میں ان اعضاء کی مناسبت سے کون کون سی ادویات ہیں۔

③ پھر ان میں طاقت کی کمی بیشی کو سامنے رکھ کر انتخاب کرلیں۔ یعنی صرف محرک عضو چاہئے کہ ملین ومسہل وغیرہ وغیرہ ان کے علاوہ، مقوی، تریاق اور اکسیر بھی ہوسکتی ہیں۔ کم از کم اوّل تین صورتیں ضرور ذہن میں حاضر رکھیں۔

ایک اھم نکتہ: مبردات ومسکنات اور مخدرات کے استعمال سے ہمیشہ گریز کریں، ان سے بڑھاپا پیدا ہوتا ہے۔

ایک دوسرا نکتہ: سرد خشک ادویات اگر مبردات میں شریک ہیں مثلاً کشتہ جات، یہ سب محرک عضلات ہیں اور ان سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ یہ کشتہ جات سرد ادویات کے کیوں نہ ہوں، مولد حرارت ہیں۔ اسی طرح جن ادویات کو بریان کیا جاتا ہے، ان میں بھی حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور بہت حد تک برودت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سرد ادویات کو بوقت ضرورت گرم کرلیا جائے تو بھی ان میں اعتدال اور ہلکی حرارت پیدا ہو جاتی ہے، جیسے پانی۔

تیسرا اھم نکتہ: جو ادویات سطح جلد یا غشاء مخاطی میں چکناہٹ پیدا کرتی ہیں وہ بھی گرم یا معتدل ہوتی ہیں جن میں خاص طور پر یہ شریک ہیں مثلاً بہدانہ، تخم خطمی، تخم خبازی وغیرہ۔

چوتھا اھم نکتہ: ہر قسم کے ملینات، مسہلات، مقوی، مسمن بدن، مشتہی معدی، مفتح، معرقات، محلل، مفجر اورام اور دافع تعفن وغیرہ سب گرم ہیں۔

نوٹ: ذیل میں چند اہم مفرد ادویات دی جارہی ہیں جو نزلہ زکام میں مفید ہیں۔ یہ فہرست صرف نمونہ کے طور پر ہے ورنہ ان میں سینکڑوں ادویات کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر طوالت کے لیے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس فہرست کو ہم نے بالمفرد اعضاء نہیں لکھا، صرف صاحب علم اور اہل فن پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ خود تلاش کریں اور اُن میں جذبۂ تحقیق اور تجسس پیدا ہو۔ البتہ ہم نے مجربات میں انہی ادویات میں سے اکثر کو بالمفرد اعضاء لکھ دیا ہے، اس سے تحقیق وتجسس میں بے حد مدد ملے گی۔ ویسے کوئی ضرورت مند صاحب اگر چاہیں تو دریافت کرسکتے ہیں۔

مُسَخِّن: بدنی حرارت میں اضافہ کرنے والی، یہاں اس سے ساری گرم دوائیں مراد نہیں ہیں۔ بلکہ صرف چند دوائیں لکھی جاتی ہیں، جن سے عام بدنی حرارت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

مشک، عنبر، اگر، پیاز، شراب، جند بیدستر، خولنجان، پپلا مول، عاقر قرحا، پپیتہ، چائے، پان، سنبل الطیب، شکر، کچلہ، بلادر، فلفل، زراوند، گڑ، جواہر مہرہ، جاوتری، پیپل، لہسن، شہد۔

مُملّسات: مُملِّس (چکنا کرنے والی) مملسات وہ دوائیں جن سے سطح جلد یا غشاء مخاطی میں چکناہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ تخم خبازی، روغن بادام، تخم کنوچہ، انجیر، جو مقشر، تخم خطمی، روغن کنجد، تخم بارتنگ، سپستان، ماء الشعیر، ریشہ خطمی، چربی، تخم بالنگو، اصل السوس، نشاستہ، برگ

گاؤزبان، تیل، کتیرا، ہلام (سریش) بیلگری، بہدانہ، تخم کتاں، ضمغ عربی، کلے و پائے، روغن زیتون، اسپغول، آلو بخارا، شہد مصفّٰی، روغن گل، تخم ریحاں، عناب، قند سفید۔

دافع تعفن: (عفونت کو دور کرنے والی دوا)۔ وہ دوا ہے جو مواد تعفن کی ترکیب کو بدل کر یا کسی اور طرح رکاوٹ پیدا کر کے عمل تعفن کو بند کر دیتی ہے۔

پارہ، کوئلہ، رال، روغن سرد، اجوائن دیسی، رسکپور، تیزاب شورہ، گندھک، روغن دارچینی، کائپھل، زنگار، تیزاب نمک، زفت، صعتر فارسی، خزامی، دارچکنا، ہینگ، نفت، قرنفل، مرکی، طوطیا، ست پودینہ، بورق، دارچینی، بہروزہ، جاوتری، بلسان، نیم، ست اجوائن، تیزپات، روغن قرنفل، پودینہ۔ [از کلیات الادویہ]

مرکبات: مرکبات میں بھی بالمفرد اعضاء کی تخصیص نہیں کی گئی تاکہ اہل ذوق بوقت ضرورت خود تجویز کرنے کی کوشش کریں۔ لعوق خیار شنبر، لعوق سپستان، لعوق معتدل، سفوف مغزیات، روغنیات، سفوف بنفشہ، شربت بنفشہ و شربت شہد، حب بنفشہ، حب ایارج، خمیرہ بنفشہ، اطریفلات و خمیرہ جات، حب اذاراقی، معجون اذاراقی، حریرہ جات، حلوے۔

مجربات: مجربات کے استعمال میں اس امر کو مدِنظر رکھا گیا ہے کہ وہ بالمفرد اعضاء لکھے جائیں تاکہ عوام بھی مستفید ہو سکیں۔

زُکام: زکام چونکہ اعصابی تحریک ہے اس میں عضلات کے اندر تسکین ہوتی ہے۔ اس لئے محرک عضلات ادویات ہونی چاہئیں۔ اس مقصد کے لئے قہوہ، عناب، انجیر، کلونجی، پھٹکڑی سوختہ، ہلیلہ بریان، آملہ اور ہر قسم کے اطریفلات اور کشتہ جات خاص طور پر عقیق، مرجان اور سنکھ بے حد مفید ہیں۔ اگر یہ مرض شدت اختیار کر لے تو اس میں گندھک، شنگرف، پارہ، سنکھیا اور کچلہ وغیرہ اور ان کے مرکبات استعمال کر سکتے ہیں۔ فوری اور روزانہ استعمال کے لئے ہلیلہ سیاہ بریاں، گندھک ہم وزن سفوف تیار کر لیں۔ خوراک ۲ رتی سے ۲ ماشہ تک ہمراہ نیم گرم پانی استعمال کرائیں۔

نزلہ: نزلہ چونکہ ہمیشہ غدی ہوتا ہے اس میں اعصاب کے اندر تسکین ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں محرک اعصاب ادویہ استعمال کرنی چاہئیں۔ بہدانہ، تخمِ خطمی خبازی، الائچی، بنفشہ اور اس کے تمام مرکبات خصوصاً خمیرہ بنفشہ، مغزیات اور ان کے ہر قسم کے مرکبات خصوصاً خمیرہ جات اور گرمیوں میں شیرہ جات مگر ہمیشہ نیم گرم ہونے چاہیں۔ اسی طرح ہر قسم کے خمیرہ جات خصوصاً خمیرہ گاؤزبان، لعوقات خصوصاً لعوق سپستان، ہر قسم کی گوندیں، ملٹھی اور ست ملٹھی، سردیوں میں خالص شہد، گرمیوں میں نیم گرم شربت شہد، شورہ قلمی سوختہ، سہاگہ سوختہ، زیرہ سیاہ اگر مرض شدید ہو گیا ہو تو کنیر، عشر اور ریٹھہ وغیرہ کے مرکبات بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر مرض مزمن (پرانا) ہو گیا ہو، اُن کے ساتھ گندھک، سقمونیا اور عصارہ ریوند بھی استعمال کرا سکتے ہیں۔ روزانہ اور فوری استعمال کے لئے سہاگہ 2 حصے، ملٹھی 3 حصے، گندھک 3 حصے سفوف تیار کر لیں۔ خوراک ایک ماشہ تک ہر تین گھنٹے بعد ہمراہ آبِ نیم گرم دیں۔ جاننا چاہئے کہ نزلہ وبائی عام طور پر غدی ہوتا ہے۔

نزلہ بند: نزلہ بند چونکہ عضلاتی ہوتا ہے اس لئے اس میں غدد میں تسکین ہوتی ہے۔ اس لئے محرک غدد ادویات دینی چاہئیں، اس مقصد کے لئے نمک خوردنی اور دیگر ہر قسم کے نمکیات، زنجبیل، فلفل سیاہ، دارچینی، خولنجان، عاقر قرحا، لونگ، مصبر، نوشادر، تیزپات، رائی، اجوائن دیسی، گرم مصالحہ جات اور ہر قسم کی جوارشات اگر مرض مزمن ہو تو جلاپہ، دند، گندھک اور کچلی بھی استعمال کر سکتے ہیں، اور روزانہ استعمال کے لیے ذیل کا نسخہ تیار کر لیں۔

نوشادر 2 حصے، اجوائن 3 حصے، گندھک 3 حصے، سفوف تیار کر لیں۔ خوراک 2 رتی تا 2 ماشہ تک۔

نوٹ: ہر قسم کے عرق وشربت اور جوشاندے وخیساندے وغیرہ جو نزلہ زکام کے لیے مفید ہیں، استعمال کئے جاسکتے ہیں مگر اس میں یہ شرط ضرور ہے کہ وہ بالقوی یا بالفعل گرم ہونے چاہئیں۔ ان کی سردی سے ہمیشہ بچنا چاہئے ورنہ مفید ادویات بھی مضر اثرات پیدا کردیں گی جس کا نتیجہ اکثر ایسا نکلتا ہے کہ تسکین کے مقام پر جو رطوبات ہوتی ہیں وہ منجمد ہوجاتی ہیں یا ان میں تعفن پیدا ہوکر زہر بن جاتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں موت یا بڑھاپا کے قریب مریض پہنچ جاتا ہے۔ یہ یاد رکھیں جوانی اور بڑھاپے کا فرق صرف بلغم کی کسی عضو میں زیادتی ہے۔ جس سے اعضاء میں انتہائی سکون پیدا ہوجاتا ہے۔

نزلہ زکام کے علاج میں غذا کی اہمیت

کیمیاوی ادویات ومجربات، مفردات ومرکبات اور جڑی بوٹیوں کے متعلق یہ یقین کرلینا کہ وہ امراض کی ہر حالت کے لئے اکسیر وتریاق اور یقینی وبے خطا اثرات شفا اپنے اندر رکھتی ہیں۔ یہ تصور ایک جاہل عطائی کا ہوسکتا ہے۔ مگر ایک حکیم اس خیال پر کبھی یقین نہیں کرسکتا۔ اہل علم وصاحب فن حکماء اور اطباء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہمیشہ مریض کا علاج ہوسکتا ہے مگر کسی مرض کا علاج ناممکن ہے، کیونکہ ہر شخص کا مزاج، مرض کا مزاج، عمر کا مزاج، موسم کا مزاج، ملک کا مزاج، آب وہوا کے تغیرات ہمیشہ مختلف رہتے ہیں۔ اس لئے ہر مرض کی مختلف مدارج، مختلف امزجہ میں اور علامات میں ایک ہی دوا کیسے مفید ہوسکتی ہے۔ ایسا عطایانہ علاج فرنگی طب میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اَن سائنٹفک اور غلط طریق علاج ہے۔ ہر قسم کے دردِ سر میں چاہے پٹھوں کی خرابی سے ہو، چاہے جگر کی تکلیف سے ہو یا دِل کے افعال کے نقص سے پایا جائے، وہ صرف اسپرین دیں گے۔ اسی طرح ملیریا میں اسہال ہوں یا قبض، تے ہو یا ادرار، پیٹ میں درد ہو یا دردِ دِل وہ بہرحال اس مریض کو کونین (Quinine) تجویز کردیں گے یا کوئی زیادہ قابل فرنگی معالج باقی علامات کے لئے کوئی اور دوا تجویز کر دے گا، وغیرہ وغیرہ، مگر کونین (Quinine) اور اس کی کوئی قسم لازمی ہوگی۔ اس عطایانہ علاج کے ساتھ ہی فرنگی طب مسئلہ غذا پر بالکل خاموش ہے، ہر قسم کے گرم سرد مشروبات اور اغذیہ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

فرنگی طب (ڈاکٹری) نے اطباء اور عوام کے ذہنوں پر جہاں یہ اثر ڈالا ہے کہ فرنگی ادویات ہر مرض کے لیے سالہا سال کی سائنسی تحقیق اور تدقیق (ریسرچ وانلسس) کے بعد بنائی جاتی ہے، اس لئے ہر مرض کی حالت میں مفید ہیں، وہاں پر یہ غلط صورت بھی پیدا کردی ہے کہ مریض کے لئے کسی خاص قسم کی غذائی تخصیص نہیں ہے گویا دوا اپنے اندر پورے پورے شفائی اثرات رکھتی ہے۔ مگر جب ادویات استعمال کی جاتی ہیں تو نتیجہ صفر کے برابر نکلتا ہے۔ البتہ مخدر اور مُغشی ادویات اور ان کے ٹیکے مریضوں کو بے ہوش ضرور کردیتے ہیں یا میٹھی نیند سلادیتے ہیں۔ اکثر تو ہمیشہ کے لئے ہی سلادیتے ہیں ورنہ جہاں تک مریض کے علاج کا تعلق ہے فرنگی طب بالکل ناکام ہے۔

لیکن اس تقلید کا کیا کیا جائے جو ہمارے حکماء اور اطباء نے نہیں بلکہ عطار اور عطائی قسم کے معالج کررہے ہیں۔ جن کا مقصد سستی شہرت، ناجائز دولت کمانا اور ملک وفن کے ساتھ غداری ہے۔ ایسے لوگ طب یونانی کا صحیح اور مکمل علم نہیں رکھتے۔ انہوں نے فرنگی طب کی نہ سند حاصل کی ہے اور نہ باقاعدہ تعلیم کا موقعہ ملا ہے لیکن علاج کے لئے شب وروز فرنگی ادویات استعمال کرتے ہیں۔ انجکشن لگاتے ہیں اور عوام پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر اور حکیم دونوں سے اچھے ہیں۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ انگریزی ادویات کو دیسی ادویات سے ملا کر ان کا نقصان دور کردیتے ہیں اور یونانی دوا کی طاقت تیز کردیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ یہ لوگ عوام اور مریضوں کے نقصان کے ساتھ ساتھ فن طب اور یونانی ادویات کے لئے بدنامی کا باعث بنے ہیں۔ مجھے ایک دو نہیں سینکڑوں ایسے عطائیوں اور عطاروں

سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے، جو فن طب تو رہا ایک طرف، کسی معمولی مرض کی ماہیت اور بادیان جیسی روزمرہ استعمال کی دوا کے خواص تک نہیں جانتے اور باتیں کرتے ہیں پنسلین، سلفا ڈرگ اور اینٹی بائیوٹک ادویات کی۔

ان کو نہ نضج کا پتہ ہے نہ اسہال کی ضرورت کا، نہ پسینہ اور ادرار کے اوقات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان کی بلا جانے مسہل وملین میں کیا فرق ہے۔ ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے فلاں دوا پاخانہ لاتی ہے، فلاں شے سے پیشاب آ جاتا ہے اور فلاں شے دینے سے پسینہ آ جاتا ہے یا زیادہ دِل کو طاقت دینے کے لئے چند دوائیں ذہن میں حاضر ہیں مگر (ڈیجی ٹیلس) سپرٹ ایمونیا ارومیٹک اور ایڈرنالین کا فرق نہیں جانتے لیکن وہ کامیاب معالج کہلاتے ہیں اور امراض کے علاج میں بڑھ چڑھ کر شفا کے دعوے کرتے ہیں اور جب وقت آتا ہے تو بغلیں جھانکتے ہیں۔

فرنگی طب کی اندھی تقلید نے ملک میں ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے جو حکیم ہے اور نہ طبیب، مگر طب کے لئے بے حد بدنامی کا باعث بنا ہوا ہے ایسا گروہ کبھی ہومیو پیتھک ادویات کا سہارا لیتا ہے اور کبھی طب یونانی کی سندات خریدتا ہے اور اپنی دوا فروشی جاری رکھتا ہے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جنہوں نے مسئلہ غذا کی اہمیت کو ختم کر دیا ہے۔ اوّل تو اس قسم کے معالج خواص الاغذیہ ضرورت اغذیہ اور طریق استعمال اغذیہ سے واقف نہیں ہوتے۔ دوسرے فرنگی طب کی تقلید میں ہر غذا کھانے کی اجازت دیتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ غذا ثقیل نہیں ہونی چاہئے۔

شوربا پھلکا اچھی غذا ہے۔ ہاں کھچڑی بھی کھا سکتے ہیں۔ اگر دِل کرتا ہے تو دودھ پی لیں، چائے بھی نقصان نہیں دے گی۔ خیر پھل کا تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ البتہ مٹھائی بہت کم کھائیں۔ ہاں بادی چیز اور کھٹا و تیل کے نزدیک نہ جائیں۔ اگر برف کا شوق کرتے ہیں تو ذرا استعمال کر لیں، وغیرہ وغیرہ۔

ان معالج حضرات سے کوئی پوچھے کہ ثقیل اور لطیف غذا کا کیا فرق ہے۔ کون کون سی اغذیہ ثقیل ہیں اور کون کون سی زود ہضم وغیرہ۔ ایک ہی مریض کو گرم اغذیہ بھی اور سرد اغذیہ بھی، روٹی بھی چاول، برف اور پھل بھی اور چائے بھی۔ آخر غذا شے کیا ہے؟ تندرست اور مریض کی غذا میں کچھ نہ کچھ تو فرق ہونا چاہئے۔ اگر مریض کوئی فرق نہیں کرنا چاہتا تو پھر وہ مریض نہیں ہے۔ اگر معالج فرق نہیں جانتا تو معالج نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اچھے اور برے معالج کا اندازہ غذا، پرہیز بتانے پر چل جاتا ہے۔ جو معالج روزانہ استعمال کی اشیاء مثلاً نمک، مرچ، ہلدی، گرم مصالحہ، گوشت، سبزیاں، دالیں، غلے، دودھ، چائے اور ان سے بنی ہوئی اشیاء، پھل، میوہ جات اور پان، تمباکو وغیرہ وغیرہ کے اثرات سے پوری طرح آگاہ نہیں ہے وہ علاج میں ان کو کیسے استعمال کر سکتا ہے۔ اگر اتفاقاً ایک اچھی دوا بھی تجویز کر دی تو غذا کی خرابی سے بجائے آرام ہونے کے مریض کو نقصان ہو جانے کا اندیشہ غالب ہے۔

غذا کے متعلق جاننا چاہئے کہ مریض کے لئے نہ کوئی لطیف غذا اور زود ہضم غذا ہے اور نہ کوئی ثقیل اور دیر ہضم نہ کوئی غذا مقوی ہے اور نہ غیر مقوی۔ اسی طرح نہ کوئی غذا مولد خون اور نہ ہی پیدائش خون کو روکنے والی ہے بلکہ اصل غذا وہ ہے جس کی مریض کے جسم کو ضرورت ہے۔ وہی غذا اس کے لئے زود ہضم ومقوی اور مولد خون ہوگی۔ ضرورت غذا پر مریض کے اعضاء کے افعال کی خرابی اور خون کے کیمیاوی نقص سے پتہ چلتا ہے۔ اگر مریض کے لئے صحیح غذا تجویز کر دی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ مریض کو بغیر دوا آرام ہو جائے گا۔ جسم انسان پر پچاس فیصدی غذا کا اثر ہے۔ دوا کا اثر صرف پچیس فیصدی ہے اور پچیس فیصدی مریض کے ماحول کو درست اور مزاج کو مطمئن رکھنا ہے تاکہ قوت مدبرہ بدن بیدار رہے اور مریض کی طبیعت صحت کی طرف دوڑتی رہے۔

مریض کی غذا تجویز کرنے کے لئے ہمیشہ تین باتوں کا خیال رکھنا ہے؛(۱) تخمیر غذا (۲) ضرورت غذا اور (۳) مناسب غذا۔

خمیر غذا کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مریض کے شکم میں جو غذا موجود ہے اس میں خمیر پیدا ہو چکا ہے۔ اکثر یہی خمیر فساد خون تک پہنچ چکا ہوتا ہے بلکہ بعض وقت زہر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً ہم روزانہ زندگی میں دیکھتے ہیں کہ آج کا تازہ دودھ کل باسی ہو جاتا ہے۔ دوسرے روز اس میں کھٹاس پیدا ہو جاتا ہے۔ تیسرے روز اس میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ چوتھے روز اس میں کیڑے ظاہر ہو جاتے ہیں اور پانچویں روز وہ اس قدر خراب ہو جاتا ہے گویا زہر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بس تقریباً یہی حالت پیٹ کے اندر غذا میں خمیر ہونے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں جب تک پیٹ کا خمیر ختم نہ ہو علاج میں صحت کی کیا اُمید ہو سکتی ہے اور ادویہ واغذیہ کیسے مفید ہو سکتی ہیں۔ اگر غذا دی گئی تو اس کا نتیجہ ایسا ہو گا جیسے متعفن دودھ میں عمدہ دودھ ملا کر اس کو ضائع کر دیا جائے اور پھر اس سے اچھے اثرات کی اُمید رکھی جائے۔ اسی طرح خمیرہ آٹا کے ساتھ جب بھی دوسرا آٹا ملا کر گوندھا جائے گا یقیناً وہ بھی خمیر ہو جائے گا۔ جب تک خمیر کو ختم نہیں کیا جائے گا۔ بالکل یہی صورت پیٹ میں غذا کھانے کے بعد پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح اس خمیر میں نہ صرف ہر قسم کی غذا خراب ہو جاتی ہے بلکہ ادویات بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ مریض گھبرا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ علاج اور ادویات سے اس کو نقصان اور خطرہ پیدا ہوا ہے اور معالجؔ حیران ہوتا ہے کہ ایسا اکسیر تریاق اور بے خطا ویقینی مجرب نسخہ استعمال کرنے سے ایسے خطرناک حالات کیوں پیدا ہو گئے ہیں۔ یقیناً نتیجہ مفید نہیں ہے بلکہ اس میں یہ خرابیاں ہیں لیکن اصل بات سے وہ واقف نہیں ہوتا کہ مریض کے پیٹ میں جو خمیر تھا اس میں تیزی پیدا ہو گئی ہے جس سے یہ خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔

اسی خمیر سے پیٹ میں تیزابیت پیدا ہوتی ہے جس کو انگریز ایسڈیٹی کہتے ہیں۔ یہی جب خون میں شامل ہوتی ہے تو مختلف مقامات خصوصاً گردوں اور غشائے مخاطی پر اثر انداز ہو کر بہت سے خوفناک امراض پیدا کرتی ہے۔ بہرحال خمیر میں جوں جوں شدت پیدا ہوتی جاتی ہے، خون میں زہر پیدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے علاج، غذا اور دوا استعمال کرنے سے قبل خمیر غذا کو ختم کر لینا نہایت ضروری ہے۔

ضرورت غذا

ضرورتِ غذا میں مریض کو غذا کھانے کی صحیح خواہش ہے جس کی بہترین علامت بھوک ہے۔ گویا بھوک کے بغیر غذا کھانے کی خواہش صحیح نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھانے کا وقت ہے اور کھانے کی خواہش پیدا ہو گئی ہے یا کھانے کی شکل دیکھی ہے۔ اس کی رنگ برنگی صورت وخوشبو اور انواع واقسام دیکھ کر دل میں شوق لذت پیدا ہو گیا یا ڈیوٹی پر جاتے ہوئے خیال آیا کہ کھانا کھا لیا جائے۔ پھر گرم گرم کھانا نہیں ملے گا یا کسی دوست اور عزیز نے مجبور کر دیا اور بغیر ضرورت کے کھانا کھا لیا، وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام حالات میں ضرورت غذا نہیں تھی۔ ضرورت غذا صحیح خواہش غذا ہے جس کو بھوک کہتے ہیں۔ بھوک بالکل وہی صورت ہے جو رُوزہ کھولنے سے تھوڑی دیر پہلے محسوس ہوتی ہے جس کی علامات یہ ہیں؛ بدن گرم ہو جاتا ہے خاص طور پر چہرہ کان کی لو تک گرم ہو جاتا ہے۔ دل میں مسرت وفرحت اور لذت کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جب بھوک میں جسم ٹھنڈا ہو جائے یا دِل ڈوبنا شروع ہو جائے تو یہ بھوک نہیں ہے بلکہ مرض ہے۔ اس کا علاج ہونا چاہئے اس کا فوری علاج شہد پینا یا شہد کا شربت پینا، ہلکی چائے پینا یا کوئی حسب خواہش پھل کھا لینا ہے۔ غذا خصوصاً نشاستہ دار غذا کے قریب تک نہیں جانا چاہئے ایسا کرنا گویا خطرناک امراض کو دعوت دینا ہے۔

سال میں ایک مہینہ بھر بھوک کے احساس کی تربیت دی جاتی ہے مگر عید کے دوسرے روز ہم بالکل بھوک کا خیال تک بھول جاتے ہیں۔روزوں میں مہینہ بھر کے ثواب کا تصور تو رکھتے ہیں، لیکن ایک مہینہ میں جو ہم کو تقریباً سولہ گھنٹے کی بھوک اور پیاس کا حقیقی تجربہ ہوتا ہے اس کو یقیناً بھلا دیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وقت بے وقت اور جگہ بے جگہ کھا پی کر امراض مول لے لیتے ہیں۔افسوس تو یہ ہے کہ ہم خود ہی قوانین فطرت کی مخالفت کرتے ہیں اور بغیر ضرورت کھاتے ہیں اور جب قوانین فطرت کی بغاوت کے بعد بیماری کی شکل میں ہم کو سزا ملتی ہے تو روتے ہیں، واویلا کرتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں۔جن لوگوں کی توندیں بڑھ گئی ہیں، کیا یہ یقین کیا جا سکتا ہے ایسے لوگ غذا ضرورت کے مطابق کھاتے ہیں؟ کیا یہ لوگ مریض نہیں ہیں؟ خداوند کریم لالچ کی بھوک سے محفوظ رکھے۔

استعمال غذا

غذا کے استعمال میں کسی خاص علم کی ضرورت نہیں ہے۔جیسا کہ فرنگی طب نے اپنے تجارتی مقصد کے تحت چکر چلا دیا ہے کہ غذا میں اتنی پروٹین (اجزاءلحمیہ) اس قدر کاربوہائیڈریٹ (اجزائے نشاستہ) اس مقدار میں فیٹس (روغنی اجزاء) ہو اور اس میں حیاتین کا ہونا ضروری ہے، جس کے لئے خاص طور پر کچی سبزیاں کھائی جائیں وغیرہ وغیرہ۔جب ایک آدمی اس میں پھنس جاتا ہے تو بازار میں وٹامن اور دیگر اغذیہ کی گولیاں، مکسچر اور انجکشن بھی ملتے ہیں تا کہ فرنگی کی تجارت میں روز بروز اضافہ ہو (اس پر ہم نے ایک الگ مضمون لکھا ہے۔) امریکہ والوں سے آلو کے سلسلہ میں بحث چل نکلی تھی۔خداوند کریم کی مہربانی سے ان کا منہ بند کر دیا ہے۔ان کو چیلنج کیا ہے کہ تمام امریکہ میں کوئی بھی غذا کے سلسلہ میں انتہائی قابل ہو مقابلہ پر لایا جائے ہم تسلی وتشفی کے لئے تیار ہیں۔

غذا کے استعمال میں صرف یہ باتیں یاد رکھیں:

① شدید بھوک ہو، جس کی علامات لکھ دی ہیں اور اس کا ایک جذبہ یہ بھی ظاہر ہو کہ وہ کتنا ہی کھا جائے گا۔ذرا جس چیز کو دِل چاہے کھائے، یعنی ذائقہ اور کیفیت (گرم وسرد، تر وخشک) اگر غذا حسب ذائقہ اور کیفیت ہو تو بہتر ہے ورنہ غذا میں مقوی اور قیمتی غذا کا تصور ضروری نہیں ہے۔

② غذا ہمیشہ اس وقت کھائی جائے جب زیادہ کھانے کا تصور ہو مگر خوب کھانے کے بعد کچھ حصہ بھوک باقی ہو تو غذا کو چھوڑ دیں تا کہ غذا پیٹ میں پھول کر تمام معدہ کو قابو میں نہ کر لے اور معدہ اپنی حرکات کو چھوڑ بیٹھے اور غذا معدہ میں کچی رہ جائے یا قے اور اسہال کی صورت پیدا ہو کر ہیضہ نہ ہو جائے۔گویا غذا زیادہ سے زیادہ کھانے کے بعد کچھ حصہ بھوک کا ابھی باقی ہو تو غذا سے ہاتھ کھینچ لینا چاہئے۔

ہمیشہ یہ خیال رکھیں تھوڑا کھانا گناہ ہے اور پیٹ بھر کے کھانا بھی عذاب ہے۔غذا کھانے کی صورت، ان کے درمیان ہونی چاہئے۔ البتہ یہ معالج کا کام ہے کہ وہ بتلائے کہ کسی مرض میں کیا غذا ہونی چاہئے چونکہ جگر کے لئے غذا الگ ہونی چاہئے اور دماغ کی ضروریات جدا ہیں۔اسی طرح دِل کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ الگ ہیں۔غرض ہر معالج کا فرض ہے کہ اعضاءِ رئیسہ کی مناسبت سے مریض کے لئے غذا تجویز کرے تا کہ غذا بھی دوا کے لئے معاون بن جائے۔

نزلہ زکام میں ذیل کے قوانین کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

(۱) فاقہ

یہ مسلمہ امر ہے کہ نزلہ زکام میں اعضاء غذائیہ اس حدتک خراب ہو جاتے ہیں کہ عوام بھی اس حقیقت سے آگاہ ہیں اور فوراً ہر شخص کو فاقہ کی تلقین کرتے ہیں اور یہ صحیح بھی ہے کہ جب فاقہ کیا جاتا ہے تو نزلہ زکام رفع ہو جاتے ہیں۔ اس کی حقیقت واضح ہے کہ ہضم اس وقت خراب ہوتا ہے جب اُس میں قوتِ حرارت جو غذا کو تحلیل کرتی ہے، ختم ہو جاتی ہے۔ کبھی معدہ و امعاء کے عضلات میں نقص واقع ہو جاتا ہے، کبھی اُن کے غدد اپنے افعال صحیح انجام نہیں دیتے اور کبھی اعصاب میں احساسات کی خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن جب فاقہ کیا جاتا ہے تو قدرتی طور پر جسم میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور نزلہ زکام رفع ہو جاتا ہے۔ فاقہ میں ایک خاص بات یہ ہے کہ ہم غذا تو جسم میں داخل نہیں کرتے مگر اندرونی اعضاء اپنے افعال کم وبیش جاری رکھتے ہیں۔ اس سے ایک طرف حرارت کا اخراج رُک جاتا ہے اور محفوظ ہونی شروع ہو جاتی ہے اور دوسری طرف اندرونی مواد اور فضلات کا اخراج ہو جاتا ہے۔ اس لئے فاقہ بے حد مفید ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا نزلہ زکام میں فاقہ ضرور کرنا چاہئے۔ فاقہ سے مراد بھوکا رہنا نہیں ہے بلکہ انتہائی شدتِ بھوک کے وقت چند روز لطیف اغذیہ کا کھانا ہے۔ جب بھوک میں بے حد شدت ہو جائے تو بالترتیب ثقیل اغذیہ کھانی چاہئیں۔

(۲) اوقات کی پابندی

نزلہ زکام میں اوقات کی پابندی نہایت اہم بات ہے۔ لیکن اوقات کی پابندی سے مراد یہ نہیں ہے کہ وقت مقررہ پر کھانا کھا لیا جائے اور اس کے درمیان جو کچھ دِل چاہے کھاتے رہیں۔ مثلاً صبح کا ناشتہ، دوپہر کا کھانا، تیسرے پہر کی چائے اور رات بھر کا کھانا۔ یہ طریقہ بالکل غلط ہے، اس میں ان باتوں کی شرط ہے: اوّل ہر غذا یا کھانے کی کوئی شے جب کھائی جائے تو پھر دوبارہ کم از کم چھ گھنٹے بعد کھائی جائے۔ کیونکہ اُصولی طور پر ایک تندرست انسان کو مکمل طور پر بارہ گھنٹے میں غذا ہضم ہوتی ہے۔ معدہ میں تین گھنٹے، چھوٹی آنتوں میں چار گھنٹے اور بڑی آنتوں میں پانچ گھنٹے خرچ ہوتے ہیں۔ دوسرے بھوک کی شدت کا احساس ہونا ضروری ہے، یعنی کھانے کا وقت ہو گیا اور اس کو چھ گھنٹے بھی گذر گئے ہیں، لیکن شدید بھوک کا احساس نہیں ہے، پھر غذا نہیں کھانی چاہئے، بلکہ غذا دوسرے وقت پر ملتوی کر دینی چاہئے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ روزانہ ایک مناسب اوسط غذا کھائی جاتی ہے مگر بعض اوقات زیادہ ثقیل اور مرغن کھالی گئی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ وقت مقررہ پر چھ گھنٹے بعد بھی بھوک نہ لگے۔ اس لئے غذا کو دوسرے وقت پر ملتوی کر دیں۔ تیسرے غذا کی مقدار ہمیشہ اس انداز کی ہونی چاہئے کہ معدہ پوری طرح بھر جائے۔ کم مقدار میں غذا نہ کھانی چاہئے۔ کیونکہ وہ بھوک نہیں ہوتی بلکہ غذا کا احساس ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا معدہ اندازاً درمیانے درجے کی دو روٹیاں کھاتا ہے تو اس کو اس سے کم نہیں کھانا چاہئے۔ البتہ ابھی بھوک باقی ہو تو غذا چھوڑ دینی چاہئے۔ اصول یہ بنائیں کہ زیادہ سے زیادہ کھایا جائے مگر ابھی بھوک باقی ہو تو چھوڑ دیا جائے۔ یہ کوئی اصول نہیں ہے کہ دو نوالے کھائے جائیں یا غذا کو چکھا جائے۔ اس عادت کو گناہ خیال کریں، کیونکہ غذا تھوڑی ہو یا بہت معدہ کو بہر حال کام کرنا پڑتا ہے۔ جو لوگ تھوڑا تھوڑا بار بار کھاتے ہیں وہ نہ صرف اپنے ہاضمہ کو خراب کرتے ہیں بلکہ امراض ملعد بڑھاپے کو دعوت دیتے ہیں، خطرناک امراض میں گرفتار ہوتے ہیں۔

اسی طرح غذا کے ساتھ پانی کا بھی اندازہ ہونا چاہئے کیونکہ بغیر اندازے کے پانی کی کمی بیشی غذا کے ہضم میں خلل ڈال دیتی

ہے۔زیادہ پانی پی لیا جائے گا تو غذا رقیق ہو جائے گی اور اس میں حرارت کی کمی واقع ہو جائے گی۔دوسری طرف دیر میں ہضم ہوگی اور تیسرے جسم میں سردی پیدا ہو جائے گی۔اگر پانی کم پیا جائے گا تو غذا کا قوام جلد تیار نہیں ہوگا۔دوسرے خون کی زیادتی معدہ میں سوزش پیدا کردے گی۔تیسرے جلد متعفن ہو جائے گا اور اس میں تیزابی مادہ پیدا ہو جائے گا۔

صادق پیاس وہ ہے جس میں خون کے اندر پانی کی کمی کو پورا کرنے کا احساس ہے۔جس کا صحیح اندازہ اس طرح لگتا ہے کہ جب پانی ضرورت کے مطابق پیا جائے تو پیاس بجھ جائے، اور پھر اس وقت تک پیاس نہ لگے جب تک پھر صادق پیاس نہ لگے۔دوسری کاذب پیاس ہے جو پانی پینے کے بعد نہیں اُترتی یا جلد جلد محسوس ہوتی ہے۔اس حالت کے لئے ضروری ہے کہ جب تک پیاس کی شدت رہے غذا نہ کھائے۔(۳) اس لئے بغیر ضرورت (ارج) یعنی صحیح بھوک اور پیاس کے کھانا پینا خود امراض اور بڑھاپے کو دعوت دینا ہے۔جب کسی کو بھوک زیادہ بڑھ جاتی ہے تو اکثر ایسے لوگ خوش ہوتے ہیں۔لیکن اس کو کسی مرض کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیے، یہ بھی خرابی ہضم کی صورت ہے۔اگر ایسی صورت ہو تو غذا میں روغنی اجزاء بڑھا دیں یا روغنی اغذیہ کھائیں جیسے حلوہ جات، اور حریرہ جات وغیرہ۔

غذا کے لیے چند اُصول

① کھانا پینا خداوند کریم کا نام لے کر شروع کرنا چاہئے، برکت ہوتی ہے۔

② کھانا پینا ہمیشہ زیادہ سے زیادہ تازہ ہونا چاہئے، اس سے ہضم میں مدد ملتی ہے۔

③ حلال کی کمائی کا کھانا پینا ہونا چاہئے، اس سے رحمت نازل ہوتی ہے اور صحت قائم رہتی ہے۔

④ شدید بھوک سے کھانا چاہئے، خون صالح بنتا ہے۔

⑤ غذا زیادہ سے زیادہ بیک وقت کھانے کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن ابھی تیسرا حصہ بھوک ہو تو چھوڑ دینی چاہئے۔زیادہ کھانے کے بوجھ سے قبض پیدا نہیں ہوتی۔

⑥ غذا ہمیشہ لذیذ کھانی چاہئے فرحت پیدا ہوتی ہے۔

⑦ کوشش کریں کہ ایک وقت میں ایک ہی قسم کی غذا ہو یا زیادہ قسم کی غذائیں ایک دوسری سے ملتی جلتی ہونا چاہئیں۔مٹھاس درمیان میں کھانی چاہئے، یعنی نمکین غذا سے شروع کریں اور نمکین پر ختم کریں، غدد کام کرتے ہیں اس سے امراض دور ہوتے ہیں۔

⑧ غذا کا زیادہ حصہ پروٹین (اجزاء لحمیہ) کا ہونا چاہئے۔گوشت میں بکری، پرند اور مچھلی کا گوشت زیادہ مفید ہے۔جو لوگ گوشت نہیں کھاتے وہ دودھ اور گھی کا استعمال زیادہ کریں۔

⑨ جہاں تک ہو سبزیاں بہت کم کھائیں۔خاص طور پر کچی سبزیاں بالکل نہ کھائیں، یہ جانوروں کا کھانا ہے۔انسان جب کچی غذا کھاتا ہے تو حیوانیت اور وحشت پیدا ہوتی ہے۔اخلاق ختم اور حیوانوں کی طرح بے غیرت ہو جاتا ہے۔سبزیاں دوائے غذائی ہیں، ان کی کمی پھلوں سے پوری کریں۔وہ ان سے زیادہ غذائیت رکھتے ہیں۔البتہ میوہ جات غذائے دوائی ہیں ان کا استعمال غذا میں یا غذا کے بعد مفید ہے۔دالیں بغیر کثیر گھی کے نہ کھائیں، قبض پیدا ہوتی ہے۔

⑩ بہترین غذائیں گوشت، دودھ، میوہ جات اور گیہوں ہیں۔باقی سب اپنے اندر غذا کی بجائے دوائیت رکھتی ہیں۔

⑪ صرف گرم پانی یا بغیر دودھ کے چائے (قہوہ) پئیں۔جب پیاس کاذب ختم ہو جائے اور بھوک شدید لگ جائے تو بعدۂ غذا کھائے

اور حسب معمول پیاس صادق پر پانی پی لیا کریں۔

بعض لوگوں کو غذا کھانے سے پہلے پیاس کی شدت ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے بھی تاکید ہے کہ وہ شربت لسی وغیرہ خالی پیٹ نہ پئیں اور غذا کے ساتھ سرد پانی یالسی پینے کی کوشش کریں۔ گرم پانی اور چائے اس وقت مسلسل استعمال کریں جب تک پیاس ختم نہ ہو جائے۔ اس کے بعد غذا کا خیال رکھیں۔

یاد رکھیں پیاس کی شدت میں ہاضمہ ضرور خراب ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں سرد پانی، شربت اور لسی پینا مضر ہے اور فرنگی سوڈا واٹر تو انتہائی نقصان رساں ہے۔ اکثر ہیضہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر قسم کا فرنگی سوڈا واٹر الکائن (کھاری) ہے۔ ایک دم جسم کی ترشی ختم کر دیتا ہے جس سے فوراً ہیضہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ جو لوگ صبح صبح اس خیال سے لسی اور شربت وغیرہ خالی پیٹ پیتے ہیں کہ ان کو گرمی ہے، جیسے پنجاب میں عام رواج ہے ایسے لوگ بھی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ دراصل اُن کا (۱) ہاضمہ خراب ہے۔ (۲) پیٹ میں سوزش ہے۔ (۳) جسم میں سردی ہے۔ اُن کو چاہئے کہ جب تک ان کو اپنی گرمی کا احساس دور نہ ہو جائے غذا بند کر دیں اور پھر باقاعدہ غذا کھایا کریں۔ یہ معمولی معمولی باتیں ہیں، لیکن صحت کے نہایت اہم نکتے ہیں۔ ان کی پرواہ نہ کرنے سے بڑے بڑے خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

کھانا پینا کیا ہے؟ یہ صرف ایک قسم کی توانائی (انرجی) ہے جو بدل کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ جب اس توانائی کی ضرورت پیدا ہوتی ہے جسم کو بھوک پیاس کا احساس ہوتا ہے، انسان اس ضرورت کو پورا کرتا ہے، گویا اس کا مقصد یہ ہے کہ جب تک ان کا احساس نہیں ہے کھانا اور پینا نہیں چاہئے۔ کیونکہ جب احساس ہوتا ہے جسم کھانے پینے کو ہضم کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جب بغیر بھوک پیاس کے ضروری احساس کے کھائے اور پئے گا تو لازماً وہ کھانا پینا بے ضرورت ہوگا یا طبیعت اس کو ہضم نہ کرے گی یا اس سے پہلے جو غذا پیٹ میں پڑی ہے اس کو فاسد کرے گی جو باعثِ امراض ہوگا۔

(۱۷)

تحقیقات نزلہ وزکام (وبائی)

(اُلو) کی لاثانیات لقیقہ

فہرست عنوانات

پیش لفظ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ. اَمَّابَعْدُ!

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ

﴿ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ﴾[سورۃ روم : ۳۰]

''اللہ تعالیٰ کی فطرت وہ ہے جس پر انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کی تخلیق میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی''۔

قانون فطرت پر انسان کو پیدا کر کے اس کو اس کمال پر پہنچایا کہ اس کا درجہ ملائکہ سے بھی بڑھا دیا:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾[سورۃ تین : ۴]

''تحقیق ہم نے انسان کو بہترین تخلیق بنایا''۔

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو قانون فطرت کے مطابق نہ صرف پیدا کیا ہے بلکہ اس کو اپنی بہترین مخلوق قرار دیا ہے، پھر اس کو اس کمال تک پہنچا دیا ہے کہ فرشتے اس کو سجدہ کریں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ کائنات اور اس کا ہر ذرّہ بغیر کسی قانون کے پیدا کیا گیا ہو اور بغیر کسی قانون کے حرکت و گردش میں ہو۔ جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں، وہ غلط فہمی میں گرفتار ہیں۔ دُنیا کو سمجھنے کا صحیح اُصول یہ ہے کہ قانون فطرت کا علم حاصل کیا جائے۔ یہی سنت اللہ بھی ہے۔

قانون فطرت

حقیقت یہ ہے کہ کائنات کا ہر ذرّہ قانون فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اور اس کا تعلق کائنات میں زمین سے لے کر آسمان تک تمام دیگر ذرّات کی حرکت و گردش نہ صرف قانون فطرت کے مطابق ہے بلکہ باہمی نظم وضبط اور اصول کے تحت ہے۔ اگر زندگی و کائنات اور نفس و آفاق کے کسی ایک ذرّہ یا جزو میں حرکت ہوتی ہے تو دیگر ذرّات قانون فطرت اور اصول تعلق کے وجہ سے اپنا نظم وضبط قائم رکھتے ہوئے ضرور متاثر ہوتے ہیں۔

اس کائنات و آفاق اور زندگی و نفس کی تدوین انہی ذرّات سے قائم ہے اور موالید ثلاثہ میں یہی ذرّات پنہاں نظر آتے ہیں اور انسان بھی انہی کا مجموعہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ جمادات، نباتات، حیوانات، بن مانس، انسان اور نبوت تک ہر ایک میں احساس و شعور ادراک کی شدت، غور و خوض اور تدبر و تصدیق کی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ جس قدر بھی احساس و ادراک اور تصدیق یعنی علم و عقل اور حکمت بڑھتا جائے گا اس کا شعور کائنات و آفاق طبیعات و مابعد طبیعات بڑھتا جائے گا اور وہ اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا جائے گا۔

کائنات ذرّات کو طب قدیم کے قانون سے ارکان کہتے ہیں جو چار ہیں۔ جن کو بسیط تسلیم کیا گیا ہے اور وہ غیر منقسم ہیں یا فرنگی طب

کی تحقیقات میں عناصر جو تقریباً ایک کم سو ہیں جو قابل تقسیم ہیں یعنی ہر عنصر (Element) اپنے اندر مالیکیول (سالمات) اور ایٹم (مرکزی ذرّہ) رکھتا ہے اور پھر یہ ذرّات الیکٹران (برقیات) میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ کچھ بھی تسلیم کرلیں۔ موالید ثلاثہ اور انسان میں مشترک طور پر پائے جاتے ہیں۔ گویا برقی ذرّات کا ایک سمندر ہے جو مختلف اجسام میں بند بھی ہے اور ان کا آپس میں تعلق بھی ہے۔ البتہ یہ حقیقت پردہ راز میں ہے کہ ان اجسام میں احساس وادراک اور تصدیق کی قوت اور ان کا کمال کیسے پیدا ہوتا ہے جن کی وجہ سے جمادات ونباتات، حیوانات و انسان، آدمیت وبشریت اور نبوت کا فرق نمایاں ہو جاتا ہے۔

بہر حال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ زمین سے آسمان تک ہر ذرّہ منظم ومنضبط اور مقرر اصولوں کے مطابق قانون فطرت میں رواں دواں ہے۔ اس لئے اس دُنیا میں جو افعال سرزد ہوتے ہیں جن میں وبائیں وسیلاب اور جنگ وزلزلے وہ سب بغیر قانون اصول اور نظم وضبط کے نہیں آتے اور موجودہ دور کا علم موسمیات بھی اس کی بہت حد تک تصدیق کرتا ہے۔ اس لئے وباؤں کو ہنگامی امراض نہیں خیال کرنا چاہئے۔ بلکہ کائنات وزندگی اور انفس وآفاق کو قائم رکھتے ہوئے وباؤں کو بھی ان کے تحت قوانین اور اصول میں فٹ کرنا چاہئے، تاکہ وباؤں اور آفات کے حادثات کا صحیح علم اور اس کی حکمت کا پتہ چل جائے۔ قانون فطرت کو سمجھنے کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کی خلاف ورزی عمداً یا جہلاً کرنے کے بعد اس کے نظم وضبط میں خرابی واقع ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں فطرت میں ایک ردّ عمل ہوتا ہے اور یہ ردّ عمل اس طاقت کی طرف سے عمل میں آتا ہے جو اس قانون فطرت کو چلا رہی ہے جس کو مدبر عالم یا روح عالم کہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے طبیعت مدبرہ بدن یا نفس جسم انسانی کو ایک قانون کے تحت نظم وضبط میں رکھتا ہے جس کو طبی روح کہتے ہیں۔ جب انسانی جسم کے نظام میں کوئی خرابی واقع ہوتی ہے تو مدبر بدن اس کی اصلاح کرتی ہے۔ اسی انسانی روح کو آیورویدک میں آتما اور روح عالم مہا آتما کہا جاتا ہے۔ ان دونوں کا آپس میں ایسا ہی گہرا تعلق ہے جیسے انفس وآفاق کا تعلق ہے۔

جس طرح جسم انسان کے افعال میں فطرت کے خلاف صورتیں واقع ہوتی ہیں تو امراض پیدا ہوتے ہیں جس کے لئے مدبر بدن یا نفس حرکت میں آتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب کائنات میں خرابی واقع ہوتی ہے تو روح عالم یا آفاق میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اگر جسم کے افعال کی خرابی کو ہم امراض کہتے ہیں تو کائنات کے بگاڑ کو ہم وبائیں کہہ سکتے ہیں۔ جسم اور کائنات کے بعض بگاڑ تو ایسے معمولی ہوتے ہیں کہ ان کی مدبرہ بدن اور مدبر عالم اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ مگر جب جسم یا کائنات میں فساد اور تعفن واقع ہو جاتا ہے تو اس کی اصلاح کے لئے شدید جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ وہ فساد اور تعفن جسم اور کائنات میں غیر معمولی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ یہی فطرت کی عمداً یا جہلاً خلاف ورزی ہی گناہ ہے۔ جس کا کفارہ فوراً قانون فطرت کی طرف لوٹتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ قانون فطرت کی خرابی صرف قوانین صحت تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ قانون اخلاق، تدبیر منزل اور اصول سیاست میں خرابیاں بھی قانون فطرت میں خرابی کا باعث ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ فطرت انسان کے ہر شعبہ حیات میں کارفرما ہے اور یہ تمام شعبے آپس میں اس طرح ترتیب پاتے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہر شعبہ میں عمل اور ردّ عمل کا مدنظر رکھنا نہایت اہم ہے۔

شعور

قانون فطرت کو مختصراً ذہن نشین کرنے کے بعد دوسری شے انسانی شعور ہے۔ جو اس قانون فطرت کو سمجھتا ہے تاکہ انسان اس کو سمجھ کر اس پر قائم رہ سکے۔ جیسے ریل گاڑی اپنی پٹڑی پر قائم رہتی ہے اور جب وہ اُتر جاتی ہے تو جب تک اس کو پھر پٹڑی پر قائم نہ کیا جائے نہیں چل سکتی۔ یہ شعور

تین قسم کا ہوتا ہے: (۱) لاشعور (۲) تحت الشعور اور (۳) شعور مطلق۔ اس شعور کو نفس بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح نفس بھی تین اقسام میں منقسم ہوتا ہے: (۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس مطمئن۔ چونکہ ان سب کی تفصیل طویل ہے، اس لئے ہم یہاں پر ضمیر کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور لفظ ضمیر بھی تقریباً شعور اور نفس کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی ان کی طرح تین صورتیں ہیں جس سے ذہن انسانی بے حد متعارف ہے اور بہت حد تک شعور و نفس اور ضمیر کا مطلب سمجھ میں آ سکتا ہے: (۱) احساس (۲) ادراک (۳) عقل۔ چونکہ ان صورتوں کو بھی ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے جو لوگ اس کو سمجھنا چاہیں وہ میرا مضمون ''ثقافت کا نفسیاتی تجزیہ'' کا مطالعہ کریں۔

اسی شعور کے تحت انسان علوم و فنون اور قوانین فطرت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور انہی کی مدد سے کلیات سے جزئیات اور جزئیات سے کلیات کو ترتیب دے سکتا ہے۔ انہی کی مدد سے تصور و تصدیق اور استنباط و استخراج کر سکتا ہے۔

یقین

علوم و فنون کی ترقی اور ارتقاء اور انسانی کمالات کے لئے تیسری حقیقت یقین ہے۔ جب تک انسان علوم و فنون میں یقین کے مقام پر نہ پہنچے اس وقت تک حق کو نہیں پا سکتا۔ یقین کی بھی تین صورتیں ہیں: (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین۔ اور یہ منزلیں بھی یکے بعد دیگرے آتی ہیں۔ اس وقت تک یقین کا مقام پختہ نہیں ہوتا جب تک قانون فطرت کی سچائی پر ایمان نہ ہو اور اس کا یقین پختہ نہ ہو گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عوام ہر اس بات کو مان کر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں جو ان کے جذبات اور خواہشات کو بھی بھلی لگتی ہے۔ فرنگی طب کی تحقیقات کا تعلق بھی سطحی جذبات اور ضروریات سے ہے۔

نزلہ زکام وبائی کی تحقیق انہی حقائق کے تحت کی گئی ہے۔ اس لئے جو اہل علم اور صاحب فن اس کا مطالعہ کریں۔ وہ ان حقائق کو مدنظر رکھیں۔ جن دوستوں نے میری کتب ① مبادیات طب ② تحقیقات دق وسل (ٹی بی) ③ تحقیقات نزلہ زکام کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ تحقیقات نزلہ زکام وبائی سے بھی پورے طور پر مستفید ہوں گے۔

ہم چاہتے ہیں کہ نزلہ زکام کا ہر حیثیت سے احاطہ کر لیا جائے تا کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ اگرچہ ہم نزلہ زکام پر پوری طرح سے روشنی ڈال چکے ہیں اور ایسے حقائق پیش کرتے ہیں جن کا اس سے قبل پایا جانا ناممکن ہے۔ مگر اس کی ایک صورت باقی ہے اور وہ ہے عوارضات نزلہ زکام۔ جن میں بڑھاپا خاص طور پر قبل از وقت بڑھاپا۔ قبل از وقت بالوں کا سفید ہونا۔ ضعف اعصاب خصوصاً ضعف باہ، ضعف بصارت اور ثقل سماعت وغیرہ کے متعلق جو مشکلات سامنے آتی ہیں ان کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ تمام عوارضات جس قدر زیادہ تکلیف دہ ہیں اسی قدر عسر العلاج بھی ہیں۔ طبی کتب میں ان پر روشنی تو ضرور ڈالی گئی ہے مگر ان کے حقائق ابھی تک اندھیرے میں ہیں۔ اس لئے ان کے علاج میں تا حال کامیابی نہیں ہے۔ جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے وہ نہ صرف نامکمل بلکہ اصولاً غلط ہے۔ اس میں اوّل تو ان عوارضات پر کچھ زیادہ لکھا نہیں گیا اور جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کسی قانون کے تحت نہیں لکھا گیا۔

بڑھاپا اور اس کے عوارضات کو تقریباً ہر زمانے میں زیر غور لایا گیا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں بڑھاپا ایک فطری قانون معلوم ہوتا ہے یعنی بچپن کے بعد جوانی اور جوانی کے بعد بڑھاپا۔ مگر پھر بھی ہمیشہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ بڑھاپا کو روکا جائے یا کم از کم بہت دیر میں آئے اور اس کے عوارض باعث تکلیف نہ ہوں۔ لیکن اس وقت تک بڑھاپے کے جو اسباب بیان کئے گئے ہیں وہ اکثر مختلف بلکہ متضاد اور اکثر غیر یقینی ہیں۔ اس لئے بڑھاپے کو روکنے یا اس کے عوارضات سے بچنے کے لئے کوئی صحیح راہ متعین نہیں کی گئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنی تحقیقات کی روشنی میں کم از کم ایسی راہیں متعین کر سکیں۔ جن سے بڑھاپے کو بہت حد تک روکا جا سکتا ہے۔ اور اس کے عوارضات سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے ایک

جدانمبر کی ضرورت ہے۔

رسالہ ''رجسٹریشن فرنٹ'' نے گزشتہ دو تین سال کی قلیل مدت میں جو علمی اور تحقیقاتی خدمات انجام دی ہیں وہ ممبران خریداران اور قارئین کے سامنے ہیں۔ ہمارا سب سے بڑا مشن تجدید طب اور احیاءِ فن ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ صدیوں سے اس میں تجدید مفقود ہے، اس لئے اس کی زندگی بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے اس نے اس کو ہڈیوں کا ڈھانچہ سمجھ کر ہلاک کرنے اور دفنانے کی بے حد کوشش کی ہے اور اس فن کی بدقسمتی سے ہر ملک میں حکومت نے اس کا ساتھ دیا ہے۔ لیکن طب یونانی کی بنیاد ایسے فطری قوانین پر ہے کہ لاکھ کوششوں کے بعد بھی فرنگی طب اس کو ختم نہیں کر سکی اب ہمارا دعویٰ ہے کہ اس زمانے میں ہم تجدید طب اور احیاءِ فن کے داعی ہیں تا کہ ان ہڈیوں پر پھر گوشت پوست اور چربی چڑھ جائے اور خون اس کی رگوں میں دوڑنا شروع ہو جائے۔ اس وقت نہ صرف پاک و ہند بلکہ دُنیا بھر میں کہیں بھی تجدید طب اور احیاءِ فن کا کام نہیں ہو رہا ہے۔ اگر ہو رہا ہے تو ہم ان کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ اگر اور کہیں نہیں ہو رہا تو نہ صرف پاک و ہند بلکہ دُنیا بھر کے اطباء بلکہ حق پرست ڈاکٹروں اور ہومیو پیتھ کا کام ہے کہ وہ ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں تا کہ ہم جلد اپنی منزل تک پہنچ جائیں اور اس امر کو بھی نظر انداز نہ کریں کہ طبی رجسٹریشن کے مسئلے میں بھی جس جرأت اور بے باکی سے فن کو تباہ ہونے سے بچایا ہے وہ عزت بھی اللہ تعالیٰ نے ہمارے نام کی ہے۔

ان خدمات کے علاوہ آلو بطور غذا کے سلسلہ میں ماہنامہ ''خوراک'' میں امریکہ والوں سے بحث وتمحیث جاری ہے۔ ہم نے ان کو جواب دیا ہے اور چیلنج کیا ہے کہ امریکہ اور یورپ میں کوئی سائنس دان خوراک کے مسئلہ یا غذاء اور دواء کے فوری اثر کے سلسلہ میں برتری کا دعویٰ کرتا ہے تو ہم ان کو مقابلہ کے لئے للکارتے ہیں۔ یہ بحث بھی انشاء اللہ کتابی صورت میں عنقریب شائع کریں گے۔ ہماری ان خدمات فن اور تجدید کی جدوجہد میں اب اہل علم اور صاحب فن اور حکماء واطباء کا کام ہے کہ وہ فوراً ہم سے تعاون کریں اور ہمارے گرد جمع ہو جائیں تا کہ ہم بہت جلد اس علم وفن طب کو اس مقام پر پہنچانے کی کوشش کریں۔

اطباء وحکماء اور اہل علم وصاحب فن جو یہ چاہتے ہیں کہ علم وفن اپنے صحیح انداز میں دُنیا کے سامنے آئے۔ وہ اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ جس روش پر پاک و ہند کی طبی دُنیا گزشتہ پچاس سالوں میں کام کرتی رہی ہے اور طبی کتب اور رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں۔ خصوصاً طبی درسگاہیں قائم ہوئی ہیں۔ یہ سب کچھ تجدید طب اور فن نہیں تھا بلکہ فن کی تذلیل اور اس کو فنا کی طرف لے جانا تھا۔ کیونکہ پچاس سالوں سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ فرنگی طب علمی (سائنٹفک) اور طب قدیم کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ جس کے نتیجہ میں حکماء واطباء اہل کمال وصاحب فن نے اس کو اپنانا شروع کر دیا۔ آج بھی ہماری طبی کتب وطبی رسائل، طبیہ کالج اور مطب اس امر کی گواہی دے رہے ہیں کہ ان میں نوے فیصدی فرنگی طب رچی ہوئی ہے اور دس فیصد جو طب قدیم داخل ہے وہ بھی اس نوے فیصد فرنگی طب کی تقلید میں زیر عمل ہے۔ اس لئے جس وقت تک فرنگی طب کو طب قدیم سے الگ نہیں کر دیا جائے گا اور خالصتاً طب قدیم کو اپنی فطری قدروں پر قائم نہیں کیا جائے گا، کامیابی نہیں ہوگی۔

اس غلط روش کا نتیجہ یہ ہے کہ تعلیم یافتہ خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ اس غلط فہمی میں گرفتار ہے کہ فرنگی سائنس نے بہت زبردست ترقی کی ہے۔ خصوصاً میڈیکل سائنس نے اس میں بہت کمالات دکھائے ہیں۔ جب ایسے طبقہ سے سوال کیا جائے کہ آپ طب قدیم کے متعلق کچھ جانتے ہیں۔ کسی حد تک ماہیت امراض، علم علاج اور خواص الادویہ سے واقف ہیں۔ تو وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فرنگی طب کا آپ کو کچھ علم ہے۔ جراثیم امراض کیسے پیدا کرتے ہیں۔ ادویات جراثیم کو کیسے ہلاک کرتی ہیں اور غذا میں وٹامن کا تناسب

کیا ہونا چاہئے۔تو وہ جواب دینے کی بجائے منہ تکتے ہیں اور ان کا علم صفر سے آگے نہیں بڑھتا۔تو پھر ایسے طبقہ کو کیا حق حاصل ہے کہ طب قدیم کی برائیاں اور فرنگی طب کی حمایت کریں۔

بہر حال ہماری کوشش ہے کہ ہم تجدید طب اور اطباءفن کے ساتھ ساتھ تعلیم یافتہ طبقہ کے ساتھ بھی فرنگی طب کی غلطیاں اور غیر فطری ہونا ثابت کرتے جائیں تا کہ وہ اس کو علمی (سائنٹفک) اور اصولی (سسٹو میٹک) کہنا چھوڑ دے اور بہت جلد پاک و ہند میں صحیح طبی نظام جاری ہو جائے۔

آخر میں ہم اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کسی کو تعاون کے لئے مجبور نہیں کرتے ،صرف اپنا کام پیش کرتے ہیں۔بہر حال ہم نے کام جاری رکھنا ہے۔اللہ تعالٰی کی مہربانی اور مخلص لوگوں کی سرپرستی سے تحریک اس مقام تک پہنچ گئی ہے کہ وہ جاری رہ سکے۔ہم نے جو خاص نمبر جاری کئے ہیں وہ خدمت فن کے بہترین نمونے ہیں۔آئندہ بھی جو لوگ تعاون کرتے رہیں گے۔نہ صرف خود مستفید ہوں گے بلکہ علم وفن طب کی خدمت کر سکیں گے۔ وماعلینا الا البلاغ

صابر ملتانی-لاہور
09/06/1960

وبائی امراض کی حقیقت

وبائی امراض کی تعریف

وبائی امراض کی تعریف اس سے بہتر نہیں کی جا سکتی کہ بیک وقت بے شمار اشخاص یا دیگر جاندار گرفتار مرض ہو جائیں اور اگر وباء شدت اختیار کر جائے تو کثرت سے اموات واقع ہوں۔ اگر اموات کی تعداد حد سے بڑھ جائے یعنی سینکڑوں سے ہزاروں تک پہنچ جائے تو لوگ اپنے مردے چھوڑ کر جنگلوں کی طرف بھاگ جائیں۔ وباء کے مفہوم میں اس کی شدت اور پھیلاؤ اور عمومیت کے اظہار کے ساتھ ساتھ خوف و ہراس اور بے اُمیدی بھی پائی جائے۔ موت کا خوفناک اور خونی پنجہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے نظر آئے۔

یہ صورتیں زمانہ قدیم سے مشاہدہ میں آ چکی ہیں۔ جن پر تاریخی کتب گواہ ہیں کہ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ اچانک دیکھتے ہی دیکھتے اس کثرت سے پھیل جاتی ہیں جو گھروں کے گھر اور شہر کے شہر دِنوں میں تباہ کر ڈالتی ہیں اور ہزاروں مخلوق خدا کو بغیر امتیاز شخصیت وعمر اور غریبی و امیری کے خاک میں ملا دیتی ہیں اور اکثر انسان بے بس کھڑا منہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔

صورت وقوع وباء

بعض ایسی ہیں جو موسموں کے تغیر میں پائی جاتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو قحط کے زمانے میں پھوٹ پڑتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو جنگوں کے بعد نمودار ہوتی ہیں۔ اسی طرح بعض زلزلوں اور سیلابوں کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔ ان میں بعض ایسی ہیں جن کا تعلق خاص خاص اقوام اور ممالک کے ساتھ ہے۔ جہاں پر وہ وقتاً فوقتاً سلگ اُٹھتی ہیں۔

وبائی امراض کی حقیقت سے فرنگی کی لاعلمی

وباء اور عام امراض میں اکثر فرق کیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کا عام امراض سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اکثر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ہر نئی وباء کی تشخیص کی جائے اور حقیقت معلوم کی جائے۔ ہزاروں سال سے وبائیں آ رہی ہیں اور جا رہی ہیں مگر فرنگی ڈاکٹروں کو آج تک ان کی حقیقت کا علم نہیں ہوا۔ ہر نئی وباء جب بھی آتی ہے وہ مدتوں یہ معلوم نہیں کر پاتے کہ یہ کیا مرض ہے؟ کس مرض کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور خاص طور پر کس عضو کے ساتھ تعلق رکھتی ہے؟ اور جب ان کو کچھ کیمیاوی طور پر پتہ چلتا ہے اس وقت تک بے شمار انسان مر چکے ہوتے ہیں یا وہ اس وباء کو دیگر شہروں اور ممالک میں پھیلانے کا موجب بن چکے ہوتے ہیں۔ گویا اس میں شدت پیدا ہو چکی ہوتی ہے اور بہت حد تک وہ اپنا کام کر چکتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ وباء اور عام امراض میں سوائے شدت وعمومیت اور ایک وسیع پھیلاؤ کے اور کچھ فرق نہیں ہوتا۔ چونکہ عوام کے سامنے مرض کی شدت کے نمونے روزانہ نہیں آتے۔ اس لئے اس شدت میں فوری تبدیلی اور موت دیکھ کر وہ خوف و ہراس اور بے اُمیدی سے گھبرا جاتے

ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کا کوئی نیا قہر خیال کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ اس کا قہر صرف ان معنوں میں ہے کہ انسان قانون قدرت سے ناواقف اور اصول فطرت سے ناآگاہ ہونے کی وجہ سے دُکھ اٹھاتا ہے، ورنہ لکل داء دواء۔ جب زندگی اور کائنات کے قوانین فطری مقرر کر دیتے ہیں پھر ان حوادث کا علم کیوں نہ ہونا چاہئے۔ وہ آسمانی ہوں یا زمینی یا انسانی اعمال کا نتیجہ ہوں اور وباء وآفت اور بلا کی صورت میں سامنے آ جائے اور انسان کو اس کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

فرنگی سائنسدان کی خدا کے تصور سے دوری

فرنگی سائنسدان نے جہاں قانون فطرت اور اسرار قدرت کے بحر ناپائید کنار کے چند قطروں کی جھلک دیکھی ہے۔ بقول ''نیوٹن'' کہ ''میں نے تو سائنس اور علم کی دُنیا کے سمندر کے کنارے صرف چند کنکریاں چنی ہیں''۔ لیکن سائنسدانوں کا حال یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے تصور سے دور ہو گئے ہیں۔ بلکہ اکثر سائنسدانوں کی حالت یہ ہے کہ اللہ علیم حکیم کے تصور کو بھی غیر ضروری خیال کرنے لگ گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ﴿ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ﴾ کا تصور ہی ختم ہو جائے تاکہ آئندہ سائنس کی دُنیا میں کسی ایسی ہستی کا ذکر نہ آئے کہ کوئی ایسی ہستی بھی ہے جس نے زمین آسمان اور اس کی تمام مخلوق پیدا کی ہے اور اس کا نظام خود چلا رہا ہے۔

اسی تصور کے تحت وباؤں کے متعلق بھی ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے کہ یہ خداوند جبروت کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ ان کو مذاق اور توہم کہا جاتا ہے۔ اور فرنگی تہذیب زدہ اور انگریزی تعلیم یافتہ تو اس سائنس دان سے کہیں آگے ہیں اور وہ خداوند جل شانہ پر تمسخر اڑاتا ہے اور اپنے گندے جذبات کی تسکین میں پوری جدوجہد کرتا ہے۔ خداوند قہار کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اس کا ضمیر اس کو برائی سے نہ روکے اور وہ نفس کی تسکین کے لئے گناہ پر گناہ کرتا جائے اور دوسروں کو اپنے گندے جذبات کا شکار بناتا رہے۔ انہی قسم کے خیالات کا ایک ٹکڑا درج ذیل ہے:

> ''قدیم زمانے میں کیا عوام کیا فلاسفر جمہور ان وباؤں کو خدائے تعالیٰ کے جبروت اور قہرمان کا اظہار سمجھتے تھے۔ اگر کوئی اتفاقی امر بڑے پیمانے پر اس قسم کا واقع ہو جاتا جس کو عام رائے گناہ عظیم قرار دے تو وباء کا حملہ اس گناہ کی سزا گنی جاتی تھی۔ اس قسم کے اعتقادوں کی تصدیق بھی عجیب عجیب واقعات سے ہوا کرتی تھی۔ عنقریب آنے والی وبائی آفات کی اطلاع سماوی اور افلاکی حادثات دیتی تھیں یا تو دو منحوس ستاروں کا اثر ہوتا یا دو سعد ستارے ہبوط اور زوال میں متصل ہو جاتے۔ کبھی شہاب ثاقب ٹوٹتے، بھونچال آتے، بجلیاں گرتیں۔ چنانچہ غریب مریخ اور زحل کو ان بدبختیوں اور آفات کا خاص طور پر ذمہ دار قرار دیا گیا''۔

اتنا کچھ لکھنے کے بعد اور مذاق سے آگے لکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ جہالت کے سوا کچھ نہ تھا جس کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

> ''رفتہ رفتہ جب زمانے نے طفولیت سے سنبھل کر بلوغت کی سیڑھی پر قدم رکھا تو لوگوں کو خیال پیدا ہونے لگا کہ اگرچہ موت وحیات ایسے اسرار ہیں جن کی حقیقت انسان کے ادراک کے ماسوا ہے تاہم بلاوجہ باپ کو بیٹے سے جدا خاوند کو بیوی کے کنار محبت سے تادوام جدا کر دینا۔ بادشاہوں کو بلاقصور تخت پر سے اتار تختہ تابوت پر بٹھا دینا۔ لاکھوں خلقت خدا کو تباہ و برباد کر دینا۔ غفار اور رحیم خدا کا کام نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس قسم کے خیالات دِل میں لانا خدا کی محبت اور رحم کو الزام لگانا ہے۔ فی زمانہ علماء نے رفتہ رفتہ ان بچپن کے خیالات کو چھوڑا۔ اس قسم کے خیالات علمی ترقی اور تحقیقات کے لئے سدِ راہ ہوا کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ وبائیں خدا کی طرف سے ہوتی ہیں تو پھر ان کی روک تھام کی تدابیر کرنا اور چارہ

جوئی بے سود ہو جاتی ہے۔ اور یہ کہہ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا کافی ہوتا:

من از بیگانگاں گر گز نہ نالم   کہ بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد

[از علم وعمل طب]

اس قسم کے خیالات فرنگی تعلیم یافتہ لوگوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں جو فرنگی سائنسدانوں کی بے بصیرتی اور جہل مرکب کا نتیجہ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی نگاہیں گہری ہیں اور وہ ایک تحقیقاتی علم (سائنس) سے دوچار ہیں۔ انہوں نے حقیقت کو پالیا ہے۔ اس تجرباتی اور مشاہداتی علم میں کسی خدا کے دخل اور مذہب کے اثر کی ضرورت نہیں ہے۔

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان عقل کے اندھوں کو نہ قانون قدرت کا علم ہے اور نہ اصول فطرت سے واقفیت ہے۔ اور نہ ہی سنت الہیہ اور نہ ہی مشیت ایزدی کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان سائنسدانوں نے خداوند حکیم کی قدرت اور قانون فطرت کے تعلق کو جاننے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اگر سائنسدانوں کے نظریات کے مطابق یہ کائنات اور زندگی کسی کی پیدا کی ہوئی نہیں ہے۔ یہ ایک واقعاتی کیمیائی صورت ہے، بلکہ اتفاقی اور حادثاتی واقعہ ہے۔

ہم بھی یہی تسلیم کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے اپنے اوپر رحم فرض کیا ہوا ہے۔ وہ ظالم نہیں ہے۔ اس کا قہر و جبروت ہمیشہ ظلم اور جہالت کے مقابل ہوتا ہے۔ وہ سزا نہیں ہوتی، اصلاح ہوتی ہے۔ اسی مسلمہ حقیقت کے تحت ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ وبائیں اور قحط، یہ زلزلے اور سیلاب یقیناً اللہ قہار و جبروت کی طرف سے آتے ہیں مگر ان کی وجہ قانون قدرت اور اصول فطرت سے لاعلمی اور سنت الٰہیہ اور مشیت ایزدی سے دوری ہے۔ جو قانون قدرت خداوند حکیم نے اصول فطرت پر مقرر کر دیئے ہیں جن کا ذکر مذہبی کتب میں درج ہے اور علم وفلسفہ اس کی تائید کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی ان قوانین کو توڑے گا یا فطرت کے اصولوں پر زندگی کو نہیں چلائے گا۔ نتیجہ میں قانون قدرت اور اصول فطرت کا ردعمل ہوگا۔ یہ ردعمل صرف زندگی تک محدود نہیں ہوگا، بلکہ کائنات کے عوامل پر بھی اثر انداز ہوگا۔

یہ کیسے سمجھ لیا جائے کہ زندگی کا تعلق اس کائنات وآفاق اور سماوی دُنیا سے نہیں ہے۔ جب ہے تو یقیناً زندگی پر ان کا اثر ہے اور اسی طرح ان پر زندگی کا اثر بھی ہونا چاہئے۔ یہ اثرات انفس وآفاق کے اعمال کے افعال سے صادر ہوتے ہیں۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ریڈیو کی آوازیں اور روشنی کی لہریں ان امور کی تصدیق کرتی ہیں کہ انسانی آواز اس فضا میں نہ صرف غیر معمولی تیزی کے ساتھ اثر کرتی ہے بلکہ اُتار چڑھاؤ کے ساتھ محفوظ بھی رہتی ہے اور انہی الفاظ کی بندش کے ساتھ دُنیا کے ہر حصہ پر سنی جا سکتی ہے۔ بلکہ ہم اپنی تصویر تک بغیر کسی ظاہری تعلق کے ہزاروں میلوں تک منتقل کر سکتے ہیں۔ تو پھر کیسے سمجھ لیا جائے کہ ہماری زندگی کا کائنات پر اور انفس کا آفاق پر کچھ اثر نہیں ہے۔ انہی قوانین قدرت کے تحت ہمارے گناہ ہمارے لئے وبائیں اور آفات لاتے ہیں۔

گناہ کیا ہیں؟ گناہ اور کچھ نہیں ہیں صرف قانون قدرت اور سنت الٰہیہ کو تسلیم نہ کرنا۔ اصول فطرت اور مشیت ایزدی سے انکار کرنا ان کے مطابق عمل نہ کرنا۔ جس کا ردعمل ایک سزا کی صورت (ایڈجسٹمنٹ) میں ہے۔ اس کا دوسرا نام دین ہے۔ بہرحال اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وبا و قحط اور زلزلہ وسیلاب میں ہمارے ایسے اعمال کا ضرور اثر ہے جو قانون قدرت اور اصول فطرت، سنت الٰہیہ اور مشیت ایزدی کے خلاف ہوں گے۔ اگر ہم ایسا تسلیم نہ کریں تو یہ دُنیا بے معنی بن کر رہ جاتی ہے۔ اس صورت میں انسان نہ اپنی زندگی کا مواخذہ کر سکتا ہے اور نہ انسان کو انسان سمجھ سکتا ہے۔ وہ صرف حیوان مطلق بن کر رہ جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علم سائنس کا دعویٰ صحیح ہے کہ یہ علم تجرباتی اور مشاہداتی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس سائنس کے صحیح ہونے کا

ثبوت کیا ہے۔ آج تک بے شمار سائنس کے مسائل غلط ہو چکے ہیں۔ ہر نیا سائنس دان گزشتہ سائنٹفک مسائل کو غلط قرار دیتا ہے۔ بعض سائنسدان تو ایسے آئے ہیں جنہوں نے گزشتہ تمام سائنس کو بالکل غلط قرار دے دیا ہے۔ جیسے حکیم آئن سٹائن۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنس ہمیشہ شاخوں کی تحقیق میں لگی رہتی ہے اور جڑ کی طرف نہیں آتی۔ جس کو اصول کہا جاتا ہے۔ اگر جزئیات کی تحقیق کرے بھی تو ان سے کلیات ضرور تیار کرنے چاہئیں تاکہ جزو کل کا تعلق قائم رہے۔ یہ تعلق صرف فلسفہ سے قائم رہ سکتا ہے۔ آج جدید سائنس دان اس امر کو اچھی طرح محسوس کر رہے ہیں۔ نہ صرف تجربہ اور مشاہدہ کوئی شے نہیں ہے اس کے ساتھ کلیات بھی ہونے چاہئیں۔ اور جزوی تجربات و مشاہدات کی کلیات کے ساتھ تطبیق ہونی چاہئے۔ نیز ہر قسم کے تجربات و مشاہدات اور کلیات کا تعلق قانون فطرت سے ہونا چاہئے۔ جب تک کسی تجربہ و مشاہدہ کی کلیات اور قانون فطرت سے تطبیق نہیں ہے اس وقت تک کوئی تجربہ و مشاہدہ بلکہ عقل بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنا اپنا تجربہ و مشاہدہ اور عقل رکھتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ تمام شخص عقل و ذہن کی حیثیت سے ایک مقام نہیں رکھتے ان میں بے وقوفوں کو چھوڑ دیں تو بھی کم عقل و ذہن والے بھی ہیں اور انتہائی عقلمند اور ذہین بھی پائے جاتے ہیں اور ان سب سے بڑھ کر مقام نبوت ہے جس کا عقل و ذہن یقیناً وجدان کی بلندیاں طے کر چکا ہوتا ہے اور اس پر الہام اور وحی کی بارش ہوتی ہے۔ اس لئے انتہائی عقل و ذہن کے مذہب کی تعلیم اور فیصلے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

اگر یورپ و امریکہ اور روس کو ہم حق شناس اور حقیقت پسند فرض بھی کر لیں تو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں تک اخلاقیات و اقتصادیات اور سیاست و مذہب کا تعلق ہے وہ بالکل ناکام ہیں۔ ان کے اخلاقی افلاس کا یہ حال ہے کہ عریانی و نفسانی زندگی کے ساتھ ساتھ حیوان بنے پھرتے ہیں۔ پیٹ کی بھوک کے ساتھ جنسی بھوک ختم نہیں ہوتی۔ دوسرے کا حق چھیننا، چوری، ڈاکہ، بزنس میں بددیانتی و بلیک مارکیٹ اور لوٹ کھسوٹ روزانہ کے کام ہیں۔ اجتماعی برائیاں اور حکومتوں کی سامراجیت کو وہ چالاکی اور ذہانت شمار کرتے ہیں۔

اقتصادیات کی بدحالی کا یہ حال ہے کہ عوام کی ضروریات کو مدنظر نہیں رکھا جاتا ہے۔ غریب کو بھوکا مارا جاتا ہے۔ ڈیمانڈ بڑھائی جاتی ہے۔ ڈیوین کو روک دیا جاتا ہے۔ اور پروڈکشن کو چھپا دیا جاتا ہے یا برباد کر دیا جاتا ہے تاکہ مال زیادہ سے زیادہ مہنگا فروخت کیا جائے۔ ان برائیوں کا نام اکنامکس (اقتصادیات) رکھا ہے۔ گویا ایک بڑا طبقہ بالکل غریب ہو کر بھوکا مرے اور ایک قلیل طبقہ دولت سے مالا مال ہو کر عیاشی کرتا پھرے۔ اور اگر اس کی اس عیاشی میں کوئی رکاوٹ بنے تو قتل و غارت گری پر اُتر آئے۔ کیا یہی ماڈرن سائنس اور جدید علمی روشنی ہے۔

جہاں تک سیاست کا تعلق ہے جمہوریت اور عوامی حکومتوں کے نام دے کر ان کو بدنام کیا گیا ہے کہ حکومت ہمیشہ عوام کے چناؤ سے، عوام کے ذریعے سے اور عوام پر کی جائے۔ مگر عوام کا چناؤ ہمیشہ زر و زمین اور زن سے خرید لیا جاتا ہے۔ اس طرح عوام ختم ہو جاتا ہے اور سرمایہ دار ہمیشہ برسراقتدار رہتا ہے۔ اگر کوئی عوام میں سے خوددار برسراقتدار آ جاتا ہے تو وہ قتل کر دیا جاتا ہے۔ دُنیا بھر کی تجارت سرمایہ دار کی کنیز بنی رہتی ہے یا وہ حکومت کے نام پر تجارت کرتا ہے۔ سرمایہ دار اور حکومت کرنے والا طبقہ خاص خاص درس گاہوں میں خاص نظریات کے مطابق تعلیم حاصل کرتا ہے تاکہ وہ سرمایہ دار اور حکومت کی خانہ پری کرتا رہے اور محکوم ہمیشہ محکوم رہے۔

مذہب، یورپ و امریکہ اور روس تینوں جگہ پر ختم ہو چکا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں حکومت کی بنیادوں کو قائم رکھنے کے لئے ان کی عجائب خانوں (گرجوں) کو بڑی حفاظت اور احترام سے رکھ دیا گیا ہے۔ جہاں پر حکومت کے تنخواہ یافتہ پادری اس کو ایک قدیم یادگار کے طور پر دکھاتے رہتے ہیں۔ پھر اس کو بڑے تقدس سے لپیٹ کر رکھ چھوڑتے ہیں یا ان کے ادیب اپنے ادب میں اس مذہب کے تقدس اور احترام کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں اور ہر ایک کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ مذہب کے ساتھ جو سلوک چاہے کرے۔ ان پر خدا اور آخرت کی کوئی بندش نہیں ہے۔ حکومت مذہب کے معاملے میں آزادی دینا اپنا فرض اور عوام کا حق خیال کرتی ہے۔

جب یورپ وامریکہ اورروس کے اخلاقیات واقتصادیات اورسیاست ومذہب کا یہ حال ہے جہاں احترام انسانیت نہیں ہے اورحیوانی تقدس اورحیوانیت کومقدم کردیا گیا ہے۔کیا کوئی صحیح معنوں میں اخلاق کی قدروں کوسمجھنے والا یا وہ صاحب دِل ودماغ جس نے دُنیاوی معاشرہ کی بنیاد انسانیت پر اوراس کی واحدانی (فسٹ یونٹ) صرف انسان کوقرار دیا ہو۔وہ کیسے ان کی سائنس وعلم اورتحقیقات کوصحیح قرار دے سکتا ہے۔کیا عریانی وجنسی بھوک اورغریب مار اورانانیت کی تباہی کو یورپ وامریکہ کی عقلمندی اورذہانت کہا جاسکتا ہے؟ کیا اس گندی تہذیب وتمدن اورثقافت کو نمونہ بنا کراس کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ایک صاحب عقل واہل علم اورمالک وجدان کے لئے یقیناً محل نظر ہے۔

اسباب وبائی امراض

وبائی امراض کی پیدائش کے اسباب میں طب قدیم اورفرنگی طب میں بہت کچھ نظریاتی اختلاف ہے اوراس اختلاف کی وجہ سے علاج میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے۔اگرچہ فرنگی طب (ماڈرن میڈیکل سائنس) کا دعویٰ ہے کہ اس نے علم الوباء (اپی ڈیمالوجی Epidemiology) کی بنیاد رکھی ہے مگر ہماری تحقیقات یہ ہے کہ فرنگی طب علم الوباء خصوصاً وبائی امراض کی پیدائش سے قطعاً ناواقف ہے اورجس قدر بھی اس کے پاس علم ہے اوّل تو عطائی قسم کا ہے دوسرا بہت سا حصہ طب عربی اورہندی کی نامکمل پیروی ہے۔تیسرا ان کا تمام علم الوباء اوروبائی امراض علم الجراثیم کے گرد گھومتا ہے۔جہاں سے وہ گمراہی میں گرفتار ہوئی ہے۔معلومات کے لئے فرنگی طب کے علم الوباء کا مختصر خلاصہ پیش کرتے ہیں تاکہ ہماری تحقیقات پوری طرح ذہن نشین ہوسکے۔

فرنگی علم الوباء

میڈیکل سائنس (فرنگی طب) وبائی امراض کو بھی دیگر متعدی امراض کی طرح متعدی تسلیم کرتی ہے۔فرق صرف یہ کیا جاتا ہے کہ عام متعدی امراض بالواسطہ اثرانداز ہوتے ہیں مگر وبائی امراض بلاواسطہ پیدا ہوجاتے ہیں۔اس لئے متعدی امراض کے اثرات کو دوصورتوں سے تسلیم کیا گیا ہے۔

بالواسطہ چھوت

چھوت بالواسطہ ہمیشہ کسی توسل سے پھیلتی ہے۔یہی صورت وبائی ہے۔جس کی تین صورتیں ہیں۔

الف: ہوا یا موسم میں متعدی اثرات پیدا ہوجائیں۔پھر وہ جسم انسان میں جاکر زہریلا اثر پیدا کردے۔

ب: مریض کے فضلات یا مستعملہ اشیاء جب غلطی سے کسی تالاب یا جوہڑ یا کنویں میں چلی جائیں تو اکثر متعدی امراض پھوٹ پڑتے ہیں۔

ج: کسی کرم نما جانور کے ذریعے جسم انسان میں متعدی امراض کے زہریلے جراثیم داخل ہوجائیں۔مثلاً ملیریا میں مچھر کے ذریعے اورپسو مرض طاعون کے جراثیم لے کر تندرست کے جسم میں پہنچاتا ہے۔اسی طرح دیگر کرم مثل جوں، کھٹمل، مکھیاں اکثر وبائی امراض کے پھیلانے کا باعث ہوتی ہیں۔

کرم نما جاندار امراض کی پیدائش اوروباء پھیلانے میں تین طریقے پر کام کرتے ہیں:

اوّل- زہر بردار: ایسے کرم نما جاندار زہریلے ومتعفن اورگندے مواد کو ایک مقام سے اٹھا کر دوسرے مقام پر لے جاتے ہیں۔ان کو انگریزی میں ''کیریز'' کہتے ہیں۔جیسے مکھی، جو عام طور پر زہریلے ومتعفن اورغلیظ وناپاک گندگی کے ڈھیروں اوربول وبراز پر بیٹھ کر اورپھر انسانی اغذیہ اور زخموں پر بیٹھ کر ان کو متعدی بنا دیتی ہے۔جن سے مختلف امراض پیدا ہوجاتے ہیں اوروبائیں پھیلتی ہیں۔بعض دفعہ انسان خود زہر بردار بن جاتے

ہیں جو کھی کی طرح یہی مواد ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔اس طرح جراثیم ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔

دوم- زہر آلودہ: اکثر جراثیم کرم نما جاندار کے جسم میں داخل ہو کر اپنی نسل اور پود بڑھاتے ہیں۔ پھر ان جراثیم یا جراثیمی مواد کو انسان کے خون میں یا جسم میں داخل کر کے اکثر معتدی امراض کا باعث بنتے ہیں۔ جیسے ''مچھر'' وغیرہ۔ایسے کرم نما جاندار دراصل انسان کا خون چوستے ہیں اوراس طرح امراض کے زہر اور جراثیم جسم انسان میں داخل کر دیتے ہیں۔

سوم- زہر دار: ایسے کرم نما جو خود اپنے اندر خاص قسم کے زہر رکھتے ہیں جو اپنے گزند سے امراض پیدا کر دیتے ہیں اور ایسے امراض بھی متعدی صورتیں اختیار کر سکتے ہیں۔ایسے کرم نما جانداروں کی مثال تیلنی مکھی، جوں، کھٹمل، پسو اور چیچڑی ہیں۔

وباء کا پھیلنا

جب جراثیم کسی جسمانی ساخت میں داخل ہوتے ہیں تو جسم ان سے متاثر ہو کر اپنے افعال میں اعتدال قائم نہیں رکھ سکتا۔اس حالت کا نام مرض ہے۔ جراثیم کے ضرر سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان کو متعدیہ کہا جاتا ہے اور اس عمل کو جس کے ذریعہ جراثیم امراض پھیلاتے ہیں چھوت (انفیکشن) کہتے ہیں اور جو جراثیم امراض پیدا کرتے ہیں ان کو بیکٹیریا کہتے ہیں۔ یہی چھوت دار جراثیم جب اپنے حملے میں کثرت اور تیزی اختیار کر لیں اور عمومی صورت پیدا ہو جائے تو اس کو وباء کہتے ہیں۔

فرنگی طب میں وباء کا تصور

فرنگی طب چونکہ اکثر امراض بلکہ ہر مرض کا باعث جراثیم ہی کو قرار دیتی ہے۔اگر چہ بہت سے امراض کے جراثیم کا ان کو علم نہیں ہے لیکن وبائی امراض کو وہ یقیناً جراثیمی اور چھوت دار امراض قرار دیتی ہیں۔ چاہے یہ وبا موسم کی خرابی، آب وہوا کی بے اعتدالی اور زلزلہ وسیلاب کی تباہ خیزی ہی وجہ سے کیوں نہ ہو، وباء کے زمانے میں فرنگی طب کا یہی حربہ کام کرے گا کہ وہ جراثیم اور چھوت دار مواد کو تباہ کریں چاہے وہ انسان کے جسم میں ہو یا جسم انسان سے باہر کہیں نظر آئے یا کسی جگہ پر اس کے ہونے کا امکان پایا جائے۔اس کے علاوہ کسی اور صورت پر زور نہیں دیں گے۔ مثلاً غذا کی بے قاعدگی، آب وہوا کی بے اعتدالی، موسم کی خرابی اور زلزلہ وسیلاب کے خطرناک اثرات کو ہمیشہ نظرانداز کرتی رہے گی۔اگر ان کی طرف بھی کچھ توجہ ہوگی تو وہ صرف جراثیم اور چھوت دار موسم کا دور کرنا مقصد ہوگا حالانکہ مندرجہ بالا تمام صورتیں قدرت کی دسترس میں ہیں اور فطرت کے ایسے اعمال ہیں جن پر انسان کا عمل دخل کچھ نہیں ہے۔ایسی صورتوں میں دیگر تغیرات فانی کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔اگر ان پر انسان کی دسترس نہ ہو تو جسم انسان کو غیر معمولی تغیرات سے بھی روکنے اور بچانے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس لئے صرف جرم کش اور دافع تعفن ادویات واعمال کے علاوہ دیگر صورتیں بھی کام لانی چاہئیں۔جن سے اعتدال جسم ونفس قائم رہ سکے۔اور وباء کی پوری روک تھام ہو سکے۔ بلکہ قبل از وقت وباء کو عوام کی زندگیوں کو بچایا۔

علم الوباء طب قدیم

طب قدیم میں علم الوباء بہت وسیع ہے مختصر طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ وباؤں کے اسباب ارضی وسماوی دونوں صورتوں میں تسلیم کرتی ہے۔ جب ارضی اور سماوی کی تشریح کی جاتی ہے تو پھر اس کے پھیلاؤ کا صحیح پتہ چلتا ہے۔ چونکہ انسانی نفس اور زندگی کا تعلق اسی آفاق اور کائنات سے ہے جو زمین وآسمان سے مل کر بنی ہوئی ہے۔اس لئے طب قدیم میں ابتدائی قوانین طبیہ بیان کرنے میں ان تمام اُمور کو سامنے رکھا ہے۔ جس میں انفس وآفاق اور زندگی وکائنات دونوں شریک ہوں۔ گویا دونوں کا گہرا تعلق اور چولی دامن کا ساتھ ہے اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں

یعنی جب زمین و آسمان میں کوئی تغیر پیدا ہوگا۔ اس کا اثر زندگی اور نفس پر ضرور پڑے گا۔ اسی طرح جب زندگی اور نفس میں تغیرات پیدا ہوں گے۔ کائنات و آفاق پر بھی اثر انداز ہوں گے۔ بالکل اسی طرح جیسے جسم اور نفس دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہیں۔ لیکن دونوں ایک دوسرے سے جدا جدا ہستی بھی رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک مادی اور دوسرا غیر مادی ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بلکہ انسان ہی قائم نہیں رہ سکتا۔ ایک نفسیات ومنافع اعضاء کا ماہر دونوں کے تعلقات کو پوری طرح سمجھ سکتا ہے۔ یہی صورت آفاق کی بھی ہے۔ وہ نفس کے ساتھ متعلق ہے۔ یہی تعلق کائنات اور زندگی کا بھی ہے۔ اگر اس کائنات اور آفاق میں زندگی اور نفس ختم ہو جائیں تو اوّل الذکر کا قیام بھی مشکل ہو جائے۔ کیونکہ ثانی الذکر ان کے اجزاء الاجزاء ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے نفس اور جسم کو الگ اور جدا نہیں کیا جا سکتا۔

وباء اور امور طبعیہ

وباء اور اس کی وسعت اور اس کے اثرات کائنات زندگی پر سمجھنے کے لئے امور طبعیہ کا ذہن نشین رکھنا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ امور طبعیہ چند ایسے امور ہیں جن پر انسانی زندگی کا قیام ہے اور اگر ان میں سے ایک بھی نفی کر دیا جائے تو زندگی کا قیام ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح امور طبعیہ کا تعلق ایک طرف انسانی زندگی کے ساتھ تو دوسری طرف کل کائنات کے ساتھ ہے۔

جاننا چاہئے امور طبعیہ سات ہیں: (۱) ارکان (۲) مزاج (۳) اخلاط (۴) اعضاء (۵) ارواح (۶) قویٰ (۷) افعال۔

جن کی تشریحات طبّی وطبعی اور فلسفہ کی کتب میں تفصیل سے درج ہیں۔ اور ہر اہل فن اور صاحب علم جانتا ہے۔ ہم یہاں پر صرف زندگی اور کائنات سے ان کا باہمی تعلق بیان کر کے واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ زندگی اور کائنات کس طرح آپس میں وابستہ اور منسلک ہیں۔

جاننا چاہئے کہ امور طبعیہ میں اعضاء ایک درمیانی شے یا بنیاد زندگی ہیں۔ ان کی تشکیل ارکان ومزاج اور اخلاط سے وجود میں آتی ہے اور ان کا رواں دواں ہونا ارواح وقویٰ اور افعال کے زیر اثر ہے اور تنظیم پاتے ہیں۔ اس امر سے ثابت ہوا کہ اعضاء دونوں صورتوں میں مجبور محض ہیں۔ یعنی اوّل صورت میں یعنی تشکیل میں جن تین امور کے ساتھ تعلق ہے اس کی ابتداء اگر اخلاط سے ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتے ہیں لیکن اس کی انتہاء ارکان اور ان کے مزاج پر ہے۔ اور ارکان اور ان کے مزاج کا تعلق کائنات سے ہے۔ گویا جو کچھ بھی کائنات میں وارد ہوگا یا جو کچھ بھی اس کا مزاج ہوگا۔ وہی مزاج اخلاط کا ہوگا جن سے اعضاء غذا حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے حکماء اور اطباء نے اعضاء کے افعال کی خرابی کے اسباب میں کیفیات اور مزاج کو شریک رکھا ہے۔ بالکل یہی صورت وباؤں میں نمایاں طور پر وارد ہوتی ہے۔ کیونکہ وباؤں میں کوئی ایک انسانی کیفیات خراب نہیں ہوتیں بلکہ کائنات کی کیفیات اور مزاج میں شدید تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ جہاں پر اعضاء بالکل مجبور ہو جاتے ہیں اور مقابلہ کی تاب نہ لا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ وباؤں کے مقابلے اور قیام اعضاء کے لئے جو جدوجہد کی جاتی ہے اسی کا نام علم الوباء ہے۔

دوسری طرف یہی اعضاء پوری طرح ارواح قویٰ اور افعال کے ماتحت ہیں۔ ارواح سے مراد لطیف اخلاطی بخارات ہیں جو حامل خون ہیں اور قویٰ نفس انسانی وہ ہیں جو جسم میں افعال ظاہری اور باطنی کے لئے تحریکات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ گویا یہاں بھی اعضاء اور ان کے افعال نفس کے ماتحت ہیں اور نفس کائنات اور آفاق ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کائنات کا پھیلاؤ ارضی اور آفاق کا پھیلاؤ سماوی ہے۔ گویا اعضاء انسانی ارضی اور سماوی کے جہاں پر ایک جزو ہیں وہاں پر اس کے شریک بھی ہیں۔ اس لئے ہر مرض خاص طور پر وبائی امراض میں اعضاء کی حفاظت اس اصلاح کے لئے ارضی اور سماوی تعلق کو مدنظر رکھنا ایک اہم حقیقت ہے۔ صرف اس قدر ہی کافی نہیں ہے کہ فرنگی کے جراثیم کا علم حاصل کر لیا جائے

اور علم الوباء حاصل ہو جائے گا۔اور ہم وباء سے محفوظ ہو جائیں گے۔حیرت کی بات یہ ہے کہ فرنگی میڈیکل سائنس،اس امر پر فخر کرتی ہے کہ یہ تحقیق صرف انہی کی ہے کہ وبائیں جو پیدا ہوتی ہیں صرف جراثیم کی خرابی کا نتیجہ ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علم اور تحقیق علم الوباء میں باعث شرم اور جہالت کی دلیل ہے۔

ہماری تحقیق

یہ ہے کہ انسان بھی کائنات میں جزوِ آفاق ہے جس طرح ایک بال بھی ہمارے جسم کا جزو ہے۔سو اس کے جزو ہونے کی وجہ سے جو مزاج ارضی وسماوی حرکات اور کائنات و آفاق کے اثرات کے تحت ظاہر ہوگا۔انسان بھی اس میں شریک ہے۔بالکل جس طرح ہر موسم میں انسانی مزاج میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور جب تک انسانی مزاج اپنے ماحول کے مزاج اور کیفیات کو برداشت کر سکتا ہے زندہ رہتا ہے اور جب اس کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے،اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور فرنگی سائنس کا کہنا یہ ہے کہ جب تک جراثیم انسانی جسم پر حملہ نہ کریں نہ اس کے اعضاء میں خرابی واقع ہوتی ہے،نہ ہی وہ مریض ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے۔کیا عقل سلیم اس کو تسلیم کر سکتی ہے۔اب اہل علم اور صاحب فن کا کام ہے کہ وہ ہماری تحقیق اور فرنگی تحقیق کا مقابلہ کرلیں اور حق کی داد دیں اور اس امر کو بھی ذہن نشین کرلیں کہ جراثیم بھی مخلوق ہیں۔

اسباب ضروریہ اور مرضہ

طب قدیم نے قوانین امور طبعیہ کو بیان کرنے کے بعد جب اسباب کی بحث کی ہے تو اس میں دو قسم کے اسباب بیان کئے ہیں۔

اوّل اسباب ضروریہ جن پر انسانی صحت کا دارومدار ہے۔اگر ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہ کیا جائے تو صحت قائم نہیں رہ سکتی۔جو چھ ہیں،اس لئے ان کو اسباب ستہ ضروریہ بھی کہتے ہیں: (۱) ہوا (۲) ماکولات مشروبات (۳) حرکت وسکون بدنی (۴) حرکت وسکون نفسانی (۵) نیند و بیداری (۶) استفراغ وانقباض۔

ان اسباب ستہ ضروریہ میں بھی ارکان اور نفس دونوں شریک ہیں۔گویا انسانی صحت کا دارومدار اس امر پر ہے کہ وہ کائنات و آفاق یا ارضی وسماوی اثرات کے ساتھ اپنا تعاون قائم رکھے اور اپنے کو اس کے مطابق ڈھالتا رہے۔ہاں! اگر وہ کوشش کرے تو ارضی وسماوی اثرات کو بھی بہت حد تک بدل سکتا ہے۔یعنی وہ قانون قدرت کے مطابق صحیح فطرت کو اختیار کرتا رہے۔گویا اپنے ماحول اور فضاء کو مختلف اعمال اور ادویات کے جلانے سے غیر فطرتی تبدیلی بہت حد تک ہو سکتی ہے۔جن کی تفصیل آئندہ کی جائے گی۔

دوسرے اسباب مرضہ ہیں۔یہ ایسے اسباب ہیں جن کے افراط وتفریط سے امراض پیدا ہوتے ہیں: (۱) بادیہ (۲) سابقہ (۳) واصلہ۔ بادیہ کا تعلق کیفیات سے ہے۔سابقہ کا تعلق مزاج سے ہے اور واصلہ کا تعلق نفس اور اعضاء سے ہے۔غرضیکہ اسباب مرضہ میں بھی ارضی وسماوی اور کائناتی و آفاقی اثرات غالب ہیں۔اس لئے انسانی امراض خصوصاً وباؤں میں صحت کی حفاظت اور صحت کی درستی کے لئے امور طبعیہ ضرور مدنظر رہنے چاہئیں۔ان میں ہر قسم کے اسباب اور اثرات شامل ہیں اور پوری طرح اعضاء کے تغیر افعال کو ظاہر کرتے ہیں۔

وباء کی پیدائش سے قبل علامات

طب قدیم کا کمال یہ ہے کہ وباء کے ظہور سے بہت مدت پہلے پیش گوئی کر دیتی ہے کہ وباء کا ظہور ہونے والا ہے۔اس کا تدارک کر لیا جائے۔یہ شرف صرف طب قدیم کو حاصل ہے۔فرنگی طب میں ایسا کوئی علم نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا آلہ ہے جس سے عوام کو آگاہ کر دے کہ وہ اس کے مقابلے کے لئے تیار ہو جائیں یا حکومتیں عوام کی خیر خواہی کے لئے کوئی بندوبست وانتظام اور پیش بندی کرلیں۔بلکہ اس کا بھی دستور یہ ہے کہ

جب وباء پھیل جاتی ہے تو اس وقت وبائی مادہ کا تجزیہ کر کے پہلے معلوم کرتے ہیں کہ کس مرض کے جراثیم ہیں۔ یا کوئی نئی بیماری پیدا ہوگئی ہے۔ پھر اس کا علاج تجویز ہوتا ہے۔ پھر اس کے تجربات کئے جاتے ہیں اور تحفظ اور علاج عمل میں آتا ہے۔ مگر اس وقت تک وباء اپنا کام کر چکی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس طب قدیم نے ایسی علامات لکھی ہیں جن کے ظہور سے وباء کی آمد کا پتہ چل جاتا ہے، جیسے ٹھنڈی ہوا کی آمد بارش کی اطلاع دیتی ہے یا شمالی گھٹائیں شدید طوفانی بارش کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ جو لوگ ان علامات کو ذہن میں رکھتے ہیں خاص طور پر دیہاتوں کے کسان، تو بارش کے نقصانات سے محفوظ اور مامون رہتے ہیں۔ اس آگاہی کی ضرورت وباؤں کے پیش از وقت پیدا ہونے والی علامات میں بھی ہے۔ جو لوگ اس سے آگاہ رہتے ہیں وہ وباؤں کی آمد سے واقف ہوتے ہیں اور پیش بندی کے طور پر حفظ صحت کے اصولوں کی نہ صرف شدت سے پابندی کر لیتے ہیں بلکہ وباؤں میں جن اغذیہ اور ادویہ کی ضرورت ہوتی ہے ان کا انتظام کر لیتے ہیں یا قبل از وباء ایسے علاقوں میں نکل جاتے ہیں جہاں پر قبل از وقت وبائی علامات نہیں پائی جاتیں۔ لیکن یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ ایام وباء میں نقل مکانی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر ایسا کرنے کی ضرورت لاحق ہو تو بالکل کسی دوسرے گاؤں، شہر یا ملک میں نہیں جانا چاہئے۔ بلکہ گھنے جنگلات میں جا کر عارضی طور پر آباد ہو جانا چاہئے تاکہ وہاں لوگ اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ وباء کے اثرات جانے والے کے ہمراہ ضرور جاتے ہیں۔

ظہور سے قبل وباء کی علامات

① جوہر ہوا میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ ہوا کے ذائقہ اور خوشبو میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے عام طور پر بارش کے موسم کے بعد جب گرمی پڑتی ہے تو زمینی بخارات سے فضا میں نمی پیدا ہو جاتی ہے جو جسم میں اندر اور باہر نمی ہی نمی کر دیتی ہے۔

② پانی کا ذائقہ بگڑ جاتا ہے۔ اس میں بدبو اور سڑاند کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے بارش کے موسم میں اکثر پانی اور ہوا میں تعفن کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

③ بارش کی انتہائی زیادتی۔

④ بارش کی انتہائی کمی کے ساتھ خشکی۔

⑤ انتہائی بارش کے بعد شدید گرمی۔

⑥ جب بارش کے آثار زیادہ ہوں مگر بارش نہ ہو۔

⑦ موسم ربیع میں سرد بارش ہو۔

⑧ جنوبی ہوائیں زیادہ چلیں، خاص طور پر ان میں پراگندگی ہو۔ جلد جلد چلیں اور کافی مدت تک رہیں۔ دن رات بادل رہیں اور گہرے ہو جائیں۔

⑨ سردی کے مہینوں میں ہوا زیادہ سرد ہو جائے، خاص طور پر صبح کے وقت اس میں زیادہ شدت ہو جائے۔

⑩ شہاب ثاقب (ٹوٹنے والے ستاروں) اور دمدار ستاروں کی کثرت ہو جائے۔ خصوصاً گرمی کے آخر اور خریف کے اوّل میں ایسی صورتیں ظاہر ہوں۔

⑪ حشرات اور مینڈک زیادہ ہو جائیں۔

⑫ ذکی الحس حیوانات مثلاً جونک اور چوہے اپنے مقام اور بلوں سے بھاگ جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک موسم میں دوسرا موسم پیدا ہو جائے۔ اس میں طوالت اور شدت ظاہر ہو۔ اکثر وباؤں کے ظہور کی علامت ہوتی ہے۔ جیسے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بارش کا موسم طویل ہو جائے اور اس کے بعد گرمی نہ پڑے تو اکثر نزلہ زکام وبائی اور خون کی کثرت ہو جاتی

ہے۔اسی طرح کثرت بارش یا سیلاب کے بعد اگر گرمی شدید شروع ہوجائے تو ملیریا وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے۔سردی کا موسم طویل ہوجائے تو پھوڑے پھنسی اور طاعون کی وباء پھیل جاتی ہے۔غرض موسموں کے تغیر چاہے ان کے اسباب ارضی ہوں یا سماوی وباؤں کے ظہور کی بہت بڑی علامت بن جاتے ہیں۔معالج کا ان باتوں کو جاننا نہایت ضروری ہے۔

شناخت اسباب وباء

ان امور کا پتہ چلانا اور دریافت کرنا کہ وباء کی ابتداء کن کن اسباب سے ہوئی ہے یعنی ابتداء میں ہوا کے اندر فساد پیدا ہوگیا ہے یا پانی میں فساد کا باعث ہوا ہے یا تعفن مردار اور خرابی غلہ جات اور اثمار وفوا کے سڑ گل جانے سے وباء کی صورت اختیار ہوگئی ہے یا بوجہ تاثیر سیارگان واجرام علوی وباء پر حکمران ہیں۔سو یہ امور حالات موجودہ کے لحاظ سے فہم فراست و تجربہ سے دریافت ہوسکتے ہیں۔عوام کو ان امور کا ادراک اور شعور ذرا مشکل سے ہوگا۔مگر ارباب فہم وفراست کے نزدیک ان علامات کا ادراک واحساس کچھ دشوار نہیں ہے۔جب سبب وباء کا مفہوم واضح ہوجائے گا تو باذن اللہ اس کا تدارک عقلاً وامکاناً احسن طریق سے انجام پا جائے گا۔

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت وباء کی تقسیم

جاننا چاہئے کہ وباؤں کا ظہور غیر منظم طور پر عمل میں نہیں آتا۔جیسا کہ فرنگی طب کی تحقیقات ہیں۔اس لئے وہ ہر بار ہر وبائی مرض کی نئے سرے سے تحقیقات کرتے ہیں بلکہ جس قدر وبائیں آتی ہیں وہ سب قانون قدرت کے تحت منظم طور پر فطرت کے عمل ورد عمل کے طور پر وارد ہوتی ہیں۔جیسے ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ صبح، دوپہر وشام اور رات ہوتی ہے۔اسی طرح گرمی وسردی اور بہار وخزاں کے موسم آتے ہیں۔یہ کبھی نہیں ہوا کہ صبح کے بعد رات ہوجائے۔

شام بالکل نہ ہو یا گرمی کے بعد سردی آجائے۔درمیان میں بہاری موسم ہی غائب ہوجائے۔قدرت نے جو قوانین فطرت بنا دیئے ہیں انہی کے تحت یہ کائنات اور زندگی رواں دواں ہے۔اس لئے وبائیں قانون قدرت کے تحت عین فطرت کے مطابق منظم طور پر آتی ہیں اور جب آتی ہیں تو کائنات میں اس کے اثرات وعلامات کا اصولی طور پر اظہار ہوتا ہے۔اور پھر ان کا ظہور عمل میں آتا ہے۔جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں۔تاکہ ان کا قبل از وقت کچھ تدارک کیا جاسکے۔

وبائیں-آب وہوا اور موسم

وباؤں کو سمجھنے کے لئے موسم اور آب وہوا (کلائی میٹ) کا علم ہونا ضروری ہے۔کیونکہ انسان بلکہ موالید ثلاثہ ہر وقت آب وہوا میں گھرے ہوتے ہیں اور آب وہوا ارضی وسماوی دونوں سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔جہاں پر ایک طرف جغرافیائی اثرات مثلاً میدانی اور ریگستانی علاقہ پر اپنا ایک خاص اثر رکھتے ہیں، وہاں پر سمندر و دریا اور پہاڑ وجنگل بھی اپنے اثرات ڈالتے رہتے ہیں۔اسی طرح موسموں کا بدلنا جو کلیتاً ستاروں کی گردش پر منحصر ہے۔اپنے اندر سماوی اثرات رکھتے ہیں۔اس لئے موسم اور آب وہوا کے بگڑنے سے وباؤں کی صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔چونکہ موسموں کا اثر بھی آب وہوا پر پڑتا ہے اور آب وہوا ہی ہمارا ماحول ہے۔اس لئے جب فضاء بگڑتی ہے تو گویا آب وہوا ہی متاثر ہوکر بگڑ جاتے ہیں۔اس لئے جن علاقوں میں جب وبائیں آتی ہیں تو پہلے وہاں کے آب وہوا میں خرابی پیدا ہوتی ہے اور پھر وہی آب وہوا انسان اور دیگر موالید ثلاثہ پر اثر انداز ہوکر ان کا مزاج اور صحت بگاڑ دیتے ہیں اور یہی صورت جب فضاء اختیار کر لے تو اس کو وباء کا نام دیتے ہیں۔گویا وباء فضاء کا بیمار ہو جانا ہے۔

آب وہوا کی حقیقت

جاننا چاہئے کہ آب وہوا کا تعلق صرف پانی اور ہوا سے نہیں ہے بلکہ ان میں گرمی بھی شریک ہے جو ہمیشہ آب وہوا کو پاک وصاف اور صحت مند ومعتدل رکھتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی گرمی کی زیادتی خود بھی باعث وباء اور امراض بن جاتی ہے۔ اس لئے امراض وبائیہ کو ذہن نشین کرنے کے لئے ہوا اور پانی اور گرمی اور ان کے تعلقات کے متعلق جاننا نہایت ضروری ہے کہ ان کی پیدائش، کمی بیشی اور اعتدال کس طرح قائم رہتا ہے اور جب ان میں بگاڑ وفساد پیدا ہو جاتا ہے تو کیسے پیدا ہوتا ہے تاکہ ہم حتیٰ الامکان اس کی اصلاح کر سکیں اور اس کو صحت مند بنا سکیں۔ یہی علم الوباء ہے۔

فضاء اور آب وہوا

اس کائنات میں ہر علاقہ کی ایک مخصوص آب وہوا ہے بلکہ اگر آسمان کی طرف بھی پرواز کریں تو بھی وہاں فاصلے فاصلے پر جدا جدا آب وہوا پائی جاتی ہے۔ گویا ہر علاقہ اپنی ایک خاص آب وہوا رکھتا ہے اور ہر موسم میں آب وہوا تبدیل ہوتی ہے۔ گویا آب وہوا اپنا ایک دائرہ رکھتی ہے جو موالید ثلاثہ میں پھیلا ہوا ہے جس کو ہم فضا کہہ سکتے ہیں۔ ویسے تو اس فضاء کا اطلاق تمام کائنات تک ہوسکتا ہے۔ مگر عام طور پر حد نگاہ ہی ہماری فضاء ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی تبدیلی وتغیر اور فساد پیدا ہوتا ہے وہ چونکہ مقامی وعلاقائی آب وہوا میں ہوتا ہے۔ اس لئے خرابی بھی مقامی اور علاقائی فضاء میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اصلاح بھی اسی فضاء تک محدود ہوگی۔

فضا کو کائنات کا جسم تصور کرلیں۔ جس کے مختلف علاقے اس کے اعضاء ہیں۔ جس علاقے میں خرابی واقع ہوگی بہت حد تک اسی فضاء میں محدود رہے گی لیکن کبھی کبھی اسی فضاء سے دیگر علاقوں میں بھی پھیل جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جسم انسان کے کسی عضو میں مرض ہو اور پھر اس کا اثر خون کے ذریعے کسی دوسرے عضو تک چلا جائے۔

اس فضاء میں ہوا، پانی اور گرمی تینوں اس طرح ملے رہتے ہیں جس طرح خون، ہوا، پانی اور گرمی سے مرکب ہے۔ گویا ہوا، پانی اور گرمی تینوں کا مرکب فضا کے لئے خون کا قائم مقام ہے۔ آب وہوا کا لفظ اسی مرکب کے لئے بولا جاتا ہے۔ جس مقام اور علاقے کی آب وہوا میں تغیر وتبدیلی اور خرابی پیدا ہو جائے گی۔ اس مقام اور علاقے میں وبا نمودار ہو جائے گی۔ گویا فضا کا وہ عضو بیمار ہو گیا ہے۔ جیسے انسان کا کوئی عضو دردناک ہو جاتا ہے۔

فضاء کے لئے ایہ امر ذہن نشین کرلیں کہ وہ محض ایک جسم ہے۔ جس کو ہم ایتھر کہتے ہیں۔ اس کو سماوی کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس کا ایک طرف تعلق ارضی موالید ثلاثہ سے ہے اور دوسری طرف اس کا تعلق سماوی اجرام سے ہے۔ جب فضا کے کسی حصہ (جسم) میں تغیر وتبدل اور فساد پیدا ہوتا ہے تو فضاء کی روح (روح عالم اور روح مدبر عالم کہنا چاہئے) سے فوراً اس مقام پر صحیح وصالح اثرات پہنچنے شروع ہو جاتے ہیں اور اعتدال قائم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح مقامی آب وہوا کا مزاج اصلاح پذیر اور صحت مند ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اگر مقامی علاقہ کی طرف سے بھی اصلاح ودرستی کی کوشش کی جائے تو فوراً اعتدال قائم ہوکر وبائی امراض دور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے وبائی ایام میں اگر امراض کے علاج کے ساتھ ساتھ فضاء کی درستی کی بھی کوشش کی جائے تو وبائیں بہت جلد دور ہوتی ہیں۔

وباؤں کی تقسیم

جس طرح وبائیں منظم اور فطرت کے اصولوں کے مطابق آتی ہیں، اسی طرح وہ اقسام میں نازل ہوتی ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ وبائیں ہمیشہ بدل بدل کر آئیں جن کا انسان کو علم بھی نہ ہو۔ جیسا کہ فرنگی طب کی تحقیقات ہیں۔ جاننا چاہئے کہ وبائیں تین اقسام کی ہوتی ہیں:

- کسی علاقہ کی فضاء یا آب وہوا (پانی، ہوا اور گرمی کا مرکب) میں کیفیاتی طور پر مزاجاً خرابی واقع ہو جائے۔ یہ خرابی اکثر عارضی ہوا کرتی ہے۔
- کسی علاقہ کی فضاء یا آب وہوا میں تغیر وتبدل پیدا ہو جائے یعنی ایک موسم میں دوسرا موسم پیدا ہو جائے۔ یہ خرابی اکثر سماوی اثرات کی وجہ سے نمودار ہوا کرتی ہے۔
- کسی علاقہ کی فضاء یا آب وہوا میں فساد واقع ہو جائے یعنی اس میں تعفن پیدا ہو جائے۔ جس کے نتیجہ میں اس کے اندر جراثیم یا جراثیمی مواد اور زہریلا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

ان تینوں صورتوں میں سے ہمیشہ ایک نہ ایک صورت پیدا ہوتی ہے، چوتھی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی سائنس یا فرنگی طب ان کے علاوہ کوئی صورت ثابت کر دے تو ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں۔

اسباب وباء

چونکہ علاقائی فضاء یا آب وہوا میں چیزیں، پانی، ہوا اور گرمی سے مرکب ہوتی ہیں۔ اس لئے اصل خرابی پانی وہوا اور گرمی میں پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ان کی خرابی کا سبب بادیہ (سماوی) اور سبب رابقہ (ارضی) ہوتی ہے۔ سبب واصلہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ سبب واصلہ وہ خرابی ہے جو مقامی فضا میں پیدا ہوتی ہے یعنی کسی علاقائی خرابی کو جب فضا درست اور اعتدال پر قائم نہیں رکھ سکتی اور سبب بادیہ (سماویہ) اور بادیہ (ارضیہ) غالب آ جاتے ہیں تو سبب واصلہ اس امر پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہاں کب آب وہوا (پانی، ہوا اور گرمی کا مرکب) میں خرابی واقع ہو کر وباء کی صورت پیدا کر دے۔ بس اس طرح وبائیں پیدا ہوتی ہیں۔

تفصیل اسباب

ظاہر میں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہر قسم کے اسباب اوّل ہوا پر اثر انداز ہوتے ہیں اور پھر یہی خراب یا مسموم ہوا، انسان یا حیوان کو مبتلائے مرض کر دیتی ہے۔ اس حد تک تو یہ صحیح ہے کہ ہوا پانی اور گرمی کا جو مرکب اس فضاء میں تیار ہوتا ہے اس کی بنیاد ہوا ہی ہے اور کبھی اس میں ہوا کی خشکی بڑھ جاتی ہے۔ کبھی اس میں پانی کی رطوبت زیادہ ہو جاتی ہے اور کبھی اس کے اندر گرمی کا اضافہ ہو جاتا ہے جو سانس کے ساتھ جسم انسان میں جا کر باعث مرض بن جائیں یا انہی کا فساد ہوا میں شریک ہو کر وباؤں کی صورت میں نمودار ہو جائے۔

لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ گندے تالابوں، خراب کنوؤں اور غیر محفوظ چشموں بلکہ چھوٹے ندی نالوں اور محفوظ پانیوں میں خرابی واقع ہو جائے۔ پھر وہی پانی مجبوراً اور بے علمی سے استعمال کیا جائے تو اس طرح بھی وبائیں پھوٹ پڑتی ہیں۔ اسی طرح بعض وقت آفتاب کی گرمی میں اس قدر شدت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کی حرارت قابل برداشت نہیں رہتی۔ ایک دم ضعف قلب پیدا ہو جاتا ہے۔ کثرت سے پسینہ آ جاتا ہے۔ دِل گھٹ جاتا ہے اور انسان گر پڑتا ہے۔ اس سے یک لخت موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ساتھ میں ایک دو بار قے بھی آ جاتی ہے۔ اس صورت سے موت جلد واقع ہو جاتی ہے۔ اس کو ہارٹ فیل ہونا کہتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آفتاب کی شدت سے انسان کا بیرونی جسم جل اٹھتا ہے۔ طبیعت مدبر بدن اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے خون کی ایک بہت بڑی مقدار اس طرف بھیج دیتی ہے۔ مگر بیرون جسم کی حرارت کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ دوسرے اندرون جسم میں خون کی کمی واقع ہو جاتی ہے جو قلب کے واسطے کافی نہیں ہوتا اور جو خون اس کو پہنچتا ہے وہ ضرورت سے زیادہ گرم ہوتا ہے جس کو قلب برداشت نہیں کرسکتا۔ جس کا اخراج وہ پسینہ اور قے سے کرتا ہے۔ اس طرح جسم میں خون کی مقرر مقدار اور اس کے عناصر بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں۔ جن سے دل ودماغ اور جگر کا توازن ختم ہو جاتا ہے۔ بس فوراً موت واقع ہو جاتی ہے۔ انتہائی گرم علاقوں یا گرمی کے اچانک بڑھ جانے یا کسی علاقہ سے گرمی کی لہر آ جانے پر اکثر ایسی وبائیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایسی وبائیں اس قدر خطرناک ہوتی ہیں کہ ان کا مداوا اور تدبیر اکثر دوا نہیں ہوسکتی۔ اوّل تو مریض دوا سے قبل ہی ختم ہو جاتا ہے اور اگر دوا دے بھی دی جائے تو مریض بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ گرمی اپنا اثر کر چکی ہوتی ہے۔ اس کو انگریزی میں ہیٹ سٹروک کہتے ہیں۔

اس کا بہترین مداوا یہ ہے کہ موسم میں تغیر وتبدل پیدا کیا جائے۔ اگر فوری طور پر ممکن ہو تو بالائی منزل یا باغات اور نہروں کے کنارے فوراً رہائش اختیار کر لی جائے تاکہ شدت حرارت کو زیادہ سے زیادہ کم کیا جاسکے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گلے سڑے پھل سبزیاں اور گوشت و مچھلی وغیرہ کے استعمال سے کوئی ایک یا چند لوگ ان کے زہریلے اثرات سے مریض ہو گئے۔ مگر ان کے جسم سے جو قے، اسہال، تھوک اور پسینہ کی صورت میں اخراج ہوئے ان سے بے احتیاطی برتی گئی۔ وہ کسی طرح دوسروں کے کھانے میں پڑ گئے۔ اسی طرح وہ بھی انہی امراض میں مبتلا ہو گئے اور یہ سلسلہ اگر آگے بڑھا تو وباء کی صورت اختیار کر گیا۔ اگر ایسے واقعات کسی تالاب و چشمہ اور ندی نالوں یا کسی غذائی مرکز مثلاً پھل، سبزی اور گوشت و مچھلی کی منڈی یا ہوٹلوں کے قرب وجوار میں واقع ہوں تو وبائیں فوراً پھیل جاتی ہیں۔ ایسی صورتوں کا صحیح تدارک یہ ہے کہ کبھی بھی ایسے غذائی مرکز یا ہوٹل نشیبی علاقوں میں نہ بنائے جائیں اور نہ ہی وہاں پر قریب گندگی کے ڈھیر ہوں۔ اور جب کوئی شخص وہاں سے ضروریات زندگی خریدنے جائے تو وہ اپنے حواس خمسہ وشعور اور ذوق سلیم سے کام لے۔ اگر ایسے علاقہ میں گندگی نظر آئے یا وہاں پر گندگی اور تعفن کا احساس ہو تو فوراً وہاں سے واپس ہو جائے۔ کبھی وہاں سے ضروریات زندگی نہ خریدے کیونکہ بدبو اور تعفن کی ہوا بھی ان اشیاء پر اثر کر جاتی ہے۔

مجھے مچھلی منڈی میں جانے کا اکثر تجربہ ہوا ہے کہ جو لوگ مچھلی خریدنے آتے ہیں وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ مچھلی ارزاں مل جائے تو وہ فوراً خرید لیتے ہیں۔ وہ یہ کبھی نہیں دیکھتے کہ مچھلی تازہ ہے یا نہیں۔ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ سخت بدبودار مچھلی بھی لوگ خرید لیتے ہیں۔ میں نے کئی لوگوں سے دریافت کیا ''آپ بدبودار مچھلی کیوں خرید لیتے ہیں'' تو اکثر یہ جواب دیتے ہیں ''مچھلی اور بو نہ ہو۔ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں''۔ میں جواب میں کہتا ہوں ''تازہ مچھلی میں بو نہیں ہوتی''۔ تو وہ جواب دیتے ہیں ''آپ کو مغالطہ ہو گیا ہوگا۔ ورنہ تازہ مچھلی میں بھی بدبو ہوتی ہے''۔ بعض یہ جواب دیتے ہیں ''جناب یہ بدبو فوراً آٹا اور نمک کے ساتھ دھونے سے نکل جاتی ہے۔ ہمیں اس بدبو کا کوئی فکر نہیں رہتا''۔ جب ہم یہ کہتے ہیں ''تازہ اور باسی مچھلی کے گوشت میں لذت کے لحاظ سے بہت فرق ہوتا ہے۔ دوسرے باسی مچھلی نقصان دے جاتی ہے''۔ تو وہ جواب دیتے ہیں ''جناب ہمیں تو ذائقہ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی کبھی نقصان ہوا ہے''۔

جب میں کبھی مچھلی منڈی میں مچھلی خریدتا ہوں تو اوّل مچھلی تو دیکھتا ہوں کہ وہ ظاہرہ تازہ نظر آتی ہے یا نہیں۔ جب تازہ نظر آئے تو اس کے پیٹ کے پاس سے سونگھتا ہوں کہ اس میں بدبو یا تعفن تو نہیں ہے۔ پھر خریدتا ہوں۔ مگر مچھلی فروش ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہے کہ ''بابو جی! تم نے مچھلی نہ خریدنی ہے نہ کھانی ہے۔ مچھلی کو مت ہاتھ لگاؤ''۔ میں پوچھتا ہوں کہ ''بھائی! میں نے کیوں نہیں خریدنی اور کیوں نہیں کھانی؟'' وہ جواب دیتا ہے

''جس شخص نے مچھلی کی بوسونگھی۔ بس! بس! سمجھ لو کہ وہ مچھلی کا کھانے والا نہیں ہے۔ اس لئے وہ مچھلی نہیں خریدے گا''۔

ایک مچھلی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ہر قسم کے گوشت و سبزیاں اور پھل جب بدبودار اور متعفن ہو جائیں تو کھانے کے لائق نہیں ہیں۔ ان سے صرف کھانے والا ہی نہیں متاثر نہیں ہوتا بلکہ وبائیں پھیلتی ہیں۔ مچھلی کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اس میں بہت جلد بدبو اور تعفن پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا زہر بھی شدید ہوتا ہے۔

وباؤں میں ہوا کا عمل دخل

چونکہ ہم کو وباء کے متعلق بہت سے مراتب اور احکام اور وہ امور کہ جو بغرض تحفظ صحت، وباء کے زمانہ میں عمل میں لانا ضروری ہیں اور نیز ان تدبیرات جزئیہ کی توضیح کہ جو امراض وبائیہ میں مبتلا ہونے کے وقت ہمارے ملک اور ہمارے مزاجوں اور ہماری حالتوں کے لئے مناسب ہیں نہایت اہتمام کے ساتھ اس طرح سے بیان کرنا مقصود ہے کہ اس سے قبل ہمارے پیشروؤں نے بیان نہیں فرمائے اور چونکہ وباء کا ظہور اور واسطہ عروض (ظاہر ہونے کا سبب) غالب امر میں بالآخر یہی ہوا ہے کہ جو ہمارے اور تمہارے اور جملہ اجسام سے ہر وقت ملاتی رہتی ہے، لہٰذا ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وباء کے بیان اور اس سے حفظ کے تدبیرات کی تشریحات کے قبل بطور مقدمہ ہوا کی ضرورتوں اور اس کی صلاحیت اور عدم صلاحیت کی توضیح وتشریح کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مدد کے اعتماد پر بیان کی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ غذا اور پانی اور خواب و بیداری و حرکت و سکون وغیرہ جن کی صراحت قبل اس کے عمدہ طور سے کی گئی ہے۔ انسان کے لئے عالم زندگی میں ضروری چیزیں ہیں، مگر ان سب سے ہوا اشد ضروری ہے۔ محالات سے ہے کہ انسان و حیوات بلکہ ہر ذی روح ایک گھنٹہ بھی ہوا سے مہجور اور ممنوع ہو کر زندہ رہے، بلکہ اکثر اجسام و جمادات کی طبعی حالت قائم رہنے کے لئے بھی ہوا کی مدد ضروری اور لابدی ہے۔ چنانچہ یہ اُمور محتاج دلیل نہیں ہیں۔

بالجملہ تمام اجسام کے لئے خواہ وہ اجسام حیوانی ہوں یا اجسام نباتی یا اجسام جمادی، ہوا کا مربی ہونا ایک بدیہی امر ہے۔

چونکہ ہوا کا مزاج گرم تر ہے، اس لئے اس میں تغیرات کا ورود ہوتا رہتا ہے۔ کیا معنے وہ جلد جلد تحلیل بھی ہوتی رہتی ہے اور فوراً اس میں فسادات اور نقصانات بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ روزمرہ اس کے انقلاب اور اس کی تاثیرات مختلف ہم کو اور آپ کو محسوس ہوتی رہتی ہیں۔ ان وجوہ سے ہوا کا مسئلہ بقائے صحت اور بقائے زندگی کے لئے نہایت درجہ اہتمام طلب اور قابل نگہداشت ہے۔ غرضیکہ یہ تغیرات جو ہوا میں عارض ہوتی ہیں، ان کے لئے مختلف زمانے اور مختلف اُمور اتفاقیہ باعث ہوتے ہیں، مگر جو تغیرات بالنسبۃ احتیاج بدن انسان کے اس میں ہر وقت لاحق ہوتے رہتے ہیں ان کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ سانس کی آمد و برآمد سے بھی ہوا میں تغیرات پیدا ہوتے رہتے ہیں بدیں غرض طبیعت تحلیل شدہ اور تغیر پذیر ہوا کی تبدیل اور تردید کی محتاج رہتی ہے تا کہ وہ حرارت غریزی بدن انسان و حیوان کو ٹھنڈک پہنچاتی رہے۔ اگر یہ تبدیل و تردید ہوا کی نہ ہوتی رہتی تو کچھ شک نہیں کہ روح و حرارت غریزی بدن انسان وغیرہ اپنی آگ میں خود جل بجھ کر خاک سیاہ ہو جاتی اور حضرت انسان کی ہنگامہ آرائی اور شور و غوغا عالم دُنیا میں ایک دم سے خاموش ہو جاتے۔ گو اس کا مزاج بھی گرم ہے، مگر حکیم مطلق نے بکمال دانائی ضرورتاً زوج کا مزاج نہایت ہی گرم پیدا کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس نرم گرم ہوا سے روح و حرارت مذکور کو راحت ملتی ہے۔ بالجملہ ہمارے ناک کے نتھنوں سے ہمارے تمام بدن کی جلد کے مسامات سے بذریعہ پھیپھڑہ اور بدن کے شریانوں کی قوت جاذبہ کے ذریعہ سے ہوا روح و حرارت مذکور کو پہنچتی رہتی ہے اور جب ٹھنڈک پہنچا کر خود گرم ہو جاتی ہے، اور صلاحیت ترویح (ٹھنڈک پہنچانے کی) معدوم ہو جاتی ہے تو وہ روح کے فضلات دخانی لئے ہوئے راستہ ہائے مذکورہ بالا سے واپس آتی ہے اور پھر تازہ بتازہ ہوا کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ یعنی اوپر کے سانس کے ذریعے سے تازہ ہوا جاتی ہے اور

نیچے کے سانس کی مدد سے وہی ہوا بیکار ہوکر واپس آتی ہے اور اسی طرح سے ہوا کی آمد ورفت شریان کے ذریعہ سے ہوتی رہتی ہے۔ القصہ جب تک یہ ہوا حرارت و برودت میں اعتدالیہ حالت پر رہتی ہے اور صفائی و پاکیزگی میں بھی اپنے رقبہ پر قائم رہتی ہے، اس وقت مطالب مذکورہ کی عملی وجہ الکمال (پوری طرح) تکمیل ہوتی رہتی ہے اور جب حرارت و برودت ورطوبت و یبوست اور صفائی و پاکیزگی میں تغیرات واقع ہوجاتے ہیں تو اغراض مذکورہ بھی غیر مکمل رہ جاتے ہیں۔ بدین وجہ صحت کا قائم رہنا ایک اضطراری حالت میں آجاتا ہے یا موت غیر طبعی پر معاملہ ختم ہوتا ہے۔

ہوا کے غیر معتدل ہونے کی تشریح

اجمالاً تو ہم نے بیان کردیا کہ صحت قائم رکھنے کی غرض سے ہوائے معتدل اور مصفیٰ کی ضرورت ہے۔ پس اب سمجھ لو کہ ہوائے معتدل و غیر مصفیٰ ہے۔ پس اگر ہوا میں اعتدال سے زیادہ سردی کا غلبہ ہوگا تو وہ ہوا مضر صحت ہوگی جیسا کہ زمانہ سردی میں یا معمورہ جات (آبادیاں) سرد میں بوجہ تدارک ضرر سردی ہوا لباس گرم واغذیہ گرم ومکان گرم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہوا کی سردی کے دفع کا اہتمام نہ کیا جائے تو صحت کا قائم رہنا دشوار ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر ہوائے گرم اور معمورۂ گرم میں ہوائے گرم سے حفاظت نہ کی جائے گی یا ہوا کی کیفیت حرارت تدبیرات سے کم نہ کی جائے تو صحت کے لئے ایک افتادہ خوفناک ہوگی یا ہوا پر اعتدال سے زیادہ تری کا اثر ہوگا تو اس وقت میں بھی تندرستی کی حالت میں نقصان آجائے گا۔ بشرطیکہ اس کا تدارک نہ کیا جائے مثلاً برسات کے موسم میں یا ان معموروں میں کہ جو دریاؤں کے جوار میں آباد ہیں یعنی وہاں کی زمین نمناک ہے، یہ تغیرات مذکورہ تو ہوا کی کیفیات سے منسلک ہیں، اب رہا یہ امر کہ ہوا کے جوہر کے فاسد ہونے کے کیا اسباب ہیں، اور کیا حالت ہے۔ سو اس کی تفصیل سنئے کہ ہوا ایک عنصر بسیط ہے، لہٰذا وہ خود بنفسہٖ تو متغیر نہیں ہوسکتی ہے مگر بوجہ اسباب خارجی کے مثلاً بعض اجزاء منافی (خلاف) روح وحیات کے شدت امتزاج (آمیزش) کی وجہ سے مجازاً اطلاق ہوتا ہے کہ جوہر ہوا کا فساد پذیر ہوگیا ہے کہ جس کی وجہ سے یہ ہوا مضر تندرستی ومضر حیات ہوجاتی ہے۔

ہوا کے فاسد اور مضر حیات ہونے کے اسباب

ہوا کے فاسد ہونے کے اسباب یا تو وہ اسباب ہیں کہ جو ہماری قدرت واختیار سے باہر ہیں۔ یا ہمارے طریقہ بود وباش اور طرز عمل جاہلانہ سے پیدا ہوجاتے ہیں جن کی تشریح ذیل میں کی جاتی ہے۔

○ عین متصل آبادی ایسی زراعت کا کاشت کرنا جو طویل القامت ہو۔ مثلاً جوار یا مکئی یا باجرہ یا گنا وغیرہ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی زراعت کیونکر ہوا کے جوہر کو فاسد کرتی ہے۔ سو اس سوال کا جواب اور اس کے اجمال کی تفصیل سنئے۔ ایسی زراعت کی جڑوں سے جو زمینی بخارات اور دخان نکلتے ہیں اور زراعت کے طویل القامت ہونے کی وجہ سے وہاں آزادانہ ہوا کا گزر نہیں ہوتا ہے، لہٰذا بخارات ودخان مذکورہ اسی حدود کے اندر محصور اور مقید رہتے ہیں اور باوجود اس حبس بے جا کے ان بخارات ودخان پر آفتاب کی شعاع بھی بہت کم پہنچتی ہے۔ اس وجہ سے وہ تحلیل بھی نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس طولی قیام اور ملاقات مفید کی وجہ سے ان میں مادہ فاسدہ پیدا ہوجاتا ہے۔ پس جبکہ یہ بخارات ودخان فاسدہ وقتاً فوقتاً ہوا میں ملتے رہیں گے، تو اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ہوا کے جوہر کو فاسد کردیں گے اور نتیجہ اس ہوا کا اس نتیجہ کے بالکل خلاف ہوگا کہ جو ہوائے غیر فاسد سے حاصل ہوتا ہے کہ جس کی صراحت اس بحث کے شروع میں کی گئی ہے۔

○ ایسے تالاب یا وسیع گڑھوں کی موجودگی کہ جس میں ساکن پانی موجود ہو اور جن کے کناروں پر درختوں کا ہجوم ہو اور ان کے شاخ و برگ وپھول وثمرہ اس پانی میں گر کے متعفن ہوتے رہتے ہیں۔ پس ایسے پانی سے آفتاب حرارت کے ذریعہ سے بخارات گرم وکثیف سمی الجوہر

(زہریلے) برانگیختہ کرے گا۔ چونکہ درختان مذکورہ کی مزاحمت سے بخارات مقیدہ تحلیل نہیں ہوں گے، لہٰذا وہ بخارات پھر اسی پانی میں عود کریں گے۔ اسی طرح سے سلسلہ صعود اور نزول (چڑھنے اور اُترنے) بخارات کا ہوتا رہے گا اور پانی کے جوہر کی روادت اور سمیت (خرابی اور زہریلا پن) میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ پس یہ بخارات جب کہ ہوا میں مخلوط ہوں گے، تو بلاشبہ ایسی ہوا سراسر مغائیر اس غرض کی ہو جائے گی کہ جو صحت کے لئے درکار ہے اور علیٰ ہذا القیاس جو پانی محض بوجہ طول قیام فاسد ہو گیا ہے، اس کے بخارات بھی ہوا کے ساتھ وہی سلوک کریں گے کہ جس کا بیان ابھی ہو چکا ہے۔

○ مردہ اجسام متعفنہ یا دیگر سڑی ہوئی بدبودار اشیاء سے ہوا کی ملاقات ہوتی ہو کہ جس کی وجہ سے ہوا نے کیفیت متعفنہ حاصل کر لی ہے کہ جو بالآخر قلب وروح انسان کے مزاج کی ضد ہو جائے۔ پس جس قدر ایسے اجسام یا اشیائے متعفنہ کی کثرت ہوگی اسی قدر ہوا کا فساد قوی ہوگا۔

○ بقولات ودیہ کی کاشت اور درختان ردّی اور فاسد الجوہر کا وجود ہونا مثلاً گوبھی اور کرنب کلاو بینگن و درختان انجیر وغیرہ کہ یہ اشیاء نہایت درجہ مفسد ہوا ہیں۔

○ ہوا میں گرد وغبار و دخان اس درجہ مخلوط ہو جائے کہ جس کی وجہ سے وہ شریان کے ذریعہ سے قلب وغیرہ میں نافذ نہ ہو سکے یا قلب خود بوجہ نفرت وکراہت جذب نہ کرے بلکہ اس ہوا کی مدافعت کرے۔

○ انسان وحیوان کا ایک مقام پر بکثرت مجمع ہونا علی الخصوص جبکہ اکثر ان میں کثیف الجسم وکثیف اللباس ہوں یا حیوانات کثیف الطبائع ہوں جیسا کہ ہمارے ملک میں میلوں وغیرہ میں مجمع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ایسی کثافت سے بحیثیت مجموعی ہوا میں ان وسائل سے نقصان و فساد ہو جانا قریباً یقینی ہے کہ جن کا ابھی مذکورہ ہوا، بایں ہمہ ایسے مجمع میں ان دخانات اور فضلات جسمانیہ کے خروج کا سلسلہ متواتر جاری رہتا ہے کہ جو تنفس ومسامات میں سے خارج ہوتے ہیں اور ہوا میں مخلوط ہوتے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہوا کا جوہر خراب اور ناقص ہو جاتا ہے۔ پس ایسی ہوا کے مضر صحت ہونے میں کیا کلام رہا۔

○ ہوا کا سکونی حالت پر رہنا یعنی سلسلہ آمد و برآمد تازہ ہوا کا دشوار ہو جانا جیسا کہ ہمارے ملک میں بعض تنگ وتاریک مکانات میں ہوا اور شعاع آفتاب کا گزر (گزرنا) و درآمد دشواری سے ہوتا ہے۔ خاصتہً ایسے مکانات کی ہوا اس وقت میں زیادہ مفسد ہو جائے گی جبکہ وہاں آدمی یا کسی ذی روح کا مجمع ہو۔

○ بالجملہ یہ اُمور باعث فساد ہوا جو بیان کئے گئے ہیں، انہیں اُمور پر فساد کا حصہ نہیں ہے بلکہ اور اسباب جزئیہ مخفیہ باعث فساد ہوا ہوں گے۔

○ یا بارش کا بروقت نہ ہونا جس سے ہوا کا اعتدال خراب ہو جائے، اسی طرح بارش کی کثرت بھی ہوا کو خراب کر دیتی ہے۔

وباء کن کن اسباب سے پیدا ہوتی ہے

منجملہ دیگر اسباب مذکورۃ الذیل ایک سبب غالب ظہور وباء کا جوہر ہوا کا کلیتہً اسباب مصرحہ صدر سے فاسد ہو جانا ہوتا ہے۔ لفظ کلیتہً کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر جوہر ہوا کا کلیتہً فاسد نہ ہوگا بلکہ فساد بوجہ یا (کسی قدر) عارض ہوگا۔ تو یہ ہوا مضر صحت تو ضرور ہوگی مگر وباء کے پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رکھے گی، اور گاہے سبب اوّل وباء کا پانی کے جوہر کے فساد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیا معنے پانی کا جوہر اس شدت سے اور اس نوع سے فاسد ہو جائے کہ باعث وباء ہو۔

پانی کے جوہر کی خرابی بوجہ مخلوط ہو جانے بعض اجزائے ردیہ ناقصہ متعفنہ (ناقص خراب اور بدبودار) کے ہوتی ہے۔ عام اس سے کہ

اجزائے مذکورہ باطن یعنی داخل زمین سے ہی پانی میں مخلوط ہو جائیں یا خارج زمین سے جذب ہو کر پانی میں مخلوط ہو جائیں اور یہ فاسد پانی کھانے اور پینے میں استعمال کیا جائے۔ دونوں مذکورہ وجہوں سے ظہور وباء بیشتر برسات کی فصل میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس موسم میں داخل و خارج رہیں میں لوازم عفونت وفساد ہوا اور پانی کے بیشتر موجود ہو جاتے ہیں، مگر یہ فساد پانی کا رفتہ رفتہ یا ایک بار ہوا سے بھی متعلق ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ پانی کا استحاد (تبدیل) ہوا کی جانب اور ہوا کا استحالہ (تبدیل) پانی کی طرف ہوا ہی کرتا ہے۔ پس فساد ہوا سے پانی کا فاسد ہو جانا بھی کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

مگر صورت مذکورہ میں تعلق وباء کا ہوا کے ساتھ نہایت ہی ضعیف ہوگا۔ یعنی اگر اس پانی کو حسب طریقہ مذکورہ اصلاح کر کے استعمال میں لایا جائے تو محض فساد ہوا کی وجہ سے کہ اس پانی کے استحالہ سے پیدا ہوا ہے، کوئی انسان بجز شاذ و نادر صورتوں میں مبتلائے وباء نہ ہوگا۔ یا عوارض وبا بہت ہی خفیف ظاہر ہوں گے۔

ایسا ہی حال اس پانی کا خیال کرو کہ جو ناقص ہوا سے مستحیل (تبدیل) ہوا ہے۔ یعنی یہ پانی ناقص تو ضرور ہوگا، مگر اس کا نقصان ایسا قوی نہیں ہوگا جیسا کہ وہ خود فساد پذیر ہو جاتا ہے۔ پس ہوا اور پانی کے فساد کے دو مرتبے اس تقریر سے دریافت ہوتے ہیں۔

اور گاہے بوجہ فساد و مزاج بعض غلہ جات ماکولہ کے کہ جو کسی سبب سے فصل میں عارض ہو جائے اور وہ غلہ عامہ خلایق کے کھانے کے استعمال میں آوے، وباء عام طور سے پھیل جاتی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح سے انسان وحیوان کو امراض خلقت و امراض ترکیب یا امراض متعلقہ سوء مزاجات (خرابی مزاج) وغیرہ عارض ہو کر ان کے اجسام میں کیفیات رد یہ ناقصہ پیدا کرتے ہیں، بلکہ گاہے کیفیات مذکورہ حالت سمیہ کی حد تک پہنچتی ہے، اسی طرح سے قیاساً ممکن ہے کہ غلوں کو بھی بوجہ اسباب جزئیہ مخصوصہ امراض مذکورہ لاحق ہو کر ان کے اجسام میں کیفیت رد یہ سمیہ (خراب و زہریلی) پیدا کریں۔ اس لئے کہ غلہ جات جسم مرکب بناتی ہیں اور ہر جسم مرکب بناتی ہیں۔ قوت غاذیہ و نامیہ وغیرہ قوائے طبعیہ موجود ہیں۔ درج اجسام میں قوائے مذکورہ موجود ہوں گے۔ ان میں حوادث اور فساد قبول کر لینے کی استعداد زیادہ ہوگی۔ لہٰذا کھانے والوں کو وبا کی صورت کے امراض لاحق ہونا امکانی حالت ہے۔ حتیٰ کہ یہ فساد بھی فساد ہوا کی جانب اس درجہ تک ہو جائے گا یا ہو سکتا ہے کہ جو وباء کا باعث ہو۔ چنانچہ خاکسار کے اس قیاس کا تجربہ چند واقعات سے بلاشبہ ہو چکا ہے۔ غلہ جات کی حالت پر میوہ جات اور ثمر اور ترکاریوں وغیرہ نباتات کے حالات کو قیاس کر لو کہ ان اجسام میں بھی وہی فسادات، وہی کیفیات سمیہ، وہی مسور مزاجات لاحق ہو سکتے ہیں کہ جو غلوں کو عارض ہو سکتے ہیں۔

اور یہ فساد اشیاء مذکورہ اس فساد کے علاوہ ہے کہ جو غلوں کو عمارتوں وغیرہ میں بند کرنے یا دیگر وجوہ سے ان کے جوہر کے متعفن ہونے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ایسا ہی جو فساد اس فساد سے کہ جو موسم برسات میں طبعی طور سے اکثر پھل و میوہ جات وغیرہ و ترکاریاں و بقولات ناقص الجوہر ہوتی ہیں جس کی وجہ سے ہوا فاسد ہو جاتی ہے جدا گانہ ہے۔ اگر فساد مذکورہ بواسطہ مذکورہ جو ہوا کو عارض ہوگا، وہ بہت قوی نہ ہوگا۔ اگر صدفات واستمار و میوہ جات مذکورہ سے احتراز کیا جائے تو ہوائے مذکورہ کی اکثیر سے کوئی شخص مبتلا ہوگا، یا بہت ہی خفیف اعراض مرض وبائی ظاہر ہوں گے۔

- گاہے تاثیرات مخفیہ سیارگان واجرام آسمانی کے ہوا میں ایک نفر و فساد عارض ہو کر وباء کا باعث ہوتا ہے۔
- گاہے بوجہ بعض دیگر اُمور مخفیہ کے وبا عالم میں شائع ہوتی ہے، جس کا علم بجز عالم الغیب کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا ہے۔
- گاہے اسباب مذکورہ سے دو یا تین یا کل اُمور باعث وبا ہوتے ہیں، ایسی وبا عالم میں اسبابوں پر اموات کا ایک طوفان برپا کر دیتی ہے۔ [القانون]

طب قدیم میں پانی کی حقیقت

خالق دو جہاں، پروردگار زمین و آسماں، قادر مطلق واحد حقیقی نے پانی بھی اپنی جملہ نعمتوں میں سے ایک انمول اور بے بہا بہترین نعمت بنائی ہے۔ اس کو اُردو میں پانی، ہندی میں جس، فارسی میں آب، انگریزی میں واٹر اور عربی زبان میں ماء کہتے ہیں۔ خالق مخلوقات نے انسانی زندگی کا انحصار چہار اشیاء پر رکھا ہے: پانی، ہوا، آگ، مٹی۔ اگر ان چاروں میں سے ایک چیز بھی جدا کر لی جائے تو پھر زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ پانی بھی انسانی زندگی کا ایک جزو ہے اور جس طرح بغیر ہوا کے انسان زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح بغیر پانی کے بھی انسان کی زندگی قائم نہیں رہ سکتی ہے۔

زندگی کے لئے ہوا کے بعد پانی سب سے ضروری ہے۔ چوں کہ فطرت کا منشاء زندگی کو برقرار رکھنا ہے، اس لئے پانی افراط سے مہیا کیا گیا ہے۔ زمین کی سطح کے سات حصوں میں سے پانچ پر پانی ہے۔ فطرت کے زبردست عوامل حرارت اور ہوا وغیرہ اسے زمین کے مختلف حصوں پر پہنچانے میں مصروف ہیں۔

جسم کی ساختوں میں دو تہائی سے زیادہ پانی ہوتا ہے۔ یہ غذا میں بدرقہ کا کام دیتا ہے، یعنی غذا کو بدن کے تمام حصوں میں لے جاتا اور قابل ہضم بناتا ہے۔

یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ کل انسان کے جسم کا دو تہائی وزن پانی کے باعث ہوتا ہے۔ اوسطاً تقریباً 4.5 پائینٹ پانی روزانہ جسم سے بذریعہ گردہ، امعاء تنفس اور جلد کے اخراج پاتا ہے۔ نیز یہ بھی اندازہ کیا گیا ہے کہ اگر انسانی غذا میں نصف کے قریب پانی ہو تو تقریباً 2.75 پائینٹ پانی کی ضرورت اور ہوتی ہے۔ مگر جسم میں پانی کی ضرورت کا انحصار بہت سی باتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً حرارت جسمانی، آب و ہوا اور غذا کی کثرت یا قلت، ورزش، آرام وغیرہ۔ جب پروٹین (لحمی غذا) مثل گوشت، کباب، قیمہ، بھنا ہوا گوشت، تیز مصالحہ دار اشیاء بکثرت کھانے میں آتی ہیں، تو پانی کی جسم کو بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور بہت شدت سے پیاس لگتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کی غذا سے یوریا (فضلات خون) کی مقدار زیادہ بنتی ہے۔ جس کو تحلیل کر کے خارج کرنے کے لئے پانی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ مگر فقط میوہ جات اور ماکولات کھانے سے جسم میں پانی کی کافی مقدار جمع رہتی ہے۔

بدن میں خون کی ایک مقررہ مقدار جسم کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ جب پانی کی مقدار جسم میں کم پہنچے تو خون احشاء، عضلات اور دیگر جسمانی ساختوں سے پانی کو جذب کر کے اپنی مقدار کو پورا کر لیتا ہے اور اگر پانی زیادہ پیا جائے تو وزن کو پورا رکھنے کے لئے فالتو پانی گردوں یا جلد کے راستے جلد اخراج پاتا رہتا ہے۔ ان کیفیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم کی ساخت اور احشاء اندرونی میں پانی کا ذخیرہ رہتا ہے۔ جو ضرورت کے وقت خون میں شامل ہو سکتا ہے۔ استسقائے لحمی میں جو بوجہ امراض قلب یا کلیہ ہو جاتی ہے۔ اگر پانی کی مقدار کم پی جائے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے خون احشاء سے پانی کو جذب کرتا رہتا ہے۔ برخلاف اس کے جب خون گاڑھا اور غلیظ ہوتا ہے تو نازک عروق شعریہ سے اس کے گزرنے کے لئے قلب کو زیادہ محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ امراض قلب میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

پانی تمام احشائے اندرونی کو دھو کر صاف کرتا رہتا ہے اور بہت سے فاسد مادے اور زہریلی رطوبات کو اپنے ہمراہ جسم سے خارج کرتا رہتا ہے۔ جسم میں اس کا یہ فعل از حد مفید ہے۔ معدنی چشموں کے پانی اس کام کے لئے بطور دوا اسی اصول کے مطابق فی زمانہ بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ علاوہ احشائے اندرونی کے تمام خارج کنندہ اعضا مثل گردہ، مثانہ، نائیزہ کو پانی خوب دھو کر پاک وصاف کرتا رہتا ہے۔ پس امراض گردہ مرض نقرس اور شدید تپوں (بخاروں) میں پانی کا بکثرت پینا از حد مفید ہے۔ اور جناب حکیم جالینوس نے حمیات میں مریض کو پانی دینا جائز

قرار دیا ہے۔

خواص

- پانی بے ذائقہ بے بو اور بے رنگ سیال ہے۔ زیادہ گہرائی میں دیکھنے سے یہ نیلگوں نظر آتا ہے۔
- یہ صفر درجہ پر جم جاتا ہے اور 100 درجہ سینٹی گریڈ پر جوش کھانے لگتا ہے۔
- پانی کی تین حالتیں (الف) ٹھوس یعنی برف (ب) سیال یعنی پانی (ج) اور گیس یعنی بھاپ ہیں۔
- پانی سب سے بڑا محلل ہے، اس لئے اسے محلل کل بھی کہتے ہیں۔

فوائد

- انسان کے جسم میں ستر فی صدی پانی ہوتا ہے، ہر روز ایک بالغ فرد کے بدن سے بول و براز، پسینہ اور سانس کے ذریعہ تقریباً تین سیر پانی خارج ہوتا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے پانی کا استعمال ناگزیر ہے۔
- جسم انسانی کے تمام کیمیائی اعمال کے لئے پانی ضروری ہے۔
- غذا کے جزو بدن بننے کے لئے اس کا تحلیل ہونا ضروری ہے۔ پانی غذا تحلیل کرتا ہے۔
- فضلات کا بدن سے اخراج کرتا ہے۔
- بدن کا درجہ حرارت یکساں رکھتا ہے۔ خون میں پانی کی مقدار تقریباً 80 فیصدی ہے۔
- کھانے، غسل اور صفائی وغیرہ میں کام آتا ہے۔

ذرائع

پانی حاصل کرنے کے ذرائع مندرجہ ذیل ہیں:

سمندر: سمندر کا پانی سب سے زیادہ کثیف اور غیر خالص ہوتا ہے۔ دریا اپنی تمام کثافتیں بہا کر سمندر میں لے جاتے ہیں۔ عمل تبخیر کے ذریعے سمندر سے خالص پانی کا اخراج ہوتا رہتا ہے اور کثافتوں کا تناسب بڑھتا رہتا ہے۔ سمندر کے پانی میں نمک طعام کا تناسب اوسطاً 20.6 فیصدی ہوتا ہے اور اس کے علاوہ پوٹاشیم کیلشیم اور میگنیشیم کے اجزاء بھی معتدبہ ہوتے ہیں۔ سمندر کے پانی سے نمک حاصل کیا جاتا ہے۔ کثافتوں کی وجہ سے سمندری پانی پیا نہیں جاسکتا اور اسے پینے سے پہلے کشید کرنا پڑتا ہے۔

بارش: یہ سمندر کے پانی کی تبخیر کا نتیجہ ہے۔ اس لئے اسے بھی کشید کردہ پانی کی طرح صاف ہونا چاہئے۔ لیکن جب بارش کا پانی ہوا میں سے گزرتا ہے تو ہوا سے کئی اشیاء اس میں حل ہوجاتی ہیں مثلاً تیزاب، شورہ، امونیا، آکسیجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ، مرکبات گندھک، گردوغبار اور جراثیم وغیرہ۔ البتہ جب کچھ دیر تک بارش ہوچکے تو یہ پانی کافی حد تک صاف ہوتا ہے۔ بارش کے پانی میں معدنیات شامل نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ خوش ذائقہ اور ہاضم نہیں ہوتا۔

دریا: دریا کا پانی بارش، پہاڑوں کی برف، جھیلوں، چشموں اور ندی نالوں کے پانی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ان سب کی کثافتوں کے علاوہ جس راستے سے بہتا ہے، اس کی غلاظتیں اور کثافتیں بھی اس میں شامل ہوجاتی ہیں۔ یہ بعض قدرتی ذرائع سے صاف بھی ہوتا رہتا ہے: (۱) پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے کثافتوں کا تناسب کم ہوجاتا ہے۔ (۲) ہوا کی آکسیجن پانی میں مل کر بہت سی کثافتیں دور کردیتی ہے۔ (۳) بعض معلق کثافتیں تہ میں بیٹھ جاتی ہیں۔ (۴) دھوپ سے بھی کثافتیں دور ہوتی ہیں۔ (۵) مچھلیاں، آبی حیوانات ونباتات بہت سی کثافتیں ختم کردیتے ہیں۔

بالعموم دریا کا پانی پینے کے قابل نہیں ہوتا اور اسے پینے سے پہلے اُبال لینا چاہئے۔

❁ **ندی و نهر:** ان کا پانی دریا سے کہیں زیادہ کثیف اور پینے کے قابل نہیں ہوتا۔

❁ **جھیلیں:** جھیلوں میں بارش اور ندی وغیرہ کا پانی ہوتا ہے۔عموماً یہ صاف اور پینے کے قابل ہوتا ہے۔گاہے وادیوں یا نشیب میں بند باندھ کر مصنوعی جھیل بنائی جاتی ہے۔

❁ **تالاب:** نہانے دھونے اور مویشیوں کے پانی پلانے کی وجہ سے تالاب کا پانی کثیف اور نا قابل استعمال ہو جاتا ہے۔ جہاں آب رسانی کا دارومدار تالاب پر ہو، وہاں ان اُمور کی مخالفت کر دینی چاہئے۔

❁ **جوهڑ:** اس کا پانی کثیف اور نا قابل استعمال ہوتا ہے۔

❁ **چشمے:** بارش کے پانی کا اوسطاً تہائی حصہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے۔ یہ جس زمین میں جذب ہوتا ہے، اس کی بہت سی اشیاء بھی اس میں جذب ہو جاتی ہیں۔اگر یہ کسی ایسے غیر نفوذ پذیر طبقہ میں جمع ہو جائے، جس کی بالائی سطح مسامدار ہو تو پانی چشمے کی صورت میں پھوٹ پڑتا ہے۔ عموماً یہ پانی عمدہ اور پینے کے قابل ہوتا ہے۔اگر اس میں چونا وغیرہ معدنیات ہوں تو اسے ابال کر پینا چاہئے۔

❁ **کنویں:** کنواں مصنوعی چشمہ ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں۔

(**الف**) **اوتھلا یا سطحی کنواں:** ایسے کنویں زمین کی پہلی غیر نفوذ تہہ تک کھودے جاتے ہیں۔ان میں قریب کی بیرونی سطح سے جذب ہو کر پانی آتا رہتا ہے۔کنوؤں کے قریب آبادی اور گندی نالیاں ہوتی ہیں، اس لئے ان کا پانی رس رس کر کنویں میں آتا رہتا ہے اور اس کے پانی کو غلیظ بنا دیتا ہے۔

(**ب**) **گھرا یا عمیق کنواں:** یہ زمین کی دوسری غیر نفوذ پذیر تہہ تک کھودے جاتے ہیں۔ان میں پانی چھن کر آتا ہے اور نامیاتی کثافتوں سے صاف ہوتا ہے۔لیکن یہ معدنی اجزاء کی شمولیت سے بھاری ہو جاتا ہے۔

(ج) **معیاری کنواں:** اسے گھاؤ اور نشیب، دلدل یا قبرستان سے دور ہونا چاہئے۔اس کی دیواروں پر سیمنٹ کا پلستر اور منڈیر زمین سے دو تین فٹ اونچی ہونی چاہئے۔چار پانچ فٹ تک چاروں طرف زمین ڈھلوان اور پختہ ہو۔پانی بہنے کے لئے ایک پختہ نالی ہو۔کنویں کا منہ بند ہو اور اس میں صرف پانی نکالنے کا راستہ ہو جو پانی نکالنے کے بعد بند کر دیا جائے۔کنویں سے دوسو فٹ تک بیت الخلاء، غلاظت کا ڈھیر یا گڑھا نہ ہو۔کنویں سے پچاس گز کے فاصلے تک نہانے دھونے اور مویشیوں کو پانی نہ پلانے دیا جائے۔کنویں سے پانی نکالنے کے لئے لوہے کا ڈول اور زنجیر استعمال کی جائے۔سال میں ایک دفعہ کنویں کو صاف کیا جائے۔

❁ **نل کا پانی:** شہروں میں نلوں کے ذریعے پانی پہنچایا جاتا ہے۔ یہ پانی دریا جھیل یا گہرے کنوؤں سے حاصل کیا جاتا ہے۔تقسیم سے قبل اس پانی میں دوا شامل کر کے بھیجا جاتا تھا۔نل کا پانی صاف اور پینے کے لئے عمدہ ہوتا ہے، لیکن اگر نل زنگ آلود اور شکستہ ہو جائیں تو یہ پانی غلیظ اور مضر صحت ہو جاتا ہے۔

پانی کی کثافتیں

یہ کثافتیں دو قسم کی ہوتی ہیں: (۱) محلول (۲) معلق۔

(۱) **محلول کثافتیں:** ان میں معدنیات اور گیسیں شامل ہیں۔ یہ کم مقدار میں مضر نہیں، لیکن زیادہ ہوں تو پانی ضرر رساں ہوتا ہے۔

(۲) **معلق کثافتیں:** ان میں نباتاتی اور حیوانی کثافتیں، ریت وغیرہ کے ذرات کیڑوں کے تخم اور جراثیم شامل ہیں۔

ہلکا اور بھاری پانی: پانی دو قسم کا ہوتا ہے:(۱) ہلکا پانی (۲) بھاری پانی۔

(۱) **ہلکا پانی**: عام پانی ہے جس میں صابن اچھی طرح جھاگ دیتا ہے۔

(۲) **بھاری پانی**: اس پانی میں چونے اور میگنیشیم کے نمکیات حل ہوتے ہیں۔ جب اس پانی میں صابن ملایا جائے تو یہ نمکیات صابن سے مل کر ناقابل حل مادہ بنا دیتے ہیں، اور جھاگ کی بجائے پھٹکیاں سی بن جاتی ہیں۔ یہ پانی دھونے یا پکانے کے قابل نہیں ہوتا اور اس میں غذا نہیں گلتی۔ لیکن اسے پینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

بھاری پانی کی اقسام: اس کی دو قسمیں ہیں:(۱) عارضی بھاری پانی (۲) مستقل بھاری پانی۔

(۱) **عارضی بھاری پانی**: عارضی میں چونے اور میگنیشیم کے بائی کاربونیٹس شامل ہوتے ہیں، اس پانی کو جوش دینے سے یہ محلول مرکبات کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور پانی چھاننے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

(۲) **مستقل بھاری پانی**: مستقل بھاری پانی میں چونے اور میگنیشیم کے نمکیات حل ہوتے ہیں، جوش دینے سے ان میں فرق نہیں پڑتا۔ البتہ کپڑے دھونے کا سوڈا شامل کرنے سے یہ جاتے رہتے ہیں۔

معدنی پانی

اگر پانی میں معدنی محلول کی مقدار زیادہ ہو تو اسے معدنی پانی کہتے ہیں۔ بالعموم اسے ان معدنیات سے منسوب کیا جاتا ہے جو اس میں نمایاں ہوں۔ مثلاً اگر گندھک یا اس کے مرکبات زیادہ ہوں تو اسے گندھک کا پانی کہتے ہیں۔ اس کے چشمے کراچی، میانوالی، جہلم، ہزارہ، نتھیا گلی شمالی علاقہ جات وغیرہ میں ہیں۔ ان کا پانی خارش اور دیگر جلدی امراض میں مفید ہوتا ہے۔ جن چشموں کے پانی میں لوہے کے نمکیات حل ہوں، اسے آہنی پانی کہا جاتا ہے۔ اگر پانی میں کڑوے نمکیات، اپسم سالٹ (میگنیشیم سلفیٹ) محلول ہوں تو اسے کڑوا پانی کہا جاتا ہے۔ یہ پانی مسہل ہوتا ہے اور گٹھیا وغیرہ کے لئے سودمند ہوتا ہے۔

ناقص پانی کے امراض

کڑوا پانی پینے سے اسہال آتے ہیں۔ ایسا میگنیشیم کے نمکیات سے ہو جاتا ہے۔ پانی طفیلی اجسام اور ان کے تخم ہوں تو بدہضمی اور درد اپھارہ ہو جاتا ہے۔ ہیضہ پیچش وغیرہ کے جراثیم پانی میں ہوں تو یہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

پینے کا پانی

- پینے کا پانی صاف، بے بو اور بے رنگ ہونا چاہئے۔
- معلق یا محلول کثافتوں سے پاک ہو، البتہ معدنی نمکیات کم مقدار میں نہ صرف بے ضرر بلکہ مفید ہوتے ہیں۔
- اس میں امراض کے جراثیم نہ ہوں۔

پانی کی صفائی

پانی سے کثافتیں دور کرنے اور اسے صاف کرنے کے طریقے تین قسم کے ہیں۔

- **طبعی طریقہ (فزیکل میتھڈز)**: اس کے بھی دو طریق ہیں:(الف) عمل کشید (ب) جوش دینا۔

(**الف**) **عمل کشید (ڈسٹیلیشن)**: اس طریق میں پانی کو بخارات بنا کر عرق کی طرح کشید کر لیا جاتا ہے۔ اس سے پانی کی کثافتیں دور ہو

جاتی ہیں اور وہ صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ طریق بہت گراں ہے۔ بحری جہازوں میں اس طرح سمندر کے پانی کو قابل استعمال بنایا جاتا ہے۔

(ب) جوش دینا: پانی اُبالنے سے اس کی تمام نباتی وحیوانی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں۔ امراض کے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ چونے اور میگنیشیم کے نمکیات تہہ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ مضر گیسیں نکل جاتی ہیں۔ کشید کرنے یا اُبالنے سے پانی کی ہوا خارج ہو جاتی ہے اور یہ خوش ذائقہ نہیں رہتا۔ یہ نقص دور کرنے کے لئے پانی کو چند بار کسی قدر فاصلے سے اُلٹ پلٹ کر لینا چاہئے۔ اس طرح پانی میں ہوا حل ہو جاتی ہے اور یہ خوش ذائقہ ہو جاتا ہے۔

✿ **کیمیائی طریق:** اس کے دو طریقے ہیں: (الف) رسوب کرنا (ب) جراثیم کش ادویات۔

(الف) رسوب کرنا: پانی میں بعض کیمیائی اشیاء پھٹکڑی اور چونا شامل کرنے سے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں اور پانی کے محلول مادے اور نامیاتی کثافتیں بیٹھ جاتی ہین۔ ایک گیلن پانی میں تقریباً ایک رتی پھٹکڑی ملائی جاتی ہے۔

(ب) جراثیم کش ادویات: پانی میں جراثیم کش ادویات شامل کرنے سے پانی صاف ہو جاتا ہے۔ اس غرض کے لئے عموماً بلیچنگ پاؤڈر اور پوٹاشیم پرمینگنیٹ استعمال کیا جاتا ہے۔

بلیچنگ پاؤڈر: چائے کا آدھا چمچہ دس چھٹانک پانی بلیچنگ پاؤڈر میں حل کریں۔ اس محلول میں سے ایک چائے کا چمچہ دس گیلن پانی صاف کر سکتا ہے۔

پوٹاشیم پرمینگنیٹ: کنوؤں اور تالابوں کا پانی صاف کرنے کے لئے (لال دوا) بہت مفید ہے۔ اسے اتنی مقدار میں ملانا چاہئے کہ پانی کا رنگ گہرا ارغوانی ہو جائے۔ کنوئیں کے حجم کے اعتبار سے ایک چھٹانک سے چار چھٹانک تک پوٹاشیم پرمینگنیٹ اس میں ڈالیں۔ اگر اسے رات کو کنوئیں میں ڈالا جائے تو صبح تک پانی قابل استعمال ہو جاتا ہے۔

✿ **آلاتی طریق - عمل تقطیر یعنی پانی چھاننا:** اس طریق میں پانی کو مخصوص آلات کے ذریعے صاف کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے صرف نامیاتی کثافتیں دور ہوتی ہیں، اس لئے یہ قابل استعمال نہیں ہوتا۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے پانی میں بلیچنگ پاؤڈر ملایا جائے۔ پھر مقطر کیا جائے۔ عمل تقطیر کے دو طریقے ہیں۔

(الف) حوض: شہروں میں پانی صاف کرنے کے لئے خاص حوض بنائے جاتے ہیں۔ ان حوضوں میں دریا یا کنوئیں کا پانی چوبیس سے اڑتالیس گھنٹے تک رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے پانی کی تمام کثافتیں تہہ نشین ہو جاتی ہیں۔ یہ پانی نلوں کے ذریعے دوسرے حوضوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔

(ب) آلات تقطیر: ''فلٹر'' خانگی ضرورت کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان میں پاسچر چیمبرلین فلٹر عمدہ ترین ہوتا ہے۔

(ج) تین گھڑوں کا فلٹر: تین مٹی کے گھڑے اوپر نیچے رکھ کر پانی مقطر کرنے کا پرانا طریقہ مضر ہوتا ہے۔

غذائے انسانی

وبائی امراض کی تقسیم

چونکہ وبائیں قانون فطرت کے مطابق اور منظم طریق پر آتی ہیں، اس لئے ان سے پیدا ہونے والی بیماریاں بھی اپنے اندر ایک خاص اصول اور ضبط رکھتی ہیں۔ جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں تحریر کر چکے ہیں کہ مقامی فضا یا آب وہوا (پانی وہوا کا قوام) میں کمی بیشی وتغیر وتبدل اور فساد وخرابی ہی سے وباؤں کا ظہور ہوتا ہے۔ اور ان سے پیدا ہونے والی بیماریاں بھی اسی نظم وضبط کے ساتھ نمودار ہوتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ مقامی فضاء اور آب وہوا میں کمی بیشی وتغیر وتبدل اور فساد وخرابی میں کچھ ہوا کا اثر ہوتا ہے اور پانی میں زیادتی اور کبھی حرارت کی افراط ہوتی ہے۔ اس لئے وبائی امراض بھی انہی کی مناسبت سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ فضاء اور آب وہوا میں حرارت کے افراط کے ساتھ امراض ہوا کی خرابی کے پیدا ہوں یا ہوا کے اثرات میں تیزی ہو اور امراض پانی کے نمودار ہو جائیں۔ اسی طرح اگر فساد پانی میں پیدا ہو اور امراض حرارت کے ظاہر ہو جائیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ نظم وضبط ہر جگہ اور ہر صورت میں قائم رہے گا۔ بعض اہل فن اور صاحب علم یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ جب فضاء اور آب وہوا میں تعفن اور فساد پیدا ہو جائے، خصوصاً جراثیمی زہروں کی صورت میں تو یہ نظم وضبط قائم نہ رہ سکے۔ نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہاں بھی یہی نظم وضبط قائم رہے گا۔ کیونکہ قانون فطرت ہر جگہ ایک ہی صورت میں کام کرتا ہے۔ اس میں ذرا بھر تبدیلی نہ ہوگی۔ جو خرابی حرارت میں پیدا ہوگی، اس میں حرارت کا اثر غالب رہے گا۔ البتہ حرارت میں تعفن اور فساد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو فساد پانی میں پیدا ہوگا، بالکل اسی کی مناسبت سے اس میں زہر یا جراثیمی اثرات ظاہر ہوں گے۔ اسی طرح جو تعفن ہوا میں نمودار ہوگا، بالکل اسی مناسبت سے زہر یا جراثیمی مادے اپنا اثر کریں گے۔ اس کی مثال بالکل ایٹم بم کی ہے۔ جس قسم کا ایٹم (ابتدائی کائناتی عنصر) پھٹے گا، اسی قسم کے اثرات فضاء اور آب وہوا میں پیدا کر دے گا۔ اگرچہ تباہی کرنے میں سارے برابر ہوں گے، مگر ہائیڈروجن بم (پانی کے ابتدائی عناصر) کے پھٹنے سے جو اثرات ظاہر ہوں گے وہ دیگر اقسام کے ایٹم بم کے پھٹنے سے ظاہر نہیں ہوں گے۔ اس لئے جب اس ایٹم زدہ فضا یا آب وہوا اور ذی حیات کا مداوا کیا جائے گا تو لازمی امر ہے کہ ایٹم کے ابتدائی عنصر کو ضرور سامنے رکھا جائے گا۔ ورنہ مداوا بالکل ناممکن ہو جائے گا۔ یہاں پر یہ نکتہ بھی ذہن نشین رکھ لیں کہ ایٹم کی تباہی سے جو ہلاکت خیزی پیدا ہوتی ہے وہ جراثیمی نہیں ہوتی۔ اگرچہ بعد میں سوزش سے جراثیمی زہر قبول کر لے، مگر ابتداً ان سے جو ہلاکت پیدا ہوتی ہے وہ جسم وروح بلکہ زندگی کو جلا دینے تک محدود ہوتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر تباہی وہلاکت صرف جراثیم تک محدود نہیں ہے، بلکہ مقامی اور آب وہوا کے مزاج کے بگڑ جانے سے بھی زندگی اور ذی حیات ختم ہو جاتی ہیں۔ بلکہ موالید ثلاثہ تک جل بھن کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی اور حیات بلکہ غیر ذی حیات بھی جن کا مدار ہوا پانی پر ہے، اس کے بغیر کیسے قائم رہ سکتی ہے۔ صرف جراثیم تک وبائی امراض کو محدود کر لینا فرنگی طب کی غلط فہمی اور کوتاہ نظری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ایٹم کی تباہی میں ہر قسم کے نباتی وحیوانی زندگی ختم ہوتی ہے، بلکہ جمادات بھی جل جاتے ہیں، تو جراثیم کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔

آگ، ہوا اور پانی کے اثرات

یہ تو مسلمہ حقیقت ہے کہ آگ، ہوا اور پانی کے جسم انسانی پر اثرات ہوتے ہیں۔ کبھی معمولی اور کبھی شدت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے اثرات انسان کے مفرد اعضاء پر کیا ہوتے ہیں، اور کس قسم کے ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق فی الحال فرنگی سائنس بے خبر اور ناواقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ وبائی امراض کی حقیقت کا صحیح اور یقینی علم نہیں رکھتی اور اندھیرے میں عطایانہ تیر چلاتی ہے۔

یہ تو یقینی امر ہے کہ آگ، ہوا، پانی کے اثرات جسم انسانی پر ایک ہی جیسے نہیں ہوتے۔ آگ کا اثر جدا ہے اور ہوا، پانی کے اثرات الگ اور علیحدہ ہیں۔ لازمی صورت ہے کہ یہ اثرات جسم انسان کے مختلف اعضاء خصوصاً اس کے مفرد اعضاء پر جدا جدا قسم کے ہوتے ہیں اور الگ الگ علامات ظاہر کرتے ہیں۔ جب تک ہم آگ، ہوا، پانی کے اثرات کو ان کے جدا جدا مفرد اعضاء پر علیحدہ علیحدہ نہ سمجھ لیں، ہم آگ، ہوا اور پانی کے غیر معمولی اثرات سے پیدا ہونے والے امراض کو کبھی پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ ان کا پورے طور پر ذہن نشین کرنا وبائی امراض کی حقیقت کو پا لینا ہے۔

مفرد اعضاء کی تقسیم

انسان کی پیدائش ایک کیسہ (سیل) سے ہے۔ جو ایک حیوانی ذرّہ کہلاتا ہے۔جسم کی تقسیم در تقسیم سے اپنی بافت اور ساخت (ٹشوز) سے انسان کا مکمل جسم تیار کرتے ہیں۔ یہ کیسے (سیلز) ان کی ساخت و بافت (ٹشوز) چار قسم کے ہوتے ہیں: (۱) عصبی بافت (نروز ٹشوز)۔ (۲) عضلاتی بافت (مسکولر ٹشوز)۔ (۳) قشری بافت (اپی تھل ٹشوز)۔ (۴) الحاقی بافت (کنکٹو ٹشوز)۔

عصبی بافت سے تمام جسم کے اعصاب تیار ہوتے ہیں، جن کا مرکز دماغ ہے۔عضلاتی بافت سے تمام جسم کا گوشت اور مچھلیاں تیار ہوتے ہیں، جن کا مرکز دل ہے۔قشری بافت سے تمام جسم کے اندرونی اور بیرونی پوست و جسد اور غدد بنتے ہیں، جن کا مرکز جگر ہے اور الحاقی بافت سے تمام جسم کی ہڈیاں ور باط اور تار تیار ہوتے ہیں اور تمام جسم کا بھراؤ بھی اسی الحاقی بافت سے ہوتا ہے۔ بلکہ خون میں بھی اس کا اثر غالب ہے۔گویا الحاقی بافت بنیاد کا کام کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ خون کے علاوہ اعضاء دو قسم کے ہیں۔اوّل بنیادی اعضاء جن میں ہڈی، رباط، اوتار اور جسم کا بھراؤ شامل ہیں۔دوسرے حیاتی اعضاء جن میں اعصاب وعضلات اور غدد شریک ہیں۔ جن کے مراکز علی الترتیب دماغ و دل اور جگر ہیں۔انہیں سے انسانی زندگی قائم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ دل و دماغ اور جگر تینوں اپنی بناوٹ شکل اور افعال کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔اس سے ان کی اغذیہ بھی مختلف ہیں اور ان پر مختلف اقسام کے اثرات ہوتے ہیں۔جن کا جدا جدا جاننا ہی ان کو صحیح طریق پر ذہن نشین کرنا ہے۔

مفرد اعضاء پر آگ، پانی، ہوا کے اثرات

چونکہ مفرد اعضاء اپنی بناوٹ و شکل اور افعال کے لحاظ سے بالکل جدا جدا ہیں اور آگ، ہوا، پانی بھی اپنے اثرات میں بالکل الگ الگ ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ کائنات صغیر (زندگی) کا تعلق کائنات سے کیا ہے۔دوسرے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نفس کا آفاق سے کیا تعلق ہے۔تاکہ زندگی اور کائنات کو سمجھ لینے کے بعد ہم ان کے اچھے و برے اثرات کو ایک دوسرے سے پوری طرح جان سکیں۔

جاننا چاہئے کہ جسم انسان میں جب پانی اپنا اثر کرتا ہے تو رطوبت اور بلغم کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور حرارت کم ہو جاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ جب اعصاب میں تحریک پیدا ہوتی ہے تو بھی جسم انسان میں بلغم اور رطوبت کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔طب قدیم میں اعصاب کی غذا بلغم تسلیم کیا گیا ہے۔فرنگی سائنس بھی اعصاب کی غذا کے لئے گلیسرین اور فاسفورس ضروری ہے۔ثابت ہوا کہ پانی کا اثر اعصاب کے فعل میں تیزی پیدا کرنا ہے اور اس کی کمی اس کے فعل میں سستی پیدا کر دیتی ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان میں ہوا کا اثر زیادہ ہو جاتا ہے، تو خون میں جوش اور خشکی بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔ جب عضلات میں تحریک ہوتی ہے تو دل میں انقباض پیدا ہوتا ہے، دل کا فعل تیز ہو جاتا ہے اور حرارت کی پیدائش شروع ہو جاتی ہے۔ طب قدیم عضلات کی غذاء کے لئے خون کو پیدا کرنے والی اشیاء تسلیم کرتی ہے۔اور فرنگی طب میں عضلات کی غذا میں اجزاء لحمیہ اور سرخ ذرّات کو خون تسلیم کیا گیا ہے۔ان سب میں ہوا کے اجزاء زیادہ ہیں۔جسم میں ہوا کی مقدار کو بڑھا دیتے ہیں۔ان حقائق سے ثابت ہوا کہ ہوا کا اثر عضلات پر زیادہ ہے اور وہ عضلات کے فعل کو تیز کر دیتی ہے اور اس کی کمی عضلات اور دل کے فعل میں سستی پیدا کر دیتی ہے۔

پانی اور ہوا کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ جسم انسان میں جب حرارت کے اثرات زیادہ ہو جاتے ہیں تو رطوبت اور خشکی کی بجائے حرارت کی زیادتی اور صفراء کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔یہی صورت اس وقت بھی سامنے آتی ہے جب جگر (غدد) کے فعل کو تیز کر دیا جاتا ہے۔طب قدیم نے جگر کی غذا صفراء تسلیم کیا ہے اور فرنگی طب بھی جگر کی غذا میں گندھک کی ضرورت کو نمایاں تسلیم کرتی ہے۔ان حقائق سے ثابت ہوا کہ جگر (غدد) پر

حرارت اور گرمی کا زیادہ اثر ہوتا ہے اور وہ اس کے فعل میں تیزی پیدا کر دیتی ہے اور جب اس میں کمی واقع ہوتی ہے، جگر کا فعل سست ہو جاتا ہے۔

وبائی امراض کا مفرد اعضاء سے تعلق

طب قدیم دِل و دماغ اور جگر کو اعضاءِ رئیسہ تسلیم کرتی ہے اور فرنگی طب اعصاب و عضلات اور غدد کے بنیادی اعضاء ٹشوز (بافتیں) کو حیاتی آرگن مانتی ہے اور انہی پر زندگی اور حیات رواں دواں ہے۔ انہی کے صحیح حالت میں رہنے سے صحت قائم رہتی ہے اور انہی کے افعال میں خرابی پیدا ہونے سے امراض نمودار ہو جاتے ہیں اور ان میں سے اگر کسی ایک کا فعل بالکل باطل ہو جائے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ان پر گرمی و ہوا اور پانی کے جداجدا اثرات ہوتے ہیں اور جب کوئی وباء ظاہر ہوتی ہے تو اس میں بھی کبھی گرمی کی زیادتی ہوتی ہے کبھی ہوا اور پانی کے اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جب بھی کوئی وبا نمودار ہوتی ہے وہ اپنے اثرات کے مطابق نظم اور ضبط کے ساتھ ایک خاص قسم کے امراض پیدا کر دیتی ہے۔ وہ امراض زہریلے ہوں یا غیر زہریلے یہ وبا کی نوعیت پر منحصر ہوتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جب وبا میں پانی کے اثرات زیادہ ہوں تو اعصاب میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے ایسے امراض پیدا ہوتے ہیں جن میں رطوبات و بلغم کی زیادتی اور حرارت میں کمی واقع ہو جائے۔ مثلاً نزلہ زکام، محرقہ دماغی، بلغمی کھانسی، قے، اسہال اور ہیضہ وغیرہ اور جب یہ مزمن صورتیں اختیار کر لیں ان سے طاعون اور آتشک جیسے امراض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

جب وبا میں ہوا کے اندر تیزی پیدا ہو جائے تو سرسام، نمونیا، محرقہ بدنی اور ہارٹ فیلور جیسے امراض ظاہر ہوتے ہیں۔ جب وباء میں گرمی کے اندر تیزی آ جائے تو نزلہ حار، پسلی کا درد (پلورسی) ملیریا اور زرد بخار جیسے امراض نمودار ہو جاتے ہیں۔ یا ایسے امراض پیدا ہوتے ہیں جن کا ان سے تعلق ہوتا ہے۔

یہ ہیں وہ حقائق جو ہماری تحقیق ہے اور طب قدیم کی روشنی میں کی گئی ہے۔ جن کا فرنگی طب کو کوئی علم نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ یہ تحقیقات فرنگی طب میں پہلے ہو چکی ہیں تو ان کو چیلنج کرتے ہیں اور ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ یہ سب تحقیقات مزاج اور اخلاط اور مفرد اعضاء کے تحت کی گئی ہیں۔ اس وقت فرنگی طب مفرد اعضاء کے نظریہ سے واقف نہیں ہے اور وہ مزاج و اخلاط کے حقائق سے انکار کر چکی ہے۔ ہم ان کو اپنی کتاب مبادیاتِ طب میں چیلنج سے ثابت کر چکے ہیں اور ان پر ہر گھڑی بحث کرنے کو تیار ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں تسلیم کرنا پڑے گا کہ فرنگی طب غلط ہے۔

حفاظتِ صحت زمانہ وباء

چونکہ ہوا میں بالذات یا بالغرض اکثر حالات میں فساد پیدا ہو کر وبا پھیلتی ہے، اور اگر دیگر اسباب مذکورہ سے وبا کا ظہور ہوا ہے، تاہم ہوا کا فساد اس کے جوہر کا بگڑ جانا بہت بڑا سبب ہوتا ہے۔ لہٰذا نہایت اہتمام کے ساتھ ہوا کی اصلاح کی جانب اپنی ہمتوں کو مصروف اور ارادوں کو مستحکم کرنا چاہئے اور صفائی و مقام سکونت ونشست و برخاست و حرکت وسکون و غسل وحمام وعوارض نفسانی یعنی غم وغصہ وفکر و سرور وغیرہ میں وبا کے زمانہ میں ایک خاص قسم کی تبدیلی ہونی ضروری ہے۔ چنانچہ ان تبدیلیوں کی تشریح کی جاتی ہے۔

اگر وباء شروع ہو گئی ہے یا شروع ہونے کا احتمال ہے تو فوراً مکانات کو کوڑا کباڑ اور اشیاء متعفنہ وسریع الفساد وغیرہ سے صاف کر کے مکانات کے کمروں اور دالانوں اور شہ نشینوں وغیرہ کو مکانات کے گزرگاہوں کو مجلاّ دہلیز وغیرہ کے در و دیوار کو اور چھت کو شور مٹی وغیرہ سے صاف کر کے قلعی یا صاف مٹی سے لیپنا چاہئے۔

اگر ہوا میں برودت وتری کا غلبہ ہو، مثلاً برسات یا سرما کے فصل میں، تو مکانات کے دروں میں اور کمروں وغیرہ میں اور نیز دہلیز یا گزرگاہوں میں انگیٹھیوں میں آگ روشن کر کے رکھ کر ایک روز گندھک کی تدخین (دھواں دینا) کی جائے اور دوسرے روز عود یا بالچھڑ یا ناگر موتھ یا چھل چھلیرہ کی جس کو اشنہ کہتے ہیں، تبخیر کی جائے۔

گندھک کی تبخیر سے ہوا کے اجزائے ردّی الجوہر معدوم ہو جائیں گے اور آخر الذکر اشیاء کی تبخیر سے ہوا میں نفاست پیدا ہو جائے گی اور تدفین وتدبیر اس طور سے ہونا چاہئے کہ حتی الامکان اشیاء سوختہ کا دھواں کمروں اور دالانوں اور مکان کی دہلیز اور گزرگاہوں کے در و دیوار اور چھت میں اچھی طرح سرایت کرے۔ اس غرض کی تکمیل بایں طور سے ہوگی کہ کمروں کے در و دیوار بند کر دیئے جائیں یا کوئی ایسی تدبیر کی جائے جس کی وجہ سے ایک دم سے دھواں باہر کی جانب خارج نہ ہو جائے۔ اور تبخیر ایک گھنٹہ تک ہو سکے یا دالان یا گزرگاہوں میں ہونا چاہئے۔ اور ہرگاہ کہ تبخیر موقوف کی جائے۔ تو بعد موقوفی کے پندرہ بیس منٹ تک اس مقام پر بلا اشد ضرورت جانا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ بعض مزاج اس تبخیر کے اثر سے مکدر ہو جائیں۔ اور بنظر اصلاح ہوا ایک کمرہ یا ایک مقام پر بہت سے آدمیوں کی نشست وسکونت ہرگز نہ چاہئے۔ اس لئے مجمع انسان وحیوان کا بوجوہ مذکور ہوا کے لئے نہایت ہی بری چیز ہے۔ خصوصاً وبا کے زمانہ میں مجمع مذکور نہایت ہی خطرناک ہو جاتا ہے۔

وبا کے زمانہ میں حرکات وسکون بدنی کی ہدایت

قبل اس کے کہ حرکات وسکون کے قواعد نہایت شرح وبسط کے ساتھ جو تندرستوں کو عمل میں لانا چاہئیں، ہم بیان کر چکے ہیں۔ مگر قواعد مذکور کا عمل میں لانا اسی زمانہ تک محدود ہے کہ جب فساد ہوا یا وبا نہ ہو۔ لیکن جب کہ امراض وبائیہ شروع ہوں، یا ہوائے فاسد کی وجہ سے مختلف امراض کی یورش ہو، تو اس حالت میں حرکت وسکون کے احکام میں ایک تبدیلی عظیم پیدا کرنے کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے۔ المختصر یہ کہ وباء کے زمانہ میں حرکات قویہ اور ریاضت نہایت درجہ مضر ہے، بلکہ سکون وراحت کی نہایت ضرورت ہے۔ اس لئے کہ حرکات اور ریاضت سے مسامات بدن کی فصیحت ہوتی ہے اور متواتر سانس کے ذریعہ سے ہوا بھی زیادہ جسم کے اندر داخل ہوتی ہے اور بدن کے رطوبات بھی تحلیل ہوتے ہیں۔ اور یہ اُمور اجسام انسان میں وبا کے تاثیرات پیدا کرنے کے لئے نہایت قوی اور خوفناک موثرات ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے کثرت بیداری بھی زمانہ وبا میں مضر ہے۔ اس لئے کہ بیداری بوجہ خروج اور ارواح لولی وحرارت کی جانب خارج بدن کی کلیتہً حرکت وریاضت سے متشابہ ہے۔ پس زیادہ جاگنے سے بھی وہی نتائج پیدا ہوں گے جو حرکات قویہ اور ریاضت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اگر ریاضت اور حرکات غیر معمولی کے ترک پر کسی وجہ سے قدرت نہ ہو تو۔

حفاظت صحت زمانہ وباء

اس میں قلت اور کمی تو ضرور ہی ہونی چاہئے۔ بجز اس کے کہ کوئی اور اسباب ایسے پیدا ہو جائیں کہ جن کی وجہ سے حرکات قویہ اور ریاضت کی ضرورت ہو۔

امتناع حرکت سے یہ بات لازم نہیں آتی ہے کہ معمول کاروبار کے لئے بھی حرکات ممنوع ہو جائیں۔

وبا کے زمانہ میں عوام کو علاوہ نماز پنجگانہ اکثر اوقات نماز نوافل پڑھنا نہایت ہی فائدہ مند ہوگا۔ اس لئے کہ نماز نوافل سے مسرت روحانی بھی یقیناً حاصل ہوتی ہے اور حرکات معتدلہ کا بھی فائدہ پہنچتا رہے گا۔

زمانہ وبا میں مسہل وقے وفصد وجماع سے نہایت ہی پرہیز چاہئے۔ اس لئے کہ یہ چیزیں بدن میں حرکات قویہ پیدا کرتی ہیں اور ان

سے ارواح ورطوبات بدن کا اخراج بھی ہوتا ہے۔لہٰذا زمانہ وباء میں امور مذکورہ کا ارتکاب نہایت ہی پرخطر معاملہ ہے۔

وباء کے زمانہ میں سکون وحرکات روحانی

قبل اس کے ہم روحی علاج کی بحث میں بدلائل ثابت کر چکے ہیں کہ بدن کی تاثیرات نفس (روح) پر اور نفس کی تاثیرات بدن پر فوری طور سے واقع ہونا یقینی ہیں۔اسی بنا پر ہم کو یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ وباء کی حالت میں غم وغصہ والم وخوف وفکر وغیرہ عوارض نفسانیہ کا عارض ہونا ایک خطرناک معاملہ ہے جو حرکات نفسانی کی تفاصیل کی بحث کرنے سے عمدہ طور پر ثابت ہو جائے گا۔البتہ حرکات نفسانی سے مسرت اور ابتہاج (خوشی) ایک ایسی کیفیت نفسانی ہے کہ جس کے حصول کی اکثر حالات وامراض خصوصاً وباء کے زمانہ میں ضرورت ہوتی ہے۔لہٰذا ایام وباء میں غم و غصہ وفکر وخوف اور وہم سے جس طرح سے ممکن ہو، آزاد رہنا چاہئے۔اگرچہ امور مذکورہ کا عارض ہونا امور اختیاریہ سے نہیں ہے، مگر تاہم تدبیرات سے اور عقل کی جانب رجوع کرنے سے ان میں کمی آ جانا بالکل زائل ہو جانا ممکن ہے۔

وباء کے زمانہ میں اکثر آدمیوں کی طبائع پر تو غم وخوف وہراس غالب ہوتا ہے۔اس کے لئے بہترین تدبیر یہ ہے کہ امور مصرعہ صدر یعنی مراتب حفظ صحت کی پابندیاں کر کے اپنے آپ کو بالآخر فانی اور فتنی شمار کر کے اپنے قلب کو حقد (کینہ) وحسد وبغض ونفسانیت وقساوت قلبی (سنگدلی) وغیرہ ملکات رویہ سے باز رکھے۔اور اکثر ان کتابوں کا مطالعہ کرتا رہے کہ جن میں سلف صالحین اور انبیاء اولیاء کا ذکر خیر ہو۔

نزلہ زکام وبائی

ماہیت

نزلہ زکام وبائی بالکل عام نزلہ زکام کی طرح ایک صورت ہے۔اس سے کوئی جدا اور الگ حیثیت نہیں رکھتا۔جیسا کہ ہم اپنی کتاب ''تحقیقات نزلہ زکام'' اور ''بے خطا یقینی علاج'' میں لکھ چکے ہیں۔

فرق

وبائی اور غیر وبائی نزلہ زکام میں حسب ذیل فرق ہے:

1. حملہ شدید اور علامات میں تیزی بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔یعنی فوراً ہی اس کی تیزی کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں اور علامات فوراً بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں۔جسم اور روح دونوں کمزور ہوتی معلوم ہوتی ہیں۔دل ودماغ میں خوف وہراس اور لرزہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔زندگی کے خطرے کا احساس شدید ہو جاتا ہے۔
2. حملہ عالمگیر ہوتا ہے، یعنی اس میں ایک فرد یا چند افراد گرفتار نہیں ہوتے بلکہ اکثر افراد بیک وقت اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔اکثر کوئی گھر خالی نہیں ہوتا، بلکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ اس کا اثر محسوس کرتا ہے۔انتہا یہ ہے کہ ہر تندرست انسان میں بھی اس کا خوف پایا جاتا ہے۔یہی اس کی وبائی صورت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔
3. نتیجہ خطرناک نظر آتا ہے۔عام طور پر اس کا نتیجہ خطرناک ہوتا ہے۔خاص طور پر اس وقت جبکہ ابتداءً اس کے حملہ کے بعد علاج کی طرف فوراً رجوع نہ کیا جائے۔اموات بکثرت ہوتی ہیں۔

موسمی نزلہ اور وبائی نزلہ کا فرق

موسمی نزلہ میں بھی عمومی صورت پائی جاتی ہے، مگر اس میں شدت اور علامات میں تیزی نہیں ہوتی۔ وہ عالمگیر صورت اختیار نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا نتیجہ اس قدر خطرناک ہوتا ہے۔ وبائی نزلہ کو بالکل اس طرح خیال کریں کہ جیسے ہائیڈروجن بم چلا دیا گیا ہو اور اس سے فضاء اور آب و ہوا جل گئی ہو۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

اس امر کو ذہن سے نکال دیں کہ نزلہ زکام وبائی ایک انسان سے دوسرے انسان میں اثر انداز ہوتا ہے، بلکہ فضاء اور آب و ہوا میں اس قدر فساد تعفن ہوتا ہے جس میں سانس لینے سے افراد اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جس کی مثال ہائیڈروجن بم سے دی گئی ہے۔ ہائیڈروجن کے معنی پانی کے ہیں۔ نزلہ زکام وبائی میں پانی کے اندر شدید فساد پیدا ہو کر اس میں ہلاکت کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ البتہ غیر وبائی نزلہ زکام کے تنفس اور دیگر مواد کا اثر دوسرے پر ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ نزلہ زکام بھی تعفن اور زہریلے مواد کا حامل ہو۔ نزلہ زکام وبائی کے مریض کے تنفس کے اثرات کی نسبت معتدل ہوتے ہیں، کیونکہ طبیعت مدبرہ بدن نے اس مواد کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے ایسے مریضوں کے علاج اور تیمارداری سے گریز نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ایک حد تک وہ تنفس مفید ثابت ہوتا ہے اور جسم میں قوت مدافعت پیدا کرتا ہے اور فضائی زہریلے اثرات کو ضائع کرتا ہے۔ ایک طرف فرنگی طب میں نرسنگ (تیمارداری) کی ٹریننگ (تربیت) دی جاتی ہے اور دوسری طرف عوام کو جراثیم سے ڈرایا جاتا ہے۔ کیا ہسپتالوں میں نرسیں روزانہ جراثیم کا شکار ہو کر مرتی ہیں یا کوئی ایسا واقعہ کبھی پیدا ہوا ہو کہ وبا کے ایام میں مریضوں کے ساتھ ساتھ نرسیں بھی مرنا شروع ہو گئی ہوں۔ تاریخ اس کی کوئی شہادت پیش نہیں کر سکتی۔ اس لئے مریضوں کی تیمارداری سے خوف زدہ ہو کر بھاگنا نہیں چاہئے، بلکہ اس سے دِل کی کمزوری پیدا ہوتی ہے جو خود موت کا باعث ہے۔

وبائی نزلہ زکام کے حملہ کی وسعت

وبائی صورت میں اکثر پہلے زکام ہوتا ہے، پھر فوراً نزلہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد جلدی ہی گلا، حنجرہ، مری سے گزر کر پھیپھڑوں اور معدہ تک کو اپنے زیر اثر کر لیتا ہے۔ اس کے بعد دِل و دماغ پر قابو پا لیتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ حملہ ہونے کے ساتھ ہی سر سے لے کر مقعد تک غشائے مخاطی (میوکس ممبرین) سوزش ناک، متورم اور سرخ ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات خون بھی آ جاتا ہے۔

نوٹ: اس امر کو یاد رکھیں کہ غشائے مخاطی کی سوزش اپی تھل ٹشوز (قشری بافت) کی سوزش سے نہیں ہوتی بلکہ غشائے مخاطی میں جو عصبی بافتیں (نروز ٹشوز) ہوتی ہیں، ان میں ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں اکثر ورم دماغ اور گردن توڑ بخار کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ جو حقیقت اور اپنی تحقیق پیش کی ہے، فرنگی طب اس علم سے بھی ناواقف ہے۔ یہ تحقیق اس لئے پیش کی ہے کہ تشخیص اور علاج میں غلطی نہ رہ جائے۔ البتہ قشری بافتوں میں تحلیل اور عضلاتی بافتوں میں سکون پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل سے نظریہ مفرد اعضاء کے جاننے والے خوب سمجھتے ہیں۔

اسباب نزلہ زکام وبائی

فضا اور آب و ہوا میں نمی کے اندر تعفن و فساد پیدا ہو جائے، اس میں تغیر و خرابی ظاہر ہو جائے یا اس موسم میں کمی بیشی واقع ہو جائے۔ خاص طور پر شدید بارش اور سردی کے موسم میں یا ان کے فوراً بعد حرارت کی زیادتی ہو جائے، جس سے ابخرات ردیہ کی کثرت ہو جائے جیسا کہ وباؤں کے بیان میں ہم لکھ آئے ہیں۔ چاند کے اثرات زمین پر شدید ہو جائیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سورج اور زمین کے درمیان کوئی

ستارہ یا سیارہ آ جائے اور سورج کی حرارت کو زمین پر آنے میں رکاوٹ کا باعث ہو، وغیرہ۔

فرنگی طب میں اس کا سبب بے سی لائی انفلوئنزہ بیان کیا گیا ہے۔ ہم جراثیم کے اثرات سے انکار نہیں کرتے، مگر اس کو سبب واصلہ تسلیم نہیں کرتے، جیسا کہ ہم اپنی کتاب ''تحقیقات نزلہ زکام'' اور ''بے خطا یقینی علاج'' میں جراثیم کے اثرات کو تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ اول تو ان جراثیم کا ان کو یقینی علم نہیں ہے، کیونکہ یہ جرثومہ نہایت نازک ہے، اس کی شکل اس طرح بیان کی جاتی ہے، ہر ایک جرثومہ علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ گاہے گاہے جوڑا جوڑا اور کبھی کبھی گروپ بھی بنے ہوتے ہیں۔ اس میں تعفن یہ ہے کہ یہ جرثومہ غیر متحرک ہوتا ہے اور اس پر رنگ نہیں چڑھتا یعنی یہ ''گرام نیگیٹو'' ہے۔ علاوہ ان نقائص کے یہ اپنی نزاکت کی وجہ سے فلٹر کی بتی سے آسانی سے گزر سکتا ہے اور اس کی نسل بذریعہ تخم ریزی نہیں بڑھتی۔ اس کو ''بلڈ اگر'' پر اُگا کر ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ لیکن اس جرثومہ کے علاوہ سپٹر پٹوکوکائی اور نیموکوکائی کا فرق سمجھتے ہیں، وہ فرنگی طب کی متضاد علمی تحقیقات سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اور اگر وہ نظر مفرد اعضاء کو سامنے رکھ کر امراض واسباب پر غور کریں گے تو ان کو فرنگی طب کے اَن سائنٹفک (غیر علمی) ہونے کا پورا پورا یقین ہو جائے گا۔

اس امر سے ہم انکار نہیں کرتے کہ تعفن سے جراثیم پیدا نہیں ہوتے یا جراثیم سے تعفن اور زہر پیدا نہیں ہوتا، مگر حیرت تو یہ ہے کہ فرنگی طب سے آج تک اس امر کا فیصلہ نہیں ہو سکا کہ نزلہ زکام وبائی کا سبب دراصل کونسا جرثومہ ہے۔ اگر ان کو یقین ہے اور ان کی تحقیقات صحیح ہیں تو فوراً اس کی صحیح اور اکسیر دوا تیار ہو جانی چاہئے جو اس مرض کی ہر صورت اور ہر درجہ پر یقینی اور بے خطا شفا بخشنے والی ہو۔ اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ نزلہ زکام میں کبھی اعصاب میں سوزش ہوتی ہے اور کبھی غدد اور عضلات میں اور ہر ایک کے سوزش پیدا ہونے کی صورت جدا جدا ہے اور یا مختلف اقسام کے ارباب اپنا الگ الگ اثر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ پھر فرنگی طب نزلہ زکام وبائی کے لئے ایک ہی قسم کے جراثیم کو ہر صورت میں یا دو تین اقسام کو صرف نزلہ زکام وبائی کی ایک صورت پر کیسے اثر انداز ہونا ثابت کر سکتے ہیں۔ یقیناً ان کو ایک صورت اختیار کرنی پڑے گی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ فرنگی طب کی تحقیقات غلط ہیں اور یقیناً وہ ایک غیر علمی (اَن سائنٹفک) طریق علاج ہے۔ جب تک اس کو بدلا نہیں جائے گا، علم علاج مکمل نہیں ہو سکتا۔

علامات

فرنگی طب نے اس کی علامات کے تین درجے مقرر کئے ہیں: (اوّل) ابتدائی علامات (دوسرے) شدید علامات، جس میں مرض کی ابتداء ہوتی ہے۔ (دوم) جس میں مرض پوری شدت میں ہوتا ہے اور مریض کو اپنے قابو میں کئے ہوتا ہے۔ (تیسرے) انتہائی، جس میں مریض کا نتیجہ سامنے آ جاتا ہے یعنی مریض صحت یاب ہوتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔ بعض فرنگی ڈاکٹروں نے اس کے تین درجے اس طرح مقرر کئے ہیں:

تنفسی: جس میں تمام نظام تنفس ناک سے شش تک ماؤف ہو جاتا ہے۔ تنگی تنفس، کھانسی، ناک اور آنکھ سے پانی کا بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ کھانسی کے ساتھ بلغم یا گاڑھا تھوک مائل زرد رنگ سرخی مائل خارج ہوتا ہے اور بلغم میں ایسے مادے کثرت سے خارج ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں ذات الجنب وذات الریہ بھی پائے جاتے ہیں۔

اعصابی: اس میں دردِ سر اور درد کمر شدید سخت کسالت محسوس ہوتی ہے۔ اس میں غشائے دماغ، نخاع، ورم دماغ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

انھضامی: اس میں غثیان، قے، اسہال، درد شکم، قولنج واقع ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ دیگر عوارضات کی صورت میں حرارت، ضعف قلب، ورم گردہ اور ورم اوردہ بھی پایا جاتا ہے۔ بعض فرنگی ڈاکٹروں نے نزلہ زکام وبائی کی پانچ ٹائپس (صورتیں) لکھی ہیں:

❁ **فبرائیل ٹائپ**: اس میں حرارت کی شدت کے ساتھ دیگر علامات پیدا ہوجاتی ہیں۔اس کا حملہ دِل پر ہوتا ہے۔

❁ **رسپائی ریٹری ٹائپ**: اس میں اعضاء تنفس پر حملہ شروع ہوتا ہے۔

❁ **گسٹرر و انٹسٹائینل ٹائپ**: اس کا حملہ اعضاء غذائیہ پر ہوتا ہے۔

❁ **نروس ٹائپ**: اس کا حملہ نظام عصبی پر اثر انداز ہوتا ہے۔

❁ **مے لگننٹ ٹائپ**: شدید اور مہلک،اس میں فوراً انتہائی ضعف قلب پیدا ہوجاتا ہے اور دیگر علامات میں بھی شدت پائی جاتی ہے۔

ہماری تحقیقات

نزلہ زکام وبائی کی تین صورتیں ہیں:اعصابی،غدی اور عضلاتی۔اس کا اوّلین حملہ اعصاب پر ہوتا ہے،چاہے دماغ سے شروع ہو چاہے اعضاء تنفس سے ابتداء کرے،چاہے اعضاء غذائیہ سے اس کی ابتداء ہو۔یہ اوپر نیچے کا فرق مریض کی حرارت کی کمی بیشی کا نتیجہ ہے۔اگر جسم میں حرارت کی بالکل کمی ہے،تو حملہ دماغ سے شروع ہوگا۔اور اگر حرارت کی زیادتی ہوگی تو اوپر سے نیچے کی طرف جائے گا۔بہرصورت نزلہ زکام وبائی کی ابتداء اعصاب سے شروع ہوگی۔جس کی علامات میں نزلہ زکام،سر بوجھل،منہ میں پانی،بلغمی کھانسی،قے واسہال،پیشاب کی زیادتی وغیرہ کسی ایک علامت سے ابتداء ہوگی اور رفتہ رفتہ باقی سامنے آتی جائیں گی۔دوسرا حملہ غدد پر ہوگا۔اس میں جگر و گردہ اور معدہ وامعاء کے غدد مبتلا ہوجائیں گے اور غشائے مخاطی ناک میں سوزش ہوجائے گی۔اس میں گلا اور سینہ خاص طور پر شریک ہوں گے اور یہ اثر بھی حرارت کی مناسبت سے سر سے پیٹ کی طرف جاری رہے گا۔تیسرا حملہ عضلات پر ہوگا،اس میں قلب متاثر ہوگا۔اس صورت میں دردِ جسم،دِل کا گھٹنا،ڈوبنا(یاد رکھیں ضعف قلب اور اختلاج وغیرہ نہیں ہوگا)۔البتہ قلب کوشش کرے گا کہ اس کی رفتار تیز ہوجائے،مگر قلب وعضلات کی طرف رطوبات کی زیادتی ہوگی۔اس لئے وہ پھولتے جائیں گے اور قلب بوجھل ہوتا جائے گا۔اس کی رفتار سست ہوتی چلی جاتی ہے۔اس لئے مریض کے اندر کمزوری کی زیادتی،خوف اور بے اُمیدی بڑھتی چلی جاتی ہے۔جلد ہی مریض بے ہوش اور غنودگی میں گرفتار ہوجاتا ہے۔اکثر ورم دماغ پیدا ہوجاتا ہے۔گردن نہیں اٹھا سکتا۔جیسے گردن ٹوٹ گئی ہو۔اکثر موت سے قبل بخار اُتر جاتا ہے۔کبھی ہوش میں بھی آجاتا ہے مگر ایسی صورت میں زندگی بے حد مشکل ہوجاتی ہے۔البتہ انتہائی صحیح علاج کے بعد مریض بچ سکتا ہے۔

ان علامات پر غور کریں اور دیکھیں فرنگی طب میں کہاں کہاں غلطیاں ہیں اور کیسی شدید اور خوفناک ہیں،اور پھر ان کو دعویٰ ہے کہ ان کی طب سائنٹفک(علمی)ہے۔

علاج

ہر قسم کے علاج میں اس امر کو ضرور مدنظر رکھیں کہ علاج میں صرف دواء پر بھروسہ نہیں کرلینا چاہئے بلکہ ان باتوں کو ذہن نشین رکھیں:

(۱)ماحول(۲)غذا(۳)ادویہ اور وبائی امراض میں تو ان اُمور پر زیادہ توجہ دیں۔کیونکہ وباؤں میں خاص طور پر فضاء وموسم اور آب وہوا ہی اسباب میں شریک ہوتے ہیں اور اثر انداز ہوتے ہیں۔ماحول میں مریض کی دیکھ بھال،درجہ حرارت اور صفائی کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔اگر مریض ایسے مقام پر ہے جہاں اس کے ماحول کی آب وہوا اور موسم وبائی اثرات پیدا کرتا ہے یا وہاں کا درجہ حرارت جسم کے درجہ حرارت کو نقصان کا باعث ہے اور صفائی کی بجائے گندگی اور تعفن کے ڈھیر قریب ہیں تو اکسیر ادویات اور بہترین اغذیہ بھی مریض کی صحت کو واپس نہیں لاسکتیں۔اس لئے غذا اور ادویہ سے قبل ماحول کی درستی بے حد اہمیت رکھتی ہے۔

علاج میں تین باتیں نہایت اہم ہیں: (۱) امنیت کا بڑھانا (۲) زہریلے مواد کو مدنظر رکھنا (۳) زوداثر اور تیز ادویات کا استعمال کرنا۔
امنیت جس کو انگریزی میں ''ایمونٹی'' کہتے ہیں، گویا قوت مدافعت اعضاء کو بڑھایا اور مضبوط کیا جائے۔ یعنی جس عضو کے فعل میں کمی واقع ہو رہی ہے، اس کو تیز کیا جائے۔ امنیت کی تفصیل کتاب ''تحقیقات نزلہ زکام'' میں لکھ چکے ہیں۔ زہریلے مواد کے سلسلہ میں اس کو مدنظر رکھیں کہ وبائی امراض کا علاج بالکل اس طرح کرنا چاہیے جیسے زہروں یا زہریلے جانوروں مثلاً سانپ کے ڈس لینے سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مریض کے جسم میں صرف موادنہیں ہوتے بلکہ مواد زہریلے بن چکے ہوتے ہیں جو دم بدم جسم اور خون میں پھیل رہا ہے۔ جن سے اعضاء کے افعال باطل ہو رہے ہیں۔
وبائی امراض میں ادویات ہمیشہ تیز اور زوداثر بلکہ تریاق اور اکسیر کے درجے کی ہونی چاہئیں۔ نئے تجربات نہیں کرنے چاہئیں۔ دوا کا درمیانی وقفہ گھنٹے نہیں بلکہ منٹ ہونے چاہئیں۔ ہر گھڑی مریض کی حالت کی نگرانی ہونی چاہئے کہ کسی وقت بھی اس کی کوئی علامت بڑھنے نہ لگے۔ اگر کوئی علامت بڑھتی نظر آئے تو سمجھ لیں کہ دوا کم ہے یا غذا کی ضرورت ہے۔ فوراً اس طرف توجہ کریں۔ گھبرائیں نہیں۔ کیونکہ اکثر مریض اور اس کے لواحقین ہر علامت کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ خود مریض کا مطالعہ کریں اور علاج کی کوشش کریں۔

علاج عمومی

ہرکوس کا قول ہے کہ جو شخص گائے کا گھی استعمال کرے گا، وہ وباء کے اثر سے محفوظ رہے گا۔ اس میں شک نہیں کہ روغن گاؤ فادزہر حیوانی ہے۔ اور اس سے بھی وبائی سمیت کا اثر باطل ہو جاتا ہے۔ ① عود کو جلا کر اس کا دھواں لینا وبائی ہوا کی اصلاح کرتا ہے۔ ② کندر کا سونگھنا اور بخور کرنا دونوں مفید عمل ہیں۔ ③ پیاز کو سرکہ میں رکھ کر کھانا وباء کا دافع ہے اور سرکہ ڈالنے یا جوشاندہ بنانے کے بغیر بھی استعمال کیا جائے تو آب وہوا کے اختلاف سے جو مضر اثر پیدا ہوا کرتا ہے، اس کا عمدہ تدارک ہے۔ ④ لہسن کا کھانا بدنی رطوبتوں کی عفونت کو زائل کرتا اور صحت کی حفاظت کرتا ہے۔ ⑤ قسط کا دھواں لینے سے اس وباء کا جو عفونت سے حادثہ ہوئی ہو، ازالہ ہو جاتا ہے۔ ⑥ مرکی ایک ماشہ پینے سے بھی عفونت دفع ہو جاتی ہے۔ ⑦ قطران و چڑیل کے تیل کا صبح و شام اور رات کے وقت سونگھنا فائدہ بخش ہے۔ ⑧ میعہ سائلہ کا بخور کرنا بھی سودمند ہے۔ ⑨ گل مختوم ۵ ماشہ کو سفوف بنا کر کھانا یا پانی میں حل کر کے پینا عمدہ دوا ہے۔ ⑩ عنبر ۳ رتی کا پینا بھی اور بخور کرنا بھی سمیت وبا کا تریاق ہے۔ کندی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ⑪ میعہ سائلہ ایک ماشہ ⑫ بلسان ۲ ماشہ ⑬ کافور ۳ رتی ⑭ مصطگی ۳ ماشہ ⑮ زعفران ۵ ماشہ ⑯ شہد ۳ تولہ ⑰ راتینج ۶ ماشہ ⑱ مشک ایک ماشہ۔ یہ سب دوائیں فرداً فرداً کھانے اور بخور کرنا دافع وباء ہیں۔

علاج بالادویہ

ادویات کی ضرورت اکثر امراض کی حالت میں ہوتی ہے، مگر وبائی ایام میں قانون کے تحت ہر شخص جو مریض نہیں ہے، اس کو بھی روزانہ دوا استعمال کرنی چاہئے۔ کیونکہ فضا اور آب وہوا میں غیر معمولی فساد اور تعفن ہے۔ اس کے اثرات ہر شخص کے اعضاء اور خون پر مسلسل پڑ رہے ہیں۔ جن سے قوت مدافعت مرض (امنیت) اور قوت مدبرہ بدن کمزور ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ہر شخص کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے بدن اور نفس کی حفاظت کرے اور اس کو تقویت پہنچائے۔ اگر غفلت برتی گئی تو قوی امکان ہے کہ امراض کا حملہ اس شخص پر ہو جائے۔ ممکن ہے کہ بے حد شدید ہو اور زیادہ نقصان کا باعث ہو۔ اس لئے ہر شخص کا فرض ہے کہ حفظان صحت کے اُصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی روزانہ دفع امراض اور مقوی دوا استعمال کرتا رہے۔ اس مقصد کے لئے ذیل کی ادویہ مفید ہوں گی: ① شہد خالص تولہ دو تولے روزانہ تین چار بار چاٹ لیا کرے۔ نیم گرم پانی یا چائے میں گھوٹ کر پی لیا کرے۔ ② بخار، نزلہ وبائی: مرکی ایک ماشہ شہد خالص میں تین حصے میں ملا لیں۔ خوراک ایک ماشہ سے چھ ماشہ تک کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مقوی قلب: مربہ آملہ ۲ چھٹانک، مربہ ہلیلہ ۲ چھٹانک، مربہ زنجبیل ایک چھٹانک، طباشیر ایک چھٹانک۔ تمام مربہ جات کو

کوٹ کر باریک کرلیں۔ پھر طباشیر کا سفوف تیار کرلیں۔ تین گنا شہد میں معجون بنائیں۔ طباشیر اس وقت ڈالیں جب معجون کو آگ سے نیچے اُتار لیں۔ خوراک چھ ماشہ سے دو تولہ تک استعمال کراسکتے ہیں۔ (۳) خمیرہ مروارید زعفرانی: زعفران خالص ۳ ماشہ، خمیرہ مروارید ۳ تولہ۔ دونوں کو خوب اچھی طرح ملالیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے ۳ ماشہ تک استعمال کراسکتے ہیں۔ سفوف مفرح: زہر مہرہ خطائی ۵ تولہ، زعفران چھ ماشہ، نارجیل دریائی ۵ تولہ، کہربا ۵ تولہ، مشک خالص ایک ماشہ، کشتہ سیپ ڈھائی تولہ، کشتہ سنکھ ڈھائی تولہ سفوف بنالیں۔ جوارش مفرح خوراک ۳ ماشہ سے ۹ ماشہ تک مفید ہے۔

مندرجہ بالا ادویات نزلہ زکام وبائی کی حالت میں بھی حسب ضرورت۔ اسی طرح زعفرانی چائے بھی ایک مفید مفرح ہے۔ یعنی چائے کہ دم کے وقت ایک تولہ بہترین چائے میں ایک ماشہ خالص زعفران ڈالا جائے۔ ایک لذیذ اور فرحت بخش محافظ نزلہ وزکام وبائی ہے۔

مرض کی شدت کی صورت میں: خوراک ۴ رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ آب نیم گرم یا قہوہ چائے کے ساتھ استعمال کرائیں۔ نسخہ: پارہ ایک حصہ، گندھک ۳ حصے، دونوں کو ایک گھنٹہ کھرل کریں۔ بس سفوف تیار ہے۔ (۲) یہ دواء حسب ضرورت مندرجہ بالا ادویات کے ہمراہ بھی دے سکتے ہیں۔ (۳) اگر قبض ہو تو اس میں ہم وزن مرکی ملالیں اور خوراک دو چند کرلیں۔ (۴) اگر حملہ شدید اور حالت خطرناک ہو تو اکسیری غدی عضلاتی مرکی والی حصے میں ایک حصہ جمال گوٹہ شامل کرلیں۔ انشاء اللہ یہ دوا مریض کو موت کے منہ سے چھین لائے گی۔ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس دواء کا مقابلہ فرنگی طب نہیں کرسکے گی۔ (۵) اگر قبض شدید ہو، مسہل عضلاتی ایک ایک گولی ہر نصف گھنٹہ بعد دیں۔ شحم حنظل، موسی، مصبر زرد ہم وزن گولیاں بقدر نخود بنالیں۔ اگر کمزوری زیادہ بڑھ گئی ہو تو مندرجہ مقوی اور مفرح ادویات میں عنبر اشہب مقدار میں ایک رتی کا اضافہ کرکے استعمال کرائیں۔ (۷) تحقیقات نزلہ زکام میں جو عضلاتی اور غدی نسخے دیئے گئے ہیں، ان کو بھی مدنظر رکھیں اور ضرورت کے وقت استعمال کرائیں۔ جوہر شفاء عضلاتی: روغن لونگ ایک تولہ، روغن دار چینی ایک تولہ، روغن تارپین ۲ تولے۔ خوراک: ایک بوند سے ۸ بوند تک۔ ہر نصف گھنٹے بعد دے سکتے ہیں۔ اس سے ناک، گلے اور سینے کی جلن بہت جلد ختم ہوسکتی ہے۔ تندرستی کی حالت میں اس کی روزانہ ایک بوند وبائی اثرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ ہم نے تمام دعویٰ کی ادویات پیش کردی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یقینی کامیابی ہوگی۔

نزلہ زکام میں غذاء کے احکام

ایک غلط فہمی

عام طور پر مشہور ہے کہ وباء کے ایام میں خالی پیٹ نہیں رہنا چاہئے۔ دوسرے اگر کھانا چاہئے تو لطیف اور زود ہضم اغذیہ کھانی چاہئیں۔ دراصل یہ تینوں باتیں نہ صرف غلط فہمی پر مبنی ہیں بلکہ کلیتاً غلط ہیں۔ اوّل تو خالی پیٹ کا تصور ہی غلط ہے۔ عام طور پر خالی پیٹ اس کو کہتے ہیں، جب انسان صبح سو کر اٹھتا ہے لیکن سو کر صبح اٹھنے کے بعد ضروری نہیں ہے کہ انسان کی غذاء پورے طور پر ہضم ہوچکی ہے اور پیٹ خالی ہوگیا ہے۔ پیٹ خالی ہونے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ شدید بھوک لگ رہی ہو اور پیٹ میں کوئی عارضہ بھی نہ ہو۔ جب تک بھوک نہ لگے اور پیٹ بلکہ تمام جسم اپنے اندر ہلکا پن محسوس نہ کرے، اس وقت تک ہم اپنے پیٹ کو خالی نہیں کہہ سکتے۔ اور جب انسان کا پیٹ خالی ہوگا اور اس کو شدید بھوک لگ رہی ہوگی تو پھر پیٹ خالی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہر شخص خود بخود کھانے پر مجبور ہے اور بھوک ہی نہ ہو اور نہ پیٹ اور جسم ہلکا پھلکا ہو اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کھانے کی طلب اور خواہش نہ ہو، تو پھر بلاضرورت کیوں کھایا جائے۔ چاہے عام دن ہوں یا وبائی ایام۔ ایسی حالت میں کھانا بے حد مضر ہے۔ کیونکہ پیٹ میں غذا ہے اور اس پر کھالیا گیا ہے۔ گویا کھانے پر کھالیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں امراض میں نہ گرفتار ہونے والا انسان

بھی خود بخود وبا میں گرفتار ہو جائے گا۔ کیونکہ اوّل بدہضمی کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ دوسرے دوران خون معدہ وامعاء کی طرف مصروف ہو جائے گا۔ جسم کی حفاظت نہیں کر سکے گا۔ تیسرے حرارت جسم خرچ ہوگی۔ چوتھے ان خرابیوں کے باعث اعضائے رئیسہ مقابلہ وباء سے عاجز ہو جائیں گے۔ ان تمام اُمور کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ بغیر شدید بھوک نہ کھائیں۔ چاہے صبح کا وقت ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ صبح سے شام بھی ہو جائے اور بھوک نہ ہو تو غذا سے دور رہنا چاہئے۔ البتہ بھوک ہو اور نہ کھایا جائے، خصوصاً ایام وباء میں تو یہ بھی سخت مضر ہے۔ ایسی صورت میں جسم کمزوری محسوس کرتا ہے اور قوت مدافعت پریشان ہو جاتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ دِل گھٹ جاتا ہے۔ اس لئے شدید بھوک میں نہ کھانا بھی ویسا ہی مضر ہے جیسے شدید بھوک کے بغیر کھا لینا خرابیٔ صحت کا باعث ہے۔

دوسری غلط فہمی یہ کہ زود ہضم اور لطیف اغذیہ کھانی چاہئیں۔ جیسے چاول، دلیا، ڈبل روٹی، پھل، دودھ اور شور باچپاتی وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ لطیف وثقیل غذا کا مسئلہ ہی غلط سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ لطیف اغذیہ کے مقابلے میں مقوی اغذیہ کو مثلاً گھی والی روٹی، حلوہ، مٹھائیاں، زیادہ گھی والے چاول، پلاؤ، زردہ، سویاں اور کیک پیسٹری وغیرہ۔ لیکن جاننا چاہئے کہ کل چھ ذائقے ہیں: (۱) شیریں (۲) پھیکا (۳) نمکین (۴) چرپرہ (۵) ترش (۶) تلخ۔ اور سب کی تقسیم تین صورتوں پر ہوگی: (۱) کھاری (۲) نمکین اور (۳) ترشی۔ دیکھنا یہ ہے کہ امراض کس قسم کے ہیں اور جسم میں کس صورت کی کمی پائی جاتی ہے۔ اور جس چیز کی کمی ہو، اس کو پورا کرنا چاہئے اور اس کے مطابق اغذیہ تجویز کرنی چاہئیں۔ تاکہ جسم میں صحت اور طاقت پیدا ہو۔

ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے جو معالج زود ہضم اور لطیف کے نام پر چاول، دلیا، ڈبل روٹی، ساگودانہ، پھل، دودھ اور شور باچپاتی وغیرہ تو غور کریں کہ اس میں غذاء کی تمام صورتیں قائم ہیں۔ یعنی ان میں کھاری، ترش اور نمکین ہر قسم کی اغذیہ شریک ہیں۔ غور کریں کہ مرض کے مطابق صورت ہوگی تو لازمی امر ہے کہ مرض بڑھے گا۔ اس لئے لطیف اور زود ہضم اغذیہ کو امراض کی صورتوں اور کیفیات کے مطابق ترتیب دیں۔ صرف اتنا ہی کہہ دینا کہ وبائی ایام میں لطیف اور زود ہضم اغذیہ نہ دیں، جن میں کھاری پن ہو، بالکل منع ہیں۔ اور جن میں ترشی ہو، وہ مفید ہیں۔ نمکین بھی مفید ہیں۔

تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ غذا چوتھائی کھانی چاہئے تاکہ معدہ پر بوجھ نہ پڑے اور جلد ہضم ہو جائے۔ یہ نظریہ بھی گزشتہ دونوں نظریات کی طرح غلط فہمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ غذا کی مقدار کے متعلق یہ اُصول یاد رکھیں کہ معدہ کے حجم کے مطابق غذا ہونی چاہئے۔ عام طور پر دو چھٹانک کی روٹی ہوتی ہے اور ایک متوسط انسان اگر شدید بھوک کے وقت کھائے تو تین آسانی سے کھا لے گا۔ اگر احتیاط مطلوب ہو تو تین کی بجائے دو کھا لے۔ بس یہ غذا کھانے کا بہترین طریقہ ہے کہ تین کی بھوک ہو تو دو روٹیاں کھا لیں۔ اسی نسبت سے چاول، دلیا اور دیگر اقسام کی اغذیہ بھی کھا سکتے ہیں۔ اگر دو سے زیادہ کھانا چاہیں تو نسبت یہی ہونی چاہئے کہ تیسرا حصہ بھوک چھوڑ دیں۔ مگر دو سے کم نہ کھائیں۔ اگر کم کھانے کی عادت ہو تو اس میں کم از کم تیسرا حصہ غذا چھوڑ دیں۔ مگر کوشش کریں کہ اس قدر بھوک ہو کہ دو روٹیاں کھائیں اور ایک روٹی کی بھوک باقی رہنی چاہئے، وغیرہ وغیرہ۔

اس انداز سے غذا کھانے کا یہ فائدہ ہے کہ اگر اعضاء اغذیہ کو پورے طور پر غذا ملے تو غذا کی مقدار کا بڑا اثر پڑتا ہے اور وہ مشینی طور پر بھی اپنے افعال صحیح انجام دیتی ہے۔ اس کے دباؤ سے پیٹ پر بوجھ پڑے گا۔ اجابت اچھی طرح دباؤ کے ساتھ ہوگی۔ اور امعاء پورے طور پر صاف ہوں گی اور غذا ہضم ہونے پر پوری مقدار میں خون بنے گا اور ہاضمہ آسانی سے خراب نہیں ہوگا۔ اگر غذا چوتھائی کھائی جائے۔ اوّل تو کھانے والا خود اچھی طرح اندازہ نہیں لگا سکتا، اگر کھائے گا بھی تو قبض ہو جائے گا۔ دو روز کی قبض کے بعد ہاضمہ خراب ہو جائے گا اور انسانی کمزوری بھی محسوس کرے گا۔ اس لئے چوتھائی غذا کھانا نقصان دہ ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ (۱) غذاء ہر حال میں شدید بھوک کے وقت کھانی چاہیئے۔ جب تک بھوک نہ ہو، خالی معدہ نہیں کہا جا سکتا۔ چاہے انسان صبح سو کر کیوں نہ اُٹھا ہو۔ (۲) غذا میں لطیف اور زود ہضم اور ثقیل و دیر ہضم کا تصور اس وقت تک بے معنی ہے، جب تک صورت غذا ضرورت جسم اور نوعیتِ مرض کو نہ دیکھ لیا جائے۔ ورنہ ہر غذا نقصان رساں ہو سکتی ہے۔ (۳) غذا ہمیشہ مقدار معدہ کے حجم کے مطابق کھانی چاہئے۔ البتہ اس میں تیسرا چوتھا حصہ بھوک باقی ہو تو چھوڑ دینا چاہئے۔ کم خوراک مثلاً دو نوالے کھانا کوئی غذا نہیں ہے۔ اوّل تو کم غذا اس وقت کھائی جاتی ہے، جب بھوک ہی نہیں ہوتی۔ دوسرے یہی کم غذا اندر جا کر بدہضمی و نقص کا باعث بنتی ہے، جس کا نتیجہ خوفناک امراض کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

وبائی امراض میں غذاء

وبائی ایام میں غذا کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ جسم انسانی غذا پر قائم ہے جو بدل ما تحلل کی صورت پیدا کرتا ہے۔ چونکہ وبائی ایام میں آب و ہوا اور فضاء میں فساد و نقص کے باعث جسم و روح انسانی پر عمل تحلیل شدت اختیار کر لیتا ہے۔ اس لئے ہر شخص خصوصاً مریض کی غذا میں خاص طور پر یہ اہتمام کرنا چاہئے کہ عمل تحلیل کم ہو اور بدل ما تحلل زیادہ پیدا کیا جائے۔ ان دونوں مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اغذیہ ہمیشہ مقوی کہ اس سے عمل تحلیل کم واقع ہوتا ہے اور شدید بھوک کے وقت دی جائیں۔ تاکہ جلد جلد بدل، تحلیل تیار کر لیا کریں۔ (۲) غذا یہ ضرورت جسم کے مطابق ہونی چاہئیں یعنی کیفیاتی اور اختلاطی طور پر جسم میں جن صورتوں اور چیزوں کا نہ ہو، ان کو پورا کیا جائے۔ تاکہ مرض اور ماحول کا مقابلہ ہو سکے۔ (۳) اغذیہ میں یہ اہتمام ہونا چاہئے کہ اغذیہ ہمیشہ وبائی امراض کے لئے بالخاصہ مفید ہوں یعنی ان کے کھاری پن و ترشی اور نمکینی کو ضرور مدنظر رکھیں۔ اگر ضروریاتِ جسم کیمیاوی تقویت کو قائم رکھتی ہیں تو غذا کا بالخاصہ امراض کے لئے مفید ہونا مشینی صورت کو صحیح قائم رکھتا ہے۔

تاکید

اس امر سے بالکل نہ گھبرائیں کہ مریض نے کافی عرصہ سے غذاء نہیں لی یا مریض شدت سے غذا طلب کر رہا ہے۔ مگر اس کے معدہ میں شدید اور نقص ہے، اور غذا بند کر دی گئی ہے۔ ایسی صورت میں دوائیں غذاء کی شکل میں مثلاً جوارشیں، چٹنیاں، خمیرا جات، یاقوتیاں دے سکتے ہیں۔ جن سے نہ صرف بھوک بند ہو جاتی ہے بلکہ قوت قائم رہتی ہے۔ اسی طرح دوائے غذائی کی صورت بھی مفید ہو سکتی ہے۔ مثلاً مربہ جات، رب، عرقیات اور چائے کا جوشاندہ (قہوہ) وغیرہ، اسی طرح دیگر اشیاء کے جوشاندے بھی دیئے جا سکتے ہیں۔

نزلہ زکام وبائی میں مفید اغذیہ

غذاء کے متعلق یہ قانون ذہن نشین کر لیں کہ وہ اشیاء دی جائیں جو قلیل الاجزاء اور کثیر الاغذیہ ہوں۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کو سمجھنے کی بے حد ضرورت ہے کہ کونسی اشیاء کثیر الاغذیہ ہیں اور کونسی اشیاء قلیل الاغذیہ ہیں۔ ایسی اشیاء بھی ہو سکتی ہیں جن میں حرارت کی زیادتی ہوتی ہے۔ مثلاً گوشت، انڈے، دودھ وغیرہ۔ چونکہ ان میں بھی ریاحی عناصر ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر یہ کوشش کی جائے کہ غذا کی تیاری میں ایسی صورتیں پیدا کی جائیں کہ ان کے ریاحی عناصر بھی زیادہ سے زیادہ کم کر دیئے جائیں۔ مثلاً گوشت کے شوربے یا ان کے نچوڑ (جوس) تیار کر لئے جائیں۔ اسی طرح گوشت میں بھی ایسے لئے جائیں جن میں حرارت کی زیادتی ہو، جیسے پرندے کا گوشت جن میں تیتر، بٹیر اور مرغ کے چوزے قابل ذکر ہیں۔ پرندوں کے گوشت کے بعد بکری کے گوشت میں تمام گوشتوں سے حرارت زیادہ ہے۔ اس کے بعد بھیڑ یا گائے اور بھینس کے گوشت ہیں۔ گویا جس قدر بھاری بھر کم جانور ہوگا، اس میں حرارت کی کمی ہوگی۔ گوشت کے بعد انڈوں کے شوربے بھی بے حد مفید ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح مچھلی کا

شوربا بھی مفید ہے۔ دودھ کی صورت میں اس کو پھاڑ کر صرف دودھ کا پانی شہد میں ملا کر دیا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں دودھ نہ صرف خمیر سے خالی ہوتا ہے بلکہ دفع خمیر و نقص ہوتا ہے۔

اگر ایسی عمدہ غذائیں میسر نہ ہوں، تو دیگر اغذیہ میں مصالحہ جات ڈال کر ان کو گرم اور زود ہضم بنایا جاسکتا ہے۔ مثلاً سبزی کے شوربہ جات، جن میں نخود، پالک، ٹماٹر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ طاقت کے لئے بعض قسم کے حریرے اور حلوہ جات بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ غرض اشیاء میں حرارت کی زیادتی جہاں کثیر الاغذا ہیں وہاں پر زود ہضم بھی ثابت ہوتی ہیں۔ ہمیشہ امراض میں غذاء کے مسئلہ کو اسی قانون کے تحت ترتیب دینا چاہئے۔

فرنگی طب میں غذاء کا مسئلہ بے حد ناقص ہے۔ وہ ہر غذاء میں جو کسی تندرست انسان کے لئے ہو یا مریض کے لئے غذا کے تمام اجزاء پر زور دیتا ہے یعنی اس کی تحقیقات کے مطابق ہر غذا میں (۱) پروٹین - اجزاء لحمیہ (۲) فیٹ - چکنائی (۳) کاربوہائیڈریٹ - نشاستہ (۴) سالٹ - نمک (۵) واٹر - پانی (۶) اور اگر پانچوں اجزاء کے ساتھ وٹامن (حیاتین) کا ہونا ضروری ہے۔ مگر فرنگی طب اس حقیقت کو ہمیشہ نظر انداز کر جاتی ہے کہ ہر شخص میں کسی نہ کسی جز کی زیادتی ضرور ہوتی ہے۔ اور کسی نہ کسی وٹامن کا اثر غالب ہوتا ہے۔ اس مریض کو ایسی اغذیہ دینی چاہئیں جن کی کمی پائی جائے۔ لیکن ان کے ہاں ایسا کوئی قانون نہیں ہے۔ اس غذا کے غلط استعمال سے ان کے اکثر مریض نقصان اٹھاتے ہیں۔ یا نقصان میں رہتے ہیں۔ ان کی اس خرابی کو ہسپتالوں اور فرنگی ڈاکٹروں کے مطبوں میں جا کر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک وٹامن اور کچی سبزیوں کے استعمال کا تعلق ہے، یہ ایک طویل بحث ہے۔ یورپ اور امریکہ اس سے خود ناواقف ہے۔ امریکہ سے غذاء کے مسئلہ پر بحث و تحیث میں ہم نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، اور ان کو چیلنج کیا ہے کہ وہ وٹامن اور سبزیوں کے متعلق بطور اغذیہ کچھ نہیں جانتے۔ اگر جانتے ہیں تو ہمارا چیلنج قبول کریں۔ دوسرے یہ بھی چیلنج کیا ہے کہ جہاں تک غذاء میں خواص اشیاء کا تعلق ہے، اس میں ان کا علم نامکمل اور غلط ہے۔ اس کے متعلق بھی ان کو چیلنج کیا ہے۔ بہت جلد ان شاء اللہ تعالیٰ وہ مضامین کتاب صورت میں شائع کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ

۱۸

تحقیقاتِ حمیات

فہرست عنوانات

معنون

اپنے اس علمی تحقیقی وفنی انکشاف اور طبی تجدید و سائنسی تدقیق کو جو احیاء طب اور ارتقاء علم وفن کے لیے لکھی گئی ہے، ایک مخلص انسانیت و محب فن اور حق پرست و متلاشی حقائق جناب محترم حکیم ظفر احمد صاحب صدیقی اسکندر آباد تحصیل شجاع آباد کے نام نامی اور اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں جن کے علمی شوق و طبی ذوق اور فنی تحقیقات اور حکمی تجسس کے جذبہ نے بار ہا مجھے مجبور کیا کہ میں حمیات پر اپنی تحقیقات شائع کروں۔ انہوں نے باہمی گفتگو اور خط و کتابت سے ہمیشہ اس تمنا کا اظہار کیا ہے کہ علم وفن طب میں اس انداز سے تجدید کی جائے کہ فرنگی طب اس کو دیکھ کر شرم سے سرنگوں ہو جائے۔ تحریک تجدید طب کے سلسلہ میں انہوں نے اکثر حکماء اور اہل فن و صاحب علم حضرات کی میری طرف توجہ دلائی ہے اور احیاء طب کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار ہیں۔

خادم فن

صابر ملتانی

1961ء

پیش لفظ

الحمدللہ ربّ العالمین، الصلوۃ والسلام علی رحمۃ اللعالمین. امابعد!

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذین خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ○ الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء و انزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم ○

''پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان کی طرف سے جو مردود ہے۔شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جس کی مہربانیاں عام ہیں (جیسے ہوا عام ہے)، اوراس کی رحمتیں بوقت ضرورت میسر آتی ہیں (جیسے پانی بوقت ضرور میسر ہو جاتا ہے)۔اے لوگو! اپنے ربّ (پروردگار) کی عبادت (اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارو) کرو، جس نے تم کو اور جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں پیدا کیا۔ تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔ ربّ وہی ہے جس نے تمہارے واسطے زمین کو فراش (آرام گاہ) اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی نازل کیا۔ پھر اس سے تمہارے رزق کی خاطر پھل پکائے ہیں''۔

ربّ العالمین کلام پاک میں فرماتے ہیں کہ میں نے تم لوگوں کو پیدا کیا اور تم سے پہلے اور لوگوں کو بھی پیدا کیا۔ یعنی جس طرح تم لوگوں کی پیدائش عورت مرد کی محبت سے ہوئی ہے، اسی طرح تم سے پہلے لوگ بھی پیدا کئے۔ گویا لوگوں کا پیدا کرنے والا خود ربّ العالمین ہے۔ اس لئے مقصد یہ ہوا کہ اپنی زندگی بھی اسی ربّ کی مرضی پر گزاریں، تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔ اوّل اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو اور شیطان سے دور رہو۔ کیونکہ وہ مردود اور نافرمان تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر وہ کام شروع کرو کیونکہ اس کی رحمانیت اور رحیمیت ہی کے محتاج ہیں۔ ہماری زندگی ان کے بغیر نہیں گزر سکتی۔ گویا ہماری زندگی اسی کی مرضی اور فرمانبرداری ہونی چاہیے۔ تاکہ شیطان کی طرح نافرمانی اور اپنی مرضی نہ ہونی چاہیے۔

جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور پانی و رزق کی دی ہے کہ یہ چیزیں ہم نے لوگوں کے لئے بنائی ہیں۔ لیکن غور کرو کہ یہ چیزیں کس طرح اس کی مرضی کے مطابق باقاعدہ ایک قانون کے مطابق عمل کر رہی ہیں۔ یعنی زمین خود بھی حرکت کر رہی ہے اور اپنے محور پر بھی گھوم رہی ہے۔ یہ لوگوں کے لئے آرام گاہ بھی ہے اور اس پر جب پانی نازل ہوتا ہے تو اس میں سے ثمر پیدا ہوتے ہیں۔ آسمان، سورج، چاند اور ستارے ایک انداز پر قائم ہیں۔ ان کی حرکات باقاعدہ ہیں، اس سے پانی نازل ہوتا ہے، جو زمین اور دیگر مخلوق کو تازگی بخشتا ہے۔ اور یہ پانی اور رزق جو لوگوں کے لئے غذا کا کام کرتا ہے، جس سے زندگی اور طاقت قائم رہتی ہے، اس لیے صحیح زندگی اس امر کا نام ہے جس قانون پر یہ کائنات قائم ہے اور اس سے زندگی پیدا ہوئی ہے۔

اس مثال میں قابل غور بات یہ ہے کہ ہم یہ بھی فکر کریں کہ زمین و آسمان میں پانی کی پیدائش سے لے کر زندگی تک کے عمل میں یہ تبدیلی اور ارتقاء کس کس طرح عمل میں آیا ہے۔ خاص طور پر زمین کی مٹی کے خواص، اس کی اقسام، اس کے مختلف اجزاء، اس کی جمادات، نباتات اور

حیوانات کی پیدائش وترتیب اور ارتقاء وزندگی کا قیام اور اختتام وغیرہ۔اس آسمان کی بناوٹ، اس کا اثر، ستاروں اور سیاروں کی گردش، نظام شمسی و قمری، شب وروز، ماہ وسال اور موسموں کی تبدیلیاں وغیرہ۔اسی طرح پانی کی حقیقت، اس کا سورج کی تپش سے بخارات بننا، بادل کی صورت اختیار کرنا، پھر بجلی اور کڑک، اس کے بعد بارش اور اولے، کہر اور شبنم وغیرہ۔اسی طرح ثمرات اور ان کے اثرات وافعال اور خواص وفوائد، ان کی غذائی کیفیت اور اہمیت وغیرہ وغیرہ سب قابل غور وفکر ہیں۔

ان سب سے اہم ارکان کی پیدائش اور ان کا ایک دوسرے سے مل کر مادہ کی پیدائش اس میں ارتقاء اور زندگی کا قیام۔ارکان کے اثرات وافعال اور خواص وفوائد اور ان کی باہم تبدیلیاں قدرت کے عجیب وغریب کرشمے ہیں۔اسی طرح نظام کائنات میں مٹی کے ساتھ پانی ہوا اور آگ کے تعامل اور ان کا نظام آفاقی، کبھی مٹی میں خمیر وفساد پیدا ہو جاتا ہے، کبھی پانی میں تخمیر وتبخیر اور تعفن وحرارت پیدا کرتا ہے، کبھی پانی آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور کبھی زمین پر نازل ہو جاتا ہے۔اسی طرح ہوا کبھی گرم ہو جاتی ہے اور کبھی سرد ہو جاتی ہے، کبھی چلنا بند کر دیتی ہے اور کبھی اس میں طوفان آ جاتا ہے۔یہی صورت کائنات میں گرمی اور حرارت کی بھی ہے۔کبھی وہ اچھی لگتی ہے، کبھی اس سے پسینہ آتا ہے اور اس سے جسم پر جلن ہوتی ہے، اور کبھی دم گھٹتا ہے، بلکہ اس قدر تحلیل ہوتی ہے کہ انسان وحیوان غش کھا کر گر پڑتا ہے، اور درخت پودے مرجھا جاتے ہیں۔

بالکل یہی صورت آگ، ہوا، پانی اور مٹی جسم کے اندر بھی ہے۔قرآن کریم نے لکھا ہے کہ جو کچھ آفاق میں ہے وہی کچھ نفس میں بھی پایا جاتا ہے۔یعنی جسم میں بھی حرارت وریاح اور رطوبات اور خمیر کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔جب تک انسان کے اعضاء درست رہتے ہیں، یہ قویٰ اپنے افعال درست طریق پر انجام دیتے ہیں اور جہاں انسان کے افعال جسم بگڑ جاتے ہیں، وہاں ان عناصر وقویٰ میں مواد پیدا ہوتا ہے۔ان میں بھی تبخیر اور فساد پیدا ہو جاتا ہے۔جس کا نام مرض ہے اور جو غیر معمولی کیفیات وحالات اور صورتیں پیدا ہوتی ہیں، ان کا نام علامات ہے۔جن کے مجموعے کسی عضو یا مرض کی طرف دلالت کرتے ہیں۔

بخار بھی ان علامات میں سے ایک علامت ہے، جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ جسم انسان کا درجہ حرارت جو صحت کی حالت میں مقرر ہے، اپنے اندازے سے بڑھ گیا۔اس کو علامت اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی پیدائش کسی ایک طریق پر پیدا نہیں ہوتی۔کبھی جسم میں یہ حرارت جگر کی خرابی سے بڑھ جاتی ہے، کبھی دل کے افعال میں تیزی آنے سے زیادہ ہو جاتی ہے اور اعصاب کے افعال میں بھی خرابی سے افراط میں آ جاتی ہے۔دوسرے الفاظ میں کبھی حرارت بذاتِ خود بڑھ جاتی ہے، کبھی جسم کی ہوا گرم ہو کر بخار پیدا کر دیتی ہے، اور کبھی اندر کی رطوبات میں تعفن اور فساد پیدا ہو کر بخار کی صورت ظاہر ہو جاتی ہے۔

بخار ایک ایسی حرارت ہے جس کا درجہ صحت مند جسم سے زیادہ ہوتا ہے۔اس کو طب یونانی نے حرارت غریبہ لکھا ہے۔مگر فرنگی طب نے اس کی کچھ تصریح وتشریح نہیں کی ہے۔اس لئے اس کی حقیقت اندھیرے میں ہے۔جب تک یہ واضح نہ ہو کہ حرارت بخار دراصل کیا چیز ہے اس وقت تک بخاروں کو پورے طور پر سمجھا نہیں جا سکتا۔طب یونانی اپنے زمانہ میں بخار کو حرارت غریبہ کہہ کر اس کی حقیقت پر بہت کچھ روشنی ڈالتی ہے جب اس لئے اس کے مقابلہ میں حرارت غریزیہ ایک صحت مند حرارت کا ذکر بھی کیا ہے اور حرارت مفرد کو عنصری حرارت اور حرارت ناری لکھ دیا ہے۔اس کی روشنی میں اگر تحقیق کی جائے تو معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہوتا ہے۔

اگر فرنگی سائنس کی روشنی میں بخار کی پیدائش کو تعفن کی پیداوار تسلیم کر لیں جو جراثیم کے تخمیر اور فساد سے پیدا ہوتے ہیں تو پھر یقیناً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر تعفن اور تخمیر اپنے اندر تیزابیت اور کاربن ڈائی آکسائیڈ رکھتا ہے۔یہ دونوں چیزیں لازماً آکسیجن سے جدا ہیں پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ بخار کی حرارت بہر حال صحت جسمانی کی حرارت سے ضرور کوئی جدا شے ہے، تخمیر وتعفن کی ترشی اور تخمیر کو تسلیم کرنے کے بعد یہ بھی تسلیم کرنا

پڑے گا کہ یہ حرارت بذاتِ خود اپنے اندر قابلیت تخمیر و تعفن رکھتی ہے جس کا جسم کے اندر زیادہ ہونا باعث خود بخار ہے، یہاں جراثیم کے بخار پیدا کرنے کی نفی ہوجاتی ہے کاربالک ایسڈ گیس جو خود بھی تخمیر کی پیدائش ہے اپنے اندر ترشی رکھتی ہے اس سے زیادہ خود بخار تعفن کا باعث ہے۔

ہم نے اس کتاب میں اسی پر پورے طور پر روشنی ڈالی ہے اور اس مسئلہ کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا ہے اس سے اچھی طرح اندازہ ہوسکے گا کہ فرنگی طب کس حد تک غلط ہے اور ماڈرن سائنس کس قدر غلط فہمی کا شکار ہے۔

بخار کے ساتھ بخار کی اہمیت بھی ایک اہم مسئلہ ہے، اس کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ بخار ایک علامت ہے وہ جسم کے اندر خرابی کی دلالت کرتی ہے۔ وہ خرابی کیا ہے؟ وہ اہم خرابی جسم کے کس مفرد عضو کی خرابی سے وہاں پر حرارت غریبہ پیدا ہوگئی ہے۔ اس حرارت غریبہ کا کام یہ ہے کہ اس خرابی کو دور کرے۔ گویا وہ اس کا علاج ہے۔ اور جب تک سبب قائم ہے حرارت غریبہ اور بخار کو رہنا چاہیے کیونکہ اسی واحد طریق کے علاوہ جسم کے اندر کی خرابی نہیں جاسکتی۔ مثلاً جسم تھکن محسوس کر رہا ہے یا کسی عضو میں تحریک یا سوزش اور ورم پیدا ہورہا ہے یا ہوگیا ہے یا اس کی تسکین میں پیدا ہوگیا ہے تو جب تک یہ کیفیت وصورتیں اور مواد وہاں سے ختم نہ ہو جائے بخاروں کا قائم رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ بخار ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ طبیعت مدبرہ بدن تمام جسم کا خون اس کی خرابی کے مقام پر بھیج رہی ہے اور جو خون وہاں اکٹھا ہوتا ہے اس کو جسم میں پھیلا رہی ہے۔ اس لئے تھکن وتحریک اور سوزش و ورم کے اسباب کو ختم ہونا ضروری ہے اسی طرح اگر رطوبات میں تعفن پیدا ہوگیا ہے تو بخاروں کا کام ہوگا کہ اس مادہ متعفنہ کو پورے طور پر جلا دے۔ اور جسم کے جس حصہ کی تسکین سے وہاں پر رطوبات اور موادرُک گئے ہوئے ہیں ان کی اصلاح کردے۔ تاکہ پھر وہاں پر موادنہ رُک پائے۔

کسی سوزش و ورم اور مواد و تعفن کے ختم کرنے کے دو ہی طریقے ہیں، اوّل بخار جو قدرتی طریقہ علاج ہے جس کا کام ان کو ختم کرنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مریض کو دوا نہ بھی دیں اور صرف اس کی غذا اور اس کے ماحول کی نگرانی کریں کہ طبیعت مدبرہ اس کو اپنے وقت پر ختم کردے گی۔ اس کا بحران ہے جس کے دِن مقرر کیے گئے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو کام طبیعت مدبرہ بدن بخاروں کے ذریعے کر رہی ہے اس کی مدد دوا سے کی جائے۔ تاکہ وہ مرض پر جلد قابو پالے اور مرض پر بہت جلد قابو پالیا جائے اس کا نام دوائی علاج ہے۔ دونوں صورتوں میں بخار کی اہمیت سامنے آجاتی ہے۔ صرف بخاروں پر کنٹرول ہی سے امراض کے ساتھ بخاروں کا صحیح علاج ہوسکتا ہے۔ یعنی جب حرارت غریبہ کی پیدائش کے امکان ہی ختم ہوجاتے ہیں تو بخار خود بخود اتر جائے گا۔ ہم نے اس مسئلہ پر بھی پوری روشنی ڈالی ہے۔

بخاروں کی اہمیت کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ بعض امراض میں بخار پیدا کر کے ان کے اندر کا زہریلا مواد جلایا جاتا ہے یا خارج کیا جاتا ہے۔ جس کو اعضاء کی کمزوری خارج نہیں کرسکتی۔ جیسے چیچک اور ہیضہ سے بچنے کے لئے ان کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ اور مریض کے اندر بخار پیدا کر دیا جاتا ہے۔ جو جسم کے اندر اس خاص قسم کے مواد کو جلا دیتا ہے یا عضو کو تیز کر کے خارج کر دیتا ہے۔ جیسے چیچک کے دانے نکل آتے ہیں۔ اسی اصول پر آج کل ٹی بی کے ٹیکے بھی لگائے جاتے ہیں۔ اس اصول کو بھی سمجھنے میں فرنگی طب نے بہت غلطیاں کی ہیں وہ سمجھتا ہے کہ وہ مقابلے کے لئے جسم میں استعداد پیدا کرتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں قوت مدافعت (مناعت-امیونٹی) پیدا کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ قوت اس عضو میں پیدا ہوتی ہے جو زہریلے مواد کو خارج کرتا ہے یا جراثیم کو ہلاک کرتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ اندر کا تعفن ختم کیا جاتا ہے اور جراثیم ہلاک کئے جاتے ہیں۔ بہرحال چیچک ہیضہ اور ٹی بی کے ٹیکوں سے صاف ظاہر ہے کہ بخار پیدا کر کے ہی اندر کا مواد جلایا جاتا ہے اور عضو کو تحریک دی جاتی ہے۔

جہاں تک تعفن کو ختم کرنے کا تعلق ہے یا جراثیم کو فنا کرنے کی صورت ہے یہ بھی بخاروں اور دیگر امراض میں غلط طریقہ پر استعمال کی گئی

ہے۔ کیونکہ جراثیم سے جہاں مواد میں تخمیر وفساد اور تعفن پیدا ہوتا ہے، وہاں پر اس کا یہ فعل بھی ہوتا ہے کہ تعفن کو ختم کر دیں۔ اور ان کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جانا چاہئے جب تک وہاں کا تمام مواد تعفن بن کر ختم نہ ہو جائے۔ اور اس عضو میں تحریک نہ پیدا ہو جائے جہاں پر تسکین سے مواد رُک گیا تھا۔ اور اس میں تخمیر وفساد اور تعفن پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن فرنگی طب اپنی غلط فہمی سے وہاں پر دافع تعفن (انٹی سپٹک) جرم کش ادویات استعمال کر دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہاں کے جراثیم فنا ہو جاتے ہیں اور سلسلہ تخمیر وفساد اور تعفن ختم ہو جاتا ہے۔ مگر وہاں مواد باقی رہ کر وہاں کے عضو میں پوری طرح تحریک پیدا نہیں ہوتی۔ اس لئے وہاں پر جو مواد رہ جاتا ہے اس میں اس قدر استعداد نہیں ہوتی کہ پھر بخار پیدا کرے اس لئے کچھ عرصہ کے بعد وہ مقامی طور پر بھی جوش میں آتا ہے اور شدت سے جوش میں آتا ہے۔ اور وہاں کے اعضاء کو کھانا شروع کر دیتا ہے جس کا نتیجہ ٹی بی اور ہارٹ فیلور (دِل بیٹھنے کے امراض) جو کثرت سے پھیل رہے ہیں ان کا اصل باعث دافع تعفن اور جراثیم کش ادویات کا بکثرت استعمال ہے۔

بخاروں کے سلسلہ میں ایک مسئلہ تقسیم حمیات کے متعلق بھی ہے۔ جس کی آج تک صحیح وضاحت نہیں ہوئی ہے۔ اور اس طرح موسمی اور وبائی بخاروں کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ البتہ بخاروں میں پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لیکن ان کو اگر گردش واخلاط کیفیات کے متعلق سمجھ کر علاج کیا جائے تو مرکب بخاروں میں کوئی پیچیدگی باقی نہیں رہتی۔ مگر فرنگی طب میں بخاروں کی تقسیم کے لئے کوئی قاعدہ اور کوئی اصول نہیں ہے اور نہ ہی موسمی اور وبائی بخاروں کی جدا تقسیم ہے۔ ہر بخار کے لئے جدا جدا جراثیم تسلیم کئے گئے ہیں۔ جن کی تشخیص میں بے حد دقتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح بخاروں کے علاج میں اس قدر غلطیاں اور نقصان ہوتا ہے کہ ان کا اندازہ کسی بھی ہسپتال کی رپورٹ سے لگایا جاتا ہے۔

جہاں تک ملیریا بخاروں کا تعلق ہے اس میں اس قدر پیچیدگیاں ہیں کہ ایک فرنگی ڈاکٹر بھی اس پر پورے طور پر قابو نہیں پاسکتا۔ ملیریا کا تعلق اگر کسی عضو سے سمجھا جاسکتا ہے تو یہ صرف جگر ہے اس طرح صرف صفراوی بخار ملیریا میں شامل نظر آتے ہیں۔ لیکن فرنگی طب نے صفراوی بخاروں کے علاوہ بلغمی وسوداوی بلکہ دموی بخاروں کو بھی ملیریا میں شامل کر لیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ملیریا میں موسمی اور وبائی بخاروں کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ بہر حال ان کے تقسیم امراض میں بے حد بے امتیازی پائی جاتی ہے۔ ملیریا تو گویا کسی جدا بخار کی حیثیت نہیں رکھتا۔ خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملیریا پر ایک جدا کتاب لکھی جائے تاکہ فرنگی طب کے جادو کا طلسم توڑ کر پارہ پارہ ہو جائے۔ ہم نے اس کتاب میں بھی اس پر روشنی ڈالی ہے لیکن وہ زیادہ تفصیل کا محتاج ہے۔

اس تقسیم میں جہاں ملیریا کو کئی بخاروں کے ساتھ ملا دیا ہے وہاں پر ایسے بخار جو ایک ہی تقسیم میں آتے ہیں ان کو بے شمار اقسام میں بیان کر دیا ہے۔ جیسے تسکین اعصاب امعائی کے بخار ہیں۔ جن میں چیچک اور خسرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہم نے سہولت تفہم کے لئے ان سب کو ایک اقسام کے تحت بیان کر دیا ہے جس سے نہ صرف تشخیص میں آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں بلکہ علاج بھی آسان ہو جاتا ہے۔

فرنگی طب میں حمی یوم کا تقریباً ذکر نہیں ہے، اور کیفیاتی بخاروں کو تو بالکل بیان نہیں کیا گیا۔ جہاں کہیں بھی تھوڑا سا پتہ چلتا ہے وہ ملیریا کے تحت آجاتا ہے اس کے علاوہ جیسے شمسی بخار (سن سٹروک) اور سوزشی اور ورمی بخاروں کو جراثیمی بخاروں میں شامل کر دیا گیا ہے۔ غرض بے حد بے ترتیبی ہے اس لئے ان کے علاج میں بھی بے ترتیبی اور پریشانی ہے اور ہر علاج کو علیحدہ علیحدہ ذہن میں رکھنا پڑتا ہے۔ جن سے سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہم نے بخاروں کی تقسیم بالمفرد اعضاء کی ہے، اور اس قدر آسان اور باقاعدہ (سسٹے میٹک) کی ہے کہ وہ ایک اصول (پرنسپل) کے ماتحت قائم رہتی ہے۔ یعنی کل تین مفرد اعضاء ہیں۔ اعصاب، عضلات اور غدد، گویا کل بخار تینوں کے تحت تقسیم کر دیئے ہیں۔ چونکہ ہر عضو کی تین ہی غیر طبعی حالتیں ہیں یعنی تحریک وتسکین اور تحلیل اس لئے کل بخار صرف نو بن جاتے ہیں۔ موسمی اور وبائی بخاروں کو بھی ان ہی میں شامل کر دیا

ہے۔ اس تقسیم کو دیکھنے کے بعد کوئی معالج کسی اور تقسیم کو قبول نہیں کرے گا۔ اور یہ ایک ذرا سی توجہ سے ذہن نشین ہوجاتی ہیں۔

ہم نے ان کو سمجھانے کے لئے طب یونانی کے بخاروں کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے آیورویدک کے جوڑوں (بخاروں) کو ساتھ ساتھ اس لئے بیان نہیں کیا کہ ان کی مناسبت سے طوالت پیدا ہوجاتی ہے۔ البتہ آیورویدک کے بخاروں کا بیان جدا ایک ہی مقام پر بیان کر دیا ہے۔ جس سے وہ پورے طور پر ذہن نشین ہوجاتے ہیں۔ ہومیوپیتھی میں سرے سے بخاروں کا بیان ہی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہاں تو علامات کے تحت حرارت کی زیادتی کو سامنے رکھ کر علاج کرنا پڑتا ہے جن ہومیوپیتھ نے یونانی یا فرنگی طب کے بخاروں کا عنوان قائم کر کے ان کا علاج بیان کیا ہے، وہ صحیح معنوں میں ہومیوپیتھ نہیں ہیں۔ ہومیوپیتھی ریسرچ میں ہم ان باتوں کو تفصیل سے بیان کریں گے۔ فرنگی طب کے بخاروں کو بھی الگ ہی ایک جگہ پر بیان کر دیا ہے۔ مناسبت کے لئے ساتھ ساتھ اس لئے نہیں کیا گیا کہ ان کی کوئی کل بھی سیدھی نہیں ہے، اور نہ ہی ان کا کوئی اصول ہے۔ نیز ان کو ہم بالکل غلط سمجھتے ہیں۔

ماہیت بخار و اسباب اور علامات کو ہم نے نہایت ہی تفصیل سے بیان کیا ہے، تاکہ ہر قسم کے جدا جدا بخاروں کو ذہن نشین کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ اور تشخیص آسان ہوجائے۔ علاج میں دشواری اور غلطیاں پیدا نہ ہوں۔ تاکہ ذرا سی توجہ سے ہی یہ سب کچھ ذہن نشین ہوجائے۔

بخاروں پر پوری طرح قابو پانے کے لئے ہم نے ہر مفرد عضو کی تحریک کو دو صورتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تاکہ ان کے معمولی معمولی اسباب اور چھوٹی چھوٹی علامات بھی نظر انداز نہ ہوسکیں اور کیفیات کے سلسلہ میں پتہ چل سکے کہ گرمی و سردی اور تری و خشکی کا کس قدر اثر باقی ہے۔

علاج کے سلسلے میں ان ہی مفرد اعضاء میں جہاں پر تسکین ہے اس کو تحریک دینا ہے۔ اس میں سہولت و تفہم کے لئے فعلی اور کیمیاوی دونوں صورتوں کو بیان کر دیا گیا ہے تاکہ جو صورت بڑھ رہی ہو تو اس کو مقام شفا خیال کرتے ہوئے اس میں تحریک دینا شروع کر دی جائے اور یہ بھی تاکید کر دی ہے کہ اگر موجودہ تحریک مکمل نہ ہوئی تو اس کو مکمل کر لیا جائے۔ اسی تحریک کو مکمل کرنا یا فعلی اور کیمیاوی تحریک کی تکمیل تک پہنچانا ہے۔ مواد کو پکانا اور اس کو قابو میں رکھنا ہے، اسی حالت کو طب یونانی میں نضج کہتے ہیں۔ اور یہی بدن کی حفاظت، مرض کو قابو رکھنا اور کامیاب علاج ہے۔ اس صورت میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مرض کا تعلق جسم کے مفرد اعضاء کے افعال اور کیمیاوی تغیرات کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اور مرض کہیں بھی بے قابو نہیں ہونے پاتا۔

بخاروں میں علاج کے تحت ادویات بھی ان ہی تینوں تحریکوں اور چھ صورتوں کے مطابق تجویز کی ہیں۔ تاکہ استعمال ادویہ میں کوئی دقت محسوس نہ ہو۔ اس کے ساتھ ہی ایسا التزام بھی کیا ہے کہ ادویات کی ترتیب بھی قائم رہے۔ تاکہ ادویات کی شدت و خفت کے ساتھ ساتھ نسخہ نویسی کا بھی عملی تجربہ پیدا ہو۔ نیز ادویات کو مختلف تحریکات کے تحت سمجھ کر ان کے خواص بالمفرد اعضاء کا بھی علم ہوجائے گا۔ اور کمی بیشی کے لحاظ سے ان کا تعلق بھی ذہن نشین ہوجائے گا۔ اس طرح سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں پر مختلف اقسام کے محرکات یعنی محرک اعصاب و دماغ، محرک عضلات و قلب اور محرک جگر کا علم ہوجائے گا۔ وہاں پر مختلف اعضاء کے تحت ملینات اور مسہلات کا بھی پتہ چل جائے گا۔ کیونکہ فرنگی طب میں اگرچہ مختلف اعضاء کے تحت ملینات بالکل نہیں پائے جاتے ہیں، اگرچہ ان کے نسخے غلط ہیں، لیکن اس میں مختلف اعضاء کے تحت ملینات بالکل نہیں پائے جاتے۔ ان امور سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارا طریقہ علاج فرنگی طب سے کس قدر اعلیٰ ارفع، بااصول اور باقاعدہ ہے۔

ہم نے غذا کے مسئلے کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ اوّل غذا کے متعلق چند ضروری اصول اور قاعدے لکھے ہیں، پھر مفرد اعضاء کے تحت

اغذیہ کو بیان کر دیا ہے، تا کہ تجویز غذا میں کوئی مشکل نہ پیش آئے۔ غذا کے متعلق ہمیشہ یہ ذہن نشین رکھیں کہ علاج میں 50 فیصد اثر غذا کا ہوتا ہے، 25 فیصد اثر ماحول کو درست اور مناسب کرنا، 25 فیصد اثر ادویات کا ہوتا ہے۔ اگر وہ بھی صحیح طور پر تجویز کی جائیں۔ اس لئے بغیر ضرورت مریض کی غذا روک دینی چاہئے تا کہ ادویات کو پورے طور پر اثر کرنے کا موقعہ مل جائے۔

ہم نے کتاب کا تعارف کرانے میں پوری کوشش کی ہے۔ تا کہ کتاب کے سمجھنے میں سہولت ہو۔ خاص طور پر ان مدیران اخبارات اور رسائل کی مشکلات کو سامنے رکھا ہے جس پر انہوں نے ریویو کرنے ہیں۔ اور عوام کو ہماری تحقیقات کی خوبیوں کو سمجھانا ہے۔ جنہوں نے ہماری گزشتہ تحقیقات پڑھی ہیں، جن میں (۱) مبادیات طب (۲) تحقیقات دق وسل (ٹی بی) (۳) تحقیقات نزلہ وزکام (۴) تحقیقات نزلہ زکام وبائی (انفلوئنزا) (۵) تحقیقات اعادہ شباب (۶) خوراک اور تپ دق پڑھی ہیں۔ وہ نہ صرف از حد لطف اندوز ہوں گے بلکہ بہت زیادہ مستفید ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری وہ تحقیقات نہیں پڑھیں وہ منگوا کر ان سے استفادہ حاصل کریں گے اور اندازہ لگا سکیں گے کہ آج کل کیا اس قسم کی تحقیقات ممکن ہیں جو ایک طرف دُنیا طب کو نیا ذہن عطا کریں اور دوسری طرف فرنگی طب کو غلط قرار دیں۔ اسی جرأت پر ہم نے یورپ و امریکہ اور چین و روس کو چیلنج کیا ہے کہ اگر ان کے ہاں اس قسم کی حقیقت افزاء، تحقیقات افزا تحقیقات ہوں تو وہ پیش کریں یا ہماری تحقیقات کو غلط قرار دیں۔

اب یہ اہل فن اور صاحبان علم کا کام ہے کہ ان پر غور کریں کہ شیخ الرئیس بوعلی سینا کے زمانے سے لے کر آج تک کہیں ایسی تحقیقات پیش کی گئی ہیں اور جو کچھ ہم پیش کر رہے ہیں، واقعی تجدید طب ہے اور کیا کسی اور ملک میں ایسا مدلل تحقیقاتی کام ہو رہا ہے؟ اگر ہو رہا ہے تو ہم کو اطلاع دیں، ہم ان کے ساتھ شریک ہونے کو تیار ہیں۔ اگر نہیں ہو رہا تو پھر ان کا فرض ہے کہ ہمارے ساتھ شریک ہو کر ہمارے گرد اکٹھے ہو جائیں۔ پھر ہم فرنگی طب کو فوراً نہ صرف مشرق سے بلکہ مغرب میں بھی ختم کر سکیں گے۔

جہاں تک حکومت کا تعلق ہے، ہمیں اس سے غرض نہیں ہے کیونکہ وہ ایک عوامی حکومت ہے اور عوام کی نمائندہ ہے، جب عوام اور خواص اس کو دل سے قبول کر لیں گے۔ وہ پھر اس کو تسلیم کریں گے اور فرنگی طب کو دفع کر دیں گے۔ آخر میں ہم پھر لکھتے ہیں کہ کسی چیز کی قبولیت کا راز اس کی خوبیوں میں پنہاں ہوتا ہے۔ اگر ہماری تجدید طب میں خوبیاں، فوائد اور شفاء ہے تو یہ بہت جلد قبولیت کا درجہ حاصل کر لے گی۔ جس کے ساتھ ہی ساتھ فرنگی طب دفع ہو جائے گی۔ اس امر کو بھی نہ بھولیں کہ فرنگی طب میں کوئی ایک بھی خوبی نہیں ہے۔ اگر کسی کی نظر میں کوئی ایک بھی خوبی ہو ہمیں لکھیں، ہم فوراً شائع کر دیں گے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کا حقیقت افزاء جواب بھی پیش کر دیں گے۔

والسلام

صابر ملتانی

وما توفیقی الا باللہ العظیم

بخار کی اہمیت

بخار کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ دردوں کے بعد دوسری علامت ہے جو اکثر انسان کو موت کے منہ میں لے جاتی ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ دردوں میں موت شاذ واقع ہوتی ہے، کیونکہ درد علامت زندگی اور مقابلہ ہے۔ لیکن بخاروں میں اکثر موت واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ بخاروں میں حرارت ہے اور تحلیل ہے جو قدرت پیدا بھی اس لئے کرتی ہے کہ انسانی امراض اور علامات کو تحلیل کر کے دور کر دے۔ اس کی حرارت کو حضرت رحمت العالمین ﷺ نے دوزخ کی آگ سے تشبیہ دی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ: ''جس شخص کو زندگی میں کبھی بخار نہیں آیا وہ یقیناً دوزخی ہے''۔

گویا بخاروں کی حرارت اور تحلیل اس قدر شدید ہے کہ وہ انسان کے گناہوں تک کو دھو کر دور کر دیتی ہے۔ بخاروں کی شدت اور تسلسل اکثر خوفناک ہوتا ہے۔ کیونکہ ان میں تحلیل اور ضعف بڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تپ دق سے خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن بخاروں کا نہ ہونا بھی غیر معمولی طور پر خطرناک ہوتا ہے۔

گویا بخار ایک پیمانہ ہے ایک طرف اس کی زیادتی اور تسلسل اگر ضعف اور تحلیل پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف اس کا نہ ہونا بھی جسم میں خوفناک اور عسر العلاج امراض پیدا کر دیتا ہے۔ اگر بعض امراض میں بخار کی علامت پیدا نہ ہوں تو انسان مر جاتا ہے۔ جیسے ہیضہ میں ہمیشہ دیکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض امراض کا علاج بھی یہی ہے کہ اس میں بخار پیدا کیا جاتا ہے۔ ماہر معالج بخار کی اس اہمیت کے اصول کو سمجھتے ہوئے ایسے امراض میں جہاں بخار پیدا کرنا ضروری ہے، وہاں بخار کو پیدا کرتا ہے یا زیادہ کرتا ہے۔

کسی قسم کے بخار سے ڈرنا نہیں چاہئے، بلکہ اس کی حقیقت کو سمجھنا چاہئے، تاکہ اس کی اہمیت کے تحت اس کی ضروریات کو مدنظر رکھا جائے، گھبرا کر کبھی بھی اس کو فوراً اتارنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ یہ غلطی اکثر فرنگی طب میں کی جاتی ہے۔ ان کے ہاں بخار کی شکل دیکھتے ہی فوراً فیور مکسچر یا اسپرین یا اے۔پی۔سی کا استعمال شروع ہو جاتا ہے جن کے نتائج اس قدر خوفناک ہوتے ہیں کہ اگر حکومت ذرا بھی فرنگی طب کی نگرانی کرے تو 99 فیصدی ڈاکٹروں کو روزانہ سزا دینی پڑے۔ اگر ہمارے بیان میں مبالغہ ہو تو ہسپتال اور ڈسپنسریوں میں آج بھی جا کر دیکھا جا سکتا ہے۔ قبل از وقت بخار اتار دینے سے مریض اکثر مر جاتا ہے۔ اگر بچ جائے تو کوئی خوفناک مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عطائی بھی بخار کا نام سنتے ہی فوراً کہہ دیتے ہیں: ''بھئی! یہ جلاب آج پیو۔ دو تین پاخانے ہو جائیں گے اور بخار ٹوٹ جائے گا''۔ لیکن ایسے مسلوں سے اکثر نتیجہ خوفناک ہی نکلتا ہے اور مریض موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

بخار کی اہمیت اس کے اکثر الواقع ہونے کی وجہ سے بھی ہے۔ کیونکہ ہر درد سوزش میں کم و بیش ضرور ہوتا ہے۔ اور اورام میں تو لازمی طور پر پایا جاتا ہے۔ یہ زندگی میں ہر انسان کو کئی بار ہوتا ہے اور موت بھی اس کے ہونے نہ ہونے سے واقع ہوتی ہے، گویا بخار کی حرارت صحت کے لئے بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ جو علامت اس قدر اہمیت رکھتی ہو کہ اس کا پایا جانا بھی خوفناک اور نہ پایا جانا بھی خطرناک ہے تو اس سے بھاگنا اور گھبرانا

نہیں چاہئے۔ بلکہ اس کو پورے طور پر سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے، چونکہ اکثر معالج خصوصاً فرنگی ڈاکٹر بخاروں کے فوائد سے واقف نہیں ہیں، اس لئے اس کی اہمیت کو پورے طور پر نہیں سمجھتے۔ اور بخاروں کے علاج میں نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔

تپ دق یا کوئی ہلکا بخار یا اندر رہنے والا بخار جس کو صرف مریض محسوس کرتا ہے، کیا ہے؟ یہ ایسے بخار ہیں جن میں قوتِ مدبرہ حرارت کی کمی محسوس کرتی ہے اور بخاروں کو دور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتی۔ چونکہ فرنگی طب بخار کے اس پہلو اور حقیقت سے واقف نہیں ہے، اس لئے وہ تپ دق وغیرہ کا علاج میں ناکام ہے اور ہمیشہ جراثیم کے چکر میں پھنسی رہتی ہے۔ صرف ان بخاروں پر ہی منحصر نہیں ہے، بلکہ جب دل کی گھبراہٹ یا سینے کی جلن یا سر میں تپش کی کوئی شکایت کرتا ہے جو دراصل وہاں کا ایک ہلکا بخار ہے، جس کو طبیعت مدبرہ بدن حرارت کی کمی کی وجہ سے نہ تمام جسم میں پھیلا سکتی ہے اور نہ ہی مقام شکایت کی تپش کو رفع کر سکتی ہے۔ یہی ہلکی ہلکی تپش جو دراصل وہاں کی معمولی سوزش ہوتی ہے۔ اسی طرح تھکن بھی ایک ہلکا بخار ہے یا بخار کا اظہار ہے جو دورانِ خون کی بے قاعدگی سے پیدا ہوتا ہے۔ کبھی حرکت کی زیادتی سے عضلات کی طرف دورانِ خون زیادہ ہو جاتا ہے۔ کبھی آرام کی کثرت سے اعصاب کی طرف خون کا دور تیز ہو جاتا ہے۔ کبھی بدہضمی سے غدود پر خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور تھکن محسوس ہوتی ہے بلکہ ہلکا ہلکا بدن ٹوٹتا ہے۔ جو بخار کی علامت ہے۔ [تھکن کی مزید معلومات کے لئے میرا مضمون "تھکن" ٹی بی نمبر میں پڑھیں]

جب جسم میں پوری حرارت پیدا ہو جاتی ہے تو دورانِ خون درست ہو کر تھکن دور ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ تھکن میں کبھی چائے پیتے ہیں اور کبھی گرم پانی سے نہاتے ہیں۔ گویا جسم میں نہ صرف گرمی کا اضافہ کرتے ہیں بلکہ بخار کی کمی کو پورا کرتے ہیں، بخار کی اہمیت کی یہ صورتیں آپ کو فرنگی طب میں نظر نہیں آئیں گی۔

بخار کی اہمیت کا اندازہ اس کی بے شمار اقسام سے بھی کیا جا سکتا ہے جن کے بے شمار اسباب بیان کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ آج تک کسی ایک بخار پر بھی قابو نہیں پا سکے، بخاروں کی اہمیت کے تحت ہی کبھی خون اور بلغم کا کیمیاوی تجزیہ کیا جاتا ہے اور کبھی پیشاب پاخانہ کا امتحان کیا جاتا ہے۔ تاکہ علم ہو سکے کہ ان میں کس قسم کے بخار یا زہر کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ یہ بے شمار لیبارٹریاں اور یہ بے شمار امتحان اور تجزیہ کرنے کے آلے اور مشینیں بخاروں کو سمجھنے کے لئے وجود میں آئے ہیں۔ لیکن نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ تپ دق اور دیگر اقسام کے بخار پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

بخار کی اہمیت کا اندازہ ان بے شمار ادویات کے مجربات و مرکبات سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو ہزاروں سالوں سے لے کر آج تک تیار کئے گئے، اور تیار کئے جا رہے ہیں۔ ان تمام قسم کے بخاروں سے صرف چند اقسام سے بخاروں مثلاً ٹی بی، ٹائیفائیڈ، نمونیہ اور ملیریا وغیرہ کے مجربات و مرکبات کی تعداد خاص طور پر موجودہ دور کے نسخوں کا شمار بھی بہت مشکل ہے۔ لیکن ان میں سے سو فیصدی کیا پچاس فیصدی بھی کامیاب کوئی مجرب اور مرکب نسخہ نہیں پایا جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ ملیریا کے لئے کونین مفید ہے۔ لیکن ایک حقیقت پسند انسان جانتا ہے کہ کونین اگر مفید ہوتی تو ملیریا کے لئے دیگر ادویات کیوں تیار کی جاتیں۔ پھر کونین کے متعلق جناب ڈاکٹر ہانمن صاحب بانی ہومیوپیتھی نے اپنے بے شمار تجربات کے بعد ثابت کیا ہے کہ کونین استعمال کرنے سے ملیریا پیدا ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی کونین ایک ایسی دوا ہے جس کے استعمال سے حرارت غریزی کم ہو جاتی ہے۔ اور ضعف قلب شدید پیدا ہو جاتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ فرنگی ڈاکٹر اس کا صحیح استعمال نہیں جانتے۔ کوئی بخار چڑھنے پر اس کو استعمال کرتا ہے اور کوئی بخار اُترنے پر دیتا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اس کے استعمال سے صحیح وقت بخار کے دورے سے ایک گھنٹہ پہلے استعمال کرنا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ کونین کے استعمال کے وقت کوئی فرنگی ڈاکٹر یہ نہیں دیکھتا کہ ملیریا کا اثر معدہ، امعاء میں ہے یا جگر طحال میں۔ وہ بے دھڑک کونین استعمال کر دیتا ہے۔ اور جب کونین کے استعمال سے قے اور اسہال یا دِل ڈوبنا شروع ہوتا ہے تو پھر گھبراتا ہے اور کہتا ہے کہ کونین خشک ہے اس لئے بہت سا

دودھ پیا کرو اور میٹھے زیادہ چوسا کرو۔ لیکن جو غلطی اس نے خود کی ہے اس کے علم سے بالکل بے خبر ہے۔

کونین کی خرابیوں میں ایک خرابی یہ ہے کہ ملیریا کے دنوں میں حفظ ماتقدم کے لئے روزانہ کونین کھانے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ تاکہ انسان ملیریا سے محفوظ رہے۔ ملیریا سے کوئی محفوظ رہتا ہے یا نہیں رہتا، البتہ اس کے استعمال سے دماغ میں سائیں سائیں، سر میں خشکی اور ثقل سماعت ضرور ہو جاتی ہے۔ اور ہفتہ دو ہفتہ کے استعمال سے ملیریا بھی ضرور ہو جاتا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو تجربہ کر کے دیکھا جا سکتا ہے۔

بخار کی اہمیت کا ایک پہلو معالج کی کامیابی بھی ہے۔ اور یہ کامیابی صرف بخاروں کے علاج میں کامل دسترس حاصل کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہسپتالوں، ڈسپنسریوں اور مطبوں میں جس قدر بھی مریض آتے ہیں۔ ان میں اوسط بخاروں میں مبتلا مریضوں کی اکثریت ہوتی ہے۔ اگر ان کا علاج تسلی بخش ہو جائے تو یہ یقینی امر ہے کہ ایسے معالج کو نہ صرف کامیاب معالج تسلیم کیا جاتا ہے، بلکہ اس کی شہرت دور دور پھیل جاتی ہے۔ اس امر کو ذہن نشین رکھیں کہ نوے فیصدی مریض صرف بخاروں کے ہوتے ہیں۔ جو معالجین کی کامیابی کا زندہ ثبوت ہوتے ہیں اور چلتے پھرتے اشتہار ہیں اور یہ ایک ایسا کامیاب پراپیگنڈہ ہے جس کا جواب نہیں ہو سکتا ہے۔ اس امر کا بھی خیال رکھیں کہ جو معالج بخاروں کا کامیاب علاج کر سکتے ہیں ان کو دیگر امراض کے علاج میں بھی بہت دسترس حاصل ہو جاتی ہے، ایسے معالج ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کو دست شفا حاصل ہے۔

بخار کی اہمیت کی ایک صورت یہ ہے کہ بخار ایک ایسی تیز اور خوفناک گرمی ہے کہ اس سے چند دنوں میں انسانی جسم گھل جاتا ہے اور خون خشک ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی مریض کو اپنے سامنے موت نظر آتی ہے۔ اس وقت مریض معالج کو فرشتہ یا اس سے بھی کچھ زیادہ خیال کرتا ہے۔ اگر فوری طور پر بخار پر قابو نہ پایا جائے تو مریض کی قوت مدافعت، اور قوت مدبرہ بدن کا توازن ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اعضاء رئیسہ میں سے کسی ایک میں ضعف واقع ہو جاتا ہے۔ اور باقی دو کے افعال بگڑ جاتے ہیں، نتیجہ خوفناک یا خطرناک نکلتا ہے۔ جو معالج بخار کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس پر پوری دسترس رکھتا ہے، وہ فوراً بخار کی ہر حالت پر قابو پالیتا ہے۔ مریض کو خوفناک یا خطرناک حالات سے نکال لیتا ہے۔ گویا معالج کی کامیابی اور اقبال اس وقت شروع ہوتا ہے جب وہ بخار کو پورے طور پر سمجھتا ہے۔ اور اس پر مکمل دسترس رکھتا ہے۔

بخار کی اہمیت کا ایک مقام یہ ہے کہ وید و اطباء اور ہومیو پیتھ اس پر مکمل دسترس اور قابو پالیں تو اس کے ذریعے فرنگی ڈاکٹروں کو عبرت ناک شکست دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ بخار کا علاج صرف وہی معالج کامیابی کے ساتھ کر سکتا ہے جو اس کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اور اس کی ہر حالت پر صحیح طور پر اپنا قبضہ رکھتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ فرنگی ڈاکٹر نہ بخار کی اہمیت کو سمجھتا ہے اور نہ اس کے علاج میں اس کو دسترس حاصل ہے۔ وہ اس کا علاج صرف مجربات سے کرتا ہے اور ایسا علاج کرنا فن اور اس کے علاج سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ویسے بھی ہمارے پاکستان میں علم العلاج اور ادویات یورپ و امریکہ سے آتی ہیں، جن پر فرنگی ڈاکٹروں کی دسترس کما حقہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس کو آسانی سے بری طرح شکست دی جا سکتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ علم العلاج میں چند علامات ایسی ہیں کہ ان کے رفع کرنے میں ملکہ حاصل ہو جائے۔ تو وہ نہ صرف کامیاب معالج خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کو درست شفا کا مالک سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ علامات نزلہ، زکام، سوزش، ورم اور بخار و ضعف ہیں۔ ان میں سے نزلہ، زکام اور سوزش و ورم کو عارضی اور وقتی طور پر مسکنات و مخدرات سے روکا جا سکتا ہے۔ جو دن رات فرنگی ڈاکٹر افیون و مارفیا اور دیگر منشیات سے کرتے رہے ہیں۔ لیکن بخاروں میں یہ عارضی اور وقتی علاج کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جب بھی بخاروں کا علاج عارضی ادویات سے کیا جاتا ہے جو علامات کو روک کر رفع کرنے کی کوشش کی جائے اور اصل مرض کو رفع نہ کیا جائے یا اس عضو کے افعال کو رفع نہ کیا جائے جس کے افعال کے تغیر سے بخار پیدا ہوا ہے تو بخار

کا علاج کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چونکہ فرنگی ڈاکٹروں کو بخار کی حقیقت کا علم نہیں ہے اور نہ ہی اس کے علاج پر اس کو دسترس حاصل ہے، اس لئے وہ اس کے علاج میں بالکل ناکام ہیں۔ جس کا اس کو پورے طور پر علم ہے۔ اس لئے مارکیٹ میں روز نئی نئی ادویات لاتا رہتا ہے، آج کل اس کا فیور مکسچر اور کونین مکسچر وغیرہ تقریباً ختم ہو گئے ہیں۔ اس کی جگہ سلفا گروپ و پنسلین اور دیگر اینٹی بایوٹک نے لے لی ہے۔ چونکہ یہ بھی تجرباتی علاج ہے اس لئے یہ بھی کامیاب نہیں ہے۔ ورنہ سلفا گروپ اینٹی بایوٹک کے لئے مجربات و مرکبات بازار میں آ رہے ہیں۔ کبھی پنسلین اور سٹپٹو مائی سین نہایت استعمال ہوتے تھے اور ان کو بڑی زبردست ادویات خیال کیا جاتا تھا۔ مگر اب دونوں کو ملا کر ایک مرکب بنا دیا ہے، اسی طرح روزانہ ان کے مرکبات بدلتے رہتے ہیں، اور ساتھ ہی نئی سے نئی ادویات مارکیٹ میں آتی رہتی ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کی تحقیق کئے ہوئے بخاروں کے جراثیم نہیں مرتے اور مریضوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

ان حقائق کے پیش نظر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ فرنگی ڈاکٹر بہت جلد مات کھا جائے گا۔ اس لئے ہم اس کوشش میں مصروف ہیں کہ بہت جلد اہل فن و صاحب علم اور ذہین معالجین کا ایک گروپ تیار کریں اور ان کو بخاروں کے علاج میں پوری دسترس پیدا کر دیں تاکہ ان کی کامیابی فرنگی ڈاکٹروں کو علاج معالجہ میں ناکام اور فیل کر دے۔

اس سے قبل ہم تپ دق (ٹی بی) اور سل نمبر میں اپنی تحقیقات اور نسخے پیش کر چکے ہیں۔ جس میں ہمیں پاک و ہند میں بہت کامیابی ہوئی ہے۔ بے شمار مریضوں کو آرام ہوا ہے۔ پاکستان اور ہند کے تمام سرکاری سینی ٹوریم میں بھی ہماری آواز پہنچ گئی ہے۔ اور وہاں بھی مریض مفید ہو رہے ہیں۔ اس لئے ہم ہر قسم کے بخاروں پر اپنی تحقیقات پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ پوری طرح فرنگی کو مات دے سکیں۔

بخار کی تاریخ اور وسعت

بخار کی تاریخ کا جہاں تک تعلق کہا جا سکتا ہے، انسان کی تخلیق کے ساتھ ساتھ اس کا ظہور بھی عمل میں آ گیا۔ گویا انسان اور بخار لازم و ملزوم ہیں۔ اگر بخار کی پیدائش کو مدنظر رکھ کر غور کیا جائے کہ اس کی پیدائش تعفن اور خمیر کی حرارت اور گرم ابخارات ہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ بخار انسانی تخلیق سے بھی پہلے اس کرہ ارض پر موجود تھا۔ اور ہوا، پانی اور مٹی کے تعفن اور خمیر میں پایا جاتا تھا۔ ان کے علاوہ نباتات اور حیوانات اس کے بہترین مسکن تھے۔ اور جب حضرت انسان کی تخلیق ہوئی اس کے جسم و روح اور خون میں اس نے اپنی آماجگاہ بنالی۔ اس وقت سے انسان کا دشمن بنا ہوا ہے۔ اور کبھی کبھی بھلائی بھی کر دیتا ہے۔ گویا دانا دشمن ہے۔

ذی حیات اور غیر ذی حیات کے علاوہ اس کا اثر فضا میں بھی نظر آتا ہے جس کا تعلق آفاق سے ہے۔ گویا جو کچھ ہمیں نفس میں دکھائی دیتا ہے، وہی کچھ آفاق میں بھی نظر آتا ہے۔ ان حقائق پر اگر غور کیا جائے تو بخار کی تخلیق کائنات کی پیدائش کے ساتھ ساتھ ظہور میں آئی ہے۔

قبل از تاریخ طب، بخار کی حقیقت

قبل از تاریخ طب میں امراض کو جن اور بھوتوں کا عمل دخل خیال کیا جاتا تھا یا جادو اور ٹونہ کا اثر سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے ان کے علاوہ کے لئے بھی پجاریوں اور کاہنوں کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ وہ معالجہ کے طور پر مندروں اور بتوں کے سامنے پوجا پاٹ اور ہون اور قربانی وغیرہ کرتے تھے اور کبھی دم، جھاڑ اور تعویذ اور گنڈہ کرتے تھے۔ ان اعمال سے مریضوں پر کیا اثر ہوتا تھا، اس کا اندازہ آن جاہل مریضوں سے لگایا جا سکتا ہے، جو آج بھی امراض کو جن بھوتوں کا دخل اور جادو ٹونے کا اثر سمجھتے ہیں۔

اس دور میں بخار بھی دیگر امراض کی طرح جن بھوتوں کا دخل خیال کیا جاتا تھا اور جادو ٹونے کا اثر سمجھا جاتا تھا۔ اگر اس حقیقت کو صحیح مان لیں، ملرتقاء کی کڑیاں دنیا کے دور آور زمانے میں پائی جاتی ہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آج بھی ایسے ذہن کے لوگ پائے جاتے ہیں جو بخاروں کو وہی کچھ خیال کرتے ہیں جو قبل از تاریخ سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ بخاروں کے علاجات کو ادویات اور پرہیز کی بجائے پوجا پاٹ اور دم جھاڑہ، تعویذ گنڈہ اور خیرات و دعا سے کرانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ہندوستان کی طرح اگر پاکستان میں مندر اور پجاری دیوی اور دیوتا کے بت، ہون اور ارتی نہیں پائے جاتے تو ان کی جگہ مزار اور پیروں اور بھوپے اندر سیدوں کے مرکز پائے جاتے ہیں۔ گویا انسان اپنے ذہن اور فطرت کے لحاظ سے اور عقائد اور تصورات کی تسکین ضرور چاہتا ہے۔

لیکن اگر سائنسی اور علمی نگاہ سے دیکھا جائے اور بخاروں کو ان کے اپنے رنگ میں دیکھا جائے کہ بخار دراصل تعفن اور خمیر کی حرارت کے لطیف اور غیر مرئی بخارات (گیسز) ہیں اور ان لطیف اور غیر مرئی بخارات کو عربی زبان میں اگر جن کہتے ہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ بخار کو اگر جن کا نام دے دیا جائے تو کچھ غلط بھی نہیں ہے۔ رہا ان کے نکالنے اور دور کرنے کا علاج وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہر زمانے میں طریق علاج بدلتا رہا ہے۔ جوں جوں حقیقت سامنے آتی گئی ہے، عمل بھی علم کے تحت بدلتے رہے ہیں۔ اسی طرح اگر بھوتوں کے خوف اور جادو اور ٹونہ کے وسواس اور

خدشات کو بھی اگر مؤثر و منبج خیال کر لیا جائے تو امراض خصوصاً بخاروں کا پیدا ہو جانا کوئی اُمید از قیاس نہیں۔ بلکہ روزانہ تجربات سے یہ امر ثابت ہوتے رہتے ہیں۔

ان حقائق کی طرف اس لئے اشارہ کیا گیا ہے تاکہ بخار کی تاریخ کے ساتھ اس کی وسعت کا اندازہ بھی ہو سکے۔ دوسرے نفسیاتی قسم تو ہم پرست مریضوں کے احساسات اور ادراکات کو بھی ضرور مدنظر رکھنا چاہئے۔ جب کہ تو ہم اور جذبات کے ڈانڈے وجدان اور عقل سے ملتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بخار دراصل جن ہی ہیں، لیکن اس امر سے انکار نہیں ہے۔ جن ضرور ایسی لطیف غیر مرئی طاقت اور مخلوق ہے جس کی مشابہت سادہ قسم کے بخار اور دھواں سے بیان کی جاتی ہے۔ قبل از تاریخ جس قسم کے مریضوں کی زیادتی معلوم ہوتی ہے وہ بخاروں میں مبتلا ہیں۔ ممکن ہے بخار کا نام جن ہی باقی امراض کو دے دیا گیا ہو۔ آج بھی اچھے اچھے سمجھ دار لوگ تپ دق اور دردوں سے آنے والے مسلسل بخاروں کو جن بھوت کا اثر خیال کرتے ہیں۔ ہم اس امر سے انکار نہیں کرتے کہ وہ حقیقت کے کس قدر قریب ہیں۔ لیکن اس امر کا ہمیں پختہ یقین ہے کہ وہ لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ان کو نہ بخار کی ماہیت کا علم ہے اور نہ ہی جن کی حقیقت کا علم ہے۔ لیکن اس امر کو تسلیم کرنا پڑے گا، ہزاروں سالوں کے بعد بھی انسان کے تحت الشعور کا اثر اس کی نسل میں برابر منتقل ہو رہا ہے یا یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنی ہر مرض کو غیب کی طاقت کی طرف لے جاتا ہے۔ جس کی ابتداء جن ہیں اور جن کی انتہاء وحدہٗ لاشریک ہے۔

جنات کی طرح انسانی جذبات خصوصاً اور غم بھی اپنے اندر اس قدر طاقت رکھتے ہیں، جن سے جسم و روح پر غیر معمولی اثر پڑتا ہے۔ ان سے امراض خصوصاً بخار ہو جانا تو معمولی بات ہے شدت خوف اور غم سے اکثر موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جادو ٹونہ اور بھوت پریت کا خوف و اثر اور وسواس و خدشہ انسان میں شدید خوف اور غم کا باعث بن کر اس کو امراض خصوصاً بخار میں مبتلا کر دیتا ہے۔

روزانہ زندگی میں دیکھا جاتا ہے کہ بچے ڈر اور غم کی وجہ سے بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے بچوں کا علاج اکثر دم، جھاڑ اور تعویز گنڈوں سے کیا جاتا ہے۔ خصوصاً ایسے بچوں کے علاج تو ضرور اسی قسم کے کرائے جاتے ہیں جو خواب میں یا کسی تنہائی اور سنسان جگہ میں ڈر کر بخار میں مبتلا ہو گئے ہوں۔ اکثر کمزور دل مردوں اور عورتوں کا گزر قبرستان، مسان اور غیر معمولی تنہائی اور سنسان جنگل سے ہوتا ہے تو وہ ڈر جاتے ہیں۔ یا ان کے مسرت و لذت کے جذبات کی تسکین نہ ہو یا ان کے خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل نہ ہو تو یقیناً غم و غصہ میں مبتلا ہو کر مسلسل امراض خصوصاً بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حیرت کا مقام یہ ہے کہ ان کا علاج جس قدر جلد دم جھاڑ اور تعویز گنڈوں اور دعاء و صدقات سے ہوتا ہے، علاج معالجہ سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بعض دفعہ علاج معالجہ سے امراض اور بخاروں میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان لوگوں میں اعتقاد اور یقین اسی قسم کے علاج پر ہوتا ہے اور یہ تو ایک بڑی حقیقت ہے کہ روحانی علاج کو مادی علاج کے مقابلے میں ایک بہت بڑی طاقت سمجھا گیا ہے۔ جب تک روحانی علاج کو ایک بہت بڑی طاقت سمجھا جائے گا۔ عوام کیا خواص بھی مادی علاج کی نسبت روحانی علاج کو افضلیت اور فوقیت دیتے رہیں گے۔

آج کل کے سائنسی اور علمی دور میں بھی تعویذ گنڈے دینے والوں اور دم جھاڑا کرنے والوں اور نجوم اور رمل کو جاننے والوں کے مطب بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں اگرچہ عورتوں کی کثرت ہوتی ہے یا عورتوں کے امراض اور بخاروں کے لئے مرد آئے ہوتے ہیں۔ جن میں اکثر معقول قسم کے لوگ نظر آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کوٹھی کاروں کے مالک اور بہت بڑے بڑے بزنس کرنے والے تو ہماتی و نفسیاتی، خواہشاتی اور جذباتی امراض اور بخاروں میں زیادہ مبتلا ہیں۔ اکثر آرام بھی ان ہی طریق علاج سے پاتے دیکھا ہے۔

بخار خصوصاً تپ دق اور باری کے بخاروں میں مبتلا لوگوں کو جن میں اکثریت عورتوں اور بچوں کی اکثریت ہے۔ تعویز گنڈے کا استعمال

ہو رہا ہے۔ پیسے جا رہے ہیں جسم کے کسی حصہ پر تعویذ باندھے ہوئے ہیں۔ دھونی لی جا رہی ہے۔ درختوں پر تعویز لٹکائے جا رہے ہیں۔ جھاڑیوں اور چوراہوں میں چولہوں میں پھینکے جا رہے ہیں۔ چولہے کے نیچے دبائے جا رہے ہیں۔ سیاہ مرغ یا سیاہ بکرے کی قربانی دی جا رہی ہے یا سرخ کپڑا اور ساتھ سات قسم کے اناج دیئے جا رہے ہیں۔ سات کنوؤں یا نہروں کے پانی یا کسی خاص کنویں یا چشمے سے نہایا جاتا ہے۔ ایسا بھی سنا گیا ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے بالکل الف ننگا ہو کر اگر پیپل، بوہڑ یا کسی خاص درخت کو گلے ملا جائے اور اس کو کہا جائے کہ میرا بخار لے لو تو بخار اُتر جاتا ہے۔ اسی طرح تعویز لکھوا کر چاٹنا صبح روزانہ تلسی کے درخت کو پانی دینا یا بوہڑ کے درخت کی جڑوں پر آٹا ڈالنا وغیرہ غرض بے شمار ایسے ایسے طریقے آج بھی پائے جاتے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ قبل از تاریخ طب بھی اس قدر توہم پرستی اور نفسیاتی امراض میں لوگ مبتلا نہ ہوں گے اور نہ ہی تو ان کے جذبات خواہشات اس قدر شدید ہوں گے۔ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ امراض کی حقیقت سے واقف نہ تھے اور ان کا علاج کراتے تھے۔ مگر آج کل کے ایسے لوگ امراض کی حقیقت کو جانتے ہوئے بھی نفسیاتی وجذباتی اور خواہشاتی امراض میں اس قدر کثرت سے مبتلا ہیں کہ ان کے لئے علم و حکمت اور سائنس اور طب کی ترقیاں بالکل بے معنی بن کر رہ گئی ہیں۔

طبی تاریخ کا دور

طب وحکمت اور فلسفہ کا دور تو بابل، نینوا اور ہندوچین کی تہذیبوں میں شروع ہو گیا تھا۔ مگر ان علوم کی باقاعدہ تاریخ یونانی تہذیب وتمدن میں مرتب کی ہیں۔ حکیم بقراط پہلا معالج ہے جس نے ان علوم کو باقاعدہ مرتب کیا۔ اس سے پہلے تمام زمانوں میں بخار کا باقاعدہ ذکر ملتا ہے اور بخاروں کو مذہب اور جادو سے الگ کر دیا گیا ہے۔ اس دور سے قبل بابل، نینوا، ہندوچین اور مصر وغیرہ تہذیبوں میں اگرچہ امراض و بخار کا علاج ادویات سے کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ معالج صرف مذہبی راہ نما ہوا کرتے ہیں اور علاج معالجہ بھی مذہب کا ایک حصہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آیورویدک مذہب کا ایک حصہ ہے۔ اگرچہ آج کل کسی ایک وید کا مذہبی آدمی ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ غیر مذاہب کے لوگ بھی آیورویدک طریق علاج بڑی کامیابی سے کر رہے ہیں۔ میری رائے ہے کہ علاج معالجہ مذہب کا ہی ایک حصہ ہونا چاہئے۔ اور قوانین مذہب کو عوام کے ذہن نشین کرانا چاہئے کیونکہ مذہب کے تقدس و پرہیزگاری اور خوف وہیبت کا اثر جو جسم وروح پر پڑتا ہے وہ صرف علم وسائنس سے نہیں پڑتا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام میں مذہب وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں پرہیزگاری اور پاکی ختم ہوتے ہیں۔

اگر پرہیزگاری اور پاکی کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو اس پر پورا علم الابدان مرتب ہوسکتا ہے ان امور سے ثابت ہوتا ہے کہ پرہیزگاری اور پاکی کے بعد امراض اور بخار وغیرہ کی کوئی صورت جسم میں باقی نہیں رہ جاتی۔ میری خداوندکریم سے دعا ہے کہ مجھ کو عزت بخشیں کہ میں اسلام کی پرہیزگاری اور پاکی کے قوانین اور اصولوں پر علم الابدان اور علم طب مرتب کر سکوں۔ پھر اہل علم اور صاحب فن اندازہ لگا سکیں گے کہ فرنگی طب نہ صرف غلط طریقہ علاج ہے بلکہ صحیح قسم کی تہذیب وتمدن اور صالح معاشرہ ومجلسی زندگی کے لئے کس قدر خطرناک اور نقصان رساں بھی ہے۔

آیورویدک دور اور بخار

حیرت کا مقام ہے کہ آیورویدک جسم کی اصلاح اور امراض کی شفا کے لئے ایک مذہبی طریق علاج ہے۔ مگر اس میں سے مذہبی تقدس اور پاکی اور پرہیزگاری ختم کر دی گئی ہے۔ جس سے ایک الہامی طریق علاج کو مادی طریق علاج میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس میں چھوت چھات کا جو اصول تھا جس کے معنی پاکی و پرہیزگاری کے ہیں، اس کو غلط شکل دے کر انسانوں سے چھوت چھات شروع کر دی۔ اور انسانوں کی طبقہ بندی کا آغاز کر دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکی اور پرہیزگاری کی اصل روح فنا ہو گئی۔ اور پنڈت اور اونچے درجے کے لوگ ہر قسم کی پاکی

اور پرہیز گاری سے آزاد ہو کر دُنیا بھر کی برائیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اپنی برائیوں کو چھپانے کے لئے ان پنڈتوں اور اونچے طبقہ کے لوگوں نے چھوت چھات کا رُخ ادنیٰ طبقہ کے ہندوؤں اور غیر ہندوؤں سے شروع کر دیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہزاروں سالوں سے ہندوؤں میں طبقاتی جنگ اور ہندو مسلم فساد کا سلسلہ چلا آتا ہے۔

باوجود مہاتما گاندھی اور ان کے ساتھیوں کی کوشش سے ہندوستان میں چھوت چھات ختم نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھوت چھات کو اس کا صحیح مقام نہیں دیا گیا۔ بلکہ صرف یہ تلقین کی گئی ہے کہ تمام انسان ایک خدا کی پیداوار ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے چھوت چھات نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن ہندوستان کو ایک ایسے لیڈر کی ضرورت ہے جو عوام کو چھوت چھات کا صحیح مقام سمجھائے اس طرح ان میں غلط قومی و ملکی اور لسانی توہمات و جذبات اور خواہشات و اثرات ایک دم دور ہو جائیں گی۔ وہ صحیح معنوں میں ہندی یا آرین قوم بن جائے گی اور اس وقت ان کا کوئی مذہب بھی ہو گا جبکہ آج کل کی ہندو قوم مادر، پدر آزاد اور مذہب کے نام سے بیزار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ یا فرنگی ذہن کے غلام ہیں کیمونسٹ ہوتے جا رہے ہیں۔ قومی و ملکی اور لسانی زور صرف زبانی و تخریبی ہے تعمیری نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان بن گیا ہے۔ اور اگر کوئی صحیح معنوں میں لیڈر نہ ہوا تو ہندوستان بہت جلد حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

ان حقائق سے ثابت ہوا ہے کہ پاکی اور پرہیز گاری اور تقدس ایسے امور ہیں جن کا تعلق علم الابدان اور طب سے ہے۔ جب تک یہ صورتیں کامیاب نہ ہوں تو صحت اور معاشرتی نظام کامیابی سے نہیں چل سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں افضل واعلیٰ اور محترم انسان کی تعریف اس طرح کی گئی ہے ﴿ اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم ﴾ ''تم میں سب سے مکرم وہ ہے جو انتہائی پرہیز گار ہے''۔

ذرا اکرم کے لفظ پر بھی غور کریں، دوسروں پر بہت زیادہ بخشش کرنے والا۔ یعنی سوسائٹی کا خدمت گزار۔ ایک طرف انتہائی پرہیز گار اور دوسری طرف انتہائی خدمت گزار۔ گویا ہر حیثیت سے پرہیز گار اور خدمت گزار جس میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور رضا بھی شریک ہو۔ گویا صحت اور معاشرہ میں اعلیٰ قدریں رکھنے والا۔ اگر ایسے انسانوں کی زیادتی ہو جائے تو دُنیا جنت بن سکتی ہے مگر فرنگی طب نے ایسی تہذیب و تمدن اور ثقافت و اخلاق پیدا کیا ہے جس میں پاکی اور پرہیز گاری تو رہی ایک طرف مذہب اور نیکی کو معاشرہ سے نکال کر باہر پھینک دیا ہے۔ اب ننگی انسانیت شرم سے سر جھکائے کھڑی ہے۔ ایسی طب انسانی جسم اور روح کا کیا مداوا کر سکی ہے۔

یونانی دور کے بعد اسلامی دور میں بخار پر بہت زیادہ تحقیقات کی گئیں۔ اس کو نہ صرف جن بھوت اور جادو ٹونہ کے احساسات سے پاک کیا گیا بلکہ اس کے صحیح اسباب تلاش کئے گئے۔ اس کی صحیح صحیح علامات قائم کی گئیں۔ اور اس کو کئی اقسام میں تقسیم کر کے ان کا کامیاب علاج پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ آج کل فرنگی طب نے جو تحقیقات بخاروں کے متعلق پیش کی گئی ہے۔ وہ فرنگی طب کی بجائے طب یونانی کا فرنگی ترجمہ ہے۔ فرنگی طب تاحال اسلامی طب کو پورے طور پر سمجھ سکی ہے اور نہ ہی مکمل طور پر پیش کر سکی ہے۔

فرنگی طب اور بخار

فرنگی طب میں بخاروں کو بے حد اہمیت دی گئی ہے۔ بخاروں کے متعلق فرنگی میڈیکل سائنس کی تحقیقات کی گئی ہیں۔ بخاروں میں سے خاص طور پر ملیریا اور ٹی بی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ لیکن جہاں تک ماہیت مرض پیتھالوجی اور علاج (ٹریٹمنٹ) کا تعلق ہے وہ ناکام ہیں۔ آج تک نہ ملیریا کا کامیاب علاج ان کو مل سکا ہے اور نہ ہی ٹی بی کی حقیقت کا علم ہو سکا ہے (جس کے متعلق ہم فرنگی کو عرصہ تین سال سے چیلنج کر رہے ہیں) کیونکہ وہ مچھر اور جراثیم میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ البتہ ان کو یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ انہوں نے تجارتی پروپیگنڈہ سے اس قدر دولت کمائی ہے کہ اس

سے کئی ملک خریدے جاسکتے ہیں۔صرف کونین اوراس کے مرکبات کی آمدنی روزانہ لاکھوں پونڈ تک پہنچتی ہے۔سب سے بڑا فائدہ فرنگی کو بخاروں کی تحقیقات سے یہ پہنچا ہے کہ وہ جب پسماندہ ممالک کو قبضہ کرسکتا ہے یا کم ازکم وہاں کے خام مال پر ہاتھ صاف کر جاتا ہے اس کے بعد اس کی تہذیب ننگی ناچنے لگی ہے اورروز بروز وہاں کا تمدن فرنگی ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

ایک چھوت چھات ہندوقوم کا ہے جس کا ہم ذکر کرچکے ہیں،دوسری چھوت چھات فرنگی نے پیدا کی ہے۔ظاہرہ تو اس کی چھوت چھات متعدی امراض اورخوفناک جراثیم سے ہے،لیکن باطن میں اس کی چھوت چھات کالے آدمی (کلرڈین) سے ہے۔وہ اپنے آپ کو ان پرفوقیت دیتا ہے،لطف کی بات یہ ہے کہ وہ عیسائیت کی تبلیغ کرتا ہے اورمہذب بناتا اوردوسری طرف ملک پر قبضہ کرکے غلام بناتا ہے اوروہاں کی دولت پر قبضہ کرتا ہے۔لیکن طبقاتی پوزیشن بھی قائم رکھتا ہے۔مشرقی ممالک خصوصاً افریقہ میں اس قسم کے نظارے روزانہ دیکھنے میں آتے ہیں۔مشرقی ممالک اورافریقہ تک کیا منحصران کے اپنے یورپ میں اکثر ہوٹلوں اورمقامات پراس امر کا سختی سے خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی رنگدارانسان وہاں نہ آنے پائے۔ان کے چھوت چھات کا یہ عالم ہے کہ عمر بھر یورپ میں رہنے اوران کی لڑکی سے شادی کرلینے کے بعد بھی وہ کسی کو سفید فام قوم میں شامل یا تسلیم کرنے کو تیارنہیں ہیں۔اس لئے ان سے طبقاتی علیحدگی رکھی جاتی ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلمانوں میں امیر غریب کافرق اورطبقاتی صورتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ضرور پائی جاتی ہے۔لیکن ان باتوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اس چھوت چھات سے جہاں معاشرہ میں غصہ کا بخار پیدا ہوتا ہے،دوسری طرف چھوت چھات کرنے والے کے اندرنفرت کا بخار پیدا ہوتا ہے اوران بخاروں کا زہراس وقت تک نہیں اترتا جب تک طبقاتی جنگ نہ ہواورخون کی ندیاں بہہ کرنفس اورآفاق کے لئے تسکین کا باعث ہوجاتی ہیں۔

چھوت اورمتعدی بخار سے کسی کو انکارنہیں ہے،لیکن اس میں شدت اورجنون کی حد تک احساس تدارک انسان سے ہمدردی کو دورکردیتا ہے اورانسان،انسان کا مداوانہیں رہتا۔معاشرہ میں خودغرضی پیدا ہوجاتی ہے،یہاں تک کہ بھائی سے بھائی بھاگتا ہے اورماں اپنے بچے کو چھوڑ جاتی ہے۔ویسے بھی شاید کوئی انسان ایسا ہوجس کو کوئی نہ کوئی مرض کم وبیش نہ ہو۔پھرایک کو دوسرے سے بیماری اورمشکل کے وقت دوررہنا اس دنیا کی تلخی کو زیادہ کرنا ہے۔اگرچھوت اورمتعدی بخاراس قدرہی خوفناک ہوتو جاننا چاہئے کہ ان میں زیادہ ترمعالج گرفتارہوتے جوشب وروز ایسے مریضوں کا علاج کرتے رہتے ہیں،یادرکھنا چاہئے کہ کوئی بخار یا مرض کبھی بھی کسی چھوت اورمتعدی مادہ سے پیدا نہیں ہوتا۔جب تک کسی عضو میں خرابی پیدا ہوکراس کی قوت مدافعت (امیونٹی) کمزورنہ ہوجائے،پاکی وپرہیزگاری اورخدمت گزاری کرنے والوں کی اکثر صحت درست رہتی ہے اوران کی قوت مدافعت مرض ہمیشہ مقابلہ کے لئے تیاررہتی ہے۔

روزانہ زندگی اور بخار

بخار دُنیا کے ہرملک اورہرعلاقہ میں پایا جاتا ہے،لیکن بعض بخار خاص خاص علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔جیسے موسمی بخار جونمی والے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔محرقہ انتہائی گرم علاقوں میں ہوتا ہے۔نمونیہ سرداورپہاڑی علاقوں میں تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔اسی طرح بعض علاقوں میں خاص قسم کے کیڑے مکوڑے اورمکھی ومچھر کے کاٹ لینے سے بخار ہوجاتا ہے۔یہاں تک کہ گھروں میں چوہوں کے کاٹ لینے سے ان کے زہر سے بخار چڑھ جاتا ہے۔

بخار عمر کے لحاظ سے بھی ہرعمر میں پایا جاتا ہے۔تازہ پیدا شدہ بچے سے لے کے سوسال سے اوپر کی عمر میں بھی پایا جاتا تھا۔پھران میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ فلاں بخار صرف بچوں میں پایا جاتا ہے۔اورفلاں صرف جوانوں اوربوڑھوں کے لئے مخصوص ہیں،البتہ بعض بخار بعض اعضاء کے ساتھ مخصوص کئے جاسکتے ہیں۔اورعمر کے جن حصوں میں ان اعضاء میں کمی بیشی ہے اس عمر میں وہ خاص بخار زیادہ پیدا ہوتے رہے ہیں

جیسے ٹی بی اکثر نوجوانوں میں پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عمر میں نوجوان کو ایک خاص مقدار رطوبت کی درکار ہوتی ہے۔ جو ضعف اعصاب کی وجہ سے اکثر کم ہو جاتی ہے۔ نتیجہ اس کا ٹی بی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور جب یہ رطوبت پیدا کر دی جائے تو یہ بخار چھوڑ جاتا ہے۔ جس کے لئے میں نے اپنی تحقیقات ٹی بی شائع کر کے ساتھ شرطیہ نسخہ لکھ دیا ہے، اس سے عرصہ تین سال میں ہزاروں لوگ ٹی بی کے بخاروں کی اہمیت اور خوف سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔

فرنگی ڈاکٹر کا غلط علاج

جس قدر مریض پرانے بخاروں اور تپ دق کے نظر آتے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کا غلط علاج کیا گیا ہے۔ اور ان میں اکثر فرنگی ڈاکٹروں کے غلط علاج اور زہریلی ادویات کا نتیجہ ہیں۔ بنظر غور دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ پرانے بخاروں اور تپ دق بہت کم پتہ چلتا ہے کہ فرنگی ڈاکٹروں کی ہمارے ملک میں آنے سے پہلے کہیں کہیں لمبا اور پرانا بخار یعنی ٹی بی پایا جاتا تھا، اوّل یہ پیدا ہی نہیں ہوتا، اگر پیدا ہوتا تو ہمارے معالج اور ہماری ادویات اس کے لئے کارگر ثابت ہوتی تھیں۔ لیکن جب سے فرنگی علاج اور اس کی زہریلی ادویات کا زمانہ آیا ہے تقریباً ہر گھر میں پرانا بخار و کھانسی اور ٹی بی نظر آنے لگ گیا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ملک بلکہ دُنیا کو ٹی بی سے نجات اس وقت تک کسی اکسیر اور تریاق دوا سے نہیں مل سکتی جب تک کہ فرنگی ڈاکٹروں کے علاج اور ان کی زہریلی ادویات کو نہ چھوڑ دیا جائے، اس کی مثال بالکل شراب و چائے اور سگریٹ کے کثرت استعمال اور رات بھر ہوٹلوں، سینماؤں اور کلبوں میں جاگنے سے دی جا سکتی ہے کہ اس زندگی میں جو لذت اور مسرت ہے اس سے انکار نہیں ہے، لیکن اس زندگی سے جو صحت خراب ہوتی ہے، اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جو اس زندگی میں گرفتار ہے۔ ایسے انسان کی خراب صحت کا علاج اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس زندگی کو بالکل نہ چھوڑ دے۔ ظاہر ہے وہ اس کا عادی ہو جائے گا۔ لیکن بہت جلد وہ خوفناک امراض میں گرفتار ہو کر ہارٹ فیلور سے مر جائے گا، اگر اس بات میں ذرا بھر مبالغہ محسوس ہو تو ایسے لوگوں کی زندگیوں کو خود قریب سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں بھی یہی نتائج نکل رہے ہیں اور وہ مجبور ہو گئے کہ ایسی زندگی کے ساتھ ساتھ تیز و زہریلی اور منشی ادویات کو فوراً روک دیا جائے جس قدر ٹی بی یورپ و امریکہ اور دیگر سائنسی ملکوں میں ہے۔ ایسے ممالک جن کو یورپ و امریکہ میں بھی یہی نتائج نکل رہے ہیں اور وہ مجبور ہو گئے کہ ایسی زندگی کے ساتھ ساتھ ہارٹ فیلور کے واقعات ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہارٹ فیلور تو نتیجہ ہے امراض کو تیز و زہریلی اور منشی و فوری طور پر روکنے کا۔ مرض رُک جاتا ہے۔ مرض دورانِ عروق رہ جاتا ہے جس کا سیدھا اثر قلب پر پڑتا ہے اور اس کے افعال بگڑ جاتے ہیں اور مریض ہارٹ فیلور سے اپنی قیمتی جان کو ضائع کر دیتا ہے اس لئے ٹی بی کے اثر سے بچاؤ کی یہی صورت ہے کہ فرنگی علاج اور فرنگی ادویات کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا جائے۔ پھر معمولی معمولی ادویات کے استعمال سے بھی ٹی بی سے رہائی مل سکتی ہے۔

بخار کی وسعت کا اندازہ اس طرح بھی لگایا جا سکتا ہے کہ یہ انسانوں کے علاوہ پرند و چرند اور وحشی جانوروں تک پایا جاتا ہے۔ لیکن پالتو جانوروں اور پرندوں میں جنگلوں کی نسبت بخار کی زیادتی پائی جاتی ہے۔ لیکن بعض بخار جانوروں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اور بعض جانوروں میں بعض بخار قطعاً نہیں پائے جاتے۔ مثلاً پالتوں جانوروں میں گائے کو کثرت سے ٹی بی ہوتی ہے، مگر بکری اور بھینس پر اس کا بالکل اثر نہیں ہوتا اور بکری میں یہ خوبی ہے کہ اس کا گوشت اور دودھ ٹی بی کو دور کرنے کے لئے اکسیر کا اثر رکھتا ہے۔ گھریلو پرندوں میں مرغ و تیتر، بطخ و پیرو اور کبوتر اور طوطے وغیرہ بھی بخاروں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور چونکہ ان کے علاج کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی اس لئے وہ چند دنوں میں انتہائی کمزور ہو کر مر جاتے ہیں۔ بوجھ لادنے والوں اور محنت کرنے والے جانوروں میں بخار بہت کم پایا جاتا تھا۔ لیکن جب وہ گرفتار ہو جاتے ہیں تو بہت مشکل سے جانبر ہو سکتے ہیں۔ ان جانوروں میں گھوڑے، گدھے اور اونٹ خاص طور پر شریک ہیں۔ کتوں اور بلیوں کو جب یہ مرض لاحق ہوتا ہے تو اکثر

پاگل ہوجاتے ہیں یا خشک کھانسی میں مبتلا ہوکر مدت تک کھانس کھانس کر مرجاتے ہیں۔ خنزیروں اور بندروں میں بخار بہت زیادہ پایا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے جسم میں متعفن رطوبات اور مادے بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جو لوگ ان کا گوشت کثرت سے کھاتے ہیں، وہ بھی اکثر نزلہ اور زکام میں گرفتار رہتے ہیں اور ان ہی امراض میں مرجاتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ سور اور بندر کے گوشت سے انسان دائم المریض رہتا ہے اور عمر کم ہوجاتی ہے۔

بخار ان لوگوں میں زیادہ پایا جاتا ہے جو زیادہ کھاتے ہیں اور آرام زیادہ کرتے ہیں جو خوش خوراک اچھے اچھے کھانوں کا شوق رکھتے ہیں، وہ اکثر بخاروں میں مبتلا رہتے ہیں، جاننا چاہئے کہ تبخیر معدہ بھی ایک قسم کا ہلکا بخار ہے جس کو طبیعت مدبرہ اخراج بدن کرنے کے لئے جسم میں پھیلا نہیں سکی۔ اگر تبخیر معدہ کا علاج مقوی معدہ اور دافع ریاح کی بجائے بخاروں کے اصول پر کیا جائے تو چند دنوں میں حیرت انگیز فائدہ ہوتا ہے۔ خوش خوراکی ایک اچھا شوق ہے، کیونکہ اچھی تہذیب اور اعلیٰ تمدن کی علامت ہے۔ اس سے انسان کے معیار زندگی کا اندازہ لگتا ہے۔ لیکن روزانہ اچھے اچھے کھانوں کو پکوا پکوا کر کھاتے رہنا کوئی اچھا جذبہ نہیں ہے۔ اس کی حیثیت نفسانی خواہش سے زیادہ نہیں ہے۔ خوش خوراکی کا مقصد صرف یہ ہے کہ لذیذ ولطیف، خوش ذائقہ اور قسم قسم کے کھانوں کی تمیز ہونی چاہئے جیسا کہ ایک ماہر باورچی جانتا ہے اور دوسروں کے لئے پکاتا ہے۔ لیکن خود روزانہ زندگی میں پکا پکا کر نہیں کھاتا۔ **حکیم رازی نے لذیذ وخوش ذائقہ کھانوں اور حسین دوشیزاؤں کے کثرت استعمال سے روکا ہے۔ ان سے تبخیر پیدا ہوتی ہے اور عمر گھٹتی ہے۔**

بخار کے متعلق اگر تحقیقی حقائق اور تاریخی وسعت اور اہمیت کو سامنے رکھا جائے تو اس تکلیف کا ایک اچھا خاصا تصور حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے کہ اگر جسم میں حرارت اور رطوبت کا توازن صحیح ہے تو کوئی شخص اس مرض میں گرفتار نہیں ہوسکتا اور جب یہ توازن ختم ہوجاتا ہے تو جسم کے کسی حصے یا عضو میں دورانِ خون کی بے قاعدگی یا اجتماع خون یا سوزش پیدا ہوکر ایک عارضی حرارت پیدا ہوجاتی ہے۔ جس کو ہم بخار کا نام دیتے ہیں اور جو شخص بھی اپنے جسم کی حرارت اور رطوبت کے توازن کو رکھ سکے گا۔ وہ نہ صرف خود اس مرض سے محفوظ رہے گا بلکہ دوسروں کی بھی اس مرض سے حفاظت کرے گا۔ یہ ایک ایسا قانون ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نہ تو اس کو چھوت چھات کا ڈر رہے گا اور نہ وہ ہزاروں اقسام کے جراثیم اور خوردبینی اجرام سے خوف زدہ رہ سکتا ہے۔ یہ بھی زندگی کا ایک بہت بڑا سکون ہے۔

حیرت کا مقام یہ کہ یہی بخار جو قبل از طبی تاریخ بھوت پریت اور جناتی اثر سمجھا جاتا تھا۔ اب آیورویدک کے زمانے میں ایک مرض قرار پا گیا۔ جس کا سب سے بڑا سبب نیکی اور اخلاق قرار دیا گیا۔ طب یونانی کے دور میں مذہب واخلاق اور نفسانی اثر سے نکال کر اس کو خالص جسمانی اور مادی قرار دے دیا۔ اسلامی دور کی تحقیقات نے اس کی حقیقت کو کمال پر پہنچا دیا کہ بخار مرض نہیں ہے بلکہ ایک علامت ہے۔ جو جسم کے کسی عضو کی خرابی ہے، جب خون کے مزاج میں توازن قائم نہ رہے تو بخار پیدا ہوجاتا ہے۔ لیکن فرنگی طب کی ترقی معکوس نے اس کو پھر جراثیم اور ان دیکھی مخلوق جراثیم بغیر خوردبین کے نظر نہیں آسکتے، ہر وقت کوئی خوردبین نہیں لگائے پھرتا کہ وہ اپنے بچاؤ کے لئے بخار اور دیگر امراض کے جراثیم سے بچتا پھرتا اس لئے ان دیکھی مخلوق کا تصور بھوت پریت اور جناتی اثر سے زیادہ بعید نہیں۔ فرق صرف نام کا ہے بھوت پریت اور جناتی اثر نہ کہا جراثیمی اثر کہہ دیا۔ علاج میں بھی وہی مشابہت ہے وہ لوگ دم جھاڑ اور تعویز گنڈے استعمال کرتاے ہیں اور یہ قاتل جراثیم ادویہ اور تدابیر استعمال کراتے ہیں۔ لیکن جہاں تک بخاروں کا تعلق ہے وہ دونوں صورتوں میں اپنی جگہ قائم رہتے ہیں۔ مگر پیر فقیر اور فرنگی ڈاکٹر کی جھولی حلوہ مانڈہ سے بھری رہتی ہے۔

حمیات کی حقیقت ان کی پیدائش اور اقسام

تعریف

''حمیات''، جمع ''حمی'' کی جس کو فارسی میں تپ، ہندی میں بخار اور انگریزی میں فیور (Fever) کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی عارضی اور غیر معمولی حرارت ہے جو خون کے ذریعے قلب سے شرائین وعروق اور خون وروح کے توسط سے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ جس کے مشتعل ہونے سے افعال بدن میں تحلیل اور ضعف پیدا ہوتا ہے اور ان کے طبعی افعال میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ غصہ ولذت، گرم اغذیہ اور اشیاء اور ورزش اور تکان سے بھی حرارت جسم بڑھ جاتی ہے۔ لیکن اس قسم کی پیدائش حرارت کو بخار میں شریک نہیں کرتے۔ اگرچہ ظاہر میں اس قسم کی پیدا شدہ حرارت بھی عارضی اور غیر معمولی ہوتی ہے۔ لیکن یہ حرارت غیر از جسم نہیں ہوتی بلکہ حرارت اصلیہ ہوتی ہے جو خاص وجوہات سے جسم میں کسی حصہ میں اکٹھی ہو جاتی ہے۔ جس کو اخراج کی خاطر طبیعت مدبرہ بدن قلب کے ذریعے جسم میں بخار کی صورت میں پھیلا دیتی ہے۔ اور وہ سبب رفع ہو جانے کے بعد فوراً رفع ہو جاتی ہے۔

شیخ الرئیس بوعلی سینا اپنی کتاب القانون میں لکھتے ہیں کہ بخار ایک عارضی حرارت کا نام ہے جو پہلے قلب میں بھرتی ہے، اور قلب سے روح وخون اور شرائین کے ذریعے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ جس سے یہ حرارت تمام بدن میں اس طرح بھڑک اٹھتی ہے کہ بدن میں ضرر پیدا ہو جاتا ہے۔ غصہ اور تکان کی حرارت اس درجہ تک نہ پہنچی ہو کہ طبعی افعال میں آفت پیدا کر دے۔

شیخ الرئیس کے اس قول پر کہ ''بخار ایک عارضی حرارت ہے'' صاحب شرح اسباب علامہ نفیسی تشریح کرتے ہیں کہ ''یہ حرارت عارضی اس لحاظ سے ہے کہ نہ یہ بدن کے بنانے میں داخل ہے اور نہ یہ بدنی ماہیت کا کوئی جز ہے۔ بلکہ یہ بدن میں فضلات اور مواد کے اکٹھا ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ فضلات جب اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ان میں فطرتی طور پر حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے اشتیاق سے فضلات متعفن اور گندے ہو جاتے ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم بیرونی فضلات میں اس طرح دیکھتے ہیں۔

بخار کو عارضی حرارت کہنے سے بدن کی اصلی حرارت اس سے الگ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اصل حرارت بدن کے بنانے میں داخل ہے، جو بدن کا ایک حصہ اور اس کا ایک جزو ہے۔ کیونکہ جب تک بدن قائم ہے یہ حرارت بھی بدن کے اندر رہتی ہے۔ یہ حرارت انسانی بدن سے بحالت صحت اور مرنے کے بعد بھی جب تک بدن قائم رہتا ہے، الگ نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ برف کے اندر دبانے کے بعد بھی بدن انسان سیاہ اور متعفن ہو جاتا ہے''۔ مقصد یہ ہوا کہ ''بخار ایک حرارت غریبہ ہے جو بدن میں فضلات اور مواد کے اجتماع اور تعفن سے پیدا ہوتی ہے''۔ علامہ قطب الدین شیرازی بھی شیخ الرئیس کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ حرارت بخار کسی صورت میں حرارت اسطقیہ (حرارت عنصری یا حرارت منویہ) نہیں ہے بلکہ اجتماع فضلات میں تعفن کی وجہ سے ایک جدا قسم کی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔

ماہیت بخار

بخار کی ماہیت کو صحیح طور پر ذہن نشین کرنے کے لئے اوّل ضروری ہے کہ اصلی حرارت اور عارضی حرارت کی حقیقت ضرور معلوم کر لی جائے، اور دونوں کے فرق کو سمجھ لینا چاہئے۔ کیونکہ یہ بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جو طب قدیم کے زمانے سے لے کر اس وقت تک نہیں سمجھا گیا۔ اسلامی طب کے زمانے میں اس مسئلہ کو بہت حد تک سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ مگر حقیقت پر پورے طور پر پردہ اُٹھ نہ سکا۔ لیکن فرنگی طب نے باوجود اس کے کہ حرارت کی اصلیت اور اس کے افعال پر بہت بحث کی ہے، بلکہ بال کی کھال اُتاری ہے، اور اس پر بے شمار طویل کتب لکھی ہیں۔ مگر جہاں تک بخار کی حرارت کا تعلق ہے، اس مسئلہ کو الجھا کر رکھ دیا ہے، اس لئے بخار کی حقیقت اور اس کا صحیح علاج کا بھی پردہ راز میں ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ فرنگی طب جو اپنی ماڈرن سائنس پر ناز کرتی ہے، ایک طرف تو بخار کو حرارت جسم کا حد اعتدال سے زائد ہونا تسلیم کرتی ہے، اور اس کے پیمانے کے مطابق اس کا حد اعتدال (98-4 درجہ فارن ہیٹ) ہے۔ جس کی وجہ نظام جسم کا بگڑ جانا بتلاتی ہے اور دوسرے جراثیم کے زہروں کو بخاروں کی پیداوار بتلاتی ہے۔ گویا مشینی (مکینیکلی) اور کیمیاوی (کیمیکلی) طور پر دونوں صورتوں میں تسلیم کرتی ہے۔ مگر جہاں تک علاج کا تعلق ہے وہ نہ صرف نام بلکہ بخاروں کی حقیقت سے بالکل لاعلم ہے۔

حرارت کیا ہے؟

حکماء متقدمین نے حرارت یا آگ کو ایک عنصر یا ارکانِ اربعہ کا جزو مانا ہے۔ اور ارکان کی تعریف یوں کی ہے "وہ اجسام بسیط اور بدن انسان وغیرہ کے لئے اجزاءِ اولیہ ہیں جن کی دیگر اجسام مختلف الصورت اور طبائع میں تقسیم ہونا ناممکن ہے"۔ اس کی کیفیت حرارت کو چھو کر معلوم کی جاسکتی ہے۔ حرارت کے کچھ افعال یہ ہیں کہ وہ رطوبات کو بخار بنا کر اڑا دیتی ہے اور اجزاء ارضیہ کو خشک کر کے چھوڑ دیتی ہے۔ لیکن جو اشیاء اور مادے قابل جلنے کے ہیں، ان کو جلا دیتی ہے۔ جو مادے نہ پورے طور پر بخارات بنتے ہیں اور نہ جلد خشک ہوتے ہیں اور نہ جل اٹھتے ہیں، وہ اس سے متعفن ہوتے ہیں اور سڑنے لگ جاتے ہیں۔ بہر حال حرارت سرگرم عمل رہتی ہے۔

متقدمین میں حکماء نے حرارت کو مادی جسم قرار دیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی چیز گرم ہو جاتی ہے تو مادی حرارت اس کے اندر گھس جاتی ہے۔ اٹھارویں صدی تک یہی خیالات حکماء فرنگ میں رائج رہے، لیکن اس کے بعد ان خیالات نے ایک اور صورت اختیار کر لی، یعنی نئے تجربات کئے گئے، جن میں ثابت کیا گیا کہ جب چیز گرم کی جاتی ہے یا جلائی جاتی ہے تو اس میں جلانے والی چیز خارج سے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ اس چیز کا نام فلوجسٹن رکھا گیا۔

اس کے ثبوت میں جلی ہوئی شے کی راکھ، بخارات وغیرہ کا مجموعہ وزن پیش کیا گیا۔ جو اصل سے زیادہ پایا گیا، زیادتی کو حرارت کا وزن خیال کیا گیا، اس کے بعد اس خیال کی یوں تشریح کی گئی کہ اشیاء کا وزن جو جلنے کے بعد بڑھ جاتا ہے، وہ آکسیجن کا ہوتا ہے نہ کہ حرارت کا۔ اور یہ بھی تسلیم کیا گیا کہ اگرچہ کسی چیز کے ساتھ آکسیجن کا وزن ملنے کے بغیر حرارت پیدا نہیں ہوسکتی مگر آکسیجن اور حرارت کو جدا جدا شے سمجھا گیا ہے۔

عنصری حرارت کے علاوہ حرکت اور ٹکراؤ سے بھی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے حکماء متاخرین نے حرارت کو دیگر قوی کی طرح از قسم حرکت تسلیم کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حرارت سے تحریک پیدا ہو کر حرکت پیدا ہوتی ہے بجلی اس کا زندہ ثبوت ہے۔ اسی طرح جب دو اقسام آپس میں رگڑ کھاتے ہیں تو گرم ہو جاتے ہیں اور ان میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ ابتداء میں انسان نے آگ اسی طرح پیدا کی تھی۔

حرارت کے ان حقائق کو سمجھنے کے بعد اب جاننا چاہئے کہ جسم انسان میں اصلی حرارت کیا ہے اور عارضی حرارت کس کو کہتے ہیں۔ جس سے جسم میں بخار پیدا ہوتا ہے۔ اس میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ جہاں تک حرارت کی گرمی کا تعلق ہے شاید اس میں کوئی فرق نہ کیا جا سکے، البتہ جہاں تک حرارت میں تبدیلیوں کا تعلق ہے ان سے بہت سے حقائق سامنے آ جاتے ہیں۔ جس سے انسان حقیقت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

اصلی حرارت اور عارضی حرارت

اصلی حرارت جو عنصری حرارت ہے اس کو حرارتِ غریزہ کہہ سکتے ہیں، کیونکہ وہ اس کے اندر عنصری حرارت کا مناسب جزو ہوتا ہے جس کے متعلق حکماء کا خیال ہے کہ وہ ایک گرم تر لطیف جوہر ہے۔ جس کا کام جلانا، سڑانا اور خشک و خراب کرنا نہیں ہے بلکہ تمام طبعی کاموں میں مدد کرنا ہے۔ جب نطفہ میں جان ڈالی جاتی ہے، اسی وقت یہ جوہر قدرت کی طرف سے نطفہ میں عطا ہوتا ہے جو تا زیست قائم رہتا ہے۔ اور جب جان نکلتی ہے تو یہ جوہر الگ ہو جاتا ہے۔ یہی جوہر بدن میں ہر وقت حرارت پھیلاتا رہتا ہے۔ اور قلب اور شرائین کے ذریعے تمام بدن میں پھیلاتا ہے۔ مگر متاخرین کا خیال ہے کہ بدن حرارت کا دار و مدار غذا اور تنفس پر ہے۔ غذا کا کچھ حصہ ایندھن کے طور پر جل کر حرارت پیدا کرتا ہے۔ جو خون کے ذریعے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ [مزید معلومات کے لئے ''تحقیقات اعادہ شباب'' کا مطالعہ کریں]

حرارت عارضی کو حرارت غریبہ بھی کہتے ہیں، بدن کی عارضی گرمی سے مراد وہ گرمی ہے جو عارضی طور پر فضلات اور مواد کے تعفن سے پیدا ہوتی ہے یا حرکت و دھوپ اور غذاؤں اور دواؤں سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کی زیادتی سے بدن میں جلن و خشکی اور تعفن اور ضرر پیدا ہوتا ہے۔

حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا فرق

حرارت غریزیہ کو بخارات اور حرارت غریبہ کو دخان سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ حرارت غریزہ کا مزاج گرم تر اور اس کے مقابلے میں حرارت غریبہ کا مزاج گرم خشک ہے۔ اگر اول الذکر کی کیمیاوی ترکیب میں کھاری پن (الکلی) زیادہ ہے تو ثانی الذکر کی کیمیاوی ترکیب میں تیزابیت (ایسڈیٹی) زیادہ پائی جاتی ہے۔ اگر یہ باعث سوزش ہے تو اول الذکر دافع سوزش ہے۔ اگر جسم انسانی قلب کو حرارت کا مسکن اور منبع قرار دیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ قلب کے دائیں اذن او بطن میں حرارت غریبہ قائم ہے جہاں سے شش کے ذریعے تبرید اور تسکین ہوتی رہتی ہے۔ گویا صفائی یا حرارت غریزیہ میں تبدیلی کے لئے پھیپھڑوں میں چلی جاتی ہے اور تبدیلی کے بعد اپنے مقام بائیں قلب میں پہنچ جاتی ہے انتہائی آسانی سے سمجھانے کے لئے اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ حرارت غریزیہ وہ حرارت ہے جو دخان کے ساتھ قائم رہتی ہے اس کے ثبوت میں ابن ابی صادق کی حقیقت پیش کی جا سکتی ہے جو اس نے ''شرح مسائل'' میں بخار (حرارت غریبہ) کے متعلق مختصر الفاظ میں نہایت جامعیت کے ساتھ کر دی ہے۔ ''الحمیٰ حرارۃ ناریہ'' (بخار حرارت ناریہ) گویا حرارت اور نار میں جو فرق ہے وہی غریزیہ اور حرارت غریبہ میں پایا جاتا ہے۔ یعنی ابخرات میں مائیت کے ساتھ لازمی مادے نہیں ہوتے یا نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ پس یہی حرارت اصلیہ کا نمونہ ہے اور دخان کے ساتھ ارضی مادے پائے جاتے ہیں، جن کو جلاتی ہے، گویا دخان نار کی دلیل ہے۔ ابخرات میں نور اور انبساط ہے، اور یہی صفت حرارت غریزیہ میں پائی جاتی ہے۔ دخان میں ظلمت اور انقباض ہے یہی اثر حرارت غریبہ میں پایا جاتا ہے۔

حرارت غریبہ کے متعلق حکماء کا اکثر اختلاف رہا ہے۔ ایک گروہ اس کو خارجی حرارت سمجھتا ہے دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ جب بدن انسان میں غیر طبعی حرارت پیدا ہو جاتی ہے تو اس وحرارت غریبہ کہتے ہیں۔ جمہور اطباء اس کو حرارت اسطقی کی ایک قسم خیال کرتے ہیں۔ جس کے متعلق ان کا قول ہے کہ ''وھی الحرارۃ الاسطقیہ اذا ستعت سورتھا و اوجنبت ضربا فی الافعال'' یعنی جب تک حرارت اسطقہ حد اعتدال تک رہتی ہے اور اس کے افعال میں ضرر واقع نہیں ہوتا، اس وقت تک اس کو حرارت غریزیہ کہتے ہیں، لیکن جب عنصری حرارت درجہ

اعتدال سے تجاوز کر جاتی ہے جس سے افعال اعضاء میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس کا نام حرارت غریبہ ہو جاتا ہے۔ حرارت غریبہ کی پیدائش اس وقت بڑھ جاتی ہے۔ جب حرارت غریزیہ کی پیدائش کم ہو یا اس میں تبرید اور تسکین کی صورت کم ہو جاتی ہے۔ اگر متقدمین اور متاخرین حکماء کے خیالات پر غور کیا جائے تو ان کے خیالات میں کچھ زیادہ فرق نہیں پایا جاتا۔ اگر ان پر غور کیا جائے تو بہت سے حقائق سامنے آ جاتے ہیں۔

حرارت غریبہ کی پیدائش

حرارت کے ان حقائق اور اثرات سے پتہ چلتا ہے کہ حرارت مستقل ایک رکن ہے مگر وہ تنہا نہیں پایا جاتا، کبھی ہوا کی زیادتی کے ساتھ ملا ہوتا ہے، کبھی پانی کی زیادتی سے ترتیب پالیتا ہے اور کبھی ارضی مادوں کی زیادتی کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اور اس کی ادنیٰ صورت یہی ہے کہ جب وہ ارضی مادوں کے ساتھ پایا جاتا ہے حقیقت بھی یہ ہے کہ جب حرارت ہوا سے ملتی ہے تو اس میں روح کے خواص پیدا ہو جاتے ہیں اور جب وہ پانی کی زیادتی کے ساتھ ملتی ہے تو اس میں حرارت غریزیہ کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں اور جب وہ ارضی مادوں سے ملتی ہے تو حرارت غریبہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب حرارت کی زیادتی سے ہوا میں اشتعال یا پانی میں احتراق پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بھی حرارت غریبہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح حرارت غریبہ کی پیدائش جاری رہتی ہے۔

حرارت غریبہ کی حقیقت

حرارت غریبہ یا حرارت عارضی جو جسم انسانی میں پائی جاتی ہے اس کے مندرجہ بالا اوصاف حقائق پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ماڈرن سائنس جس عنصر کو کاربن کہتی ہے اس کے خواص سے ملتی جلتی ہے۔ جو کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربانک ایسڈ کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ اوّل صورت میں اس کے اندر ہوائی اثرات زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر دوسری صورت میں اس کے ساتھ ارضی مادے زیادہ پائے جاتے ہیں یہ بات ہم لکھ چکے ہیں کہ حرارت تنہا کبھی نہیں اور کہیں نہیں پائی جاتی ہے، وہ ہمیشہ دیگر عناصر کے ساتھ اپنے مظاہر کا اظہار کرتی ہے۔ گویا کاربن بھی اس کا ایک مظاہر ہے۔

کاربن کیا ہے؟

کاربن ایک ایسا عنصر ہے جو دُنیا میں آزاد اور دیگر اشیاء سے ملا جلا، دونوں صورتوں میں بہت عام پایا جاتا ہے۔ کاربن آزاد حالت میں ہیرے، سیاہ شیشہ اور کوئلہ کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ ہیرا اور سیاہ شیشہ تو اس کی قلمی شکلیں اور کوئلہ اس کی نقلی شکل ہے۔ مرکب صورت میں کاربن ڈائی آکسائیڈ قدرتی پانیوں میں آکسیجن مرکب ہے۔ چونے کے پتھر، سنگ مرمر اور کھریا (ان تینوں کا کیمیاوی نام کیلشیم کاربونیٹ ہے) کی ترکیب میں بھی یہ عنصر داخل ہے۔ پیرافین موم، مٹی کا تیل اور دیگر معدنی تیل سب کے سب کاربن اور ہائیڈروجن، پانی کے مرکب ہیں۔ کاربن نباتی وحیوانی اشیاء کا ایک جزو ترکیبی ہے۔ قدرتی طور پر کاربن کے مرکبات دیگر عناصر کے مرکبات سے بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح کاجل، دیئے اور لیمپ کی سیاہی، لکڑی کا کوئلہ، معدنی کوئلہ اور حیوانی کوئلہ کاربن کی کم وبیش خالص شکلیں ہیں۔ لیکن ان کی بناوٹ قلم دار نہیں ہوتی۔ ان سب میں صرف طبعی خواص مثلاً رنگ، کثافت اضافی، قلمی شکل اور قابلیت کل کا اختلاف ہے۔ لیکن کیمیاوی ترکیب کے اعتبار سے یہ سب چیزیں یکساں ہیں۔ یہ سب چیزیں جلتی ہیں اور کاربن ڈائی اکسائیڈ پیدا کرتی ہیں، کاربن ملی جلی صورت میں کاربن ڈائی اکسائیڈ کی شکل میں کرہ ہوائی میں پایا جاتا ہے۔

ہوااور پانی میں اس گیس کی موجودگی کی طرف اشارہ پہلے کر چکے ہیں۔ یہ گیس ہوا میں کہاں سے آتی ہے؟ ایندھن کے جلانے، فعل تنفس اور نامیاتی اشیاء (حیوانی یا نباتی) کی تخمیر اور تعفن سے یہ گیس پیدا ہو کر ہوا میں مل جاتی ہے اور ملی جلی حالت میں یہ گیس کھریا، سنگ مرمر، چونے کے پتھر، انڈے کے خول، سیپ، سنکھ اور دیگر کاربونیٹس میں موجود ہوتی ہے۔

جب موم بتی جلتی ہے تو پانی اور کاربن ڈائی اوکسائیڈ پیدا ہوتے ہیں موم بتی دو عناصر کاربن اور ہائیڈروجن کا مرکب ہے جب بتی جلتی ہے تو اس کا کاربن ہوا کی آکسیجن سے مل کر کاربن ڈائی آکسائیڈ بناتا ہے اور اس کی ہائیڈروجن ہوا کی آکسیجن کے ساتھ ترکیب پا کر پانی بناتی ہے۔ موم بتی پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ دیگر جلنے والی اشیاء بھی عموماً مذکورہ بالا عناصر میں کاربن اور ہائیڈروجن موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب کاغذ، لکڑی یا تیل وغیرہ جلتے ہیں تو یہ دونوں چیزیں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور پانی ضرور پیدا ہوتے ہیں۔

کاربن کے طبعی خواص

یہ گیس بے رنگ ہے لیکن اس کا مزہ ہلکا سا ترش ہے۔ اور خفیف سی بو پائی جاتی ہے۔ یہ پانی میں حل ہو جاتی ہے اور زیادہ دباؤ کے تحت اس کے حل ہونے کی قابلیت بڑھ جاتی ہے۔ سوڈا واٹر، لیمونیڈ وغیرہ اس گیس کے آبی محلول ہیں۔ جن میں یہ گیس زیادہ دباؤ کے تحت بہت زیادہ مقدار میں حل کر دی گئی ہوتی ہے۔ جونہی بوتل کھولنے پر دباؤ ہٹا لیا جاتا ہے تو یہ گیس خارج ہونے لگتی ہے۔ سوڈا واٹر تو دراصل معمولی پانی ہوتا ہے جس میں پانی کی بہ نسبت تقریباً چار گنا حجم کی کاربن ڈائی آکسائیڈ پائی جاتی ہے۔ یہ ایک وزنی گیس ہے اور ہوا سے تقریباً ڈیڑھ گنا بھاری ہے۔ اس لئے ہم اس کو پانی کی طرح ایک برتن سے دوسرے برتن میں ڈال سکتے ہیں۔

کاربن کے کیمیاوی خواص

کاربن ڈائی آکسائیڈ نہ خود جلتی ہے اور نہ معمولی جلنے والی اشیاء کو جلا سکتی ہے۔ یہ گیس حیوانات کے لئے ممد حیات بھی نہیں ہے۔ جب جلتی ہوئی موم بتی اس کی ٹیوب میں داخل کی جاتی ہے تو وہ بجھ جاتی ہے۔ یہ گیس زہریلی تو نہیں ہے، البتہ اس سے دم گھٹ/موت واقع ہو جاتی ہے۔ روٹی کا خمیر ہونا بھی اسی گیس کے عمل میں آتا ہے۔

کاربن کا جسم انسان پر اثر

جب ہم سانس لیتے ہیں تو ہوا کی آکسیجن پھیپھڑوں سے خون میں جذب ہو کر قلب میں پہنچتی ہے، جہاں سے وہ شرائین کے ذریعے تمام جسم میں پھیل جاتی ہے۔ اس آکسیجن کا کچھ حصہ ہمارے جسم کے کاربن سے مل کر کاربن ڈائی آکسائیڈ بنا دیتا ہے۔ جو خون میں جذب ہو کر بذریعہ اوردہ قلب پھیپھڑوں میں پہنچتا ہے۔ جہاں سے وہ سانس چھوڑنے پر باہر خارج ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو ہوا ہم منہ سے خارج کرتے ہیں اس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔

جس مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ فعل تنفس سے پیدا ہو کر کرۂ ہوائی میں شامل ہوتی ہے اگر اس قدر گیس ہوا میں برقرار رہے تو بہت جلد ہوا میں اس کا تناسب اس قدر زیادہ ہو جائے کہ کسی شخص کا زندہ رہنا ممکن نہ ہے۔

کاربن سے خون میں سیاہی اور ترشی بڑھ جاتی ہے، یہ اعضاء میں سوزش اور انقباض پیدا کر دیتی ہے جس کے نتیجہ میں آکسیجن کم جذب ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ حرارت اور خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ جسم میں کہیں بھی فضلا اور مواد رُکا ہو تو اس میں خمیر پیدا کر کے اس کو متعفن کر دیتی ہے، جس کے نتیجہ میں عارضی حرارت یا حرارت غریبی اور بھی بڑھ جاتی ہے جس کو ہم "بخار" کہتے ہیں۔

عمل تخمیر

بخار کو سمجھنے کے لئے عمل تخمیر کا جاننا نہایت اہم ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر تعفن اور فساد پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ یہی عارضی حرارت اور بخار کا راز ہے۔ جس کی طرف غور نہیں کیا گیا۔ فرنگی ڈاکٹر دیگر صورتوں میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ تخمیر (فرمن ٹیشن) خمیر اٹھانا ایک کیمیاوی فعل ہے جو اکثر عضوی اشیاء میں عام طور پر جراثیم کے ذریعے ظہور میں آتا ہے۔ کسی چیز میں خمیر اٹھانے کے لئے جو چیز ملائی جاتی ہے اس کو بھی خمیر کہتے ہیں۔ خمیر حقیقت میں جراثیم ہوتی ہیں جن میں خمیر اٹھانے کی قوت ہوتی ہے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خمیر ملائے بغیر عمل تخمیر ہونے لگتا ہے اس کی یا تو یہ صورت ہوتی ہے کہ جراثیم ہوا میں سے اس چیز کے اندر گر پڑتے ہیں یا اس چیز میں پہلے خمیر ہوتا ہے۔ جیسے انگور کے رس میں خمیر ہوتا ہے، اس لئے انگوری شراب بنانے میں مزید خمیر ملانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب کسی شے میں عمل تخمیر شروع ہوتا ہے، تو وہ چیز گرم ہو جاتی ہے۔ اور اس میں گرم ابخرے اٹھنے لگتے ہیں۔ عمل تخمیر کی مختلف اقسام ہیں۔ سب سے زیادہ عام قسم وہ ہے جس میں الکوحل اور کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جس سے بعض خمیرات کے عمل سے تیزاب بنتے ہیں۔

کاربن اور حرارت غریبہ

کاربن کے خواص واثرات اور مظاہر کے سمجھ لینے کے بعد جب حرارت غریبہ کے اوصاف پر نگاہ کی جاتی ہے، تو ظاہرہ صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک ایسی حرارت ہے جو تعفن سے پیدا ہوتی ہے جس سے بدن انسان کو ضرر پہنچتا ہے، لیکن اگر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تعفن کبھی بھی بغیر خمیر کے پیدا نہیں ہوتا اور ہر خمیر اپنے اندر ترشی وانقباض اور دیگر وہ تمام خواص رکھتا ہے جو کاربن اور اس کے مختلف مظاہر میں شامل پائے جاتے ہیں۔ گویا حرارت غریبہ بھی کاربن کی طرح ایک قسم کا خمیر ہے۔

جہاں تک حرارت غریبہ کے افعال اور اثرات کا تعلق ہے۔ اس کے مضر اثرات جسم انسان پر عمومی بخار کی صورت میں اور خصوصی بخاروں کی صورت میں واضح ہیں یعنی عمومی بخار کی صورت میں مثلاً خون میں جوش اور دباؤ کا بڑھ جانا، جسم میں کسی مقام پر سوزش اور تعفن کا پیدا ہو جانا، جسم میں ترشی زیادہ بڑھ جاتی ہے جس کا ثبوت پیشاب میں نمایاں ہوتا ہے۔ جہاں تک دیگر بخاروں کا تعلق ہے، جسم میں تعفن بڑھ جاتا ہے۔ جس کا اخراج پیشاب و پاخانہ اور تنفس و پسینہ سے ہوتا ہے۔ مختلف بخاروں میں مختلف مقامات پر درد، سوزش اور ورم کی صورتیں نظر آتی ہیں، سانس کی تنگی خاص طور پر قابل غور ہے۔ ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ کاربن اور حرارت غریبہ میں بہت کچھ مشابہت ہے۔

حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا تعلق

بعض حکماء متاخرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حرارت غریزیہ یعنی اصل اور عناصری حرارت میں جب شدت پیدا ہوتی ہے تو وہ حرارت غریبہ اور عارضی حرارت بن جاتی ہے۔ فرنگی طب کی تحقیق اور کاربن کے مظاہرے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت حرارت غریزیہ کے متعلق یہ بہت بڑا دھوکا ہے، یہ حرارت غریبہ بلکہ حرارت اصلیہ سے بھی ایک جدا شے ہے جس کو سمجھنا نہایت اہم ہے۔

حرارت کی حقیقت

حرارت ایک عنصری جسم (قوت) ہے۔ جو دیگر عناصر کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ تمام جسم کی پیدائش قویٰ سے ہے اور قویٰ کے تمام اقسام ارواح سے پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں تک حرارت کا تعلق ہے یہ ہر ذی حیات اور غیر ذی حیات میں بصورت ارکان اس کے تناسب کے مطابق پائی جاتی ہے۔ جہاں تک اس کی عنصری حالت کا تعلق ہے، اس میں تبدیلی اور تقسیم نہیں ہوسکتی ہے۔ البتہ وہ کم وبیش ضرور ہوسکتی ہے۔ یہ

کمی بیشی بھی اصلی عنصری حرارت سے ہوتی ہے۔ اصلی حرارت سے مراد صرف یہ ہے کہ عنصری حرارت کی صرف ایک قسم ہے جو جلاتی ہے، اس لئے اس حرارت کو حرارتِ اسطقیہ بھی کہتے ہیں۔

حرارت عنصری یا اصلی حرارت ہر ذی حیات اور غیر ذی حیات اور فضاء میں دیگر عناصر کے ساتھ مل کر ایک مزاج رکھتی ہے۔ جب ان کے امزجہ میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے تو عناصر کی کمی بیشی کا ارکان کے خواص سے پتہ چلتا ہے، حرارت کی زیادتی سے تحلیل پیدا ہو جاتی ہے یعنی اس شے میں تحلیل واقع ہوتی ہے، یا جل اٹھتی ہے۔

جب یہ حرارت نطفہ کی صورت میں منتقل ہوتی ہے تو اس کو حرارت غریزی کہتے ہیں۔ جس کے اثر سے انسان اپنی طبعی عمر کو پہنچتا ہے۔ اکثر حکماء کا اتفاق ہے کہ اس کا بدل ما یتحلل نہیں ہوتا۔ اور اس میں اس قدر (ایٹمی) قوت ہوتی ہے کہ سالہا سال تک اسی سے زندگی قائم رہ سکے۔ لیکن بعض حکماء کا خیال ہے کہ غذا چونکہ عناصر سے ترکیب پاتی ہے، اس لئے غذا کی عنصری قوت خون کے توسط سے حرارت غریزیہ کا بدل ما یتحلل پیدا ہوتا رہتا ہے، دونوں صورتوں میں ظاہر میں بڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ اگر حرارت غریزی بدل ما یتحلل پر قائم ہے تو پھر بھی اس وقت تک اصلی عنصری حرارت میں جذب نہیں ہو سکتی، جب تک حرارت غریزیہ قائم نہ ہو اور جب وہ ختم ہو جاتی ہے یا اس کا شعلہ بجھ جاتا ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔

ان امور سے ثابت ہوا کہ حرارت غریزی بھی اصلی عنصری حرارت کی طرح ایک مزاج رکھتی ہے اور وہ اس پر قائم رہتی ہے۔ اس میں کمی بیشی تو ہو سکتی ہے لیکن وہ بدل نہیں سکتی۔ اس لئے حرارت غریزیہ کا حرارت غریبہ میں بدل جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حرارت غریبہ ایک جدا شے ہے اور وہ جدا طریقہ سے پیدا ہوتی ہے، دونوں کے اوصاف وخواص اور اثرات وافعال میں بہت زیادہ فرق ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب میں حرارت عنصریہ، اصلیہ، حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ ان کے ہاں آکسیجن، کاربن، ہائیڈروجن اور نائٹروجن وغیرہ کو عناصر کی صورت حاصل ہے، جو مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ طب قدیم کے قانون کے مطابق ان کی مفرد صورتیں بھی مرکب ہیں، کیونکہ ان کی تقسیم ہو سکتی ہے۔ ان کے تمام عناصروں کو اب ماڈرن سائنس نے ایٹم کی تقسیم کے بعد الیکٹرون اور نیوٹرون اور پروٹون سے مرکب تسلیم کر لیا ہے۔ جس سے کم از کم یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جلانے کا کام صرف آکسیجن کا نہیں ہے۔ ماڈرن سائنس میں یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ آکسیجن خود نہیں جلتی بلکہ دیگر عناصر کو جلاتی ہے۔ ہائیڈروجن خود جلتی ہے مگر کسی کو جلا نہیں سکتی۔ کاربن نہ خود جلتی ہے اور نہ جلاتی ہے۔ بلکہ خود دیگر عناصر سے مل کر جلتی ہے اور نائٹروجن نہ جلتی ہے اور نہ جلاتی ہے بلکہ آگ کو بجھا دیتی ہے۔

اگر ہم آکسیجن کو عنصری واصلی حرارت کا لطیف، کاربن کو دخان کا لطیف اور ہائیڈروجن کو پانی کا لطیف اور نائٹروجن کو ارضی لطیف سمجھ لیں، اور ان کے مرکبات پر غور کریں تو اسی قسم کے نتائج سامنے آ سکتے ہیں کہ جب آکسیجن وہائیڈروجن اور دیگر ہوائی عناصر (جن کو سات شمار کیا گیا ہے) میں غالب ہو تو اس میں حرارت غریزیہ کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ جب کاربن اور آکسیجن کا غلبہ ہو تو جسم میں حرارت غریبہ کے اثرات وافعال اور خواص پائے جائیں گے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ فرنگی طب نہ صرف حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ سے بے خبر ہے بلکہ گیسوں کے امتزاج اور مرکباتی خواص بلکہ مزاج کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے۔ جو ہزاروں سال پہلے طب یونانی میں بیان کر دیئے گئے۔ جن کی معرفت سے نہ صرف امراض کا صحیح تصور ذہن میں پیدا ہوتا ہے، بلکہ علاج علمی وسائنسی صورت کے ساتھ یقینی اور بے خطا ہو جاتا ہے۔ حیرت ہے کہ سینکڑوں سالوں کی تحقیقات کے بعد بھی اب تک فرنگی طب اندھیرے میں بھٹک رہی ہے۔ اس کی وجہ صرف طب یونانی اور خصوصاً طب اسلامی کو سمجھے بغیر

تعصب سے نظر انداز کر دیا ہے اور خود غلط راستہ پر پڑ گئی ہے۔اس کی غلط فہمی اور غلط راہ روی نے ہزاروں ممالک اور لاکھوں انسانوں کو گمراہ کیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ نہ صرف فرنگی طب کی غلطیاں دور کریں، بلکہ جو لوگ اور ممالک ان سے گمراہ ہو گئے ہیں ان کو راہ راست پر لائیں۔فرنگی طب کے بخاروں کے تحت ان کی پیدائش بخار، تقسیم اور علاج کی غلطیاں بیان کریں گے۔تا کہ معالج ان سے پوری طرح آگاہ ہو جائیں۔

بخار کی ماہیت

ان تمام حقائق کے بعد جو ہم اپنی تحقیقات کے سلسلہ میں لکھ چکے ہیں ان کو سامنے رکھ کر اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بخار ایک ایسی حرارت ہے جو اپنے اندر ناریت اور دخان (کاربن) رکھتی ہے۔جس کو ہم حرارت غریبہ کا نام دیتے ہیں۔جس کی پیدائش تعفن وفساد اور تخمیر سے عمل میں آتی ہے۔جس کا مزاج گرم خشک ہے۔اور کیمیاوی طور پر اس میں ترشی پائی جاتی ہے۔

بخاروں کی تقسیم وتشخیص اور علاج لکھنے سے قبل معلوم ہوتا ہے یہ بھی دیکھ لیا جائے دیگر طریق علاج اس سلسلہ میں کیا لکھتے ہیں، تا کہ سمجھنے اور ذہن نشین کرنے میں سہولتیں پیدا ہو جائیں اور یہ بھی اندازہ کیا جا سکے کہ ہم نے جو اس سلسلہ میں تحقیقات کی ہیں وہ اپنے اندر کس قدر اہمیت رکھتی ہیں۔کیونکہ آیورویدک انتہائی قدیم طریق علاج ہے۔اس لئے اوّل اس پر تحقیقاتی نگاہ ڈالتے ہیں کہ اس میں بخاروں کو کیا سمجھا گیا ہے اور اس کا علاج کیسے کیا گیا ہے۔لیکن یہ ضرور ذہن نشین کر لیں کہ آیورویدک مذہبی اور الہامی طریق علاج ہے۔اس کی سچائی اور حقیقت میں کوئی کلام نہیں ہے مگر اکثر اس کا اندازہ کنایات واستعارات اور تلمیحات میں کیا گیا ہے۔جیسے مذہبی کتب کا خاصہ ہے کہ جیسے قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اور پنڈلی کا ذکر ہے یا وہ دیکھتا ہے سنتا ہے اور کہتا ہے تو اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے ہماری طرح ہاتھ پاؤں، آنکھ کان اور منہ زبان ہیں۔اس طرح کے بیان سے مراد خاص اقسام کے قویٰ کا ذکر اور بیان ہوتا ہے جیسے ہمارا یقین ہے کہ فرشتے اور جن اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں جن کو ہم نے دیکھا نہیں ہے۔مگر ان کے جو قویٰ اور افعال بیان کئے گئے ہیں جن سے ہم ان کی ہستی کو تسلیم کرتے اور ان میں فرق کر سکتے ہیں یاد رکھیں بولنے کے لئے منہ اور زبان کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ گراموفون اور ریڈیو بولتے ہیں، لیکن ان کے نہ منہ ہیں اور نہ زبانیں ہیں۔اسی طرح دیکھنے اور سننے کے لئے انسانی آنکھ اور کان کا تصور کر لینا صحیح نہیں ہے۔یہ صورتیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور پاؤں کے متعلق ہیں۔ان کا مقابلہ بھی انسانی جسم سے نہیں کرنا چاہئے۔اکثر یہ صورتیں آیورویدک میں نظر آتی ہیں۔اس لئے ان اشارات (سمبل) پر غور کرنا چاہئے، جیسا کہ ہم اپنی کتاب تحقیقات اعادہ شباب میں وضاحت کر چکے ہیں۔یہ تاکید اس لئے کر دی ہے کہ جو لوگ غور وفکر کرنا نہیں جانتے وہ لوگ ظاہری باتوں پر تمسخر اٹھاتے ہیں۔اور ان کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔اگر ایسے علوم کو سمجھا جائے تو بے شمار اسرار ورموز کا پتہ چلتا ہے۔

آیورویدک میں بخاروں کی حقیقت

آیورویدک میں بخار کو ''جور'' کہتے ہیں، اس کے متعلق ایک شاگرد اپنے استاد سے یوں دریافت کرتا ہے۔

بھگوان! آپ نے فرمایا تھا کہ سب روگوں (امراض) سے جور (بخار) کا درجہ بلند ہے۔کیونکہ یہ شریر (جسم) اور من (روح) کو تپا دیتا ہے اور نہایت ہی اتی روگ (زبردست مرض) ہے۔نیز یہ تمام روگوں سے پہلے پیدا ہوا تھا۔(بخاروں کا تمام امراض سے پہلے پیدا ہونا غور وخوض کرنے کے قابل اشارہ ہے)۔اس لئے اس مہلک اور موت د پیدائش کے وقت بنی نوع انسان کو گھیرنے والے روگ کی پرکرتی، مزاج اور اصلیت پرورتی (پیدائش) پربھاؤ (اثر) کارن (سبب) پورب روپ (علامات ماقبل) لوہشان (مراکز) بل (طاقت) کال (وقت) لکھشن (علامات) بہ تفصیل بیان فرمائیں۔

نیز اس کی اقسام الگ الگ اقسام کی الگ الگ اشکال آم جور اور جیز جور (کمزور کرنے والا) کی علامات۔ اس کے پنجے سے نجات پائے ہوئے شخص کی حفاظت کی تدابیر، ایک دفعہ دور ہو کر پھر عود کرنے کے اسباب اور مکرر عود کر آنے والے جور کا علاج دُنیا کی بھلائی کے لئے مجھے ارشاد فرمائیں (یہ تمام سوالات بخاروں کے متعلق بڑی عقلمندی اور سمجھ سے کئے گئے ہیں، اس لئے غور وخوض کے قابل ہیں)۔

یہ سن کر ''مہارشی پنروسو'' بولے۔ بہت اچھا! جور (بخار) کے متعلق جو باتیں کرنے کے قابل ہیں میں بیان کئے دیتا ہوں۔ اے عزیز! غور سے سنو!

ماہیت جور (بخار)

جس کو روگ، دکار، دیادھی اور آتنک بھی کہہ کر پکارتے ہیں۔ چونکہ یہ شریر کو اجیرن (کمزور) کر دیتا ہے، اس لئے اس کو جور کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی جیاری تمسکل العلاج اور بہت سے عوارض والی نہیں ہوتی ہے۔ جور تمام امراض کا ادھی پتی (قبضہ رکھنے والا) اور تمام پشو پنکھیوں کو گھیرنے والا ہے۔ اس لئے مختلف حالات کے مطابق اس کے نام بھی الگ الگ ہیں، تمام پران دھاری جیو (حیوانات) جور کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اور جور ہی کے ساتھ مرتے ہیں اور جور ہی کے ساتھ مہاموہ (جذبات میں کشش) کا سروپ (شکل) ہے۔

جور مشہور کے کرودھ (تعصب) سے پیدا ہوتا ہے، یہ جانداروں کا ہلاک کرنے والا ہے۔ دیہہ، اندرویوں اور من کو تپانے والا ہوتا ہے۔ عقل وطاقت، رنگت خوشی اور حوصلے کو زائل کر دیتا ہے۔ اور تکان، کلانتی موہ اور آہار، اپ رودھ (کھانے کی خواہش نہ ہونا) کو پیدا کرتا ہے۔

جور پرورتی (پیدائش بخار)

بخار کی پیدائش شاریرک (جسمانی) اور مانسک (روحانی) دونوں صورتوں میں تسلیم کی جاتی ہے۔ خرابیوں سے پاک صاف انسان کو بخار کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ذرا اور سخت غصے کی وجہ سے اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ ترتیا یک میں مہادیو نے (دویہ مسہرورش) دیوتاؤں کی ہزار سال کا (کرودھ) بہت ''غصہ نہ کرنے کا عہد'' اختیار کیا تھا۔ اس اثناء میں اسروں (راکھشوں) نے بڑی خرابی مچائی اور زاہدوں کے زہد میں خلل ڈال دیا۔ اپنے برت میں خلل پڑنے کے باوجود رفع خلل کی طاقت رکھنے پر بھی مہادیو نے اس کے دفیعے کی کوئی تدبیر نہیں کی۔ اسی اثناء میں دکھش پرجاپتی ''عوام کے دکھ کے نگران'' یگیہ (قربان) کو نئی شروع کی۔ لیکن دیوتاؤں کے خبردار کرنے کے باوجود اس نے مہادیو کا حصہ نہ نکالا، اور یگیہ کو سدھ کرنے والی پشوپتی رچائیں۔ اور شیو یہ آہونیا دانستہ چھوڑ دیں۔ جب مہادیو کے برت کی مدت پوری ہوگئی، انہوں نے رکھش کی نامناسب کارروائی سے آگاہی پا کر اپنی جلالی صفت کا اظہار کیا۔ اپنی پیشانی کی تیسری آنکھ کھول کر پہلے ان اسروں کو بھلا دیا پھر دشمنوں کو جلانے والی غصے کی آگ سے جلے ہوئے بان چھوڑے۔ جس سے رکھش کا یگیہ ناش ہوگیا۔ اور سب دیوتا پریشان ہوگئے اور سب بھوت سوزش وتپش سے بے قرار ہو کر چاروں طرف بھاگ نکلے۔ یہ حال دیکھ کر سپت رشی دوسرے دیوتاؤں سمیت مہادیو کی استتی (حمد وثنا) رگ وید کے منتروں کے کرنے میں مشغول ہوگئے۔ اور اس وقت تک استتی کرتے رہے جب تک مہادیو کا غصہ نہ ٹل گیا۔ جانداروں کی بھلائی کے لئے مہادیو کو ٹھنڈا ہوا دیکھ غصے کی آگ نے دست بستہ عرض کی مہاراج! اب میں کیا کروں؟ مہاراج نے فرمایا کہ تو جور کی شکل اختیار کر کے دُنیا میں پھیل جا اور انسان کے پیدا ہونے اور مرنے کے وقت اور ایام (زندگی) میں اپنا کام کیا کر۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ بخار مہادیو کی لاٹ سے پیدا ہوا ہے۔

ظاہر میں تو یہ دیوتاؤں، راکھشوں، اور بھوتوں کی مذہبی کہانی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس کے جو سمبل (اشارات) بیان کئے گئے ہیں، ان

پراگر غور و خوض کیا جائے تو بخار کی ماہیت (پرکرتی) اور اس کی پیدائش ''پردوتی'' پر صحیح روشنی پڑتی ہے۔ اور بخار کے اوصاف بھی درست بیان کئے گئے ہیں۔ اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ بخار ایک ایسی حرارت ہے جو مثل غصہ کے ہے جو مہادیو کی تیسری آنکھ سے پیدا ہوئی ہے۔ اور غصہ سے بھی حرارت پیدا ہوتی ہے اور راکھشوں اور بھوتوں کو آج کل کے جراثیم تصور کرلیں جو ہر قسم کی حرارت سے مرجاتے ہیں۔ اگر جسم میں حرارت کی کمی ہو جائے تو یہ مخلوقات جسم میں بھاگ دوڑتی ہیں اور بخاروں کی گرمی کو اس وقت سکون آتا ہے جب قلب میں اس حرارت کی تپش کم ہو جائے۔ جس کی طرف حمد وثناء سے اشارہ کیا گیا ہے۔

آیورویدک بخاروں کی تقسیم

ودھی (ترکیب) کے لحاظ سے جور دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اوّل شاریرک (جسمانی) دوسرے مائسک (روحانی)۔ جاننا چاہیے کہ ''شاریرک جور'' پہلے جسم میں پیدا ہوتا ہے۔ ''مائسک جور'' پہلے من میں پیدا ہوتا ہے۔ من کی بے قراری، عاجزی اور اداسی اس کی علامات ہیں۔ اور اندریوں میں خرابی واقع ہونا ''شاریرک جور'' کا نشان ہے۔ کتنی اچھی تقسیم ہے۔ اوّل بخار کو ہم عضوی اور مستنبی کہہ سکتے ہیں۔ دوسری قسم کے بخار کو کیمیاوی کہا جاسکتا ہے۔ من کا تعلق طبی روح کے ساتھ ہے جس میں کیمیاوی تبدیلیاں پیدا ہونے سے بخار پیدا ہوتا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک یا سومیہ (سرد) ہوگا۔ یا گنیہ (گرم) ہوگا۔ پھر یہ سردی اور گرمی کبھی اندرونی ہوگی اور کبھی بیرونی ہوگی۔ اسی طرح کبھی یہ گرمی سردی طبعی حالت کے تحت ہوگی کبھی غیر طبعی صورتوں میں کمی بیشی سے ظاہر ہوتی ہے۔ ان صورتوں کو پراکرت اور وکرت کہتے ہیں۔ ان کے حالات کے تحت ان کو سادھیہ (قابل علاج) اور اسادھیہ (ناقابل علاج) بھی کہہ دیتے ہیں۔

دوشوں کے لحاظ سے بخار کے آٹھ اقسام ہیں: (۱) وات جور (۲) پت جور (۳) کف جور (۴) وات پت جور (۵) وات کف جور (۶) پت کف جور۔ گویا دو دوشوں کی خرابی سے ہونے والے بخار جیسے طب یونانی میں دو اخلاط کی خرابی سے مرکب بخار ہوتے ہیں۔ (۷) سنپات۔ تینوں دوشوں کی خرابی سے پیدا ہونے والے بخار۔ (۸) اگنتک (حادثاتی)۔

بخاروں کے متعلق کہا گیا ہے کہ دیہ، من اور اندریوں کے تپائے مان ہوئے سے سرب روگوں کا درجہ بلی جور پیدا ہوتا ہے۔ یہ بخاروں کی بہت اچھی تقسیم ہے، دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، کئی ہزار سال قبل اس قدر اصولی تقسیم کر دی گئی ہے کہ اگر ان کو مدنظر رکھ کر علاج کیا جائے تو کبھی بھی معالج ناکام نہ ہو۔ اور فوراً ہر مریض صحت یاب ہو جائے۔ افسوس فرنگی نے اپنے اثر سے آیورویدک طریق علاج کو جو نہ صرف اصولی و قانونی ہے بلکہ مذہبی اور الہامی بھی ہے کو غلط، نامکمل اور غیر علمی اور ان سائنٹفک کہہ دیا ہے۔ اس سے بھی زیادہ افسوس بھارت کی حکومت اور وہاں کے وید صاحبان پر ہے کہ وہ فرنگی طب کو، آیورویدک سے افضل اور مفید خیال کرتے ہیں، اور جو وقت اور دولت فرنگی طب پر خرچ رہے ہیں۔ اس کا عشر عشیر بھی آیورویدک پر صرف نہیں ہو جا رہی ہے۔

صرف اسی تقسیم پر بس نہیں کی گئی بلکہ ہر دوش کے اقسام اور مقام کے لحاظ سے بھی مزید تقسیم کی گئی ہے۔ تاکہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھا جائے۔ شاید کہیں علاج میں غلطی نہ ہو جائے۔ چونکہ دوش پانچ پانچ اقسام کے ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر دوش کی پھر پانچ صورتیں سامنے آجاتی ہیں۔ مثلاً پران وایو دل میں، پاچک پت آپ کو آشیہ (چھوٹی آنتوں میں) اور کلبدن کف معدہ میں وغیرہ وغیرہ کل پندرہ مفرد اور پندرہ مرکب مقام گنوائے گئے ہیں۔

اسی طرح سنپات جور کو پہلے تیرہ اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے اور پھر چار چار صورتوں کو سامنے رکھ کر باون اقسام سامنے آجاتی ہیں۔ اس

کے بعد کے اگنک بوم کو بھی تیرہ اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔کم جور نائنہ کے بخار کے پانچ اقسام بیان کئے گئے ہیں۔ان کے علاوہ چند اور متفرق اقسام بھی بیان کی گئی ہیں، طوالت کے لئے نام نہیں لکھے گئے۔اگر تفصیل سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو بخاروں کے متعلق معلومات کا ایک زبردست خزانہ ہاتھ آ جاتا ہے۔ان بخاروں کی تفصیل میں ایسے اسرار و رموز کا علم ہوتا ہے کہ فرنگی طب صدیوں تک ان حقائق کو حاصل نہیں کر سکتی۔

اعتراض

بعض قسم کے ایسے کم علم وید صاحبان نے جو ایک طرف آیورویدک سے پورے طور پر واقف نہیں ہیں اور دوسری طرف فرنگی طب کو حکومت کی داشتہ اور گوری چٹی دیکھ کر اس پر عاشق ہو گئے۔وہ ایک طرف ہر گھڑی اس کی تعریف کرتے رہتے ہیں اور خود کو فرنگی ڈاکٹر ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو دوسری طرف آیورویدک پر بے معنی و لایعنی اور غلط قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔ان کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ آیورویدک میں بخاروں کی اس قدر اقسام ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا بھلا ان کی تشخیص کیسے کی جا سکتی ہے۔ان کی گنتی کے مطابق بخاروں کی 109 اقسام ہیں۔لیکن ان کو ایک دوسرے سے ضرب دی جائے تو ہزاروں اقسام بن جاتی ہیں۔اور اگر مرکب بخاروں کو شمار کیا جائے اور پھر ان کو آپس میں ضرب دے کر پھر مفرد بخاروں سے ضرب دی جائے تو ان کا شمار مشکل ہے۔

جواب

کم عقل لوگ اپنی سہولت کی خاطر اس اعتراض کو سن کر بے حد خوش ہوں گے لیکن حقیقت ہے کہ وہ بھی اسی طرح بے خبر ہیں جس طرح اعتراض کرنے والے آیورویدک سے ناواقف ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ کل بخار آیورویدک میں آٹھ ہیں جن میں تین وات، پت، کف، دوشوں کے کوپ (خراب) ہونے سے پیدا ہوتے ہیں اور تین ان کے مرکب، وات پت، وات کف، اور پت کف کے کوپ سے ظاہر ہوتے ہیں اور ایک ''سنپات'' بخار ہے جو ان تینوں دوشوں کے بیک وقت کوپ ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔آخری اور آٹھواں بخار اگنتک ہے۔حادثاتی قسم کا بخار ہے اور بس کوئی بخار نہیں ہے۔البتہ ان بخاروں میں کمی بیشی دوشوں کے فساد کی مختلف صورتیں اور مختلف مقامات کی خرابی سے نئی نئی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ان کو سمجھایا گیا ہے تاکہ کسی بخار کے سمجھنے میں کمی نہ رہ جائے۔مثلاً سنپات بخار صرف ایک ہی قسم کا ہے۔اس میں کبھی کف کی زیادتی ہوگی کبھی وات اور کبھی پت کا اثر زیادہ ہوگا پھر ہر دوش کے پانچ پانچ اقسام ہیں۔اور پھر ہر ایک کے جسم میں مختلف مقام ہیں۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سنپات کے اس قدر اقسام بن گئے ہیں بلکہ اس کا صحیح مقصد یہ ہے کہ جب اس امر کا علم ہو جائے کہ بخار سنپات ہے تو پھر یہ تسلی کر لینی چاہئے کہ کون سا دوش زیادہ ہے اس کی کیا قسم ہے اور وہ کس مقام پر خراب ہوا ہے۔گویا علاج سے پہلے پوری تسلی کر لینی چاہئے کہ بخار کی کیا صورت ہے۔یہ تشخیص کی سہولتیں ہیں، ان کو اقسام نہیں کہا جا سکتا۔اس تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ سنپات باون اقسام کا نہیں ہے بلکہ صرف ایک ہی قسم ہے، بلکہ آیورویدک کی تشخیص میں اور صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔مثلاً اس امر کو دیکھا جانا بھی ضروری ہے کہ بخار کی ابتداء جسم سے ہوئی ہے یا علاج سے ظاہر ہوئی ہے۔ابتداء گرمی سے ہوئی یا سردی سے۔طبعی اور غیر طبعی فرق اور اسی طرح پہلے یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ یہ بخار قابل علاج ہے یا نہیں۔

اتنی باریکی سمجھ لینے کے بعد بخار کا علاج مشکل نہیں رہتا۔مگر جو لوگ صرف بخار کے نام کا علاج کرتے ہیں ان کو سمجھنے اور تشخیص کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ایسے لوگ مجرباتی معالج ہیں۔ان کو وید کہنا گناہ ہے بلکہ وہ عطار کہلانے کے قابل بھی نہیں ہیں۔وہ صرف فرنگی ڈاکٹر کی طرح ہر بخار میں فیور مکسچر اور اسپرین دے کر بخار اتارنے کے طریق سے واقف ہیں۔بخار کی اصلیت اور علاج کی اہمیت سے وہ بالکل بے علم ہیں۔

آیورویدک میں کسی مرض کا علاج کرنے سے قبل ضروری ہے کہ مرض کی حقیقت کو سمجھنے اور اس کی تین صورتوں میں سے ایک ہوسکتی ہے۔

① دوشوں میں کمی بیشی ہوگی، لیکن وہ اپنی حالت میں درست اور اپنے مقام پر ہوں گے۔

② دوشوں میں خرابی ہوگی، اس میں کمی بیشی اور مقام کی تبدیلی ضروری نہیں ہے۔

③ دوش اپنے مقام پر نہیں ہوں گے۔ ان میں اوّل دوصورتیں ضروری نہیں ہیں۔

مرض کی تشخیص وہی وید کرسکتا ہے جو دوش کی حقیقت اور ان کی تبدیلی کے مقام سے واقف ہوگا۔ مجھے بڑے بڑے ویدوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے جن میں اکثر پروفیسر اور مصنف تھے۔ جب ان سے مقام کی تبدیلی کا ذکر آیا تو کانوں کو ہاتھ لگانے لگے۔ کہنے لگے یہ تو کوئی اور چرک یا ششرت آکر بیان کرے گا۔ پھر میں نے کہا کہ میں چرک اور ششرت نہیں ہوں۔ بلکہ ایک دیسی معالج ہوں۔ آپ مجھ سے جس مرض میں یا جس دوا کے استعمال سے دوشوں کے مقام کی تبدیلی کے متعلق چاہئے پوچھ سکتے ہیں۔ انہوں نے سوال کئے اور میں نے تسلی بخش جواب دیئے۔ میرا اس بیان سے مقصد بڑائی نہیں ہے بلکہ یہ کہنا ہے کہ جب سے آیورویدک کے اصولوں اور قوانین کو علاج میں برتنا چھوڑ دیا ہے، طریق علاج ختم ہوتا جارہا ہے۔ اور مجرباتی معالج وید کہلانے شروع ہوگئے ہیں۔

جہاں تک آیورویدک کے بخاروں میں لاکھوں اقسام ہونے کی وجہ سے اعتراض ہے۔ اوّل تو یہ اعتراض اس کی بڑائی ہے کہ اگر اعتراض ہی خیال کرنا ہے تو فرنگی طب میں بخاروں کی لاکھوں سے بھی زیادہ اقسام ہیں۔ صرف ملیریا کے اقسام نہیں گنوائے جاسکتے۔ جو معالج بھی فرنگی بخاروں سے واقف ہیں ان کو علم ہے کہ ملیریا کی کئی اقسام، کئی قسم کے جراثیم سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو اگر ضرب در ضرب لکھا جائے تو سینکڑوں نہیں ہزاروں اقسام بن جاتی ہیں۔ باقی اگر تمام بخاروں کے مرکب بنائے گئے تو لاکھوں تک نوبت پہنچ جائے گی۔ فرنگی طب کے بخاروں میں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی تمام اقسام گنوائیں گے۔ لیکن یہ سب کچھ الزامی جواب ہے۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ اس طرح کی الجھن آیورویدک کے بخاروں کی تشخیص میں ہے اور نہ ہی بخاروں کے اقسام کی الجھن فرنگی طب میں پائی جاتی ہے۔ یہ مغالطہ پیدا کرنے کی صورت ہے۔

آیورویدک کا کمال یہ ہے کہ ان بخاروں کو اس قدر مکمل انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک معالج کہیں بھی تشنہ کام نہیں رہتا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ بخار سے قبل کی علامات لکھشن بھی اس انداز سے بیان کی گئی ہے کہ آج بھی ہم ان میں اضافہ نہیں کرسکتے۔

جور پوروپ روپ (قبل از بخار علامات)

منہ کا بے ذائقہ پن، گرانی جسم، کھانے کی خواہش نہ ہونا، آنکھوں میں سرخی اور ایک نیند کا زیادہ ہونا، بے چینی ہونا، جمائیاں آنا، اداسی، لرزہ، تکان، چکر آنا پرلاپ، رونگٹے کھڑے ہونا، دانتوں کا ترش سا ہونا، آواز گائن، وات اور پت کا کبھی اچھا برا لگنا، اروچی اوباک، کمزوری، اعضاء شکنی، گرانی، اعضاء، الب پرانتا، دیرگھ سوترتا، السیہ چستی کے کاموں میں اچھا نہ ہوتا۔ اچھے کاموں کے خلاف خواہش ہونا۔ بزرگوں کے کلام میں اعتقاد نہ رہنا، بچوں سے نفرت، دھرم سے لاپرواہی، پھولا مالا، چندلیپ اور بھوجن سے تکلیف محسوس ہونا، میٹھی چیزوں کی خواہش نہ ہونا، کھٹے چرپرے پدارتھیوں کا اچھا لگنا وغیرہ وغیرہ۔ کم وبیش مختلف بخاروں کی مناسبت سے یہ علامات پائی جاتی ہیں۔ البتہ سنپات کی علامات نہایت شدید ہوتی ہیں۔

جہاں تک ان آٹھ اقسام کے بخاروں کی مفرد ومرکب اور مرکب درمرکب اسباب وعلامات اور علاج کا تعلق ہے ان کا ذکر آیورویدک کی کتاب میں تفصیل سے درج ہے اس کو دہرانا طوالت کا باعث ہوگا۔ البتہ راج یکھشما (دق وسل) کے متعلق آیورویدک معلومات پیش کیے دیتے

ہیں تاکہ معالج ان کی مفید معلومات سے بھی مستفید ہوسکیں۔ اگرچہ اس کے متعلق ہم نے اپنی کتاب ''تحقیقات دق وسل (ٹی بی)'' میں ضرورت کے مطابق لکھ دیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مزید تحقیقات کرنے والوں کے لئے ہر ممکن سہولتیں پیدا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

آیورویدک میں دق وسل کی ماہیت

عام بخاروں کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ ''جور'' مہادیو کے لاٹ ''غصہ'' سے پیدا ہوا۔ اور اس کے سنتاپ گرمی سے رکت پت اور دکھش کی کنیاؤں کے ساتھ گمن ''مواصلت'' کرنے سے راج نکھشتر چندر مان کو راج یکھشما ہوا۔ جس کی تفصیل سے متعلق چندر مان کی ایک شہوانی خیالات سے بھری ہوئی ایک پورانک کہانی رشیوں کو دیوتاؤں نے سنائی تھی جسے ہم یہاں پر غور وفکر کے لئے بیان کرتے ہیں۔

کہتے ہیں چندر مان روہنی پر عاشق تھا، اس لئے اس نے اپنے جسم کی بھی پرواہ نہیں کی جس سے اس کے جسم کی چکناہٹ (کھشے) بالکل زائل ہوگئی اور اس کا جسم لاغر ہوگیا۔ چونکہ چندر مان کی روہنی سے خاص محبت تھی، اس لئے دکھش پرجاپتی کی باقی لڑکیوں کو جو چندر مان سے بیاہی ہوئی تھیں چندر مان کی ہم بستری کے لطف سے محروم رہنا پڑتا تھا۔ یہ سن کر دکھش کے منہ سے سانس کے ذریعے غصہ مجسم ہو کر ظاہر ہوا۔ دکھش پرجاپتی کی 38 لڑکیاں چندر مان سے بیاہی ہوئی تھیں۔ لیکن چندر مان کا برتاؤ سب کے ساتھ ایک جیسا نہ تھا۔ وہ روہنی کے سوا کسی کے پاس نہ جاتا تھا۔ رجوگن سے اندھا ہو کر چندر مان اپنی استریوں سے مساوات کا برتاؤ نہ کرتا تھا۔ اس لئے دکھش کی بددعا سے راج یکھشما نے اس میں دخل جمالیا۔ آخر کار وہ اس مرض سے سخت عاجز ہوگیا۔ اس کے چہرے کا تمام نور جاتا رہا۔ یہ دیکھ کر وہ دیوتاؤں اور دیورشیوں کو ساتھ لے کر اپنے خسر کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی طلب کی۔ دکھش نے جب دیکھا کہ اس کی عقل ٹھکانے آ گئی ہے تو اس کو خوشی ہوئی اور اس نے اپنے شاگرد ''آشوکی کمار'' کو حکم دیا کہ چندر مان کا علاج کیا جائے۔ چنانچہ اشوکی کمار کے علاج سے چندر مان کو راج یکھشما سے نجات مل گئی۔ اور پہلے کی نسبت بہت خوبصورت نکل آیا۔ اشوکی کمار کی بدولت تیج (حرارت) کے بڑھ جانے سے اس سے نہایت شدھ ستو حاصل ہوا۔

راج یکھشما کو صرف یکھشما، کرودھ، جور اور دکھ بھی کہتے ہیں، چونکہ یہ روگ اوّل اوّل چندر مان کو ہی ہوا تھا اس لئے اس کو راج یکھشما بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ چندر مان کا دوسرا نام راجہ ہے۔ آشوکی کمار کے پھٹکارنے کی وجہ سے یہ روگ سورگ لوک کو ترک کر کے منش لوک میں آ گیا۔

چند سمبل کی تشریح

ظاہر میں یہ کہانی بے معنی اور عجیب معلوم ہوتی ہے اور اس کا دق وسل سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ ایک اعتقادی کہانی ہے جس میں مذہبی تقدس کے تحت یکھشما کی پیدائش کو تسلیم کرلیا جائے۔ لیکن ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ سمبل (اشارات) کا پڑھنا بھی ایک خاص قسم کا علم ہے جس سے عجیب وغریب اسرار ورموز اور علم وحکمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ علم بالکل اسی قسم کا علم ہے جیسے خواب کی تعبیر دینا ہے۔ ظاہر ہے یہ علم بہت مشکل ہے۔ اس میں غلطی کا امکان ہے۔ بہرحال اپنی طاقت کے مطابق ہر شخص تعبیر کرتا ہے۔ البتہ تعبیر خواب اور تشریح سمبل میں عقل سے زیادہ علم کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس کہانی میں کئی سمبل (اشارات) بیان کئے گئے ہیں، لیکن ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً (۱) راج چندر مان (۲) عشق ومحبت (۳) مواصلت کی کثرت (۴) جسم کا نور (۵) تیج کی کمی۔ جن کی مختصر تشریح یہ ہے کہ چندر مان کا اشارہ رطوبات کی زیادتی کی طرف ہے۔ اس

لئے ایسے لوگ جن میں رطوبات زیادہ پائی جاتی ہیں وہ اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ رطوبات نزلہ، زکام، اور بلغم کی زیادتی کی طرف اشارہ ہے۔ عشق ومحبت کا اشارہ کسی خاص قسم کی لگن کے ساتھ ہے جس سے زندگی کے باقی کام رہ جاتے ہیں، ایک مسلسل لگن ایک ہی مرض میں مبتلا کر دیتی ہے۔ مواصلت کی کثرت اخراج مواد اصلیہ ہے جس کا لازمی نتیجہ اس مرض میں گرفتار ہونا ہے۔ نور سے مراد عقل ہے، جس کا تعلق اعصاب سے ہے، نور کے ختم ہونے سے مراد اعصاب کا کمزور ہو جانا ہے۔ تیج آگ کو کہتے ہیں اور اس کی کمی سے ہی دق وسل کی ابتداء ہوتی ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم وید صاحبان دق وسل کی حقیقت اور اس کی ابتداء سے پورے طور پر واقف تھے۔ اور اس کے علاج پر بھی پورے طور پر حاوی تھے۔ لیکن آج کل کے وید اپنے مذہبی وطبی اور قومی وملکی علم کو بھلا کر فرنگی طب کی طرف جھپٹ پڑے ہیں، جو دق وسل کے حقائق سے قطعاً واقف نہیں ہے۔ بلکہ مچھر ومکھی اور جراثیم وکیڑوں کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ یاد رکھیں! عرصہ تین چار سو سال سے جدید سائنس دُنیا کے سامنے اپنے ماڈرن علاج پیش کر رہی ہے، اس کے مقابلے میں آیورویدک میں ہزاروں سال سے صحیح اور مکمل علم وحکمت چلی آ رہی ہے۔ جو آج بھی بالکل اسی طرح صحیح حقائق اور مکمل تجربات پیش کر رہی ہے۔ اس لئے وید صاحبان کو ذرا پیچھے لوٹ کر دیکھ لینا چاہئے۔

آیورویدک میں دق وسل کے اسباب

اس کے بڑے چار اسباب بیان کئے جاتے ہیں: (۱) طاقت سے بڑھ کر کسی کام کا شروع کرنا۔ (۲) حوائج ضروریہ کا روکنا یا رکنا (۳) کھٹے (چکناہٹ) کا زائل ہو جانا۔ (۴) وشاش کھانے پینے میں بے ترتیبی جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

طاقت سے بڑھ کر زور لگانا

طاقت سے بڑھ کر زور سے کسی کام کا شروع کرنا۔ اس کی آیورویدک میں ''استھابل ارنبھ'' کہتے ہیں۔ مثلاً طاقت سے بڑھ کر لڑنا، پڑھنا، لکھنا، بوجھ اٹھانا، سفر کرنا، پھلانگنا، چھلانگ مارنا، گرنا، چوٹ کھانا، یا دیگر حوصلہ طلب کاموں میں مشغول ہونا وغیرہ۔ طاقت سے بڑھ کر کام کرنے سے چھاتی کا گوشت پھٹ کر زخم ہو جاتا ہے۔ اور وایو بگڑ کر کف وپت دونوں کو نیتری میں لاکر زبردست بن جاتی ہے۔ (سوزش) چھاتی میں قیام پذیر ہو کر درد دِل پیدا کر دیتی ہے۔ جب دِل میں زخم ہو جاتا ہے تو کھانستے وقت کف کے ساتھ خون بھی آ جاتا ہے۔ جب چھاتی زخمی ہو جائے تو کھانستے وقت دِل میں بھی درد ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ روگ ساہس (طاقت سے بڑھ کر حوصلہ) کرنے سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے عقل مند آدمی کو ان کاموں سے دور رہنا چاہئے جن میں ساہس سے کام لینا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس سے کھانسی اور بخار شروع ہو جاتا ہے۔

حوائج ضروریہ کا روکنا اور رکنا

جب انسان حیاء، شرم اور خوف یا غصہ سے باد مخالف و پاخانہ اور پیشاب وحوائج ضروریہ کو روک لیتا ہے یا اور چند اسباب سے رُک جاتے ہیں تو وایو بگڑ کر کف وپت دونوں کو نیتری میں لاکر (سوزش پیدا کر دیتی ہے) کئی قسم کی خرابیاں پیدا کر دیتی ہے۔ جیسے زکام، کھانسی، سور بھید (آواز کا بیٹھ جانا)، اروچی (بھوک بند ہو جانا)، درد پسلی، شراستول (درد سر)، بخار، کندھوں کا درد، اعضاء شکنی، بار بار قے اور مل بھید۔ یہ گیارہ عوارض ضروریہ کے روکنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ انہی تر ودشج عوارض کی وجہ سے ''یکھشما روگ'' پیدا ہو جاتا ہے۔

چکناہٹ کا زائل ہو جانا

اس کو آیورویدک میں ''کھشے'' کہتے ہیں غصہ، افسوس، خواہش کی زیادتی اور حسد کے غلبہ کی وجہ سے انسان بہت دُبلا ہو جاتا ہے۔ نیز جماع یا فاقہ کشی سے دیرج (منی) اور ارج زائل ہو کر چکناہٹ دور ہو جاتی ہے اور وایو بگڑ کر دوشوں کو ابھارتا ہے جس سے زکام، بخار، کھانسی، اعضاء شکنی، دردسر، دمہ، بل بھید، وجی، درد پسلی، آواز بیٹھ جانا، کندھوں کی جلن، یہ گیارہ عوارض پیدا کر دیتی ہے اور آخر کار دھاتوؤں کے زائل کرنے والے راج یکھشما مہا روگ پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بہت جلد مریض کو ہلاک کر دیتا ہے۔

کھانے پینے میں بے ترتیبی

اس کو آیورویدک میں دوشماشن کہتے ہیں، جب مختلف قسم کی اغذیہ اور اشربہ کو بے ترتیبی سے استعمال کیا جاتا ہے تو بے ترتیب دوش پیدا ہوتے ہیں، جو مہلک امراض پیدا کر دیتے ہیں۔ نیز اپنی بے ترتیبی کی وجہ سے خون وغیرہ دھاتوں کے سوراخوں کو روک کر انہیں طاقت نہیں پہنچنے دیتا۔ وشماشن سے پیدا ہونے والے امراض مندرجہ ذیل ہیں: زکام، رال گرنا، کھانسی، قے، کھانے سے بے رغبتی، بخار، کندھوں کی جلن، خون کی قے ہونا، درد پسلی، دردسر، آواز کا بیٹھ جانا۔ یہی عوارض تر ددشچ یکھشما میں بالترتیب پیدا ہوتے ہیں۔

- آیورویدک میں اسباب تپ دق وسل پر ایسی مفصل بحث کی گئی ہے کہ اگر ان اسباب کو مدنظر رکھا جائے اور ان کے مطابق علاج کیا جائے اور ادویات دی جائیں تو یقینی امر ہے کہ اس کو شرطیہ آرام ہو سکتا ہے۔ اس طریقہ علاج میں نہ صرف اسباب امراض کو عمدگی سے بیان کیا گیا ہے، بلکہ علامات قبل از مرض کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ تا کہ ان کی موجودگی میں بہت جلد اس مرض کے چنگل سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔

پورب روپ علامات قبل از مرض

اس مرض میں سب سے پہلے زکام ہوتا ہے، اس کے بعد بہ ترتیب، دُبلا پن، بے نقص باتوں میں نقص دکھائی دینا، جسم کا خوفناک ہونا، کراہت سا ہو جانا، غذا کھاتے رہنے کے باوجود طاقت اور گوشت کا کم ہوتے جانا، عورتوں کا اچھا لگنا، شراب اور گوشت کی خواہش ہونا، خلوت گزینی پر مائل ہونا، کھانے پینے کی چیزوں میں مکھی، گھن، بال اور تنکوں کا بالعموم گرنا، بالوں اور ناخنوں کا بہت بڑھ جانا، خواب میں پرندوں پتنگوں وغیرہ سے ڈر جانا، خواب میں بالوں، ہڈیوں اور راکھ کے ڈھیر پر جھپٹنا، نیز سوکھے ہوئے کنوؤں، کم ہوتے ہوئے پہاڑوں، جنگلوں اور ٹوٹے ہوئے تاروں کو دیکھنا راج یکھشما کے پورب روپ ہوتے ہیں۔

تپ دق اور سل کی ابتداء

اپنی اپنی حرارت سے جیسے جسم کے تمام دھاتو (رطوبات) پکتے ہیں۔ ویسے ہی اپنے اپنے سروتوں (سوراخوں) میں پہنچ جاتے ہیں، پھر خون دھاتوں کے ذریعے قوت حاصل کرتے ہیں، اس لئے سروتوں کے رُک جانے سے دھاتوں کے کم ہو جانے اور دھاتو کی حرارت کے زائل ہو جانے سے راج یکھشما کی پیدائش ہوتی ہے۔ جب حرارت کم ہو جاتی ہے تو شکم میں پڑے ہوئے تقریباً تمام کھانے کو طبیعت ہضم نہیں کر سکتی اور وہ تمام کا تمام کھانا پاخانہ (خمیر) بن جاتا ہے اور اس کا نہایت قلیل حصہ ارج میں شامل ہوتا ہے اس لئے راج یکھشما کے مریض کے پاخانے کا خصوصیت سے خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ تمام دھاتو کے کم ہونے سے مریض نہایت کمزور ہو جاتا ہے اور صرف پاخانے ہی کی نگرانی سے اس کی طاقت قائم رہ سکتی ہے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو، ایسی تدابیر عمل میں لاتے ہیں کہ پاخانے کا خمیر کم بنے اور خون زیادہ پیدا ہوتا رہے۔

جہاں تک آیورویدک کے علاج کا تعلق ہے، علامات کے مطابق نہایت کامیاب علاج وادویات اور اغذیہ تجویز کی گئی ہیں، ضرورت مند

اچھی طرح مستفید ہو سکتے ہیں۔

ہماری تحقیقات کا مقصد

آیورویدک بخاروں کے متعلق یہ نہیں ہے کہ اس میں بخاروں اور خاص طور پر تپ دق وسل میں اس کی معلومات غلط ہیں یا اس کا علاج اور ادویات مفید نہیں۔ بلکہ ہمارا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ آج کل اکثر ویدوں میں ایسے ہیں جو آیورویدک سے پورے طور پر واقف نہیں ہیں جو تھوڑے سے معالج واقف بھی ہیں وہ دوشوں کے تحت علاج نہیں کرتے اور اکثر مجربات سے علاج کرتے ہیں۔ جن میں فرنگی ادویات کی اکثریت ہوتی ہے، جن کے دوشوں اور پرکرتی سے وہ بالکل واقف نہیں ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بخاروں اور خاص طور پر تپ دق اور سل کے علاج میں بالکل ناکام ہیں۔

چونکہ اکثریت ویدوں کی ایسی ہے جو دوشوں کے ذریعے علاج نہیں کر سکتی، اس کی وجہ سے کہ وہ دوشوں کے افعال اور اثرات سے پورے طور پر واقف نہیں رہے اور مجربات تلاش کرتے ہیں، اس لئے ہم نے نظریہ مفرد اعضاء کے تحت دوشوں کی تقسیم کر کے ان کے افعال و اثرات بیان کر دیئے ہیں۔ پھر مفرد اعضاء کے تحت بخاروں کی تقسیم کر دی ہے، تاکہ دوشوں کو سمجھنے کے بعد علاج بھی آسان ہو جائے۔

طب یونانی میں بخار کی اہمیت

طب یونانی سے مراد ہماری ہمیشہ اسلامی دور کی طب یونانی رہی ہے، کیونکہ اس دور میں طب یونانی اپنے انتہائی دور پر بھی تھی، اس میں طب یونانی میں کئی سو گنا اضافات ہوئے ہیں، ایسی ایسی نئی معلومات و مشاہدات اور تجربات کا اضافہ کیا گیا ہے جن کا طب یونانی میں اس کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ نیز اس دور میں ایسی ایسی تحقیقات ہوئیں جن کا عشر عشیر بھی فرنگی طب میں نہیں پایا جاتا ہے۔ طب یونانی کو سمجھنے کے لئے ابھی فرنگی طب کو کم از کم ایک صدی کی ضرورت ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ فرنگی طب کی بنیاد طب یونانی پر ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ دعویٰ بالکل ایسے ہے جیسے کوئی سورج کی روشنی سے انکار کر دے۔ فرنگی طب نے اپنے ابتدائی دور میں ہی طب یونانی کی بنیادوں کو چھوڑ دیا تھا۔ بلکہ تعصب سے ان کی کتب کو آگ لگا دی تھی۔ فرنگی طب کی ترقی صرف فرنگی ترقی اور یورپ و امریکہ کی بڑھتی ہوئی سائنسی ترقی کے ساتھ آگے بڑھی اور شہرت حاصل کی۔ لیکن اس میں جو برائیاں ہیں، ان کی طرف ہمارے سوا کسی نے توجہ نہیں دی ہے۔

طب یونانی میں وہی طریقہ علاج ہے جو آیورویدک کے بعد دُنیا میں قائم ہوا۔ اور علمی وفنی حیثیت سے تمام دُنیا میں پھیلا اور اب تک آیورویدک کی طرح نہ صرف زندہ ہے بلکہ مخلوق خدا کی دُنیا کے باقی تمام طریق علاج سے زیادہ خدمت کر رہا ہے۔ شاید بعض لوگوں کو علم نہ ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ دیگر ممالک یہاں تک کہ یورپ اور امریکہ میں بھی طب یونانی قدیم طریق کے نام سے قائم ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ ملک چین میں فرنگی طریق علاج کے ساتھ ساتھ قدیم طریق علاج بھی رائج ہے۔ بلکہ ہر ہسپتال میں دونوں قسم کے معالج اکٹھے مل کر مریض کا علاج کرتے ہیں اور ہر مریض کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ جو طریق علاج پسند کرے سرکاری طور پر اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

لیکن ہماری تحقیقات یہ ہیں کہ فرنگی طب بالکل غلط ہے۔ اس کو فوراً ختم کر دینا چاہیے۔ کیونکہ نہ اس کا طریق علاج صحیح ہے اور نہ اس کی سائنسی تحقیقات درست ہیں۔ اس لئے ہم کو پھر مزید تحقیقات کے لئے پھر اپنی بنیاد آیورویدک اور اسلامی دور کی طب کو بنانا ہوگا۔ چونکہ فرنگی طب کے زیر اثر اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اصل اور صحیح قسم کے آیورویدک اور اسلامی دور کی طب کو کھو بیٹھے ہیں۔ اس لئے ہم نے ایک نیا "نظریہ

مفرد اعضاء' پیش کیا ہے جس کے تحت ہم آیورویدک اور طب یونانی بلکہ ہومیوپیتھی کی حقیقت وسچائی اور اصول وطریق علاج ذہن نشین کراتے ہیں۔ تاکہ پھر یہ طریق علاج نہ صرف اپنے اصل کمالات کے ساتھ زندہ ہو جائیں، بلکہ ان کی بنیادوں پر علم وفن طب میں مزید ترقی اور ارتقاء کی صورت قائم کر دی جائے۔ ذیل میں اسی طب یونانی میں بخار کی جو حقیقت ہے، اس پر حقیقت نما روشنی ڈالتے ہیں۔ اپنے بیان میں ہم یہ کوشش ضرور کرتے ہیں کہ طب کا صرف وہی حصہ پیش کریں جو خالص اسلامی دور کی طب ہے۔ اس میں فرنگی کا اثر دخل نہ ہو۔ یہی کوشش ہم نے آیورویدک میں بھی کی ہے۔

طب میں بخار کی تعریف

اس کو عربی میں حمی اور فارسی میں تپ کہتے ہیں۔ یہ ایک عارضی اور غیر معمولی گرمی ہے جس کو حرارت غریبہ بھی کہتے ہیں۔ جو خون کے ذریعہ قلب سے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ جس سے بدن کے افعال میں کھلے طور پر نقصان پہنچتا ہے۔ غصہ اور تکان کی معمولی گرمی بخار کی حدود سے باہر ہے۔ کیونکہ اس سے کوئی غیر معمولی تبدیلی بدنی افعال میں لاحق نہیں ہوتی۔ البتہ اگر ان کے اسباب واثرات چند روز تک قائم رہیں، تو وہ بھی مستقل بخاروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

طب میں بخار کی اقسام

بخار کی تین بڑی اقسام ہیں: (۱) حمی یوم (۲) حمی دق (۳) حمی عفن۔ پھر ان کے تحت ان کی چھوٹی اقسام ہیں۔

حمی یوم اور اس کے اقسام

حمی یوم وہ بخار ہے جس کی حرارت روح سے پھیلتی ہے۔ یعنی اس بخار کا تعلق اصل میں بدن کی بجائے روح سے ہوتا ہے۔ چونکہ اس قسم کے بخار میں اگر سبب قوی نہ ہو تو اکثر ایک یوم ہی رہتا ہے۔ اس لئے بخار کا نام حمی یوم یعنی یک روزہ بخار رکھا گیا ہے۔ چونکہ روح انسانی کی تین اقسام ہیں، اس لئے بخار کا نام روح حیوانی، طبعی یا نفسانی کوئی بھی ہو، عارضی حرارت سے گرم ہو جاتی ہے۔ پھر یہ حرارت قلب تک پہنچتی ہے اور قلب میں بھڑک کر شریانوں کے ذریعے تمام جسم کے اعضاء اور اخلاط میں سرایت کر جاتی ہے یہ گرم ہو جاتے ہیں جیسے تمام گرم ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے بخاروں کی پیدائش بیرونی اسباب سے ہوتی ہے خواہ وہ اسباب بدنی ہو یا نفسانی یعنی خواہ وہ اس قسم کے ہوں کہ ابتداً ان کا تعلق بدن کے ساتھ ہو۔ جیسے سخت گرمی، سخت سردی، گرم غذاؤں اور دواؤں کا کھانا، شدید ریاضت اور بدن کو درد وغیرہ اور حرارت خواہ یہ ونی اسباب اس کے اس قسم کے ہوں کہ ابتداً ان کا تعلق روح کے ساتھ ہو۔ مثلاً غصہ اور غم وغیرہ ان بخاروں میں نہ زیادہ خطرہ ہوتا ہے اور نہ زیادہ برے ہوتے ہیں۔ کیونکہ روح جس کے ساتھ عارضی حرارت کا تعلق ہوتا ہے اپنی لطافت کی اکثریت کی وجہ سے عارضی حرارت جلد قبول بھی کر لیتی ہے اور جلد اس کو چھوڑ بھی دیتی ہے۔ اکثر ایک روز میں تحلیل ہو جاتی ہے اور کم ایسا ہوتا ہے کہ تین روز سے زیادہ وہ ٹھہرے۔ چونکہ روح نہایت تر ہوتی ہے اس لئے اس میں حرارت شدت نہیں پکڑتی ہے۔ یہ دوسرے بخاروں مثلاً دق یا عفونت کے بخاروں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ ان کی تدبیر میں کوئی غلطی واقع ہو جائے یا سبب قوی اور مستقل ہو جائے۔ اس بخار کی اقسام درج ذیل ہیں: (۱) غم کا بخار (۲) خوف اور فکر کا بخار (۳) غصے کا بخار (۴) خوشی کا بخار (۵) بیداری کا بخار (۶) تکان کا بخار (۷) اسہال کا بخار (۸) درد کا بخار (۹) غشی کا بخار (۱۰) بھوک اور پیاس کا بخار (۱۱) سدّے کا بخار (۱۲) بدہضمی (۱۳) ورم کا بخار (۱۴) دھوپ کا بخار (۱۵) مسامات کے بند ہو جانے کا بخار (۱۶) شراب، گرم غذا، گرم دوا کا بخار (۱۷) ترجام کا بخار (۱۸) غذا کا بخار وغیرہ۔

حمی عفونت اور اس کے اقسام

حمی عفن وہ بخار ہے جس میں پہلے اخلاط متعفن ہو کر گرم ہو جاتے ہیں پھر یہ گرمی خواہ کسی عضو کی ہو روح اور قلب تک پہنچتی ہے۔ پھر یہ گرمی قلب سے تمام اعضاء میں پھیل جاتی ہے۔ جیسے کسی برتن میں گرم پانی ڈالنے سے وہ گرم ہو جاتا ہے چونکہ ان بخاروں میں اخلاط متعفن ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان بخاروں کو خلطی بھی کہتے ہیں۔ اور چونکہ اخلاط مادی ہیں، اس لئے ان بخاروں کو مادی بھی کہتے ہیں۔

اخلاط کے اندر عفونت (فساد) پیدا ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ پہلے ان ہی اخلاط کی کثرت یا ان کی غلظت یا ان کی لزوجیت لیسدار ہونے کے باعث سدے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب ہوا کے راستے اور رگوں کی نالیاں بند ہو جاتی ہیں تو سرد ہوا اور ارواح کے نہ پہنچنے کے باعث اور بخارات دخانیہ کے بند ہو جانے کے باعث جو کہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اخلاط متعفن ہو جاتے ہیں۔

عفونت کیا ہے؟

عفونت جس کو سڑاند بھی کہتے ہیں عارضی حرارت کے اس فعل کا نام ہے جو کسی رطوبت میں حرارت سے مخالف تغیر پیدا کر دیتا ہے کہ باوجود اپنی نوعیت پر قائم رہنے کے اپنے اصل مقصود کے کارآمد نہیں رہتی۔ گویا مادہ کے اندر تخمیر اور فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ جب اس کا تعلق بدن کی رطوبت سے ہوتا ہے تو سڑنے کے بعد نہ وہ پکتی ہے اور نہ اصلاح پذیر ہوتی ہے اور نہ اس سے بدن میں کوئی نفع پہنچتا ہے۔ کیونکہ یہ سب کام طبعی افعال سے ہیں جو حرارت اصلیہ کی مدد سے پورے ہوتے ہیں اور یہ حرارت آتشی، عارضی اور ان طبعی افعال کے مخالف ہوتی ہے۔ اس لئے اس رطوبت سے گرم اور تیز بخارات اٹھتے ہیں جو اعضاء کے مزاج کے مخالف ہوتے ہیں۔ اس وقت بدن کے اندر سوزش و گرمی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ عارضی حرارت جب کسی مرکب میں اثر کرتی ہے تو اس کے مرکب اجزاء ناریہ یعنی آتشی اجزاء کو حرکت دے کر الگ کرنا چاہتی ہے۔ پھر یہ اجزاء اس عارضی حرارت کی امداد سے ہوا کے لطیف اجزاء کی جن سے حرکت کے باعث ملاقات ہو جاتی ہے ہوائی طبیعت کی طرف سے نکال کر آتشی طبیعت کی طرف لے آتے ہیں۔ یعنی ہوائی اجزاء کو آگ بنا دیتے ہیں۔ جس سے اجزاء ناریہ مرکب میں زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد عارضی حرارت کا اس مرکب پر غلبہ ہو جاتا ہے جس سے اس مرکب کی رطوبات گرم ہو کر اس قدر جوش مارتی ہیں کہ اس کے لطیف اجزاء کثیف اجزاء کو چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں اور عناصر میں جا ملتے ہیں۔ مرکب اجزاء سے نکل کر لطیف اجزاء کے عناصر میں ملنے کے عمل کو عمل احتراق کہتے ہیں۔

اگر عفونت اور احتراق کے طریق کار پر غور کیا جائے تو بے حد حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح سینکڑوں سال قبل حکماء اسلامی نے اس خوبصورتی سے فرمنٹیشن (عمل تبخیر) اور اوکسائیڈیشن (احتراق) کو بیان کیا ہے کہ ماڈرن سائنس بھی اس کو ذہن نشین نہیں کرا سکی۔ خاص طور پر آتشی اثرات سے ہوائی اجزاء اور رطوبت سے ناری اجزاء کو عناصر میں شامل ہونا قابل تعریف طریق پر بیان کیا گیا ہے۔ اگر ماڈرن سائنس میں ہوا کے اندر جو آکسیجن، کاربانک اور ہائیڈروجن کے تغیرات بیان کئے گئے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طب کی نقل اُتاری گئی ہے جو کچھ ہم ماڈرن سائنس کی گیسوں پر لکھ چکے ہیں، اگر ایک بار پھر اس پر غور کر لیں تو طبی تحقیقات کا بے حد لطف آ جائے گا۔

اخلاط کبھی رگوں کے اندر متعفن ہوتے ہیں، کبھی رگوں کے باہر۔ جب رگوں کے اندر متعفن ہوتے ہیں تو اس سے ہر وقت کا رہنے والا بخار یعنی حمی دائمی پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رگوں کے اندر کے مواد رگوں کے طبقات کے دبیز اور ٹھوس ہونے کے باعث تحلیل نہیں ہو سکتے۔ نیز رگوں

کے متصلہ مواد جو عفونت کے لئے آمادہ ہوتے ہیں ان میں بہت جلد عفونت دوڑ جاتی ہے۔علیٰ ہذا یہ مواد جب رگوں کے اندر ہوتا ہے اور کسی وقت نہیں ٹوٹتا لیکن ہر خلط کی جو باری مقرر ہے ان باریوں کے دِن میں بخار میں ذرا زیادتی ہو جاتی ہے۔

جب رگوں سے باہر مواد متعفن ہوتے ہیں تو اس سے باری کے بخار پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ جو مواد رگوں کے باہر متعفن ہوتے ہیں وہ سارے کے سارے ایک جگہ تو ہوتے نہیں، اس لئے باری کے وقت جب اس کے کسی ایک حصے میں عارض آتی ہے تو وہ اس کی رطوبتوں کو فنا کر دیتی ہے۔اور ان رطوبتوں کو پسینہ، بخارات اور دوسری شکلوں میں بدن سے خارج کر دیتی ہے۔کیونکہ یہ مواد رگوں میں تو بند ہوتے نہیں جو دبیز ہیں جن میں خاکی اجزاء باقی رہ جاتے ہیں، جن کے ساتھ نہ بخار قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی عفونت کا مادہ بن سکتا ہے۔اس وقت حرارت کے نہ ہونے سے بھی بخار باطل ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ مادہ کا کوئی دوسرا حصہ دوسری بار عفونت کے مقام پر گرتا ہے اور یہ بھی حرارت کی وجہ سے متعفن ہو جاتا ہے جو پہلی عفونت سے ان کے خاکی اجزاء اور جلے ہوئے مواد کے باعث مقام عفونت میں باقی رہ جاتی ہے یا جس سبب نے پہلے مادے کو متعفن کیا تھا۔اسی سبب کے باقی ماندہ اثرات سے متعفن ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے بلغمی بخار کی باری ہر روز آتی ہے کیونکہ بلغم کی مقدار بدن میں زیادہ ہوا کرتی ہے۔اس لئے وہ بآسانی جمع ہو جاتا ہے اور چونکہ اس میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے وہ بآسانی متعفن ہو سکتا ہے۔اور سوداوی بخار کی باری چوتھے روز آیا کرتی ہے۔کیونکہ سودا اپنی قلت مقدار کے باعث بمشکل متعفن ہوتا ہے، کیونکہ یہ خشک ہو جاتا ہے اور اگر سوداء سے مقابلہ کیا جائے تو صفراء اس کے لحاظ سے بآسانی اکٹھا ہوتا ہے، کیونکہ صفراء کی مقدار سوداء سے زیادہ ہوتی ہے اور سوداء کے لحاظ سے جلد متعفن بھی ہوتا ہے۔کیونکہ صفراء کا مزاج گرم خشک ہے، اسی وجہ سے صفراوی بخار ایک روز آتا ہے، ایک روز نہیں۔

بخاروں کے دوروں کی وجوہات

بخاروں کے دردوں کی وجوہات مختلف ہونے میں تین باتیں اہم ہیں: (۱) مادوں کا اکٹھا ہونا۔ (۲) ان کا متعفن ہونا۔ (۳) ان کا تحلیل ہونا۔تفصیل ان کی درج ذیل ہے۔

ا۔ مادوں کا اکٹھا ہونا

مادے کے جلد یا دیر سے اکٹھے ہونے کا دارومدار مادہ کی مقدار پر ہے۔جب مادہ زیادہ ہوتا ہے تو تھوڑی سی دیر میں بآسانی اکٹھا ہو جاتا ہے۔برعکس اس کے جب مادہ تھوڑا ہوتا ہے تو دیر میں جمع ہوتا ہے۔اسی طرح جلد یا دیر اکٹھے ہونے کا دارومدار اس کی کیفیت یعنی رقت وغلظت اور حرارت وبرودت پر بھی ہے۔چنانچہ جب مواد رقیق اور گرم ہوتے ہیں تو بآسانی جمع ہو جاتے ہیں اور برعکس اس کے جب مواد غلیظ اور سرد ہوتے ہیں تو بمشکل جمع ہوتے ہیں، لیکن دونوں باتوں میں سے مادہ کی مقدار کو دخل ہے۔یہی وجہ ہے کہ صفراوی بخار کی مہلت بمقابلہ بلغمی بخار کے زیادہ ہوتی ہے۔حالانکہ صفراء بمقابلہ بلغم کے گرم اور رقیق ہے۔

۲۔ مادہ کا متعفن ہونا

مادہ کے جلد یا دیر سے متعفن ہونے کا دارومدار چار کیفیتوں پر ہے، جب مواد گرم یا تر یا گرمی اور تری سے مرکب ہوتے ہیں تو بآسانی متعفن ہو جاتے ہیں۔اور جب سرد یا خشک یا سردی اور خشکی سے مرکب ہوتے ہیں تو بمشکل متعفن ہوتے ہیں۔

۳۔ مادہ کا تحلیل ہونا

مادہ کے تحلیل ہونے کا دارومدار لیسدار ہونے یا نہ ہونے، غلیظ و رقیق اور تر و خشک ہونے پر ہے بدن سے ان کا خارج کرنا دشوار ہوتا

ہے۔لیکن ان تمام باتوں میں زیادہ اہمیت لیس کو ہے۔اسی وجہ سے بلغمی بخار کے دورے کی مدت لمبی ہوتی ہے۔ بلکہ پورے طور پر اثر ہی نہیں۔ حالانکہ بلغم تر ہوا کرتی ہے، برعکس اس کے جب مواد رقیق اور لیس سے خالی ہوتے ہیں تو بدن سے ان کا اخراج کرنا سہل ہوتا ہے۔خواہ مقدار بہت زیادہ کیوں نہ ہو۔یہی وجہ ہے کہ سوداوی بخار کے دورہ کی مدت بمقابلہ صفراوی بخار کے بڑی ہوتی ہے۔

عفونتی بخاروں کے اقسام

عفونتی بخار چاروں اخلاط کے شمار سے چار اقسام ہیں۔ پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ باری سے آنے والے اور دائمی رہنے والا باری کا بخار اس وقت آتا ہے جب مادہ رگوں سے باہر آتا ہو اور دائمی بخار اس وقت ہوتا ہے جب کہ مادہ رگوں کے اندر متعفن ہوتا ہے۔لیکن بڑے بڑے رگوں کے اندر جب بہت سارا خون جمع ہو کر متعفن ہو جاتا ہے اور خون رگوں سے باہر متعفن ہو جاتا ہے تو اس صورت میں بھی دائمی بخار ہوا کرتا ہے۔پھر جب ورم پک جاتا ہے تو اس کے اندر کے مواد خارج ہو جاتے ہیں تو بخار دور ہو جاتا ہے۔

بخاروں کے اقسام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حمیٰ غب

اس کو تجاری بخار بھی کہتے ہیں، جو اصل میں صفراوی بخار ہے جس کا مادہ رگوں سے باہر متعفن ہوتا ہے۔

حمیٰ محرقہ

یہ بھی ایک قسم کا صفراوی بخار ہے لیکن اس کا مادہ رگوں کے اندر متعفن ہوتا ہے۔

حمیٰ مطبقہ

یہ بخار دموی ہے، اس کا نام مطبقہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ رات دِن یکساں رہتا ہے۔مطبقہ کے لغوی معنی بھی یہ ہیں جو رات دِن چڑھا رہے۔جب کبھی خون عفونت کے بغیر گرم ہو جاتا ہے، اس میں صرف جوش سا آ جاتا ہے، اس کو سونوخس کہتے ہیں جو اکثر حمیٰ مطبقہ میں تبدیل ہو جاتا ہے، دونوں کا علاج ایک اصول پر ہے، صرف شدت وخفت کا فرق ہے۔جب مطبقہ عفونتی صورت اختیار کر لیتا ہے تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

اوّل: ''متزائدہ'' بڑھنے والا۔ یہ قسم بخار کے ختم ہونے تک زیادہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب خون میں تحلیل سے تعفن زیادہ ہو۔

ثانی: ''متناقصہ'' گھٹنے والا۔ یہ قسم بخار ختم ہونے تک کم ہوتا رہتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب تعفن تحلیل زیادہ ہو جس کے اسباب مذکورہ بالا اسباب کے مخالف ہوتے ہیں۔

ثالث: ''متساویہ'' قائم رہنے والا۔ یہ بخار ختم ہونے تک ایک ہی حالت میں رہتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب تحلیل وتعفن دونوں برابر ہوں۔ ان تینوں میں بدتر بڑھنے والا ہے۔

چہارم: ''حمیٰ مواظبہ''، یعنی بلغمی وہ بخار ہے جو باری سے آتا ہے اور اس کی باری روزانہ آتی ہے۔اس کا نام مواظبہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ یہ ہمیشہ روزانہ آتا ہے۔ ﴿ مواظبت ﴾ کسی کام کو ہمیشہ کرنا۔اس بخار میں رگوں کے باہر بلغم متعفن ہوتا ہے۔

پنجم: ''حمی لِثقہ'' بلغمی دائمی بخار کا نام ہے۔اس کا مادہ رگوں کے اندر متعفن ہوتا ہے، چونکہ اس کے بلغم میں رطوبت اور تری زیادہ ہوتی

ہے، اس لئے اس بخار کا نام لثقہ ہے، لثقہ (لام کی زیر) کے معنی تری کے ہیں۔

ششم: ''حمی ربع دائرہ'' اس بخار کا نام ربع ''چوتھا'' اس لئے رکھا گیا ہے کہ پہلی باری کے بعد دوسری باری کی ابتداء چوتھے روز ہوا کرتی ہے۔ بعض لوگ اس کا نام مثلثہ کہتے ہیں۔ جو غلط ہے۔ کیونکہ مثلثہ تجاری بخار کا نام ہے یہ بخار سوداوی ہوتا ہے، جس کا مادہ رگوں کے باہر متعفن ہوتا ہے۔

ہفتم: ''حمی ربع لازمہ'' یہ بھی سوداوی بخار ہے اس میں بھی باری کے چوتھیا بخار کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ **فرق** صرف یہ ہے کہ اس کے ساتھ لرزہ نہیں ہوتا اور چوتھے روز بجائے نئی باری آنے کے بخار میں شدت ہو جایا کرتی ہے۔ باقی دنوں میں ہلکا رہتا ہے۔ اس بخار کا وجود نہایت کم ہوتا ہے۔

ہشتم: ''خمس، سرس سبع'' یہ بخار پانچویں، چھٹے، ساتویں روز یا زیادہ دنوں کے بعد دورہ کیا کرتا ہے۔ وہ بھی دراصل چوتھیا بخار کی قسم ہے، کیونکہ یہ بھی اسی قسم کے مادے سے پیدا ہوتا ہے۔ جس قسم کے مادہ سے چوتھیا بخار ہوا کرتا ہے۔ لیکن اس کا مادہ چوتھیا بخار سے زیادہ غلیظ ہوتا ہے۔

نہم: ''حیات مختلط'' اس سے مراد وہ بخار ہے جن کے دورے ایک قاعدہ سے نہیں آتے ہیں۔

دھم: ''انفیالوس'' اس بخار میں اندر سردی اور باہر گرمی ہوتی ہے۔ یہ بلغم زجاجی (گاڑھی لیسدار) سے پیدا ہوتا ہے۔ جو کہیں اندر گہرائی میں ہوتا ہے۔ جہاں یہ ہوتا ہے وہاں تو اس کی سردی سے ٹھنڈ ہوتی ہے، لیکن اس میں چونکہ عفونت لاحق ہوتی ہے، اس لئے اس کے متعفن ہونے سے کچھ بخارات اُٹھ کر بیرونی اعضاء کو گرم کر دیتے ہیں۔

یازدھم: ''لیفوریا'' مندرجہ بالا بخار کے برعکس اس بخار میں اندر گرمی اور باہر سردی ہوتی ہے۔ دراصل غلیظ بلغم اس کا سبب ہوتا ہے۔ جو اندر متعفن ہو کر گرمی پیدا کر دیتا ہے، اور اس سے اس قدر بخارات نہیں اٹھتے جو بیرونی اعضاء میں پھیل کر زیادہ گرمی پیدا کر سکیں۔ حقیقت میں یہ بلغم نہایت سرد ہوتا ہے جس سے تیز اور زیادہ بخارات نہیں اٹھتے۔

دوازدھم: ''حمی غشیہ'' یہ وہ بخار ہے جس کے آنے کے وقت غشی لاحق ہوتی ہے۔ یہ بخار اکثر اس وقت لاحق ہوتا ہے جب کہ فم معدہ ضعیف ہوتا ہے اور وہ اپنے کچے اخلاط اور بلغم کی کثرت کو دفع کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔ جب ان خام مادوں کا کچھ حصہ سرد ہوتا ہے تو قلب کی طرف گرتا ہے جس سے غشی آجاتی ہے۔ گاہے یہ بخار ایسے صفراوی مواد سے پیدا ہوتا ہے جو نہایت رقیق ہونے کی وجہ سے نفوذ کرنے والے ہوتے ہیں اور جن کا جوہر ردی اور زہریلہ ہوتا ہے اور جس میں تعفن لاحق ہوتا ہے۔ اس کے تعفن کی وجہ سے اس کی برائی اور اس کا فساد اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور بدن میں پھیل کر کچھ قلب تک پہنچ جاتا ہے ان عفونتی بخاروں کے اقسام ختم ہوئے جن کی عفونت جسم میں تیار ہوتی ہے۔

اب ان بخاروں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی عفونت جسم انسان کے باہر فضا میں تیار ہوتی ہے، ایسے بخاروں کو وبائی بخار کہتے ہیں۔

حمی وبائیہ

وبا ایک تعفن یا سڑاند ہے جو ہوا میں پیدا ہوتی ہے، ہوا سے مراد وہ جسم ہے جو زمین کے اوپر کی فضاء میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ جسم حقیقت میں خالص ہوا نہیں ہے بلکہ اس کے اندر اصلی ہوا کے علاوہ پانی کے اجزاء جو بخارات کی شکل میں اٹھتے ہیں مٹی کے اجزاء جو دھوئیں اور غبار کے ساتھ اٹھتے ہیں اور آگ کے اجزاء جو زمین سے اٹھتے ہیں یہ سب چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ ہوا غیر چیزوں سے مل کر خالص اور بسیط نہیں رہی ہے، اس لئے اس کا متعفن اور گندہ ہونا محال نہیں ہے۔ چنانچہ جب اس کے ساتھ برے بخارات مل جاتے ہیں جو خراب کانوں یا گندی جھیلوں یا خراب سبزیوں اور درختوں یا میدان کی لاشوں اور مردوں وغیرہ سے نکلتے ہیں یا جب ہوا کے ساتھ کوئی اور چیز مل جائے جس سے کہ وہ خالص نہیں رہی یا

جب آسمانی بارش زمینی نامعلوم اسباب سے ہوا میں غیر معمولی تری آ جائے تو جلد سے جلد متعفن ہونے کے لئے ہوا میں قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے لئے ہلکی حرارت کا عمل کرنا شرط ہے۔ ہوا کا یہ تعفن اس پانی کے تعفن سے مشابہت رکھتا ہے جو کھڑا ہوا اور دوسرے اجزائے ارضیہ کے مل جانے سے بگڑ گیا ہو۔ جب ہوا متعفن ہو جاتی ہے تو بدن کے مواد بھی گندے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہوا کے یہی گندے اجزاء اخلاط کے ساتھ مل جاتے ہیں اور اس طرح اخلاط میں بھی عفونت آ جاتی ہے کہ جب ایک عارضی اور زہریلی چیز بدن میں پہنچتی ہے تو قوتیں کمزور ہو کر رطوبتوں کے قبضہ وتصرف سے عاجز اور عارضی حرارت کے روکنے سے مجبور ہو جاتی ہے اور سب سے پہلے قلب کے مواد گندہ ہو جاتے ہیں کیونکہ بیرونی ہوا سب سے پہلے قلب تک ہی پہنچتی ہے جہاں پر اس کا خون متعفن ہو جاتا ہے، پھر تمام جسم میں پھیل کر بخار کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بخار ایک بڑی مخلوق کو جن کے بدن میں استعداد و قابلیت ہوتی ہے، لاحق ہوتا ہے۔ کیونکہ اوّل تو اس کا سبب ہی عام اور پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ دوئم ان مریضوں کے بدن سے بو اور زہریلے مادے دوسرے لوگوں کے سانس میں چلے جاتے ہیں۔ جب یہ دوسرے شخص کے قلب میں پہنچتے ہیں تو اس میں اثر کر کے اس کے مزاج، اخلاط اور روح کو فاسد کر دیتے ہیں۔ وبا کی استعداد اور قابلیت ان لوگوں میں ہوتی ہے جن کا بدن برے مواد سے پر اور وبائی ہوا کے مناسب ہوتا ہے۔ اور جن کا بدن ضعیف ہوتا ہے، ایسے بخار اکثر موسموں کے تغیرات خصوصاً برسات کے موسم کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ مرطوب زمین میں ہلکی حرارت فوراً گندے اور متعفن بخارات پیدا کر کے فضا میں کم وبیش تعفن پیدا کر دیتی ہے۔ البتہ سردی تری کے امراض جیسے نزلہ، زکام، کھانسی، ذات الریہ کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ وبائی بخار کی علامتوں میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ بہت سے لوگوں بلکہ حیوانوں کو بھی عام طور پر کثرت کے ساتھ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی عمومیت کی وجہ سے اس کو وبا کہتے ہیں۔ ورنہ موسم کے لحاظ سے مندرجہ بالا تمام عفونتی بخار (دموی، بلغمی، صفراوی اور سوداوی) اپنے اپنے موسم وبا کے کمی بیشی کے ساتھ ساتھ شدید اور خفیف ہوتے رہتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ جس بخار کو موسمی بخار کہتے ہیں وہ حمی (صفراوی) ہے۔ کیونکہ ہر برسات میں فضاء میں تعفن ہوتا ہے۔ اور صفراوی بخار وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

حمیٰ جدری اور حمیٰ حصبہ

یہ دونوں بخار بھی عفونتی وبائی بخار ہیں، ان میں شدت اور خفت کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں میں جسم پر دانے نکلتے ہیں۔ حمی جدری ''چیچک'' میں موٹے موٹے اور شدت سے دانے نکلتے ہیں۔ اور حمی حصبہ (خسرہ) میں شدت بہت کم ہوتی ہے۔ اور دانے بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ جسم کو تکلیف بھی کم ہوتی ہے۔ دونوں بخار دموی ہیں۔ یعنی خون متعفن ہو کر جوش مارنے لگ جاتا ہے۔ یہ بخار بچوں کو زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ ان کا مزاج دموی اور گرم تر ہوتا ہے۔

حُمیات مرکبہ

گاہے ایک بخار دوسرے کے ساتھ مرکب ہو جاتا ہے۔ ان مرکب بخاروں کی قسمیں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا شمار کرنا اور ان کو ضبط تحریر میں لانا محال ہے۔ بعض تو وہ ہیں جو ایک ہی جنس کے ایک ہی قسم کے دو بخاروں سے مرکب ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو دو مختلف جنسوں سے مرکب ہوتے ہیں، بعض وہ ہیں جو تپ لازمی اور تپ غیر لازمی سے مرکب ہوتے ہیں۔ تیسرے غیر لازمی بخار سے مرکب ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ترکیب کی اور بھی بہت سی قسمیں ہیں، اس لئے مناسب نہیں ہے کہ بخاروں کی تشخیص میں ان کے دوروں پر بھروسہ کریں۔ بلکہ ان کی علامات مخصوصہ اور عوارض لازمہ پر نظر رکھیں۔ کیونکہ گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو غب دائرہ کے ملنے سے روزانہ بخار آنے لگتا ہے۔ حالانکہ ایسے دوارُ کے

بلغمی بخاروں کے مرکب ہوتے ہیں۔ اگر ان دوروں کو دیکھ کر بلغمی بخار کا علاج کیا جائے تو یقیناً مرض ہلاک ہو جاتا ہے۔ لیکن حُمیات مرکبہ میں اکثر صفراء اور بلغم کے بخار جمع ہوا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام حمیات مرکبہ میں صرف اسی ایک بخار کا مخصوص نام شطر الغب رکھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ بخار بلغمی اور صفراوی بخار سے مرکب ہوتا ہے۔ شطر کے معنی جزو اور بعض کے ہیں۔ اس بخار میں بلغم اور صفراء دونوں کے جزو ملے ہوتے ہیں۔

بخاروں کی کثیر اقسام پر اعتراض

کہا جاتا ہے کہ مفرد بخار بھی کچھ کم نہیں۔ لیکن مرکب بخاروں کا شمار تو تقریباً ناممکن ہے۔ ان کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں تک چلی جاتی ہے، درحقیقت یہ بات نہیں ہے بخار صرف مفرد ہی ہیں۔ بخاروں کی مرکب صورتیں صرف تشخیص کے لئے کی گئی ہیں تا کہ علاج میں سہولتیں ہوں۔ بالکل آیورویدک کے دوشوں کی طرح کبھی ایک خلط خراب ہو جاتی ہے۔ کبھی شدید فساد و زہر اور تعفن و سڑاند کی وجہ سے کبھی دو اور کبھی تین اور کبھی چاروں اخلاط خراب ہو جاتے ہیں۔ ان مرکب بخاروں میں ان اخلاط کی خرابیوں کو مرکب صورتوں میں تشخیص کی خاطر ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ جو لوگ بخاروں کی کثرت اقسام پر اعتراض کرتے ہیں دراصل ان کو حیران ہونا چاہئے کہ طب میں بخاروں کو کس قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ حکماء اور اطباء کی بخاروں اور علم و فن طب پر کس قدر گہری نظر تھی۔ یہ قصور ان کے نظر و فکر کا ہے کہ انہوں نے نہ ان کے علم و فن کو جانچا اور نہ ہی ان پر غور کر کے ان سے مفید مقاصد حاصل کئے۔ نہ سمجھنے کی وجہ سے بے معنی اعتراض کئے گئے ہیں۔

حمیٰ دق

تپ دق وہ عارضی حرارت جو اعضاء اصلیہ اور بالخصوص قلب کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس سے بدن کی رطوبتیں تحلیل ہو کر فنا ہونے لگتی ہیں۔ تپ دق کی پیدائش گاہے اسباب سابقہ سے ہوتی ہے، مثلاً تپ محرقہ جب کہ اس کی مدت بڑھ جاتی ہے اور قلب اور اعضاء اصلیہ کی رطوبتوں میں حرارت عمل کر کے اس کو فنا کر دیتی ہے۔ مثلاً گرم ورم جو سینہ میں پیدا ہوا ہو اس کی حرارت قرب کی وجہ سے قلب تک پھر قلب سے دوسرے اعضاء اصلیہ تک پہنچے۔ یہ حرارت قلب اور شرائین کی رطوبتوں کو جذب کر کے انہیں خشک کر دیتی ہے۔ جس کے ساتھ اعضاء اصلیہ بھی خشک ہو جاتے ہیں اور گاہے تپ دق اسباب بادیہ یعنی بیرونی اور خارجی اسباب سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً غم و غصہ، غور و فکر، بیداری تکان، کافی مدت تک بھوکا رہنا یا ضرورت کے مطابق غذا کا نہ ملنا۔ اور دوسرے ایک ایسے اسباب کا اثر اس وقت زیادہ ہوتا ہے۔ جبکہ یہ اسباب عالم جوانی میں جمع ہوں۔ نیز موسم گرما ہو اور مریض کا مزاج بھی گرم ہو اور دوسری تدبیریں بھی گرم اختیار کی جائیں۔

تپ دق کے تین درجات ہیں۔

پہلا درجہ: عارضی حرارت ان رطوبتوں کو فنا کرنے لگی ہو جو چھوٹی چھوٹی رگوں (عروق شعریہ) کے اندر ہوتی ہیں، اور ان رطوبتوں کو فنا کرنے لگی ہو جو اعضاء کی کشائشوں اور ان کی وسعتوں میں ہوتی ہیں۔ اعضاء کی کشائشوں سے مراد وہ چھوٹی چھوٹی خلائیں اور باریک خانے ہیں جو گوشت جیسے نرم اعضاء میں تو نمودار نہیں ہوتے، کیونکہ ان کے اجزاء باہم ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں اور ہڈی جیسے سخت اعضاء میں یہ خانے نمودار ہوتے ہیں (ان خانوں سے مراد خلیات ہیں)۔

دوسرا درجہ: دوسرا درجہ یہ ہے کہ اعضاء کی اندرونی رطوبت فنا ہو جاتی ہے اور حرارت کا تعلق اس رطوبت کے ساتھ ہو جاتا ہے جو قریب بہ انجماد اور اعضاء کے ساتھ چسپاں ہونے والی ہوتی ہے۔ تپدق کے اس درجہ کا نام ذبول (پگھلنا) ہے۔ اس لئے محض دق کا نام پہلے درجے تک ہی محدود سمجھا جاتا ہے۔ اور پہلا درجہ ہونے کی وجہ سے ہی تمام درجات پر بول لیا جاتا ہے۔

تیسرا درجہ: تیسرا درجہ یہ ہے کہ یہ رطوبتیں بھی فنا ہو چکی ہوتی ہیں۔اور حرارت کا تعلق اس رطوبت سے ہو چکا ہوتا ہے جو پیدائش کے وقت عناصر سے یعنی پانی اور ہوا سے بدن میں حاصل ہوتی ہے۔اس کو رطوبت اسطقیہ اور رطوبت منویہ بھی کہتے ہیں۔جن سے اعضاء مفردہ کے اجزاء ابتدائی پیدائش سے باہم متصل و چسپاں رہتے ہیں۔اور جن کے فنا ہونے سے اعضاء کے اجزاء الگ الگ اور ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔تپ دق کے اس درجہ کا نام مفتت (ریزہ ریزہ کرنے والا) اور مجفف (بوسیدہ کرنے والا) ہے۔

دق جب پہلے درجہ میں ہوتا ہے تو اس کی تشخیص دشوار ہے۔مگر علاج اس کا سہل ہے اور جب یہ دوسرے درجہ میں ہوتا ہے تو اس کا پہچاننا سہل ہے مگر علاج دشوار ہے اور جب یہ تیسرے درجہ میں ہوتا ہے تو اس کا علاج بالکل ناممکن ہے۔[از شرح اسباب وعلامات]

طب میں بخاروں کی اہمیت واقسام اور تشخیص واسباب کو اس قدر اچھے انداز میں بیان کیا ہے کہ بخاروں کی کوئی ایسی صورت باقی نہیں رہتی بلکہ تشخیص کی باریکیوں کے مدنظر بخاروں کے اس قدر اقسام بیان کر دیئے ہیں کہ ایک عوامی معالج پڑھ کر گھبرا جاتا ہے کہ اس قدر اقسام کا علاج کرنا اور ہر قسم میں اس کی مخصوص رعایت رکھنا تو رہی ایک طرف ان اقسام کو پورے طور پر سمجھنا بھی بے حد دشوار ہے۔لیکن دراصل یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ کم علم وعقل کی صورت ہے۔ورنہ صرف مفرد بخاروں کو پورے طور پر ذہن نشین کر لینے سے تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔مرکب صورتیں تو اس وقت سامنے آتی ہیں جب مفرد صورتوں کی باریکیوں کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ورنہ دراصل مرکب بخار اپنے اندر کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔جب مفرد بخاروں پر پورے طور پر عبور حاصل ہو جاتا ہے تو مرکب بخاروں کی حقیقت آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔

جن اہل علم اور صاحب فن نے طب میں بخاروں کا گہرا مطالعہ نہیں کیا اور وہ فرنگی طب کے بخاروں کے متعلق تحقیقات پر حیران ہوتے ہیں۔وہ لوگ اندھیرے میں ہیں۔طب میں بخاروں کے متعلق جو ماہیت وتقسیم اور تشخیص واسباب کو جس فطری (نیچرل) اور باقاعدہ (سسٹے میٹک) انداز میں پیش کیا گیا ہے۔فرنگی طب میں ان خوبیوں کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔طب میں بخار کی تقسیم سمجھ لینے کے بعد نہ صرف ہر قسم کے بخار سمجھ میں آ جاتے ہیں بلکہ ان کا علاج سہل اور آسان ہو جاتا ہے۔سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مرکب بخاروں میں تمام بخاروں کے تعلق کو اس طرح واضح کر دیا ہے جس سے تمام بخاروں پر سیر حاصل روشنی پڑ جاتی ہے۔طرہ یہ ہے کہ موسمی بخاروں اور دق کے بیان کا انداز ہ ہی جدا ہے۔ان کو اس طرح ذہن نشین کرایا ہے کہ فرنگی خود ان کو پورے طور پر نہیں سمجھ سکا۔ایک طرف ان کو جدا جدا صورتوں میں بیان کیا ہے دوسری طرف یہ ثابت کر دیا ہے کہ دیگر بخاروں کا بھی ان سے گہرا تعلق ہے۔افسوس فرنگی ڈاکٹر اور فرنگی حکیموں نے اس طرف غور ہی نہیں کیا ہے۔

ذیل میں ہم ان بخاروں کو بیان کرتے ہیں جو فرنگی طب نے بیان کئے ہیں۔ہم ان کو ان ہی کی تحقیق کے مطابق بیان کریں گے۔جس طرح ہم نے آیورویدک اور طب کے بخاروں کو ان کی تقسیم کے مطابق بیان کیا ہے۔ان شاءاللہ یہاں بھی کمی بیشی نہیں کریں گے۔اگر ہم سے کہیں کمی بیشی ہو جائے تو ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ صحیح حقیقت بیان کر دے۔ہم تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔

فرنگی طب اور بخار

فرنگی طب میں بخار کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ کسی مرض کا نام نہیں ہے بلکہ ایک ایسی علامت ہے جو بہت سی بیماریوں میں پائی جاتی ہے اور بعض امراض میں ایسی شدت سے ایسی تکلیف اور خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ مریض اور طبیب دونوں اصل مرض کو بھول کر اس کو مرض سمجھ لیتے ہیں۔

ایک اعتراض

فرنگی طب میں اگر متعدی امراض خصوصاً بخاروں پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ پیدائش امراض فرنگی ڈاکٹر جراثیم کو اسباب خصوصاً اسباب فاعلہ اور واصلہ سمجھتے ہیں۔ تو ایسی صورت کو بخار کی علامات کیسے کہا جا سکتا ہے۔ بخار علامت اس صورت میں بن سکتا ہے جب وہ بخار کے اسباب میں دیگر امراض کو بیان کریں۔ جب وہ صاف اور واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ جراثیم جسم میں داخل ہو کر اس میں اپنے زہریلے اثرات سے مختلف قسم کے بخار پیدا کر دیتے ہیں تو پھر بخار علامت نہ رہا بلکہ بذاتِ خود مرض ہو گیا۔

اگر فرنگی طب بخار کو ایک علامت تسلیم کرتی ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بخاروں کے اسباب فاعلہ اور واصلہ جراثیم نہیں ہیں۔ بلکہ دیگر امراض ہیں۔ ایسا تسلیم کرنے سے جراثیم کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ اب چاہئے وہ جراثیم کی اہمیت کو قائم رکھتے ہوئے اس کو سبب فاعلہ اور واصلہ تسلیم کرے۔ ورنہ اس کو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ بخار کو اصل مرض تسلیم کرتی جو قطعاً غلط سوچ ہے۔ یہ اعتراض اس لئے کیا گیا ہے کہ آئندہ صفحات میں ہم یہ ثابت کریں گے کہ نہ جراثیم اسباب واصلہ اور فاعلہ ہیں اور نہ بخار مرض ہے جیسا کہ فرنگی عملی طور پر تسلیم کرتا ہے۔

فرنگی طب میں بخار کی تعریف

بدن انسان کی اس حالت کو تپ کہتے ہیں جس میں بدن کی حرارت درجۂ اعتدال سے بڑھ کر کچھ عرصہ کے لئے غیر طبعی حالت میں قائم ہو جاتی ہے۔ جس میں نظام جسمانی میں شدید خلل واقع ہو جاتا ہے۔ عام طور پر حرارت جسمانی کے بڑھ جانے کو خواہ وہ کسی سبب سے زیادتی کرے تپ یا بخار کہتے ہیں۔

اس امر کو ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ فرنگی طب حرارت کو صرف ایک ہی قسم تسلیم کرتی ہے۔ وہ حرارت کی غیر طبعی حالت کو تو تسلیم کرتی ہے مگر اس کو طبعی حرارت سے جدا نہیں سمجھتی۔ بلکہ اسی میں اضافہ خیال کرتی ہے۔ گویا ان کے نکتہ نگاہ میں نہ کوئی عارضی حرارت یا حرارت غریبہ ہے اور نہ عنصری حرارت، حرارت غریزیہ ہے بلکہ حرارت محض ایک حالت ہے جس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اور اس کے اعتدال سے زیادتی کا نام بخار رکھا گیا ہے۔

حیرت تو اس امر کی ہے کہ فرنگی طب اپنی روشنی ماڈرن سائنس سے حاصل کرتی ہے اور ماڈرن سائنس یہ تسلیم کرتی ہے کہ آکسیجن ہائیڈروجن اور کاربانک ایسڈ گیس میں بہت فرق ہے۔ سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر جلاتی ہے اور مؤخر الذکر دونوں جلتی ہیں۔ دوسرے یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ جب انسان سانس لیتا ہے اس کے جسم میں ہوا کے ساتھ آکسیجن اندر داخل ہوتی ہے۔ کاربانک ایسڈ گیس اندر سے خارج ہوتی ہے۔ تیسرے یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ بخار کی حالت میں جسم میں آکسیجن کی بجائے کاربانک ایسڈ گیس بڑھ جاتی ہے۔ ان حقائق کو سامنے رکھ کر وہ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتی کہ بخار کی حالت میں جو حرارت درجۂ اعتدال سے بڑھ کر غیر طبعی صورت اختیار کر لیتی ہے کیا وہ آکسیجن ہوتی ہے یا کاربانک ایسڈ گیس کی زیادتی ہوتی ہے جو جسم انسانی کے لئے طبعی اور اصلی حرارت نہیں ہے جو اندر جا کر ہائیڈروجن کو جلا کر ایک خاص قسم کی حرارت پیدا نہیں کرتی جو دراصل عارضی حرارت یا حرارت غریبہ اور بخار کا کام کرتی ہے۔ کیا کوئی فرنگی ڈاکٹر تسلیم کر سکتا ہے کہ بخار کی حالت میں جو حرارت درجۂ اعتدال سے بڑھ چکی ہے وہ آکسیجن کی زیادتی ہے اور کاربانک ایسڈ گیس کی زیادتی نہیں ہے۔ اگر ہمارا استدلال صحیح نہیں ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ حرارت جو درجۂ اعتدال سے بڑھ گئی ہے وہ عام حرارت نہیں ہے جس کو ہم عارضی حرارت اور حرارت غریبہ کہتے ہیں۔

اسی پر ہی بس نہیں ہے بلکہ اگر خمیر اور تعفن کو سامنے رکھیں اور ان سے جو گیس پیدا ہوتی ہے اگر اس پر بھی غور و فکر کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس

سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ اس حرارت سے بالکل مختلف ہے۔ جس میں انسان بہت آسانی سے سانس لے کر اپنی صحت قائم رکھ سکتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بے شمار غلطیاں ہیں جو فرنگی طب نے علم وفن علاج میں کی ہیں۔ جن کا ہم تفصیل سے ذکر کریں گے۔ کیونکہ اس کے غلط طریق علاج نے فن میں بے شمار خرابیاں پیدا کر دی ہیں۔ بلکہ فن علاج کو بنی نوع انسان کے لئے نقصان رساں کی شکل وصورت حاصل کر لی ہے۔ اس لئے ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم اس کی خرابیاں اور غلطیاں عوام تک پہنچائیں تا کہ وہ اس کے نقصانات اور خرابیوں سے محفوظ رہ سکیں اور عوام کا یہ خیال بھی دور ہو جائے کہ تحقیقی اور صحیح طریق علاج ہے۔

زندگی اور حرارت کا اعتدال

فرنگی طب اس اَمر کو تسلیم کرتی ہے کہ اگر زندگی کا دارومدار حرارت پر ہے جب اعتدال حرارت نہیں رہتا تو صحت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ درجہ اعتدال حرارت سے تولید حرارت، اخراج حرارت، دو علیحدہ علیحدہ فعل مفہوم ہوتے ہیں۔ اگر حرارت فقط پیدا ہوتی ہی رہے اور خارج نہ ہو تو اس کی اس قدر افراط ہو جائے گی کہ درجہ اعتدال سے کہیں زیادہ بڑھ جائے گی۔ ماسوا اس کے تولید واخراج حرارت کے درمیان درجہ اعتدال قائم ہو جانا ایک اتفاقی امر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کا ایک ایسا مستحکم انتظام ہونا چاہئے تا کہ اس کا ماحصل ہمیشہ درجہ اعتدال رہے۔

تولد حرارت کس طرح اور کہاں پر ہوتا ہے

فرنگی طب یہ حقیقت تسلیم کرتی ہے کہ کیمیاوی تبدیلیاں اگر چہ بدن میں سب جگہ پر ہوتی ہیں مگر سب اعضاء میں یکساں نہیں ہوتیں۔ عظام وعفاریف اور اوتار ورباط جو خود بخود متحرک نہیں ہوتے ان میں کیمیائی عمل بہت کم ہوتے ہیں اور حرارت کم بنتی ہے۔ اسی سبب سے یونانی اطباء مفاصل کا مزاج سرد مانتے ہیں۔ اعصاب وعضلات اور غدد ایسے مادہ سے بنتے ہیں جن میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ عمل ہوتا رہتا ہے۔ جس سے ان میں حرارت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ جس وقت اعضاء اپنے اپنے افعال سرانجام دیتے ہیں اس وقت ان میں کیمیاوی تبدیلیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں اور ان اوقات میں ان میں سے حرارت بھی زیادہ نکلتی ہے۔

تنفس کی دھونکنی ہر وقت چلتی رہتی ہے۔ دِل کی گھڑی ہر وقت ٹک ٹک کرتی رہتی ہے اور معدہ اور امعاء کی چکی ہر وقت پستی رہتی ہے۔ لہٰذا ان مقامات میں حرارت غریزی بھی ہمیشہ بنتی رہتی ہے۔ غدود کے کارخانوں میں جس وقت رطوبتیں تیار ہوتی ہیں تو وہاں پر بھی چمنیاں گرم ہوتی ہیں، خون ہر وقت دورہ کرتا ہے اور اس کے اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ رگڑ کھاتے اور گرم ہوتے ہیں۔

مفصلہ بالا افعال وحرکات عضلات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ہمارے بدن کا بڑا بھاری حصہ عضلات سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے عضلات کا قبض وبسط حرارت ہے تو اس بات سے ظاہر ہے کہ جب ہم ریاضت یا سخت کام کرتے ہیں تو بدن میں حرارت بھی زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ سرعت نفس اور کثرت عرق کے ذریعے حرارت ساتھ ساتھ خارج نہ ہوتی جائے تو بدن بہت جلد گرم ہو جائے گا۔ جب عضلات میں تشنج ہوتا ہے تو بدن کی حرارت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ کزاز اور دیگر تشنجی امراض میں بدن کی حرارت اس کثرت سے زیادہ ہو جاتی ہے کہ بیمار کے مر جانے کے بعد کچھ عرصہ تک بدن گرم رہتا ہے۔

اکثر حمیات کے شروع میں جاڑا لگتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ عضلات میں تشنج واقع ہو کر زیادہ حرارت پیدا ہو رہی ہے جس کے سبب سے بدن کی حرارت بڑھ جاتی ہے۔ غیر طبعی طور پر جب حرارت بدن کچھ عرصہ کے لئے تجاوز کر جاتی ہے تو ہزال اور لاغری زیادہ تر عضلات میں واقع ہوتی ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ حرارت پیدا کرنے کا سامان زیادہ تر عضلات سے لیا گیا ہے۔ گرم اغذیہ اور ادویہ سے بھی حرارت

پیدا ہوتی رہتی ہے۔

اخراج حرارت کس طرح ہوتا ہے

علم طبیعات سے ہمیں معلوم ہے کہ طبعی طور پر گرم اجسام میں سے حرارت تین طرح سے منتشر ہوتی ہے، پہلے طریقہ کو انعکاس حرارت کہتے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی گرم چیز کسی سرد مقام میں رکھی جاتی ہے تو حرارت کی شعاعیں اس میں سے چاروں طرف کو نکلتی ہیں اور خارج ہوتی رہتی ہیں اور رفتہ رفتہ وہ جسم سرد ہو جاتا ہے اور اس کے اطراف کی ہوا کے درجہ پر اس کی حرارت بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ انعکاس حرارت گرم جسم میں سے اس صورت میں ممکن ہے کہ جب اس کے ماحول کی ہوا کی حرکت اس کی اپنی حرارت کی نسبت کو ہوا اور اگر ہوا کی حرارت اس سے زیادہ ہو تو انعکاس حرارت بھی اس کے برعکس ہوگا۔ یعنی ہوا کی حرارت اس چیز کو گرم کر دے گی، سرد اور گرم موسموں میں ایسے تجربات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔

دوسرے طریقے کو اتصال یا مَس کہتے ہیں یعنی جب ایک گرم اور ایک سرد جسم ایک دوسرے کے ساتھ مماس ہوتا ہے تو گرم جسم میں سے حرارت منتقل ہو کر سرد جسم کو گرم کر دیتی ہے، حتیٰ کہ دونوں اجسام کی حرارت مساوی ہو جاتی ہے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جب مادہ مکثف ہیئت سے تحلیلی صورت اختیار کرتا ہے تو حرارت کو جذب کر لیتا ہے۔ اور یہ حرارت مادہ کو ان اجسام سے یا ان ہوا سے ملتی ہے جو اس کے مماس واقع ہوتے ہیں۔ جب پانی ہوا یا بخاری صورت اختیار کرتا ہے تو حرارت کو جذب کر لیتا ہے یعنی حرارت اس بخار کے اندر مخفی ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ بخاری ہوا تحلل حالت سے کثیف اور غلیظ ہیئت اختیار کرتی ہے تو حرارت اس سے اخراج پا لیتی ہے۔ یہ تینوں عمل انسان کے بدن میں بھی کام کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ ذیل کے اعمال بھی اپنا کام کر رہے ہیں جن سے اخراج حرارت جاری رہتا ہے۔

① جو ہوا سانس لینے کے وقت ناک کے اندر جاتی ہے اس کے ذریعے سے بہت سی حرارت خارج ہوتی ہے۔ ناک کے اندر داخل ہو کر یہ ہوا اس غشاء سے مماس ہوتی ہے جس کے اندر گرم اور کثیف خون دورہ کرتا ہے۔ یہ ہوا عموماً خشک ہوتی ہے اور ہمارے بدن کی نسبت سرد ہوتی ہے۔ اس لئے خون میں سے یہ اجزاء کے نکلنے اور انعکاس حرارت سے اس کی تبرید ہو جاتی ہے۔

② کھانا پینا بدن کی نسبت سرد ہوتا ہے۔ جسم کو اس کے پکا کر جزو بدن کرنے کے لئے حرارت کی ضرورت ہے اور فضلہ کی صورت میں خارج ہونے کے وقت بھی وہ جسم کے برابر گرم ہو کر نکلتا ہے۔ یعنی حرارت کو جذب کر لیتا ہے۔

③ ہمارا سارا جسم جلد سے ڈھکا ہوا ہے۔ جس میں ہزاروں رگیں جال کی طرح تنی ہوئی ہیں۔ ان رگوں کے اندر ہر وقت خون دورہ کرتا رہتا ہے۔ جب ٹھنڈی ہوا بدن کو لگتی ہے تو اس خون سے مماس ہو کر اس کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ یہ خون سرد ہو کر اندرونی اعضاء کی طرف چلا جاتا ہے اور وہاں سے دوسرا گرم خون تبرید کے لئے جلد کی طرف آ جاتا ہے۔

④ تمام بدن کی جلد میں چھوٹے چھوٹے غدود موجود ہیں، جو ہر وقت خون میں سے مایہ اجزاء نکال نکال کر جلد کے اوپر چھڑکتے اور ترشح کرتے رہتے ہیں۔ اور جب پسینہ خشک ہوتا ہے تو جسم کی حرارت کم ہو جاتی ہے۔ اس قسم کا انتظام بہت ضروری تھا۔ کیونکہ پہلے تین آلات فقط اس وقت مفید ہو سکتے ہیں جب خارجی ہوا بدن کی نسبت سرد ہو۔ چوتھا طریقہ اس صورت میں بھی کام کرتا ہے جب ہوا کی حرارت بدن کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

اعتدال حرارت قائم رکھنے کا انتظام

دُنیا میں حیوان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل قسم کے سرد خون والے کہلاتے ہیں، جیسے مچھلی و مینڈک اور چھپکلی و سانپ، دوسرے قسم کے گرم خون والے کہلاتے ہیں۔ مثلاً پرند و چرند اور حیوان اور انسان۔ فرق ان دونوں اقسام میں یہ ہوتا ہے کہ سرد خون والے حیوانات کی جسمانی حرارت ان کے ماحول کے پانی اور ہوا کے برابر ہوتی ہے۔ اگر پانی اور ہوا گرم ہوتے ہیں تو ان کا جسم بھی گرم ہوتا ہے۔ اگر وہ سرد ہوتے ہیں تو وہ بھی سرد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے سرد خون والے حیوانات جمادات کی مثال ہوتے ہیں، گرم خون والوں میں یہ قابلیت ہوتی ہے کہ وہ اپنی جسمانی حرارت اسی درجہ پر رہتی ہے خواہ وہ گرم مقام میں ہوں یا سرد مقام میں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حیوانات کے اندر کوئی ایسا انتظام موجود ہے جو حرارت کو اعتدال پر رکھتا ہے۔ اور کم وبیش نہیں ہونے دیتا ہے۔

ان دونوں قسم کے حیوانات میں اختلاف نظام عصب ہے۔ گرم خون والوں کا نظام عصب بہت اعلیٰ درجہ کا اور پیچیدہ ہوتا ہے۔ اور سرد خون والوں میں نظام عصب کچھ ایسا ترقی یافتہ نہیں ہوتا ہے۔ بچوں میں چونکہ یہ نظام پورے طور پر تکمیل کو نہیں پہنچا ہوتا کیونکہ بچوں کی حرارت بہت آسانی سے کم وبیش ہو جاتی ہے، اور زیادہ گرمی اور زیادہ سردی کو اچھی طرح برداشت نہیں کرسکتا۔ اسی طرح شدید امراض میں جب نظام عصب اور دماغ کمزور ہو جاتا ہے تو اس حالت میں بھی ضبط حرارت کی قوت کمزور ہو جاتی ہے اور بیمار سردی گرمی کا اچھی طرح متحمل نہیں ہوتا۔ کہ حرارت بدن کا ضبط دراصل نظام عصب کے متعلق ہوتا ہے۔ اور یہ درست بھی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ایسا ضروری فعل جس پر صحت اور حیات کا انحصار ہے، وزیر بدن کے اپنے خود تحکم میں ہونا ہی مناسب ہے۔

ضبط حرارت کا انتظام کیا ہے

تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضبط حرارت دو طریق سے عمل میں لایا جاتا ہے۔ اوّل طریق یہ ہے کہ دماغ اعلیٰ میں ایک مقام واقع ہے جس کے ایک حصہ کو ''کارپس سٹرایم'' کہتے ہیں۔ جس کا تعلق تولد حرارت سے ہے۔ اس مقام میں جب دماغی بیماریاں ہوتی ہیں تو حرارت بدن کو ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر مولد حرارت واقع ہے۔ جہاں سے احکام صادر ہو کر عضلات میں جاتے ہیں اور وہاں پر کیمیاوی تبدیلیاں حسب الحکم کم وزیادہ ہوتی ہیں۔ جس کے سبب سے حرارت بدن بھی کم وبیش ہو جاتی ہے۔

اس اوّل طریق میں ہی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک اور مقام دماغ مستطیل میں ہے جس کا تعلق اخراج حرارت ہے۔ اخراج حرارت اس طور پر ہوتا ہے کہ دماغ مستطیل سے اعصاب متحرک شرائین کے نام احکام صادر ہوتے ہیں۔ جیسے جلدی شرائین حسب ضرورت پھیل جاتی ہیں یا سکڑ جاتی ہیں۔ اور اس طریق سے اخراج حرارت میں کم وبیش کر دیا جاتا ہے۔ ان دونوں مصادر کے احکام خود دماغ میں سے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ بعض دماغی صدموں میں دیکھا گیا ہے۔ جب آدمی کو کسی بات کی شرم آتی ہے تو پسینہ آ کر تر بتر ہو جاتا ہے۔ اور ہاتھ پیر سرد ہو جاتے ہیں۔ حمیات کے کسی مادہ سے جو حرارت بڑھتی ہے وہ اسی قسم کا ہوتا ہے۔ دماغ مصادر معمولی حس کے اعصاب سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔ سنگ گردہ و کبار جب بول وصفارا کی نالیوں میں سے گزرتا ہے تو اعصابی خراش ہو کر مصدر مولد حرارت متاثر ہو جاتا ہے اور جاڑا لگ کر بخار ہو جاتا ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ جب سردی ہوتی ہے اور سرد ہوا بدن کو لگتی ہے تو اخراج حرارت بدن سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس فضول نقصان کی خبر اعصاب حس کے ذریعے دماغ مستطیل میں پہنچ جاتی ہے۔ پھر وہاں سے حکم نافذ ہوتا ہے اور عروق جلد کو فوراً تنگ کر دیا جاتا ہے۔ تا کہ حرارت ضائع نہ ہو۔ یہی باعث ہے کہ سردیوں میں جلد خشک ہو جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ دوسری صورت سمیات جراثیم کی ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ حرارت کو اعتدال کے درجے تک رکھنے کے لئے ایک نہایت پیچیدہ انتظام عمل میں لایا گیا ہے۔ تولد و اخراج حرارت کا ضبط دماغ کے ہاتھ میں ہے۔ گویا دماغ کے ہاتھ میں ضبط حرارت کو لگام ہے۔ جب تک دونوں راسیں مناسب طور پر کھنچی رہتی ہیں، گھوڑا سیدھا چلتا رہتا ہے، اور جب ایک راس کسی باعث زیادہ کھنچ جاتی ہے یا ٹوٹ جاتی ہے تو انتظام میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔

تپ کس طرح پیدا ہوتا ہے

ان اصولوں کے مطابق حرارت کا بڑھنا دو طریق پر ہے یا تو حرارت پیدا ہی زیادہ ہو اور اخراج حسب معمول ہوتا رہے، جس صورت میں خرچ کی نسبت داخل حرارت زیادہ ہونے سے حرارت کا اجتماع ہو کر تپ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے یا اخراج کم ہو جائے یعنی حرارت جیسا کہ چاہئے پیدا ہوتی رہے مگر اخراج کم ہو۔ اس صورت میں بھی وہی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ تولد و اخراج حرارت دونوں میں فتور واقع ہو جائے۔ اور تجربہ و مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی ہوتا ہے۔ تپ کی حالت میں حرارت بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور کثرت سے کیونکہ اخراج حرارت بھی اگرچہ معمول سے زیادہ ہوتا ہے، تاہم حرارت صحت کی نسبت بہت زیادہ رہتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بخار کی حالت میں ''کاربانک ایسڈ'' اور ''یوریا'' دونوں کی مقدار بدرجہا بڑھ جاتی ہے۔ یہ دونوں فضلات ہیں جو جسم کے اجزاء کے جلنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ شاید امراض اور حمیات میں بدن کی چربی اور عضلات کا ہزال اور نقصان بھی اس بات کا ثبوت ہے۔

ڈاکٹر آرڈ کا خیال ہے کہ بخار کی وجہ سے چونکہ صحت کے معمولی افعال حرکت و سکون اور ہضم غذا وغیرہ مریض اچھی طرح نہیں کر سکتا، اس لئے اعصابی قوت کا وہ حصہ جو ان افعال کے سرانجام کے لئے اٹھا کر رکھ دیا جاتا ہے، مصرف میں نہ لائے جانے کے سبب سے حرارت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

مندرجہ بالا تحقیقات سے ہمیں کسی طور پر شک نہیں رہتا کہ بخار کی غیر طبعی حرارت اعصابی عمل سے ہوتی ہے یعنی خارجی سمیات بدن میں داخل ہو کر یا داخلی سمیات بدن کے اندر پیدا ہو کر نظام اعصاب پر اپنا موذی اثر کرتے ہیں۔ جس کے سبب سے تولد و اخراج حرارت کا تناسب بگڑ جاتا ہے اور حرارت درجہ اعتدال سے بڑھ جاتی ہے۔ بخار کے اعصابی اسباب سے پیدا ہونے کا ثبوت اس بات سے بھی مل سکتا ہے کہ جس وقت بخار کی حرارت تیز ہوتی ہے، اسی وقت دوسری اعصابی علامات مثلاً دردسر، اعضاء شکنی، ہذیان، اختلاط حواس وغیرہ بھی نمودار ہوا کرتے ہیں۔ صحت کی حالت میں اگرچہ حرارت کا اوسط درجہ 98.6 مانا جاتا ہے۔ مگر بدن کی حرارت ہر وقت اتنی نہیں رہتی۔ اس سے کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ رات کے 2 بجے سے صبح 6 بجے تک حرارت اکثر کم ہوتی ہے اور ہر شام کے 5 بجے سے 8 بجے تک 98.6 درجہ سے بڑھ جاتی ہے۔ سکون و حرکت اور کھانے پینے سے بھی حرارت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ بچوں کی حرارت بہ نسبت جوانوں اور جوانوں کی نسبت بوڑھوں کے کسی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ موٹے آدمیوں میں تحت الجلد چربی زیادہ ہونے کے باعث اندرونی حرارت بہ نسبت بیرونی حرارت کے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح دھوپ میں جانے سے اور سرد ہوا لگنے سے بھی حرارت زیادہ اور کم ہو جاتی ہے۔ بدن کے سارے حصے یکساں گرم نہیں ہوتے۔ مختلف مقاموں میں مقامی اسباب سے بھی حرارت میں فرق ہوتا ہے۔

اسی طرح سے التہاب (انفلامیشن) ذکاوت حس (نیورلجیا) میں شریانوں کے پھول جانے سے جب کسی مقام پر خون زیادہ ہوتا ہے تو وہ مقام گرم ہو جاتا ہے۔ جس مقام پر (گنگرلین امبولزم) ہو یا کسی سدہ کے باعث خون کافی مقدار میں نہ جائے تو باقی بدن کی بہ نسبت وہ مقام سرد ہو جاتا ہے۔

اس طریق سے اگر تمام اسباب کو جمع کیا جائے تو صحت کی حالت میں اوسط درجہ حرارت خاصی مقدار میں اوپر نیچے ہوتی رہتی ہے اور ان

اعلیٰ اور اسفل حدود کی اوسط کا نام اعتدال حرارت ہے۔جس طرح اعصابی اور دماغی عمل سے حرارت زیادہ ہوتی ہے۔اسی طرح کئی اسباب مصنف دماغ اور اعصاب ایسے ہوتے ہیں جن سے حرارت بدن بہت ہی کم ہو جاتی ہے۔مثلاً جریان خون، فاقہ کشی، امراض مزمنہ مثل سرطان، انیما (کمی خون)، کلورسس، امراض گردہ وقلب، دماغی امراض میں حرارت بدن ہمیشہ کسی قدر کم رہتی ہے اور ٹائیفائیڈ فیور میں جب امعاء پھٹ جاتی ہیں، ہیضہ، الکحل، کاربانک ایسڈ کے سمی اثرات سے بدن کی حرارت بہت جلد نیچے اتر جاتی ہے۔[اقتباسات ازعلم وعمل طب کرنل بھولا ناتھ]

جراثیمی سمیات سے پیدائش حرارت

ماڈرن سائنس کی تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ حرارت جسمانی کے دو اسباب ہیں۔اوّل اس دماغی مرکز کا خلل جو میزان حرارت کو باقاعدہ رکھتا ہے (جس کا ذکر ہم تفصیل سے کر چکے ہیں)۔دوم دورانِ خون میں جراثیم یا ان کے سمیات کی موجودگی اور یہ ٹاکسنز (سمیات جراثیمی) بھی دو طریق سے حرارت کو بڑھاتے ہیں۔

اوّل میٹابولزم میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ میٹابولزم افعال اعضاء اندرونی کو کہتے ہیں۔مثلاً انہضام طعام، عروق ماساریق، غذا سے سیال جزو لینا، جگر اور لبلبہ کا فعل، گردوں کا پیشاب علیحدہ کرنا اور غذا کا جسم میں احتراق وغیرہ۔اس اصطلاح سے مراد یہ ہے کہ سمیات جراثیمی ان اعضاء کے افعال اندرونی میں خلل انداز ہو کر حرارت کو بڑھا دیتی ہیں۔

جراثیمی سمیات کے خلل انداز ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ مرکز دماغی جو حرارت کو میزان کرتا ہے اس میں خلل انداز ہوتی ہے۔ پس مؤخر الذکر اسباب یعنی جراثیمی سمیات ایسے ہیں کہ جن کا سمجھنا نہایت اہم ہے کہ یہ کس طرح خون میں تعفن پیدا کر دیتے ہیں۔ذیل کی ایک مثال سے آسانی سے ذہن نشین ہو جائے گا۔

ایک جراثیم سے پاک کردہ بوتل میں قدرے قند ڈال کر اس میں کوئی نائٹروجنی سیال، مثل شوربہ یا آب گوشت ملا دیا جائے۔اور بوتل کے منہ کو کھلا رہنے دیا جائے۔تاکہ ہوا اس میں داخل ہوتی رہے۔اگر تجربہ جلد مطلوب ہو تو آگ پر جوش دے دیا جائے ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔کچھ مدت بعد اس کی سطح پر جھاگ پیدا ہو جائے گی اور اب اس جھاگ کو بذریعہ خوردبین ملاحظہ کیا جائے تو اس میں مختلف اقسام کے جراثیم پائے جائیں گے۔یہ سیال اوّل بے بو اور بے ضرر تھا مگر اب نہایت متعفن اور زہریلا بن گیا ہے۔

اسی طرح جب جراثیم انسان کی ساخت میں داخل ہو کر یا دورانِ خون میں داخل ہو کر بڑھنے لگتے ہیں تو وہ اپنی غذا جس سے حاصل کرتے ہیں، اور جسمانی حرارت ان کی زندگی کے لئے نہایت موزوں ہوتی ہے۔ان کی نسل خوب بڑھتی ہے، جس سے مرض کی تمام علامات شدت سے ظاہر ہوتی ہیں۔حکماء یونان نے اسی کیفیت کو تعفن داخل عروق کے نام سے تعبیر کیا ہے اور امعاء میں بھی جراثیم اپنے موذی اثرات سے قروح پیدا کر دیتے ہیں۔جب بخار جراثیم کے جسم میں داخل ہونے سے ہوتا ہے تو درحقیقت یہ نہایت پیچیدہ تبدیلیوں کے باعث ہوتا ہے۔جس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے اور اصلی بخار یہی ہے اس کو ڈاکٹری اصطلاح میں ''پائی ریکسیا'' کہتے ہیں۔مگر جب بخار بغیر جراثیم کے جسم میں داخل ہونے سے ہوتا ہے۔جس کی کوئی بھی وجہ ہو مثلاً زیادہ گرمی کا لگ جانا، تکان وغیرہ تو اس کو ''ہائی پرتھرمیا'' کہتے ہیں۔

جب جراثیم کی موجودگی سے بخار ہوتا ہے تو قوت مدافعت جراثیم کے ساتھ شدید مقابلہ کرتی ہے۔اور بخار اس مقابلے کی پختہ علامت ہے (گویا بخار شفا ہے)۔اگر بخار نمونیا یا ایسی کسی شدید بخار کے جراثیم جسم میں داخل ہو جائیں اور قوت مدافعت ان کو زائل نہ کر سکے بخار نہ ہو یا بہت خفیف ہو تو اس کا انجام مہلک ہوگا۔عموماً نہایت ضعیف العمر اور کمزور اشخاص میں یہ حالت دیکھی جاتی ہے۔جوان اور مضبوط آدمیوں کو ایسے متعدی بخاروں میں سخت بخار چڑھتا ہے گویا قوت مدافعت اپنی پوری طاقت سے کام لیتی ہے۔یعنی مناعت ''امیونٹی'' کو پیدا کرنے کی پوری کوشش

خود بخود دھوتی رہتی ہے۔ مندرجہ بالا بیان سے واضح ہے کہ بخار بذاتِ خود کوئی بیماری نہیں ہے بلکہ مرض کا سبب جراثیم ہیں اور بخار طبیعت اور جراثیم (یعنی بخار) کی جنگ کا بین ثبوت ہیں۔ مگر بعض حالتوں میں بخار جراثیم سے مجادلہ شدید کی حالت میں اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ "گویا مرض بخار مرض تسلیم ہوگیا" اس کے شدت کے اثر سے مریض پر مہلک اثر ہو جاتا ہے۔ اور جس زندگی کو جراثیم سے بچانے کے لئے بخار ہوا تھا وہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگر زندگی کا دارومدار جسمانی حرارت پر ہے تو تندرستی کا اعتدال حرارت پر ہے۔ اور میزان حرارت پر ہے۔ اور اس کا بڑھنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

علاوہ جراثیم کے سمیات کے جذب ہونے کے دیگر طریقوں سے بھی حرارت جسمانی بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً تکان، شدید گرمی، چوٹ لگنا، روددوں میں سدوں اور متعفن براز کا موجود ہونا۔ کسی اندرونی عضو میں ورم وغیرہ، نیز بے خوابی جسم پر شدید خارش، زیادہ خوف وغیرہ اور دیگر بہت سے اسباب ہیں جو دماغی تکلیف کے باعث ہوتے ہیں۔ [اقتباسات خزائن طب از ڈاکٹر محمد نصیر الدین]

اعتراض اوّل

فرنگی طب بخار کی حرارت کو جسم کی اصلی حرارت اور حرارت غریزیہ میں اضافہ سمجھے یا عارضی حرارت اور حرارت غریبہ کو ایک جدا قسم کی حرارت تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی کہ وہ ایک غیر طبعی حرارت ہے اور اس میں کاربانک ایسڈ گیس کی زیادتی ہوتی ہے۔ اب اس حرارت کی پیدائش میں وہ تسلیم کرتی ہے کہ تین اسباب ہیں:

(۱) دماغی مرکز کی خرابی۔
(۲) جراثیمی سمیات کی زیادتی۔
(۳) کیفیاتی و نفسیاتی اور دیگر مادی اور فعلی اثرات وغیرہ۔

اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر پہلا سبب ہی اصل سبب ہے جس سے حرارت کی کمی بیشی پیدا ہوتی ہے اور دیگر دونوں اسباب بھی پہلے سبب کا باعث بنتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ دوسرا اور تیسرا سبب یعنی جراثیمی سمیات اور کیفیات و نفسیاتی اور مادی و فعلی اثرات بے معنی اسباب بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر کے مضامین میں تسلیم کیا گیا ہے۔ گویا بخاروں کی پیدائش کا اصل سبب دماغی مرکز کا خراب ہونا ہے۔ یعنی اصل سبب جس کو سبب واصلہ اور فاعلہ کہتے ہیں۔ اس طرح بخار کے پیدا کرنے میں جراثیمی سمیات کیفیاتی اور مادی و فعلی اسباب کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ گویا فرنگی طب ایک بہت بڑی غلط فہمی میں گرفتار ہے۔ ایک طرف دماغی مرکز کی خرابی کو حرارت کی زیادتی اور بخار تسلیم کرتی ہے اور دوسری طرف جراثیمی سمیات اور کیفیاتی اور مادی و فعلی اثرات کو اصل سبب یعنی سبب واصلہ اور فاعلہ ماننے پر مجبور ہے۔

امراض کی پیدائش میں اسباب تو بے شمار ہوتے ہیں لیکن اسباب واصلہ اور فاعلہ صرف ایک ہی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یعنی جس سبب کے فوراً بعد مرض یا بخار پیدا ہو سکتا ہے، اس کا فائدہ یہ ہو سکتا ہے کہ علاج میں اسی سبب واصلہ و فاعلہ کی اصلاح اور درستی کی جاتی ہے اور اسی کو ہر حالت میں پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً سبب واصلہ اور فاعلہ تو ہو دماغی مرکز کی خرابی اور ہم جراثیمی سمیات اور کیفیاتی و نفسیاتی اور مادی و فعلی اسباب کو درست کرتے پھریں۔ اس طرح بھلا ہم کیسے کسی مرض اور بخار کا علاج کر سکتے ہیں۔ جب فرنگی طب میں بخار کے متعلق ابتدائی معلومات ہی غلط ہیں یعنی وہ پیدائش بخار ہی سے بے علم ہے تو بھلا اس کا صحیح طور پر وہ علاج کیسے کر سکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تین چار سو سالوں کے سائنسی دور کے باوجود وہ آج تک کسی ایک قسم کے بخار کا صحیح علاج معلوم نہیں کرسکی۔ وہ جو آج کل بخاروں کے علاج میں ادویات مستعمل ہیں خود سب عطایانہ ہیں۔ جو ہر پانچ دس سال بعد بدل جاتی ہیں۔ اگر علاج کے متعلق ان کے نظریات درست ہوتے جیسا کہ طب اور آیورویدک میں پائے جاتے ہیں تو ہزاروں سالوں تک بھی ان کے علاج اور ادویات میں بھی تبدیلیاں پیدا نہ ہوتیں۔ یہی غلط طریقہ علاج ہے جس کی اصلاح بھی مشکل ہے۔ اور اس کا ختم کرنا ہی ہر حال میں بہتر ہے۔

اعتراض دوئم

فرنگی طب ایک طرف بخاروں کی پیدائش اور حرارت کی زیادتی کو دماغی مرکز کی خرابی تسلیم کرتی ہے اور دوسری طرف یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ جب تک کسی عضو کی مناعت (امیونٹی) کمزور نہ ہو جائے اس وقت تک نہ جراثیمی سمیات جسم کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اثرات نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر اس کو صحیح تسلیم کرلیں تو یہاں پر پھر دوسرا اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ جراثیمی سمیات اور کیفیات و نفسیاتی اور مادی وفعلی اسباب واثرات بالکل بے معنی ہیں۔ کیونکہ جب تک اعضاء کی مناعتیں درست ہیں تو پھر اور کوئی اثر نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ جس چیز کی احتیاط لازم ہوسکتی ہے تو وہ اعضاء کی مناعتیں ہوسکتی ہیں نہ کہ جراثیمی سمیات اور دیگر اسباب کو مدنظر رکھا جائے۔

اعتراض سوئم

مناعت (امیونٹی) کا تعلق اعضاء سے مخصوص ہے، یعنی جب تک کسی عضو کی امیونٹی (مناعت) درست اور مضبوط ہے اس وقت تک اس کے افعال درست ہیں۔ اس وقت تک اس پر کسی جراثیم کا حملہ نہیں ہوسکتا نہ ہی کوئی مرض پیدا ہوسکتا ہے۔ لیکن جب بھی کسی عضو کی مناعت کمزور ہو جاتی ہے اور وہ اپنی درست حالت میں نہیں ہوتی تو اس کے افعال صحیح نہیں رہ سکتے۔ اس پر کسی نہ کسی جراثیم کا حملہ ہوگا یا کوئی مرض پیدا ہو جائے گا۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ مناعت (امیونٹی) اور ان کے افعال لازم وملزوم ہیں۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ اعضاء کی مناعت (امیونٹی) اور ان کے افعال لازم وملزوم ہیں، تو نتیجہ نکلا کہ دیگر اعضاء کی خرابی سے بھی بخار اور دیگر امراض پیدا ہوسکتے ہیں۔ صرف دماغی مرکز کی خرابی ضروری نہیں ہے۔ اور اگر اس کا جواب دے دیا جائے کہ جب دیگر اعضاء کی مناعت اور افعال خراب ہوتے ہیں تو پہلے ان کا اثر دماغی مرکز پر ہوتا ہے۔ پھر امراض بخار اور حرارت میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب آسانی سے یہ دیا جاسکتا ہے کہ ایسے بخار جن میں دماغی مرکز میں خرابی پیدا نہیں ہوتی اور بخار پیدا ہو جاتا ہے اور حرارت غیر طبعی بڑھ جاتی ہے۔ جیسے کیفیاتی و نفسیاتی اور مادی وفعلی بخار وغیرہ جیسا کہ فرنگی طب تسلیم کرتی ہے جن کا ثبوت ان کی ہر کتاب میں درج ہے اور ان کی تقسیم ہم بخار میں تفصیل سے بیان کردیں گے۔

نتیجہ

مندرجہ بالا حقائق اور بحث سے نتیجہ یہ نکلا کہ بخار کی پیدائش کے اصل اسباب دماغ اور دیگر اعضاء کے افعال کی خرابی ہے۔ جن کی وجہ سے وہاں پر مواد رکتے ہیں یا دورانِ خون کی کمی بیشی ہوتی ہے یا رطوبات کی اخراج وپیدائش میں افراط وتفریط ہوتی ہے۔ گویا یہ ثابت ہوا کہ جب تک افعال الاعضاء میں خرابی پیدا نہ ہو تو بخار ہوسکتا ہے۔ اور نہ ہی حرارت میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ اور نہ ہی کوئی دیگر مرض ظہور میں آسکتی ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ جراثیم اور ان کے سمیات باعث بخار اور پیدائش حرارت اور دیگر امراض ہیں کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ بالکل غلط اور

زبردست دھوکا ہے۔ اسی طرح کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی وفعلی اثرات بھی باعث بخار وپیدائش حرارت اور دیگر امراض بھی نہیں ہیں اس امر میں کوئی شک نہیں ہے یہ سب کے سب اسباب بخار وپیدائش حرارت اور دیگر امراض ہیں۔ لیکن اسباب واصلہ اور فاعلہ نہیں ہیں۔ اسباب واصلہ اور فاعلہ صرف افعال اعضائے انسانی ہیں۔ جب تک وہ درست ہیں، جسم صحت مند ہے اور جب وہ بگڑ جاتے ہیں بخار پیدا ہو جاتا ہے۔ حرارت کم وبیش ہو جاتی ہے۔ دیگر امراض ظاہر ہو جاتے ہیں اور علاج کی صورت بھی یہی ہے کہ بجائے جراثیم مارنا، ان کے سمیاتی اثر ضائع کرنا، تعفن وفساد کو دور کرنا، کیفیاتی ونفسیاتی حالات کو بدلنا اور مادی وفعلی صورتوں کو رفع کرنا وغیرہ۔ صرف اعضاء کے افعال درست کر دیئے جائیں، بخار اور دیگر امراض دور ہو جائیں گے اور صحیح معنوں میں علاج ہو سکتا ہے۔

ہم نے یہ اعتراض اس مقام پر اس لئے کئے ہیں کیونکہ فرنگی طب کے بخاروں کو بیان کرنے کے بعد ہی ان پر اعتراض کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر ہم آگے چل کر ان پر اعتراض کرتے تو فرنگی بخاروں کی پیدائش کی پوری صورت شاید ذہن میں باقی نہ رہتی۔ آئندہ بھی جہاں کہیں فرنگی طب میں اعتراض پیدا ہوں گے ساتھ ساتھ کرتے جائیں گے۔

بخار کی علامات عمومی

بخار خواہ کسی قسم کا ہو اس کا خواہ کوئی سبب ہو سب میں قریب قریب چند علامات مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں۔

① حرارت جسم، حالت، صحت سے زیادہ ہوتی ہے جو مریض کو نیز دوسروں کو بدن چھونے سے معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں بذریعہ مقیاس الحرارت (تھرمامیٹر) اس کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حالت صحت میں حرارت تقریباً ساڑھے اٹھانوے ہوتی ہے۔ لیکن بحالت بخار اس سے زیادہ ہو۔

② معمولی طور پر رطوبات بدن کو تراوش اور اخراج میں فرق پڑ جاتا ہے خون سے سیال حصہ کم خارج ہوتا ہے۔ اور کل ساخت جسم میں بہ نسبت صحت کے خرابی عائد ہو جاتی ہے۔ ان اعضاء کے افعال میں خلل لاحق ہو جاتا ہے۔ جس سے رطوبات تراوش پاتی ہیں۔ نیز رطوبات مذکورہ کی ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ جس سے چند عوارض پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جلد ناہموار اور درشت، زبان میلی اور خشک، پیاس زیادہ اور بھوک کم ہو جاتی ہے۔ غثیان قے اور قبض کی شکایت ہو جاتی ہے۔ پیشاب سرخ تیزابی کیفیت کا مقدار میں کم ہوتا ہے۔ اور اس میں ایک خاص طرح کی بو ہوتی ہے۔ امتحان کرنے پر اس میں مادہ بول (یوریا) اور حمض بولی (یورک ایسڈ) زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور اس کا وزن متناسبہ حالت صحت کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

③ نظام شریانی میں خلل لاحق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خون سے شور نمک، کریات دمویہ احمر (ریڈ کارپسلس) اور مادہ بیضہ (البیومن) کم ہو جاتے ہیں۔ مصل (محلول خون) میں شوریت کم ہو جاتی ہے۔ نبض سریع اور ممتلی ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ فی دقیقہ ایک سو چالیس ضربات سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔ لیکن مرض کی ترقی کے زمانے میں باریک، کمزور، منتظر اور گاہے وقفہ دار ہو جاتی ہے۔

④ نظام تنفس میں بدفرق آ جاتا ہے۔ مریض جلد جلد سانس لیتا ہے۔ چنانچہ نبض میں جس قدر تیزی ہوتی ہے، اسی حساب سے اکثر تعداد تنفس بڑھ جاتے ہیں۔

⑤ نظام عصبی میں فتور پڑ جاتا ہے، چنانچہ ابتداء میں سردی لگتی ہے یا لرزہ سے بخار ہو جاتا ہے۔ تمام جسم میں درد اور تکان ہوتی ہے۔ کام سے نفرت، سستی، بے قراری، بے خوابی، دردسر ہوتا ہے۔ گاہے رات کے وقت ہذیان شدید ہو جاتا ہے، کل عضلات پھڑکتے ہیں، مریض بستر چنتا ہے۔ تشنج ہوتا ہے یا بے ہوشی ہو جاتی ہے جو شدید عصبی علامات ہیں۔

⑥ جسم میں کیمیاوی تغیر وتبدل ہوتا ہے، غذا سے نفرت ہو جانے کی وجہ سے مریض دُبلا پتلا اور کمزور ہو جاتا ہے۔ بعض وقت پست ہمت اور کسی قدر سوء القینہ بھی ہو جاتا ہے (سوء القینہ = فقر الدم)۔

مختلف بخاروں میں درجہ حرارت کم وبیش ہوتا ہے۔ چنانچہ جب حرارت بخار 101 درجہ سے کم ہوتی ہے تو اس کو خفیف بخار کہتے ہیں۔ جب حرارت 103 درجہ تک ہوتی ہے تو اس کو متوسط بخار کہتے ہیں۔ اور جب 105 درجہ تک حرارت پہنچ جاتی ہے تو اس کو شدید بخار کہتے ہیں۔ اور اگر حرارت 105 درجہ سے تجاوز کر جائے تو حالت کو تپ محرقہ یا حمی محرقہ کہتے ہیں۔ اگر یہ شدید بخار کچھ دیر تک رہے تو مریض کا کام تمام کر دیتا ہے۔ لیکن صرف بخار پر مریض کی اچھی بری حالت کا قیاس نہیں کرنا چاہئے بلکہ مریض کی رفتار نبض اور جسم کی حالت بھی دیکھنا چاہئے۔ کیونکہ بعض شدید امراض مثلاً ذات الجنب، ورم باریطون یا کسی دیگر اندرونی عضو کے التہاب میں حالانکہ حرارت زیادہ نہیں ہوتی لیکن مریض کچھ عرصہ بعد انتقال کر جاتا ہے۔

یہ امر ملحوظ رکھنا چاہئے کہ حرارت کا دیر تک رہنا مریض کے حق میں مضر ہوتا ہے اور اگر حرارت دفعتاً کم ہو جائے یا ایک دفعہ کم ہو کر پھر دفعتاً زیادہ ہو جائے یا اپنے وقت معینہ سے پیشتر کم ہو جائے تو یہ سب باتیں مریض کے حق میں بری ہوتی ہیں۔ مرگی، سرطان اور کزاز وغیرہ میں موت سے قبل حرارت شدید ہو جاتی ہے۔

بخار کی جن جن علامات کا ذکر کیا گیا ہے خاص خاص بخاروں میں ان میں فرق آ جاتا ہے اور کسی عضو کے کسی مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس مرض کی خاص خاص علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے صرف حرارت پر ہی اکتفا نہ کیا جائے بلکہ مختلف طریق سے مریض کے ہر پہلو کو ملاحظہ کر کے تفتیش مکمل کریں۔ فرنگی طب میں زیادہ تر حرارت کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے وہ مقیاس الحرارت (تھرمامیٹر) کو استعمال کرتے ہیں۔ اس آلہ کو مریض کی زبان کے نیچے رکھ کر اس کو منہ بند کرنے کے لئے کہیں۔ بعض آلے آدھے منٹ ہی میں درجہ حرارت بتا دیتے ہیں بعض پانچ منٹ تک منہ میں رکھے جاتے ہیں۔ گاہے مقعد میں بھی لگائے جاتے ہیں۔ بچوں میں اکثر بغل کے اندر لگایا جاتا ہے۔ ان مختلف مقامات کو حرارت میں بحالت صحت تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے۔ تھرمامیٹر کو لگانے سے قبل صاف کر لینا چاہئے، منہ یا مقعد میں رکھنے سے قبل یہ دیکھ لینا چاہئے کہ ان مقامات میں ورم والتہاب تو نہیں ہے کیونکہ ورم والتہاب کے سبب سے حرارت دو تین درجے زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور جسم کی اصلی حرارت کا پتہ نہیں لگتا۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ تھرمامیٹر درجہ حرارت تو ضرور بیان کر دے گا، لیکن وہ یہ نہیں بیان کر سکے گا کہ بخار گرمی کا ہے یا سردی کا ہے۔ ترمامیٹر حرارت کی وضاحت نہیں کر سکتا کہ یہ بخار نمونیا ہے یا محرقہ بخار ہے۔

اعتراض

فرنگی طب بخاروں کو عام جسمی حرارت (جس کو حرارت اصلی یا حرارت غریزیہ کہتے ہیں) میں صرف زیادہ سمجھتی ہے۔ اور بخار کی حرارت کو جدا کوئی حرارت تسلیم نہیں کرتی۔ لیکن سرد بخاروں کی حرارت کے متعلق ان کا کیا خیال ہے۔ جیسے نمونیہ اور دیگر بلغمی بخاروں وغیرہ اگر یہ بھی حرارت کی زیادتی ہیں تو ان کو بھی کم کرنے کے لئے حرارت کم کر دینے کے لئے ادویات دینی چاہئیں۔ لیکن وہ نمونیا اور ایسے دیگر بخاروں میں گرم ادویات استعمال کراتے ہیں بلکہ شراب تک دے دیتے ہیں۔ ان حقائق سے ثابت ہے کہ بخار اصلی حرارت میں زیادتی نہیں ہیں۔

فرنگی طب میں بخاروں کی تقسیم

فرنگی طب میں بخاروں کی تقسیم کسی قاعدہ کے تحت نہیں ہے بلکہ یہ تشخیص کو مدنظر رکھ کر مختلف لحاظ سے کی گئیں۔ مثلاً جراثیمی سمیات اور

تعفن کی وجہ سے متعدی بخار اور غیر متعدی بخار، زمانے کے لحاظ سے دائمی بخار وغیرہ وغیرہ بے شمار اقسام ہیں جن کی فہرست ''رسالہ مغربی طب'' میرٹھ نے شائع کی ہے۔ درج ذیل ہیں: عام بخار، تپ دق، تپ محرقہ، تپ نوبتی (ملیریا)، تپ نکسیر، تپ عفونت آلام، تپ موش گزیدگی، تپ موجی، تپ خرگوش، تپ طوطا، تپ ذات الریہ، تپ التہاب، جگر، تپ خراج ریہ، تپ کلانی طحال، تپ مزمن، تپ سلفا ادویات، تپ نوبالیدگی، تپ سرطان، تپ فقاع، تپ جلدی امراض، تپ ورم رحم، عصبی بخار۔

اردو حروف تہجی کے لحاظ سے بخاروں کی ترتیب اور ساتھ ہی انگریزی نام۔

آبلہ بخار	دقی بخار-تپ دق	گردن توڑ بخار	آتشکی بخار	سالمونیلا بخار	لاغری بخار
اختناق الرحمی بخار	سیاہ آبی بخار	محرقہ بخار، تپ محرقہ	بول الدم بخار	شرعا بخار	یاشکمی ٹائفس
بے آبی بخار	صفراوی بخار	ملیریائی بخار	ٹائفس بخار	ضربی بخار	متعفن بخار
بیش ارتقائی بخار	ضعفی بخار	مرضیاتی بخار	تبخیری بخار	ضابی بخار	نزلاتی بخار
ثوران دار بخار	عطشی بخار	نزفی بخار	جذامی بخار	عفونتی بخار	نتو العنق بخار
جمیر بخار	فیل پا بخار	نمونیائی بخار	حمق الدم بخار	قلائی بخار	نفاسی بخار
خراشی بخار	قشعریری بخار	وبائی نزلہ بخار	دغنی بخار	کزازی بخار	ہڈی توڑ بخار
درون حیضی بخار	کسوری بخار	ہضمی بخار	دردسر بخار	گھٹیائی بخار	یرقانی بخار

آب وہوا اور مقام کے لحاظ سے بخاروں کی تقسیم

آسامی بخار	رنگون کا بخار	
افریقی بخار	روسی دردسر کا بخار	مالٹا بخار
بحر قلزم کا بخار	عدن کا بخار	نکوبار بخار
جنگلی بخار	قبرص بخار	ہگلی کا بخار
ڈمڈم بخار	کمایوں کا بخار	

مکان کے لحاظ سے بخاروں کی تقسیم

جیل کا بخار	روئی کے مل کا بخار	جنگی بخار	ڈیرہ بخار
جہازی بخار	زمینی بخار	خندقی بخار	صحرائی بخار

زمانہ کے لحاظ سے بخاروں کی تقسیم

روزانہ بخار	بارہ دِن کا بخار	دگنا باری بخار	سہ روزہ بخار	لگاتار بخار	ابن یومی بخار
رباعی بخار	متر ودہ بخار	سادہ مسلسل بخار	پانچ دِن کا بخار	نکوس کا بخار	کہنہ بخار
سات بخار	مسلسل بخار				

الوان (رنگ) کے لحاظ سے بخاروں کی تقسیم

سرخ بخار	کالا بخار	دھبہ دار بخار	حمصی قرمزیہ
کالا آزار	لال بخار	زرد بخار	نیلگوں بخار

مشہور ڈاکٹروں سے متعلق بخاروں کی تقسیم

آچی بالڈ صاحب کا بخار

کارٹر صاحب کا بخار	ینگل صاحب
چارکوٹ صاحب کا بخار	ہیرگز ہیمر صاحب کا بخار
کوپ صاحب کا زنگدار بخار	ڈولی کا بخار
جاکوڈ صاحب کا بخار	وہائٹ مور صاحب کا بخار

جسمانی اعضاء سے متعلق بخاروں کی تقسیم

ہضمی بخار	جگری بخار	بولی بخار
معوی بخار	ریوی بخار	حویصلی بخار
معوی بخار	طحالی بخار	ناک کا بخار

حیوانات وحشرات ارض سے متعلق بخاروں کی تقسیم

افریقی چیچڑی بخار	مچھر کاٹے کا بخار	بلی کاٹے کا بخار
چوہے کاٹے کا بخار	ہرن مکھی بخار	طوطا بخار

ارضی وسماوی آفاق سے بخاروں کی تقسیم

قطبی بخار	بے اصل بخار	آبی بخار	سیلابی بخار
شمسی بخار	غباری بخار	کاہی بخار	گرمی دانے کا بخار

دوا، غذا اور دیگر اشیاء سے پیدا شدہ بخاروں کی تقسیم

غذائی بخار	پروٹین بخار	ادویات بخار	دودھ کا بخار
فلزیاتی بخار	غسلی بخار	نمکین بخار	

متفرق حمیات

ف فقرالدم بخار	آسٹریلیا کا کیو بخار	منچوریا بخار
زی بخار	سیس پول بخار	میونخ بخار
عی بخار	چترال بخار	ممانجار بخار
ہمرون بخار	ڈنڈی بخار	نیاپولی ٹان بخار
رالڈ بخار	اکوا بخار	ارض النیل بخار
سیل بخار	چالوڈال بخار	مصنوعی بخار
رویا بخار	پاناما بخار	انجذابی بخار
کردتپ متبادل بخار	مہلک بخار	گردمعویہ بخار
دنی بخار	علانیاتی بخار	صیاہی بخار
شانی بخار	شکری بخار	

لیکن حقیقت میں فرنگی میں بخار تین ہی قسم کے پائے جاتے ہیں: (۱) سادہ بخار (۲) مادی بخار (۳) متعدی بخار۔
سادہ بخار اور مادی بخار ابتداء میں متعدی نہیں ہوتے لیکن طوالت کے بعد متعدی بخاروں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

(۱) سادہ بخار: ایسا بخار جس میں جسم کے اندر نہ مادہ کی زیادتی (فارن میٹر) ہو اور نہ ہی جراثیمی تعفن پایا جائے۔ جیسے کیفیاتی و نفسیاتی اور فعلی بخار مثلاً سردی و گرمی کے اثرات، خوف و غم اور تکان و محنت کی زیادتی سے جسم میں حرارت کی افراط سے بخار ہو جائے۔ یہ بالکل وہی بخار ہے جن کو طب میں حمی یوم کہتے ہیں۔

(۲) مادی بخار: کھانے پینے کی زیادتی زہریلی اور نقصان رساں ادویات کے استعمال، طب میں غیر منہضم مادوں کی زیادتی سے جسم میں حرارت کی زیادتی سے بخار ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ بخار بھی حمی یوم میں داخل ہیں۔ لیکن یہ بخار اکثر بہت جلد متعدی بخاروں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ غیر موسمی ملیریا بھی ان ہی بخاروں میں شامل ہے۔ اسی طرح بغیر بخار کے مسلسل کونین کھانے یا سنکھیا کھانے سے جو بخار ہو جاتے ہیں، غیر موسمی ملیریا بھی ان ہی بخاروں میں شامل ہے۔

(۳) متعدی بخار: متعدی بخار ایسے بخار ہیں جو تعفن فساد اور جراثیمی سمیات اور تخمیر سے پیدا ہوتے ہیں۔ وبائی اور موسمی بخار بھی ان ہی میں شریک ہیں۔ ان کی تین اقسام ہیں۔

تشخیص جراثیمی بخار

ایسے بخار جن کے جراثیم کی شکل و شباہت تشخیص ہو چکی ہے۔ ان میں بخاروں کے لئے ہر تین قسم کی شکل و شباہت والے خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور شکل اعضاء نما جراثیم کی ہے جن سے ٹائی فائیڈ فیور محرقہ بطنی ''پیراٹائی فائیڈ فیور'' (امعائی بخار وغیرہ)، ''ڈفتھیریا'' (خناق وبائی)، ''انفلوئنزا'' (نزلہ زکام وبائی)، پلیگ (طاعون) اور دیگر حمیات پیدا ہوتے ہیں۔ جس میں ٹی بی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

سے وہاں پر تعفن وتخمیر اور فساد پیدا کرنے کا امکان ہو سکے۔ اس لئے فرنگی طب کی جراثیم کی تھیوری قطعاً غلط ہے۔ بلکہ علاج میں گمراہی پیدا کر دیتی ہے۔

ہومیوپیتھی اور بخار

ہومیوپیتھی میں امراض کا تصور ہی نہیں ہے اس لئے ہومیوپیتھی میں بخار کا تصور بالکل نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اس کی جگہ جسم میں حرارت کی زیادتی کو بطورِ علامت بیان کرنا چاہئے، کیونکہ بخار خاص قسم کی حرارت ہے جو تمام جسمانی حرارت سے جدا ہے جب ہومیوپیتھی حرارت بخار کی کہیں تشریح نہیں کرتی تو پھر اس کو بخار کا ذکر کرنا ان کے اپنے فطری اور قانون علامت کے خلاف ہے جہاں تک بخار کا تعلق ہے، ایک خاص قسم کی حرارت ہم اس کو علامت کہیں گے لیکن جب اس کے اقسام کا ذکر ہوگا تو مرض کہلائے گا کیونکہ مرض کی تعریف میں جہاں یہ حقیقت ہے کہ مرض جسم کی اس حالت کا نام ہے جب کہ اعضائے جسم اپنے صحیح افعال انجام نہ دے رہے ہوں، وہاں یہ صورت بھی اس میں شامل ہے کہ مرض علامات کے مجموعہ کا نام ہے کیونکہ ہر عضو کے افعال میں کمی بیشی سے اس میں چند علامات پیدا ہوتی ہیں جو اس عضو کی خرابی کی طرف دلالت کرتی ہیں، چونکہ بخاروں کی تمام اقسام اپنے اندر مختلف علامات کے مجموعے رکھتی ہیں جن کی دلالت کسی نہ کسی عضو کی خرابی کی طرف ہوا کرتی ہے، اس لئے بخار کی ہر قسم ایک بخار ہے، اس کو علامت کہنا درست نہیں۔

ہومیوپیتھی میں بخاروں کا ذکر نہیں ہے

حیرت کی بات ہے کہ ہومیوپیتھی نے نہ صرف بخار کو حرارت کی زیادتی کی ایک علامت کے طور پر استعمال کیا ہے بلکہ بخاروں کی تمام اقسام کو علامات کے طور پر ظاہر کیا ہے۔ بلکہ ہر بخار کی متعدد علامات لکھ کر ان کا علاج کتب میں لکھ دیا ہے۔ یہ سب کچھ نہ صرف بالکل غلط ہے بلکہ ہومیوپیتھی کا قانون اس امر کی کبھی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی ایسی علامت بیان کر دی جائے جو بالکل مختلف علامات کے مجموعہ ہوں ایسی مجموعی علامت یقیناً مرض کہلائیں گے۔ تمام ہومیوپیتھی میں کوئی ایسی دوا نہیں ہے جو ایسے علاماتی مجموعے بیان کرے جیسا کہ ہم بخاروں کی مختلف اقسام میں دیکھتے ہیں۔ اگر ایسی دوائیں پائی جاتیں تو ہم اپنی ادویات کے ناموں پر بخاروں کے نام رکھ دیتے، یہاں تک کہ کونین (چائنا) میں بھی ملیریا کی پوری علامات نہیں پائی جاتیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم ملیریا کا نام ہومیوپیتھی میں ''چائنا'' رکھ دیتے۔ ''چائنا'' کی چند مخصوص علامات ہیں جو ملیریا بخار میں پائی جاتی ہیں، ان کے علاوہ اور بھی ملیریا کی علامات ہیں جو چائنا میں نہیں ملتی ہیں یہی صورت دیگر بخاروں میں بھی پائی جاتی ہے۔

ہومیوپیتھی میں بخار کو حرارت کی جگہ علامات لکھنے کا اس وقت تک حق نہیں ہے جب تک وہ بخار کی حرارت کی اصلیت کی تشریح نہ کریں اور بخاروں کے اقسام کو وہ کبھی بھی علامات میں شمار نہیں کر سکتی، کیونکہ وہ سب مرکب اور مجموعی علامات کے نام ہیں، جو امراض کہلاتے ہیں۔

ان بخاروں تک کیا منحصر ہے ہومیوپیتھی میں بے شمار علامتی مجموعوں، مرکب علامات، اور امراض کو اپنی مفرد علامات میں شریک کر لیا ہے جن میں نزلہ، زکام، بخار، ورم، درد سر اور دیگر تمام اعضاء کے درد، بھوک و پیاس، قبض و اسہال، کھانسی و دمہ، پھوڑا پھنسی، بدہضمی، پیچش، طاقت و کمزوری، خسرہ، چیچک، دق و سل، خنازیر اور سرطان وغیرہ شامل ہیں۔

ہومیوپیتھی کی کامیابی کا راز

ہومیوپیتھی کی کامیابی کا راز اس میں ہے کہ وہ ادویات کی مفرد علامات کو اپنانے کی کوشش کریں۔ اپنی طرف سے مرکب علامات ختم

کرنے کی کوشش کریں اور مفرد و مرکب علامات کا فرق کریں۔ مثلاً جسم میں حرارت، حرکت اور رطوبات کی کمی بیشی، بھوک پیاس نہیں، بلکہ کھانے پینے کا احساس، بدبو اور خوشبو، تکان یا نشان، ابھار، درد، ٹیس، بے چینی، اضطراب، مختلف موسم اور اوقات کا اثر، علامات میں کمی بیشی کا پیدا ہونا۔ اسی طرح نفسیاتی اثرات اور جذبات، تحریکات مثلاً غم و غصہ اور خوف، مسرت و لذت اور ندامت وغیرہ اگرچہ آخری دونوں علامات مرکب ہیں، بہرحال ان کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ افعال کے لحاظ سے دل و جگر اور دماغ کے افعال کی کمی بیشی بھی مفرد علامات ہیں۔

بخار کی تشخیص میں صرف حرارت کی زیادتی بخار کی علامت قرار دے دیا جائے یعنی حرارت کی اعتدال سے زیادتی کا نام بخار ہے۔ لیکن باقی بخاروں کے اقسام کو علامت نہ سمجھا جائے بلکہ مرض خیال کیا جائے۔ بخار کی تشخیص کی صورت حرارت کی کمی بیشی دائم یا باری اور عضوی تعلق کے بعد مندرجہ بالا تمام علامات کو ذہن میں رکھتے ہوئے بخار میں دیکھا جائے اور جو علامات اکٹھی ہوں ان کے مطابق ادویات کو اخذ کر کے علاج کیا جائے۔ لیکن ان علامات کو اخذ کرنے سے قبل اوّل تمام جسم کو سائی کوسس، سورا اور سفلس کی تین علامات کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ تاکہ صحیح ادویات تجویز کرنے میں سہولت ہو جائے۔ تفصیل میں ہم اپنے مضمون ہومیو پیتھی ریسرچ میں بیان کر دیں گے جو رسالہ میں جاری ہے۔

بائیو کیمک اور بخار

بائیو کیمک نے چونکہ بہت حد تک ہومیو پیتھی کی نقل کی ہے، اس لئے اس کو بھی بعینہ اسی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ بائیو کیمک دراصل ایک جدا نظریہ کے ماتحت ایک مفید طریق علاج تھا مگر ہومیو پیتھی کی بغیر تحقیق نقل کرنے سے اس کی اہمیت کو ختم کر دیا ہے۔ اس کتاب کی تحقیق ہماری کتاب بائیو کیمک فزیالوجیکل ریسرچ میں دیکھیں۔

طب جدید شاہدروی

طب جدید شاہدروی جس کے موجد استاذ الاطباء حکیم احمد دین تھے انہوں نے امراض کی پیدائش کو اعضاء کی کمی بیشی مانا ہے۔ انہوں نے کیفیات و نفسیات مادہ و جراثیم کو اسباب واصلہ اور فاعلہ نہیں تسلیم کیا۔ مگر ان کو چونکہ مفرد اعضاء کے نظریہ کا علم نہیں تھا، اس لئے انہوں نے تعین مرض میں بہت خوفناک غلطیاں کی ہیں۔ اوّل تو ان کی تمام تحقیق میں کوئی ایک مرض بھی ایسا بیان نہیں کیا گیا جس کو بالا اعضاء بیان کیا ہو۔ اور اگر کوئی ایک مرض بیان کرنے کی کوشش کی ہے تو اعضاء کے افعال سے لاعلمی کی وجہ سے غلط راہ پر چلے گئے ہیں۔ مثلاً انہوں نے بخاروں میں زیادہ تر ملیریا کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کو کبدی و معدی اور امعائی تینوں صورتوں میں بیان کیا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے، ملیریا فقط کبدی غدی بخار ہے اسی طرح انہوں نے غشائے مخاطی کے جو امراض بیان کئے ہیں وہ سب کے سب عضلاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے ان کی تحقیقات کا مطالعہ فرنگی طب کی طرح گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ حقیقت میں طب جدید شاہدروی کو نظریہ مفرد اعضاء کے تحت مطالعہ کیا جائے تو وہ الف تا بے غلط ہوگی اس میں آیورویدک اور طب پر جو تنقید کی گئی ہے بالکل غلط اور بے معنی ہے کیونکہ اس میں کیفیات، مزاج اور اخلاط دونوں کو بغیر سمجھے غلط قرار دیا جا رہا ہے۔ جن کی حقیقت بالکل صحیح ہے جس کسی کو شک ہو وہ آ کر اپنی تسلی کر لیں یا نظریہ مفرد اعضاء سمجھ کر خود اصل حقیقت کا پتہ چلا لیں گو یا طب جدید کوئی طریق علاج نہیں ہے۔ بلکہ ایک بہت بڑی گمراہی ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کا پس منظر

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت بخاروں کو سمجھنے کے لئے اوّل ضروری ہے کہ مختصر طور پر نظریہ مفرد اعضاء کو سمجھ لیا جائے اور یاد رکھیں کہ نظریہ مفرد اعضاء کوئی نیا طریق علاج نہیں ہے کیونکہ قانون فطرت ایک ہے مرض کے پیدا ہونے کا طریق ایک ہے اور اصول شفا بھی ایک ہی ہوسکتا

ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ مختلف ممالک وازمنہ اوراذہان میں ماحول اور حالات کے مطابق جس طرح علم العلاج کی ابتداء ہوئی اس کے مطابق نام رکھ لئے گئے ہیں۔مثلاً آیورویدک کی ابتداء ہندوستان میں ہوئی اور یہ علم ویدوں کے ذریعے انسان کو پہنچا اور بڑے بڑے رشیوں اور منیوں نے اس کو اپنایا، دیوی دیوتا اس کے عامل ہوتے تھے۔اس لئے آیورویدک کے معنی ہوئے ''الہامی علم العلاج''۔طب کی ابتداء جادوگری سے شروع ہوئی۔اس لئے طب کے معنی جادوگری کے ہیں۔جب فرنگی نے طب کو اپنایا تو انہوں نے سمجھا کہ یہ طریق علاج بالضد ہے۔انہوں نے اس کا نام ایلوپیتھی رکھ دیا جس کے معنی علاج بالضد کے ہیں۔جب ڈاکٹر ہانمن صاحب نے ایلوپیتھی کے بالکل خلاف ہر مرض میں ان ہی ادویات سے علاج شروع کیا جس کے استعمال سے اس مرض کی علامات پیدا ہوتی ہیں تو انہوں نے اس کا نام ہومیوپیتھی رکھ دیا۔جس کے معنی بالمثل علاج کے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی ایک زبردست دھوکہ ہے کہ ہومیوپیتھی علاج بالمثل ہے۔اس میں علامات تو بالمثل ہوسکتی ہیں،لیکن ادویات بالمثل نہیں ہوسکتیں۔مثلاً اگر کسی ایک شخص کو سنکھیا کھانے سے موت واقع ہورہی ہوتو اس کو قلیل مقدار میں اور سنکھیا دے دیا جائے تو وہ مرنے والا کیا بچ جائے گا؟ ہرگز نہیں! بلکہ اگر طبیعت مدبرہ کی کوشش سے بچ بھی سکتا ہو تو نہ بچ سکے گا۔یہی وجہ ہے کہ ہومیوپیتھی میں زہروں کے لئے فوری علاج نہیں ہے۔

ڈاکٹر شسلر نے جب یہ دیکھا کہ امراض پر نہ ایلوپیتھک کا قابو ہے اور نہ ہومیوپیتھی کا تو انہوں نے اپنے انداز پر جسم انسان کے کیمیاوی اجزاء پر غوروخوض کیا۔وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ جب انسانی جسم کے ان اجزاء میں کمی اور خرابی واقع ہوتی ہے تو امراض پیدا ہوتے ہیں۔جس کا علاج ان ہی کیمیاوی اجزاء کا پورا کرنا تحقیق کیا ہے۔یہ نظریہ بھی درست ہے۔لیکن ان سے یہ غلطی ہوگئی کہ نظریہ تو اپنا تحقیق کیا اور جب علم العلاج کی تدوین کی تو ہومیوپیتھی ادویات اور علاج کی نقل کرلی گئی۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا نظریہ ختم ہوگیا اور بائیوکیمک ہومیوپیتھی میں غرق ہوگیا (جس کی تفصیل ہماری کتاب بائیوکیمک فزیالوجیکل ریسرچ میں دیکھیں)۔اسی طرح کئی نئے نظریات نکلے اور انہوں نے اپنی جگہ فن علاج کو سمجھنے کی کوشش کی۔مگر مجموعی طور پر تمام علم وفن علاج کی اصلاح کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ ہر نظریہ ایک جدا طریق علاج بن کر رہ گیا۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام مختلف طریق علاج نہیں ہیں، بلکہ فن علاج کو سمجھنے کے لئے مختلف طریق کار ہیں۔

موجد طب جدید شاہدروی نے ایک نیا نظریہ پیش کیا کہ تمام طریق علاج اپنی جگہ تو صحیح ہیں،لیکن ان میں اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔یہ اختلاف کیوں پایا جاتا ہے،انہوں نے اپنی تحقیقات میں ثابت کیا کہ مختلف طریق علاج سے کسی نہ کسی طریق پر اعضاء کے افعال درست ہوجاتے ہیں،اس لئے امراض کی پیدائش کا اصل سبب افعال اعضاء کی خرابی اور ان میں افراط وتفریط ہے۔اس لئے انہوں نے اپنا جو نیا نظریہ پیش کیا اس کا نام ''نظریہ افعال الاعضاء'' رکھا۔یعنی جب تک جسم کے کسی عضو میں خرابی واقع نہ ہو جو اس کے فعل میں کمی بیشی سے واقع ہوتی ہے،مرض پیدا نہیں ہوتا اور اعضاء کے افعال اگر صحیح ہوں تو پھر نہ دوش واخلاط مرض پیدا کرسکتے ہیں اور نہ جراثیم وفارن میٹر وغیرہ۔ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ چونکہ تمام طریق علاج اپنی اپنی جگہ ہیں،اس لئے سب کی اچھی اچھی معلومات نظریہ افعال الاعضاء کے تحت قبول کرلینی چاہئیں۔ان کے اس اصول کا نام تھا ''خذ ماصفا ودع ماکدر''۔

جہاں تک ان کا نظریہ اتحاد اور اصلاح ہے، قابل تعریف تھا، تاریخ طب میں پہلی آواز تھی، جس نے مختلف طبوں میں اتحاد اور ایک دوسرے سے اصلاح کا اصول پیش کیا۔چونکہ یہ معقول باتیں تھیں،اس لئے ان کے زمانے میں سوئے فرنگی طب کے حاملین اور متعصب اطباء اور ویدوں کے بانیوں نے اچھی نگاہ سے دیکھا اور اپنایا اور اس سے مستفید ہوتے رہے۔

لیکن افسوس موجد طب جدید نے اس نظریہ افعال اعضاء پر اپنی زندگی میں نہ کسی ایک مرض پر اور نہ ہی کسی ایک دوا پر روشنی ڈالی اور جو کچھ کام کیا گیا ان میں یہ اصول کارفرما نہ تھا۔دوسرے نظریہ افعال اعضاء میں سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ طب کے وہ امراض اس میں سے خارج

ہو جاتے ہیں جو مزاج سادہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ موجد طب جدید خود کیفیات اور مزاج بلکہ چار اخلاط کے قائل نہ تھے۔ وہ اپنی تحقیقات میں بہت حد تک فرنگی طب کی پیروی کرتے تھے۔ اور ان کی تحقیقات کو باقی طبوں سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔

جہاں تک امراض کی پیدائش کا تعلق بالاعضاء ہے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، کیونکہ طب قدیم بھی یہی تسلیم کرتی ہے اور شیخ بوعلی سینا نے قانون میں مرض کی یہی تعریف کی ہے جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں، مگر کیفیات میں گرمی سردی اور خشکی تری ہے، انکار نہیں ہوسکتا۔ اور امراض سوءِ مزاج سادہ اپنے اندر بے حد اہمیت رکھتی تھیں اور ان کے بغیر نتائج درست نہ آتے تھے۔ میں بار ہا ان کی زندگی میں موجد طب سے بحث وتحمیث سے اس مسئلہ پر اور اسی طرح دیگر مسائل کو حل کرنے کی کوششیں کی تھیں مگر وہ ان کا کچھ جواب نہ دے سکتے تھے اور آخر عمر میں رفتہ رفتہ ان کا طریق علاج ہومیو پیتھی ہو گیا تھا۔

موجد طب جدید کی وفات کے بعد میں نے کچھ عرصہ تک ان مسائل پر غور کیا، مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا، میں بے اُمید ہو گیا، آخر یہی فیصلہ کیا غیر تسلی بخش علاج کرنے سے بہتر ہے کہ فن علاج کو خیر باد کہہ کر کوئی اور کاروبار کر لینا چاہئے۔ اس وقت تک مجھ کو کم وبیش پندرہ سال کام کرتے ہو گئے تھے۔ اسی دوران میں ہیضہ کے ایک مریض کا علاج کرنے کے دوران میں مجھے دور کچھ روشنی نظر آئی۔ اس پر غور وفکر اور کام کرنا شروع کیا۔ جلد ہی کامیابی کی صورتیں نظر آنے لگیں اور ایک نیا نظریہ سامنے آ گیا۔ یہ نظریہ ''مفرد اعضاء'' تھا۔ اس نظریہ کی پیدائش کا اصل سبب امراض سوءِ مزاج سادہ ہی تھا پھر مسلسل بیس پچیس سال تحقیقات کرنے کے بعد اس کو ہر طرح سے ہر مرض اور ہر دوا پر پرکھ لیا۔ پھر دُنیا میں پیش کرنے کی جرأت کی گئی۔ اب یہ نظریہ مفرد اعضاء اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے بڑی تیزی کے ساتھ عوام اور خواص میں مقبول ہو رہا ہے۔

اس ساری داستان اور واقعات کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ دُنیا میں مختلف طبیں نہیں ہیں۔ بلکہ صرف ایک ہی طب ہے اور یہ جو اختلاف نظر آتا ہے۔ صرف نظریاتی اور اصولی اختلاف ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ دُنیا بھر کی تمام طبیں اور نظریات تمام کے تمام نظریہ مفرد اعضاء سے حل ہو جاتے ہیں۔

نظریہ مفرد اعضاء

نظریہ مفرد اعضاء بالکل نیا نظریہ ہے۔ تاریخ طب میں اس کا کہیں اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ اسی نظریہ پر پیدائش وامراض کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس نظریہ سے قبل بالواسطہ پیدائش وامراض مرکب اعضاء کی خرابی تسلیم کیا جاتا رہا ہے، مثلاً معدہ وامعاء شُش ومثانہ، آنکھ، کان، ناک، منہ بلکہ اعضاء مخصوص تک کے امراض کو ان کے افعال کی خرابی سمجھا جاتا ہے یعنی معدہ کی خرابی کو اس کی مکمل خرابی مانا گیا ہے۔ جیسے سوزش معدہ، درد معدہ، ورم معدہ، ضعف معدہ اور بدہضمی وغیرہ پورے معدہ کی خرابی بیان کی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ معدہ ایک مرکب عضو ہے اور اس میں عضلات واعصاب اور غدد وغیرہ اس میں ہر قسم کے اعضاء پائے جاتے ہیں اور جب وہ مریض ہوتا ہے تو وہ تمام اعضاء جو مفرد اعضاء میں بیک وقت مرض میں گرفتار نہیں ہوتے بلکہ کوئی ایک عضو مریض ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معدہ میں مختلف اقسام کے امراض پیدا ہوتے ہیں اور جو معدہ کا کوئی مفرد عضو مریض ہوتا ہے، مختلف اقسام کے امراض پیدا ہوتے ہیں اگر معدہ کے اعصاب مرض میں مبتلا ہیں تو اس کی دیگر علامات بھی اعصاب میں ہوں گی اور ان کا اثر دماغ تک جائے گا۔ اسی طرح اگر اس کے عضلات مرض میں مبتلا ہوں گے تو جسم کے باقی عضلات میں بھی یہی علامات پائی جائیں گی۔ اور اس کا اثر قلب تک چلا جاتا ہے۔ یہی صورت اس کے غدد کے مرض کی حالت میں پائی جاتی ہے۔ یعنی دیگر غدد کے ساتھ جگر وگردوں کو بھی متاثر کرتے ہیں یا بالکل ان کے برعکس اگر دِل ودماغ اور جگر وگردہ میں امراض پیدا ہو جائیں تو معدہ وامعاء اور شُش

ومثانہ بلکہ آنکھ، کان، ناک، منہ میں بھی علامات ایسی پائی جائیں گی۔ اس لئے پیدائش امراض اور شفاء امراض کے لئے مرکب عضو کی بجائے مفرد عضو کو مدنظر رکھنا یقینی تشخیص اور بے خطا علاج کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ایک طرف اس طرح کسی عضو کی خرابی کا علم ہوتا ہے تو دوسری طرف ان کے صحیح مزاج کا علم ہو جاتا ہے، کیونکہ ہر مفرد عضو کسی نہ کسی کیفیت سے متعلق ہے۔ یعنی اعصاب کا مزاج سرد تر ہے، اس کی تحریک سے جسم میں سردی وتری بڑھ جاتی ہے، اسی طرح جگر کا مزاج گرم خشک ہے، غدد کی تحریک سے جسم میں گرمی خشکی بڑھ جاتی ہے، یہی صورت عضلات کی ہے۔ جو قلب کو متاثر کرتی ہے، اور اس کے برعکس اگر جسم پر کسی کیفیت کا اثر ہو جائے تو اس کے متعلق اعضاء پر اثر ہو کر جسم میں سوئے مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح عضو کی دونوں صورتیں نہ صرف آسانی سے سامنے آ جاتی ہیں، بلکہ علاج میں بھی سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک خاص بات اور بھی ذہن نشین رکھیں کہ مفرد اعضاء کی جو ترتیب اوپر بیان کی گئی ہیں ان میں تحریکات جو پیدا ہوتی رہتی ہیں وہ ایک دوسرے اعضاء میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ ان ہی سے امراض پیدا ہوتے ہیں ان ہی سے شفا حاصل ہوتی ہے، ان تحریکات میں بھی ایک ترکیب قائم رہتی ہے۔ مثلاً اگر اعصاب میں تحریک ہوگی تو اس کے بعد کے اعضاء یعنی غدد میں تحلیل ہوگی۔ اور تیسرے قسم کے اعضاء یعنی عضلات میں تسکین ہوگی اور یہ تحریکات ضرورت کے مطابق بدلتی رہتی ہیں یا بدلی جاسکتی ہیں۔ لیکن وہ ترکیب قائم رہے گی۔ مثلاً اگر اعصاب کی بجائے غدد میں تحریک ہوگی تو پھر عضلات کی تحریک ہوگی۔ یعنی عضلات کی تحریک کے بعد اعصاب میں تحلیل ہوگی اور غدد میں تسکین ہوگی۔ اس کو ذہن نشین کرنے کے لئے ذیل کے نقشہ پر غور کریں۔

۱۔تحریک اعصاب	تحلیل غدد	تسکین عضلات	نتیجہ جسم میں رطوبات کی زیادتی ہوگی
۲۔تحریک غدد	تحلیل عضلات	تسکین اعصاب	نتیجہ جسم میں حرارت کی زیادتی ہوگی
۳۔تحریک عضلات	تحلیل اعصاب	تسکین غدد	نتیجہ جسم میں ریاح کی زیادتی ہوگی

یہ تمام جسم اور اس کے افعال کی اصولی تقسیم ہے۔ اس سے تشخیص آسان ویقینی اور علاج سہل اور بے خطا ہو جاتا ہے۔ اس تقسیم اور اس پر مرض اور شفاء کی بنیاد سمجھ لینے کے بعد علم ظنی نہیں رہتا بلکہ بلاشک وشبہ یقینی بن جاتا ہے۔ چونکہ تمام جسم کے اعضاء ان ہی سے مل کر بنتے ہیں۔ گویا بنیادی اعضاء اور حیاتی اعضاء تمام جسم کی مفرد اکائیاں ہیں۔ جن سے وہ مرکب ہے۔ گویا سر، آنکھیں، کان، ناک، منہ، سینہ، معدہ، امعاء اور مثانہ وغیرہ مرکب اعضاء ہیں۔ اور ان ہی مفرد اعضاء سے مل کر بنے ہیں۔ اسی طرح جسم کے تمام مجریٰ بھی ان ہی مفرد اعضاء سے مل کر تیار ہوتے ہیں۔ اس طرح تمام جسم مل کر زندگی وقوت اور صحت کے افعال انجام دیتے ہیں۔ جہاں تک خون کا تعلق ہے اس میں کیمیاوی طور پر اپنی چاروں ٹشوز کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ جن سے ان اعضاء کا تغذیہ اور تصفیہ ہوتا رہتا ہے۔ گویا زندگی، تغذیہ تسنیم اور تصفیہ ان اعضاء کے صحیح افعال کے سپرد ہے۔ یہی نظریہ مفرد اعضاء ہے۔ تین چار بار پڑھ لینے سے اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ چونکہ نئی چیز ہے، اس لئے غور طلب ہے۔ مگر مشکل نہیں ہے۔ صرف نصف گھنٹے میں ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ اس میں سمجھنے کی بات صرف اس قدر ہے کہ مفرد اعضاء کی ترتیب اور ان کے افعال کی ترکیب ذہن نشین ہو جائے۔ یعنی کسی مفرد عضو کی تحریک کے بعد دیگر اعضاء کی کیا حالت اور کیفیت ہوگی اور کلی طور پر جسم پر کس مزاج کا اثر ہوگا۔ اس طرح فوراً تمام جسم کا نقشہ شیشہ کی طرح آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ جس سے تشخیص اور علاج کی سب مشکلیں دور ہو جاتی ہیں۔

نظریہ مفرد اعضاء اور بخار

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت ماہیت بخار اور اس کی تقسیم اس قدر اصول کے ساتھ کی گئی ہے کہ وہ نہ صرف آسان وسہل معلوم ہوتی ہے بلکہ

بالترتیب اور فطرت کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔ تشخیص اور علاج کے وقت اس میں شک وشبہ اور الجھن معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا کمال یہ ہے کہ اس کو جان لینے کے بعد فرنگی طب کے طریق علاج کی طرف نظر کرنے کو دل نہیں کرتا۔

بخار کی تعریف

نظریہ مفرد اعضاء جس طرح طب قدیم کی تعریف مرض کو صحیح سمجھتی ہیں، اسی طرح تعریف بخار کو بھی صحیح تسلیم کرتی ہے، جو اس طرح کی گئی ہے۔

بخار ایک عارضی اور غیر معمولی حرارت ہے جس کو حرارت غریبہ (بیرونی) بھی کہتے ہیں جو خون کے ذریعے قلب سے تمام بدن میں پھیل جاتی ہے۔ جس سے بدن کے اعضاء میں تحلیل اور ان کے افعال میں نقصان واقع ہوتا ہے۔ اس کو عربی میں حمی (جمع حمیات) فارسی میں تپ اور انگریزی میں فیور کہتے ہیں۔

بخار کی ماہیت

بخار کی ماہیت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ اس کے سمجھ لینے سے مرض بخار کے علاج میں معالج 75 فیصدی قابو پا لیتا ہے۔ اور 25 فیصد اس کی تقسیم کو سمجھتا ہے۔ کیونکہ آج تک ان کو پوری طرح نہیں سمجھا گیا۔ طب قدیم نے اس پر پوری طرح سے روشنی ڈالی ہے۔ لیکن اس کی مکمل تشریح نہیں کی گئی ہے۔ طب نے بخار کو سمجھانے کے لئے تین اقسام کی حرارت کا ذکر کیا ہے اول عنصری حرارت دوسرے حرارت غریزیہ تیسرے حرارت غریبہ جس کو غیر طبعی اور ارضی حرارت کا نام بھی دیا ہے۔ ہم نے ابتداء میں اس پر کچھ روشنی ڈالی تھی۔ لیکن اب مکمل طور پر بیان ذہن نشین کرا دیتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ عنصری حرارت اس حرارت کا نام ہے جو دیگر عناصر سے پاک صاف ہوتی ہے یعنی اس میں ہوائی و مائی اور ارضی عناصر کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ گویا یہ وہ حرارت ہے جس کو طب میں ایک بسیط عنصر کہا ہے جس کو مزید تقسیم نہیں کیا جاسکتا جس کا نام حرارت استقیہ ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ یہ جسم انسان میں خالص حالت میں نہیں پائی جاتی، بلکہ یہ ہمیشہ مرکب صورت میں پائی جاتی ہے۔ یعنی اس کے ساتھ عنصر مائی یا ہوائی یا ارضی کی ملاوٹ ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے جسم میں جو گرمی ہوتی ہے اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں یا وہ مائی مرکب کے ساتھ جس کو گرم تر کہتے ہیں، لیکن جب اس میں مائی کم اور ناری اجزاء زیادہ ہو جائیں تو اس کی رطوبت بھی جل جاتی ہے جس سے اس کا مزاج بھی ایک حد تک گرم خشک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب ہوا میں سردی کی زیادتی سے اس کے ناری اجزاء ختم ہو جاتے ہیں تو اس کا مزاج سرد خشک ہو جاتا ہے گو اصلی عنصری حرارت کا جس دیگر عنصر سے جس قدر تعلق ہوگا اس میں وہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

حرارت غریزیہ اس حرارت کو کہا گیا ہے جو انسان کو پیدائش کے وقت اس کے نطفہ کے ساتھ دیا گیا ہے اور یہی مزاج تقریباً عمر بھر اس کا قائم رہتا ہے اور اسی پر انسان کی صحت کا دارومدار ہے۔ اس حرارت میں باقی تین عناصر کی آمیزش سے ایک مزاج قائم ہوتا ہے۔ اس میں رطوبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ بچپن میں تو رطوبت بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن جوانی اور بڑھاپے میں یہ رطوبت رفتہ رفتہ کم ہوتی چلی جاتی ہے اور طبعی موت کے قریب یا امراض میں یہ رطوبت بالکل خشک یا ختم ہو جاتی ہے۔ امراض کی صورت میں بھی بڑھاپے کی طرح اس حرارت غریزیہ میں خرابی اس طرح واقع ہو جاتی ہے کہ رطوبت غریزیہ میں حرارت غریبہ کا اثر دخل ہو جاتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ اس میں رطوبت کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اگر حرارت غریزیہ غالب آ جائے تو صحت ہو جاتی ہے۔ اگر وہ غالب نہ آ سکے اور حرارت غریبہ بڑھتی رہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ جس طرح ہم امراض

کے دوران میں حرارت غریبہ کو ختم کر سکتے ہیں اور حرارت غریزیہ کو تقویت دے سکتے ہیں۔اعادہ شباب کے لئے بھی ایسا کیا جاسکتا ہے۔

حرارت غریبہ اس حرارت کو کہتے ہیں جو تخمیر و عفونت سے پیدا ہوتی ہے اس میں مائی عنصر کی کمی ہوتی ہے یا بالکل نہیں ہوتا۔اس میں دخانی اور ارضی اجزاء شامل ہوتے ہیں۔اس لئے یہ حرارت انسان کے لئے غیر طبعی ہے۔حرارت غریبہ میں یہ استعداد ہوتی ہے کہ یہ اپنی موجودگی سے تعفن اور تخمیر پیدا کر دے۔تخمیر و تعفن کے لئے چونکہ ترشی لازم تھی،اس لئے اس میں بے حد ترشی پائی جاتی ہے۔حرارت غریبہ یا غیر طبعی حرارت یا ارضی حرارت یا عارضی جو کچھ بھی اس کو کہہ لیں اس میں خاص بات یہ ہے کہ جب یہ کسی عضو میں اکٹھی ہوتی ہے تو وہاں جلن اور سوزش پیدا کر دیتی ہے اور جب کسی مادہ سے ملتی ہے تو اس میں خمیر اور تعفن پیدا کر دیتی ہے گویا کاربانک ایسڈ گیس ہے یا اس کی مناسبت رکھتی ہے۔

حرارت اور ماڈرن سائنس

عنصری حرارت،حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ کو سمجھنے کے لئے ماڈرن تحقیقات سے مثال کے طور پر بیان کی جاتی ہے۔تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور تینوں قسم کی حرارت کو ماڈرن سائنس کے عنصر آکسیجن،ہائیڈروجن اور کاربانک ایسڈ گیس کو سامنے رکھیں۔اگرچہ ہم ان کو بالکل ان ہی حرارت کے مطابق نہیں کہتے صرف مثلاً پیش کرتے ہیں تاکہ ذہن نشین کرا سکیں یعنی آکسیجن کو حرارت عنصری سمجھ لیں۔اور جب وہ ہائیڈروجن کے ساتھ مرکب بناتی ہے تو اس میں حرارت غریزیہ یعنی زندگی کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں اور جب وہ کاربن کو جلا کر کاربانک ایسڈ گیس بناتی ہے اور اس میں حرارت غریبہ کے افعال پیدا ہو جاتے ہیں۔

یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ جیسے عنصری حرارت تنہا نہیں پائی جاتی،اسی طرح آزادانہ طور پر آکسیجن بھی تنہا نہیں پائی جاتی۔کبھی وہ ہائیڈروجن سے ملتی ہے اور کبھی کاربن سے ملتی ہے۔اور ہر مرکبؔ کے نئے خواص ہوتے ہیں۔جسم انسان میں بھی مرکب صورت میں پائی جاتی ہیں۔البتہ ان میں کمی بیشی واقع ہوتی رہتی ہے۔اور جو زیادہ ہوتی ہے،اس کی کیفیت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔البتہ یہ جان لیں کہ ہائیڈروجن کا اعصاب پر گہرا اثر ہے۔آکسیجن کا غدد پر اور کاربن کا عضلات پر اثر ہوتا ہے۔یہ صورتیں حرارت عنصری،حرارت غریزیہ اور حرارت غریبہ میں تصور کر لیں۔چونکہ حرارت عنصری تنہا نہیں پائی جاتی وہ مائی یا ارضی حرارت کے ساتھ پائی جاتی ہے جو جسم کو زندگی اور صحت بخشتی ہے۔اور دوسری حرارت غریبہ جو امراض اور بخار پیدا کرتی ہے بس ان دونوں اقسام کی حرارت باقی رہ جاتی ہے۔اس تشریح کے بعد بخار کا پورا تصور ذہن میں پیدا ہو جاتا ہے۔

پیدائش بخار

بخار کی ماہیت سمجھ لینے کے بعد اب اس کی پیدائش پر غور کریں اس کی تین صورتیں ہیں۔

① ان ہی تینوں مفرد اعضاء کے افعال میں کیفیاتی و نفسیاتی یا مادی و فعلی طور پر تیزی پیدا ہو جائے اور وہاں خون اکٹھا ہو جائے اور طبیعت مدبرہ بدن اس کو جسم میں پھیلا کر بخار کی صورت پیدا کر دے۔ایسے بخاروں کو سادہ بخار یا حمی یوم کہتے ہیں۔ان کی مثال سردی و گرمی اور خشکی و تری کے بخار غم و غصہ اور خوف و ندامت کے بخار،زیادہ کھانے پینے اور تکان و بیرونی تپش وغیرہ۔

② ان ہی تینوں اعضاء کے افعال میں کہیں تسکین پیدا ہو جائے جس سے وہاں پر مواد رُک کر اس میں خمیر پیدا کر دے،یہ سمّی سمیاتی و کیمیاوی اور موسمی و وبائی اثرات تخمیر و تعفن کے مواد کا جسم میں داخل ہو کر اندرونی مواد میں خمیر،تعفن اور فساد پیدا کر دے۔ایسے بخاروں کو عفونتی اور تخمیری بخار کہتے ہیں۔

③ ان ہی تینوں اعضاء میں کہیں تحلیل پیدا ہو کر وہاں کی رطوبات ختم ہو جائیں۔پھر وہ حرارت اس عضو میں تحلیل اور ضعف پیدا کر کے اس میں

ذبول کی صورت قائم کر دے۔ اس بخار کو دق کہتے ہیں۔ اگر انتہائی خشکی سے وہاں پر زخم ہو جائیں اور ان میں پیپ پیدا ہو جائے تو اس کو سل کہتے ہیں۔

اقسام بخار

بخار کی پیدائش میں مندرجہ بالا صورتوں میں سادہ بخار اگر تین چار روز سے ہفتہ تک قیام کرے تو وہ اکثر تخمیری اور عفونتی بخاروں میں بدل جاتے ہیں اور تخمیری عفونتی بخار زیادہ دیر قیام کرنے کے بعد اکثر دق وسل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اگر ابتداء ہی سے بخاروں کی طرف توجہ کر لی جائے تو وہ جلدی دور ہو جاتے ہیں۔ لیکن علاج سے قبل ان کی پوری تحقیق کر لینی چاہئے کہ وہ کن اعضاء کی خرابی اور کس مواد کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

تاکید

اس امر کو تاکیداً جان لیں کہ سادہ بخار (حمی یوم) اور دق وسل کا بخار (حمی دق وسل) بھی عفونتی بخار ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ سادہ بخار کی عفونت صرف روح طبعی کو گرم اور متاثر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عفونت اگر چندروز قیام کرے تو وہ عفونتی بخار میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ عفونتی بخار میں عفونت کا اثر روح کے علاوہ اخلاط میں ہو جاتا ہے۔ تپ دق اور سل میں بھی عفونت ہوتی ہے اگر عفونت نہ ہو تو حرارت غریبہ یا غیر طبعی حرارت ہی ختم ہو جائے۔ اس لئے ان تمام بخاروں کا علاج ہی یہی ہے کہ گرمی اور تری کو بڑھا دیا جائے جن سے ہر قسم کے بخار ختم ہو جاتے ہیں۔

تاکید ثانی

جاننا چاہئے کہ گرمی تری کی زیادتی سے کوئی بخار نہیں ہوسکتا اگر کوئی بخار ہوگا تو اس میں رطوبت کم ہوگی یا حرارت کی زیادتی ہوگی، بلکہ اگر تری سردی کی زیادتی کی وجہ سے بھی ہو تو بخار اس وقت تک ہوتا جب تک نہیں حرارت اس میں اثر کر کے اس کو متعفن نہ کر دے۔ اسی وجہ سے بخار اُتارنے کے لئے شیرے شربت اور پیشاب آور ادویات وعرقیات دیئے جاتے ہیں۔ فیور مکسچر دینے میں بھی یہ نظریہ ہے لیکن بغیر سبب کو سامنے رکھنے کے بخاروں کو اتارنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اس طرح نقصان بہت بڑھ جاتا ہے۔

تاکید ثالث

جن بخاروں کو خلطی دوشی بخار کہتے ہیں، ان سب کا تعلق کسی نہ کسی عضو سے ہوتا ہے بغیر کسی عضو کے تعلق کے ایسا کوئی بخار نہیں ہوسکتا مثلاً نزلہ، زکام کا سر سے، ذات الریہ کا سینہ سے، محرقہ کا امعاء سے، نفاس کا رحم سے ہوتا ہے۔

دائمی اور باری کا بخار

دائمی اور باری کے بخار صرف خلط، دوشی اور تعفنی وجراثیمی ہوتے ہیں۔ سادہ بخار اور دقی وسلی بخاروں میں عام باری کے بخار نہیں ہوتے۔ ان میں اگر کچھ کمی بیشی ہوتی ہے تو وہ مواد کی کمی بیشی سے ہوتی ہے۔ باری کے بخاروں میں جس روز غبار نہیں ہوتا، اس روز تعفن کم ہوتا ہے۔ مگر سبب قائم رہتا ہے۔

بخار کے اسباب عامہ

سب سے پہلے یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ کوئی بخار اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتا جب تک کسی مفرد عضو کے افعال میں خرابی اور فساد پیدا نہ ہو بغیر کسی عضو کے افعال میں خرابی اور فساد کے نہ کیفیات ونفسیات اور مادی وفعلی اثر سے پیدا نہیں ہوسکتا ہے۔ گویا اوّل افعال بگڑتے ہیں پھر خون

کا اجتماع ہوتا ہے۔ پھر تعفن پیدا ہوتا ہے آخر میں بخار ہوتا ہے۔ گویا بخار سے پہلے جسم میں تین قسم کے تغیرات پیدا ہونے ناگزیر ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب جسم میں کوئی سبب اثر کرتا ہے تو اس کا پہلا حملہ کسی نہ کسی مفرد عضو کے افعال پر ہوتا ہے۔ جس کا مقابلہ وہ عضو کرتا ہے۔ اگر عضو مضبوط اور طاقت ور تو غالب آ جاتا ہے اور وہ مؤثر سبب ختم ہو جاتا ہے۔ اگر عضو مقابلے میں کمزور ثابت ہو جائے تو مرض کی پہلی صورت قائم ہو جاتی ہے۔ جس قوت سے عضو مقابلہ کرتا ہے اس کو مناعت یا قوت مدافعت (امیونٹی) کہتے ہیں۔ جب عضو کی قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے تو پھر قوت مدبرہ بدن اس کی مدد کے لئے حاضر ہوتی ہے۔ اور وہاں پر دورانِ خون تیز کر دیتی ہے۔ تا کہ مؤثر سبب کو ختم کر دے۔ اگر قوت مدبرہ بدن کامیاب ہوگی تو وہاں پر جمع شد خون کو جسم میں پھیلا کر چی یوم کے بعد صحت ہو جاتی ہے۔ یہ جسم کی دوسری کوشش ہوتی ہے۔ اگر قوت مدبرہ بدن بھی کامیاب نہیں ہوتی تو وہاں پر جمع شدہ خون وہاں پر سوزش اور تعفن پیدا کر دیتا ہے۔ جس کے بعد طبیعت مدبرہ بدن اس جمع شدہ خون کو جسم میں پھیلاتی رہتی ہے۔ بس یہ بخار ہوتا ہے۔ یہ تیسری صورت ہے یہ بھی یاد رہے کہ خون کا وہاں پر سوزش و تعفن اور خمیر کا پیدا کرنا اور پھر جمع شدہ خون کو جسم میں پھیلانا بھی قوت مدبرہ بدن کی کوشش ہوتی ہے۔ جس کی تفصیل طویل طلب ہے (سوزش کے بیان میں دیکھیں)۔ یہ مضمون رسالہ رجسٹریشن فرنٹ میں شائع ہو رہا ہے۔

اسباب کا قرب و بعد

اسباب میں ان کے قرب و بعد کو بھی ایک اہمیت حاصل ہے۔ اس لئے جب امراض کے اسباب پر بحث کی جاتی ہے تو قریب و بعید دونوں اقسام کے اسباب پر بحث کی جاتی ہے۔ بلکہ خوب اچھی طرح روشنی ڈالی جاتی ہے۔ تا کہ علاج کے وقت صحیح اسباب ذہن کے اندر ہوں۔ مگر بعض کم علم اور غلط فہم معالج جیسے فرنگی ڈاکٹر تشخیص امراض میں اسباب کے قریب و بعید کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ قریب اور بعید کی شے میں جو فرق ہے اسباب کے لحاظ سے بھی قریب اور بعید میں یہی فرق ہے۔ قریب کی شے پہلے اثر انداز ہوتی ہے۔ اور بعید کی چیز بعد میں اپنا اثر کرتی ہے۔ ظاہر میں قریب و بعید کا تصور کرنا ایک معمولی بات ہے مگر فن علاج میں انتہائی اہم بات ہے بس یہی مقام جس کو صحیح طور پر ذہن نشین نہ کرنے سے نہ صرف مختلف طریق علاج پیدا ہو جاتے ہیں بلکہ علاج صحیح طور پر کامیاب نہیں ہو سکتے اور فن علاج بدنام ہوتا ہے۔

طب میں اسی قریب و بعید کی اہمیت کے پیش نظر اسباب کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس میں قرب و بعد کی غلطی کا امکان نہ رہے اور صحیح اسباب سامنے آ جائیں۔ اس میں اسباب دو قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔

اوّل۔ اسباب ضروریہ

جن کا تعلق حفظ صحت کے ساتھ ہے، جو چھ ہیں: ہوا، پانی، حرکت و سکون بدنی، حرکت و سکون نفسانی، نیند و بیداری، استفراغ و احتباس۔ یعنی یہ ایسے اسباب ہیں کہ اگر یہ اعتدال پر قائم نہ رہیں تو صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ دوسرے الفاظ میں اس طرح سمجھ لیں کہ اسباب کی پیدائش ان ہی اسباب ضروریہ کے اعتدال سے ہٹ جانے سے ہوتی ہے۔ اس کو اسباب صرف اس لئے کہا گیا ہے کہ صحت کے لئے ان کا اعتدال رکھنا بے حد ضروری ہے۔ ورنہ جسم امراض میں گرفتار ہو جائے گا۔ گویا یہی اسباب ستہ ضروریہ امراض میں گرفتار کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ ایک طرف ان سے صحت و حفاظت ہوتی ہے دوسری طرف امراض کی تشخیص و علاج اور مرض کو صحت کی طرف واپس لوٹانے میں مدد دیتے ہیں۔

دوسری قسم۔ اسباب ممرضہ

جن کا تعلق صرف امراض سے ہے۔ یعنی امراض کی حالت میں مندرجہ بالا اسباب ستہ ضروریہ کا تقدم و تاخر اور قرب و بعد معلوم کرنے کے لئے ہیں (۱) اسباب بادیہ۔ کیفیاتی اور نفسیاتی (۲) اسباب سابقہ۔ مادی اور شرکی (۳) اسباب واصلہ۔ فاعلہ و متصلہ۔ درحقیقت ان اسباب کا نہ

امراض سے تعلق ہے اور نہ ہی تشخیص میں مدد کرتے ہیں، یہ تو صرف بحث اسباب کے لئے مقرر کئے گئے ہیں تا کہ اس حقیقت کا پتہ چل سکے کہ مقدم اسباب کون سے ہیں اور مؤخر اسباب کیا ہیں۔

اسباب ستہ ضروریہ میں مرض کی پیدائش میں تعدم وتاخر اور قرب وبعد کی اہمیت کس کو حاصل ہے۔ گویا قرب وبعد اور تقدم وتاخر کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ جس کو فرنگی طب نے ہمیشہ نظر انداز رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسباب ممرضہ میں اوّلین دو اسباب ہیں، اسباب ستہ ضروریہ کو تقسیم کر دیا گیا ہے۔ یعنی اسباب بادیہ میں کیفیاتی ونفسیاتی اور اسباب سابقہ میں مادی اور شرکی اکٹھے کر دیئے ہیں۔ اوا اسباب واصلہ کا ان میں سے کسی کے ساتھ بھی تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف اسباب بادیہ اور اسباب سابقہ کا تقدم وتاخر اور قرب وبعد کا تعین کرنے کے لئے جو اسباب ستہ ضروریہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، گویا تشخیص اور علاج کی صورت میں ان ہی اسباب ستہ ضروریہ کی طرف دھیان دینا پڑتا ہے۔

اسباب واصلہ دراصل ایسے اشارے ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ پیدائش امراض کے وقت معا کیا سبب تھا۔ یعنی مرض اور سبب میں کوئی دور کا فرق نہ پایا جاتا ہو۔ یعنی اس کی متصلہ اور فاعلہ صورت کیا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں ان کے اور مرض کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ بلکہ براہِ راست مرض پیدا کر دیتے ہیں۔ کسی دوسری حالت کا ان کو انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ جس کی بہترین مثال امتلا (مواد کا اجتماع) ہے جو بخار کا موجب بنتا ہے۔ گویا بلا واسطہ بخار پیدا نہیں کرتا بلکہ اس کے اور بخار کے درمیان عفونت واسطہ بنتی ہے۔ امتلاء کے بعد عفونت لاحق ہوتی ہے۔ اور عفونت سے بخار ہوتا ہے۔ اس صورت میں عفونت، سبب واصلہ کہلائے گی۔ جس کے ہوتے ہی بخار آ جاتا ہے۔ اس صورت میں امتلاء سبب سابقہ کہلائے گا۔

ثابت ہوا کہ سبب واصلہ ہی سبب قریب ہے، لیکن دراصل اس کا اشارہ سبب سابقہ کی طرف اور سبب سابقہ اپنا اشارہ ستہ ضروریہ کی طرف کر رہے ہیں، یہ ساری بحث صرف اسباب تقدم وتاخر اور قرب وبعد کی ہے، ورنہ اسباب ممرضہ کی کوئی حقیقت نہیں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک اعضاء کے افعال میں خرابی واقع نہ ہو نہ کہیں امتلا ہوتا ہے اور نہ عفونت پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ ہی ہم اس حالت جسم کو مرض میں شمار کرتے ہیں، اس لئے یہ حقیقت سامنے آ جاتی ہے کہ جراثیم کا ہونا اور نہ ہونا کسی صورت میں نہ مرض کہلا سکتا ہے اور نہ مرض پر دلالت کر سکتا ہے۔ انسانی جسم میں سینکڑوں اقسام کے جراثیم ہوتے ہیں۔ جیسے انسان ہر وقت کیفیات ونفسیات اور مادی وفعلی ماحول میں گھرا ہوا ہے جو خود ہی طبیعت کے اثر سے مفید بن جاتے ہیں یا تباہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن امراض اس وقت تک پیدا نہیں کر سکتی جب تک کسی عضو کے فعل میں خرابی واقع نہ ہو جائے، کیونکہ اعضاء جسم کا بگڑنا ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ جسم بیمار ہے ورنہ اعضاء کے تندرست رہنے سے کبھی امراض کا تصور پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔

مناعت

فرنگی ڈاکٹر کہتے ہیں کہ بیک وقت تمام انسانوں کو کوئی ایک مرض اس لئے پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے اندر امیونٹی (امنیت) ہوتی ہے۔ جس کو ہم مناعت یا قوت مناعت یا قوت مدافعت عضو کہتے ہیں۔ اور یہ امنیت مرض کا مقابلہ کرتی رہتی ہے لیکن ان کو یہ پتہ نہیں کہ یہ امنیت دراصل کیا ہے، اور کہاں پیدا ہوتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ امنیت یا مناعت کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو خون میں پائی جاتی ہو بلکہ یہ طاقت اعضاء میں پائی جاتی ہے۔ اور ہر قسم کے اعضاء میں جدا جدا قسم کی ہوتی ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جیسے مختلف اقسام کے جراثیم یا مختلف اسباب مختلف اعضاء پر اثر انداز ہوتے ہیں اسی طرح مختلف اعضاء کی امنیت ان کا مقابلہ کرتی ہے اور جسم کو امراض سے محفوظ رکھتی ہے۔ جب اعضاء ثابت کر سکتے ہیں کہ امنیت اعضاء کے علاوہ خون میں کہیں اور پیدا ہو سکتی ہے، اگر وہ ثابت کر دیں تو ہم ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے ہمارا چیلنج ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے اس صورت میں یہی لازم آتا ہے کہ علاج میں بجائے قاتل جراثیم ادویات کے اعضاء کو درست کرنا چاہئے۔

امنیت یا مناعت کے لئے یہ امر ذہن نشین کرلیں کہ طب میں قوت کا مرکز روح طبعی کو تسلیم کیا گیا ہے۔اس روح کے تین اقسام ہیں:

(۱) **روح طبعی**: جو جگر میں ہوتی ہے،اس کا عمل دخل غدود میں ہوتا ہے۔

(۲) **روح نفسانی**: جو دماغ میں ہوتی ہے اور اس کی تحریک اعصاب میں ہوتا ہے۔

(۳) **روح حیوانی**: جو قلب میں ہوتی ہے جس کے افعال و اثرات میں کام کرتی ہے۔

بس یہی ارواح ان اعضاء میں ان کے قویٰ کو قائم رکھتی ہیں اور یہی ان کی امنیت ہے۔ جب ان ارواح کے مزاج میں خرابی واقع ہوتی ہے،اس سے اعضاء کے قویٰ اور ان کی امنیت خراب ہو جاتی ہے۔

روح طبعی کی پیدائش خون سے ہوتی ہے،اور خون اخلاط کا مرکب ہے،اخلاط عناصر سے مرکب ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ ارواح اور قویٰ کی ترکیب میں آگ ہوا اور پانی شامل ہیں۔ان ہی کے اعتدال سے جہاں خون اور ارواح کا قوام قائم رہتا ہے وہاں قویٰ اور اعضاء میں طاقت رہتی ہے۔بس یہی امنیت (امیونٹی) مناعت اور قوت مدافعت اعضاء ہے،جس کی حقیقت سے فرنگی طب کلی طور پر ناواقف ہے۔

قوت مدبرہ بدن

قوت مدبرہ کے متعلق بھی فرنگی طب تو کیا دُنیا کا کوئی طریق علاج واقف نہیں ہے۔لہٰذا اس کی حقیقت بیان کر دینا ضروری ہے۔ جاننا چاہئے کہ جسم انسان میں جو مختلف قوتیں مختلف اعضاء بلکہ ہر خلیہ وحیوانی ذرّہ اور نسیج میں کام کررہی ہے وہ تمام مفرد اعضاء اعصاب وعضلات اور غدد کے ماتحت کام کررہی ہیں اور ان مفرد اعضاء کے مرکز دل ودماغ اور جگر ہیں جن کی قوتیں ارواح کے ماتحت ہیں۔ یہ ارواح یعنی روح حیوانی، روح نفسیاتی اور روح طبعی تینوں روح طبعی کے ماتحت ہیں۔جس طرح تمام جسم کو غذا ایک خون سے ملتی ہے،اسی طرح جسم ایک روح طبعی سے ایک نظام میں رہتا ہے،روح طبعی جو نظام قائم رکھتی ہے اس نظام کا نام طبعیت مدبرہ بدن ہے۔ جب روح طبعی کا اعتدال قائم نہیں رہتا تو یہ نظام بھی بگڑ جاتا ہے۔جس کو ہومیوپیتھی نے روح کا بیمار ہونا کہا ہے۔

قوت مدبرہ بدن اپنے افعال کس طرح انجام دیتی ہے اس کو سمجھنے کے لئے کیفیات اور مزاج کی طرف سے شروع کریں۔کیونکہ یہی انسان کے اندر ابتدائی محرکات ہیں،یعنی جسم انسان پر کوئی شے یا امر اندرونی طور پر یا بیرونی طور پر مادہ یا روح کی صورت میں اثر کرتا ہے،تو اس کا اثر کیفیات بلکہ ایک مزاج کی صورت میں ہوتا ہے یعنی اثر گرمی وسردی اور تری وخشکی کی صورت میں ہوتا ہے۔لیکن یہ اثر کبھی صرف گرمی یا صرف سردی یا صرف خشکی کی صورت میں نہیں ہوتا، بلکہ مرکب صورت ہوتا ہے۔جیسے گرمی تری، گرمی، خشکی، سردی، تری اور سردی خشکی۔دو مرکب کیفیات ہیں ان ہی کو طب میں مزاج کہتے ہیں، چونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ہر کیفیت کسی نہ کسی عضو سے متعلق ہے،یعنی گرمی کا تعلق غدود سے تری کا تعلق اعصاب سے اور خشکی کا تعلق عضلات سے ہوتا ہے۔

اسی طرح ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ پانی کا تعلق اعصاب سے،عضلات کا تعلق ہوا سے،اور غدود کا تعلق آگ سے ہے۔ان حقائق سے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ جب کوئی شے یا امر جسم پر اثر کرتا ہے جس طرح وہ مرکب کیفیات یعنی مزاج کے ساتھ اثر کرتا ہے اسی طرح وہ بجائے ایک مفرد عضو کے دونوں پر اکٹھا اثر کرتا ہے۔فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ اس کا پہلا اثر عضوی اور دوسرا دموی ہوتا ہے یا پہلے اثر کو مشینی اور دوسرے اثر کو کیمیاوی کہہ سکتے ہیں۔یعنی کوئی شے یا امر جسمانی یا روحانی طور پر صرف اعصاب یا صرف عضلات یا صرف غدود پر اثر نہیں کرے گا۔ یہ اثر اعصابی عضلاتی یا اعصابی غدی یا عضلاتی غدی ہوگا۔

طب میں مزاج بیان کرنے میں بھی یہی کمال ہے جس کو فرنگی طب اور ماڈرن سائنس سمجھ نہیں سکی۔ یعنی جب طب میں کسی شے یا امر اور مادہ یا روح وغیرہ اپنا اثر کرتے ہیں تو اس کا اثر مشینی (مکینیکل) اور کیمیاوی (کیمیکل) دونوں بیک وقت ہوتے ہیں۔ جن کو وہ مزاج کی صورت میں بیان کرتی ہے۔ یعنی گرم وتر وگرم خشک اور سرد تر وسرد خشک اور اس کے برعکس بھی بیان کیا جا سکتا ہے، تر گرم وخشک گرم اور تر سرد اور خشک سرد۔ لیکن الٹا بیان کرنے کی بجائے طب کی کیفیات کے درجے مقرر کر دیئے ہیں۔ جو چار درجے تک ہیں، اور ان ہی کی کمی بیشی سے تقدم وتاخر کا پتہ چل جاتا ہے جس سے اس کی مشینی اور کیمیاوی صورتیں سامنے آ جاتی ہیں۔ یعنی جس کیفیت میں تیزی اور زیادتی ہوتی ہے وہ عضوی یا مشینی ہوتی ہے۔ اور جس میں ہلکا پن اور کمی ہوتی ہے وہ دموی یا کیمیاوی ہوتی ہے۔ اور اس کا تعلق دوسرے عضو کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد اب یہ بات ذہن نشین کریں کہ جب کوئی شے یا امر جسم پر اثر کرتا ہے تو اس کا مشینی اثر کسی ایک عضو پر شروع ہو تو اس کے فعل میں تیزی ہوتی ہے، اور اس کا کیمیاوی اثر جسم کے دیگر عضو پر اثر انداز ہو کر اس کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ گویا پہلا اثر اگر مرض تصور کر لیں تو دوسرا اثر اس لئے شفاء ہے یہی مرض وشفا اور عمل ورد عمل کے افعال اعضاء سے روح تک پہنچ جاتے ہیں۔ جس میں تیزی ہوتی ہے، وہ غالب رہتا ہے اور اس طرح جسم اور روح کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ ان ہی حقائق پر زندگی اور صحت منحصر ہے۔ جو نظام ان اعمال کو قائم رکھتا ہے، اس کا نام قوت مدبرہ بدن ہے۔

ہومیوپیتھی میں جو علاج بالمثل کام کر رہا ہے وہ دراصل ادویات کی حد تک بالمثل ضرور ہے، کیونکہ مرض کی حالت میں ان ہی علامات کے تحت وہ دوا دی جاتی ہے جس دوا میں اس کی علامات پائی جائیں، لیکن دراصل وہ بالمثل بلکہ دوسرے عضو یا رد عمل (ری ایکشن) کے افعال تیز ہو جاتے ہیں جو اس کو کنٹرول کر رہا ہے اور یہی اس کے لئے شفاء ہے، ہمارے طریق علاج میں بھی یہی صورت کام کر رہی ہے۔ یعنی جب ہم دیکھتے ہیں کہ عضو کا فعل تیز ہے تو ہم اس کے بعد کے عضو کا فعل تیز کر دیتے ہیں۔ جس میں سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری قوت اور روح پیدا ہو جاتی ہے اور مرض رفع ہو کر شفا ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہم علاج میں جہاں تک شفاء کا تعلق نہ ہو صرف ہومیوپیتھی سے مماثلت رکھتے ہیں، بلکہ اس کی نسبت بہت جلد جسم وروح کے اعتدال کو قائم کر دیتے ہیں۔ یہی صورت طب کے مزاج میں بھی قائم ہے، یعنی جب ہم ان کے مزاج بدلتے ہیں تو اس کے مشینی اثر کو بدل کر کیمیاوی اثر کو تیز کر دیتے ہیں۔ اسی قسم کی صورت آیورویدک میں بھی ہے۔ یعنی ایک دوش کے بعد دوسرا دوش بدل دیتے ہیں۔ اس کے تین دوشوں میں کف زیادہ ہوتا ہے۔ تو اس کا کیمیاوی اثر وات کی طرف جاتا ہے، ہم وات کو بڑھانا شروع کر دیتے ہیں اور جب وات میں تیزی ہو جاتی ہے تو اس کا کیمیاوی اثر پت کی طرف جاتا ہے، ہم پت بڑھانا شروع کر دیتے ہیں اور جب پت میں شدت ہوتی ہے تو اس کا کیمیاوی اثر کف کی طرف ہوتا ہے، اور کف بڑھا کر پت کو شانت دے دیتے ہیں۔

یہ صورت نظریہ مفرد اعضاء میں بھی سمجھ لیں کہ جب اعصاب میں تیزی ہوتی ہے تو جسم میں بلغم ورطوبات اور کف بڑھ جاتا ہے۔ اس کا کیمیاوی اثر عضلات کی طرف ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم عضلات کو تیز کر دیتے ہیں۔ جب عضلات میں تیزی ہوتی ہے تو سودا اور ریاح اور وات بڑھ جاتا ہے، اس کا کیمیاوی اثر غدود کی طرف ہوتا ہے، ہم غدود کے فعل میں تیزی کر دیتے ہیں، جب غدود میں تیزی ہوتی ہے تو صفراء وحرارت اور پت بڑھ جاتا ہے، جس کا کیمیاوی اثر اعصاب کا تیز ہونا ہے۔ اس کا یہ عمل مشینی وکیمیاوی، عمل ورد عمل اور مرض وشفا کی صورتیں فطری طور پر قائم رہتی ہیں۔ فطرت کبھی نہیں بدلتی کیونکہ وہ سنت اللہ ہے اور قدرت کے قبضہ میں ہے۔ یہ ہے ہمارا وہ فطری طریقہ شفا جس کا عشر عشیر بھی فرنگی طب کے پاس نہیں ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم فوراً اس کو اپنا کر کے دُنیا میں پھیلا دیں اور فرنگی طب پر اپنی فوقیت ثابت کر دیں۔

بخار کی علامات عامہ

بخار کی علامات عامہ میں سب سے بڑی علامت خود بخار ہے یعنی غیر طبعی حرارت کی زیادتی۔ اس زیادتی میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے یا باری سے آتی ہے، یا مسلسل آتی ہے۔ اس بڑی علامت کے علاوہ دوسری بڑی علامت اس غیر طبعی حرارت کا اثر ہوتا ہے یعنی بدن کا جلنا جس کے ساتھ تیسری علامت گھبراہٹ ہوتی ہے اور چوتھی علامت تحلیل کی وجہ سے ضعف پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ان چار علامات کے ساتھ رطوبات کی زیادتی، بلغم، تھوک، زکام، قے، اسہال اور پیشاب کی زیادتی وغیرہ۔ عضلات کی علامات اس کے برعکس ہوں گی۔ یعنی بے خوابی، بے چینی، غشی، بڑبڑانا، خشکی، سانس کی تنگی، نزلہ بند، منہ اور گلا خشک ریاح اور نفخ کی زیادتی، قبض اور پیشاب میں کمی وغیرہ۔ غدی علامات مندرجہ بالا دونوں علامات سے جدا ہوں گی، کبھی نیند کبھی بیداری، عام طور پر غنودگی، کمزوری زیادہ ہوش و حواس درست، رطوبات کی بہت کمی، نزلہ، منہ، گلا، سینہ و معدہ میں جلن، ابکائی، پیچش اور پیشاب میں جلن وغیرہ علامات پائی جاتی ہیں۔

ان مخصوص علامات کے علاوہ مرکب علامات بھی پائی جائیں گی۔ مثلاً سوزش، ورم، خارش، بھوک و پیاس، غم وغصہ اور خوف وگھبراہٹ وغیرہ بھی پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح بدن پر پھوڑے پھنسیاں، دانے، چھالے، زخم اور مختلف اقسام کی علامات کا پایا جانا۔

علامات کا ذہن میں رکھنا نہایت ضروری اور اہم ہے۔ کیونکہ یہی علامات کسی نہ کسی عضو خصوصاً مفرد عضو کی خرابی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ گویا علامات ایسے نشانات ہیں جن سے حالت صحت اور حالت مرض کا پتہ چلتا ہے۔ یہ علامات اکثر امراض کو سمجھنے، ان کے فروق اور تشخیص کے لئے دلائل بنائے جاتے ہیں اور ان ہی کی راہنمائی میں امراض کی ماہیت، نام امراض اور تقسیم امراض کئے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مرض اس حالت کا نام ہے جب اعضاء کے افعال کی خرابیوں کو جاننے کے لئے ان علامات کو جاننا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ان پر دلالت کرتی ہے۔ یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب ہم امراض اور ان کی علامت کو الگ الگ ذہن نشین کر لیں۔ ایسا نہ ہونا چاہئے کہ اوّل ہم امراض اور علامات کا فرق ہی نہ سمجھ سکیں، ہر علامت کو مرض اور مرض کو علامت کہہ دیں۔ جیسا کہ فرنگی طب میں درج ہے، یعنی چھینک بھی مرض ہچکی بھی مرض اور شدید پیاس کو بھی مرض میں شمار کر لیا ہے۔ یہ تو معمولی علامات ہیں وہ تو بڑی بڑی علامات کو بھی مرض کہتے ہیں۔ جیسے نزلہ، زکام، سوزش و ورم، بخار اور درد سر وغیرہ۔ گویا ان کے ہاں امراض اور علامات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (تفصیل کے لئے مبادیات طب، تحقیقات نزلہ وزکام پر ہمارے مضمون تقسیم امراض میں دیکھیں)۔

بخاروں کے علاج عمومی

بخاروں کے عمومی علاج میں تین باتیں نہایت اہم ہیں۔

اوّل: مریض کو آرام سے لٹا دیں، اگر سردی لگ رہی ہے تو بند کریں تو اس کو گرم پانی پلائیں اور گرم کمرے میں رکھیں اور گرم کپڑوں میں لپیٹ دیں۔

دوسرے: ہر قسم کی غذا بند کر دیں، جب شدید بھوک لگے تو سیال یا نیم سیال غذا دیں، گویا ایسی غذا جس کے ہضم کرنے میں اعضاء غذائیہ پر بوجھ نہ پڑے۔

تیسرے: پیاس کے وقت تازہ یا نیم گرم پانی یا قہوہ یا چائے دیں۔ مریض اگر مجبور کرے کہ ٹھنڈا پانی پیئے گا تو اس کو ایک بار پیٹ بھر کر ٹھنڈا پانی دے دیں۔ مگر پھر وہی نیم گرم ہی دینا چاہئے۔ ناتجربہ کار معالج اور کتابی حکیم ٹھنڈک کی تاکید کرتے ہیں۔

مریض کے کمرے میں روشنی اور ہوا کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہئے۔ لیکن کمرے کا درجہ حرارت کبھی ٹھنڈا رکھنے کی کوشش نہ کریں۔ عام طور

پر معتدل ہونا چاہئے۔ بلکہ اگر مریض پسند کرے تو گرم ہی ہونا چاہئے۔ فرنگی ڈاکٹر ہمیشہ گرمیوں بلکہ سردیوں میں تازہ ہوا اور روشنی کی خاطر کمرے کے ٹمپریچر کو بھی ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔ گرمویں میں برف، کولروں اور پنکھوں سے کمرے کو ٹھنڈار کھتے ہیں۔ یہ طریق غلط ہے۔ اس طرح بخاروں میں بے حد خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کیونکہ بخاروں میں مقصد ٹھنڈک پہنچانا نہیں ہے اور نہ ہی ٹھنڈک پہنچانے سے بخار اُترا کرتے ہیں۔ بخار کی حرارت غریبہ کو حرارت غریزہ سے بدلنا ہے۔ حرارت غریبہ حرارت غریزیہ سے ٹھنڈی ہوتی ہے۔ اگر مریض کو بغیر سوچے سمجھے ٹھنڈک پہنچائی گئی تو یقین رکھیں کہ حرارت غریبہ کی مدد اور حرارت غریزیہ کی مخالفت ہوگی۔ نتیجہ میں بخار زیادہ اور مزمن زیادہ ہوگا۔ بلکہ حمی یوم سے حمی عفونت اور پھر دق میں تبدیل ہو جائے گا۔ پھر سوزش اور ورم میں تو یہ صورتیں انتہائی نقصان رساں ہیں۔

بغیر سوچے بخار کے مریض کو پھل یا پھلوں کے رس نہ پلائیں ان سے بھی مندرجہ بالا خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یاد رکھیں کہ بخاروں نے ہر صورت میں جسم کے اندر آکسیجن کی زیادتی کرنا ہے، سرد رطوبت سے آکسیجن اور بھی دب جاتی ہے۔ اس طرح ہر قسم کے بخار میں غسل کرنا اچھا نہیں ہے۔ البتہ گرمی و تپش کے حمی یوم میں تازہ پانی سے غسل کراتے ہیں۔ بلکہ بغیر اشد ضرورت گرم پانی سے بھی غسل نہ دیں۔ اگر جسم پر غلاظت ہو تو نیم گرم پانی میں کپڑا یا اسفنج تر کر کے جسم کو صاف کر دیں۔ البتہ مریض کا ہاتھ منہ روزانہ نیم گرم پانی سے دھلا دیں۔ دانت صاف کر دیں۔ بالوں پر کنگھی کریں اور صاف کپڑے اور بستر جلد بدل دیا کریں۔ اس کے پاس خوشبو رکھنا بھی مفید ہے۔

بخاروں کے علاج میں خاص امور یہ ہیں کہ بخار اُتارنے کی کوشش نہ کریں، غیر ذمہ دار اور ناتجربہ کار معالج اکثر بخار اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بیرونی ٹھنڈک کے علاوہ اندرونی طور پر شیرہ، شربت اور برف وغیرہ استعمال کراتے ہیں، فرنگی ڈاکٹر فیور مکسچر اور اسپرین وغیرہ کے مرکبات دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ مریض پر ظلم کرنا ہے۔ مریض کے استفراغ کے لئے جلدی نہ کریں۔ کیونکہ بغیر تشخیص کے مسہل وقے اور ادرار و پسینہ آور ادویات کا استعمال کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ اس طرح استفراغ کے ساتھ حرارت بدن بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ اور پھر فوراً اس حرارت کا پیدا کرنا مشکل ہے۔ دیگر یہ مشکل پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ہر بخار کا مواد اپنے خاص عضو کے راستہ خارج ہوتا ہے۔ اس طرح اگر بغیر سوچے سمجھے استفراغ کر دیا گیا تو معالج مشکلات میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

علاج میں آسان صورت یہ ہے کہ مفرد عضو جس میں خرابی ہے اس کی تشخیص کریں اور جس مقام پر سکون محسوس کریں اس کو ہلکی سی تحریک دے دیں۔ اگر اس کا اثر خاطر خواہ نہ ہو تو تحریک شدید کر دیں۔ اگر قبض ہو تو اسی عضو کی مناسبت سے ملین کر دیں اگر پیچش ہو تو بند نہ کریں۔ بلکہ صرف مسکن عضو کو تحریک کر دیں۔ اسی طرح قے اور ابکائی وغیرہ بند نہ کریں۔ بلکہ اعضاء کی مناسبت سے علاج جاری رکھیں۔ اسی طرح اسہال بند نہ کریں بلکہ تشخیص کے مطابق ادویات دے دیں۔ چاہے ملین دوا ہی کیوں نہ استعمال کرنی پڑے۔ اس طرح ٹمپریچر کو بھی کم نہ کریں وہ فوراً چند منٹوں میں کم ہو جائے گا۔ البتہ یہ خیال ضرور رکھیں کہ مرض کی شدت ہو تو دوا کا وقفہ کم سے کم کر دیں۔ مثلاً عام طور پر دو تین یا چار گھنٹے بعد دوا دی جاتی ہے۔ ایسے موقعہ پر ایک ایک گھنٹہ بعد یا نصف گھنٹے بعد بلکہ بوقت ضرورت پندرہ پندرہ منٹ کے بعد بھی دوا دے کر فوراً مریض کی تسلی کر کے اپنا نام پیدا کر سکتے ہیں۔

بخار کی ابتدا و شدت اور اختتام

(۱) **بخار کی ابتداء:** بخار کی ابتداء میں عام طور پر سردی لگتی ہے، جس کو لرزہ کہتے ہیں۔ بعض بخاروں میں لرزہ نہیں ہوتا، ان بخاروں کی ابتداء میں سستی، انگڑائی، اعضاء شکنی شروع ہو جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ یہ حرارت انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ انسان گرم کپڑے یا گرم چائے کی خواہش کرتا ہے۔

(۲) **بخار کی شدت**: بدن میں بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ حرارت شروع ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ یہ حرارت انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ منہ خشک ہو جاتا ہے اور حواس بگڑ جاتے ہیں۔

(۳) **بخار کا اختتام**: یہ کئی طریق سے ہوتا ہے، بحران ہو کر بخار دور ہو جاتا ہے، اس صورت میں جسم کے فضلات یا رطوبات یا خون جیسے پیشاب اور پاخانہ، قے وغیرہ یکبارگی اخراج پانا شروع ہو جاتے ہیں یا نکسیر وغیرہ چھوٹ جاتی ہے اور بخار اُتر جاتا ہے۔ بذریعہ تحلیل ہو کر بخار دور ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں نہ مواد نہ رطوبات اور خون اخراج پاتا ہے بلکہ چند روز میں حرارت جسم کم ہو کر بخار اُتر جاتا ہے۔ دونوں کی صورتیں درج ذیل ہیں۔

بحران

یہ ایک یونانی لفظ ہے اور شیخ الرئیس کے قول کے مطابق اس کے لفظی معنی ایک دشمن کا دوسرے دشمن پر غلبہ پانا ہے۔ گویا طبیعت کا مرض کے مقابلہ میں سخت جدوجہد کرنا ہے۔ جس کے ذریعے مریض کے جسم میں ایک نمایاں تغیر ہوتا ہے۔ اگر طبیعت مرض پر پورے طور پر غالب آ جائے تو مرض دفع ہو کر شفاءِ کلی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس حالت کو بحران محمود یا بحران کامل کہتے ہیں۔ اگر مرض کا غلبہ طبیعت پر ہو جائے جس کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے، اس بحران کو رڈی تام کہتے ہیں۔ بحران کی حقیقت سے انکار نہیں ہے اور طب کا بہت بڑا کمال ہے کہ جو ہزاروں سال سے چلا آ رہا ہے۔ اس سلسلہ میں جو قوانین بیان کئے گئے ہیں اگر ان پر پورا پورا عبور ہو تو نتائج اکثر صحیح آتے ہیں۔ جہاں پر نتائج صحیح نہیں آتے وہاں پر مریض کی بد پرہیزی اور ماحول کی خرابی یا علاج کی غلط نگرانی ہوا کرتی ہے۔

بحران کیا ہے؟ یہ سالہا سال کے ایسے تجربات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں بخار اتنے عرصہ میں فلاں طریق اور فلاں یوم اتر جائے گا۔ اگر فلاں فلاں علامات واقع نہ ہوئیں تو بحران محمود کامل نہیں ہوگا۔ رڈی اور نقصان رساں ہوگا۔ ان تجربات سے ہر بخار کے لئے ایک مدت اور ایک راستہ مقرر ہے۔ اس مدت میں اور اس خاص راستہ سے اتر جائے گا اور بخار کے دوران میں کیا کیا خرابیاں ہونے کا امکان ہے جو معالج بھی بخاروں کا علاج کرے اس کے لئے فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس بخار کے درمیان واقع ہونے والے خطرات کو مدنظر رکھے بحران کی تفصیلات طب کی کتب میں ملاحظہ کریں۔

تحلیل سے مراد ہے کہ حرارت کی زیادتی سے بخار کا سبب رفع ہو رہا ہے اور درجہ حرارت رفتہ رفتہ گر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ مریض کے جسم میں چستی، چہرے پر رونق اور طبیعت میں بشاشت کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ تحلیل جید ہے کیونکہ کبھی تحلیل کے ساتھ جسم میں ضعف، چہرہ پر مردنی اور طبیعت میں بوجھل پن کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں، اور مریض پر بے اُمیدی چھا جاتی ہے۔ اصل میں یہ تحلیل مرض نہیں ہوتی، بلکہ تحلیل جسم اور قویٰ ہوتی ہے، جس کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے۔ اس کو تحلیل سوء کہتے ہیں۔

تحلیل دراصل طبیعت یا معالج کی مرض پر صحیح گرفت ہے۔ اگر معالج ذہین اور علم و فن سے آگاہ ہے تو وہ بخاروں پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اس کو طبیعت کے رحم و کرم اور مریض کی غفلت پر نہیں چھوڑتا اور کامیاب رہتا ہے۔ تحلیل کی ایک مثال یہ ہے کہ اگر جسم پر کوئی پھوڑا پیدا ہو جائے اور اس کا علاج نہ کیا جائے اور طبیعت خود بھی مضبوط ہو تو دس پندرہ یوم میں وہ پھوڑا پک کر پھوٹ جائے گا۔ اور پھر بھی اگر اس پر کوئی مرہم وغیرہ نہ لگائی جائے تو دس پندرہ روز میں خود بخود بھر جائے گا۔ یہ مثال بحران کی ہے۔ لیکن لائق معالج اسی پھوڑے پر حسب ضرورت پلٹس لگا کر ایک دو روز میں پکا کر پھوڑ دے گا۔ پھر کوئی مناسب مرہم لگا کر دو تین روز میں بھر دے گا۔ یہ صورت تحلیل کی ہے۔

اگر کوئی معالج ہمیشہ تحلیل کی مثال سامنے رکھے اور بخار پر بھی گرفت رکھے تو وہ ہر بخار کو قبل از وقت بھی اتار سکتا ہے۔ مگر یہ کام ہر کس

ناکس کا نہیں ہے۔البتہ جو لوگ مفرد اعضاء کے نظریہ کو اچھی طرح اپنالیں تو ان کے لئے ایسے کامیاب اور معجزہ نما علاج کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔یہ تحقیقات جو ہم نے پیش کی ہیں،فرنگی طب میں بالکل نہیں پائی جاتیں۔یہ صرف اس لئے پیش کی جارہی ہیں کہ اس کو بہت جلد شکست دی جاسکے۔

تقسیم حمیات بالمفرد اعضاء

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت بخاروں کی تقسیم بالاعضاء ہی کی گئی ہے ورنہ طب یونانی کے تحت بھی تقسیم کر کے علاج لکھے جاسکتے ہیں۔لیکن اس طرح ہم کو یہ لکھنا پڑتا ہے کہ فلاں بخار کس عضو کے تحت ہے۔اب مختلف عضو لکھ کر اس کے تحت جو بخار آتے ہیں،ان کو لکھ دیا جائے گا۔تاکہ اعصابی،عضلاتی وغدی جدا جدا ہو جائیں۔اور یہ تکلیف اس قدر بااصول اور باقاعدہ ہے کہ ایک طرف تشخیص آسان ہوگی اور دوسری طرف علاج بہت سہل ہو جائے گا۔ساتھ ہی کیفیاتی ونفسیاتی،مادی وفعلی،عفونتی وتخمیری اور شرکی وکیمیاوی سب کی بالاعضاء تقسیم ہو جائے گی جو ایک ہی نظر میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ مفرد اعضاء چونکہ تین قسم کے ہیں،اس لئے بخار بھی تین ہی اقسام میں تقسیم ہوتے ہیں۔

- اعصابی بخار
- عضلاتی بخار
- غدی بخار

چونکہ ہر عضو کے غیر طبعی افعال تین ہیں،یعنی تحریک،تسکین اور تحلیل اس لئے کل نو بخار ہوئے۔البتہ اسباب کے مختلف ہونے کی وجہ سے ایک ہی قسم کے بخاروں کو بار بار بیان کر دیا گیا ہے۔مثلاً ایک بخار اگر بیرونی تپش کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور وہی بخار اندرونی طور پر گرم شے کے کھانے سے پیدا ہوتا ہے۔تو یہ بخار مختلف اقسام میں نہیں شمار ہوں گے۔بلکہ ایک ہی بخار کہلائے جائیں گے۔اسی طرح بعض بخار اسباب کی شدت وخفت کی وجہ سے مختلف صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔جیسے چیچک اور خسرہ وغیرہ ایک ہی نوعیت کے بخار ہیں۔البتہ شدت وخفت کا فرق ہے۔بعض بخار مقامات کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔جیسے محرقہ معائی اور ذات الجنب دونوں غدی بخار ہیں۔ان کے برعکس بعض بخار ایک ہی مقام پر مختلف ہوتے ہیں۔مثلاً پھیپھڑوں میں حمی بلغمی،ذات الجنب اور ذات الریہ وغیرہ یہی صورت دماغی بخاروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی مفرد عضو میں مختلف بخار پیدا ہو جاتے ہیں۔مثلاً امعاء میں اعصابی تحریک سے سادہ بخار یا سوزش اور ورم امعاء سے شدید بخار بن جائے۔لیکن تشخیص اسی ایک ہی عضو کے افعال کی کمی بیشی اور ضعف ہی مدنظر رکھا جائے گا۔چاہے اس میں تحریک ہو یا تسکین وتحلیل کی صورت ظاہر ہو اس علاج میں بھی وہی صورت قائم رہے گی۔اور معالج بھی ہر مشکل سے محفوظ رہے گا۔

ان بخاروں کی تقسیم اس طرح ہوگی:عصبی تحریک کا بخار (سادہ بخار)،عصبی تسکین کا بخار (عفونتی بخار)،عصبی تحلیل کا بخار (دق وسل)،غدی تحریک کا بخار (سادہ بخار)،غدی تسکین کا بخار (عفونتی بخار)،عضلاتی تحلیل کا بخار (دق وسل)۔تفصیل درج ذیل ہے۔

حمی عصبی تحریک: حمی ثلجی،حمی خوف،حمی وجعی،حمی سوزش،ورمی،کثرت محنت دماغی،کثرت ریاضت جسمانی،حمی سوئے ہضمی،اسی طرح استفراغی،زکامی،عطشی،اسہالی وغیرہ۔

حمی عصبی تسکین: وہ بخار جو بلغم کی عفونت سے پیدا ہوتا ہے،اس کی دو قسمیں ہیں:(۱) مواظبہ،جو باری سے آتا ہے،اس کی باری روزانہ آتی ہے۔(۲) لثقہ لازمی بخار۔

حمی اعصابی تحلیل: دماغی واعصابی (سل ودق)۔

حمی عضلاتی تحریک: حمی تپسی، حمی فرجیہ، حمی شرابی، حمی جوعی، حمی سدی، حمی فکریہ، حمی تخمی، حمی سوزشی دوری، حمی سوئے ہضمی۔

حمی عضلاتی تسکین: وہ بخار جو خون کے جوش سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اگر خون کے جوش سے بخار پیدا ہو تو اس کو سونوخس کہتے ہیں۔ اگر عفونت سے جوش پیدا ہو تو اس کو مطبقہ کہتے ہیں۔

عضلاتی تحلیل: ریوی وعضلاتی (دق وسل)۔

حمی غدی تحریک: حمی عصبی، حمی حزنی، حمی شمسی، حمی نزلی، حمی سوزشی دوری، حمی زحیری۔

حمی غدی تسکین: یہ صفراوی بخار ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ○ حمی غب، باری کا بخار ہوتا ہے۔ ○ حمی محرقہ، لازمی بخار ہوتا ہے۔ حمی غب کی باری تیسرے روز آتی ہے اور محرقہ ہر تیسرے تیز ہو جاتا ہے۔

حمی غدی تحلیل: دق وسل۔

تقسیم حمیات میں بے اصولی و بے ترتیبی

فرنگی طب میں بخاروں کی تقسیم کسی اصول اور ترتیب کے مطابق نہیں کی گئی جیسا کہ اس کا ایک نقشہ ہم فرنگی طب کے تحت دے چکے ہیں۔ کہیں متعدی اور غیر متعدی بخار درج ہیں۔ کہیں مرکب اعضاء کے ماتحت لکھ دیئے ہیں۔ کہیں صرف عصبی بخار درج کر دیئے ہیں۔ کہیں وبائی اور موسمی کی تقسیم ہے۔ سب سے زیادہ عجیب تقسیم سادہ بخاروں کی ہے۔ اوّل تو ان کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اگر کہیں ہے تو اس کو اس بے ترتیبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ بالکل غلط بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح طب یونانی میں بھی سادہ بخاروں (حمی یوم) کو بالاعضاء تو بیان نہیں کیا لیکن ان کو بالقویٰ اور بالارواح ضروری بیان کرنا چاہیئے تھا۔ انہوں نے ہر قسم کے بخاروں کو چاہے کیفیاتی ونفسیاتی ہوں یا مادی وفعلی ہوں سب کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کو ہر قویٰ اور ہر روح کے ماتحت الگ الگ بیان کرنا چاہیئے تھا۔ جیسا کہ ہم نے تحریک کے بخار بیان کئے ہیں۔ اس سے جہاں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس مفرد عضو کے ماتحت آتے ہیں وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کس روح، کس قوت اور کس جذبہ میں ماتحت آ جاتا ہے۔ اس سے صرف ہومیوپیتھی کی علامات سامنے آ جاتی ہیں تو دوسری طرف تشخیص میں آسانی اور علاج میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

وبائی وموسمی اور متعدی ومقامی بخار

وبائی بخار عفونتی بخار ہوتے ہیں، اکثر موسمی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں یا خاص خاص موسم میں پیدا ہوتے ہیں۔ گویا موسم کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور فضا میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ تعفن جسم انسان میں تسکین کے مقام پر جو رطوبت ہوتی ہے ان میں بھی تعفن پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے بخار پیدا ہو جاتا ہے۔ چونکہ ان کی عفونت میں انتہائی شدت ہوتی ہے، اس لئے یہ ایک دوسرے سے بھی لگ جاتے ہیں۔ یعنی متعدی ہوتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ جب تک کسی مفرد عضو میں خرابی پیدا نہ ہو یا جسم کے کسی عضو میں تسکین واقع نہ ہو کوئی وبائی اور موسمی بخار نہیں ہو سکتا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ ان دنوں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو مبتلا وباء نہیں ہوتے اور نہ ہی ان کو کسی قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔ وبائی امراض کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ ایک مرض یا تکلیف بیک وقت بہت سے لوگوں کو ہو جاتی ہے۔

موسمی بخار اور وبائی بخار زیادہ تر موسم برسات، خزاں اور بہار میں ہوتا ہے۔ مرطوب مقامات اور پہاڑی علاقوں کے دامن میں اس کی

کثرت ہوتی ہے۔ شمالی ہند میں شاذ و نادر ہی کوئی شخص اس کے حملہ سے محفوظ رہتا ہے۔ اس میں جوان آدمی زیادہ تر مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی طرح انتہائی گرمی یا انتہائی سردی یا موسم کے علاوہ یہ صورتیں پیدا ہوں تو وبائیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اسی صورت میں مقامی بخار بھی ہیں، یعنی جس علاقہ کا جو مزاج ہوتا ہے، جب وہ موسم آتا ہے تو اس مزاج میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ موسم خراب ہو جاتا ہے۔ اکثر وبا کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بعض علاقوں میں خاص قسم کے حیوانات مثلاً مکھی، مچھر، پسو، جوئیں، چوہے اور بلیاں وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ جن کے کاٹنے سے زہریلے اجزاء جسمانی اعضا کے افعال میں بگاڑ کر بخار پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن علاج کے سلسلہ میں یاد رکھیں کہ ان حیوانات اور جراثیم کے پیچھے بھاگنے اور تحقیقات کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ زہر کس قسم کا ہے۔ اس کا تریاق ہمارے جسم میں پیدا ہو چکا ہے۔ یعنی جسم میں کیمیاوی صورت پیدا ہو گئی ہے جس کا نتیجہ دوسرے اعضاء پر ظاہر ہو رہا ہے۔ اس کے فعل کو تیز کر دو ہر قسم کے بخاروں کو شرطیہ آرام ہو جائے گا۔ فرنگی طب اس راز سے واقف نہیں ہے۔ وہ ایک عضوئے متعدی معلوم کر کے بھی امراض اور بخاروں میں شرطیہ علاج نہیں کر سکی۔ البتہ اپنے تجارتی دھوکے سے دُنیا کو بہت پریشان کیا ہے۔

سوداوی بخار

سوداوی بخاروں کا ذکر حمی ربع کے سلسلہ میں آتا ہے جس کے دو اقسام ہیں۔ ربع لازمیہ اور ربع دائرہ، جو چار روز کے بعد آتا ہے۔ لازمی چوتھے روز تیز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خمس، سدس، سبع (پانچویں، چھٹے، ساتویں) کے بخاروں اور کالا زار کو بھی سوداوی بخاروں میں شمار کیا ہے۔

ہم سوداوی بخاروں کے اسی طرح قائل ہیں جیسے سودا کے ایک خلط کی حیثیت سے قائل ہیں۔ لیکن تمام سوداوی بخار اعصاب و عضلات اور غدد کے تحت آجاتے ہیں اور علاج بھی ان کے تحت ہی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سودا بذاتِ خود ایک خلط ہے، لیکن غیر طبعی سودا اکثر خون و بلغم اور صفراء کے جل جانے سے بن جاتا ہے۔ یہ تینوں عضلات و اعصاب اور غدد کے تحت آجاتے ہیں، اس لئے جس عضو کی خرابی سے سوداء پیدا ہوتا ہے، اس کے مطابق ہی جب مقام سکون کو تحریک دیتے ہیں تو سودا اعتدال پر آجاتا ہے۔

مزید معلومات کے لئے یہ امر سمجھ لیں کہ مقام طحال تمام جسم کے غدد جاذبہ کا مرکز ہے۔ خون کے جسم میں خرچ ہونے کے بعد کیمیاوی طور پر جو فضلات اکٹھے ہوتے ہیں، وہ غدد جاذبہ خصوصاً طحال میں کیمیاوی طور پر (کسی نالی سے نہیں) کیونکہ غدد جاذبہ بغیر نالی کے غدد ہیں۔ اکٹھے ہو جاتے ہیں، جہاں وہ سوداء میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہاں سے کیمیاوی طور پر عضلات خصوصاً معدہ کے عضلات پر ترشہ پاتے ہیں۔ جس سے عضلات میں انقباض اور اس میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔

عام غدد کے افعال کے متعلق یہ سمجھ لیں کہ وہ اعصاب کی تیزی سے ترشہ کرتے ہیں اور عضلات کی تیزی سے رطوبات کو روکتے ہیں۔ لیکن غدد جاذبہ ان کے خلاف کام کرتے ہیں وہ اعصاب کی تیزی سے رطوبات کو روکتے ہیں۔ اور عضلات کی تیزی سے رطوبات کو گراتے ہیں۔ اس لئے ہر قسم کے غدد میں دونوں کے نظام پائے جاتے ہیں۔ اور وہ باری باری کام کرتے ہیں۔ اس لئے جب کسی ایک کا فعل رُک جاتا ہے تو دوسرے پر بھی اثر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر جگر اور طحال کے امراض مشترکہ ہیں۔ مثلاً جب عظم طحال ہوتا ہے تو عظم جگر بھی ہوتا ہے۔ موسمی بخاروں میں جہاں جگر کا فعل خراب ہو جاتا ہے وہاں طحال کا فعل بھی بگڑ جاتا ہے۔ اکثر جگر کی سوزش سے پیلا یرقان اور حمی صفراوی پیدا ہو جاتا ہے تو طحال کی تحریک سے سیاہ یرقان اور حمی اسود پیدا ہو جاتا ہے۔

طب تسلیم کرتی ہے کہ سودا خون کو غلیظ کرتا ہے، ہڈی و کری اور رباطات اور اوتار کی غذا بنتا ہے۔ لیکن فرنگی طب سودا سے انکار کرتی ہے اور آج تک کسی طبیب اور حکیم نے جواب نہیں دیا۔ اچھے اچھے جگادری اطباء اور حکیم فرنگی کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔ لیکن ہمارا چیلنج ہر وقت فرنگی ڈاکٹر کو ہے۔ وہ طب کے کسی نقطہ پر ہاتھ رکھ کر غلط کہہ دے۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تسلی بخش جواب دیں گے۔ سودا کے متعلق بھی فرنگی ڈاکٹر اور فرنگی حکیم (فرنگی حکیم وہ ہے جنہوں نے فرنگی طب کی تائید اور حمایت کی ہے اور طب یونانی کی ترقی کے لئے اس کو شامل کرنے کے مشورے دیئے ہیں اور ان کے کالجوں میں طب یونانی کے ساتھ طب فرنگی کی تعلیم بھی ہوتی ہے) کان کھول کر سن لیں جو کریات انسجہ الحاقی سبب ہوتے ہیں، اور پھر یہی انسجہ الحاقی ضرورت کے وقت انسجہ اعصابی، انسجہ عضلاتی اور انسجہ غدی میں تبدیل ہو جاتے ہیں (جس کی تفصیل ہماری کتاب ''تحقیقات اعادہ شباب میں دیکھیں)۔ یہ ہے کہ سودا یہ ہیں اس کے اعمال اور بخار۔ اُمید ہے کہ فرنگی ڈاکٹر اور فرنگی اطباء کی تسلی ہوگئی ہوگی۔ ہم مزید تسلی کرنے کو بھی تیار ہیں۔

کیفیاتی ونفسیاتی اور ذائقے کے مفرد اعضاء پر اثرات

یہ امر بھی سمجھ لیں کہ جس طرح اشیاء اور امراض کے مفرد اعضاء پر دو اثرات ہوتے ہیں ایک فعلی اور دوسرا کیمیاوی اور کیمیاوی اثر دوسرے عضو کی طرف جاتا ہے۔ اسی طرف کیفیات بیک وقت دو اثر کرتی ہیں۔ اسی طرح عضو کے ساتھ دو عدد جذبے اور دو عدد ذائقے پائے جاتے ہیں۔

نفسیاتی جذبات اعصابی میں خوف اور ندامت، عضلاتی میں لذت اور مسرت، غدی میں غصہ اور غم اور اسی طرح ذائقے میں۔ اعصاب میں شریں اور پھیکا، عضلات میں ترش اور تلخ، غدد میں چرپرا اور نمکین۔ جس طرح فعلی و کیمیاوی اور کیفیاتی اثرات ایک دوسرے میں مل کر نئی صورتیں پیدا کر دیتے ہیں، اسی طرح جذبات اور ذائقے بھی آپس میں نئے اثرات پیدا کر دیتے ہیں۔ جس طرح تین رنگ مل کر کئی رنگ پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنے سے علاج میں بے حد سہولتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

علاج حمیات

حمی تحریک اعصابی، حمی یوم روحانی، اعصابی تیزی کے بخار

تشریح: طب یونانی میں حمی یوم یعنی سادہ بخاروں کو جس کی پیدائش نفسیاتی اور مادی وفعلی صورتیں ہیں، ان کی تین صورتیں ہیں:

اوّل: حمی یوم روحانی نفسیاتی۔ **دوم**: حمی یوم روحانی نفسانی۔ **سوم**: حمی یوم روح طبعی۔

آج تک ان تمام اقسام کے حمی یوم کو آپس میں گڈمڈ کر دیا ہے ان کو دیکھ کر کوئی ان میں سے اس وقت تک تمیز نہیں کر سکتا، جب تک وہ نظریہ مفرد اعضاء سے واقف نہ ہو۔ ہم نے نہ صرف روح کے بخار کو الگ الگ بیان کیا ہے، بلکہ ان کے تحت ہر ممکن بخار کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن چونکہ سبب دور کرنے کے بعد علاج ایک ہے، اس لئے دوا ہر ایک کے لئے ایک ہی قسم کی لکھی ہیں۔

حمی تحریک اعصابی کے بخارات

حمی ثلج، حمی خوف وجعی، حمی سوزش، حمی ورمی، بخار کثرت محنت دماغی، بخار کثرت ریاضت جسمانی، تکان اعصابی، حمی سوئے ہضمی، حمی استفراغی، حمی عطشی، حمی اسہالی، حمی نومی، حملی لیلی۔

ماھیت بخار: اعصاب میں غیر معمولی تحریک ہونے سے روح نفسانی عارضی حرارت سے گرم ہو جاتی ہے۔ پھر یہ حرارت سل کے ذریعے تمام

خون اور جسم کو گرم کر دیتی ہے۔ اس قسم کے بخار کی پیدائش بیرونی اسباب سے ہوتی ہے۔ یہ بخار اگرچہ خطرناک نہیں ہوتے، لیکن علاج کی غلطی سے نقصان ہونے کا امکان ضرور ہوتا ہے۔

اسباب: مندرجہ بالا تمام اقسام کے حمی یوم کو ہم اسباب شمار کر لیں، ان میں ان تمام کیفیات و نفسیاتی جذبات اور مادی و فعلی کا ذکر آ جاتا ہے جن سے اعصاب میں تحریک یا سوزش اور ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ تحریک کو پہلا درجہ، سوزش کو دوسرا درجہ، اور ورم کو تیسرا درجہ خیال کریں۔ علاج میں بھی ان ہی تینوں صورتوں کو ذہن میں رکھیں۔

علامات: تحریک اعصابی کے بخار اکثر ابتداء میں جسم پر کوئی غیر معمولی اثر پیدا نہیں کرتے، کیونکہ ان صورتوں میں ابتداء میں سوئے مزاج سادہ واقع ہوتا ہے۔ نبض، قارورہ اور چہرہ زیادہ متاثر نہیں ہوتا۔ یا اس قدر کم ہوتا ہے کہ احساس کم ہوتا ہے۔ اور ان بخاروں میں بحران بھی نمایاں نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی عفونتی بخاروں کی کوئی علامات پائی جاتی ہیں۔ ان بخاروں کی ایک ہی باری ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا تمام بخاروں میں جو بخار ہوگا، اس کی علامات نمایاں ہوں گی۔ اور جب تک یہ علامات قائم رہیں گی، اس وقت تک وہ بخار ضرور رہے گا۔ ان میں زیادہ وقت سوزشی اور ورمی بخار لیتے ہیں۔ ادویات کی صورت کی بیشی کو مدنظر رکھتے ہوئے علاج کریں۔

تاکید: پہلے بخار کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ذہن نشین ہو جائے، آئندہ صرف اعضاء کے افعال ہی بیان کئے جائیں گے۔

علاج: چونکہ اعصاب کی تحریک اور تیزی کی حالت ہوتی ہے، اس لئے اس کی کیمیاوی وجہ سے دو صورتیں ہوں گی:

① اعصابی غدی - تر گرم ② اعصابی عضلاتی - سرد تر

مفرد اعضاء کی صورتیں یہ ہوں گی: اعصاب میں تحریک، غدد میں تحلیل اور عضلات میں سکون۔ البتہ پہلی صورت میں تری کے ساتھ کچھ گرمی بھی قائم ہوگی۔ اور دوسری صورت میں تری کے ساتھ سردی ہوگی۔ دونوں صورتوں میں عضلات کی طرف رطوبات کی زیادتی یعنی تسکین ہے۔

اوّل صورت یہ قائم ہوگی کہ اعصاب میں فعلی اثر کے ساتھ عضلات میں کیمیاوی صورت قائم رہے گی۔ یعنی اوّل صورت میں کیمیاوی تحریک دوڑ رہی ہے۔ اس لئے اوّل صورت میں مقام شفا خود اعصاب کی تحریک تیز کر کے حرارت کو کم ختم کرتا ہے۔ دوسری صورت میں عضلات کو تیز کر کے رطوبات کو خشک کرتا اور اعصاب میں تحلیل پیدا کر کے اس کی تحریک یا سوزش یا ورم کو ختم کرنا ہے۔

علاج کی گویا صورت یہ قائم ہوئی کہ تحریک کو ہمیشہ اُلٹ دینا چاہئے یعنی اعصابی غدی سے اعصابی عضلاتی اور اعصابی عضلاتی سے عضلاتی اعصابی۔ طب یونانی میں یہ صورت ہوگی، تر گرم سے سرد تر، اور سرد تر سے سرد خشک۔ گویا ایک کیفیت کو بیک وقت ختم کیا جائے تاکہ طبیعت بڑی سہولت کے ساتھ صحت کی طرف آگے کی طرف چلی جائے۔ اس طرح جب خشکی پیدا ہو جائے گی تو عضلات کی تیزی سے خود بخود حرارت غریزیہ پیدا ہونا شروع ہو جائے گی۔ اور اسی کا نام شفاء ہے۔

دوا، تدابیر اور غذا کے استعمال سے بھی ان ہی تحریکوں کو بھی بدلنا ہے جب اعصابی غدی حالت ہو تو اس کے لئے دواء محرک اعصابی عضلاتی یا محرک شدید اعصابی عضلاتی دیں۔ اگر قبض ہو ملین اعصابی عضلاتی دیں، شدید قبض ہو یا اسہال مقصود ہوں تو مسہل اعصابی عضلاتی دیں۔ اسی طرح دوسری صورت میں یعنی اعصابی عضلاتی کا اُلٹ عضلاتی اعصابی ادویات دیں اور تدابیر کریں اور ادویات میں اسی طرح محرک عضلاتی اعصابی یا محرک شدید عضلاتی اعصابی یا ملین عضلاتی اعصابی یا مسہل عضلاتی اعصابی استعمال کریں۔ آرام کے بعد مقوی اعصابی عضلاتی یا مقوی عضلاتی اعصابی استعمال کر سکتے ہیں۔ اس علاج کے ساتھ ساتھ اسباب کو رفع کرنے کی بھی کوشش کریں۔

تاکید: پہلے بخار کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ ذہن نشین ہو جائے اور آئندہ صرف اعضاء کے افعال ہی زیادہ بیان کئے جائیں

گے تاکہ طوالت سے بچ سکیں۔

حمی تسکین عضلاتی، حمی بلغمیہ، عفونتی بخار

تشریح: طب یونانی میں اس بخار کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) **مواظبہ:** جو باری سے آتا ہے اور اس کی باری روزانہ ہوتی ہے۔

(۲) **لثقہ:** لازمی بخار ہے، لثقہ کے معنی تری اور رطوبت کے ہیں۔ چونکہ بلغم میں تری اور رطوبت ہوتی ہے اس لئے اس بخار کو لثقہ کہتے ہیں۔ دراصل بلغم کے یہی دو اقسام ہو سکتے ہیں، لیکن ان کے علاوہ اور بھی بلغمی بخار ہیں، جیسے حمی انقیالوس (اندر سردی، باہر گرمی)، حمی لیفوریا (اندر گرمی، باہر سردی)، حمی غشیہ، حمی مرکبہ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بخار کے تمام اقسام جدا جدا بالکل نہیں ہیں بلکہ بلغمی بخار کے مادے کی کمی بیشی درون عروق اور بیرون عروق شدت اور خفت وغیرہ ہیں۔ بلکہ بلغمی بخار کے جو اقسام بیان کئے گئے ہیں ان کو دو خیال نہ کریں۔ دونوں ایک ہی ہیں۔ ایک ہی مفرد عضو کی خرابی سے ہوتا ہے۔ ایک قسم کے اسباب اور تقریباً ایک ہی قسم کی علامات ہوتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مواظبہ کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اور وہ ہلکا ہونے سے قبل اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ وبائی صورت میں جو عصبی بخار ہوتے ہیں جیسے چیچک وخسرہ اور ان کے مختلف اقسام چیچک کے اقسام ہیں:

جدری متفرق، جدری متصل، جدری دموی، جدری مہلک، جدری حقیف۔

جدری متفرق خسرہ کے اقسام

حمیقا (موتیا، ستیلا)، حمی قرمزہ (لال بخار)، خسرہ جرمنی وغیرہ۔ اسی طرح محرقہ بطنیہ اور محرقہ دماغی اور ان کے شدت اور خفت اور مقامات کے علاوہ مختلف اقسام وغیرہ بھی دراصل بلغمی بخار ہیں۔ ان سب میں اعصاب میں تسکین ہوتی ہے۔ اور مقام تسکین میں تعفن ہوتا ہے۔ کبھی مادہ میں تعفن زیادہ ہوتا ہے اور کبھی وہ غلیظ ہوتا ہے۔ کبھی مادہ عروق کے اندر غلیظ و متعفن ہو جاتا ہے اور کبھی عروق کے باہر متعفن ہوتا ہے۔ ان تمام صورتوں کو اگر آپس میں ضرب مرکب کیا جائے جو اقسام اوپر بیان کی گئی ہیں ان سے بھی زیادہ بنتے ہیں۔ ذرا زیادہ غور کریں تو حمیات سوداء اور طاعون اور حمی لفاسیہ بھی اعصابی بخار ہیں۔

غیر ضروری اقسام: ہماری یہ کوشش ہے کہ ہم ان غیر ضروری اقسام کو سمیٹ دیں جن سے علاج میں سہولت ہونے کی بجائے تشخیص اور علاج میں مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ اس غیر ضروری کو ہٹا لینے سے بخاروں کے علاج میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بلکہ علاج یقینی اور بے خطا ہو جائے گا۔ اگر کسی فرنگی ڈاکٹر یا فرنگی حکیم کو اعتراض ہو تو ہم ہر وقت جواب دینے کو تیار ہیں۔

اسباب: جب اندرونی اور بیرونی طور پر رطوبات میں تعفن ہوتا ہے، اندرونی تعفن، جب اعصابی رطوبات اور بلغم میں تعفن ہوتا ہے تو عام بلغمی بخار پیدا ہوتا ہے اور جب بیرونی، فضائی اور موسمی تعفن ہوتا ہے تو وبائی اور موسمی بخار پیدا ہو جاتا ہے۔ وباء کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہماری کتاب ''تحقیقات نزلہ زکام وبائی'' کا مطالعہ کریں، جس میں تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

علامات: ان بخاروں میں سب سے بڑی علامت رطوبت کی زیادتی اور حرارت کی کثرت ہوتی ہے، مگر اس بخار میں بھی غدد کی وہی دو صورتیں ہوتی ہیں: (۱) غدی اعصابی (گرمی تری)۔ (۲) غدی عضلاتی (گرمی خشکی)۔

سردیوں کی ابتداء اور بہار کی ابتداء میں اکثر ایسے امراض پیدا ہوتے ہیں جن میں رطوبات کی کثرت ہوتی ہے۔ اکثر ایسے بخاروں کی

ابتداء لرزہ اور سردی کی زیادتی سے شروع ہوتی ہے اور بدن جلد گرم نہیں ہوتا۔ اور جب بدن گرم ہوتا ہے تو اس کی گرمی بھی زیادہ محسوس نہیں ہوتی۔ پیاس اکثر نہیں ہوتی، بھوک کم ہو جاتی ہے، بدن ڈھیلا اور چہرے پر بھربھراہٹ ہوتی ہے۔ منہ میں رطوبات کی زیادتی، بلغمی قے اور اسہال، قارورہ رقیق اور اکثر سفید یا زردی مائل سفید یا سرخی مائل زرد ہوتا ہے۔ یہ بخار اکثر ایسے لوگوں کو ہوتا ہے جن کے مزاج میں رطوبات زیادہ ہوتی ہیں۔

یہ بخار اکثر زیادہ عرصہ رہتے ہیں۔ ان میں وقفہ بھی نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ کچھ کم ضرور ہو جاتے ہیں، گرم اترتے نہیں اور پھر تیز ہو جاتے ہیں۔ اکثر مہینوں رہتے ہیں اس بخار کا دق سے اکثر شبہ پڑتا ہے۔ اس کا فرق یہ ہے کہ ان بخاروں میں تسکین اعصابی ہوتی ہے۔ اور دق میں اعصابی تحلیل ہوتی ہے۔ جس کی تحقیق تحریک دیکھنے سے ہو سکتی ہے۔

دیگر خاص علامات جن کو دیکھ کر مستقل بخار سمجھ لیا گیا ہے۔ مثلاً اگر اندر سردی باہر گرمی ہو تو اس کو انقیالوس، اگر اندر گرمی اور باہر سردی ہو تو اس کو لیفوریا کہتے ہیں۔ معدہ میں خون کی بہت کمی ہو جاتی ہے، ایسے بخاروں میں اعصابی غدی تحریک ہوتی ہے، جس سے جسم میں صفراوی مادہ کا بھی اثر باقی ہوتا ہے۔

وبائی بخاروں کی خاص علامات پیاس اور بے چینی، غشی، قے اور پاخانہ کے ساتھ سیاہ اور گندی چیزیں خارج ہوتی ہیں۔ چیچک کا مادہ مقدار میں زیادہ اور تر بھی ہو جاتا ہے۔ گویا اعصابی عضلاتی ہوتا ہے۔ اور خسرہ کا مادہ کم اور صفراوی ہوتا ہے۔ یعنی اعصابی غدی ہوتا ہے، چیچک اور خسرہ والوں کے خون میں یہ جوش دو قسم کا ہوتا ہے: طبعی اور غیر طبعی۔

طبعی جوش اصلی حرارت اور اصلی قوتوں کے عمل سے آتا ہے، جیسا کہ بچوں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ بچوں کے خون میں دودھ اور خواتین میں حیض سے جو تر فضلات پیدا ہوتے ہیں، انہیں طبیعت دفع کرنا چاہتی ہے۔ اور خون کا غیر طبعی جوش بیرونی اسباب سے پیدا ہوتا ہے۔ جن میں رطوبات کے لئے تعفن کو خاص دخل ہے۔ ناک میں خارش نیند میں ڈراؤنے خواب، بدن پر چبھن، چہرے پر سرخی، خسرہ کی پھنسیاں باجرہ کے دانے کے برابر ہوا کرتی ہیں۔ ان کے ظہور سے پہلے گول گول سرخ رنگ کے خطوط ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر اسی مقام پر دانے نکل آتے ہیں۔ ان میں پیپ نہیں پڑتی اور صحت کے وقت باریک خشک ریشہ اُتر آتا ہے۔ چیچک میں دانے نکل آتے ہیں، اور مسور کے برابر اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں۔ وہ جب پختہ ہو جاتے ہیں ان میں پیپ پڑ جاتی ہے۔ تپ لازم رہتا ہے، اوّل بڑھتا ہے پھر قائم رہتا ہے اور پھر اترنا شروع ہو جاتا ہے۔

حمی محرقہ بطنی

جس کو حمی معویہ بھی کہتے ہیں، جس میں حرارت ایک دم انتہاء کو پہنچ جاتی ہے۔ اور شدید عصبی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ اس میں مریض نہایت کمزور، زبان خشک، لب خشک، ان پر پپڑیاں جم جاتی ہیں۔ زبان بھوری یا سیاہ اور اس پر میل جمی ہوتی ہے۔ اکثر 21 سے 24 روز تک رہتا ہے۔ پیچش اکثر ہو جاتی ہے، جسم پر دانے نکل آتے ہیں، جس کو مبارکی کا نام دیتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں یرقان ہو جاتا ہے۔ حمی محرقہ دماغی کی اس میں ابتداء ہوتی ہے۔

حمی نفاسیہ

جو بعد از ولادت ہوتا ہے، نفاس کے پورے طور پر اخراج نہ پانے اور ولادت کی تکلیف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ نفاس بہت جلد متعفن ہو کر حرارت غریبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اگر تعفن نہ بھی ہو تو بھی بخار ہونا ضروری ہے۔ وجع المفاصل اور حمی نقرس بھی ان ہی بخاروں میں شامل ہیں۔

تحقیقات کا کمال

ہماری تحقیقات کا کمال یہ ہے کہ جس قدر بڑے بڑے مشہور اور پیچیدہ بخار ہیں، ان کی نہ صرف حقیقت بیان کر دی گئی ہے، بلکہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ سب کے سب اعصابی تسکین سے پیدا ہوتے ہیں۔

خاص مطابقت یہ ہے کہ جب اعصاب میں تسکین ہوتی ہے، تو غدد میں تحریک اور عضلات میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ اعصابی سکون کے ساتھ طحال کے فعل میں بھی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ اس متعفن مادہ کو اصلاح کے لئے قلب میں پہنچنے کی ضرورت ہے۔ لیکن مواد رطوبات کی شکل میں رقیق ہے یا جسم کے اندر اور باہر جم گیا ہے۔ وہاں پر طبیعت مدبرہ بدن حرارت غریبہ کو تیز کرتی ہے، اور تعفن بھی پیدا کرتی رہتی ہے۔ جب حرارت مناسب ہو جاتی ہے تو پھر مواد یکدم یا رفتہ رفتہ عضلات (قلب) یا غدد سے اعصاب کی طرف پھر دل سے گرم ہو کر عضلات کو جاتا ہے۔

اس لئے ان بخاروں میں اوّل روز بروز حرارت بڑھتی ہے اور پھر عضلات کی طرف جا کر تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور اس طرح ایک طرف پیدائش جاری رہتی ہے اور دوسری طرف سے اخراج جاری رہتا ہے یوں تعفن ختم ہو جاتا ہے۔ تو پھر پسینہ آ کر یا دانے نکل کر رفتہ رفتہ بخار اترنا شروع ہو جاتا ہے۔

اس کی مختلف صورتیں مادہ کی کمی بیشی، لزوجیت اور مقامات کے متعفن ہونے کی وجہ سے ہے۔ مختلف مقامات کی صورت اس طرح ہوتی ہے کہ ان کے اعصابی حصے میں سکون ہو کر وہاں رطوبات اور دیگر مادے رُک کر متعفن ہو جاتے ہیں، اس لئے مختلف مقامات کی وجہ سے تعفن اور جراثیم مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر نئی صورت کو جدا بخار تسلیم کر لیا ہے۔ مثلاً مادہ اگر پھیپھڑوں میں ہے تو حمی مواظبہ اور حمی الثقہ امعاء میں ہے۔ اگر اعصاب کی طرف رجوع ہے تو حمی انقیالوس، اگر عضلات کی طرف تعلق ہے تو حمی لیفوریا فم معدہ پر مواد ہے یا اس مواد میں تیزی ہے اور فم معدہ کی طرف جا رہا ہے تو حمی غشیہ کے نام رکھ دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت تسکین اعصاب ہوتی ہے اسی طرح اگر مواد امعاء میں ہو اور اس کا تعلق غدد سے ہو تو محرقہ بطنیہ اور اگر رجوع اعصاب کی طرف ہو تو محرقہ دماغی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ولادت کی تکلیف اور نفاس کے تعلق سے بخار حمی نفاسیہ کہلاتا ہے۔

وبائی بخاروں میں مواد جلد کے نیچے متعفن ہو جاتا ہے تو چیچک اور خسرہ کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان کی دیگر اقسام کا اظہار ہوتا ہے جن کی طرف ہم پہلے اشارات کر چکے ہیں۔ اس لئے ان امراض کی تشخیص اور اقسام کے چکر میں نہ پڑیں۔ صرف مفرد اعضاء کے تحت علاج کریں۔ انشاء اللہ یقیناً آرام ہوگا۔ اس طرح ہر قسم کے بخاروں کا کامیابی سے علاج کیا جا سکتا ہے۔

علاج: مفرد اعضاء کی تحریکات اور افعال کو سمجھیں چونکہ ان بخاروں میں تسکین اعصابی ہوتی ہے، اس لئے غدد میں تحریک اور عضلات میں تحلیل ہوتی ہے۔ دوا و تدابیر اور غذاؤں کی صورت میں اگر غدی عضلاتی تحریک ہو تو اس کو غدی اعصابی میں بدل دیں۔

اگر اعصابی غدی ہو تو اعصابی عضلاتی کر دیں۔ اگر مریض ابتدائی حالت میں ہو اور بخار شروع ہو رہا ہو تو بہتر یہ ہے کہ جو تحریک ہو وہی دواء و غذاء دیں اور تدبیر کریں تاکہ حرارت جلد پیدا ہو کر جلد تعفن ختم ہو جائے۔ اور حسب ضرورت تحریک بدل دیں۔ انشاء اللہ اوّل روز ہی سے مریض کو آرام ہونا شروع ہو جائے گا۔ اور اس کی بے چینی رفع ہوتی نظر آئے گی۔

ان بخاروں میں اس امر کا خاص خیال رکھیں کہ مریض کو مسہل وملین اور پسینہ آور ادویات نہ دیں۔ اس طرح حرارت جسم کم ہو کر یا مریض خراب ہو کر مشکل میں پڑ جائے گا۔ یا جلد موت واقع ہو جائے گی۔ ان بخاروں میں بہترین ادویات، غدی عضلاتی، غدی اکسیر، غدی

اعصابی محرک، محرک اعصابی غدی، محرک شدید اعصابی غدی، شدید ضرورت کے وقت اعصابی مسہل، اعصابی ملین، محرک اعصابی عضلاتی، ملین اعصابی عضلاتی، مسہل دیں۔

اگر چہ تسکین اعصابی ایک مرض ہے لیکن اس تسکین میں تعفن پیدا ہونا اس کا علاج اور اس کو صحت کی طرف لانا ہے۔ تعفن وتخمیر کو ختم نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا کہ فرنگی طب میں واقع تعفن (اینٹی سپٹک) اور جرم کش ادویات (جرمز کلر) استعمال کرتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ اس طرح رطوبات کا تخمیر اور تعفن ختم نہیں ہوتا بلکہ رُک جاتا ہے۔ اور اگر جلد تعفن سے اس رطوبت کو ختم کرنے کی کوشش کریں یعنی تحریک دیں کیونکہ طبیعت مدبرہ بدن خود تحریک پیدا کر رہی ہے۔ اور یہی اس کی اصلاح ہے۔ جس کے نتیجے میں وہاں حرارت غریزیہ پیدا ہو کر مرض دور کردے گی سخت تاکید ہے۔

حمی اعصابی تحلیل، دق وسل اعصابی

تشریح: حمی اعصابی تحلیل ایسا بخار ہے جس میں حرارت غریبہ اعصاب اور دماغ میں تحلیل شروع کر دیتی ہے، جس سے بدن کی رطوبتیں تحلیل ہو کر فنا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہاں پر یہ امر ذہن نشین کرلیں کہ یہ تحلیل حرارت غریبہ کی ہے جس سے سوزش بڑھتی ہے اور زخم پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ ابتداء میں ثابت کر چکے ہیں کہ حرارت غریبہ میں بذاتِ خود عفونت اور ترشی کا شدید اثر ہوتا ہے۔ اور دونوں اجزاء حرارت کے ساتھ مل کر جسم کو کھاتے ہیں۔ حرارت غریبہ کی تحلیل کا تصور اس طرح کریں کہ وہ جسم پر گرنے والی رطوبتوں اور جسم پر گری پڑی رطوبتوں کے علاوہ جسم کے اندر کی رطوبتوں کو خشک کر کے اب اعضاء کو کھانا شروع کر دیا ہے۔ یعنی ان کو گلانا سڑانا اور ان میں زخم پیدا کرنا۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جسم میں جب گلنا سڑنا شروع ہوتا ہے تو اس میں پیپ پڑ جاتی ہے۔ بغیر پیپ کے جسم میں یہ صورت پیدا نہیں ہوتی ہے۔ یہ دق وسل کی وہ تحقیق ہے جس سے فرنگی طب بالکل آگاہ نہیں ہے۔ اس میں نہ تحلیل کا تصور ہے اور نہ حرارت غریبہ کی صورت قائم ہے وہ دق وسل کو کیسے سمجھ سکتی ہے۔

یہ بخار ایک قسم کا بے قاعدہ بخار ہے جو کبھی لازمی اور کبھی نوبتی ہوتا ہے جب مقام تحلیل میں پیپ پیدا ہو جاتی ہے تو ایک ہلکے ورم کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تحلیل کی صورت میں جو بھی مواد تیار ہو کر خون میں شامل ہو جاتے ہیں وہ بخار کا موجب بن جاتے ہیں۔ سل کی صورت میں مواد پیپ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور خون کا اخراج بھی اسی تحلیل سے زیادہ دباؤ کے وقت ہوتا ہے۔ اس کا مواد اکثر پسینہ کے راستے سے خارج ہوتا ہے۔ اس لئے اکثر پسینہ آتا رہتا ہے اور مریض کمزور ہوتا رہتا ہے۔

ایک راز

راز کی ایک بات یہ ہے کہ دق وسل کی ابتداء ہمیشہ پھیپھڑوں سے شروع ہوتی ہے۔ اگر تحلیل اعصابی ہے تو ابتداء پھیپھڑوں کے اعصابی پردوں میں شروع ہوتی ہے۔ پھر جسم کے دیگر اعصاب اور مرکز دماغ تک پھیل جاتی ہے۔ اور جب تحلیل غدد ہوتی ہے تو پھیپھڑوں کی غشائے مخاطی سے ابتداء ہوتی ہے۔ اور پھر اس کا اثر جگر وگردوں تک بلکہ دیگر غدد تک پہنچ جاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کو امعائی دق کیوں کہتے ہیں؟ اس کا راز یہ ہے کہ جسم کی غدی امراض کا اکثر اظہار آنتوں کے غدد میں ہوتا ہے۔ اس کے باقی غدد مرض کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح جب تحلیل عضلاتی ہوتی ہے، اس وقت جرم شش پہلے متاثر ہوتے ہیں اور بعد میں دیگر عضلات پر اثر ہوتا ہے، جو قلب تک جاتا ہے۔

ایک اور راز

ایک راز یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ اگر سینہ کا ایکس ریز لیں تو وہ صرف پھیپھڑوں کے اثر کو تو ظاہر کرتا ہے مگر اس کے عصبی اور مخاطی پردوں

کا اظہار نہیں کرتا۔ کیونکہ پھیپھڑوں کے جرم میں چونا کیلشیم کی زیادتی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات بلغم اور خون تو اظہار کرتا ہے، مگر ایکس ریز خالی ہوتا ہے۔

دق و سل کے درجات

دق و سل کے تین درجات ہوتے ہیں۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ پہلے درجہ کا پتہ نہیں چلتا۔ لیکن یہ بات غلط ہے۔ جن لوگوں کے ذاتی تجربات اور تحقیقات ہیں ان کے لئے اس کی تشخیص، نبض، قارورہ اور بلغم سے معلوم کر لینا مشکل نہیں ہے۔ اس کی ایک عام پہچان یہ ہے کہ بخار کے ساتھ نفخ اور ہر وقت تھکن کا کافی مدت تک رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ پہلے درجہ میں جسم کے اعضاء کی رطوبات کم ہو جاتی ہیں۔ اور ان کا اعضاء پر گرنا تقریباً رُک جاتا ہے جس سے نفخ اور تھکن لازم ہو جاتی ہے۔ دوسرے درجہ میں اعضاء کی رطوبات کم ہو جاتی ہیں۔ تیسرے درجہ میں رطوبات غریزیہ پر اثر پڑ جاتا ہے۔ لیکن دوسرے اور تیسرے درجہ میں مریض اور اس کے لواحقین کو یقین ہو جاتا ہے، مگر دِل کی تسلی کے لئے یہ کہتے ہیں کہ یہ دق نہیں ہے، کوئی اور بخار ہے۔ لیکن چہرے یہ بتا رہے ہوتے ہیں کہ ان کے دِلوں میں خدشات پختہ ہو چکے ہوتے ہیں۔

اسباب: دق و سل کے اسباب واصلہ و فاعلہ اور متصلہ جراثیم نہیں ہیں، جیسا کہ ہم ابتداء میں بخاروں کے متعلق تحقیق کے ساتھ لکھ چکے ہیں، بلکہ مفرد اعضاء کی تحلیل ہے۔ اور جب تک کسی عضو میں تحلیل واقع نہ ہو دق و سل نہیں ہوتے۔ یہ یاد رکھیں جب تک کسی عضو کی مناعت (قوت مدافعت) ختم نہ ہو اور اس کی رطوبت فنا نہ ہو جائے۔ تحلیل واقع نہیں ہوتی اور نہ ہی ایک دوسرے سے لگتی ہے۔ بلکہ دق و سل کی غلط تشخیص کے بعد فرنگی طب کی ادویات کے استعمال سے فوراً پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب سے ہمارے ملک میں فرنگی آیا ہے دق و سل بہت بڑھ گیا ہے اور بڑھتا جا رہا ہے۔ امریکن سرخ گندم اور آلو کے استعمال سے اس قدر ہو گیا ہے کہ اس کا روکنا حکومت کے بس کا روگ نہیں ہے۔

دق و سل کی پیدائش میں غذا کی بے قاعدگی، خالص اشیاء خصوصاً خالص گھی کا میسر نہ ہونا اہم چیزیں ہیں۔ بناسپتی گھی کے استعمال سے دق اور سل بہت جلد انسانوں کو دبا لیتا ہے۔ بناسپتی گھی کی بجائے تیل کا کھانا مضر نہیں ہے۔ بلکہ بناسپتی کا استعمال یقیناً دق و سل پیدا کر دیتا ہے۔

اس بخار کے اسباب میں نفسیاتی اثرات کے علاوہ دیگر حمی یوم اعصابی اور اعصابی عفونتی بخار بھی اپنا اپنا اثر کر کے اس کو پیدا کر دیتے ہیں۔ کسی بخار کو فوراً روک دینا یا اتارنے کی کوشش کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے۔ اگر اس بخار کا حملہ جوانی اور گرم ممالک اور گرمی میں زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ گرمی میں تحلیل ہوتی ہے۔

علامات: ہضم کی خرابی، مسلسل تھکن، اور ہلکی حرارت کا رہنا، نزلہ زکام اور بلغم کا رہنا۔ جب تک پیپ پیدا نہ ہو سل پیدا نہیں ہوتا، بلکہ دق رہتی ہے، غدد جاذبہ کا پھول جانا خاص طور پر خنازیر کا ظاہر ہونا حمی تحلیل عصبی کی صورتیں ہیں۔

اس بخار میں چونکہ اعصاب میں تحلیل ہوتی ہے اس لئے عضلات میں تحریک اور غدد میں تسکین ہوتی ہے۔ جسم میں خشکی کی زیادتی مگر مریض حرارت کی زیادتی محسوس نہیں کرتا۔ البتہ اس صورت میں کمزوری باقی صورتوں سے کم ہوتی ہے۔

علاج: اس مرض سے ڈرنا نہیں چاہئے، یہ قابل علاج مرض ہے۔ البتہ فرنگی طب میں اس کا یقینی بے خطا علاج بالکل نہیں ہے۔ ہم نے عرصہ تین سال سے اس کا نسخہ اور علاج شائع کر دیا ہے۔ ساتھ ہی چیلنج کر دیا ہے کہ جس کو اس نسخہ سے آرام نہ ہو ہم مبلغ سو روپیہ انعام دیں گے۔ یہ نسخہ اور علاج تحقیقات دق و سل (ٹی بی) نمبر میں شائع کیا گیا۔ اس کتاب کے متعلق بھی ہمارا چیلنج ہے کہ اگر کوئی ہماری تحقیقات تپ و سل کو غلط قرار دیتا ہے تو ہم مبلغ پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔ نسخہ صرف ایک ٹکے میں تیار ہوتا ہے۔

نسخہ: ایک حصہ آک کا دودھ اور 15 حصے خالص ہلدی ملا لیں۔ **خوراک**: ایک رتی سے آٹھ رتی تک ہمراہ نیم گرم پانی دِن میں ہر تین گھنٹے بعد

دیں۔**غذا:** سیال جس میں تیسرا حصہ گھی کا ہونا چاہئے۔ جو انتہائی شدید بھوک کے وقت کھانی چاہئے۔

صرف تین روز میں خون بند ہو جاتا ہے۔ ایک ہفتہ میں بخار اتر جاتا ہے اور دو ہفتے میں کھانسی رُک جاتی ہے۔ اور تین ہفتے میں بالکل آرام آ جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ طاقت آ جاتی ہے۔ مریض شرطیہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔

دق وسل (ٹی بی) کے علاج میں ہماری تحقیقات کا جو راز ہے وہ یہ ہے کہ مرض کاربن اور ترشی کی کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کا علاج ایسی دافع ترشی ادویات اور اغذیہ ہیں جن میں حرارت ہونی چاہئے۔ جن کے نتیجہ میں جسم ایک دم گرم رطوبت کا ترشہ ہوتا ہے۔ جو ایک طرف خشکی کو رفع کر دیتی ہے اور دوسری طرف کاربن اور ترشی کا تحلیل اور تیزی دور کر دیتی ہے۔ اس مرض میں دافع تعفن (اینٹی سپٹک) قاتل جراثیم ادویات استعمال نہیں کرنا چاہئیں۔ ایسی اکثر ادویات اکثر وہاں پر تحلیل و تیزی بڑھا دیتی ہیں یا بخار اُتار کر وہاں حرارت بالکل ختم کر دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے حرارت غریزیہ جو زندگی تک مقابلہ کر رہی ہوتی ہے، وہ بھی ٹھنڈی ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔

تپ دق وسل میں بغیر سوچے سمجھے ادویات نہیں استعمال کر دینی چاہئیں۔ بعض لوگ ہاضم اور مقوی ادویات کے استعمال کی کوشش کرتے ہیں۔ یا زخم بھرنے کی ادویات کو استعمال میں لاتے ہیں۔ جیسے کچور اور کاربالک وغیرہ۔ یاد رکھیں ہر سرخ رنگ کی دوا کے اندر تیزاب و ترشی اور کاربن ہے۔ سرخ رنگ بھی اس لئے پیدا ہو گیا ہے ان سے دور رہیں۔

حمی تحریک غدی، حمی یوم روح طبعی، غدی تیزی کے بخار

تشریح کے لئے دیکھیں حمی تحریک اعصابی۔

تحریک غدی کے بخار:

(۱) حمی عصبی (۲) حمی حزنی (۳) حمی نزلی (۴) حمی سوزشی (۵) حمی زحیری۔

ماهیت بخار: غدد میں غیر معمولی تحریک ہوتی ہے۔ جس سے روح طبعی گرم ہو جاتی ہے۔ یا روح طبعی کسی سبب سے گرم ہو کر غدد میں تحریک کا باعث ہوتی ہے۔ جس سے اس کے فعل میں تیزی ہو جاتی ہے۔ پھر یہ عارضی حرارت دِل کے ذریعے تمام خون اور جسم کو گرم کر دیتی ہے یہ اسباب بادیہ یعنی بیرونی اسباب سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سادہ بخار یا حمی یوم اگرچہ خطرناک نہیں ہوتے لیکن اگر علاج میں احتیاط نہ برتی جائے تو دق وسل میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔

اسباب: مندرجہ بالا بخاروں کو ہی اسباب سمجھ لیں اور ان کے علاوہ بھی ہر قسم کے کیفیاتی و نفسیاتی اور مادی و فعلی اسباب جن کا تعلق جگر یا روح طبعی سے ہے حمی تحریک غدی پیدا کر سکتے ہیں۔ بلکہ یہی تحریک بڑھتی جائے تو سوزش اور ورم کی صورت بھی اختیار کر لیتی ہے۔ اس لئے تحریک کو پہلا درجہ سوزش کو دوسرا درجہ اور ورم کو تیسرا درجہ خیال کریں۔ علاج میں بھی ان تینوں صورتوں کو قائم رکھیں۔

علامات: اس قسم کے بخاروں میں چونکہ حرارت کا زیادہ تر اثر روح تک ہوتا ہے اور جسم کم متاثر ہوتا ہے اس لئے مریض اکثر بہت کم بے چینی اور کمزوری محسوس کرتا ہے۔ چونکہ سوئے مزاج سادہ میں تبدیل ہوتی ہے، اس لئے نبض قارورہ میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں ہوتی ہے، نبض میں تیزی ضرور آ جاتی ہے، قارورہ وزردی یا زردی سرخی مائل ہو جاتی ہے۔ چہرہ پر معمولی زردی ظاہر ہوتی ہے۔ البتہ دو تین روز کے بعد بخار میں تیزی اور اثرات میں شدت ہو جاتی ہے۔ ان بخاروں میں لرزہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے، ہوتا بھی ہے تو احساس بہت کم ہوتا ہے۔ اسی طرح بخاروں میں بھی بحران نمایاں نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی ان میں عفونتی بخاروں کی کوئی علامت پائی جاتی ہے۔ ان بخاروں میں عام طور پر

ایک ہی باری ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا جو بھی بخار ہوگا اس کی علامت پائی جائیں گی اور جب تک اسباب علامات قائم رہیں گی، بخار ضرور رہے گا۔ ان کے علاج میں زیادہ کوشش سوزشی ورمی بخاروں میں کرنی چاہئے۔ کیونکہ ان کے نتائج دوررس ہوتے ہیں۔

علاج: چونکہ غدد میں تحریک اور تیزی کی حالت ہوتی ہے، اس لئے اس کی فعلی اور کیمیاوی دو صورتیں ہوں گی۔

(۱) غدی عضلاتی - گرم خشک (۲) غدی اعصابی - گرم تر۔

تمام جسم میں مفرد اعضاء کی یہ صورت ہوگی کہ غدد میں تحریک عضلات میں تحلیل اور تمام اعصاب میں تسکین تمام جسم کیمیاوی حالت کی صورت میں صفراء کی پیدائش زیادہ ہوگی۔ گویا وہ نقشہ جو اعصابی تسکین کا اوپر گزر چکا ہے۔ مگر تسکین کے مقام پر تعفن نہیں ہے۔ گویا اس کی پہلی صورت میں گرمی اور صفراء کی پیدائش اور ان کا اخراج بند ہوگا۔ دوسری صورت میں گرمی اور صفراء کی پیدائش کے ساتھ ساتھ ان کا اخراج بھی جاری ہوگا۔ دونوں صورتوں میں اعصاب میں سکون ہی ہوگا۔ البتہ اوّل صورت زیادہ اور دوسری صورت میں کم ہوگا۔ گویا غدد میں فعلی صورت اور عضلات میں کیمیاوی صورت۔ دوسری حالت میں غدد میں فعلی صورت کے ساتھ اعصاب کی طرف کیمیاوی صورت ہوگی۔ اس لئے اوّل صورت میں مقام شفا غدد ہے۔ دوسری صورت میں مقام شفاء اعصاب ہیں، اس لئے جب تحریک غدی عضلاتی ہوگی تو اس کو اعصاب کی طرف پلٹ کر غدی اعصابی کردیں گے۔

تحریک غدی اعصابی ہو تو اس کو پلٹ کر تحریک اعصابی غدی کردیں گے۔ اس طرح اوّل صورت میں گرمی اور صفراء کی جو کمی ہوگی وہ پوری ہو جائے گی۔ اور دوسری صورت میں گرمی اور صفراء کی جو زیادتی ہے اس کا اخراج شروع ہو جائے گا۔ غدد کی سوزش اور ورم ہر دو ختم ہو جائیں گے۔ بس اس کا نام یقینی بے خطا شفاء ہے۔

دوا و غذا اور تدبیر کے لئے اوّل صورت میں محرک غدی اعصابی دیں۔ بوقت ضرورت ملین غدی اعصابی دیں۔ اسہال لانے مطلوب ہوں تو مسہل غدی اعصابی دیں۔ انشاء اللہ پہلے ہی روز مریض کو افاقہ ہوگا۔ البتہ غذا اور دیگر تدبیر کا بھی اسی طرح خیال رکھیں۔ یعنی ان کا آرام، اسباب کا دور کرنا اور ماحول کا مناسب بنانا ضروری ہیں۔ اگر یہ سمجھ رہے ہیں کہ تا حال حرارت اور صفراء کی جسم میں کمی ہے تو جو حالت بخار کی ہو اس کو ہی تیز کردیں۔ اور جب آرام ہو جائے تو مقوی ادویات انہیں تحریکات کی استعمال کرا سکتے ہیں۔

حمی تسکین عضلاتی

حمی صفراوی عفونتی، غدی تسکین کا بخار۔

تشریح: طب یونانی میں صفراوی بخار کی دو صورتیں ہیں، (۱) حمی غب - باری کا بخار (۲) حمی محرقہ - لازمی بخار۔ حمی غب کی باری تیسرے روز آتی ہے اور حمی محرقہ ہر تیسرے روز تیز ہو جاتا ہے۔

حمی غب خالصہ: اطباء میں یہ ایک بحث ہے کہ حمی غب خالص ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے اور بعض کہتے ہیں نہیں ہو سکتا۔ دونوں کا فرق اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ غب خالصہ زیادہ سے زیادہ کل سات روز ہوتا ہے اور اس کی نوبت جلدی آئے گی اور باقاعدہ رہے گی اور جلد دور ہو جائے گی۔ اس کے برعکس غب غیر خالصہ سات یوم سے زیادہ رہتا ہے، نوبت دیر سے بے قاعدہ رہتی ہے اور دیر تک رہتی ہے۔ یہ فرق صرف اس لئے ہے کہ غب خالص اپنی حرارت کی وجہ سے مادہ کو جلد تحلیل کر دیتا ہے۔

ایک بحث یہ ہے کہ کیا صفراء خالص متعفن ہو سکتا ہے جب کہ اس کو خود دافع تعفن تسلیم کیا گیا ہے۔ جب یہ حقیقت ہے کہ صفراء

خالص متعفن ہی نہیں ہوسکتا تو پھر خالص صفراء کا بخار کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ جب حمی غب پیدا ہو تو غیر خالص صفراء سے پیدا ہوگا۔ اس کو شطر الغب کہتے ہیں۔

دلچسپ تحقیق: جو لوگ نظریہ مفرد اعضاء اور اس کی تشریح اور افعال سمجھ لیں گے وہ یہ دلچسپ انکشاف معلوم کر کے بہت حیران ہوں گے کہ جس بخار کو صفراوی بلکہ خالص صفراوی بخار کہا جاتا ہے بلکہ محرقہ کہتے ہیں وہ دراصل بلغمی بخار ہے۔ کیونکہ جگر میں کافی مقدار میں بلغم اور رطوبت اکٹھی ہوجانے سے وہاں تعفن ہوجاتا ہے۔ اور جس بخار کو بلغمی کہتے ہیں وہ دراصل صفراوی خالص بخار ہے۔ چونکہ اس وقت اعصاب میں تسکین ہوتی ہے اور وہاں کا بلغم متعفن ہوجاتا ہے۔ اس لئے اس کو بلغمی بخار کہا گیا ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ بلغمی بخار ہی یرقان ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں غدد میں تحریک ہوتی ہے۔ صفراء کی پیدائش ہوتی ہے مگر اخراج نہیں ہوتا۔ دراصل جس بخار کو محرقہ بطنیہ اور محرقہ دماغی کہا جاتا ہے، وہی بخار خالص صفراوی ہیں چونکہ تعفن بلغم اور صفراء کے ملنے سے ہوتا ہے، اس لئے اس کو بلغمی سمجھا جاتا ہے۔

یہ وجہ ہے کہ اطباء کو بخاروں کی تشخیص خصوصاً محرقہ صفراء، محرقہ بطنیہ اور محرقہ دماغی بلکہ شطر الغب میں دقت ہوتی ہے۔ اور بڑے بڑے جگادری اطباء اور حکماء نے انتہائی غلطیاں کی ہیں۔ صرف اطباء پر بس نہیں ہے فرنگی ڈاکٹروں نے تو ان سے بھی زیادہ غلطیاں کی ہیں۔ وہ ہمیشہ ملیریا، ٹائیفائیڈ، ٹائیفس، نمونیا، پلورسی، اور جیکسن پاکس، سمال پاکس اور ٹی بی کی تشخیص میں ایسی فاش اور خوفناک غلطیاں کی ہیں جن کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ افسوس موقعہ نہیں ہے ورنہ ضرور چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ ملیریا کے بیان میں آپ کو کچھ واضح ہوجائے گا کہ انہوں نے ملیریا کا کیا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ قارئین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے۔

صرف بلغم سے بخار پیدا ہوتا ہے

اہل علم اور صاحب فن اس انکشاف کی داد دیں گے کہ بخار صرف بلغمی (لمف) کے تعفن سے ہوتے ہیں۔ نہ کوئی صفراوی بخار ہے اور نہ ہی سوداوی بخار ہے، یعنی جب بلغم خالص متعفن ہوتا ہے جیسا کہ تسکین اعصابی میں ذکر کیا ہے تو بہت سارے بخار پیدا ہوتے ہیں۔ جن میں سے اکثر خوفناک ہیں اور جب یہی بلغم جگر میں صفراء سے ملتا ہے تو صفراوی بخار پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ خالص صفراء تو متعفن ہی نہیں ہوسکتا۔ اور جب بلغم سوداء کے ساتھ متعفن ہوتا ہے تو سوداوی بخار پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ خالص سوداء میں تعفن ممکن ہے۔ تعفن کس میں پیدا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کو بلغمی بخاروں میں لکھا ہے جس میں صفراء اپنے انتہاء کو ہوتا ہے۔ اور وہ رطوبتوں کو جلا دیتا ہے۔ اور جو تھوڑی بہت رطوبت باقی ہوتی ہے ان میں سوداوی بخاروں کی صورتیں قائم ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح دموی بخار بھی کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ خالص دموی مزاج میں سرخ ذرّات (ریڈ کارپسلز)، سرخ مادہ (ہوموگلوبین) اور نسیم (آکسیجن) اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ وہاں پر کاربن ڈائی اکسائیڈ (حرارت غریبہ) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر تعفن کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔ ہاں! البتہ جب خون میں ماہیت کی زیادتی ہوتی ہے یا عضلات میں رطوبات متعفن ہوتی ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے تو ہم ایسے بخاروں کو دموی کہتے ہیں۔ ورنہ صفراوی وسوداوی اور دموی بخاروں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اب حکماء واطباء اور اہل فن وصاحب علم خود اندازہ لگائیں کہ فرنگی طب میں ایسی تحقیقات کہاں ہیں؟ کیا وہ ہماری تحقیقات کا مقابلہ کرسکتا ہے؟ پھر یہ بھی اندازہ لگائیں کہ ان کی تحقیقات پانچ چھ سو سالوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ جن میں ہزاروں سائنس دانوں نے کام کیا ہے۔ اس میں یورپ کے تمام ممالک، امریکہ اور جاپان وغیرہ بلکہ دیگر وہ ممالک جو ان کے ساتھ مل کر فرنگی طب کے طریق علاج اور سائنس کی تحقیق کر رہے ہیں جس پر لاکھوں کروڑوں روپیہ نہیں بلکہ اربوں اور کھربوں روپیہ صرف ہوا ہے۔ اب صاحب بصیرت عقل مند اور حقیقت پرست حکماء واطباء اور اہل فن وصاحب علم کا فرض ہے کہ ہمارے گرد جمع ہوجائیں تاکہ ہم مل کر بہت جلد فرنگی طب کو ختم کرسکیں۔ ہم سے ملنا تو بہت دور کی بات ہے صرف

ہمارے ساتھ ہمدردیاں پیدا کر دی جائیں تو بھی ہم اپنے مقاصد میں بہت جلد کامیاب ہو سکتے ہیں۔

ملیریا کوئی بخار نہیں ہے

اس تحقیق کو بھی اہل علم اور صاحب فن حکماء اور اطباء قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے کہ ملیریا کوئی بخار نہیں ہے۔ فرنگی طب کی رو سے ملیریا کی سب سے بڑی علامت جگر اور طحال کا پھول جانا ہے۔ اس یقینی علامت کی رو سے بخار طب یونانی کے غب غیر خالص کی صورت ہے جو کبھی نوبتی ہوتا ہے اور کبھی لازمی جو نظریہ مفرد اعضاء کے تحت تسکین غدی ہے۔ لیکن اگر ملیریا کے تمام اقسام کو دیکھا جائے تو اس میں انہوں نے بلغمی دموی اور سوداوی بخار بھی شامل کر لئے ہیں۔ ان کی تحقیق میں ہر قسم کے بخار چاہے اعصابی ہوں یا غدی یا عضلاتی سب ملیریا ہیں۔ البتہ ٹائیفائیڈ اور ٹی بی کو وہ اس سے جدا کرتے ہیں۔ ان کی اس غلط تحقیق سے ثابت ہوا کہ ملیریا دراصل کوئی بخار نہیں ہے۔ اگر ہماری یہ تحقیق غلط ہو تو ہم چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی فرنگی ڈاکٹر یہ ثابت کر دے کہ ملیریا کا تعلق کسی خاص عضو سے ہے۔ ہم ان کی تحقیقات میں باقی اعضاء کی خرابیوں سے بھی ملیریا ثابت کر دیں گے۔ یا وہ اس امر سے انکار کر دیں کہ ملیریا کا خاص تعلق جگر و طحال سے نہیں ہے۔ لیکن وہ اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کر سکتے کیونکہ ملیریا کی بڑی علامت ہی یہ ہے کہ جگر اور طحال کا فعل بگڑ جاتا ہے۔ اور ملیریا اگر کوئی بخار تطبیق ہو سکتا ہے تو وہ غب غیر خالص ہے۔ جس کو ہم تسکین غدی کہتے ہیں۔ جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے!!! آئیں فرنگی ڈاکٹر جواب دیں، ہم نے ان کی بہت بڑی تحقیق کو غلط کر دیا ہے۔

کونین سے ملیریا کا علاج غلطی ہے

ہمارے اس انکشاف سے بھی حکماء و اطباء اور اہل فن و صاحب علم خوش ہوں گے کہ کونین نہ ہی دافع تعفن ہے اور نہ قاتل جراثیم ہے۔ بلکہ اس سے ملیریا کا علاج کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ ثبوت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کونین کا علم فرنگی طب کو جراثیم کی تحقیق سے قبل ہو چکا تھا۔ دوسرے ڈاکٹر ہانمن نے اپنے تجربات سے ثابت کر دیا ہے کہ سنکونا اور کونین کو کھانے سے ملیریا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کونین کو چھوڑتے جا رہے ہیں۔ اور اس کی جگہ دیگر ادویات کا استعمال شروع ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ کونین کو ملیریا کا علاج سمجھنا بالکل غلط ہے۔

ماہیت حمی تسکین غدد

تسکین جگر میں اور غدد میں رطوبات اور بلغم جمع ہو جاتا ہے اور وہ کسی طور پر اخراج نہیں پاتا۔ تو طبیعت مدبرہ بدن اس کو ختم کرنے کے لئے اس میں تعفن پیدا کر دیتی ہے۔ جس سے بخار پیدا ہوتا ہے۔ جس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: ○ اگر مواد درون عروق متعفن ہوتا ہے تو بخار لازمی ہوتا ہے۔ جس کو محرقہ صفراوی کہتے ہیں۔ ○ اگر مواد بیرون عروق متعفن ہوتا ہے تو وہ بخار باری کا ہوتا ہے۔ جو تیسرے روز آتا ہے۔ تو اس کو غب غیر خالص یا شطر الغب کہتے ہیں۔ حقیقت میں دونوں بخار ایک ہی قسم کے ہیں، دونوں تسکین جگر سے پیدا ہوتے ہیں یا صفراء کی خرابی ان کا باعث بنتی ہے۔

اسباب: عام طور پر اس کا اسباب سابقہ ہوتے ہیں یعنی ماکول و مشروب اور متعفن ہوا، کبھی اسباب بادیہ بھی جب مستقل ہو جائیں تو سبب واصلہ و فاعلہ بن جاتے ہیں قلب کے فعل میں تیزی آ جاتی ہے اور رطوبات و بلغم جگر اور غدد کی طرف جمع ہو کر متعفن ہو جاتے ہیں۔ اور بیرون و فضائی اور موسمی تغیرات سے تعفن ہوتا ہے تو وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اسی تغیر سے زمین اور درختوں میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وبائی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اسی تعفن سے جگر کے افعال میں تسکین پیدا ہوتی ہے۔ وہاں بیرونی طور پر قوت مدبرہ عالم (جس طرح مدبرہ بدن ہے) جہاں پر بھی مواد دیکھتی ہے اس میں فساد اور تعفن اور خمیر پیدا کر دیتا ہے۔ جس میں جاندار مکھی اور مچھر پیدا ہو جاتے ہیں جو مواد کو کھا کر ختم کر دیتے ہیں۔ اسی

طرح جسم انسانی کے مواد میں بھی اجرام لطیفہ (جراثیم) اس کے تعفن کے بعد پیدا ہو جاتے ہیں۔لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جراثیم ہی ضروری اندر داخل ہو کر یہ تعفن پیدا کر دیتے ہیں ان کے بغیر بھی خود بخود ہو جاتا ہے۔ جیسے باہر خود بخود ہو جاتا ہے۔البتہ مچھر و مکھی وغیرہ جو خود زہریلے تعفن کی پیداوار ہیں جب انسانوں بلکہ حیوانوں کو کاٹتے ہیں تو ان کا زہر بھی اندر جا کر جگر کے فعل میں تسکین اور تعفن پیدا کر دیتا ہے۔لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ یہ بخار اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک جگر کے فعل میں تسکین سے خرابی واقع نہ ہو جائے۔

علامات: ان بخاروں میں سب سے بڑی علامت گرمی کے ساتھ خشکی کی بہت زیادتی ہوتی ہے۔صفراء کی کمی اور اس کا اخراج اکثر بند ہوتا ہے۔ کیونکہ غدد میں تسکین ہوتی ہے، اس لئے علامت کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔اوّل عضلاتی اعصابی (خشکی، سردی) عضلاتی غدی (خشکی گرمی) چونکہ بخاروں میں رطوبات کی کمی ہوتی ہے اور ریاح کی زیادتی اس لئے ایسے بخار اکثر خزاں میں ہوتے ہیں۔ بخار کی ابتداء بھی لرزہ سے ہوتی ہے۔اور جب تیسرے روز باری آتی ہے اس وقت لرزہ شدید ہوتا ہے۔ یہ لرزہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ طبیعت مدبرہ بدن کا رجوع اکثر غدد تعفن کی طرف رہتا ہے، اور جلد سرد ہو جاتی ہے اور سردی محسوس کرتی ہے تو لرزہ کی صورت ہوتی ہے۔جس سے طبیعت پھر خون کو جلد کی طرف پھیلا دیتی ہے۔ پیاس کے ساتھ اکثر بھوک زیادہ ہوتی ہے۔ چہرہ اترا ہوا، منہ، زبان، گلا اور ہونٹ خشک، سخت قبض، قارورہ سرخ سبزی مائل یا زردی مائل۔ یہ بخار اکثر ایسے لوگوں کو ہوا کرتا ہے جن کو بے حد خشکی یا دائمی قبض رہتی ہے جسم میں صفراء کی زیادتی اور حرارت کی پیدائش بڑھنے لگتی ہے۔اس لئے پہلے پھریری سوئی کی سی چبھن محسوس ہوتی ہے۔اس کے بعد سردی لگنی شروع ہوتی ہے۔اور نہایت شدید لرزہ شروع ہو جاتا ہے۔جو دوسرے بخاروں کے لرزہ سے قوی ہوتا ہے۔ نیز یہ لرزہ جلد رفع ہو کر بخار چڑھ جاتا ہے۔ جب یہ بخار اُترتا ہے تو خوب پسینہ آتا ہے۔اور قارورہ سرخ اور ناری ہو جاتا ہے۔ نیند جاتی رہتی ہے، پیاس زیادہ ہو جاتی ہے۔ مریض کا غصہ بڑھ جاتا ہے۔ مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ کسی کے ساتھ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا۔ مریض کی نبض دوسرے بخاروں کی نسبت قوی، سریع اور متواتر ہو جاتی ہے۔ بلکہ شرف اور طویل ہوتی ہے جب بخار اتر جاتا ہے تو قوت اور تیزی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔لیکن مشرف اور طوالت قائم رہتی ہے۔

علاج: اسباب کو مدنظر رکھیں، مفرد اعضاء کی تحریکات اور افعال سمجھیں، چونکہ غدی تسکین ہوتی ہے اس لئے عضلات کی تحریک اور اعصاب میں تحلیل ہوتی ہے۔اس لئے دوا غذا اور تدابیر میں بھی اس کے مطابق عمل کریں۔یعنی اگر تحریک عضلاتی اعصابی ہو تو اس کو عضلاتی غدی کر دیں تا کہ جلد جلد حرارت پیدا ہو۔اور صفراء بن کر غدد میں اکٹھا ہو کر بلغم یا رطوبت کو ختم کر دے جس میں تعفن اور تخمیر پیدا ہو گیا ہے۔اور تحریک غدی عضلاتی ہے۔تو غدی اعصابی کر دیں تا کہ غدد میں تحریک شروع ہو کر حرارت اور صفراء کا بھی اخراج پیدائش کے ساتھ ساتھ جاری ہو جائے۔اور زیادہ حرارت سے صفراء جل کر سوداء میں تبدیل نہ ہو یا ضعف قلب نہ پیدا ہو جائے۔

اوّل صورت محرک عضلاتی غدی، شدید محرک عضلاتی غدی، ضرورت کے وقت ملین عضلاتی غدی اور مسہل عضلاتی غدی دے سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اگر حرارت کی پیدائش کم ہو یا صفراء کی پیدائش جلد بڑھانی اور تعفن کو جلد تحلیل تک پہنچانا ہو تو اکسیر غدی بھی دے سکتے ہیں۔ دوسری صورت میں محرک غدی اعصابی شدید محرک غدی اعصابی، ملین غدی اعصابی اور مسہل غدی اعصابی دیں۔ اور ضرورت شدید ہو تو غدی تریاق بھی دے سکتے ہیں۔ آرام آنے کے بعد ان کے مقویات دے سکتے ہیں، کیونکہ اس طرح غدد کا بلغم جلد اخراج پا جاتا ہے۔

حمی غدی تحلیل، دق وسل غدی

تشریح: حمی غدی تحلیل دق وسل کی وہ قسم ہے جس کو دق وسل امعائی کہتے ہیں۔اس بخار میں تحلیل جگر اور غدد میں ہوتی ہے۔ جس کا اثر تمام جسم

کے غدد ناقلا (نالی دار غدود) پر پڑتا ہے۔لیکن اس کا شدید احساس امعاء کلیہ،لبلبہ وغیرہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ چونکہ امعاء میں یہ غدد گوشت کی کمی اور غشائے مخاطی کی تیزی کی وجہ سے زیادہ حساس ہوتے ہیں۔اس لئے ان کو تکلیف کا زیادہ احساس ہوتا ہے۔اس لئے اس کو غدی دق وسل کی بجائے امعائی دق وسل کہتے ہیں۔غدی دق وسل عام طور پر غدد جاذبہ میں ٹی بی کے اثر ہونے کو کہتے ہیں۔

ایک انکشاف

جب جسم کے غدد جاذبہ خصوصاً گلے کے غدد غیر ناقلہ (بغیر نالی دار غدود) پھول جاتے ہیں جن کو خنازیر کہتے ہیں،اس وقت کہا جاتا ہے کہ خنازیر دق وسل ہو گیا ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس مقام پر رطوبات ہوں وہاں پر دق وسل نہیں ہو سکتا۔دق وسل تو اس مقام پر ہوتا ہے جہاں پر رطوبات خشک ہو جائیں اور تحلیل شروع ہو جائے۔حقیقت یہ ہے کہ خنازیر کا دق وسل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔بلکہ غدد میں تحلیل ہوتی ہے۔تو اس کے متعلق سے غدد جاذبہ میں بھی تحلیل ہوتی ہے۔جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے،اس وقت غدد جاذبہ بھی پھولے نہیں ہوتے ، بلکہ ان میں ضعف ہوتا ہے۔اور وہ رطوبات کو اپنے اندر جذب ہی نہیں کر سکتے۔البتہ جب غدد جاذبہ پھول جاتے ہیں تو ان کے اندر کی رطوبات میں تعفن و تخمیر سے بخار ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔جو تحریک اعصابی کے تحت آتا ہے۔اس کا علاج اس کے مطابق ہوگا۔یعنی عضلات میں تقویت اور تحریک پیدا کر دی جائے تو نہ صرف بخار دور ہو جائے گا، بلکہ خنازیر بھی دور ہو جائیں گی۔

اسباب: حمی غدی تحلیل یعنی غدی دق وسل کے اسباب میں سب سے زیادہ غلط اقسام کے ماکولات و مشروبات اور ان کے بے وقت اور بغیر ضرورت کھانا ہے۔جس سے بدہضمی کی وجہ سے تعفن اور تبخیر کی صورتیں پیدا ہو کر اس قسم کے دق وسل کی طرف طبیعت بڑھتی ہے۔نفسیاتی اثرات اور متعفن بخاروں میں متعفن مادوں کے بغیر ختم ہوئے دافع تعفن مادوں اور جرم کش ادویات دے کر تعفن کو روک دینا جس سے ان مادوں میں پھر سے اس قدر شدت سے حرارت غریبہ پیدا ہوتی ہے جو جسم میں تحلیل پیدا کر کے دق وسل کا بخار پیدا کر دیتی ہے۔اسی طرح قبل از وقت بخاروں کو اتارنے کی کوشش کرنا بھی مادہ متعفن کو روک کر نقصان اور موت کا باعث بن جاتے ہیں۔

علامات: ریاح اور خشکی کی کثرت، مسلسل تھکن جو غذا کی بدہضمی کی وجہ سے ہو (تھکن کے اقسام کے متعلق ٹی بی نمبر دیکھیں) چونکہ اس بخار میں غدد میں تحلیل ہوتی ہے،اس لئے اعصاب میں تحریک اور عضلات میں تسکین ہوتی ہے۔ایسے مریضوں کو اکثر اسہال رہتے ہیں، بخار کی حرارت اکثر بہت کم رہتی ہے،بعض وقت کئی کئی روز تک بخار نہیں رہتا،اور ظاہرہ آرام معلوم ہوتا ہے،لیکن پھر کچھ روز بعد بخار پھر شروع ہو جاتا ہے۔

علاج: دق وسل میں غذا کا خاص خیال رکھیں،بغیر شدید بھوک کے نہ کھائیں۔غذا محلول ہو جس میں کم از کم تیسرا حصہ گھی کا ہونا چاہئے۔غذا کے بعد اگر دل چاہے تو پھر کھا سکتے ہیں۔جب خون کا آنا بند ہو جائے،کھانسی بخار رُک جائے تو کسی شے کا حلوہ بنا کر کھا سکتے ہیں۔

○ ہماری شرطیہ دوا آک کا دودھ اور ہلدی کا نسخہ بنا کر دیں،اس سے شرطیہ آرام ہوگا۔○ اس دوا کے استعمال، بھوک اور گھی کی زیادتی سے جسم میں بے حد رطوبات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں، گویا جسم کے ہر ذرّہ پر بارش ہونا شروع ہو جاتی ہے۔جس سے تحلیل بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔

مقدار خوراک: دوا ایک ایک رتی ہر تین گھنٹہ کے بعد دیں۔اگر پیاس ہو تو شہد کا شربت بنا کر دیں یا چائے کے قہوہ میں شہد ڈال کر پلائیں۔ اگر قبض ہو تو دوا کی مقدار رفتہ رفتہ ایک ماشہ فی خوراک کر دیں۔

یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ سرد تر ادویات سے رطوبات پیدا نہیں ہوتیں۔ ہمیشہ جسم میں رطوبات گرم تر اشیاء اور اغذیہ سے پیدا ہوتی ہیں۔اگر گرمی تری ہو تو جسم میں سوزش اور ورم کو تحلیل کرتی ہے،اس لئے شدید گرمی کی صورت میں بھی حتی المقدور سرد اشیاء اور سرد کیفیت سے دور

رہنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ اس سے حرارت بجھ جاتی ہے۔ اور انسان بہت جلد موت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ جب لوگوں کو دق وسل ہو جاتی ہے تو وہ بے حد بدپرہیز ہوتے ہیں اور علاج کے دوران میں بھی پرہیز سے نفرت کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کو موت نظر آتی ہے مگر پرہیز نہیں کرتے ہیں۔

حمی تحریک عضلاتی

حمی یوم روح حیوانی عضلاتی تیز کے بخار۔ تشریح کے لئے دیکھیں حمی تحریک اعصابی۔

تحریک عضلاتی کے بخار

(۱) حمی شمسی (۲) حمی سوزشی وحمی ورمی (۳) سوئے ہضمی۔

ماهیت بخار: اس بخار میں عضلات میں غیر معمولی تحریک ہوتی ہے ہر تحریک سے انقباض ہوتا ہے، جس کے کچھ عرصہ قائم رہنے سے سوزش اور ورم ہو جاتا ہے۔ اس تحریک سے روح حیوانی گرم ہو جاتی ہے یا کسی سبب سے گرم ہو کر عضلات میں عارضی حرارت دِل کے ذریعے تمام خون اور جسم کو گرم کر دیتی ہے۔ اور بخار کی صورت قائم ہو جاتی ہے۔

اسباب: اس بخار میں جس قدر صورتیں اوپر بخاروں کی بیان کی گئی ہیں، ان کو ہی اس کے اسباب خیال کریں مگر سبب واصلہ اور فاعلہ عضلات کے فعل میں تیزی ہے۔ ان کے علاوہ ہر قسم کی کیفیاتی ونفسیاتی اور مادی فعلی اثرات جن کا تعلق دِل اور عضلات سے ہے یا روح حیوانی سے ہے، ان سے بھی حمی تحریک عضلاتی پیدا ہو سکتے ہیں۔ تمام جزوی اسباب اس لئے نہیں لکھے جاتے کہ باعث طوالت ہوتے ہیں۔ اور مختلف ماحول میں ان اسباب کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ ذہن نشین یہ کرنا ہے کہ کون سی شے یا امر اوّل اوّل قلب پر اثر کر کے اس کے افعال میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔

علامات: اگرچہ یہ بھی سادہ عضلاتی بخار ہے، لیکن عضلات کی وجہ یا بذاتِ خود قلب میں تکلیف کی وجہ سے یہ بخار ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ بخار دیگر سادہ بخاروں کی نسبت دِل میں بہت زیادہ گھبراہٹ پیدا کرتا ہے۔ البتہ جلد اتر جاتا ہے۔ کیونکہ تحریک دِل کے قریب ہوتی ہے، چونکہ سوئے مزاج سادہ سے ہوتا ہے اس لئے نبض وقارورہ اور پاخانوں میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوتی۔ نبض مشرف متوسط ہوتی ہے لیکن جب اس میں خرابی زیادہ ہو جائے تو طویل بھی ہو جاتی ہے قارورہ سرخ یا سفیدی مائل سرخ ہوتا ہے اور چہرہ پر سرخی نمایاں ہوتی ہے ظاہر میں مریض حالت صحت سے بھی زیادہ تندرست معلوم ہوتا ہے۔ اس میں نہ عفونت کی کوئی علامت ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں تحلیل کے آثار نظر آتے ہیں۔

تاکید: یاد رکھیں جب تک سبب قائم رہتا ہے، تحریک قائم رہتی ہے۔ ورنہ اعتدال پر آ جاتی ہے۔ لیکن جب تحریک سوزش اور ورم کا فرق ہوتا ہے، اس لئے جب سبب کے رفع ہو جانے کے بعد بھی تحریک قائم ہو تو سوزش کا علاج بھی مدنظر رکھیں، صرف تحریک بدلنے سے سوزش اور ورم جلد دور نہیں ہوں گے، سوزش اور ورم کو مدنظر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ وہاں پر حرارت کی زیادہ ضرورت ہے۔

ان بخاروں میں عام طور پر ایک ہی بخار ہوتا ہے اور جو بخار پایا جاتا ہے، اس کی علامات خاص طور پر پائی جاتی ہیں۔

علاج: چونکہ عضلات کے فعل میں تحریک سے تیزی ہوتی ہے، اس لئے غدد میں تسکین اور اعصاب میں تحلیل ہوتی ہے۔ عضلات میں تیزی کی حالت میں دو صورتیں ہوں گی، (۱) فعلی اور (۲) کیمیاوی۔ یعنی (۱) عضلاتی اعصابی (سرد خشک) اور (۲) عضلاتی غدی (خشک گرم) اور جسم میں ریاح کا غلبہ ہوگا۔ لیکن مقام تسکین میں تعفن نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی مقام تحلیل میں زیادہ حرارت ہوگی۔

① فعلی حرارت میں حرارت اور صفراء ضرورت سے کم ہوگا۔

② کیمیاوی حرارت میں حرارت اور صفراء کی پیدائش شروع ہو چکی ہوگی۔

دونوں میں غدد میں تسکین بغیر تعفن کے ہوگی۔ البتہ اوّل صورت میں دوسری صورت سے تسکین زیادہ ہوگی۔ گویا اوّل صورت مقام شفاء خود عضلات ہیں۔ اور دوسرا مقام شفا غدد ہے۔ اس لئے علاج میں تسکین کو تحریک دینے کے لئے اس کی جو صورت سامنے ہو اس کو آگے کی طرف پلٹ دیں۔ مثلاً تحریک عضلاتی اعصابی کو تحریک عضلاتی غدی کر دیں۔ اور عضلاتی غدی کی صورت میں غدی عضلاتی کر دیں۔ بس فوراً شفا شروع ہو جائے گی۔ مریض آرام محسوس کرے گا، دوا و غذا اور تدبیر کے لئے اوّل صورت میں محرک عضلاتی غدی، محرک شدید عضلاتی غدی، ملین عضلاتی غدی اور مسہل عضلاتی غدی دیں۔ دوسری صورت میں بھی اسی طرح تحریک پلٹ کر محرک غدی عضلاتی محرک شدید غدی عضلاتی اور ضرورت کے مطابق ملین غدی عضلاتی اور مسہل غدی عضلاتی دیں۔ اگر شدید ضرورت ہو تو اوّل صورت میں اکسیر عضلاتی اور دوسری صورت میں تریاق عضلاتی دے سکتے ہیں۔ لیکن تدبیر کی صورت کو مقدم رکھیں یعنی اسباب کو اوّل دور کرنے کی کوشش کریں۔ اگر خشکی اور حرارت کی جسم میں کافی کمی سمجھیں تو ان کی تحریکات کو اور تیز کر دیں۔

آرام آنے کے بعد ضرورت کے مطابق مقویات بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

حمی تسکین عضلاتی

حمی دموی عفونتی، عضلاتی تسکین کا بخار۔

تشریح: وہ بخار جو جوش خون سے پیدا ہوتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔ اگر جوش خون بغیر تعفن کے پیدا ہو تو اس کو سونوخس کہتے ہیں۔ اگر جوش خون کا سبب عفونت ہو تو اس کو مطبقہ کہتے ہیں۔ چونکہ ان بخاروں کا تعلق عضلات اور قلب سے ہوتا ہے اس لئے ان کو حمی دمویہ کہتے ہیں۔

دراصل یہ بخار معدی ہیں جن کی ابتداء معدہ کی خرابی سے شروع ہوتی ہے۔ یہ معدہ کے عضلات میں تسکین کے بعد ہوتے ہیں۔ ان کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب معدہ کے ہضم کی خرابی سے وہاں تیزابیت بڑھ جاتی ہے تو قلب کے ذریعے خون میں شامل ہو جاتی ہے۔ جس سے جوش خون پیدا ہو جاتا ہے اور بخار کی صورت بن جاتی ہے جب معدہ میں غذا متعفن ہو جاتی ہے تو وہ تعفن بھی خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ جو بخار کی صورت پیدا کر دیتا ہے۔ یہ بخار عضلات امعاء یا قلب یا قلب کی کواڑیوں، حجابات دماغ کے عضلاتی پردہ یا جسم کے کسی اور عضلاتی تسکین سے بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن معدہ کے علاوہ باقی صورتیں شاذ و نادر ہی پیدا ہوتی ہیں۔

اسباب: ماکول و مشروب کی خرابی، بے قاعدگی اور کمی بیشی اگر اس کے اسباب سابقہ ہوتے ہیں لیکن بخار کی صورت اس وقت ہوتی ہے جب عضلات میں تسکین کی صورت قائم ہوتی ہے۔ سونوخس میں گاہے جوش اور گرمی دیگر اسباب سے پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے تیز روز ہریلی ادویات و مشروبات وغیرہ۔ بہرحال بخار میں اس کا سبب نمایاں ہوگا۔ جس کا تلاش کرنا اکثر مفید ہوتا ہے۔

علامات: سونوخس ایک قسم کا ایسا بخار ہے جس کو نہ حمی یوم میں شامل کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق جوش خلط خون سے ہوتا ہے۔ اور نہ حمیات متعفنہ میں شامل کیا جاتا ہے کیونکہ اس بخار میں تعفن کا اثر نہیں پایا جاتا۔ اس لئے اس کو طب یونانی میں مستقل بخار کی حیثیت دے دی ہے۔ لیکن اس کی مستقل حیثیت نہیں ہے۔ کیونکہ تیزابیت بذاتِ خود تخمیر و تعفن ہے لیکن اس میں مواد کی کمی ہے۔ جیسے شراب و سرکہ وغیرہ بھی تخمیر ہیں، لیکن ان میں قابل تعفن مواد ختم ہو چکے ہیں۔ اگر ان کو دیگر مواد میں شامل کر دیا جائے تو وہاں خمیر کے بعد بھی پھر تعفن پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اکثر امراض خصوصاً بخاروں میں ترشی اور اچار و چٹنی کا استعمال ممنوع ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ تیز ترش لسی پینے سے بخار ہو جاتا ہے۔ اس لئے کو نوخس اور مطبقہ ایک ہی قسم کے بخار ہیں۔ اس بخار کا شک تپ دق سے بھی پیدا ہوتا ہے، لیکن اس کا تعلق رطوبات سے ہے۔ اور دق کا تعلق اعضاء اصلیہ

کی تحلیل سے ہے۔ البتہ ضروری طور پر تعفن دونوں میں نہیں ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو دونوں میں خاص قسم کا تعفن شامل ہوتا ہے۔ کیونکہ جب یہ خاص قسم کا تعفن بھی نہ ہوتو (جو کہ ذکر کیا گیا ہے) نہ حرارت پیدا ہوسکتی ہے اور نہ ہی تحلیل ہوسکتی ہے۔ اس تعفن کو متعفن ترشی کہنا زیادہ بہتر ہے۔

چہرہ اور آنکھیں سرخ، بدن اور رگیں پھولی ہوئی، قارورہ سرخ اور غلیظ ہوتا ہے اور خون کے لبلبہ کی تمام علامات پائی جاتی ہیں اور بخار بغیر لرزہ اور پھریری کے شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ عضلات میں تسکین ہوتی ہے، اس لئے غدد میں تحلیل اور اعصاب میں تحریک ہوتی ہے۔ اس لئے بخار اکثر جلد اُتر جاتا ہے۔ لیکن جب تعفن شدید ہوتا ہے تو نہ صرف اترتا ہے بلکہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔

علاج: اسباب کو مدنظر رکھیں مفرد اعضاء کے افعال اور تحریکات کا تعین کریں۔ چونکہ عضلات میں تسکین ہوتی ہے اس لئے ایسی تسکین جس کا ہلکا یا تیز تعفن ہوتا ہے اس لئے غدد میں تحلیل اور اعصاب میں تحریک ہوگی۔ جس جگہ بھی صرف تسکین ہوتی ہے، وہاں پر تعفن ضروری نہیں ہے۔ لیکن جب حمی تسکین مفرد اعضاء ہوگا تو وہاں پر تخمیر و تعفن لازمی ہوگا۔ اور یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ یہ تخمیر و تعفن، ہی بخاروں کے لئے باعث شفا ہے۔ کیونکہ ان کے بغیر تسکین کی رطوبت اور بلغم ختم نہیں ہو پاتی۔ اور نہ ہی اس کے بغیر وہاں تحریک پیدا ہوسکتی ہے۔ البتہ اس تخمیر اور تعفن کے عمل کو جلد پورا کرنا چاہئے۔ اور اس کے فعل کو اپنے قبضہ میں لے لینا چاہئے۔ جیسے پہلے لکھا جاچکا ہے اور پھوڑے کی مثال دی جاچکی ہے۔ دافع تعفن ادویات سے گریز کریں۔ صرف محرکات اور محرک شدید استعمال کرائیں جن سے رطوبت اور بلغم ختم ہوکر وہاں تحریک اور آرام کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ جیسا کہ پہلے بخاروں میں لکھا جاچکا ہے کہ ہر تحریک کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ یہاں بھی یہی صورت ہے کہ ان کو مدنظر رکھیں۔

پہلی صورت میں اعصابی غدی ہوگی جس کا مقام شفاء اعصاب ہے جب اس کو الٹیں گے تو اعصابی عضلاتی ہو جائے گا۔

دوسری صورت میں اعصابی عضلاتی ہوگی، اور مقام شفاء عضلات ہے۔ اس لئے اوّل صورت ادویات واغذیہ اور تدابیر محرک اعصابی عضلاتی، شدید اعصابی عضلاتی، ملین اعصابی عضلاتی اور مسہل اعصابی عضلاتی استعمال کریں۔

دوسری صورت میں اعصابی عضلاتی الٹنے سے بن جائے گی۔ اس محرک عضلاتی اعصابی شدید محرک عضلاتی، ملین عضلاتی اور مسہل عضلاتی اعصابی ادویات، اغذیہ اور ادویات استعمال کرائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یقینی بے خطا شفا ہوگی۔

حمی عضلاتی تحلیل

حمی دق وسل عضلاتی۔

تشریح: حمی عضلاتی تحلیل دق وسل کی وہ قسم ہے جس کو دق وسل ریوی کہتے ہیں۔ اس بخار میں تحلیل پھیپھڑوں میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے جذب نسیم اور اخراج دخان میں خاصی دقت واقع ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر کھانسی شدید اور کافی دیر تک رہتی ہے۔ چونکہ غدد میں تحریک اور اعصاب میں تسکین ہوتی ہے، اس لئے بلغم رقیق اور لیسدار ہوتا ہے۔ جو کبھی اخراج پاتا ہے اور کبھی رُک جاتا ہے۔ البتہ اس دق وسل میں غدد جاذبہ پھول جاتے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف اعصاب پر رطوبت زیادہ ہوتی ہے، اور غدد میں تحریک ہوتی ہے۔ وہ جذب کرتے ہیں، دوسری طرف عضلات میں تحلیل سے ضعف ہوتا ہے جس سے وہ غدد جاذبہ کی رطوبت کو کیمیاوی طریق پر خارج نہیں کر سکتے، جس سے غدد جاذبہ پھول جاتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان میں دق وسل ہوتا ہے، جہاں بیرونی رطوبات ختم ہو جائیں اور حرارت غریبہ عضو اصلیہ کی رطوبت کو فنا کرنا شروع کر دیتی ہے۔

ایک انکشاف: عضلاتی تحلیل کا بخار ظاہر طور پر تو پھیپھڑوں کا دق وسل کہلاتا ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ اس میں جسم کے باقی عضلات خاص طور

پر قلب اور معدہ کے عضلات میں بھی تحلیل شروع ہو جاتی ہے۔ جس سے نہ صرف بدن بہت جلد دُبلا پتلا ہو جاتا ہے۔ بلکہ ضعف قلب اور معدہ سے طاقت جسم اور ہضم غذا کی طاقت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دق و سل میں مقوی قلب و ہاضم ادویات شامل کر دی جائیں، ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس طرح مفرد اعضاء کے افعال کی ترکیب قائم نہیں رہ سکتی۔ بس صحیح علاج یہی ہے کہ مفرد اعضاء کے افعال کو درست کیا جائے۔ جس تحریک کی جو صورت ہو صرف اس کو پلٹ دیا جائے۔ بس یہی مقام شفا اور یقینی، بے خطا علاج ہے۔

اسباب: حمی عضلاتی تحلیل کے اسباب اور سابقہ روحانی اور مادی دونوں ہو سکتے ہیں۔ چونکہ یہ بخار عضلاتی تحلیل ہے اس لئے عضلاتی بخار بہت جلد ایک دوسرے میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دق و سل اور عضلاتی بخاروں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ کو ہم نے سونوخس اور مطبقہ کے فرق اور دق کے فرق میں بیان کیا ہے۔ چونکہ اکثر عضلاتی بخاروں کی ابتداء معدہ سے ہوتی ہے، اس لئے معدہ کے عضلاتی ہضم کا خاص خیال رکھا جائے۔ جو لوگ ہاضمہ کی خرابی کی وجہ سے بلا تحقیق یا بغیر کسی قابل معالج کے چورن یا مقوی و مشتہی اور ملین یا مسہل کھاتے ہیں، وہ اکثر اس قسم کے امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

خاص تنبیہ: جو لوگ بغیر تحقیق کے بخاروں یا دردوں میں اسپرین، فینسٹین اور کیفین وغیرہ شدید محلول قسم کی ادویات کا استعمال کرتے ہیں، یا بغیر ضرورت کرتے ہیں۔ یا بکثرت کرتے ہیں وہ یقیناً تپ دق و سل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اب تو فرنگی ڈاکٹروں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ مندرجہ بالا ادویات معدہ میں زخم ڈال دیتی ہیں۔ بس معدہ میں زخم ہوا تو ٹی بی اور دق و سل کی دوسری منزل شروع ہو گئی۔ بالکل اسی طرح کونین کا کثرت استعمال جیسے ملیریا پیدا کر دیتا ہے۔ ہر تیزاب اور دافع تعفن دوا دق و سل اور ٹی بی پیدا کر دیتی ہے۔ قبل از وقت بخاروں کو اتارنے کے لئے ٹھنڈے شربت و عرقیات اور مدرات پسینہ اور ادویات استعمال کرنا خاص طور پر دافع تعفن ادویات کا استعمال عضلاتی بخاروں کو فوراً حمی عضلاتی تحلیل میں مبتلا کر دیتا ہے۔

علامات: چونکہ عضلات میں تحلیل ہوگی تو غدد میں تحریک اور اعصاب میں تسکین ہوتی ہے۔ اس لئے اس بخار میں ضعف زیادہ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک طرف عضلات و قلب میں تحلیل ہوتی ہے اور دوسری طرف غدد میں تحریک سے حرارت اور صفراء کی پیدائش جاری رہتی ہے۔ اسی قسم کی دوسری صورت مفرد اعضاء کے بخاروں میں اعصابی تسکین میں بھی پائی جاتی ہے۔ جب تسکین میں تعفن اور تخمیر پیدا ہو جائے اس لئے ایسے بخار ہی زیادہ شدید ہوتے ہیں۔ (تسکین اعصابی یا بلغمی متعفنہ بخاروں کو ایک بار پھر مطالعہ کر لیں)۔ گویا ایسے بخاروں میں حرارت اور صفراء کی جسم میں زیادتی ہوتی ہے۔ کبھی یرقان کا شک بھی پڑتا ہے۔ اس لئے اس بخار کا صفراوی بخاروں خصوصاً کبھی حمی محرقہ وغیرہ سے شک پڑتا ہے اور کبھی دیگر حمی سے لیکن جسم میں رطوبات کی زیادتی یا کمی ان شکوں کو دور کر دیتی ہے۔ اس بخار میں تھکن کم اور ضعف زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ شدت کی صورت میں نزلہ یا زحیری کی موجودگی ضروری ہوتی ہے۔ بخار کی حرارت تیز ہوتی ہے۔ چہرہ زرد، قارورہ زرد یا زرد سرخی مائل، نبض دقیق و متوسط سریع اور متواتر ہوگی بخار مسلسل رہتا ہے۔ کھانسی اور خون کی آمد زیادہ ہوتی ہے۔ زخم گہرے ہوتے ہیں۔

علاج: حمی عضلاتی تسکین یا حمی ریوی میں بھی ہمارا عشر ہلدی والا نسخہ شرطیہ ہے۔ بلکہ اس بخار میں بہت جلد فائدہ کرتا ہے۔ البتہ غذا میں تاکید ہے۔ گزشتہ اقسام دق و سل (ٹی بی) میں لکھ چکے ہیں۔ ان کو ضرور مدنظر رکھیں۔

ہڈی کا دق:

ہڈی کا دق ایک ایسا دق ہے جس میں ہڈی بھربھری ہو کر ٹوٹ جاتی ہے، ہڈی کا دق مندرجہ بالا تین مفرد اعضاء کے حمیات دقیہ سے کوئی جدا دق نہیں ہے۔ تینوں اقسام حمیات دقیہ کا ان پر اثر پڑتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ بذاتِ خود ہڈی میں کوئی احساس نہیں ہے۔ اس کا احساس اور غذا کا

تعلق اس جھلی سے ہے جو اس پر لپٹی ہوتی ہے۔ جب تک اس جھلی میں خرابی واقع نہ ہو اس وقت تک ہڈی کی غذائیت میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ہڈی اپنی غذا اس گودے سے حاصل کرتی ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے اور اس گودے کو خون واحساس اور زندگی اس جھلی سے ملتی ہے اور جھلی کی بناوٹ میں غدی و اعصابی اور عضلاتی انسجہ بالکل اس طرح بافت کئے ہوتے ہیں جس طرح جلد اور غشائے مخاطی میں اعصابی، غدی اور عضلاتی انسجہ بنے ہوتے ہیں۔ بس دراصل اس جھلی میں دق کا اثر ہوتا رہے اور ہڈیاں متاثر ہو کر مدقوق ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ہڈی کے دق کی بھی وہی عشر ہلدی والی دواء اکسیر اور شرطیہ دواء ہے۔

سوال: ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مفرد اعضاء تین قسم کے ہیں اور اس کی مناسبت سے دق بھی تین اقسام کے ہیں۔ پھر ان کا علاج ایک ہی قسم کی دواء سے کیوں؟ جاننا چاہئے کہ ہر بخار میں تین باتیں لازمی ہیں۔

اوّل: ہر بخار کے لئے حرارت غریبہ ضروری ہے جس میں ترشی اور خمیر ثابت کیا گیا ہے۔

دوئم: جب تک یہ حرارت غریبہ قلب تک نہ پہنچے اس وقت تک بخار نہیں ہوتا۔

سوئم: تحریک اعصابی سے جسم کی حرارت کم ہو جاتی ہے اور جسم کی ترشی اور تخمیر تحریک اعصابی سے ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں قلب اور عضلات پر اس قدر رطوبات پیدا ہوتی ہیں جس سے قلب اور عضلات میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں حرارت غریبہ یعنی ترشی اور تخمیر نہ صرف وہاں سے ختم ہو جاتا ہے، بلکہ خون میں بھی حرارت غریبہ کا دور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ تحریک اعصابی کے لئے شدید محرک اعصابی ''عشر'' استعمال کر کے جو انتہائی درجہ کا دافع تعفن اور دافع تخمیر ہے۔ ''عشر'' کے ساتھ اس کے ایک حصہ میں پندرہ حصے ''ہلدی'' شامل کر دی ہے۔ یعنی دو ماشہ ہلدی میں ایک رتی دودھ عشر شامل ہے۔ اس کی خوراک 1/2 رتی سے ایک ماشہ ہے۔

''ہلدی'' بذاتِ خود کھار اور گندھک کا نباتی مرکب ہے، یعنی جسم میں فعلی طور پر رطوبات اور کیمیاوی طور پر حرارت پیدا کرتی ہے، ان دونوں کے ملنے سے جسم کے اندر انتہاء درجہ کی گرمی تری پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ بس تپ دق اور سل کے لئے انتہائی درجہ کا گرم تر مزاج کے ساتھ مقوی اعصاب اور مقوی غدد دوا لازمی ہونا چاہئے تھی۔ ساتھ ساتھ یہ دوا دافع درد، دافع سوزش، محلل اورام اور مندمل قروح ہونی چاہئے تھی۔ اس دوا میں یہ تمام خوبیاں ہیں، جو بیک وقت دُنیا کی کسی دوا میں نہیں ہیں۔ ان خوبیوں اور ان اثرات کی وجہ سے یہ دوا شرطیہ دق وسل کے لئے اکسیر ہے۔

یہ نسخہ ''عشیر ہلدی'' عرصہ بیس سال سے زائد ہو گیا ہے میرے استعمال میں اور تجربات میں آ تا رہا ہے۔ اور پھر اس کی ترتیب نظریہ مفرد اعضاء کے تحت جسم انسان کے فعلی اور کیمیاوی اثرات کے مطابق کی گئی ہے۔ جس میں بھی اس کو اصولاً استعمال کیا گیا ہے۔ کبھی بھی خطا نہیں گیا۔ سو فیصدی مجرب ہے۔ اس لئے اس کو نہ صرف اس قدر دعویٰ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، بلکہ شرطیہ چیلنج کیا گیا ہے۔ آج تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے، کسی ایک نے بھی اس کی تردید نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی اس میں کوئی نقص بیان کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ اللہ تعالیٰ کی کس قدر بڑی نعمت ہے کہ ہر قسم کی ''ٹی بی'' دق وسل کے لئے چاہے وہ کسی درجہ (سٹیج) پر ہو یقیناً بے خطا اور شرطیہ مفید ہے۔ فرنگی طب کی سینکڑوں سالوں کی تحقیق ''ٹی بی'' کی تذلیل کرتا ہے۔ جو یورپ وامریکہ اور روس وجاپان اور دیگر فرنگی سائنسی ممالک میں کی گئی ہے۔

تصدیق: میرے پاس اس کی بے شمار تصدیقات پہنچی ہیں مگر میں نے کبھی اس کو شائع نہیں کیا اور نہ آئندہ شائع کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ نسخہ خود اپنی ذات میں صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ اور تجربہ شاہد ہے کہ لیکن ایک تصدیق مجبوراً شائع کر رہا ہوں جو ایک بہت بڑے اہل علم وصاحب فن اور محقق کی طرف سے کی گئی ہے۔ جن سے ملنے کا نہ مجھے کبھی اتفاق ہوا ہے اور نہ میرے ہم ملکی وہم مذہب ہیں۔ البتہ حق پرست انسان اور خیر خواہ انسانیت

ہیں۔ نیز اپنے علم وفن اور انسانیت کی خدمت کی وجہ سے نہ صرف پاک و ہند بلکہ دُنیائے طب میں ایک بڑی شہرت کے مالک ہیں۔ ان کا اسم گرامیؒ ہے جناب ڈاکٹر امرداس صاحب بھاٹیہ، ایڈیٹر فارمیسی نیوز لدھیانیہ (انڈیا) انہوں نے تصدیق کرنے سے قبل خود اچھی طرح تجربات کئے ہیں اور مریضوں کے باقاعدہ ایکسریز لئے ہیں اور اپنے ملنے والوں کو بھی اس نسخہ کے استعمال اور تجربات کی تاکید کی ہے، خود تسلی کے بعد تصدیق کی ہے جو دوسری جگہ درج ہے، نیز ان کی کتاب پر ریویو دیکھیں۔

خلاصہ تحقیقات حمیات

تحقیقات حمی ہم ختم کر چکے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند الفاظ میں اس کا خلاصہ بیان کر دیں۔ تاکہ خوب اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ کیونکہ اوّل تو یہ تحقیقات نئے نظریہ کے مطابق ہیں اور دوسرے علاج کے دوران میں کوئی دقت محسوس نہ ہو۔

جاننا چاہئے کہ جس طرح ہم نے ''تحقیقات نزلہ زکام'' میں نزلہ زکام کو چند الفاظ میں سمجھایا تھا کہ نزلہ کے معنی ہیں گرنا اور اس کی تین صورتیں ہیں:

① نزلہ رقیق پانی کی طرح بہہ رہا ہو، اور بغیر تکلیف کے خارج ہو رہا ہو۔ یہ صورت اعصابی تحریک میں ہوتی ہے۔

② نزلہ کبھی رقیق اور کبھی غلیظ ہوگا۔ اور ذرا تکلیف سے اخراج پائے گا۔ اور اس کے ساتھ کچھ جلن بھی ہوگی۔ یہ صورت غدی تحریک میں ہوتی ہے۔

③ نزلہ انتہائی غلیظ ہوگا، اور کوشش سے بھی اخراج مشکل ہوگا۔ یہ صورت عضلاتی ہوگی اور اگر نزلہ کے معنی کو وسعت دے دیں تو اور ہر گرنے والے مواد کو نزلہ قرار دے دیں تو جسم کا ہر گرنے والا مواد یا جسم سے خارج ہونے والی ہر چیز ہی نزلہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ مثلاً تھوک کا زیادہ آنا۔ مشکل سے آنا اور بند ہو جانا۔ آنکھ و کان اور ہر قسم کے زخموں میں بھی یہی تین صورتیں ہوں گی۔ اسی طرح پیشاب کا زیادہ آنا، جل کر آنا اور بند ہو جانا۔ پاخانہ کی صورت میں اسہال پیچش اور قبض کی صورتیں ہوں۔ منی کی صورت میں جب اعصابی تحریک ہوگی تو جریان جب غدی تحریک ہوگی تو سرعت انزال اور جب عضلاتی تحریک ہوگی تو احتلام۔ یہ تین تین صورتیں ہم نے نہیں بنائیں بلکہ پہلے کی بنی ہوئی ہیں۔ ہم نے تو ان کو فٹ کر کے دیکھا ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ نظریہ مفرد اعضاء کیسا باقاعدہ اور سسٹے میٹک ہے۔

اسی طرح بخاروں کے لئے بھی ذہن نشین کر لیں کہ بخار حرارت غریبہ کی اس حالت کا نام ہے جب جسم کے کسی عضو کے افراط وتفریط سے پیدا ہو کر دِل کے ذریعے تمام جسم میں پھیل جائے۔ اس کی تین اقسام ہیں: (۱) اعصابی (۲) غدی (۳) عضلاتی۔ اور پھر ہر قسم کی تین صورتیں ہیں۔ یعنی ہر عضو میں تغیر فعلی ہوگا، جب اس میں تحریک ہوگی اس صورت میں سادہ ہوگا۔ جس کو حمی یوم یا حمی روحی بھی کہتے ہیں۔ جب مفرد عضو میں تسکین ہوگی تو حمی متعفنہ ہوگا جس کو حمی خلطیہ کہتے ہیں۔ اعصاب میں ہو تو بلغمی، غدد میں ہو تو صفراوی اور عضلات میں ہو تو دموی۔ سوداوی کی تشریح کر دی ہے۔ اگر تحلیل ہوگی تو دق وسل (ٹی بی) کے بخار ہوں گے۔ باقی تمام اقسام کے بخاروں کے علاوہ ہر قسم کے موسمی اور وبائی بھی ان ہی کے تحت بیان کر دیئے گئے ہیں جن کا قارئین کو علم ہے۔ ساتھ ہی کوشش کی ہے کہ اچھی طرح ذہن نشین کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد بھی اگر کسی صاحب کو کوئی بات بھی سمجھنا منظور ہو تو وہ تشریف لا کر اپنی تسلی کر سکتے ہیں۔

یقینی بے خطا مجربات

مجربات میں اس امر کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ محرک، شدید محرک، ملین، مسہل کی ترتیب اس طرح سے کی جائے کہ ان میں مناسبت قائم رہے۔ تاکہ ان کے اثرات و درجات قائم رہیں۔ اور ان کو ذہن نشین رکھنا بھی مشکل نہ ہو۔ ایک طرف ہلکی سے ہلکی ادویات کو شروع کیا گیا ہے اور دوسری طرف انتہائی شدید ادویات پر ختم کر دیا گیا ہے۔ البتہ اکثیرات و تریاقات و مقویات کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ یہ ہمارے بیس سال کے مجربات ہیں۔ البتہ اگر کوشش کی جائے تو اس طرح کی اور ادویات بھی ترتیب دی جاسکتی ہیں۔

اعصابی مجربات

اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) اعصابی غدی (۲) اعصابی عضلاتی۔

(۱) **محرک اعصابی غدی:** سہاگہ، ملٹھی، ہر ایک تین حصے۔ سفوف بنالیں۔ خوراک ایک ماشہ سے چھ ماشہ تک۔ حسب ضرورت دیں۔

(۲) **شدید محرک اعصابی غدی:** ''محرک اعصابی غدی'' میں آک کا دودھ نصف حصہ اضافہ کر دیں۔ خوراک: ۱/۲ رتی سے ۱/۲ ماشہ تک دیں۔

(۳) **ملین اعصابی غدی:** ''شدید محرک اعصابی غدی'' میں ریوند چینی چار حصے زیادہ کر دیں۔ خوراک ایک رتی سے ایک ماشہ تک دیں۔

(۴) **مسہل اعصابی غدی:** نسخہ نمبر ۳ میں سقمونیا چار حصے اضافہ کر دیں۔ خوراک: ۲ رتی سے ۲ ماشہ تک دیں۔

(۵) **محرک اعصابی عضلاتی:** شورہ قلمی تین حصے، تخم کاسنی پانچ حصے، سفوف بنالیں۔ خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دیں۔

(۶) **محرک شدید اعصابی عضلاتی:** نمبر ۵ یعنی محرک اعصابی عضلاتی میں جوکھار چار حصے شامل کریں۔ خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دیں۔

(۷) **ملین اعصابی عضلاتی:** نمبر ۶ یعنی محرک شدید اعصابی عضلاتی میں گل سرخ آٹھ حصے شامل کرلیں۔ خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ دیں۔

(۸) **مسہل اعصابی عضلاتی:** نمبر ۷ میں کالا دانہ بیس حصے شامل کرلیں۔ خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ۔

عضلاتی مجربات

اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) عضلاتی اعصابی (۲) عضلاتی غدی

(۹) **محرک عضلاتی اعصابی:** کرنجوہ، آملہ، دونوں ہم وزن سفوف بنالیں۔ خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دیں۔

(۱۰) **محرک شدید عضلاتی اعصابی:** نمبر ۹ میں پھٹکڑی سوختہ دونوں کے ہم وزن شامل کرلیں۔ خوراک ۴ رتی سے دو ماشہ تک۔

(۱۱) **ملین عضلاتی اعصابی:** نمبر ۱۰ میں ہلیلہ سیاہ سوختہ اس کے برابر شامل کرلیں۔ خوراک ایک ماشہ سے چار ماشہ تک۔

(۱۲) **مسہل عضلاتی اعصابی:** نمبر ۱۱ یعنی ملین عضلاتی اعصابی میں جلاپا اس کے برابر ملالیں۔ خوراک ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دیں۔

(۱۳) **محرک عضلاتی غدی:** لونگ ایک حصہ دار چینی تین حصے دونوں کو سفوف بنالیں۔خوراک چار رتی سے ایک ماشہ تک۔
(۱۴) **محرک شدید عضلاتی غدی:** نسخہ نمبر ۱۳ میں یعنی محرک عضلاتی غدی میں جاوتری دو حصے ملالیں۔خوراک چار رتی سے ایک ماشہ تک۔
(۱۵) **ملین عضلاتی غدی:** نسخہ نمبر ۱۴ یعنی محرک شدید عضلاتی غدی میں مصبر ہم وزن شامل کرلیں۔خوراک ۴ رتی سے ایک ماشہ تک دیں۔
(۱۶) **مسهل عضلاتی غدی:** نسخہ نمبر ۱۵ یعنی ملین عضلاتی غدی میں آٹھ حصیص شامل کردیں۔خوراک ۴ رتی سے ایک ماشہ تک دیں۔
(۱۷) **محرک غدی عضلاتی:** اجوائن دیسی، تیزپات دونوں ہم وزن سفوف کرکے ملالیں۔خوراک ایک ماشہ سے چھ ماشہ تک۔
(۱۸) **محرک شدید غدی عضلاتی:** نمبر ۱۷ میں تیسرا حصہ رائی شامل کرلیں۔خوراک ایک ماشہ سے ۳ ماشہ۔
(۱۹) **ملین غدی عضلاتی:** نمبر ۱۸ میں اس کے برابر گندھک ملالیں، خوراک نصف ماشہ سے دو ماشہ تک۔
(۲۰) **مسهل غدی عضلاتی:** نمبر ۱۹ میں تمام دواؤں کا چوبیسواں حصہ جمال گوٹہ شامل کرلیں۔خوراک ایک رتی سے چار رتی تک۔
(۲۱) **تحریک غدی اعصابی:** زنجبیل پانچ حصے، نوشادر دو حصہ، دونوں کو ملالیں۔خوراک دو رتی سے دو ماشہ تک دیں۔
(۲۲) **تحریک شدید غدی اعصابی:** نمبر ۲۱ میں مرچ سیاہ ایک حصہ ملالیں۔خوراک ۲ رتی سے ۲ ماشہ۔
(۲۳) **ملین غدی اعصابی:** نمبر ۲۲ میں تمام ادویات کے برابر سنا مکی ملالیں۔خوراک ۳ رتی سے ۳ ماشہ۔
(۲۴) **مسهل غدی اعصابی:** نسخہ نمبر ۲۳ میں تمام ادویات کا چوتھا حصہ ریوند عصارہ شامل کرلیں۔خوراک ایک رتی سے دو ماشہ تک۔

ان کے علاوہ دو نسخے بطور نمونہ دیئے جاتے ہیں جو غدی عضلاتی ہیں ان میں سے ایک کا نام اکسیر غدی عضلاتی اور دوسرے کا نام تریاق غدی عضلاتی ہے۔ایسے نسخے ہر مفرد عضو کی تحریک کی ہر صورت کے لئے ترتیب دیئے جاسکتے ہیں۔ایسے نسخے انتہائی شدت مرض میں دیئے جاتے ہیں۔مثلاً اکسیر غدی عضلاتی انتہائی تعفن اور ضعف کی حالت میں اور تریاق غدی عضلاتی ہیضہ کی ہر صورت میں تریاق کا کام کرتا ہے۔

اکسیر غدی عضلاتی: پارہ ایک حصہ، گندھک سات حصے، دونوں کو نصف گھنٹہ کھرل کریں۔بس تیار ہے۔خوراک ایک رتی سے ایک ماشہ تک۔

تریاق غدی عضلاتی: مرچ سرخ، رائی، دونوں ہم وزن ملا کر نخود کے برابر گولیاں بنالیں۔خوراک ایک گولی سے تین گولی ہر دس پندرہ منٹ بعد دیں۔جب ہیضہ کا خطرہ دور ہوجائے تو پھر دو تین چار گھنٹے کے بعد دیں۔ضرورت کے وقت بخاروں میں دے سکتے ہیں۔

تاکید: دوا کی کمی بیشی مرض و مادہ کی کمی بیشی کے تحت کی جاسکتی ہے۔ہم نے یہ نئی ترتیب اس لئے رکھی ہے کہ اوّل نسخہ نویسی کا تجربہ ہو اور دوسرے ہر مفرد عضو کی ہر تحریکی صورت میں، مختلف ادویات اور ادویات کے مختلف درجات کا علم حاصل ہوتا کہ ان تجربات اور معلومات کے تحت مزید نسخے ترتیب دے دیئے جاسکیں۔انشاء اللہ تعالیٰ علم الادویہ کے تحت جو تحقیق الادویہ لکھی جائیں گی اس میں ادویات کے افعال و خواص کے ساتھ ساتھ ان کے اسرار و رموز اور اصول نسخہ نویسی اور ان کے کیمیاوی تغیرات کا ذکر کیا جائے گا۔یہ تحقیقات جو پیش کی گئی ہیں، صدیوں میسر نہیں آسکتیں۔

غذا

غذا کی اہمیت

غذا کا مسئلہ تو امراض اور خصوصاً بخاروں میں نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس طرح لگا لیں کہ اگر دوا مریض کو نہ دی جائے اور غذا میں باقاعدگی کر دی جائے تو مرض اور بخار میں یقیناً آرام ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اکسیر و تریاق اور صحیح صفت ادویات کے ساتھ غذا اغلاط قسم کی یا غلط طریق پر یا صحیح غذا بغیر ضرورت بھی استعمال کرادی جائے تو مرض اور بخاروں کا دور ہونا نہایت مشکل ہے۔ اس لئے علاج میں دوا کے ساتھ غذا پر بہت زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ کیونکہ اکثر علاج غلط اور بغیر ضرورت غذا دینے سے ناکام ہو جاتے ہیں۔

تعین غذا

غذا کا تعین کرنے کے لئے اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) صحیح غذا (۲) ضرورت غذا (۳) صورت غذا۔

اسی تعین غذا کو دوسرے معنوں میں پرہیز کہتے ہیں۔ پرہیز صرف اس حالت کا نام نہیں ہے کہ لطیف اور زود ہضم غذا کھائی جائے اور ثقیل اور دیر ہضم غذا نہ کھائی جائے یا ہر مرض کو تیل و ترشی اور سرخ مرچ بند کر دی جائے۔ کیونکہ صرف اس قدر پرہیز کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جو معالج صرف اس قدر پرہیز بیان کرتے ہیں، دراصل وہ علم الغذا سے واقف نہیں ہیں۔ فرنگی طب میں مسئلہ غذا کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ ان کی اغذیہ میں بیک وقت ایسڈ اور الکلی کی اغذیہ بیان کر دی جاتی ہیں، جو غلط ہے۔ ذیل میں غذا کی تفصیل درج ہے۔

صحیح غذا

تندرست انسان میں صحیح غذا وہ ہے جس میں غذا کے وہ تمام اجزاء شامل ہوں جن سے خون مرکب ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ خون پیدا کرنے کی غذا ہو۔ مثلاً گرم تر مزاج والی اغذیہ جن سے حرارت غریزی اور رطوبت غریزی کو مدد ملتی ہے۔ لیکن مریضوں میں صحیح غذا وہ ہو سکتی ہے جن سے یہ اندازہ لگایا جائے کہ جسم اور خون میں کون سے ایسے عناصر کم یا خراب ہو گئے ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔ بالکل وہی نظریہ جو بائیوکیمک طریق علاج میں ادویات کے متعلق ہے۔ گویا بائیوکیمک ہی صحیح معنوں میں علاج بالغذا ہے جس میں عناصر غذا کو دوا کی صورت میں استعمال کیا گیا ہے۔ گویا غذا بھی دوا کے طور پر استعمال کی جا سکتی ہے۔

ضرورت غذا

جس طرح تندرست انسان کے لئے ضرورت غذا یعنی طلب بوقت بھوک ہے۔ اسی طرح مریض کے لئے بھی ضروری ہے کہ بغیر بھوک کے غذا استعمال نہ کی جائے۔ کیونکہ بھوک کی طلب نہ ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یا تو جسم میں پہلے ہی غذا موجود ہے، یا طلب غذا کے عضو میں خرابی

ہے۔یا طبیعت مدبرہ بدن جسم میں کسی اور جگہ پر مشغول ہے جو غذا کی طلب کی طرف توجہ نہیں دلاتی۔اس لئے لازم ہے کہ جب تک صحیح معنوں میں بھوک کی طلب نہ ہو یا اشد طلب نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ غذا کی ضرورت نہیں ہے۔اس لئے اگر بغیر ضرورت اور طلب غذا دی گئی تو لازمی نتیجہ ہے کہ یا تو وہ جسم میں باعث فساد و تعفن ہوگی اور خرابی و تخمیر کا باعث ہوگی یا جسم کے حصہ پر اثر ڈال کر کسی اور عضو کے فعل میں تحریک و تسکین اور تحلیل سے مرض پیدا کر دے گی۔

ضرورت غذا کی دوسری صورت یہ ہے کہ طلب کے وقت یہ دیکھنا ہے کہ تندرست انسان میں یا مرض کی حالت میں کس قسم کی غذا کی ضرورت ہے۔یعنی غذا میں کس کیفیت کی ضرورت ہے۔طبیعت گرم غذا چاہتی ہے یا سرد یا تر اور خشک میں سے کس کیفیت کی طلب گار ہے۔ دوسرے معنوں میں اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مریض نمکین اور چرپری غذا کی خواہش رکھتا ہے کہ ترش و شیریں غذا کی طلب کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ ذائقے بھی کیفیات و مزاج اور اعضاء کے افعال کی طرف دلالت کرتے ہیں۔ان مقاصد کے لئے گوشت، نشاستہ، سبزیاں، پھل اور میوہ جات استعمال کئے جاتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ مریض کا ذہن صالح مفید کے تحت کام کرتا ہے۔اور شدید بھوک کے وقت ضمیر اور ذہانت دونوں اپنا صحیح عمل کرتے ہیں۔اس لئے مریض اور تندرست انسان شدید بھوک کی حالت میں اپنے ضمیر اور ذہانت کی پیروی کرے تو اس کو دھوکا نہیں ہوگا۔اور اگر معالج کا تعاون بھی ساتھ ہو تو مریض کے لئے صحیح غذا کی تجویز ہو سکے گی۔لیکن یاد رکھیں پیٹ پُری کی حالت میں یا بھوک نہ ہونے کی حالت میں اکثر طبیعت مدبرہ بدن غلط غذا تجویز کر دیتی ہے۔

صورت غذا

جو غذا کھائی جاتی ہے وہ کسی نہ کسی شکل میں جسم کے اندر داخل کی جاتی ہے۔مثلاً بعض اغذیہ سیال ہوتی ہیں جو پی لی جاتی ہیں۔جیسے دودھ، لسی، پھلوں کے رس، شوربا اور شربت اور چائے قہوہ وغیرہ۔بعض اغذیہ جو نیم محلول ہوتی ہیں، بغیر چبائے نگل لی جاتی ہیں۔جیسے حلوہ، فرنی، ساگودانہ، دلیا، ڈبل روٹی، دودھ، چائے یا شوربا میں بھگو کر، وغیرہ وغیرہ۔بعض اغذیہ چبا کر کھائی جاتی ہیں جیسے روٹی، کیک، بسکٹ، پیسٹری، انڈا، گوشت کی بوٹی وغیرہ۔

دوسری صورت اغذیہ کی یہ ہے کہ غذائیت اور مقدار کے لحاظ سے اس کو مدنظر رکھا جائے۔مثلاً غذائیت کے لحاظ سے کم ہو جیسے گوشت، انڈا، میوہ جات، حلوہ جات اور دودھ وغیرہ۔یا غذائیت اور مقدار دونوں برابر ہوں، جیسے گوشت روٹی، گوشت دلیا، گوشت چاول، دال گوشت وغیرہ۔**دال روٹی یا دال چاول یا دال دلیا وغیرہ کوئی مناسب اغذیہ نہیں ہیں۔**البتہ کبھی خواہش پر کھائی جاسکتی ہیں۔

تاکید

یاد رکھیں کہ غذا انسان کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔اس لئے زندگی کا ساتھ ہے۔لیکن بغیر صحیح غذا، بغیر ضرورت اور بغیر کسی خاص شکل وصورت کے استعمال کرنے سے وہ زندگی کی دشمن بن جاتی ہے۔اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ساتھ کی مدد صحیح معنوں میں حاصل کریں۔تاکہ ہم جسم کو مفید سمجھ کر استعمال کر رہے ہوں اور وہ مضر ثابت ہو اور نقصان کا باعث نہ بنے۔

بخاروں میں غذا

بخار کی حالت میں یا باری کے بخاروں میں جس روز باری نہ بھی ہو غذا کو اس وقت تک بند کر دینا چاہئے جب تک بھوک کی شدت نہ ہو۔

یا ضعف پیدا نہ ہو یا دل نہ گھٹنے لگے۔ کیونکہ

① ہر قسم کا بخار حمی تحریک ہو یا حمی تسکین یا حمی تحلیل میں حرارت غریبہ ہوتی ہے، وہ ایک قسم کا خمیر یا مادہ متعفن ہے جو غذا میں فوراً تخمیر پیدا کر کے اس کو متعفن کر دیتا ہے۔

② طبیعت مدبرہ بدن بخار کو رفع کرنے میں مشغول ہو جائے گی اور غذا متعفن ہو کر بخارات میں اور بھی زیادتی کر دے گی۔ اسی طرح طبیعت مدبرہ بدن کا کام اور بھی مشکل ہو جائے گا۔ آخر کار وہ اس قدر کمزور ہو جائے گی کہ وہ بخار کے دور کرنے میں ناکام ہو جائے گی۔ اس لئے بخاروں میں غذا بالکل روک دینی چاہئے۔ اگر غذا دینا مطلوب ہو تو ذیل کی شرائط کے ساتھ دیں تا کہ بجائے نقصان ہونے کے مفید ہو سکے۔

③ مفرد اعضاء کے مطابق جو دوائیں دی جائیں اغذیہ بھی ان کے مطابق ہوں۔ مثلاً محرک اعصابی اغذیہ میں دودھ، چاول، سا گودانہ۔ سبزیوں میں ٹینڈے، توری، کدو، اروی، شلجم، گاجر اور سبزی گوشت کا شوربا وغیرہ۔ محرک غدی اغذیہ میں گندم ہر قسم کا ساگ، پالک، میتھی، ٹماٹر، کریلے، مولی، مونگرے محرک عضلاتی اغذیہ میں آلو، بینگن، مٹر، گوبھی، بند گوبھی، سیم، گوشت، انڈا، مچھلی، دالیں اور ہر قسم کی بھنی ہوئی اشیاء۔

④ محلول اغذیہ میں رقیق شوربا گوشت کا یا سبزیوں کا ہو یا چنوں اور دالوں کا پانی دیا جا سکتا ہے۔ بعض لوگ محلول میں پھلوں کے رس بھی شامل کر لیتے ہیں ان کو کبھی خالی پیٹ نہ دیں۔ کیونکہ ان کی برودت سے تحلیل امراض رُک جاتا ہے۔ پھلوں کے دینے کا صحیح وقت بعد از غذا ہے اور بس، البتہ آم، انگور اور کھجور ایسے پھل ہیں جو بطور غذا استعمال ہو سکتے ہیں۔ اور بے انتہاء مقوی جسم وارواح ہیں۔

جب مریض کا بخار اُتر جائے اور اس کی طبیعت صحت کی طرف لوٹ جائے تو نیم محلول اغذیہ جیسے دلیا، چاول، فرنی، ڈبل روٹی اور دودھ، چائے اور شوربا دے سکتے ہیں۔ دالوں میں بہت کافی مقدار میں گھی ڈال کر بغیر روٹی کے دے سکتے ہیں۔ جب طاقت کی ضرورت ہو تو بھنا ہوا گوشت، قیمہ، انڈے، سبزیوں کی بھجیا وغیرہ روٹی یا بغیر روٹی کے کھلانا مفید ہیں۔ جن مریضوں کو بھوک زیادہ لگتی ہو ان کو دالیں، سبزیاں، چاول، دے سکتے ہیں۔ یا محلول اغذیہ اور صرف سالن ترکاریوں میں کافی مقدار میں گھی ڈال دیں یا حلوہ دے دیا کریں۔

تصدیق نسخہ دق وسل (ٹی بی)

از فخر المعالجین جناب ڈاکٹر امر داس صاحب بھاٹیہ، ایڈیٹر فارمیسی نیوز، لدھیانہ

ہلدی کے دق میں استعمال کے متعلق تحقیقات کا سہرا صابر ملتانی کے سر ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ آپ کے ہلدی اور آک کے دودھ والے نسخے کی بدولت غریب دیہاتی لوگوں کے دق میں علاج کے لئے آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور ان کے لئے صحت کی شاہراہیں کھل گئی ہیں۔ اور میں نے بھی اپنے مہاونتی کیونڈ کے نسخہ سے اس حقیر رسوئی کی رانی کو شامل کر کے شاندار کامیابی حاصل کی ہے میں نے خود ہلدی اور آک والے دودھ کے نسخہ کی بلا آمیزش مہاروونتی اور سرپ گنڈھا کئی مرضوں میں استعمال کر کے شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔ میرا پہلا مریض شری اوتار کرشن تھا۔ جس نے کئی سال سینی ٹوریم میں ضائع کر دیئے مگر بے سود۔ میں نے پھر صابر ملتانی کی ہلدی اور آک کے دودھ والے نسخے کی پہلے پہل آزمائش کی۔ اور مجھے بے حد کامیابی حاصل ہوء۔ اس نسخہ کے استعمال سے بخار دور ہو گیا، کھانسی دور ہو گئی، بلغم بند ہو گئی اور مریض کا وزن بڑھنا شروع ہو گیا۔ اور وہ ایک طرح سے اس دوا کا پرچارک بن گیا اور اس نے دھرم پورہ، کسوئی اور کئی ایک سینی ٹوریم ہاؤس میں مریضوں کو

اکٹھا کر کے اس دوا کے حق میں لیکچر دیئے۔ اور ہر وقت پاکٹ میں ایلومینیم کی ڈبی میں اس دوا کو پاس رکھتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ تو امرت دھارا ہے، آبِ حیات ہے، جیون ساتھی ہے۔

اس کے علاوہ کہتا ہے کہ میرا تجربہ ہے کہ اس سے بھوک بے حد بڑھ جاتی ہے اور کھانا بخوبی ہضم ہوتا ہے اور اس نے تصدیق کی کہ تین ماہ کے استعمال سے اس کا وزن ۸ پونڈ بڑھ گیا۔ اور چھ مہینے قبل اس سے میری ملاقات ہوئی کہ وہ ابھی تک اس علاج کو جاری رکھے ہے۔ غریبوں اور دکھی جنتا کے فائدہ کے لئے وہ اس کا پرچار کر رہا ہے۔ اور اس کے متعلق اخبار ملاپ میں اشتہار دیئے ہیں۔ تا کہ عام لوگ اس حالت سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کیونکہ غرباء کے لئے یہ ایک سستا اور سہل الحصول علاج ہے اور اس کو کوڑیوں کے مول ہی نہیں بلکہ اس سے بھی ارزاں فروخت ہونے والی اس دوا کے استعمال سے دق جیسے موذی مرض کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔

(۱۹)

تحقیقات تپ دق وسل

فہرست عنوانات

ہر قسم کے تپ دق اور سل (ٹی بی) کا یقینی نسخہ

غلط ثابت کرنے والے کو مبلغ ایک سو روپے انعام

1958ء کی میڈیکل ٹی بی کانفرنس کے موقعہ پر ہم نے لکھا تھا کہ آج کل لاہور میں فرنگی ڈاکٹروں کی ٹی بی کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس میں ٹی بی کی روک تھام، علاج اور غذا پر غور وخوض ہوگا تا کہ اس موذی مرض پر پوری طرح سے قابو پایا جاسکے۔ یہ کوئی پہلی کانفرنس نہیں ہے۔ پاک و ہند بلکہ دُنیا بھر خصوصاً یورپ وامریکہ میں ایسی بیشمار کانفرنسیں ہو چکی ہیں اور ان کی کارروائی پر عملدر آمد ہو چکے ہیں۔ بے شمار لیبارٹریاں تحقیقاتی ادارے خصوصاً ٹی بی ہسپتال، ریسرچ سینٹر قائم کئے گئے جن کے نتیجہ کے طور پر سینکڑوں ادویات آج تک ایجاد ہو چکی ہیں۔ مگر تا حال نہ کوئی یقینی دوا اور نہ کوئی بے خطا انجکشن تیار کیا جاسکا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ فرنگی ڈاکٹروں کو ٹی بی کا صحیح علم نہیں ہے۔ فرنگی علاج ایک طرف نہایت مہنگے ہونے کے باعث غریب انسان کی دسترس سے بالا ہیں، دوسری طرف ان میں سے اکثر نقصان رساں ثابت ہو رہے ہیں۔ چنانچہ تحقیقات واکشافات کے اس دور میں بھی ساری دُنیا دق کے مہیب دیو کے تصور سے کانپ رہی ہے۔ راقم الحروف نے سالہا سال کی معالجاتی تحقیق اور مختلف طریق علاج کے تنقیدی مطالعہ کے دوران اس مرض کی اصلیت اور معالجاتی تحقیق اور مختلف طریق علاج کے تنقیدی مطالعہ کے دوران اس مرض کی اصلیت اور معالجے پر بھی غور کیا ہے۔ ہم اس مرض کی ماہیت اور علاج کے جن اہم نتائج تک پہنچے ہیں ان کی تفصیلات اس دکھی دُنیا کی بہتری کے لئے نہایت ہی اختصار کے ساتھ اور اپنا یقینی نسخہ پیش کرتے ہیں جو ٹی بی کی ہر قسم اور ہر اسٹیج کے لئے مفید ہے۔

صابر ملتانی
5 دسمبر 1963ء

معنون

اپنی اس فنی تحقیق اور طبی تجدید کو اپنے عزیز دوست حکیم احمد نذیر صاحب کے نام معنون کرتا ہوں جن کا لگاؤ علم فن طب کے ساتھ عشق کی حد تک معلوم ہوتا ہے، ان کی دلی تمنا ہے کہ علم وفن طب پھر اپنے اس انداز میں قائم ہو جائے جہاں سے اس کا انحطاط شروع ہوا تھا۔ اس سلسلے میں وہ ابتدائے تبلیغ فن سے ہی میرے دوش بدوش جدوجہد کر رہے ہیں اور ہر گرم و سرد مشکل میں کسی قربانی سے گریز نہیں کرتے۔ یہ اشاعت خاص بھی انہی کے نام معنون کی جاتی ہے۔

دعا گو

صابر ملتانی

دیباچہ

ہم نے حکومت کو کئی بار لکھا ہے کہ فرنگی ڈاکٹر دق وسل کی حقیقت سے قطعاً ناواقف ہیں۔ اس لئے ان کے طریق علاج اور ادویات کے استعمال سے اس مرض سے بجائے چھٹکارہ کے یہ مرض انتہائی تیزی سے پھیلے گا۔ آج سے پچاس سال قبل ملک بھر کے شہروں کے عوام ٹی بی کے نام سے واقف نہ تھے، مگر فرنگی ڈاکٹروں کا اشتہاری اور تجارتی پروپیگنڈہ اس قدر ہولناک اور خوف افزا ہے کہ اب گاؤں گاؤں میں نہ صرف ٹی بی کے خوفناک نام سے واقف ہو گئے ہیں بلکہ لاکھوں اس میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ دق وسل (ٹی بی) کا شرطیہ اور اکسیری علاج صرف اپنی ملکی جڑی بوٹیوں اور ادویات سے ہوسکتا ہے۔ اگر تپ دق اور سل کا یہ خوفناک پروپیگنڈہ بند نہ کیا گیا تو ملک کا ہر انسان ٹی بی کے مرض میں گرفتار ہو جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تپ دق ایک بے حد ہولناک اور خوف افزا مرض ہے مگر اس کی ہولناکی اور خوف افزائی کا اس قدر شدومد سے پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ گویا جس کو بھی تپ دق ہو گیا وہ فوراً مر گیا۔ حالانکہ یہ ایسا مرض نہیں ہے جس سے فوراً موت واقع ہو بلکہ مریض سالوں تک زندہ رہتے ہیں...... شیخ الرئیس بوعلی ابن سینا نے لکھا ہے چالیس سال تک بھی زندہ رہتا ہے۔ اس میں کسی قسم کے خوف اور تشویش کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے مقابلہ میں مرض نمونیا ہے جو ایسا خطرناک ہے کہ ایک ہی ہفتہ میں مریض کو ختم کر دیتا ہے اور ہیضہ کا مریض بمشکل تین چار گھنٹے نکال سکتا ہے۔ اسی طرح ورم دماغ اور دیگر اورام جسم میں جو انتہائی ہولناک اور خوفناک امراض میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مگر ان کا پروپیگنڈہ بالکل نہیں کیا جاتا۔ اس لئے اوّل تو فرنگی ڈاکٹروں کے پاس ان کی ایک فیصدی بھی یقینی ادویات نہیں ہیں اور دوسرے ان میں مریض ایک بہت ہی تھوڑی مدت میں ختم ہو جاتا ہے اور اس کو زیادہ ادویات استعمال کرنے کا موقع نہیں ملتا اور اس طرح فرنگی کی تجارت کو فروغ نہیں مل سکتا چونکہ ٹی بی کا مریض ایک بہت لمبے عرصہ تک زندہ رہتا ہے اور اس کو کم ازکم ہزاروں روپوں کی ادویات استعمال کرنے کا موقعہ ہوتا ہے اس لئے فرنگی کی تجارت خوب چلتی ہے، وہ اپنے ڈاکٹروں کے ذریعہ خوب پروپیگنڈہ کراتی ہے چونکہ حکومت خوب چلتی ہے، وہ اپنے ڈاکٹروں کے ذریعہ خوب پروپیگنڈہ کراتی ہے چونکہ حکومت کے کارندے بھی یہی ہیں اس لئے جو وہ کہتے ہیں حکومت کرتی ہے۔ کس قدر حیرت ناک بات ہے کہ ایک تندرست اور صحت مند انسان اگر بدقسمتی سے ایکسریز کرالے تو وہ یقیناً ٹی بی کے چکر میں پھنس جاتا ہے۔ اس مرض کے ہولناک اور خوف افزاء پروپیگنڈہ کے زیر اثر دُنیا میں کسی کام کا نہیں رہتا۔ نہ وہ ملازمت کرسکتا ہے اور نہ تعلیم پا سکتا ہے۔ گویا ہر قسم کے کاروبار اور مشاغل جو وہ خوب اچھی طرح انجام دے رہا تھا یک بیک بند ہو جاتا ہے، جب سے حکومت نے یہ حکم دیا ہے کہ سرکاری، غیر سرکاری ادارہ کے ملازم، ہر سکول اور کالج کے طالب علم کی سکریننگ (تشخیص تپ دق) کرائی جائے تو اس وقت سے اخبارات میں اور بھی خوف ناک خبریں شائع ہونا شروع ہو گئی ہیں جن کو پڑھ کر اور سن کر اور بھی ہولناکی اور خوف وہراس پیدا ہو گیا ہے۔ اس چیز کا فائدہ فرنگی دواء ساز دوا فروش اور ڈاکٹروں کو ہونے کے علاوہ ہمارے ملک سے کثیر دولت غیر ممالک کو جاری ہے، اس کا اندازہ

ایک عام شخص نہیں لگا سکتا۔ یہاں تک بھی معمولی بات تھی، ظلم تو یہ ہے کہ فرنگی ڈاکٹر ملک اور قوم کا ہمدرد نہیں ہے۔ وہ بوچڑ اور قصائی بن گیا ہے۔ الٹی چھری سے کھال اتارتا ہے۔ حکومت اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ ملک اور قوم کی خدمت کر رہے ہیں حالانکہ اس کی تمام کوششیں اپنا الٹا اثر کر رہی ہیں اور ان سے یورپ اور امریکہ کے دواسازوں اور دوافروشوں کی دولت بینکوں میں اکٹھی ہو رہی ہے۔ ہم حکومت کو یہی مشورہ دیں گے کہ وہ فوراً ٹی بی کے پروپیگنڈہ کو بند کرا دیں، تاکہ اس مرض کی ہولنا کی وخوف افزائی اور ہراس فوراً ختم ہو جائے۔ بتاریخ 22 اپریل لاہور کے اندر ایک ٹی بی کانفرنس ہوئی ہے جس کا افتتاح ناظم مارشل لاء لیفٹیننٹ بختیار رانا نے کیا ہے۔ اخبارات میں اس کی پوری روداد اور خبریں شائع ہوئی ہیں۔ ہم صرف ایک خبر پیش کرتے ہیں جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ٹی بی پر قابو پانا اور اس مرض کا علاج کرنا اب حکومت کی طاقت سے باہر نکلتا جا رہا ہے اور عنقریب حکومت اپنی بے بسی کا اظہار کر دے گی۔ حکومت عوام کو اپنی امداد کے لئے تو کافی عرصہ سے پکار رہی تھی مگر اب یہ پروپیگنڈہ شروع کیا جا رہا ہے کہ اس کا علاج گھروں میں بھی اچھے طریقہ سے ہو سکتا ہے گویا اب حکومت کے ہسپتالوں اور سینی ٹوریم میں جگہ ختم ہو گئی ہے اور ٹی بی والوں کی بھیڑ حد سے بڑھ گئی ہے۔

ناظم مارشل لا لیفٹیننٹ بختیار رانا نے جمعہ کے روز کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں تپ دق کی چوتھی سالانہ کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے عوام اور حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ اجتماعی کوششوں سے تپ دق کے خلاف جہاد کریں۔ انہوں نے کہا کہ موذی مرض سے صحت عامہ کو زبردست خطرہ لاحق ہے اور اس سے قوم کو بے پناہ نقصان پہنچتا ہے۔ انہوں نے اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ حکومت صحت عامہ کی محافظ ہے کہا ہے کہ چونکہ حکومت کے ذرائع محدود ہیں اور اس کی ذمہ داریاں لاتعداد ہیں اس لئے صاحب ثروت افراد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ قوم کی صحت اور بہبود کے پروگرام کو مکمل کرنے کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ قبل ازیں ایسوسی ایشن کے صدر ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے خیال ظاہر کیا کہ پاکستان میں سینی ٹوریم اور آب وہوا کے اعتبار سے علاج کی سہولتوں کا فقدان ہے اور جو میسر آ سکتی ہے ان پر خرچ کرنا غریب آدمی کے بس کی بات نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں تپ دق کے علاج میں پچیس سالہ تجربہ کی بناء پر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر گھر میں اس مرض کا علاج احتیاط سے کیا جائے تو وہ بھی سینی ٹوریم کے علاج کی طرح مفید ثابت ہوتا ہے۔ انہوں نے اس مرض کے جراحی اپریشن سے علاج کے خلاف بھی اظہار خیال کیا چونکہ اس طریقہ علاج سے بہت کم افراد کو فائدہ پہنچا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عام آدمیوں کو اپریشن کے طریقہ علاج سے احتراز برتنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ عام ڈاکٹر بھی ابتدائی مراحل میں تپ دق کی تشخیص کر کے انسداد تپ دق کی ادویات استعمال کروا کر اس موذی مرض کو روک سکتا ہے۔

صابر ملتانی
5 دسمبر 1963ء

صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان کی خدمت میں

اظہار حقیقت

ملک پاکستان میں مرض تپ دق اور سل (ٹی بی) کی روک تھام کے لئے کروڑوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں متعدد سینی ٹوریم، لیبارٹریاں وہیلتھ سینٹر قائم ہیں۔ جن میں سینکڑوں ڈاکٹر اور ہزاروں نرسیں ملازم ہیں، لاکھوں روپے کی ادویات اور انجکشن دیئے جا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اس سے بچاؤ اور حفظ صحت کی خاطر بی سی جی کانفرنس ہوتی ہے اور جو غیر ممالک میں ٹی بی کانفرنسیں ہوتی ہیں، ان میں ہمارے نمائندے شریک ہوتے ہیں۔ حکومت کے خرچ پر پاکستانی قابل ڈاکٹر ٹی بی کی معیاری تعلیم اور اعلیٰ تربیت کے لئے یورپ اور امریکہ بھیجے جاتے ہیں اور سب سے بڑی یہ بات ہے کہ وزارت صحت کے علاوہ ٹی بی کا ایک الگ شعبہ قائم ہے جو اس مرض کی نگرانی اور انتظام کر رہا ہے۔ یہ سارا سلسلہ باقاعدہ (سسٹے میٹک) چل رہا ہے۔ مگر اس کارگزاری کا نتیجہ کیا ہے؟ کتنے مریض سال میں شفایاب ہوتے ہیں؟ کیا حکومت کو تسلی ہے کہ وہ اپنی کوششوں اور اس قدر کثیر خرچ کے بعد تسلی بخش طور پر کامیاب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ جیسے سائنس دان اپنے ممالک کامیاب نہیں ہیں تو ہمارے ملک کو اس مرض سے مقابلہ کرنے میں کیسے کامیابی ہو سکتی ہے جب کہ ہمارا ملک اپنے طبی علم اور فنی معلومات میں انہی ممالک پر انحصار کرتا ہے۔ البتہ ہم کو جو کچھ ملتا ہے وہ تازہ نہیں بلکہ باسی ہوتا ہے بلکہ یوں سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے ملک میں یورپ اور امریکہ کا تجارتی پروپیگنڈہ ہوتا ہے جس کے سلسلے میں ہمیں لاکھوں روپے ان ممالک میں ادویات اور دیگر طبی ضروریات پر زرمبادلہ میں دینے پڑتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر ہمارے ملک میں مرض تپ دق اور سل (ٹی بی) شب و روز شدت سے بڑھ رہی ہے۔

جاننا چاہئے کہ دُنیا میں صرف ایک فرنگی علاج نہیں ہے جس سے امراض کا علاج ہو سکتا ہے۔ دیگر طریقہ ہائے علاج بھی ہیں اور وہ سب کسی نہ کسی حقیقت پر مبنی ہیں اور ہر حقیقت اپنے اندر صداقتیں رکھتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فرنگی طب کی بنیاد سائنس پر ہے تو اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر حقیقت ایک سائنسی (تجربہ و مشاہدہ) ہے۔ اس کی بنیاد کسی نہ کسی علمی حقیقت پر قائم ہے۔ ہمارے ملک میں بھی مختلف طریقہ ہائے علاج ہیں۔ ان میں ایسے طریقہ ہائے علاج بھی ہیں جو صدیوں نہیں بلکہ ہزاروں برس سے چلے آتے ہیں۔ ان میں ہزاروں برس کے تجربات اور مشاہدات شامل ہیں۔ جب فرنگی طریقہ علاج نہیں تھا تو ان سے مرض تپ دق اور سل (ٹی بی) کے کامیاب علاج کئے جاتے تھے۔ آج بھی ان طریقہ ہائے علاج میں وہ کامیاب علاج موجود ہیں جو ملکی جڑی بوٹیوں سے کئے جاتے ہیں جن پر روپے نہیں بلکہ کوڑیاں بھی خرچ نہیں آتیں اور مریض بہترین طریق پر صحت یاب ہو جاتا ہے۔

اگر حکومت اس طرف ذرا بھی توجہ دے تو نہ صرف اس مرض سے چھٹکارا مل سکتا ہے بلکہ ہزاروں روپے کا زرمبادلہ بھی بچ سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ملک کی دولت بھی بچ سکتی ہے اور اگر حکومت چاہے تو ملکی کامیاب اور اس مرض کی شرطیہ ادویات سے لاکھوں روپے کا زرمبادلہ غیر ممالک سے کمایا بھی جا سکتا ہے اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ملکی ڈاکٹروں کے لئے تحقیقات کا نیا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے۔ جبکہ

ملک کی یہ حالت ہے کہ ہمارے ڈاکٹر تقریباً ہر مرض اور خصوصاً ٹی بی میں یورپ و امریکہ کے دست نگر ہیں اور ان کی اس سلسلہ میں دو باتیں نہایت اہم ہیں کہ تمام ڈاکٹر عقل مند اور محب وطن ہیں۔ اور تمام حکماء اور دیگر طریقہ ہائے علاج کے ماہرین بے وقوف اور ملک دشمن ہیں۔ عقل وحب الوطنی کے ٹھیکیدار صرف ڈاکٹر ہی ہیں۔ تو پھر کوئی شخص قوم میں عقلمند اور ملک کا خیر خواہ نہیں ہے۔ اختلاف رائے ہر جگہ ہو سکتا ہے مگر عقل مندی اور حب الوطنی اور شے ہے۔ یہ بات نہایت قابل غور ہے اور حکومت کو اس پر ضرور فکر ونظر کرنی چاہئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ملک میں 99 فیصدی طبقہ ملکی علاج وادویات سے مستفید ہوتا ہے۔ اس میں عوام کے علاوہ امراء ورئیس حکومت کے چوٹی کے آفیسر اور مغربی تعلیم یافتہ طبقہ بھی شریک ہے۔ تو پھر فرنگی طب کا کیا کمال ہے کہ اس ناکامی کے بعد بھی اس پر کروڑوں روپوں کا زرکثیر برباد کیا جارہا ہے۔ جس کا فائدہ صرف ایک فیصد ہی ملک اور قوم کے لئے مخصوص ہے۔ کیا یہ دولت بچائی نہیں جاسکتی ہے؟ کیا ہر محب وطن پاکستانی کا فرض نہیں ہے کہ وہ اس انداز پر غور وفکر کرے؟

اس کے علاوہ ہم پہلے بھی حکومت کو کئی بار لکھ چکے ہیں اور اب پھر دہراتے ہیں کہ اگر حکومت مزید تسلی چاہتی ہے تو دو تین ہائیکورٹ کے ججوں کی تحقیقاتی کمیٹی مقرر کردے اور ان کے ساتھ فرنگی ڈاکٹروں کی پوری ٹیم ہو، ہم ان شاء اللہ ثابت کردیں گے کہ فرنگی تپ دق اور سل کے علاج میں ناکام ہے۔ فرنگی طب اَن سائنٹفک غیر ملکی طریق علاج ہے۔ اگر ہم ثابت نہ کرسکیں تو حکومت جو چاہے ہم کو سزا دے سکتی ہے۔

آخر میں مارشل لاحکومت اور خاص طور پر ملک کے محبوب راہنما صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان صاحب کو انقلابی حکومت کی سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے ہم اُمید کرتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے ناکارہ، بے ایمان افراد کو حکومت سے باہر نکال کر ملک کی عنان اپنے قابل اعتماد افراد کے ہاتھ میں دی ہے اسی طرح اُمید کرتے ہیں ملک کے علوم وفنون اور سائنس وحکمت میں بھی ایک عظیم انقلاب کی صورت پیدا کرتے ہوئے ملک کے صاحب علم اہل فن اور ماہرین کو اپنے زیادہ سے زیادہ قریب کرلیں گے تاکہ غیر ممالک کی محتاجی سے نجات حاصل ہوجائے اور ملک صحیح معنوں میں پائندہ باد ہوجائے۔

پاکستان زندہ باد

خادم فن

صابر ملتانی

27 اکتوبر 1959ء

دق اور سل کی تاریخ اور وسعت

جہاں تک قدیم طبی کتب کا تعلق ہے ان سے پتہ چلتا ہے کہ دق وسل ایک پرانا مرض ہے اور وسعت کے لحاظ سے بھی یہ مرض دُنیا کے ہر حصے اور ہر قسم کی آب وہوا میں پایا جاتا ہے۔ سرد سے سرد پہاڑی علاقوں سے لے کر تپتی ہوئی ریتلی زمین پر بھی اس کے اثرات اور غارت گری نظر آتی ہے، گویا اس مرض سے کسی زمین اور کسی آب وہوا میں امان نہیں ہے۔

دُنیا کا قدیم ترین علاج آیورویدک ہے۔ اس کی شاستروں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ آیورویدک میں چرک ششتر کی کتب کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے اس مرض کا ذکر کیا ہے۔ ان کی کتب سے پتہ چلتا ہے کہ ویدک عہد میں سہوم نامی راجہ کو اور بعض کے نزدیک چندر مان راجہ اس مرض میں مبتلا ہو گیا تھا جو اچھا ہو گیا تھا۔ راجہ سہوم کے مبتلائے مرض ہونے کی وجہ سے چرک رشی نے اس مرض کو ''راج لاگ'' کا نام دیا ہے اور راجہ کی مناسبت سے بعض نے اس مرض کو راج یکھما لکھا ہے (یعنی راجاؤں کو ہونے والا مرض)۔

طب یونانی کے ابتدائی دور میں بقراط اور جالینوس نے بھی اس مرض کا ذکر کیا ہے۔ جالینوس نے اس کو متعدی لکھا ہے۔ اسی طرح حکیم ارسطو، اور دیگر قدیم اطباء نے اس کو متعدی اور لاعلاج لکھا ہے۔ اسلامی دور کے اطباء نے بھی اس کے متعلق بہت شرح وبسط سے لکھا ہے، مگر تقریباً سب نے اس کو لاعلاج اور مہلک قرار دیا ہے۔ شیخ الرئیس بوعلی سینا تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ مرض بالکل نہیں جا سکتا۔ اس نے گل قند کی اس مرض کی اصلاح کے لئے بہت تعریف کی ہے یعنی گل قند کے مسلسل استعمال سے مرض کا غلبہ کبھی نہیں ہوتا۔

جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے تو ان کی ابتدائی دور کی کتب میں بھی اس مرض کا ذکر اور غور وخوض کی صورتیں نظر آتی ہیں۔ 1689ء میں ڈاکٹر سیڈنم نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور اپنے مضمون میں اسے متعدی لکھا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر وچر نے سل کا سبب ذات الریہ تولی کو قرار دیا ہے۔ ان کے علاوہ بے شمار ڈاکٹروں نے اس پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آخر میں ڈاکٹر کاخ نے سل دق کے جراثیم دریافت کر کے اس مرض اور اس کے علاج کو ایک نئی صورت دی۔ ان کی تحقیقات 1882ء میں دنیا کے سامنے پیش کی گئیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس مرض میں بے شمار تحقیقات اور اضافے ہوئے ہیں اور مرض کو رفع کرنے کے لئے بے شمار ''اکسیر اور تریاق'' ادویات اور علاج دُنیا کے سامنے پیش ہوئے، مگر تقریباً اس پوری ایک صدی کا نتیجہ صفر سے آگے نہیں بڑھا اور وہ تمام اکسیر اور تریاق ادویات فیل ہوتی نظر آتی ہیں تو فوراً ہی مارکیٹ میں اور ان کی اکسیر اور تریاق قسم کی ادویات وارد ہو جاتی ہیں جن کے ساتھ ایک بہت بڑا رنگین لٹریچر اور خوب صورت پیکنگ پھر عوام خصوصاً دق سل کے مجبور مریضوں کو اپنی طرف کھینچ لاتا ہے۔

جہاں تک اس مرض کے علاج کا تعلق ہے معالج فرنگی بری طرح ناکام ہے، باوجود حکومتیں اس کی سرپرستی کرتی ہیں۔ اس کے پاس بڑی بڑی لیبارٹریاں، شاندار ہسپتال، صحت افزاء مقامات پر سینٹی ٹوریم، شاندار دماغ وتعلیم کے لئے بے شمار چوٹی کے کالج اور ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں مگر نتیجہ بالکل صفر کے برابر نظر آتا ہے۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ کاخ کی تحقیقات بالکل صحیح ہیں اور مرض دق سل کے جراثیم یا زہر کا علم ہو گیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس مرض کا یقینی اور بے خطا علاج اور ادویات میں بالکل ناکام ہے۔ صرف بزنس کی خاطر وہ اپنی تحقیقات وعلاج معالجے کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔

بعض خود پسند اور غلط فہمی میں مبتلا فرنگی ڈاکٹر اپنے طریق علاج اور ادویات کی تعریف کرتے ہیں لیکن ان کو اس امر کا بالکل تجربہ نہیں ہے کہ ان کی ادویات صرف وقتی علامات کو رفع کرتی ہیں جو کچھ عرصہ بعد پھر پیدا ہو جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فرنگی حکومت سے قبل ہمارے ملک بلکہ دُنیا بھر میں یہ مرض اس کثرت سے نہیں پایا جاتا تھا۔ لیکن جب سے فرنگی تہذیب و تمدن دُنیا میں پھیلا ہے اس مرض کی کثرت ہو گئی ہے۔ آج دُنیا کا یہ حال ہے کہ 60 فیصدی لوگ اس مرض کا شکار ہیں اور روز بروز حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ خود انگلستان و ویلز اور امریکہ میں دق سل کے مریضوں کی تعداد کئی کروڑ تک پائی جاتی ہے اور لاکھوں انسان اس مرض میں مرتے ہیں۔ جب فرنگی ڈاکٹر اپنے ممالک میں اس مرض کے علاج میں کامیاب نہیں ہیں تو دوسرے ممالک میں ان کی ادویات کیا مفید ہو سکتی ہے جبکہ ان کی ادویات ان کے اپنے ممالک اور ان کی آب و ہوا میں تیار کی گئی ہیں۔ ہمارا مزاج، ہماری اغذیہ اور ہمارے عقائد ان سے بالکل مختلف ہیں۔ پھر ان کے ملک کے غیر یقینی ادویات اور علاج ہمارے ملک کے لئے کیسے اکسیر اور تریاق ہو سکتی ہیں۔

یہ اس قسم کا مرض ہے کہ ان میں انسان کے علاوہ حیوانات، پرند اور حشرات الارض تک مبتلا نظر آتے ہیں۔ گھر کے پالتو جانوروں میں گائے اور بھیڑ، پالتو پرندوں میں مرغ اور کبوتر اور طوطے تک گرفتار ہو جاتے ہیں۔ البتہ بھینس و بکری اور اونٹ اور گھوڑوں کو یہ مرض نہیں ہوتا۔ اسی طرح کتوں اور بلیوں میں یہ مرض نہیں دیکھا گیا۔ البتہ خنزیر اور بندر اس مرض میں بہت زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اکثر اسی مرض میں مرتے ہیں۔ انسانوں میں عام طور پر چودہ سال سے لے کر تیس سال تک زیادہ اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ اس مرض کا شکار ہوتی ہیں کیونکہ ان کے رحم کی سوزش اور ماہواری کی خرابی اس مرض میں گرفتار کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ستر فیصدی عورتیں سوزش رحم اور ماہواری کی خرابی کی وجہ سے اس مرض کا شکار ہوتی ہیں۔ جن عورتوں کے حمل ضائع ہو جاتے ہیں یا ان کو ضائع کرنے کی عادت ہو یا برتھ کنٹرول پر عمل کرتی ہیں وہ ضرور اس مرض میں گرفتار ہو کر موت کی آغوش میں آرام پاتی ہیں۔ بچے اس مرض میں بالکل گرفتار نہیں ہوتے۔ بوڑھے دق میں تو مبتلا نہیں ہوتے مگر سل کا مرض ان کو ضرور ہو جاتا ہے۔

ان کی تاریخ اور وسعت سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ دق سل (ٹی بی) ایک بین الاقوامی مرض ہے جو ہر ملک ہر قوم اور ہر آب و ہوا میں ہوتا ہے۔ ان مقام میں یہ مرض نہیں پایا جاتا ہے جن میں حرارت اور رطوبت کی زیادتی ہو۔ اس لئے بچوں اور بوڑھوں میں یہ مرض نہیں پایا جاتا۔ بچوں میں اس لئے کہ ان میں حرارت اور رطوبت کی زیادتی ہوتی ہے بوڑھوں میں اس لئے کہ ان میں ایک عارضی رطوبت پائی جاتی ہے جس سے جسم میں حرارت کی زیادتی ہوتی ہے اور بھینس میں رطوبت کی اس قدر کثرت سے ہوتی ہے کہ ان کے جسم میں سوزش پیدا ہونا تقریباً ناممکن ہے۔

تاریخ اور تحقیقی حقائق کی اس وسعت کو اگر سامنے رکھا جائے تو دق سل (ٹی بی) سے بچاؤ کے لئے ایک اچھی خاصی حقیقت سامنے آ جاتی ہے یعنی اگر جسم میں حرارت اور رطوبت کی زیادتی ہے تو اس مرض میں گرفتار نہیں ہوتا۔ اس طرح اگر کوئی شخص اس مرض میں گرفتار ہو جائے تو اس کے علاج میں بھی حرارت اور رطوبت کی زیادتی کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی انسان اس مرض میں گرفتار نہیں ہوگا اور ہر مریض اس مرض کے چنگل سے بہت آسانی کے ساتھ خلاصی پالے گا۔

ہماری یہ پچیس سالہ تحقیقات ہیں جو ہم نے عملی، منطقی اور تحقیقاتی و سائنسی دلائل کے ساتھ پیش کر دی ہیں۔ جو اشخاص بھی اس پر عمل کریں گے ان شاء اللہ ضرور کامیاب ہوں گے اور جو اہل فن اور اطباء حقائق کو ذہن نشین کریں گے وہ اس مرض کے علاج میں یقیناً کامیاب ہوں گے اور آئندہ کے لئے اس سلسلہ میں مزید تحقیقات بھی کر سکیں گے۔ ہم نے وقت کی قلت کی وجہ سے بہت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے ورنہ اس میں کئی گنا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ قسم کا ٹی بی فرنگی حکومت، فرنگی طریق علاج
اور
فرنگی ادویات کی پیداوار ہے

اطبا، وید اور عوام فوراً انگریزی ادویات کے استعمال کو بند کریں

موجودہ قسم کا ٹی بی جس کا آئے روز بڑی شدومد سے پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، یہ حقیقی قسم کا دق سل نہیں ہے بلکہ یہ ٹی بی جسم کے کسی عضو کی معمولی قسم کی سوزش ہے جس کو ٹی بی کا تجارتی نام دے کر اطباء اور عوام میں خوف وہراس پیدا کیا جارہا ہے۔ درحقیقت اس ٹی بی کا دق اور سل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اوّل فرنگی ڈاکٹر صحیح قسم کے دق وسل کا علم نہیں رکھتے اور دوسرے اس موجودہ ٹی بی کے علاج سے عاجز ہیں جس کے ثبوت میں دُنیا بھر اور خصوصاً یورپ، امریکہ اور پاکستان وہندوستان کے اندر جو اس مرض کے متعلق علاجات کئے جارہے ہیں پیش کئے جاسکتے ہیں۔ کہیں بھی فرنگی طب کو اس موجودہ ٹی بی کے علاج میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اصل دق وسل کے علاج کا ذکر بے سود ہے۔

جہاں تک اس موجودہ ٹی بی کی پیدائش کا تعلق ہے یہ فرنگی طریق علاج، فرنگی زندگی اور فرنگی ادویات کی پیداوار ہے۔ جوں جوں فرنگی طریق علاج میں، اس کے شیشہ وآلات، اس کے شاندار ہسپتال اور زہد شکن نرسوں، خوش نما پیکنگ اور فریب نظر ماحول کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ عوام اس میں گرفتار ہو کر موجودہ ٹی بی میں گرفتار ہورہے ہیں۔ انگریزی طبی تجارت کے پروپیگنڈہ کا خیال یہ ہے کہ وہ انفرادی طور پر کسی فرنگی ڈاکٹر کو پروپیگنڈہ کرنے نہیں دیتا، مگر خود دواساز کمپنیوں کی طرف سے نت نئی ادویات کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے تاکہ ملک کی تمام دولت سمیٹ سمٹا کر دواساز کمپنیوں کے خزانے میں ڈھیر ہوجائے اور ملک ہمیشہ ان کا محتاج رہے۔

فرنگی علاج

فرنگی علاج کی بنیاد جراثیم تھیوری پر ہے اور وہ ہر مرض کا سبب جراثیم کو قرار دیتے ہیں۔ اس لئے جب ان کے پاس کوئی مریض آتا ہے تو شب وروز اس کو جرم کش ادویات استعمال کراتے ہیں جو اکثر وبیشتر زہریلی تیز اور نشہ آور ہوتی ہیں جن کے استعمال سے انسانی جسم کے اعضاء رفتہ رفتہ گھٹنے لگ جاتے ہیں۔ انسانی جسم کے ٹشوز تباہ ہونے شروع ہوجاتے ہیں، انسانی اعضاء خون اور خاص طور پر صالح خون کا بنانا بند کردیتے ہیں اور آخر میں جسم کے کسی حصہ میں سوزش (اری ٹیشن) پیدا ہوجاتی ہے۔ پس یہی موجودہ ٹی بی ہے جس سے انسان گھل گھل کر مرجاتا ہے۔ یہ بالکل اسی قسم کا مرض ہے جیسے کینسر نشہ خوری مثلاً شراب، افیون، بھنگ، کوکین اور چرس وغیرہ سے رفتہ رفتہ گھل کر مرجاتا ہے۔ حقیقت میں ان سب باتوں کا تعلق حقیقی دق سل سے نہیں ہے۔ حقیقی قسم کا دق وسل ایک جدا قسم کا مرض ہے جو بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

فرنگی طرزِ زندگی

شراب خوری اور عیاشی، رات بھر کلبوں اور ہوٹلوں میں جاگنا، نغمہ وساز، رقص وسرود، سینما، تھیٹر اور فلم سازی وغیرہ، بناسپتی گھی، گھٹیا قسم کے کیک پیسٹری جن میں مکھن کا نام تک نہیں ہوتا۔ خشک بسکٹ اور بکثرت چائے نوشی اور اس پر مسلسل سگرٹ نوشی (چین سموکنگ) جسم میں صالح رطوبات کو ختم کر دیتے ہیں۔ جسم کے کسی حصہ میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے، پھر انسان اس موجودہ قسم کی ٹی بی میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس پر دفتری زندگی، غربت، مزدوری، ضروریات زندگی گرانی، دولت کمانے کا حرص اور روپیہ ناجائز طور پر اکٹھا کرنے کا لالچ زندگی کی رہی سہی خوشیوں کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ پھر فرنگی طریق علاج اس قدر گراں ہے کہ وہ ایک آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ جس سے وہ نہ صرف اپنی ذات کے لئے باعث مصیبت ہے بلکہ وہ اپنے معاشرے کے لئے بھی ایک عذاب اور مسلسل دکھ بن جاتا ہے۔

انگریزی ادویات

اوّل انگریزی ادویات میں اکثر و بیشتر زہریلی ونشہ آور تیز وتیزابات سے بھرپور تیز قسم کی شراب اور اسپرٹ میں آمیز ہوتی ہیں جن کی پہلی خوراک ہی سے کام کی وہ تو اضع ہوتی ہے کہ حلق سے لے کر پیٹ تک ایک دم ہی آگ لگ جاتی ہے اور مریض اپنی بیماری کے علاوہ تڑپ ہی تو جاتا ہے۔ اس کو گھنٹوں اپنی بیماری بھول جاتی ہے اور اگر انجکشن لیتا ہے تو اس کی تکلیف ہفتوں نہیں بھلا سکتا اور اس پر طرہ یہ ہے کہ مریض مرے یا جئے ڈاکٹروں کو اس امر کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ ان کو صرف فیس اور دوا دینے سے کام ہے۔

جہاں تک ٹی بی کے علاج کا تعلق ہے اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ اوّل جو مرض فرنگی طرز زندگی اور فرنگی طریق علاج سے پیدا ہوا ہے وہ بھلا فرنگی ادویات سے کیسے دور ہو گا۔ بلکہ روز بروز بڑھے گا اور یہاں تک بڑھے گا کہ مریض یا تو آرام کے ساتھ قبر میں سو جائے گا یا تڑپ تڑپ کر اپنی زندگی گزارے گا۔ اس کے ساتھ یہ امر بھی ذہن نشین کر لیں کہ جن مریضوں کو ٹی بی نہیں ہے اور غلط تشخیص پر ان کو ٹی بی کی ادویات استعمال کرائی جائیں گی تو ان مریضوں کو بھی ٹی بی ہو جائے گی۔ یہ نظریہ کبھی نہ بھولیں کہ غلط ادویہ وہی مرض پیدا کر دیتی ہیں جس مرض کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ خصوصاً زہریلی ونشہ آور اور تیز وتیزابات سے بھرپور ادویہ فوراً ٹی بی کا مرض پیدا کر دیتی ہیں جن میں پارہ، گندھک، سنکھیا، دھتورہ، افیون، بھنگ، کاربالک ایسڈ، کریازوٹ، کونین اور اسپرین وغیرہ شامل ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں حکومت وعوام، اطباء اہل فن کو غور کرنا چاہئے اور موجودہ ٹی بی سے بچنے کے لئے فرنگی طرزِ زندگی، فرنگی طریق علاج اور فرنگی ادویات سے دور رہنا چاہئے اور دوسروں کو بھی رکھنا چاہئے تاکہ ہمارا ملک صحیح معنوں میں پھولے پھلے اور ملک کی دولت ملک میں رہے اور موجودہ ٹی بی کا نام تک ختم ہو جائے۔

روزانہ آلو کھانے سے دق اور سل (ٹی بی) ہو جاتا ہے

امریکہ کے شعبہ اطلاعات نے ''آلو پاکستان کو اناج کی قلت سے نجات دلا سکتے ہیں'' کے زیرِ عنوان ایک فیچر شائع کیا ہے۔ اس فیچر نما مضمون میں کہا گیا ہے کہ ''اگر پاکستان کا ہر فرد آلو کھانے کی موجودہ مقدار میں ڈیڑھ اونس کا اضافہ کر لے تو پاکستان غیر ملکوں سے ایک اونس اناج درآمد کرنے کی ضرورت سے بھی بے نیاز ہو سکتا ہے''۔ امریکی شعبہ اطلاعات کے فیچر میں کہا گیا ہے کہ ''دعویٰ تعجب خیز ضرور ہے تاہم اس میں مبالغہ آمیزی کو چنداں دخل نہیں ہے۔ کیونکہ ڈیڑھ اونس فی کس روزانہ آلو کی مقدار بڑھانے کے یہ معنی ہیں کہ آٹھ کروڑ کی

آبادی دس لاکھ ٹن روزانہ آلو کھائے گی۔ اس طرح دس لاکھ ٹن غلے کی سالانہ لاگت سے نجات مل جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ موجودہ دور میں پاکستان گندم اور چاول کی کمی کے جس بحران سے دوچار ہے اس کا ازالہ ہو سکے گا''۔

امریکی فیچر کی اس عبارت میں پیش کردہ دوررس نتائج کے پیش نظر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ کیا پاکستان کے افراد کو اپنے نظام خوراک کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ کیا ہماری قوم آلو کی پیداوار میں اضافہ اور اس کی قیمتوں کو ایک عام آدمی کی قوت خرید کی سطح پر لا سکتی ہے۔ امریکہ اور پاکستانی ماہرین نے ان سوالوں کا جواب اثبات میں دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگرچہ اس راستے میں ثبوت کی رکاوٹیں ہیں۔ تاہم وہ مطمئن ہیں۔ (ہانگ مور)

نیشنل ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان کی اطلاع کے مطابق ہر سال دو لاکھ پاکستانی صرف تپ دق سے مرتے ہیں اور مزید دس لاکھ ساتھ ہی اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جناب مسٹر ذاکر حسین صاحب گورنر مشرقی پاکستان نے انسداد دق وسل ایسوسی ایشن کے سالانہ اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ حکومت سرکاری ہسپتالوں میں ایک مریض پر دق کے علاج کے لیے چار ہزار روپے سالانہ خرچ کر رہی ہے۔ دق وسل کی وجہ سے ہر سال ایک ارب ساٹھ کروڑ کے قومی سرمایہ کا نقصان ہوتا ہے۔

ان مریضوں اور اخراجات کے اعداد و شمار کو سامنے رکھئے اور پھر امریکہ کے شعبہ اطلاعات کی معرفت ان کے ماہرین نے پاکستان کو اناج کی قلت سے جو نجات دلانے کی تجویز پیش کی ہے کہ ''ہر پاکستانی اپنی روزانہ خوراک میں آلوؤں کا اضافہ کر لے'' کچھ افسوس نہیں ہے کیونکہ غیر ملکی جس طرح بھی چاہیں الٹے سیدھے مشورے دیتے رہتے ہیں مگر ہم کو بے حد افسوس اور سخت حیرت ہوتی ہے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ پاکستانی ماہرین نے بھی اس تجویز کو صحیح تسلیم کر لیا اور وہ اس تجویز اور اس کے زیر عمل لا سکتے پر مطمئن ہیں۔

انتہائی تعجب کا مقام ہے کہ تمام پاکستان میں کوئی شخص نہ حکومت کے افسران اور مشیران میں اور نہ حکومت سے باہر غذا یا ماہر نباتات یا ایسا ڈاکٹر جو ماہر جسم انسانی ہو یا دق وسل (ٹی۔ بی) کا ماہر نہیں پایا جاتا جو حکومت کو آگاہ کرے کہ امریکہ کی مندرجہ بالا تجویز اقتصادی نظریہ سے شاید صحیح ہو سکے (اگرچہ وہ بھی محل نظر ہے) لیکن طبی اور قومی صورت کے نقطہ نظر سے انتہائی مضر اور لایعنی تجویز ہے کیونکہ روزانہ آلو کھانے سے تھوڑے ہی عرصہ میں دق وسل (ٹی۔ بی) ہو جاتا ہے۔ امریکہ والوں کا اس سے مقصد کیا ہے۔ اپنے ملک کی سرخ گندم میں جو انتہائی خشک ہے جس میں زمینی اور ریاحی مادہ ہمارے ملک کی گندم سے سو فیصدی زیادہ ہیں کھلا کر بے شمار پاکستانیوں کو ٹی بی کا شکار نہیں بنایا؟ اور اب روزانہ آلو کھلا کر تمام پاکستان کو ٹی بی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تاکہ امریکن دوائیں اور دیگر ضروریات زندگی پہلے کی نسبت پچاس گنا زیادہ بڑھ جائیں۔

جاننا چاہیے کہ آلو ایک ایسی نباتات ہے جس میں ارضی اور چونے کے اجزاء سوائے بینگن کے تمام سبزیوں سے بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ان کے صرف دو تین روز صبح اور شام کھانے سے پیٹ میں ریاح (بادی) کی کثرت، قبض کا مرض اور خشکی بڑھنی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد خشکی کی شدت سے کھانسی اور ہلکی حرارت شروع ہو جاتی ہے۔ جس سے ان کی وائٹل فورس (قوت مصلح بدن) اور امیونٹی (قوت مقابلہ مرض) دونوں کمزور ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کے بعد دق سل (ٹی بی) کا حملہ ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے یعنی علاج پر بے شمار خرچ اور پھر رفتہ رفتہ مریض موت کی آغوش میں ہمیشہ کے لیے سو جاتا ہے۔

اگر ہمارے اس بیان میں مبالغہ ہو تو کوئی بھی شخص امریکن سرخ گندم کے ساتھ صرف ہفتہ عشرہ صبح و شام آلو کھا کر دیکھ لے۔ اگر بغیر گندم کے صرف آلو کھائے تو نتیجہ اور بھی جلد سامنے آ جائے گا۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ امریکن اور پاکستانی ماہرین کو بلا کر ان کے سامنے

تجربات کرا کے اعداد شمار حاصل کر سکتی ہے۔ بلکہ بہتر ہوگا کہ ان ماہرین ہی کو تجربات کے لیے تختہ مشق بنایا جائے۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ اگر ہمارے بیان میں مبالغہ ہو تو ہم ہرجانہ ادا کرنے کو تیار ہیں۔ بے شک ایسے تجربات ہمارے سامنے کرائے جائیں اور ان کا اخبارات میں اعلان بھی کرایا جائے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ دق وسل (ٹی۔بی) کے مریضوں کو آلو کھلانا سخت مضر ہے۔ ان کو کھلا کر تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تجویز تو بالکل ایسی ہے جیسے ایک بار ایک جرمن سائنس دان نے اپنے دشمنوں کو تباہ کرنے کے لیے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ جس قوم کو تباہ کرنا ہو۔ کشش سے چاند کو کھینچ کر اس ملک پر پھینک دیا جائے لیکن وہ چاند کے قریب تر آنے کے عواقب اور خوفناک نتائج سے واقف نہ تھا۔ اس کو جب عواقب اور نتائج سے آگاہ کیا گیا تو اس کا دماغ ٹھکانے آ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ دنوں صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان نے ایک پریس کانفرنس میں پروفیسر عنایت اللہ خان کی ایک کتاب کا تذکرہ کیا جو اقتصادیات پر لکھی ہوئی ہے۔ جس میں یہی مشورہ دیا ہوا ہے کہ جن ممالک میں گندم کی کمی ہو تو آلو کھلا کر اقتصادی طور پر گندم کو بچایا جا سکتا ہے۔ سربراہ حکومت کا تذکرہ تھا فوراً آگ کی طرح ملک اور بیرون ملک میں پھیل گیا۔ پھر اس کے بعد صدر پاکستان نے پروفیسر صاحب سے ملاقات بھی کی۔ اس کا اور بھی چرچا ہوا اور اکثر اہل علم کو کتاب دیکھنے کا بھی شوق پیدا ہوا۔ کتاب کیسی ہے۔ اس پر تو ماہر اقتصادیات ہی لکھیں گے لیکن جہاں تک آلو کو بطور غذا روزانہ استعمال کرنا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوگا کہ پاکستانی قوم کو تباہ کرنے کے مترادف ہوگا۔ ہم کبھی اس تجویز پر عمل کرنے کا مشورہ نہیں دیں گے۔ جہاں تک اقتصادی زاویہ نگاہ سے ملک میں غذا کے مسئلہ کا حل ہے اس کے لیے اور بھی کئی بہترین تجاویز پیش کی جا سکتی ہیں اور اگر حکومت چاہے تو بے ضرر متبادل غذائیں بھی تجویز کی جا سکتی ہیں۔ جو نہ صرف مفید بلکہ سستی اور مقوی بھی ہو سکتی ہیں۔

یورپ امریکہ کے فرنگی ڈاکٹروں کو چیلنج

برتھ کنٹرول سے مرد پاگل اور عورتوں کو دق وسل (ٹی بی) ہو جاتا ہے

برتھ کنٹرول ایک ایسی لعنت ہے جس سے قومیں تباہ اور ملک برباد ہو جاتے ہیں کیونکہ نفس اور آفاق کا گہرا تعلق ہے، جب نفوس میں کمی واقع ہوتی ہے تو روح کائنات کے افعال میں تغیر آ جاتا ہے جس سے اس کا انبساط انقباض میں تبدیل ہو جاتا ہے اور قوم و ملک کی نشو و ارتقاء اور ترقی رک جاتی ہے۔ بالکل اس طرح جیسے اگر درختوں کو کاٹ دیا جائے تو بارش برسنا بند ہو جاتی ہے۔

مسئلہ خوراک اور ضروریات زندگی پر قابو پانے کے لئے پیدائش کو روک دینا اس کا حل نہیں ہے بلکہ کثرِ آبادی (مین پاور) کے ذریعے ملک کے دیگر ذرائع میں جدوجہد کرنے سے ان پر قابو پانا چاہیے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی حکومت ملک کی آبادی کی کمی بیشی پر قابو نہیں پا سکتی اور اس کی مثال آج تک دُنیا میں پیش نہیں کی جا سکتی اور جن ممالک کی آبادیاں کم ہو جاتی ہیں ان کا پورا کرنا انتہائی مشکل ہے۔ اس لئے آج کل یورپ امریکہ خود آبادی کی کمی کا رونا رو رہے ہیں۔ کیا جنگیں، وبائیں، سیلاب، زلزلے، طوفان اور امراض جیسے خوفناک اسباب ملک کی آبادی کو کم کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں جو قدرت کی ایک اور لعنت کو دعوت دی جا رہی ہے۔

آج کل ہند و پاکستان میں آبادی کے کنٹرول کا مسئلہ نہایت زوروں پر ہے اور ایک اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ملک کی غذائی پیداوار اور دیگر ضروریات زندگی کی بے حد قلت ہو گئی ہے بلکہ قحط کی سی صورت ہے اور اگر غیر ممالک سے امداد نہ منگوائی جائے تو حالت نہایت غیر ہو جائے۔ عرصہ تقریباً بارہ سال سے کوشش کی جا رہی ہے مگر اس پر قابو نہیں پایا جا سکا۔ آخر مجبور ہو کر

حکومتوں کو اس سمت قدم اٹھانا پڑا کہ ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے کے لئے پیدائش پر کنٹرول کرنا چاہیے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے فیملی پلاننگ کا محکمہ قائم کرنا پڑا، ظاہر ہے یہ ایک صحیح اقدام ہے لیکن اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ نہ صرف ایک انتہائی غلط اقدام ہے بلکہ یورپ اور امریکہ کی نقالی اور اس کی غلط تعلیم کا نتیجہ ہے۔

ہمیں سخت افسوس ہے کہ ملک کے ماہرین اور حکومت کے مشیروں نے کبھی اس انداز سے نہیں سوچا کہ نفس اور آفاق کا کیا تعلق ہے جس کا ممالک اور اقوام پر کس قدر خوفناک اثر پڑ سکتا ہے اور انفرادی طور پر ہر مرد اور عورت کے جسم و نفس اور روح پر اس کے کس قدر برے اور تکلیف دہ اثرات پیدا ہو سکتے ہیں صرف منفی اور تخریبی ذریعہ سے سوچنا کافی نہیں ہوا کرتا بلکہ مثبت اور تعمیری ذرائع سے بھی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

جہاں تک غذائی پیداوار اور ضروریات کی کمی کا تعلق ہے اس کے لئے تین صورتیں ہوا کرتی ہیں:

① مصنوعی قلت ② حقیقی قلت ③ ذرائع پر پوری طرح قابو نہ پا سکنا۔

مصنوعی قلت

جہاں تک مصنوعی قلت کا تعلق ہے کہا جا سکتا ہے کہ دوسری جنگ عظیم سے ملک میں چند لعنتیں داخل ہو گئی ہیں جن میں چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور سمگلنگ قابل ذکر ہیں۔ بیشک یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت ان لعنتوں پر قابو نہیں پا سکتی لیکن اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ اکثریت عوام اور سرمایہ داری کا غلط تصور ہے جن کا ذہن دورِ غلامی میں خراب ہو چکا تھا۔ حیوانی جذبات اور خواہشات نفسانی میں اس قدر شدت پیدا ہو گئی ہے کہ ان کے دلوں میں نفسانی ہمدردی اور حب الوطنی تقریباً مفقود ہو گئی ہے۔ ان کے اس غلام ذہن میں مارشل لاء سے قبل کی تمام حکومتیں اور ان کے افسران بھی شریک ہیں، جنہوں نے خود چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور سمگلنگ میں مجرموں کا ساتھ دیا اور ملک کا ملک ان لعنتوں میں گرفتار ہو گیا۔ اب انقلابی حکومت اپنی پوری کوشش سے ان لعنتوں کو دور کرنے کی کوششیں کر رہی ہے۔ امید نظر آتی ہے کہ اگر اسی طرح یہ کوششیں جاری رہیں تو ان لعنتوں کی بہت حد تک اصلاح ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ جب ملک کی پیداوار کا حکومت کو پورا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ وہ دانے دانے کا حساب لیتی ہے تو یہ امر سمجھ میں نہیں آتا کہ زمیندار ذخیرہ اندوزی کیسے کر لیتا ہے۔ جب حکومت ہر علاقہ کی منڈی میں اپنے اعداد و شمار کے مطابق پیداوار منگوا سکتی ہے تو پھر منڈیوں میں بھی انہی اعداد و شمار کے تحت آگے فروخت کی جا سکتی ہے، جہاں سے چھوٹے اور بڑے تاجر خرید کر اسی حساب وشمار کے ساتھ عوام میں فروخت کر سکتے ہیں۔ حکومت کی نگرانی سے یہ سب کچھ ہو سکتا ہے جس طرح حکومت نے راشن سسٹم قائم کر رکھا ہے اس کو بالکل ختم کر دے جیسا کہ سننے میں آ رہا ہے کہ وہ ختم ہو رہا ہے اور اس قسم کی نگرانی اس عملہ کے سپرد کر دے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت حد تک نہ صرف چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور سمگلنگ ختم ہو جائے گی بلکہ غذا اور ضرورت کا مسئلہ بہت حد تک حل ہو جائے گا۔

حقیقی قلت

جہاں تک حقیقی قلت کا تعلق ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پیداوار کی ایک حد تک مشکل ہے۔ لیکن اس کے متعلق اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ملک میں زرخیز زمین کی کمی نہیں ہے جس کا اکثر حصہ بیکار پڑا ہے۔ دوسرے زمین کا ایک بڑا حصہ بڑے زمینداروں کے پاس مفلوج ہو کر رہ گیا ہے اور وہ زمین جو ہندو چھوڑ کر گیا ہے اس کی مکمل الاٹمنٹ نہ ہونے سے اس سے پوری طرح کام

نہیں لیا گیا۔ اگر حکومت اپنی دانشمندی سے بیکار اور بے آباد زمینوں کو آباد کاروں میں تقسیم کر دے اور بڑے زمینداروں کو تاکید کی جائے کہ اگر وہ اپنی زمین بیکار رکھیں گے تو حکومت اس پر قبضہ کرے گی اور جلد سے جلد زمین مہاجرین کے نام مکمل طور پر الاٹ کر دیں تاکہ وہ تسلی کے ساتھ اس پر اپنا کام کر سکیں۔

ذرائع پر قابو پانا

جہاں تک ذرائع پر قابو پانے کا تعلق ہے اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ لوگ ہر زمین کے لئے ٹیوب ویل لگائیں اور مغربی آلات استعمال کریں، ان کو پرانے مشرقی طریقے پر بھی کنوئیں کھود کر دیسی آلات سے کام کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اگر کاشتکاروں کے پاس سرمایہ کی کمی ہو تو ان کو مشترکہ کام کی اجازت دے دی جائے اور کاشتکاروں کے ساتھ غیر کاشتکار بھی اپنا سرمایہ لگا کر مناسب شرطوں پر شریک ہو سکتے ہیں۔ اس طرح زمین کو زیر کاشت لانے کے لئے کام ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حکومت جہاں تک ہو سکے غیر ممالک سے غذائی اجناس اور ضروریات زندگی منگوانے کی کوشش نہ کرے بلکہ وہ روپیہ اور قوت ملکی زمینوں اور ذرائع پر قابو پانے کے لئے خرچ کر دے۔

غذائی صورت حال اور ضرورت زندگی سمجھ لینے کے بعد برتھ کنٹرول کی برائیاں اور نقصانات پیش کرتے ہیں کہ کوئی صاحب اس کی طرف بھول کر بھی قدم نہ رکھیں۔ جاننا چاہیئے کہ پیدائش اولاد کا مسئلہ انتہائی قوت پر ہے جس سے انسانی خون کا جوہر (منی) مرد کی طرف سے نطفہ کی صورت میں عورت کے جسم میں منتقل ہوتا ہے۔ اس حالت میں عورت کے جسم و خون اور نفس میں ایک زبردست جوش اور دل، دماغ اور جگر میں ایک غیر معمولی ارتعاش ہوتا ہے۔ ایسے انتہائی موقعہ پر کہا جاتا ہے کہ دونوں سرور سے مستفیض ہو سکتے ہیں، مگر اولاد پیدا نہیں کر سکتے۔ اس مقصد کے لئے ان کو ذیل کی صورتوں پر عمل کرنا پڑے گا:

① اپنا مادہ منویہ باہر پھینک دے۔
② غیر فطری رکاوٹوں کا سہارا لے جیسے فرنچ لیدر۔
③ عورت ایسی ادویات کا استعمال کرے کہ وقتی طور پر کرم منی فنا ہو جائے۔
④ عورت اور مرد ایسی ادویات کھائیں جن سے قیام نطفہ کی صلاحیت ختم ہو جائے۔
⑤ وہ ان راستے اور نالیوں کو بند کرا دیں جن سے نطفہ گزر کر رحم میں داخل ہوتا ہے اور باعث حمل بنتا ہے۔

اوّل دو صورتوں میں مرد کا انزال پورے طور پر نہیں ہو سکتا جس سے اعضاء رئیسہ دل و دماغ میں یقیناً خلل واقع ہو جاتا ہے اور اس کا نتیجہ پاگل پن ہے اور موت فالج سے ہوتی ہے۔ ایسے تماش بینوں میں جو انزال روکنے اور امساک کو دیر تک قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ان امراض کا شکار ہوتے دیکھا گیا ہے۔

جہاں تک عورت کی تینوں صورتوں کا تعلق ہے اس میں لازم ہے کہ جب تک رحم کے اعضاء میں تغیر پیدا نہ ہو جائے پیدائش میں رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔ رحم میں تغیر کی صورت وہاں تین صورتوں میں سے کسی ایک کا نمودار ہونا ضروری ہے: (۱) سوزش (۲) سیلان (۳) ضعف جن کا بلاواسطہ اثر اعضاء رئیسہ پر یقیناً پڑتا ہے۔ ان تینوں میں سوزش رحم کی صورتیں 75 فیصد پیدا ہو جاتی ہیں۔ نتیجہ میں یہ سوزش شدت اختیار کر کے دق وسل (ٹی بی) کی صورت اختیار کر لیتی ہے پھر رفتہ رفتہ بخار اور کھانسی اس پر قابو پا لیتے ہیں۔ سیلان کی صورت میں عورت روز بروز برف کی طرح گھلنا شروع ہو جاتی ہے۔ اور سوکھ کر کانٹا بن جاتی ہے۔ ضعف کی صورت میں اس کی طاقتیں اس کو جواب دینا شروع

ہو جاتی ہیں۔ عام طور پر خراش ہو جاتی ہے، چلنے پھرنے اور کام دھندے کی قوت سلب ہونا شروع ہو جاتی ہے، اکثر تشنجی دورے پڑتے ہیں اور اکثر انہی میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت تک برتھ کنٹرول کی کوئی بھی ایسی صورت سامنے نہیں آئی جس سے بغیر رحم کی خرابی کے پیدائش اولاد کو روکا جا سکے۔ البتہ صرف ایک صورت ہے کہ حمل کے بعد سے لیکر بچے کے دودھ چھڑانے تک عورت کو مرد کے قریب نہیں جانا چاہیے۔ یہ زمانہ کم وبیش اڑھائی سال کا ہوتا ہے۔ اس میں عورت کا ذہن اور صحت تو برداشت کر سکتی ہے کیونکہ عورت کی طبیعت کا رجحان بچہ کی پرورش کی طرف ہوتا ہے۔ مگر مرد اڑھائی سال تک عورت سے دوری اور پرہیز برداشت نہیں کر سکتا، اس لئے لامحالہ وہ اپنی بیوی کو تنگ کرتا ہے۔ جس میں بیوی اور بچہ دونوں کی صحت خراب ہوتی ہے یا غیر عورتوں کی طرف جاتا ہے جن میں اکثر کنواری ہوتی ہیں جو خود حمل کی مصیبت میں گرفتار ہو جاتی ہیں جن کے لئے عام طور پر برتھ کنٹرول کے کلینک اور مخرج اطفال صورتیں مفید ثابت ہوتی ہیں۔ مگر جب بھی حمل ضائع ہوتا ہے عورت مرض میں گرفتار ہو کر دائم المریض بن جاتی ہے اور نتیجہ یقیناً دق اور سل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے ایک عورت کی صورت میں مرد مجبور ہے کہ یا وہ اپنی بیوی کو بار بار تنگ کرے یا حرام کاری کر کے دیگر معصوم لڑکیوں کی زندگی ختم کر دے۔

اسلام اسی لئے ایک سے لے کر چار بیویوں تک کی اجازت دیتا ہے مگر ہندو مذہب اور عیسائی مذہب میں دوسری بیوی کو گناہ خیال کرتے ہیں چونکہ مسلمانوں کا معاشرہ ہندو و عیسائی کے ساتھ بہت قریب کا ہے اس لئے مسلمان عورت میں بھی اس سلسلہ میں دوسری عورت سے نفرت کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ بعض دفعہ یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک عورت کے سال سال وقفہ کے تین چار بچے پاس چمٹے ہوئے ہیں، ایک گود میں ہے، ایک پیٹ میں ہے، گھر کے کام کاج انجام دیتی ہے اور پھر رات کو اپنے مرد کو خوش کرتی ہے۔ وہ دائم المریض بھی ہے۔ مگر مرد کو دوسری بیوی کی اجازت نہیں دیتی۔ اسی لئے یورپ اور امریکہ میں یہ رسم پیدا ہو رہی ہے کہ امیر آدمیوں نے اپنی سیکرٹری رکھنی شروع کر دی ہیں اور اس کو جائز قرار دیا جا رہا ہے۔ مگر اسلام یہ چاہتا ہے کہ کوئی شخص معاشرہ کی حدود نہ توڑے اور حرام کاری بند ہو جائے۔ مگر دنیا کہتی ہے کہ جب دودھ بازار میں بکتا ہے تو بھینس خریدنے کی کیا ضرورت ہے۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ برتھ کنٹرول کو گناہ اور حمل ضائع کرنے کو قتل کے مترادف گردانتا ہے جو گناہ عظیم ہے۔ جہاں تک خوراک کا مسئلہ ہے قرآن حکیم صاف صاف واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس زمین پر جو مخلوق چلتی ہے اس کے علم میں ہے اور اس کی موت کبھی ایک سیکنڈ پہلے نہ ہو گی اور نہ ایک سکنڈ بعد میں۔ اس لئے کہ وقت مقرر ہے۔ جہاں تک دُنیا کو رزق ملنے کا سوال ہے وہ فرمان خداوندی موجود ہے کہ:

﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ۝ ﴾

''جو مخلوق اس زمین پر چلتی ہے اس کا رزق اللہ تعالیٰ پر لازم ہے''۔

اسلام اپنے اس نظام کو فطری نظام کہتا ہے، البتہ سائنٹفک (علمی) نظام نہیں کہتا۔ کیونکہ اکثر مقام پر سائنس کے اصول غیر محققہ ہیں۔ وہ نظام فطری سے مختلف صورتیں پیدا کر دیتے ہیں، البتہ جہاں پر فطرت اور سائنس ہم آہنگ ہوتے ہیں اسی کا نام سلامتی ہے۔ بس انسان ربّ العالمین کے لئے فرمانبردار ہوتا ہے جس کو عربی زبان میں لفظ مسلم سے ظاہر کیا گیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جب زندگی فطرت کے اصولوں کو توڑتی ہوئی اس کے خلاف عملدرآمد کرتی ہے اس کا ردِّ عمل اس سے دوری اور نتیجہ نقصان رساں ہوتا ہے۔ صالح عمل سے ردِّ عمل خیر اور فلاح کی صورت میں اور نتیجہ امن کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ حقیقت ہے کہ برتھ کنٹرول غیر فطری اور غیر صالح عمل ہے۔ اس کے نتیجہ میں یقیناً خیر اور فلاح کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہے کہ:

﴿ فطرة الله الذين فطر الناس عليه ۞ ﴾

اور صالح عمل اور ردّعمل کو لفظ (دین) سے تعبیر کرتے ہیں۔

برتھ کنٹرول سے عورت کے رحم میں شدید سوزش اور ورم پیدا ہو جاتا ہے جن سے وہ فوراً (ٹی بی) میں گرفتار ہو جاتی ہے جس کا علاج کرنے میں فرنگی طب بالکل ناکام ہو چکی ہے۔

تپ دق وسل کی حقیقت اور اس کا بے خطا و یقینی علاج

تعریف مرض

تپ دق ایسے بخار کو کہتے ہیں جو ہر وقت قائم رہتا ہے۔ البتہ پسینہ آ جانے کے بعد کم ہو جاتا ہے۔ اس بخار میں چونکہ تحلیل بہت زیادہ واقع ہوتی ہے اس لئے مریض سوکھ کر کانٹے کی طرح دبلا پتلا اور دقیق ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس بخار کو تپ دق کہتے ہیں۔ انگریزی میں (ٹیوبرکلوسس) کہتے ہیں۔ سل کے معنی ایسے زخم کے ہیں جو عسر العلاج ہو اور انسان کو لاغر اور نحیف کر دے۔ یہ زخم پھیپھڑوں تک محدود نہیں ہے۔ جسم کے کسی بھی حصے میں ہو سکتا ہے لیکن یہ زخم عام طور پر ذات الریہ (نمونیا) محرقہ (ٹائیفائیڈ) اور سوزش معدہ (سٹامک ارٹیٹیشن) و سوزش رحم (یوٹرائن ارٹیٹیشن) کے بعد ہو جاتا ہے۔ اس کو انگریزی میں تھائسس کہتے ہیں۔ عام طور پر تپ دق اور سل ایک دوسرے کے مترادف اور ایک ہی معنوں میں استعمال ہو جاتے ہیں لیکن تپ دق میں سل ضروری نہیں ہے۔ البتہ سل میں تپ دق ضروری ہے۔

کسی مرض کے علاج میں پوری طرح کامیابی کا راز یہ ہے۔

ماہیت مرض

کسی مرض کے علاج میں پوری طرح کامیابی کا راز یہ ہے کہ اس مرض کو صحیح اور مکمل طور پر سمجھ لیا جائے۔ جو معالج بھی مرض کی ماہیت سے واقف نہیں ہوتے، وہی علاج میں ناکام ہوتے ہیں۔ فرنگی ڈاکٹر اس مرض کے علاج میں اس لئے ناکام ہیں کہ یورپ، امریکہ اور روس نے اس مرض کی صحیح ماہیت کو پورے طور پر نہیں سمجھا اور وہ مرض کا جو علاج کرتے ہیں وہ صرف علاقائی ہے، ورنہ مرض کی حقیقت اور ماہیت پورے طور پر واضح ہو تو پھر علاج مرض کیا مشکل ہے۔ فوراً مریض کے جسم کی حالت اور کیفیت بدلی جا سکتی ہے اور اسباب دور کئے جا سکتے ہیں۔ فرنگی ڈاکٹر اس مرض کا سبب جراثیم قرار دیتے ہیں جس کو ”ٹیوبرکل بیسی لیس“ کہتے ہیں اور اس پر پورے طور پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن ان جراثیم کو ختم کر سکتے ہیں اور ختم کر بھی دیں تو مریض پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ فرض کر لیں کہ مریض کی زندگی میں ان کو ختم کر لیں، ہم تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لیتے ہیں لیکن ان کے ختم ہونے سے یہ بات بے حد قابل غور ہے مریض کے جسم کی حالت اور کیفیت تو نہیں بدلی جا سکتی کیونکہ عقل سلیم سے اگر کام لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سبب صرف محرک مرض ہے خود وہ مرض نہیں ہے۔ مرض اس کی حالت کا نام ہے جو سبب کے بعد پیدا ہو گئی ہے، سبب دور ہو جانے کے بعد مرض کا علاج باقی رہتا ہے، مگر فرنگی ڈاکٹروں کے ہاں سبب مرض غلط ہے۔ اگر اس کو صحیح بھی سمجھ لیں تو مرض کا دور کرنا ایک بالکل جدا صورت ہے جس کی مثال سوئی کا بدن میں چبھ جانا ہے۔ اس میں سوئی تکلیف کا سبب ہے مگر تکلیف مرض ہے جو سوئی سے جدا بات ہے۔ سوئی نکال لینے کے بعد مرض رفع نہیں ہوگا۔ اس کا علاج قوت مدبرہ بدن کرے

گی۔ اگر وہ کمزور ہوئی تو دوا کی ضرورت لازم آئے گی۔ اگر قوت مدبرہ بدن میں مضبوط بھی ہو تب بھی دوا لازم ہے کیونکہ اوّل اس سے تسکین پیدا ہوتی ہے، دوسرے مرض کے بڑھنے کا خطرہ باقی نہیں رہتا۔

فرنگی طب میں اسباب ختم کرنے کے لئے مرض قائم رہتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے، کیونکہ حالت بدن اور کیفیت بدستور قائم ہیں۔ جراثیم کے فنا کر دینے سے یہ مرض ختم نہیں ہو سکتا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، اس میں ایک اور غلطی یہ ہے کہ فرنگی طب جن کو جراثیم قرار دیتی ہے وہ اسباب واصلہ نہیں ہیں جن کی تعریف یہ ہے کہ ان کے ساتھ مرض پیدا ہوتا ہے ان میں اور مرض میں فاصلہ نہیں ہوتا۔ گویا مرض سے متعلق ہوتے ہیں اور ان کے برعکس جراثیم اسباب سابقہ ہیں اور اسباب واصلہ وہ عضو کی حالت جو خراب ہو گیا ہو اور وہ کیفیت ہے جو کیمیاوی طور پر واضح ہو گئی ہے۔ جب تک عضو مشینی طور پر (مکینیکلی) اور کیفیات جسم (کیمیکلی) درست نہ ہوں مرض کسی طرح بھی نہیں جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی اس علاج میں ناکام ہے۔

طب یونانی میں تمام اقسام کے بخاروں کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے اور یہ تقسیم جسم انسان کی تقسیم کے مطابق کی ہے۔ جسم انسانی تین حصوں میں تقسیم ہے: اوّل اعضاء، دوسرے رطوبات (خون اس میں شریک ہے)، تیسرے ارواح۔ اطباء یونانی نے اعضاء کو حمام، رطوبت کو آب حمام اور ارواح کو ہوائے حمام سے تشبیہ دی ہے اور ہر قسم کے بخاروں کا تعلق بھی انہی تینوں کے ساتھ قائم ہے۔ چنانچہ اگر حرارت ارواح کو لاحق ہو تو اس قسم کے بخار کو ان کی اصطلاح میں حمی یوم کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر حرارت رطوبات میں لاحق ہو جائیں تو ایسے بخاروں کو حمی خلطیہ کہتے ہیں، البتہ حمی یومیہ کی شدت اس کو حمی خلطیہ میں اور اس کا مزمن ہونا اس کو حمی دق میں منتقل کر دیتا ہے۔ اگر حرارت اعضاء میں لاحق ہو تو اس کو حمی دق کہتے ہیں اصطلاح طب میں بخار اس غیر طبی اور عارضی حرارت کو کہتے ہیں جو قلب میں حادث ہو کر سارے بدن میں پھیل جائے یا کسی اور عضو اصلی میں پیدا ہو کر دِل کے ذریعے تمام جسم میں پھیل جائے۔ اس کو حرارت غریبہ بھی کہتے ہیں۔ حرارت غریبہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ایک طرف حرارت غریزہ کی غیر حاضری میں بدن کی حفاظت کرتی ہے لیکن دوسری طرف رطوبات غریزہ میں تحلیل پیدا کرتی ہے۔ جسم انسان کو اگر دیئے سے تشبیہ دی جائے تو اس کا تیل رطوبات غریزیہ اور اس کی بتی اعضاء اصلیہ اور شعلہ حرارت غریبہ ہے جو حرارت غریزہ کی غیر حاضری میں پیدا ہو گیا ہے، جو دیئے کے تیل کو ختم کر رہا ہے اور جب تیل ختم ہو جاتا ہے تو بتی کو فوراً جلا ڈالتا ہے۔ گویا تپ دق وہ بخار ہے جو انسان کے اعضاء اصلیہ کو حرارت لاحق ہو جاتی ہے کیونکہ رطوبات اصلیہ (رطوبات غریزہ) تقریباً ختم ہو جاتی ہے اس لئے اس مرض کے علاج کو بے حد مشکل کہا گیا ہے۔ (رطوبات اصلیہ پھر پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں یہ مسئلہ اہل فن میں متنازعہ فی ہے چونکہ مضمون کی طوالت مدنظر ہے اس لئے اس کو پھر کبھی بیان کیا جائے گا البتہ میری تحقیقات یہ ہیں کہ اعضاء اصلیہ خود رطوبات اصلیہ پیدا کر سکتے ہیں اور مفرد اعضاء کے تحت مجھے بے حد کامیابی حاصل ہوئی ہے)۔

آیورویدک میں اس مرض کی ماہیت تو خاص نہیں بیان کی گئی البتہ دوشوں کے تغیرات کو خاص اہمیت دی گئی ہے مگر مرض کے جو نام رکھے گئے ہیں ان سے اس مرض کی ماہیت پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ آیورویدک کتب میں اس مرض کے چار نام ملتے ہیں:

(۱) یکھشما (۲) راج یکھشما (۳) کھیے (۴) شوش۔

① ان کی حقیقت یہ ہے کہ یکھش ایک دیوتا کا نام ہے کیونکہ بروقت علاج مریض اور تیمار دار معالج کی اس طرح عزت کرتے ہیں جیسے کوئی دیوی، دیوتا ہو۔ اسی مناسبت سے اس مرض کو یکھشما کہتے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ دق اور سل کے مریض کو اس مرض کا بے حد خوف ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے وہ معالج کو دیوتا اور دیوی ہی تصور کرتا ہے۔

(۲) آیورویدک کی رو سے یہ مرض سب سے پہلے ایک راجہ کو ہوا تھا۔ اس لئے اس مرض کو راج یکھشما کہتے ہیں۔ گویا راجاؤں کو ہونے والا مرض۔ لیکن نام سے پتہ چلتا ہے کہ چندر کے مان کو توڑنے والی چندر کا لفظ ایک اشارہ (سمبل) ہے۔ پانی اور رطوبات جسم کی طرف اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مرض رطوبات جسم کو رفتہ رفتہ ختم کر دیتا ہے، البتہ یہ مناسب صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرض امراء اور راجاؤں کو ہوتا ہے اور غریب آدمی اس کے علاج کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے۔

(۳) کھیئے کے معنی کمزور ہونا یا ضائع کرنے کے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس مرض کو دور کرنے کے لئے جس قدر تدابیر کی جاتی ہیں وہ اکثر مرض کے مقابلے میں کمزور ہوتی ہیں جو اکثر ضائع ہو جاتی ہیں۔ لفظ کھیئے اصل میں کھشے کی بگڑی ہوئی صورت ہے اور آیورویدک میں ہر مرض دق وسل کھشے روک کے نام سے مشہور ہے، جس کے معنی ہیں کمزور کر دینے والا مرض۔

(۴) آیورویدک کے اصول کے مطابق جسم انسانی میں سات دھاتیں پائی جاتی ہیں۔ دھاتوں کے معنی (سوکھنے کے ہیں)۔ چونکہ اس مرض میں یہ ساتوں دھاتیں سوکھنے لگ جاتی ہیں اس لئے اس کو شوش کہتے ہیں۔

ان تمام ناموں کا مقصد یہ نکلا کہ کھشے روگ ایک ایسا مرض ہے جو جسم کی رطوبات کو لاحق ہو جاتا ہے جس سے اس کے تمام اعضاء اور دھاتوں خشک ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ جس سے نہ صرف انسان نحیف اور کمزور بلکہ غریب بھی ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ راجے اور مہاراجے بھی اس مرض کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ یہ مرض ہمیشہ کھاتے پیتے انسانوں کو ہوتا ہے۔

ہومیو پیتھی

ہومیو پیتھی میں مرض کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ اس لئے دق وسل (ٹی بی) کی ماہیت کیا ہے، مرض کی ماہیت بیان نہیں کی گئی۔ البتہ ہومیو پیتھی نے انسانی جسم کے تمام امراض کو تین مادوں میں تقسیم کر دیا ہے: (۱) سیکوسس (۲) سورا (۳) سفلس۔

اگر مادوں کو مدنظر رکھ کر دق وسل کی علامتوں میں تطبیق دی جائے اور اس سلسلہ میں جو ادویات استعمال کی گئی ہیں غور اور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دق وسل (ٹی بی) کا تعلق سیکوسس سے ہے۔ افسوس ڈاکٹر ہانمن صاحب اور بعد کے آنے والے نامور ہومیو پیتھ محققین نے مادہ کی حقیقت پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی اور یہ مادہ صرف علامات کی حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اس مادہ کی حقیقت کا جاننا ضروری نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس مادہ کی حقیقت پر روشنی ڈالیں گے اور اس کی تفصیل اپنے مضمون میں شامل کریں گے۔ جو ہومیو پیتھی ریسرچ کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔

طب جدید شاہدروی

طب جدید شاہدروی کے موجد جناب استاذ الاطباء حکیم احمد الدین صاحب نے دق وسل پر جو روشنی ڈالی ہے وہ صرف تشبیہ تک محدود ہے کہ جس کسی عضو کی خرابی سے دق وسل پیدا ہو جاتا ہے، اس میں داد (رنگ ودم) کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس کا علاج بے حد وقت طلب ہے۔ اس تشبیہ میں اگر اس مرض کی ماہیت تو نہیں بیان کی گئی البتہ اس کی صورت ضرور سامنے آ گئی۔

دیگر طریقہ ہائے علاج

مثلاً ہائیڈروپیتھی، بائیو کیمک، سائیکو پیتھی اور فزیوتھیراپی وغیرہ میں اس مرض کی ماہیت پر کچھ روشنی نہیں ڈالی گئی۔ البتہ دق وسل کو

مرض کی علامت سمجھ کر اس کا علاج پیش کیا گیا ہے۔ نتیجہ واضح ہے کہ جب مرض کی حقیقت کا علم نہ ہو تو علاج بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے ایسے علاجات کی اہمیت اس عطائی سے زیادہ نہیں ہوتی جو کسی مرض کی ماہیت کو نہیں جانتا مگر اس کا یقینی علاج اور ادویات استعمال کر کے مرض کو دور کر دیتا ہے۔ ایسے علاج کی طرف بھی وہی لوگ رجوع کرتے ہیں جو عملی و منطقی اور سائنسی طریقہ ہائے علاج سے بے نیل و مراد واپس لوٹ جاتے ہیں۔

ماہیت امراض

جہاں تک امراض جسم کا تعلق ہے تو تسلیم کرنا پڑتا ہے بقول شیخ الرئیس کہ مرض اس حالت کا نام ہے جب مجریٰ جسم میں خرابی واقع ہو جائے اور وہ اپنے اپنے افعال صحیح طور پر انجام نہ دیں۔ جہاں تک مجریٰ جسم کا تعلق ہے اس میں دو چیزیں شریک ہیں، اوّل اعضاء جسم، دوسرے مجریٰ جسم میں چلنے والا خون اور رطوبت۔ اگرچہ دونوں لازم و ملزوم ہیں تاہم اعضاء کے افعال کی خرابی اپنی جگہ اور خون کی کیمیاوی تبدیلیاں اپنے اندر ایک مسلمہ حقیقت رکھتی ہیں۔ امراض کی تشخیص میں دونوں کا ذہن نشین کرنا ایک اہم حقیقت ہے۔

جہاں تک اعضاء جسم کا تعلق ہے موجودہ علمی تحقیقات (ماڈرن سائنس) نے جسم انسان کو چار اقسام کے بنیادی اعضاء میں تقسیم کیا ہے جس کو وہ ٹشوز (نسیج بافت) کہتے ہیں۔ یہ ٹشوز چھوٹے چھوٹے حیوانی ذرات (سیلز) کا مجموعہ ہوتے ہیں اور پھر ٹشوز آپس میں اس طرح ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں جیسے کپڑا۔ اس لئے ان کو بافت کہا جاتا ہے۔ یہ چار قسم کے ٹشوز ہوتے ہیں: نروز ٹشوز۔ نسیج عصبی، مسکولر ٹشوز۔ نسیج عضلی، اپیتھل ٹشوز۔ نسیج قشری، کنکٹو ٹشوز۔ نسیج الحاقی کے نام سے منسوب ہیں۔ اس کے سوا جسم انسانی میں کوئی بھی ٹشو نہیں ہے۔ اور سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم کے اعضاء بلکہ مکمل جسم انہی کی بافت سے بنا ہوا ہے۔ گویا یہی جسم انسانی کے ابتدائی اور مفرد اعضاء ہیں۔

ان ٹشوز کو سامنے رکھ کر اگر جسم انسانی کی تقسیم کی جائے تو خون کے علاوہ جسم انسانی کے اعضاء کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اوّل وہ ٹشوز جو جسم انسانی کا ڈھانچہ اور بنیادی اعضاء تیار کرتے ہیں۔ یہ ٹشوز صرف کنکٹو ٹشوز (نسیج الحاقی) اور ان سے جو بنیادی اعضاء اور ڈھانچہ تیار ہوتا ہے تین قسم کے اعضاء ہیں: ہڈی، رباط اور وتر کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ ٹشوز جو جسم انسانی میں حیاتی افعال انجام دینے والے اعضاء تیار کرتے ہیں۔ ان ٹشوز میں تین بافتیں شریک ہیں: (۱) نروز۔ نسیج عصبی (۲) مسکولرز۔ نسیج عضلاتی (۳) اپیتھل ٹشوز۔ نسیج قشری۔ ان ہی سے انسانی اعضاء رئیسہ دل، دماغ، جگر بنتے ہیں۔ جو ان بافتوں کے مراکز ہیں۔ (۱) اعصاب کا مرکز دماغ (۲) عضلات کا مرکز دِل اور جگر کا مجموعہ ہے۔ جسم کے تمام اعضاء انہیں سے مل کر بنتے ہیں۔ گویا اعضاء اور حیاتی اعضاء تمام اعضاء کی اکائیاں اور مفرد ہیں۔ اور باقی تمام جسم اور اس کے اعضاء جیسے سر، آنکھ، کان، ناک، منہ، سینہ، معدہ، امعاء اور مثانہ وغیرہ ان ہی اکائیوں اور مفرد اعضاء سے مرکب ہیں اور تمام جسم کے مجریٰ بھی انہی سے مل کر بنتے ہیں۔ اور زندگی و قوت اور صحت کے افعال انجام دیتے ہیں۔ جہاں تک خون کا تعلق ہے اس میں کیمیاوی طور پر انہی چاروں ٹشوز کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ جن سے ان اعضاء کا تغذیہ اور تمیہ ہوتا رہتا ہے۔ گویا زندگی تغذیہ اور تصفیہ اعضاء کے سپرد ہے۔

جب جسم انسان میں امراض کی کوئی صورت پیدا ہوتی ہے تو لامحالہ ان کا ابتدائی اثر ان بنیادی ٹشوز میں کسی ایک میں شروع ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ بیک وقت دو ٹشوز میں مرض کی ابتداء ہو جائے۔ البتہ جب جسم میں اس مرض کے زہریلے اجزاء بہت زیادہ ہو جائیں تو دیگر ٹشوز کو بھی متاثر کر دیتے ہیں۔ پھر صورت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ تمام جسم متاثر ہوتا ہے۔ اور موت واقع ہو جاتی ہے۔

دق اور سل کی حقیقت

مندرجہ بالا ٹشوز کے تحت اگر جسم کی تقسیم کو مدنظر رکھا جائے تو تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مرض اوّل مسکولر ٹشوز (نسیج عضلاتی) میں نمودار ہوتا ہے، اور جب انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اپیتھل ٹشوز پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ جب تک اس کا اثر مسکولر ٹشوز پر رہتا ہے اس وقت تک ہم اس کو دق کہتے ہیں، جب اس کا اثر اپیتھل ٹشوز تک پہنچ جاتا ہے تو اس وقت ہم اس کو سل کہتے ہیں اور سل ہی دق کا تیسرا حصہ ہے۔ جس کو ناقابل علاج یا عسرالعلاج کہتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرض اپیتھل ٹشوز سے شروع ہوتا ہے جس کو ہم سل کہتے ہیں اور پھر وہ مسکولر ٹشوز کو بھی اپنی گرفت یا لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مرض سل کے ساتھ دق لازم ہے۔ مگر دق کے ساتھ سل لازم نہیں ہے۔

دق وسل کی اس تحقیقات کا ثبوت

چونکہ یہ ایک جدید تحقیق ہے اور مفرد اعضاء سمپل (آرگن) کے نظریہ کے تحت پیش کی ہے جو اس سے قبل نہ آیورویدوطب یونانی اور فرنگی طب اور ہومیوپیتھی بلکہ کسی بھی طریق علاج نے اس طرف اشارہ نہیں کیا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ اس وقت دُنیا بھر میں سائنس کا جو زور ہے۔ جس میں امریکہ، برطانیہ، روس اور چین کو ایک زبردست مقام حاصل ہے۔ لیکن ان کی کسی کتاب یا کسی مضمون میں اس تحقیقات کا ذکر نہیں ہے۔ یہ میری بیس پچیس سالہ تحقیقات کا نتیجہ ہے جو دُنیا کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اس نظریہ مفرد اعضاء (سمپل آرگن تھیوری) کے تحت نہ صرف مرض دق وسل کی تشخیص وعلاج آسان اور یقینی ہو گئے ہیں بلکہ دیگر عسرالعلاج امراض کی تشخیص وعلاج بھی آسان اور یقینی ہو گئے ہیں جن پر ان شاءاللہ تعالیٰ بہت جلد اپنی تحقیقات پیش کریں گے۔ [اس سلسلہ میں 18 تحقیقی کتب نوری کتب خانہ بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور کے زیراہتمام شائع ہو چکی ہے۔ ناشر]

چونکہ ہم نے ایک نئی تحقیق پیش کی ہے اس لئے ہم پر فرض ہے کہ اس کا ثبوت بھی ہم پیش کریں۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو اس کا ثبوت ہم اوپر اعضاء کی تقسیم میں پیش کر آئے ہیں یعنی جن اعضاء میں خرابی سے یہ پیدا ہوتا ہے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے، یہی ثبوت ہے۔ اب اہل فن اور صاحب علم کا فرض ہے کہ وہ دق وسل کے مریضوں پر غور کر کے تسلی کر لیں کیا واقعی ان امراض کا تعلق انہی ابتدائی ٹشوز اور مفرد اعضاء سے ہے ان شاءاللہ تعالیٰ اس تحقیق میں سرموفرق نہ پائیں گے۔

صرف عوام کے ذہن نشین کرانے اور تسلی کی خاطر ہم اس کی مزید تشریح کر دیتے ہیں۔ جو یہ کہا جاتا ہے کہ دق اور سل جسم کے تقریباً ہر عضو میں ہو سکتا ہے۔ یہ جاننا چاہئے کہ جن جن عضو میں یہ مرض ہو سکتا ہے ان مقامات اور اعضاء پر اگر غور کیا جائے تو وہاں پر یہی مسکولر ٹشوز، اپیتھل ٹشوز نظر آئیں گے۔ کہیں بھی نروز ٹشوز میں اثر انداز ہو تو مرض خود بخود درفع ہو جائے گا۔ اس لئے اس کا یقینی علاج بھی یہی ہے کہ نروز ٹشوز کے فعل میں جو خرابی پیدا ہو گئی ہے، اس کو دور کر کے اس کے فعل کو درست کیا جائے، اس کو درست کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کی تفصیل نظریہ مفرد اعضاء کے سمجھنے سے فوراً ذہن میں بیٹھ جاتی ہے۔ مختلف اقسام کے دق وسل ساتھ ہی درج ہیں۔

مثالیں

دق وسل سرسامی چشمی جس کی پھر کئی صورتیں ہیں۔ ریوی، معدی، امعائی، کلوی اور رحمی وغیرہ۔ ان میں جو مقام متاثر ہوتے ہیں، وہ نمایاں ہیں۔ البتہ کبدی کبھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کبدی میں سوزش سے اس قدر صفرا اور حرارت پیدا ہوتی ہے کہ اس کا زہر اور مادہ فنا ہو جاتا ہے۔ ہڈی میں دق نہیں ہوتا، البتہ اس میں جو سل ہوتی ہے وہ بھی ہڈی کی ذات میں بلاواسطہ نہیں ہوتی بلکہ بالواسطہ ہوتی ہے، یعنی وہ سل ہڈی

کی غشاء میں ہوتا ہے۔ جس کی خرابی سے ہڈی کو پوری غذا نہیں ملتی اور وہ خستہ ہو کر بھربھری ہو جاتی ہے اور اکثر ٹوٹ جاتی ہے۔ یہاں یہ امر یاد رہے کہ ہڈی کی غذائیت میں سب سے اہم جز فاسفیٹ (حرارت حوانیہ) کا ہوتا ہے جس کے ختم ہو جانے پر ہڈی بھربھری ہو جاتی ہے۔ دق وسل سرسامی میں کہیں یہ مغالطہ نہ رہے کہ دماغ چونکہ اعصاب کا مرکز ہے، اس لئے اس میں جو دق وسل ہوگا وہ اعصابی ہوگا۔ نہیں ہرگز نہیں، دماغ میں عضلاتی پردہ ہوتا ہے جس کو حجاب کہتے ہیں یعنی مسکولرز ٹشوز وہاں پر بھی پائے جاتے ہیں، اس طرح وہاں غشاء بھی پائی جاتی ہیں۔ جس کا تعلق اپیتھل ٹشوز کے ساتھ ہے۔ یہ مقام اور اعضاء اس امر کی دلالت کرتے ہیں کہ دق وسل (ٹی بی) کا تعلق کسی خاص حصہ جسم سے نہیں ہے اور علاج میں انہی اعضاء اور ٹشوز اور ان کے افعال کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ اس کا نام صحیح علاج ہوگا۔

اسباب دق وسل

فرنگی طب (ڈاکٹری) اس مرض کا سبب جراثیم قرار دیتی ہے۔ جیسا کہ ماہیت مرض میں لکھا جا چکا ہے، ہمیں اس سے انکار نہیں ہے۔ ٹی بی کے اسباب میں ایک ٹی بی کے جراثیم بھی ہوتے ہیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جراثیم مقدم ہیں یا جسم انسانی میں امیونٹی (قوت مدافعت مرض) اور وائیٹلیٹی (قوت مدبرہ) جو پہلے ہی سے وہاں پر پائی جاتی ہے۔ امیونٹی کا تعلق متعلقہ عضو کے ساتھ ہوتا ہے اور وائیٹلیٹی کا تعلق سارے جسم وخون کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب کسی قسم کے جراثیم جسم انسانی مین داخل ہوتے ہیں تو اوّل وائیٹلیٹی اس کا مقابلہ کرتی ہے اور ان کو غیر ضروری اور غیر مفید شے سمجھتے ہوئے راستہ میں ختم کر دیتی ہے۔ اور اگر وہ کسی جسم میں داخل بھی ہو جائیں امیونٹی اور وائٹلیٹی دونوں کمزور ہیں۔ دوسرے معنوں میں یوں سمجھ لیں کہ مریض کے متعلقہ اعضاء اور خون میں کمزوری اور نقص پایا جاتا ہے۔ ورنہ جراثیم کبھی بھی مرض کا باعث نہ ہو سکتے، یہی وجہ ہے کہ ایک گھر میں دس آدمی ہوتے ہیں تو ان میں مرض کے جراثیم سے وہی شخص متاثر ہوتا ہے جس کی امیونٹی اور وائیٹلیٹی کمزور تھی اور باقی اپنے انہی قویٰ کی مضبوطی کی وجہ سے مضبوط رہے اور وہ جراثیم کا پوری طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اور دلائل سے واضح ہو گیا کہ جراثیم سے بچنے کی بجائے جسم انسان کے اندرونی قویٰ کی حفاظت نہایت اہم شے ہے۔

اگر جراثیم کو ایسا زہر تسلیم کر لیا جائے جس کے متعلق یہ یقین اور تحقیق ہو چکا ہے کہ اس کا خون جسم انسانی میں باعث مرض ٹی بی ہے، اوّل تو ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں جراثیم سے قبل جسم انسانی کے قویٰ جو بدن وخون اور اعضاء کے اندر پائے جاتے ہیں کمزور ہو کر جراثیم کو اثر کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ جراثیم کے مقابلے میں قویٰ، خون اور اعضاء جسم کو اہمیت نہیں ہے، صرف جراثیم ہی سب کچھ ہیں تو پھر اس مرض کا علاج آسان اور یقینی ہو جانا چاہیے اور فوراً جراثیم کش ادویہ استعمال کر کے اس مرض سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہئے، مگر ایسا نہیں ہوتا۔ جوں جوں فرنگی ڈاکٹر ادویات جراثیم کش استعمال کرتا ہے، مرض بڑھتا جاتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ مریض انتہائی حسرت ویاس سے اس دُنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، اور فرنگی معالج منہ تکتا رہ جاتا ہے۔ لیکن طریق علاج کو سائنٹفک خیال کرتا ہے اور اسی کو قائم رکھتا ہے۔ کیونکہ اصل سبب جو قوتِ جسم اور اعضاء ہیں، ان کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔

دق وسل کے صحیح اسباب

ٹی بی جراثیم کو ہم نہ باعث سمجھتے ہیں اور نہ وہ سبب واصلہ ہیں۔ البتہ ہم اس کو ایسا زہر خیال کرتے ہیں جن سے مرض دق وسل پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسے دیگر زہر دنیا میں جسم انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور طبیعت مدبرہ بدن اور قوت مدافعت اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر وہ کامیاب ہو گئے تو زہر کو باہر نکال لیتے ہیں۔ اگر کمزور رہے تو زہر غالب ہو کر فنا کا باعث کہلاتا ہے لیکن موت کا اصل سبب انسان کی طبیعت

مدبرہ بدن اور قوت مدافعت تھی۔ جن کا تعلق کیمیاوی طور پر خون کے ساتھ اور مشینی طور پر اعضاء جسم کے ساتھ ہے۔ گویا اعضاء جسم اور خون بدن اصل باعث مرض اور موت ہیں۔ بس یہی صورت دق وسل میں بھی قائم ہے۔

بس عقلی اور نقلی طور پر ثابت ہوگیا ہے کہ دق وسل کے اصل اسباب مجریٰ کی خرابی ہے جیسا کہ شیخ الرئیس بوعلی ابن سینا نے لکھا، ان مجریٰ جسم کا تعلق اعضاء جسم اور خون بدن سے ہے اور اعضاء کی بافت ٹشوز سے ترتیب پاتی ہے اور خون کی بناوٹ میں بھی ایک اعتدال لازم ہے جو ایک خاص رنگ، ٹمپریچر اور اقوام پر قائم ہے۔ یہ رنگ و ٹمپریچر اور اقوام کا اعتدال خون کی گیسز لیکوئیڈ اور سالڈ مادوں (ٹھوس، مائع، گیس) پر منحصر ہے۔ جب ان میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے تو خون کے رنگ و ٹمپریچر اور اقوام میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔ یہ نقص کیمیاوی (مادی) طور پر ہوتا ہے یا مشینی طور پر لیکن جسم میں خرابی اسی وقت واقع ہوتی ہے جب مشینی طور پر نقص پیدا ہو جائے اور اعضاء کے افعال میں اعتدال قائم نہ رہ سکے۔ بس اسی حالت کا نام مرض ہے۔ اس دقیق تحقیق کے بعد جب حقیقت سامنے آ گئی کہ خون کے رنگ و ٹمپریچر اور اقوام کے اعتدال اور مزاج کے بگڑ جانے سے مرض پیدا ہو جاتا ہے، ان حقائق سے ثابت ہو گیا ہے کہ حفظ صحت اور علاج خون کے مزاج کا اعتدال ہے جسے ویدک اور طب یونانی میں تسلیم کیا گیا ہے۔

اسباب کلی

اسباب کلی صرف تین ہیں: (۱) کیفیاتی اور نفسیاتی (۲) مادی (۳) شرکی۔

شرکی کیفیاتی اور نفسیاتی اگرچہ لازم وملزوم ہیں لیکن کیفیاتی اسباب کا تعلق موسمی تغیرات اور آفاق سے ہے اور نفسیاتی اسباب کا تعلق واردات قلبی سے ہے۔ اس لئے اکثر امراض کا اثر ہمارے خون کے اعتدال ومزاج اور اعضاء کے افعال پر پڑتا ہے۔ اس لئے ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مادی اثرات میں ماکولات ومشروبات اور ہوا ہیں۔ اس میں کھانے پینے کی بے اعتدالی اور گندے وزہریلے اجزاء اور غیر مرئی جاندار جراثیم بھی شریک ہیں۔ (۳) شرکی اثرات جسم انسانی اور ان کے اعضاء کے افعال شریک ہیں۔ جن میں ایک عضو کی خرابی کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے۔

دق اور سل کی پیدائش اور اس کی علامات

دق وسل کے مرض میں سب سے پہلے حرارت جسم کم ہونا شروع ہوتی ہے جن کا اثر غذا کے ہضم پر پڑتا ہے۔ پھر جو غذا ہضم نہیں ہوتی اس میں خمیر پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے جس سے مستقل طور پر معدہ اور امعاء میں ریاح کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ گاہے گاہے نزلہ زکام کے دورے پڑتے ہیں۔ جسم میں تھکن رہنا شروع ہو جاتی ہے۔ گاہے گاہے نزلہ زکام کے دورے پڑتے ہیں۔ خون کی پیدائش میں کمی اور کمزوری ہونے لگتی ہے۔ رطوبت جسم کم ہونے سے معدہ وامعاء اور خصوصاً پھیپھڑوں میں ہلکی سوزش نمودار ہو جاتی ہے۔ مریض ان کو معمولی بات سمجھتا ہے، معمولی علاج کرتا ہے، مگر اپنے غذائی نظام کو درست اور حرارت کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس دوران خمیر جسم میں تیزی پیدا ہونے سے، سوزش میں بھی شدت پیدا ہو جاتی ہے جس سے ہلکی حرارت جو دراصل حرارت غریزی کا ایک ضروری بدل ہے شروع ہو جاتی ہے۔ یہی حرارت ایک طرف تحلیل دوسری طرف سوزش میں زیادتی کا باعث ہوتی ہے۔ پھر معمولی کھانسی خون کے دباؤ میں زیادتی، گھبراہٹ اور جسم کی صورت سامنے آتی ہے۔ یہ پہلا درجہ ہوتا ہے۔ جب مرض میں شدت ہوتی ہے تو جسم ہر وقت درد کرتا ہے، بھوک بند ہو جاتی ہے، حرارت بڑھ جاتی ہے، جسم کے تحلیل کی زیادتی میں پسینہ زیادہ ہو جاتا ہے، گھبراہٹ اور خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے،

جس سے عروق شعریہ (کیپلریز) پھٹ جاتی ہے۔ مریض خون تھوکتا ہے۔ اکثر غشی آ جاتی ہے۔ یہ دوسرا درجہ ہوتا ہے۔ تیسرا درجہ سل ہے جس میں زخم گہرے ہوجاتے ہیں اور پیپ خون میں دورہ کرتی ہے۔ مریض صحت کی دُنیا سے گزر کر موت کی حکومت میں داخل ہو جاتا ہے۔

دق سل کا اصول علاج

دق سل کے علاج سے قبل اصول علاج ذہن نشین کر لینا زیادہ بہتر اور علاج میں آسانیاں پیدا کرتا ہے جس سے مرض یقینی طور پر رفع ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی غلط فہمی یہ پیدا ہوگئی ہے کہ یہ مرض قابل علاج نہیں ہے۔ یہ ایسی غلط فہمی ہے جو معالجین کی لاعلمی سے عوام تک پہنچ گئی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جب کسی مریض کو یہ علم ہوتا ہے کہ وہ مرض دق وسل میں گرفتار ہے تو اس کا دِل بیٹھ جاتا ہے، سر میں چکر آ جاتا ہے، جرأت ختم ہوتی نظر آتی ہے، گویا اس کے سامنے موت دوڑی چلی آتی ہے، اور گویا اس وقت آدھی موت مر چکا ہے۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں جو قوت مدافعت قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی ہے وہ اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور مرض پوری طرح غلبہ پالیتا ہے۔

مرض کا علاج نہ جاننا اور بات ہے اور مرض کا علاج نہ ہونا اور چیز ہے۔ قدرت بہت فیاض ہے۔ اس نے دُنیا میں جو مرض تکلیف اور مصیبت پیدا کی ہے اس کا علاج و مداوا اور تدبیر بھی پیدا کی ہے۔ دق وسل کا علاج ہے۔ اگرچہ گزشتہ تاریخ طب میں عسر العلاج ضرور کہا گیا ہے مگر لاعلاج مرض نہیں سمجھا گیا، اس لئے اس مرض کو لاعلاج نہیں کہنا چاہئے۔

ماہیت دق وسل

اور جب کہ ہم دُنیا کے سامنے یقینی علاج پیش کر رہے ہیں تو پھر اس کے لاعلاج ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ان شاء اللہ ہر مریض ہر درجہ میں یقینی طور پر شفایاب ہوسکتا ہے۔ اصول علاج میں تین صورتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے:

① حرارت اور رطوبت کا پیدا کرنا۔
② سوزش اور ورم کا رفع کرنا۔
③ قابض اشیاء سے پرہیز کرنا۔

جن کی مختصر تفصیل یہ ہے۔ عام طور پر بخار کی حرارت کو عرض کی بجائے مرض خیال کرتے ہیں۔ دفع بخار اور قاطع حرارت ادویات استعمال کی جاتی ہیں جو بالکل غلط ہے، کیونکہ مرض سوزش مسکولر ٹشوز یا اپیتھل ٹشوز (عضلاتی نسیج) اور اپیتھل نسیج ابتداء عضلاتی نسیج میں ہوتا ہے۔ اگر دفع بخار اور قاطع حرارت ادویات دی گئیں تو سوزش یا ورم میں اضافہ ہوگا اور مرض بڑھے گا۔ دافع بخار اور قاطع حرارت ادویہ اور اغذیہ کا استعمال ایک اندھا اور علاماتی علاج سے ہے جیسے فرنگی ڈاکٹر ٹی بی کے جراثیم کو ہلاک کرنے یا اس کے زہر کو فنا کرنے کے پیچھے بندوقیں تانے پھرتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ کوئی دوا اس وقت تک جراثیم ہلاک نہیں کرسکتی ہے جب تک وہ جسم میں حرارت کی پیدائش کو بڑھا نہ دے۔ پس حرارت کا بڑھا دینا نہ صرف سوزش اور ورم کو مفید ہے بلکہ ہر قسم کے جراثیم اور اس کے زہر کو بھی فنا کر دیتی ہے۔ رطوبت کو بڑھانا بھی حرارت کے بڑھانے کی طرح از حد ضروری اور اہم ہے۔ بعض مریضوں میں بلغم زیادہ آنے لگتی ہے اس کو نہ روکیں کیونکہ وہ دافع سوزش اور خون آنے کو روکتی ہے بلکہ بلغم اور بڑھانے کی کوشش کریں۔ مرض میں جلد آرام ہوگیا ہے۔ اس مرض میں عام طور پر قے اور اسہال نہیں ہوا کرتے، زیادہ سے زیادہ جی متلاتا ہے یا پیچش ہوجاتی ہے۔ ان کو بھی بند نہ کریں بلکہ کوشش کریں کہ قے

ہو جائے یا اسہال آئیں۔ اگر یہ صورت دوبارہ واقع ہو جائے تو فوراً آرام کی صورت اختیار کریں۔ کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ جو لوگ مرض اور صحت کی علامات سے واقف نہیں ہوتے وہ ان علامات سے گھبرا جاتے ہیں۔ قابض اشیاء بلکہ قابض آب و ہوا اور قابض قسم کے نفسیاتی جذبات سے مریض کو بچائیں کیونکہ سوزش اور ورام قبض کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ دق وسل کو تو یقینی قابض مریض سمجھیں۔ پیچش کے پاخانوں کو اسہال خیال کر کے بند نہ کریں بلکہ ان کو اسہال کی شکل میں تبدیل کریں۔ یہ مشکل کام نہیں ہے۔ ایک قابل معالج جب اصول علاج کی صورت کو مدنظر رکھے گا تو ان شاء اللہ مریض کو یقیناً آرام ہوگا اور آئندہ وہ اس مرض سے محفوظ رہے گا۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

تھکن

تھکن ایک ایسی حالت کا نام ہے جب جسم بوجھل، بدن میں ہلکا ہلکا درد اور طبیعت میں بے چینی کے آثار معلوم ہوں۔ یہ ایک روزانہ ہونے والی حالت ہے۔ ہر شخص اس سے خوب واقف ہے، لیکن یہ کم لوگ جانتے ہیں کہ تھکن کیسے پیدا ہوتی ہے، کیونکر رفع ہوتی ہے، اگر رفع نہ ہو اور اکثر جسم میں اس کا کم وبیش احساس ہو تو اس سے کس قسم کے امراض پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

تھکن کا لفظ آتے ہی بظاہر ذہن فوراً اس طرف جاتا ہے کہ یہ زیادہ حرکت، محنت اور ورزش کے بعد پیدا ہوگی۔ مگر تھکن زیادہ آرام کرنے سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً زیادہ بیٹھے رہنے، ضرورت سے زیادہ لیٹے رہنے اور بہت زیادہ کھانے پینے سے بھی اکثر تھکن ہو جاتی ہے بلکہ زیادہ باتیں کرنا، زیادہ خاموش رہنا، افسوس کرنا، لذائذ میں وقت گزارنا، زیادہ جاگنا اور زیادہ سوچنا۔ غرض ہر اس حالت میں تھکن مضمر ہوتی ہے جس میں اعتدال سے زیادہ عمل کی حالت اور کیفیت قائم رہے۔

اسی پر بس نہیں بلکہ زیادہ وقت گرمی میں گزارنا یا سردی میں آرام کرنا، کمرے میں پنکھے کے نیچے پڑے رہنا بھی بدن کو اسی طرح تھکا دیتا ہے جیسے تیز دھوپ میں زیادہ چلتے پھرتے رہنا۔ تھکن کو صرف زیادہ حرکت، محنت اور ورزش کا نتیجہ نہ سمجھنا چاہیے۔

جاننا چاہئے کہ تھکن ہمارے دوران خون کی خرابی اور بے قاعدگی سے پیدا ہوتی ہے۔ ہمارا جسم اعضاء اور خون دو چیزوں سے مل کر بنا ہوا ہے۔ غذا پہنچانے کے ساتھ دو کام اور بھی کرتا ہے۔ اوّل خون آپس میں آکسیجن جذب کر کے اپنے اندر رکھتا ہے اور جسم کو ٹوٹ پھوٹ اور بقایا خراب خون کو صاف بھی کرتا ہے۔ گویا تغذیہ، تسنیم اور تصفیہ یہ تین کام خون اپنے دوران خون کے ساتھ ساتھ انجام دیتا ہے اور جب دورانِ خون میں خرابی یا بے قاعدگی رونما ہو جاتی ہے تو پھر خون کے یہ افعال پورے طور سے انجام نہیں پا سکتے ہیں جس کے نتیجہ کے طور پر جسم کے کسی عضو میں خون کی زیادتی، کہیں خراب مواد کی رکاوٹ اور کہیں آکسیجن کی کمی واقع ہو جاتی ہے، جن کا احساس جسم تھکن کی صورت میں کرتا ہے۔

تھکن کی علامات

تھکن کی علامات کیا ہیں۔ جسم میں ہلکا ہلکا درد، بے چینی، بیداری، نیم خوابی، بدخوابی، پسینہ کی بندش، بھوک کی کمی، غذا کھانے کے بعد جسم کا بوجھل ہونا اور اونگھ آنا، کام کاج میں اکتاہٹ، مزاج میں چڑچڑا پن اور غصہ پیدا ہونا، بدن کا اکثر گرم اور ٹمپریچر کا زیادہ اور کم ہوتے رہنا۔ زیادہ تھکن کی صورت میں دردِ سر، بخار اور قبض کی حالت قائم ہو جاتی ہے۔ اکثر تھکن کو رفع نہ کیا جائے تو یہ علامات لازمی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

بعض ڈاکٹر تھکن کی ان علامات کو ٹی بی وغیرہ کی علامات کہہ کر مریض کے دِل میں خوف اور ڈر پیدا کر دیتے ہیں، لیکن یہ قطعی غلط

ہے۔ٹی بی وغیرہ ان علامات کے بعد بالکل پیدا نہیں ہوتی۔ ہمیشہ ٹی بی اور دق کی ابتدا کسی شدید مرض کے بعد ہی عمل میں آئے گی۔ مثلاً نمونیا، ٹائیفائیڈ، پیچش وغیرہ۔ ان علامات سے یہ امراض ضرور پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ بھی ہو مگر صرف تھکن کی علامات سے کبھی بھی ٹی بی اور دق وغیرہ نہیں ہو سکتے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جن کو ذرا تھکن ہوئی اور انہوں نے اپنے شکوک کے مطابق اپنے بلغم اور خون وغیرہ کا امتحان اور ایکسریز کرانا شروع کر دیئے۔

یہاں تک بھی کوئی حرج نہیں، لیکن اس صورت میں جو فکر دامن گیر ہو جاتا ہے وہ بہت حد تک تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اس لئے خیال رکھنا چاہیئے کہ تھکن، ٹی بی اور دق وغیرہ کی کوئی علامت نہیں ہے۔

اگر چہ زندگی کے بے شمار افعال، حالات اور کیفیات ہیں جن سے تھکن پیدا ہو جاتی ہے جن کا ذہن اور خیال میں محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس لئے تھکن کو صرف تین اقسام میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ ان کے اسباب علامات اور ان سے پیدا ہونے والے امراض کا علم ہو سکے۔ نیز اس تقسیم سے یہ سہولت بھی ہوگی کہ تھکن سے پیدا شدہ مرض کا علاج بھی آسانی سے سمجھ میں آ سکے گا۔

تھکن کی قسمیں

تھکن کی تین قسمیں حسب ذیل ہیں۔

○ **احساسی تھکن**: جو احساسات اور کیفیات کی شدت سے پیدا ہو۔ مثلاً نفسیاتی اثرات غم وغصہ، خوف اور ڈر، خوشی اور لذت وغیرہ اور کیفیاتی اثرات جیسے سردی، گرمی، خشکی اور تری وغیرہ و دیگر قسم کے احساسات ہمارے اعصاب میں پیدا ہوتے ہیں جن کا مرکز دماغ ہے۔ گویا ان تمام احساسات اور کیفیات کی وجہ سے جو تھکن پیدا ہوگی اس کا زیادہ تر اثر اعصاب اور دماغ پر ہوگا۔ اسی لئے اس قسم کی تھکن سے جو امراض پیدا ہوں گے اعصابی اور دماغی ہوں گے جن کا بہترین علاج یہ ہے کہ ان احساسات اور کیفیات کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اعصاب اور دماغ کی طرف جو دوران خون کی کمی بیشی ہے وہ اعتدال پر مرض رفع کرنے کا باعث ہو جائے۔

○ **حرکتی تھکن**: ایسی تھکن جو زیادتی ورزش سے جسمانی محنت و دماغی اور اکثر افکار یا اس کے برعکس حرکت کی کمی وغیرہ سے پیدا ہو۔ مثلاً زیادہ چلنا پھرنا زیادہ بیٹھنا اور لیٹے رہنا، زیادہ ورزش کرنا اور بالکل ورزش نہ کرنا، زیادہ دماغی محنت کرنا اور کثرت کے ساتھ سوچ وفکر میں ڈوبے رہنا جس سے دوران خون کی جسم میں بے قاعدگی اور خرابی واقع ہو جاتی ہے اور تھکن کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ جس طرح ہر قسم کے احساسات کا تعلق اعصاب اور دماغ کے ساتھ ہے اسی طرح ہر قسم کی حرکت کا تعلق بھی ہمارے عضلات (مسلز) اور دِل کے ساتھ ہے۔ گویا حرکت کی زیادتی اور کمی سے جو تھکن پیدا ہوگی اس کا زیادہ تر اثر عضلات اور دِل پر ہوگا۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ سبب رفع کریں یعنی حرکت میں حسب ضرورت کمی بیشی کریں تاکہ دوران خون اعتدال پر آ جائے اور پیدا شدہ امراض رفع ہوں۔

○ **مادی تھکن**: یہ تھکن کھانے پینے کی اشیاء کی بے اعتدالی سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً غذا ضرورت سے زیادہ کھا لینا۔ اسی طرح پینے کی اشیاء زیادہ پی لینا، بھوک کے بغیر کھا لینا۔ تہواروں پر زیادہ مرغن غذائیں کھانا اور ان کے ساتھ دودھ، لسی زیادہ استعمال کرنا۔ ہمیشہ طاقتور مرغن اور لذیذ چیزوں کا کھانا پینا، ہمیشہ ایک ہی قسم کی غذائیں کھانا پینا۔

ایک وقت میں مختلف و متضاد قسم کی غذائیں کھانا، ثقیل اشیاء کے ساتھ لطیف اشیاء کھانا، پینا، مانع اغذیہ کا اکٹھا کھانا۔ مثلاً مچھلی کے

ساتھ دودھ، مرغی کے ساتھ دہی، شہد کے ساتھ وہی وغیرہ استعمال کرنے سے دوران خون میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

خون فاسد اغذیہ ہضم کرنے کے لئے معدہ وجگر کی طرف رہتا ہے یا معدہ جگر کی طرف رجوع ہی نہیں کرتا جس سے جسم میں تھکن پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی تھکن کا تعلق اعضائے غذائیہ سے ہے جس میں معدہ اور آنتیں، جگر اور لبلبہ شریک ہیں۔ اس قسم کی تھکن سے جو امراض پیدا ہوں گے ان کا تعلق بھی انہی اعضاء سے ہوگا۔ اس کا بہترین علاج کھانے پینے کی چیزوں میں باقاعدگی، ضرورت اور اصول کا خیال رکھیں۔

تھکن بظاہر نہایت معمولی چیز ہے لیکن اس کی پروانہ کی جائے تو پھر اس سے خطرناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں جو بعض اوقات بے حد پریشان کرتے ہیں۔ ان امراض کی فہرست بہت طویل ہے، مختصراً درج ذیل ہیں۔

احساسی تھکن کے امراض: دردسر، نزلہ اور زکام، بخار، سرسام، سر چکرانا، بدن اور سر میں کھجاوٹ، نمونیہ، جوڑوں میں درد، جسم میں درد۔

حرکتی تھکن کے امراض: جسم میں درد، بخار ہونا، کھانسی، غذا کا ہضم نہ ہونا، سردی کی زیادتی، پیشاب کا زیادہ آنا، بدن گھٹا گھٹا رہنا، خشکی، ناک بند، پیشاب اور پاخانہ سے خون کا آنا وغیرہ۔

مادی تھکن کے امراض: ہاضمہ کی خرابی، ریاح شکم، قے، اسہال، پیچش، قبض، بواسیر، ملیریا، محرقہ، بھوک کا نہ لگنا، یرقان، رنگت کی خرابی، منہ میں پانی آنا۔

علاج میں غذا کی اہمیت

کوئی علاج اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک پیٹ کا خمیر (تعفن) ختم نہ کیا جائے۔

کیمیاوی ادویات و مجربات، مفردات و مرکبات اور جڑی بوٹیوں کے متعلق یہ یقین کر لینا کہ وہ امراض کی ہر حالت کے لئے اکسیر و تریاق اور یقینی و بے خطا اثرات شفا اپنے اندر رکھتی ہیں۔ یہ تصور ایک جاہل عطائی کا ہو سکتا ہے۔ مگر ایک حکیم اس خیال پر کبھی یقین نہیں کر سکتا۔ اہل علم و صاحب فن حکماء اور اطباء کا ایک امر پر اتفاق ہے کہ ہمیشہ مریض کا علاج ہو سکتا ہے، مگر مرض کا علاج ناممکن ہے کیونکہ ہر شخص کا مزاج، مرض کا مزاج، عمر کا مزاج، موسم کا مزاج، ملک کا مزاج، آب وہوا کے تغیرات ہمیشہ مختلف رہتے ہیں۔ اس لئے ہر مرض کے مختلف مدارج، مختلف امزجہ میں علامات میں ایک ہی دوا کیسے مفید ہو سکتی ہے۔ ایسا عطایانہ علاج صرف فرنگی طب میں پایا جاتا ہے، کیونکہ وہ ان سائنٹفک اور غلط طریق علاج ہے۔ ہر قسم کے دردسر میں چاہے پٹھوں کی خرابی سے ہو، چاہے جگر کی تکلیف سے ہو یا دل کے افعال میں نقص پایا جائے وہ صرف اسپرین دیں گے۔ اسی طرح ملیریا میں اسہال ہوں یا قبض قے ہو یا پیٹ میں درد ہو یا درد دل، وہ بہرحال اس مریض کے لئے کونین تجویز کر دیں گے یا کوئی زیادہ قابل فرنگی معالج باقی علامات کے لئے کوئی اور دوا تجویز کر دے گا مگر کونین یا اس کی کوئی قسم لازمی ہوگی۔ اس عطایانہ علاج کے ساتھ ہی فرنگی طب مسئلہ اغذیہ پر بالکل خاموش ہے۔ ہر قسم کے گرم، سرد مشروبات اور اغذیہ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

فرنگی طب (ڈاکٹری) نے اطباء اور عوام کے ذہنوں پر جہاں یہ اثر ڈالا ہے کہ فرنگی ادویات ہر مرض کے لئے سالہا سال کی سائنسی تحقیق و تدقیق اور ریسرچ و تلاش کے بعد بنائی گئی ہیں اس لئے ہر مرض کی ہر حالت میں مفید ہیں وہاں پر یہ غلط صورت بھی پیدا کر

دی ہے کہ مریض کے لئے کسی خاص قسم کی غذائی تخصیص نہیں ہے۔ گویا دوا اپنے اندر پورے کے پورے شفائی اثرات رکھتی ہے، مگر جب ادویات استعمال کی جاتی ہیں تو نتیجہ صفر کے برابر نکلتا ہے۔ البتہ مخدر اور منشی ادویات اور ان کے ٹیکے مریضوں کو بے ہوش ضرور کر دیتے ہیں یا میٹھی نیند سلا دیتے ہیں۔ اکثر ہمیشہ کے لئے ہی سلا دیتے ہیں ورنہ جہاں تک مریض کے علاج کا تعلق ہے فرنگی طب بالکل ناکام ہے۔

لیکن اس تقلید کا کیا کیا جائے جو ہمارے حکماء اور اطباء نہیں بلکہ عطار اور عطائی قسم کے معالج کر رہے ہیں۔ جن کا مقصد سستی شہرت، ناجائز دولت کمانا اور ملک وفن کے ساتھ غداری ہے۔ ایسے لوگ طب یونانی کا صحیح اور مکمل علم نہیں رکھتے۔ انہوں نے فرنگی طب کی نہ سند حاصل کی ہے اور نہ باقاعدہ تعلیم کا موقعہ ملا ہے لیکن علاج کے لئے شب و روز فرنگی ادویات استعمال کرتے ہیں۔ انجکشن لگاتے ہیں اور عوام پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر اور حکیم دونوں سے اچھے ہیں۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ انگریزی ادویات کو دیسی ادویات سے ملا کر ان کا نقصان دور کر دیتے ہیں اور یونانی دوا کی طاقت تیز کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ یہ لوگ عوام اور مریضوں کے نقصان کے ساتھ ساتھ فن طب اور یونانی ادویات کے لئے بدنامی کا باعث بنے ہیں۔ مجھے ایک دو نہیں سینکڑوں ایسے عطائیوں اور عطاروں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے، جو فن طب تو رہا ایک طرف، کسی معمولی مرض کی ماہیت اور بادیان جیسی روزمرہ استعمال کی دوا کے خواص تک نہیں جانتے اور باتیں کرتے ہیں پنسلین، سلفاڈرگز اور اینٹی بائیوٹک ادویات کی۔ ان کو نہ نفخ کا پتہ ہے نہ اسہال کی ضرورت کا، نہ پسینہ اور ادرار کے اوقات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ان کی بلا جانے مسہل وملین میں کیا فرق ہے۔ ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے فلاں دوا پاخانہ لاتی ہے، فلاں شے سے پیشاب آ جاتا ہے اور فلاں شے دینے سے پسینہ آ جاتا ہے یا زیادہ دل کو طاقت دینے کے لئے چند دوائیں ذہن میں حاضر ہیں مگر ڈیجی ٹیلس، سپرٹ ایمونیا، ارومیٹک اور ایڈرنالین کا فرق نہیں جانتے لیکن وہ کامیاب معالج کہلاتے ہیں اور امراض کے علاج میں بڑھ چڑھ کر شفا کے دعوے کرتے ہیں اور جب وقت آتا ہے تو بغلیں جھانکتے ہیں۔

فرنگی طب کی اندھی تقلید نے ملک میں ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے جو نہ حکیم ہے اور طبیب مگر فن طب کے لئے بے حد بدنامی کا باعث بنا ہوا ہے ایسا گروہ کبھی ہومیو پیتھک ادویات کا سہارا لیتا ہے اور کبھی طب یونانی کی سندات خریدتا ہے اور اپنی دوا فروشی جاری رکھتا ہے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جنہوں نے مسئلہ غذا کی اہمیت کو ختم کر دیا ہے۔ اول تو اس قسم کے معالج خواص الاغذیہ ضرورت اغذیہ اور طریق استعمال اغذیہ سے واقف نہیں ہوتے۔ دوسرے فرنگی طب کی تقلید میں ہر غذا کھانے کی اجازت دیتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ غذا ثقیل نہیں ہونی چاہئے۔ شوربہ پھلکا اچھی غذا ہے۔ ہاں کھچڑی بھی کھا سکتے ہیں۔ اگر دل کرتا ہے تو دودھ پی لیں، چائے بھی نقصان نہیں دے گی۔ خیر پھل کا تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ البتہ مٹھائی بہت کم کھائیں۔ ہاں بادی چیز اور کھٹا و تیل کے نزدیک نہ جائیں۔ اگر برف کا شوق کرتے ہیں تو ذرا استعمال کر لیں، وغیرہ وغیرہ۔

ان معالج حضرات سے کوئی پوچھے کہ ثقیل اور لطیف غذا کا کیا فرق ہے۔ کون کون سی اغذیہ ثقیل ہیں اور کون کون سی زود ہضم وغیرہ۔ ایک ہی مریض کو گرم اغذیہ بھی اور سرد اغذیہ بھی، روٹی، چاول، برف اور پھل بھی اور چائے بھی۔ آخر غذا شے کیا ہے؟ تندرست اور مریض کی غذا میں کچھ نہ کچھ تو فرق ہونا چاہئے۔ اگر مریض کوئی فرق نہیں کرنا چاہتا تو پھر وہ مریض نہیں ہے۔ اگر معالج فرق نہیں جانتا تو معالج نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اچھے اور برے معالج کا اندازہ غذا، پرہیز بتانے پر چل جاتا ہے۔ جو معالج روزانہ استعمال کی اشیاء مثلاً نمک، مرچ، ہلدی، گرم مصالحہ، گوشت، سبزیاں، دالیں، غلے، دودھ، چائے اور ان سے بنی ہوئی اشیاء، پھل، میوہ جات اور پان، تمباکو

وغیرہ وغیرہ کے اثرات سے پوری طرح آ گاہ نہیں ہے وہ علاج میں ان کو کیسے استعمال کرسکتا ہے۔ اگر اتفاقاً ایک اچھی دوا بھی تجویز کردی تو غذا کی خرابی سے بجائے آرام ہونے کے مریض کو نقصان ہو جانے کا اندیشہ غالب ہے۔

غذا کے متعلق جاننا چاہئے کہ مریض کے لئے نہ کوئی لطیف غذا اور زود ہضم غذا ہے اور نہ کوئی ثقیل اور دیر ہضم نہ کوئی غذا مقوی ہے اور نہ غیر مقوی۔ اسی طرح نہ کوئی غذا مولد خون اور نہ ہی پیدائش خون کو روکنے والی ہے بلکہ اصل غذا وہ ہے جس کی مریض کے جسم کو ضرورت ہے۔ وہی غذا اس کے لئے زود ہضم ومقوی اور مولد خون ہوگی۔ ضرورت غذا پر مریض کے اعضاء کے افعال کی خرابی اور خون کے کیمیاوی نقص سے پتہ چلتا ہے۔ اگر مریض کے لئے صحیح غذا تجویز کردی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ مریض کو بغیر دوا آرام ہو جائے گا۔ جسم انسان پر پچاس فیصدی غذا کا اثر ہے۔ دوا کا اثر صرف پچیس فیصدی ہے اور پچیس فیصدی مریض کے ماحول کو درست اور مزاج کو مطمئن رکھنا ہے تاکہ قوت مدبرہ بدن بیدار رہے اور مریض کی طبیعت صحت کی طرف دوڑتی رہے۔ مریض کی غذا تجویز کرنے کے لئے ہمیشہ تین باتوں کا خیال رکھنا ہے؛ (۱) خمیر غذا (۲) ضرورت غذا اور (۳) مناسب غذا۔ خمیر غذا کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مریض کے شکم میں جو غذا موجود ہے اس میں خمیر پیدا ہو چکا ہے۔ اکثر یہی خمیر فساد خون تک پہنچ چکا ہوتا ہے بلکہ بعض وقت زہر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً ہم روزانہ زندگی میں دیکھتے ہیں کہ آج کا تازہ دودھ کل باسی ہو جاتا ہے۔ دوسرے روز اس مین کھٹاس پیدا ہو جاتا ہے۔ تیسرے روز اس میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ چوتھے روز اس میں کیڑے ظاہر ہو جاتے ہیں اور پانچویں روز وہ اس قدر خراب ہو جاتے ہیں گویا زہر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بس تقریباً یہی حالت پیٹ کے اندر غذا میں خمیر ہونے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں جب تک پیٹ کا خمیر ختم نہ ہو علاج میں صحت کی کیا اُمید ہوسکتی ہے اور ادویہ واغذیہ کیسے مفید ہوسکتی ہیں۔ اگر غذا دی گئی تو اس کا نتیجہ ایسا ہوگا جیسے متعفن دودھ میں عمدہ دودھ ملا کر اس کو ضائع کر دیا جائے اور پھر اس سے اچھے اثرات کی اُمید رکھی جائے۔ اسی طرح خمیرہ آٹا کے ساتھ جب بھی دوسرا آٹا ملا کر گوندھا جائے گا یقیناً وہ بھی خمیر ہو جائے گا۔ جب تک خمیر کو ختم نہیں کیا جائے گا۔ بالکل یہی صورت پیٹ میں غذا کھانے کے بعد پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح اس خمیر میں نہ صرف ہر قسم کی غذا خراب ہو جاتی ہے بلکہ ادویات بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ مریض گھبرا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ علاج اور ادویات سے اس کو نقصان اور خطرہ پیدا ہوا ہے اور معالج حیران ہوتا ہے کہ ایسی اکسیر تریاق دوا اور بے خطا ویقینی مجرب نسخہ استعمال کرنے سے ایسے خطرناک حالات کیوں پیدا ہو گئے ہیں۔ یقیناً نتیجہ مفید نہیں ہے بلکہ اس میں یہ خرابیاں ہیں لیکن اصل بات سے وہ واقف نہیں ہوتا کہ مریض کے پیٹ میں جو خمیر تھا اس میں تیزی پیدا ہوگئی ہے جس سے یہ خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔

اسی خمیر سے پیٹ میں تیزابیت پیدا ہوتی ہے جس کو ایسڈیٹی کہتے ہیں۔ یہی جب خون میں شامل ہوتی ہے تو مختلف مقامات خصوصاً گردوں اور غشائے مخاطی پر اثر انداز ہو کر بہت سے خوفناک امراض پیدا کرتی ہے۔ بہر حال خمیر میں جوں جوں شدت پیدا ہوتی جاتی ہے، خون میں زہر پیدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے علاج، غذا اور دوا استعمال کرنے سے قبل خمیر غذا کو ختم کر لینا نہایت ضروری ہے۔

ضرورت غذا

ضرورت غذا میں مریض کو غذا کھانے کی صحیح خواہش ہے جس کی بہترین علامت بھوک ہے۔ گویا بھوک کے بغیر غذا کھانے کی صحیح خواہش نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھانے کا وقت ہے اور کھانے کی خواہش پیدا ہوگئی ہے یا کھانے کی شکل دیکھی ہے۔ اس کی رنگ برنگی صورت وخوشبو اور انواع واقسام دیکھ کر دِل میں شوق لذت پیدا ہوگیا یا ڈیوٹی پر جاتے ہوئے خیال آیا کہ کھانا کھالیا جائے۔ پھر گرم گرم کھانا نہیں ملے گا یا کسی دوست اور عزیز نے مجبور کر دیا اور بغیر ضرورت کے کھانا کھالیا، وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام حالات میں ضرورت غذا نہیں تھی۔ ضرورت غذا صحیح خواہش غذا ہے جس کو بھوک کہتے ہیں۔ بھوک بالکل وہی صورت ہے جو روزہ کھولنے سے تھوڑی دیر پہلے محسوس ہوتی ہے جس کی علامات یہ ہیں: بدن گرم ہو جاتا ہے خاص طور پر چہرہ کان کی لو تک گرم ہو جاتا ہے۔ دل میں مسرت وفرحت اور لذت کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جب بھوک میں جسم ٹھنڈا ہو جائے یا دِل ڈوبنا شروع ہو جائے تو یہ بھوک نہیں ہے بلکہ مرض ہے۔ اس کا علاج ہونا چاہئے اس کا فوری علاج شہد پینا یا شہد کا شربت پینا، ہلکی چائے پینا یا کوئی حسب خواہش پھل کھالینا ہے۔ غذا خصوصاً نشاستہ دار غذا کے قریب تک نہیں جانا چاہئے ایسا کرنا گویا خطرناک امراض کو دعوت دینا ہے۔

سال میں ایک مہینہ بھر بھوک کے احساس کی تربیت دی جاتی ہے مگر عید کے دوسرے روز ہم بالکل بھوک کا خیال تک بھول جاتے ہیں۔ [illegible] میں مہینہ بھر کے ثواب کا تصور تو رکھتے ہیں، لیکن ایک مہینہ میں جو ہم کو تقریباً سولہ گھنٹے کی بھوک اور پیاس کا حقیقی تجربہ ہوتا ہے اس کو یقیناً [illegible] دیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وقت بے وقت اور جگہ بے جگہ کھاپی کر امراض مول لے لیتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ ہم خود ہی قوانین [illegible] کی مخالفت کرتے ہیں اور بغیر ضرورت کھاتے ہیں اور جب قوانین فطرت کی بغاوت کے بعد بیماری کی شکل میں ہم کو سزا ملتی ہے تو روتے ہیں، واویلا کرتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کی توندیں بڑھ گئی ہیں، کیا یہ یقین کیا جاسکتا ہے ایسے لوگ غذا ضرورت کے مطابق کھاتے ہیں؟ کیا یہ لوگ مریض نہیں ہیں؟ خداوند کریم لالچ کی بھوک سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

استعمال غذا

غذا کے استعمال میں کسی خاص علم کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ فرنگی طب نے اپنے تجارتی مقصد کے تحت چکر چلا دیا ہے کہ غذا میں اتنی پروٹین (اجزاءلحمیہ)، اس قدر کاربوہائیڈریٹ (اجزاء ونشاستہ)، اس مقدار میں فیٹس (روغنی اجزاء) ہوں اور اس میں حیاتین کا ہونا ضروری ہے، جس کے لئے خاص طور پر کچی سبزیاں کھائی جائیں وغیرہ وغیرہ۔ جب ایک آدمی اس میں پھنس جاتا ہے کہ بازار میں وٹامن اور دیگر اغذیہ کی گولیاں، مکسچر بھی ملتے ہیں تاکہ فرنگی اور یہودی کی تجارت میں روز بروز اضافہ ہو۔ اس موضوع پر ہم نے ایک الگ مضمون لکھا ہے۔ امریکہ والوں سے آلو کے سلسلہ میں بحث چل نکلی تھی۔ خداوند کریم کی مہربانی سے ان کا منہ بند کر دیا ہے۔ ان کو چیلنج کیا ہے کہ تمام امریکہ میں کوئی بھی غذا کے سلسلہ میں انتہائی قابل ہو مقابلہ پر لایا جائے ہم تسلی وتشفی کے لئے تیار ہیں۔

غذا کے استعمال میں یہ تین باتیں یاد رکھیں: ① شدید بھوک ہو، جس کی علامات لکھ دی ہیں اور اس کا ایک جذبہ یہ بھی ظاہر ہو کہ وہ کتنا ہی کھا جائے گا۔ پھر جس چیز کو دِل چاہے کھائے، یعنی ذائقہ اور کیفیت (گرم وسرد، تر وخشک) اگر غذا حسب ذائقہ اور کیفیت ہو تو بہتر ہے ورنہ غذا میں مقوی اور قیمتی غذا کا تصور ضروری نہیں ہے۔ ② غذا ہمیشہ اس وقت کھائی جائے جب زیادہ کھانے کا تصور ہو مگر خوب کھانے

کے بعد کچھ حصہ بھوک باقی ہو غذا کو چھوڑ دیں تاکہ غذا پیٹ میں پھول کر تمام معدہ کو قابو میں نہ کر لے اور معدہ اپنی حرکات کو چھوڑ بیٹھے اور غذا معدہ میں کچی رہ جائے یا قے اور اسہال کی صورت پیدا ہو کر ہیضہ نہ ہو جائے۔ گویا غذا زیادہ سے زیادہ کھانے کے بعد کچھ حصہ بھوک کا ابھی باقی ہو تو غذا سے ہاتھ کھینچ لینا چاہئے۔ ہمیشہ یہ خیال رکھیں **تھوڑا کھانا گناہ ہے اور پیٹ بھر کے کھانا بھی عذاب ہے۔** غذا کھانے کی صورت، ان کے درمیان ہونی چاہئے۔ البتہ یہ معالج کا کام ہے کہ وہ بتلائے کہ کسی مرض میں کیا غذا ہونی چاہئے چونکہ جگر کے لئے غذا الگ ہونی چاہئے اور دماغ کی ضروریات جدا ہیں۔ اسی طرح دل کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ الگ ہیں۔ غرض ہر معالج کا فرض ہے کہ اعضاء رئیسہ کی مناسبت سے مریض کے لئے غذا تجویز کرے تاکہ غذا بھی دوا کے لئے معاون بن جائے۔

دق وسل میں مسئلہ غذا کو نہایت اہمیت ہے

دق وسل میں غذا کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ ایک روپے میں سے آٹھ آنے فائدہ اور اثر صرف صحیح غذا کا ہوتا ہے۔ روپے میں چار آنے صحیح ماحول میں خوش رہنا اور روپے میں چار آنے صرف دوا کا فائدہ اور اثر کام کرتا ہے۔ وہ فائدہ اور اثر بھی اس وقت ہوتا ہے جب صحیح تشخیص سے صحیح دوا تجویز کی جائے اور اس کو صحیح طریق پر استعمال کرایا جائے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ صحیح دوا اور صحیح تجویز کے باوجود مریض کی غذا اور اس کے ماحول کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا حکومت کے ہسپتالوں اور سینی ٹوریمز میں بھی غذا کی افادیت کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ اوّل ہر مریض کو ایک ہی قسم کی غذا دی جاتی ہے۔ دوسرے اس غذا میں حرارت کی پیدائش اور رطوبت کی زیادتی کا بالکل خیال نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے خلاف بخار کو دور کرنے کے خیال سے حرارت کو کم کرنے والی ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ جہاں تک رطوبتی اغذیہ کا تعلق ہے، گھی اور روغنی اجزاء سے پرہیز برتا جاتا ہے جس کے ساتھ جرم کش ادویات کا استعمال جو سب کی سب بغیر استثنا کے رطوبات کو جلا کر خشکی پیدا کرتی ہیں۔ جن میں انٹی بائیوٹک ادویات، سلفا گروپ اور پینسلین اور کیلشیم کے نقصانات ناقابل بیان ہیں جن کی تلافی بے حد مشکل ہے۔ ان ادویات سے اچھا بھلا انسان دق وسل میں گرفتار ہو جاتا ہے اور جس کو یہ مرض ہو وہ بہت جلد موت کا شکار ہو جاتا ہے۔

وید اور اطباء بھی مریض کو لطیف اغذیہ کی تاکید کرتے ہیں اور خشکہ، مونگ کی دال، ہلکا شوربا، سبزیوں میں ٹینڈے، توری، کدو، شلغم، مولی اور پالک کا ساگ پھلکہ اور چپاتی، ساگودانہ اور مربہ جات کو اہمیت دیتے ہیں کیونکہ ان کے مدنظر بھی یہی بات ہے کہ دق سل سخت گرم قسم کا بخار ہے اس لئے گرمی کو زیادہ سے زیادہ کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور اس غذا کے ساتھ جو ادویات دی جاتی ہیں ان میں دافع حرارت شربت وعرق خمیرہ جات اور جواہرات کے استعمال کو بے حد اہمیت دی جاتی ہے۔ گھی اور مکھن کو دور سے دیکھنے بھی نہیں دیتے۔ البتہ ڈاکٹر قسم کے فرنگی حکیم ڈاکٹروں کی پیروی میں مریضوں کو مکھن اور پھل صرف ان کی تقلید میں استعمال کرانے لگتے ہیں اور تقلید کا لفظ اس لئے لکھا گیا ہے کہ صرف وہ اندھی تقلید ہوتی ہے کیونکہ ان پھلوں میں سنگترہ مالٹا اور سیب جیسے ترش اور بارد پھل بھی استعمال کرا دیتے ہیں جو انتہائی مضر ہیں۔ البتہ بہت میٹھا سیب دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بعض معالج میٹھے چوساتے ہیں اور تربوز کا پانی دیتے ہیں، یہ بھی دافع حرارت ہیں اور مرض کی مدد کرتے ہیں اور مریض کو نقصان پہنچاتے ہیں اور بے حد نقصان پہنچاتے ہیں، البتہ مریض کو وقتی طور پر ٹھنڈک اور تسکین ضرور پہنچ جاتی ہے۔

اس قسم کی اغذیہ صرف اس لئے دی جاتی ہیں کہ مریض کی حقیقت سے بالکل لاعلمی کی وجہ ہی ہوتی ہے ورنہ اگر سمجھ دار وید اس پر

غور کرے کہ دق سل کی وجہ جسم میں وایو کی زیادتی ہے اور وایو کے معدہ اور امعاء جگر میں بڑھ جانے سے پت کا مقام بدل کر جگر سے معدہ اور امعاء پھیپھڑوں کی طرف چلا گیا ہے تو کبھی بھی ایسی اغذیہ استعمال نہ کرائیں جو وایو کے زیادہ کرنے اور صفرا کو کم کر کے ان کے مقام کو بدلنے والی ہیں تو اس خوفناک مرض سے نجات حاصل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

حیرت ہے کہ قابل اطباء اور ماہرین فن جب یہ جانتے ہیں کہ مرض دق اور سل کا سبب واصلہ ورم اور زخم ہے تو پھر ان کو علاج میں ورم اور زخم کو مدنظر رکھتے ہوئے محللات دینے چاہئیں جو یقیناً سب کی سب گرم اور حار ہیں نہ کہ مبردات ومسکینات اور محذرات جو اکثر قاطع حرارت ہیں۔ البتہ ورم اور زخم کی ابتدائی صورت میں تو یہ ادویہ اور اغذیہ مفید ہوسکتی ہیں لیکن ان کے مکمل ہو جانے پر ان کا استعمال موت کو دعوت دینا ہے۔ ایک قابل طبیب اور ماہر فن خوب جانتا ہے کہ ورم اور زخم کس حالت اور درجے میں ہے۔ بس یہی اس مرض کے علاج و ادویہ اور اغذیہ کا راز ہے جسے فرنگی ڈاکٹر حقیقتاً نہیں جانتے اور نہ ان کے پاس اس مقصد کا مداوا ہے۔

فرنگی طب (ڈاکٹری) میں بھی علاج کی ناکامی کے ساتھ ساتھ غذا کا کوئی بھی معقول انتظام نہیں ہے۔ اس لئے وہ لوگ غیر معقول اغذیہ استعمال کرا دیتے ہیں جس میں ڈبل روٹی، بسکٹ اور دلیہ و چاول انڈا اور پھل بے تکلف استعمال کراتے ہیں۔ البتہ بعض ڈاکٹر صرف مریض کی طاقت کو مدنظر رکھتے ہوئے (گوشت کے سوپ وشوربہ) اور مکھن وغیرہ بھی استعمال کرا دیتے ہیں۔ ان سب کو اغذیہ کے اوقات اور ضررت کا قطعاً علم نہیں ہے۔ اوّل تو یہ سب اغذیہ غلط ہیں، پھر بے وقت اور بے ضرورت استعمال کرائی جاتی ہیں جن کا مریضان دق وسل کو بجائے فائدہ پہنچنے کے الٹا نقصان پہنچتا ہے۔ اگر میرے بیان میں مبالغہ ہو تو کسی سینی ٹوریم اور ہسپتال میں جا کر دیکھ لیں میرے بیان کی حقیقت سامنے آ جائے گی۔ صرف یہی نہیں بلکہ فرنگی طب کی کتب میں بھی اغذیہ کی اہمیت اور حقیقت کو واضح کر کے بیان نہیں کیا گیا اور اس میں اغذیہ کی ضرورت اور اوقات کا تو بالکل ذکر ہی نہیں ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ جب ہم کوئی سخت کام یا ورزش کرتے ہیں تو ہمارا سانس گہرا اور تیز چلتا ہے، یہ اس لئے ہوتا ہے کہ خون جب پھیپھڑوں میں گردش کرے تو اسے زیادہ سے زیادہ آکسیجن میسر آ سکے، اسی طرح جب ہمیں بخار آتا ہے تو ہمارا سانس اور نبض اور تیز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جسم کے درجہ حرارت کے بڑھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے جسم کے خلیوں کو زیادہ آکسیجن کی ضرورت ہے۔ جب درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے تو اس کے برعکس عمل ہو جاتا ہے۔ یعنی جسم کو کم مقدار میں آکسیجن کی ضرورت ہے۔ اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے لوگ ایسی اغذیہ استعمال کرتے ہیں جن میں آکسیجن کی کمی کے ساتھ ہائیڈروجن وکاربانک ایسڈ گیس کی زیادتی ہو تو غور کریں کہ مرض کے دور ہونے کے امکانات کیسے قریب ہو سکتے ہیں جو ادویہ اور اغذیہ جسم میں آکسیجن کی پیدائش بڑھا دیتی ہیں ان میں یقیناً حرارت کی زیادتی ہوتی ہے۔ اس حقیقت کے بعد غذا کا مسئلہ یقیناً آسان ہو جاتا ہے۔ ہومیو پیتھک اور دیگر چھوٹے چھوٹے طریق علاج میں غذا کے مسئلہ کا اوّل تو ذکر ہی نہیں ہے یا اس کو اہمیت ہی نہیں دی گئی جس سے مرض کی صحیح تجویز بھی اکثر ناکام ہو جاتی ہے۔ ہومیو پیتھی میں جہاں کامیاب علاج کے لئے صحیح علامات تلاش کی جاتی ہیں وہاں پر غذا کے متعلق کوئی اصول نہیں ہے۔ یہ مریض کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ جو کچھ چاہے کھائے۔ عام طور پر دیگر علاجات کی پیروی میں لطیف اور زود ہضم اغذیہ استعمال کرا دی جائیں۔ کم از کم فرنگی طب کی طرح یہ بھی مدنظر رکھا جاتا ہے کہ مریض کے جسم میں غذا کے ضروری عناصر میں سے جن کی کمی واقع ہو گئی ہے جن میں پروٹین (لحمی اجزاء)، فیٹس (روغنی اجزاء)، ہائیڈرو کاربونیٹ (نشاستہ دار اجزاء)، سالٹ (نمکیات)، واٹر (پانی) اور خاص طور پر وٹامنز کو خاص اہمیت اصل ہے۔ اگرچہ ان عناصر غذا میں بھی بے حد خرابیاں ہیں اور ان کے (کمبی نیشن) ترتیب کو سمجھنا ایک دشوار کام ہے۔ بہرحال یہ اصول ضروری ہے۔

عناصر اغذیہ نہ امراض کے تحت ترتیب دی گئی ہیں اور نہ مزاج اعضاء کے تحت ان کو تقسیم کیا گیا ہ۔ اکثر ایک ہی قسم کے امراض اور علامات میں مختلف اقسام کی اغذیہ تجویز کر دی جاتی ہیں اور اسی طرح مختلف قسم کے امراض اور علامات کے لئے ایک ہی قسم کی اغذیہ استعمال ہو رہی ہیں جس کے ثبوت میں فرنگی کتب کو اٹھا کر دیکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً کلیجی اور اوجھڑی کا جگر اور معدہ کے لئے مفید ہونا مسلم ہے۔ لیکن یہ دونوں غذائیں صرف ضعف جگر اور ضعف معدہ میں مفید ہیں، لیکن حالت یہ ہے کہ سوزش جگر اور معدہ میں بھی استعمال ہو رہی ہیں بلکہ لیور ایکسٹریکٹ (خلاصہ کلیجی کے ٹیکے) لگائے جا رہے ہیں، یہی حال باقی اقسام کی اغذیہ کا ہے۔

جہاں تک حیاتینی (وٹامنز) اغذیہ بلکہ اب تو ادویات کی صورت میں استعمال کی جاتی ہیں، ان میں بے حد نقصانات روزانہ دیکھے جاتے ہیں۔ اوّل تو شاید دس ہزار ڈاکٹروں میں ایک ڈاکٹر بھی نہیں ہے جو ان وٹامن کے کمبی نیشن کی ترتیب سے واقف ہو۔ یعنی کس وٹامن کے ساتھ کونسا وٹامن ملانا چاہیے اور ان کے ساتھ غذائی عناصر کا کون سا جز زیادہ مؤثر ہو سکتا ہے۔ دوسرے وٹامنز کے نقصانات کو مدنظر نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کے متعلق یہ تصور ہے کہ یہ بے حد طاقت کے اجزاء ہیں۔ حالانکہ یہ تصور بالکل باطل اور غلط ہے۔

کہتے ہیں کہ انڈے اور گاجر میں ہر قسم کے وٹامن پائے جاتے ہیں۔ جب ایک شخص مسلسل انڈے کھاتا ہے تو بہت جلد بواسیر، گردوں کی خرابی، قبض اور جوش خون میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب کچھ عرصہ گاجروں کا استعمال کرتا ہے تقریباً انڈوں کے بالکل خلاف امراض اور علامات ہو جاتی ہیں۔ جن میں پیشاب کی کثرت، ہاضمہ کا خراب ہو جانا، جسم کا بالکل ٹھنڈا رہنا اور دل کا ڈوبنا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اگر اس بیان میں مبالغہ ہو تو ہر شخص تجربہ کر کے دیکھ سکتا ہے۔ عوام ان اغذیہ کے اثرات سے تو کچھ نہ کچھ واقف ہوتے ہیں، لیکن جب وہ حیاتین (وٹامنز) استعمال کرتے ہیں تو وہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ افسوس پاکستانی فرنگی ڈاکٹروں پر ہے کہ ان امور کو قطعاً مدنظر نہیں رکھتے اور ان کی پیروی بھی فرنگی حکیم کر رہے ہیں جو بغیر غور و فکر کے فرنگی ادویہ اور اغذیہ کو استعمال کر رہے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ دُنیا میں مقوی غذا اور دوا کوئی نہیں ہے، یہ ایک اضافی لفظ ہے۔ طاقت (پاور، توانائی) انرجی اور قوت (فورس) ضرورت کا نام ہے۔ کسی خاص شے میں مخصوص نہیں ہیں۔ جب ان کو بغیر ضرورت اور غلط مقام پر استعمال کیا جائے گا نقصان ہوگا۔ ان کی مثال گھی، دودھ اور گوشت کی ہو سکتی ہے۔ یعنی اگر ضعف جگر والے مریض کو گھی بلغم اور ریاح کی زیادتی والے کو دودھ اور جوش خون کے مریض کو گوشت استعمال کرایا جائے گا تو بجائے طاقت و توانائی اور قوت دینے کے الٹا سخت نقصان دہ ہوگا اور یہ سلسلہ جاری رکھا گیا تو مریض موت کے منہ میں پہنچ جائے گا۔ یہی حال (وٹامنز) حیاتینی اشیاء اور دیگر طاقتور اغذیہ اور ادویات کا ہے جو بغیر ضرورت کے کبھی نہیں کھانی چاہئیں۔

علاج بالغذا

دُنیا میں ایک طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ علاج بالغذا کیا جائے۔ یہ بھی ایک بہت بڑا مبالغہ ہے۔ اوّل تو علاج بالغذا کو طریقہ علاج کہنا غلطی ہے، البتہ یہ ایک اصول ضرور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہر طریق علاج کے لئے ضروری ہے وہ کائناتی بلکہ آفاقی ہو۔ کیونکہ کائنات اور آفاق کا انسانی جسم اور نفس کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ ہم فرنگی طب کو بھی آفاق تصور نہیں کر سکتے۔ وہ ایک تجرباتی علاج ہے جس کا تعلق مقامی اور وقتی ہے۔ اس کے اثرات کائنات کے تحت حاصل نہیں کئے گئے (تفصیل طوالت طلب ہوگی)۔ دوسرے جو لوگ غذائی طریق علاج کے ماہر ہیں صرف اس کے نام سے فائدہ اٹھا رہے ہیں ورنہ ان کے پاس ایسی کوئی کتاب اور اصول نہیں ہے جس کے تحت

انہوں نے انسانی اغذیہ ترتیب دے رکھی ہوں، لے دے کر صرف چند اغذیہ استعمال کراتے ہیں جن میں سے دودھ سبزیاں قابل ذکر ہیں۔ البتہ بعض اس علاج کے حامل ہر قسم کی دیگر اغذیہ چھڑوا دیتے تھے۔ بعض لوگ صرف دودھ اور اس میں لیموں کے استعمال کو ہی غذائی علاج کہتے ہیں۔ ایسے طریقے صرف وقت اور دولت ضائع کرنے کے سامان ہیں۔ البتہ دیگر علاجات کے دوران میں ان کو ضرورت کے مطابق اپنایا جا سکتا ہے۔

علاج بالفاقہ

ایک علاج بالفاقہ بھی ہے لیکن اس کو بھی علاج کے زمرہ میں شریک کرنا درست نہیں ہے۔ وہ بھی ایک اصول ہے۔ البتہ فاقہ کی افادیت مسلم ہے۔ لیکن افادیت کو تقریباً ضائع کر دیا جاتا ہے، کیونکہ فاقہ میں کم وبیش جو اغذیہ دی جاتی یا فاقہ کے بعد جو اغذیہ استعمال کی جاتی ہیں ان کا تعین صحت و مرض اور مریض کو مدنظر رکھ کر نہیں کیا جاتا ہے اور جو فائدہ فاقہ سے پہنچ جاتا ہے تقریباً وہ ضائع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہ رمضان شریف میں اکثر الٹی سیدھی اغذیہ کھا کر ان فوائد کو تقریباً ضائع کر دیتے ہیں جو تقریباً سولہ گھنٹے پیٹ خالی رکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

فاقہ ایک ایسی طاقت ہے جس سے جسم میں ایک طرف حرارت پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف فضول اور زہریلی رطوبات جن میں خمیر پیدا ہو چکا ہوتا ہے جلا دیتا ہے۔ اور یہ فائدہ دُنیا بھر کی کوئی دوا پہنچا نہیں سکتی۔ جاننا چاہئے کہ یہ غذا جو ہم کھاتے ہیں ان میں ایک حد تک تخمیر ضروری ہے اور اگر یہ تخمیر بہت زیادہ ہو جائے یعنی تخمیر در تخمیر تو وہ زہر بن جاتا ہے جس کا اخراج جسم سے بے حد ضروری ہے۔ لیکن اس کے ادویات سے اخراج کرنے پر ضرور اندیشہ ہے کہ اچھی رطوبات کو بھی نقصان پہنچے اور دیگر اعضاء بھی متاثر ہوں۔ صرف فاقہ ہی ایک ایسی شے ہے کہ جو ان زہروں کو خارج کر کے بغیر نقصان کے حرارت پیدا کر دیتا ہے۔ تقریباً دُنیا کے تمام مذاہب نے ان کی حمائت کی ہے لیکن اسلام نے روزہ کی صورت کا جو طریق کار بیان کیا ہے اور اس کے لئے ایک بڑی طویل کتاب کی ضرورت ہے اس کا ایک اشارہ یہ ہے کہ **الصوم قائم الشباب**۔

ہم نے تقریباً تمام طریق علاج اور مروجہ اصولوں پر مریضوں کو جو اغذیہ دی جاتی ہیں، ان کا ذکر کر دیا ہے مگر جہاں تک دق وسل کی اغذیہ کا تعلق ہے اس کو ان علاجات میں قیام صحت اور حصول شفاء کے لئے تسلی بخش صورت میں بیان نہیں کیا گیا، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے اس کو بیان کر دیا جائے اور یقینی طور پر دق سل کے علاج اور دوا کے ساتھ غذا سے بھی مستفید ہو سکے۔ جاننا چاہیے کہ دق سل کے علاج میں غذا کے متعلق ذیل کے تین سنہری اصولوں کو ضروری مدنظر رکھیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس مرض سے ضرور نجات مل جائے گی۔

ا۔ اوقاتِ غذا

مریض کو ایک غذا کے بعد دوسری غذا کبھی بھی چھ گھنٹے سے قبل نہیں دینا چاہیے۔ اس طرح دِن بھر میں صرف تین وقت قائم ہو جاتے ہیں: ① صبح ② دوپہر ③ شام۔ شام یعنی اگر صبح سات بجے غذا لی گئی ہے جو عام طور پر ناشتہ ہوتا ہے تو پھر غذا چھ گھنٹے کے بعد ایک بجے دوپہر باری آئے گی۔ ایک سے دو بجے تک کھانے کا وقت ہے اس میں جب چاہیں کھلا دیں۔ پھر چھ گھنٹے بعد آٹھ بجے شام کھانے کا وقت ہوگا۔ بس یہ تین وقت ہیں ان کے درمیان صرف مریضوں کو نہیں بلکہ تندرست انسانوں کو بھی غذا لینی چاہیے کیونکہ ایک بار کھائی ہوئی غذا تقریباً بارہ گھنٹے میں ہضم ہوتی ہے۔ تقریباً تین گھنٹے معدہ میں اور چار گھنٹے بعد چھوٹی آنتوں میں پہنچ جائے اس وقت دوسری غذا لینی

چاہیے، تاکہ ہضم شروع ہو جائیں ورنہ اس میں یا اوّل ہضم خراب ہو جائے گا یا دوسرے ہضم میں نقص پیدا ہو جائے گا۔

۲۔ضروری غذا

ان تین اوقات میں بھی ان تین امر کا احساس اشد ضروری ہے کہ اگر بھوک نہ ہو تو وہ وقت چھوڑ دیں اور اگلے وقت پر غذا کھالیں، کیونکہ بھوک اس امر کا اظہار ہے کہ جسم میں غذا کی ضرورت ہے۔ اگر تین دِن کیا ہفتہ بھر بھی بھوک نہ لگے، غذا نہ کھائیں۔ البتہ دِل چاہے تو پھل کھالیں۔

۳۔اقسام غذا

غذا کئی قسم کی ہوتی ہے: اوّل ریفرشمنٹ (تفریحی) غذا، دوسرے ڈائٹ (لازمی غذا)۔

تفریحی غذا یا لازمی ان کے اوقات میں بھی فرق نہیں آئے گا۔ یعنی دِن بھر میں صرف تین وقت ہوں گے۔ البتہ ان کے لینے کے طریق اور اہمیت سمجھ لی جائے۔ تفریحی غذا اسی صورت میں لینی چاہئے جب بھوک نہیں ہے۔ مگر دِل چاہتا ہے کہ کچھ کھایا جائے یا صبح ناشہ میں بعض لوگوں کو خالی پیٹ باہر جانے کی عادت نہیں ہوتی۔ بھوک نہ بھی ہو تو کچھ نہ کچھ کھالیتے ہیں۔ تفریحی غذا میں حسب ذیل اشیاء شریک ہیں: دودھ، چائے، دہی، دہی کی لسی، مکھن، صرف حلوا، مٹھائی، پھل اور گوشت، سالن ہر قسم کا بغیر روٹی، چاول اور ڈبل روٹی کے سلائس کھا سکتے ہیں۔ جیسے مکھن کھالیا جائے، دودھ یا لسی پی لی جائے یا مٹھائی کھا کر چائے یا دودھ یا لسی پی لی جائے۔ یہی صورت سالن اور گوشت کی بھی ہو سکتی ہے۔ لازمی غذا میں روٹی، چپاتی، پھلکا، نان، کلچہ، ڈبل روٹی، دلیا، چاول اور ساگودانہ وغیرہ شریک ہیں۔ لازمی غذا اس وقت تک نہ کھائی جائے جب کسی کو ایسی بھوک نہ لگے جیسے روزہ کے بعد لگتی ہے اور انسان کا احساس یہ ہوتا ہے کہ وہ پتہ نہیں کس قدر کھالے گا۔ اگر ایسا احساس نہیں پیدا ہوا تو اس وقت تک صرف تفریحی غذا لینی چاہیے اور لازمی غذا سے پرہیز برتنا چاہیے۔

دق وسل کے مریض کے لئے غذا

دق وسل کے مریض کی غذا میں تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

① حرارت پیدا کرنے والی ہو۔
② قابض نہ ہو اور رطوبات زیادہ پیدا کرے۔
③ محلول اغذیہ جو تقریباً پی لی جائے۔

اگر چبائی جائے تو دانتوں کو محنت کرنی پڑے۔ محلول اغذیہ میں دودھ، چائے، گوشت کا شوربا بغیر سبزی کے یا سبزی کے ہمراہ دونوں مفید ہیں۔ حریرہ بادام، حریرہ چار مغز وغیرہ۔ صرف سبزی کا شوربا یا پھلوں کا رس بھی مفید ہے۔ لیکن ان تمام محلول اغذیہ میں تیسرا حصہ گھی کا ہونا ضروری ہے۔ جب خون آنا بند ہو جائے اور بخار اُتر جائے، کھانسی کم ہو جائے تو حلوا، سبزیاں مع گھی بغیر روٹی چاول کے مونگ کی دال مع گھی نیم پاؤ اور خالص گھی کی ہر قسم کی مٹھائی کھلائی جا سکتی ہے اور اگر غذا میں ان باتوں کا اہتمام نہیں کیا جائے گا تو علاج بے سود ہے۔ دق وسل کی غذا میں بکری کا دودھ اور گوشت کو بھی بے حد اہمیت ہے۔ جب تک مرض کی شدت ہو اس وقت تک دودھ کو پھاڑ کر صرف اس کا پانی دیں اور اس کا پنیر بدن پر مل دیا کریں، جب مریض صحت کی طرف لوٹے تو دودھ دیا جا سکتا ہے۔ اگر دق وسل کا مریض صرف بکری کے دودھ اور گوشت کو با اصول استعمال کرے تو یقیناً ایک شرطیہ شفا بخش غذا ہے۔

بکری اور دق وسل (ٹی بی)

بکری کے خون میں دق وسل (ٹی بی) کے جراثیم کو فنا کرنے کی زبردست طاقت ہے، اس لئے اس کا دودھ اور گوشت استعمال کرنے والوں کو کبھی (ٹی بی) نہیں ہوسکتی اور جن کو ٹی بی ہو، وہ اگر ہر قسم کی اغذیہ چھوڑ کر صرف بکری کے گوشت کا شوربہ اور دودھ پینا شروع کر دیں تو دق وسل (ٹی بی) سے شفا ہو جائے گی۔ اگر ہمارے بیان میں مبالغہ ہو تو ہم فرنگی ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بیان کو غلط ثابت کریں۔

ہمیں آج تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ہمارے طبی و معاشرتی مسائل کس انداز میں حل کئے جاتے ہیں اور کون سے خصوصی ایکسپرٹ اور سائنس دان حکومت کے مشیر ہیں جو حکومت کو غلط مشورے دیتے رہتے ہیں۔ یہ مشیر ماشاء اللہ ایسے ذہین اور سمجھ دار اور پاکستان کے خیر خواہ ہیں کہ جب کہا جاتا ہے کہ پاکستان کی ادویہ استعمال کرائی جائیں تا کہ زرمبادلہ کی بچت ہو تو ان کے کان پر جوں نہیں رینگتی اور اگر کہا جائے کہ پاکستان کی اکسیر بوٹیاں غیر ممالک میں بھیجی جائیں اور زرمبادلہ بڑھایا جائے تو وہ سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ جب کہا جائے کہ ملک کی ترقی کے لئے اپنے ملکی علم الاشیاء سے بھی استفادہ کیا جائے تو ایسی صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔

انہی پاکستانی ایکسپرٹ اور سائنس دان مشیروں نے حکومت کو یہ بھی مشورہ دیا ہے بکروں کی نسل کو ختم کر دیا جائے۔ سبحان اللہ! کیا خوب مشورہ ہے، اور لطف کی بات یہ ہے کہ نئی حکومت نے یہ مشورہ قبول بھی کر لیا ہے اور سننے میں آ رہا ہے کہ حکومت بکریوں کی نسل کی افزائش کے نہ صرف حق میں نہیں بلکہ اس نسل کو سرے سے ختم کر دینا چاہتی ہے۔ دلائل یہ پیش کئے جاتے ہیں:

① اس کی خوراک بہت زیادہ ہے۔

② ایندھن کی پیداوار میں حائل ہے۔

③ اپنی خوراک اور نقصان کے مقابلہ میں زیادہ مفید نہیں ہے۔

ہم حکومت سے گزارش کریں گے کہ اس سلسلہ میں آپ کے ایکسپرٹ اور سائنس دان مشیروں کا مشورہ بالکل غلط اور بے معنی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ علم الحیوانات خصوصاً بکریوں سے متعلق پوری طرح آگاہ نہیں۔ اگر وہ بکریوں کی افادیت سے عشر عشیر بھی واقف ہوتے تو ایسا غلط مشورہ دینے کی جرأت نہ کرتے۔ اگر ان کو اپنی قابلیت پر ناز ہے تو ہم ان کو ہر وقت جواب دینے اور حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جاننا چاہئے کہ بکری ہی ایک ایسا جانور ہے جس کے خون میں طاقت ہے، جو دق وسل (ٹی بی) کے جراثیم کی پرورش کا موقع نہیں دیتی بلکہ فوراً ختم کر دیتی ہے۔ اس لئے اس کا دودھ استعمال کرنے والوں کو کبھی ٹی بی نہیں ہوسکتی اور جن کو ٹی بی ہو اگر وہ ہر قسم کی اغذیہ چھوڑ کر صرف بکری کے گوشت کا شوربا پینا شروع کر دیں تو ان کو فوراً دق وسل (ٹی بی) سے شفا ہو جائے گی اور رفتہ رفتہ اس میں وہ طاقت پیدا ہو جائے گی کہ تمام عمر ٹی بی سے محفوظ رہے گا۔

جاننا چاہیے کہ بکری کے خون میں یہ طاقت صرف اس لئے ہے کہ اس کے جسم میں اعضاء کی بناوٹ اس قسم کی ہے کہ نہ صرف خون میں حرارت زیادہ پیدا ہوتی رہتی ہے بلکہ جسم کے اعضاء میں اس قدر تیزی اور شدت پیدا ہوتی ہے کہ ان کے افرازات کی پیدائش اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ وہ خون میں شامل ہو کر ایسی طاقت پیدا کر دیتے ہیں کہ ان سینکڑوں قسم کے جراثیم خصوصاً ٹی بی کے جراثیم کو فنا کر دینے کی

قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ خوبی گائے بھینس میں نہیں پائی جاتی ہے اور نہ بھیڑ میں اس کا اثر نظر آتا ہے۔

بکری کا دودھ اپنی غیر معمولی حرارت اور رقت کی وجہ سے بے حد زود ہضم ہے۔ بچے کے لئے بے حد مفید اور مناسب غذا ہے۔ عورت کے دودھ سے دوسرے نمبر پر ہے۔ جو بچے بدہضمی یا مرض دق اطفال کی وجہ سے سوکھ گئے ہوں ان کے لئے بے حد مفید ہے اور مقوی غذائی دوا ہے۔

جہاں تک اس پر زیادہ خوراک کھانے اور جنگلات کو ختم کرنے کا الزام ہے تو اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ بکری زیادہ تر خودرو خاردار جھاڑیاں کھاتی ہے جو اکثر زہریلی اور بے مصرف ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ خودرو گھاس اس کا من بھاتا کھاجا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اگر اس کی نگرانی نہ کی جائے تو وہ نوخیز درختوں کی پتیاں اور کونپلیں کھا جاتی ہے جو واقعی نقصان کی صورت ہے مگر اس کا ازالہ ہوسکتا ہے۔

اس چھوٹے سے نقصان کے لئے ایک مفید ترین جانور کی نسل کو تباہ کرنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ حکومت دق سل (ٹی بی) کی روک تھام کے لئے اس کی نسل کو اس قدر فروغ دیتی کہ ہر گھر میں اس کا ریوڑ ہوتا۔ اس طرح پاکستان سے دق وسل (ٹی بی) نہیں بلکہ گھر گھر دودھ کی نہریں چل جاتیں ویسے بھی حکومت (ٹی بی) کی روک تھام کے لئے کروڑوں روپے خرچ کر رہی ہے جس کا نتیجہ کبھی سودمند ثابت نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ بی-سی-جی کے ٹیکے حفظ ماتقدم (ٹی بی) کے لئے ملک میں لگائے جارہے ہیں جن پر ہر سال لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ یہ سب روپیہ فضول ضائع جارہا ہے کیونکہ اب یورپ کے سائنس دان اور فرنگی ڈاکٹروں نے اپنے کثیر تجربات کے بعد اعلان کر دیا ہے کہ بی-سی-جی کے ٹیکے غیر مفید اور بے اثر ہیں۔ حکومت ادویات اور انجکشنوں پر لاکھوں روپے فضول و برباد کرتی ہے، مگر معلوم نہیں ملکی مفید اور یقینی علاجوں کو کیوں نظر انداز کر دیتی ہے۔

حکومت کو اس خطرے سے آگاہ رہنا چاہیے کہ اگر ملک سے بکری کی نسل ختم ہوگئی تو مرض ٹی بی کا وہ غلبہ ہو جائے گا کہ پاکستانی نسل ہی کمزور ہو جائے گی خصوصاً دیہاتوں میں جہاں پر مناسب دوا اور غذا کا کوئی مناسب انتظام نہیں ہے۔ وہاں پر وہ مصیبت پیدا ہو جائے گی کہ سنبھالے نہیں سنبھل سکے گی۔ خداوند کریم کی مہربانی سے یہ صرف بکری کے دم قدم کا نتیجہ ہے کہ ملک بھر میں (ٹی بی) سے بچت ہے، جس علاقہ یا گھر میں بکری کا دودھ یا گوشت استعمال نہیں ہوتا اس علاقہ یا گھر میں (ٹی بی) داخل ہو گیا ہے۔ اگر ہمارے بیان میں مبالغہ ہو تو حکومت اعداد و شمار پر غور کرے، وہ صحیح نتیجہ پر خود بخود پہنچ جائے گی۔

اس عظیم فائدہ کے علاوہ بکریوں کے بیشمار فوائد ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

① اس کے فضلہ میں وہ حرارت اور فاسفیٹ ہے جو کسی دوسرے جانور کے فضلہ میں نہیں پائی جاتی۔ جو زمین کمزور ہو جاتی ہے زمیندار اس پر بکریوں کے ریوڑ پال لیتے ہیں، تھوڑے ہی عرصہ میں وہ زمین زرخیز ہو جاتی ہے۔

② شہروں میں اس کا دودھ بیچ کر سینکڑوں خاندان اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔

③ سارے پاکستان میں ہزاروں من بکری کا گوشت لوگ کھاتے ہیں اور مریضوں کو کھلاتے ہیں۔ اس تجارت پر بیشمار خاندان اور زمیندار اپنا کاروبار کرتے ہیں اور یہ دولت ملک میں ہی رہتی ہے۔

④ اس کی کھال جوتوں کے علاوہ پاکستان کی بے شمار صنعتوں میں کام آتی ہے جو غیر ممالک کو جاتی ہے اور اس کی کھالیں بھی غیر ممالک میں زرمبادلہ پیدا کرتی ہیں۔

ان حقائق کے بعد اگر حکومت نے اس مسئلہ کو قومی اور ملکی قدروں پر سوچا تو یقیناً وہ بکری کی نسل کو ختم کرنے کی بجائے اس کی افزائش نسل پر توجہ دے گی۔ اس طرح کروڑوں کا زرمبادلہ بھی جو ادویات کی صورت اور انجکشنوں پر خرچ ہوتا ہے، بچ جائے گا۔

بناسپتی گھی کھانے سے تپ دق ہو جاتا ہے

غذا میں غلہ کے اجناس کے بعد دوسرے درجہ پر روغنیات ہیں۔ ان کی جسم میں ایسی ہی ضرورت ہے جیسے مشینوں میں پٹرول کے بعد موبل آئل کی ضرورت ہے۔ جس طرح موبل آئل پرزوں کو تر (لبریکیٹ) رکھتا ہے اور رگڑ کھانے اور جلنے سے بچاتا ہے۔ یہی صورت جسم انسان میں روغنیات کی بھی ہے مگر جسم انسان میں ان کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ جسم میں حرارت بھی پیدا کرتے رہیں تاکہ جسم ایک طرف سردی سے محفوظ رہے اور دوسری طرف جسم میں سوزش اور امراض پیدا نہ ہوں۔

روغن دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (اوّل) نباتی جنہیں ہم تیل کہتے ہیں جیسے سرسوں، زیتون اور بنولہ وغیرہ اور بعض دوسرے میوہ جات سے بھی نکالے جاتے ہیں جیسے روغن ناریل، روغن کنجد، روغن بادام وغیرہ۔ (دوسرے) حیوانی جو گھی اور چربی کہلاتے ہیں۔ گھی عام طور پر مکھن اور کریم سے تیار ہوتا ہے اور چربی گوشت سے جدا کی جاتی ہے۔ مفید ہونے کی صورت میں میوہ جات کے روغن سبزیوں کے روغنیات سے زیادہ انسانی جسم کے قریب ہیں اور چربی، مکھن اور گھی میوہ جات کے روغنیات سے بھی انسانی جسم کے زیادہ قریب ہیں۔ ان کے زیادہ قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ جلد اور زیادہ سے زیادہ جز و بدن بن جاتے ہیں۔ اس حیثیت سے اعضاء اور خون کے لئے بے حد مقوی اور مفید ہیں۔ ایک عام انسان بھی خوب جانتا ہے کہ تیل کے کھانے سے جہاں گلے میں خراش نزلہ زکام ہو جاتا ہے وہاں پر گھی کے کھانے سے انسان ان امراض سے محفوظ رہتا ہے۔ سوائے چند مخصوص علاقوں اور اغذیہ کے جہاں پر تیل فطرتاً مفید ہے یعنی ایسے علاقے جہاں پر رطوبت زیادہ ہوتی ہے یا سال بھر خوب سردی رہتی ہے وہاں پر گھی اور مکھن کی بجائے تیل زیادہ مفید ہے۔ رطوبتی علاقے اکثر سمندر کے کنارے ہوتے ہیں یا ایسے علاقے جہاں بہت کثرت سے ہوتی ہے۔ ایسے علاقے اکثر پہاڑوں کی وادیاں یا پہاڑ ہوتے ہیں۔ **جاننا چاہئے کہ گرم علاقوں میں ہمیشہ مکھن اور گھی مفید ہوتے ہیں اور تیل اکثر تکلیف کا باعث ہوتے ہیں اور مختلف اقسام کے خوفناک امراض پیدا کرتے ہیں۔**

بناسپتی گھی

بناسپتی گھی دراصل گھی نہیں ہے اور نہ ہی حیوانی روغن ہے بلکہ نباتی تیلوں کو مصنوعی اور بناوٹی طور پر گھی کی شکل دے دی گئی ہے۔ یہ عام طور پر کسی تیل کے ساتھ سوڈا کاسٹک یا کوئی دیگر قوی الکائن (کھار) ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے صابن بنایا جاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ صابن کا قوام سخت ہوتا ہے اور بناسپتی کا قوام نرم مثل گھی کے رکھا جاتا ہے۔ دراصل ہر بناسپتی گھی نرم قسم کا صابن ہے۔

افعال واثرات بناسپتی

بناسپتی گھی افعال واثرات کے لحاظ سے نہ تو مکھن اور گھی کے اثرات رکھتا ہے کہ اس میں حیوانی اثرات خصوصاً حیوانی گندھک کا کوئی اثر نہیں ہوتا جو صحت کے قیام اور جسمانی سوزش کو دور کرنے کے لئے از حد ضروری ہے بالکل اس قسم کے اثرات جو شہد میں پائے جاتے ہیں جس کے لئے قرآن حکیم نے فرمایا ہے: ﴿ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ﴾ ''اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے''۔ اور نہ ہی اس میں تیلوں کے تیزابات کا اثر اور نہ گندھک کے افعال باقی رہتے ہیں۔ گویا **جو طاقت خالص تیل میں ہوتی ہے، بناسپتی گھی میں بالکل ختم ہو جاتی ہے،** اس کے علاوہ اس میں الکلی (کھار) کی زیادتی کی وجہ سے انتہائی اعصابی سوزش پیدا ہو جاتی ہے جس سے جسم میں رطوبات کی زیادتی، نزلہ اور بلغم کی پیدائش، پیشاب کی کثرت کے ساتھ ساتھ پیشاب میں شکر کا بڑھ جانا۔ جب پیشاب کی رطوبات اور بلغم میں زیادتی پیدا ہو جائے تو حرارت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف اس میں گندھک کی مقدار بالکل نہیں پائی جاتی جو صحت انسانی کے لئے ضروری حرارت

پیدا کرتی ہے۔ نتیجہ میں اس کے کھانے والے کی صحت خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

تجربہ اور نقصان

جن لوگوں نے بناسپتی گھی کبھی نہیں کھایا جب وہ کھانا شروع کرتے ہیں چاہے وہ سالن کی شکل ہو چاہے مٹھائی کی صورت تو اوّل اوّل منہ میں پانی آنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر جب جلد گلے میں جلن اور منہ میں گرمی محسوس ہوتی ہے۔ تھوڑے دِنوں کے بعد نزلہ اور گلے میں ریشہ گرنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر سینہ اور معدہ میں ہلکی ہلکی جلن شروع ہو جاتی ہے۔ مریض معالج کے چکر شروع کر دیتا ہے مگر مرض گھٹتا نہیں بلکہ روز روز بڑھتا ہے۔ اس کے بعد پیشاب میں زیادتی، نفخ شکم، البتہ پاخانے میں قبض بہت کم ہوتا ہے۔ نتیجہ ضعف جگر و گردے اور دِل ڈوبنا شروع ہو جاتا ہے۔ آخر مریض کی موت (ہارٹ فیل) سے ہو جاتی ہے۔ سب سے بڑی خرابی **بناسپتی گھی کے استعمال سے یہ شروع ہوتی ہے کہ مردوں میں منی کی پیدائش میں خرابی، جریان اور ضعف باہ شروع ہو جاتا ہے اور اکثر پیدائش اولاد کی طاقت نطفہ میں نہیں رہتی اور عورتوں میں بہت جلد ماہواری میں خرابی اور خون میں کمی کے ساتھ ساتھ سیلان کی شدت پیدا ہوتی ہے۔** اوّل تو ایسے میاں بیوی کی اولاد نہیں ہوتی یا بہت کم ہوتی ہے اور جب ہوتی ہے تو اکثر لڑکیاں ہوتی ہیں۔ اس کے نقصانات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس پر دلائل کے ساتھ تفصیلی بحث کی ضرورت ہے۔

اقتصادی اور معاشرتی نقصان

بناسپتی گھی کے طبی نقصان کے ساتھ ساتھ بے حد اقتصادی اور معاشرتی نقصان بھی پائے جاتے ہیں۔ اوّل ملک کی دولت کا ایک حصہ بناسپتی گھی تیار کرنے والے سیٹھوں کی تجوریوں میں چلا جاتا ہے۔ دوسرے ملک بھر کا بنولہ اور دیگر بیج جو گائے بھینسوں کے پیٹوں میں جانا چاہئے تھا مشینوں کی شکم پری ہوتی ہے جس سے اصل مکھن گھی کی بجائے بناسپتی گھی تیار ہوتا رہتا ہے۔ تیسرے جب گائے، بھینسوں کی مقوی غذا ختم ہوگی تو ان میں افزائش نسل میں قدرتاً کمی واقع ہو جاتی ہے جن کے خراب نتائج دور تک پہنچ جاتے ہیں۔

انتہائی خرابی

سب سے بڑی خرابی بناسپتی گھی میں یہ پیدا ہوگئی ہے کہ وہ اصل گھی کے قائم مقام یا اصل گھی میں ملاوٹ کے ساتھ فروخت کیا جاتا ہے۔ آج کل اس کثرت سے بک رہا ہے کہ بازار میں بالکل خالص گھی نظر نہیں آتا۔ پرلطف بات یہ ہے کہ خالص بناسپتی گھی نظر نہیں آتا۔ اس سے زیادہ پرلطف بات یہ ہے کہ خالص بناسپتی گھی بھی مشکل سے دستیاب ہوتا ہے۔ البتہ ناخالص گھی جس قدر ضرورت ہو مل سکتا ہے۔ گرانی کا یہ حال ہے کہ اصلی گھی کے نام پر ساڑھے سات روپے سیر بکتا ہے۔ بناسپتی گھی کو اصل گھی بنانے کا نسخہ جو سب سے اچھا خیال کیا جاتا ہے، بناسپتی گھی دودھ میں جوش دے کر دہی کی صورت میں جما لیتے ہیں پھر اس کو ہم وزن بناسپتی گھی ملا کر خالص گھی بنا لیتے ہیں۔ کوئی پہچان نہیں سکتا۔ اس چربی میں گائے، بھینس، سؤر اور اژدھا تک کی چربی شامل کر لی جاتی ہے۔ غرض بناسپتی گھی کا بیوپار آج کل خوب گرم ہے۔ بارہا حکومت کے سامنے یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے کہ بناسپتی گھی کو رنگ دیا جائے لیکن سرمایہ دار سیٹھوں کی کوشش سے یہ تجویز بھی ہمیشہ ناکام رہی ہے۔

دیگر اشیاء خوردنی میں ملاوٹ

مصنوعی گھی کی تجارت میں انتہائی کامیابی اور دولت کی بارش دیکھ کر ظالم تجارت پیشہ لوگوں نے دیگر اشیاء خوردنی میں بھی ملاوٹ کرنا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ ہلدی، مرچ، گرم مصالحہ اور چائے وغیرہ میں بھی ملاوٹ شروع کر ڈالی اور ایسی تکلیف دہ اشیاء سے

ملاوٹ کی گئی کہ تندرست کھائے تو یقیناً بیمار ہو جائے۔ بیمار کی جو حالت ہوتی ہے وہ خداوند کریم ہی جانتے ہیں۔ مثلاً سرخ مرچ میں پسی ہوئی اینٹ، ہلدی میں لکڑی کا برادہ، چائے میں دیگر درختوں اور اناجوں کی پتیاں وغیرہ۔

خالص دودھ

جہاں تک دودھ کا تعلق ہے اس کا بازار سے دستیاب ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ اس کے برعکس دودھ بچہ اور مریض لازم وملزوم کہے جا سکتے ہیں، لیکن ظالم قسم کے لوگوں نے ناجائز کمائی کی خاطر زیادہ سے زیادہ جس قدر ہو سکا ناخالص دودھ فروخت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دودھ میں پانی ڈالنا یا پانی میں دودھ ڈالنا تو معمولی بات ہے۔ اصل شے تو یہ ہے کہ دودھ سے کریم (بالائی) نکال لی جاتی ہے اور باقی دودھ جس کو انگریزی میں اسپلیٹا کہتے ہیں خالص دودھ کی جگہ فروخت کیا جاتا ہے لیکن یہ کہنا پڑتا ہے کہ دودھ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ مقدار میں چکنائی ہو جو دودھ کے ساتھ بآسانی ہضم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بچہ بھی ہضم کر لیتا ہے اور ساتھ ہی اس دودھ کی چکنائی سے دودھ کے پنیر کے نقصانات دور ہو جاتے ہیں۔ کریم نکلے دودھ میں جہاں روغنی اجزاء نہیں ہوتے وہاں پر اس کا پنیر بھی پورے طور پر ہضم نہیں ہوتا اور نفخ، تبخیر اور ریاح بنتا ہے۔ جس کے بعد معدہ میں ترشی اور تیزابیت بڑھنے لگتی ہے اور پھر جسم اکثر امراض کا مسکن بن کر رہ جاتا ہے۔

معاشرہ پر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ مصنوعی اور ناخالص شے بھی اصل اور خالص شے کے بھاؤ بکتی ہے۔ گویا نقصان کے ساتھ ساتھ خرابی صحت بھی کر لی جاتی ہے۔ اگر مصنوعی اور خالص شے کو اس کے صحیح نام سے پیش کر دیا جائے تو خریدار کی مرضی ہے کہ وہ خریدے یا نہ خریدے اور وہ مالی اور جانی نقصان سے بچ جائے۔ خاص طور پر مریض شخص تو یقیناً ایسی تکلیف دہ اشیاء سے دور رہیں گے۔

حکومت کا اقدام اور مارشل لاء

حکومت کو اس خرابی کا بھی نہ صرف پورا علم ہے، بلکہ پورا احساس بھی ہے۔ حکومت کی گزشتہ سال کی جو کوشش تھی اس کا اثر ایسے معاشرہ کش لوگوں پر کم پڑا ہے اس لئے اس نے مجبور ہو کر ان ظالم ملاوٹی کاروبار کرنے والوں کو ایک بار پھر شدید طور پر متنبہ کیا ہے۔ اعلان میں کہا گیا ہے کہ آئندہ ملاوٹ کرنے والوں سے کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔ کیونکہ ایسے لوگ معاشرہ کش اور ظالم ہیں ان پر بھی رحم نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے مارشل لاء کے ضابطے کے تحت اس جرم کی سزا چودہ سال قید بامشقت رکھی گئی ہے۔

مارشل لاء حکومت کے اس اعلان سے ہمیں بے حد مسرت ہوئی ہے۔ اُمید ہے عوام بھی اس اعلان کا خیر مقدم کریں گے۔ کیونکہ ملاوٹ کرنے والوں سے ہر شخص دُکھی ہے۔ اسی لئے ان کے ساتھ کسی کو ہمدردی نہیں ہے۔ یہ لوگ دراصل قتل انسانیت کے مجرم ہیں، یقیناً ان کو زیادہ سے زیادہ سزائیں ملنا چاہئیں۔

سزا

جہاں تک سزا کا تعلق ہے وہ صرف بازار کے اس دکان دار کو نہیں ملنی چاہئے جو ملاوٹی اغذیہ فروخت کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ اس مرکز کو بھی قابو میں کر لینا چاہئے جہاں سے دکاندار وہ شے لا کر فروخت کر رہا ہے اور مرکز کے مالکوں کو اس دکاندار سے دس گنا زیادہ سزا دینے کی ضرورت ہے تاکہ آئندہ ان کو اور اسی طرح کے دیگر مرکزوں کو عبرت ہو۔ جب تک ایسے ملاوٹی مرکز اور انسانیت کش ادارے ختم نہیں کر دیئے جائیں گے، یہ گرانی اور ناخالص اشیاء کی فروخت ختم نہیں ہو سکے گی۔ اس سلسلہ میں عوام کا بھی فرض ہے کہ جہاں پر ملاوٹی اشیاء کا مرکز یا فروخت دیکھیں فوراً اس کی اطلاع حکومت کو پہنچائیں تاکہ جلد سے جلد یہ لعنت ختم کر دی جائے۔

ہر قسم کے تپ دق اور سل (ٹی بی) کا یقینی نسخہ

غلط ثابت کرنے والے کو پانچ صد روپیہ انعام

آک کا تازہ دودھ ایک حصہ اور ہلدی خالص سفوف پندرہ حصے۔

تیاری نسخہ

نسخہ تیار کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ایک پیسہ کے برابر آک کا دودھ ترازو میں وزن کرلیں۔ پھر پندرہ پیسے کے برابر ہلدی خالص کا سفوف ترازو میں وزن کرلیں، پھر پندرہ پیسے کے برابر ہلدی خالص کا سفوف ترازو میں وزن کر کے دونوں کو ایک کھرل میں ملا کر صرف دس منٹ تک کھرل کرلیں، بس تیار ہے۔ دوا کو ایک صاف شیشی میں بند کر کے رکھ دیں، بس یہی ایک اکسیر تپ دق ہے۔

مقدار خوراک

ایک رتی سے آٹھ رتی تک (ایک ماشہ) حسب ضرورت ہے۔

ترکیب استعمال

عام طور پر اس دوا کی مقدار خوراک ایک یا دو رتی ہمراہ نیم گرم پانی دن میں تین، چار یا پانچ خوراکیں استعمال کرنا کافی ہیں۔ البتہ اگر مریض کو قبض ہو تو اس مقدار اور خوراک کو رفتہ رفتہ آٹھ رتی تک بڑھا سکتے ہیں۔ لیکن اگر پاخانے آتے ہوں تو مقدار خوراک نصف رتی دیں۔ البتہ اگر پیچش ہو تو مقدار خوراک ایک دو رتی کافی ہے، بڑھانے اور گھٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوا ہمیشہ نیم گرم پانی سے لیں۔ ٹھنڈا پانی مفید نہیں ہے۔

اجزاء دوا کے لئے ضروری نہیں ہے کہ تازہ ہوں، جس قدر پرانے ہوں گے زیادہ مفید ہوتے جائیں گے اور اس دوا کی گولیاں بھی شہد میں تیار کی جاسکتی ہیں۔ اس میں گوند کیکر ڈال کر ولائتی ٹکیاں بھی تیار کی جاسکتی ہیں اور کیپسول میں بھی دی جاسکتی ہے۔

افعال واثرات

اس دوا کی صرف تین خوراکوں میں خون آنا کم ہو جاتا ہے اور تین روز کے اندر خون کا آنا بالکل بند ہو جاتا ہے۔ خون کی شدت میں دوا کی مقدار خوراک زیادہ دے سکتے ہیں۔ اسی طرح اکثر ایک ہی روز میں ہر قسم کا خون آنا بند ہو جاتا ہے۔ پہلے ہفتہ کے اندر بخار اور کھانسی کم ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ دوسرے ہفتے میں بخار اتر جاتا ہے اور تیسرے ہفتے میں کھانسی ختم ہو جاتی ہے۔

ابتداء میں اس دوا اور گھی کے استعمال سے بھوک کھلنے لگتی ہے۔ پاخانہ باقاعدہ ہو جاتا ہے۔ تین ہفتوں کے بعد طاقت آنا شروع ہو جاتی ہے اور صرف ایک ماہ کے بعد مریض اپنے روزمرہ کے کاروبار کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔ باقی زندگی مسرت وشادمانی اور صحت کے ساتھ گزار دیتا ہے۔

غذا

غذا میں انتہائی تاکید یہ ہے کہ وہ محلول ہو جس میں تیسرا یا چوتھا حصہ خالص گھی کا ہونا چاہئے اور بے حد بھوک پر استعمال کی جائے۔ محلول غذا اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ فوراً ہضم ہو کر خون پیدا کرتی ہے۔ جس سے بدن میں فوراً قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ گھی جسم میں تین کام کرتا ہے:

① جسم کے اندر جہاں پر بھی سوزش، خشکی اور زخم ہوں اس کو دور کر کے بھرتا ہے اور مرہم کا کام کرتا ہے۔

② ہر قسم کے تعفن کو دور کر کے جراثیم کو بھی ختم کر دیتا ہے۔ گویا ایک زبردست ملین اور غذائی جراثیم کش ہے۔

③ اس سے وہ بھوک بالکل مرجاتی ہے جو یونہی خیالی طور پر یا کمزوری سے پیدا ہوتی ہے جس سے جسم میں فضول خمیر اور تعفن بڑھتا ہے اور وہ بیماری کو دور نہیں ہونے دیتا۔ جب تک گھی کھانے کو دل نہ کرے سمجھ لیں کہ پیٹ میں کچھ غذا و تعفن اور خمیر قائم ہے جس کا پہلے صاف ہونا ضروری ہے۔

نوٹ: محلول غذا کا مقصد ایسی غذا ہے جو پی لی جائے جیسے چائے، دودھ، گوشت یا سبزیوں کا شوربا یا ملا جلا شوربا ہونا چاہیے۔ لیکن روٹی، ڈبل روٹی، چاول، دلیا، پیسٹری، بسکٹ اور کیک وغیرہ ہرگز محلول غذائیں نہیں ہیں۔ اس لئے ان سے شفا تک پرہیز لازمی ہے۔ بناسپتی گھی کے پاس تک نہیں جانا چاہیے۔ یہ مرض بڑھاتا ہے۔ جب آرام آجائے تو پھر محلول غذا کی بجائے ہر قسم کا سالن، ترکاری گوشت میں مناسب گھی ڈال کر چمچہ کے ساتھ کھالیا کریں۔ اسی قسم کا حلوا، سوجی، پیٹھہ، گاجر بھی جو گھی میں تربہ تر ہو کھا سکتے ہیں۔ دودھ میں بہترین دودھ بکری کا ہوتا ہے۔ ویسے دیگر ہر قسم کے دودھ استعمال کر سکتے ہیں۔ گوشت میں بھی بکری کا گوشت بہت مفید ہے۔

ویسے ہر قسم کا حلال گوشت کھا سکتے ہیں۔ پھلوں کو اگر دل کرے تو محلول غذا کھانے کے بعد ساتھ ہی کھا سکتے ہیں لیکن سب سے مفید پھل میٹھا آم اور انگور ہیں، کیونکہ ان سے جسم میں حرارت پیدا ہوتی ہے اور قائم رہتی ہے، باقی تمام پھل رفتہ رفتہ حرارت کو کم کرتے چلے جاتے ہیں۔ غذا اس قدر پکائی جائے کہ گل کر آٹا ہو جائے، **کچی غذا سخت نقصان دیتی ہے۔ کچی سبزیاں بھی نہیں کھانی چاہئیں جس سے حیوانیت پیدا ہوتی ہے۔ وٹامن وغیرہ کا خیال چھوڑ دیں۔ یہ صرف تجارتی پروپیگنڈا ہے۔** فرنگی ڈاکٹر خود اس کے استعمال پر قادر نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں ہماری کتاب خوراک اور تپ دق دیکھئے، مفید معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔

اہم نوٹ: تپ دق اور سل (ٹی بی) کے اس یقینی نسخہ کے شائع ہونے کے بعد بے شمار خطوط ہم کو ملے جس میں تیار شدہ دوا ہر قیمت پر طلب کی گئی۔ مگر ہم نے سب کو فرداً فرداً یہی جواب دیا کہ ہمارا مقصد تجارت (بزنس) نہیں ہے۔ یہ ایک مقدس ادارہ (مشن) ہے۔ ہمارا مقصد علم وفن اور ملک وقوم اور انسانیت کی خدمت کرنا ہے۔ اس کی تجارت سے صحیح خدمت کا مقصد ختم ہو جائے گا۔ نسخہ بے حد آسان ہے، ایک ٹکے میں تیار ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی راز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی محنت کرنی پڑتی ہے۔ پھر جن کو گھبراہٹ ہو وہ یہی اجزاء اپنے قریب کے حکیم وڈاکٹر یا کسی معالج اور دوا فروش کے پاس لے جائیں، وہ ایک پیسہ لئے بغیر آپ کو نسخہ تیار کر دے گا۔ یہ اس کے لئے ثواب ہے۔ [اگر آپ کو یا آپ کے کسی عزیز کو یہ خطرناک مرض ہو اور وہ اس کا یہ علاج کرنا چاہیں]۔

ہمارا عہد

ہم نے عہد کیا ہے کہ تپ دق وسل (ٹی بی) کے مشورے اور دوا کی رقم نہیں لیں گے، دیگر اطباء اور معالجین بھی یہ عہد کر لیں۔

ہلدی کے افعال واثرات

ایک مشہور کہاوت ہے کہ چوہے کو ملی ہلدی کی گانٹھ وہ بن گیا پنساری۔ اس کہاوت میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ پنساری کی دکان میں اہم شے صرف ہلدی ہی ہے، کیوں نہ ہو؟ غذا، دوا اور صنعت وحرفت تینوں قسم کی ضروریات پوری کرتی ہے۔ اسی طرح ایک دوسری کہاوت ہے کہ ہلدی لگے نہ پھٹکڑی اور رنگ آئے چوکھا۔ گویا ہماری روزانہ زندگی میں ہلدی ہی ایک واحد شے ہے جو رنگنے کے کام آتی ہے۔ مثلاً ہانڈی میں مفید ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو خوش رنگ بھی بنا دیتی ہے۔ اسی طرح کپڑے وغیرہ رنگنا ایک معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ خاص طور پر گرمیوں میں جب آشوب چشم کی تکلیف ہوتی ہے تو ہلدی میں کپڑا رنگ کر سر پر ڈال لیتے ہیں تاکہ دھوپ کی تپش سے آنکھوں کو سکون پہنچے اور ضرورت کے مطابق اسی کپڑے سے آنکھ بھی پونچھ لی جائے۔ اسی طرح ابٹن کو اس سے رنگتے ہیں۔ خاص طور پر شادی بیاہ کے موقع پر دولہا اور دلہن دونوں کو اس سے تیار شدہ ابٹن مل کر نہلاتے ہیں۔ اس سے ایک تو جلد خوبصورت ہو جاتی ہے۔ دوسرے رنگت میں ہلکا پیلا پن پیدا ہو کر حسن کو دوبالا کر دیتا ہے۔ گویا روزانہ زندگی میں بھی اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ لیکن افسوس اس کی اہمیت سے صرف عوام ہی نہیں بلکہ اکثر اطباء بھی بے خبر ہیں اور اس کو ایک ایسی دوا خیال کرتے ہیں جو صرف غذا میں استعمال کی جاسکتی ہے یا اس سے رنگنے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ ہلدی کے متعلق اتنا ہی جانتے ہیں کہ اس کو ہانڈی یا چاولوں کو رنگ دینے کے لئے ڈالتے ہیں لیکن آج کل اس کا استعمال بھی کم ہو رہا ہے۔ صرف سرخ مرچ سے ہی کام نکال لیا جاتا ہے، البتہ خاندانی رؤسا کے ہاں اس کی جگہ زعفران استعمال ہوتا ہے جو رنگ کے ساتھ خوشبو اور تقویت بھی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ دکھتی آنکھ کی حفاظت کے لئے کپڑا رنگنے اور عورتوں کے ابٹن میں استعمال ہوتی تھی مگر جب سے رنگ دار چشموں اور کریموں کا رواج ہوگیا ہے ہلدی کا یہ استعمال بھی ختم ہوتا جاتا ہے لیکن مغرب پرست لڑکیوں کو اس امر کا بالکل علم نہیں کہ ہلدی کے ابٹن کا مقابلہ کوئی کریم یا پاؤڈر نہیں کرسکتا کیونکہ اچھی سے اچھی کریم اور عمدہ سے عمدہ پاؤڈر جتنی بھی احتیاط سے لگائیں چند دنوں میں چہرہ بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ مگر اس کے مقابلے میں ہلدی کا ابٹن نہ صرف منہ کو صاف کرتا ہے بلکہ منہ کے داغ چھائیاں، دانے دور کرنے کے ساتھ ساتھ چہرے کو ایک ہلکے زعفرانی رنگ میں رنگ دیتا ہے اور پھر طرہ یہ ہے کہ اس میں بالکل نقصان کا احتمال نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ ہر کریم اور پوڈر اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس میں کیلشیم کا کوئی جز نہ ڈالا جائے جو چہرے کے مسامات بند کر کے مواد کے اخراج کو روک دیتا ہے۔ ہلدی میں سلفر کا جز ہوتا ہے جو سوزش رفع کرنے، خون صاف کرنے اور جلد کو نرم کرنے کی اپنے اندر زبردست طاقت رکھتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ سلفر جلدی امراض کے لئے اکسیر تسلیم کی گئی ہے۔

ہانڈی کے استعمال میں اس کو زبردست اہمیت حاصل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہانڈی میں گھی کے بعد ایک ہی چیز ہے جو ہانڈی کی اصلاح کرتی ہے وہ ہلدی ہے یعنی اگر ہانڈی میں تمام چیزیں مثلاً گوشت، بڑیاں، دالیں، لہسن، پیاز، نمک مرچ اور دیگر گرم مصالے اور پھر آگ کی گرمی تمام کی تمام پیٹ میں سوزش اور جلن پیدا کرنے والی ہیں مگر گھی اور ہلدی ایسی چیزیں ہیں جو اس سوزش اور جلن کو رفع کرتی ہیں اور جن لوگوں کو ہانڈی میں گھی اور مکھن کی بجائے تیل پڑتا ہے اس ہانڈی کی حدت اور گرمی کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہوں نے پہلے کبھی تیل کی ہانڈی نہ کھائی ہو۔ اگر تیل کی ہانڈی میں بھی ہلدی کافی ڈال دی جائے تو اس کا ضرر بھی بہت کم ہو جاتا ہے۔

ہلدی کے استعمال کو سمجھنے کے لئے اپنے جسم کے پھوڑے، یا سوجن کا تصور کریں جو کبھی آپ کو ہوئی ہو۔ اس کی تکلیف از حد بے

چین کر دیتی ہے۔اس بے چینی میں کافور کے تیل سے بھی اس قدر ٹھنڈک حاصل نہیں ہوتی جس قدر گرم پانی کی ٹکور سے ہوتی ہے اور ان کا یقینی علاج برف کے پانی کی ٹکور نہیں بلکہ گرم پانی کی ٹکور ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ کوئی بھی سوزش خالص حرارت یا رطوبت یا روغنیت کے بغیر رفع نہیں ہوتی۔ خالص حرارت گندھک میں ہے باقی دو چیزیں گرم پانی اور گھی ہیں۔ جب بھی جسم میں کہیں پھوڑے ورم یا سوزش ہو تو اس قسم کے علاج کے سوا دُنیا بھر میں اور کوئی علاج مفید نہیں ہے۔ ہلدی میں گندھک کی ایک خاص مقدار اور طاقت ہے۔اس اصول کے مطابق جب بھی جسم کے اندر یا باہر کہیں بھی پھوڑے، پھنسیاں، دانے، ورم، سوزش اور جلن ہو تو ہلدی کا اندرونی اور بیرونی استعمال ہی فوراً تکلیف کو رفع کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جب سے گندھک کو خواص سائنٹفک تسلیم کئے گئے ہیں ہلدی کے اثرات بھی گندھک کے اثر کی وجہ سے مصدقہ ہو گئے ہیں۔ پھر ہلدی میں یہ خوبی ہے کہ اس کو غذا کے ہمراہ ااستعمال کر سکتے ہیں مگر گندھک کو بغیر دوا کے استعمال نہیں کر سکتے۔ سر سے لے کر پاؤں تک ہر قسم کی سوزش میں اکسیر کا کام کرتی ہے مثلاً سوزشی نزلہ زکام، جلن، پیشاب کا زیادہ آنا، جگر آنتوں اور مقعد کی جلن اور سوزش اس کے استعمال سے فوراً دور ہو جاتی ہے۔ جن لوگوں کو اس قسم کی کوئی تکلیف ہو وہ ہلدی کا استعمال زیادہ کریں اور اس کو گندھک کا ایک اچھا بدل خیال کریں۔ از حد مصفی خون بھی ہے اس لئے اس کو ہانڈی کے علاوہ روغن میں ملا کر یا جلا کر، پلٹس بنا کر، پانی میں ملا کر، لیپ بنا کر، مرہم بنا کر خشک، پانی یا دودھ کے ہمراہ استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن صحت کی حالت میں بغیر ضرورت استعمال نہیں کریں کیونکہ اس کے کثرت استعمال سے جسم میں کمزوری، ضعف قلب، صفراء کی زیادتی، بھوک کی کمی اور جسم ڈھیلا اور نرم ہو جاتا ہے۔ ہلدی کے استعمال میں اس امر کو ہمیشہ مدنظر رکھیں کہ یہ اپنے اندر گندھک کے خواص رکھتی ہے مگر اس میں اور گندھک میں یہ فرق ہے کہ گندھک حابس ہے، ہلدی حابس نہیں ہے۔ گویا نباتاتی گندھک ہے۔ جسم میں حرارت پیدا کرتی ہے اور ہر قسم کی اندرونی اور بیرونی سوزش کے لئے اکسیر ہے۔ اس میں تیزابیت نام کو نہیں ہے بلکہ خود دافع تیزابیت ہے۔ جسم میں سے ترشی کو ختم کرنے کے لئے اوّل نمبر کی دوا ہے۔ جسم کے اندر سے سوزاکی مادہ جس کو سائیکوسس کہنا چاہئے اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اس قبیل کی دیگر ادویہ جو اس کے ہمراہ یا اس کی مدد کے لئے استعمال کی جاسکتی ہیں۔ ان میں ملٹھی، روغن زیتون، گھی، شہد، بادیان، نیم، [illegible] اور رسونت وغیرہ وغیرہ ہیں۔

ہلدی کے مرکبات

ویسے تو ہلدی کے بے شمار مرکبات ہیں لیکن مندرجہ ذیل مرکبات اپنی افادیت کے اعتبار سے خاص اہمیت رکھتے ہیں:

۱۔ سفوف ہلدی

ھوالشافی: ہلدی ایک چھٹانک، ملٹھی ایک چھٹانک، بادیان ایک چھٹانک، سفوف تیار کر لیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ۔

افعال و اثرات: غدی اعصابی ہیں۔

خواص: پرانا نزلہ زکام اور کھانسی بخار، پرانی بدہضمی پیٹ و امعاء کے ہضم، محرقہ بخار، ترشی معدہ اور ترشی ڈکار، پرانی پیچش، سوزاک پرانا اور نیا، پیٹ و امعاء اور مثانہ کے زخم وغیرہ وغیرہ، بیرونی طور پر زخم پر چھڑک سکتے ہیں۔ باریک سرمہ بنا کر آنکھوں میں لگا سکتے ہیں۔ بطور نسوار ناک میں لے سکتے ہیں۔

۲۔حب ہلدی

ھوالشافی: ہلدی ایک حصہ، صابن دیسی عمدہ ایک حصہ دونوں کو کوٹ کر گولیاں بنالیں۔

خوراک: ایک گولی سے تین گولی تک۔

افعال و اثرات: غدی ملین، شہد میں بھی گولیاں بنا سکتے ہیں مگر اثر میں کچھ کمی ہوگی۔

خواص: مندرجہ بالا امراض کے علاوہ اثرات میں تیزی رکھتا ہے۔

۳۔دوائے ہلدی ملین

ھوالشافی: ہلدی، خمیرہ بنفشہ، دونوں ہم وزن، شہد میں بھی تیار کر سکتے ہیں۔تاہم اثر میں زیادہ تیزی نہیں ہوگی۔

خوراک: ۲ ماشہ سے ۶ ماشہ تک۔

افعال و اثرات: غدی ملین حار۔

خواص: مندرجہ بالا امراض میں زیادہ ملین اور اثرات میں زیادہ تیز ہوگی۔

۴۔روغن ہلدی

ھوالشافی: سفوف ہلدی ایک چھٹانک، پانی آدھ سیر، روغن زیتون ایک چھٹانک۔تینوں کو آگ پر رکھ کر پکائیں، جب پانی جل جائے تو روغن چھان لیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک، اندرونی بیرونی طور پر استعمال کریں۔

افعال و اثرات: غدی ملین شدید۔

۵۔اکسیر ہلدی

ھوالشافی: ہلدی تین حصے، ریٹھہ ایک حصہ۔گولیاں بقدر نخود بنائیں۔

خوراک: ایک گولی سے تین گولی تک۔

افعال و اثرات: محرک اعصابی حار۔

خواص و اثرات: مندرجہ بالا امراض میں اکسیر ہے۔

۶۔تریاق اصفر

ھوالشافی: ہلدی مسفوف نو حصے اور شیر عشر تازہ ایک حصہ۔دونوں کو اس قدر رگڑیں کہ غبار بن جائیں۔گولیاں بقدر دانہ مونگ بنائیں۔

خوراک: ایک گولی سے تین گولی تک۔

افعال و اثرات: محرک اعصابی حار شدید۔

آک (عشر) کے افعال و اثرات

جب سے فرنگی طب کا رواج ہوا ہے، مشرق خصوصاً پاک بھارت میں یورپ اور امریکہ کی تیار شدہ ادویات کا استعمال بہت زیادہ ہوگیا ہے۔ فرنگی معالج تو رہے ایک طرف اپنے ملک کے اہلِ فن اور ماہرین طب بھی اپنی ملکی ادویات کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے کہ یہاں کیسی کیسی جڑی بوٹیاں، ہیرے جواہرات اور سونے چاندی سے بڑھ کر قیمتی پڑی ہیں۔ اگر یہی جڑی بوٹیاں یورپ اور امریکہ کے دواخانوں سے تیار ہو کر جاذب نظر بوتلوں اور حسین کنستروں میں بھر کر اور خوبصورت رنگ برنگے ڈبوں میں بند ہو کر ہمارے ملک کے بازاروں میں بکنے لگیں تو طبیب تو رہے ایک طرف فرنگی ڈاکٹر بھی مسرت اور شوق سے استعمال کرنے لگیں گے۔ انہی قیمتی جڑی بوٹیوں میں ایک ''آک'' بھی ہے۔ یہ سنہری پودا اپنے غیر معمولی دوائی اثرات رکھتا ہے، گویا ایک قسم کا تریاق ہے۔ اور اکثر امراض کی شرطیہ دوا ہے۔ انہی امراض میں دق اور سل (ٹی بی) جیسے امراض جن کو آج تک لاعلاج کہا گیا ہے ایک حکمی دوا ہے۔ صرف اگر ٹی بی کے لئے اس کو استعمال کیا جائے تو یورپ اور امریکہ کی ادویات پر جو کروڑوں روپے کا زرمبادلہ صرف ہو رہا ہے، فوراً بچ سکتا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ نہ صرف آک اکثر لاعلاج اور عسر العلاج امراض کی شرطیہ دوا ہے بلکہ یورپ اور امریکہ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس سے اکثر امراض کی ادویات تیار ہو سکتی ہیں۔ آک بذاتِ خود بھی کروڑوں روپے کا ان ممالک میں روانہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کی مقدار خوراک قلیل ہے کہ رتیوں کے اوزان میں برتا جاتا ہے بلکہ اس کا دودھ تو رتی کا بیسواں اور تیسواں حصہ استعمال کیا جاتا ہے۔ تاثیر کا یہ عالم ہے کہ ہر خوراک اثر انداز ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انجکشن بھی دیر سے اثر کرتا ہے اور یہ اس سے پہلے اثر انداز ہوتا ہے۔ بس اس سے تیار کی ہوئی دوائیں زبان پر رکھیں اور ادھر اثر شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے اثر کو دیکھ کر انسان حیران ہی تو رہ جاتا ہے۔

ہمارے اطباء اور اہلِ فن میں ایک نقص ہے کہ وہ اکثر لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ ان کی کتب میں جن ادویات کو جن جن امراض میں استعمال کیا گیا ہو ان سے ایک قدم بھی اس طرف نہیں سوچتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقام سے آگے بڑھنے کے بجائے اپنے علم و فن میں سکڑتے اور محدود ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر ان کو علم ہے کہ فلاں دوا چوتھے درجے میں گرم خشک ہے اور زہر کے مقام تک پہنچ گئی ہے تو اوّل اس طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ اگر کسی کو استعمال کا خیال آئے گا بھی تو صرف چوتھے درجے کی سرد مرض کو ہی سامنے رکھ کر استعمال کی جرأت کریں گے۔ لیکن اس کے مقابلے میں اگر کوئی انگریزی دوا چوتھا درجہ تو رہا ایک طرف اگر یقیناً زہر ہلاہل ہی کیوں نہ ہو تو بغیر کسی شرط اور خوف کے استعمال کرلیں گے بلکہ چوتھے درجے کی گرم خشک امراض میں بلا سوچے سمجھے استعمال کرلیں گے۔ کمال یہ ہے کہ نقصان اٹھانے کے بعد بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔

انگریزی ادویہ میں سنکھیا (جوہر کچلہ)، مارفیا (جوہر افیون)، ایسڈ سائنائیڈ (ایک خوفناک زہر ہے) اور ایکونائٹ (زہر ہلاہل) ایسی خوفناک ادویات موجود ہیں جن کی مقدار خوراک ایک گرین نصف رتی کا سواں یا دوسواں حصہ ہوتی ہے۔ گویا ذرا سی غفلت سے انسانی زندگی چند منٹوں میں ختم ہو جاتی ہے اور ایسی ادویات تو بے شمار ہیں جن کی چند خوراکوں سے انسان پاگل ہو جاتے ہیں جن میں ایکسٹریکٹ بلاڈونا (ست لفاح)، ایکسٹریکٹ ہائیوسائمس (ست جوائن خراسانی)، ایکسٹریکٹ سٹرامونیم (ست دھتورہ)، ایکسٹریکٹ کینابس انڈیکا (ست بھنگ)، وغیرہ وغیرہ۔ اور ان کے علاوہ ہزاروں خوفناک ادویات ہیں جن کی فہرست بہت طویل ہے

جن کی چند خوراکیں اگر غلط استعمال کر دی جائیں تو انسان ہمیشہ کے لئے بے کار ہو جاتا ہے۔ مگر اطباء اور اہل فن بغیر غور و فکر اور مزاج قائم کرنے کے ان کو شوق اور دولت کے لالچ اور کمائی کے لئے استعمال کر لیتے ہیں۔ مگر ملکی دوا کے مزاج میں اگر چوتھے درجہ کی گرم خشک لکھا ہو تو اس کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک کے اکثر اچھے اچھے اہل فن اور اطباء علم الادویہ کے اس قانون کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ چوتھے درجے کی گرم خشک ادویات یا زہروں کی جب تقلیل کرتے ہیں تو ان کے مزاج میں وہ تیزی اور تندی شدت اور خشکی باقی نہیں رہ جاتی، جیسے خالص تیزاب کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ مگر جب ڈالیوٹ (پانی میں محلول کر دیا جاتا ہے) تو بلا دھڑک انسانوں کو پلا دیا جاتا ہے۔ اسی قانون پر سنکھیا، کچلہ، پارہ، افیون، طوطیا، بیش، دھتورہ، لفاح، اجوائن خراسانی اور بھنگ وغیرہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ بالکل اسی قانون کے تحت آک بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور وہ نہ صرف بے ضرر ہو جاتا ہے بلکہ صورت تریاق اختیار کر لیتا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آک زہر نہیں ہے کیونکہ اس کے استعمال سے موت واقع نہیں ہوتی، البتہ انتہائی مخرش ضرور ہے۔ اگر کوئی غلطی سے زیادہ استعمال بھی کر لے تو کوئی ترش پھل کو کھلا دو، فوراً اس کا اثر زائل ہو جائے گا اور سوزش دور ہو جائے گی۔ آک سے ایک نفرت کی صورت یہ بھی ہے کہ یہ بے حد مخرش ہے اور دوسرے یہ ملک میں اس کثرت سے پیدا ہوتا ہے کہ اس کو فضول پودا خیال کیا گیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کسان لوگ اسے اکثر اپنے کھیتوں سے کاٹ کر باہر پھینکتے رہتے ہیں کیونکہ جس مقام پر یہ پودا ہوتا ہے وہاں کی زمین نرم، نم ناک اور بوسیدہ و خراب ہو جاتی ہے۔ اس کے اثرات میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ پودا ہوا اور زمین سے پانی کو اپنی طرف جذب کرنا شروع کر لیتا ہے۔ یہ صورت انسانی جسم میں بلکہ حیوانی، نباتی اور جماداتی اجسام میں قائم رہتی ہے کہ وہ اجسام کو اپنے اثرات سے نرم اور ملائم کر دے، اس سے اجسام کی سختی اور تیزابیت دور ہو جاتی ہے اور اس میں عجیب و غریب تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔

آک کے تمام اجزاء خصوصاً دودھ انتہائی سوزش ناک ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس وجہ سے اطباء اور اہل فن نے اس میں تیزابی کیفیت اور گرمی کو تسلیم کیا ہے مگر اس کی گرمی سوزش ناکی میں نہ تیزابیت پائی جاتی ہے اور نہ ہی اس کے استعمال سے جسم میں صفراء پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کی سوزش ناکی اپنے اندر کھاری اثرات رکھتی ہے جو قاطع تیزابیت اور دافع صفراء ہے۔ اس کے متعلق تیزابیت کا خیال کرنا بہت بڑی کیمیاوی غلطی ہے۔

جاننا چاہئے کہ تیزابیت کی سوزش ناکی جسم میں انقباض اور ورم پیدا کر کے سختی اور گرہ سی باندھ دیتی ہے مگر کھاری پن سوزش ناکی جسم میں انبساط اور تحلیل پیدا کر کے جسم کے اندر جہاں بھی کہیں گرہ پڑ گئی ہو اس کو دور کر دیتی ہے اور جسم نرم ہو جاتا ہے اور ہر قسم کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کا یہ اثر نہ صرف زندہ اجسام اور نباتات پر ہوتا ہے بلکہ جمادات پر بھی ہوتا ہے اور اس کی سختی نرمی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس کے اندر جو تیزابیت اور خشکی ہوتی ہے فوراً دور ہو جاتی ہے۔

بعض اطباء اور اہل فن نے اس کے استعمال سے اس کی سوزش ناکی کی وجہ سے اس کو چوتھے درجے میں گرم خشک ہونے کی وجہ سے روکا ہے۔ جہاں تک اس کی سوزش ناکی کا تعلق ہے وہ اس کے استعمال میں مانع نہیں ہے، کیونکہ اس کے اجزاء خصوصاً دودھ کو ہمیشہ تقلیل کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ خالص استعمال نہیں کیا جاتا۔ جیسے ہم تیزابات کو خالی استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کو پانی یا کسی اور بے ضرر شے میں اس کی تقلیل کر لیتے ہیں یہی صورت زہروں کے استعمال کی بھی ہے جن میں بیش، سم لفاح، کچلہ خاص طور پر شریک ہیں۔ اسی

طرح ہم نشی زہروں کو بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ جیسے افیون، دھتورہ، لفاح وغیرہ۔ اس لئے اس کے استعمال میں نہ کوئی رکاوٹ ہے اور نہ ہی اس کی سوزش کے استعمال میں کوئی تکلیف ہوتی ہے۔

جہاں تک ادویات کے امزجہ اور ادویات کا تعلق ہے ان کا تعین صحیح ہے مگر ان کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم ان کے امزجہ اور درجات میں کمی بیشی نہیں کر سکتے۔ مثلاً 19 حصے گرم تر دوا کے ساتھ ایک حصہ گرم خشک دواء کا شریک کر لیا جائے تو کیا ایک حصہ گرم خشک دواء کا 19 حصے گرم تر دواء میں خشک رہ سکتا ہے۔ یہی صورت درجات ادویات کی بھی ہے۔ مثلاً ایک حصہ چوتھے درجے کی گرم خشک دواء کا اگر 19 حصے گرم تر دواء میں شریک ہو کر چوتھے درجے میں گرم خشک رہے گی؟ نہیں ہرگز نہیں! یہ ہیں علم الادویہ کے اسرار و رموز جس سے اکثر اطباء اور اہل فن کیا استادان فن بھی ناواقف ہیں۔ صرف اسی انکشاف سے سینکڑوں تیز و سوزش ناک و تیزابات و زہریلی ادویات اکسیرات اور تریاقات میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم بے شمار ادویات کے اسی طرح کے اسرار و رموز بیان کر کے فن طب میں انقلاب بپا کر دیں گے۔

خواص خصوصی

① اس کے خصوصی خواص میں تین اثرات کو اہمیت حاصل ہے: (۱) محلل (۲) دافع درد (۳) مولد رطوبات۔

محلل اثر کی صورت میں ہر قسم کے اورام خصوصاً غدی اورام میں اکسیر کا کام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جسم کی سختی کو دور کرتا ہے اور ہر قسم کی گرہیں کھول دیتا ہے۔ اگر جگر و گردے اور دیگر غدد سکڑ گئے ہیں تو ان کے لئے بے حد مفید ہے۔ جسم میں کسی قسم کی رکاوٹ ہو اس کی تحلیل کر کے دور کر دیتا ہے۔ مثلاً یرقان میں جگر کی رکاوٹ اور پتہ کی پتھری۔ اسی طرح پتھری اور نفخ کلیہ میں گردوں میں رکاوٹ کو فوراً تحلیلی طاقت سے دور کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح امعاء کے غدد کی خشکی اور سوزش کو دور کرنے میں لاثانی دوا ہے۔ اس سے فوراً ہر قسم کے پیچش میں پہلے ہی روز افاقہ ہوتا ہے۔ جس قدر بھی جریان خون ہو، پہلے ہی روز رُک جاتا ہے۔ غرض یہ کہ اپنے اندر زبردست محلل اثر رکھتا ہے۔

② درد کو رفع کرنے میں اس کے اندر اعجاز ہے۔ اس کے عمل کرنے کا طریقہ تخدیر نہیں ہے بلکہ تسکین ہے۔ جاننا چاہئے کہ تخدیر اور تسکین کے ظاہری معنی تو ہر شخص جانتا ہے لیکن جسم انسانی میں تخدیر اور تسکین کیسے پیدا ہوتی ہے۔ یہ شاید دس ہزار میں سے ایک اہل فن اور حکیم بے مثل واقف ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم بہت جلد اس پر روشنی ڈالیں گے۔

جب کبھی بھی آک کے تیل کی جسم پر مالش کی جاتی ہے یا آک کے دودھ میں روئی کا پھویہ کرم خوردہ دانت میں رکھا جائے تو فوراً درد میں کمی شروع ہو جاتی ہے۔ جب درد اس سے رُک جاتا ہے تو دوبارہ اکثر عود نہیں کرتا۔ اسی طرح جب اندرونی دردوں معدہ، امعاء کا درد، پتہ اور قلوہ کی پتھری کا درد، پیچش کا درد یا نقرس اور درد شقیقہ میں اس کا استعمال بعض وقت تریاق سے کم ثابت نہیں ہوتا۔ اکثر مفید ثابت ہوتا ہے۔

③ آک رطوبت کے لئے ایک مایہ ناز دوا ہے جب بھی اس کو اندرونی یا بیرونی طور پر استعمال کیا جاتا ہے فوراً رطوبت کا ترشح شروع ہو جاتا ہے۔ منہ میں تھوک کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ رطوبات معدہ بعض اوقات طبیعت اس کو قے کے ذریعے خارج کرتی ہے۔ اس طرح امعاء میں رطوبات کی زیادتی سے اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی مداومت سے نہ صرف جوڑوں کے درد میں صرف شفاء حاصل ہوتی ہے بلکہ پرانے زخم تک مندمل ہو جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہ دوا خشک دمہ اور کھانسی کو بہت جلد آرام دے دیتی ہے۔ یعنی خشک دمہ میں رطوبات کی کمی کی وجہ سے پھیپھڑوں

میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے اور اس دوا کے استعمال سے فوراً بلغم اور رطوبات کا ترشح شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف خشکی رفع ہو جاتی ہے بلکہ سوزش اور درد بھی دور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

دوا کا اسرار

اس دوا میں سب سے بڑا اسرار یہ ہے کہ یہ دواء دائمی قبض کے لئے نہایت اکسیر شرطیہ اور دعویٰ کی دوا ہے۔ اس کی اس خوبی اور کمال میں کوئی دوا اس کے مقابلے میں رکھی نہیں جا سکتی، کیونکہ ایک طرف تو اس سے قبض رفع ہوتی ہے، اس کی اس صفت کی وجہ سے یہ دوا بواسیر کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہے۔ اکثر قابل اطباء اور اہل فن اس کو بواسیر جیسی ہٹیلی مرض میں استعمال کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ہزاروں روپے ماہوار پیدا کرتے ہیں۔ بعض اہل فن نے اس کے مختلف نام رکھ لئے ہیں اور اس طرح اس کے افعال واثرات سے دُنیا کو آگاہ کرر ہے ہیں اور اس طرح خواص سے دُنیا کو مستفید کرر ہے ہیں۔ جس قدر بھی عوام کو اس دوا سے روشناس کرایا جائے اسی قدر ہمارے ملک سے ٹی بی، دمہ اور بواسیر جیسے عسر العلاج امراض ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔

قبض

اس دوا میں یہ نقص ہے کہ اس کے استعمال سے جی متلاتا ہے اور بعض اوقات قے آ جاتی ہے۔ دراصل یہ نقص نہیں ہے بلکہ ایک خوبی ہے اور اس کے یہ اثرات شفا ہیں۔ البتہ اگر زیادہ جی متلائے تو دوا کی مقدار بہت کم کر دی جائے تو یہ نقص دور ہو جاتا ہے۔ لیکن فائدہ میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خوش ذائقہ ادویہ یا مٹھائیوں کے ہمراہ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ اس طرح زیادہ مفید ہوتا ہے۔

افعال بالاعضاء

آک کو اندرونی طور پر استعمال کریں یا بیرونی طور پر اس سے اعصاب میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ جوں جوں اس کا اثر بڑھتا جاتا ہے تحریک شدید ہوتی چلی جاتی ہے۔ اعصاب پر اس کا محرک اثر اس وجہ سے ہے کہ یہ ایک شدید قسم کی کھار ہے اور تمام کھاریں کم وبیش یہی اثر رکھتی ہیں۔ جیسا کہ ہم گزشتہ رسالوں میں آک کے افعال واثرات میں بیان کر چکے ہیں۔ جب اس کا محرک اثر اعصاب پر ہوتا ہے تو دورانِ خون ان کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ اثرات کی تیزی کے ساتھ ساتھ جسم پر سرخی بڑھتی جاتی ہے۔ اس کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ وہ جگہ گرم ہونا شروع ہو جاتی ہے اور پھر خون کے اجتماع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر خالص دودھ لگایا جائے جو اس کا تیز جزو ہے تو سرخی اور گرمی کے ساتھ اس مقام پر پھنسیاں اور بالآخر وہاں پر ورم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس گوشت کی مچھلیوں یعنی عضلات کے خلاؤں اور ساختوں میں رطوبات (لمف) کا ترشح شروع ہو جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ان میں رطوبات کی اس قدر زیادتی شروع ہو جاتی ہے کہ وہ پھولنا شروع ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہاں پر سکون کی حالت اور برودت پیدا ہو جاتی ہے۔ دِل کی رفتار سست اور جسم کی حرارت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے، البتہ جگر اور غدد میں دورانِ خون کی اس قدر تیزی شروع ہو جاتی ہے کہ وہاں پر گرمی کی حدت سے تحلیل شروع ہو جاتی اور وہ پھیل کر بڑھ جاتے ہیں۔ یہ اثر یہاں تک جاری رہتا ہے کہ آخر طبیعت قے کے ذریعہ ان رطوبات کو جو معدہ اور امعاء اکٹھی ہو گئی ہیں خارج کرنا شروع کر دیتی ہے اور جسم کے باقی مجاری اور مخارج میں سے رطوبات کا اخراج زیادہ ہو جاتا ہے یا شروع ہو جاتا ہے۔ جیسے نزلہ، تھوک، زکام، ریشہ، بلغم، قارورہ اور سیلان وغیرہ کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ البتہ جسم کے کسی حصہ سے خون آتا ہو، وہ فوراً رک جاتا ہے۔ اسی طرح پسینہ بند ہو جاتا ہے۔ البتہ دوا کی تیزی کے بعد کمزوری کا پسینہ (تریلی) شروع ہو جاتی ہے جو انتہائی ضعف جگر اور ضعف

قلب کی علامت ہے۔

انہی افعال واثرات کے تحت آک سل ودق میں تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ بواسیر میں اکسیر سے کم نہیں ہے۔ جگر وگردہ اور دیگر غدد ناکلہ کے امراض میں بے حد مفید ہے البتہ غدد جاذبہ اور غیر ناکلہ کے امراض میں اضافہ کر دیتا ہے۔ جب جی متلاتا اور قے آجاتی ہے تو اس وقت سخت بے چینی، قلق اور اضطراب کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اس دوا کی مقدار بے حد قلیل کر دینی چاہئے۔

قلیل مقدار میں اس سے کوئی نقصان پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اور اکثر امراض کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے۔ جب قلیل مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے فوائد ایسے حیرت انگیز ہوتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے مگر ضروری نہیں کہ ہمیشہ اس کو قلیل مقدار میں استعمال کیا جائے، بھی شدید اثرات کے لئے تیز صورت میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جسم کے کسی حصہ میں اگر دانے نکالنے مطلوب ہوں جیسے طلاء کی صورت میں یا دورانِ خون کو شدت سے اعصاب کی طرف کرنا ہو جیسے دردوں کے امراض میں مثلاً شدید دردسر، صرع، دمہ، بلغمی اور فالج وغیرہ میں اس کی تیزی بے حد مفید ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح سانپ، بچھو اور زنبور وغیرہ زہریلے جانوروں کے کاٹے پر اس کے دودھ کا لیپ لگا دینا نہ صرف ان کے زہر اور درد کو روک دیتا ہے بلکہ ان کے زہر کو جسم میں پھیلنے سے روک دیتا ہے، **اس کے اثرات انگریزی دواء پوٹاشیم پرمیگنیٹ سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔**

ایک حیرت انگیز واقعہ

کسی شخص کو جنگل میں جاتے ہوئے ایک سانپ ڈس گیا۔ طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے وہ تکلیف اور موت کے خوف سے بے حد پریشان ہوا۔ اتفاقاً اس کی نگاہ آک کے پودے پر جا پڑی۔ اس کو فوراً یہ خیال ہوا کہ یہ تیز قسم کا پودا اس کے لئے مفید ثابت ہوگا تو اس نے اس کا دودھ زہریلے مقام پر لگا دیا اور اس کے پھول چبا کر نگلنے شروع کر دیئے۔ ابتداء میں اس کو کچھ محسوس نہ ہوا لیکن جب اس کا جی متلایا اور قے شروع ہوگئی تو اس کی تکلیف رفع ہوگئی اور اس کو شفاء ہوگئی۔

ملیریا (نوبتی بخار) اور آک

نوبتی بخاروں میں کونین سے زیادہ مفید ہے۔ کونین صرف بخار ہی کو روکتی ہے لیکن اس کو قبل از نوبت استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اگر نوبت کے دوران کونین دی جائے تو مریض کی حالت خطرناک ہو جاتی ہے بلکہ جان کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ نیز کونین قابض ہے اس کے برعکس آک کا مرکب ہر حالت میں دیا جاسکتا ہے اس سے نہ تو کوئی خطرہ بڑھتا ہے اور نہ گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے بلکہ بخار اترنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ایک بہترین ملین بھی ہے اور بغیر تکلیف کے بخار بھی اتر جاتا ہے۔ اس کا کھلانا تو رہا ایک طرف اس کے روغن کی جسم پر روزانہ مالش کرنے سے چند روز میں ملیریا (نوبتی بخار) دور ہو جاتا ہے۔ روغن کی مسلسل سر پر مالش کرنے سے شقیقہ اور دیگر قسم کے نوبتی (دوری) دردسر دور ہو جاتے ہیں۔ آک کی روئی کا کاجل بھی نوبتی بخاروں اور دردوں کے لئے بے حد مفید ہے۔

دق اور سل (ٹی بی)

اس مرض میں تریاق اور یقینی دوا ہے۔ ہر قسم اور ہر سطح میں انشاء اللہ تعالیٰ آرام دیتی ہے۔ اس میں کمال یہ ہے کہ بیک وقت بخار، کھانسی اور اندرونی زخموں اور خون تھوکنے کو فوراً دور کر دیتا ہے۔ اگر غذا میں باقاعدگی رکھی جائے، یعنی بغیر شدید بھوک غذا نہ کھائی جائے اور غذا محلول ہو جس میں تیسرا حصہ گھی شامل کر لیا جائے تو ایک ہفتہ میں اس موذی مرض سے نجات مل سکتی ہے۔ دوا قبض دور کر دیتی ہے اور پیچش

میں بھی اکسیر کا حکم رکھتی ہے، دوا کیا ہے گویا رسائن ہے۔

زحیر (پیچش)

پیچش زحیر ہو یا خونی ہو، آک کے مرکب سے بہترین کوئی دوا نہیں۔ چند ہی خوراکوں میں یقیناً آرام کی صورت ظاہر ہو جاتی ہے، بشرطیکہ غذا میں نیم گرم دودھ استعمال کیا جائے اور دودھ بھی بغیر شدید بھوک کے نہ پیا جائے۔ یہ دوا گویا حیرت انگیز معجزہ ہے۔

آک کا استعمال

ویسے تو ضرورت کے مطابق اس کے تمام اجزاء استعمال کئے جاسکتے ہیں مگر عام طور پر اس کے پھول، پتے اور جڑوں کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ پھول میں ارضی اجزاء تقریباً نہیں اور جڑ میں ارضی اجزاء زیادہ ہیں اور پتوں میں جڑ سے کم ہیں اور ان میں تیزی بھی کم پائی جاتی ہے۔ اس کی روئی دوائی اثرات کے علاوہ تکیوں اور گدوں میں بھرنے کے کام میں لائی جاتی ہے۔ یہ روئی دائمی دردسر، فالج اور تشنج میں بے حد مفید ہے۔

آک کا ٹڈا

اکثر بھون کر یا پکا کر کھلایا جاتا ہے۔ اکثر امراض خصوصاً مرگی کا یقینی اور حتمی علاج ہے۔ اس کو بھوننے اور پکانے سے قبل اس کی ٹانگیں کاٹ دینی چاہیں کیونکہ وہ آنتوں میں انتہائی سوزش کا سبب بنتی ہیں۔
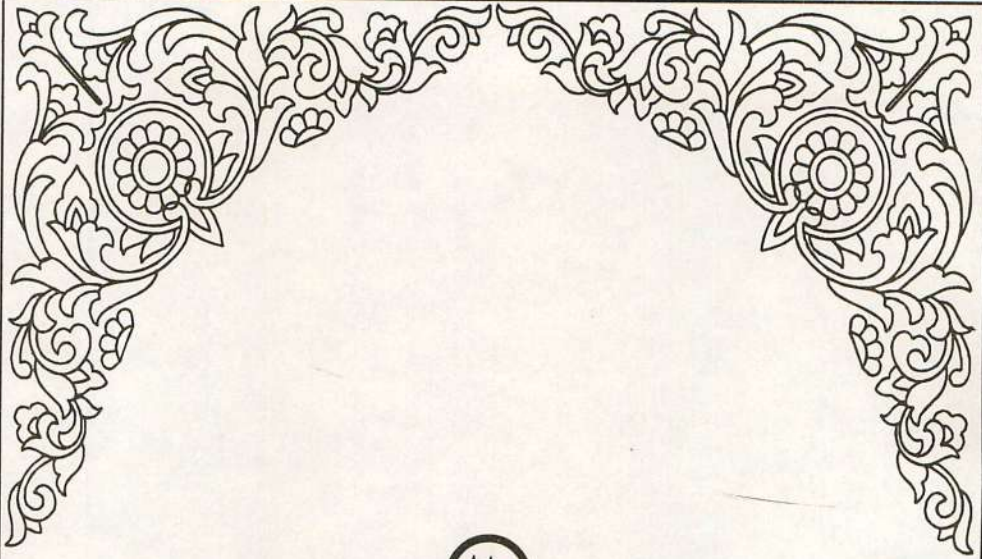
۲۰

تحقیقات تپ دق وخوراک

فہرست عنوانات

پیش لفظ

فرنگی خصوصاً یورپ و امریکہ کو پراپیگنڈہ اور کولڈ وار (ذہنی جنگ) میں جو کمال حاصل ہے وہ قابل تعریف ہے۔ اس کا پراپیگنڈہ اور کولڈ وار ہمیشہ تجارتی اغراض کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے جس سے وہ اکثر ناجائز فوائد (ایکسپلائی ٹیشن) حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن پراپیگنڈہ اور ایکسپلائی ٹیشن دونوں ایسی صورتیں ہیں کہ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے مفادات بیان کرنے والوں کو نہیں ہیں بلکہ جن کے لیے بیان کیے جا رہے ہیں ان کے لیے ہیں۔ گویا بیان کرنے والے کو اپنا کوئی مفاد مقصود نہیں ہے۔ وہ صرف جن کے لیے بیان کر رہا ہے ان کا ہمدرد اور خیر خواہ ہے لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اس کا پراپیگنڈہ اور کولڈ وار جس سے وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر ایکسپلائی ٹیشن کر رہا ہے اور دوسروں کو فوائد ہوں یا نہ ہوں البتہ وہ خود ایک بہت بڑا فائدہ (لائن شیئر) حاصل کر رہا ہے۔ اس کو ہماری زبان میں کہتے ہیں ایک بام دو ہوا۔

امریکہ اور آلو

جو لوگ فرنگی کی ان چالاکیوں سے خوب واقف ہیں وہ اس کے پراپیگنڈہ کولڈ وار اور ایکسپلائی ٹیشن پر ہمیشہ نگاہ رکھتے ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں کہ فرنگی چھوٹی چھوٹی باتوں اور ادنیٰ ادنیٰ چیزوں سے کس قدر بڑے فائدے اور مقصد حاصل کرتا ہے۔ انہی ادنیٰ ادنیٰ چیزوں میں ایک آلو بھی شامل ہے جو ہمارے ملک میں اس کثرت سے ہوتا ہے کہ ملک کی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد اکثر بچ جاتا ہے جو ضائع ہو جاتا ہے مگر ہمارے ملک میں غذائی قلت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو موقع مل گیا ہے کہ وہ ہماری ضرورت اور کمزوری سے ناجائز فوائد حاصل کرے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہماری ملک میں بے شمار اکسیر ادویات پائی جاتی ہیں مگر فرنگی ان کی برائیاں بیان کرتا ہے اور اپنے ملک کی غیر مفید اور کم فوائد کی ادویات ہمارے ملک میں بھیج کر ہماری دولت کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹتا ہے۔ مثلاً قبض ایک بالکل معمولی مرض یا علامت ہے۔ ہمارے ملک میں اس کے لیے کم از کم ایک سو کے قریب مفرد ادویات ہیں اور ان کی مرکب صورتیں تو ہزاروں تک پہنچتی ہیں یوں سمجھ لیں کہ ہر مرض کی قبض کے لیے الگ الگ ادویات ہیں۔ مگر یہ معلوم کر کے تعجب ہوتا ہے کہ یورپ اور امریکہ سے لاکھوں روپوں کی ادویات صرف قبض کشائی کے لیے آتی ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ وہ غیر مفید ہونے کے علاوہ ہمارے مزاج اور ہمارے ملک کی آب و ہوا کے بالکل مخالف ہیں۔ چونکہ فرنگی کا پراپیگنڈہ، کولڈ وار اور ایکسپلائی ٹیشن کا سلسلہ اس قدر زبردست ہے کہ ہمارے عوام تو رہے ایک طرف ہمارے ڈاکٹر و معالج بلکہ حکومت کے اعلیٰ اراکین تک ان ادویات کو استعمال کرتے ہیں۔ کیا کبھی ان میں سے کسی نے اس طرف توجہ دی ہے کہ ہمارے ملک میں بھی ان خواص کی کوئی دوا پائی جاتی ہے۔ یہی صورت دیگر امراض میں بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً پھوڑے پھنسیاں' پت دانے' زخم اور درد وغیرہ خاص طور پر درد سر کے لیے اسپرو د فنلکجین، سارڈان اور دا ے سی۔ پی وغیرہ منوں کے حساب سے یہاں بک رہی ہیں۔ یہ سب کچھ کیا ہے صرف فرنگی کا پراپیگنڈہ و کولڈ وار اور ایکسپلائی ٹیشن ہے۔

پاکستان اور غذائی بحران

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ چند در چند وجوہات سے پاکستان میں غذائی کمی پائی جاتی ہے۔ عوام اور حکومت خوب جانتے ہیں کہ یہ

غذائی بحران آبادی کی زیادتی کے علاوہ ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹ کی وجہ سے ہے۔ اگر موخر الذکر دونوں صورتیں نہ ہوں تو اولذکر کا مقابلہ ان اجناس کے ساتھ بڑی آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ جو دیگر ممالک سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ مگر ظلم تو یہ ہے کہ جو اجناس بیرونی ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں ان کا اکثر حصہ بھی ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹ کی نذر ہو جاتا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب پاکستان وجود میں آیا تھا تو اس وقت باوجودیکہ غذا کی ضرورت اب سے بہت زیادہ تھی لیکن یہ غذائی قلت نہیں پائی جاتی تھی صرف اس وجہ سے کہ اس وقت ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹ کی لعنت سے سرمایہ دار واقف نہ تھا۔ جب امریکہ نے یہ سبق دیا کہ ملک کا سٹینڈرڈ اور معیار زندگی بلند کیا جائے تو اس وقت ذخیرہ اندوزی کی بیماری پیدا ہوئی جس کا نتیجہ بلیک مارکیٹ کی صورت میں ظاہر ہوا اور اس وقت سے ملک غذائی بحران میں گرفتار ہو گیا ہے۔

غذائی بحران اور امریکہ کا ہاتھ

معیار زندگی کو بلند کرنے کا نظریہ بھی امریکہ کا اور پراپیگنڈہ بھی امریکہ کی طرف سے ایک قسم کی کولڈ وار اور ایکسپلائی ٹیشن تھی جس سے اس کے تین مقصد تھے: ❶ تجارتی اغراض۔ ❷ دوسرے سے اپنی دوستی اور ہمدردی حاصل کرنا۔ ❸ ملک کو کمیونسٹ بلاک سے دور رکھنا۔

جس میں وہ بہت حد تک کامیاب رہا۔ کیونکہ معیار زندگی کے بلند کرنے کے پراپیگنڈہ کے بعد جب ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹ سے غذائی بحران پیدا ہو گیا تو اس نے اپنی سرخ گندم ہمارے ملک میں بھیج دی جس کو دوستی اور ہمدردی کا نشان بتایا گیا اور اس کا پراپیگنڈہ اس قدر کیا کہ کراچی میں باقاعدہ اونٹوں کا جلوس نکالا گیا۔ جس میں امریکہ کی دوستی اور ہمدردی کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور جن اخبارات کو امریکہ نے اندر خانے اندھی دولت دی یا ان کو امریکہ کی سیریں کرائیں انہوں نے بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ امریکہ کی اس ہمدردی اور دوستی کے ترانے نمایاں طور پر گائے۔ سچ ہے جو کھاتا ہے وہی گن گاتا ہے۔ لیکن جب امریکہ کی یہ دوستی اور ہمدردی بھی ملک میں غذائی بحران نہ ہٹا سکی تو امریکہ کو اور بھی مواقع ہاتھ آئے۔ اب وہاں سے مختلف اقسام کی اغذیہ اور سامان آنا شروع ہو گیا جن میں خاص طور پر خشک دودھ، مکھن، تیل و بٹر آئل وغیرہ بڑی مقدار میں بھیجے گئے لیکن ان کا اکثر حصہ انہوں نے یہاں کے عیسائی فرقہ اور گرجوں میں تقسیم کیا لیکن یہ سب کچھ پاکستان کی امداد کے نام لکھا گیا اور اس کا نقصان بھی پاکستان کو برداشت کرنا پڑا ہے۔

آلو اور امریکہ

جب امریکہ نے دیکھا کہ تاحال غذائی بحران چلا جا رہا ہے تو اس نے اپنے پراپیگنڈہ اور ایکسپلائی ٹیشن کی مشینری کو اور بھی تیز کر دیا اور اسی سلسلہ میں یہ پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ ملک کا غذائی بحران اس وقت ختم ہوسکتا ہے کہ اگر ملک میں آلو کو غذائی طور پر زیادہ سے زیادہ استعمال میں لایا جائے تاکہ دیگر اجناس پر جو غذا کا دباؤ ہے وہ کم ہو جائے لیکن دراصل مقصد یہ تھا کہ امریکن آلو کے بیج کی ملک میں کھپت کی جائے جو وہاں پر بے کار پڑا ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں امریکہ کی حمایت کا بیان نہ صرف متعلقہ افسران اعلیٰ اور وزراء کی طرف سے آئے بلکہ عزت مآب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان کی خدمت میں ایک کتاب پروفیسر عنایت اللہ کی پیش کی گئی جو انہوں نے اقتصادیات پر بھی لکھی تھی اور اس میں بھی آلو کو بطور غذا کے استعمال کرنے کی تاکید کی گئی تھی بلکہ پروفیسر موصوف کی ملاقات صدر پاکستان سے ہوئی جو اخبارات میں بڑے اہتمام کے ساتھ شائع ہوئی تاکہ عوام آلو کی اہمیت کو ذہن نشین کر لیں اور اس کو بطور غذا استعمال کرنا شروع کر دیں۔

امریکہ کا شعبہ اطلاعات

پاکستان میں امریکہ کا شعبہ اطلاعات (یو۔ایس۔آئی۔ایس) اطلاعات کے سلسلہ میں جو خدمات انجام دے رہا ہے ہمیں اس کی افادیت اور اہمیت سے انکار نہیں ہے۔ ان کی طرف سے باقاعدہ رسائل و کتب اور پمفلٹ شائع ہوتے ہیں اور فلمیں تیار کی جاتی ہیں جس سے پاکستان اور غیر ممالک میں ہماری اہمیت بڑھتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ امریکہ کا ذاتی پراپیگنڈہ اور کولڈ وار سے ایکسپلائی ٹیشن (احساس کمتری) پیدا ہوتا ہے اس کا جو غیر شعوری نقصان ہوتا ہے اس کا اندازہ ایک سیاست دان ہی لگا سکتا ہے۔ خداوند کریم کا ہزار شکر ہے کہ مارشل لاء حکومت نے ان حقائق کا پورے طور پر اندازہ لگالیا ہے اور آئندہ کے لیے بہت حد تک ان باتوں میں توازن قائم کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے دیگر ممالک کا دورہ کیا ہے جن میں امریکن بلاک اور کیمونسٹ بلاک کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی۔ مثلاً سعودی عرب' متحدہ عرب ممالک' انڈونیشیا' جرمنی' یوگوسلاویہ اور جاپان خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور اس سلسلہ میں ہمارے ایک وزیر باتدبیر روس تشریف لے گئے ہیں جہاں انہوں نے پاکستان میں تیل نکالنے کے لیے ایک کامیاب معاہدہ کیا ہے ہم ملک سے دوستی رکھنا چاہتے ہیں اس کے لئے باوجودیکہ ہمارا ہندوستان سے کشمیر کے سلسلہ میں جھگڑا ہے لیکن اس سے بھی دوستی قائم کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہم امریکہ سے بھی دوستی اور بہت اچھی دوستی رکھنا چاہتے ہیں لیکن ہم احساس کمتری کو برداشت نہیں کر سکتے ہیں جو بھی چاہے ہم سے صحیح اصولوں پر دوستی قائم رکھ سکتا ہے۔

آلو اور غذائی بحران

اس سلسلہ میں امریکہ کے شعبہ اطلاعات نے فیچر بعنوان ''آلو پاکستان کو اناج کی قلت سے نجات دلا سکتا ہے'' شائع کیا۔ جس میں آلو کی غذائی اہمیت اور اس کے استعمال پر زور دیا اور تعجب خیز مبالغہ سے کام لیا۔ جب یہ مضمون ہماری نگاہ سے گزرا تو ہم کو بے حد حیرت ہوئی کیونکہ آلو کا اس کثرت سے روزانہ استعمال کرنا ساری قوم کو ٹی بی کی آگ میں دھکیل دینے کے مترادف تھا۔ فوراً ہم نے ایک مضمون بعنوان ''روزانہ آلو کھانے سے دق اور سل (ٹی بی) ہو جاتا ہے'' لکھ کر اپنے رسالہ رجسٹریشن فرنٹ میں شائع کر دیا۔ جس میں شعبہ اطلاعات امریکہ کے حوالے کے ساتھ اس کے بے معنی پراپیگنڈہ کا بھی ذکر کیا گیا تاکہ حکومت پاکستان کے ساتھ عوام بھی اس سے مستفید ہو جائیں۔

ماہنامہ خوراک کی قابل قدر خدمات

ہمارے اس مضمون کو افادیت اور اہمیت کے پیش نظر پاکستان کے متعدد اخبارات اور رسائل نے اپنی قیمتی کالموں میں جگہ دی اور نمایاں سرخی سے شائع کیا۔ ان میں ایک قابل قدر ''ماہنامہ خوراک لاہور'' بھی تھا۔ جب ہمارا یہ مضمون ماہنامہ موصوف میں شعبہ اطلاعات امریکہ کی نظر سے گزرا تو اس کو بہت بے چینی ہوئی اور ہونی بھی چاہیے تھی کیونکہ اکثر اخبارات اور رسائل ان کا گن گاتے ہیں مگر اس مضمون میں امریکن پراپیگنڈہ اور ایکسپلائی ٹیشن کو پوری طرح ظاہر کیا گیا تھا۔ اس کو چین کیسے آ سکتا تھا۔ فوراً اس کا ترجمہ کروا کے امریکہ اور پاکستان کے امریکن متعلقہ افسران کو بھیجا گیا۔ ہماری اطلاع کے مطابق پھر ایک معقول رقم خرچ کر کے ایک شخص مسٹر عبدالحمید لون صاحب سے اس کا جواب لکھوایا گیا۔ جب ہم کو ان امور کا علم ہوا تو ہم نے اپنا ایک آدمی جناب پراچہ صاحب ایڈیٹر ''ماہنامہ خوراک'' کی خدمت میں روانہ کیا اور ان سے وعدہ لیا کہ اگر جب کوئی مضمون ہمارے اس مضمون کے جواب میں شائع ہو تو ہم کو بھی اس کا جواب لکھنے کا موقع دیا جائے۔

صاحب موصوف نے یقین دلایا کہ ہم کو جواب لکھنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ خداوند کریم ان میں جرأت سلامت رکھے۔

جب امریکہ کی طرف سے جناب عبدالحمید صاحب لون کے نام 'ماہنامہ خوراک'' میں ہمارے مضمون کے خلاف جواب شائع ہوا تو اس میں علمی بحث کی بجائے آئیں بائیں شائیں کے ساتھ گالیاں زیادہ تھیں۔ مگر ہم نے صبر اور تحمل سے کام لے کر اس کا جواب دیا اور اس میں علمی اور تحقیقی شان اور رنگ پیدا کر دیا۔ ہم نے اس کا پانچ قسطوں میں جواب لکھا اور ساتھ ہی چیلنج کیا کہ امریکہ اور فرنگی طب کا علم غذا کے متعلق نہ صرف نامکمل ہے بلکہ غلط ہے۔ اور ہم اس سلسلہ میں اس کے ساتھ ہر وقت ہر مقام پر بحث وتمحیص کرنے کو تیار ہیں اور اس کے علاوہ ہم نے ٹی بی کے متعلق اپنی تحقیقات کتابی شکل میں تحقیقات دق وسل (ٹی بی) کے نام سے شائع کر دی جس میں ٹی بی کو ماڈرن سائنس کی روشنی میں نہ صرف پیش کیا بلکہ فرنگی تحقیقات کو غلط ثابت کیا۔ جس کے ساتھ ٹی بی کے لیے غذا کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

صدر پاکستان کی خدمت میں گزارش

اسی کتاب 'تحقیقات دق وسل (ٹی بی) میں ہم نے رفعت مآب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان کے نام ایک گزارش بھی کی ہے کہ فرنگی طب (ٹی بی) کے مرض سے نہ پورے طور پر واقف ہے اور نہ اس کے پاس اس کا صحیح علاج ہے اور جو ادویات وآلات یورپ و امریکہ سے ہمارے ملک میں آ رہے ہیں ان سے ہمارا زرِ مبادلہ برباد ہو رہا ہے۔ اس طرف توجہ فرمائی جائے۔ تسلی کے لیے ہم نے عرض کیا ہے کہ ہائی کورٹ کے دو فاضل جج مقرر کر دیئے جائیں اور ایک پوری ٹیم امریکہ سے اور ایک پوری ٹیم یورپ سے منگوالی جائے اور ہم کو کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے۔ اگر ہم ان کی تحقیقات کو غلط ثابت کر دیں تو جو دل چاہے ہم کو سزا دی جائے۔ اس سے ہماری غرض صرف خدمت بنی نوع انسان ہے چونکہ ہمیں یقین ہے کہ ہماری گزارشات آپ تک پہنچ نہیں سکتیں اس لیے ان سے ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے۔

پاکستان ٹی بی ایسوسی ایشن

اس سلسلہ میں ہم نے پاکستان ٹی بی ایسوسی ایشن کو مخاطب کیا تا کہ اہل علم وصاحب فن کی جماعت ہماری تحقیقات اور کامیابیوں پر کچھ غور وخوض کر کے ملک کی خدمت کر سکے۔ مگر ان کی آنکھوں پر فرنگی طب کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ انہوں نے ہم سے بات تک نہیں کی۔ ہم نے ۱۹۵۹ء میں ان کی سالانہ کانفرنس لاہور سیشن میں ان کی خدمت میں ٹی بی کا نسخہ پیش کیا جو ہر قسم کی ٹی بی اور ہر سٹیج پر یقینی بے خطا ہے جس پر یہ شرط تھی کہ اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو ہم ہر مریض کو مبلغ سو روپے دینے کو تیار ہیں۔ مگر آج تین سال گزر گئے ایسوسی ایشن والوں نے ویسے کروڑوں روپے برباد کر دیئے مگر ہماری طرف توجہ نہیں کی ہے۔ شاید ان کا فرنگی تعصب جلد ان کو اس طرف توجہ نہ کرنے دے۔

تحقیقات دق سل (ٹی بی)

جب ہم نے دق سل (ٹی بی) پر تحقیقات مکمل کر لیں تو عوام حاملین فن اور ارکان حکومت کو ٹی بی کے متعلق ایک یقینی بے خطا نسخہ پیش کیا۔ جس میں یہ خوبی تھی کہ وہ ایک ٹکے میں تیار ہوتا ہے۔ تیار کرنے میں دس منٹ سے زیادہ خرچ نہیں ہوتے۔ اس میں صرف دو اجزاء ہیں جو ہر جگہ دستیاب ہو جاتے ہیں۔ اس نسخہ میں خاص بات یہ ہے کہ ہر قسم کے ٹی بی اور ہر درجہ میں یقینی بے خطا ہے۔ اس میں طرہ یہ ہے کہ اس نسخہ کے

ساتھ چیلنج تھا کہ اگر اس نسخہ سے جس کو آرام نہ آئے ہم اس کو ایک سو روپیہ انعام دیتے ہیں۔ اس نسخہ کے اعلان کو تقریباً تین سال گزر گئے ہیں اور ہزاروں لوگ اس خوفناک مرض سے نجات پا چکے ہیں۔ نہ صرف پاکستان میں بلکہ ہندوستان میں بھی اس معجزہ نما اثرات کے تحت لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ اس دوا کو مفت تقسیم کرنے کے لیے جگہ جگہ سنٹر کھول دیئے گئے ہیں۔ ان کے ثبوت میں بے شمار خطوط اور اخبارات کے حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں۔

جب اس نسخے کی خوبیاں پاک و ہند میں پھیلیں تو بے شمار اہل فن اور عوام نے خطوط لکھے اور مزید تفصیلات دریافت کی گئیں۔ ابتدا میں تو ہم جوابات لکھ لکھ کر روانہ کرتے رہے لیکن یہ ڈاک اور زبانی معلومات کا سلسلہ اس قدر طویل ہو گیا کہ ہم اپنی تحقیقات دق وسل (ٹی بی) کو کتابی صورت میں شائع کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ہماری یہ تحقیقات بہت مقبول ہوئیں۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اور چیلنج لکھا گیا کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے کہ یہ تحقیقات دنیا میں خاص طور پر آج کی سائنسی دنیا میں جس میں یورپ و امریکہ اور روس و چین شامل ہیں موجود ہوں تو ہم اس شخص کو پانچ صد روپیہ انعام دیں گے۔ اس کتاب کو شائع ہوئے تقریباً دوسرا سال ہونے کو ہے مگر آج تک کسی کو یہ ثابت کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ایسی تحقیقات پہلے طبی یا سائنسی دنیا میں ہو چکی ہے۔ مگر افسوس پاکستانی ڈاکٹروں پر ہے۔ جو فرنگی طب کے پیروکار ہیں۔ اپنے ملک کے خزانے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کو تیار نہیں ہیں اور نہ ہی حکومت نے اس طرف توجہ کی ہے کہ شاید ہماری یہ تحقیق ایک حقیقت ہو جس سے ہم دنیا بھر کی طبی سائنس میں ٹی بی کے لیے کامیابی سے پیش کر کے عزت حاصل کر سکیں۔

ہمیں پاکستانی فرنگی ڈاکٹروں کے تعصب اور حکومت کی بے توجہی کا کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ اہل فن ہمیشہ طاقت کے سامنے جھکتے ہیں اور حکومتیں ہمیشہ عوام کا احترام کرتی ہیں۔ اور یہ وقت بہت جلد آ رہا ہے کیونکہ عوام اور اہل فن ہماری تحقیقات دق وسل (ٹی بی) کو معمول بنا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ پاکستان و ہندوستان کے تقریباً ہر ٹی بی سینی ٹوریم میں میری اس تحقیقات کا عوام کو علم ہو چکا ہے اور یہ سلسلہ روز بروز تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

نزلہ وزکام اور ٹی بی

یہ حقیقت ہے کہ دق وسل (ٹی بی) کی ابتداء نزلہ زکام کے بعد ہوتی ہے۔ اس لیے ٹی بی کی روک تھام کے لیے ضروری ہے کہ نزلہ زکام کی روک تھام کی جائے۔ اس مقصد کے لیے ہم نے تحقیقات نزلہ زکام شائع کر دیں۔ جس میں نزلہ زکام کا یقینی بے خطا علاج درج کر دیا۔ خداوند کریم کی مہربانی سے ہماری یہ کتاب بھی بے حد مقبول ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک ہزار کا چیلنج ہے کہ اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ اس سے قبل طبی اور سائنسی دنیا میں یہ تحقیقات کی گئی ہوں تو ہم ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔

نزلہ زکام وبائی (فلو)

چونکہ نزلہ زکام کا بیان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک نزلہ زکام وبائی (انفلوئنزا) کو نہ بیان کیا جائے۔ اس لیے ہم نے تحقیقات نزلہ زکام کے بعد تحقیقات نزلہ زکام وبائی (فلو) لکھ کر اسی طرح ایک ہزار روپے کے چیلنج کے ساتھ شائع کر دی، اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ ہے کہ وبائی امراض کے متعلق فرنگی طب کا دعویٰ ہے کہ قدیم طب میں وبائی امراض کا علم اوّل نہ ہونے کے برابر ہے اور جو کچھ ہے وہ بالکل غلط ہے۔ لیکن ہم نے چیلنج کے ساتھ اس دعویٰ کو غلط قرار دیا ہے اور ساتھ ہی ثابت کیا ہے کہ فرنگی طب کا وبائی علم جس کو وہ اپی ڈیجیکالوجی

کہتے ہیں جس پر ان کو ناز ہے سراسر غلط ہے۔ جو کوئی بھی اس کو صحیح ثابت کر دے یا ہماری تحقیقات کو غلط ثابت کر دے ہم اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں۔

اعادہ شباب

چونکہ نزلہ زکام کا نتیجہ قبل از وقت بڑھاپا سفید بال اور جنسی کمزوری ہوتا ہے۔ اس لیے اکثر دوستوں کے اصرار پر اپنی یہ تحقیقات اعادہ شباب میں شائع کرنی پڑی۔ جس میں خاص بات یہ ہے کہ طب قدیم اور آیورویدک کے ساتھ فرنگی طب کے سارے نظریے پیش کر کے ان کو غلط قرار دیا گیا اور ثابت کیا گیا کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کا علم بسلسلہ اعادہ شباب نہ صرف نامکمل ہے بلکہ بے معنی ہے۔ اس کتاب کے ساتھ بھی چیلنج ہے کہ جو ہماری اس تحقیق کو غلط ثابت کرے یا فرنگی طبی وسائنسی تحقیقات کو صحیح ثابت کرے تو ہم اس کو پانچ ہزار روپیہ بطور انعام دیں گے۔ اس قدر اہم تحقیقات کے بعد بھی اگر علمی وطبی اور سائنسی دنیا حقیقت کی طرف نہ دیکھے تو اس میں تعصب کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔

پاکستانی فرنگی ڈاکٹر

اوّل تو پاکستانی فرنگی ڈاکٹروں کو چاہیے تھا کہ وہ خود فرنگی طب اور سائنس کو اپنی ملکی زبان اردو میں منتقل کرتے اور پھر اس پر تحقیقات شروع کرتے۔ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تھا یا وہ نہیں کر سکے تو ان کا فرض تھا کہ اپنی قوم اور ملک کی عزت کے لیے ان تحقیقات پر غور کرتے جو ملک میں کی گئی ہیں، اور ان میں اگر سچائی اور افادیت پاتے تو ملک اور قوم کی خاطر بلکہ دنیا طب وسائنس میں عزت کی خاطر نہ صرف اس کو اپناتے، بلکہ ترقی دیتے اور اشاعت کرتے مگر انہوں نے صرف تعصب کی خاطر ایسا نہیں کیا۔ لیکن ہمیں افسوس نہیں ہے یہ خدمت بھی طب قدیم کے ذمہ ہے جو تجدید فن کے ساتھ ساتھ فرنگی طب کی خرابیوں' غلطیوں اور اس کی غیر علمی حیثیت کو بھی واضح کرتی رہے گی اور پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان فرنگی ڈاکٹروں کو صحیح فن اور سچائی کا علم ہوگا۔ جس کے ساتھ ہی فرنگی طب اور سائنس ختم ہونی شروع ہو جائے گی۔

تحقیق اور اعلیٰ دماغ

محقق اور اعلیٰ دماغ صرف یورپ وامریکہ اور روس وچین میں پیدا نہیں ہوتے بلکہ قدرت یہ نعمت ہر ملک اور قوم کو عطا کرتی ہے۔ اس لیے ہر ملک اور قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنی اس نعمت اور انعام خداوندی سے مستفید ہوں۔ ان کے لیے صرف اسی قدر کافی نہیں ہے کہ غیر ملک اور قوم کی تقلید اور نقل کرتے رہیں اور ان کے غلط اور بے معنی علم پر فخر کرتے رہیں۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ یورپ وامریکہ کی علمی وفنی معلومات کو بغیر سوچے سمجھے نہ صرف عمل میں لاتے رہیں بلکہ ان کی نگاہیں ہمیشہ یورپ وامریکہ کے علم وفن اور سائنس وطب کی طرف لگی رہیں۔ مثلاً ہمارے پاکستانی فرنگی ڈاکٹروں کا کام صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ یورپ وامریکہ اور روس کی ایجنٹی کرتے رہتے ہیں۔ وہاں جن امراض کی تحقیق ہوتی ہے یا جن ادویات کو وہ تیار کرتے ہیں وہ ان کا استعمال کرتے ہیں اور پراپیگنڈہ شروع کر دیتے ہیں۔ خود کبھی نہیں سوچتے کہ ہم نے بھی کچھ تحقیقات کرنی ہیں۔ اگر کوئی تھوڑی بہت تحقیقات کا کام ہو بھی رہا ہے تو وہ بھی یورپ وامریکہ اور روس کی قدروں پر ہو رہا ہے۔ اس میں اپنے ملک اور قومی تحقیقات کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ یا اس امر پر غور نہیں کیا جاتا کہ نئی قدروں پر بھی تحقیقات ہوسکتی ہیں۔ ہمارے ملک میں سب کچھ ہے۔ اپنی زبان ہے۔ گزشتہ روایات ہیں' علم وفن ہے۔ بے شمار نظریات ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قابل دماغ

ہیں اور وہ سب کچھ کر سکتے ہیں صرف نئی قدروں و اندازوں اور نئے نظریات اور اصولوں کو سامنے لانے کی ضرورت ہے۔

حکومت کے فرائض

ہمارے ملک میں جن اشخاص کے ہاتھوں میں حکومت ہے وہ انتہائی قابل اور بہترین دماغ والی ہستیاں ہیں۔ بے شک ان کا طریق حکومت متمدن اور مہذب حکومتوں کا ہے۔ باوجود اس کے وہ اس میں اصلاح کر کے اور بھی جدت اور خوبیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جس کی مثالیں ہمارے ملک میں:

① بنیادی جمہوریت کا رائج کرنا۔

② تعلیم میں ملک اور قوم کو مفید اور بہترین قدروں پر چلانا۔

③ مذہبی علوم کی خوبیوں سے عوام اور تعلیم یافتہ طبقہ کو مرصع کرنا ہے۔

جن کا نتیجہ آئندہ چند سالوں میں بہت ہی خوش گوار نکلے گا۔ کیا ہماری حکومت کے انتہائی قابل اور بہترین دماغ باوجود یہ جاننے کے کہ یورپ و امریکہ اور روس میں قابل اور بہترین دماغ پائے جاتے ہیں وہ کبھی گوارہ کر سکتے ہیں کہ اپنی حکومت کی باگ ڈور ان کے حوالے کر دیں۔ کیونکہ ایسا کرنا غلامی کے مترادف ہوتا ہے۔ اس لیے ہماری حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ اپنے ملکی اور قومی علم وفن میں ترقی وتحقیق کی جائے کیونکہ ایسا نہ کرنا ذہنی غلامی کے مترادف ہوتا ہے۔

حکومت کو جاننا چاہیے کہ ہمارا ملک دیگر ممالک سے جغرافیائی ماحول اور اسلامی تعلیمات کی وجہ سے ایک جدا قسم کا تمدن وتہذیب اور ثقافت رکھتا ہے۔ جیسے ہم یورپ و امریکہ کے مذہب وثقافت وتہذیب وتمدن کو قبول نہیں کر سکتے۔ اسی طرح روس کی بے دینی اور عریانی کے لیے ہمارے ہاں جگہ نہیں ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم علم وفن اور سائنس وطب میں یورپ و امریکہ اور روس کے نقش وقدم پر چلیں اور اپنے ملک کو ذہنی طور پر غلام رکھیں۔

ہم یورپ و امریکہ کے دوست ہیں

ہم یورپ و امریکہ کے دوست ہیں مگر روس وچین اور ہندوستان کے دشمن بھی نہیں ہیں۔ ہم ان کی ملکی وقومی خوبیوں کی قدر کرتے ہیں اور ہم فخر کے ساتھ ان کو اپنے تہذیب وتمدن اور ثقافت میں جذب کرنا پسند کرتے ہیں مگر یہ امر قابل برداشت نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں جو انتہائی باکمال وعین فطرت کے مطابق شاندار تہذیب وتمدن اور ثقافت کی قدریں اور علمی وفنی اور عقلی معلومات ہیں ان کو نظر انداز کر کے ان کی جگہ غیر علمی وفنی اور دور از عقل وحکمت امور کو اپناتے پھریں۔ جس طرح ہمیں اپنے مذہب وسیاست وتہذیب وتمدن اور ثقافت وروایات عزیز ہیں بالکل اسی طرح ہمیں اپنا علم وفن اور طب وسائنس بھی محبوب ہے۔ جو ہم کسی قیمت پر قربان نہیں کر سکتے اور ایسا کرنا ذہنی غلامی ہے۔

تحریک تجدید طب

انہی حقائق کے مدنظر ہم نے تجدید طب اور احیاء فن کی تحریک شروع کی ہے۔ جس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو صحیح علم وفن طب سے روشناس کرائیں۔ اس مقصد کے لیے ہم نے اوّل قدیم علم وفن طب پر پورے طور پر غور وفکر کیا ہے اور اس کے بعد فرنگی طب اور ماڈرن سائنس

کو اچھی طرح سمجھا ہے تاکہ ہم ان کے قوانین وقاعدوں اور نظریات واصول کو ہم آہنگ کر سکیں۔ پھر دنیا کے سامنے اصل حقیقت رکھ سکیں اور کوشش یہ کی ہے جو کچھ بھی ہم دنیا کے سامنے پیش کریں اس پر کوئی انگلی نہ رکھ سکے اور وہ آج تک کے علوم وفنون میں حرف آخر کا درجہ رکھتا ہو اور اس کی حیثیت ایک چیلنج کی ہو تاکہ اہل علم وصاحب فن کے ذہنوں میں یہ بات نہ رہ جائے کہ علم وفن طب کی بے بہا وسعت کے تحت کچھ رہ گیا ہے۔ لیکن پھر بھی اہل علم وصاحب فن کے لیے ہماری دعوت ہے کہ وہ جس بات سے اختلاف کریں ان کا حق ہے وہ جس طرح چاہیں نظر ونقد سے کام لیں۔ ہم ان کی تسلی کرنے کو تیار ہیں۔

قانون وقاعدہ اور نظریہ واصل

ہم نے اپنی تحقیقات میں بلاوجہ یونہی مختلف قوانین وقاعدوں اور نظریات واصول کو اکٹھا نہیں کر دیا۔ جیسا کہ خذ ما صفا ودع ما کدر کو سامنے رکھتے ہوئے کر دیا جاتا ہے یا جدید تحقیقات کو قدیم تحقیقات میں شامل کر لیا جاتا ہے جس کی مثال گزشتہ پچاس سال کی طبی تاریخ میں ہم کو ملتی ہے۔ یعنی ایک طرف طبی قوانین وقاعدے اور نظریات واصول کو قائم رکھتے ہیں۔ ان میں فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی تحقیقات ومعلومات کو شامل کرنا شروع کر دیا ہے۔ آج بھی پاک وہند کے تمام طبیہ درسگاہوں میں اسی قسم کی تعلیم دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج تک کوئی محقق فن طب پیدا نہیں ہوا۔ جو چند صاحب ذوق پیدا ہوئے بھی تو ان کی دور قدیم وجدید تراجم اور مجربات کی اشاعت سے آگے نہیں بڑھی اور اس جدید قدیم مرکب کو بہت اہمیت دی گئی۔ ان کی دردناک صورت یہ ہے کہ طبی درسگاہوں میں ایک طرف پیدائش امراض اور خواص ادویہ کو بالاخلاط وبالکیفیات اور بالمزاج بیان کیا جاتا ہے اور دوسری طرف ساتھ ہی ساتھ جراثیم تھیوری کے تحت ان کی اہمیت کو واضح کیا جاتا ہے۔

کتنی افسوسناک تعلیم ہے کہ طبیہ کالج کا ایک پروفیسر پڑھاتا ہے کہ امراض کی پیدائش مزاج کی خرابی اور کمی بیشی سے ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف دوسرا پروفیسر یہ تعلیم دیتا ہے کہ اخلاط ومزاج کا نظریہ قدیم ہے جو غلط ہو چکا ہے۔ اور ماڈرن سائنس نے یہ تحقیق کیا ہے کہ امراض جراثیم کے اثرات سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ان کو خوردبین میں ہر مرض کے جراثیم جدا جدا دکھا بھی دیتا ہے۔ تو پھر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ طب قدیم پر کیا یقین رہ سکتا ہے اور اس میں کیا ترقی ہو سکتی ہے۔ جس کے نمونے موجودہ طبیہ کالجوں کے فارغ التحصیل معالج ہیں۔ جن میں طبیہ کالج دہلی اور علی گڑھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایسے آدھے تیتر اور آدھے بٹیر معالجین کو طب قدیم سے نفرت ہو گئی ہے اور وہ اپنے کو زیادہ تر ڈاکٹر ہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دن رات انگریزی ادویات اور انجکشن استعمال کرتے ہیں۔ گویا اس طرح فن طب کی تذلیل کا باعث ہوتے ہیں۔ ان صورتوں میں فن طب کا احیاء اور تجدید کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

احیاء اور تجدید فن

احیاء طب قدیم اور تجدید فن کے لیے اوّل تو تصور ہی ختم ہو گیا ہے اور جن اطباء وحکماء کو فن طب کی زندگی کا احساس اور جذبہ ہے بھی تو ان کے سامنے احیاء طب اور تجدید فن کی صورت اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ فن اور ماڈرن سائنس کو زیادہ سے زیادہ طب قدیم میں شامل کر کے اس کے نام اور دیسی علاج کی شکل کو قائم رکھا جائے۔ لیکن ان کے ذہن میں بھی یہ حقیقت پیدا نہیں ہوتی کہ اس طرح طب قدیم کے احیاء اور تجدید فن پیدا نہیں ہو گی بلکہ فرنگی طب کی تعلیم کو تقویت کی صورت سامنے آئے گی۔ جس سے رفتہ رفتہ طب یونانی ختم ہو جائے گی اور

ایسا ہورہا ہے۔

اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسا نظریہ سامنے لایا جائے جس سے جراثیم تھیوری کا جواب پیدا کیا جائے تا کہ نظریہ اخلاط اور مزاج کو زندہ اور قائم کیا جاسکے۔ کیونکہ نظریہ جراثیم سے جب پیدائش امراض کو تسلیم کیا جائے گا تو لامحالہ نظریہ اخلاط اور مزاج قدرتاً ختم ہو جائے گا اور اب تک ایسا ہی ہوا ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو نظریہ جراثیم کو غلط ثابت کر کے نظریہ اخلاط اور مزاج کو حقائق کے ساتھ ثابت کرنا چاہیے اور واضح کر دینا چاہیے کہ نظریہ جراثیم غلط ہے۔

نظریات اور زندگی

جاننا چاہیے کہ ہر علم وفن بلکہ افراد واقوام کی زندگی کسی نہ کسی نظریہ پر ہوتی ہے اور یہی نظریات بنیاد اور ایمان ہوتے ہیں۔ اسی بنیاد اور ایمان پر عقائد وعمل بنتے ہیں۔ جب نظریات وایمان ختم ہو جاتے ہیں تو عقائد وعمل کے ساتھ بنیادیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ اگر آیورویدک کا نظریہ دوشن ختم کر دیا جائے یا طب یونانی کے نظریہ مزاج اور اخلاط کو قائم نہ رکھا جائے یا ہومیوپیتھی میں ''روح کا مریض ہونا'' نظر انداز کر دیا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ تینوں طریق علاج فوراً ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر فرنگی طب کا نظریہ جراثیم ختم کر دیا جائے جیسا کہ ہم نے ختم کر دیا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد دنیائے طب اس غلط حقیقت سے واقف ہو جائے گی تو اس کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی اور آئندہ کے لیے تمام ترقیاں فوراً رک جائیں گی۔ کیونکہ فرنگی طب پیدائش امراض اور خواص الادویہ اس کے تحت تسلیم کرتی ہے۔ یہی اصول اقوام اور ملل کے لیے بھی کام کرتے ہیں۔ جب ان کے ایمان وعقائد اور نظریات ختم ہو جاتے ہیں تو وہ مٹ جاتی ہیں۔

نئے نظریہ کی تلاش

ہم نے احیاء طب اور تجدید فن کے لیے مسلسل بیس سال جدوجہد اور کوشش کی ہے۔ ہماری سعی کا مقصد یہ رہا ہے کہ ہم کوئی ایسا نظریہ تلاش کریں جس کے ذریعے ہم اس قابل ہوسکیں کہ ہم نظریہ اخلاط ومزاج کو دنیا میں نہ صرف صحیح ثابت کر دیں بلکہ اہل فن وصاحب عقل اور عوام کو اس کی حقیقت سمجھا سکیں۔ تا کہ اس کی مدد سے پھر احیا طب اور تجدید فن کی خدمت انجام دی جاسکے۔ یہ امر ہمیشہ ذہن نشین رکھیں کہ ایمان وعقائد اور ان کے مطابق عمل صالح پر ہی زندگی اور احیاء قائم ہے۔ جس عمارت کی بنادیں ڈھادیں وہ کبھی قائم نہیں رہ سکتی۔

خداوند حکیم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ جدوجہد اور سعی کرنے والے کو بے امید نہیں کرتے۔ صرف ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ صبر و شکیب اور استقامت کے ساتھ اس کام کو جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی عین نوازش ہے کہ ہماری اس کوشش کو جس کی انہوں نے طاقت دی تھی۔ شرف قبولیت بخشا اور ایک کامیاب نظریہ کی طرف ہماری رہنمائی کی اور ان کی ہدایت سے ایک زبردست حقیقت ہم کو حاصل ہوگئی۔ جس سے نہ صرف احیا طب قدیم اور تجدید فن کی صورت پیدا ہوگئی ہے بلکہ طبی دنیا میں ایک زبردست انقلاب پیدا ہوگیا ہے جس نظریہ کے ساتھ یہ انقلاب پیدا ہوگیا ہے اس کا نام ہے نظریہ مفرد اعضاء (سمپل آرگن تھیوری)۔

نظریہ مفرد اعضاء

نظریہ مفرد اعضاء (سمپل آرگن تھیوری) ایک ایسا نظریہ ہے جس کے نام سے بھی دنیا پہلے واقف نہیں تھی۔ کسی ملک اور قوم کے علماء و

حکما اور اہل فن نے اشارۃً بھی کسی زمانے میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہاں تک کہ آج کے ماڈرن دور میں جس کو سائنسی زمانہ کہتے ہیں۔ اس علم سے بے خبر اور ناواقف ہے اور جب دنیا اس نظریہ کو سمجھے گی۔ اس وقت نہ صرف فن علاج بدل جائے گا بلکہ دنیا کا معاشرہ ومعاش اور سیاست واقتصادیات تبدیل ہو جائیں گے اور اقتصاد ونفسیات ایک نئے دور میں قدم رکھیں گے۔ دنیا، رنگ گزشتہ زمانہ سے جدا ہو کر نئی قدروں پر گامزن ہو جائے گی۔ کیونکہ ہر نئے نظریہ کے بعد زندگی وحیات اور کائنات وآفاق کی قدروں کو ایک نئے انداز سے اور پیمانے پر جانچا اور تولا جائے گا اور حسن وقبح کے مقام بدل جائیں گے، جن سے دنیا میں تسکین اور راحت کی صورت ہو جائے گی۔ نظریہ مفرد اعضاء کی ابتدا اگرچہ انسانی صحت کے ایک نظریہ سے شروع ہوئی۔ لیکن اس نے انسان کی زندگی اور کائنات کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے کیونکہ صحت کا تعلق زندگی سے اور زندگی سے جسم قائم ہے۔ اس لیے جو نظریہ زندگی، صحت اور ارتقاء کا حامل ہو۔ وہ انسان کے ہر شعبہ حیات پر حاوی ہوگا۔ اس لیے نظریہ مفرد اعضاء صرف اصول صحت تک محدود نہیں ہے بلکہ زندگی کے دیگر شعبہ جات میں بھی اسی طرح ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح جسم انسان کی صحت کو قائم رکھتا ہے۔

جس وقت انسان اس پر پورے طور پر غور وفکر کرے گا تو اسے ایسے رموز واسرار کا علم ہوگا کہ دنیا دنگ رہ جائے گی۔ نظریہ مفرد اعضاء کو اس طرح سمجھیں کہ ہزاروں سال پہلے جب سے انسانی تہذیب وتمدن نے جنم لیا ہے۔ اس میں پتھر کا زمانہ ہو یا دھات کا۔ اس میں انسان کو آگ کا علم ہوا ہو یا پہیے کی حقیقت سے آشنا ہوا ہو۔ اس کو کشتی سے پانی کے سینے کو چیرنے کا علم ہوا یا ہوائی جہاز سے فضا فتح کرنے کی ابتداء کی۔ بلکہ آج تک کے ایٹم انرجی اور مسائل کی پرواز تک علم العلاج میں کئی دور گزرے ہیں جن میں تین قابل ذکر ہیں۔ اول دور میں امراض کو جن، بھوت اور دیوتا کی ناراضگی کو سبب خیال کیا جاتا تھا۔ یہ دور طبی تاریخ سے قبل کا دور ہے۔ دوسرے دور میں امراض کو جسم کی کسی اندرونی خرابی کا سبب قرار دیا گیا۔ جس کے لیے دوش واخلاط اور روح وخون کی خرابی کو ان میں شمار کیا گیا۔ اسی دور میں ہی فرنگی طب نے جسم کی خرابی کے لیے خون کے ساتھ جراثیم کے زہر کو باعث امراض قرار دیا۔ اگر غور کیا جائے یہ جراثیم اوّل دور کے جن بھوتوں سے جدا حیثیت نہیں رکھتے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت کے جن بھوت شائد نظر نہ آتے ہوں اور آج کل کے جراثیم (جن بھوت) تو خوردبین سے نظر آتے ہیں۔ اس وقت جن بھوت کے اثرات کا تعین نہ کیا گیا ہو مگر آج کل کے جراثیم (جن بھوتوں) کے نام اور اثرات معین کیے گئے ہیں۔ لیکن حقیقت مرض پہلے دور سے آگے نہیں بڑھی۔ تیسرے دور میں امراض کی پیدائش کو جسم انسان کے اعضاء کی خرابی اور افراط وتفریط قرار دیا گیا۔ یہ دور اسلامی زمانے سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں جسم انسان کے خون واخلاق اور مزاج وکیفیات کو بھی امراض کا باعث قرار دیا گیا۔ جیسا کہ طب یونانی تسلیم کرتی ہے مگر ان کی صورت سبب سابقہ اور بادیہ تک رہا ہے۔ جہاں تک سبب واصلہ کا تعلق ہے اس کو اعضاء کی خرابی قرار دیا گیا۔ مگر فرنگی طب کے زمانے میں جہاں اخلاط ومزاج کو چھوڑ دیا گیا وہاں سبب واصلہ کو نظرانداز کر کے اعضاء کی اہمیت کو بھی کم کر دیا گیا۔ صرف جراثیم کے زہر کو اہمیت دے دی گئی اور اگر اعضاء کا کہیں ذکر آیا تو اس شکل میں کہ جیسا اعضاء کی امیونٹی (قوت مدافعت) کم ہو جاتی ہے تو جراثیم حملہ کر کے جسم انسان میں زہر پیدا کر دیتے ہیں اور امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

مرکب اعضاء میں امراض

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلامی زمانہ طب سے فرنگی زمانہ طب تک امراض کو اعضاء میں خرابی تسلیم کیا گیا۔ جس کے لیے علم تشریح

الابدان (اناٹومی) علم منافع الاعضاء (فزیالوجی) وغیرہ کی تدوین ہوئی۔ مگر امراض کو مرکب اعضاء میں تسلیم کیا گیا۔ جیسے سر کے امراض' آنکھ وناک اور کان کے امراض' معدہ وامعاء اور مثانہ وجنسی امراض وغیرہ انہی مرکب اعضاء میں تسلیم کیے گئے اور انہی مرکب اعضاء کو سمجھ کر امراض کے تعلق کو واضح کیا گیا اور انہی مرکب اعضا کے افعال کو درست کرنے کی کوشش کی گئی ہیں اور اب تک دنیا میں یہی سلسلہ امراض اور ان کا علاج جاری ہے۔ اسلامی طب اور فرنگی طب کا یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر اعضاء کی خرابی کا سبب اخلاط ومزاج کی خرابی تسلیم کرتے ہیں اور ثانی الذکر اعضا کی خرابی کو جراثیم کے زہریلے اثرات مانتی ہے۔ بہرحال جہاں تک امراض کا تعلق ہے وہ ایک ہی صورت ہے یعنی مرکب اعضاء میں پائے جاتے ہیں۔

مفرد اعضاء میں امراض

ہماری تحقیقات ہیں کہ امراض مرکب اعضاء میں نہیں پائے جاتے بلکہ ہمیشہ امراض کی پیدائش مختلف اقسام کے امراض وعلامات میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ صداع (دردسر) ایک مرض ہے لیکن اس کی بھی ایک صورت نہیں ہوتی۔ درد کی نوعیت اور مقام کی خصوصیت کی وجہ سے اس کی بہت سی صورتیں بن جاتی ہیں کبھی سارے سر میں ہوتا ہے کبھی نصف سر میں کبھی آگے کی طرف زیادہ ہوتا ہے کبھی پیچھے کی طرف۔ اس سے چکر آتے ہیں کبھی بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ کبھی سر میں خون کا جوش ہوتا ہے کبھی چہرہ پر خون کا نام ونشان نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ہتھوڑا مار رہا ہے اور کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ کوئی آرا چلا رہا ہے۔ کبھی یہ احساس ہے کہ سر بھرا بھرا اور کبھی اس کے برعکس خالی معلوم ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسا لگتا ہے کہ کسی نے باندھ دیا ہے اور کبھی ایسا سن ہو جاتا ہے کہ جیسے وہ ساتھ ہی نہیں ہے۔ کبھی آرام، چین اور حرکت سے زیادہ ہوتا ہے کبھی آرام کرنے سے بڑھتا ہے اور حرکت سے سکون معلوم ہوتا ہے۔ کبھی نزلہ کی زیادتی سے بڑھ جاتا ہے اور کبھی نزلہ بند ہونے سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ غرض صداع کی یہ بہت سی صورتیں اور علامات جو سر میں پیدا ہوتی ہیں وہ سب اس لیے پیدا ہوتی ہیں کہ سر ایک مرکب عضو ہے۔ اس میں دماغ واعصاب کے علاوہ عضلاتی پردے اور مخاطی جھلیاں بھی ہیں اور درد کبھی دماغ واعصاب میں ہوتا ہے اور کبھی حجاب اور مخاطی جھلی میں ہوتا ہے۔ یہی صورت سر میں سوزش اور ورم وضعف کی ہے اور اسی طرح سر میں تکلیف کی وجہ سے مختلف صورتیں بخار کی بھی ہیں۔ چند مختلف امراض میں دردسر بھی انہی صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

سر کے علاوہ دل وجگر' آنکھ وکان اور ناک' منہ وسینہ' معدہ وامعاء اور مثانہ وجنسی اعضاء تمام مرکب اعضاء ہیں۔ ان سب میں امراض کی مختلف صورتیں اور علامات پیدا ہوتی ہیں۔ یہ سب حالتیں ان کے مفرد اعضاء کی وجہ سے ہیں۔ اس لیے علاج بھی مفرد اعضاء کا ہونا چاہیے۔ مرکب اعضاء کو مدنظر نہیں رکھنا چاہیے۔ اس طرح تشخیص آسان اور علاج سہل ہو جاتا ہے۔ قانون فطرت یہی ہے کہ امراض مفرد اعضاء میں پیدا ہوں اور ہر مفرد عضو کا تعلق کسی نہ کسی کیفیت اور مزاج کے ساتھ ہے۔ یعنی جب بھی کوئی عضو بگڑے گا اس کے مطابق مزاج بدل جائے گا۔

ہماری تجدید اور احیائے فن طب

ہم نے نظریہ مفرد اعضا کی تحقیق کے بعد احیائے فن اور تجدید طب کی یہ صورت قائم کی ہے کہ مفرد اعضاء کو اخلاط ومزاج کے ساتھ تطبیق دے دیا ہے۔ اس سے ایک طرف اخلاط ومزاج کی اہمیت سامنے آ گئی ہے اور طب یونانی میں زندگی پیدا ہو گئی ہے اور دوسری طرف اعضاء کے افعال کی علاج میں ضرورت سامنے آ گئی ہے اور اس طرح تجدید طب کا سلسلہ قائم کر دیا ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ پیدا ہو گئی ہے کہ دنیا کا جو طریق علاج اخلاط ومزاج اور اعضاء کے افعال کے ساتھ تطبیق نہیں کھائے گا وہ طریق علاج بالکل غلط ثابت ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی

طب کو غلط قرار دیتے ہیں کیونکہ اس کی جرمز تھیوری بالکل اخلاط ومزاج کے علاوہ مرسیالوجی کلی (بالانصاب) غلط ثابت ہوتی ہے۔جن اہل فن اور صاحب عقل کا دل چاہے ہم سے آ کر تسلی وتشفی کر سکتا ہے۔صرف فرنگی معالج نہیں بلکہ ہر طریق علاج کے حامل کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ وہ ہم سے اپنے فن کی حقیقت سمجھ لیں اور اس کے مطابق نظریہ مفرد اعضاء ذہن نشین کر لیں۔جس سے علاج میں کبھی غلطی سرزد نہ ہوگی۔

ہماری تحقیق اور ہمارا چیلنج

ہم اپنی تحقیق وتجدید کا جب چیلنج دیتے ہیں تو اس سے چونکانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے نظریہ اور فلسفہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جب ہم دنیا خصوصاً یورپ اور امریکہ اور روس وچین کو چیلنج کرتے ہیں تو ضرور اس میں کوئی اہمیت ہے۔ اب اہل علم' کاملین فن اور صاحب ان صحافت کا یہ فرض ہے کہ وہ ذرا ٹھنڈے دل سے ہمارے نظریہ اور فلسفہ کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس پر اصول وقوانین کے ساتھ تبصرہ کر کے حسن وقبح کو عام کے سامنے رکھیں۔اس میں اگر واقعی خرابیاں ہیں تو اس سے خود بھی مستفید ہوں اور عام لوگوں کو بھی فیض پہنچائیں اور اپنے ملک کا نام بلند کریں۔اور اگر اس میں خرابیاں ہوں تو اس کو دنیا کے سامنے لا کر ہمارے نظریہ اور فلسفہ کو ختم کر دیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ جو لوگ بھی ایمان داری سے ہمارے نظریہ اور فلسفہ پر غور کریں نہ صرف اس کو حق پائیں گے بلکہ اس کے ساتھ صحت وعلاج' علم وفن' ادب ولٹریچر' سیاست واقتصادیات بلکہ معاشرہ اور ملک میں ایک نئے باب اور نئے دور کا آغاز سامنے آ جائے گا اور دنیا میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ جائے گی اور امن لوٹ آئے گا۔

حاملین طب قدیم کے لیے مژدہ

آیورویدک اور طب یونانی کے حاملین کو خوش ہونا چاہیے کہ ہم دونوں طریق علاج کو بالکل صحیح سمجھتے ہیں اور انہیں کا احیاء اور تجدید کر رہے ہیں۔ان کے مقابلے میں فرنگی طب (یورپی طب) کو نہ صرف غلط قرار دیتے ہیں بلکہ فرنگی معالجین اور ماڈرن سائنس کو چیلنج کرتے ہیں' اگر کسی فرنگی ڈاکٹر کو جرأت ہے تو وہ اپنے طریق علاج کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ہم ہر وقت اس مقصد کے لیے تیار ہیں۔

فرنگی طب کو بھی یہ غلط فہمی نکال دینی چاہیے کہ ان کی بنیاد سائنس (تجربہ ومشاہدہ) پر ہے۔سائنس غلط بھی ہو سکتی ہے۔جس پر سائنس کی ایک سو سال کی زندگی گواہ ہے کہ کس بری طرح اس کے نظریات کی تغلیط ہوتی رہی ہے۔کیا اس سے فرنگی ڈاکٹر اور سائنس دان انکار کر سکتے ہیں۔اگر یہ حقیقت ہے تو پھر ہمارے نظریہ مفرد اعضاء کی خوبیوں کی طرف بھی آپ کو آنا پڑے گا۔اگر ذہن میں یہ خیال ہو کہ قابل دماغ یورپ میں ہی پیدا ہوتے ہیں تو اس میں دیگر تمام ممالک کی بے عزتی ہے اور جن ملکوں نے کوششیں کی ہیں وہ کامیاب ہیں۔امریکہ وروس اور چین وجاپان ان کی بہترین مثالیں ہیں۔

فرنگی ڈاکٹر اس امر کو بھی ذہن سے نکال دیں کہ ایک کمزور آواز کو کون سنتا ہے۔یہ ان کی حقائق سے بے خبری ہے۔کیونکہ قانون فطرت میں داخل ہے کہ ایک کمزور سے کمزور لہر جو تالاب میں کنکر مارنے سے پیدا ہوتی ہے ضرور دوسرے کنارے تک پہنچ جاتی ہے اور جب سورج نکلتا ہے تو اس کی روشنی صرف سامنے کے دریچوں ہی سے نہیں بلکہ مخالف سمت کے دریچوں سے بھی مکان کے اندر داخل ہونا شروع ہو جاتی ہے اور آخر میں اس امر کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ حق وسچائی اور انصاف وعدل اپنے اندر ایسی قوت رکھتے ہیں کہ جن کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔نظریہ مفرد اعضاء میں سچائی ہے حقیقت ہے۔جس کے نتیجہ میں وہ کامیاب ہے۔جس فن طب میں احیاء وتجدید اور نشوو ارتقاء ہو رہا

ہے۔عنقریب یہ سب کچھ دنیا پر چھا جائے گا۔دیر سویر ہر ایک کو اس نظریہ مفرد اعضاء کے تجزیہ کی صورت میں دنیا کا آخری نظریہ ثابت ہوگا۔ اس کے بعد انسانی جسم کا تجزیہ ممکن نہیں ہے۔ایٹم کی تحقیقات بھی اس نظریہ کو کبھی ختم نہیں کرتیں۔یہ دائمی حقیقت اور قانون فطرت ہے۔

طب قدیم کی کامیابی کا راز

حاملین طب قدیم کی کامیابی کا راز صرف اس میں ہے کہ وہ میری تحقیقات پر غور کریں۔میرے دعویٰ کو سمجھیں اور میرے کام کی حقیقت کو جانچیں۔اگر میرے قول وفعل اور نتیجہ میں ہم آہنگی ہے تو فوراً میرے گرد اکٹھے ہو جائیں۔میں ان شاءاللہ ایک دن میں ان کا سر بلند کر دوں گا اور اگر مجھ سے بہتر کام کہیں اور ہو رہا ہے تو مجھے دعوت دیں میں فوراً شریک ہونے کو تیار ہوں۔جو خدمت طب قدیم کی میں کر رہا ہوں جیسا کہ دنیا میں کہیں نہیں ہو رہی تو پھر کیا آپ سب کا فرض نہیں ہے کہ شام ہونے سے پہلے میرے گرد جمع ہو جائیں اور صبح ہونے سے پہلے میں تمام مقام فرنگی طب سے بلند کر دوں گا۔ان شاءاللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔قانون فطرت کا صالح ردعمل یہی ہے۔پھر غور کر لیں:

1. میری تحقیق' نظریہ مفرد اعضاء ہے۔جس سے اخلاط ومزاج اور اعضاء وجسم کا تطابق ہے۔
2. میرا دعویٰ ہے کہ میں احیا فن اور تجدید طب کر رہا ہوں۔
3. میرا کام فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کو چیلنج ہے۔

یہی میرے قول وفعل اور نتائج ہیں۔جن کی عملی شکل میری کتب وماہنامہ ''رجسٹریشن فرنٹ'' اور وہ اطباء ہیں جن کو میں نے اس نظریہ مفرد اعضاء کے تحت تیار کیا ہے اور روز بروز ان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ جس نے بھی نظریہ مفرد اعضاء کو سمجھ لیا وہ دنیا میں کوئی اور طریقہ علاج نہیں کر سکتا۔اگر ہماری اس سچائی پر یقین نہ ہو تو اس کو سمجھ کر دیکھ لیا جائے۔جس پر صرف نصف گھنٹہ صرف ہوتا ہے۔

روزانہ آلو کھانے سے دق وسل (ٹی بی) ہو جاتا ہے

امریکہ کے شعبہ اطلاعات نے ''آلو پاکستان کو اناج کی قلت سے نجات دلا سکتے ہیں'' کے زیر عنوان ایک فیچر شائع کیا ہے۔اس فیچر نما مضمون میں کہا گیا ہے کہ ''اگر پاکستان کا ہر فرد آلو کھانے کی موجودہ مقدار میں ڈیڑھ اونس کا اضافہ کر لے تو پاکستان غیر ملکوں سے ایک اونس اناج درآمد کرنے کی ضرورت سے بھی بے نیاز ہو سکتا ہے''۔امریکی شعبہ اطلاعات کے فیچر میں کہا گیا ہے کہ ''دعویٰ تعجب خیز ضرور ہے تاہم اس میں مبالغہ آمیزی کو چنداں دخل نہیں ہے۔کیونکہ ڈیڑھ اونس فی کس روزانہ آلو کی مقدار بڑھانے کے یہ معنی ہیں کہ آٹھ کروڑ کی آبادی دس لاکھ ٹن سالانہ آلو کھائے گی۔اس طرح دس لاکھ ٹن غلے کی سالانہ لاگت سے نجات مل جائے گی۔نتیجہ یہ ہوگا کہ موجودہ دور میں پاکستان گندم اور چاول کی کمی کے جس بحران سے دوچار ہے اس کا ازالہ ہو سکے گا''۔

امریکی فیچر کی اس عبارت میں پیش کردہ دوررس نتائج کے پیش نظر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں۔کیا پاکستان کے افراد کو اپنے نظام خوراک کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔کیا ہماری قوم آلو کی پیداوار میں اضافہ اور اس کی قیمتوں کو ایک عام آدمی کی قوت خرید کی سطح پر لا سکتی ہے۔امریکہ اور پاکستانی ماہرین نے ان سوالوں کا جواب اثبات میں دیا ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ اگرچہ اس راستے میں ثبوت کی رکاوٹیں ہیں۔تاہم وہ مطمئن ہیں۔(ہانگ مور)

نیشنل ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان کی اطلاع کے مطابق ہر سال دو لاکھ پاکستانی صرف تپ دق سے مرتے ہیں اور مزید دس لاکھ ساتھ ہی اس مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جناب مسٹر ذاکر حسین صاحب گورنر مشرقی پاکستان نے انسداد دق وسل ایسوسی ایشن کے سالانہ اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ حکومت سرکاری ہسپتالوں میں ایک مریض پر دق کے علاج کے لیے چار ہزار روپے سالانہ خرچ کر رہی ہے۔ دق وسل کی وجہ سے ہر سال ایک ارب ساٹھ کروڑ کے قومی سرمایہ کا نقصان ہوتا ہے۔

ان مریضوں اور اخراجات کے اعداد وشمار کو سامنے رکھیئے اور پھر امریکہ کے شعبہ اطلاعات کی معرفت ان کے ماہرین نے پاکستان کو اناج کی قلت سے جو نجات دلانے کی تجویز پیش کی ہے کہ ''ہر پاکستانی اپنی روزانہ خوراک میں آلوؤں کا اضافہ کرلے'' کچھ افسوس نہیں ہے کیونکہ غیر ملکی جس طرح بھی چاہیں الٹے سیدھے مشورے دیتے رہتے ہیں مگر ہم کو بے حد افسوس اور سخت حیرت ہوئی جب یہ معلوم ہوا کہ پاکستانی ماہرین نے بھی اس تجویز کو صحیح تسلیم کرلیا اور وہ اس تجویز اور اس کے زیر عمل لا سکنے پر مطمئن ہیں۔

انتہائی تعجب کا مقام ہے کہ تمام پاکستان میں کوئی شخص نہ حکومت کے افسران اور مشیران میں اور نہ حکومت سے باہر غذا یا ماہر نباتات یا ایسا ڈاکٹر جو ماہر جسم انسانی ہو یا دق وسل (ٹی بی) کا ماہر نہیں پایا جاتا جو حکومت کو آگاہ کرے کہ امریکہ کی مندرجہ بالا تجویز اقتصادی نظریہ سے شاید صحیح ہو سکے (اگرچہ وہ بھی محل نظر ہے) لیکن طبی اور قومی صورت کے نقطہ نظر سے انتہائی مضر اور لایعنی تجویز ہے کیونکہ روزانہ آلو کھانے سے تھوڑے ہی عرصہ میں دق وسل (ٹی بی) ہو جاتا ہے۔ امریکہ والوں کا اس سے مقصد کیا ہے۔ اپنے ملک کی سرخ گندم میں جو انتہائی خشک ہے جس میں زمینی اور ریاحی مادے ہمارے ملک کی گندم سے سو فیصدی زیادہ ہیں کھلا کر بے شمار پاکستانیوں کو ٹی بی کا شکار نہیں بنایا؟ اور اب روزانہ آلو کھلا کر تمام پاکستان کو ٹی بی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تاکہ امریکن دوائیں اور دیگر ضروریات زندگی پہلے کی نسبت پچاس گنا زیادہ بڑھ جائیں۔

جاننا چاہیے کہ آلو ایک ایسی نباتات ہے جس میں ارضی اور چونے کے اجزاء سوائے بینگن کے تمام سبزیوں سے بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ان کے صرف دو تین روز صبح اور شام کھانے سے پیٹ میں ریاح (بادی) کی کثرت، قبض کا مرض اور خشکی بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد خشکی کی شدت سے کھانسی اور ہلکی حرارت شروع ہو جاتی ہے۔ جس سے ان کی وائٹل فورس (قوت مصلح بدن) اور امیونٹی (قوت مقابلہ مرض) دونوں کمزور ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کے بعد دق سل (ٹی بی) کا حملہ ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے یعنی علاج پر بے شمار خرچ اور پھر رفتہ رفتہ مریض موت کی آغوش میں ہمیشہ کے لیے سو جاتا ہے۔

اگر ہمارے اس بیان میں مبالغہ ہو تو کوئی بھی شخص امریکن سرخ گندم کے ساتھ صرف ہفتہ عشرہ صبح وشام آلو کھا کر دیکھ لے۔ اگر بغیر گندم کے صرف آلو کھائے تو نتیجہ اور بھی جلد سامنے آ جائے گا۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ امریکن اور پاکستانی ماہرین کو بلا کر ان کے سامنے تجربات کرا کے اعداد وشمار حاصل کر سکتی ہے۔ بلکہ بہتر ہوگا کہ ان ماہرین ہی کو تجربات کے لیے تختہ مشق بنایا جائے۔ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ اگر ہمارے بیان میں مبالغہ ہو تو ہم ہرجانہ ادا کرنے کو تیار ہیں۔ بے شک ایسے تجربات ہمارے سامنے کرائے جائیں اور ان کا اخبارات میں اعلان بھی کرایا جائے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ دق وسل (ٹی بی) کے مریضوں کو آلو کھلانا سخت مضر ہے۔ ان کو کھلا کر تجربہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تجویز تو بالکل ایسی ہے جیسے ایک بار ایک جرمن سائنس دان نے اپنے دشمنوں کو تباہ کرنے کے لیے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ جس قوم کو تباہ کرنا ہو۔ کشش سے چاند کو

کھینچ کر اس ملک پر پھینک دیا جائے لیکن وہ چاند کے قریب تر آنے کے عواقب اور خوفناک نتائج سے واصف نہ تھا۔ اس کو جب عواقب اور نتائج سے آگاہ کیا گیا تو اس دماغ ٹھکانے آ گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ دنوں صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان نے ایک پریس کانفرنس میں پروفیسر عنایت اللہ خان کی ایک کتاب کا تذکرہ کیا جو اقتصادیات پر لکھی ہوئی ہے۔ جس میں یہی مشورہ دیا ہوا ہے کہ جن ممالک میں گندم کی کمی ہو تو آلو کھلا کر اقتصادی طور پر گندم کو بچایا جاسکتا ہے۔ سربراہ حکومت کا تذکرہ تھا۔ فوراً آگ کی طرح ملک اور بیرون ملک میں پھیل گیا۔ پھر اس کے بعد صدر پاکستان نے پروفیسر صاحب سے ملاقات بھی کی۔ اس کا اور بھی چرچا ہوا اور اکثر اہل علم کو کتاب دیکھنے کا بھی شوق پیدا ہوا۔ کتاب کیسی ہے۔ اس پر تو ماہر اقتصادیات ہی لکھیں گے لیکن جہاں تک آلو کو بطور غذا روزانہ استعمال کرنا ہے۔ اس کا مقصد پاکستانی قوم کو تباہ کرنے کے مترادف ہوگا۔ ہم کبھی اس تجویز پر عمل کرنے کا مشورہ نہیں دیں گے۔

جہاں تک اقتصادی زاویہ نگاہ سے ملک میں غذا کے مسئلہ کا حل ہے اس کے لیے اور بھی کئی بہترین تجاویز پیش کی جاسکتی ہیں اور اگر حکومت چاہے تو بے ضرر متبادل غذائیں بھی تجویز کی جاسکتی ہیں۔ جو نہ صرف مفید ہوسکتی ہیں بلکہ سستی اور مقوی بھی ہوسکتی ہیں۔ لیکن نفسیاتی طور پر انسانی فطرت یہ ہے کہ افسر لوگ انہی کی باتیں سنتے ہیں جو ان کے اردگرد پھریں اور ان کی خوشامد کریں۔ صحیح علم اور حقیقت کی طرف دیکھنے کی کسی اور توفیق فرصت نہیں ہوتی۔ لیکن یہ امر بھی حقیقت سے خالی نہیں ہے کہ اہل علم اور ماہرین فن کبھی کسی کی نہ خوشامد کرتے ہیں اور نہ ان کو کوئی لالچ ہوتا ہے۔ البتہ ایک دنیا ان کے علم وفن سے ضرور مستفید ہوتی رہتی ہے۔

خوراک اور تپ دق

(از عبدالحمید لون ہیلتھ ایجوکیشن آفیسر نیشنل ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان، لاہور)

حسب وعدہ پچھلے شمارہ کے ''خوراک اور صحت'' کے زیر عنوان خوراک اور اس کے صحیح استعمال سے متعلق کچھ مزید عرض کرنا تھا لیکن حکیم صابر صاحب نے اپنا مضمون ''روزانہ آلو کھانے سے دق اور سل ہو جاتا ہے'' شائع کر کے مجھے میرا وعدہ ایفا نہیں کرنے دیا۔ کیونکہ مجھے مقصود یہی ہے کہ قارئین حضرات کو خوراک کے متعلق صحیح اور مفید معلومات بہم پہنچائی جائیں اور غلط اور بے بنیاد اطلاعات اور ہدایات کی تردید کی جائے کیونکہ اس معلومات سے قومی صحت کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

آلو اور تپ دق سے متعلق مزید روشنی ڈال کر میں حکیم صاحب کے خیالات اور جذبات کو کچلنا یا ٹھیس پہنچانا نہیں چاہتا اور نہ ہی حکیم صاحب سے مجھے کوئی ذاتی عناد ہے۔ جس بنا پر میں ان کے مضمون کی تردید کر رہا ہوں۔ لیکن حقیقت کو عریاں کرنا۔ مصداق سے کام لینا اور صاف گوئی ہر بنی نوع انسان کا فرض ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ کوئی انفرادی اختلاف کی وجہ سے اندھا دھند جذباتی رو میں بہہ کر اور دوسروں کو بھی غلط فہمی کا شکار بنا کر ایک نفسیاتی الجھن سے دوچار کر دیتا ہے۔

مزید برآں تپ دق کے متعلق صحیح اور عام فہم معلومات عوام الناس کے گوش گزار کرنا اس مرض کے اسباب، خاطر خواہ علاج اور احتیاطی تدابیر عوام تک پہنچانا میرا پیشہ ہے۔ میں اس موذی مرض سے اپنے عوام کو نجات دلانے کے لیے ہیلتھ ایجوکیشن ڈویژن نیشنل ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان کا انچارج ہوں۔ جس کا مقصد لوگوں میں اس مرض کا پرچار کرنا ہے تاکہ لوگ اس بیماری کو سمجھ سکیں اور اس کی روک تھام میں اپنی مدد آپ کرسکیں۔ اس بیماری کے متعلق جو غلط نظریات دلوں میں سمائے ہوئے ہیں کہ یہ موروثی ہوتی ہے یعنی باپ سے بیٹے کو لگ جاتی ہے۔ اس کا علاج نہیں ہوسکتا وغیرہ۔ ان کو دور کرنا ہے اور اس سلسلہ میں صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا ہے۔

اس مقصد کے پیشِ نظر میرا میل جول تپ دق کے ماہرین سے عام ہے۔ ہسپتال کی ٹی بی وارڈز میں جانا' مریضوں سے گفتگو کے دوران میں ان کی انفرادی تکالیف اور ضروریات کو سمجھنا اور بیماری کی روک تھام اور علاج میں سہولت کے متعلق ہدایات کرنا میرا معمول ہے۔ علاوہ ازیں اس سلسلہ میں بیرونی ممالک سے ہماری خط و کتابت اور لین دین ہوتی رہتی ہے۔ اس موذی مرض سے نجات حاصل کرنے کے لیے جونئی ادویات اور تجربات غیر ممالک میں ہو رہے ہیں ان کی اپ ٹو ڈیٹ اطلاع ہم تک پہنچتی رہتی ہے۔ اس لیے ہم بہتر بتا سکتے ہیں کہ آلو کھانے سے تپ دق ہونے کا کہاں تک امکان ہے۔

اس سے پہلے کہ میں اپنی طرف سے کچھ عرض کروں میں حکیم صاحب کے فرمودہ غلط اور بے بنیاد خیالات کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں۔ تا کہ جو اصحاب غلط فہمی میں مبتلا ہو چکے ہیں وہ اس کا ازالہ کر کے اپنے شک و شبہ کو دور کر لیں۔

اپنے عنوان کی سچائی میں وہ سب سے پہلے ''بانگ حرم'' کا حوالہ دیتے ہیں اگر اس تحریر پر نظرِ ثانی کریں تو معلوم ہوگا کہ ''بانگ حرم'' نے کہیں بھی آلو کا صحت انسانی اور خصوصاً دق کے متعلق نہیں لکھا: یہ لکھتا ہے کہ:

''آلو کی پیداوار میں اضافہ اور اس کی قیمت کو عام آدمی کی قوت خرید کی سطح پر لایا جا سکتا ہے''۔ اس کا مطلب اقتصادیات یا معاشیات سے ہے۔ نہ کہ جسمانی صحت سے یا طب سے۔

پھر لکھتے ہیں کہ:

''امریکہ کی تجویز طبی اور قومی صحت کے نقطۂ نظر سے انتہائی لغو ہے۔ کیونکہ روزانہ آلو کھانے سے تھوڑے ہی عرصہ میں دق اور سل ہو جاتا ہے۔ امریکہ والوں کا اس تجویز سے مقصد کیا ہے؟ اپنے ملک کی سرخ گندم جو انتہائی خشک ہے۔ جس کے عرضی اور ریاحی مادے ہمارے ملک کی گندم سے سو فیصدی زیادہ ہیں کھلا کر بے شمار پاکستانیوں کو ٹی بی کا شکار نہیں بنایا اور اب روزانہ آلو کھلا کر تمام پاکستان کو ٹی بی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تا کہ امریکن دوائیں اور دیگر ضروریات زندگی پہلے کی نسبت دوگنا زیادہ بڑھ جائیں''۔

مذکورہ بالا عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ حکیم صاحب کو امریکہ والوں سے کوئی ذاتی شکایت ہے۔ اس لیے تو کبھی ان کی گندم اور کبھی ان کی دواؤں کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مطلع رہے کہ لاہور کے انسٹی ٹیوٹ آف ہائی جین اینڈ پریونٹو میڈیسن میں پچھلے کئی سال سے امریکن گندم پر تجربات ہو رہے ہیں۔ جن کا نتیجہ وہ اس طرح لکھتے ہیں کہ پروٹین امریکن گندم میں پاکستانی سے ۲% سے ۳% زیادہ ہوتے ہیں۔

امریکن گندم میں کوئی بھی ایسی چیز فالتو نہیں یا زیادہ نہیں جو ہماری طبع کے خلاف ہو۔

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ والے ہمارے ملک میں دوائیں فروخت کر کے پیسہ بٹورتے ہیں۔ اور ہماری ضروریات زندگی کو بڑھاتے ہیں۔ یہ بات مہمل سی معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال مجھے سیاسیات میں نہیں جانا۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ امریکہ والے نہ صرف پاکستان میں بلکہ دنیا کے سب غیر ترقیاتی ممالک کی ہر سال کروڑوں ڈالر سے امداد کرتے ہیں تا کہ یہ ممالک اپنے آپ کو اقتصادی لحاظ سے مضبوط بنا سکیں۔ جس پر ان کی بقا کا انحصار ہے۔ اگر غور کیا جائے تو عنوان ''آلو کھانے سے تپ دق کا ہو جانا نہ کہ سیاسیات'' اقتصادیات یا معاشیات۔

اپنے عنوان کا سب سے بڑا طبی ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آلو میں چونا یعنی کیلشیم سب نباتات سے زیادہ ہوتا ہے۔ ان کے صرف دو تین روز صبح و شام کھانے سے قبض اور خشکی بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ جس سے آہستہ آہستہ تپ دق ہو جاتا ہے''۔

میں یہ نہیں کہتا کہ آلو میں چونا یا کیلشیم نہیں ہوتا۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ کیلشیم کا کام جسم میں ہڈیوں کو مضبوط کرنا ہے اور رکٹس کی بیماری کو روکنا ہے نہ کہ تپ دق پیدا کرنا اور یہ قبض بھی نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ زود ہضم غذا ہے۔ اس کے متعلق مزید معلومات آپ کسی بھی حکیم یا ڈاکٹر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کوئی بھی نہیں کہے گا کہ آلو اور تپ دق کا کہیں دور کا بھی واسطہ ہو۔ یاد رہے کہ آلو کا کیلشیم جسے حکیم صاحب تپ دق کی جڑ بتاتے ہیں۔ آلو میں نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

پھر حکیم صاحب روزانہ آلو کھانے پر زیادہ زور دیتے ہیں یعنی صبح دوپہر اور شام متواتر آلو ہی کھانا' یہ بات مجھے بڑی لغو اور بیہودہ سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی ذی روح ایسا نہیں جس کی غذا میں صرف ایک ہی چیز شامل ہو۔ امریکہ والوں نے یا اپنے ماہرین متعلقہ نے یہ بالکل نہیں کہا کہ صرف آلو ہی کھایا جائے کیونکہ کوئی چیز بھی مکمل غذا نہیں۔ جس سے کہ غذا کے ضروری اجزاء مثلاً پروٹین' چکنائی' کاربوہائیڈریٹ' سالٹ اور حیاتین سب بیک وقت حاصل ہوگی۔ صرف دودھ کو کہا جا سکتا ہے کہ چھوٹے بچوں کے لیے یہ ایک مکمل غذا ہے۔ آلو تو ہماری خوراک کا صرف معاون جز ہے۔

انسانی جسم کو پرورش پانے' پھلنے پھولنے اور قائم رہنے کے لیے خوراک کے سب ضروری اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں سے اگر ایک حصہ متواتر نہ ملے تو اس کی کمی کی وجہ سے جسم انسانی کو کوئی نہ کوئی بیماری لگ جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہمیں خوراک متوازن اور موزوں ملنی چاہیے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ خوراک کے ضروری اجزاء بیک وقت ایک چیز میں مکمل اور مناسب نہیں مل سکتے۔ اس لیے ہماری روزانہ خوراک میں مختلف چیزیں شامل ہونا ضروری ہیں۔ یعنی گوشت' سبزی ترکاری' گھی' دودھ' انواع واقسام کے پھل اور میوہ جات وغیرہ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر روز اور ہر کھانے کے ساتھ یہ سب ہی کھائے جائیں۔ بلکہ کبھی کوئی اور کبھی کوئی۔ جیسے بھی موقع ملتا جائے۔ لیکن یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کبھی بھی نہ کھایا جائے اور اپنی خوراک صرف دال روٹی ہی رکھی جائے۔ سبزیاں اگر اچھی طرح صاف کر کے کچی کھائی جائیں تو بہت ہی مفید ہوتی ہیں۔ ان میں گاجر' مولی' شلغم' ٹماٹر' بھنڈی توری اور اس قسم کی دوسری سبزیاں ہمیں آسانی سے دستیاب ہیں۔

آیئے ہم حقیقت کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے بنظر غائر موذی مرض تپ دق کے لگ جانے کی وجوہات کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ اس کا آلو کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

تپ دق ایک متعدی بیماری ہے جو ایک جراثیم سے لگتی ہے۔ جسے انگریزی میں ٹیوبرکلی بےسلس (TUBRCLE BACILLUS) کہتے ہیں۔ یہ جراثیم جہاں بھی انسانیت کا وجود موجود ہے پائے جاتے ہیں اور ہر وقت حملہ کرتے رہتے ہیں۔ جو بھی موزوں جگہ ملے وہاں ہی ڈیرہ ڈال لیتے ہیں۔ یعنی کمزور جسم جس میں جراثیم کے خلاف قوت مدافعت زیادہ نہیں ہوتی۔ وہ جسم' جس میں قوت مدافعت زیادہ ہوتی ہے وہ اس کا مقابلہ کرتا ہے اور بیماری پر قابو پا لیتا ہے۔ پس کسی جسم میں جتنی زیادہ قوت مدافعت زیادہ ہوگی اتنا ہی جسم بیماری لگنے سے محفوظ ہوگا۔

قوت مدافعت کا انحصار ہماری جسمانی حالت پر ہے اور جسمانی حالت کا مضبوط اور کمزور ہونا خوراک اور اس کی غذائیت پر ہوتا ہے۔ اگر ہماری خوراک موزوں اور متوازن ہوگی تو لازمی طور پر قوت مدافعت تیز ہوگی اور ہم بیماری سے محفوظ رہیں گے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا آلو میں تپ دق کے جراثیم موجود ہیں جو بیماری پیدا کرتے ہیں یا آلو میں ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جو قوت مدافعت کو کم کرتی ہیں۔ اگر آلو میں جراثیم بھی موجود ہوں اور قوت مدافعت کو کم کرنے والی چیزیں بھی ہوں تو بیماری کا ہو جانا لازمی ہے۔

موجودہ قوانین طب اور میڈیکل سائنس کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ آلو کیا کسی بھی سبزی وغیرہ میں دق کے جراثیم نہیں ہوتے۔ اگر یہ آلو وغیرہ میں رہیں تو انسانی جسم میں داخل ہوتے ہی مرجائیں کیونکہ انسانی جسم کی ساخت یعنی اس کی حرارت خون اور دیگر مواد جسمانی آلو کی ساخت سے بالکل مختلف ہیں اور کوئی بھی ذی حیات متضاد جگہ میں نہیں رہ سکتا۔

آلو ہمارے ملک کی موجودہ غذاؤں کا ایک ضروری معاون جزو ہے۔ سستا اور آسانی سے دستیاب ہونے کے علاوہ ہمارے جسم کی حرارت غریزی کے قائم رہنے میں بہت مدد دیتا ہے۔ وٹامن ''سی'' جو کہ جسم میں قوت مدافعت پیدا کرتا ہے۔ ماخورہ لگنے نہیں دیتا کہ علاوہ اس میں پروٹین، وٹامن ''بی'' آئرن اور کیلشیم ہوتے ہیں جو کہ خصوصاً اہل پاکستان کی غذائیت کے لیے بہت ہی مفید ہیں اور جسمانی ضروریات کے لیے نہایت ہی ضروری ہیں کیونکہ ان سے معدہ بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔ خون درست رہتا ہے اور ہڈیاں کمزور نہیں ہونے پاتیں اور خاص کر یہ چھوٹے بچوں اور دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔

پس ظاہر ہوا کہ آلو میں نہ تو تپ دق پھیلانے والے جراثیم موجود ہیں اور نہ ہی قوت مدافعت کم کرنے والی چیزیں ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آلو کسی بھی حالت میں تپ دق نہیں پھیلا سکتے۔

آخر میں ہیلتھ ایجوکیٹر ہونے کی حیثیت سے میں حکیم انقلاب جناب ڈاکٹر صاحب سے پرزور احتجاج کروں گا کہ وہ اپنی غلط بیانی سے باز رہیں اور آئندہ کبھی بھی ایسی نازیبا حرکت نہ کریں اور اپنے بھولے بھائیوں کو غلط راستے پر نہ ڈالیں۔ ان کی تحریر کا یہ اثر ہوا کہ ہمارے کئی بھائیوں نے آلو کھانے ہی چھوڑ دیئے جو کہ ہماری روزانہ غذا کا ایک اہم جز ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں ایسا غلط نظریہ قائم کرنا کسی بے گناہ کو بے دردی سے قتل کرنے کے مترادف ہے اور ایسے گناہ کبیرہ کو خدا کبھی بھی معاف نہیں کرے گا۔

میں یہ بھی کہوں گا کہ وہ انفرادی اور جذباتی ہونے کی وجہ سے ایسی فحش اور غلط بیانی سے کام لے کر اپنے آبائی پیشہ حکمت کے وارثوں کے نیک نام اور درخشاں چہرے کو ایک نہ ڈھلنے والا سیاہ دھبہ ہرگز نہ لگائیں۔ جن کا سکہ سب خیریت ہے پر جما ہوا تھا۔ اور آج بھی لقمان اور ارسطو کے نام ان کی زبان پر ہیں اور وہ ان نیک ناموں کی عزت کرتے ہیں۔ میں خود بھی فرنگی طب کی نسبت اپنی طب یونانی کا زیادہ قائل ہوں۔ لیکن بے بنیاد اور غیر تجربہ شدہ جذباتی اور خودساختہ لغویات کو ضرور رد کرتا ہوں۔ (باقی آئندہ)

❶ ماہنامہ ''خوراک'' لاہور کے شمارہ دسمبر ۱۹۵۹ء میں ایک مضمون ''خوراک اور تپ دق'' از جناب عبدالحمید لون ہیلتھ ایجوکیشن آفیسر نیشنل ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان لاہور، نظر سے گزرا جو میرے مضمون ''روزانہ آلو کھانے سے دق و سل ہو جاتا ہے'' کے خلاف لکھا ہوا ہے۔

کسی مضمون پر تنقید کرنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ مختلف معلومات اور مختلف تعلیم یا ذہن کے زیر اثر اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے لیکن تنقید یا تردید کرنے کے بھی کچھ اصول و قوانین ہیں اور کچھ انداز ہیں۔ افسوس ہے کہ جناب لون صاحب نے ان تمام اصولوں کا ذرا خیال نہیں رکھا اور نہایت بھونڈے اور تحقیر آمیز لہجے میں اس کی تردید کی ہے۔ جو ایک صاحب علم اور ذمہ دار آدمی کے لیے زیبا نہیں۔

جناب عبدالحمید صاحب نے اپنا تعارف یوں کرایا ہے کہ ''میں اس موذی مرض (ٹی بی) سے اپنے عوام کو نجات دلانے کے لیے ہیلتھ ایجوکیشن ڈویژن ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان کا انچارج ہوں اور اپنے پیشے کے متعلق کہتے ہیں کہ ''تپ دق'' کے متعلق صحیح اور عام فہم معلومات عوام الناس کے گوش گزار کرنا ہی موذی مرض کا تعارف، پھیلنے کے اسباب، خاطر خواہ علاج اور احتیاطی تدابیر عوام تک پہنچانا میرا پیشہ ہے''۔ ساتھ ہی لمبے چوڑے مقاصد بھی بیان کیے ہیں۔ جو وہ ٹی بی کے متعلق انجام دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ ایک ایسا ذمہ دار شخص جو ایک بلند تعلیمی محکمہ سے منسلک ہے اور ایک اعلیٰ فن سے تعلق رکھتا ہے اور ساتھ ہی

پورے ڈویژن کا انچارج ہے تنقید کرتے وقت اپنی پوزیشن کو بالکل ہی بھول جاتا ہے۔ حیرت ہے کہ ایسے آدمی کو ایسے منصب پر فائز کیسے کیا گیا ہے' جسے بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ نہ معلوم جناب ان مریضوں سے کیسے باتیں کرتے ہوں گے جو بہت کم کسی کی بات برداشت کر سکتے ہیں۔ یقین نہ آئے تو مضمون منگوا کر پڑھ لیا جائے۔ عوام کی معلومات کے لیے چند جملے درج ذیل ہیں:

''اندھا دھند جذباتی رو میں بہہ کر.......... میں حکیم صاحب کے فرمودہ اور غلیظ اور بے بنیاد خیالات کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اپنی غلط بیانی سے باز رہیں اور آئندہ کبھی بھی ایسی نازیبا حرکت نہ کریں۔ وہ انفرادی اختلافات اور جذباتی ہونے کی وجہ سے ایسی فحش اور غلط بیانی سے کام لے کر اپنے آبائی پیشہ حکمت کے نامور اور درخشاں چہرے کو نہ دُھلنے والا سیاہ دھبہ نہ لگائیں...... بے بنیاد اور غیر تجربہ شدہ جذباتی اور خود ساختہ لغویات وغیرہ وغیرہ''۔

اس کے ساتھ ساتھ جناب لون صاحب کا یہ بھی قول ہے کہ ''میں حکیم صاحب کے خیالات اور جذبات کو کچلنا یا ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا اور نہ ہی حکیم صاحب سے مجھے ذاتی عناد ہے''۔ اگر خدانخواستہ یہ صورت ہوتی تو نہ معلوم جناب لون صاحب کیا زبان استعمال فرماتے اور کیا سلوک فرماتے۔ خیر اس بیان سے میرا مقصد ان کا صحیح تعارف کرانا ہے کہ جناب لون صاحب کتنی اخلاقی سطح پر ہیں۔ اب اس کے دوسرے پہلو کی طرف آتا ہوں جو علمی ہے اور جن سے قارئین کو ان کی فنی اور علمی قابلیت کا اندازہ ہوگا کہ وہ تپ دق وسل کیا ان کے مبادیات تا سیہ سے بے خبر ہیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ لون صاحب نہ حکیم ہیں نہ ڈاکٹر اور نہ ہی سائنس کے کسی شعبہ سے مستند ہیں کیونکہ ان کے نام سے پہلے یا آخر میں کوئی ایسی علامت نہیں اور نہ ڈگری تحریر ہے۔ جس سے ثابت ہو کہ وہ کسی شعبہء خاص مثلاً علم نباتات' علم کیمیا' علم زندگی' علم ماہیت امراض' علم منافع الامراض' علم خواص الاشیاء میں فاضل ہیں۔ پھر ان کو کیا حق حاصل ہے کہ ان علوم پر بحث کریں۔ وہ محض ایک عددی شخص ہیں۔ علم وفن میں ان کا کوئی مقام نہیں اور اگر وہ ان علوم میں کچھ دسترس رکھتے بھی ہیں تو اب ہمارا فرض ہے کہ ان کو جواب الجواب دیں تا کہ قارئین اندازہ لگا سکیں کہ وہ ان علوم میں کہاں تک عوام کی رہنمائی کر سکتے ہیں اور ان کی زندگی کے لیے مفید ہو سکتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ہر علم وفن کا کوئی معیار ہونا چاہیے۔ ذاتی خیالات یا دعویٰ کوئی چیز نہیں۔ کسی بات کو صرف اسی وقت تسلیم کیا جا سکتا ہے جب اس کے ساتھ کوئی دلیل یا سائنسی تجربہ ثبوت میں پیش کیا جا سکے۔ ہم اس مقصد کے لیے عقل اور فطرت کو بطور دلیل اور سائنسی تجربہ پیش کرتے ہیں اور جناب لون صاحب اور ان کے دوسرے لوگوں کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ وہ بھی کسی قانون کے تحت جواب دیں۔

اقتصادی اور معاشی پہلو

گو ہم نے اپنے مضمون میں روزنامہ ''بانگ حرم'' کے مضمون کا اس پہلو سے کہیں ذکر نہیں کیا کہ اس نے بھی آلو کا صحت انسانی سے خصوصاً دق سے کوئی تعلق ہے' کے متعلق لکھا ہے مگر ان صاحب نے محض غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے اس کا ذکر دیا ہے مگر روزنامہ ''بانگ حرم'' کا فقط ادبی اور معاشی تبصرہ اپنے اندر حقیقت رکھتا ہے کہ آلو کی قیمت موسم میں آٹھ آنے سیر اور بعد میں روپیہ' ڈیڑھ روپیہ سیر ہوتی ہے۔ اس کی یہ حالت اس وقت ہے۔ جبکہ پاکستانی عوام محض اس کو بطور سالن استعمال کرتے ہیں۔ بطور غذا استعمال کرنے کی صورت میں گھر جس کے آٹھ دس افراد ہوں کو دو تین سیر آلو خریدنا پڑیں گے اور اس طرح تقریباً ۱۰۰ روپیہ ماہانا خرچ بڑھ جائے گا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ آلو کی پیداوار میں

اضافہ کر کے اس کی قیمت کو عام آدمی کی قوت خرید کی سطح پر لایا جائے۔ آلو کے بیج خریدنے پر امریکہ میں کروڑوں روپیہ پہنچ جائے گا اور پھر امریکن آلو اور بھی گراں ہوگا۔ ملکی فصل کو نقصان پہنچے گا۔

آلو گیہوں سے ہمیشہ گراں اور طاقت میں کم ہے، ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ امریکن گندم کی طرح امریکن آلوؤں میں بھی کوئی بیماری ہو، یعنی اس میں گندھک اور روغنی اجزاء بہت کم اور کیلشیم اور زیادہ پائی جاتی ہے جو ہمارے گرم خشک ملک کے لیے نقصان دہ ہے۔ جب سے ہمارے ملک میں امریکن گندم آئی ہے ٹی بی کا مرض بڑھ گیا ہے۔ میں لون صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ثابت کریں کہ امریکن سرخ گندم اور پاکستانی گندم میں کوئی فرق نہیں اور دونوں اپنے افعال واثرات میں بالکل یکساں ہیں۔ یادرکھو آلو کی پیداوار میں اضافہ پاکستان کے لیے ضرر رساں ہے۔ اس سے ایک طرف زمین ضائع ہوگی دوسری طرف ٹی بی بڑھے گی اور پھر اس کی قوت خرید پر قابو نہیں پایا جاسکے گا۔

امریکہ والوں سے ذاتی شکایت

لون صاحب لکھتے ہیں کہ حکیم صاحب کو امریکہ والوں سے کوئی ذاتی شکایت ہے جو کبھی ان کی گندم اور کبھی دواؤں کا ذکر کیا ہے۔ جناب لون صاحب مجھے امریکہ سے کیا شکایت ہوسکتی ہے۔ میں نے ان سے کبھی امداد نہیں مانگی۔ سیر کی خواہش نہیں کی۔ کوئی وظیفہ طلب نہیں کیا ان کے سفارت خانے پر جاکر بھیک نہیں مانگی جو انکار پر ان کے خلاف لکھ دیا ہو۔ میں تو ایک سچا پاکستانی ہوں اور یہ میری حب الوطنی کا تقاضہ ہے کہ ہر اس چیز کا مقابلہ کروں جو میرے پیارے ملک کو نقصان پہنچانے والی ہو۔ زبان سے، قلم سے اور ان شاء اللہ تا زندگی یہ خدمت کرتا رہوں گا۔

پاکستانی اور امریکن گندم

جناب لون صاحب لکھتے ہیں کہ ''لاہور کے انسٹیٹیوٹ آف ہائی جین میں کئی سال سے امریکن گندم پر تجربات ہو رہے ہیں جن کا نتیجہ وہ اس طرح لکھتے ہیں کہ پروٹین امریکن گندم میں پاکستانی گندم سے ۲% سے ۳% زیادہ ہوتی ہے۔ امریکن گندم میں ایسی کوئی بھی چیز فالتو نہیں یا زیادہ نہیں جو ہماری طبع کے خلاف ہو''۔

میں اس پر یہ تو نہیں کہتا کہ ''کم علم را عقل نباشد'' مگر جناب لون صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اس تحقیق کا (امریکن گندم میں پاکستانی گندم) سے ۲% سے ۳% تک پروٹین زیادہ ہے، ہمارے بیان سے کہ اپنے ملک امریکہ کی سرخ گندم جو انتہائی خشک ہے۔ جس کے ارضی اور ریاحی مادے ہمارے ملک کی گندم سے ۱۰۰% زیادہ ہیں۔ کھلا کر بے شمار پاکستانیوں کو ٹی بی کا شکار نہیں بنایا۔ موازنہ کریں اور بتائیں کہ ان میں کیا فرق ہے۔

مزید وضاحت کے لیے ذرا پروٹین پر غور کریں۔ آپ کی معلومات کے لیے لکھے دیتے ہیں کہ پروٹین کے معنی ہیں اجزائے لحمیہ یعنی ایسے اجزاء جن میں گوشت کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ جن کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان میں تیزابیت اور ریاحی مادوں کی کثرت ہے۔ جو جوش خون کو زیادہ کرتے ہیں۔ ایک ہائی بلڈ پریشر کا مریض اچھی طرح جانتا ہے کہ پروٹین اس کے لیے زہر قاتل سے کم نہیں ہے۔ ٹی بی کے مریضوں میں ہائی بلڈ پریشر زیادہ ہوتا ہے اور پروٹین کی تیزابیت پھیپھڑوں میں زخم ڈال دیتی ہے اور یہ سب چیزیں اسی سرخ گندم میں پائی جاتی ہیں۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے۔

حکومت کو امریکن گندم پر اس قدر تجربات کرانے کی کیا ضرورت تھی۔صرف دونوں کے رنگوں پر ہی غور کر لیا ہوتا اور کسی (Colour Sepecialist) سے ہی پوچھ لیا ہوتا۔ہم جناب لون صاحب کی معلومات کے لیے عرض کیے دیتے ہیں کہ پاکستانی گندم کا رنگ زرد ہے جس میں گندھک (سلفر) کی زیادتی ہے اور امریکی گندم کا رنگ سرخ ہے جس میں فیرم کی زیادتی ہے۔اوّل الذکر خود ہاضم اور دافع ریاح ہے اور ثانی الذکر مولد ریاح اور خرابیٔ ہضم ہے۔اگر میری اس تحقیق میں غلطی ہو تو میں آپ کو اور امریکہ کے تمام سائنس دانوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ میری اس تحقیق کو غلط ثابت کرنے والے کو پانچ صد روپیہ انعام دوں گا ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امریکن گندم ہمارے ملک میں ٹی بی کا باعث ہوئی ہے۔میں جناب لون صاحب کی اطلاع کے لیے عرض کیے دیتا ہوں اور تحدیث نعمت کے طور پر کہ غذا یا خواص الاشیاء کے متعلق پاکستان ہندوستان میں میرے جیسا علم رکھنے والا شاید کوئی نہ ہو۔آپ کو اس بارہ میں میرے علم کا صحیح اندازہ نہیں۔ایک طرف تو آپ مان رہے ہیں کہ امریکن گندم میں پروٹین (اجزائے لحمیہ یعنی تیزابیت بہت اور ریاحی مادے) زیادہ ہیں دوسری طرف یہ بھی دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی چیز فالتو یا زیادہ نہیں ہے۔اس سے آگے پھر ذرا اس امر پر بھی روشنی ڈالیں کہ ان (پاکستانی اور امریکن گندم) کے رنگوں میں فرق کیوں ہے اور پھر افعال واثرات میں کیا تفاوت ہے۔

امریکہ اور ضروریاتِ زندگی

جناب لون صاحب نے اس بات کو کہ ''امریکہ والے ہمارے ملک میں دوائیں فروخت کر کے پیسے بٹورتے اور ہماری ضرورت کو بڑھاتے ہیں'' کو سہل قرار دیا ہے۔جناب لون صاحب اگر علم اقتصادیات سے ذرا بھی واقف ہوتے تو ایسی بات نہ کہتے جس کا پہلا قانون یہ ہے کہ: ضرورت تقسیم اور پیدائش۔

یعنی جب تک ضرورت پیدا نہ کی جائے مال کی کھپت کیسے ہو سکتی ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ یہاں پہلے امریکی ماہرین آ کر ضروریات پیدا کرتے اور پھر مہیا کرتے ہیں۔دواؤں کا معاملہ کوئی معمولی معاملہ نہیں ہے۔ہر سال اسی سلسلہ میں کروڑوں روپیہ امریکہ جا رہا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ سب دوائیں غیر یقینی ہیں۔جب ان کے اپنے ملک میں فائدہ نہیں کرتیں تو یہاں کیا فائدہ دیں گی۔اس سلسلہ میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔آج تک ہمارے ملک میں یہ ضرورت پیدا کر دی گئی ہے کہ یہاں کی آبادی کثرت سے بڑھ رہی ہے اور اس کے لیے غذا اور کنٹرول کی ضرورت ہے۔غذا کے لیے امریکہ نے آلو استعمال کرنے پر زور دیا ہے تاکہ امریکن آلو یہاں استعمال کرایا جائے اور کثرت پیدائش کے لیے برتھ کنٹرول پر زور دیا جا رہا ہے۔جس کے لیے امریکن دوائیں اور جنسی آلات آئیں گے اور ملک کا کروڑوں روپیہ خرچ ہوگا۔امریکہ ایک تجارتی ذہن کا ملک ہے۔وہ اگر ایک طرف ایک ارب روپیہ مالی امداد کے طور پر دیتا ہے تو دوسری طرف مختلف طریقوں سے ڈیڑھ ارب روپیہ کی دولت کما لیتا ہے۔لون صاحب لکھتے ہیں: ''بہر حال مجھے سیاسیات میں نہیں جانا'' جناب لون صاحب آپ یہاں پر بھی غلطی کر رہے ہیں۔کوئی محبّ وطن، وطن کی دولت کو برباد ہوتے ہوئے دیکھ سکتا۔کمیونسٹ قسم کے افراد دوسرے محبّ وطن افراد سے زیادہ ملک و قوم کے لیے محبت نہیں رکھتے۔مارشل لاء حکومت کے وزراء اور امراء کا کیریکٹر آپ کے سامنے ہے۔

امریکہ اور غیر ترقیاتی ممالک کی امداد!

جناب لون صاحب امریکہ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ ''لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ امریکہ والے نہ صرف پاکستان ہی بلکہ دنیا کے

سب غیر ترقیاتی ممالک کی ہر سال کروڑوں ڈالر سے امداد کرتے ہیں۔ تاکہ یہ ممالک اپنے آپ کو اقتصادی لحاظ سے مضبوط بنا سکیں۔ جس پر کہ قومی صحت کا انحصار ہے"۔ اس کے متعلق کیا عرض کیا جائے۔ جناب لون صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ امریکہ ایک سامراجی ملک ہے وہ کسی غیر ترقیاتی ملک کی امداد کیا کرے گا۔ وہ مال اور دولت بعد میں لگاتا ہے اور ان ممالک کے ذرائع آمدنی کو پہلے قابو میں کر لیتا ہے۔ آخر میں یہ عرض کیے بغیر نہیں رہا جاتا کہ جب ہم غیر ترقی یافتہ ملک تھے۔ ہمارے ملک میں ٹریکٹر نہیں بلکہ دیسی ہل چلتے تھے۔ اس وقت گندم ڈیڑھ دو روپے من بکتی تھی۔ گھی روپیہ سیر بکتا تھا۔ اور آج جبکہ بناسپتی گھی کی فیکٹریاں لگ گئی ہیں۔ دیسی گھی چھ سات روپے سیر بکتا ہے اور وہ بھی خالص نہیں ہوتا۔ آخر خالص گھی مل بھی کیسے سکتا ہے۔ جبکہ ملک کا بنولہ گائے بھینس کے پیٹ میں جانے کے بجائے مشین کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ اور بناسپتی گھی بن جاتا ہے۔ خالص چیز انسان اور حیوان کو میسر نہیں آتی۔ ٹی بی کی بیماری اسی وجہ سے پھیل رہی ہے کہ خالص خوراک چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔

❷ جناب لون صاحب اپنے عنوان کا سب سے بڑا طبی ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "آلو میں چونا یعنی کیلشیم سب نباتات سے زیادہ ہوتا ہے۔ ان کے صرف دو تین روز صبح شام کھانے سے قبض کا مرض اور خشکی بڑھنا شروع ہو جاتی ہے جس سے آہستہ آہستہ تپ دق لگ جاتا ہے"۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے جناب لون صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> "میں یہ نہیں کہتا کہ آلو میں چونا یا کیلشیم نہیں ہوتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ کیلشیم کا کام جسم میں ہڈیوں کو مضبوط کرنا ہے اور رکٹس کی بیماری کو روکنا ہے نہ کہ تپ دق پیدا کرنا اور پھر آلو قبض بھی نہیں کرتے' کیونکہ یہ زود ہضم غذا ہے۔ اس کے متعلق مزید معلومات آپ کسی حکیم یا ڈاکٹر سے کر سکتے ہیں۔ یہ کوئی بھی نہیں ہے کہ آلو کا تپ دق سے کہیں دور کا بھی واسطہ ہو۔ یاد رہے کہ آلو کا کیلشیم جسے حکیم صاحب تپ دق کی جڑ بتلاتے ہیں آلو میں نہ ہونے کے برابر ہے"۔

اس کا نام ہے ایک بام اور دو ہوا۔ ایک طرف تو لون صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آلو میں کیلشیم ہوتا ہے اور دوسری طرف فرماتے ہیں کہ آلو کا کیلشیم نقصان نہیں دیتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ حق کو جھٹلایا جا سکے۔ اس طرح لکھ کر وہ اہل علم و فن کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔ کیلشیم ایک عنصر ہے وہ جہاں بھی پایا جائے گا اور جس قسم کا بھی ہوگا یعنی خواہ جماداتی ہو یا نباتاتی یا حیوانی بہرحال کیلشیم ہی کہلائے گا۔ اور اس میں کیلشیم کے اثرات و افعال پائے جائیں گے۔ جناب لون صاحب کوئی بھی کتاب الادویہ (میٹریا میڈیکا) اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس میں صاف لکھا ہوگا کہ کیلشیم قابض ہے۔ نہ صرف قابض بلکہ حابس ہے۔ یعنی قبض کرنے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی رطوبات کو روکتا ہے۔ بلکہ پیدائش کو بھی روکتا ہے۔ اس کے استعمال سے نہ صرف پاخانہ قبض ہو جاتا ہے بلکہ پیشاب بھی رک جاتا ہے اور ہر قسم کی رطوبات کی پیدائش بھی بند کر دیتا ہے۔ ہم کسی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کرتے تاکہ لون صاحب! غیر مستند نہ قرار دے دیں۔ وہ کسی کتاب کے حوالے سے خواہ وہ کسی امریکن ہی کی لکھی ہوئی ہے یہ ثابت کر دیں کہ اس میں کیلشیم کو قبض کشا اور مخرج رطوبات نہیں لکھا ہے۔ وہ اگر یہ ثابت کر دیں تو ہم جناب لون صاحب کو مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے کیونکہ حق کو جھٹلانا آسان نہیں۔

جناب لون صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ چونا ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے اور رکٹس کو روکتا ہے۔ ہڈیاں ایک خشک عضو ہیں اور جب ان میں چونا کم ہو جاتا ہے تو ان کی سختی کم ہو جاتی ہے تو وہ کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔ اسی حالت کا نام رکٹس ہے۔ گویا انہوں نے خود یہ ثابت کر دیا ہے کہ چونا ہڈیوں جیسے خشک اعضاء کو سخت کر دیتا ہے اور جب یہی چونا خون میں اثر کرتا ہے تو اس کو گاڑھا کر دیتا ہے۔ اور جب گوشت (مسلز) میں اثر کرتا ہے تو ان کو بھی ہڈیوں کی طرح سخت کر دیتا ہے' اور اس کی لچک کو ختم کر دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں خون کا

دباؤ بڑھ جاتا ہے اور دل سکڑنا شروع ہوجاتا ہے اور آخر کار انسان دق دمہ اور دائمی قبض کا شکار ہوجاتا ہے۔ آیورویدک میں چونا وات اور وایو پیدا کرتا ہے۔ اور کف کو ختم کرنے والا ہے۔ یعنی ریاح پیدا کرتا ہے اور بلغم کو فنا کر دیتا ہے۔ طب یونانی میں اس کو قابض۔ حابس اور مولد ریاح لکھتے ہیں اور نتیجہ میں سودا پیدا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان پاگل ہوجاتا ہے۔ آلو اور امریکن سرخ گندم میں جو کیلشیم پایا جاتا ہے۔ اس میں کیلشیم کی یہ تمام برائیاں پائی جاتی ہیں۔ کیا مسٹر لون صاحب کو جرأت ہے کہ وہ ثابت کر دیں کہ آلو اور سرخ گندم میں یہ تمام نہیں پائی جاتیں؟

جناب لون صاحب لکھتے ہیں کہ آلو زود ہضم ہے۔ واہ کیا مزے کی بات کہی ہے۔ گویا لون صاحب کو یہ بھی پتہ نہیں کہ زود ہضم کس بلا کو کہتے ہیں۔ جناب زود ہضم اس غذا کو کہتے ہیں کہ جو کھانے کے بعد اعضاء غذائیہ کو نقصان پہنچائے بغیر ہضم ہوجائے اور وہ صالح خون پیدا کرے۔ اس تعریف کے برعکس آلو سخت مولد ریاح' قابض' حابس اور جگر کے فعل کو کمزور کر دیتے ہیں۔ صرف ایک بار کھانے سے تبخیر پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر زود ہضم کیسے قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے ان کو زود ہضم بھی فرض کرلیں تو پھر بھی دودھ سے زیادہ زود ہضم نہیں ہیں۔ جس میں کیلشیم کے ساتھ روغنی اجزاء بھی ہوتے ہیں۔ پھر بھی جن لوگوں کو تبخیر کا مرض ہوتا ہے ان کو دودھ جیسی زود ہضم غذا روک دی جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں آلو جیسی ثقیل غذا جس میں نام کو روغن نہیں پایا جاتا۔ اس کا نقصان کس قدر ہوگا۔ اس کا اندازہ اہل علم خود کر سکتے ہیں۔ ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ جناب لون صاحب صحیح علم سے کس قدر دور ہیں۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ جناب لون صاحب آخر میں یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ''آلو کا کیلشیم جسے حکیم صاحب دق کی جڑ بتلاتے ہیں۔ آلو میں نہ ہونے کے برابر ہے''۔ گویا پایا ضرور جاتا ہے۔ گویا کم بہت کم۔ جناب لون صاحب آپ صرف تپ دق کے لیے گھبرا اٹھے ہیں۔ ہم تو یہاں تک لکھ دیتے ہیں کہ آلو اور امریکن سرخ گندم کے کھانے سے تپ دق کے علاوہ دائمی قبض' تبخیر' دوران سر' بواسیر اور ہائی بلڈ پریشر کے ساتھ ساتھ سوداویت کی زیادتی سے خون گاڑھا اور خراب ہوجاتا ہے۔ آپ کے امریکن سائنس دان اور ڈاکٹر بھی اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

آگے چل کر جناب لون صاحب لکھتے ہیں کہ ''حکیم صاحب روزانہ آلو کھانے پر زور دیتے ہیں۔ یعنی صبح' دوپہر' شام آلو ہی کھانا یہ بات مجھے بڑی لغو اور بیہودہ سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی ذی روح ایسا نہیں ہے جس کی غذا میں صرف ایک ہی چیز شامل ہو۔ امریکہ والوں نے یا اپنے ماہرین متعلقہ نے یہ بالکل نہیں کہا کہ صرف آلو ہی کھایا جاتا۔ کیونکہ کوئی چیز بھی مکمل غذا نہیں ہے۔ جس سے غذا کے ضروری اجزاء مثلاً پروٹین' کاربوہائیڈریٹ' سالٹ اور حیاتین سب بیک وقت حاصل ہوسکیں' صرف دودھ کو کہا جاسکتا ہے کہ چھوٹے بچوں کے لیے یہ ایک مکمل غذا ہے۔ آلو تو صرف ہماری خوراک کا معاون ہے''۔

جناب لون صاحب آپ مجھ پر الزام کیوں لگاتے ہیں۔ میں آلو کھانے پر زور دیتا ہوں کہ وہ صبح' دوپہر اور شام آلو ہی کھائے جائیں۔ میں تو اس امر کی مخالفت کر رہا ہوں واقعی اگر میں ایسا کہوں تو یہ بڑی لغو اور بیہودہ بات ہوگی۔ جناب یہ تو آپ کے ولی نعمت امریکہ والوں کی طرف سے کہی گئی۔ جن کی میں مخالفت کر رہا ہوں۔ آپ صاف غلط بیانی فرما رہے ہیں اور امریکہ والوں کی حمایت کر رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں کہ امریکہ والوں نے یا اپنے ماہرین متعلقہ نے یہ بالکل نہیں کہا کہ صرف آلو ہی کھایا جائے۔ اگر آپ کو یہ سب کچھ بھول گیا ہے تو کہنا پڑے گا کہ دروغ گو را حافظہ نباشد...... جناب لون صاحب! آپ ذرا امریکی شعبہ اطلاعات کے فیچر کا مطالعہ فرمائیں۔ جس میں صاف کہا گیا ہے کہ ''دعویٰ تعجب خیز ضرور ہے۔ تاہم اس میں مبالغہ آمیزی کو چنداں دخل نہیں ہے۔ کیونکہ ڈیڑھ اونس فی کس روزانہ آلو کی خوراک بڑھانے کے یہ معنی ہیں کہ آٹھ کروڑ کی آبادی دس لاکھ ٹن سالانہ آلو کھائے۔ اس طرح دل لاکھ ٹن غلے کی سالانہ لاگت سے نجات مل جائے گی''۔

فرمایئے لون صاحب معلوم ہوا کہ روزانہ آلو کھانے کے لیے ہم نہیں کہہ رہے بلکہ امریکہ زور دے رہا ہے۔ کیونکہ اس سے اس کو کئی فوائد حاصل ہوں گے۔ بیج کی فروخت' دواؤں کی برآمد۔

جہاں تک مکمل غذا کا تعلق ہے۔ اس کی حقیقت سے نہ آپ واقف اور نہ امریکہ والے۔ مسئلہ غذا میں یہ اہمیت نہیں ہے کہ اس میں پروٹین، فیٹس (چکنائی) کاربوہائیڈریٹ (نشاستہ) سالٹ ونمکیات' کسی مقدار میں ہوں۔ بلکہ غذا میں اہمیت اس امر کی ہے کہ اس سے بدن میں حرارت کس قدر پیدا ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لیے ان امور کی طرف بھی دھیان دینا پڑتا ہے کہ حرارت پیدا کرنے والے اجزاء کون سے زیادہ ہیں اور کون سے اجزاء حرارت (ہیٹ) کو کم کرنے والے ہیں اور بدن کی حرارت کو قائم کون سے اجزاء رکھتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ غذا میں جو اجزاء حرارت کو زیادہ پیدا کرتے ہیں جیسے فیٹس (روغنی اجزاء) یہ اغذیہ کو ہضم کرنے کے لیے جسم میں حرارت پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ ایسی غذا میں آکسیجن زیادہ ہوتی ہے۔ ایسی غذا کو ہم قوت طبعی (پاور) کہتے ہیں۔ اور جو اجزائے اغذیہ جسم میں رطوبت پیدا کرتے ہیں جیسے کاربوہائیڈریٹس (اجزائے نشاستہ) یہ اجزاء اپنے ہضم ہونے میں حرارت کے محتاج ہیں۔ گویا حرارت کو خرچ کر کے اس کو کم کرتے رہتے ہیں۔ ایسے اجزاء میں ہائیڈروجن زیادہ پائی جاتی ہے۔ ان کو طاقت (انرجی) کا نام دیتے ہیں۔ تیسرے ایسے اجزائے اغذیہ جسم میں پیدا شدہ حرارت کو قائم رکھتے ہیں جیسے اجزائے لحمیہ' ایسے اجزاء اپنے ہضم میں اگرچہ زیادہ حرارت کے محتاج نہیں ہوتے لیکن حرارت کو یہ بھی ایک حد تک خرچ کرتے ہیں اور جسم میں جوش وخروش پیدا کر کے حرارت اور خون کو جسم میں دور دور تک پھیلاتے ہیں۔ ان میں کاربن زیادہ پائی جاتی ہے۔ ان کو ہم جرأت (فورس) کہتے ہیں۔

جب جسم میں حرارت کی کمی واقع ہوتی ہے تو لازمی امر ہے کہ یا تو انرجی بڑھ جائے گی یا فورس زیادہ ہو جائے گی۔ اوّل صورت میں جسم نرم اور پلپلا ہو جائے گا اور بلغمی امراض پیدا ہو جائیں گے اور دوسری صورت میں فورس بڑھ جائے گی۔ جس سے جسم میں کاربن وریاح اور تبخیر زیادہ ہو کر جسم ایسڈیٹی (ترشی) میں تبدیل ہو جائے گا۔ جس سے جسم میں سوزش اور خشکی نمودار ہو جائے گی۔ نتیجہ میں جسم دبلا اور خون گاڑھا ہو جائے گا۔ یہی وہ صورت ہے جب ٹی بی کی ابتداء ہوتی ہے۔ چونا کیمیائی طور پر ایسا سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایسی کھار (الکلی) ہے جس میں کاربانک ایسڈ گیس میں تبدیل ہو جانے کی زبردست صلاحیت ہے۔ اس میں نہ ہائیڈروجن اجزاء ہیں اور نہ آکسیجن پائی جاتی ہے۔ گویا یہ ایک قسم کی اہم تیزابیت کا مظہر ہے۔ جن لوگوں کے جسم میں اس کی زیادتی پائی جاتی ہے ان کے جسم انتہائی خشک' دبلے' پتلے' قبض اور بواسیر کے دائمی مریض' ریاح وتبخیر میں مبتلا اور آخر کار تپ دق میں گرفتار ہو کر اس دنیا کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیتے ہیں۔

پان کھانے والوں کو دیکھا گیا ہے کہ جو چونا زیادہ کھاتے ہیں ان کے مسوڑھے گل جاتے ہیں اور دانتوں کا انیمل (چمک) اتر جاتا ہے اور ان کے جسم میں چونا کی زیادتی کی تقریباً تمام علامات نمایاں طور پر پائی جاتی ہیں۔

فاعتبر ویا اولی الابصار.

❸ محترم جناب عبدالحمید لون صاحب فرماتے ہیں کہ

''انسانی جسم کو پرورش پانے' پھلنے پھولنے اور قائم رہنے کے لیے خوراک کے سب اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں سے اگر ایک حصہ متواتر نہ ملے تو اس کی کمی کی وجہ سے جسم انسانی کو کوئی نہ کوئی بیماری لگ جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہمیں خوراک متوازن اور موزوں ملنی چاہیے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ خوراک کے ضروری اجزاء ایک چیز میں مکمل اور مناسب نہیں مل سکتے' ہماری روزانہ خوراک میں مختلف چیزیں شامل ہونا ضروری ہیں۔ یعنی گوشت' سبزی' ترکاری' گھی' دودھ' انواع واقسام کے پھل اور

میوہ جات وغیرہ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر روز اور ہر کھانے کے ساتھ یہ سب ہی کھائے جائیں بلکہ کبھی کوئی کبھی کوئی جیسے موقع ملتا جائے۔ لیکن یہ نہیں ہوتا کہ کبھی بھی نہ کھایا جائے۔ اور اپنی روزانہ خوراک صرف دال روٹی ہی رکھی جائے۔ سبزیاں اگر اچھی طرف صاف کر کے کچی کھائی جائیں تو بہت ہی مفید ہیں۔ ان میں گاجر' مولی' شلغم' ٹماٹر' بھنڈی توری اور اس قسم کی دوسری چیزیں آسانی سے دستیاب ہوسکتی ہیں''۔

گزشتہ پرچے میں جناب لون صاحب نے خوراک کے سب ضروری اجزاء کا ذکر کیا ہے کہ کوئی بھی ضروری اور مکمل غذا نہیں جس سے غذا کے ضروری اجزاء مثلاً پروٹین' کاربوہائیڈریٹ' سالٹ (میٹل) اور حیاتین سب بیک وقت حاصل ہوسکیں۔ اس کے مقابلے میں ہم نے کہا تھا ماڈرن سائنس اور فرنگی طب کا یہ مسئلہ غذا فٹ نہیں بیٹھتا۔ بلکہ یہ خیالی اور وہمی ہے۔ اس پر کوئی عمل کر کے دیکھ لے۔ کبھی کامیابی نہیں ہوگی۔ جس کے متعلق ہم دلائل پیش کر چکے ہیں اور اس کے مقابلہ میں ہم نے غذا کے متعلق اہم اور سادہ نظریہ پیش کیا ہے کہ غذا میں صرف ان سائنسی اجزاء کو مدنظر رکھنے کی بجائے صرف ان تین کیفیات کو مدنظر رکھنا چاہیے: ① حرارت ② رطوبت ③ طاقت۔ ان کو ایک طرف سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے' دوسرے ہر عام سے عام شخص بھی اس سے مستفید ہوسکتا ہے۔ بلکہ ہر شخص کم و بیش جانتا ہے کہ فلاں شے گرم ہے اور فلاں تر ہے اور فلاں غذا میں قوت ہے۔ ان کے مقابلے میں ایک انگریزی پڑھا لکھا انسان چاہے ایم اے ہو یا بی اے بلکہ خود ڈاکٹر بھی اپنی غذا میں پروٹین' ہائیڈروکاربوریٹ' سالٹ' فیٹس اور وٹامن کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ آپ فرمائیں۔ آپ اپنی غذا کا اس طرح اندازہ کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو میری طرف سے کسی وقت بھی میرے غریب خانہ پر یا کسی بھی ہوٹل میں دعوت قبول کرلیں اور اپنی غذا کا اندازہ کر کے بتائیں۔ اگر آپ نہ کرسکیں تو کسی اور ایسے امریکن ڈاکٹر کو ہمراہ لے آئیں وہ کر کے بتادے۔ میرا چیلنج ہے کہ وہ کبھی بھی نہ کرسکے گا۔ کیونکہ یہ صرف یورپ اور امریکہ کے پراپیگنڈے ہیں۔ جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ یہ صرف دوسروں کو بتانے کے لیے وہمی اور خیالی تصورات ہیں۔ جب ان کو کھول کر دیکھیں گے تو اندر سے کھوکھلا پائیں گے۔ یاد رکھیں جب ان سائنسی غذائی اجزاء کے مرکب کی اوسط لگا کر حرارت رطوبت اور قوت کا اندازہ نہ لگاسکیں گے۔ اس وقت تک کوئی مستفید نہیں ہوسکے گا۔ اور ایسا اوسطاً اندازہ صرف غذا کے ہضم اور جزو بدن ہونے سے ہی لگایا جاسکتا ہے کیونکہ ہر شخص کے جسم میں حرارت' رطوبت اور طاقت کی نسبت جدا ہوتی ہے اور اسی نسبت سے غذا ہضم ہوکر جسم میں غذائیت اور قوت دے سکتی ہے۔ کوئی نمکین پسند کرتا ہے کوئی میٹھا' کوئی روغنی پسند کرتا ہے اور کوئی خشک اشیاء و اغذیہ کا دلدادہ ہے۔ ایسی صورت میں سائنسی غذا کا توازن اور تناسب کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ جب تک غذا میں صحیح توازن اور تناسب نہ ہو تو جسم کو پرورش پانے اور پھلنے پھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔

اگر یورپ و امریکہ اور انگریزی تعلیم یافتہ لوگ غذا میں ایسا ہی توازن اور تناسب لگا سکتے ہیں پھر وہ بیمار کیوں ہوتے ہیں بلکہ وہ ہم لوگوں سے زیادہ بیمار ہوتے ہیں اور معمولی مرض نہیں بلکہ بڑے بڑے امراض مثلاً دق وسل' فالج اور لقوہ' ضعف اعصاب' خرابی خون' نروس بریک ڈاؤن' ہارٹ فیلور اور اب ایک نیا مرض پھیلایا جارہا ہے۔ جس کا نام الرجی رکھا گیا ہے۔ جس کو آپ حساسیت کہہ سکتے ہیں۔ یعنی مریض میں اس قدر احساس بڑھ جاتا ہے کہ اس کو مرض چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ دیکھ لیں ایک سال کے اندر ایک چوتھائی ملک الرجی میں گرفتار ہوجائے گا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ جب یورپ اور امریکہ اور آپ جیسے انگریزی دان طبقے کی یہ حالت ہے کہ وہ امراض سے محفوظ نہیں تو پھر ہم لوگوں پر آپ کے یہ وعظ کیا اثر کر سکتے ہیں: ''دیگراں رانصیحت اور خودرا فصیحت''۔

یہی صورت آلو کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ جب عام غذا کو سائنسی اصولوں پر موزوں اور متوازن نہیں کیا جاسکتا تو پھر آلو جیسی

خشک اور قابض اور دق وسل پیدا کرنے والی غذا کو متوازن کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ اس سے دور ہی رہا جائے۔ ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ جب سے یورپ اور امریکہ کی تہذیب وتمدن' تعلیم وزبان' اغذیہ اور ادویہ ہمارے ملک میں آئی ہیں۔ ٹی بی (دق وسل) اور دیگر امراض بہت بڑھ گئے ہیں۔ آج سے تیس چالیس سال قبل کہیں دس پندرہ میل پر کوئی ایک آدھ دق وسل کے مریض نظر آتے تھے۔ ابھی تک بھی فرنگی کی تسلی نہیں ہوئی' جو ہم کو امریکہ کی لال گندم اور آلو کھلا کر رہی سہی ہمارے ملک کی ''مین پاور'' کو بھی خراب کرنا چاہتا ہے تاکہ ہم ان کے محتاج بن کر رہ جائیں۔

یہاں تک تو سائنسی اغذیہ کے متوازن اور موزوں تناسب کا ذکر تھا۔ اب ذرا وٹامن (حیاتین) کی خوبیاں سن لیں۔ شاید آپ کو تعریف سننے کی عادت ہو اور گلہ وشکایت اور ان کی برائی سے کان آشنا نہ ہو۔ بہرحال مجھے اپنے ملک وقوم اور علم وفن کی بھلائی کے لیے یہ تلخ حقیقت بھی بیان کرنی پڑے گی۔ تاکہ یورپ وامریکہ کی تہذیب تمدن اور سائنس وزبان سے فریب خوردہ لوگ صحت مند علم اور صحیح فن سے واقف ہو جائیں۔

جاننا چاہیے کہ اوّل تو ہماری تہذیب وتمدن میں یہ بات بری ہے کہ حیوانوں کی طرح کچی سبزیاں مثلاً گاجر' مولی' شلغم' ٹماٹر اور بھنڈی توری وغیرہ کھا لیا کریں۔ اس میں ''جناب سلاد'' جو خاص فرنگی تحفہ تھا' وہ تو چھوڑ ہی گئے ہیں۔ کچی سبزیاں کھانا صرف حیوانوں کا کام ہے۔ البتہ گاجر' مولی وغیرہ بعض مضبوط معدہ والے یا دیہاتی کھا لیتے ہیں ورنہ ایک عام شخص بھی جانتا ہے کہ اگر گاجر' مولی کو ہانڈی میں پکایا جائے تو اوّل تو گلتی ہی نہیں۔ اگر کھانے کے قابل ہو بھی جائے تو بھی ہضم نہیں ہوتیں۔ بے انتہا ریاح پیدا کرتی ہیں۔ پھر مولی کے ریاح میں تعفن اور بدبو اتنی ہوتی ہے کہ کوئی پاس بیٹھ نہیں سکتا اور کچی مولی یا پیاز کھائے ہوئے شخص سے کوئی بات نہیں کر سکتا کیونکہ ایسے شخص کے منہ سے خوفناک قسم کی بدبو آتی ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بدبودار شے کھا کر مسجد میں نہ آیا کرو۔ نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے لیکن ہم ایسے یورپ وامریکہ کے مقلد ہیں کہ ہم کو دوسروں کے دکھ پہنچ جانے کی کیا پرواہ ہے۔ ہم نے تو وٹامن حاصل کر کے اپنی صحت بنانی ہے۔ (حقیقت میں تباہ کرنی ہے)۔

سائنس کہتی ہے کہ گاجر میں ہر قسم کے وٹامن ہوتے ہیں اور کثرت سے ہوتے ہیں۔ لیکن فرنگی سائنس دانوں کو کون سمجھائے کہ گاجر کا مزاج سرد ہے۔ ہم صرف گرم مزاجوں کو کھلاتے ہیں اور وہ بھی اس کا مربہ جو دل کے لیے مفرح ہے۔ البتہ جب ویسے ہی کھانا ہوتا ہے تو اس کا حلوہ بناتے ہیں۔ جس کا مزاج گرم تر ہوتا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص چند دن کچی گاجریں کھائے تو جگر وکلیہ اور دل ڈوبنا شروع ہو جائے گا اور اگر پھر بھی استعمال جاری رہا تو ذیابیطس کا مرض پیدا ہو جائے گا اور اس طرح آہستہ آہستہ موت واقع ہو جائے گی۔ ہم لوگ غذا سائنسی طریق پر نہیں کھلاتے بلکہ گرمی وسردی اور تری وخشکی کو مدنظر رکھ کر کھلاتے ہیں۔ جو لوگ بھی وٹامن کے چکر میں پڑے صحت کا ستیاناس ہو گیا۔ پھر فرنگی سائنسی غذا کو وہ بے بھاؤ کی سناتے ہیں کہ کان برداشت نہیں کر سکتے۔ اللہ رحم کرے۔

اسی طرح انڈے میں بھی ہر قسم کے وٹامن کثرت سے پائے جاتے ہیں لیکن جو بے چارہ کیفیات اور مزاج کو مدنظر رکھے بغیر صرف وٹامن کی بنا پر روزانہ زیادہ سے زیادہ کھاتا ہے تھوڑے ہی عرصہ میں قبض اور بواسیر کا شکار ہو کر کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ آخر کار اس کثرت سے خون آتا ہے کہ بستر پر فراش ہو جاتا ہے۔ انڈا شروع کیا تھا طاقت کے لیے مگر ایسی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے کہ ساری عمر وٹامن کا نام لینا گناہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ اگر ٹماٹر' بھنڈی اور سلاد وغیرہ کا ذکر کیا جائے تو بے حد طوالت ہوگی۔ یہ تجربہ یقین کی حد تک پہنچ گیا ہے کہ جس کسی نے بھی کچی سبزیاں کھانا شروع کی ہیں تھوڑے عرصہ میں ہی توبہ کر لیتا ہے اور پھر کبھی کسی سے نہیں کہتا کہ کچی سبزیاں کھایا کرو۔ لون صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود کچی سبزیاں نہیں کھاتے ورنہ ان کا ذکر نہ کرتے۔ آپ ذرا ایک ماہ استعمال کر کے دیکھیں' تجربہ ہو جائے گا۔ اگر بیمار نہ ہوئے تو ہم ذمہ دار ہیں۔

تہذیب اور اغذیہ تہذیب انفرادی ہو یا تہذیب اجتماعی۔ تہذیب اخلاق ہو یا تہذیب فنون' ہر صورت میں یہی ملکہ پیدا کیا جاتا ہے کہ فرد واحد یا شہریت میں انس و آدمیت اور خدمت کا جذبہ پیدا ہو جائے اور دشمنی' بدکرداری' نفس پرستی کو ختم کر دیا جائے کیونکہ اوّل الذکر کو تہذیب اور ثانی الذکر کو خلاف تہذیب کہتے ہیں۔

اس معیار کو سامنے رکھ کر ماہرین اخلاق' مدبران اور اہل مذہب نے اغذیہ کی افادیت اور استعمال کو سامنے رکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ انسانی اور حیوانی اغذیہ میں فرق کیا جائے اور انسان کو ہر اس غذا سے بچایا جائے جو اس کو وحشت و بربریت اور فساد اخلاق وتہذیب کی طرف لے جاتی ہے اور اس کا تسلسل انسان کے خون میں تہذیب اخلاق کی کمزوری پیدا کر دیتا ہے۔

اسلام نے حلال اغذیہ (حلال جانور ہوں یا حلال کمائی ہو) کی تاکید کی ہے۔ حرام اغذیہ سے روکا ہے اور ایسے جانور جن کو غذا سے روکا گیا ہے اس میں وحشی جیسے شیر' چیتا' ریچھ اور بھیڑیا وغیرہ۔

بدکردار جیسے سؤر' لومڑ' کتا' بندر وغیرہ۔ بدفطرت بلی' چوہا' چھپکلی وغیرہ۔ کیونکہ حرام اغذیہ سے بالکل ویسا ہی خون پیدا ہوتا ہے جو شئے استعمال کی جائے۔ ان سے انسانی اعضاء اور خون بالکل ویسا ہی ترتیب وترکیب اور تربیت پاجاتا ہے۔ اور ان سے امراض اور فساد خون کی جو صورتیں پیدا ہوتی ہیں وہ ایک طویل مسئلہ ہے جس کو نظر انداز کرتے ہیں۔

ان حقائق سے مسئلہ حقیقت سامنے آجاتا ہے کہ مزاج انسانی جو حقیقی مزاج کے تقریباً بالکل قریب ہے ہر اس شے سے بگڑ جاتا ہے اور فساد قبول کر لیتا ہے۔ جو اس میں افراط وتفریط پیدا کریں یا جن کے ہضم کرنے میں جسم انسان کو بہت محنت کرنی پڑے۔ اس طرح رفتہ رفتہ اس کی استعداد اور قوت کمزور ہو جاتی ہے اور نتیجۂ اعضاء اور خون دونوں میں خرابی اور فساد ہوتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ سبزیاں اور ترکاریاں کچی کھائی جائیں یا پکی۔ خالص اغذیہ میں شمار نہیں ہوتیں۔ ان کو دوائے غذائی کہتے ہیں۔ گویا ان میں غذائی اثر بہت کم اور دوائی اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ان کے مقابلے میں پھل اور میوہ جات غذائی دوا ہیں۔ یعنی جس میں غذائیت زیادہ اور دوائیت کم ہے۔ خالص غذا صرف دودھ' گوشت اور گندم ہیں۔ انڈے' مچھلی اس میں شریک ہیں۔ خالص غذا کی تعریف یہ ہے کہ جسم سے متاثر ہو کر جزو بدن نہ ہو۔ بلکہ جسم پر اثر انداز ہو۔ اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ سبزیوں کا ایک کثیر حصہ جزو بدن نہیں ہوتا۔ بلکہ دوائی کی صورت میں جسم انسان کو متاثر کرتا ہے جب پختہ سبزیوں کا یہ حال ہے کہ وہ پورے طور پر ہضم نہیں ہوتیں اور جزو بدن نہیں بنتیں تو بھلا کچی سبزیاں کہاں تک ہضم ہو کر جزو بدن بن سکتی ہیں۔ ان کے استعمال سے اوّل معدہ خراب ہوتا ہے۔ پھر کیفیات (مزاج انسانی) بگڑنا شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد اخلاط اور خون میں خرابی اور فساد اور نتیجہ افعال جسم میں افراط وتفریط پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کا اثر اخلاق اور صحت انسانی پر پڑتا ہے۔

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سوائے فرنگی دور کے کسی اور دور اور تہذیب میں کچی سبزیاں کھانے کا ذکر نہیں ہے۔

ابتدائی وبربریت کے دور میں بھی ہمیں گوشت اور پھل بطور کا ذکر ملتا ہے۔ مگر کچی سبزیاں کیا ہمیں پکی سبزیاں اور ترکاریوں کا پتہ نہیں چلتا۔

قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے من وسلویٰ اترتا تھا جن کے متعلق مفسرین کا بیان ہے کہ وہ گوشت اور مٹھاس تھی مگر اللہ تعالیٰ کی ناشکر گزار قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اصرار کیا کہ ان کو من اور سلویٰ کی بجائے بصل' تھوم' عدس وغیرہ اور سبزیاں ہیں' دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش منظور کر لی۔ مگر ان پر ہمیشہ کے لیے ذلت اور مسکینی لازم کر دی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں کہیں کچی سبزیوں کا ذکر نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عرب کے ریگزار میں سبزیاں کہاں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن آپؐ کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں جب کہ دنیا بھر کی دولتیں مدینہ طیبہ میں اکٹھی ہوتی تھیں کہیں کچی سبزیوں کے استعمال کا

ذکر نہیں ملتا۔

اسلام میں سب سے زیادہ نفس کشی کرنے والا طبقہ صوفیائے کرام اور اولیا اللہ کا ہے جو اگر دیکھا جائے تو ایک معنوں میں غذا اور لذت کو ترک کر دیتے ہیں۔ ان کے ہاں بھی کچی سبزیوں کے بطور غذا کے استعمال کا ذکر نہیں آتا۔ اسلام کے علاوہ بھی کسی مذہب اور تہذیب میں کچی سبزیوں کی تاکید نہیں کی گئی۔ وائیدانت' ہندمت اور جین مت اور بدھ مت تمام کے تمام گوشت کھانے کو پاپ خیال کرتے ہیں مگر ان میں بھی کچی سبزیوں اور ترکاریوں کا رواج نہیں ہے۔ غرض دنیا کی پوری کی پوری تاریخ اس تصور سے خالی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کیوں کچی سبزیوں اور ترکاریوں پر زور دیتے ہیں۔ وہ صرف اس لیے زور دیتے ہیں کہ عوام کو وٹامن کی اہمیت و شوق اور عادت پیدا کریں۔ تاکہ جب وہ وٹامن کے چکر میں پھنس جائیں تو پھر وٹامن ادویات خریدنا شروع کر دیں۔ دوسری طرف فرنگی ڈاکٹروں کو اس چکر میں پھنسا دیا ہے کہ وٹامن کی کمی سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جب مریض ان کے پاس آئیں اور کمزوری کی شکایت کریں ان کو فوراً کہو کہ وٹامن غذا میں کم ہو گئے ہیں۔ فلاں فلاں وٹامن دوائیں کھائیں تاکہ یورپ اور امریکہ کی ادویات بکتی رہیں اور دولت ہماری برباد ہوتی رہے۔

جناب لون صاحب کچھ سمجھ آیا کہ کتنا بڑا دھوکہ قوم کو دیا جا رہا ہے اور پاکستانی ڈاکٹروں اور انگریزی تعلیم یافتہ آپ جیسے لوگوں سے مل کر ملک اور قوم اور اس کی دولت کو برباد کیا جا رہا ہے آپ خود اندازہ لگائیں کہ آلو کھانے کا مقصد کیا ہے۔ جو برائے نام غذا ہے اور اس کا روزانہ استعمال انسانی صحت کو تباہ کر دیتا ہے اور امریکن آلو تو بہت ہی نقصان رساں ہے۔ گویا پاکستانیوں کے لیے زہر قاتل ہے' بالکل اسی طرح جیسے امریکن سرخ گندم ہمارے لیے نقصان رساں ہے' جب سے یہ گندم ہمارے ملک میں آئی ہے۔ ۹۰ فیصد ٹی بی بڑھ گیا ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو اعداد و شمار لے لیے جائیں کہ جب امریکن گندم ہمارے ملک میں نہیں آئی تھی' اس وقت کتنے فیصد تھا اور سرخ گندم آنے کے بعد کتنے فیصد ٹی بی بڑھ گیا ہے اور جب امریکن آلو یہاں پہنچ گیا تو رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے گی۔ پھر ملک کی صحت کا اللہ ہی حافظ۔

❹ گزشتہ صفحات میں ہم نے مسٹر عبدالحمید صاحب لون ہیلتھ ایجوکیشن آفیسر نیشنل ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان (لاہور) کے ان غلط عقائد کے جو انہوں نے امریکہ اور فرنگی طب (ڈاکٹری) سے حاصل کیے تسلی بخش اور فیصلہ کن عقلی اور نقلی جواب دیئے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ان کے جواب نہ دے سکیں گے اور ہم نے ان کو چیلنج کیا ہے کہ امریکہ کے تمام سائنس دانوں کو ہمارے سامنے اکٹھا کر دیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ خواص الاغذیہ میں ہمارا مقابلہ نہیں کریں گے بلکہ ہم ان کو خواص الادویہ میں چیلنج کرتے ہیں۔ لون صاحب نے یہ کیوں فرض کر لیا ہے کہ انسانی دماغ صرف امریکہ اور برطانیہ میں تیار ہوتے ہیں اور ہمارا ملک ان خوبیوں کا اہل نہیں ہے۔

اسی مضمون میں انہوں نے کچھ مرض ٹی بی پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ میرا خیال تھا کہ اس کا جواب نہ دیا جائے۔ کیونکہ ٹی بی کے متعلق میری تحقیق اور شرطیہ نسخہ میری کتاب تپ دق اور سل (ٹی بی) میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں رفعت مآب صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے نام ایک چٹھی ہے۔ جس میں چیلنج کیا گیا ہے کہ فرنگی طب (ڈاکٹری) کی ٹی بی کی تحقیقات اور علاج غلط ہیں اور اگر ان کو یقین نہ ہو تو رفعت مآب ہائی کورٹ کے دو جج بٹھا دیں اور ایک پوری ٹیم امریکہ سے اور ایک پوری ٹیم روس سے اور ایک پوری ٹیم یورپ سے منگوا لیں اور مجھے کٹہرے میں کھڑا کر لیں۔ اگر میں ان کی تحقیقات اور علاج بلکہ ان کی تمام طب کو غلط ثابت نہ کر دوں تو جو چاہے مجھے سزا دیں۔ مگر دوستوں کا اصرار تھا کہ پورے مضمون کا جواب لکھا جائے۔ تاکہ اس کو شائع کرا کے دنیا بھر کے سفارت خانوں اور حکومتوں کو روانہ کیا جائے۔ سو ان کے احترام میں باقی مضمون کا جواب درج ذیل ہے:

لون صاحب لکھتے ہیں: ''آیئے ہم حقیقت کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے بنظر غائر موذی مرض تپ دق کے لگ جانے کی وجوہات کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ اس کا ''آلو'' کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

تپ دق ایک متعدی بیماری ہے جو ایک جراثیم سے لگتی ہے۔ جسے انگریزی میں ٹیوبرسل بیلیس (Tuberclebacillous) کہتے ہیں۔ یہ جراثیم جہاں بھی انسانیت کا وجود موجود ہے پائے جاتے ہیں اور ہر وقت حملہ کرتے رہتے ہیں اور جو بھی موزوں جگہ ملے وہاں ڈیرہ ڈال لیتے ہیں یعنی کمزور جسم۔ جس جسم میں جراثیم کے خلاف ''قوت مدافعت'' زیادہ ہوتی ہے وہ اس کا مقابلہ کرتا ہے اور بیماری پر قابو پالیتا ہے۔ پس جتنی بھی قوت مدافعت زیادہ ہوگی اتنا ہی جسم بیماری لگنے سے محفوظ رہے گا۔ جسمانی حالت کا مضبوط اور کمزور ہونا خوراک اور اس کی غذائیت پر ہوتا ہے۔ اگر ہماری خوراک موزوں اور متوازن ہوگی تو لازمی طور پر قوت مدافعت تیز ہوگی اور ہم بیماری سے محفوظ رہیں گے''۔

مندرجہ بالا اقتباس میں جناب لون صاحب حقیقت کی کسوٹی پیش کر رہے ہیں۔ جس سے مرض تپ دق کے لگ جانے کے وجوہات اور اس کا ''آلو'' کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

انہوں نے حقیقت کی کسوٹی وغیرہ تو کوئی بیان نہیں کی البتہ تپ دق کے متعلق فرنگی طب کی وہی پرانی رٹ لگائی ہے کہ ''تپ دق متعدی بیماری ہے'' یہاں پر تین سوال پیدا ہوتے ہیں: ❶ کیا بغیر چھوت کے یہ مرض پیدا ہوسکتا ہے؟ ❷ جراثیم کا حملہ باعث مرض ہے یا قوت مدافعت کی کمی ❸ موزوں اور متوازن خوراک باعث مرض ہے یا البعث مرض اور آخر میں جراثیم اندر پیدا ہوتے ہیں یا باہر سے حملہ کر کے اندر اڈا بنا لیتے ہیں۔ خود فیصلہ کر کے پہلے انڈا یا مرغی کی خرابی۔

یہ تینوں سوال جناب لون صاحب کی تحریر سے لیے گئے ہیں۔ افسوس کہ لون صاحب فرنگی طب (ڈاکٹری) کے گورکھ دھندوں کو نہیں سمجھ سکے ورنہ وہ متضاد باتیں کبھی نہ لکھتے۔ وہ کیا بڑے بڑے ڈاکٹر لکیر کے فقیر ہیں اور اندھا دھند چلے جا رہے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ سینکڑوں سال سے جس منزل کی طرف چلے جا رہے ہیں وہ منزل کیوں نہیں نظر آتی۔ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ تین سو سال سے فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی تحقیق میں دعوے پر دعوے کر رہی ہے مگر آج تک ان کو نہ صحیح طور پر ٹی بی کا علم ہوا ہے اور نہ ہی اس کے علاج میں کامیابی ہوئی ہے اور اس طرح کے گورکھ دھندے اور بھول بھلیوں میں عوام کو پھنسا دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ٹی بی متعدی مرض ہے جب قوت مدافعت کم ہو جاتی ہے تو جراثیم حملہ کر دیتے ہیں۔ جب موزوں اور متوازن خوراک نہیں ملتی تو قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے اور جب قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے تو جسمانی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ گویا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ان سے کہا جائے کیوں بھائی الٹی طرف سے ناک کیوں پکڑتے ہو۔ سیدھی طرح ہی کہہ دو کہ جب جسمانی حالت میں خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ یعنی اعضائے جسم میں نقص پیدا ہو جاتا ہے تو خوراک جزو بدن نہیں بن سکتی۔ جب جسم میں خوراک کا توازن اور موزونیت قائم نہیں رہتی تو قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے اور جب قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے تو جراثیم حملہ کر دیتے ہیں اور مرض ٹی بی پیدا ہو جاتا ہے۔ بات تو یہ سمجھنے والی ہے کہ قوت مدافعت کی کمزوری مقدم ہے۔ یا اعضاء کی خرابی مقدم ہے۔ (جراثیم کا فی الحال ذکر بے سود ہے) قوت مدافعت کا انحصار اعضاء کی مضبوطی پر ہے یا اعضاء کی مضبوطی کا دارومدار قوت مدافعت پر ہے۔ تو یقیناً جراثیم کے حملے اور مرض کے پیدا ہونے کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ اس لیے ہم نے اوپر تین سوال کیے ہیں جن کے جواب درج ذیل ہیں: ہم تمام فرنگی طب خصوصاً امریکہ کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہمارے جواب عقلاً یا سائنس کے تجربات سے غلط ثابت کریں۔

① ٹی بی کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک متعدی مرض ہے یعنی بغیر جراثیم کے پیدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جو اس

چور کی طرح بولا جاتا ہے جو چوری کرنے جاتا ہے اور اس کے ہاتھ میں چراغ ہو۔ حیرت ہے کہ ایک طرف فرنگی طب (ڈاکٹری) خود تسلیم کرتی ہے کہ (الف) جب تک قوت مدافعت میں کمی پیدا نہ ہو (ب) خوراک میں غیر متوازن اور غیر موزوں صورت پیدا نہ ہو۔ اور خاص طور پر اعضاء میں خرابی واقع نہ ہو۔ اس وقت تک جراثیم اپنا اڈا جسم میں نہیں جما سکتے۔ پھر ٹی بی کا سارا مدار جراثیم پر ڈال دینا کہاں کی عقلمندی اور علمی تحقیق ہے۔ ہم تو یہاں تک بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ ایک بالکل تندرست انسان پر ٹی بی کے جراثیم مسلسل حملہ کر کے اس کو کمزور کر دیتے ہیں اور اس کو ٹی بی میں مبتلا کر دیتے ہیں لیکن وہ انسان اس وقت تک ٹی بی میں مبتلا نہیں ہوتا جب تک اس کی قوت مدافعت کمزور اور اعضاء کے افعال خراب نہ ہو جائیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جراثیم کے حملے کچھ حقیقت نہیں رکھتے جب تک قوت مدافعت کمزور اور اعضاء کے افعال خراب نہ ہو جائیں۔ اب ثابت یہ کرنا ہے کہ قوت مدافعت کی کمزوری مقدم ہے یا کہ اعضاء کے افعال کی خرابی مقدم ہے۔ اس کا جواب بہت آسان ہے اور ایک عام ذہن بھی سمجھ سکتا ہے کہ جسم ہمیشہ قویٰ کا حامل ہوتا ہے۔ یعنی اعضاء کے صحیح افعال ہی قوت مدافعت کے حامل ہیں۔ جب اعضاء کے افعال میں خرابی واقع ہوگی اس وقت قوت مدافعت بھی یقیناً مضبوط نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ قوت مدافعت کا دارومدار اعضاء کی درستی پر ہے۔ جب قوت مدافعت درست ہوگی تو جراثیم کا حملہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ پھر جراثیم کو سبب فاعلہ کیوں کہا جائے۔ گویا اصل سبب اعضاء جسم کے افعال کی خرابی ہے نہ کہ جراثیم کا حملہ۔ جراثیم ایک سبب ضرور ہوسکتا ہے جیسے ❶ غذا کی خرابی ❷ آب و ہوا کی خرابی ❸ حرکت و سکون ❹ قوائے جسمانی کی بے اعتدالی ❺ حرکت و سکون نفسانی کی خرابی یعنی غم و غصہ وغیرہ۔ اسی طرح استفراغ اور انقباض مواد کا پیدا ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ اسباب مرض میں شریک ہو سکتے ہیں۔ مگر سبب فاعلہ صرف اعضاء کی خرابی ہی تسلیم کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ جب تک اعضاء درست افعال انجام دیتے رہیں گے تمام جراثیم اندر جسم میں فنا ہوتے رہیں گے اور قوت مدافعت مقابلہ کرتی رہے گی۔ صرف جراثیم باعث ٹی بی نہیں ہیں۔

(۲) کیا کوئی انکار کر سکتا ہے کہ غم اور غصے کی زیادتی یا زہریلی ادویات سے مرض دق پیدا نہیں ہوسکتا۔ جس طرح دیگر اسباب مثلاً مادی اور کیفیات جسم انسانی کے اعضاء میں تغیر و تبدل ان کو اعتدال عمل سے دور ہٹا سکتے ہیں۔ کیا غم وغصہ کے وقت اعضاء کے افعال میں اعتدال رہتا ہے؟ کیا ان میں افراط و تفریط واقع نہیں ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی صاحب فہم و فراست ان حقائق سے انکار نہیں کر سکتا اور اگر ان جذبات میں تسلسل قائم ہو جائے تو اعضاء کے افعال ایک غلط ڈگر پر قائم ہو جائیں گے۔ بس اسی کا نام مرض ہے۔ جاننا چاہیے کہ کوئی حالت کسی فعل و کیفیت اور غذا دوا سے اگر وقتی طور پر پیدا ہو جائے' جیسے تھکن' جسم کا گرم و سرد اور بے چین' تو طبیعت مدبرۂ بدن اس کو واپس اعتدال پر لے آتی ہے اور اگر ان کا تسلسل کچھ عرصہ قائم رہے تو پھر وہ مستقل ہو جاتا ہے۔ پس یہی مرض کہلاتا ہے۔ جس طرح غم و غصے کا تسلسل امراض پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح دیگر جذبات مثلاً خوف و ندامت اور مسرت و لذت کا تسلسل بھی امراض پیدا کر دیتا ہے۔ ان مسلمہ حقائق سے ثابت ہوا کہ ٹی بی کے لیے دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ نفسیاتی اثرات بھی باعث مرض بن سکتے ہیں۔ مزید ثبوت کے لیے نفسیاتی علم العلاج (سائیکوپیتھی) کے ماہرین سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ کیا مرض ٹی بی جذبات کی شدت سے پیدا ہو سکتا ہے کہ نہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ایک ماہر نفسیات اس امر سے انکار نہیں کرے گا بلکہ حقائق پر روشنی ڈالے گا۔

یہی صورت زہریلی ادویات کے متعلق بھی ہے۔ مثلاً جن مریضوں کو ٹی بی نہیں ہے اور غلطی سے اس مرض کو ٹی بی سمجھ لیا گیا ہے اور ٹی بی کا علاج شروع کر دیا گیا ہے۔ اس مریض کو کیا آرام آئے گا بلکہ اس کو مرض ٹی بی میں ہو جائے گا۔ خصوصاً فرنگی ادویات جو ٹی بی میں استعمال کی جاتی ہیں تمام کی تمام خوفناک زہر ہیں۔ جیسے ہسٹر پٹو مائی سین، سلفا ڈرگز اور رانٹی بائٹک وغیرہ اسی طرح پارہ' سنکھیا اور کریا زوٹ وغیرہ کے

مرکبات۔ اگر یقین نہ ہو تو علم الادویہ کی کتب میں ان ادویات کی علامات دیکھی جاسکتی ہیں۔ اگر مزید یقین کی ضرورت ہو تو ایک تندرست مریض کو اسٹرپٹومائی سین یا کوئی اور فرنگی طب کا ٹی بی کے لیے مفید نسخہ استعمال کرا کے دیکھ لیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دو تین ہفتے کے اندر اندر ٹی بی ہوجائے گی۔ پرلطف بات یہ ہے کہ یورپ و امریکہ میں بی، سی، جی کے ٹیکے بالکل بند کر دیئے گئے ہیں۔ یہ ٹیکے مرض ٹی بی کی روک تھام کے لیے حفظ ماتقدم کے طور پر لگائے جاتے تھے لیکن تجربہ نے یہ ثابت کر دیا کہ جن کو بھی ٹیکے لگائے گئے ان میں یا تو ٹی بی کے مرض کی استعداد پیدا ہوگئی یا وہ لوگ مرض میں گرفتار ہوگئے۔ بتایئے جناب لون صاحب! کہ آپ نے بھی یہ ٹیکہ لگوایا ہے نہیں تو تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ غذا کے متعلق ہم بہت کچھ لکھ چکے ہیں کہ اس کے غلط استعمال سے بھی ٹی بی پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً ① غذا میں گھی کا استعمال نہ کرنا ② ناخالص گھی' خاص طور پر بناسپتی یقیناً ٹی بی پیدا کر دیتا ہے کیونکہ اس سے ضعف معدہ اور تبخیر شروع ہوجاتی ہے اور رفتہ رفتہ جو تیزاب جسم میں پیدا ہوجاتا ہے وہ انسان کو ٹی بی کر دیتا ہے۔ بغیر گھی کے خوراک اس قدر نقصان نہیں پہنچاتی جس قدر بناسپتی سے بنی ہوئی نقصان پہنچاتی ہے ③ بغیر بھوک کے غذا کھانا ④ فرنگی طریق زندگی جس میں شراب وبیئر وکافی وکوکو اور چائے کی کثرت' سوڈا واٹر اور کوکا کولا' رات بھر کلبوں اور سینما میں جاگنا۔ جنسی تعلقات کی بے راہ روی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آج کل جس کثرت سے ٹی بی بڑھ رہی ہے اس کے متعلق جناب لون صاحب سرکاری رپورٹ اٹھا کر دیکھ لیں۔ اور جن باتوں سے ہم نے روکا ہے حکومت عوام کا خیال رکھے۔ چھ ماہ میں ٹی بی کا اثر نصف سے بھی کم ہوجائے گا۔

ٹی بی کے جس قدر بھی اسباب ہیں ان کو سامنے رکھا جائے تو یقین کرنا پڑتا ہے صرف جراثیم کو باعث قرار دینا سچائی نہیں ہے۔ اس امر سے انکار نہیں ہے کہ جراثیم بھی دیگر اسباب میں سے ایک سبب بن سکتے ہیں مگر سبب فاعلہ اور ناکلہ صرف اعضاء ہی ہیں۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ جناب لون صاحب خود تسلیم کر چکے ہیں کہ "مرض ٹی بی ایک متعدی مرض ہے جو جراثیم سے پیدا ہوتا ہے اور جراثیم کا حملہ اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب قوت مدافعت کا انحصار جسمانی حالت کی مضبوطی پر ہے اور جسمانی حالت کی مضبوطی خوراک اور غذائیت پر قائم ہے"۔ اس عبارت سے اچھی طرح اندازہ ہوسکتا ہے کہ ٹی بی کے جراثیم اس وقت تک جسم انسان میں اڈا نہیں بنا سکتے جب تک اس کے جسم کی حالت مضبوط ہے۔ کیونکہ مضبوط جسم سے انسانی قوت مدافعت طاقتور رہتی ہے۔ اس پر ٹی بی کے جراثیم بلکہ کسی قسم کے جراثیم اثر انداز نہیں ہوسکتے۔

جناب لون صاحب! جراثیموں سے عوام میں خوف و ہراس پیدا کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ جب یہ جراثیم آپ پر بھی شب و روز حملہ کر رہے اور عوام پر بھی۔ جب آپ کو یقین ہے کہ جب تک اعضاء مضبوط ہیں تو لازماً قوت مدافعت قوی ہے۔ پھر ٹی بی کے جراثیم کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تو یہی بات عوام کے ذہن نشین کرائیں اور انہیں جراثیم سے خوف زدہ نہ کریں۔ پھر یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ اگر قوت مدافعت کمزور ہوجائے گی تو ضروری نہیں کہ ٹی بی کے جراثیم حملہ کر کے اڈا بنالیں۔ دیگر امراض کے جراثیم بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ جن میں نزلہ' زکام' نمونیا وپلورسی' ٹائیفائیڈ' ٹائفس اور آتشک وسوزاک وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے ان جراثیموں کے حملوں کے متعلق بھی سوچا ہے۔ آخر آپ کے پاس کیا پیمانہ ہے۔ جس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قوت مدافعت کے کمزور ہوجانے پر کسی وقت کس مرض کے جراثیم اثر اور حملہ کر کے اپنا اڈا جسم میں بنالیں گے۔ یہ بات آپ کے ولی نعمت امریکہ اور یورپ کو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ آپ کی معلومات کے لیے اشارہ کر دیتے ہیں۔ تفصیل کے لیے ہماری کتب منگوا کر خود مطالعہ کریں اور امریکہ والوں کو بھی دکھائیں۔ امراض ہمیشہ اعضاء کے افراط وتفریط سے پیدا ہوتے ہیں۔ جس مقام کے اعضاء میں خرابی واقع ہوتی ہے اسی مقام کے اعضاء میں مواد رک جاتا ہے۔ جسم میں جراثیم پیدا ہوجاتے ہیں یا خاص قسم کے اعضاء کی خرابی سے اسی قسم کی قوت مدافعت کمزور ہوجاتی ہے۔ اور اس کے مطابق ہی جراثیم حملہ کر کے اپنا اڈا بنا لیتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ اوّل اعضاء بگڑتے ہیں۔ پھر قوت مدافعت کمزور ہوتی ہے۔ اور بعد میں جراثیم کے اثر کرنے یا نہ کرنے کا سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔

❺ محترم عبدالحمید لون صاحب فرماتے ہیں کہ ''اب دیکھنا ہے' کیا آلو میں تپ دق کے جراثیم موجود ہیں۔ جو بیماری پیدا کرتے ہیں یا آلو میں ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جو قوت مدافعت کو کم کرتی ہیں۔ اگر آلو میں جراثیم بھی موجود ہوں اور قوت مدافعت کو کم کرنے والی چیزیں بھی ہوں تو بیماری کا ہو جانا لازمی ہے۔ موجودہ قوانین طب اور میڈیکل سائنس کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ آلو کیا۔ کسی بھی سبزی وغیرہ میں دق کے جراثیم نہیں ہوتے۔ اگر یہ آلو وغیرہ میں رہیں تو انسانی جسم میں داخل ہوتے ہی مر جائیں کیونکہ انسانی جسم کی ساخت یعنی اس کی حرارت خون اور دیگر مواد جسمانی آلو کی ساخت سے بالکل مختلف ہیں اور کوئی بھی ذی حیات دو متضاد جگہ میں ایک ساتھ نہیں رہ سکتا''۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جناب عبدالحمید لون صاحب نہ تو قوانین طب سے واقف ہیں اور نہ ان کو میڈیکل سائنس کا کچھ علم ہے اور فرنگی طب پہلے ہی غلط ہے اور یہ اس کو اور بھی بدنام کر رہے ہیں۔ طب اور سائنس سے بے علمی کے باوجود وہ ہیلتھ ایجوکیشن آفیسر کیسے بن گئے ہیں۔ اب ذرا ان کی بے علمی کے نمونے ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

''کیا آلو میں تپ دق کے جراثیم موجود ہیں جو بیماری پیدا کرتے ہیں''۔ جناب لون صاحب! ذرا کسی سائنسی لیبارٹری میں جھانک کر ہی دیکھ لیا ہوتا۔ جہاں پر جراثیم پرورش کیے جاتے ہیں۔ نہیں تو کسی علم الحیات کے ماہر (بائیولوجسٹ) سے ہی پوچھ لیا ہوتا کہ جراثیم کی من بھاتا غذا کیا ہے۔ اسی لیے آپ کی لاعلمی نے آپ کو آلو کی حمایت میں لکھنے کے لیے مجبور کیا۔ انکل ٹام کے ملک والے آپ کے نام اور کام سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ مگر نہ ان کو پتہ ہے اور نہ آپ کو کہ کہاں پھنس جائیں گے اور رعب دینے کی بجائے خفت اٹھانی پڑے گی۔ جاننا چاہیے کہ آلو جراثیم کا من بھاتا کھاجا ہے۔ اور ان کی پرورش ہی ان پر کی جاتی ہے۔ پہلے دریافت نہیں کیا تو اب جا کر کسی ماہر علم حیات سے پوچھ لیں کہ وہ جراثیم کی پرورش کے لیے آلو کی کھیر جس کو وہ پٹیٹو جیلی کہتے ہیں۔ گلیسرین میں تیار کی جاتی ہے۔ جس کا نام پٹیٹو گلیسرین ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آلوؤں میں پرورش جراثیم کی زبردست استعداد ہے۔ گویا روزانہ آلو کھانے والے کے اندر ٹی بی کے جراثیم کا پرورش پانا لازمی امر خیال کرنا چاہیے۔ دوسرے آپ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ جراثیم اندر جا کر بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ان کا زہر جا کر جراثیم کی پیدائش کا باعث ہو جاتا ہے۔ جو آلوؤں کی غذا پا لینے پر فوراً اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔ یہ ہے جادو جو سر چڑھ کر بولے۔ بولئے آپ میں یا کسی امریکی میں طاقت ہے جو ان حقائق کو باطل کر سکیں۔

دوسرا نمونہ لکھتے ہیں کہ ''آلو میں ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جو قوت مدافعت کو کم کرتی ہیں؟ جناب لون صاحب! آپ کو اس بات کا بھی علم نہیں ہے کہ قوت مدافعت کیا چیز ہے اور کہاں ہوتی ہے اور قوت مدافعت اور قوت مدبرہ کا بدن میں کیا فرق ہے؟ صرف طبی اصلاحات پڑھ لینے سے علم نہیں آ جاتا۔ بلکہ ان کا صحیح مفہوم بھی جاننا ضروری ہے۔ دنیا میں علم کا احتیاط اس وقت آتا ہے جب اس کا سمجھنا ختم ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ قوت مدافعت وہی چیز ہے جس کو امیونٹی کہتے ہیں۔ جس کا تعلق اعضاء کے ساتھ ہے اور ہر عضو کی قوت مدافعت اس کے اپنے جوہر اور افعال کے ذریعے ہوتی ہے۔ اور حرارت ان کی غذا ہے جہاں حرارت اور اس کے اعتدال میں کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے وہاں اعضاء کے افعال میں افراط و تفریط شروع ہو جاتا ہے اور قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے۔ بس اس حالت کا نام مرض ہے۔ جس طرح قوت سخت اعضاء میں پائی جاتی ہے اسی طرح جو قوت تمام جسم کی نگرانی کرتی ہے اور ضرورت کے وقت خون کو جسم میں ادھر ادھر بھیجتی رہتی ہے اس قوت کو قوت مدبرہ بدن کہتے ہیں۔ یہ قوت اعصاب کے تحت کام کرتی ہے۔ اس قوت کی بھی عمل میں رکھنے کے لیے حرارت کی ضرورت ہے۔ یہی قوت ضرورت کے وقت گرم گرم خون بھیج کر جراثیم یا زہریلا مادہ جو جسم انسان میں داخل ہوتا ہے۔ وہ اس قوت مدافعت اور قوت مدبرہ بدن سے فنا اور ضائع ہوتا رہتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ: ''جراثیم جسم میں داخل ہوتے ہی مر جائیں۔ کیونکہ انسانی جسم کی ساخت یعنی اس کی

ضرورت خون دیگر مواد جسمانی آلو کی ساخت سے بالکل مختلف ہیں اور کوئی بھی ذی حیات دو متضاد جگہ میں ایک سانہیں رہ سکتا''۔

یہی ہے ہمارا جادو کہ ہم آپ کی زبان سے تسلیم کرا لیتے ہیں کہ حقیقت کیا شے ہے۔ اب یہ تسلیم کر لینے کے بعد قوت مدافعت اور حرارت خون جراثیم کو فنا کر دیتے ہیں۔ ہمارے گزشتہ مضمون پر غور کریں کہ جو ہم ثابت کر آئے ہیں کہ آلو میں نہ صرف حرارت کی کمی ہے بلکہ یہ قاطع حرارت ہیں۔ کیونکہ آلو کے اجزاء میں نشاستہ اور چونا غالب ہیں اور اس میں حرارت کی کمی اور نشاستہ کی زیادتی کی وجہ ہی سے ان میں بہت جلد خمیر (فرمنٹیشن) پیدا ہو جاتا ہے۔ جو جراثیم ٹی بی کو غذائیت مہیا کرتا ہے۔ اس حقیقت کا آپ کے پاس کوئی جواب ہے۔ اگر نہیں ہے تو اپنے استادوں کو پکاریں۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی بھی تسلی کر دیں گے۔

تیسرا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں کہ:

''آلو کیا کسی بھی سبزی وغیرہ میں دق کے جراثیم نہیں ہوتے۔ سبحان اللہ کیا علم پایا جاتا ہے۔ علمی دنیا کا ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ سبزیوں کو ہمیشہ دھو کر کھانا چاہیے۔ کہ ان میں امراض کے کیڑے ہوتے ہیں۔ صرف جراثیم ہی نہیں بلکہ کیڑے ہوتے ہیں۔ یہ تو ایک عمومی بات ہے۔ اب ذرا علمی اور سائنسی باتیں سنئے ① پانی کے ایک قطرے میں ہزاروں جراثیم ہوتے ہیں۔ اور سبزی بغیر پانی کے نہیں پیدا ہو سکتی۔ ② ایک گرام مٹی میں بھی بے شمار جراثیم ہوتے ہیں۔ بلکہ جب تک مٹی خمیری نہ ہو۔ سبزی نہیں اُگ سکتی اور مٹی میں خمیر یہی جراثیم بناتے ہیں۔ ③ ہر قسم کی سبزیاں صرف ٹماٹر' لیموں اور دیگر ترش سبزیوں کے باقی تمام میں کھار (الکلی) کی زیادتی ہوتی ہے۔ یہ کھار پن قاطع حرارت ہے۔ سبزیوں میں اگر کوئی سبزی حرارت پیدا کر سکتی ہے۔ تو وہ سرخ مرچ' میتھی' پودینہ' ادرک' پیاز اور لہسن وغیرہ ہیں۔ یہ سب غذا کے طور پر نہیں بلکہ مصالحہ کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ اس امر سے ثابت ہوا کہ نشاستہ دار سبزیاں جیسے آلو نہ صرف جراثیم کی پیدائش میں مدد دیتے ہیں بلکہ ٹی بی پیدا کرتے ہیں ⑤ جراثیم کی پیدائش نباتات کے اصولوں پر نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں وہ سبز مادہ نہیں پایا جاتا جو نباتات میں پایا جاتا ہے۔ جس سے وہ ہوا میں سے غذا جذب کرتی ہیں۔ اس لیے جراثیم اپنی غذا ہوا میں سے حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنی غذا زیادہ تر نباتات سے حاصل کریں۔ اس لیے جراثیم اپنی غذا ہوا میں سے حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنی غذا حیوانات کو بنائیں یا نباتات سے غذا حاصل کریں۔ اس لیے جراثیم اپنی غذا زیادہ تر نباتات سے حاصل کرتے ہیں اور نباتات بھی ایسی جن میں نشاستہ زیادہ ہو۔ جیسے آلو وغیرہ ان امور سے ثابت ہوا کہ سبزیاں خصوصاً کچی سبزیوں کا استعمال کرنا ٹی بی کو دعوت دینا ہے۔ **یاد رکھیں جو قوم صرف سبزیوں پر زندگی گزارے۔ وہ کبھی بہادر نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں وہی قومیں زندہ بن سکتی ہیں جو گوشت کھاتی ہیں۔** کیونکہ گوشت موادِ حرارت اور قوت ہے۔ اس کے برعکس سبزیاں دافع حرارت اور ضعف پیدا کرتی ہیں۔ اسی لیے قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر ذلت اور مسکینی لازم کر دی گئی کہ انہوں نے من و سلویٰ کے مقابلے میں سبزیاں طلب کی تھیں اور یہی ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا''۔

جناب لون صاحب لکھتے ہیں کہ ''آلو ہمارے ملک میں موجودہ غذاؤں کا ایک ضروری معاون جزو ہے۔ سستا اور آسانی سے دستیاب ہونے کے علاوہ ہمارے جسم کی حرارت غریزی کے قائم رکھنے میں بہت مدد دیتا ہے۔ وٹامن سی۔ جو کہ جسم میں قوت مدافعت پیدا کرتا ہے ماسخورہ لگنے نہیں دیتا' کے علاوہ اس میں پروٹین' وٹامن (بی) آئرن اور کیلشیم ہوتے ہیں۔ جو کہ خصوصاً اہل پاکستان کے لیے غذائیت کے لحاظ سے بہت ہی موزوں اور بہت ہی مفید ہیں اور جسمانی لحاظ سے بہت ہی مفید ہیں اور جسمانی ضروریات کے لیے نہایت ضروری ہیں کیونکہ ان

سے معدہ بیماریوں سے بچا رہتا ہے۔خون درست رہتا ہے اور ہڈیاں کمزور نہیں ہونے پاتیں۔اور خاص کر یہ چھوٹے بچوں اور دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے نہایت مفید ہے''۔

محترم لون صاحب! ہم اپنے مضمون میں عقل ونقل اور قانون فطرت سے ثابت کر چکے ہیں کہ آلو کا روزانہ استعمال نہ صرف ٹی بی پیدا کرتا ہے بلکہ پاکستانی قوم کو قربان کرے گا۔جس سے اس کی نہ صرف بہادرانہ روایات ختم ہو جائیں گی بلکہ ذہنی اور روحانی طور پر بھی ناکارہ ہو جائے گی۔آپ کہتے ہیں کہ''ہماری موجودہ غذاؤں میں معاون جزو ہے'' نہ سستا ہے اور نہ آسانی سے دستیاب ہوسکتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حرارت غریزی کو تباہ کرتا ہے۔افسوس آپ حرارت کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور نہ حرارت غریزی اور عام حرارت اور حرارت غریبہ میں فرق جانتے ہیں۔اگر آپ یہ سب کچھ جانتے ہوتے تو کبھی یہ نہ لکھتے کہ آلو حرارت غریزی پیدا کرتے ہیں۔جب آپ خود لکھتے ہیں کہ اس میں وٹامن (بی) اور (سی) ہیں کیا آپ کو علم ہے کہ آلو میں اس کے نشاستہ کے مقابلے میں کس نسبت سے وٹامن (بی) اور (سی) ہیں؟ یعنی آٹے میں نمک کے برابر اور وٹامن (بی) نباتاتی وٹامن ہے۔حیوانی نہیں ہے۔وٹامن (سی) کاربن ہے۔ترشی نہیں ہے۔یہ کسی طرح بھی ماتخورے کے لیے مفید نہیں ہے۔میڈیکل سائنس نے ترشی کو ماتخورے کے لیے مفید لکھا ہے۔اور یہی نظریہ غلط ہے۔خیر! بہر حال آپ اس علم سے بے علم ہیں۔کسی طرح بھی ہڈیوں کو آلو طاقت نہیں دیتا بلکہ ہڈیوں کا ٹی بی پیدا کرتا ہے۔خون کو کمزور کرتا ہے اور اس میں سردی پیدا کر دیتا ہے۔معدہ گندہ کرتا ہے اور بے حد تبخیر اور تعفن کے ساتھ بے شمار قسم کے امراض پیدا کرتا ہے۔اس کے استعمال سے فوراً نزلہ زکام پیدا ہو جاتا ہے۔جو ابوالعلامات ہے اور ٹی بی کا پیش خیمہ ہے۔نہ یہ بچوں کے لیے مفید ہے اور نہ دودھ پلانے والی عورتوں کے لیے سودمند ہے۔البتہ امریکہ کے لیے ضرور مفید ہے جس کا بیج پاکستان میں بکتا ہے یا ان مجبور لوگوں کا پیٹ بھر سکتا ہے جن کو کوئی اناج میسر نہ آئے اور بھوک نے ان کا برا حال کر دیا ہو۔

جہاں تک وٹامن کا تعلق ہے۔ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں بلکہ چیلنج کر چکے ہیں کہ آپ ان کے خواص کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور جہاں تک اس کی ترتیب (کمبینیشن) کا تعلق ہے۔یعنی غذا میں کس تناسب سے شامل ہوتے ہیں اور ہم کو کس تناسب سے ان کو استعمال کرنا چاہیے اور خاص طور پر کن کن وٹامن کو آپس میں ملانا چاہیے۔اس کا علم کسی فرنگی ڈاکٹر کو بھی نہیں۔اسی طرح وہ ان کے اثرات بالمفرد اعضاء سے واقف نہیں ہیں۔اگر وٹامن کے متعلق ان باتوں کا علم رکھتے ہیں تو ہم مقابلے کے لیے چیلنج کرتے ہیں۔یونہی وٹامن وٹامن کر کے عوام میں خوف وہراس پیدا کر دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔افسوس! جس علم سے آپ واقف نہیں ہیں۔اس کے متعلق لوگوں کو تعلیم دینا بیماری پیدا کرنے کا باعث ہی ہوگا۔

یہ بھی آپ کو جاننا چاہیے کہ وٹامن کے غلط استعمال یا کثرت استعمال سے خطرناک امراض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔جیسے اغذیہ اور ادویہ کے غلط استعمال سے انسان مصیبت اور دکھ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔صرف یہ لکھ دینا کہ فلاں وٹامن یہ طاقت دیتا ہے کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی لکھنا چاہیے کہ وہ نقصان کیا دیتا ہے۔اس کے مشینی اور کیمیاوی کیا کیا اثرات ہیں۔ہمارے پاکستان میں بھی اکثر فرنگی ڈاکٹر ہیں۔جب ہم یورپ وامریکہ کے فرنگی ڈاکٹروں اور سائنسدانوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ خواص اغذیہ اور تاثیر الادویہ سے پورے طور پر واقف نہیں ہیں تو بھلا ان کو پاکستانی فرنگی ڈاکٹر کیا جانتے ہیں۔اور جناب لون صاحب! آپ کے علم کا تو ذکر ہی بے سود ہے کہ آپ تو ڈاکٹر بھی نہیں ہیں۔چند ادھر اُدھر سے باتیں پڑھ لی ہیں اور آپ جیسے لوگوں ہی کی وجہ سے ٹی بی بے حد شدت اور کثرت سے پھیل رہی ہے۔آخر میں ہم پورے زوردار الفاظ میں احتجاج کریں گے کہ گالیاں دینے سے کسی کے علم وفن کی فوقیت نہیں ہوا کرتی بلکہ صحیح علم وفن کو پیش کرنے سے ہوا کرتی ہے۔

ہم نے بھی آپ کے سامنے علم وفن پیش کیا ہے بلکہ موجودہ سائنس کی روشنی میں پیش کیا ہے۔اگر جرأت ہے تو اس کو غلط قرار دیں۔ٹی بی کے لیے مزید صحیح علم درکار ہو تو میری کتاب تحقیقات تپ دق وسل پڑھیں۔ وماعلینا الاالبلاغ۔

(۲۱)

اسلام اور جنسیات

فہرست عنوانات

پیش لفظ

قانون حیات

خداوند کریم نے یہ کائنات پیدا کر کے اس میں زندگی پیدا کر دی ہے اور اس زندگی کو قانون کے تحت کر دیا ہے۔ زندگی کے جس قدر بھی شعبے ہیں وہ تمام قوانین کے تحت عمل کرتے ہیں۔ ان میں پیدائش زندگی سے لے کر اختتام زندگی تک جن میں بھوک پر ضرورت کے مطابق کھانا پینا، گرمی سردی اور اخلاقی تہذیب کے مطابق لباس پہننا، بارش و طوفان اور دیگر خطرات کے تحت مکان میں رہنا، بیماری میں علاج کرانا، کائنات اور زندگی کو سمجھنے و ترقی و کمال حاصل کرنے اور خالق کائنات و زندگی کو ذہن نشین کرنے کے لئے علم و حکمت حاصل کرنا اور اس زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے جدوجہد کام دھندہ کرنا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جو لوگ اپنے اعمال کو صالح طریق پر قانون حیات کے تحت رکھتے ہیں وہ نہ صرف خوشگوار زندگی گزارتے ہیں بلکہ زندگی کا کمال حاصل کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی دُنیا میں باکمال شمار ہوتے ہیں۔

قانون پیدائش

قوانین حیات کا پہلا قانون پیدائش زندگی ہے۔ یہ ایک انتہائی اہم قانون ہے۔ اسی قانون کے تحت جمادات و نباتات اور حیوانات کی زندگیاں نمودار ہوئی ہیں اور اس قانون زندگی کا کمال انسان ہے۔ جس کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کی تائید کی ہے: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾ مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو طریق اور عمل پیدائش کی طرف کبھی غور نہیں کرتے۔ قانون پیدائش کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صحیح پیدائش اور اس کی صالح تربیت کے بعد زندگی اپنا وقت عمدہ طریق پر نہ صرف گزار سکتی ہے بلکہ اپنے کمال تک پہنچ سکتی ہے۔ اور جو زندگیاں اپنے کمال تک نہیں پہنچ پاتیں وہ قانون پیدائش اور تربیت صالح سے ناواقف ہوتی ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اگر قانون حیات بقائے حیات ہے تو قانون پیدائش بقائے نسل ہے۔

قانون بقائے نسل

قانون پیدائش میں ایک صورت بقائے نسل بھی ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ دُنیا میں جس قدر مخلوق پیدا کی گئی ہے اس کی بقا اور نسل قائم رہے۔ اس لئے نباتات و حیوانات اور انسان میں توالد و تناسل کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ جمادات و ادنیٰ نباتات اور ادنیٰ حیوانات میں صرف اسی مادہ میں رکھ دیا گیا ہے۔ جس سے اس میں نشو و نما ہو کر توالد و تناسل اور بقا و تسلسل کی صورتیں قائم رہتی ہیں۔ لیکن اعلیٰ نباتات اعلیٰ حیوانات اور انسان میں یہ سلسلہ مذکر و مؤنث کے باہم ارتباط و اتحاد اور اجتماع سے عمل میں آتا ہے۔ اس لئے دونوں میں ایک قسم کی کشش اور شوق پیدا کر دیا گیا ہے۔ جس سے ان میں ایک طرف اپنی ذات میں طلب اور دوسری طرف مقابل ذات میں کھچاؤ کے اثرات پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ضرورت کے مطابق مذکر و مؤنث کا باہم ملاپ اور شرکت ہو سکے۔ جس کے نتیجہ میں توالد و تناسل اور بقا و تسلسل کی ضرورت قائم رہتی ہے۔ اس

طرح قانون بقائے نسل کام کرتا رہتا ہے۔

قانون توالد و تناسل

جمادات و نباتات اور حیوانات کا قانون توالد و تناسل ان کے احساس اور شعور کے ماتحت ہے۔ یہاں شعور کے معانی نفسیاتی اصطلاح ''غیر شعور'' ہے۔ اسی احساس و غیر شعور کے تحت مقررہ وقت و مقررہ اصولوں اور مقررہ قانون کے تحت توالد و تناسل اور احساس کے ساتھ تحت الشعور و شعور، نطق و ضمیر، ادراک و وجدان اور افہام و تفہیم پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس پر معاشرہ و معاشیات اور ثقافت و اخلاق کی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ پابندیاں تین صورتوں میں قائم ہوتی ہیں:

1. مذہبی پابندیاں جن کے خلاف کرنے سے گناہ عائد ہو جاتا ہے۔
2. حکومت کی پابندیاں جن کے خلاف کرنے سے جرم و سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔
3. معاشرہ کی پابندیاں جن کے خلاف کرنے سے اخلاق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

اس طرح قوم و ملک میں معاشرہ و معاشیات اور ثقافت و اخلاق کی قدریں بگڑ جاتی ہیں۔ اس لئے مذہب و حکومت اور معاشرہ نے ایمان و قانون اور اخلاق کی اقدار مقرر کر رکھی ہیں۔ جن کے بغیر انسان توالد و تناسل کی زندگی نہیں گزار سکتا۔ ان پابندیوں کے خلاف توالد و تناسل کا سلسلہ قائم رکھنے والے کو گناہ گار مجرم اور ذلیل خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے مجرد انسان کو معاشرہ میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ان میں جنسی ناقابل اور جنسی باغی دونوں شامل ہیں جن کی کئی وجوہات ہیں:

1. مجرد لوگ قابل اعتبار نہیں سمجھے جاتے۔
2. مجرد لوگوں میں صحیح انسانیت اور ذہنیت کا فقدان تصور کیا جاتا ہے۔
3. آئندہ اس کی نسل قائم نہیں رہتی۔
4. اس کی دولت اور آمدنی اس کی ذات کے سوائے دوسروں پر خرچ نہیں ہوتی۔ گویا وہ معاشرہ کے لئے بے سود انسان ہے۔
5. سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر انسان صحیح جنسی زندگی اختیار نہ کرے تو اس کی جسمانی و ذہنی اور روحانی نشو و ارتقاء مکمل نہیں ہوتی جس سے وہ جسمانی طور پر نہ غیر معمولی انسان بن سکتا ہے اور نہ ذہنی طور پر غیر معمولی حساس آدمی بن سکتا ہے اور نہ ہی روحانی طور پر غیر معمولی خود شناس بشر بن سکتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے افراط و تفریط دونوں صورتوں میں پابندیاں لگا دی ہیں۔

اسلام نے انسان میں متاہل اور ازدواجی زندگی کے لئے ذوق و شوق پیدا کیا ہے۔ تاکہ انسان کی ضروریات و قیام صحت کے ساتھ ساتھ توالد و تناسل قائم رہے۔ اس سلسلہ میں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٤]

''مردوں کو عورتوں اور اولاد کی محبت سے زینت ہے''۔

پھر عقد کے لئے پسند کو ضروری قرار دیتے ہوئے تعداد کی پابندی لگا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ﴾ [سورة نساء : ٣]

''پس عورتوں میں سے نکاح کرو جس کو تم پسند کرو دو دو تین تین اور چار چار اگر خوف ہو کہ تم عدل نہیں کر سکو گے تو ایک ہی کرو''۔

اس سلسلے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

« تناكحوا تناسلوا فاني اباهي بكم يوم القيامة »

''نکاح کرو اور اولاد پیدا کرو، میں تمہاری افزائش نسل سے قیامت کے دِن اور امتوں پر فخر کروں گا''۔

منشائے الٰہی اور ہدایت نبوی ﷺ میں جنسی ضرورت کے لئے ایک سے چار تک کی وسعت دی گئی ہے۔ بلکہ بے حساب باندیوں کی بھی اجازت ہے۔ لیکن اس تعاون میں نیکی اور خوف خدا کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ گناہ اور حد سے بڑھ جانے کو منع کیا ہے۔ اس وسعت کا مقصد یہ ہے کہ انسانی تخم اپنے صحیح اور جائز مقام پر گرے اور جگہ جگہ ناجائز طور پر حرامی بچے پیدا نہ کئے جائیں۔ ایسا کرنے والے کے لئے سخت گناہ کے ساتھ اس دُنیا میں بھی خوفناک تعزیریں مقرر کر دی گئی ہیں یعنی مجرم اگر غیر شادی شدہ ہے تو اس کو کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ ہے تو اس کو سنگسار کر دیا جائے تا کہ معاشرہ میں موجود گندے عناصر کو ختم کر دیا جائے۔ کیونکہ حرامی بچے نفسیاتی اور وراثتی اثرات کے تحت جنسی بھوک کے مریض ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے آئندہ یہ مرض وبائی جراثیم کی طرح بڑھتا اور پھیلتا ہے، جو معاشرہ کے لئے تباہی کا باعث بنتا ہے۔

مکمل انسان

دُنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مذہب وحکومت اور معاشرہ ہو جس نے جنسی ضرورت پر پابندی نہ لگائی ہو۔ ان پابندیوں سے ایک طرف انفرادی طور پر شخص کی جسمانی وذہنی اور روحانی زندگی میں تقویت پیدا ہوتی ہے تو دوسری طرف معاشرہ میں تعمیر پیدا ہوتی ہے۔ جس معاشرہ میں جنسی فعل کو ضرورت کی بجائے خواہش کے تحت پورا کیا جائے چاہے وہ جائز صورت میں بھی ہو تو امراض کا باعث ہوتا ہے اور وہ لوگ جو عورت کے بغیر جنسی خواہشات کو پورا کرتے ہیں جیسے جلق واغلام اور دیگر ذرائع حیوانی وغیرہ ایسے لوگ رفتہ رفتہ مقام انسانیت سے گر جاتے ہیں اور معاشرہ کے لئے تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ انہی اثرات کے تحت یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ جن لوگوں میں جنسی امراض اور خرابیاں پیدا ہوگئی ہوں صحیح علاج معالجہ ہی سے ان کو پھر مقام انسانیت پر قائم کیا جا سکتا ہے۔ جو انسان جنسی فعل کو ضرورت کے مطابق انجام دیں گے وہ جسمانی وذہنی اور روحانی طور پر مکمل انسان بن کر معاشرہ کے لئے مفید طاقت بن سکتے ہیں اور آئندہ ان کی اولاد بھی صحت مند پیدا ہوگی۔ یہ سب کچھ نظریہ مفرد اعضاء کے تحت پیش کیا گیا ہے جو دُنیا میں اپنے نظریہ کی پہلی کتاب ہے۔

خادم فن

صابر ملتانیؒ

14/ اکتوبر 1969ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کثرتِ ازدواج کا نفسیاتی تجزیہ

فرنگی نے اسلام کی تبلیغ اور بڑھتی ہوئی قوت کو روکنے کے لئے چار اُصول وضع کیے جس سے نہ صرف اسلام کی تبلیغ رُک گئی بلکہ مسلمان دُنیا میں پارہ پارہ ہوکر رہ گئے۔ فرنگی مدبر اپنے ان اصولوں پر نازاں ہے اور فخر کرتا ہے۔ اس کے وہ اصول درج ذیل ہیں:

1. دین اسلام کی تبلیغ کو ختم کر کے مادی فرنگی تہذیب کو رائج کیا جائے۔
2. دین اسلام کے حامل علماء کی تذلیل کی جائے۔
3. اسلام کے مرکز خانہ کعبہ کی اہمیت ختم کر دی جائے اور اس کی جگہ دیگر مرکز بنائے جائیں خاص طور پر پیرس، لندن اور واشنگٹن کی طرف رجوع کرایا جائے۔
4. اسلام کی واحدانی حکومت کا قیام ناممکن کر دیا جائے جہاں سے دینی قوت اور تبلیغ کا چشمہ اُبھرتا ہے۔ ان کی جگہ چھوٹی چھوٹی بے معنی اور مفلوج ریاستیں بنا دی جائیں جن میں اکثر غلام اور نیم آزاد لوگ رہیں اور یہ کوشش کی جائے کہ جو نیم آزاد ہوں وہ بھی آپس میں برسرپیکار رہیں۔

فرنگی کے ان چار اصولوں نے مسلمانوں کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ کسی اسلوب عقل و دانش سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن چار اصولوں سے بڑھ کر جس خفیہ ہتھیار نے اسلام کو نقصان پہنچایا وہ کثرت ازدواج کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا ہے۔ اس پروپیگنڈے نے سرد جنگ کا کام کیا اور اسلام کی نصف آبادی (عورت) کو ذہنی طور پر اسلام کے خلاف یعنی اس کا ذہن کسی بھی ایسے مذہب پر ایمان لانے کو تیار نہیں جس میں کثرت ازدواج کی اجازت ہو۔

اس سے نہ صرف مسلمان عورت کے دماغ میں فتور آ گیا، بلکہ غیر مسلمان عورت کے سامنے جب بھی اسلام کی اچھی تعلیم کا ذکر آیا تو اس نے کثرتِ ازدواج کے مسئلہ پر اسلام کی اچھی تعلیم سے بھی منہ موڑ لیا۔

عناصر اربعہ

فرنگی کے ان چار اصولوں کو اگر عناصر اربعہ قرار دیا جائے تو کثرت ازدواج کے خلاف پروپیگنڈا اسلام کی مخالفت میں روح کا کام دیتا ہے۔ اَن پڑھ، جاہل اور پڑھی لکھی نادان عورتوں نے فرنگی زہریلے پروپیگنڈے کی حمایت کرنی ہی تھی۔ بعض دین اسلام سے نابلد مردوں نے بھی

اپنی حماقت سے اسلام کی تبلیغ اور قوت کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔ بعض نفس پرستوں نے اس کے تحت عورتوں کی آزادی کے لئے چیخنا شروع کر دیا اور عورت کے دردن خانہ کی پروقار اور پرشکوہ زندگی سے بازار میں لاکر مزدور کی صورت میں کھڑا کر دیا۔ جہاں وہ باپ دادا کی جائیداد، خاوند کی دولت، بھائی اور بیٹے کی کمائی پر عزت وشان کے ساتھ انسانی زندگی میں رنگ بھرتی تھی اب وہ بھکارن بن کر در بدر کی بھیک مانگتی پھرتی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ جب تک جوان ہے اور اس کے جسم میں حرارت ہے تو وہ اپنی روٹی آسانی سے کما لیتی ہے اور جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو سڑک کے کنارے بیٹھ کر تیز اور کرخت آواز میں راہ گیروں کے سمع وبصر کے لئے باعث اذیت بنتی ہے۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت جہاں جوانی میں رونق خانہ بنی رہے وہاں بڑھاپے میں جوانی سے بھی زیادہ باعزت وباعظمت زندگی گزار سکے۔ اسلام جس قدر عورت کو عزت اور آزادی دیتا ہے اس قدر نہ کسی مذہب نے دی ہے اور نہ ہی کسی تہذیب نے بخشی ہے۔

آج کے متمدن اور مہذب ممالک میں عورت کی زندگی اس قدر کٹھن ہے کہ وہ اب نہ اپنے گھر کی رہی ہے اور نہ ہی کسی گھاٹ پر اس کو سکون میسر ہے بلکہ ایک تیز قسم کے دھارے کے ساتھ بہتی چلی جا رہی ہے۔

غرض وغایت

فرنگی صرف چار عورتوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ ایک سے زائد نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن اسلام چار سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے اور صاحب استعداد واقتدار کو چار بیویوں کے علاوہ (اگر جسمانی اور مالی طاقت ہو) ہزاروں باندیوں کی بھی اجازت دیتا ہے۔ جس میں نہ نکاح کی ضرورت ہے اور نہ خلع کا جھگڑا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ معمولی سے معمولی اور ادنیٰ سے ادنیٰ بلکہ بوڑھی سے بوڑھی عورت بھی گھر کی باعزت وباعظمت زندگی سے نکل کر بازاروں، دفتروں، فیکٹریوں اور کھیتوں میں ناجائز نفسانی خواہشات کا شکار بنتی پھرے۔

اسلام چاہتا ہے کہ عورت گھر میں بہترین طریقے پر بچوں کی تربیت کر سکے۔ جس کے صلہ میں وہ نان ونفقہ کے لئے بے فکر ہو جائے۔ وہ صحیح معنوں میں ماں بن جائے۔ ایسی ماں جس کے پاؤں کے نیچے واقعی جنت ہے۔

ابتدائی انسانی ضروریات

انسان کی ابتدائی ضروریات میں روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم، طبی امداد اور قدرتی ذرائع سے مستفید ہونا ہے۔ یہی ضروریات مرد کے ساتھ عورت کے لئے بھی ہیں۔ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔

انسان کی ان ابتدائی آزادیوں میں مذہبی آزادیوں، مجلسی آزادی اور اقتصادی آزادی بھی شامل ہے۔ ان میں بھی عورت مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔ اسلام کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا۔ ان کے علاوہ عورت کے لئے بھی بھلا اور کون سی ضرورت یا آزادی باقی رہ جاتی ہے۔

تڑپ تڑپ کر گھر سے باہر کا رُخ کرتی ہے اور کونسل تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے۔

کثرتِ ازدواج کا مسئلہ نہ اس قدر اہم ہے اور نہ ہی اس میں کوئی الجھن ہے۔ اسلام نے شادی کے معاملے میں عورت اور مرد کو برابر کی آزادی دی ہے کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف شادی نہ کریں۔ اور اگر شادی کے بعد کسی وجہ سے عورت پسند نہ ہو تو وہ جب اور جہاں بھی چاہے

طلاق دے سکتا ہے۔ اس میں کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے اور عورت کے لئے بھی یہی آزادی ہے کہ جب چاہے خلع حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے جگہ کی پابندی ہے کہ وہ قاضی کے پاس جا کر اپنا خلع طلب کرے۔ اس کو فوراً مل جائے گا۔ اس طرح اس کے لئے عدالت کی شہادت قائم ہو جاتی ہے۔

یہ صرف اس لئے ہے کہ عورت میں جذبات کی تیزی مرد سے زیادہ ہے۔ جہاں وہ فوراً خلع طلب کرتی ہے وہاں وہ واپس بھی جلد ہی لوٹ آتی ہے۔ اس لئے اس خلع کو قائم رکھنے کے لئے جگہ اور شہادت کا تعین ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اگر عورت کے پہلے خاوند سے حمل ہو تو اس کا بھی تصفیہ ہو جائے۔

پاک و ہند میں جہاں مرد کے طلاق کے حق کو برقرار رکھا گیا، وہاں عورت کے خلع کے قانون کو دبایا گیا۔ جس کے نتیجہ میں عورت نے اپنی فطری بے چینی سے تنگ آ کر اسلام اور خاص طور پر کثرت ازدواج کے خلاف بغاوت کر دی۔ یہی مرضی فرنگی کی تھی جو بہت حد تک پوری ہوئی۔ اس کے بعد اس مسئلہ کی اس کثرت سے غلط تفسیریں کیں اور کرائی گئیں کہ یہ مسئلہ اور بھی الجھ کر رہ گیا اور یوں رفتہ رفتہ فرنگی کا یہی پروپیگنڈہ ایک قسم کی سرد جنگ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

خلع کی حقیقت

اصل مسئلہ خلع ہے جو عورت کے لئے آزادی کا قانون ہے یعنی جب عورت چاہے اپنے مرد سے آزاد ہو سکتی ہے۔ اس کی موجودگی میں کثرت ازدواج کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یعنی جب عورت مرد سے الگ ہو جائے۔ عورت اپنی شادی کے بعد اپنی مرضی کی مالک ہے کہ وہ مرد سے نباہ کرے یا جدا ہو جائے۔ اس کا خاوند دو بیویاں رکھے یا چار۔ بہرحال اگر اس کو اپنے خاوند کے اندر کسی قسم کی کشش معلوم ہوتی ہے تو رہے ورنہ خلع کر کے الگ ہو جائے۔ نہ جانے اس کے بعد ایسی کونسی الجھن باقی رہ جاتی ہے جس کے باعث اسلام کی اجازت تعدادِ ازدواج کو مطعون کیا جاتا ہے۔

جب ایک عورت کسی شخص سے شادی کرتی ہے تو وہ پہلی عورت کے سوکناپے کو برداشت کرتے ہوئے شادی کرتی ہے۔ اگر دونوں ہر قیمت پر اکٹھی رہ سکتی ہیں تو پھر کثرت ازدواج کا الزام مرد پر کیوں ہے؟

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اچھی بھلی ایک عورت اپنے گھر میں آباد اور خوش و خرم تھی۔ دوسری عورت نے آ کر اس کا سکھ اور خوشی چھین لی۔ اوّل تو یہ قصور اس عورت کا ہے جو سوکن بن کر اپنی ہم جنس بہن پر نازل ہوئی ہے۔ اگر مرد کو قصوروار ٹھہرایا جائے تو بڑی سے بڑی ذمہ داری حاصل کی جاتی ہے اور ضرورت سے زیادہ زیور اور کپڑا طلب کیا جاتا ہے تاکہ لڑکے کی تمام پونجی تباہ کی جائے اور وہ دوسری شادی کا تصور بھی ذہن میں نہ لا سکے۔ پھر جلد ہی یہ سختی بھی شروع ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے خاندان سے الگ ہو جائے اور اچھی طرح اپنی بیوی اور ان کے خاندان کے زیرِ اثر آ جائے۔ ایسی صورت میں مرد بھلا دوسری شادی کا تصور کیسے کر سکتا ہے۔

صرف تین کام

ہمارے ہاں عورت کے لئے شادی کے بعد تین کام ہی باقی رہ جاتے ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح سمجھی جا سکتی ہے:

1. مرد اور اس کے خاندان کی دن رات برائیاں کرنا اور اپنی مظلومیت بیان کر کے رونا۔ گویا اس نے یہاں شادی کیا کر لی ہے، مصیبت

میں پڑ گئی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہتی ہے کہ اس کے لئے اس رشتہ سے کہیں اچھے رشتے ملتے تھے، مگر ماں باپ نے اس کو یہاں ڈبو دیا ہے۔

- دِن رات کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا۔ یعنی ماں باپ، بہن بھائی کے گھر میں بلا روک ٹوک جانے کے علاوہ سہیلیوں، دوستوں، ہمسایوں اور بازار میں بلا روک ٹوک جانے کی اجازت ہو۔ مگر خاوند کو گھر سے غیر حاضر ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ خاوند تماشہ اور کھیل کے لئے باہر جائے تو روز جھگڑا اور اگر بیوی کو غیر مرد کے ساتھ سیر، سینما اور ٹینس کھیلنے کی اجازت نہ دی جائے تو مرد کو متعصب اور جنگلی کہا جاتا ہے۔
- دوسری شادی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا ان کا شغل ہے جہاں بھی بیٹھیں گی دوسری شادی کے قصے، سوکن کے جھگڑے اور برائیاں بیان کریں گی۔ مگر جب بھی موقع ملے خود کسی کی سوت و سوکن بن جانا اور پھر دِن رات اس سوکن کو گلے سے اُتارنے کی کوشش میں لگے رہنا۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ مرد کی بیوی ہوتے ہوئے بھی اس سے طلاق لے لینا اور بیوی والے خاوند کے ساتھ شادی کر کے خود سوکن بن جانا۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ شادی نہ کر سکتی ہوں تو ایسے مردوں کے ساتھ ناجائز تعلقات پیدا کر لینا جن کی پہلے سے ہی ایک یا دو بیویاں ہوں۔ گویا جو عورت سوکن کو برا خیال کرتی ہے وہی سوکن بن جاتی ہے۔ دراصل عورت کی افتادہ طبع کا اندازہ ذرا مشکل سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے یہاں کی عورت کے ذہن کو فرنگی پروپیگنڈے اور عیسائی مشنریوں کے متعصبانہ شدید اعتراضات نے مسموم کر دیا ہے۔ کاش کثرت ازدواج کے سلسلہ میں اعتراض کرنے والے فرنگی نے کبھی اپنی مذہبی کتب کو بھی اُٹھا کر دیکھا ہوتا کہ اُن میں کثرت ازدواج کی کس قدر مثالیں موجود ہیں۔ توریت میں حضرت داوٗد علیہ السلام کی نو بیویوں اور دس حرموں کا ذکر پایا جاتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں اور تین سو حرم تھیں اور اس میں لونڈیوں کو بھی بیوی بنانے کا حکم بھی ہے۔ اسلام سے قبل کثرت ازدواج کا بے حد رواج تھا۔ بیویوں کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک تھی۔ باپ کی وفات کے بعد یہ بیویاں اولاد میں ورثہ کے طور پر قائم رہتی تھیں۔ سوائے اصل ماں کے باقی تمام بیٹے کی بیویاں بن جاتی تھیں۔ اس زمانے میں عورت کی حیثیت بھیڑ بکری سے زیادہ نہ تھی بلکہ عرب میں عورت کو ''ننگ انسانیت'' خیال کیا جاتا تھا اور اپنی عزت کو قائم رکھنے کے لئے ان کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

یہ صرف اسلام کی برکت ہے کہ عورت کو عزت دے دی گئی ہے۔ ان کو زندہ دفن کرنا گناہ قرار دے دیا گیا ہے اور بیویوں کی تعداد سینکڑوں ہزاروں سے گھٹا کر صرف چار کر دی گئی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ بھی یہ شرط لگا دی گئی ہے کہ عدل قائم رکھنا از حد ضروری ہے۔

فطری تقاضے

اس امر سے انکار نہیں کہ اسلام کا مذہب عین دینِ فطرت ہے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرد اگر متعدد شادیاں کرے گا تو نہ صرف گناہ سے بچے گا بلکہ اس کی زندگی میں ہر حیثیت سے تکمیل ہوگی، لیکن یہ صرف انہی مردوں کے لئے ہے جن میں مندرجہ ذیل استعداد ہو۔

- عدل کر سکتے ہوں۔
- شدید ضرورت رکھتے ہوں۔ جن کی صورتیں درج ذیل ہیں:

(**الف**) اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اس میں افراد کی بے حد ضرورت ہے۔

(ب) ایک عورت دس ماہ میں ہی بچہ پیدا کرسکتی ہے (اگرچہ اس کے چار خاوند بھی کیوں نہ ہوں)۔لیکن مرد دس ماہ میں چار (اگر باندیاں بھی ہوں) تو چار سے زیادہ بچے بھی پیدا کرسکتا ہے۔

(ج) ایک عورت جب حاملہ ہوتی ہے یا دودھ پلاتی ہے تو مرد سے پرہیز برتتی ہے۔اگر پرہیز نہیں کرتی تو اس کے اندرونی اعضاء کی صحت اور بچے کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔

(د) مرد کا مطمح نظر عدل ہوتا ہے جو انسان کو آدمی بنا کر خداوند کریم کے قریب کردیتا ہے۔

(ہ) چار بیویوں اور ان کے بچوں کے لئے کھانے کی جدوجہد اور ان کی نگہداشت کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔جنگ کے بعد اگر ضرورت پڑے تو اپنی قوم کی بیوہ عورتوں اور بچوں اور غیر قوم کی عورتوں کو اپنے ہاں سہارا دے سکتا ہے۔

(و) کثرت از دواج تو ایک طرف، اسلام کے نزدیک تو ایک بیوی بھی اگر لذت، عیش کوشی اور نفس پرستی کے لئے کی گئی ہو تو یقیناً یہ عمل بھی اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔کیونکہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے جس کے ہر نام لیوا کا یہ فرض ہے کہ وہ نہ صرف اپنے قول و فعل سے ہر وقت ہر جگہ اس کی تبلیغ میں لگا رہا بلکہ اس کا بیٹھنا اٹھنا، چلنا پھرنا، اوڑھنا بچھونا اور کھانا پینا اسلامی تعلیم کے مطابق یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے احکامات کے مطابق ہونا چاہئے۔اس سلسلہ میں بیوی کے ساتھ تعلقات بھی بالکل اسلامی زندگی کا آئینہ ہوں۔

دراصل میاں بیوی دونوں کے باہمی تعلقات کا مطمح نظر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور رسول اکرم ﷺ کے گھرانے کی پوری پوری پیروی ہے۔دونوں کے تعلقات صرف اس لئے ہیں کہ ذہن میں ایسی اولاد کا تصور ہو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی مرضی اور پیروی کے مطابق پیدا ہو۔پھر عین اسلامی تعلیم کے مطابق اس کی تربیت کی جائے۔مرد حلال کی کمائی گھر لائے اور بیوی اس کے گھر کی نگرانی کرے۔ان کا کوئی فعل ذاتی اور غیر اسلامی نہ ہو۔

اسلامی عقائد رکھنے والے افراد پر لازم ہے کہ وہ اپنے بالمقابل کا احترام کرے اور انتقامی جذبہ کو درمیان میں نہ لائے بلکہ ہر قیمت پر اس کی خوشی کو مقدم رکھے۔نفرت کی بجائے خوشی کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوں۔اگر بچے ہوں تو ان کا انتظام خوش اسلوبی سے کیا جائے جس کے پاس بچے رہ جائیں دوسرا رفیق بغیر کسی رکاوٹ کے بچوں سے مل سکے۔

اگر عورت کا تصور ایمان داری سے اپنی اولاد کی تربیت اسلامی اصولوں پر کرنا ہے جس سے اس کا اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ راضی ہو تو پھر اس امر کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کے خاوند کے گھر میں ایک عورت ہے یا چار ہیں۔جب سب کا مقصد اسلام کے لئے مبلغ اور غازی پیدا کرنا ہے، جس میں اپنے نفس کی خوشی مطلوب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی رضا اور خوشی درکار ہے۔جب کوئی میاں بیوی اپنی ذاتی مسرت کی تلاش، اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی بجائے ذاتی محبت، دنیاوی زندگی زر و جواہرات میں تلاش کریں تو پھر لازماً تسلیم کرنا پڑے گا کہ پھر عورت اسلامی تصور کو چھوڑ کر ذاتی ملکیت کی طرف لپکتی ہے۔خاوند سے نان ونفقہ کی بجائے اس کو اپنی محبت یا ملکیت کے نام پر غلام بنانے کی کوشش کرتی ہے۔

اگرچہ مرد اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور عورت کا وقتی طور پر رفیق زندگی ہے۔اگر عورت وقتی طور پر اسلامی اصولوں کے مطابق اپنے رفیق زندگی میں سہولتیں حاصل نہیں کرسکتی تو پھر اس کا اوّلین فرض ہوگا کہ اس خاوند سے خلع حاصل کرلے اور ایسے انسان کی رفیق زندگی بننے کی کوشش کرے جو اس کی اولاد کو اسلامی زندگی میں ڈھالنے میں معاون ثابت ہو۔

اس امر سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ایک بچے کی پیدائش سات ماہ سے دس ماہ تک عمل میں آتی ہے۔اس کے بعد عورت اس کو قریب قریب دو سال تک دودھ پلاتی ہے۔حمل اور رضاعی دور میں عورت مرد سے فطرتاً دور رہتی ہے۔ یہ زمانہ زیادہ سے زیادہ پونے تین سال کا اور کم از کم دو سال کا بنتا ہے۔اس عرصے کے بعد ہی عورت اس قابل ہوتی ہے کہ وہ اولاد کا تصور کر سکے۔لیکن مرد اتنے عرصہ تک بغیر بیوی کے نہیں رہ سکتا۔اگر عورت کے حمل اور رضاعی دور کے کم از کم زمانے کو چار پر تقسیم کریں تو چھ ماہ بنتے ہیں۔یعنی حمل سے زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک عورت اپنے مرد کو قریب آنے کی اجازت دے سکتی ہے۔اس کے بعد مرد کو دوسری بیوی کا محتاج ہونا پڑے گا۔ پھر ہر چھ ماہ دوسری اور تیسری عورت کا۔ یہاں تک کہ پہلی عورت اپنے بچے کے دودھ سے فارغ ہو جائے۔اگر مرد دوسرا اور چوتھا نکاح نہیں کرے گا تو لازمی امر ہے کہ وہ صبر کرے یا روزے رکھے اور یا حرام کاری کرے۔

ایسے تو صبر کر سکتے ہیں جن کی قوت مردمی اوسط درجے سے بھی بہت کم ہو اور ایسے مرد روزے بھی رکھ سکتے ہیں جو بہت غریب ہیں اور جن کے پاس عمدہ غذاؤں کے لئے پیسے نہیں ہیں اور دوسری طرف زیادہ بیویوں کے اخراجات کے لئے دولت نہیں ہے۔لیکن جن کے پاس وافر دولت اور سرمایہ بھی ہو وہ بھلا کسی طرح اس قسم کے روزے رکھ سکتے ہیں اور ایک ہی بیوی پر کیوں کر صبر کر سکتے ہیں۔

لیکن ہوتا یہ ہے کہ مرد کو ہی مجبور کیا جاتا ہے جو عین فطرت کے خلاف ہے۔ پھر یقیناً حرام کاری کرتا ہے۔ جس سے معاشرہ میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔اس مقصد کے لئے باقاعدہ چکلے اور بازار حسن سرکاری طور پر کھولے جاتے ہیں اور خفیہ طور پر ہوٹلوں اور سراؤں میں بدکاری کے اڈے قائم کئے جاتے ہیں۔اس سے بڑھ کر عورت کے ضرورت مند مرد گلیوں، محلوں اور ہمسایوں اور رشتہ داروں کی معصوم اور بے گناہ لڑکیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ان کو ورغلاتے ہیں اور موقع ملے تو بالجبر بھی اپنے جذبات کو تسکین دے لیتے ہیں۔جس کے نتیجہ کے طور پر شریف عورت برباد ہو جاتی ہے اور اکثر نوبت قتل وخون تک پہنچ جاتی ہے۔

دوسرا پہلو

اگر کوئی شریف آدمی فطرتاً بدکاری سے پرہیز کرتا ہے تو وہ اپنی حاملہ بیوی کو تنگ کرتا ہے اور حمل کے بعد بھی چند ہی دن گزرنے دیتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر ہر دس گیارہ ماہ بعد ایک بچہ پیدا ہو جاتا ہے جس سے عورت کی صحت بالکل تباہ ہو جاتی ہے اور اس کو عام طور پر دق لگ جاتی ہے۔

شاید بعض لوگوں کو معلوم نہیں کہ دق کی ابتدا ورم رحم سے ہوتی ہے اور وہ بیس پچیس سال کی عمر تک مشکل سے پہنچتی ہے اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنی آنے والی سوکن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر قبر میں اپنا گھر بسا لیتی ہے اور جس سوکن سے ڈرتی تھی وہ ہی اس کے گھر آ کر مالک بنتی ہے اور ساتھ ہی اس کے بچوں اور بچیوں کی نہ تعلیم ہوتی ہے اور نہ تربیت۔ایسے بچے اور بچیاں اسلام کے غازی اور مبلغ بننے کی بجائے معاشرے کے لئے بھی دُکھ کا باعث بن جاتے ہیں۔

اکثر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ شادی کے بعد سال سال کے وقفہ سے اس کے کئی بچے ہو گئے اور خود سوکھ کر کانٹا ہو گئی۔ہلکی ہلکی کھانسی سے دِل گھٹتا ہے۔دم چڑھ جاتا ہے۔ ہر وقت تھکن اور کمزوری کا احساس ہے۔ پھر بھی ایک بچہ پیٹ میں، ایک گود میں اور تین چار پہلو سے چمٹے ہوئے ہیں۔سب کا دھیان اور رکھ رکھاؤ ضروری ہے۔گھر کا کام دھندا اور کھانا پکانا لازمی ہے۔اور اس پر ظلم یہ کہ رات کو مرد کے جذبات کی تسکین بھی ضروری ہے۔وہ بھی اللہ کی بندی ایسی سخت جان ہے کہ جان دے دینے کو تیار ہے مگر کیا مجال کہ مرد دوسری بیوی کا نام تو لے۔

کہنا پڑتا ہے کہ عورت واقعی سخت جان ہے اور ضد کی پکی ہے۔وہ زندگی کے مقصد کو نہیں سمجھتی۔اسے مذہب کی تعلیم کا احترام نہیں۔

معاشرہ میں جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی پروا نہیں۔ صرف سوکن نہ ہونی چاہئے۔ بلکہ بعض دفعہ سوکن سے بچنے کے لئے خود مرد کا آلہ کار بن کر معاشرہ کو سخت نقصان پہنچاتی ہے لیکن سوکن کو برداشت نہیں کرتی۔ یہ صرف سوکن کا پروپیگنڈہ ہے۔ جس نے کثرت ازدواج کی برائیاں بیان کر کے اسلام کو بدنام کیا ہے۔ دوسرے صحیح اسلامی تعلیم سے بہت دور کر دیا ہے۔ تیسرے اسلام کی کثرت سے بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ چوتھے اسلامی تبلیغ اور جہاد میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے اور اس کے نتیجے میں مرد اور عورت صحیح ازدواجی زندگی کے اصل مقصد سے دور ہو گئے ہیں۔

غرض نکاح

نکاح کرنے والے ہر مرد کے ذہن میں یہ بات لازمی طور پر ہونی چاہئے کہ وہ نکاح محض لذت اور عیش کوشی کے لئے نہیں کر رہا بلکہ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حقوق العباد کی ادائیگی اور اسلام کی خدمت ہے۔ اور اگر نکاح نفسانی خواہش، لذت اور ذہنی عیاشی کے لئے کرتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا، مخلوق سے تعاون اور اسلام کی خدمت کا دخل نہ ہو، تو یقیناً ایسی شادی گناہ ہوگی۔ اسی طرح عورت کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ اپنے نکاح کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، صالح اولاد کی اسلامی معاشرہ میں پرورش و تربیت اور خدمت اسلامی ہی سمجھے۔ لیکن اگر وہ ان نیک مقاصد سے ہٹ کر جنس پرستی اور لذت کے لئے نکاح کر رہی ہے تو یقیناً یہ اسلامی اصولوں کے منافی ہوگا۔ ایسی صورت میں نہ اس دُنیا میں کامیاب ہوگی نہ دوسری دُنیا میں، ہی جنت میں داخل کی جائے گی۔

اسلام ہر اس عمل کو شیطانی عمل کہتا ہے جس میں نفسانی خواہشات اور عیش کوشی کو دخل ہو۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے ساتھ یہ چیزیں بھی شامل ہوں تو ''ہم خرما اور ہم ثواب''۔ آخر لذت و آرام اور سکون بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے بنایا ہے، لیکن مسلمان اس کو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے عمل میں لاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو تو اس کو گناہ تصور کرتا ہے۔ اگر میاں بیوی دونوں میں سے کسی کی طبیعت میں نفس پرستی، لذت اور عیش کوشی کا جذبہ پیدا ہو جائے اور اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، صالح اولاد کی پرورش اور تربیت اور خدمتِ اسلام مدنظر نہ ہو تو لازمی امر ہے کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا بیوی اپنے مرد سے خلع کرا لے اور پھر دونوں اپنے عقیدے اور خیال کے مطابق دوسرا نکاح کر لیں۔ البتہ اس صورت میں اسلامی عقائد رکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنے بالمقابل کا احترام کرے اور انتقامی جذبہ کو درمیان میں نہ آنے دے۔ بلکہ ہر قیمت پر اس کی خوشی کو مقدم رکھے۔ نفرت کی بجائے خوشی کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوں تا کہ اس صورت کا اس فرد واحد اور اجتماعی طور پر تمام معاشرہ پر اچھا اثر پڑے۔

اگر دونوں کے بچے ہوں تو ان کا انتظام خوش اسلوبی سے کیا جائے۔ جس کے پاس بچے رہ جائیں، دوسرا فریق بغیر کسی دقت اور تکلیف کے بچوں کو مل سکے اور خوشی کا وقت ان کے ساتھ بغیر کسی پابندی کے گزار سکے۔

ہر شخص ایک سے زائد بیویاں تو کیا ایک بیوی بھی اپنے گھر لانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس کے پاس ان متعدد بیویوں کے لئے مکان، نان ونفقہ نہ ہو۔ ایک بیوی تو شاید تنگی ترشی اور غربت میں گزارہ کر بھی لے مگر متعدد بیویاں ہمیشہ اچھے مکان اور اعلیٰ قسم کے نان ونفقہ سے کم پر کبھی کسی گھر میں نہیں ٹھہرتیں۔

یہ حقیقت ہے کہ دوسری اور تیسری بیوی ہمیشہ اسی گھر میں آتی ہے جہاں امیرانہ زندگی اور رئیسانہ ٹھاٹھ ہوں۔ بہت کم دیکھا گیا ہے کہ کسی سفید پوش کے گھر دوسری بیوی آ جائے۔ لیکن غریب کے گھر تو ایک بیوی بھی آنے کا نام نہیں لیتی۔

یہ ہر ایک کا کام نہیں

مرد جب مزید شادیاں کر کے عورتوں کو گھر لاتا ہے تو وہ اتنی قوت کا مالک ہوتا ہے کہ ان کو اپنے گھر میں رکھ سکے۔ ان کی ضروریات زندگی احسن طریقے پر پوری کر سکے۔ ان کی اور ان کے بچوں کی نگہداشت کر سکے۔

ان کے درمیان حکمت اور اعتدال سے زندگی گزار سکے۔ یہ ہر ایک کا کام نہیں کہ ایک سے زائد بیویاں اپنے گھر لائے۔ جب کوئی شخص ایک سے زائد بیویاں اپنے گھر لاتا ہے تو لازمی امر ہے کہ پہلی بیوی میں ضرور اس کے معیار کے مطابق کوئی کمی ہوگی۔ یہ کمی معاشرتی علمی اور مجلسی بھی ہوسکتی ہے۔

سب سے بڑی کمی جنسی عدم مطابقت بھی ہوسکتی ہے۔ نفسیاتی طور پر یہ ناممکن ہے کہ عورت مرد کے ذہنی ارتقاء اور جسمانی و جنسی معیار کے مطابق پوری ہو تو وہ دوسری بیویوں کا بوجھ برداشت کر کے اپنے آپ کو ذمہ داری میں گرفتار کرائے۔ جب ایک عورت کسی مرد کے پاس ہو، جس کو وہ معاشرتی و علمی، مجلسی اور جنسی طور پر اپنے معیار کے مطابق نہیں پاتی تو وہ فوراً ماں باپ کے گھر جا کر بیٹھ جاتی ہے اور علیحدگی کا سلسلہ شروع کر دیتی ہے تو پھر جب مرد غیر مطمئن ہو تو وہ کیوں نہ دوسری بیوی کو گھر لائے۔ باقی رہا پہلی بیوی کا معاملہ تو اس کو اگر اس گھر میں آرام نظر آتا ہے تو رہتی ہے ورنہ وہ بھی علیحدگی کا خیال کر لیتی ہے۔

دوسری آنے والی اپنی مرضی سے آتی ہے اور رہنے والی اپنے مفاد کے لئے رہتی ہے۔ تو پھر مرد پر کثرت ازدواج کا الزام کیوں ہے؟ بلکہ مردوں کا احسان سمجھنا چاہئے کہ دوسری بیوی کی موجودگی میں پہلی بیوی کو بھی رکھنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں تو ایسے مردوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے کہ وہ بیک وقت دو، دو۔ تین، تین اور چار، چار عورتیں رکھ سکتے ہیں۔ ان کے بچوں کی نگہداشت کر سکتے ہیں۔ ان کا مقابلہ ایسے مردوں سے کریں جو ایک بیوی بھی اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتے یا اگر ایک بیوی رکھ بھی لی تو تنگی ترشی سے اس کی زندگی کو اجیرن کر دیتے ہیں۔

کیا کوئی شخص اپنی بیٹی فاقوں پر دینے کو تیار ہے؟ اس طرح کوئی شخص اپنی لڑکی نالائق، نااہل، بدمعاش، بداخلاق، کنجوس، بے عزت جواری، شرابی، جنسی طور پر ناقابل اور بدنام شخص کو دینے کے لئے تیار ہے؟ بلکہ عورت جانے کو بھی تیار نہیں۔ اگر غلطی سے بیوی بن بھی جائے تو فوراً علیحدگی اختیار کر لی جاتی ہے۔ پھر ایسے مرد جو زیادہ عورتوں کو اپنے ہاں عزت اور آرام سے رکھنے کے قابل ہیں وہ واقعی قابل عزت اور باہمت انسان ہیں۔

ایسے قابل عزت اور باہمت مردوں کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب خدانخواستہ جنگ کے بعد قوم میں ایک طرف مردوں میں قحط الرجال پیدا ہو جاتا ہے، دوسری طرف بیواؤں اور یتیم بچوں کی کثرت ہو جاتی ہے جن کی نگہداشت اور پرورش کا مسئلہ ایک شدید قومی مسئلہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ایسے باعزت و باہمت مرد ہی ایسے وقت میں سامنے آ کر ملک اور قوم کی ایک زبردست ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔

گزشتہ جنگ عظیم دوم میں دُنیا کے اندر خاص طور پر جرمن، جاپان اور یورپ میں جو قحط الرجال پیدا ہوا ہے اور اس کے ساتھ بیواؤں اور یتیم بچوں کی جو کثرت ہوئی ہے وہ گزشتہ بیس سال میں پوری نہیں ہوسکی۔ جس کا نتیجہ بڑا خوفناک نکلا ہے۔ ایک طرف عورت نے ناجائز تعلقات کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ دوسری طرف ناجائز بچوں کی پیدائش نے یتیم بچوں سے بھی زیادہ ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے۔

ایسے عقدوں کا صرف اور صرف ایک ہی حل ہے اور وہ حل ہے ''تعدد ازدواج''۔

عریانی و بے پردگی

یہ جو دُنیا میں عورتوں کے اندر عریانی و بے پردگی کی روروز بروز بڑھ رہی ہے اس کے تحت یہ امر بہت شدت سے کام کر رہا ہے کہ عورت کی جنسی ضرورت پوری نہیں ہو رہی اور وہ اس معاملہ میں بے حد بھوکی ہے۔

اگر ایک عورت کی جنسی بھوک اپنے خاوند کے ہاں باعزت طریقے سے پوری ہو رہی ہو تو وہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ اس کا جسم تو کیا اس کا چہرہ بھی کوئی غیر مرد دیکھے۔

ایک ماہر نفسیات کی حیثیت سے آپ ان عورتوں کا سائیکو انالیسس (نفسیاتی تجزیہ) کریں تو یقیناً آپ ایسی عورتوں میں جنسی بھوک پائیں گے۔ ان کے اندر یہ بھوک جنسی قوت کی زیادتی سے ہے یا جنسی بھوک کی تسکین نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور ان کو سیکس میںیا (جنسی مالیخولیا) کی وجہ سے جو حسن و عشق کے قصوں اور تصاویر کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

مجھے نفسیات کے مطالعہ کا عرصہ بیس سال سے زیادہ کا تجربہ ہے۔ میں نے علاج کے دوران میں ہزاروں کا نفسیاتی تجزیہ کیا ہے، میں بڑے دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میرا تجربہ ایک کم سو فیصدی صحیح ہے، ایک کم اس لئے کہ ممکن ہے کوئی خاص بات مجھ سے مطالعہ میں رہ گئی ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی نعمت عطا کی ہے جو بہت کم لوگوں کو میسر ہے یعنی فزیو سائیکالوجی پر گہرا تجربہ رکھتا ہوں یعنی انسانی اعضاء کی خرابی پر کیا اثرات پیدا کر دیتی ہے اور جذبات کی بے راہ روی اعضاء میں کس قدر خرابی کا باعث ہو سکتی ہے۔

میں اپنے اس تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ جنسی مالیخولیا میں اکثر وہی عورتیں گرفتار ہیں جو ایکٹریسیں بن چکی ہیں، طوائفیں بن چکی ہیں یا مغربی تعلیم کے زیر اثر آ چکی ہیں۔

ان کے برعکس جن مستورات کو مغربی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس زندگی سے نفرت پیدا ہو چکی ہے، ان پر مذہب یا مشرقیت کا اثر ہے۔ ان عورتوں میں جنسی بے راہ روی کا ذرا ابھر اثر نہیں پایا جاتا، بلکہ ایسی عورتوں نے اکثر جگہ اصلاح اور تبلیغ کا کام کیا ہے۔ اکثر جگہ پر ان کا مذاق بھی اڑایا گیا ہے، مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہی ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ ہماری موجودہ عریانی اور بے پردگی میں جنسی بھوک کا بہت بڑا تعلق ہے۔ یہ سب کچھ کثرت ازدواج کے خلاف پروپیگنڈہ اور اس کو روکنا ہے۔ عورت کو اپنی ضرورت کے مطابق مرد کی ضرورت ہے۔ قطع تعلق اس کے کہ مرد کے پاس پہلے ایک بیوی ہے یا تین ہیں۔

اگر اس عورت کو کوئی مرد شکل و صورت کے لحاظ سے، علم و عقل کے لحاظ سے، جسمانی طور پر، ذہنی طور پر مطابقت کے علاوہ معاشرتی و مجلسی اور اقتصادی و سیاسی اعتبار سے اس کے معیار کے مطابق ہے اور جنسی اغراض کے لئے قوت کے لحاظ سے اس کو پسند ہے تو وہ مرد اس کی جنسی بھوک دور کر سکتا ہے اور اس کے جنسی جذبات کی تکمیل کر کے اس کو تسکین دے سکتا ہے۔

جنسی بھوک بے شک ایک جنسی جذبہ اور قوت ہے لیکن اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ یہ صرف جنسی ضرورت سے ہی پورا ہو کر تسکین پائے گا۔ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ اس کے ساتھ مندرجہ بالا تمام حقائق بھی کام کرتے ہیں۔ مرد کا ایک خاص تصور جو عورت کے دِل میں اور عورت کا ایک خاص تصور جو مرد کے ذہن میں ہے وہی تصور، وہی وہم اور صرف وہی تعبیر اس جنسی خواب کی تفسیر پوری کر سکتی ہے۔

مثلاً یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ حسن پرست مرد اپنی جنسی بھوک کے لئے بھی بوڑھی، بدصورت اور سیاہ رنگ کی عورت کی طرف رجوع کرے

یا دولت پرست عورت کبھی اپنی جنسی ضرورت کے لئے کسی نوجوان خوبصورت مگر گندے بھکاری کی طرف رجوع کرے جو سر بازار چلتے ہوئے مکھیوں کی بھنبھناہٹ میں سڑے گلے آم یا گڑ کی ڈلی کو مٹھائی سے بھی زیادہ عزیز سمجھ کر کھا رہا ہو۔

روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ مرد ہوں یا عورتیں، جب شادی کا سوال پیدا ہوتا ہے تو ان کی لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات اپنے ساتھی کو بھی اسی شکل میں دیکھنا چاہتی ہیں۔ وہاں صرف عورت مرد کا سوال نہیں ہوتا، بلکہ دو اجنبی اور غیر شعوری خواہشات (یعنی دولت مند، حسین، تعلیم یافتہ، صاحب ثروت، حاکم، زندہ دِل، جسیم، پہلوان، غیر معمولی طاقتور گویا ہیرو وغیرہ) کے ہم آہنگ، ہمنوا ہونے کا سوال ہوتا ہے۔ یقیناً سچا ساتھی ہی صحیح طور پر جنسی بھوک کے لئے باعث تسکین ثابت ہوسکتا ہے۔

جب بھی کبھی ان رجحانات کے خلاف شادی یا جنسی ملاپ ہوگا تو وہ فوراً ہی نفرت اور جدائی میں تبدیل ہونا شروع ہو جائے گا۔ اسی لئے قرآن حکیم میں اس امر پر تاکید کی گئی ہے کہ ''عورت اور مرد کی مرضی کے بغیر کبھی بھی ان کو رشتہ ازدواج میں منسلک نہ کرو''۔

جب پہلی بار لڑکے لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو ماں باپ بڑی جرأت سے کہہ دیتے ہیں کہ کیا ہماری پسند سے زیادہ ہماری اولاد کی پسند ہوسکتی ہے؟ حالانکہ یہاں پسند اور نافرمانی کا سوال نہیں ہوتا بلکہ ان رجحانات کا سوال ہوتا ہے جو اس لڑکے کے اندر ماں باپ کا خون نطفہ اور تعلیم و ماحول سے پیدا ہوتے ہیں جو غیر شعوری طور پر اس کے ذہن میں محفوظ ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ جب تک ان کی تسکین نہیں ہوگی، زندگی خوشگوار نہیں بن سکتی۔ اگر کسی مرد کے پاس چار عورتیں رہنا پسند کرتی ہیں یا وہ مرد ان کو پسند کرتا ہے تو پھر غیر کو دیکھ کر دکھ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی عورت رہنا پسند نہیں کرتی تو یقیناً جدا ہو جائے گی اور مرد پسند نہیں کرتا تو ان کو جدا کر سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم کا یہی کمال ہے کہ وہ مرد یا عورت کو مجبور نہیں کرتا کہ بغیر مرضی کے کسی کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم کرے یا خلاف مرضی کسی کے ساتھ رہنے پر مجبور ہو جائے۔ یہ آزادی آج دُنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ نہ معلوم پھر بھی اسلام کو کثرت ازدواج کے لئے کیوں بدنام کیا جاتا ہے؟۔

اسلام تو عین فطرت کے مطابق انسان کو مسئلہ ازدواج کے متعلق آزادی دیتا ہے اور فطرت وہ مقام جہاں انسان پوری طرح نشو و نما اور ارتقاء کی منزلیں آسانی سے طے کر لیتا ہے، اسلام جہاں فطرت کے مطابق ہر عورت مرد کو مکمل آزادی دیتا ہے وہاں وہ صرف لفظ اسلام کی پابندی لگا دیتا ہے یعنی مسلمان کا ہر عمل اسلام کے مطابق ہو۔

اسلام کے معنی ہیں ''اطاعت'' یعنی ہر عمل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت پر مبنی ہو۔ اس میں عورت یا مرد کی ذاتی خواہشات کو دخل نہ ہو۔ اگر مرد عورت کا ایک دوسرے کو خوش کرنا بھی مقصود ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی خوشنودی ضروری ہے۔

اس تصور کے بعد ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ انسان کو ایک خوشگوار، فطرت کے مطابق اور آرام دہ زندگی کا وعدہ کرتے ہیں اور پھر اس کے نتیجے کے خود طلب گار ہیں۔ یعنی زندگی میں جو مال، اولاد اور قوت میں اگرچہ سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول مقبول ﷺ کی خوشنودی ہی اسلامی زندگی کی روح ہے۔ اس میں اسلامی خواہشات خواہ وہ ماں باپ اور خاوند ہی کی کیوں نہ ہوں، رکاوٹ کا باعث نہیں بن سکتیں۔

''لوگو! عورتوں کے حق میں میری نیک وصیت مانو، کیونکہ یہ تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔ تم اس کے سوا اور کوئی حق نہیں رکھتے۔ وہ اس صورت میں کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اپنی خواب گاہ سے علیحدہ کر دو اور ان کو ہلکی مار مارو اور جب تمہاری بات مان جائیں تو

پھران پرالزام لگانے کی صورتیں اختیار نہ کرو۔ بے شک ان کاتم پر اور تمہارا ان پر حق ہے''۔

''اسلام کی رو سے سلسلہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد میاں اور بیویاں اپنے اپنے حقوق اور فرائض میں برابر آزاد ہوتے ہیں، وہ ایک دوسرے کالباس ہیں''۔[قرآن] کیونکہ اس امر پر مامور ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کریں۔مرد کو صرف اس قدر برتری ہے کہ وہ اس کی نگرانی کا اوّلین ذمہ دار ہے۔بس جس طرح حکومت انتظامی معاملات میں کسی کو کسی کا نگران مقرر کر دے یا جیسے حکم ہے کہ جب کوئی سفر یا کام شروع کرو، اپنے میں سے کسی کو امیر بنالو۔

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ﴾ [سورۃ نساء : ۳٤]

''مرد عورتوں پر نظام قائم کرنے والے ہیں''۔

لیکن اگر کوئی مرد اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں غفلت برتے تو عورتوں کا فرض ہے کہ وہ اوّل اس کو تنبیہ کریں، پھر اس کی اطاعت سے باز رہیں، پھر بھی نہ مانیں تو خلع کرلیں۔

گویا ایک اسلامی گھر میں کسی پر کسی کی حاکمیت نہیں ہے۔مرد صرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نگران اوّل ہے۔لیکن اگر اس سے کوتاہی ہوتی ہے تو اس کی بیویوں بلکہ اولاد تک کو حق حاصل ہے کہ وہ محبت اور حکمت سے اس سے جواب طلبی کرے۔ اگر وہ باز نہیں آتا تو اس سے قطع تعلق کر سکتے ہیں۔ان حالات میں بھلا ایک مرد کی کیا مجال ہے کہ وہ زبردستی سے کثیر تعداد میں بیویاں اپنے گھر میں قید کر کے رکھ سکے۔

تین بنیادی اصول

اس کے اصولوں کو سمجھنے کے لئے تین اہم اصول ذہن نشین کر لینے چاہئیں۔

- حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔
- دین کی مکمل نعمتیں عطا ہو چکی ہیں۔
- ہر شخص اپنے فرائض کی ادائیگی اور اپنے حقوق کے مطالبے کے لئے آزاد ہے۔

ان اصولوں پر چلے بغیر کوئی گھر اسلامی گھر کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔ حاکمیت کے متعلق چاہئے کہ ایک اسلامی گھر میں نہ صرف عورت کی ملکیت ہے اور نہ مرد عورت پر کلی اختیار ہی رکھتا ہے۔ دونوں کا صرف اسی حد تک تعلق ہے جس حد تک ان کے اپنے اپنے حقوق اور فرائض کا تعلق ہے۔ ورنہ دونوں اپنی اپنی زندگی کے گزران اور تکمیل میں مصروف ہیں۔ اور خداوند کریم کے سامنے اپنے نیت اور تقویٰ کے مطابق جواب دیں گے۔ ایسی صورت میں ایک گھر میں ایک عورت ہو یا چار، کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ہر عورت اپنے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کے مطابق فرائض ادا کر رہی ہے۔ جہاں وہ کمی یا خرابی پاتی ہے، اس کی اصلاح کرتی ہے۔ اگر اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے تو خلع لے لیتی ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک مرد چار عورتوں اور ان کی کثیر اولاد کا خرچ کیسے برداشت کر سکے گا؟

یہ سوال بالکل بے معنی ہے۔ اوّل رزق اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہی جس کو چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہتا تنگی کرتا ہے۔ کوئی انسان دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے دولت، عقل سے کمائی ہے یا اپنی طاقت سے حاصل کی ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ دعویٰ تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی آخر یہ عقل اور طاقت بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی دین ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک غریب آدمی ہے اور اس کی دوسری یا

تیسری شادی کا اتفاق ہوا اور وہ دولت مند ہو گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے رازق ہونے کا مکمل بھروسہ ہو تو وہ دوسری بات ہے۔ سیدھا اور صاف راستہ ہے کہ عورت غریب مرد سے خلع کرا کے کسی اُمیر سے شادی کرلے لیکن اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہر اسلامی گھر میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہو گی۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے:

''اللہ ہی تمہارا رب اور پرورش کرنے والا ہے اور ملک اسی کا ہے''۔ [فاطر]

''لہٰذا حکم صرف اسی کے لئے جو اعلیٰ اور اکبر ہے''۔ [المومن]

''اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا''۔ [الکہف]

ایک اور جگہ پر خاص طور پر واضح کر دیا گیا ہے کہ:

''لوگ پوچھتے ہیں کہ آیا حکم میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے، کہہ دو کہ حکم سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے''۔

اس پر بس نہیں کی گئی بلکہ جو احکام الٰہیہ کی پوری پوری تعمیل نہ کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم نے فرمایا ہے:

''اور جو اس قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے تو ایسے لوگ کافر ہیں''۔ [المائدہ]

عوام تو رہے ایک طرف، نبیوں کو بھی تاکید ہے کہ وہ بھی نفسانی خواہشات کی بجائے حق کی پیروی کریں۔ جیسے فرمایا گیا ہے:

''اے داؤد! ہم نے تم کو خلیفہ مقرر کیا ہے، لہٰذا تم حق کے ساتھ لوگوں کے درمیان حکومت کرو اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے وہ تم کو بھٹکا لے جائے گی''۔

حقیقی اسلامی زندگی

جہاں تک دین کا تعلق ہے، قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ اس دُنیا میں زندگی اور کائنات جن قوانین پر چل رہے ہیں قرآن ان پر نہ صرف پوری طرح روشنی ڈالتا ہے بلکہ ذہن نشین کراتا ہے۔ پھر تاکید کرتا ہے کہ دین ایسا راستہ اور عمل ہے جس کا ردِ عمل صالحیت ہے یعنی اس راستہ پر چلنے والا انسان صراط مستقیم حاصل کر سکتا ہے۔ جس میں نتیجہ کے طور پر نشو و ارتقاء حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا نام دین اسلام رکھا گیا ہے یعنی ایسا دین جس کی اتباع بہرصورت لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہی دین پسند ہے۔

''تحقیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے''۔

یعنی ایسا دین جس میں اطاعت کو فضیلت حاصل ہے جس کے نتیجہ میں سلامتی اور امن پیدا ہوتا ہے جو شخص دین اسلام کے بیان کردہ صراط مستقیم پر نہیں چلے گا، یقیناً وہ ان حالتوں سے خالی نہیں ہے یا وہ ظالم ہے یا گمراہ۔ ظالم وہ ہے جو جانتا ہے اور اس پر نہیں چلتا۔ اس پر یقیناً اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا اور جو یہ راستہ نہیں جانتا وہ گم گشتہ راہ ہے اور یقیناً اندھے گڑھے میں گرے گا۔ اس دین کے کھل جانے کے متعلق صاف صاف کہہ دیا گیا۔

''تمہارا دین مکمل کر دیا گیا۔ ہر قسم کی نعمتیں جو اس دُنیا میں زندگی اور کائنات کے لئے ہو سکتی تھیں، ختم کر دی ہیں۔ میں تمہارے دین اسلام کے لئے راضی ہوں''۔

کیا پھر اس کے بعد بھی کسی کے لئے گنجائش رہ جاتی ہے۔ لہٰذا اس کی انفرادی یا اجتماعی اور گھریلو زندگی تلخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ لیکن اگر ایک شخص پوری طرح دین اسلام پر عامل ہی نہیں ہے، اس کے باوجود اپنی زندگی کی تلخی کا رونا روتا ہے تو پھر اس میں دین اسلام کا کیا قصور ہے؟

''اور جو لوگ بھی ایمان کے بعد اس دین کو جھٹلاتے ہیں یا اس پر عمل نہیں کرتے، کیا اللہ تعالیٰ تمام حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے''۔

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور دین اسلام کی مکمل روشنی میں اپنی زندگی گزاریں۔ دوسرے انسان کے معاملہ میں اتنا ہی دخل دیں جس قدر اجازت دی گئی ہے۔ کیونکہ ہر شخص سے اس کے اعمال کے متعلق پوچھا جائے گا۔ یہ نہیں کہ خاوند نے بیوی کے ساتھ کیا سلوک کیا یا بیوی نے خاوند کے ساتھ کیا برتاؤ کیا بلکہ صرف یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی بیوی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا یا تم نے اپنے خاوند کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ خاوند امیر اور صحت مند ہو یا غریب اور لاغر، بیوی حسین اور سلیقہ مند یا بدصورت ہو یا پھوہڑ۔ جب آپس میں رہنا پسند ہو تو ضروری ہے کہ اسلام کے اصولوں پر رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض ادا کریں۔ اگر ذہن اور طبیعت کا ملاپ نہیں ہے تو بہتر صورت یہ ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں یعنی جب بھی میاں بیوی اپنی اس ازدواجی زندگی کو ایمانداری سے دکھ سمجھیں یا یہ کہ نفسانی خواہش کے ماتحت نہیں بلکہ واقعی یہ زندگی دین اسلام کے خلاف ہے تو علیحدگی اختیار کر لیں۔ یاد رہے کہ ان کا دکھ یا تکلیف دین اسلام کی قدروں کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ ہو اور ان میں ذاتی خواہشات اور جذبات کا بالکل دخل نہ ہو۔

اسلامی ازدواجی ضابطہ

اس حقیقت سے یہ امر پورے طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ اسلامی زندگی ازدواجی رشتہ اسی صورت میں جائز اور صحیح ہو سکتا ہے جب اسلامی قوانین (دین) کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے تحت اس طرح تسلیم کیا جائے کہ ہر مسلم کو اپنے قوم اور فعل کا جواب قیامت میں دینا ہے۔

اگر یہ صورت نہیں ہے تو پھر کسی ازدواجی زندگی کو اسلامی قوانین کے مطابق نہیں کہا جا سکتا۔ اگر ازدواجی زندگی دین اسلام اور اطاعت قرآن کے مطابق ہے تو پھر ایک بیوی ہو یا چار ہوں، کوئی خرابی پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ رحمت خداوندی ہے۔ جو مرد (مرد تو شاید ایمان داری سے نہ کریں) یا عورتیں کثرت ازدواج کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں یا کرتی ہیں تو وہ انسانی زندگی خصوصاً انسانی جسم، اعضائے انسانی قوائے انسانی کی تشریح افعال اور اثرات سے قطعاً واقف نہیں ہیں۔

صرف جذبات اور خواہشات نفسانی کے ماتحت اپنے جوش و خروش اور خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

عورتوں میں خاص طور پر یہ جذبہ پایا جاتا ہے کہ ایک بیوی کی صورت میں وہ گھر اور خاوند پر حکومت کریں گی اور خاندان کی مساوی دولت ان کی اور ان کے بچوں کی ہوگی اور کسی قانون کی پابندی ان پر لازم نہ ہوگی۔

ایسی عورتیں نہ صرف اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے قوانین سے منحرف ہوتی ہیں بلکہ حکومت اور سوسائٹی کے قوانین کی بھی ان کے دِل میں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

سچ کہا گیا ہے کہ وہ عورت بڑی جرأت کی مالک ہوگی جو کسی قانون (چاہے اس کا ذاتی بھی بنایا ہوا کیوں نہ ہو) کی پیروی کرے گی۔

قانون ایک بندش کا نام ہے۔ اس کو تسلیم کر کے اس پر عمدگی سے عمل کرنا یقیناً بڑی مستقل مزاجی اور استقامت کا کام ہے۔ کامیابی صرف استقامت ہی کا دوسرا نام تو ہے۔

اسلام سے قبل جہاں تک تاریخ کی روشنی میں پتہ چلتا ہے، عورت کا سوسائٹی میں کوئی مقام نہیں تھا اور نہ اس کے حقوق تسلیم کیے گئے تھے بلکہ عورت کو صرف بھیڑ، بکری اور گائے کی حیثیت سے خرید اور فروخت کیا جاتا تھا۔ صرف زمانہ جاہلیت ہی میں نہیں بلکہ انتہائی تہذیب و تمدن کے زمانوں میں بھی مرد کا ایک صرف اور صرف ایک دِل بہلاوہ ہی خیال کیا گیا ہے۔

یہاں تک کہ دُنیا کی دیگر تمام اقوام نے بھی عورت کو کوئی درجہ نہیں دیا بلکہ اس کو ہمیشہ روحانی اور اخلاقی ترقی میں رکاوٹ کا باعث قرار دیا۔ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ عورت میں روح ہی نہیں ہوتی۔

یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے مرد اور عورت کو برابری کا مقام عطا کیا۔ خاوند کو صرف (قوام) محنتی اور منتظم و طاقتور ہونے کی وجہ سے عارضی طور پر ایک درجہ دیا ہے اور جب کوئی خاوند نہیں رہتا تو اس پر کسی عورت کا کوئی درجہ نہیں۔

اسی طرح عورت کو بھی مرد پر درجے دیئے ہیں۔ مثلاً ماں کا بڑا درجہ ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا مرد کیوں نہ ہو مگر ماں سے بڑھ کر اس کا درجہ نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح بڑی بہن یا رشتہ میں کوئی بھی بڑی عمر کی عورت ہو بلکہ ہر مسلمان عورت جو عمر میں بڑی ہو، قابلِ عزت اور درجہ کے اعتبار سے بڑی ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ﴾ [سورۃ حجرات : ۱۳]

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی قابلِ عزت اور بزرگ ہے جو متقی اور پرہیزگار ہے''۔

اس میں مرد پر عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

کیا بدھ، برہمن اور جین لوگ اپنی مذہبی کتب سے ویدوں سے عورت کے درجے کو بیان کر سکتے ہیں۔ کیا یہودی اور عیسائی اپنی کتب توریت اور انجیل میں عورت کا اس قدر بلند مقام دکھا سکتے ہیں۔

سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ آج بھی جبکہ دُنیا اپنے آپ کو انتہائی مہذب کہتی ہے، کیا اس نے عورت کو اس قدر آزادی اور درجہ دے رکھا ہے جو اسے اسلام نے بخشا ہے؟ لاقانونی آزادی اور چیز ہے اور صحیح حقوق کا حصول اور شے ہے۔

ان حقائق کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں، جن کی نگاہ زندگی کے حقائق پر ہو۔ ظاہر داری و عریانی اور جذبات و نفسانی خواہشات میں زندگی کی تفسیریں نظر نہیں آ سکتیں۔

ان تمام مذاہب و تہذیبوں کے خلاف اسلام نے عورت کو نہ صرف مرد کے ساتھ مساوی درجہ اور بلند مقام دیا ہے بلکہ ثابت کیا ہے کہ مرد کی روحانیت بغیر عورت کے مکمل ہی نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے ازدواجی زندگی کو ہر مرد اور عورت کے لئے بلکہ آزاد اور غلام دونوں کے لئے خیر و برکت کا سبب قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

''تم اپنے میں سے بن شوہر کی عورتوں کا (خواہ کنواری ہوں یا بیوہ) اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں صلاحیت رکھنے والوں کا نکاح کر دیا کرو۔ اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ گنجائش والے اور علم والے ہیں''۔

اس سے ثابت ہوا ہے کہ ازدواجی زندگی تندرست انسان کے لئے نہایت اہم اور خیر و برکت کا موجب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کی ضروریات میں اضافہ کے باعث اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل اور رحمت زیادہ نازل فرمائیں۔ پھر زیادہ اولاد سے رزق میں زیادہ برکت ہو جائے۔ کنبہ وسیع ہونے پر زیادہ طاقت بڑھ جاتی ہے۔

جتنی بیویاں، اتنی رشتہ داریاں، تعلقات اور قوت میں اضافہ، ایسی صورت میں جب ایک شخص پر ہر طرف سے بوجھ پڑتا ہے تو ایک نکمے سے نکما آدمی بھی جدوجہد کرنے لگتا ہے۔ جدوجہد اور عمل کا نام ہی تو زندگی ہے۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں جب بھی کسی شخص نے غربت کی شکایت کی تو اس کو ہمیشہ نکاح کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ یہاں

تک کہا جاتا ہے کہ جب ایک یا دو بیویاں گھر میں لانے کے بعد بھی غربت رفع نہیں ہوتی تو تیسری اور چوتھی بیوی لانے کو کہا گیا اور پھر اس گھر سے غربت چلی گئی۔ ہمارے ہاں ذہن میں پہلے ہی یہ بیماری جاگزین ہے کہ دولت ہو تو شادی کی۔ گویا دولت سے شادی کی جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ ﴾ [سورة حجرات : ۱۳]

''تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگی اس کو ہے جو زیادہ متقی ہے''۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر متقی کے اوصاف پر فکر و نظر سے کام لیا جائے تو دولت پرستی کا جذبہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''نکاح میری سنت ہے۔ جو میری سنت سے روگردانی کرے گا اس کا تعلق مجھ سے نہیں ہے''۔

اسلام دراصل حضرت رسول اکرم ﷺ کی پیروی ہی کا نام ہے۔ اور جو شخص بھی سنت کا تارک ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس حدیث شریف میں خاص طور پر اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ میری سنت خاص طور پر سنت نکاح سے روگردانی کرنے والا میری اُمت میں شمار نہیں ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنا ہر انسان کے لئے نہایت اہم ہے۔

نکاح کے فوائد

قرآن حکیم نے نکاح کی اس اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے نکاح کے فوائد بیان کئے ہیں:

- اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لئے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون پاؤ اور تمہارے درمیان پیار اور محبت پیدا کر دیا ہے۔ بیشک اس میں سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ [۳۰/۱۱، پ۲۱ ع۳]
- نکاح کی غرض تقویٰ حاصل کرنا ہے۔ [پ۴ النساء]
- نکاح بطور ایک قلعہ کے ہے جس سے انسان بدی سے محفوظ رہتا ہے۔

کیونکہ قرآن مجید نے زوجین کے لئے ﴿ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ﴾ [سورة نساء: ۲٤] کی شرط عائد کی ہے۔

مندرجہ بالا فوائد میں ذیل کی باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) بیویوں سے تسکین (۲) باہم پیار و محبت سے تقویٰ (۳) بدی سے روکنے والا قلعہ۔

تفصیل درج ذیل ہے:

اوّل انسان جب جوان ہوتا ہے تو نفسیاتی طور پر اپنے اندر عورت کے لئے پیار و محبت اور کشش کا جذبہ پاتا ہے۔ جب تک اس کی یہ نعمت (عورت) میسر نہیں ہو جاتی اس کے جسم میں ایک آگ اور دِل میں اس کے بغیر اُداسی رہتی ہے۔ گویا عورت اس کے پیار و محبت اور کشش کا مرکز ہے۔ اور جب تک وہ اس کو نہیں پا لیتا اس کے دِل و دماغ اور جسم کو تسکین نہیں ہوتی۔

بعض دفعہ تو یہ طلب اتنی شدید ہوتی ہے (جس کو عشق کہتے ہیں) کہ مرد کو دیوانہ اور سودائی بنا دیتی ہے۔ جس کا انجام اکثر موت یا خودکشی ہوتا ہے۔

پیار و محبت اور کشش کی صورت میں عورت کا تسکین بخش ہونا ضروری ہے۔ اس کا کچھ وہی لوگ اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں جنہوں نے

جذبہ عشق ومحبت کی تلخی کو کسی قدر چکھا ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں (مرد ہو یا عورت) زندگی اور صحت کے چند فطری تقاضے رکھے ہیں جن پر انسانی زندگی قائم ہے۔ مثلاً منہ اور ناک کے ذریعے اندر کی ہوا کا صاف ہونا، پسینے سے خون کا صاف ہونا اور پیشاب سے تیزاب کا اخراج پانا۔

اسی طرح دیگر فضلات، گندگیوں اور میل کچیل سے انسانی جسم ہر وقت صاف ہوتا رہتا ہے۔ یہ فضلات انسان کے جسم میں ایک خاص حد تک رہ سکتے ہیں۔ اگر وہ پوری طرح اخراج نہ پائیں یا زائد وقت تک ٹھہرے رہیں۔ ضرورت سے زیادہ بے طریق خارج ہوں یا بے اعتدال، کم وبیش ہوں تو یقیناً انسان بیمار ہو جاتا ہے۔

بالکل یہی صورت اس وقت بھی وارد ہوتی ہے جب یہ جنسی مادہ بھی خارج نہ ہو پائے یا بغیر ضرورت کے یا ضرورت سے زیادہ بے طریق اور بغیر اعتدال کے خارج ہو جائے جو جنسی وظائف کی صورت میں اخراج پاتا ہے۔ ایسی صورت میں بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دماغی خرابی، خاص طور پر پاگل پن (۲) فالج، لقوہ اور ادھرنگ وغیرہ (۳) دمہ اور موٹاپا اور عورتوں کے امراض۔

جب مرد یا عورت شادی شدہ ہوتے ہیں تو اس فطری وظیفہ ازدواج کی وجہ سے اکثر امراض سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ گویا اس حیثیت سے بھی عورت مرد کے لئے تسکین کا باعث ہے۔

نکاح کا لازمی نتیجہ اولاد ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ اولاد باعث تسکین قلب ہے۔ جن لوگوں کے ہاں اولاد نہیں ہے وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اولاد کے بغیر ان کے دِل کس قدر بے چین اور بے قرار ہوتے ہیں۔ اس لئے عورت کی شکل میں ایسی ہستی ہے جو اولاد کو جنم دیتی ہے۔ اور اس کی پرورش کرتی ہے۔ اور مرد کے لئے تسکین کا باعث بنتی ہے۔

دوسرے صرف عورت ہی ایک وہ ہستی نہیں ہوتی جو اپنے پیار سے مرد کے دِل کو گرما دیتی ہے بلکہ اس کے ماں باپ، بہن بھائی، بلکہ سارے کنبے اور برادری کے دِلوں میں محبت اور پیار کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ خاندان کے تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور جذبہ محبت اور ارادت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جہاں برادری اور کنبے بڑھتے ہیں، وہاں پیار ومحبت کے ساتھ دونوں کی طاقت بڑھتی ہے۔

تیسرے اسلامی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ انسان کو متقی بنا دے کیونکہ یہ قرآن کا بنیادی (Basic) اور ابتدائی مقام ہے۔ اس کے بعد وہ صابر وعابد اور مومن کی منزلوں سے گزر کر مسلم بنتا ہے اور غائب پر ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، کتب اور قیامت پر ایمان وغیرہ متقی بننے کے لئے اہم باتیں ہیں۔

متقی ایک ایسا اعتدال پسند انسان ہے جس کی صالح جبلت نے فطرت کے اصولوں پر تربیت پائی ہو اور پروان چڑھی ہو۔ ازدواجی رشتہ ہی ایک ایسی بندش ہے جو انسان کو بہت حد تک تقویٰ کی حدود کے اندر رکھتا ہے اور اسے بے راہ روی سے روکتا ہے۔

چوتھے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو ایک خاص قسم کے معاشرہ کے قلعہ میں قید کرنا چاہتا ہے۔ وہ قلعہ ہمیشہ معاشرہ کی خرابیوں کو روکتا ہے۔

اس قلعہ کا نام ﴿ مُحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ ﴾ پاک دامن رہنے والے نہ کہ شہوت زنی کرنے والے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام اخلاق کی بنیاد پاکدامنی پر رکھتا ہے اور ہر برائی کی جڑ شہوت پرستی کو قرار دیتا ہے۔ گویا دُنیا بھر کی برائیاں اسی جنسی بھوک کے تصور ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔

زر، زمین اور زن کی جو برائیاں بنیادی بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں زر اور زمین حصول زن اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لئے ہیں۔ خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز۔ لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ عورت ہی کے لئے مکان، کوٹھی یا محل اور اس پر خرچ کرنے کے لئے زر و جواہرات اور دولت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی سے عورت کا حسن و عشق، پیار و محبت اور ارمان و کشش نکال دیں تو یقیناً جنسی بھوک کا بھوت بھاگ جاتا ہے اور جب بھوک کا بھوت بھاگ جاتا ہے تو باقی اخلاقی قدریں صحیح شکل و صورت میں اپنی جگہ قائم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اسلام ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے پاک دامنی کا ایک قلعہ قائم کرتا ہے جو جنسی بھوک کی روم تھام کرے۔

چونکہ انسانی فطرت اپنا صحیح ساتھی اور ہم خیال چاہتی ہے اور ساتھ ہی مرد کی جنسی بھوک کی تسکین بھی ضروری ہے اس لئے اسلام اس کی تو اجازت دیتا ہے کہ مرد دو دو، تین تین اور چار چار شادیاں کریں اور عورت اپنے پسندیدہ خاوند کو چھوڑ کر دوسرے یا تیسرے یا چوتھے علیٰ ہذا القیاس مردوں کو چھوڑ کر کسی اور مرد سے نکاح کرے لیکن دونوں میں سے کوئی بھی زنا کا مرتکب نہ ہو۔

نفسیات کا ایک لطیف مسئلہ

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک مرد کے گھر بیک وقت دو، تین یا چار بیویاں ہوں اور اس کو ان کا نان و نفقہ اور ضروریات زندگی ایمان داری سے پوری کرنی پڑیں تو وہ کبھی بھی اپنے اندر جنسی بھوک کو محسوس نہ کرے گا۔ گویا شہوت زنی کا تصور ہی ختم ہو جائے گا۔ جب معاشرہ میں برائی کی جڑ ہی ختم ہو گئی تو معاشرہ خود بخود صحیح اور صحت مند قدروں میں رواں دواں ہو جائے گا۔ ایک مرد جو دو تین یا چار شادیاں تو نہیں کرتا مگر اپنے فطری تقاضے کو ناجائز طور پر تسکین دیتا ہے۔ اس کو چار عورتیں تو کیا چار سو عورتیں بھی تسکین نہیں دے سکتیں۔

اسی طرح ایک عورت کو اگر جائز طریقے سے اپنے خاوند اسے اپنے فطری تقاضے کی تسکین کی صورت نہیں ہو سکتی تو پھر ناجائز طریقے سے ایک سو مرد بھی اس کی جنسی بھوک کو ختم نہیں کر سکتے۔ بازارِ حسن کی رنڈی اس کی شاہد ہے۔

قرآن حکیم ارشاد فرماتے ہیں کہ عورتوں میں جو تم کو خوش لگیں یعنی پسند ہوں۔

﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ﴾ [سورۃ نساء : ۳]

''پس نکاح کرو دو دو، تین تین اور چار چار، ان عورتوں میں جو تم کو خوش لگیں''۔

یعنی نکاح میں یہ امر ضروری ہے کہ دِل میں شوق ہو اور عورتیں دِل کو بے حد پسند ہوں۔ لفظ ﴿ مَا طَابَ ﴾ میں دِل کا شوق اور پسند دونوں باتیں آ جاتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسانی شوق اور پسند پر کوئی قدغن نہیں ہے۔

بعض لوگ جو کثرت ازدواج پر پابندی، شرائط یا حکومت کی طرف سے بندش لگانا چاہتے ہیں ان کے لئے جائز نہیں ہے، بلکہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ کی منشاء کے خلاف ہے۔

قرآن حکیم تو نفسیاتی طور پر مرد کے جذبۂ دِل یعنی شوق اور پسند کو دلیل بناتے ہیں۔ پھر اس پر پابندی لگانا کہاں تک صحیح ہے۔ یہ نفسیات کا ادنیٰ سا مسئلہ ہے کہ کوئی انسان بھی اپنے شوق اور پسند کے بغیر کسی شے کے حصول کی طرف توجہ نہیں کرتا اور پھر اسی قدر حاصل کرتا ہے جس قدر کہ وہ برداشت کر سکے یا وہ اتنا بوجھ برداشت کر سکے۔

یہ ناممکن بات ہے کہ کوئی انسان اپنے اندازے سے زیادہ بوجھ اُٹھا لینے کی کوشش کرے گا تو ناکام رہے گا یا گرا دے گا۔ اس لئے تاکید کی گئی ہے کہ اگر تم انصاف نہ کر سکو تو پھر ایک ہی نکاح کرو۔

﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ ﴾ [سورۃ نساء: ۳]

''اگر تمہیں ڈر ہو کہ ان میں عدل قائم نہ رکھ سکو گے تو پھر ایک ہی نکاح کرو یا صرف ایک ہی لونڈی کافی ہے''۔

یہاں بھی نفسیاتی طور پر دِل کو ہی دلیل بنایا گیا ہے۔ کیونکہ ہر صحیح اور غلط شے کا اندازہ دِل اچھی طرح سے لگا سکتا ہے۔ یا قرآن حکیم کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ ہر دِل میں اچھائی اور برائی کے سمجھانے کے لئے الہام فرماتے ہیں:

﴿ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ [سورۃ شمس: ۸-۱۰]

''پس جی میں ڈال دی گئی برائی اور بھلائی اختیار کی کامیاب ہوا اور وہ نامراد ہوا جس نے برا کیا''۔

گویا اللہ تعالیٰ ہر شخص کے دِل میں ہر شے اور ہر عمل کی اچھائی اور برائی کا ہر گھڑی اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اب صرف مسلمان ہونا شرط ہے یعنی خداوند کریم اور حضرت محمد رسول مقبول ﷺ کا فرماں بردار ہونا شرط ہے تاکہ جذبات کی رو میں نہ بہہ جائے۔ گویا ذہن میں یہ بھی ہر گھڑی رہے:

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ [سورۃ نازعات: ۴۰،۴۱]

''اور اس پر جو اپنے ربّ کے جلال سے خائف ہیں اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکتے ہیں یقیناً ان کا ٹھکانہ جنت ہے''۔

اس سے ثابت ہوا کہ جب خود اللہ تعالیٰ انسان کے دِل کو نیکی اور بدی کا احساس کراتے رہتے ہیں اور وہ انسان مسلم (فرمانبردار) بھی ہے۔ پھر اس سے کب ممکن ہے کہ وہ بغیر ضرورت کے دو دو چار چار شادیاں کرے گا۔ وہ تو صرف ایک ہی پر قناعت کرے گا اور اگر وہ ایک کے قابل بھی نہیں ہے تو وہ اپنی لونڈی کو ہی اپنے لئے کافی خیال کرے گا اور خود لونڈی کے قابل بھی نہیں ہے اور لونڈی جوان ہے تو پھر خداوند کریم کا یہ حکم اس کے سامنے کہ اپنی جوان لونڈیوں کا نکاح کر دو تو لازماً ان کا بھی اللہ تعالیٰ کسی ضرورت مند کے ساتھ نکاح کر دے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو''۔

یاد رہے کہ لباس جہاں انسان کے لئے ایک سجاوت ہے اور عزت کا باعث، وہاں انسان کی عیوب کی ستاری بھی کرتا ہے۔

انسانی زندگی کا حقیقی احساس اور ادراک ہو جانے کے بعد بھی فرمان خداوندی یہ ہے:

﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ [سورۃ نساء: ۳]

''یہ زیادہ اغلب ہے کہ بے انصافی کرو''۔

اس لئے نکاح کرنے کے معاملے میں اور اگر نکاح کر لو تو اپنی ایک یا زیادہ بیویوں کے حقوق کے معاملے اور اپنے فرائض ادا کرنے میں ان سب کے درمیان عدل قائم رکھنے میں انتہائی جدوجہد سے کام لو۔ اس پر بھی احتیاط رہے کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اس میں تمہارے مدنظر عیش پرستی اور لذت نہیں بلکہ:

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى ﴾ [سورۃ نساء: ۳]

''اور یقیناً دِل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر رہے کہ یتیموں میں انصاف نہ کر سکیں گے''۔

اس ساری بحث کے اسباب پر کوئی صاحب بصیرت وفراست ہی انصاف سے کہہ سکتا ہے کہ اسلام کن حالات اور کس صورت میں کثرت ازدواج کی اجازت دیتا ہے اور اس سے اس شخص کی نسبت اس کی ازدواج اور معاشرہ کو کس قدر کثیر فوائد حاصل ہیں۔

باقی رہی عدل میں کمی تو یہ صرف انتہائی عدل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ انسان انتہائی عدل کے بعد بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے عدل میں کوئی کمی یا نقص باقی نہیں رہ گیا کیونکہ نفسیاتی طور پر انسان اپنے تمام حواس اور شعور پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ اس سے غلطی ممکن ہے۔ سوائے نبی کے۔ کیونکہ اس کا تعلق بلاواسطہ خدا سے ہوتا ہے۔ البتہ کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔ ایسی پابندیوں کے بعد اگر چار شادیاں بھی کر لی جائیں اور بیویاں بھی مسلم اور مومن ہوں تو کیا ایسی شادیاں مبارک اور معاشرہ کے لئے مفید نہ ہوں گی۔

''جو لوگ اسلام کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھا کر متعدد شادیاں کر لیتے ہیں اور پھر غیر مسلموں کی طرح اپنی من مانی کارروائیاں کرتے ہیں۔ انہیں اسلام کو بدنام نہیں کرنا چاہئے''۔

جب تک کوئی کسی قانون پر پورے طور پر عمل درآمد نہ کرے تو اسے کیا حق حاصل ہے کہ اس کو بدنام کرے۔ لیکن متعصب، جاہل اور غیر مسلم، خاص طور انگریز اسلام کے خلاف اس طرح کا غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں، تاکہ اس کو بدنام کیا جائے۔

اسلام کے قانون کی پورے طور پر سے شرائط کے ساتھ پابندی کرنے کو ''حدود اللہ'' کا نام دیا گیا ہے اور یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ﴾ [سورۃ بقرہ: ۲۲۹]

''عورت اور مرد دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود قائم رکھیں''۔

اس صورت میں میاں اور بیوی کے درمیان تلخی اور فساد کی صورت ہرگز ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی اور اگر کبھی کسی قسم کی کوئی غلط فہمی پیدا ہو بھی تو وہ فوراً خداوند کریم کے خوف سے رفع ہو جاتی ہے۔

حقوق ازدواج

زن و شوہر کے حقوق بیان کرنے میں اسلام نے ایسے حقائق بیان کئے ہیں کہ انسان کی بصیرت حیران رہ جاتی ہے اور عقل اس کا نعم البدل تلاش نہیں کر سکتی۔ میاں بیوی کے تعلقات کو ایسے لطیف انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ بڑی سے بڑی مطول کتب میں بھی ان کی تشریح ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم فرماتے ہیں:

﴿ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ﴾ [سورۃ بقرہ: ۱۸۷]

''عورتیں تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو''۔

یاد رہے کہ لباس جہاں انسان کے لئے ایک سجاوٹ اور عزت ہے وہاں انسان کے عیوب کی ستاری بھی کرتا ہے۔ پھر انسان کے لئے لباس اور شرم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مقصد یہ ہوا کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی شرم اور عیوب سے واقف ہیں اور ایک دوسرے کا لباس ہونے کی صورت میں ایک دوسرے کے برابر عزت اور شان کے حق دار ہیں اور پھر اس کی تشریح اس طرح کر دی کہ:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ [سورۃ بقرہ: ۲۲۸]

''عورتوں کے حقوق دستور کے مطابق مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے لئے عورتوں پر۔ مردوں کو ان پر صرف ایک درجہ حاصل ہے''۔

اس سے ثابت ہے کہ عورتوں اور مردوں کے حقوق اور درجات چاہے وہ مذہبی ہوں یا سیاسی، معاشرتی ہوں یا معاشی، بالکل برابر ہیں۔ صرف ایک درجہ کی فوقیت وہ بھی صرف اس لئے کہ عورت اطاعت کے ایک نظام میں باندھ دی جائے۔ نماز کی حالت میں ایک امام کی پیروی، جنگ

کی حالت میں ایک جرنیل کی اطاعت اور دیگر دنیاوی معاملات میں امیری کی فرمانبرداری، اس صورت میں دونوں کے حقوق کی برابری میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ ایک درجہ کی تشریح ان کے نان ونفقہ کی ادائیگی میں کی گئی ہے۔ قرآن حکیم نے عورت کی جو تعریف کی ہے اس سے بہتر اور عمدہ تعریف ممکن نہیں ہے:

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ [سورة نساء : ۳٤]

''نیک بیبیاں وہ ہیں جو فرمانبردار ہیں اور مردوں کی غیر حاضری میں ان کی اولاد مال کی پوری حفاظت کرتی ہیں''۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عورت کو یہ جو ہلکی پھلکی سزا کا حکم اسلام میں دیا گیا ہے یہ عورت پر زیادتی ہے۔ حیرت ہوتی ہے ایسے معترضین کی بصیرت کو کیا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر قانون چاہے وہ کسی انسانی حکومت کا ہو یا سوسائٹی سے تعلق رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے مذہب کے قانون میں ہر شخص کے لئے ہے جو قانون کی پیروی نہیں کرتے۔ اگر مرد کو حق ہے کہ مجرم عورت کو سزا دے تو ضرورت کے وقت حکومت خود اس مرد کو سزا دیتی ہے۔ ہاں! صحت مند معاشرہ کے لئے کوئی سزا نہیں ہے۔ اگر سزا تعزیر نہ ہو تو معاشرہ میں خرابیوں کی کبھی بھی اصلاح نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ایک دِن بھی نہیں چل سکتا اور ختم ہو جاتا ہے۔

تعزیر کیوں؟

عورتوں کی نافرمانی پر مارنے کے متعلق قرآن حکیم فرماتا ہے کہ ''جن بیویوں کے نشوز کا تم کو خطرہ ہو ان کو اوّلاً سمجھاؤ اور خواب گاہوں میں انہیں الگ ڈال دو۔ پھر بھی نہ مانیں تو انھیں مارو۔ پس وہ اگر تمہارا کہنا مان لیں تو پھر ان کے خلاف الزام کی راہیں تلاش نہ کرو''۔

عورتوں کے مارنے کی صورت صرف ان کی ایک ہی حالت ہو سکتی ہے جسے ''نشوز'' کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی حالت میں بھی عورت کو مارنا جائز نہیں۔ نشوز کی تفسیر میں علماء اور مفسرین نے ایسی صورت کو بیان کیا ہے کہ جب عورت اپنے خاوند کی بجائے غیر کی طرف دیکھے اور اپنے حدود سے نکلنے کی کوشش کرے یعنی برائی اور بداخلاقی کی طرف مائل ہو۔

بعض مفسرین نے نشوز کا نافرمانی اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کے معنوں میں بھی استعمال کیا ہے۔ ان دو کے علاوہ تیسری صورت تو واضح ہے کہ وہ علانیہ خاوند کریم اور حضرت رسول مقبول ﷺ کے احکام کی نافرمانی کرے اور اطاعت سے گریز کرے۔ بہر حال عورت کیا ہر اس شخص کے لئے سزا ہے جو قوانین کی خلاف ورزی کرے۔ عورت کی بعض نافرمانیوں کی سزا اس کے خاوند کے ذمہ لگا دی ہے تا کہ معاشرہ میں خرابیوں کو جلد روکا جا سکے۔ لیکن مارنے کا جو حکم ہے۔ اس میں بھی ہدایت کر دی گئی ہے کہ چوٹ سخت نہ لگے اور عورت کے کسی عضو کو نقصان نہ پہنچے گویا اس مار کا مقصد تنبیہ ہے۔ بدسلوکی نہیں ہے۔

کیونکہ اسلامی تہذیب میں بدسلوکی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر عورت کا جرم اتنا ہی شدید ہو جس کے لئے انسانی جذبات اس سے وحشیانہ سلوک کرنا چاہتے ہیں تو اس کا علاج صرف طلاق ہے۔ زخمی اور بدشکل کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے حضرت رسول مقبول ﷺ نے عورت کی فطرت کو ایک لطیف پیرائے میں ذہن نشین کرایا ہے کہ عورت کے ساتھ نیکی کیا کرو۔ ان کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے۔ اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے کام لے سکو تو لے لو، سیدھی کرنے کی کوشش کرو گے تو توڑ بیٹھو گے۔

اگر قرآن حکیم کے فرمان اور حجۃ الوداع کے خطبہ کو سامنے رکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے، جب تک عورت کھلی بے حیائی، بداخلاقی اور اطاعت اللہ اور حضرت رسول مقبول ﷺ نہ کرلے تو اس کو مارنا نہیں چاہئے۔ صرف زبانی تنبیہ اور خواب گاہ سے علیحدگی ہی کافی ہے۔

مقامات کا تعین

مذہب اسلام نے ہر مسلمان مرد اور عورت کو بنیادی حقوق عطا کئے ہیں اور ان کو ایک ہی انداز میں ایک ہی پیمانہ پر نصیحت کی ہے اور ساتھ ہی تخصیص کر دی گئی ہے کہ نیک عورتیں نیک مردوں کے لئے ہیں اور بدکار مرد، بدکار عورتوں کے لئے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَلْمُحْصَنٰتُ لِلْمُحْصِنِیْنَ ﴾ ''نیکی میں پابند مرد نیکی میں پابند عورتوں کے لئے ہیں''۔

﴿ اَلصَّالِحَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ ﴾ ''پاکیزہ عورتیں، پاکیزہ مردوں کے لئے''۔

اور اس کے برعکس ﴿ اَلْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ ﴾ ''برے مرد، بری عورتوں کے لئے ہیں''۔

اسلام نے یہیں بس نہیں کی بلکہ قرآن حکیم میں ایک لمبی فہرست بیان کی گئی ہے جس میں ایک طرف مردوں اور عورتوں کی خوبیاں اور مساوی درجات کا ذکر کیا گیا ہے، دوسری طرف مرد اور عورت کے مدارج اور مقام ارتقاء کو درجہ بدرجہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں اس طرح فرمایا گیا ہے:

> ''اے ایماندارو! پاکیزہ چیزوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے حرام مت ٹھہراؤ اور حد سے مت بڑھو، اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں رکھتا''۔ [۶/۵۶، پ۸، ع۷]

انسان دُنیاوی خواہشات اور نفسانی جذبات کے پیچھے اس لئے دوڑتا ہے کہ وہ کامیاب ہو اور ترقی کر کے اعلیٰ مقام حاصل کرے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان برکت اور رحمت کے متعلق کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کس طرح زیادہ سے زیادہ حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہی برکت و رحمت والے ہیں۔ وہ صرف ان کے فرمان پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت رسول اللہ ﷺ کو ازدواج مطہرات کے متعلق تاکید کرتے ہیں:

> ''اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تم دُنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دے دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ اور آخرت کو چاہتی ہو تو آؤ اللہ تعالیٰ نے تم میں نیکی کرنے والوں کے لئے بڑا اجر رکھا ہے''۔ [۳۳/۲۹، پ۲۱ ع آخر]

یعنی اسلام قبول کرنے والے مرد اور عورت کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے تحت زندگی گزارے ورنہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> ''جو لوگ مردوں اور مومن عورتوں کے لئے فتنہ قائم کرتے ہیں، ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے''۔ [۸۰/۶۰، پ۳۰]
>
> ''جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے برا کام کیا ہو، ایذا دیتے ہیں ان پر اس بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ ہوگا''۔ [۳۳/۸۸، پ۲۲ ع]

چونکہ ''زنا'' اسلام میں ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اس لئے قرآن حکیم اس کے ناجائز الزام اور بہتان پر بھی سرزنش کرتا ہے:

> ''زنا کی تہمت پر اگر کوئی گواہ نہ پیش کئے جائیں تو اس تہمت پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس سے بیزاری کا اعلان کرنا چاہئے''۔ [پ۱۸، سورہ نور، ع۳]

ساتھ ہی اس کے متعلق تاکید کر دی ہے:

''زنا کے نزدیک مت جاؤ یہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے''۔[۲۳/۱۷، پ۱۰،۱۵ ع۸]

''زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو''۔[۲۴/۴، پ۱۸، ۱ع]

''لیکن پاک دامن عورت پر زنا کے الزام کے ثبوت میں چار گواہوں کا پیش کرنا ضروری ہے۔ وگرنہ ایسے شخص کو اُسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں اور آئندہ کے لئے اس کی گواہی کو کبھی قبول نہ کیا جائے''۔[۲۴/۴، پ۱۸، ۱ع]

''البتہ اگر لونڈی اگر نکاح میں آچکنے کے بعد زنا کرے تو اس کی سزا آزاد عورت کی سزا کی نصف ہوگی''۔[۲۸/۴، پ۵، ۲ع۱]

''مگر یاد رہے! اپنی عورت پر زنا کا الزام لگانے کی صورت میں چار گواہوں کے موجود نہ ہونے کی صورت میں بالمقابل چار قسمیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مطالبہ ہوگا''۔[۶۰/۲۴، پ۱۸، ۱ع]

اسلام نے صرف اللہ تعالیٰ کا خوف، نفس کی تنبیہ اور سزا کی حد ہی مقرر نہیں کی بلکہ برائی سے بچنے کے لئے مناسب تدابیر بیان فرمائی ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ:

''مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور عورتیں اپنی زینتوں کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو حصہ ضرور تا کھلا رہتا ہے اور چاہئے کہ وہ اپنے شوہروں کے، اپنے باپوں کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہر کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورت یعنی غیر عورت پر بھی اپنی زینت ظاہر کرنا منع ہے۔ اس لحاظ سے ایک عورت کا پردہ دوسری عورت سے ہونا چاہئے یا اپنی لونڈی یا غلاموں یا مردوں میں ان پر جو عورت کی حاجت نہیں رکھتے یا لڑکوں پر جو عورتوں کی چھپی باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے زیورات اور ان کی آرائش کے سامان ظاہر ہو جائیں''۔[۳۱/۲۴، پ۱۸، ۴ع۱۰]

مقام حیرت ہے کہ کہاں اسلام میں عورت زینت کو چھپانے کے لئے یہ کوشش کرے کہ عورت کے زیورات کی آوازیں بھی غیر نہ سنیں اور کہاں یورپ و امریکہ کی تعلیم عریانی اور اس کے مقابلے اور ڈانس اور صحت کی حفاظت کے لئے، سمندر کے کنارے یا باغات میں سن باتھ (Sun Bath)۔ کیا یہ تہذیبیں اسلام کی پُر امن تہذیب کا مقابلہ کر سکتیں ہیں؟ اس تنبیہ اور تدبیر کے بعد قرآن حکیم تاکید کرتا ہے کہ:

''عقل سے کام نہ لینے والوں پر اللہ تعالیٰ نجاست ڈال دیتا ہے''۔[۱۰۰/۱۰، پ۱۱، ۱۰ع۱۵]

قرآن حکیم میں یہ ارشاد بھی ہے:

''جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ مرد ہو یا عورت البتہ مومن ہو یقیناً ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے''۔[۱۸/۱۶، پ۱۴، ۱۳ع۱۹]

علیحدہ علیحدہ نصیحت

اجتماعی طور پر مرد اور عورت کو تلقین کرنے کے بعد پھر ایک ایک کو الگ الگ بھی تاکید کی گئی ہے۔

عورت کے لئے تاکید

۱. نیک بیویاں وہ ہیں جو فرماں بردار ہیں اور اپنے خاوند کی غیر حاضری میں بھی ان کے مال اور عصمت کی حفاظت کرتی ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔

۲. ظالموں سے مت ڈرو، صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔[۱۴۵/۳، پ۳، ۱۸، ع۲]

۳. ان لوگوں سے کنارہ کرو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے اور اس دُنیا کی زندگی نے ان کو دھوکہ دے رکھا ہے۔[۲۹/۶، پ۷، ۸، ع۱۴]

۴. خدا اسراف کرنے والوں (فضول خرچ) کو پسند نہیں کرتا۔[۱۴۲/۶، پ۸، ۱۷، ع۴]

۵. اگر شیطان تجھے وسوسہ میں ڈالے تو خدا کے نام کی مدد سے شیطان کی بابت پناہ مانگ جو لوگ نیک ہوتے ہیں جب شیطان ان کو کوئی تحریک کرتا ہے تو خدا کا نام پکارتے ہیں اور ہر چیز کو غور سے دیکھتے ہیں اور ہوشیار اور بیدار ہو جاتے ہیں۔[۱۹۹/۷، اعراف، ع آخر]

۶. جو تم سے جاتا رہے اس کا غم مت کھاؤ اور جو تم کو دیا جاتا ہے اس پر فخر نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی فخر کرنے والے، متکبر کو اپنا دوست نہیں رکھتا۔[۲۴/۵۷، پ۲۷، الحدید ۳ع۱۹]

۷. مومن بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ اے ایماندارو! ایک قوم سے دوسری قوم سے ہنسی نہ کرے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کی ہنسی اڑائیں اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگاؤ نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھو۔ بدظنی کرنے سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو۔ ایک دوسرے کی پیٹھ کے پیچھے برا نہ کہو۔[پ۲۶، الحجر، اع دوم]

''عورتوں کی بیعت یہ ہے کہ وہ شرک، چوری، زنا، قتل اولاد اور بہتان لگانے سے باز رہیں اور کسی اچھی بات میں رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی نہ کریں''۔[۱۳/۶، پ۲۸، ع آخر]

''سست نہ بنو، غم نہ کھاؤ۔ تم ہی غالب رہوگے اور اگر تم ایماندار ہو''۔[۱۳۳/۳، پ۴، ۱۴، ع۵]

''مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور عورتیں اپنی زینتوں کو ظاہر نہ کریں سوائے اس حصہ کے جو ضرورتاً کھلا رہتا ہے اور چاہئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ عورتیں اپنی زینت کو کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے باپوں یا اپنی عورتوں یا اپنی لونڈیوں یا غلاموں یا اپنے مردوں سے جو عورتوں کی حاجت نہیں رکھتے یا لڑکوں سے جو ابھی عورتوں کی چھپی ہوئی باتوں سے واقف نہیں ہیں اور وہ اپنے پیر زمین پر نہ ماریں کہ ان کے چھپے ہوئے زیور اور ان کی آرائش کے سامان ظاہر ہو جائیں''۔[۳۱/۲۴، پ۱۸، ۱۴، ع۱۵]

''میں بڑا سوچ سمجھ کر عورت کے متعلق یہ بیان دینے پر مجبور ہوں کہ عورت میں شرانگیزی کی بڑی قوت موجود ہے۔ اگر عورت کا وجود نہ ہوتا تو دُنیا میں ہر طرف امن و امان ہوتا''۔[سقراط]

اسلام میں جہاں نکاح میں سہولتیں پیدا کی ہیں کہ ایک مسلمان مرد کئی قسم کی قومی اور نسلی تفریق کے باوجود چار شادیاں کر سکتا ہے وہاں وہ مرد کو اختیار بھی دیتا ہے کہ جب چاہے ان میں سے کسی ایک یا تمام کو طلاق کے ذریعے سے اپنے سے جدا کر دے اور اسی طرح عورت کو بھی حق بخشتا ہے کہ وہ جب چاہے کسی مرد سے علیحدگی حاصل کر لے۔ اسلام یہاں ہندو اور عیسائی مذہب کی طرح تنگی نہیں رکھتا کہ ایک بار مرد عورت نکاح کے بندھن میں جکڑے جانے کے بعد تا زندگی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ خواہ میاں بیوی ایک دوسرے سے کس قدر نفرت ہی کرتے

ہوں یا کیسی ہی خوفناک مرض میں مبتلا ہوں یا اولاد پیدا کرنے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں۔ پھر بھی دونوں مجبور ہیں کہ وہ دونوں جدا نہیں ہو سکتے۔ ان کے خلاف یورپ اور ہندوستان میں مذاہب کے خلاف بغاوت پیدا ہوئی۔ کئی مذاہب پیدا ہوئے۔ آخر حکومتوں نے نئے قانون بنا دیئے۔ لیکن ان قوانین نے اس رشتہ کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں اور اس قدر کمزور اور نزاکت پیدا کر دی کہ یہ ازدواجی رشتہ موم کی ناک ہو کر رہ گیا۔ اب یورپ امریکہ اور روس میں ازدواجی رشتہ کی وہ مٹی خراب ہے کہ ایک جوڑا صبح نکاح کرتا، جس پر کل دو منٹ خرچ ہوتے ہیں اور شام کو طلاق حاصل کر لیتا ہے۔ جس پر گیارہ منٹ خرچ ہوتے ہیں۔ جس کے مقابل اسلام کے اصول طلاق اور خلع بالکل مطابق فطرت ہیں۔ ان میں افراط و تفریط نہیں ہے۔

''نہ کوئی مرد بغیر کسی شرط کے طلاق دے سکتا ہے اور نہ کوئی عورت بغیر وجہ کے خلع حاصل کر سکتی ہے''۔

کیونکہ اسلام نے ازدواجی زندگی کے متعلق بنیادی شرط اور مقصد یہ رکھا ہے کہ میاں بیوی باہم محبت و مروّت اور صلح و آشتی سے رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا خیال خداوند تعالیٰ کے خوف کے تحت فیاضانہ طور پر ادا کریں۔ اگر وہ اپنے اندر یہ جذبات مفقود پائیں تو پھر بہتر ہے کہ طلاق یا خلع سے جدائی کرا لیں۔ کیونکہ یہ محبت و مروّت کا رشتہ پھر کہیں نفرت اور دشمنی میں تبدیل نہ ہو جائے اور پھر یہ زہر انفرادیت سے نکل کر اجتماعیت میں اثر نہ کر جائے اور خاندانوں میں ایک طویل دشمنی کی بنیادیں مستحکم نہ ہو جائیں۔

طلاق کے اصول اور قواعد

طلاق دینے سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ طلاق ایک ایسا اختیار ہے جو مرد کو دیا گیا ہے جس کی رو سے وہ جب چاہے دائمی طور پر اپنی نامرغوب بیوی سے علیحدگی اختیار کر سکتا ہے۔

طلاق کی دو صورتیں ہیں:

اوّل: بیک وقت تین طلاقیں دے دے اور عورت کو ہمیشہ کے لئے اپنے سے علیحدہ اور جدا کر دے۔

دوم: وقفہ کی طلاق جسے طلاق رجعی کہتے ہیں۔ اس میں تین ماہ صرف ہوتے ہیں۔ یہ بھی تین طلاقیں ہیں جو ایک ایک ماہ کے بعد دی جاتی ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جب عورت حیض سے طہارت کرے تو اس کو ایک طلاق کہہ دیا جائے۔ اسی طرح جب وہ دوسری طہارت کرے تو اسے دوسری طلاق کہہ دیا جائے۔ اگر ایک ماہ کے دوران میں مرد اور عورت اپنی ضد سے باز آ جائیں یا باہمی ناراضگی ختم ہو جائے تو پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کریں اور صلح صفائی کر لیں اور محبت و مروّت سے رہنا شروع کر دیں۔ اگر صلح کی صورت پیدا نہ ہو تو دوسری طلاق کہہ دی جائے اور پھر یہی صورت تیسری طلاق تک بھی قائم رہے۔ لیکن اس سارے وقفہ میں عورت گھر میں رہے۔ تین طلاقوں کے بعد وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔ اگر ان کا پھر رجوع کرنا ضروری ہو یا ان کا باہم مغالطہ نکل گیا ہو تو پھر عورت کا حلالہ ہونا ضروری ہے۔

اوّل قسم کی طلاق کو مغلظہ کہتے ہیں۔ یہ اسلام میں اس قدر ناپسندیدہ ہے کہ گناہ کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب طلاق مغلظہ گناہ کی حد تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کو جائز کیوں رکھا گیا۔ یہ صرف اسی صورت میں دی جا سکتی ہے جب مرد اور عورت کی زندگی میں کچھ اس قسم کی رکاوٹ حائل ہو جائے جس کا پاٹنا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہو۔

طلاق دیتے وقت مرد کے دل پر پوری طرح خوف خدا غالب ہو اور وہ غصہ جلد بازی اور دیوانگی سے کام نہ لے رہا ہو اور اس وقت فوری تین طلاقوں (مغلظہ) کے دوسری متبادل صورت سامنے نہ ہو۔ طلاق مغلظہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

﴿ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾ [سورۃ نساء: ۱۹]

''ان کے ساتھ جیسا کہ چاہئے ویسا ہی سلوک کرو اگر چہ تم ان کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ بے شک بھلائی کی صورت پیدا کر دیں''۔

اسی طرح حضرت نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ غیض میں لانے والی طلاق ہے۔ اسی طرح فرمایا ہے کہ شادیاں کرو اور طلاق نہ دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مزے چکھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ لیکن جب طلاق بہر صورت ناگزیر ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے فرمان کو ضرور مدنظر رکھنا چاہئے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا زمانہ گنتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو گھروں سے نکال نہ دو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس کے کہ وہ کسی کھلی بدکاری کی مرتکب ہوئی ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔ تجھ کو کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی اصلاح کی صورت پیدا کر دے پھر جب وہ مدت مقررہ کے اختتام کو پہنچنے لگیں تو یا ان کو نیکی کے ساتھ روک لو یا ان کو نیکی کے ساتھ جدا کر دو یعنی آخری طلاق دے دو جو بائن ہوگی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص بیک وقت تین طلاقیں دیتا ہے تو اس کو قائم رکھے مگر اس مرد کو مارتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا اپنے ربّ کی نافرمانی کرنا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اگر لوگ طلاق کی ٹھیک ٹھیک حدود کا لحاظ کرتے تو کسی شخص کو اپنی بیوی کے جدا ہونے پر نادم نہ ہونا پڑتا۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بیان میں طلاق کا حقیقی معیار بیان کر دیا ہے۔

پابندیاں

اسلام نے جہاں طلاق میں آسانیاں پیدا کی ہیں وہاں اس پر چند فطری پابندیاں بھی لگا دی ہیں تاکہ انسان نفسیاتی طور پر اپنے جذبات کو سمجھتے ہوئے طلاق دینے کی جرأت کرے۔ ان تمام پابندیوں کے علاوہ ایک ایسی پابندی لگا دی ہے کہ اس میں ایک زبردست کراہت داخل کر دی گئی ہے۔ یعنی کوئی شخص جب تین طلاقیں دے دے چاہے وہ مغلظہ ہوں یا بائن۔ اس کے بعد اپنی بیوی کی طرف اس وقت تک رجوع نہیں کر سکتا جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اور دوسرا مرد اس سے لطف اندوز ہونے کے بعد بغیر دباؤ کے اپنی مرضی سے طلاق نہ دے دے۔ اس صورت کو حلالہ کہتے ہیں۔ یہ صورت وہی لوگ عام طور پر کرتے ہیں بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ طلاق کی صحیح پوزیشن کو نہیں سمجھتے اور بعد میں نادم ہوتے ہیں۔ حلالہ میں بعض لوگ ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں کہ اپنی بیوی کا نکاح کسی مرد سے کرا دیتے ہیں۔ پھر اس کو لالچ یا دباؤ سے مجبور کرتے ہیں کہ بغیر تعلق پیدا کئے طلاق دے دے۔ یہ چیز اسلام میں ناپسندیدہ اور ناجائز ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے صاف تصریح فرما دی ہے کہ تحلیل کے لئے نکاح تزویج کافی نہیں بلکہ اپنے خاوند کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک دوسرا شوہر اس سے تعلق پیدا نہ کرے اور وہ طلاق بغیر دباؤ کے اپنی رضا کے ساتھ نہ دے۔ جو شخص اپنی مطلقہ عورت کو اپنے لئے حلال کرنے کی خاطر کسی سے اس لئے نکاح کرائے اور جو اس غرض سے نکاح کرائے ان دونوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ واقعات نے اس صورت کو غلط ثابت کیا ہے۔ بار ہا ایسا دیکھا گیا ہے کہ عورت کے حلالہ کی خاطر کسی غیر مرد سے نکاح کرا دیا گیا لیکن تعلق پیدا ہو جانے کے بعد عورت نے یا مرد نے خود یا دونوں نے متفقہ طور پر طلاق سے انکار کر دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ شادی اور طلاق کا تعلق انسان کیا اپنے دل و دماغ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں دباؤ اور لالچ نامفید ہیں اور نہ ہی معاشرہ کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ اسلام تو

ناپسندیدگی کی حالت میں بھی تعلیم دیتا ہے کہ ایمانداری سے نباہتے چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس میں بھلائی پیدا کر دیں گے۔ گویا نکاح اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے لئے پسندیدہ فعل ہے اور طلاق ناپسندیدہ۔ اسی لئے آپ نے فرمایا: ''نکاح کرو اور طلاق نہ دو''۔ پھر فرمایا: ''نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو اس کو چھوڑتا ہے گویا وہ مجھ سے نہیں ہے''۔

حق مہر

نکاح اور طلاق میں حق مہر کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ جو شخص بھی نکاح کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقررہ رقم جو نکاح کے وقت باہمی فیصلہ سے طے پائی تھی اور جس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، ادا کرنی لازمی ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

''محرمات کے علاوہ باقی تمام عورتوں میں سے جو تم حاصل کرنا چاہو اسے اپنے مال کے بدلے نکاح میں لا سکتے ہو۔ لیکن شہوت رانی کے لئے نہیں۔ پس تم جو متمتع ہوئے ہو اس کے بدلے میں ان کے مقررہ مہر ادا کرو''۔ [سورۃ النساء]

یہ رقم اوّل نکاح کے ساتھ ہی ادا کر دینی چاہئے نہیں تو معاہدہ کے مطابق یا جب عورت طلب کرے یا طلاق کے وقت ضرور اور خوشی سے ادا کر دینی چاہئے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ ''عورتوں کے مہر خوشی سے ادا کرو''۔ یہ صرف مومنہ عورت کے لئے مخصوص نہیں بلکہ غیر اہل کتاب اور لونڈی کا حق مہر ادا کرنا بھی فرض ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''تمہارے واسطے مومنوں میں سے پاک عورتیں حلال کی گئیں اور پاک عورتیں ان سے بھی جن کو پہلے کتاب دی گئی، جب کہ تم ان کے حق مہر ادا کرو''۔ [سورۃ نساء]

اور یہ بھی حکم ہے کہ:

''حق مہر کے علاوہ جو کچھ بیویوں کو دیا ہوا ہے واپس مت لو بلکہ اپنی طرف سے کچھ زیادہ دے کر رخصت کرو لیکن عورتیں اگر بخوشی تم کو معاف کر دیں یا مہلت دے دیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر کوئی تنگی نہیں ہے''۔

اب ذرا غور کیجئے کہ جو شخص اپنی محبت، عورت کی خوشی، مقررہ حق، نان ونفقہ، سنت رسول اللہ ﷺ کے احترام، اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے، اپنی صحیح ضرورت کی خاطر (شہوت رانی کے لئے نہیں) نکاح کرتا ہے، تو پھر بغیر وجہ کے طلاق کیوں دینے لگا۔ جبکہ اس کو اپنے جذبہ محبت کا احساس ہے، تین طلاق وقفہ سے دینی ہیں، اور مقررہ حق مہر، نان ونفقہ اور عورت کو جو کچھ دیا گیا، سب نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ پھر سب سے کراہت والی شے یہ ہے کہ اگر واپس اپنے نکاح میں لائے گا تو تحلیل لازمی ہوگی۔ اسی صورت میں یقین کرنا پڑتا ہے کہ ایک مسلمان کو جو طلاق کا اختیار دیا گیا ہے وہ کچھ نفسیاتی طور پر اتنا سہل نہیں جیسا کہ اس کے خلاف دشمنوں نے پروپیگنڈہ کیا ہے کہ مسلمانوں میں جتنی چاہے شادیاں کر لی جائیں اور جب چاہے طلاق دے دی جائیں۔ یہاں اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں صالح مسلمان کہاں مل سکتے ہیں۔ اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے ہی فرما دیا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل عزت وہ ہیں جو تم میں سے متقی ہیں''۔

لیکن یہاں نکاح میں مرد اور عورت کے لئے جو معیار رکھا گیا ہے۔ وہ یہ ہے: دولت، حسن، حکومت۔ تقویٰ اور شرف وفضیلت کو کون پوچھتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں یہ تمام ازدواجی خوبیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

بعض احکامات

* حق مہر نکاح کی ضروری شرط ہے۔ ہاں بدکار اور پوشیدہ، آشنار کھنے والی عورت کا حق مہر ضبط کیا جاسکتا ہے۔ [۲۶-۲۲/۴، پ۵، ابتداء]
* اللہ تعالیٰ تو انصاف، احسان اور اقربا کو بخشش کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور بغاوت اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم پختہ کر چکے ہو اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد مت توڑو۔ [۹۳/۶، پ۱۳، ع۱۹]
* حاملہ عورت اگر مطلقہ ہو اس پر خرچ کرتے رہو جب تک وہ بچہ نہ جن لے۔ اس کے بعد اگر وہ تمہارے لئے دودھ پلائے تو اُسے اجرت دو۔ [۶/۶۵، پ۲۸، سورۃ طلاق اوّل]
* عورتوں سے اپنی بے رخی مت برتو کہ ان کو درمیان میں لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔ یعنی ایسا نہ کرو کہ نہ ان کو بساؤ اور نہ ان کو طلاق دو۔ اگر تم آپس میں صلح کر لو گے اور خداوند تعالیٰ سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ [۱۲۸/۴، پ۵، ۱۹ع۱۶]
* تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں۔ ان کی مائیں وہ ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ وہ بیہودہ اور جھوٹ بات کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً بخشنے والے ہیں۔ جو لوگ ایسا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں، ایک غلام آزاد کریں جو کوئی غلام نہ پائے تو وہ دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے، یہ بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ [پ۸، ع اوّل]
* عورت کے پاس جانے پر قسم کھالینے کی میعاد چار ماہ ہے یعنی چار ماہ کے اندر اندر ان کو فیصلہ کر لینا چاہئے کہ وہ رجوع کریں یا طلاق دے دیں۔ [۳۲۶/۳، پ۲، ۳۸ع۱۲]
* کسی ایک طرف بالکل نہ جھک پڑو کہ دوسری کو گویا معلق رکھ چھوڑو۔ [سورۃ نساء]
* پھر اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو یا لونڈی جو تمہارے قبضہ میں ہو۔ یہ زیادہ تر قرین مصلحت ہے تا کہ تم حق سے متجاوز نہ ہو جاؤ۔ [سورۃ نساء]
* اور ان کو ستانے اور زیادتی کرنے کے لئے نہ روک رکھو۔ جو ایسا کرے گا وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق نہ بناؤ۔ [سورۃ بقرہ]

خلع

عورت کا وہ حق ہے جو اسلام نے عورت کو دیا ہے کہ جس مرد سے وہ نباہ نہ کر سکتی ہو یا اس کا خاوند اس کو پسند نہ ہو، اس سے علیحدگی اختیار کرے۔ بالکل اسی طرح جیسے مرد کو طلاق کا حق ہے کہ مرد خود ہی تین طلاقیں بیک وقت یا وقفہ کے ساتھ دے سکتا ہے۔ مگر عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ قاضی کی عدالت میں اپنا مطالبہ پیش کرے اور اپنے خاوند سے علیحدگی حاصل کرے۔ جس کے بعد اس کو اختیار ہے کہ وہ نکاح دیگر کرے۔ بغور دیکھیں تو طلاق کی صورت میں مرد پر مندرجہ ذیل پابندیاں عائد کی ہیں:

(الف) احکام اسلام کی پابندی۔

(ب) خداوند تعالیٰ کا خوف دِل پر ہو۔

(ج) پھر ناپسند ہونے کے باوجود بھی رکھنے کی تاکید۔

(د) اس کے بعد تین طلاقوں کی قید۔

(ہ) گھر میں رکھنا اور کوئی تنگی نہ دینا۔

(ی) باہمی تصفیہ کا اہم خیال کرنا اور طلاق دینا۔

گویا اس قدر ذمہ داریاں اس کے سر پر ہوتی ہیں۔ مرد کو اس لئے اختیار دیا گیا کہ حق مہر ادا کرنا، نان ونفقہ کی ذمہ داری جو کچھ عورت کو دے چکا ہو، اسے واپس نہیں لے سکتا اور پھر مطلقہ کو دے دلا کر عزت سے رخصت کرنا۔ گویا جہاں اختیار ہے وہاں ذمہ داریاں بھی ان گنت ہیں اور یہ چیز جسے فوقیت سمجھ لیا گیا ہے یہ دراصل ذمہ داریاں بوجھوں اور نقصانات ہی کا نام ہے۔ لیکن یہی آزادی ایک طرح سے عورت کو بھی ہے اگر وہ حق مہر معاف کر دے یا کچھ رقم دے دلا کر ہی طلاق حاصل کر لے گویا مرد پر ذمہ داری نہ ڈالے۔

خلع کی پابندیاں

عورت کو جب یقین ہو جائے کہ اس کے ازدواجی رشتہ میں:

❶ حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکیں گی یعنی مرد اسلام پر ایمان اور عمل صالح سے دور ہو چکا ہے۔

❷ نامرد مجبوب، خصی، جذامی، مبروص، مجنوں (پاگل)، نابالغ یا ناپسندیدہ ہے۔

❸ مفقود الخبر ہو گیا ہے تو ایسی تمام صورتوں میں اگر چاہے تو عورت خلع کرا سکتی ہے۔

ان تمام صورتوں اور حالات کے متعلق فقہی مسائل تقریباً ہر ائمہ کی طرف سے موجود ہیں۔ جن کے متعلق حسب ضرورت قاضی (مگر مسلمان قاضی شرط ہے اور اس کا فیصلہ بھی کتاب وسنت کے ماتحت ہوگا) فیصلہ دے کر خلع کرا سکتا ہے۔

دُنیا کا کوئی مذہب اس قدر فطری نہیں ہے کہ وہ مرد کے علاوہ عورتوں کے نازک ترین جذبات کا بھی احترام کرتا ہے اور جب بھی عورت کے کسی نازک جذبہ کو صدمہ پہنچے یا اس کا کوئی جذبہ مجروح ہو تو عورت اس مرد سے خلع حاصل کر سکتی ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ:

''اسلام جہاں فطرت اور عقل کے مطابق ہے وہاں جذبات کا احترام بھی کرتا ہے''۔

ہم مثال کے طور پر چند واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت ام المومنین بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے۔ آپ کی پہلی شادی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی جو رسول کریم ﷺ کے غلام کے لڑکے اور متبنیٰ تھے (جن کا ذکر قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے)۔ ان دونوں کی نیکی اور دین سے واقفیت کے متعلق کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ مگر بی بی زینب صاحبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت زید رضی اللہ عنہ پسند نہ تھے۔ حضرت رحمۃ اللعالمین ﷺ نے انتہائی کوشش کی اور دونوں کو سمجھایا لیکن ان میں نہ بنی۔ آخر ان کی علیحدگی ہو گئی اور بعدہٗ حضرت نبی کریم ﷺ نے انہیں خود اپنے عقد میں لے لیا۔

بریرہ رضی اللہ عنہا ایک لونڈی تھی۔ انہیں اپنا خاوند پسند نہیں تھا۔ وہ ان کی طرف التفات سے پیش نہیں آتی تھیں۔ ان کے خاوند نے حضرت رسول کریم ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے بریدہ رضی اللہ عنہا کو اپنے خاوند کی طرف ملتفت ہونے کو کہا۔ بریدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں''۔ پھر بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''کیا رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے؟'' فرمایا: ''نہیں! صرف میرا مشورہ ہے''۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''کیا یہ میری مرضی پر منحصر ہے کہ میں آپ ﷺ کا مشورہ قبول کروں یا نہ کروں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرے

مشورے پر عمل کرنا یا نہ کرنا تمہاری مرضی پر منحصر ہے"۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: "مجھے اپنا خاوند پسند نہیں ہے"۔ چنانچہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔

اس مشہور واقعہ میں جہاں خلع کی اہمیت کو ظاہر کیا گیا ہے وہاں اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ شادی کے بعد اگر خاوند پسند نہ ہو یا اس کی طرف طبیعت ملتفت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول کریم ﷺ کی طرف سے اجازت ہے لیکن اس میں بے حد اجر ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی جلد ہی بہتر صورت پیدا کر دیں گے۔ دوسرے اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ شادی سے قبل اور شادی سے بعد کچھ عرصہ تک ایک خاوند نہ صرف پسند تھا بلکہ محبت تھی تو ایسا خاوند ناپسندیدگی میں جدا نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ کسی اور نقص سے خلع لیا جا سکتا ہے۔

خلع کا ایک مشہور واقعہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا ہے جو ایک بدصورت انسان تھا۔ اس کی دو بیویوں نے اس سے خلع لیا۔ ایک بیوی کا نام جمیلہ بنت ابی ابن سلول (عبداللہ بن اُبی کی بہن) دوسری کا نام حبیبہ بنت سہل الانصاریہ تھا۔ اوّل الذکر نے جب رسول کریم ﷺ شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اس کا دیا ہوا باغ واپس کر دو گی؟"

اس نے عرض کی کہ "بلکہ کچھ زیادہ دینے کو بھی تیار ہیں"۔

پھر حضور ﷺ نے ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ "وہ باغ واپس لے لیں اور اس کو طلاق دے دیں"۔ یوں علیحدگی ہو گئی۔

اسی طرح حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شکایت کی کہ میرا اور قیس کا نباہ نہیں ہو سکتا۔ اس نے بھی قیس کا دیا ہوا سب کچھ واپس کر دیا اور علیحدگی اختیار کر لی۔

قیس رضی اللہ عنہ کی بدصورتی کے متعلق جمیلہ نے اس طرح اظہار کیا تھا:

"اگر مجھے خداوند تعالیٰ کا خوف نہ ہوتا تو میں ثابت بن قیس کے منہ پر تھوک دیتی"۔

عیسائیت اور ہندو مذہب میں سرے سے طلاق ہے ہی نہیں۔ البتہ یورپ، امریکہ اور ہندوستان کی عدالتوں نے طلاق کے جو قوانین وضع کئے ہیں ان کی بعض لوگ بے حد تعریف کرتے ہیں مگر اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ لوگ اسلامی طلاق اور خلع کے قوانین سے واقف نہیں ہیں ان قوانین میں اس قدر نزاکت اور لطافت کے ساتھ فطرت کے اصولوں کو اپنایا گیا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں ان کی پیروی کریں تو معاشرہ سے سو فیصدی خرابیاں دور ہو جائیں۔

شرعی عدالت

خلع کے لئے یہ لازم ہے کہ عدالت شرعی ہو۔ اگر عدالت شرعی نہ ہو تو خلع کا فیصلہ جائز نہ ہوگا۔ ہندو پاکستان میں شرعی عدالتیں نہیں ہیں بلکہ وہاں پر ابھی تک رومن اور یورپی قانون مروّج ہے۔ اس لئے اکثر عورتیں خلع حاصل نہ کرنے کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار رہتی ہیں یا ان کی زندگی دُکھ اور مصیبت میں گزر رہی ہے۔ یا انہوں نے حدود اللہ توڑ کر ناجائز تعلق قائم کر رکھے ہیں۔

اس کے لئے آسان صورت یہی ہو سکتی ہے کہ حکومت کم از کم ہر ضلع میں ایک شرعی عدالت قائم کر دے تاکہ عورتوں پر سے یہ مصیبت رفع ہو جائے۔ اگر حکومت فی الحال ایسا بھی نہیں کر سکتی تو اس کا متبادل طریق صرف یہ ہے کہ عدالت فیصلہ کرنے سے قبل عورت کو صرف یہ کہے کہ وہ اپنے فرقہ کے سربراہ عالم مفتی کا فتویٰ لائے یا میاں بیوی دونوں جدا جدا فتویٰ لائیں اور پھر ان دونوں فتوؤں کی روشنی میں فیصلہ دے کر علیحدگی کرادی جائے۔

اس طرح نکاح ثانی میں جو کراہت ہے وہ رفع ہو جائے گی۔ جہاں تک یورپ اور امریکہ کی عورت اور ان کی تقلید کا تعلق ہے وہ یقیناً انسانیت اور معاشرہ کے لئے تباہ کن ہے۔ ان ممالک میں عورت اور اس کے متعلق قوانین کی خرابیاں اس نہج تک پہنچ چکی ہیں کہ اب وہاں عوام طبقہ سخت مصیبت میں گرفتار ہے اور ذہین طبقہ پریشان ہے۔ عوام تو خیریت سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہیں اور خواص اس غور و فکر میں مبتلا ہیں کہ امریکن اور یورپین عورت کی بے راہروی سے جو برائیاں پھیل گئی ہیں ان سے معاشرہ کو کس طرح پاک کیا جائے۔

آج یورپ میں عورت کی آزادی کا یہ حال ہے کہ وہ گلی کوچوں، ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں نہ صرف عریاں گامزن ہے بلکہ ان کو جنسی لذت اور شوق پورا کرنے کی ہر طرح کی قانونی آزادی ہے۔ لیکن یورپ کی اس تحریک آزادی (جو دراصل بربادی ہے) سے قبل عورت موجودہ غیر معمولی آزادی کے مقابلے میں غیر معمولی طور پر قید و بند میں گرفتار غلام اور مظلوم ہستی معلوم ہوتی ہے۔

کیونکہ یوحنا کی تعلیم کی رو سے تو دُنیا اور دُنیا کے خطرناک درندوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک اور وحشی درندہ عورت ہے۔

جتنی نفرت شیر، سانپ اور بچھو سے کی جاتی ہے اس سے زیادہ نفرت عورت سے کرنی چاہئے۔ رومن قانون کے مطابق عورتوں کو ہر قسم کے ذمہ دار عہدوں سے الگ کر دیا گیا۔ ضمانت اور گواہی سے عورت کو محروم کر دیا گیا۔ ساتھ ہی عورت سے اپنی وصیت کرنے کا اختیار چھین لیا گیا اور شوہر کو یہاں تک حق دے دیا گیا کہ وہ بعض جرائم کی سزا میں اپنی بیوی کو قتل بھی کر سکتا تھا۔ چھٹی صدی عیسوی میں عیسائی پادریوں نے اعلان کیا کہ عبادت کے اوقات میں کوئی عورت صلیب کے نزدیک نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ بعض علاقوں میں عورتوں کو دیوتاؤں کا پوجنا ممنوع کر دیا گیا۔ یہ صرف اس لئے کہ عورت کے اندر روح نہیں ہے اور اس کا جسم نجس ہے۔ اسی وجہ سے دیوتا اس کو پسند نہیں کرتے۔ خود قوم لوط علیہ السلام کا عورتوں کو پسند نہ کرنا اور ہم جنسی سے آلودہ ہونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس قوم کو عورت سے کس درجہ نفرت تھی۔ اب بھی بعض ممالک اور مقامات پر عورت کی بجائے مرد کو جنسی بھوک مٹانے کے لئے زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ ارسطو کے قول کے مطابق جزیرہ کریٹ میں جب کہ اس کی تہذیب و تمدن زیادہ کاملیت پر تھی۔ اغلام بازی کو قانونی طور پر جائز قرار دے دیا گیا تھا۔ بعض صورتوں میں یہ جذبہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ ایسے لوگ جن کو ایک کیا ہزار عورتیں میسر تھیں، انہوں نے بھی اپنی جنسی بھوک مٹانے میں اکثر لڑکوں کو عورتوں پر ترجیح دی۔

حکیم سقراط کے زمانے میں جب کہ یونان دُنیا بھر میں علم و حکمت اور فن طب کا رہنما خیال کیا جاتا تھا۔ جنسی برائیوں کی اس قدر کثرت تھی کہ شہوت رانی تہذیب و تمدن کا جزو اور فیشن بن چکی تھی۔ جس میں عورت انتہائی برائی کی حالت تک غرق تھی۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے حکیم سقراط عورت کے متعلق بیان کرتا ہے کہ ہر معاملہ میں پورے سوچ سمجھ اور غور و فکر کے بعد یہ بیان کرنے پر مجبور ہوں کہ عورت میں شر انگیزی کی زبردست قوت موجود ہے۔ اگر عورت کا وجود نہ ہوتا تو دُنیا میں ہر طرف امن و امان ہوتا۔ ہندوستان میں تو عورت کا درجہ کتے اور شودر کے برابر تھا۔ چنانچہ اگر عورت شودر یا کتا کسی بت کو چھو لیتے تو بت کو از سر نو پاک کرنا پڑتا تھا۔

یاد رہنا چاہئے کہ بچہ کی پرورش، گھر کی نگرانی اور خاوند کی معاونت سے عورت بچہ کی مالک نہیں بن سکتی، صرف ماں ہی رہتی ہے۔ اس طرح گھر پر قبضہ نہیں جما سکتی البتہ جو کچھ خاوند اس کو دے دے وہ اس کا ہوگا۔ اس طرح خاوند کی معاونت کرتے ہوئے خاوند اس کو اپنا غلام اور نوکر سمجھنا شروع کر دے اور نہ ہی اپنے آپ کو اپنے خاوند کی ملازم اور باندی سمجھنا شروع کر دے۔

عورت! مہاتمابدھ کے عقیدہ میں

مہاتمابدھ کا عقیدہ تھا کہ عورت ایک خطرناک مصیبت اور مجسم گناہ ہے۔ مرد کو اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہئے کیونکہ یہ پرہیزگاری کے خلاف ہے۔ ان تمام اُمور سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا درجہ ایک حیوان سے زیادہ نہیں تھا۔ جسے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے مردوں نے رکھا ہوا تھا۔

ایک طرف یہ تفریط تھی اور دوسری طرف آج کل مادر پدر امریکن اور فرنگن عورت کی افراط۔ دونوں ایسی خبریں ہیں جن سے معاشرہ صحت مند نہیں بن سکتا۔ اس کی صورت تو جب ہو سکتی ہیں:

- عورت کو کھلی آزادی ہو۔
- ان کو انسانیت کا درجہ دیا جائے۔
- اور ان کے حقوق ادا کئے جائیں۔

لیکن معاشرہ میں ان کی وجہ سے جو برائی پیدا ہونے کا امکان ہے اس پر کڑی نگرانی کی جائے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب عورت کو مقام تقدس اور احترام دے دیا جائے۔ جو عورت آج تک غلام، مظلوم، جلتی بھوک کی تسکین اور نفسانی خواہشات کا سکون رہی ہے، اس کو جب تک تقدس اور احترام مریم علیہا السلام اور پاکبازی اور حرمت میں فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کا مقام نہ دیا جائے یا ان میں پیدا نہ کیا جائے، اس وقت تک ہمارے معاشرہ کی خرابیاں اور برائیاں دور نہیں ہو سکتیں۔ جب عورت نیکی اور اخلاقی قدروں کے ساتھ اپنی اولاد کو پرورش کرتی ہے اور جن کی مٹھی میں اقوام کی تقدیر ہے۔

اسلام میں عورت کا تصور

اسلام دُنیا کے سامنے ایسی ہی عورت کا تصور پیش کرتا ہے۔ میں اسلام کی تعریف اس لئے نہیں کر رہا کہ میں اسلام کا ادنیٰ نام لیوا ہوں، بلکہ اس لئے کہ میں نے عرصہ ۴۰ سال تک نفسیات کا مطالعہ کیا ہے اور خاص طور پر نفسیات کے شعبہ فزیوسائیکالوجی کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔

میرا دعویٰ ہے کہ نہ صرف پاکستان اور بھارت میں بلکہ دُنیا بھر میں چند ہی لوگ ہوں گے جنہیں اس شعبہ میں کچھ دسترس ہو گی، اس علم سے انسانی اعضاء کا جو اثر انسانی جذبات پر اور انسانی جذبات کا جو اثر انسانی اعضاء پر ظاہر ہوتا ہے ان سے نہ صرف انسانی کیفیات کو سمجھا جا سکتا ہے بلکہ انسان کے مبادی جذبات (جبلتیں) کی پیدائش کی حد بندی کی جا سکتی ہے۔ مجھے اس علم کے تحت عورت کا گہرا نفسیاتی مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ صدیوں کی وہ تاریخ جس میں عورت کو ایک ادنیٰ حیوان سے لے کر سر کا تاج بنا دیا لیکن وہ شمع محفل ہی رہی۔ البتہ اس کو اس کا صحیح مقام نصیب نہ ہوا۔ بلکہ اس کی صالح قدروں کا تعین بھی نہ کیا گیا۔ ہاں ان مشاہدات و تجربات اور مطالعہ کے بعد عورت کا معاشرہ میں جس صحت مند مقام کا تعین کیا جا سکتا ہے یا جن صالح قدروں کو تجویز کیا جا سکتا ہے ان سب کو فقط اسلام میں بااحسن طریق پر موجود پایا۔

میرا مقصد یہ نہیں کہ میرے اس مطالعہ اور فیصلہ کرنے کے بعد ہر انسان اندھی پیروی کرے۔ کیونکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ آج ہی سے عورت کے اس معاملہ میں اسلام کی پیروی شروع کر دے بلکہ عقل وفہم اور سائنس وحکمت سے کام لے کر جانچا جائے تاکہ قلبی تسکین ہو۔ بعض لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دُنیا آج تک یہ غور وفکر اور سوچ وبچار کرتی آئی ہے۔ اس نے جانچ اور پڑتال ہی سے عورت کے متعلق نظریات اور

قوانین اخذ کئے ہیں۔ یہ سب بالکل صحیح ہے لیکن اسلام کا دعویٰ ہے کہ اسلام کے قوانین کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں ہیں بلکہ جس خالق وحکیم نے یہ دُنیا بنائی ہے۔ یہ قوانین اس کی طرف سے ہمارے پاس بھیجے ہوئے ہیں تاکہ ہم صحیح اصولوں اور قاعدوں سے زندگی گزار سکیں۔ پھر یہ حقیقت ہے کہ صانع حقیقی سے بہتر اس چیز کو اور کون سمجھ اور بیان کرسکتا ہے۔ البتہ سمجھنا، جانچنا اور تجربہ کرنا عقل مندوں اور علم والوں کا کام ہے۔ ہم تھوڑی دیر کے لئے اسلام کے اس دعوے کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ خالق مطلق اور حکیم کل کے تجویز کردہ قوانین ہی مخلوق اور معاشرہ کے لئے درست ومفید اور صحیح صالح ہوسکتے ہیں۔ بلکہ ان کی جگہ انسانی تحقیقات اور صدیوں کی معلومات کو پیش نظر رکھ کر از سرِنو غور وفکر کرتے ہوئے ایسی قدروں کا تعین کرتے ہیں جن پر چل کر صحت مند معاشرہ کی تدوین کرسکیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسانی معاشرہ کی قدروں کا تعین کس قانون اور قاعدے پر کیا جائے۔ یہ قانون اور قاعدے کم از کم ایسے ہونے چاہئیں جن پر انسان اعتماد کرسکے یا کم از کم ان سے کوئی بھی اختلاف کی صورت پیدا نہ ہوسکے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہم کو ہزاروں سال قدیم انسانی تہذیب مثلاً پتھر کے زمانے کی طرف رجوع کرنا پڑے گا یا کم از کم ایسے دور کی طرف لوٹنا پڑے گا جب انسان ابتدائی زندگی میں جدوجہد اور تگ ودو کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ بقائے حیات ونسل کے لئے رواں دواں اور سرگرم ہے لیکن آزاد ہے۔ ہر زمین اس کی ملکیت ہے جہاں چاہے غار بنالے۔ ہر درخت اس کو اپنا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے چاہے اس کا پھل توڑ کر کھالے۔ ہر چرند وپرند اور درندہ جس پر قابو پالے یا شکار کرلے، اس پر اس کا ذاتی قبضہ ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جانور اپنے بقائے حیات کے لئے ہر جگہ جنگل میں رہنے اور کھانے پینے کا حق رکھتے ہیں۔ پھر بقائے نسل کے لئے بھی تقریباً جانوروں کی طرح صورتیں رائج تھیں۔ جب عورت اور مرد جوان ہوجاتے تو وہ اپنی جبلتوں سے مجبور ہوکر قدرتی جذبات کے تحت ایک دوسرے کی طرف کھنچتے اور ساتھی یا رفیق زندگی تلاش کرلیتے۔ جس کے نتیجے میں بقائے نسل کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر ایک انسان کے لئے تین صورتیں نہایت اہم ہیں: (۱) قیام حیات (۲) بقائے نسل (۳) آزادی جدوجہد تک انسان اس دُنیا میں اپنا زمانہ زندگی احسن طور پر گزار سکے۔

دورِ جدید میں عورت کا درجہ

اگر غور سے دیکھا جائے تو آج بھی انسان کے لئے یہی تینوں صورتیں قائم ہیں۔ فرق صرف اتنا پڑ گیا ہے کہ:

1. طاقتور اور اُمیر نے بہت کچھ قابو کرلیا ہے اور کمزور اور غریب محتاج ہوگیا ہے۔
2. طاقتور نے قبیلے اور گروہ قائم کرکے اجتماعی طور پر اپنی طاقت کو زیادہ منظم اور مضبوط بنالیا ہے۔ ان کے مقابلے میں خود زیادہ کمزور ہوکر رہ گیا ہے۔
3. قبیلے اور گروہ اجتماعی زندگیاں اور منظم طاقتیں سرداروں، سرپنچوں، راجاؤں، مہاراجوں، نوابوں اور بادشاہوں بلکہ شہنشاہوں میں تبدیل ہوگئے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام حکومت، سلطنت رکھ لیا ہے۔

پھر زمانے کے ساتھ یہی حکومتیں اور سلطنتیں اسلحہ سے مسلح ہوتی گئی ہیں۔ جو ایک پتھر سے شروع ہوا تھا اور ایٹم بم کی شکل اختیار کرگیا ہے جس کے نتیجے میں نہ ہی قیام حیات کی سہولتیں رہیں اور نہ ہی، بقائے نسل کے لئے آسانیاں رہیں اور نہ ہی جدوجہد رہی۔ طاقتور اور زیادہ اُمیر اور طاقتور ہوکر بے شمار زمین اور محلوں کا مالک بن گیا۔ جہاں اس کے دِل بہلانے اور جنسی تسکین کے لئے دلربا اور ماہ جبینیں بھردی گئیں۔ ساتھ ہی ان کے محلوں میں ان کی ذاتی نسل کی درستی اور پرورش بھی بہترین طریق پر انجام دینے کے اسباب قائم رہے۔ ان کے مقابلے میں کمزور اور غریب کی اوّل تو پیٹ کی بھوک دور نہ ہوسکی، جنسی بھوک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہائش کے لئے بھی مکان تو رہا ایک طرف، جھونپڑا بھی مشکل سے نصیب

ہوا۔ اگر کبھی جنسی بھوک بھی دور ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں اس کے گھر لڑکی پیدا ہوئی تو وہ طاقتور اور اُمیر کی ہوس رانی کا شکار ہوگئی۔ آخر نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ غریب اور کمزور مرد اپنی بھوک کو مٹانے اور ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے اپنی محنت اور مزدوری اونے پونے فروخت کرتا ہے۔ اسی طرح ایک غریب اور کمزور عورت بھوک مٹانے کے لئے اپنے حسن اور عصمت کو مجبوراً پیش کر دیتی ہے۔ پھر دونوں ان اعمال کے اس قدر عادی ہو جاتے ہیں کہ ان امور کو ضروری اور فطری تصور کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان کی آزادی مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔ طاقتور اور امیر اس طرح ناجائز فوائد حاصل کر لیتا ہے۔ مگر معاشرہ کی قدروں میں جو خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس کے نتائج دور رس ہوتے ہیں۔ کم از کم اس حقیقت سے ہر شخص آگاہ ہے کہ طاقتور اور امیر کا نطفہ محل سے جھونپڑے میں منتقل ہو جاتا ہے اور محل میں گندے معاشرے کے جو جراثیم پرورش پاتے ہیں ان سے محل کی فضا رفتہ رفتہ متعفن ہو جاتی ہے اور وہاں پر گندے معاشرے کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس سے محل کی بہو بیٹی محفوظ نہیں رہ سکتی پھر مکافات عمل کے قوانین کے تحت طاقتور اور امیر کی بہو بیٹی غریب ملازمین کو وہ بدلہ چکا دیتی ہے۔ پھر یہ چکر قائم ہو جاتا ہے۔

جنسی بھوک

اسلام نے جہاں انسانی ضروریات اور بھوک کو رفع کرنے کا ایک نظام مقرر کیا ہے وہیں پر انسانی آزادی اور جنسی بھوک کے مسئلہ کو بھی احسن طریق پر حل کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ حل کیا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ معاشرہ میں زنا کا مرض ختم ہو جائے۔ اس کے نزدیک معاشرہ میں سب سے گندہ مرض زنا ہے۔ اس کے نتائج نہ صرف دور رس ہیں بلکہ قوموں کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ آج تک جو قومیں تباہ و برباد ہوئیں تباہی کے وقت ان میں یہ مرض نہ صرف انتہائی کثرت سے تھا بلکہ ان میں تہذیب وتمدن اور فیشن کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ قدیم تہذیبوں میں فلسفہ وحکمت کے دعوے دار یونان، علم وقانون کا مرکز روم، فنون اور طاقت کا گہوارہ مصر بہترین شہادتیں ہیں۔ یونان کے بادشاہ، اسلام کے شہنشاہ (درحقیقت اسلام بادشاہت کے خلاف ہے) اور یورپ کی موجودہ تہذیب وتمدن اور فیشن قوموں اور ممالک کی تباہی پر زبردست دلائل ہیں۔ اس تاریخی اور تجرباتی شہادت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حلال اور حرام کی راہیں

یہاں اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ بعض صورتوں اور حالات میں نیکی اور بدی، حلال وحرام کی راہیں ایک ہی ہیں۔ ان میں تفاوت صرف چلنے والے کی نیت پر ہے۔ مثلاً نکاح حلال ہے تو زنا حرام ہے لیکن فطری جذبہ یا طریق اور لذت دونوں برابر ہیں۔ حلال کی صورت میں مرد اپنی بیوی اور اولاد کے دکھ سکھ اور ضروریات زندگی کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے بقائے حیات ونسل اور آزادی کو قائم رکھنے کے لئے جائز وحلال اور نیکی اور صالحات پر قائم رہنا از بس ضروری ہے۔ کیونکہ ہر شخص میں بقاء حیات ونسل اور آزادی کا خیال رکھنا بھی اس کا فرض ہے۔ گویا اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض کا بھی احساس قائم رہے۔ تاکہ کہیں بھی باہم تصادم پیدا نہ ہو۔ کیونکہ یہیں سے معاشرہ کی خرابی کا اصل اور سرچشمہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ بے شک کسی کی کوئی شے کھلے خزانوں میں پڑی رہے یا پیٹ کا سامان اور جنسی لطف اندوزی کے سامان کھلے بندوں میسر آئیں یا خلوت واجاڑ اور خفیہ وتنہائی میں حاصل ہوں۔ پھر بھی اپنے فرائض کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ وہاں بھی جائز وناجائز، حلال وحرام، نیکی وبدی کو مدنظر رکھا جائے تاکہ معاشرہ مجروح نہ ہو۔ اسلام نے جہاں حلال وحرام، جائز وناجائز اور نیکی وبدی کے لئے کچھ قدریں مقرر کی ہیں وہاں پر یہ تصور بھی پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک وخالق کے علاوہ سمیع وبصیر اور علی کل شیء قدیر بھی ہیں۔ گویا انسان لوگوں اور عوام کی نظروں سے تو بچ سکتا ہے لیکن اللہ

تعالیٰ کی نظروں سے نہیں بچ سکتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ حیات بعد الموت کا تصور بھی پیش کیا ہے۔ جس میں ہر زندگی کا حساب کتاب ہوگا۔ اس میں حقوق کی طلب اور فرائض کی ادائیگی کو حلال وحرام، نیکی و بدی کی مقررہ قدروں سے ناپا تولا اور وزن کیا جائے گا۔ پھر جن کے نیک اعمال بھاری ہوں گے ان کے لئے دائمی جنت عیش و مسرت ہوگی اور جن کے اعمال خراب ہوں گے ان کے لئے دوزخ، دائمی دکھ اور رنج ہوگا۔ ان اسلامی مقررہ قدروں اور قوانین کے بعد اوّل تو انسان کو کوئی حق نہیں کہ ان کی خلاف ورزی کرے یا ان کے متعلق سوچے۔ اگر بعض ذہین طبع چاہتے ہیں کہ وہ معلوم کریں کہ اسلام نے مرد کو عورت پر جو تھوڑا بہت درجہ دیا ہے اس کی وجہ کیا ہے یا ایک مرد کو کیوں حق دیا ہے کہ وہ ایک سے زائد بیک وقت چار بیویوں کو اپنے پاس رکھے۔ کیا یہ درست ہے یا فطری تقاضا ہے۔ ان اُمور کو سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ مرد اور عورت کے باہمی تفاوت و تخالف صورتوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تاکہ دونوں کا صحیح نقشہ سامنے آ جائے۔

عورت پر مرد کی فضیلت

جاننا چاہئے کہ ہزاروں سالوں سے امر زیر بحث چلا آ رہا ہے کہ کیا مرد عورت سے افضل ہے یا دونوں برابر ہیں۔ یہ حقیقت تو مسلمہ ہے کہ عورت نے ہمیشہ برابری کا دعویٰ کیا ہے اور فضیلت کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن اسلام اس مسلمہ حقیقت کے خلاف یہ کہتا ہے کہ افضلیت کا معیار اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی کا مرد ہونا نہیں بلکہ مرد و عورت کے اعمال ہیں۔ ان میں جو بھی ایمان تقویٰ اعمال کے لحاظ سے بہترین ہیں، وہی بہتر ہیں۔ اس معیار میں اگر عورتیں بہتر ہیں تو مردوں سے افضل ہیں۔ اگر صالح عورتوں کو ان کے ایمان تقویٰ اور اعمال کے لحاظ سے درجہ میسر نہ ہو تو روز قیامت ان کو یہ درجہ دیا جائے گا۔ البتہ اس دُنیاوی زندگی میں نظام حیات اور بقائے نسل کے لئے صرف خاوند کو اپنی بیوی پر قوام بنا دیا ہے۔ تاکہ وہ اپنی بیوی کی ضروریات زندگی اور نان ونفقہ کا ذمہ دار ہے ورنہ عام انسانوں میں نہ مرد کو عورت پر درجہ اور نہ عورت کو مرد پر فضیلت۔ البتہ جن کا ایمان تقویٰ اور عمل احسان ہوگا اسی کو فضیلت حاصل ہوگی۔

یہ ناممکن ہے کہ ایک غیر صالح مرد کو صالح عورت پر فضیلت ہو۔ غیر صالح کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ غیر صالح مرد کو صالح عورت کے مقابلے میں وصیت سے عاق کیا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ غیر صالح مرد کا عقد صالح عورت سے نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر غلطی سے نکاح ہو بھی جائے تو عورت کے لئے لازم ہے کہ خداوند تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے غیر صالح مرد سے خلع کرے نہیں تو اس کی ذاتی زندگی بھی غیر مشروع ہو جائے گی اور اس کے ایمان، تقویٰ اور اعمال میں غیر صالحیت پیدا ہو جائے گی۔

صالح عورت کی فضیلت کی دلیل یہ ہے کہ عام صالح انسان بھی اس امر کا تصور نہیں کر سکتا کہ وہ کسی حیثیت میں حضرت مریم علیہا السلام، امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور بی بی فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے درجہ میں بلند ہو سکتا ہے۔ ان بزرگ ہستیوں کا تصور تو ایک طرف، کوئی اشارۃً اپنے کو اپنی والدہ اور دیگر بزرگ مستورات سے افضل نہیں کہہ سکتا۔ البتہ بعض مرد صالح بعض صالح عورتوں سے افضل ہیں۔ کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ ایک خاص درجہ کا صالح مرد اپنی درجہ کی صالح عورت سے کچھ درجہ رکھتا ہے۔ وہ بھی صرف انتظامی معاملات کی قیادت کے لئے اسلام کا فیصلہ ہے کہ قیادت ہمیشہ مرد کی ہونی چاہئے۔ مثلاً نماز، سفر، جنگ میں کبھی بھی کسی عورت کو قائد تسلیم نہیں کرنا چاہئے۔

مرد کو عورت پر فضیلت ہے

صالح مرد کو اپنے درجہ کے مطابق صالح عورت پر فضیلت کے علاوہ صالح خاوند کو بھی اپنی صالح بیوی پر کچھ فضیلت حاصل ہے۔ وہ

صرف اس لئے ہے کہ وہ اپنی بیوی کا نان ونفقہ اور ضروریات زندگی پوری کرتا ہے۔ اسلام نے عورت کی بحث کہ ان میں کون اعلیٰ و بہتر ہے اور کون ادنیٰ اور کمتر ہے۔ اس احسن طریق پر ختم کر دی ہے کہ آج تک کوئی مذہب یا قوم اور ملک اس کا صحیح فیصلہ نہیں کر سکا۔ البتہ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مرد کا جسم، روح، قویٰ عورت کی نسبت زیادہ مضبوط اور طاقتور ہیں۔ ان سے افعال بھی بہتر صادر ہوتے ہیں۔ اس لئے مرد عورت سے ہر حیثیت سے افضل ہے۔ یہ دعویٰ بغیر دلیل کے ہے۔ کیونکہ یہ اجسام وارواح اور قویٰ کا مضبوط ہونا حقیقت پر مبنی نہیں۔ اور نہ ہی تجربہ، مشاہدہ بلکہ تاریخ اس کو صحیح ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ ہر معمولی عقل وفہم کا انسان بھی اس امر سے پوری طرح واقف ہے کہ بعض عورتیں بعض مردوں سے جسمانی، روحانی وذہنی حیثیت سے زیادہ ہی نہیں بلکہ بہت زیادہ افضل ہیں۔ مرد کو جسمانی، روحانی اور ذہنی طور پر عورت سے کلی طور پر افضل جب کہا جا سکتا ہے کہ مرد ہر عورت سے افضل ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ سونا ایک قیمتی دھات ہے اور یہ حقیقت ہے کہ سونے کا ہر ٹکڑا دیگر دھاتوں کے ٹکڑوں سے کلی طور پر بہتر اور افضل ہے۔ پھر قدیم تاریخ سے لے کر آج تک سینکڑوں نہیں ہزاروں عورتیں پہلوان، جنگجو، شمشیرزن، آج کل ہواباز، نشانہ باز بھی ہیں۔ اور روحانی طور پر انتہائی نیک، عابد، زاہد پیغمبروں، رسولوں، اولیاء اللہ کی مائیں، بہنیں اور بیٹیاں، اسلام میں صحابیات کی ایک لمبی فہرست پائی جاتی ہے ان کے بعد کے زمانہ میں بھی ہزاروں صالحات اور رابعہ صفت پیدا ہوئیں۔ اگر ذہنی طور پر دیکھا جائے تو ان کی ایک طویل فہرست سامنے آ جاتی ہے جس میں بڑے سے بڑے درجہ کی عالمہ اور فاضلہ سے لے کر اعلیٰ درجے کی حکیمہ وطبیبہ، فلسفی ومعلمہ اور سائنسدان پائی جاتی ہیں اور بعض اپنے علم وحکمت اور فن میں وہ کمال رکھتی تھیں کہ تاریخ ان کا جواب پیدا نہ کر سکی۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ مرد جسمانی، روحانی اور ذہنی طور پر عورت سے افضل نہیں ہے۔

فلسفہ طب اور عورت

مرد اور عورت میں اگر کہیں فرق ہے تو صرف ان کے اعضائے مخصوصہ کی بناوٹ کی وجہ سے ہے اور بس۔ لیکن یہ صرف ایک فرق ہے اور اسے برتری اور افضلیت اور کمتری وتذلیل کا پہلو پیدا نہیں ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور بناوٹ ہے کہ کائنات اور زندگی کو رواں دواں رکھنے کے لئے مختلف جمادات اور حیوانات پیدا کر دیے ہیں اور ان کے اختلاف ان کے خواص ان کے اعمال کی وجہ سے ہیں۔ بہر حال ہم ان سب کو جمادات، نباتات اور حیوانات کا درجہ دیتے ہیں۔ اس طرح انسان کا ایک درجہ ہے جس میں مرد اور عورت دو مختلف خواص اور اعمال کے مظہر ہیں۔ بس انہیں اختلاف خواص کی وجہ سے کبھی ان کو حیوان سمجھا گیا، کبھی غلامی کی وجہ پر رکھ کر اس کو باندی بنا لیا گیا۔ جب کبھی اس کا ستارہ چمکا تو اس کو شہزادی ملکہ اور سر کا تاج بنا لیا گیا مگر صحیح مقام متعین نہ کیا گیا۔

اور اگر اس کی صحیح قدر ومنزلت کا کسی نے تعین کیا ہے تو فقط دین اسلام ہے۔ اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ عورت میں بھی نفس کے ساتھ روح ہے۔ اس کی روح بھی اعلیٰ مدارج حاصل کر سکتی ہے۔ وہ نیکی اور تقدس کے اعلیٰ مقام تک فائز ہو سکتی ہے۔ ایسا مقام اختیار کر سکتی ہے جہاں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مرد نہیں پہنچ سکے اور نہ ہی پہنچ سکتے ہیں بلکہ کروڑوں انسانوں کی گردنیں ان کی نیکی اور تقدس کے سامنے جھکتی رہی ہیں اور آج بھی جھکی ہوئی ہیں۔

خواص اور اعمال نے عورت کے مقام اور درجہ میں استقامت پیدا نہیں ہونے دی۔ وہ مخصوص اعضاء کی بناوٹ ہے۔ جن کی تشریح اور تجزیہ تو کتب تشریح الابدان میں مفصل درج ہے۔ ان کا یہاں بیان کرنا طوالت اور غیر دلچسپی کا باعث ہوگا۔ البتہ ان کے افعال کا تذکرہ افادیت اور دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اگرچہ ان اعضاء کے افعال بھی تفصیل کے ساتھ علم افعال الاعضاء (Physiology) کی کتب میں درج ہے۔ ہم یہاں اس

قدر بیان کریں گے جس قدر اس کا تعلق مسائل کے ساتھ ہے، تاکہ صحیح طور پر اعضاء اور مسائل کو تطبیق کیا جا سکے۔

مخصوص افعال الاعضاء زنانہ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا چاہئے کہ وہ اس طریق انداز اور صورت پر بنے ہوئے ہیں کہ مرد کا نطفہ قائم، پرورش اور تربیت پا سکے۔ جس کو مجموعی طور پر رحم کہتے ہیں۔ تقریباً نو دس ماہ بچے کا رحم میں قیام رہتا ہے۔ اس کے بعد تولد ہو کر اس کارگاہ حیات میں اپنی زندگی کے دن پورے کرتا ہے۔ جب تک وہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے اس کو ماں کے جسم ہی سے غذا ملتی ہے جو خون کی صورت میں ہوتی ہے۔ نطفہ قرار پانے کے فوراً بعد شریانوں اور وریدوں کے ذریعے خون کا تعلق بچے سے ہو جاتا ہے۔ جو اس کی پیدائش تک رہتا ہے۔ یہی خون جو عورت کی زندگی کا جوہر اور قوت ہے۔ نسل انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ بقاء نسل انسانی کے لئے حکیم مطلق کی ربوبیت ہے اور عورت ذات کی طرف سے مردوں پر ایک زبردست احسان ہے۔ مگر یہی خون عورت کے لئے زیادہ حقارت اور تذلیل کا باعث بن گیا ہے۔ اسی وجہ سے بڑے بڑے علماء و فضلاء و حکماء اور عقلاء نے عورت کو گندگی کا مجسمہ اور تعفن کا ڈھیر کہا ہے اور پلید حیوان قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے عورت کو دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی خون جس سے بقائے نسل انسانی ہے جب یہ رحم سے خارج ہوتا ہے تو اس کو حیض کہتے ہیں۔ یہ حیض لڑکی کو اس وقت آنا شروع ہوتا ہے جب وہ بالغ ہونا شروع ہوتی ہے۔ یہ عام طور پر پانچ سے سات یوم تک مسلسل رحم سے خارج ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جب جنسی تعلقات کی صورت پیدا ہوتی ہے تو نطفہ قرار پایا جاتا ہے۔ یعنی حمل ہو جاتا ہے تو ماہواری خون نطفہ کی پرورش پر خرچ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے بچے کی پیدائش کے دنوں میں حیض عام طور پر نہیں آتا اور بچہ کی پیدائش کے بعد بھی یہ حیض (خون) اس وقت تک نہیں آتا جب تک بچہ دودھ پیتا ہے۔ گویا یہ خون (حیض) دودھ کی شکل میں منتقل ہو جاتا ہے اور آبِ حیات کا کام دیتا ہے۔

حیض کی وجہ سے عورت ناپاک نہیں

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ حیض ناپاک اور گندگی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہے:

﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى ﴾ [سورۃ بقرہ : ۲۲۲]

''حیض کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ وہ گندگی ہے لیکن حیض کے سوا باقی خون کو بھی جسم کے کسی حصہ سے خارج ہو، کو حرام قرار دیا ہے''۔

جیسے قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ [سورۃ مائدہ : ۳]

''تم پر مردہ خون سور اور غیر اللہ کے لئے حلال کیا گیا ہوا، سب حرام ہے''۔

یہاں تک کہ خون کپڑے پر لگ جائے وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ پھر حیض کی تخصیص کرنے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ خون کے حرام ہونے میں یہ حقیقت ہے خون ایک مرکب ہے۔ جس میں زہریلے اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں۔ طب یونانی کے نظریہ کے مطابق اس میں بلغم، سودا اور صفرا شامل ہیں۔ اس طرح طب مغرب کی رو سے اس میں چودہ عدد عناصر شامل ہیں۔ جن میں فیرم، سوڈیم، پوٹاشیم، میگنیشیم، سلفر، فاسفیٹ اور کیلشیم اور آیوڈائڈ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو سب کے سب اگر ضرورت سے زیادہ استعمال کئے جائیں تو زہریلا اثر کرتے ہیں۔ اس لئے خون کو نہ صرف حرام دیا گیا ہے بلکہ ناپاک بھی قرار دیا ہے۔ باقی رہا حیض کو گندگی قرار دینا تو یہ ایک حیض ہی پر کیا منحصر ہے۔ اکثر انسان کے جسم سے جو مادے خارج ہوتے ہیں وہ گندگیاں ہیں اور ناپاک ہیں۔ ان سب کی گندگی اور ناپاکی کی حیثیت کسی بھی طرح حیض سے کم نہیں ہے۔

ماں کے پیٹ میں انسان کی غذاء

پھر عورت کو مرد سے کم تر کیوں خیال کیا جائے کیا مرد میں کوئی ایسا پاک مادہ پایا جاتا ہے جس سے اس کا درجہ عورت سے افضل قرار دیا جاتا ہے۔

اگر دونوں باتیں نفی میں ہیں تو پھر عورت اور مرد میں پاکی اور ناپاکی کا یہ درجہ اور اختلاف کیوں قائم کیا جائے۔ اگر حقیقت پر غور کر کے اصلیت کو دیکھا جائے تو اس امر سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اسی گندے خون (حیض) ہی سے انسان کی پیدائش اور پرورش ہوتی ہے۔ جب انسان ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو دس ماہ سوائے اس خون (حیض) کے اور کیا غذا حاصل کر سکتا ہے۔ اور جن ایام میں وہ دودھ پیتا ہے وہ بھی یہی حیض کا خون صاف ہو کر دودھ میں منتقل ہو جاتا ہے بلکہ ماں کے دودھ کے علاوہ بھی جو دودھ جانوروں کا استعمال کیا جاتا ہے وہ ان کا صاف شدہ خون ہوتا ہے۔ گھی دودھ ہی کا جز ہے، دن رات جو مٹھائیاں کھائی جاتی ہیں یا اس طرح کا میٹھا میٹھا ہڑپ کر لیا جاتا ہے، وہ دودھ گھی ہی سے تیار ہوتی ہے۔ میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ دودھ گھی اور اس سے تیار شدہ مٹھائیاں نہ کھائی جائیں، بلکہ یہ اشیاء اسلام نے حلال قرار دے دی ہیں۔ ان کو شوق سے استعمال کیا جائے۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی ایک نشان کو ناپاک دیکھ کر اس سے متعلقہ پاک اشیاء اور اجسام کو ناپاک، ذلیل اور قابل نفرت نہیں بنا دینا چاہئے۔

ان امور سے ثابت ہوا کہ حیض کی وجہ سے عورت ناپاک نہیں ہے۔ البتہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حیض کے دنوں میں عورت کا مزاج عدل فی القسمت کے تحت اعتدال پر ہوتا ہے۔ اگر ان دنوں میں طبیعت پر مادی، کھانا پینا اور (آب و ہوا) کیفیاتی (گرمی، سردی اور خشکی و تری) اور نفسیاتی (جذبات کی شدت ماحول میں غیر مناسب اور محنت کی زیادتی) اثرات غیر معمولی طور پر پڑے تو یقیناً حیض کی باقاعدگی میں خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ یعنی اس میں افراط و تفریط واقع ہو جاتا ہے۔ دراصل ان ایام میں طبیعت میں اعتدال قائم رکھنا از حد ضروری ہے۔ یہاں تک کہ غیر معمولی حرکت، سکون، کھانے پینے میں کثرت اور مسرت اور تفریح میں زیادتی بھی حیض کی باقاعدگی میں خرابی کا باعث ہو جاتی ہے۔ ان دنوں آرام کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے جس کے لئے زیادہ تر بیٹھے رہنا یا لیٹے رہنا زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ ذرا سی بے اعتدالی سے حیض کی باقاعدگی میں خرابی پیدا ہو جائے گی۔

مرد کی ذمہ داری

اس سے تین شدید صورتوں میں سے کسی ایک کا پیدا ہونا یقینی امر ہے:

۱. خون کی آمد میں زیادتی ہو جانا جس سے فوراً ضعف جسم واقع ہو جاتا ہے۔ دل گھٹتا ہے اور غشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔
۲. خون کا آنا رک جائے جس سے گھبراہٹ دوران سر اور اختلاج اور بے ہوشی کے دورے (اختناق الرحم) ہسٹریا کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔
۳. خون کا کمی سے رک کر آنا، رحمی درد کی شدت، ضعف قلب و دماغ، قے، پیشاب میں جلن، پیچش وغیرہ کی حالت نمودار ہو جاتی ہے گویا ہر بالغ عورت کو ہر ماہ میں تقریباً ایک ہفتہ باقاعدہ آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ اس کے جسم اور طبیعت و ذہن میں خرابی واقع ہو جائے گی۔

• اس سے ثابت ہوا کہ عورت تمام ماہ ایک مرد کی طرح اپنے تمام معمولات انجام نہیں دے سکتی۔ عورت اور مرد کا یہ اوّلین اور بنیادی فرق

ہے کہ عورت اپنے حیض کے سلسلے کی وجہ سے ایک ماہ میں ایک ہفتہ تقریباً بے کار ہو جاتی ہے۔ اگر آرام نہ کرے گی تو بہت جلد کسی خوفناک مرض میں مبتلا ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ سل یا سیلان الرحم میں ظاہر ہوگا۔

جب جنسی تعلقات کے بعد عورت کا حیض اصولاً رُک جائے، جس حالت کو اصولاً حمل کہتے اس میں اوّل ماہ سے عورت میں جنسی جذبہ مرد سے کم ہوتا ہے۔ حمل کے بعد اس کے جنسی جذبہ کی تسکین ہو جاتی ہے۔ اس کی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ پریشان کن ابکائیاں، قے اور طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ جسم میں خون کی کمی، رنگ زرد، منہ پر چھائیاں اور ہر وقت تھکن، بدہضمی، بھوک میں کمی، پیاس میں زیادتی اور قبض رہنے لگتی ہے۔ یہ تو عمومی حالت ہے۔ اس کے علاوہ خصوصی امراض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جسم پر پھوڑے، پھنسیاں، بخار، کھانسی، درد کمر وغیرہ۔

یہ سلسلہ پورے نو دس ماہ رہتا ہے اور بچہ پیدا ہونے کے بعد ایک دو ماہ تک خارش رہتی ہے۔ اس دوران میں بھی عورت اپنے معمولات باقاعدگی سے انجام نہیں دے سکتی۔ یہ دوسرا فرق ہے جو عورت اور مرد کے مابین پایا جاتا ہے کہ عورت حمل کی وجہ سے سال بھر بیکار ہو جاتی ہے اور اس عرصہ کا خرچ لامحالہ اس شخص کے ذمے ہونا چاہئے جس مرد کا حمل اس کو قرار پاتا ہے۔

عورت نہ باندی اور نہ غلام ہے

اس کو سارا سال آرام سے گزارنا چاہئے۔ اگر وہ خود ملازم ہے تو کم از کم اسے آخری تین ماہ کی چھٹی ملنی چاہئے۔ کیونکہ ان دنوں تو وہ بالکل حرکت نہیں کر سکتی۔ بس ان دنوں عورت مرد کے مقابلے میں بے کار ہوتی ہے۔ بلکہ نان ونفقہ اور ضروریات زندگی کے لئے مرد کی محتاج ہوتی ہے اور کوئی طاقت اس کو اس محتاجی سے نجات نہیں دے سکتی۔ یہ مرد اور عورت کا تیسرا بین فرق ہے۔

جب بچہ تولد ہوتا ہے تو اس کو دودھ پلانے، پرورش اور نگرانی کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ماں کا دودھ پلانے کا حکم مذہبی اور قانونی حیثیت سے دو سال ہے۔ دودھ شروع شروع میں جلد جلد یعنی ایک گھنٹے بعد اور بعد میں دو دو اور پھر تین تین گھنٹے تک وقفہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ دودھ کے علاوہ اس کی دیگر ضروریات زندگی کا پورا کرنا اور اس کی ہر طرح اور ہر وقت کی نگرانی ہے۔ اس دوران میں بھی عورت بچے کو نظر انداز کر کے کسی دیگر کام میں پوری پوری توجہ نہیں دے سکتی۔ اگر وہ ایک یا دو عدد نوکرانیاں یا نرس رکھ لے تاہم دودھ سے پرورش تو اس کے ذمہ ہوگی۔ کام بیشک بٹ جائے گا لیکن ذمہ داری ختم نہ ہوگی۔ نوکرانی رکھ لینے سے اصل حقیقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ یعنی بچہ کی پرورش کے لئے ہر حال میں عورت کی خدمات ضروری ہیں۔ ماں ہو یا ملازمہ ان کے بغیر بچہ کی پرورش ناممکن ہے۔

یہ چوتھا فرق ہے جو عورت اور مرد میں پایا جاتا ہے۔ یہاں بھی عورت کے ساتھ بچہ کی ضروریات کا ذمہ دار مرد ہی قرار دیا گیا ہے اور اس کو اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔ ایام حیض، ایام حمل اور ایام رضاعت میں عورت کا مردوں کے برابر اپنے معمولات ادا نہ کرنا، ان کی ضروریات زندگی کی ذمہ داری بھی مردوں پر ہوتی ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہو جاتی ہے۔ نہیں! ہرگز نہیں! کیونکہ جو خدمات ان دنوں عورتیں انجام دیتی ہیں، وہ مرد انجام نہیں دے سکتے۔ اس لئے دونوں اپنی اپنی جگہ برابر ہیں۔ البتہ اس نظام میں اسلام کی یہ بات صحیح ثابت ہوتی ہے: انتظامی معاملات میں مرد کو عورت پر کچھ فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس سارے عرصہ میں عورت کمانے اور خوراک مہیا کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ پھر بھلا وہ منتظم کیسے بن سکتی ہے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ مریض کا نگران تندرست انسان ہی ہو سکتا ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب تک عورت بچہ جننے کے قابل ہے وہ بچہ کی پیدائش، دودھ پلانا اور پرورش سے فارغ نہیں ہو سکتی۔ جب وہ

گھر میں اپنے اہم فرض میں مشغول ہے تو پھر اس کے لئے مشکل ہے کہ گھر سے باہر کے کام اور کمائی کے لئے وقت نکال سکے۔ اس لئے وہ اپنے نان ونفقہ ضروریات زندگی اور نگرانی کے لئے لازماً مرد کی محتاج ہوگی۔ اس تقسیم کار میں مرد مجبور ہے کہ وہ ضروریات زندگی کو حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر جدو جہد کرے اور کما کر لائے تاکہ اپنی بیوی اور بچوں اور اپنے لئے خوراک اور ضروریات زندگی حاصل کرے۔ جب مرد باہر کمائی پر مجبور ہوگیا اور عورت اپنے بچوں کے ساتھ گھر پر مقیم ہوگی تو اس پر لازم ہوگیا کہ گھر میں بچہ اور اپنی خوراک تیار کرنے کے ساتھ اپنے خاوند کی خوراک ساتھ تیار کرے تاکہ اس کے خاوند کی اپنی کمائی میں خوراک کی تیاری پر وقت ضائع نہ کرنا پڑے۔ یا وہ زیادہ سے زیادہ وقت میں زیادہ سے زیادہ کمائی کر سکے۔ جو اس عورت اور بچوں کے لئے خوشحالی کا باعث بنے اور ساتھ ہی ساتھ گھر کی صفائی اور نگرانی بھی اس عورت نے اپنے پر لازم کر لی تاکہ گھر اور اس کا ماحول اس کی مرضی کے مطابق بن جائے۔ بس اس طرح ایک قدرتی تقسیم کار بن گئی ہے جس کی باقاعدگی سے زندگی خوشگوار گزرتی ہے اور بقائے نسل کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔

عورت نہ باندی اور نہ غلام ہے۔ لیکن یہ یاد رہنا چاہئے کہ بچہ کی پرورش اور خاوند کی معاونت سے عورت بچہ کی مالک نہیں بن سکتی۔ صرف ماں ہی رہتی ہے۔ اس طرح گھر پر قبضہ نہیں جما سکتی البتہ جو کچھ خاوند اس کو دے اس کا ہوگا۔ اس طرح خاوند کی معاونت کرتے ہوئے اس کو اپنا غلام اور نوکر سمجھنا شروع کر دے اور نہ ہی اپنے آپ کو اپنے خاوند کی باندی سمجھنا شروع کر دے۔ جب عورت اپنے مقام حقوق اور فرائض کا خیال رکھے گی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی حدود پر قائم رہنے کی کوشش میں اپنے مالک حقیقی سے ڈرتی رہے گی کہ مرنے کے بعد اس کو اپنی زندگی اور اعمال کا حساب دینا ہے۔ تو پھر اس کا ذہن اس تعصب سے خالی ہو جائے گا کہ اس کا نیک خاوند اپنی ضروریات اور اولاد کے لئے ایک کی بجائے دو تین عورتیں رکھ لے اور سب کے ساتھ برابر کا سلوک رکھے اور ساتھ ہی وہ عورتوں کو یہ اجازت بھی دے دے کہ راضی نہ ہو، اس کو خوشی کے ساتھ راضی کر کے اپنے سے علیحدہ کرنے کو تیار ہے۔ ایسے معاشرہ میں یقیناً کہیں بھی گندگی نہیں رکتی اور کہیں بھی فساد کی بو پیدا ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔ پھر کثرت ازدواج زحمت کی بجائے رحمت ثابت ہوتا ہے۔ جھگڑا لڑائی ہمیشہ اسی مقام پر پیدا ہوتا ہے جہاں پر میاں بیوی اپنے مقام حقوق اور فرائض کا پورا پورا خیال نہیں رکھتیں۔ جس میں خوف خدا، جزا اور سزا اور آخرت بھی مدنظر نہیں ہوتی۔ اگر طرفین اپنی اپنی حدود میں رہیں، بلکہ دوسرے کی حدود کو ناجائز چھونے کی کوشش بھی نہ کریں تو کبھی بھی آپس میں فساد اور ناراضگی کی صورت پیدا نہیں ہوسکتی۔ چاہے خاوند کی ایک بیوی ہو یا چار بیویاں ہوں جھگڑا اور برائی ایک سے زیادہ بیوی کا نہیں ہے بلکہ دوسرے کے مقام اور حقوق کی پامالی ہے اور اپنے فرائض سے کوتاہی ہے۔ عام طور پر نفسانی خواہشات کے ماتحت اور لاعلمی اور بے علمی سے اپنے مقام کو بلند اور حقوق کو زائد سمجھ لیا جاتا ہے اور اپنے فرائض کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔

اسلامی اور انسانی قانون میں تفاوت

قانون فطرت ہے کہ جب اس کو مقررہ حدود سے پھاندا جائے تو ردِعمل کے طور پر معاملہ یا معاشرہ میں فساد اور بدبو پیدا ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ خرابی اور تخریب ہے۔ قانون دانوں کو یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اس معاملے میں قانون بناتے وقت عام طور پر یا فوری طور پر تو وہ قانون مفید ہوتا ہے لیکن آئندہ چل کر اس میں بے حد خرابیاں اور تکالیف پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر فوری ضرورت اور تکالیف کے ماتحت ان میں ترمیم، تنسیخ اور اصلاح کرنی پڑتی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اس میں پھر وہی خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا قانون حیات ہے کہ اس کے قانون کا بغور مطالعہ کریں، اس میں آپ کو ہرگز از ابتداء تا انتہاء بلکہ ہر موڑ پر ایسی حقیقت نظر آئے گی جو مفید ہی مفید

ہوگی۔ جو لوگ اسلام کے کسی قانون پر اعتراض کرنا چاہیں ان کو حق ہے کہ بڑے شوق سے کریں۔ اسلام خود عقل و بصیرت کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن ان کو لازم ہے کہ اوّل ایک ایسا متبادل قانون کا خاکہ کھینچ لیں جس کی حقیقت کو از ابتداء تا انتہا خوب پرکھ لیا گیا ہو۔ انشاء اللہ پھر غلطی اور اسلامی قوانین سے روگردانی کی صورت کم پیدا ہوگی۔ بلکہ خواص کے ساتھ عوام بھی اسلامی قوانین کو اپنانے پر مجبور ہوں گے۔ زمانہ شاہد ہے کہ دُنیا ان کی طرف آ رہی ہے۔ یہی صورت مسلمہ تعلقات ازدواج میں پیدا ہو رہی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حق مہر کم ہونا چاہئے اور کوئی کہتا ہے کہ نہیں زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے۔ عورت کی عزت افزائی ہو اور مرد قابو میں رہے۔ ان کے علاوہ ایک ایسا بھی گروہ ہے جو حق مہر اور جہیز دینے سے بالکل انکاری ہے۔ کوئی ابتدائی دور کی مثال پیش کرتا ہے اور کوئی امراء کا نقشہ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن حقیقت کی طرف کوئی نہیں آتا کہ مسئلہ کا صحیح حل میسر آ سکے۔

مرد اور عورت انسانیت کے درجے میں برابر ہیں

دیکھنا تو یہ چاہئے کہ مرد اور عورت کی تخلیق کے مطابق ان کی بناوٹ اور حقیقت و جذبات کی حقیقت کیا ہے اور وہ کن فطری مقاصد کے لئے ان کو عطا کئے گئے ہیں۔ ان پر غور کیا جائے، ان فطری مقاصد کی اگر صحیح ترتیب ضرورت پوری نہ ہو سکے اور ان کو برمحل استعمال نہ کیا گیا تو لازما نتائج حقیقت افروز نہیں ہوں گے۔ بلکہ جگہ جگہ اور ہر وقت خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اسلام ہر قانون پر جہاں جزوی طور پر بحث کرتا ہے وہاں اس کے اجتماعی اثرات کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ جس کا نتیجہ ہمیشہ احسن نکلتا ہے۔ مسلمانوں میں فی الذات یا ان کے معاشرہ میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ اسلامی قانون کی خرابیاں نہیں ہیں بلکہ ان کا ہر عمل فطری صورت پر انجام نہیں پاتا۔

اس بحث سے یہی ثابت کرتا ہے کہ مرد اور عورت انسانیت کے درجے میں برابر ہیں۔ لیکن قدرت نے دونوں کے فرائض مختلف کر دیئے ہیں۔ اس لئے ان کے حقوق اور مقام بھی آپس میں مختلف ہیں۔ جب تک وہ اپنی اپنی حدود میں قائم رہتے ہیں، معاشرہ میں خرابیوں کی صورت نمودار نہیں ہوتی۔ جب خرابی اور فساد واقع ہوتا ہے تو یقیناً اس کا کوئی سبب درمیان میں کام کر رہا ہوگا۔ جو اس امر کو صاف ثابت کرتا ہے کہ ہر دو میں سے یقیناً کوئی ایک اپنی حدود کو پھاند گیا ہے۔ اس خرابی اور فساد کا علاج کچھ بھی ہو لیکن اوّل بات ان حدود کا احترام ہوگا جس سے معاشرہ میں صحت پیدا ہونے کے امکانات واضح ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں جزوی طور پر کچھ ایسے خواص رکھے ہیں جن کو وہ اپنے اپنے مقام پر انجام دے سکتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کی وہ مخصوص قابلیت انہیں کسی کو ایک دوسرے سے ممتاز یا افضل بنا دیتی ہے۔ مثلاً مرد کا بچہ کے لئے نطفہ مہیا کرنے کی قابلیت اور عورت میں بچہ کو اپنے پیٹ میں پرورش اور دودھ پلانے کی صلاحیت وغیرہ وغیرہ جدا افعال ہیں۔ مرد عورت کے افعال اور عورت مرد کے افعال انجام دینے کی طاقت نہیں رکھتی اور پھر دونوں مل کر قدرت کے کام کو انجام دیتے ہیں۔ پھر سمجھ نہیں آتی اس قسم کے افعال کے باعث ایک دوسرے سے عظیم اور اعلیٰ بننے کا کوئی جواز کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

عورت کو مرد کی سربراہی کی ضرورت ہے

یہ صحیح ہے کہ انتظامی معاملات خاص طور پر ان دنوں جبکہ عورت ایام حیض، ایام حمل اور ایام میں رضاعت میں مبتلا ہو، قدرت نے مرد کو سربراہی دے دی ہے۔ تاکہ وہ عورت اور بچہ کے لئے جہد للحیات اور بقائے نسل کے لئے سعی اور کوشش سے کما کر گھر لائے اور ان کی ضرورت کے

ساتھ اپنے لئے بھی بدل پیدا کرے۔ اس کے علاوہ مقام اور راہیں اور بھی ہیں جہاں عورت کو مرد کی سربراہی کی ضرورت ہے:

- عورت کا کسی سفر پر جانا۔
- کسی تنہا جگہ پر رہنا۔
- کہیں مردوں کے معاملات میں شریک ہونا۔

ایسی صورت میں جہاں عورت تنہا نہیں جاسکتی یا تنہا نہ جانا چاہے کیونکہ ایسی صورت میں اس کی اپنی عزت خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ عورت بیشک شریف اور برائی کے جذبات سے پاک ہو لیکن اس کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ تنہائی میں اس کا کسی شیطان صفت انسان سے تصادم ہوجاتا ہے یا واسطہ پڑ جاتا ہے یا دھوکہ کھا جاتی ہے۔ نتیجہ میں عورت کی بے عزتی اور گوہر انسانیت کی بے آبروئی ہوجاتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلیا جائے کہ اس صورت میں عورت پر کوئی گناہ نہیں کہ اس پر جبر اور زبردستی سے ظلم کیا گیا ہے، ممکن ہے انسان نے اس کو دیکھا بھی نہ ہو لیکن اس کا کیا جواب ہے کہ ضمیر کی مجرم ہوجائے گی اور اگر حمل قرار پا گیا تو انسانیت کی باقی آب وتاب بھی ختم ہوجائے گی۔ اوّل تو وہ کبھی گوارا نہیں کرے گی کہ وہ اس حرامی بچہ کو باقاعدہ جنم دے۔ اگر مجبوراً وہ بچہ اس دُنیا میں تولد بھی ہوگیا تو ساری عمر ماں کے ضمیر کے لئے ایک نشتر ثابت ہوگا۔ وہ ہمیشہ یاد دلائے گا کہ اس کے باپ نے اس پر جبراً اور زبردستی سے ظلم کیا تھا۔ اور اگر معاشرہ کو اس حرامی بچہ کا علم ہوگیا تو یقیناً ماں اور بچہ دونوں معاشرہ کی نگاہ میں مظلوم ہونے کے باوجود ہمیشہ باعث ذلت اور بدنام رہیں گے۔ اس لئے عورت (چاہے بیٹی، بہن، بیوی اور ماں ہوں) کو کبھی بھی بالکل تنہا نہ رہنا چاہئے اور نہ ہی تنہا اپنی ذات پر اعتماد کرلینا چاہئے۔ تاکہ مقام تقدس سے گرا نہ جائے۔ عورت کی حفاظت کے لئے یہی ایک مقام بڑا مشکل ہے جس سے معاشرہ میں زبردست خرابی اور برائی پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ عورت کو ناجائز حمل ہوجاتا ہے۔ چاہے اس کی مرضی سے ہو یا مرضی کے بغیر ہوجائے۔ عورت اپنی مرضی یا مرضی کے خلاف ناجائز حمل کو چاہے برداشت بھی کرلے کیونکہ اس کے بطن میں رہ کر نو دس ماہ اس کا خون پیتا ہے اور ایک زبردست دُکھ سے تولد ہوتا ہے۔ قدرت نے اس میں ماں کی مامتا بھی رکھ دی ہے، لیکن معاشرہ کبھی بھی اس عورت اور بچہ کو قبول نہیں کرے گا۔ اوّل عورت کو ملزم گردانے گا۔ اگر ملزم نہ بھی گردانے پھر بھی اس کو داغ دار ضرور کہے گا۔ اس امر سے ثابت ہوا کہ عورت کو معاشرہ میں جو بات سب سے زیادہ ذلت کی صورت پیدا کردیتی ہے وہ بغیر نکاح کے کسی مرد سے تعلق یا بغیر عقد کے کسی بچہ کی ماں بننا، چاہے اس میں اس کی مرضی کا دخل بالکل نہ ہو بلکہ اس امر پر جبر اور زبردستی ظلم کیا گیا ہو۔ لیکن زمانہ اس کو کبھی معاف نہیں کرتا اور معاف بھی نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ مظلوم اور مجبور عورتوں کو معاف کرلیا گیا تو وہ عورتیں جو مظلوم و مجبور نہیں ہوتیں اور انہوں نے اپنے شوق اور لذت کی خاطر ناجائز بُرا فعل کیا ہے وہ معاشرے کے لئے ایک زبردست مرض اور خرابی بلکہ طوفان پیدا کردیں گی، جس کا روکنا معاشرہ کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ورنہ معاشرہ متعفن ہوجائے گا۔

اگر بعض عورتیں حقیقت اور نیکی کو نظرانداز کرتے ہوئے ایسی آزادی طلب کریں جس میں ایسی داغ دار عورتیں اور بچوں کو معاشرہ میں دیگر شریف زادیوں کے برابر درجہ دیا جائے تو فیصلہ شریف زادیوں سے لیا جاسکتا ہے۔ وہ اپنے عمل اور جذبات میں ان کو جہاں تک قبول کرتی ہیں ہزاروں سال سے اس وقت تک کی تاریخ گواہ ہے کہ شریف زادیوں نے ایسی داغدار عورتوں کو کبھی نہیں اپنایا۔ البتہ اسلام اپنی اخلاقی فضیلت سے ان کو پھر معاشرہ میں شامل کردیتا ہے۔ اسلام تو صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ آئندہ کے لئے توبۃ النصوح کرکے اپنی زندگی کو اسلامی قدروں میں ڈھال لیا جائے۔ خداوند کریم غفور الرحیم ہیں اور بخش دیتے ہیں اور اخلاقی فضیلت کا تقاضا ہے کہ بلند اخلاق یقیناً انسانی زندگی کا مقام بلند کردیتے ہیں۔ اس امر سے ثابت ہوا کہ عورت کو ہمیشہ اس داغ سے دور رکھا جائے۔ بچانا نہ صرف اہم اور ضروری ہے بلکہ معاشرہ کے لئے بھی بے حد مفید

ہے۔اس شے کا نام عورت کی عصمت اور عفت ہے اور یہی عورت کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔جس کی وجہ سے مرد سے کم ہو کر رہ گئی ہے یا جہاں پر اس کو مرد کی مدد اور معاونت کی ضرورت ہے۔اس لئے جب وہ لڑکی ہوتی ہے بچپن سے شادی تک اس کے ماں باپ اور بہن بھائی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔شادی کے بعد اس کی عصمت اور عفت کا نگران اس کا خاوند ٹھہرایا جاتا ہے۔خاوند کے بعد یہ خدمت اس کے جوان فرزندوں کے ذمہ خیال کی جاتی ہے۔عورت کی اس کمزوری کا مقابلہ کرنے کے لئے ہی اس کے لئے چاردیواری اٹھائی گئی۔محل اور قلعے تعمیر کئے گئے اور پھر اس کو شرم کی چادر اور عزت کے برقعے میں لپیٹا گیا۔اس کے لئے ایک ہی فیصلہ کر دیا کہ عورت کا حلقہ (سرکل) مردوں سے جدا ہے، کیونکہ جب بھی عورت کو مردوں کا قرب حاصل ہوا اس وقت یہ خرابیاں پیدا ہوگئیں اور سادہ معاشرہ میں فساد برپا ہوگیا۔ بالآخر اس کی زیادتی سے قومیں تباہ ہوگئیں۔اس حقیقت کے برعکس آج کل جو دیکھا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ عورت چاردیواری پھاند کر بازار میں اور اپنا حلقہ چھوڑ کر مردوں میں خلط ملط ہو رہی ہے۔ بلکہ پردے کے بند توڑ کر دعوت حسن دے رہی ہے۔طرّہ یہ کہ بے پردگی اور آرائش محفل پر راضی نہیں۔وہ آرٹ کا عریاں مجسمہ اور شمع محفل بننا چاہتی ہے اور آئندہ خبر نہیں کہ وہ کہاں جا کر رکے۔یہ سب کچھ امریکہ یورپ اور روس کی اندھی تقلید اور گندی ہواؤں کا اثر ہے۔اندھی تقلید اس لئے کہ امریکہ و یورپ اپنی اس تہذیب و تمدن سے معاشرتی طور پر تباہ ہو گئے ہیں۔آج وہاں پر ہر عورت جنسی طور پر بدنام اور برباد ہے۔اس کا اندازہ اس امر سے لگالیں کہ بارہ تیرہ سال عمر کی کوئی لڑکی کنواری نہیں رہی اور حرامی بچوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی ہے اور یہ حرامی بچے اپنے ماں باپ سے دس گنا زیادہ حرام کاری میں جدوجہد کر رہے ہیں۔یہ جدوجہد صرف اس لئے ہے کہ معاشرہ میں کوئی حلالی بچہ نہ رہے اور ان کی الجھن (Complex) ختم ہو جائے۔بہرحال عورت کے سامنے دو پہلو ہیں کہ یا تو وہ بازار آرائش اور محفل کی زیبائش بنے یا اپنے حرم میں اکرام سے بیٹھ کر اپنی صحیح قسم کی اولاد کی پرورش کرے۔

ایک زبردست غلط فہمی جو اکثر مردوں کی جگہ ان کے غیر شعوری پروپیگنڈے سے عورتوں میں بھی پیدا ہوگئی ہے کہ مردوں کی نسبت شہوانی جذبہ عورتوں میں زیادہ ہے۔حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے اور عورتوں پر زبردست الزام ہے۔ بلکہ نااہل اور کمزور لوگوں کا عورتوں کو مرعوب کرنے بلکہ ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ سلسلہ صرف یہیں ختم نہیں ہوتا۔بلکہ اسی خیال کی بنیاد پر بدکردار لوگوں نے کوک شاستر لکھ مارے ہیں جن میں ایک کشمیری راجہ کے دربار میں ایک عریاں عورت کا بے دھڑک آ جانا۔راجہ کے استفسار پر ظاہر کرنا کہ مجھے کوئی مرد نظر نہیں آتا پھر کوکا پنڈت کی قابلیت سے اس کے مزاج کو اعتدال پر لانا۔اس کے بعد پنڈت کوکا صاحب کے کمالات کی تفصیل یعنی چونسٹھ آسن کا تذکرہ جس سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ ان آسنوں پر عمل کر کے ہی ایک مرد عورت کو قابو میں رکھ سکتا ہے۔﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾

اور اسی طرح عورت کے ساتھ چلتر نامی کتب بھی اکثر دیکھی سنی ہیں، جن میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اپنی شہوت سے اس قدر بے قرار ہے کہ وہ برائی کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔اس کو قابو رکھنا مشکل ہے۔جس قدر بھی سخت اس پر بندش کی جاتی ہے کم ہے کیسے اس پر پہرے بٹھائے جائیں۔جتنی اونچی چاردیواری اور ڈیوڑھیوں کے اندر بند رکھا جائے تو وہ نکل کر برائی کرے گی اور ضرور کرے گی۔عورت کے سات چلتر سات مشکل عملی صورتوں کا ذکر ہے جن کو پھاند توڑ کر وہ اپنے جذبہ شہوت کا باعث ہوتی ہے۔جن میں سے کسی ایک کو تفصیل سے بیان کرنا اخلاقی قدروں کے انتہائی خلاف ہے۔ان کے علاوہ بعض قصے کہانیوں میں بھی اس قسم کے اشارے اور کنائے پائے جاتے ہیں۔خاص طور پر الف لیلہ، طلسم ہوشربا جیسی عام پڑھی جانی والی کتب میں عورت کے اس جذبہ کو کھول کر لکھا گیا ہے۔انتہاء یہ ہے کہ رنڈی اور چکلے کا جواز بھی صرف عورت کے اس جذبہ پر ختم کر دیا ہے کہ عورت میں شہوانی جذبہ مردوں سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

عورت ایک مقدس ہستی ہے

ایک حقیقت میں یہ سب کچھ غلط اور عورت جیسی مقدس ہستی پر ایک الزام ہی نہیں بلکہ ظلم ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض عورتیں بے حد آزاد اور بے باک ہوں گی بلکہ ہیں۔لیکن اس کی اوّل ذمہ داری مردوں پر ہے اور اس کے علاوہ ان کے اعمال کے تحت جو حقائق کام کر رہے ہیں وہ شہوانی جذبہ اور برائی کرنا مقصود نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔جیسے آج کل پیٹ کی بھوک، فیشن پرستی، مرد اور عورت کا بے تکلف اختلاط وغیرہ۔مگر یہ تسلیم کرنا کہ عورت میں شہوانی جذبہ مردوں سے بہت زیادہ ہے ان پر نہ صرف ظلم ہے بلکہ عقل و حکمت کے خلاف ہے۔حقیقت یہ ہے کہ عورت کے اعضاء اس طریق سے بنائے گئے ہیں کہ ان کو شہوت ہوتی ہے اور نہ ہی ان میں شہوانی جذبہ رکھا گیا ہے اور نہ ہی ان کو اس امر کی ضرورت پیدا ہوتی ہے کہ ان کے جسم میں شہوت پیدا ہو۔یہ جذبہ اور قوت مرد میں رکھی گئی ہے تاکہ وہ اپنا نطفہ عورت کے رحم تک پہنچا سکے۔عورت کے اعضاء اس مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں کہ وہ مرد کا نطفہ یا کرم منی اپنے اندر اس وقت تک جذب رکھیں تاوقتیکہ ان کے جسم کا کوئی بیضہ انثی اس کے قریب پہنچ کر وصال کی صورت حاصل کرے اور استقرارِ حمل ہو جائے۔اور پھر حیض سے اس کی پرورش شروع ہو جائے۔اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ بالغ ہو جانے کے بعد عورت کو ہر ماہ میں تقریباً ایک ہفتہ خون آتا ہے اور ساتھ ہی بیضے بھی بنتے اور خارج ہوتے رہتے ہیں۔ان کا شہوت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ آج سائنس کے تجربات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جب کسی جوان عورت کے جسم میں انسانی منی کو پچکاری سے بھی داخل کر دیا جائے تو حمل قرار پاتا ہے اور بچہ صحیح و سالم اپنے پورے دنوں میں ٹھیک اور تندرست پیدا ہو جاتا ہے۔اس سارے زمانے میں عورت کو نہ شہوت پیدا ہوتی ہے اور نہ فرحت محسوس ہوتی ہے عورت جب جوان ہو جاتی ہے اور حیض کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ اب وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل ہو گئی ہے بس نطفہ اس کے رحم میں پہنچنے کی دیر ہے اگر وہ تندرست ہے تو فوراً حمل قرار پا جائے گا۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عورت کو لذت کیوں آتی ہے اور اس کے اندر سے رطوبات کیوں خارج ہوتی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عورت کے جسم میں لذت نہ رکھی جاتی تو وہ کبھی مرد کے قریب نہ آتی اور اس طرح بقائے نسل کا سلسلہ بند ہو جاتا اور جو رطوبت خارج ہوتی ہے کوئی شک نہیں کہ وہ منی کی قسم ہے (مرد کی منی سے جدا قسم کی ہوتی ہے جس کا قوام رقیق ہوتا ہے) اور اس میں عورت کے بیضے بھی ہوتے ہیں۔یہ بے شک اس تحریک کا ردِ عمل ہے جو عورت کے جسم میں ہوتی ہے۔لیکن اس کا استقرارِ حمل سے کوئی تعلق نہیں۔اس کے ثبوت میں ہم اس حمل کو پیش کر سکتے ہیں جو جبراً یا زبردستی کرنے کے بعد استقرار پا جاتے ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ استقرارِ حمل کے لئے عورت کے لئے لذت کا ہونا اور رطوبت کا خارج ہونا ضروری نہیں۔یہ بھی یاد رکھیں کہ عورت کو ہر بار لذت بھی پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہر بار رطوبت خارج ہوتی ہے۔اگر ایسا ہو تو عورت بیمار، کمزور اور بوڑھی ہو جائے۔اس سے ماہواری میں خرابی اور سیلان الرحم کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔مرد عورت کو بار بار اکساتا ہے اور وہ مرد کے قریب آ کر اس کی خاطر اپنی صحت خراب کرتی ہے۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ عورتوں کے ذہن میں جب بھی کبھی مرد کی قربت کا خیال پیدا ہوتا ہے تو اس میں اولاد کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور یہ غلط ہے کہ وہ شہوت کے ماتحت مرد کی خواہش کرتی ہے کیونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ جب عورت کو حمل قرار پا جاتا ہے تو اس کے ذہن میں کبھی بھی مرد کی قرابت کا خیال پیدا نہیں ہوتا بلکہ مرد جب اس کو اکساتا ہے، اس کو نفرت اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔بالکل جیسے ہم روزانہ زندگی میں گائے، بھیڑ بکری کو دیکھتے ہیں، بلکہ کتوں اور بلیوں میں بھی یہی دستور کارفرما ہے۔جب بھی کبھی ان میں سے کسی کو حمل قرار پا جاتا ہے پھر وہ اپنے مذکر کو اپنے پاس نہیں آنے دیتی ہیں۔یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ عورت بھی اولاد کے تصور کے ساتھ مرد کے قریب جاتی ہے۔ورنہ شہوانی جذبہ اس کو مجبور نہیں کرتا۔البتہ

مرد کا اکسانہ ایک دیگر امر ہے جو اس کے اندر وقتی طور پر ایک ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔

چکلوں میں جو رنڈیاں بیٹھتی ہیں وہ بھی حقیقت میں اس امر کا ثبوت ہیں کہ عورتوں میں شہوانی جذبہ کم ہے اور مردوں میں بہت زیادہ ہے جو اپنے جذبے کی تسکین کے لئے عورتوں کے پاس جاتے ہیں اور دولت خرچ کر کے اپنے جذبہ کی تسکین کرتے ہیں۔ اگر عورت میں شہوانی جذبہ مردوں سے زائد ہوتا تو عورتوں کی بجائے مرد چکلوں میں بیٹھے ہوتے اور عورتیں مردوں کے پیچھے پھرتیں اور دولت خرچ کرتیں۔ اس امر کا فیصلہ اسلام نے بہت اچھے طریقے پر کر دیا ہے کہ ایک اچھے صحت مند مرد میں ایک عورت نسبت چار گنا جنسی طاقت ہے کیونکہ ایک مرد چار بیویاں رکھ سکتا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ مرد نہ صرف چار بیویاں بلکہ لاتعداد باندیاں بھی رکھتے ہیں جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ مرد میں عورت سے بہت زیادہ جذبہ شہوت ہے۔ اس تمام بحث سے تین نتائج سامنے آتے ہیں۔

اول: عورت کی تخلیق کا سب سے بڑا مقصد بچہ کی پیدائش، پرورش اور تربیت ہے۔

دوم: مرد متعدد عورتوں کا نان ونفقہ اور ضروریات وحفاظت کے ساتھ ان کی تخم پاشی بھی کر سکتا ہے۔

سوم: عورت جب کبھی بھی کسی مرد کے قریب جاتی ہے شہوانی جذبہ کے تحت نہیں بلکہ اولاد یا ضروریات زندگی یا اپنا تحفظ مدنظر ہوتا ہے۔ جو عورتیں چکلوں کی زیبائش یا آرائش محفل یا بے پردہ اور عریاں بے تکلف بغیر کسی شرم وحیا کے ماری ماری پھرتی ہیں:

۱۔ مردوں کی کمزوری۔

۲۔ مردوں کے اکسانے اور مردوں کے تجارتی لالچ کا نتیجہ ہے۔

اگر بنظر غور دیکھا جائے تو عورت بے حد مظلوم ہے اور اس کو آزادی کے نام سے اس قدر برانگیختہ کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اصل مقصد تخلیق سے بہت دور ہٹ گئی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ وہ اس امر کو سنجیدگی سے سمجھنے کو تیار نہیں ہے۔ عورت کا مقصد تخلیق واضح ہو جانے کے بعد یہ اس کی مرضی ہے کہ ایسے مرد سے شادی کر لے جس کی پہلے کوئی بیوی نہ ہو یا ایسے مرد سے شادی کرے جس کی پہلے کچھ بیویاں ہوں۔ لیکن اس بات کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اس کا مقصد تخلیق کیا ہے۔ اگر عورت ایمانداری سے اپنی تخلیق کے مقصد کو ادا کرے تو شادی سے بڑھاپے تک وہ صرف اولاد کی پیدائش، پرورش اور تربیت وتعلیم سے فارغ نہیں ہو سکتی۔ بعض دفعہ تو یہ کام اس کے لئے اس قدر زیادہ ہو جاتا ہے کہ وہ تنہا اس کو انجام تک نہیں پہنچا سکتی۔ یعنی چھوٹے چھوٹے تین چار بچوں کو سنبھالنا، گھر والے کی الگ دلجوئی، شیر خوار کی الگ نگرانی اور جو پیٹ میں ہے اس کا الگ رکھ رکھاؤ۔ بھلا پھر اس کو کیسے فرصت مل سکتی ہے کہ گھر سے فارغ ہو کر کہیں ملازمت یا قومی یا ملکی خدمت انجام دے۔ تو یہ عمر کچھ ایسی ہوتی ہے کہ اس عمر میں بیٹے، بیٹیوں اور دامادوں، بہوؤں بلکہ پوتے، پوتیوں اور نواسے، نواسیوں سے گھر کا انتظام اس بڑی بی کے سپرد ہوتا ہے۔ پھر بھلا کیسے گھر کے دھندے چھوڑ کر دوسروں کے نپٹاتی پھرے۔ البتہ بعض عورتوں کی اولاد بدقسمتی سے نہیں ہوتی یا جو عورتیں شادی کے جھمیلوں میں جلد نہ پڑیں وہ بے شک ملازمت اور قومی ملکی خدمت انجام دے سکتی ہیں۔

سوکن

سوکن کا تصور بڑی تکلیف دہ چیز ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ایمان داری سے دیکھا جائے تو سوکن باعث رحمت ہے۔ مگر اس کو نفسانی خواہشات، ہندو ماحول اور فرنگی پراپیگنڈے نے تکلیف دہ بنا دیا ہے۔

اسلام رحمت کے دامن اور کامرانی وکامیابی کا داعی ہے۔ وہ جب ایک مرد کو چار بیویوں سے عقد اور لاتعداد باندیوں سے ازدواجی

تعلقات کی اجازت دیتا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی اس تعلیم میں بجائے امن ورحمت کے بدامنی اور زحمت بن جائے۔ کامیابی وکامرانی کے برعکس پریشانی پیدا ہو۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ ہر عورت کے لئے چند حدود مقرر ہیں۔ جیسے میاں بیوی کے جدا جدا حدود ہیں اور جس طرح میاں بیوی اپنے اپنے فرائض اور حقوق کے ذمہ دار ہیں۔ بالکل اسی طرح ہر عورت اپنے حق اور فرض کی ذمہ دار ہے۔ پھر کسی عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اپنے خاوند کی دوسری بیویوں سے نفرت اور غصہ کا اظہار کرے یا ان کی دشمن بن جائے اور جلتی رہے۔ یہ صرف نفسانی خواہش کی زیادتی اور بداخلاقی کا اثر ہے۔ ورنہ اگر گھر میں جب دو تین یا چار بیویاں ہوں تو اس سے اوّل گھر میں رونق ہوتی ہے یا دو چار مختلف معلومات اور قابلیت کی عورتیں آپس میں تبادلہ خیال کرتی ہیں۔ اپنے اپنے خیالات اور قابلیت سے گھر کا نقشہ بدل دیتی ہیں۔ جس کو کھانا پکانے کی دسترس ہو وہ باورچی خانہ کی انچارج بن جائے، جس کو سینے پرونے کی مہارت ہو وہ اس کام کو سنبھالے۔ اسی طرح کوئی گھر کی صفائی اپنے ذمے لے۔ کوئی بچوں کی نگہداشت کرے اور پھر ان میں جو حاملہ ہیں یا شیر خوار بچوں کی مائیں ہیں ان کو گھر میں بہت آرام کی ضرورت ہے، جو بغیر سوکن کے میسر نہیں آسکتا۔

کہنے کو کہا جاسکتا ہے کہ ساس اور نند بھی گھر کے معاملات میں مدد دے سکتی ہیں۔ لیکن نفس پرست اور بدکردار عورتوں نے اپنی ساس اور نند سے کب سلوک رکھا ہے۔ حقیقت دیکھو تو ایسی بدطینت عورت کو اپنے سوا کوئی اچھا نہیں لگتا، یہاں تک کہ خاوند بھی اچھا نہیں لگتا۔ اس کو بھی اپنی ضرورت اور اپنے گھر کے کام کاج کے لئے رکھ لیا جاتا ہے۔ لیکن اس کی عزت نوکر کے برابر بھی نہیں ہوتی۔ صبح شام اس سے لڑنا کوسنا اور اس کو دھمکیاں دینا عذاب بن جاتا ہے۔ مرد کو نہ کھانے کے وقت سکون ہوتا ہے نہ سوتے وقت آرام نصیب ہوتا ہے۔ ایک شریف مرد شاید اپنی عزت کی خاطر برداشت کرلے لیکن بعض بگڑ بیٹھتے ہیں۔ جھگڑا ہو جاتا ہے۔ مار پٹائی ہوتی ہے۔ بگاڑ اور روٹھنے کی نوبت آجاتی ہے۔ گاہے خاوند راضی ہو جاتا ہے، مگر عورت اپنی فطرت سے باز نہیں آتی۔ پھر اسی بدکرداری اور نفسانی خواہشات کے مظاہرے جن کی نوبت اکثر طلاق پر ہی ختم ہوتی ہے۔

حقیقت میں سوکن کوئی شے نہیں ہے۔ بلکہ اپنے اندر کا نفس ہی سوکن ہے۔ دو چار شریف زادیاں اپنے آپ کو کیوں دکھ پہنچائیں گی۔ ان میں سے ہر ایک زندگی کی مسرت کو جانتی ہو۔ اخلاقی قدروں سے واقف ہو اور خوفِ خدا اسے اپنی حدود سے باہر نہ نکلنے دے تو پھر جب ان کا نفس انہیں دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ ہی ان کو سوکن (سوکان والی) ڈائن معلوم ہوگی۔ جب ہر مرد کو خداتعالیٰ کے حضور میں اپنی زندگی، ایمان اور کردار کا جواب دینا ہے تو اس کو کیا پڑی ہے کہ دوسری عورت کے دھندوں میں ناجائز اپنے آپ کو پھنسائے اور فساد اور بداخلاقی اور گناہ کا مرتکب ہو۔ ہاں! بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ شریف زادیوں میں کمین زادی بھی آجاتی ہے، اس صورت میں اوّل تو خاندان ہی اس کا بندوبست کردیتا ہے یا اس کو نکال باہر کرتا ہے۔ نہیں تو شریف زادیاں اس سے واسطہ نہیں رکھتیں اور وہ جھک مار کر خود ہی ان کی شرافت کو سمجھ پا جاتی ہیں۔

اگر دونوں صورتیں پیدا نہ ہوں تو شریف زادیوں کا فرض ہے کہ ایسی کمین زادی اور بے انصاف عورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے خلع کرالیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق پہلے سے بہتر فرمادیں گے۔

﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ فساد سے علیحدگی بہتر ہے۔ سوکن سے اس قدر نباہ ناممکن ہے کہ جس قدر اپنے مضبوط ایمان، استقامت عمل اور تزکیہ نفس میں جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس زندگی کا مقصد دائمی امن اور روحانی ترقی حاصل کرنا ہے۔ تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی احسن تخلیق کا نمونہ بن جائے اور یہ نہ ہو دائمی فساد اور نفسانی گندگی سے ضلالت کے گھڑے میں جا گرے۔ سچ تو یہ ہے کہ عورت کی صحیح زندگی کا معیار اور پیمانہ اس کی سوکن ہے۔ اگر وہ ایمان داری کے ساتھ اپنی سوکن کو اچھا بلکہ اپنے جیسا خیال کرے اس کے ساتھ انسانیت کا سلوک کرتی ہے تو خود بھی انسانیت

کی بڑی دعوے دار اور صحیح العقیدہ مسلمہ ہونے کا دعویٰ کرسکتی ہے جس کو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں الصالحۃ کہا ہے، کا دعویٰ نہیں کرسکتی تو پھر ٹھیک ہے جو اس کا دل چاہے سوکن کے ساتھ سلوک کرے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

سوکن کے معاملہ میں خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایک عورت کے دل و دماغ میں خدا کا خوف نہیں ہوتا۔ وہ خدا کو خالق، مالک، سمیع بصیر، رازق اور قادر نہیں جانتی۔ اس کے ذہن میں یہ تصور نہیں ہوتا ہے کہ قسمت اور مقدر اللہ کی طرف سے ہے۔ زندگی بھی اسی نے دی اور موت بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ بلکہ مر کر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں جانا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ جب ایک عورت کا تصور ایمان اس قدر صحت مند ہو جائے تو لامحالہ وہ از خود الصالحۃ بن جائے گی۔ اس کا ہر عمل نیکی ہوگا۔ وہ دوسری عورت کو بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اپنے جیسا خیال کرے گی۔ بلکہ اس کے انسان اور مسلمہ ہونے کی وجہ سے جو حقوق محسوس کرے گی۔ ان کو ادا کرے گی۔ میرا یہ چیلنج ہے کہ دُنیا کے کسی ملک میں چلے جائیں اور کسی قوم کا نفسیاتی مطالعہ کریں تو یقیناً یہ امر نمایاں طور پر سامنے آتا ہے کہ عورت جب کسی دوسری عورت سے سوکن کی حیثیت سے نفرت کرتی ہے تو خود اس کی نفسیاتی خواہشات میں تشدد اور طوفان ہوتا ہے۔ اس کو دولت کا لالچ ہو یا حکومت کا جذبہ یا مرد کی خواہش۔ بہر حال کوئی نہ کوئی نفسانی خواہش اندر ضرور کام کر رہی ہوگی۔ ورنہ اگر کوئی عورت نیک کرداری کا نمونہ اور مجسمہ الصالحہ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ دُنیا میں اس کو کسی قسم کا یا کسی سے ذرا بھی دُکھ پہنچ جائے۔ کیونکہ ہر گھڑی اپنے قادر وقوی اور قیوم کی طرف یقین ہوگا کہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی اس کا بال بیکا نہیں کرسکتا اور نہ اس کی قسمت کے رزق اور مقدر کی دولت میں سے ایک رتی یا پائی ہتھیا سکتا ہے۔ سوکن تو رہی ایک طرف، دُنیا کی کوئی طاقت اسے ڈرا یا خوفزدہ نہیں کرسکتی۔ اگر خاوند بداخلاق اور بدکردار ہے تو اس سے علیحدگی میں امن محسوس کرے گی۔

اکثر کہا کرتے ہیں کہ سوکن کبھی سہیلی اور بہن نہیں بن سکتی۔ مگر اکثر دیکھا گیا ہے کہ اکثر سہیلیاں سوکن بن گئی ہیں۔ سہیلیاں تو غیر ہوتی ہیں، بارہا دیکھا گیا ہے کہ سگی بہنیں سوکن بن گئیں۔ سکھوں میں تو عام رواج ہے اور ان میں جائز بھی ہے لیکن مسلمانوں میں دیکھا گیا ہے کہ ایک بہن کو طلاق دلوا کر اس کی جگہ خود مالک بن بیٹھیں۔ بہن کے خاوند سے ناجائز تعلقات کے واقعات بھی کچھ کم دیکھنے میں نہیں آتے۔ سب سے زیادہ سوکناپے کا جلاپا اس وقت دیکھا جاتا ہے جب بہن مر جاتی ہے اور اس کے کچھ بچے ہوتے ہیں۔ باپ اور دیگر رشتہ داروں خاص طور پر بچوں کے نانا اور نانی کا بھی خیال ہوتا ہے کہ بچوں کی خالہ ماں کی بہترین بدل ہوگی۔ لیکن خالہ جان جب والدہ صاحبہ بن کر گھر تشریف لاتی ہیں تو ان کا سوکناپا جاگ اٹھتا ہے۔ اپنی مرحومہ بہن کو دس دس گندی گالیاں دیتی ہے کہ ڈائن آپ تو مرگئی مگر اپنے دانت چھوڑ گئی (ڈائن کے دانتوں کے متعلق ہے کہ وہ جہاں جائیں فوراً خود بخود ڈائن بن جاتے ہیں)۔ بچوں پر ناقابل برداشت ظلم صرف اسی لئے کیا جاتا ہے کہ وہ سوکن کے بچے ہیں۔ خاوند ان کے ساتھ ذرا بھی شفقت سے بات کرے تو اس سے بے حد ناراضگی اور سختی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے، سوکن کے کارنامے نہیں ہیں، صرف نفسانی خواہش کی بے اعتدالی، بداخلاقی اور زندگی کے حقائق سے ناواقفیت۔ صرف حیوانی جذبہ کی غلامی، ہر وقت ذاتی اغراض کا خیال، شرافت اور انسانیت کوسوں دور، رحم اور ہمدردی کا نام ونشان تک کوسوں نظر نہیں آتا۔ ایسی عورتوں کے لئے سوکن اور بہن سب برابر ہیں۔ جب لڑتی ہیں تو برسوں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کی روادار نہیں ہوتیں۔ اس امر سے ثابت ہوا کہ سوکن بری شے نہیں بلکہ وہ عورت جو سوکن کے نام سے جلتی ہے خود اس کے اخلاق اور کردار برے ہیں اور وہ نفسانی خواہشات کی بندی ہے۔

قرون اولیٰ میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو دو چار چار بیویاں اور باندیاں الگ تھیں۔ کہیں سوکناپا اور جلن نظر نہیں آتا۔ آپس میں محبت تھی، حسن سلوک تھا، ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیئے جاتے۔ ایک دوسرے کی خدمت کی جاتی تھی۔ بچے پالے جاتے تھے۔ کوئی جھگڑا نہیں، کوئی فساد نہیں۔ ہر عورت اپنے ایمان اور عمل کی ذمہ دار تھی۔ ہر ایک کو قیامت کے روز اپنے اچھے کردار کے پیش کرنے کا

خیال تھا۔ ہر عورت کو اپنے خاوند سے واسطہ تھا اور اسی سے نباہ تھا۔ جب خاوند حسب منشا ہو تو وہاں ایک سوکن کیا، تین عدد سوکنیں بھی ہو جائیں کیا فرق پڑتا ہے۔ مگر اس کے برعکس سوکن کا کردار یہ نظر آتا ہے کہ گویا سوکن کیا ہو سوتن ہو گئے اور ہر تن کے سوکان ہیں۔ دس جگہ لگاتی بجھاتی ہے تو بیس جگہ شکوہ اور غیبت ہے۔ کہیں جھگڑا فساد ہے تو کہیں گالی گلوچ اور اکثر جگہ نوبت مار کٹائی کے بغیر معاملہ ختم ہونے پر نہیں آتا۔ گویا زندگی اسی دُنیا میں جہنم اور مسلسل عذاب ہے۔ پھر اس تگ ودو اور دھینگا مشتی سے کہیں سوکن کا تصور ختم تھوڑا ہو جاتا ہے، بلکہ اس کا وہم اور جنون ترقی پذیر ہے۔ مرد پر ہر وقت شک کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ ہر عورت کو شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ غیر تو کیا اپنوں سے ملنے پر پابندی عاید کر دی جاتی ہے۔ جہاں مرد پر ذرا شک گزرا فوراً اس عورت کو سوکن کہہ دیا۔ بغیر سوچ سمجھے گھر میں جھگڑا فساد کھڑا کر دیا۔ منت منٹ بعد روٹھنا اور بگڑنا نتیجہ مار کٹائی اور طلاق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ سوکن کا تصور سختی اور نفرت سے ختم نہیں ہو سکتا، بلکہ نیکی اور خوش کرداری سے یہ معاملہ خوش اسلوبی کے ساتھ حل ہو سکتا ہے اور سوکن زندگی میں جہنم اور عذاب کی بجائے رحمت اور سکھ بن سکتی ہے۔ لیکن اس امر کے لئے تعلیم اور خصوصاً تعلیم اسلام کی ضرورت ہے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خوف اور روز جزا کا خدشہ بھی لگا رہے تو عورت کا صحیح کردار بن سکتا ہے۔ ورنہ اس کو اپنی زندگی میں دیگر عورتوں سے دوچار ہونے کے مواقع ہر وقت اور ہر گھڑی پڑے رہیں گے۔ سوکن نہ سہی ماں، بہن ساس نند اور ہمسائیاں سہیلیاں وغیرہ اگر وہ بداخلاق اور بدکردار ہے تو ہر کسی سے بگڑ جائے گی اور اگر صالح اور خوش اخلاق ہے تو سوکن سے بھی نباہ کر جائے گی۔ گویا عورت کی صحیح زندگی کا معیار اس کی سوکن ہے۔ سوکن سے بھاگنا انسانیت نہیں بلکہ سوکن سے نباہ کرنا کمال انسانیت اور شرافت ہے۔ دُنیا بھی اسی عورت کی تعریف کرتی ہے جو سوکن سے نباہ کرنا جانتی ہے اور جو عورت سوکن پر ظلم کرتی ہے، کبھی کسی مرد بلکہ کبھی کسی عورت نے اس کی تعریف نہیں کی بلکہ ہمیشہ ظالم کہا ہے۔

سوتیلا پن

ہمارے معاشرے میں دوسرا گھناؤنا کردار سوتیلی ماں کا ہے۔ بالکل سوکن کی طرح دشمنی، جلن اور نفرت کا اظہار کرتی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ سوکن صرف اپنی سوکن کے بچوں سے یہی سلوک کرتی ہے اگر بنظر غور دیکھا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ سوکناپے ہی کے نتیجے میں سے یہ سوتیلی ماں کا کردار پیدا ہوتا ہے۔ یہ کردار بھی اتنا پختہ اور واضح ہو چکا ہے کہ اس کے لئے بھی کسی تربیت کی ضرورت نہیں، سوکن کا منہ دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، مگر سوتیلے بچوں کو دیکھتے ہی سوتیلی ماں کا کردار خود بخود اُبھرتا ہے۔ دشمنی کے عجیب وغریب طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ بچے سے نفرت اور اس کو ذلیل کرنا اوّلین بات ہے۔ کھلانے پلانے اور پہنانے میں دکھ اس کے آرام پر کڑی نگرانی، تعلیم پر بندش، نوکروں سے بڑھ کر ظلم و محنت، صبح وشام تک کام، اگر تھکن اور بیماری کی وجہ سے انکار ہو جائے تو مار، والد کو شکایت، ہمسایوں سے کہنا، آخر سوتیلا جو ہوا۔ لیکن اپنی دشمنی اور سخت نفرت کا ذرا بھی ذکر نہ کرنا۔ ہمیشہ یہی کہنا کہ مشٹنڈے کو جب بیٹھے بٹھائے روٹی ملے اور سلے سلائے کپڑے تو کام اس کا ٹھینگا کرتا ہے۔ حرام کی لگ گئی ہے۔ بدن میں چربی پیدا ہو گئی ہے۔ سوٴر کی طرح پھول رہا ہے۔ چاہے وہ کتنا دُبلا پتلا ہو۔ ذرا وہ بات کرے تو فوراً کتے کا پلا (اگرچہ اس کے کتے باپ سے شادی کر کے خود کتیا بن چکی ہو)۔ ذرا سا بھی اس سے قصور ہو جائے تو الو کا پٹھا، گدھا کہیں کا، صبح ابھی اندھیرا ہوتا ہے اسے اٹھا دیا جاتا ہے اور اگر گرمی ہو یا سردی رات کو جب سو جاتے ہیں تو اس بے چارے کو سونا نصیب ہوتا ہے۔

ایسی عورتوں کے خاوند بھی ماشاء اللہ جنسی اندھے ہو جاتے ہیں۔ ان کو بھی اپنی بیوی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ کوئی اس کی بیوی کے عیب یا برائیاں کرے تو اس کو برا لگتا ہے۔ عام طور پر ایسی بیوی دوسری ہو یا تیسری، آنکھوں پر ایسی پٹی بندھی رہتی ہے کہ عورت ان کے سامنے برائیاں اور

خرابیاں کرتی رہے مگر وہ بری نہیں لگتی۔اس کی اولاد کے ساتھ جس قدر چاہے ظلم کرے، ان کو اپنی عورت کا اپنی اولاد پر رحم معلوم ہوتا ہے۔آخر ایک دِن نوبت یہاں پہنچ جاتی ہے کہ بیوی اس کے ذریعے اس کے بچوں کو باہر نکال دیتی ہے۔یا اتنا ظلم کرتی ہے کہ وہ خود بخود بھاگ جاتے ہیں۔پھر وہ ذاتِ شریف ان کو بدنام کرتی پھرتی ہے۔

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جو عورتیں اپنے سوتیلے بچوں سے سوتیلا پن کرتی ہیں وہ عورتیں اپنے خاوندوں سے اچھا سلوک نہیں کر سکتیں اور خاوند کے رشتہ داروں کے ساتھ بھی ان کا سلوک سوتیلے بچوں جیسا ہی ہوتا ہے۔ان کی فطرت پہلے ہی سے خراب ہوتی ہے اور پھر مسخ ہو جاتی ہے۔ان کی کوشش ہوتی ہے کہ بات بات پر خاوند کو بوڑھا کہے، چاہے وہ جوان اور خود کو بچی، چاہے ادھیڑ ہی کیوں نہ ہو۔اور سر کے بالوں میں سفیدی آ چکی ہو۔ہمیشہ یہی کہے گی کہ میرے ماں باپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔تیرے جیسے نالائق کھوسٹ کے پلے باندھ دیا ہے۔ورنہ میرے لئے تو بڑے بڑے رشتے آ رہے تھے۔اس عورت کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کا سارا گھر اور آمدنی لوٹ لے اور اپنے تقریباً دور نزدیک کے رشتہ دار بلا لیتی ہے۔ماں باپ، بہن بھائی تو اکثر گھر کا جزو بن جاتے ہیں جو عیش کے ساتھ دوسرا کام یہ کرتے ہیں کہ اگر کہیں ذرا بھی مرد نے کوئی جائز بات دریافت کر لی تو وہ اپنی بیٹی کی حمایت میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔وہ (بیوی) بجائے صحیح جواب دینے کے عورتوں کا حربہ ''چلانا'' شروع کر دیتی ہے، یعنی رونے لگتی ہے اور پھر اپنے پھوٹے مقدروں کو یاد کرنا شروع کر دیتی ہے۔خاوند بے چارہ اپنا منہ لے کر بیٹھ جاتا ہے۔اگر ذرا بھی غیرت باقی ہے تو خون کے گھونٹ پیتا ہے اور صبر کرتا ہے۔لیکن پھر بھی اس کو اپنے گلے سے نہیں اُتارتا۔اگر کوئی کہے کہ بھائی تمہاری عورت بدکار ہے، تو آپ جواب دیں گے: لوگ جلتے ہیں، میرے گھر کی آبادی برداشت نہیں کر سکتے۔گویا لوگ ان کے دشمن ہیں۔اس سوکناپے کا اثر سوتیلی ماں سے گزر کر سوتیلے بہن بھائی تک پہنچ جاتا ہے۔جن کے لئے بعض اوقات ایسے خطرناک اور ہوشربا حربے ہوتے ہیں کہ انسان کی عقل و سمجھ کام نہیں کرتی۔

بعض دفعہ دیکھا اور سنا گیا ہے کہ انسان اپنے سوتیلے رشتے سے وہ سلوک اور ظلم کرتا ہے کہ وہ کبھی کسی حیوان سے بھی کرنے پر راضی نہ ہو۔یہ سب کچھ کیا ہے؟ صرف لالچ اور طمع اور خود غرضی اور غرور۔گویا انسان نفسانی خواہشات اور بدکرداروں میں اس قدر اندھا ہو جاتا ہے کہ احترامِ انسانیت اور مقصدِ آدمیت تک بھول جاتا ہے۔یہ سوکناپا اور سوتیلا پن معاشرہ پر نہ صرف ایک سیاہ دھبہ ہے بلکہ اس کو غیر صحت مند بنانے کا مرض ہے۔جس کے اسباب نفسانی خواہشات اور خود غرضی میں پائے جاتے ہیں۔اگر انسان ایمانداری سے سوچے اور سمجھے تو اس کو آسانی سے پتہ چل جائے گا کہ ہر انسان عورت یا مرد کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔موت بھی اس کے حکم سے ہوگی۔مقدر اسی نے بنایا ہے۔رزاق اور ضروریاتِ زندگی کا بھی وہی ذمہ دار ہے۔انسان کے برے کردار اور بد اعمال اس دُنیا اور آئندہ دُنیا میں اس کے لئے دُکھ اور عذاب کا باعث ہوں گے۔کیا کوئی شخص یہ ایمان داری سے بتا سکتا ہے کہ اس نے دُنیا میں جو برائیاں کی ہیں اور ظلم کئے ہیں اس کو ان کی روحانی یا جسمانی سزا نہیں ملی۔قیامت کے علاوہ یہاں بھی سزا ملتی ہے۔اس دُنیا کا مزاج بھی سزا اور جزا کے فطری اصولوں پر قائم کیا گیا ہے۔روحِ عالم ہر گھڑی اس کائنات کے ردِّعمل کا عمل کرتی رہتی ہے۔جیسے جسمِ انسان کے کسی حصہ پر سوئی چبھ جائے یا جلن ہو جائے تو روحِ جسمِ انسانی فوراً اس حصہ کی اصلاح کے لئے جسم کے خون کو اس طرف روانہ کر دیتی ہے تاکہ اس کی سوزش اور جلن دور ہو۔ویسے ہی روحِ عالم اس دُنیا میں جہاں کہیں ظلم یا نظری اصولوں میں بے راہروی ہو فوراً کائنات کی طاقتیں ردِّعمل کے لئے اس طرف اپنے افعال کو تیز کر دیتی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اس دُنیا میں مکافاتِ عمل کا قانون بڑی شدت سے جاری ہے۔جو کچھ انسانی نفس میں ہو رہا ہے وہی کائنات میں جاری اور ساری ہے۔شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو گندم از گندم بروید جوز جو

آج تک کسی نے دیکھا ہے کہ کبھی ایک جنس سے دوسری جنس پیدا ہوگئی ہے یا کسی نے حنظل بو کر خربوزے حاصل کئے ہیں۔ یا نیم کا درخت اگا کر اس سے بیر حاصل کر لئے ہوں۔ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اس زندگی میں وہی سکھ حاصل کر سکتا ہے جو دوسروں کو سکھ پہنچاتا ہے اور فطری طور پر عمل کرتا ہے۔ اسی سزا اور جزاء کا نام اسلام نے دین رکھا ہے۔ اسلام کا دوسرا نام دین فطرت ہے۔ جس میں قیامت تک بالکل تبدیلی نہیں ہوگی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کل اکثر لوگوں کا رجحان خاص کر عورتیں امریکہ اور یورپ کی تقلید اور مغرب پرستی کی طرف ہے۔ کیا امریکہ اور یورپ اور مغربی تمدن عورت و مرد کے جنسی تعلقات اور عورت کی آزادی کا صحیح حل پیش کرتا ہے۔ اس کا جواب خود ان کی تہذیب و تمدن کو دیکھ کر آسانی کے ساتھ حل کیا جاسکتا ہے۔ یورپ اور امریکہ کی تہذیب اور مغربی تمدن کوئی دو چار سالوں سے یا ربع اور نیم صدی کا قصہ نہیں ہے، بلکہ کئی صدیاں گزر گئی ہیں اور آج اگرچہ اس کا ستارہ پستی کی طرف جا رہا ہے مگر اس میں اس کے انتہائی عروج کے آثار قائم ہیں اور ابھی مشرق، اگرچہ وہ ترقی کی بے حد منازل طے کر چکا ہے۔ اس عروج پر نہیں پہنچا۔ پھر بھی نمایاں طور پر عورت مرد کے باہمی تعلقات اور عورت کی آزادی پر اچھی خاصی روشنی ڈال سکتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اس مسئلہ کا حل انسانی دُنیا کی نصف مخلوق یا کل مخلوق کا مسئلہ ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ دُنیا کا کوئی خطہ ہو، متمدن اقوام ہوں یا وحشی ممالک، اس مسئلہ کو حل کرنے اور سلجھانے کی کوشش نہ کی ہو، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر اس مسئلہ کو حل کرنے کی سعی مغرب اور موجودہ تہذیب و تمدن نے کی ہے۔ کسی قوم، ملک اور کسی زمانے میں نہیں کی گئی۔ ان کی کتب مطالعہ قوانین کے جاننے، سائنسی تجربات اور روزانہ زندگی سے سب کچھ عیاں اور ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کیا جدوجہد کی اور کتنی تکلیف دہ منزلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک طرف حکومت کی طرف سے پارلیمنٹ میں قوانین تیار ہو کر ناقص ہوتے رہے تو دوسری طرف ارباب کلیسا بڑے بڑے پادریوں اور اجتماع میں اپنی مذہبی تعلیم میں ترمیم و تنسیخ کے قلم چلاتے رہے اور ان کے علاوہ ادیب، شاعر اور صحافی و لیڈر اپنی شعلہ بیانی سے قوم اور ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک برابر آگ لگاتے رہے ہیں اور ہر ملک میں سرکاری طور پر اصلاحی کمیٹیوں کے علاوہ غیر سرکاری مردانہ و زنانہ جماعتیں اور انجمنیں قائم ہوگئیں۔ کہیں حقوق ازدواج کی اصلاح پر زور دیا گیا اور کہیں عورت کے حقوق کے لئے آواز بلند کی گئی۔ ان باتوں کا اثر بہت گہرا پڑا۔ بہت کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ ساتھ ساتھ پکار اور طلب بھی جاری ہے۔ مگر ان دو تین صدیوں میں کیا حاصل ہوا۔ حقوق ازدواج کا تعین ہو گیا؟ مرد کی تسلی یا عورت کی تشفی ہو چکی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیوں نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ حقوق کی اس شدید طلب میں تین باتیں بڑی حد تک رکاوٹ کا باعث رہی ہیں اور باوجود اس قدر ذہنی بیداری کے اب تک بھی بہت حد تک رکاوٹ کا باعث بنی ہوئی ہے۔

(۱) امریکہ اور یورپ کے ممالک میں اکثریت کا مذہب عیسائیت اور یہودیت ہے اور دونوں مذاہب میں عورت کے لئے کوئی مقام نہیں ہے۔ اس کو نہ صرف انسانی مقام سے گرا دیا گیا بلکہ اس کو ذلیل و حقیر اور قابل نفرت سمجھا گیا ہے۔

یہودیت کے عقائد میں عورت گناہ کی ماں اور بدی کا سرچشمہ ہے۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر نکالا تھا۔ یہ ہمیشہ مرد کو زندگی میں گناہ کی تحریک دیتی رہتی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ جہنم میں دھکیلا جاتا ہے۔ گویا شیطان کی سب سے بڑی آلہ کار ہے۔ اس دُنیا کے لئے سب سے بڑی لعنت اور مصیبت ہے۔ اس سے دور رہنے میں ہی اس دُنیا کا امن اور آخرت میں جنت کا حصول ممکن ہے۔

عیسائیت کے عقائد میں عورت کا تصور کچھ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ وہ شیطان کے آنے کا دروازہ، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، غذائی قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی ہے۔ بلکہ کبائر پادریوں نے عورت کے متعلق تصور یہاں تک بڑھا دیا ہے

کہ عورت ایک ناگزیر برائی ہے۔ ایک پیدائشی وسوسہ ہے۔ ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی اور ایک زبردست مصیبت ہے۔

اگرچہ آج کل یورپ اور امریکہ میں مذہب کی حکومت ختم ہو چکی ہے اور اس کا ہلکا سا خاکہ باقی رہ چکا ہے۔ تاہم پادری اور مذہبی پیشوا اور وہ لوگ جو مذہبی تصورات میں گرفتار ہیں۔ آج بھی عورت کے متعلق اپنے مذہبی عقائد رکھتے ہیں اور اس امر کی تبلیغ کرتے ہیں۔ جبکہ عورت کی ناجائز آزادی نے ملک میں بے اندازہ خرابیاں پیدا کر دی ہیں اور مبلغوں اور لوگوں کو عورت کے خلاف زیادہ سے زیادہ کہنے کا موقع مل گیا ہے۔

(۲) یورپ کے سامنے کوئی معقول اور فطری معیار نہ تھا جس کو سامنے رکھ کر وہ مرد اور عورت کی آواز اور ان کے باہمی معاشرتی اور جنسی تعلقات کو منضبط کر لیتے۔ وہاں پر صورت عام طور پر یہی رہی ہے کہ جو جھگڑا اور مصیبت سامنے آتی اس کو رفع کرنے کے لئے قوانین بنانے کی کوشش کرتے رہے اور پھر اس قانون کو ختم کر کے اس کی جگہ دوسرے بنا دیتے اور بار ہا ان میں ترمیم و تنسیخ کرنے کی نوبت پیدا ہوئی اور یورپ کے مختلف ممالک میں مختلف قوانین بنائے گئے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ عیسائیت کے مختلف فرقوں نے عورت کے متعلق مختلف اقسام کے قوانین مرتب کئے اور باہمی اختلاف اس وقت سے جاری ہے اور عیسائی مذہب عورت کے لئے کوئی واضح صورت قائم نہیں کرتا۔ آخر عورت بلکہ مرد کو بھی اپنی آزادی کی خاطر مذہب کو خیر باد کہنا پڑا۔ جہاں تک قانون کا تعلق تھا وہ اپنی نامعقولیت اور بے مائیگی پر خود نالاں ہے۔ کیونکہ وہ مرد اور عورت کی خواہشات کا شکار ہو کر رہ گیا۔ اگر اس نے عورت پر مظالم دیکھے تو اس نے عورت کی بھلائی کی خاطر قانون وضع کر دیا اور جب مرد کی مجبوری دیکھی تو اس کی خاطر ایک جدا قاعدہ منضبط کر دیا۔ نتیجہ کچھ برآمد نہ ہوا۔ عورت روز بروز آزاد ہوتی گئی۔ مرد اس سے مستفید ہوتا گیا، گناہ ہوتا گیا اور دُنیا میں فساد اور مصیبت بڑھتی گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ قانون اپنی بے بسی پر چیخ اٹھا لیکن وہ مجبور ہے اور کچھ کر نہیں سکتا۔ اور اب قوم اس مقام پر پہنچ چکی ہے کہ واپس آنا مشکل ہے۔ سوائے تباہی کے نظر نہیں پڑتی۔ اس کا بچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ بہت جلد تباہی آنے والی ہے، جس کو روکا نہیں جا سکتا، کیونکہ جب ایک مرض اپنی حد سے گزر جائے تو جسم برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر لازماً اس جسم کے لئے موت ہی ناگزیر ہوتی ہے۔

(۳) سائنس کا شوق اور آزادیٔ خیال کے حربہ نے مرد اور عورت کے تعلقات اور ربط کو کسی صحیح مقام پر پہنچنے میں رکاوٹ پیدا کی۔ سائنس کے شوق اور آزاد خیالی کے جذبہ کی ابتداء تو بالکل صحیح اور فطری تھی کہ انسان کو توہم پرستی اور غلط قسم کی بندشوں سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا مگر شوق اور جذبہ کے ساتھ ساتھ اگر حدود اور مقام کا تعین نہ ہو، عقل اور اخلاق کی قدروں اور اندازوں کو بھی نظر انداز کر دیا جائے تو لامحالہ انسان حیوانی جذبات اور نفسانی خواہشات کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہی صورت یورپ اور امریکہ میں پیدا ہو گئی ہے۔ سائنسی شوق نے جہاں بحر و بر اور زمین و آسمان کے فاصلوں کو کم کر دیا ہے۔ مٹی، پانی اور ہوا سے گزر کر ستاروں کی دُنیا کے متعلق چھان بین کرنے لگے۔ جسمانیات میں جمادات، نباتات اور حیوانات کی تشریحات افعال اور خواص مرتب کر دیئے۔ یہاں تک کہ مادے میں ذرّے ذرّے بلکہ اجزائے تجزی کا سینہ چیر دیا اور ایٹم کی قوت کو آشکارا کر دیا اور دوسری طرف آزاد خیالی کے جذبہ، روح اور نفس کی آزادانہ تحقیق شروع کر دی ہے۔ جس کے ساتھ روح کی طاقت اور علم النفس کے تعین کی صورتیں پیدا ہوئیں مگر جب جسم نفسانی اور روح سے گزرے تو عقل و اخلاق کی حدود بھی پھاند کر نکل گئے۔ مذاہب کی تحقیق کے ساتھ ساتھ مذہب سے انکار کر دیا اور انتہا یہ کہ خالق دُنیا کا پیدا کرنے والا کوئی خدا نہیں۔ یہ خود بخود پیدا ہوئی ہے اور خود بخود چل رہی ہے۔

جس قوم اور فرد کی آزادی اور نفسانی خواہشات اپنے حدود اور مقام سے پھاند جائیں یا صراط مستقیم اور فطری راہوں کو چھوڑ دے اور بالکل ایسے معذور گھوڑے پر سوار ہو جائے جس کی نہ باگ ہاتھ میں ہو اور نہ اس کے رکاب میں پیر ہوں تو نتیجہ ظاہر ہے کہ آخر وہ گھوڑا یقیناً کہ ائی میں گرے گا یا پہاڑ سے ٹکرا جائے گا یا جنگل میں غائب ہو جائے گا۔ یورپ اور امریکہ نے گزشتہ تین سو سال میں جہاں مادی اور سائنسی انتہائی ترقیاں کی ہیں وہاں اخلاقی اور مذہبی معلومات میں تنگدلی اور تعصب کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے نفسانی خواہشات اور آزادی نے اس کو صحیح اور

صحت مند معاشرہ اور منزل کی طرف نہ آنے دیا۔ کیونکہ جہاں اس نے اپنی علمی، فنی، طبی، سیاسی و معاشرتی، اقتصادی و معاشی بنیادیں اسلامی تہذیب وتمدن اور ثقافت پر استوار کی تھیں اور ان پر بعض غلط قسم کے کاخ بلند اور ایوان فلک بوس تعمیر کئے۔ لیکن اخلاق اور مذہب کی تجدید اور تعمیر میں اسلام کے نام سے ہمیشہ دور بھاگتا رہا۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ اب یورپ اور امریکہ خود اپنی تہذیب وتمدن سے فنا ہو رہے ہیں۔ یہ فیشن پرستی یہ عریانی یہ جذباتی رومان یہ سمندر میں عریاں مخلوط آفتابی اور مہتابی غسل، باہمی رقص وسرود، مخلوط سوسائٹیاں، عریاں اور نیم عریاں تھیٹر سینما اور لٹریچر اور تصاویر، ریڈیو سے ہیجان انگیز گانے اور ڈرامے آخر کیا ہیں؟ تہذیب انسانی کو کہاں لیے جا رہے ہیں؟ ہمارے ہاں ایک طوائف بدنام تھیں، وہاں ہر گلی، ہر سڑک پر ہر پارک میں طوائف نظر آئیں گی۔ ہر ہوٹل ریسٹورنٹ اور شراب خانہ میں حاضر ملے گی۔ کیا شریف اور مقدس عورت کی آزادی کا یہی حال ہے کہ اس کی عصمت وعفت ہر مقام پر بکتی رہے۔ بلکہ اونے پونے نیلام ہوتی رہے۔ پھر کیا کوئی غیر مند مرد یا خود دار عورت گوارا کرے گی کہ ایسے ممالک اور اقوام کی پیروی کرے۔ البتہ نفسانی خواہشات کے بندوں اور پرخیال حیوانوں کے لئے زندگیوں کو برباد کرنے کا نادر موقع ہے۔

تہذیب یورپ نے مرد اور عورت کے تعلقات اور صحت مند معاشرہ کو استوار کرنے کے لئے تین نظریات کو مدنظر رکھا:

۱ مرد اور عورت کے حقوق اور مقام میں مساوات۔

۲ مرد اور عورت کی سیاسی اور معاشی آزادی۔

۳ مرد اور عورت کا آزادانہ معاشرتی میل ملاپ۔

لیکن یہ تینوں نظریے صرف اصول بن کر رہ گئے ہیں۔ لیکن آج تک ان میں کوئی عقل اور اخلاقی حدود کا تعین نہیں کیا گیا جس کے نتیجہ میں حسن کا وہ حشر ہوا کہ عشق بھی دانتوں میں انگلی دبائے دور کھڑا دیکھتا رہ گیا کہ عورت کو اپنے حقوق اور مقام کا تو خیال ہے لیکن فرائض بھول گئی۔ سیاسی اور معاشی آزادی کی طرف دوڑتی رہی لیکن سنجیدگی اور وقار کھو بیٹھی۔ آزادانہ معاشرت اور میل ملاپ میں اپنی عصمت اور عفت کو قربان کر گئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج تک مساوات وآزادی اور وقار کا صحیح مقام اور مرتبہ حاصل نہ کر سکی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بوڑھا جان بل اور خستہ انکل ٹام اس کھوکھلے پن پر ہنس رہے ہیں۔

یورپ اور امریکہ کے مندرجہ بالا اصول جن میں وہ ہزار جد وجہد سے بھی ناکام ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مشرقی خاص طور پر ایک مسلم عورت یورپ اور امریکہ کی تہذیب وتمدن اور قانون پر زندگی گزارتے ہوئے شمع محفل بننے کی غرض سے آزاد اور عریاں بننا چاہتی ہے جس کا نہ کوئی گھر بار اور نہ کوئی ٹھکانہ ہے وہ ہوٹلوں میں زندگی گزارتی ہے اور ہسپتالوں میں مرتی ہے۔ جس کے بعد یہ خاندانی شرف اور فضیلت اور روایات کا بقا اور نہ نسل انسانی (اولاد) کی تربیت یا مشرقی اور مسلم عورت (باوجود اس کے حقوق کی نفی کی جا رہی ہے)۔ جو گھر کی مالکہ ہے خاوند اس کا ساتھی ہے۔ اولاد پر اس کی حکومت ہے۔ ماں باپ کی نگاہ میں اس کے لئے بے حد عزت ہے۔ اس کی انفرادی ہستی ہے۔ اس کا الگ سرمایہ ہے۔ اس کا جدا ورثہ ہے۔ اس کی پیدائش پر بسم اللہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کی شادی پر شادیانے بجائے جاتے ہیں اور اس کی موت پر گھر بھر ماتم کدہ اور بعض صورتوں میں شہر بھر رنج وغم کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔

ہمارے لئے سب سے مشکل یہی سوال ہے کہ عورت کو یورپ اور امریکہ کے قوانین زندگی سے نوازا جائے یا اسلامی دستور حیات سے مرقع کیا جائے۔ حیرت ہے کہ عورت کو موجودہ تہذیب وتمدن نے اس قدر رفتہ اور پریشان کر دیا ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی کو اپنانے کی جرأت نہیں رکھتی۔ کیونکہ مغرب کی آزادی اور تعلیم کے بعد اس کا کردار گناہوں میں اور عصمت وعفت خطرے میں پڑ جاتی ہے وہ نہ گھر کی رہتی ہے اور نہ گھاٹ کی۔ اسلامی نظام حیات میں وہ حقیقی زندگی سے اس قدر دور جا چکی ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری کی لذت، اولاد کی محبت اور اپنے فرائض کی

ادائیگی سے بھاگتی ہے۔ وہ کرے تو کیا کرے۔ مغربی ماحول اور اسلامی تعلیم سے بے قاعدگی اس کو بھٹکائے پھرتی ہے۔ اس کے اپنے ذہن میں زندگی کا کوئی خاص تصور نہیں ہے اور نہ اس کا دماغ اپنے لئے کوئی دستور مرتب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ان پر کیا منحصر ہے۔ مردوں میں بھی یہ قابلیت نہیں ہے کہ وہ زندگی کا صحیح دستور عمل مرتب کر سکیں جو ہر زمانہ اور ہر دور کے لئے مفید انسانیت ہو۔ اسی لئے مافوق انسان اور فطرت کی طاقت (نبوت) کی طرف رجوع کیا گیا ہے اور نبوت خود بھی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ قوانین اس کی طرف سے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کا فرمان ہے کہ یہ قوانین خالق زندگی و کائنات اور مالک جزاء وسزاء اور رب العالمین کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ وہ زندگی کائنات اور عمل ردِّعمل کا خالق و مالک ہے۔ جو زندگی و کائنات اور عمل کی ربوبیت کا ذمہ دار ہے۔ وہ ہمارے لئے صحیح زندگی کی قدروں اور صحت مند معاشرہ حیات کا قائم رکھنے والا ہے۔ اس لئے کوئی اگر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ دستور حیات بنا سکتا ہے، تو وہ غلط فہمی اور بہت بڑے اندھیرے میں غرق ہے۔ آج بھی قرآن حکیم کا دعویٰ اپنی جگہ قائم ہے کہ ایسی ایک آیت بھی تمام دُنیا کے لوگ مل کر نہیں بنا سکتے۔ یہ آیات کیا ہیں۔ اپنے حسن بیان کے ساتھ ساتھ زندگی و کائنات اور عمل ردِّعمل کے قوانین ہیں۔ جب آج بھی قرآن حکیم کا چیلنج کوئی قبول نہیں کر سکتا تو پھر اس کے مقابلے میں دستور حیات مرتب کون کر سکتا ہے۔ دُنیا کے سامنے مغربی اصول (روز بروز بدلنے والے) اور اسلامی قانون (جن میں تبدیلی ناممکن ہے) ہیں۔ عقل منداور صاحب بصیرت خود فیصلہ کر لیں کہ کونسا دستور انسانی زندگی کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ زندگی ناپنے کا پیمانہ جذبات نہیں ہیں، بلکہ عقل ہے اور عقل بھی اس اس وقت کام کرتی ہے، جب اس کے سامنے تصورات پیش کئے جائیں تا کہ وہ تصدیقات کرتی جائے اور سورج کی گردش کے مطابق نہیں ہوگی۔ وہ کبھی بھی اس کا ساتھ نہیں دے گی۔ اس طرح جو زندگی اپنے عمل اور ردِّعمل میں غیر ارتقا اور فطرت کے مطابق ہوگی وہی صحیح زندگی ہوگی اس کے مطابق جو قوانین ہوں گے وہی صحیح دستور حیات ہوگا۔

مساوی حقوق

مغربی تہذیب کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت مرد کے برابر حقوق چاہتی ہے یعنی وہ ہر شعبہ زندگی میں مرد کے برابر چلنا چاہتی ہے۔ یہ ایک بہتر جذبہ ہے۔ مگر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ

1. کیا عورت اپنی جنسی بناوٹ، جسمانی بناوٹ اور نفسیاتی ترکیب کی وجہ سے اپنے اندر یہ مقدر پاتی ہے کہ وہ مرد کے مساوی حقوق حاصل کر سکے یا مرد کے برابر زندگی میں دوڑ دھوپ کر سکے۔
2. کیا موجودہ سائنس اور مغرب کا ذہین طبقہ (جس میں خود عورت کا دماغ بھی شریک ہے) اور یورپ کا قانون اس امر پر متفق ہے کہ عورت کے حقوق مرد کے برابر ہوں۔
3. کیا دنیا میں ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ عورت نے کسی زمانہ میں جبکہ اس کو مکمل آزادی تھی (یہاں تک کہ وحشی دور میں بھی) ایسے کارنامے کئے جن کی وجہ سے وہ مردوں پر فوقیت لے گئی۔

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے۔ یہ چیز ڈھکی چھپی نہیں ہے جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں لکھ آئے ہیں کہ عورتوں کے اعضاء اس قدر نازک، ذہن حساس اور جنسی اعضاء کی ترکیب ایسی پیچیدہ ہے کہ وہ مردوں کی طرح محنت اور مشقت برداشت نہیں کر سکتیں۔ اگر وہ ایسا کرنا چاہے تو کر سکتی ہے مگر اس میں نسائیت باقی نہیں رہے گی۔ اس کے اعضاء مضبوط ہو جائیں گے، ذہنی نزاکت مفقود ہونا شروع ہو جائے گی اور جنسی ترکیب کا توازن بگڑ جائے گا۔ نہ ہی اس کی ماہواری با قاعدہ رہے گی اور نہ ہی اولاد پیدا کرنے کے قابل رہے گی۔ بلکہ اس کے دِل و دماغ سے اولاد کی

محبت بھی بہت کم ہو جائے گی اور گھریلو نگرانی کی صلاحیت تقریباً مفقود ہو جائے گی۔ مزدور اور محنت کش عورتوں میں ان مثالوں کا بغور معائنہ کیا جاسکتا ہے۔ آج کل اس قسم کی خبریں اخباروں میں عام پڑھی جاتی ہیں۔

دوسرے سوال کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ سائنس، فلسفہ اور قانون تینوں یک زبان ہیں کہ عورت کسی بھی حیثیت سے مردوں کے برابر نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس میں تخلیقی قاعدوں کی رو سے ایک قسم کی انفرادیت پائی جاتی ہے۔ اگر وہ اپنی انفرادیت کو چھوڑتی ہے تو وہ جنس عورت نہیں رہتی۔ جس طرح بھینس کو بجائے نسل کشی اور دودھ حاصل کرنے کے اگر ہل کھیتی باڑی کے کام میں جوت دیا جائے تو وہ بھینس نہیں رہ سکتی البتہ وہ مادہ سانڈ ضرور بن جائے گی۔ یہ سب مسائل بہت دقیق اور طویل ہیں۔ اگر ہر مسئلہ پر تفصیل سے لکھا جائے تو جدا کتب تصنیف کرنا پڑیں گی۔

جہاں تک تیسرے مسئلہ کا تعلق ہے تو تاریخ گواہ ہے کہ پتھر، پیتل اور دھات کے زمانے سے لے کر تمام تہذیبوں سے گزر کر کوئی ایسا کارنامہ سامنے نہیں آتا جن میں عورتوں کی مردوں پر فوقیت یا کم از کم برابری کا دعویٰ ثابت ہو۔ جہاں تک ان کی انفرادی کامیابی کا تعلق ہے۔ چاہے وہ ذہنی ہو یا جسمانی، علمی ہو یا فنی، اخلاقی ہو یا معاشرتی، یہ سب درجہ بدرجہ طبقہ نسواں میں قابل عزت اور وقعت سے دیکھی جاتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بعض عورتوں کا درجہ بعض مردوں سے اپنی قابلیت اور عزت کی وجہ سے بلند نہیں ہے۔ اور ضرور ہے مگر کلی طور پر عورت کو مرد پر فوقیت نہیں ہے۔ بعینہٖ جس پر کہا جاتا ہے کہ بعض انسانوں کا درجہ بعض فرشتوں سے بھی افضل ہے لیکن کلی طور پر انسانوں کو فرشتوں پر افضیلت حاصل نہیں ہے کیونکہ انسان کی تخلیق خاک سے ہے اور فرشتہ کی نور سے ہے۔ یہی تخلیقی فرق ہے جو ہر انسان کو ہر حیوان سے افضل کرتا ہے۔ چاہے وہ حیوان کتنا ہی تربیت یافتہ، کائنات اور زندگی میں اہم ہو۔ اس کو کس قدر بلند درجہ دے دیں اور اس کی خدمت اور نگرانی انسانوں سے زیادہ کریں بلکہ اس کی خدمت کے لئے انسانوں کو مقرر کر دیں۔

لیکن اس کی کون وتخلیق کی وجہ سے وہ حیوان کبھی بھی انسان سے افضل نہیں ہوسکتا بلکہ برابری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ یہی صورت مرد اور عورت کی مساوات میں نمایاں ہے کہ دونوں کی تخلیق میں غیر معمولی فرق ہے اور دُنیا کا کوئی بھی صاحب بصیرت مرد اور کوئی بھی عقل مند اور ذہین عورت اس فرق کو دور نہیں کرسکتی۔ یہ خداوند کریم کی تخلیق ہے۔ انسان کی ذاتی صفت اور کاریگری نہیں ہے۔

مگر ''عورت کو یہ حق حاصل ہے وہ جب تک قاضی اور مذہبی عدالت کی طرف رجوع کرے خلع اور طلاق نہیں ہوسکتی''۔ اصل میں یہ الزام بھی اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ ہے۔ کیونکہ پراپیگنڈہ کرنے والے اوّل تو حقیقی اسلام اور صحیح مسلمان سے واقف نہیں ہوتے اور ان لوگوں کے اعمال کو اسلامی تعلیمات کہہ دیتے ہیں جو خود نام کے مسلمان ہیں اور اسلام بشرطیکہ کوئی انتہائی خوفناک صورت سامنے نہ ہو جس سے معاشرہ میں فساد کا باعث پیدا ہونا ممکن ہو۔ دوسرے طلاق کی تمام شرائط اس کے سامنے ہوتی ہیں۔ مثلاً:

1. حق مہر ادا کرنا۔
2. جو کچھ بیوی کو دیا ہوا ہے واپس نہ لینا۔
3. طلاق کے دنوں میں بیوی کو تین ماہ تک گھر رکھنا۔
4. جب تک حیض سے فارغ نہ ہو طلاق نہ دینا۔
5. طلاق کے دوران کا تمام خرچ برداشت کرنا۔
6. طلاق کے بعد رخصت کرتے وقت اس کو راضی اور خوشی روانہ کرنا وغیرہ۔

اور ان تمام شرائط کے برعکس عورت کو صرف چند گھنٹے صرف کرنے پڑتے ہیں۔ وہ قاضی اور عدالت کے سامنے جا کر اپنا خلع طلب کر لیتی

ہے یا مرد کو اپنا حق مہر اور اس کا دیا ہوا مال واپس کر کے یا جس طرح بھی چاہے راضی کر کے فوراً اس سے طلاق حاصل کرسکتی ہے۔ ذرا انصاف سے دیکھا جائے کہ کیا صحیح العقیدہ اور صحیح العمل مسلمان کو طلاق دینے میں زیادہ وقت سرمایہ اور دقت برداشت کرنی پڑتی ہے یا ایک عورت کو اس کے مقابلے میں زیادہ سہولتیں حاصل ہیں۔ جو لوگ تنگ کرنے کی وجہ سے عورتوں کو لٹکائے رکھتے ہیں وہ کس قسم کے مسلمان ہیں اور ان کا تعلق اسلام کے ساتھ کہاں تک کیا جاسکتا ہے۔ یہ خود غور کر لینا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ عورت کے لئے خلع حاصل کرنے سے زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا کرے تاکہ اس کے ذہن میں اسلامی مسئلہ ازدواج کے خلاف نفرت اور غلط خیال نکل جائے اور وہ کم سے کم وقت میں زیادہ سہولت کے ساتھ خلع حاصل کرے۔ بجائے اس اہم ضرورت کے حکومت کو مسئلہ ازدواج پر نہ تو اہم پابندیاں لگانی چاہئیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے احکام میں ترمیم و تنسیخ کرنی چاہیے۔ نئے قوانین وضع کرنا دور از بحث ہے بلکہ گناہ کی حدود میں داخل ہوتا ہے۔ غلط قسم کے لوگ حکومت کو ایسا کرنے کے لئے مشورہ دیتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ انسان کس قدر بھی ذہنی اور علمی طور پر اعلیٰ وارفع مقام پر پہنچ جائے وہ کبھی بھی مقام نبوت کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

اور پھر نبوت کے فیصلے جو اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے تحت کیے گئے ہیں۔ ان کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا کہ اس مقام کو ایک انسان سمجھ لے۔ پھر خداوند کریم اور اس کے رسول مقبول رحمۃ اللعالمین ﷺ کے مقابلے میں قوانین وضع کرنا یا ان میں ترمیم و تنسیخ کرنا کہاں تک قابل قبول ہوسکتا ہے۔ جو غیر مسلمان اسلام کے مسئلہ ازدواج پر اعتراض کرتے ہیں وہ اپنے مذہب میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں یا تیرہ سو سال کے قریب اس مسئلہ سے متعلق جو قوانین بنائے گئے ہیں ان کا اسلام سے مقابلہ کریں۔ انشاء اللہ اسلامی قوانین کو فوقیت اور افضلیت حاصل ہوگی۔

مردانہ امراض

شیخ الرئیس نے امراض اعضائے تناسل مردانہ میں صرف ضعف باہ کو لکھا ہے اور پھر اس کو تقسیم در تقسیم بیان کیا ہے۔ اس نے ایسے امراض کو جو مرد اور عورت میں مشترک ہیں، مردانہ امراض میں شامل کیا ہے۔ پھر ضعف باہ کی دو وجوہ بیان کی ہیں:

1. شہوت کا ضعف ہو جانا، یعنی رغبت شہوت میں ضعف واقع ہو جانا جو حقیقت میں کثرت جماع کے باعث ہے۔
2. عضو خاص میں (تائزہ) کا ڈھیلا ہو جانا۔ یعنی عضو خاص کی ایسی حالت ہونا جس سے یہ عضو جماع کے وقت نہ حرکت کرے اور نہ اس میں انتشار پیدا ہو۔

پھر وجوہ اوّل (ضعف شہوت) کی اٹھارہ سے زائد اقسام بیان کر دیئے۔ اگر ہم ان تمام اسباب کے تحت ضعف شہوت کے متعلق لکھیں تو طوالت کا باعث ہوں گے اور طالب علم بھی ضعف باہ کے علاج میں پورے طور پر قدرت حاصل نہیں کر پاتا۔ کیونکہ وہ ان کے حقائق پر پوری طرح دسترس نہیں کر پاتا۔ اس لئے ہم نے ان تمام اسباب کو صرف دو اسباب میں تقسیم کر دیا ہے:

1. خون کے امراض۔
2. منی کے امراض۔

اگر شیخ الرئیس کی دوسری وجوہ عضو مخصوص کا ڈھیلا ہونا ہو تو کل صرف تین صورتیں بن جاتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ خون کے امراض سے ہماری مراد یہ ہے کہ خون کی پیدائش اور اس کے کیمیائی تغیرات یعنی خون کی کیفیات و مزاج اور اخلاط ارواح میں خرابی سے ضعف باہ کا پیدا ہونا۔ اسی طرح منی کے امراض سے ہماری مراد یہ ہے کہ منی کے بننے سے لے کر رغبت شہوت پیدا ہونے تک مختلف علامات پیدا ہو کر ضعف باہ پیدا کر دیتی ہیں۔ کیونکہ جو غذا ایک انسان کھاتا ہے اس کے ہضم ہونے سے لے کر خون بننے تک بلکہ منی بننے سے لے کر رغبت جماع اور شہوت پیدا ہونے تک جو خلطی و کیمیاوی اور کیفیاتی و روحانی تغیرات پیدا ہوتے ہیں وہ سب رغبت جماع اور شہوت کے ضعف میں شریک ہیں۔ اس طرح وہ طوالت چند مشہور اسباب و علامات میں باقی رہ جاتی ہے۔ جس پر اگر طالب علم پورے طور پر دسترس حاصل کر لے تو وہ پورے طور پر قدرت حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے صرف تین ہی صورتیں رہ جاتی ہیں:

1. خون کے امراض کا ضعف باہ پر اثر۔
2. منی کے امراض سے ضعف باہ پر اثر۔
3. استرخائے عضو مخصوص سے ضعف باہ میں خرابی کا پیدا ہو جانا۔

اس طرح وہ بہت جلد صحیح تشخیص سے علاج کر سکتا ہے۔

(۱) خون کے امراض سے ضعف باہ پر اثرات

خون کے امراض وہی ہیں جو نظام غذائیہ و نظام ہوائیہ اور نظام دمویہ کے نقائص سے غذا کے ہضم، خون کی پیدائش، اس کی کیفیات و مزاج اور اخلاط و ارواح میں خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کا قوت باہ پر بالواسطہ اثر پڑتا ہے۔

ضعف باہ کے علاج میں سب سے پہلے انہی امراض کو دیکھیں۔ ان کو دیکھنے سے یہ تمام اعضاء و نظام اور خون کی پیدائش کیمیاوی تغیرات فوراً سامنے آ جاتے ہیں۔ گویا ضعف باہ کے علاج میں یہ پہلا قدم ہے۔

(۲) منی کے امراض سے ضعف باہ پر اثرات

منی کے امراض وہی ہیں جو نظام بولیہ و نظام منویہ اور نظام عصبیہ کے نقائص سے منی کی پیدائش، اس کی کیفیت و مزاج اور ضمیر در وح میں خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کا قوت باہ پر بلاواسطہ اثر پڑتا ہے۔ ضعف باہ کے علاج میں ان امراض کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ ان کی طرف توجہ دینے سے تمام اعضاء و نظام اور منی کی پیدائش و کیمیائی تغیرات فوراً سامنے آ جاتے ہیں۔ ضعف باہ کے علاج میں یہ دوسرا قدم ہے۔ لیکن طوالت کے خوف سے ہم یہاں پر ان کے علاج کو بھی نظرانداز کرتے ہیں۔ ان کو ہماری دیگر کتب میں دیکھیں۔ البتہ منی کے نقصان سے جو اثر عضو مخصوص کے استرخاء (ڈھیلے پن) پر پڑتا ہے۔ اس کے لئے ایسی ادویات و اغذیہ کا ضرور ذکر کریں گے جن سے اس کی پیدائش میں کثرت ہوتی ہے۔ تاکہ ضعف باہ کے علاج میں کمی باقی نہ رہ جائے۔ جو ہمارا مقصد ہے۔

(۳) استرخائے عضو مخصوص سے ضعف باہ

مردانہ امراض میں ضعف باہ کی یہ صورت (استرخائے عضو، قضیب کا ڈھیلا ہو جانا) ایک بے حد خوفناک بلکہ دردناک صورت ہے۔ اس کا سبب کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن ایک انسان کے سامنے استرخائے عضو مخصوص ہی ضعف باہ ہے۔ وہ خون اور منی کے امراض کو نہ سمجھتا ہے اور نہ اس کو دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ وہ ضرورت یا خواہش جماع کے وقت محسوس کرتا ہے کہ اس کی انتہائی کوشش کے باوجود اس کو نعوظ (انتشار اور شہوت) نہیں ہوتا۔ بس وہ اسی کو ضعف باہ اور نامردی خیال کرتا ہے اور اس کو ہر ممکن طریقے سے فوراً دور کرنے کو تیار رہتا ہے۔ گویا یہ اس کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

نامردی اور ضعف باہ کے جس قدر مریض اس خاص صورت (استرخائے عضو مخصوص) میں پائے جاتے ہیں، اس قدر اور کسی صورت میں نہیں پائے جاتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام سوائے اس صورت کے اور کسی صورت کو نامردی سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اور اسی کے لئے بکثرت معالجین کے پاس جاتے ہیں۔

اس سے کم درجہ کی ایک اور صورت کو بھی عوام نامردی (ضعف باہ) خیال کرتے ہیں۔ اس میں خواہش جماع بہت تیز ہوتی ہے۔ کسی قدر انتشار اور شہوت بھی ہوتی ہے۔ لیکن نعوظ (ایستادگی) بہت کمزور ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی دخول سے قبل یا دخول کے ساتھ ہی انزال ہو جاتا ہے۔ یہ صورت اگرچہ نامردی سے کم درجے کی صورت ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ اس صورت کے بعد مکمل نامردی ہو جائے۔ اس کم درجہ کی صورت کو ہم اگر نامردی کا ایک مقام تصور کر لیں تو انتشار و انزال کے وقفوں کی کمی بیشی کو نامردی کی کمی بیشی خیال کر سکتے ہیں۔ یہ تمام صورتیں ایک مریض میں بھی مدتوں ایک صورت میں رہتی ہیں اور اکثر جلد ہی مکمل نامردی کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ہاں! اگر کبھی اچھا ماحول و اچھی غذا اور مسرت نصیب ہو جائے یا کوئی قابل معالج یا صحیح دوا میسر آ جائے تو یہ مرض مکمل طور پر دور ہو جاتا ہے اور مریض کامل مرد بن جاتا ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نعوظ (شہوت) بہت اچھی طرح ہوتا ہے اور انسان خیال کرتا ہے کہ وہ جنسی طور پر صحت مند ہے۔ جماع میں اسے کوئی دقت پیش نہ آئے گی۔ مگر جب ارتکاب کرتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ دفعتاً قضیب ڈھیلا ہو گیا ہے اور دخول کی نوبت تک نہیں پہنچی۔ ایسی صورت میں کبھی انزال ہو گیا اور کبھی بغیر انزال کے عضو ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ ممکن ہے کوئی ذہنی پریشانی یا جذباتی مشکل ہو۔ بہر حال نفسیاتی طور پر شہوت کے بعد اس کا یہ خیال کرنا کہ وہ جنسی طور پر صحت مند ہے اور وہ جماع پر قادر ہو جائے گا۔ حقیقت میں اس کا یہ خیال ضعف باہ کی طرف دلالت کرتا ہے۔ جنسی صحت مندی وہ قوت ہے کہ اس کی شدت نہ ایسا خیال کرنے کی مہلت دیتی ہے اور نہ روکے رکھتی ہے۔ ایک طوفان کی طرح گزر کر تھمتی ہے۔ دراصل یہ صورت بھی کم درجے کی نامردی (ضعف باہ) ہے۔

یہ کم درجے کی نامردی عام طور پر ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو نوجوانی میں کثرتِ جماع، اغلام بازی اور جلق کا شکار رہتے ہیں۔ البتہ ان میں بعض ایسے ادھیڑ عمر اور متوسط عمر کے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں جن کا زیادہ وقت علمی، مذہبی اور دماغی محنت میں گزرا ہو اور جنہوں نے جنسی لذت ولطف کی طرف سے طبیعت کو سختی سے روکے رکھا ہو اور ان کے ذہنی رجحانات کم یا بدل گئے ہوں۔ لیکن جب شادی ہو جاتی ہے تو ایسے تلخ نتائج سامنے آ جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں وہ اپنی زندگی کو ایک غیر علمی، دین سے دور اور ادارہ مزدور سے بہت کم تصور کرتا ہے اور اپنی جوانی خرچ کر کے جو قیمتی سرمایہ حاصل کیا ہے، اس کو فضول خیال کرتا ہے۔ ایسے شخص کی خواہش جماع ہوتی ہے بلکہ زیادہ بڑھ جاتی ہے اور جماع کو جی بے قرار ہوتا ہے۔ مقوی اغذیہ وادویہ اور دیگر تحریکات سے نعوظ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر اکثر سخت ناکامی ہوتی ہے۔ یہی صورتیں استرخائے عضو مخصوص کی ہیں۔ نامردی اور ضعف باہ میں اسی صورت کو دور کرنا ہی اس کا حقیقی علاج ہے۔

جلق

جلق کسے کہتے ہیں؟

ہاتھ کی حرکت سے منی کا خارج کرنا۔ جسے عربی میں ''استمنا بالید'' کہتے ہیں۔ فارسی میں ''مشت زنی''۔ یہی نام عرف عام میں بھی بولا جاتا ہے۔ ہندی میں ''ہتھ رسی'' اور انگریزی میں ''ماسٹربیشن'' کہتے ہیں۔ یہ فعل عام طور پر ہاتھ کی مٹھی سے کیا جاتا ہے۔ مگر بعض دفعہ چمڑے کی تھیلی یا تکیوں کی مدد سے بھی کیا جاتا ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ فرنگی عیاش ایک قسم کی ربڑ کی لاعبہ (گڑیا) سے یہ فعل انجام دیتے ہیں۔ جو اس مقصد کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی بعض حرکات عورت کی طرح ہوتی ہیں۔

اس بدعادت کی ابتدا کب ہوئی، یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ قدیم زمانے سے اس کا وجود چلا آتا ہے۔ کیونکہ قدیم تصنیفات میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بچپن میں کم وبیش ہر بچہ اپنی بے سمجھی سے اس لذت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ بعض حکماء اور فلاسفر جن کو شادی کے مواقع نصیب نہیں ہوتے۔ ان پر بھی اس بدعادت کا الزام ہے۔ یہی الزام سقراط پر ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ گناہ سے بچنے کے لئے وہ اس کو احسن خیال کرتے تھے۔ اس الزام کی صداقت کے ظاہرہ کوئی ثبوت نہیں ہیں۔ یہ بالکل ایسی بات ہے جیسے بعض شعراء اور علماء پر شراب خوری کا الزام لگاتے ہیں۔ اس پراپیگنڈہ کا مقصد شائد یہ ہے کہ ان بدعادات کا جواز تلاش کیا جائے یا ان کو بدعادات نہ کہا جائے۔ بہر حال یہ عادات یقیناً بد ہیں اور ہر صورت میں گناہ کی حدود میں داخل ہیں۔ جس فعل سے انسان کو فطری طور پر نقصان پہنچے وہ یقیناً گناہ ہے۔ اس بدعادت سے اس قدر نقصان ہوتا ہے کہ اس سے ایک شخص کی انسانیت اور آدمیت دونوں برباد ہو جاتی ہیں۔

جلق کے نقصانات

جلق کا ظاہرہ نقصان تو قوت باہ خصوصاً اعضائے تناسل اور پیدائش منی پر معلوم ہوتا ہے۔لیکن باطن میں اس کا اثر تمام جسم انسان خصوصاً اعضائے رئیسہ اور روحانی قدروں خصوصاً اخلاق و کردار پر پڑتا ہے۔ اس عادت سے انسان رفتہ رفتہ اپنی صحت کے ساتھ ساتھ احساس شرف و فضیلت اور عزت برباد کر لیتا ہے۔ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ قضیب کی بناوٹ میں اعصاب، غدد غشائے مخاطی، عضلات شریک ہیں۔ ان میں اعصاب باہر کی طرف، اس کے نیچے غدد (غشائے مخاطی) اور سب سے نیچے عضلات جو اسفنجی اجسام ہیں۔ تمام جسم قضیب اسی طرح بنا ہوا ہے۔ البتہ احلیل (پیشاب کی نالی) کے اندر بھی غشائے مخاطی کا استر ہے جو اندرونی جلد کا کام کرتا ہے۔

جب کوئی شخص جلق شروع کرتا ہے تو پہلے اعصاب جو باہر کی طرف ہیں، متاثر ہوتے ہیں۔ اوّل اوّل ان میں لذت ولطف بڑھتا ہے۔ اس صورت میں دورانِ خون کی تیزی اعضائے تناسل خصوصاً قضیب کی طرف زیادہ ہو جاتی ہے۔ وہ شخص لذت کے تحت بار بار جلق کی خواہش کرتا ہے اور اس طرح اپنے مادہ منویہ کو برباد اور اس کی آئندہ پیدائش کو خراب کر لیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جسم میں جوش خون، دل میں تیزی، پیٹ میں ریاح، احتلام کی کثرت اور دماغ و اعصاب میں کمزوری شروع ہو جاتی ہے۔ جسم میں رطوبات بڑھ جاتی ہیں اور ہاضمہ خراب اور نزلہ زکام شروع ہو جاتا ہے۔

جب اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں تو پھر مرض کا اثر غدد غشائے مخاطی تک پہنچ جاتا ہے۔ پیشاب میں جلن، قطرہ قطرہ آنا، کبھی سوزاک کا ہو جانا، سرعت انزال کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی ذرا ذرا سی تحریک پر یونہی بیٹھے بیٹھے اور چلتے چلتے انزال ہو جاتا ہے۔ دل کمزور، ہاضمہ کی خرابی اور پٹھے (اعصاب) سن ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں سے قضیب میں استرخاء (فالج) کی ابتداء شروع ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کا اثر بعض اوقات تمام جسم پر بھی پڑ جاتا ہے۔

جب غدد یا غشائے مخاطی میں سوزش کی انتہا ہو جاتی ہے تو عضلات جو اسفنجی اجسام میں شدید رگڑ سے برباد ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور وہاں پر ایک خفیف سے ورم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہاں کپڑا اچھو جائے تو درد ہونے لگتا ہے۔ ساتھ ہی دیگر اعضائے تناسل بھی شدید متاثر ہو جاتے ہیں۔ کم و بیش رطوبت کا اخراج رہتا ہے جو سوزش کی شدت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کے بڑھ جانے سے اس کی وہ رطوبت جو احلیل کو تر رکھتی ہے اور ضرورت کے وقت احلیل کو نرم رکھتی ہے۔ بہت زیادہ بہنے لگتی ہے۔ اس رطوبت کا کثرت سے نکلنا وہی اثر پیدا کرتا ہے جو منی کے نکلنے سے ہوتا ہے اور ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ ذرا سی بھی تحریک ہوئی رطوبت بہنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ رطوبت سوتے وقت زیادہ بہتی ہے اور احلیل کے بیرونی سوراخ پر آ کر جمع ہوتی رہتی ہے۔ ایسے لوگ جب صبح اُٹھ کر پیشاب کرتے ہیں تو حشفہ کے لب باہم جڑے ہوتے ہیں۔ اکثر پیشاب کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ اس طرح کثرت رگڑ سے عضلات (اسفنجی اجسام) میں شدید خرابی سے کجی (ٹیڑھا پن) پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا علاج ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بعض نادان لوگ جو علم وفن سے واقف نہیں ہیں یہ خیال کرتے ہیں خاص قسم کے طلا لگا دینے سے کجی (ٹیڑھا پن اور قضیب کا دبلا پن) دور ہو سکتی ہے۔ ایسا خیال کرنا غلط ہے۔ جب اعصاب و غدد اور عضلات میں پھر سے زندگی پیدا نہ ہو مرض کجی رفع نہیں ہو سکتا۔ قضیب کی کجی کا علاج صرف ماہر معالج ہی کر سکتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جلق سے جب اعصاب کو نقصان پہنچتا ہے تو ان کا وہ احساس ختم ہو جاتا ہے جس سے دورانِ خون وہاں آ کر غذا اور قوت پیدا کرتا ہے۔

یادرکھیں کہ جس مقام پر اعصاب کے نظام میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ وہاں پر دورانِ خون نہیں پہنچتا۔ اس طرح وہ مقام کمزور ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جب غدی اور غشائے مخاطی کا نظام خراب ہو جاتا ہے، وہاں پر اعضا خون سے غذا جذب نہیں کر سکتے۔

جاننا چاہئے کہ ہر شریان کے اختتام پر غدد ہوتے ہیں۔ جو یہ کام کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جب عضلات میں رگڑ سے خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا اسفنجی جسم برباد ہو جاتا ہے۔ جس سے اس میں رطوبت اور ریاح کی مناسب غذا نہیں رہ سکتی۔ جس سے ایک طرف اس کا جسم ختم ہو جاتا ہے، وہ لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف اس میں پھیلنے اور سکڑنے کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ قضیب کی حالت اس قدر خراب ہو جاتی ہے کہ اس میں انتشار اور خیزش کی صورت تقریباً ختم ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انتہائی جلق سے ایک طرف کجی پیدا ہو جاتی ہے اور دوسری طرف مرد نامرد ہو جاتا ہے۔

جلق کے نقصانات

جلق انتہائی بدعادت ہے۔ اس سے اس قدر شدید نقصان ہوتا ہے کہ شاید ہی کسی بدعادت سے اس قدر شدید نقصان ہوتا ہو۔ یہ نقصان صرف عضوی اور جسمانی ہی نہیں ہوتا بلکہ نفسیاتی اور روحانی بھی ہوتا ہے۔ نفسیاتی طور پر انسانی جذبات میں بے اعتدالی اور کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔ روحانی طور پر اخلاقی گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ قوت ارادی کمزور اور خودداری ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ زیادہ تر تنہائی پسند ہو جاتے ہیں اور دیگر لوگوں سے آنکھیں ملا کر بات نہیں کر سکتے۔ عام طور پر سست و کاہل ہو جاتے ہیں اور کوئی کام کرنے کو ان کا دل نہیں چاہتا۔ چہرے کا رنگ عام طور پر زرد سیاہی مائل ہو جاتا ہے اور مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ کسی بات کی برداشت مشکل ہو جاتی ہے۔

۱. جسمانی طور پر کمزوری، خون کی کمی، ہضم کی خرابی، پیشاب میں نقص، مثانہ میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ منی جیسی قیمتی شے یونہی ضائع ہوتی رہتی ہے۔ ہم اپنی قیمتی اشیاء حفاظت سے رکھتے ہیں مگر منی کو، جو زندگی کا جوہر ہے، بے وجہ یا ذرا سی لذت کے لئے ضائع کرتے رہتے ہیں۔ جس سے خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

۲. یہ صحیح ہے کہ جلق اور جماع دونوں میں اخراج منی ہوتا ہے لیکن جلق کی صورت میں جو اخراج ہوتا ہے وہ زیادہ مضر اور نقصان رساں ہوتا ہے۔ کیونکہ جماع ایک طبعی امر ہے اور طبیعت کو اس کی طرف فطری میلان ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی محبوب کی موجودگی اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر طبیعت کو تازگی و لطف اور فرحت و انبساط ہوتا ہے جس سے اکثر قوت باہ میں زیادتی ہوتی ہے اور چونکہ مرد اور عورت کے آلاتِ تناسل کے باہم ملنے سے قدرت کی ایک مرضی پوری ہوتی ہے، اس لئے جماع کے بعد قلب کو تقویت، نفس کو لذت اور اعضائے تناسل کو قدرتی طور پر غذائیت حاصل ہوتی ہے اور ان فوائد کے مقابلے میں جلق کی صورت میں خجالت، پشیمانی اور پریشانی حاصل ہوتی ہے۔

۳. جماع کا صحیح تصور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب منی میں پختگی پیدا ہو کر اس کا دباؤ بڑھتا ہے۔ اس وقت اس کا اخراج اکثر باعث تقویت ہوتا ہے۔ لیکن جن کو جلق کی بدعادت ہوتی ہے وہ وقت بے وقت اپنی لذت و عادت اور بے چینی کے مطابق پے در پے جلدی جلدی جلق کے ذریعے منی کا اخراج کرتے رہتے ہیں۔ جس سے جسم کمزور اور خون خراب ہو جاتا ہے۔ گویا اس قدر خون پیدا نہیں ہوتا جس قدر ضائع ہوتا ہے۔

۴. جلق کی کثرت سے جگر و غدد اور گردوں میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے پیشاب بار بار آنا شروع ہو جاتا ہے۔

۵. کثرت جلق سے اعصاب قضیب کی جلد سوزش ناک ہو جاتی ہے۔ اس سبب سے غشائے مخاطی میں ہر وقت خون کی کثرت رہتی ہے۔

اس وجہ سے وہ ذکی الحس ہو جاتی ہے، جس سے منی اور دیگر رطوبات اکثر بہتی رہتی ہیں۔ جس کا نتیجہ انتہائی ضعف ہے۔

۶. اوعیہ منی اور خصیتین میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے جس سے سرعت انزال کا مرض ہو جاتا ہے۔
۷. عضو تناسل میں دورانِ خون کی آمد و رفت بگڑ جاتی ہے جس کا اثر دیگر اعضائے جسم پر بھی پڑتا ہے۔
۸. قضیب کے اعصاب میں خرابی کے باعث دماغ و نخاع اور نظام عصبی بگڑنا شروع ہو جاتا ہے۔
۹. جلق سے قضیب خمیدہ اور باریک ہو جاتا ہے۔ اس کو کجی کہتے ہیں۔
۱۰. جلق کی بد عادت سے قضیب کی جڑ باریک ہو جاتی ہے جس سے اس کے انتشار میں فرق آ جاتا ہے۔
۱۱. انتشار کی کمی اور انزال میں سرعت کے باعث لذت ختم ہو جاتی ہے۔
۱۲. جلق کے مریض کی قوت باہ اوّل تو ختم ہو جاتی ہے اور اگر کچھ باقی ہوتی بھی ہے تو بھی مریض شادی کے قابل نہیں رہتا۔

جلق زیادہ مضر ہے یا کثرت جماع

جلق اور کثرت جماع دونوں ہی انتہائی مضر ہیں۔ لیکن بعض حکماء و اطباء اور علماء میں اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ جلق کثرت جماع سے زیادہ مضر ہے یا کہ کثرت جماع جلق سے زیادہ نقصان رساں ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف آراء ہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ جلق کثرت جماع سے زیادہ مضر ہے۔ اس کی آراء درج ذیل ہیں:

۱. جلق کرنے میں بہت سہولت ہوتی ہے اور اسی لئے آدمی اس کو جماع کی نسبت زیادہ بار کرتا ہے۔ وہ اس مقصد کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اس کو اتنی ضرورت ہے کہ چند منٹ کے لئے خلوت کی جگہ مل جائے۔ بس وہ اپنا کام کر لے گا۔ اور اگر چاہے تو دِن میں کئی بار یہ فعل بد انجام دے سکتا ہے جو جماع کی حیثیت سے نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن بھی ہے۔ اس کے برعکس گروہ کا یہ خیال ہے کہ جلق اور جماع دونوں صورتوں میں منی کا اخراج ہوتا ہے بلکہ جماع سے منی کا اخراج زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے کثرت جماع جلق سے زیادہ مضر اور نقصان دہ ہے۔
۲. جلق سے اعصاب میں سوزش اور حس میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور ہر گھڑی جلق کے لئے طبیعت تیار رہتی ہے یا کر لی جاتی ہے۔ اس کے برعکس کثرت جماع میں ذکاوت حس کم ہوتی جاتی ہے اور اس کے لئے خود تیار ہونے کے ساتھ ساتھ مفعول کی بھی تسلی کرنی پڑتی ہے۔ اس کے برعکس دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ جلق میں منی کا اخراج کم ہوتا ہے اور کسی قسم کی شرمندگی بھی نہیں ہوتی۔
۳. جلق غیر فطری صورت ہے۔ اس کے عادی کی نہ صرف صحت اور اخلاق خراب ہو جاتے ہیں بلکہ وہ شادی کے قابل بھی نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عادت سے ذہن اس قدر خراب ہو جاتا ہے کہ وہ سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے کے قابل بھی نہیں رہتا۔ اس کے دِل میں کسی کی محبت اور عزت نہیں پائی جاتی اور وہ رشتہ داروں اور عوام سے عموماً دور رہتا ہے۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ پیٹ کی بھوک کی طرح جنسی بھوک بھی اپنے اندر بہت شدت رکھتی ہے۔ جماع ہر جگہ میسر نہیں ہوتا لیکن جنسی بھوک کا جذبہ سکون نہیں لینے دیتا۔ اس لئے بھی جلق مفید ہے اور اس میں نقصان کم ہے۔ خاص طور پر جب ایک انسان تنہائی کے وقت اعتدال کے ساتھ انجام دے۔

اس سلسلے میں دلائل خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جلق انتہائی بد عادت ہے اور اس سے بے شمار نقصانات ہوتے ہیں اور

خاص طور پر بچوں پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اور ان میں یہ بدعادت ایک دوسرے کو دیکھ کر پڑ جاتی ہے۔ اس لئے والدین پر یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ نوخیز بچوں پر نگاہ رکھیں۔ خاص طور پر جب وہ چھپ کر کھیلیں تو ان کو گاہے گاہے خاموشی سے دیکھ لیا کریں۔ اس طرح وہ اس بدعادت سے محفوظ رہتے ہیں۔

جلق اور فطری مردانگی

شخصی فطرت میں تین اہم اوصاف پائے جاتے ہیں: انسانیت، آدمیت، بشریت۔

جس شخص میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں اس کی شخصیت مکمل نہیں ہوتی اور نہ ہی اس میں نشو و ارتقاء اور نفسیاتی کمال کی صورتیں قائم رہتی ہیں۔ انسانیت سے دوسروں کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے۔ آدمیت سے تہذیب و تمدن اور ثقافت و کردار کے جذبات کو جلا ہوتی ہے۔ بشریت سے عقل و شجاعت کے قویٰ بلند ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دوسروں کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو جلق کی عادت ہوتی ہے، ان کی شخصی فطرت بالکل برباد ہو جاتی ہے اور یہ اوصاف ختم ہو جاتے ہیں۔

مجھے اچھے پڑھے لکھے بلکہ فاضل لوگوں کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، ان میں جلق کی بدعادت سے یہ اوصاف ختم ہو گئے تھے۔ بلکہ ان میں ان اوصاف کا احساس تک باقی نہ رہا تھا۔ اس کی وجہ فطرت مردانہ کی تباہی ہے۔ یہ فطری اثرات ہیں جن کو فطرت مردانہ کے حامل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ جیسے ایک عقل مند کم عقل انسان کو سمجھ سکتا ہے۔

جب جلق کے بد اثرات شروع ہوتے ہیں تو ظاہرا طور پر جنسی خرابیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یعنی خواہش جماع اور قوت جماع ختم ہو جاتی ہے۔ اوّل خواہش جماع ختم ہوتی ہے اور بعد میں قوت جماع بگڑ جاتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر ذہنی اور عقل قویٰ میں بھی ضعف پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے تمام جسمانی قوتیں کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب جلق کرنے والے کے جسمانی قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں تو اس کو جلق کی تحریک کس طرح پیدا ہوتی ہے۔

جلق کے لئے تین محرک ہوتے ہیں۔ اوّل بدلوگوں کی صحبت میں رہنے سے جنسی جذبات بھڑکتے ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی جلق شروع کر دیتے ہیں۔ دوسرے گردوں میں سوزش ہو جانے کی وجہ سے جنسی قوت پر دباؤ بڑھ جاتا ہے، جس کی فوری تسکین بغیر جلق کے ممکن نہیں ہے۔ تیسرے تصور محبوب اور حسین صورت بھی جلق کی محرک بن جاتی ہیں۔ وہ تصور میں ان سے لطف اندوز ہوتا ہے اور ان خیالی صورتوں کو پیش نظر رکھتا ہے جو اس کی خوشی یا خواہش کا باعث ہو سکتی ہیں۔ لیکن جب یہ خیالی صورتیں ان میں تحریک پیدا نہیں کر سکتیں تو اس تحریک اور لذت کے لئے فحش کتب پڑھتا ہے یا گندی تصویریں دیکھتا ہے۔ لیکن جب رفتہ رفتہ یہ صورتیں بھی تحریک اور لذت پیدا نہیں کر سکتیں تو اس کے ساتھ ہی قوت جماع بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس طرح خواہش جماع اور قوت جماع دونوں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ شخص اپنی صحت تباہ کر کے اپنی مردانگی برباد کر لیتا ہے اور حقیقی طور پر نامرد ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ عورتوں سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے اور ہمیشہ بچ کر گزرتا ہے۔ یہاں تک کہ ماں اور بہن کی محبت سے بھی دور بھاگتا ہے بلکہ گھر بھر سے دور رہتا ہے۔ اکثر اپنا وقت تنہائی میں گزارتا ہے اور تنہائی اس کو تسکین دیتی ہے۔ ایک واقعہ سنئے:

ایک نوجوان آدمی کا باپ اس کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ کسی نہ کسی بہانہ سے ٹال دیتا اور آئندہ وقت پر ملتوی کر دیتا۔ آخر کار اس نے اپنے باپ سے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھے جماع کی خواہش بالکل نہیں ہے اور التجا کی کہ آئندہ اسے اس بارے میں کچھ نہ کہا جائے۔ باپ بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر نہایت پریشان ہوا اور بڑی مشکل سے اس کو اس امر پر مجبور کیا کہ وہ اپنا علاج کرائے۔ وہ معالج کے پاس بغرض علاج گیا۔ پہلے لڑکے

کلیاتِ تحقیقاتِ صابر ملتانیؒ

اور بعد میں صاف اقرار کرلیا کہ وہ کئی سالوں سے جلق کار رہا ہے۔ البتہ کئی دفعہ اس نے
نے درخواست کی کہ باپ دوسرے کمرے میں چلا جائے
نے سارے معاملے پر کامل غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جلق میں لطف زیادہ اور تکلیف
نہایت عمدگی سے جماع بھی کیا ہے۔ لیکن جب میں نے
ماہے کہ اسی طریق پر کاربند رہے جس کو اس نے اختیار کرلیا ہے۔ وہ ایسا سادا آدمی تھا کہ
بہت کم ہے۔ اس کو جماع کی کوئی خواہش نہیں بلکہ ہے۔
اس نے صاف کہہ دیا کہ یہی عمل درآمد اس ذہن میں ان تمام نتائج بد کا اثر بٹھا دے جو اس کی قوت رجولیت اور ذہنی خرابی کا باعث ہو گئے
معالج نے بڑی کوشش گفتگو کرتا تھا اور اس طرح اس کی تائید کرتا تھا کہ معالج کو خیال پیدا ہوا کہ اس کے دماغ میں جنون کا بھی
ون اس کو بالکل مغلوب کرلے گا۔ وہ چلا گیا۔ اس کے بعد اس کا ذکر نہیں سنا گیا۔
ہیں۔ مگر وہ ایسی بے پروائی لیا دیکھتا ہے کہ ایک بار وہ پھر اس کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ ایک نہایت خوبصورت نوجوان لڑکی تھی جس کو
دخل ہے اور غالباً اس کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو ساتھ کے کمرے میں بٹھایا اور پھر معالج کے پاس تسلی سے
جب وہ ان سے رخصت ہوا تو گھر جا کر معاملہ ازدواج پر اس نے بہت غور کیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ کی
اس تک کہ چند مرتبہ اس نوجوان لیڈی کے پاس گیا جس سے اس کا باپ اس کو بیاہنا چاہتا تھا، لیکن وہ اپنی طبیعت کو ہرگز مائل نہ
ر وہ کئی بار رنڈیوں کے مکان پر گیا لیکن اسے جماع کرنے کی کوشش میں کبھی جراءت نہ ہوئی۔ اس کے دِل میں جماع کی طرف
یٹھ چکی تھی۔ بالخصوص ایسی عورتوں سے جنہوں نے جماع کو ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے۔

پھر اس کو خیال آیا کہ کسی ایک عورت کے ساتھ تعلق پیدا کرلینا چاہئے تا کہ اس بات کا امتحان ہو جائے کہ عورت پر قادر بھی ہوسکتا ہے یا
کل بے کار ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک عورت کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرلیا۔ مگر چونکہ اس کے دِل میں جماع کی خواہش پیدا نہ ہوئی۔ اس نے
ب ہفتہ بعد اس سے تعلق توڑ لیا۔

تھوڑا عرصہ ہوا کہ اس کو سرکس کا تماشا دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جہاں پر وہ ایک نوجوان عورت پر دفعتہً عاشق ہو گیا جو اس سرکس میں کام کرنے
وں میں شریک تھی۔ وہ گھوڑے کی پشت پر بڑی پھرتی اور دلیری سے سوار ہوتی تھی۔ اس نے اس عورت سے ناجائز تعلق پیدا کرنے کی خواہش
ہر کی جس کو اس نے سخت ناراضگی کے ساتھ نامنظور کیا۔ آخر شادی پر رضامند ہو گئی۔ چنانچہ شادی کے دِن سے اس دِن تک نہایت خوش اور مسر
اور اپنی حالت پر خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا تھا۔

جلق اور مستورات

ذیل کے امراض عورتوں کو صرف جلق کی وجہ سے لاحق ہونا ممکن ہیں: حد درجہ کا عصبی مزاج ہونا، حد سے بڑھ کر شرم، ا
راز کا کم ہونا، طاقت کا زائل ہونا، بدہضمی، دردسر، بے قاعدہ اور بے سبب درد، زرد اور بے خون چہرہ نظر آنا، حلقہ دار آنکھیں
د اعصاب، بدن پر گوشت کی کمی۔

علاوہ ان کے بے شمار خفیف تکالیف کا ہونا، جو اس بدی کے شکار کو لاحق ہوتی ہیں۔ سخت عصبی امراض، صرع
م رحم، رحم کا بے قاعدہ محل وقوع، نفسانی قویٰ اور اعضاء کی سستی اور بالآخر قطعی بے کاری۔

پاک و ہند میں جب کنواری لڑکیوں کو جن بھوت اور چڑیلوں کا اثر ہوتا ہے اور مختلف صورتیں نظر آتی ہیں

کی لڑکیاں شادی ہوجانے کے بعد بھی ان اثرات کے زیر اثر رہتی ہیں۔ اس قسم کی لڑکیوں اور عورتوں کی یہ اکثر عادت ہوتی ہے کہ وہ خوشی وغمی جیسے خاص موقعوں پر بے ہوش ہوجایا کرتی ہیں اور عالم بے ہوشی میں مختلف متبرک یا خوفناک صورتوں کا دیکھنا بیان کرتی ہیں۔ ایسی لڑکیوں اور عورتوں کو ذرا ذرا سی بات پر غصہ آجاتا ہے۔ اگر ان کی مرضی کے مطابق کوئی بات نہ کی جائے تو کئی کئی ... بلکہ اکثر اپنی شدت غصے میں بھری رہتی ہیں اور غصے کی وجہ سے درد سر اور درد شکم میں مبتلا رہتی ہیں۔ جس کا اظہار وہ وہاں پر پٹی باندھ کر کرتی ہیں۔ پیٹ میں ہوا کا گولا بن جاتا ہے۔ پیٹ کا پھول جانا اور بدہضمی تو روزانہ کی بات ہوتی ہے اور ہمیشہ بھوک ... بے ہوش ہوجاتی ہیں۔ یا ان کے جب کھانے کا وقت آتا ہے تو سب سے زیادہ کھانا کھاتی ہیں۔ زیادہ تر لذیذ ومقوی اور مرغن اغذیہ خاص ... حلوہ پوری اور پراٹھا، گھی میں تربتر، دودھ یا بادام کی کھیر، حریرہ، مغزیات کے لڈو، اسی قسم کی کوئی اور مٹھائی کھاتی ہیں۔ ساتھ ہی ... کرتی رہتی ہیں۔ لیکن بھوک نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ نہیں کھایا جاتا۔

ایسی لڑکیاں اور عورتیں نہ کسی اور کے گھر رہ سکتی ہیں اور نہ کسی اور کو کھاتا دیکھ سکتی ہیں۔ ہر لڑکی کے فیشن پر اعتراض، ... اور منہ بناتی ہیں۔ یہ سب کچھ ان کے جنسی جذبات کی شدت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر سمجھ دار معالج ذرا ان کی طبیعت کو سمجھ کر علاج کرے آرام آجاتا ہے۔

اسباب جلق

جلق پر ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں جن میں اس کے اسباب اور نتائج بھی شامل ہیں۔ تاہم اختصار کے ساتھ ان کے اسباب درج ذیل ہیں: صحبت بد اور فحش خیالات کا پرچار، کثرت شہوت، اولاد کی طرف سے بزرگوں کی غفلت، سنگ مثانہ، سوزش جگر، کرم امعاء، سوزش غلفہ، ریگ گردہ، عصبی فتور وغیرہ اسباب سے جنسی تحریکات کا احساس ہونے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے خیالات قبل از وقت اعضائے تناسل کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں اور پھر ادنیٰ سی تحریک پر وہ جلق کے خوگر ہوسکتے ہیں۔ اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو جہالت و ناواقفی ایک بڑا سبب اور اصل سرچشمہ اس بدعادت کے اختیار کرنے کا بن جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسانی صحت کو کسی چیز سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ اعضائے تناسل کے علم کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ قابل شرم وحیا خیال کیا جاتا ہے۔ انسان کو بدن وروح دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پھر روح کو غالب اور بدن کو مغلوب قرار دے کر اعضائے تناسل کی طرف سے ایسی چشم پوشی اختیار کرلی گئی ہے کہ گویا وہ بدن کا محض غیر ضروری حصہ ہیں ان کی طرف سے ہم بےخبر ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر وہ بےخبری اور بے پروائی ہم پر نئے نئے حملے کرکے آتی ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ بچوں کو اعضائے تناسل کی تشریح اور فزیالوجی پڑھا کر ان کے نقصانات سے آگاہ کر دیا جائے۔ بلکہ والدین کو بقدر ضرورت ان بدعادات کے نقصانات کا علم ہونا چاہئے تاکہ وہ بچوں کی نگرانی کریں۔ ان میں اگر ایسے خطرناک اثرات محسوس کریں تو ان کو معالج کے پاس لے جا کر ان تحریکات کے اسباب معلوم کرکے ان کا بچپن ہی سے باقاعدہ علاج کرادیں تاکہ وہ جلق اور اسی قسم کی دوسری بدعادات سے محفوظ رہ سکیں۔

ات

اس مرض کے بیمار نہایت ہی پست ہمت اور بزدل ہوتے ہیں۔ چہرہ اداس، طبیعت غمگین، کاروبار سے بے پرواہ اور مجلس سے گریزاں، رد، آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے، نہایت شرمیلا مزاج، ہروقت آنکھیں نیچے کئے ہوئے، آنکھیں ملا کر بات چیت نہ کرنا۔ ہتھیلیوں اور تلوؤں سینہ، عورتوں کی صحبت سے گریزاں اور اکثر تنہائی پسند ہوتے ہیں۔

علاج بالتدبیر

پہلے اس بدعادت کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس غرض کے لئے اطباء نے کئی طریقے تجویز کئے ہیں۔ مریض کو اس عادت کا ایک ذہنی احساس ہوتا ہے، اس لئے خیال آنے پر وہ بے اختیار آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آدمی کیسا ہی سمجھ دار ہو جلق کے نقصانات سے کتنا ہی واقف ہو، خیال آتے ہی بے بس ہو جاتا ہے اور کارروائی شروع کر دیتا ہے۔ اس لئے رفع عادت کے لئے صرف پند و نصائح ہی کافی نہیں ہو سکتے۔

اس بدعادت سے دور رکھنے کے لئے اوّل صورت یہ ہے کہ قضیب پر آبلہ انگیز ادویہ کا ضماد لگا دینا چاہئے، تاکہ درد کی وجہ سے مریض قضیب پر ہاتھ پھیرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ دوسرے آبلہ انگیز ادویہ اعصابی ہوتی ہیں اور اعصابی ادویہ رطوبات پیدا کرتی ہیں، جن سے تناؤ اور شہوت کم ہو جاتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایسا طلا استعمال کرنا چاہئے جو اعصابی تحریکات بڑھا دیتے ہیں۔ ان کے استعمال سے آبلے تو پیدا نہیں ہوتے، مگر پھر بھی قضیب کی خارجی سطح میں ایسی تیزی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس پر ہاتھ کی رگڑ برداشت نہیں ہو سکتی۔ ایسے ضماد اور طلاؤں کے نسخہ جات علاج کے دوران بیان کریں گے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ اس بدعادت والے مردوں یا عورتوں اور خاص طور پر نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو تنہائی میں بیٹھنے کا موقعہ نہ دیا جائے اور رات کو ان کو اکیلا نہ سونے دیا جائے۔ بلکہ ہمیشہ ان کے ساتھ ان کا کوئی بزرگ بھی سوئے۔ وعظ و نصیحت سے ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا کیا جائے۔ خاندانی وقار کو بیدار کیا جائے اور اس امر پر زور دیا جائے کہ اس عادت بد سے آئندہ خاندانی نام و نمود کے ساتھ اولاد کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مریض کو صحت کے تباہ ہو جانے اور آئندہ خطرناک امراض کی پیدائش کا یقین پیدا کیا جائے اس طرح رفتہ رفتہ وہ ذہنی طور پر بھی اس مرض سے دور رہنا قبول کر لیتا ہے۔

جب اس بدعادت کی طرف سے مریض کے دِل میں نفرت پیدا ہو جائے اور دِل سے اپنی اصلاح کی طرف مائل ہو تو پھر اس میں طبعی جنسی قوت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ اس میں جماع کی رغبت بیدار ہو جائے۔ بعض معالج خصوصاً فرنگی طب کے حاملین قاطع باہ ادویہ استعمال کرا کے جنسی جذبہ کو ختم کر دیتے ہیں۔ جس سے مریض کی جسمانی صحت متاثر ہو کر خراب ہو جاتی ہے۔ مخدرات و مسکنات کا استعمال یقیناً نقصان پیدا کرتا ہے۔

ادویات کے استعمال سے قبل مریض کی روزانہ زندگی باقاعدہ کریں جیسے: صبح جلد اٹھنا، سیر کرنا، روزانہ غسل کرنا، اگر ہلکی ورزش کی عادت ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے، عبادت اور مذہبی کتب کے مطالعہ کی عادت ڈالی جائے، غذا وقت مقرر پر لینا، بھوک شدید نہ ہو تو غذا میں ناغہ کر لینے کی عادت ڈالنا، روزانہ ناشتہ میں مکھن یا دودھ گھی کا استعمال، دوپہر کے کھانے میں پھل اور سبزیوں کا زیادہ استعمال کرنا، اناج وغیرہ بہت کم کھانا، تاکہ غذا جلد ہضم ہو جایا کرے، رات کے کھانے میں ہلکی اور زود ہضم اغذیہ ہونی چاہئیں، کاروبار میں دل جمعی، اچھے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا جہاں پر دوسروں کی خدمت خصوصاً ملکی و قومی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ یاد رہے کہ دوسروں کی خدمت کا جذبہ اعصاب میں زندگی پیدا کرتا ہے۔

حلوہ مقوی اعصاب

نسخہ: مربہ گاجر ایک سیر، کھویا نصف سیر، الائچی خورد ایک تولہ، گھی حسب ضرورت لیں۔

ترکیب: اوّل مربہ گاجر باریک پیس لیں۔ پھر اس میں کھویا ملا لیں۔ پھر اندازاً کچھ گھی دیگچی میں ڈال کر اس میں الائچی خورد پیس کر ڈال دیں اور آگ پر رکھ دیں۔ جب الائچی قدرے سرخ ہو جائے تو اس میں مربہ گاجر اور کھویا ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ جب مربہ گاجر اور کھویا سرخ ہو جائیں تو اس وقت اس میں اس قدر گھی اور ڈال دیں کہ جس میں حلوہ تر بہ تر ہو جائے۔

مقدار خوراک: ایک چھٹانک صبح وشام ہمراہ نیم گرم دودھ استعمال کریں۔

فوائد: اعصابی عضلاتی مقوی، اعصاب ودماغ کو طاقت دیتا ہے۔ جسم میں صالح رطوبت پیدا کرتا ہے۔ ذکاوت حس کو دور کرتا ہے۔ جگر اور گردوں کی سوزش کو کم کرتا ہے۔ دِل کو فرحت بخشتا ہے۔ رنگت کو صاف اور جسم کو موٹا کرتا ہے۔ جس کو جلق کی بدعادت ہو ان کے لئے بہت مفید ہے۔

مٹھائی مقوی اعصاب

نسخہ: ناریل ایک سیر، مغز بادام نصف سیر، گوند کیکر نصف سیر، گھی ایک پاؤ، چینی دو سیر، پانی ایک سیر۔

ترکیب: اوّل ایک دیگچی میں گھی ڈال کر آگ پر رکھیں۔ اس میں گوند کیکر ڈال کر چمچہ ہلاتے رہیں۔ یہاں تک کہ گوند پھول جائے۔ ٹھنڈا ہونے پر اس کو پیس لیں۔ ناریل اور بادام کو بھی پیس کر گوند میں ملا لیں۔ پھر چینی میں پانی ڈال کر آگ پر رکھیں۔ جب دو تار کا قوام بن جائے تو آگ پر سے اتار لیں اور فوراً ہی اس میں وہ مرکب ملا کر کسی تھال میں ڈال لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر ٹکڑے کاٹ کر رکھ لیں۔

مقدار خوراک: آدھی چھٹانک سے ایک چھٹانک تک نیم گرم دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔

فوائد: (اعصابی عضلاتی مقوی) جگر و گردوں اور مثانہ کی سوزش کو کم کرتا ہے۔ نیا خون اور صالح رطوبت پیدا کرتا ہے۔ ضعف قلب کو بے حد مفید ہے۔ ذکاوت حس کو دور کرتا ہے۔ اعصاب ودماغ اور حواس خمسہ خصوصاً آنکھوں کو طاقت بخشتا ہے۔ رنگت کو صاف اور جسم کو موٹا کرتا ہے۔ جن کو جلق کی بدعادت ہو اس کا استعمال اس بدعادت سے دور رکھتا ہے۔

سفوف مقوی اعصاب

نسخہ: زیرہ سفید، کشنیز مقشر، خشخاش، تخم تربوز مقشر، تخم خربوزہ مقشر، خیارین مقشر اور چینی سب چیزیں ہم وزن لے لیں۔

ترکیب: سب کو کوٹ کر سفوف تیار کر لیں۔

مقدار خوراک: ایک تولہ سے تین تولہ تک ہمراہ دودھ نیم گرم استعمال کریں۔

فوائد: (اعصابی عضلاتی مقوی) اس میں بھی مندرجہ بالا خواص پائے جاتے ہیں۔

طلاء آبلہ انگیز

نسخہ: روغن کنیر، روغن ترب ہر دو ایک ایک پاؤ، روغن جمال گوٹہ ایک تولہ، موم نصف پاؤ۔

ترکیب: پہلے موم کو کسی برتن میں آگ پر رکھ کر گرم کریں۔ جب موم پگھل جائے تو اس میں باقی روغن ملا لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار استعمال: ضرورت کے مطابق تھوڑا سا لے کر حشفہ اور نیچے کی نالی چھوڑ کر باقی جسم قضیب پر لیپ کر دیں۔ مالش کی ضرورت نہیں۔

روزانہ ایک بار رات کو کافی ہے۔ چند دنوں میں دانے نکل آئیں گے۔ جن سے ایک طرف قضیب کو طاقت آئے گی، کجی دور ہو جائے گی اور جلق کی عادت ختم ہو جائے گی۔

طلاء آبلہ انگیز شدید

شیر عشر، شیر تھوہر دونوں ہم وزن ملا کر مسلسل ایک گھنٹہ کھرل کر لیں۔ بس تیار ہے۔ (اعصابی غدی شدید) فوائد کے لئے بے انتہائی مفید ہے۔

مقدار استعمال: ضرورت کے مطابق مندرجہ بالا طریق پر استعمال کریں۔ کجی و دبلا پن اور لمبائی میں کمی ہو گئی ہو تو اس کا استعمال بے حد مفید ہے۔ اس کے استعمال سے قضیب پر آبلے اُبھر آئیں تو دوا لگانا ترک کر دیں۔ یہ آبلے خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔ جلق کی عادت کو روکنے کے لئے مفید ہے۔ اگر آبلوں کی تکلیف زیادہ ہو اور اس کو روکنا مقصود ہو تو روغن کنجد ایک چھٹانک میں پانچ ماشے ست اجوائن شامل کر کے ان پر دن میں دو تین بار لگائیں۔ آبلے بھی رفع ہو جائیں گے اور طاقت بھی قائم رہتی ہے۔

طلاء مقوی شاہی

نسخہ: عطر گلاب، عطر حنا، عطر مشک، ایک ایک حصہ، روغن صندل (اگر میسوری ہو تو بہتر ہے) پانچ حصے۔

ترکیب: سب کو ملا لیں۔ تیار ہے۔

مقدار خوراک: (اعصابی عضلاتی مقوی) ضرورت کے مطابق حشفہ اور نیچے کی نالی چھوڑ کر قضیب پر ہلکے ہلکے مالش کریں۔ اس سے آبلے نہیں نکلتے۔ اس سے کجی و کمزوری اور دُبلا پن دور ہو جاتا ہے۔

جریان

جریان کے معنی کسی رقیق مواد کا بہنا ہے۔ طبی اصطلاح میں عام طور پر منی کے بلا ارادہ یا بلا ضرورت بہنے کو کہا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو جریان منی کہتے ہیں۔ اس کو سیلان منی بھی کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اس کو اسپرمے ٹوریا کہتے ہیں۔ جو دو یونانی الفاظ سے مرکب ہے۔ ایک لفظ سپرم ہے جس کے معنی تخم یا بیج کے ہیں اور دوسرا لفظ ٹوریا ہے جس کا معنی بہنا ہے۔ چونکہ منی جسم انسان میں تخم یا بیج کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے اس کو جریان منی کہتے ہیں۔ عام لوگ اس کو دھات بہنا کہتے ہیں۔ چونکہ منی کا عام طور پر اخراج بوقت مباشرت ہوتا ہے جس کو انزال (گرنا) کہتے ہیں۔ مگر جریان کی صورت میں منی بغیر مباشرت، بغیر خواہش، بغیر ارادہ اور اکثر بغیر انتشار کے اخراج پا جاتی ہے بلکہ بہہ جاتی ہے جو اکثر سیلان کی صورت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو جریان منی کہتے ہیں۔ ضعف باہ کی چوتھی قسم جریان منی ہے۔ پیشاب و پاخانے کے وقت پیشاب سے قبل یا پیشاب کے ساتھ یا پیشاب کے بعد جب کوئی سفید مادہ خارج ہوتا ہے اس کو عام طور پر جریان منی کہتے ہیں ں اس کے علاوہ شہوانی خیالات یا کپڑے کی رگڑ کی صورت میں بھی اکثر جریان کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بعض اطباء سرعت انزال اور احتلام کو بھی جریان منی میں شمار کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں علامات جریان سے بالکل جدا ہیں۔ سرعت انزال کی علامات اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب عمل مباشرت میں بہت جلد انزال ہو جائے۔ یہ حالت انزال ہے، جریان یا سیلان نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس میں عمل و ارادہ اور خواہش کو بھی دخل ہوتا ہے۔ اسی طرح احتلام کی علامت اس حالت میں پیدا ہوتی ہے جب مریض کو حالت خواب میں انزال ہو جائے۔ اس میں اگرچہ لذت اور خواہش نہیں ہوتی مگر یہ بھی صورت انزال ہوتی ہے۔ اس لئے احتلام بھی جریان منی

سے ایک مختلف حالت اور علامت ہے۔ ان تینوں کے اسباب اور علامات بھی جدا جدا ہیں۔ جن کی تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی۔

جریان منی کی طرح دو رطوبتیں اور بھی اخراج پاتی ہیں۔ عام طور پر ان کا اطلاق بھی جریان منی پر کر دیا جاتا ہے۔ مگر یہ دونوں رطوبتیں دراصل منی سے جدا ہیں۔ اگرچہ ان دونوں کے رنگ بھی سفید ہوتے ہیں مگر دونوں منی سے علیحدہ شمار ہوتی ہیں۔ ان میں ایک رطوبت کا نام مذی ہے اور دوسری رطوبت کو ودی کہتے ہیں۔ مذی ایک ایسی لطیف شے ہے جو لذت کے وقت اخراج پاتی ہے۔ عام طور پر جذبہ مباشرت اور لذت کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کے اخراج کی حقیقت یہ ہے کہ منی کے اخراج کے وقت اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ منی کے اخراج کی صورت میں پیشاب کی نالی تر رہے تاکہ منی کی حدت سے پیشاب کی نالی میں رکاوٹ یا سوزش نہ پیدا ہو جائے۔ جس سے نقصان کا خدشہ ہوتا ہے۔ عام لوگ اس کو بھی منی خیال کرتے ہیں اور اس کی زیادتی کو بھی باعث نقصان خیال کرتے ہیں۔ اس کے کثرت اخراج میں کچھ نہ کچھ نقصان تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت میں اس سے کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا۔ اس کا اخراج ایک فطری امر ہے، کیونکہ جب تک ایک شخص حالت لذت میں رہے گا، اس وقت تک مذی کا اخراج جاری رہے گا۔ جو لوگ ضرورت کے خلاف زیادہ وقت لذت میں صرف کرتے ہیں، ظاہر ہے اس سے رطوبت کا اخراج زیادہ ہوگا، گویا اس کی زیادتی ہر شخص کے جذبات کی زیادتی اور حصول لذت پر منحصر ہے۔ اسی طرح بعض لوگ حسن و عشق اور لطف و محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح غیر شعوری طور پر ان کے جذبات لذت سے بھڑکتے رہتے ہیں جن سے ان میں اس رطوبت کی پیدائش اور اخراج بڑھ جاتی ہے۔ بعض دفعہ کثرت جذبات سے اس کا اخراج بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔ جس کے نتائج اکثر خراب ظاہر ہوتے ہیں۔

دوسری رطوبت ودی ہے جو پیشاب کے وقت فطری طور پر اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ پیشاب کی نالی کو تر رکھے اور نالی میں پیشاب کی جلن اور تیزابیت کا احساس نہ ہو۔ جب بھی پیشاب میں حدت اور تیزابیت پیدا ہوتی ہے تو اس رطوبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس سے جلن اور سوزش دور ہو جاتی ہے۔ بہرحال یہ دونوں رطوبتیں منی سے بالکل جدا ہیں۔

جنسی لذت

لذت بھی ایک جذبہ ہے، جس طرح مسرت اور غم غصہ انسانی جذبات ہیں۔ جب انسان میں کوئی جذبہ شدت یا تسلسل اختیار کرتا ہے تو اس کا اثر دل و دماغ اور جگر پر پڑتا ہے۔ اس سے دورانِ خون میں اس طرف تیزی ہو جاتی ہے۔ اگر دورانِ خون میں یک بیک شدت پیدا ہو جائے تو اکثر موت واقع ہو جاتی ہے۔ خوشی و مسرت ایک اچھا جذبہ ہے۔ لیکن اس کی شدت سے بھی موت واقع ہو جاتی ہے۔ جس کو شادی مرگ کہتے ہیں۔ اسی طرح غم مرگ اور خوف مرگ واقع ہو جاتے ہیں لیکن جب کسی جذبہ میں شدت نہ ہو مگر تسلسل ہو تو اس سے اس عضو کی طرف دوران خون اکٹھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے وہاں پر خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

یہی صورت جذبہ لذت کے حصول میں بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ جذبہ جنسی لذت کے تحت ہو یا کسی اور لذت کے تحت۔ بہرحال دورانِ خون پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ اس میں شدت ہو تو اس کا نقصان فوراً ظاہر ہو جاتا ہے اور اگر اس میں تسلسل ہو تو اس کا نقصان رفتہ رفتہ پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات بہت خوفناک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن میں جریان و سیلان الرحم اور ذیابیطس و خارش قابل ذکر ہیں۔ جب تک جذبہ لذت ختم نہ ہو ایسے امراض سے چھٹکارا پانا مشکل ہو جاتا ہے۔

مرد ہو یا عورت، ان کی خواہشات میں مسرت اور لذت کو بہت دخل ہے۔ وہ شب و روز ان کے حصول میں جدوجہد اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے جنسی لذت کے علاوہ کھانے پینے میں لذت، زیور و کپڑے میں لذت، مکان و سجاوٹ میں لذت، پھلوں، پھولوں میں لذت، سیر تماشوں میں لذت، نغمہ و سرود میں لذت، یہاں تک کہ شراب اور رقص میں لذت۔ یہ ہر قسم کی مسرتیں اور لذتیں

کبھی کبھار تو برداشت ہو جاتی ہیں لیکن ہمہ وقت مسرت ولذت کے چکر میں پڑے رہنا سخت نقصان رساں ہے۔ اس سے دیگر امراض کے علاوہ ہارٹ فیل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدرت فطری طور پر انسان کو غم وغصہ اور خوف وندامت کے اثرات کا احساس دلاتی رہتی ہے تاکہ مسلسل ایک ہی جذبہ زندگی کے لئے نقصان کا باعث نہ بن جائے۔ یاد رکھیں کہ خود پرہیزگاری ہی انسان کو ہر جذبہ کی شدت اور تسلسل سے محفوظ کر سکتی ہے۔

بچوں سے لاڈ کرنا بھی ایک خاص قسم کی لذت ہے۔ اس سے بچوں اور ماں باپ بلکہ بہن بھائیوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ لاڈ کو غلطی سے پیار سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ لاڈ اور پیار میں بہت فرق ہے۔ لاڈ غیر فطری صورت ہے جو صرف بچے کی مرضی کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ جو اس کی ایک لذت کے جذبہ کی تکمیل ہے جس سے دورانِ خون ایک خاص جانب دورہ کرتا ہے۔ اور نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ لیکن پیار ایک فطری صورت ہے جس میں اس اخلاق اور کردار حسنہ کی تکمیل مدنظر ہوتی ہے۔ اس لئے اگر بچہ کوئی ناجائز اور غلط قسم کی ضد کرے تو یہ اس کی لذت ہے۔ اس کا قائم رہنا اس کی صحت اور زندگی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جو ماں باپ اور بہن بھائی اس کی غلط مرضی اور ضد پورا کرتے رہتے ہیں وہ بھی اسی لذت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جریان اور فرنگی ماہرین کی رائے

طب یونانی کا دعویٰ ہے کہ فرنگی طب (ڈاکٹری) و ماہرین جنسی امراض میں ناکام ہیں۔ ہم نظریہ مفرد اعضاء کے تحت اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ واقعی فرنگی ڈاکٹر جنسی امراض کی نہ حقیقت سے آگاہ ہیں اور نہ ہی اس کے علاج سے صحیح طور پر واقف ہیں۔ جہاں تک ان کے علاج کا تعلق ہے وہ صرف علاماتی ہے۔ یعنی پیدا شدہ علامات کو روکنا ہے۔ نہ کہ اصل امراض کو سمجھنا اور مدنظر رکھنا۔ جہاں تک علامات کو رفع کرنے کا تعلق ہے وہ بھی صرف تسکین وتخدیر کی حد تک ہے جو امراض وعلامات کی ابتدائی حالت تک تو مفید ہو سکتی ہے لیکن ان کی انتہا اور شفا کے لئے اور خاص طور پر سوزش کی حالت میں تحلیل کے بغیر شفا ناممکن ہے۔ ذیل میں فرنگی ماہرین کی آراء پر غور کریں اور ان کی بے بسی کا اندازہ لگائیں۔

قدیم مذہبی کتب سے اس مرض کا پتہ لگتا ہے۔ کیونکہ ان کی شریعت میں مریضان جریان کے لئے احکامات موجود ہیں۔

طب یونانی کی کتابوں (بقراط کی تصنیفات) میں اس مرض کا پتہ چلتا ہے اور بقراط حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو برس پیشتر گزرا ہے۔

ڈاکٹری کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرض پندرھویں صدی کے آخر تک بڑے بڑے طبیبوں کو بھی بخوبی معلوم نہ تھا۔ ان لوگوں کی کتابوں میں اس کا ذکر تو موجود ہے مگر قابل اطمینان بیان نہیں ہے۔

ڈاکٹر ہنٹر کے زمانہ تک اس مرض کے بارے میں حکماء کو سکوت رہا مگر اس وقت ان کی توجہ اس کی طرف زیادہ تر مائل نہ ہوئی۔

ہاں! البتہ ڈاکٹر لیلیے منڈ نے اپنا بہت سا قیمتی وقت اس کی تحقیق اور تفتیش میں صرف کیا اور کئی مریضوں کے حالات ان کے اپنے ہاتھوں سے لکھے ہوئے جمع کئے ہیں۔

سب سے زیادہ عام سبب اس مرض کا اعضائے تناسل کا ذکی الحس ہونا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سوائے کثرت منی کے دوسرے اسباب کا عمل اسی وقت ہوتا ہے جب کہ اعضائے تناسل کی حس پہلے سے زیادہ ہوگئی ہو۔ یہ حس کئی طرح زیادہ ذکی ہو جاتی ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً اوّل کثرت جماع جس سے تمام جسم خصوصاً آلاتِ تناسل ضعیف ہو جاتے ہیں اور منی چونکہ جلدی جلدی پیہم بنتی اور خارج ہوتی رہتی ہے تو اس سبب سے خصیتین جن میں منی بنتی ہے اور اوعیہ منی جن میں منی بن کر جمع ہو جاتی ہے اور وہاں سے خارج ہوتی ہے بہت ہی کمزور اور ذکی الحس ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حرام مغز اور اعصاب پر صدمہ پہنچنے سے اعضائے مذکور کا فعل خراب ہو جاتا ہے۔ پس جملہ نظام عصبی میں جو باہ سے تعلق

رکھتے ہیں حسیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ تحریک سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ ان سے جس طرح بن پڑے فوراً کار مفوضہ کو سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر قبض کی وجہ سے ذرا سا بھی دباؤ کیاۃ المنی پر پہنچے یا مقعد میں کسی نوع کا خراش یا محض نام کو ہی شہوت انگیز خیالات سے دغدغہ ہو تو منی فوراً خارج ہونے لگتی ہے۔

دوسرا بڑا سبب اس ذکاتِ حس کا جلق ہے جس سے نائزہ کی ساخت بگڑ جاتی ہے۔ اس کے اندر ہر وقت امتلائے دم اور خفیف ورم رہتا ہے۔ اس کا منہ سرخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ پیشاب بار بار آتا ہے۔ منی کی اصلیت بھی خراب ہو جاتی ہے اور چونکہ وہ اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہتی، اس سبب سے کیاۃ المنی اس کو ایک اجنبی جسم سمجھ کر اور بھی جلدی جلدی خارج کرتے ہیں۔ جلق سے اور کیا کچھ مضر نتائج پیدا ہوتے ہیں اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

تیسرا سبب اس تیزی کا اغلام ہے۔ اغلام کے علاوہ ان مضار کے جو جلق سے حاصل ہوتے ہیں یا کثرت جماع سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک اور خرابی یہ ہوتی ہے کہ مقعد کے گرد کے عضلاتی ریشے جو مانع دخول ہوتے ہیں ان کے سبب سے حشفہ کو زیادہ صدمہ پہنچتا ہے۔ نائزہ کا منہ کشادہ ہو جاتا ہے اور اس کی ساخت خراب ہو جاتی ہے۔

یونانی طبیبوں نے اس کے چھ اسباب بیان کئے ہیں۔ اوّل کثرت منی بہ سبب کثرت تناول مولدات منی۔ دوم حدت و حرافت منی کہ اس کے لذع کی وجہ سے طبیعت اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ سوم استرخائے ادعیہ منی بہ سبب برودت و رطوبت کہ جس کی وجہ سے اس کا ماسکہ ضعیف ہو جائے اور منی کو محفوظ کر سکے۔ چہارم تشنج ادعیہ منی۔ پنجم ضعف گردہ یا اس کی چربی کی شدت حرارت و شہوت یا کثرت جماع کی وجہ سے گلنا۔ ششم تصور جماع، استماع سخن جماع۔

ویدک طبابت کے طبیب جریان کے اسباب یوں لکھتے ہیں کہ زیادہ بیٹھنا، بہت سونا، نیا پانی پینا، بکرا بھیڑ، قند سیاہ، بہت شیریں چیزیں، بہت دہی اور بلغم پیدا کرنے والی خلاف طبیعت چیزیں، شراب کا بکثرت پینا وغیرہ۔ اس مرض کو پرمیہ کہتے ہیں اور تین طرح کے پرمیہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ جریان منی کو شکر پرمیہ لکھا ہے اور یہ علامت لکھی ہے کہ اگر منی سمیت پیشاب کرے اس کو شکر پرمیہہ کہتے ہیں اور اس کا علاج یوں لکھا ہے کہ دوب، دوریا، بیج ڈایا، سالو کا چھلکا ان کا کاڑھا پئے تو شکر پرمیہہ اور خون کا پرمیہہ جاوے۔

علامات جریان منی اس بگڑی ہوئی حالت کا نام ہے جو کثرت اخراج منی سے لاحق ہوتی ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ یہ وہ حالت جس کو کثرت اخراج منی کا نتیجہ خیال کرنا چاہئے۔ پس اس کے علاوہ وہ ہوں گی جو بکثرت اخراج منی کا نتیجہ سمجھی جا سکتی ہیں۔ یہ علامات دو حصوں میں منقسم ہو سکتی ہیں۔ اوّل علامات ابتدائی۔ دوم علامات انتہائی۔ ابتدائی علامات جو شروع مرض میں پائی جاتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

اخراج منی بلا ارادہ

اس میں منی بلا ارادہ خارج ہوتی رہتی ہے۔ اس اخراج کی دو اقسام ہو سکتی ہیں۔ اوّل بہ اعتبار وقت کے:

- اخراج منی رات کے وقت ہوتا ہے۔
- اخراج منی دن کے وقت ہوتا ہے۔
- اخراج منی دونوں وقت دن کو بھی اور رات کو بھی ہو سکتا ہے۔

دوم بہ اعتبار حالات کے۔ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً:

- اخراج منی کم وبیش شہوت اور نعوظ کے ساتھ ہوتا ہے یا بلا شہوت۔
- انزال بے خبری کی حالت میں ہوتا ہے یا اس وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔
- بعد اخراج منی ضعف وستی پیدا ہوتی ہے یا راحت وسکون ہوتا ہے۔

قسم اوّل کی تینوں صورتیں

صورت اوّل یہ کہ رات کو اخراج منی بلا ارادہ ہو جاتا ہے۔ عموماً رات کے آخری حصے میں جب کہ آدمی نیم خوابی کی حالت میں ہوتا ہے اور چت لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس وقت اخراج منی ہو جاتا ہے۔ اس کو انگریزی میں ناکٹرنل امیشن کہتے ہیں اور عربی میں اس کا نام احتلام ہے۔ اب احتلام کے وقفوں میں اور تعداد میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض آدمیوں کو ہر شب میں یا ہر ہفتے میں یا ہر مہینے میں ایک بار احتلام ہو جاتا ہے۔ بعضوں کو ہر شب، ہر ہفتے یا ہر مہینے کئی بار احتلام ہو جایا کرتا ہے۔ جیسے جیسے جلدی جلدی احتلام ہوتا ہے ویسے ہی اس کی مضر بھی زیادہ ہوتی ہیں۔

جریان کے اسباب

اکثر وہ حالات جن سے اعضائے تناسل کی طرف توجہ مائل رہے۔ جن سے ان اعضاء میں تنبیہ وانعاظ زیادہ پایا جائے۔ مثلاً کثرت جماع، جلق وغیرہ کا عادی وخوگر ہونا یا عشق انگیز قصوں اور کتابوں کا پڑھنا جس سے ہر وقت اعضائے تناسل متحرک حالت میں رہتے ہیں۔ ادنیٰ سی تحریک سے وہ نہایت سخت متاثر ہو جایا کرتے ہیں اور جھٹ منی خارج کرتے ہیں۔ عشقیہ خیالات سے رات کو خوابیں بھی عشق انگیز آتی ہیں۔

علامات جریان

جب مباشرت کے بغیر بلا خواہش منی کا اخراج خود بخود ہو تو یہ جریان منی یا سیلان منی کی سب سے بڑی علامت ہے۔ اخراج عام طور پر پیشاب و پاخانے اور جذبات کی شدت کے وقت ہوتا ہے۔ مگر جب جریان کا مرض بڑھ جاتا ہے اور اعضائے مخصوصہ زیادہ ذکی الحس ہو جاتے ہیں تو پائجامہ وغیرہ کی رگڑ سے، کسی خوبصورت شکل کو دیکھنے یا تصورات سے بھی اخراج کا مرض ہو جاتا ہے۔ جب مرض میں کچھ مدت گزر جاتی ہے تو ذیل کی علامات پیدا ہوتی ہیں:

ضعف ونقاہت کے آثار مثلاً کمزوری تھکان، دماغی محنت کا نہ ہوسکنا۔ خیالات کا منتشر رہنا، توجہ کا کسی خاص امر پر منعکس نہ ہونا۔ تھوڑا سا چلنے سے پنڈلیوں میں کمزوری کا پایا جانا۔ صبح بستر سے بیدار نہ ہوسکنا۔ سر کا بوجھل رہنا، نسیان کا لاحق ہو جانا۔ جب ان علامات میں شدت پیدا ہو جاتی ہے تو ذیل کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں، جیسے: محنت کا کوئی کام مریض سے نہیں ہوسکتا۔ محنت کسی قسم کی ہو، جسمانی ہو یا دماغی ہو، تھوڑا سا کام کر کے اس کو دم چڑھ جاتا ہے۔ خیالات درست نہیں رہتے۔ اس کے خیالات اکثر پریشان اور غیر منظم ہوتے ہیں۔ حافظہ کمزور اور قوت فیصلہ بے کار ہو جاتی ہے۔ سر میں گاہے درد اور گرانی رہتی ہے۔ کمر و پشت اور پیٹ وسینہ میں اکثر عصبی درد رہتا ہے۔ ہاضمہ خراب، ڈکاریں اور نفخ رہتا ہے۔ نیند نہیں آتی اور اگر آتی ہے تو اس سے نہ راحت معلوم ہوتی ہے اور نہ تھکن اترتی ہے۔ خوابیں ڈراؤنی آتی ہیں۔ رفتہ رفتہ مثانہ میں خراش، مقعد وحشفہ اور احلیل میں جلن معلوم ہوتی ہے۔ ریڑھ پر چیونٹیاں چلتی معلوم ہوتی ہیں۔ رانوں اور جنگاسوں کے عضلات میں درد، پنڈلیوں میں کپکپی رہتی ہے۔ نگاہ اور سماعت میں کمزوری شروع ہو جاتی ہے۔ جلد کا رنگ زرد وسیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ انثیین میں ہلکا ہلکا درد ہوتا ہے۔ دقت تنفس، چڑ چڑا پن، پاؤں کے تلوؤں میں جلن، عام بدنی لاغری اور کمزوری روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور آخر کار قوت باہ برباد ہو جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ اس مرض میں جسمانی

اور جنسی کمزوری کے علاوہ درد سر دائمی، سر چکرانا، ضعف بصارت، ضعف سماعت، مرگی، جنون، ضعف ہضم، مزمن اور دق وسل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ ایک خوفناک مرض ہے کہ اس کا علم بعض اوقات مریض کو نہیں ہوتا اور یہ اپنا کام کر جاتا ہے۔

تشخیص مرض

جب کوئی مریض علاج کے لئے آئے اور وہ خود جریان اور جنسی کمزوری کا ذکر نہ کرے لیکن نبض وقارورہ اور چہرے پر اس کے آثار اور علامات ظاہر ہوں تو معالج کو اس مرض کی تشخیص کرنا نہایت ضروری ہے۔ لیکن اکثر مریض خصوصاً نوجوان اس مرض کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے۔ دوسرے بعض مریض واقف ہوتے ہیں لیکن شرم کی وجہ سے بیان نہیں کرتے اور بعض مریضوں نے خود بری عادتوں میں پڑ کر اپنا نقصان کیا ہوتا ہے۔ اس لئے ان میں بیان کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ یہ صرف معالج کا کام ہے کہ جب بھی وہ کسی ایسے مریض کو دیکھے کہ پہلی تشخیص کے بعد مریض کو سمجھا دے کہ وہ کسی برے مرض میں گرفتار ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مریض کسی اور مرض میں گرفتار ہوتا ہے اور اس کے ساتھ جریان کی علامت بھی پائی جاتی ہے۔ مگر مریض جس مرض میں گرفتار ہوتا ہے وہ اس کی تکلیف سے خلاصی نہیں پا سکتا اور نہ ہی کسی اور علامت یا مرض کی طرف توجہ دے سکتا ہے۔ یہ فرض معالج کا ہے کہ وہ اپنی تشخیص میں اس مرض کو معلوم کرے اور اس امر کا یقین کر لے کہ پہلے جریان کا علاج ضروری ہے یا اس مرض کا جس میں مریض مبتلا ہو چکا ہے۔

صرف ایک مرض

یاد رکھیں کہ کسی مریض کو بیک وقت دو تین یا چار اس سے زیادہ مرض نہیں ہو سکتے۔ ہمیشہ ایک وقت میں ایک ہی مرض ہوتا ہے۔ باقی سب اس کی علامات ہوتی ہیں۔ البتہ بعض اوقات علامات یا کوئی ایک علامت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ مریض اور نادان معالج اس کو ہی مرض تصور کر لیتا ہے۔

اچھی طرح یاد رکھیں کہ تشخیص اسی علم کا نام ہے کہ مرض اور علامات کو جدا جدا کیا جائے تا کہ علاج میں آسانی اور یقینی صورت پیدا ہو جائے۔ اس طرح مرض اور علامات جلد سے جلد رفع ہو جاتی ہے۔

تشخیص کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مریض کی تمام علامات کا غور سے مطالعہ کرنے کے بعد مرض کا تعین کر لیا جائے اور پھر یہ یقین کر لیا جائے کہ تمام علامات واقعی اس مرض کی ہیں۔ اس تشخیص کا نتیجہ حیرت انگیز ہوگا یعنی اسی وقت سے مریض کا مرض اور تمام علامات رفع ہونا شروع ہو جائیں گی۔ مرض چاہے بیس سال پرانا ہو، صحیح تشخیص سے لوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دوا تو رہی ایک طرف صحیح غذا کے استعمال سے ہی اسی روز مرض اور تمام علامات کم ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور چند لحوں میں آرام کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو ممبر کبھی دواخانہ تشریف لائے ہیں، انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ کرشمے اور جادوگری دیکھی ہے۔ اس لئے بعض ممبر معالجین نے یہاں پر ایک ایک دو دو ماہ لگا کر اس فن کو حاصل کیا ہے۔ اس تشخیص میں زیادہ تر معالج کو نظریہ مفرد اعضاء اور اس کے ماتحت نبض وقارورہ اور چہرہ وجسم کی علامات سے تشخیص کی تعلیم دی جاتی ہے۔

بہر حال یہاں پر یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ صحیح تشخیص کے بعد فوراً ہی ہر مرض اور اس کی علامات رفع ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر یاد رکھیں کہ بغیر تشخیص کے صرف مریض کی حقیقت پر علاج کرنا حکمت نہیں عطائیانہ پن ہے، بلکہ گناہ ہے۔

جریان کا اصول علاج

یاد رکھیں کہ اصول علاج کا مقصد یہ ہے کہ ہر مرض کے علاج میں جو چند اصول مقرر کئے گئے ہیں، علاج ان کے تحت کیا جائے۔ کیونکہ بے مقصد دوائیں استعمال کرنا بے معنی ہوتا ہے بلکہ بعض دفعہ صحیح تجویز ونسخہ اور دوائیں بھی مفید ثابت نہیں ہوتیں۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ جریان ان امراض میں سے ایک ہے جن میں اکثر معالج ناکام رہتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو اکثر غلط سمجھا گیا ہے اور اس کے علاج میں بھی اس لئے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ورنہ جریان کا علاج مشکل نہیں ہے لیکن اصول علاج کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ جریان کے علاج میں یہ اصول ذہن نشین کرلیں: ذکات حس کا دور کرنا، صحیح غذا دینا۔

ذکات حس کا دور کرنا

ذکاوت حس کے معنی ہیں احساسات میں تیزی۔ یہ اصطلاح خصوصاً جنسی تحریک کے لئے بولی جاتی ہے۔ بعض معالج اور اکثر عوام اس حالت کو جسم میں گرمی کی زیادتی خیال کرتے ہیں۔ لیکن ایسا خیال کرنا صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جسم میں جس قدر بھی احساسات پیدا ہوتے ہیں ان کا تعلق اعصاب سے ہے اور جسم میں جس قدر بھی حرکات عمل میں آتی ہیں ان کا تعلق عضلات سے ہے اور جسم میں جس قدر رطوبات کا اخراج اور بندش ہے اس کا تعلق غدد کے ساتھ ہے۔ البتہ اس حقیقت کو ذہن نشین کرلیں کہ اعصاب میں جب تحریک پیدا ہوتی ہے تو غدد سے رطوبات کا اخراج شروع ہو جاتا ہے اور جب عضلات میں تحریک ہوتی ہے تو رطوبات کے اخراج میں بندش آ جاتی ہے جس کو ہم نزلہ کے نام سے بیان کر چکے ہیں۔ جو معالج ہیں حقیقت کو ذہن نشین کرلیں گے وہ ہر قسم کے رطوبات کے اخراج اور بندش کا علاج کر سکتے ہیں۔

ذکات حس کے علاج میں غلطی

ذکات حس کے متعلق یہ تصور عام ہے کہ گرمی سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا علاج اکثر مبردات ومسکنات اور مخدرات سے کیا جاتا ہے۔ یہ تصور بالکل غلط ہے، کیونکہ مبردات ومسکنات اور مخدرات وغیرہ اعصاب میں تیزی پیدا کر دیتی ہیں اور اس سے رطوبات کے اخراج میں تیزی آ جاتی ہے۔ البتہ دِل اور عضلات کے افعال میں سستی اور تسکین پیدا ہو جاتی ہے جس سے دورانِ خون میں کمی پیدا ہو کر عارضی طور پر علامت میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور دوا کا اثر دور ہونے پر مرض اور علامت پہلے سے بھی زیادہ شدت اختیار کر لیتی ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب میں بھی ذکاوت حس کے لئے مسکنات اور مخدرات استعمال کرائے جاتے ہیں۔ چونکہ اس میں گرمی سردی کا کوئی تصور نہیں ہے اس لئے وہ مبردات کا استعمال نہیں کرتے۔ البتہ جہاں کہیں سے دورانِ خون کو کم کرنا ہو وہاں پر سرد پانی کی پٹی اور برف تک کا استعمال کر لیتے ہیں۔ جیسے سرسام میں وہ اکثر برف کی ٹوپی استعمال کرتے ہیں۔

ہم پہلے بھی کئی بار لکھ چکے ہیں کہ فرنگی طب میں ہر عضو کے فعل میں دو ہی صورتیں تسلیم کی گئی ہیں۔ ایک کسی عضو کے خلل میں تیزی دوسرے کسی عضو کے فعل میں سستی۔ اوّل صورت کو تحریک اور دوسری صورت کو تسکین کہتے ہیں۔ اوّل صورت کے لئے محرکات اور دوسری صورت کے لئے مسکنات اور محذرات کا استعمال کرتے ہیں۔ تیسری صورت ان کے ذہن میں نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحریک اور سوزش کا علاج نہ مسکنات سے ہوتا ہے اور نہ ہی محذرات مفید ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی طب میں جریان واحتلام اور سرعت انزال کے لئے مدتوں تک برومائیڈ وائیڈ اور کلورل ہائیڈریٹ وغیرہ استعمال کرائے جاتے ہیں۔ مگر نہ یہ علامات رفع ہوتی ہیں اور نہ ذکاوت حس ختم ہوتی ہے۔

تحریک اور سوزش کا علاج صرف تحلیل ہے

جاننا چاہئے کہ جسم میں جہاں بھی تحریک وتیزی اور سوزش ہو اس کا علاج تحلیل ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ورم کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی اصول پر ذکاوت حس اور اعصابی تحریک کا علاج تحلیل سے کیا جاتا ہے۔ جہاں پر تحلیل کی جاتی ہے وہاں پر دورانِ خون کو تیز کرنا پڑتا ہے۔ جس سے وہاں کی سوزش رفع ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیں کہ محلل ادویہ انتہائی قسم کی خشک یا گرم خشک یا گرم تر ہوں گی۔

ایک راز کی بات

یہ صحیح ہے کہ ذکاوت حس اعصابی تحریک ہے مگر اس اعصابی تحریک کا دباؤ زیادہ تر جنسی اعضاء کے اعصاب پر ہوتا ہے۔ جس سے منی کا اخراج جاری رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے سر میں دباؤ ہو تو دردِ سر عصبی، ناک پر دباؤ ہو تو زکام، گردوں پر دباؤ ہو تو پیشاب میں زیادتی اور اگر آنتوں کے اعصاب پر دباؤ ہو تو اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اعصاب تو سر سے پاؤں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تحریک کم وبیش ہر جگہ ہوتی ہے، لیکن تکلیف وہاں زیادہ ہوتی ہے جہاں پر اس کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے۔

ماحول کا بدلنا

جریان اکثر انہی لوگوں میں دیکھا گیا ہے جن کا ماحول جنسی تحریکات سے بھرا ہوا ہو۔ اس میں بچہ وجوان، ادھیڑ و بوڑھا، عورت و مرد اور نیک و بد کی تخصیص نہیں ہے۔ یہاں تک کہ مولوی اور پیر کوئی بھی ہو جب جنسی ماحول ہوگا اس پر جنسی تحریکات کا ضرور اثر ہوگا۔ اس اثر کو روکنا انسانی اختیار میں نہیں ہے۔ کیونکہ حسن وخوبصورتی، لذت ولطف اور عشق ومحبت کے اثرات انسانی اعصاب پر اثر انداز ہو کر دِل اور عضلات کے افعال میں تیزی پیدا کر دیتے ہیں جن سے دورانِ خون میں تیزی آ جاتی ہے جو جنسی اعضاء کی طرف دوڑتا ہے جس سے وہاں پر تحریک شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو جریان ہو ان کو جنسی اثرات سے دور رہنا چاہئے۔ خاص طور پر عشقیہ قصے اور داستانیں، رقص وسرود اور عریاں وجنسی تصاویر کا دیکھنا بے حد نقصان دہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مرد وعورت کو ایک دوسرے کے حلقے میں شریک ہونے سے روکا ہے۔ لیکن فرنگی تہذیب نے یہ تمیز ختم کر دی ہے۔ جس سے آتشک اور سوزاک جیسے موذی امراض پیدا ہو کر نقصان کا باعث بن رہے ہیں۔ اس لئے جریان کے علاج سے قبل مریض کا ماحول بدلنا ضروری ہے۔

غذا کی صحیح ترتیب

جریان کے مریض میں اوّل تو غذا کی تبدیلی کی ہی نہیں جاتی۔ اگر کچھ کی جاتی ہے تو ٹھنڈی اغذیہ واشربہ پر زور دیا جاتا ہے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ کہ مریض کم مقدار میں زیادہ سے زیادہ پروٹین (لحمیات) والی اشیاء کھائے یہ کم مقدار کے باوجود بدن کو زیادہ حرارت وقوت فراہم کرتی ہیں۔ اس کا طریق کار یہ ہے کہ مریض کو تاکید کریں کہ غذا وقت پر کھائے، غذا کا درمیانی وقفہ کم از کم چھ گھنٹے ہو، اگر صبح شام کھائے تو زیادہ بہتر ہے اور اگر اتنے وقفہ کے بعد بھی شدید بھوک نہ ہو تو غذا کو دوسرے وقت پر چھوڑ دے۔

غذا میں صبح مکھن کے ساتھ ڈبل روٹی، دوپہر کو بھوک ہو تو کوئی پھل اور رات کو دلیہ، ڈبل روٹی وغیرہ کسی سالن کے ساتھ دے دیا کریں۔ جس میں گھی زیادہ ہو۔ کیونکہ جسم میں خشکی ہو تو اعصاب کی سوزش میں شدت ہو جاتی ہے۔ گھی ہی ایک ایسی شے ہے جس سے تحریکات و ذکاوت بلکہ سوزش تک ختم ہو جاتی ہے۔

علاج جریان بالا ادویہ

جریان کے علاج میں ذکاوت حس کا رفع کرنا ضروری ہے جس سے جوش باہ میں کمی واقع ہو جاتی ہے لیکن یہ کمی عارضی ہوتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کمی نہیں ہوتی اور جوش کی شدت میں کمی آ جاتی ہے اور جسم میں اعتدال قائم ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے اکثر قاطع باہ اور منی کو خشک کرنے والی ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ اصول تو صحیح ہے لیکن جب ادویات کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسی غلط ادویات استعمال کر دی جاتی ہیں جو فائدے کی بجائے نقصان کا باعث بن جاتی ہیں۔ یعنی قوت باہ میں تو کمی آ جاتی ہے مگر جریان بڑھ جاتا ہے۔ جیسے کشنیز، کاہو، کاسنی، نیلوفر، صندل، خشخاش، چہار مغز، افیون اور کافور وغیرہ۔ اسی طرح غذاؤں میں کدو، ٹنڈا، توری، شلغم، مولی گاجر وغیرہ کا استعمال جوش باہ کو کم کر دیتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایسی ادویات ہونی چاہئیں جو برودت کے ساتھ اپنے اندر کچھ حبس اور خشکی کی طاقت بھی رکھتی ہوں۔

ایک راز کی بات

جریان منی کے بہت سے اسباب ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن اگر صحیح دوا اور غذا کا استعمال کیا جائے تو اسی کے ساتھ ذکاوت حس اور دیگر اسباب خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تمام اسباب کا مرکزی اثر اعصاب پر اور جنسی اعصاب میں سوزش کا پیدا ہونا ہوتا ہے اور علاج میں اعصاب کی اس سوزش کو رفع کرنا ہوتا ہے جو ان ادویات اور اغذیہ سے وہاں تحلیل ہو کر رفع ہو جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے مفرد و مرکب ادویات اور مجربات و اغذیہ درج ذیل ہیں۔

جریان کے لئے مفرد ادویہ

آملہ، اسپند، اقاقیا، تخم املی سوختہ، پھلی اور گل کیکر، شیر برگد، بوپھلی، بہمن سرخ، بلیلہ، پیپل، پھٹکڑی، چاکسو، سلاجیت، سم الفار، طباشیر، عناب، کتھ، کرنجوہ، کلونجی، مازو، مائیں، ہیرا کسیس اور ہلیلہ۔ یہ سب ادویہ عضلاتی اعصابی ہیں۔

جریان کے لئے کشتہ جات

کشتہ فولاد، کشتہ الماس، کشتہ توتیا، کشتہ جست، کشتہ یاقوت، کشتہ خبث الحدید، کشتہ مرجان، کشتہ قلعی اور کشتہ چاندی وغیرہ۔ یہ سب کشتہ جات عضلاتی اعصابی ہیں۔ ان میں صرف کمی بیشی کا فرق ہے۔

جریان کے لئے اغذیہ

آڑو، امرود سرخ، مکی، باجرہ، باقلا، جامن، جوار، سنگھاڑا، سیب، شکر قندی، نارجیل اور چنا۔

جریان کے لئے گرم مفردات

اگر ضرورت ہو تو گرم ادویات بھی جریان کے لئے استعمال ہو سکتی ہیں۔ لیکن ان ادویہ میں خشکی ان کی گرمی سے زیادہ ہونی چاہئے۔ جیسے اذراقی، اسطوخودوس، انڈا، اندرائن، پیاز و تخم پیاز، جاوتری، چنا، خرما، کشتہ خرمہرہ، خولنجاں، دارچینی، مروارید، مکندر پھلی اور لونگ وغیرہ یہ سب عضلاتی غدی ہیں۔

جریان کے لئے مجربات

تحقیقات طبی فرماکوپیا میں جتنے بھی عضلاتی اعصابی اور عضلاتی غدی مرکبات اور مجربات دیئے گئے ہیں وہ سب جریان منی کے لئے

یقینی و بے خطا اور تریاق و اکسیر ہیں۔ اسی طرح تحقیقات المجربات میں جو نسخے جریان کے لئے لکھے گئے ہیں وہ سب بے حد مفید ہیں۔ ہمارے نسخہ جات و مرکبات اور مجربات کی یہی سب سے بڑی خوبی ہے کہ وہ سو فیصدی صحیح ہیں۔ البتہ مریضوں کو اپنی غذا اور ماحول کو درست رکھنا چاہئے۔ ان کے علاوہ ذیل میں چند مجربات درج کئے جاتے ہیں۔

سفوف جریان

نسخہ: ثعلب مصری ۲ چھٹانک، مغز تخم تمر ہندی سوختہ تین چھٹانک، آرد سنگھاڑا تین تولے۔

ترکیب: باریک پیس کر ملالیں، بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک دِن میں دو تین بار آب تازہ سے لیں۔

حبوب جریان

نسخہ: سم الفار ایک ماشہ، کشتہ فولاد دو تولے اور سلاجیت اصلی نو تولے۔

ترکیب تیاری: اوّل سم الفار کو کھرل میں ڈال کر کھرل کریں۔ پھر اس میں تھوڑا تھوڑا کشتہ فولاد ڈال کر کھرل کریں۔ جب تمام کشتہ ختم ہو جائے تو پھر سلاجیت اسی طرح کھرل کر کے ملالیں اور گولیاں بقدر دانہ نخود بنائیں۔

مقدار خوراک: ایک گولی صبح اور ایک گولی شام فوراً بعد از غذا ہمراہ چائے یا دودھ استعمال کریں۔ جریان کے علاوہ مولد و مقوی خون و جسم ہے۔

مٹھائی جریان

نسخہ: پستہ ایک پاؤ، اخروٹ تین پاؤ، ناریل چار پاؤ اور مربہ سیب آٹھ پاؤ۔

ترکیب تیاری: پہلے تینوں میوہ جات کو باریک کر کے ملالیں، پھر مربہ باریک کر کے ان میں ملالیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ایک تولہ سے تین تولے تک صبح ناشتہ کے ساتھ اور رات کو غذا کے ساتھ کھائیں۔

اکسیر جریان

نسخہ: کشتہ چاندی، کشتہ یاقوت، کشتہ مرجان، ہر ایک ڈیڑھ ڈیڑھ تولہ۔

ترکیب تیاری: سب کو ملا کر کم از کم نصف گھنٹہ کھرل کریں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ڈیڑھ رتی سے تین رتی تک منقیٰ میں ڈال کر کھالیں۔ دِن میں دو خوراکیں لے سکتے ہیں۔

تریاق جریان

نسخہ: خولنجاں دو تولے، رائی تین تولے، کلونجی تین تولے۔

ترکیب تیاری: تمام ادویات کو باریک کر کے باہم ملالیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: دو ماشے سے چار ماشے تک صبح و شام ہمراہ دودھ یا چائے استعمال کریں۔ جریان کے علاوہ مقوی خون اور مقوی بدن بھی ہے۔ مردمی طاقت کے لئے کامل بھروسے کا نسخہ ہے۔

احتلام

ماہیت احتلام

احتلام عربی لفظ ہے۔ اس کا مادہ حلم ہے، جس کے معنی خواب دیکھنا یا خواب میں جنسی لذت حاصل کرنا ہے۔ چاہے اس کی کوئی بھی صورت ہو۔ اس میں مباشرت و اغلام اور جلق و حظ شدید وغیرہ شامل ہیں۔ عوام میں یہ بدخوابی، خواب میں شیطان آنا یا خواب میں کپڑے خراب ہونا بھی کہتے ہیں۔ انگریزی میں ناک ٹرنل ایمیشن کہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نیند کی حالت میں جب منی اور اس کے اعضاء کا جسم پر دباؤ اور غلبہ ہوتا ہے تو لبیب جنسی جذبہ کو پیش کر دیتی ہے۔ جس سے جنسی جذبہ میں اس قدر شدت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور اس کا انزال ہو جاتا ہے اور یہ اخراج منی بلا ارادہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت انسان عام طور پر چت لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے احتلام خواب کی حالت میں اخراج منی کو کہتے ہیں۔ لیکن اکثر نیم خوابی کی حالت ہوتی ہے۔

سونے والے شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی بیوی سے جذبات محبت میں مشغول ہے یا حظ و لذت کے جذبہ شدید میں مبتلا ہے۔ پھر ایسی حالت میں اس کو بے اختیار اور بلا ارادہ انزال ہو جاتا ہے۔ احتلام کے متعلق بعض اطباء اور ڈاکٹروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ یہ خواب میں انتہائی حظ و لذت اور شدت جذبہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن اکثر کی یہ رائے ہے کہ چونکہ اس میں مادہ منی کا نقصان ہے اس لئے یہ مرض کسی مرض کی علامت میں شریک ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر احتلام گاہے گاہے ہو جو مادہ منی کے دباؤ سے ہو جاتا ہے تو کوئی بات نہیں۔ اس کی کثرت ضرورت علامت مرض ہے۔ اسی طرح وقفوں اور تعداد میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ بعض کو ہر شب، ہر ہفتہ یا ہر ماہ میں ایک بار احتلام ہو جاتا ہے۔ تو اس کا نقصان بھی بڑھتا جاتا ہے اور طبیعت پریشان رہنے لگتی ہے۔ اس لئے جب احتلام میں کثرت ہو جائے اور جسم میں ضعف پیدا ہونا شروع ہو جائے جس کے ساتھ پریشانی بھی شریک ہو تو ضرور اس کے علاج اور مداوا کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ورنہ نقصان کا خطرہ ہے۔

احتلام کی شدید صورت

رات کے احتلام کی طرح اگر کبھی کبھار دن میں بھی احتلام ہو جائے تو یہ بھی کسی مرض کی علامت میں شامل نہیں بلکہ وقتی طور پر ذہنی یا منی کا جسم پر دباؤ ہے۔ لیکن یہ رات کی طرح دن میں بھی کثرت اختیار کر لے تو یہ ایک خطرناک صورت ہے۔ دن میں احتلام کی صورت دراصل احتلام شبینہ کی ترقی یافتہ صورت کا نام ہے۔ اس کو عربی میں ذرور اور انگریزی میں ابنارمل پولیوشن کہتے ہیں۔

اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے رات کو انزال ہونا شروع ہوتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ شدت اختیار کر کے آلاتِ منی پر قبضہ کر لیتا ہے اور وہ آلات ایسے ذکی الحس ہو جاتے ہیں کہ دن بھی ادنیٰ ادنیٰ سے خواب میں تحریک پر احتلام ہو جاتا ہے۔ پھر کباۃ المنی ایسے کمزور ہو جاتے ہیں کہ فوراً اپنے مادہ کو باہر نکال دیتے ہیں۔

احتلام کی خطرناک صورت

جب احتلام کی حالت زیادہ شدت اختیار کر لیتی ہے تو خطرناک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ احتلام کی تیسری صورت ہے۔ اس میں آلاتِ منی بہت زیادہ ذکی الحس ہو جاتے ہیں اور منی انتہائی طور پر رقیق ہو جاتی ہے۔ اس میں غلظت نہیں رہتی۔ مثل پانی کے ہو جاتی ہے۔ خواہ نعوظ

ہو خواہ نہ ہو۔ ذرا سی تحریک سے اخراج پا جاتی ہے۔ اور بعض وقت پاخانہ پھرتے وقت ذرا سا زور لگایا جائے تو منی فوراً باہر آ جاتی ہے۔ کبھی سوزش کے ساتھ اور کبھی بلا سوزش خارج ہو جاتی ہے۔ یہ صورت انتہائی نقصان دہ ہے۔

اگر ایسی حالت میں منی کا کیمیاوی امتحان کیا جائے تو اس میں دانہ ہائے منی کم ہو جاتے ہیں اور حیوانات منی بہت کم ہو جاتے ہیں اور اکثر حیوانات (کرم منی) کی دم نہیں ہوتی۔ صرف سر ہی نظر آتے ہیں۔ دمیہ منی تا حال خام ہوتی ہے۔ اس لئے اس سے نطفہ قرار نہیں پا سکتا اور بعض اوقات اس میں خون کے نقطے نظر آتے ہیں۔ جب ایک عرصہ تک یہی حالت رہتی ہے تو خصیوں میں سوزش واقع ہو جاتی ہے اور اس کی ساخت خراب ہو جاتی ہے۔

احتلام کے اسباب

امتلائے منی، سوزش وخراش آلاتِ مخصوصہ، فاسد خیالات کا غلبہ، مجرور ہونا، موسیقی اور رقص و سرود میں زیادہ مشغول ہونا۔ جذباتی ناول اور افسانے پڑھنا، اکثر چت یا اوندھا سونا، بھوک کے بغیر کھانا، قبض، بدہضمی، پیٹ میں کیڑے، ان میں بعض اسباب وقتی ہوتے ہیں اور جب وہ ختم ہو جاتے ہیں تو احتلام ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب پھر یہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں تو احتلام شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی عارضی سبب مسلسل رہے تو احتلام دائمی صورت اختیار کر کے باعث مصیبت بن جاتا ہے۔ عارضی اسباب میں شکم پری، نرم بستروں پر سونا اور سوتے میں مثانہ کا پیشاب سے پر رہنا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ رات کو دیر سے سونا بھی احتلام کے اسباب میں شامل ہوتا ہے۔

علاماتِ احتلام

مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ ضعف ونقاہت کے آثار مثلاً کمزوری، دماغی محنت کا نہ ہو سکنا، خیالات کا منتشر رہنا، توجہ کا کسی خاص امر پر مجتمع نہ ہونا، تھوڑی دور آنے جانے پر پنڈلیوں کے عضلات میں کمزوری کی علامات کا پایا جانا، صبح کے وقت بستر خواب سے بیدار نہ ہونا، سر کا بوجھل رہنا، نسیان کا لاحق ہو جانا۔ جب یہ علامات زیادہ ترقی کر جاتی ہیں تو انتہائی علامات کے نام سے موسوم ہو سکتی ہیں۔ مثلاً کوئی کام محنت کا مریض سے نہیں ہو سکتا۔ کسی قسم کی محنت ہو، دماغی یا جسمانی، تھوڑا سا کام کرنے پر وہ بے دم ہو کر رہ جاتا ہے۔ سلسلہ خیالات درست نہیں رہتا۔ اس کے خیالات پریشان اور غیر منظم ہوتے ہیں۔ حافظہ کمزور اور قوت فیصلہ بے کار ہو جاتی ہے۔ سر میں گاہے درد اور گاہے گرانی رہتی ہے۔ کمر، چہرہ وسینہ میں اکثر عصبی درد رہا کرتا ہے۔ کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ڈکاریں آتی ہیں اور نفخ ہو جاتا ہے۔ نیند نہیں آتی اور اگر آتی ہے تو اس سے کوئی راحت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ خوابیں متوحش آتی ہیں، پیشاب میں فتور واقع ہو جاتا ہے، مقعد وحشفہ او راحلیل میں جلن معلوم ہوتی ہے، ریڑھ پر چیونٹیاں سی چلتی معلوم ہوتی ہیں۔ رانوں اور جنگاسوں کے عضلات میں درد، پنڈلیوں میں درد اور سماعت میں ثقل معلوم ہوتا ہے۔ جلد کا رنگ سیاہی مائل زرد ہو جاتا ہے۔ انثیین میں دھیما دھیما درد ہوتا ہے۔ دقت تنفس، مزاج چڑچڑا، آلات تناسل کی کمزوری، مریض دن بدن لاغر و کمزور ہوتا جاتا ہے۔ پاؤں کے تلوے جلا کرتے ہیں۔ جن کے نتیجے میں کمزوری، بزدلی، سوزش، نا اُمیدی، بطلان باہ، ضعف بصارت، ضعف ہضم، درد معدہ، دردسر۔ کبھی سل، مرگی، نامردی اور جنون تک حالت پہنچ جاتی ہے۔

احتلام بہ نظریہ مفرد اعضاء

احتلام عضلات کی تحریک سے پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح جریان اعصابی تحریک سے اور سرعت انزال غدی تحریک سے پیدا ہوتے ہیں۔ اکثر حکماء واطباء اور فرنگی ڈاکٹر احتلام وجریان اور سرعت انزال کو منی کا غیر معمولی اخراج خیال کرتے ہوئے ان تینوں کا علاج ایک ہی طریق اور

ایک ہی قسم کی ادویات سے کرتے ہیں۔ جن میں مبردات و مسکنات اور مخدرات شامل ہوتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں مختلف علامات ہیں جو مختلف اعضاء میں تحریک اور سوزش سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے ہر ایک کا علاج بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں ہر ایک کا الگ الگ علاج لکھا ہے۔

احتلام کی ابتداء معدہ کے عضلات کی تیزی اور تحریک سے شروع ہوتی ہے۔ پھر وہاں سوزش کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جب اس میں شدت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا اثر دل اور جسم کے دیگر عضلات تک پہنچ جاتا ہے اور انتہا کی حالت میں دماغ کے عضلاتی پردے میں سوزش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس سے تمام جسم میں ذکاوت شدت اختیار کر لیتی ہے اور ذرا سی بھی عضلاتی تحریک جسمانی ہو یا ذہنی، برداشت نہیں کر سکتی۔ جس کا نتیجہ اخراج منی اور احتلام ہوتا ہے۔

اصول علاج

مرض کی شدت اور مریض کی حالت کے مطابق علاج ہونا چاہئے۔ بعض دفعہ مرض کی شدت اور مریض کی بے چینی بے حد پریشانی کا باعث بن جاتی ہے اور بعض دفعہ بہت سے اسباب اکٹھے ہو جاتے ہیں جن کا فوری طور پر رفع کرنا مشکل ہوتا ہے اور بعض دفعہ مختلف اسباب پیش آ جاتے ہیں۔ ان کے علاج میں کسی میں کمی اور کسی میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اکثر ایک سے زیادہ ہی اسباب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اگر اسباب مرض میں ایک اکیلا ہی سبب مرض کا باعث ہے تو جلد آرام ہو گا۔ بعض مرتبہ ایک اصلی سبب ہوتا ہے اور کئی اسباب اس کے مدو معاون ہو جاتے ہیں اور مرض کو ترقی دیتے ہیں۔ پھر ان اسباب میں سے بعض بہ آسانی رفع ہونے والے ہوتے ہیں۔ بعض کا دور کرنا کچھ دشوار ہو جاتا ہے۔ بعض اسباب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو دور کرنا فقط مریض کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اگر وہ خود ان کو ہٹانا چاہے تو ہٹا سکتے ہیں۔ ورنہ وہ کسی صورت نہیں ہٹ سکتے اور معالج کی کوئی تدبیر و غذا اور دوا کام نہیں کر سکتی۔ البتہ ایسے موقع پر مریض کو سچی ہمدردی کے ساتھ ذرا ترش روئی اور سختی سے تاکیداً بتایئے کہ اگر اس نے مرض رفع کرنے کی کوشش نہ کی تو آئندہ ایسی خوفناک صورت حال اور امراض پیدا ہو جائیں گے کہ زندگی عذاب بن جائے گی اور جب تک وہ معالج کی مرضی کے مطابق یقین نہ دلائے اس وقت تک علاج سے انکار کر دے۔ یہ علاج کی کامیابی کے لئے اوّلین قدم ہے۔

اس حقیقت کو مدنظر رکھیں کہ اگر امتلائے منی باعث مرض ہے تو باقاعدہ زندگی اور شادی سے جلد آرام ہو جاتا ہے۔ اگر مرض کا سبب عضلاتی سوزش اور خراش ہو تو اس صورت میں علاج سے جلد آرام ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر جلق و اغلام اور کثرت مجامعت باعث مرض ہو تو آرام ہو سکتا ہے۔ مگر مریض و معالج دونوں کو کوشش کرنی پڑتی ہے۔

علاج کے لئے مریض کا ماحول فوری طور پر بدل دینا چاہئے۔ لطف و لذت اور حظ کی صورتیں قطعاً بند کر دینی چاہئیں۔ عشق و محبت کے سلسلے روک دینے چاہئیں۔ بلکہ دوستوں کی صحبت خصوصاً جذباتی قسم کے دوستوں سے بالکل دور رہنا چاہئے۔ بہتر ہے کہ اخلاقی قدروں کو مدنظر رکھنا چاہئے اور مذہبی تعلیم پر صالح طور پر گامزن ہو جانا ضروری ہے۔ صبح کے وقت جلدی اٹھنا، نہانا، جسمانی اور ذہنی طور پر پاک و صاف رہنا اور اکثر اوقات اپنے کام میں مشغول رہنا چاہئے۔ روزانہ صبح و شام اس قدر ورزش اور محنت کرے کہ تھکن کے بعد آرام اور نیند کے لئے طبیعت مجبور کر دے۔ جب آنکھ کھل جائے تو فوراً اُٹھ بیٹھنا چاہئے۔ لیٹے رہنا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ خیالات کی پاکیزگی لازمی جزو ہے۔

غذائی علاج

مریض کو غذا سے اس وقت تک دور رکھنا چاہئے جب تک اس کو شدید بھوک نہ لگے۔ ایسے صورت میں صرف پھل دیتے رہنا چاہئے۔ پھلوں کے جوس بھی دے سکتے ہیں۔ جہاں پر پھل ملنے مشکل ہوں وہاں پر تازہ دودھ پلایا جا سکتا ہے۔ جب بھوک میں شدت ہو تو صبح کی غذا میں

کی مدت انزال طبعی ہو۔ اگر ایسی صورت نہ ہو تو اپنی صحت کو درست کر

مکھن اور دودھ یا چائے، مغز بادام، پیس کر اور مکھن میں ملا کر بھی دے سکتے ہیں۔ اگر دو

چائے پی سکتے ہیں۔ دلیہ گھی میں تر بہ تر نمکین یا میٹھا کھا کر دودھ

چاول بھی کھا سکتے ہیں۔ رات کو دودھ

ہیں۔ دو پہر اور رات

کے مدت انزال کو طبعی کر لینا چاہئے۔ جس کے لئے مناسب اغذیہ وادویہ کا استعمال ہونا چاہئے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اکثر لوگ افیون، بھنگ اور چرس و دھتورہ وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ جن سے آخر کار قوت مردمی برباد ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان اشیاء اور دیگر مخدرات سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ زیادہ امساک اور لذت کی خواہش نہ کریں، بلکہ اپنی ضرورت کو مدنظر رکھیں۔ جو اچھی صحت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ خیال غلط ہے کہ زیادہ امساک سے عورت کو زیادہ خوشی اور تسلی ہوتی ہے بلکہ اس کے خلاف عورت کو تکلیف ہوتی ہے جس سے وہ مباشرت سے دور ہو بھاگتی اور برا مناتی ہے۔

بعض لوگ امساک کے لئے الٹی پلٹی حرکات بھی کرتے ہیں:

- مباشرت کے وقت اپنی توجہ کو دوسری طرف لگانے کی کوشش کرتے ہیں یا حرکت کی گنتی شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے ایک طرف اپنی توجہ بدلتے ہیں اور دوسری طرف عورت پر یہ تاثر بٹھاتے ہیں کہ وہ اس قدر قوت کے مالک ہیں۔
- مباشرت کے وقت جب انزال کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو اپنی حرکات روک دیتے ہیں یا عضو مخصوص کو باہر نکال کر تسکین حاصل کر ہیں۔ پھر حرکت شروع کر دیتے ہیں اور پھر تسکین وغیرہ کی صورت سے امساک کی صورتیں پیدا کرتے ہیں۔
- مباشرت کے وقت اپنے پاؤں کی ایڑی سے مقعد پر دباؤ ڈال کر اپنی توجہ بدل کر امساک کی حالت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
- مباشرت میں ایک بار انزال کے بعد دوبارہ مباشرت سے ایک لمبا عرصہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ ایسی تمام صورتیں عورتوں خصوصاً دلہنوں (نو واردان چمن) پر ظلم ہے جو مباشرت کی حقیقت کو نہیں جانتیں۔ جس مشکل اور پیچیدہ امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ جن کا نتیجہ اولاد سے محرومی یا تپ دق وسل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور لذت وحظ بالآخر مفلوج یا پاگل ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ زندگی کے ہر عمل میں اعتدال کو قائم رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

تشخیص سرعت انزال

سرعت انزال کی تشخیص میں اکثر غلطیاں کی جاتی ہیں۔ یہ غلطیاں صرف عوام تک محدود نہیں ہیں بلکہ اچھے اچھے اطباء ہوتی ہیں اور بڑے بڑے حکما کی کتب میں بھی نظر آتی ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جریان واحتلام اور سرعت انزال میں پور جاتا۔ ان تینوں کے اسباب وعلامات کو آپس میں ملا دیا گیا ہے۔ صرف ایک مثال درج ہے جو ایک مشہور طبی مصنف کی سرعت انزال کے اسباب قریباً قریباً وہی ہیں جو جریان منی کے ہیں۔ جریان منی اور سرعت انزال اس حیثیت سے بالکل انزال جریان منی کی ایک چھوٹی حالت ہے ورنہ جو نقص اعضائے تناسل اور منی کے جریان منی پیدا کرتے ہیں وہی اسباب کی حالت میں سرعت انزال پیدا کرتے ہیں۔ یہ صرف ایک مثال ہے لیکن اکثر کتب طبیہ میں سے اس قسم کی مثالیں فرنگی طب کا تعلق ہے وہ اس کی ماہیت واسباب اور علامات وعلاج وغیرہ سے بالکل بے خبر ہے۔

غلط فہمی

سرعت انزال کی ماہیت کو سمجھنے میں غلط فہمی صرف اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ اس کو صرف جریان منی گیا ہے جس سے سرعت اور تیزی پائی جاتی ہے اور حیرت یہ ہے کہ جریان منی میں تو اخراج مسلسل کے سا سرعت انزال میں انتشار میں شدت پائی جاتی ہے۔ پھر دونوں کو ایک ہی مرض قرار دینا کس قدر غلط فہمی

ایک ہی قسم کی ادویات سے کرتے ہیں۔ جن میں مبردات و مسکنات اور مخدرات شامل ہوتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں مختلف علامات ہیں جو مختلف اعضاء میں تحریک اور سوزش سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے ہر ایک کا علاج بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں ہر ایک کا الگ الگ علاج لکھا ہے۔

احتلام کی ابتداء معدہ کے عضلات کی تیزی اور تحریک سے شروع ہوتی ہے۔ پھر وہاں سوزش کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جب اس میں شدت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا اثر دِل اور جسم کے دیگر عضلات تک پہنچ جاتا ہے اور انتہا کی حالت میں دماغ کے عضلاتی پردے میں سوزش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس سے تمام جسم میں ذکاوت شدت اختیار کر لیتی ہے اور ذرا سی بھی عضلاتی تحریک جسمانی ہو یا ذہنی، برداشت نہیں کر سکتی۔ جس کا نتیجہ اخراج منی اور احتلام ہوتا ہے۔

اصول علاج

مرض کی شدت اور مریض کی حالت کے مطابق علاج ہونا چاہئے۔ بعض دفعہ مرض کی شدت اور مریض کی بے چینی بے حد پریشانی کا باعث بن جاتی ہے اور بعض دفعہ بہت سے اسباب اکٹھے ہو جاتے ہیں جن کا فوری طور پر رفع کرنا مشکل ہوتا ہے اور بعض دفعہ مختلف اسباب پیش آ جاتے ہیں۔ ان کے علاج میں کسی میں کمی اور کسی میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اکثر ایک سے زیادہ ہی اسباب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اگر اسباب مرض میں ایک اکیلا ہی سبب مرض کا باعث ہے تو جلد آرام ہوگا۔ بعض مرتبہ ایک اصلی سبب ہوتا ہے اور کئی اسباب اس کے مدد و معاون ہو جاتے ہیں اور مرض کو ترقی دیتے ہیں۔ پھر ان اسباب میں سے بعض بہ آسانی رفع ہونے والے ہوتے ہیں۔ بعض کا دور کرنا کچھ دشوار ہو جاتا ہے۔ بعض اسباب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو دور کرنا فقط مریض کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اگر وہ خود ان کو ہٹانا چاہے تو ہٹا سکتے ہیں۔ ورنہ وہ کسی صورت نہیں ہٹ سکتے اور معالج کی کوئی تدبیر و غذا اور دوا کام نہیں کر سکتی۔ البتہ ایسے موقع پر مریض کو سچی ہمدردی کے ساتھ ذرا ترش روئی اور سختی سے تاکید اً بتایئے کہ اگر اس نے مرض رفع کرنے کی کوشش نہ کی تو آئندہ ایسی خوفناک صورت حال اور امراض پیدا ہو جائیں گے کہ زندگی عذاب بن جائے گی اور جب تک وہ معالج کی مرضی کے مطابق یقین نہ دلائے اس وقت تک علاج سے انکار کر دے۔ یہ علاج کی کامیابی کے لئے اوّلین قدم ہے۔

اس حقیقت کو مدنظر رکھیں کہ اگر امتلائے منی باعث مرض ہے تو باقاعدہ زندگی اور شادی سے جلد آرام ہو جاتا ہے۔ اگر مرض کا سبب عضلاتی سوزش اور خراش ہو تو اس صورت میں علاج سے جلد آرام ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر جلق و اغلام اور کثرت مجامعت باعث مرض ہو تو آرام ہو سکتا ہے۔ مگر مریض و معالج دونوں کو کوشش کرنی پڑتی ہے۔

علاج کے لئے مریض کا ماحول فوری طور پر بدل دینا چاہئے۔ لطف و لذت اور حظ کی صورتیں قطعاً بند کر دینی چاہئیں۔ عشق و محبت کے سلسلے روک دینے چاہئیں۔ بلکہ دوستوں کی صحبت خصوصاً جذباتی قسم کے دوستوں سے بالکل دور رہنا چاہئے۔ بہتر ہے کہ اخلاقی قدروں کو مدنظر رکھنا چاہئے اور مذہبی تعلیم پر صالح طور پر گامزن ہو جانا ضروری ہے۔ صبح کے وقت جلدی اٹھنا، نہانا، جسمانی اور ذہنی طور پر پاک و صاف رہنا اور اکثر اوقات اپنے کام میں مشغول رہنا چاہئے۔ روزانہ صبح و شام اس قدر ورزش اور محنت کرے کہ تھکن کے بعد آرام اور نیند کے لئے طبیعت مجبور کر دے۔ جب آنکھ کھل جائے تو فوراً اُٹھ بیٹھنا چاہئے۔ لیٹے رہنا نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ خیالات کی پاکیزگی لازمی جزو ہے۔

غذائی علاج

مریض کو غذا سے اس وقت تک دور رکھنا چاہئے جب تک اس کو شدید بھوک نہ لگے۔ ایسے صورت میں صرف پھل دیتے رہنا چاہئے۔ پھلوں کے جوس بھی دے سکتے ہیں۔ جہاں پر پھل ملنے مشکل ہوں وہاں پر تازہ دودھ پلایا جا سکتا ہے۔ جب بھوک میں شدت ہو تو صبح کی غذا میں

مکھن اور دودھ یا چائے، مغز بادام، پیس کر اور مکھن میں ملا کر بھی دے سکتے ہیں۔ اگر بھوک زیادہ ہو تو ڈبل روٹی مکھن یا گھی میں تر بہ تر کھا کر دودھ یا چائے پی سکتے ہیں۔ دلیہ گھی میں تر بہ تر نمکین یا میٹھا کھا کر دودھ یا چائے پی سکتے ہیں۔ دوپہر کو صرف سالن ترکاری اور پھل، اگر بھوک شدید ہو تو روٹی چاول بھی کھا سکتے ہیں۔ رات کو دودھ یا چائے میں مکھن یا گھی ملا کر پلا دیا کریں۔ اگر بھوک زیادہ ہو تو برفی یا دودھ کی کوئی مٹھائی کھلا کر دودھ پلا سکتے ہیں۔ دوپہر اور رات کو بھی پھل دیئے جا سکتے ہیں۔

علاج بالمفرد ادویہ

نمک، بادیان، سنا مکی، زنجبیل، کشنیز، گھی، روغن زیتون، دنبہ کی چکی، گوشت کا شوربا، مچھلی، انگور، تل، اسپغول، تخم کاسنی، تخم کدو شیریں، توری، تخم توری، تخم مولی، نمک مولی، تخم گاجر، ملٹھی، ستاور، خلنجاں، ست گلو، ریوند چینی، فلفل سیاہ، فلفل دراز، ہلدی، دارچینی، گندھک، پارہ ریٹھا، شنگرف، زیرہ سیاہ، زیرہ سفید، آمیں، چرائتہ، ریوند عصارہ، شہد، چینی دودھ، بلائی، مکھن، انزروت، لفاح اور لہسن وغیرہ وغیرہ۔

علاج بالمرکبات

تحقیقات فارماکوپیا میں جس قدر غدی عضلاتی اور غدی اعصابی مرکبات درج ہیں وہ ضرورت کے مطابق استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ یعنی جسم میں حرارت کی کمی ہو تو غدی عضلاتی مرکبات کا استعمال کریں۔ بلکہ اگر ضرورت محسوس ہو تو کچھ غدی اعصابی بھی دے سکتے ہیں۔ تاکہ رطوبت پورے طور پر ختم ہو کر مکمل حرارت پیدا ہو جائے۔

جب جسم میں خشکی کا اثر زیادہ محسوس ہو تو غدی اعصابی کا استعمال کرائیں۔ البتہ ہر صورت میں قبض اور شدت مرض کا اندازہ کر لیں۔ یعنی اگر قبض ہو تو اس کو بھی ملین یا مسہل غدی عضلاتی دیں اور اگر پیشاب میں خرابی یا جلن وغیرہ ہو تو غدی اعصابی ملین یا مسہل دیں۔ اسی طرح جو نسخے تحقیقات المجربات میں درج ہیں وہ بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ سب اپنی جگہ بے حد مفید اور یقینی و بے خطر مجربات ہیں۔ ذیل میں چند خصوصی مجربات درج کیے جاتے ہیں۔ جو ضرورت اور تحریک کے مطابق استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) **سفوف احتلام:** نمک خوردنی ایک حصہ، سنا مکی تین حصے، باریک کر کے سفوف بنا لیں۔

مقدار خوراک: چار رتی سے ایک ماشہ تک دن میں دو تین یا چار بار استعمال کریں۔

اثرات و افعال: یہ نسخہ غدی اعصابی ملین ہے۔

(۲) **حبوب احتلام:** تخم مولی دو حصے، ریوند خطائی چار حصے، انزروت دو حصے، باریک کر کے گولیاں بقدر نخود بنا لیں۔

مقدار خوراک: ایک ایک گولی دن میں تین چار بار ہمراہ آب تازہ دیں۔

افعال و اثرات: غدی اعصابی شدید ہے۔

(۳) **مصالحہ احتلام:** فلفل سیاہ ڈھائی حصہ، الائچی خورد آدھا حصہ، زیرہ سیاہ ۶ حصے سفوف بنا لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ تک۔

(۴) **تریاق احتلام:** گندھک اور ریٹھا دونوں ہم وزن باریک پیس کر بقدر نخود حبوب تیار کریں۔

مقدار خوراک: ایک ایک گولی دن میں دو تین بار یا چار بار بھی لے سکتے ہیں۔ ایک خوراک میں دو دو گولیاں بھی لے سکتے ہیں۔

افعال و اثرات: یہ غدی اعصابی تریاق ہے۔

(۵) **اکسیر احتلام:** شنگرف ایک حصہ، نوشادر تین حصے، سہاگہ دو حصے، کشنیز پانچ حصے، ملٹھی پانچ حصے، باریک پیس کر سفوف تیار کر لیں۔

مقدار خوراک: ایک ماشہ سے چھ ماشہ تک ہمراہ آب تازہ نیم گرم استعمال کریں۔
اثرات و افعال: یہ نسخہ غدی اعصابی اکسیر ہے۔
(۲) **حلوہ احتلام:** مغز بادام ایک چھٹانک رات کو بھگو رکھیں۔ صبح کو چھیل کر باریک کر کے چینی ملا لیں۔ پھر کسی برتن میں مناسب گھی ڈال کر گرم کریں۔ جب گھی گرم ہو جائے تو اُتار کر اس میں بادام ڈال کر ملا لیں۔
مقدار خوراک: روزانہ صبح ناشتہ کریں۔
اثرات و افعال: یہ نسخہ بھی غدی اعصابی مقوی ہے۔

سرعت انزال

سرعت انزال کی ماہیت

مردانہ قوت میں ضعف کا چوتھا سبب سرعت انزال ہے جو ایک ایسی علامت ہے جس سے مباشرت میں قبل از وقت (طبعی مدت سے قبل) انزال ہو جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ انزال کی دو صورتیں ہیں: طبعی انزال اور غیر طبعی انزال۔

(۱) **طبعی انزال:** مباشرت میں انزال کی طبعی مدت عام طور پر دو تین منٹ سے پانچ منٹ تک ہو سکتی ہے یا زیادہ سے زیادہ دس منٹ تک ہو سکتی ہے۔ چونکہ مباشرت کا اصل مقصد اولاد پیدا کرنا یا زیادہ سے زیادہ صحت کے لئے اخراج منی کرنا ہے۔ اس لئے تندرست انسان کے لئے یہ مدت بہت کافی ہے۔ اس سے زیادہ مدت کے طلب گار لذت اور حظ کے خواہش مند ہیں جس کا تعلق صحیح زندگی سے نہیں ہے۔

(۲) **غیر طبعی انزال:** غیر طبعی انزال کی بھی دو حالتیں ہیں۔

اوّل صورت طبعی مدت سے پہلے انزال ہو جائے یعنی مباشرت میں دخول کے ساتھ ہی فوراً منی کا اخراج ہو جائے یا دخول سے پیشتر ہی انزال ہو جائے یا مباشرت کے خیال یا خوبصورت شکل دیکھنے کے ساتھ ہی انزال ہو جائے۔ یہی صورت سرعت انزال میں شمار کی جاتی ہے۔ یہی قابل علاج ہے۔ یہی بڑھ کر ضعف باہ پیدا کر دیتی ہے۔ دوسرے اس علامت سے اکثر اولاد نہیں ہوتی۔ تیسرے اس خرابی سے عورت کی تسلی نہیں ہوتی اور اس کو مرد سے نفرت ہو جاتی ہے۔ جس سے اکثر خانہ خراب یا خانہ برباد ہو جاتا ہے۔

دوسری صورت طبعی مدت سے بہت دیر بعد انزال ہو۔ یہ صورت کسی مرض کی وجہ سے ہو یا کسی غذا اور دوا کے ساتھ یا الٹی پلٹی حرکات کرنے سے مدت انزال کو طول دے دیا جائے یعنی پندرہ بیس منٹ سے نصف گھنٹہ تک بڑھا لیا جائے تاکہ مباشرت کی لذت سے زیادہ سے زیادہ لطف حاصل کیا جا سکے۔ لیکن یاد رکھیں کہ پہلی صورت کی طرح دوسری صورت بھی سخت نقصان دہ ہے۔ اوّل اس سے اعضائے منویہ میں ضعف، دوسرے مادہ منویہ کی پیدائش میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ تیسرے عضو مخصوص میں استرخاء، چوتھے فالج کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، پانچویں اتنی مدت مسلسل حرکات کرنے سے عورت کے رحم میں ورم ہو جاتا ہے، چھٹے جریان خون شروع ہو جاتا ہے۔ آخر عورت کے اعضائے مخصوصہ گوشت اور اعصاب کے بنے ہوتے ہیں وہ کسی حد تک ہی چوٹیں برداشت کر سکتے ہیں۔

امساک کی صورتیں

امساک کی بہترین صورت تو یہ ہے کہ انسان تندرست ہو اور اس کی مدت انزال طبعی ہو۔ اگر ایسی صورت نہ ہو تو اپنی صحت کو درست کر

کے مدت انزال کو طبعی کر لینا چاہئے۔ جس کے لئے مناسب اغذیہ وادویہ کا استعمال ہونا چاہئے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اکثر لوگ افیون، بھنگ اور چرس و دھتورہ وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ جن سے آخر کار قوت مردی برباد ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان اشیاء اور دیگر مخدرات سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ زیادہ امساک اور لذت کی خواہش نہ کریں، بلکہ اپنی ضرورت کو مدنظر رکھیں۔ جو اچھی صحت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ خیال غلط ہے کہ زیادہ امساک سے عورت کو زیادہ خوشی اور تسلی ہوتی ہے بلکہ اس کے خلاف عورت کو تکلیف ہوتی ہے، جس سے وہ مباشرت سے دور ہو بھاگتی اور برا مناتی ہے۔

بعض لوگ امساک کے لئے الٹی پلٹی حرکات بھی کرتے ہیں:

1. مباشرت کے وقت اپنی توجہ کو دوسری طرف لگانے کی کوشش کرتے ہیں یا حرکت کی گنتی شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے ایک طرف اپنی توجہ بدلتے ہیں اور دوسری طرف عورت پر یہ تاثر بٹھاتے ہیں کہ وہ اس قدر قوت کے مالک ہیں۔
2. مباشرت کے وقت جب انزال کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو اپنی حرکات روک دیتے ہیں یا عضو مخصوص کو باہر نکال کر تسکین حاصل کرتے ہیں۔ پھر حرکت شروع کر دیتے ہیں اور پھر تسکین وغیرہ کی صورت سے امساک کی صورتیں پیدا کرتے ہیں۔
3. مباشرت کے وقت اپنے پاؤں کی ایڑی سے مقعد پر دباؤ ڈال کر اپنی توجہ بدل کر امساک کی حالت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
4. مباشرت میں ایک بار انزال کے بعد دوبارہ مباشرت سے ایک لمبا عرصہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ ایسی تمام صورتیں عورتوں خصوصاً دلہنوں (نو واردانِ چمن) پر ظلم ہے جو مباشرت کی حقیقت کو نہیں جانتیں۔ جس سے وہ رحم کی مشکل اور پیچیدہ امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ جن کا نتیجہ اولاد سے محرومی یا تپ دق وسل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور لذت و حظ کے دیوانے بالآخر مفلوج یا پاگل ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ زندگی کے ہر عمل میں اعتدال کو قائم رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

تشخیص سرعت انزال

سرعت انزال کی تشخیص میں اکثر غلطیاں کی جاتی ہیں۔ یہ غلطیاں صرف عوام تک محدود نہیں ہیں بلکہ اچھے اچھے اطباء سے بھی روزانہ سرزد ہوتی ہیں اور بڑے بڑے حکما کی کتب میں بھی نظر آتی ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جریان واحتلام اور سرعت انزال میں پوری طرح فرق نہیں سمجھا جاتا۔ ان تینوں کے اسباب وعلامات کو آپس میں ملا دیا گیا ہے۔ صرف ایک مثال درج ہے جو ایک مشہور طبی مصنف کی کتاب میں درج ہے۔ سرعت انزال کے اسباب قریباً قریباً وہی ہیں جو جریان منی کے ہیں۔ جریان منی اور سرعت انزال اس حیثیت سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ سرعت انزال جریان منی کی ایک چھوٹی حالت ہے ورنہ جو نقص اعضائے تناسل اور منی کے جریان منی پیدا کرتے ہیں وہی اسباب چھوٹے اور خفیف ہونے کی حالت میں سرعت انزال پیدا کرتے ہیں۔ یہ صرف ایک مثال ہے لیکن اکثر کتب طبیہ میں سے اس قسم کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے وہ اس کی ماہیت واسباب اور علامات وعلاج وغیرہ سے بالکل بے خبر ہے۔

غلط فہمی

سرعت انزال کی ماہیت کو سمجھنے میں غلط فہمی صرف اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ اس کو صرف جریان منی یا اخراج منی کی ایسی صورت خیال کر لیا گیا ہے جس سے سرعت اور تیزی پائی جاتی ہے اور حیرت یہ ہے کہ جریان منی میں تو اخراج مسلسل کے ساتھ ضعف انتشار قائم ہوتا ہے۔ جب کہ سرعت انزال میں انتشار میں شدت پائی جاتی ہے۔ پھر دونوں کو ایک ہی مرض قرار دینا کس قدر غلط فہمی ہے۔ اس لئے دونوں کے اسباب کو مشترک

کہنا بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ اگر دونوں کی ایک ہی صورت ہوتی تو پھر ان کو جدا جدا امراض کا نام دینا ضروری نہیں تھا۔ سرعت انزال دراصل جریان اور احتلام سے بالکل جدا مرض ہے۔ اس لئے اس کو جدا سمجھنے کی ضرورت ہے لہٰذا اس کے اسباب بھی ان سے مختلف ہیں۔

حقیقت سرعت انزال

اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ تندرست انسان میں انزال کے لئے ایک مناسب وقت ہوتا ہے جو دو منٹ سے لے کر پانچ منٹ تک یا زیادہ سے زیادہ اسی قدر اور وقت ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اس سے کم ہو تو سرعت انزال اور اگر زیادہ بھی ہو تو مرض میں شمار کریں۔ جس کا نتیجہ خوفناک امراض خصوصاً فالج ولقوہ اور دق وسل ہوتے ہیں۔ اس لئے مخدرات اور ممسکات مضر اور نقصان دہ ہیں۔

گزشتہ صفحات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ احتلام عضلات میں تیزی اور سوزش سے پیدا ہوتا ہے اور جریان اعصاب میں سوزش اور تیزی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح سرعت انزال کے متعلق بھی سمجھ لیں کہ وہ گردوں میں سوزش اور تیزی سے عمل میں آتا ہے۔ اس حقیقت سے احتلام و جریان اور سرعت وانزال کی حقیقت اور ان کے فرق کو سمجھا جا سکتا ہے۔ جن کے اسباب وعلامات درج کئے گئے ہیں۔

ایک خاص بات

اکثر لوگ خصوصاً جنسی مریض سرعت انزال کی بہت شکایت کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ سرعت انزال اس قدر عام مرض نہیں ہے اور نہ ہی فوری طور پر ہو سکتا ہے۔ چونکہ اس سے جنسی جذبہ میں شدت ہوتی ہے۔ اس لئے اس جذبہ کی تسکین سے شدت کم ہو کر سرعت انزال کم ہو جاتا ہے۔ لیکن جس کثرت سے لوگ اس کے شاکی پائے جاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سو فیصدی لوگ اس مرض میں گرفتار ہیں۔ دراصل یہ مرض کی صورت نہیں بلکہ لذت اور حظ کی زیادہ سے زیادہ طلب ہوتی ہے۔ انسانی خصلت کا تقاضا ہے کہ وہ لذت ولطف اور حظ کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ اکثر لوگ نہ اس کے مقصد کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بلکہ اپنے جذبہ نفسانی کے تحت اپنے حواس خمسہ کو تسکین دیتے ہوئے لذیذ اغذیہ واشربہ لطیف نظارے و پرلطف نغمے وحسین رقص اور جنسی حظ کو زندگی سمجھ لیا گیا ہے۔ مگر اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں کہ ان جذبات کی شدت رفتہ رفتہ کسی خاص عضو خصوصاً اعضائے رئیسہ کی طرف خون کو اکٹھا کر دیتی ہے جس کا نتیجہ بالکل اسی طرح ہو سکتا ہے جیسے یک بارگی شدت جذبہ کے تحت خون کے اکٹھا ہونے سے عمل میں آتے ہیں جن کو ہم شادی مرگ یا غم مرگ کا نام دیتے ہیں یا خوفناک امراض کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جن میں جسم کا سن ہو جانا، ضعف بصر وسماعت اور فالج ولقوہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ انتہائی خوشی میں اپنے آپ میں نہ رہنا یا قہقہہ مار کر بے قابو ہو کر ہنسنا بھی بعض اوقات نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں قہقہہ مار کر ہنسنے کو منع کیا گیا ہے اور اس صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ لذت ولطف اور حظ خصوصاً جنسیاتی جذبات میں زیادتی اور شدید امساک سے دور رہنا چاہئے۔ کیونکہ قدرتی اور اعتدال کا راستہ اور عمل ہی درست ہو سکتا ہے۔

ایک اور غلط فہمی

اکثر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جب تک مرد اور عورت کا انزال اکٹھا نہ ہو اس وقت تک اولاد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اگر مرد میں سرعت انزال ہو تو اس کو ضرور اس قدر امساکی ادویہ کھانا چاہئیں جس قدر اس کو عورت کے انزال میں ضرورت ہو سکتی ہے۔ یہ ایک زبردست غلط فہمی اور حقائق سے لاعلمی ہے۔ امساک اپنی لذت ولطف اور حظ کے لئے نفسیاتی طلب ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرعت انزال میں عورت تشنہ رہ کر

بے قرار ہو جاتی ہے اور اس کی خاموشی بھی شدید احتجاج معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ خیال کرنا کہ اکٹھا انزال نہ ہونے سے اولاد نہیں ہو سکتی یہ سراسر غلط فہمی اور حقائق سے لاعلمی ہے۔ کیونکہ جن صاحب علم اور اہل فن کی نگاہ تشریح الابدان، منافع الاعضاء اور حقائق توالد و تناسل پر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ مرد اور عورت کا اکٹھا انزال ہونا یا نہ ہونا قیام حمل میں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کے بغیر بھی اولاد ہو سکتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ اوّل تو یہ خیال ہی فطرت نفسانی اور مزاج کے خلاف ہے کہ دونوں ہم نفس اور ہم مزاج ہوں۔ اس لئے تقدم و تاخر لازمی امر ہے۔ دوسری مرد کے عضو مخصوص کی بناوٹ صرف ایک پچکاری کی حیثیت رکھتی ہے کہ اس سے مادہ منویہ کسی قدر لذت و انتشار اور عورت میں لطف و حظ پیدا کرنے کے ساتھ اس کے جسم میں داخل کر دیا جائے۔ پھر جسم میں یہ مادہ منویہ دس سے پندرہ یوم تک اندر رہتا ہے اور کرم منی اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ جب ان کو اتصال نصیب ہوتا ہے تو حمل قائم ہو جاتا ہے۔ تیسرے عورت کے بیضہ جن کے ساتھ مرد کے کرم حمل قائم کرتے ہیں وہ عورت کے انزال کے ساتھ مشروط نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا تعلق عورت کے اس خون کے ساتھ ہے جو اسے ہر ماہ آتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے بیضوں کا اخراج ہوتا ہے۔ ہر حیض کے بعد بیضے رحم میں پائے جاتے ہیں اور کرم منی کو قبول کر کے حمل کا باعث بنتے ہیں۔ چوتھے جب مرد عورت پر اس کی مرضی کے بغیر مجرمانہ حملہ کرتا ہے تو اس کا انزال عورت کی مرضی کے بغیر ہوتا ہے۔ مگر اولاد ہو جاتی ہے۔ پانچویں جب عورت پینتالیس اور پچاس سال کی عمر کو پہنچتی ہے تو اس کا سلسلہ حیض بند ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں ہزار بار اکٹھا انزال کیا جائے مگر کبھی حمل قرار نہیں پاتا۔ ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش اولاد کے لئے مرد اور عورت کا اکٹھا انزال ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے اس ضرورت کے لئے امسا کی ادویہ کا استعمال غیر ضروری اور نقصان کا باعث ہے۔

سرعت انزال کے اسباب

اکثر طبی کتب میں سرعت انزال کے اسباب قریباً قریباً وہی لکھے ہیں جو جریان منی کے اسباب ہیں۔ گویا جریان منی اور سرعت انزال اس حیثیت سے بالکل ملتے جلتے ہیں۔ بلکہ سرعت انزال کو جریان منی کی ایک چھوٹی حالت قرار دیا ہے۔ یعنی جو نقص اعضائے تناسل اور منی کے جریان پیدا کرتے ہیں وہی اسباب چھوٹے اور خفیف ہونے کی حالت میں سرعت انزال پیدا کرتے ہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے جیسا کہ ہم پہلے کئی بار لکھ چکے ہیں کہ سرعت انزال کا مرض جریان منی سے بالکل جدا مرض ہے۔ اس لئے سرعت انزال کے اسباب بھی اس سے بالکل جدا ہیں۔ سرعت انزال کے اسباب درج ذیل ہیں۔

(۱) **سوزش غدد اور غشائے مخاطی**: سوزش غدد میں جگر و گردے اور خصیتین و امعاء کے غدد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حالات میں دورانِ خون مقام سوزش پر دباؤ کی حالت پیدا کر کے سرعت انزال کا بڑا اور قوی سبب بن جاتا ہے۔ اس حالت میں ذکاوت اور انتشار بھی اکثر رہتا ہے اور دورانِ خون میں تیزی اور دباؤ بڑھ جاتا ہے۔

غشائے مخاطی کی صورت میں سر سے پاؤں تک کسی مقام کے غشائے مخاطی میں سوزش ہو سکتی ہے۔ اس میں احلیل (پیشاب کی نالی) کی سوزش اور سوزاک قابل ذکر ہیں۔ چونکہ غشائے مخاطی کی سوزش بھی ایک قسم کی غدی سوزش ہے اس لئے وہی حالات قائم رہتے ہیں۔ بعض عیاش قسم کے لوگ انتشار میں تیزی پیدا کرنے کے لئے سوزاک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

راز کی بات: فرنگی طب میں جس حالت کی ہائی بلڈ پریشر (خون کے دباؤ میں شدت) کہا جاتا ہے وہ اور کچھ نہیں ہے صرف جسم کے کسی غدد یا جسم میں کسی جگہ غشائے مخاطی میں سوزش پیدا ہوتی ہے۔ پس وہاں کی سوزش کو معلوم کر کے دفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ عام طور پر یہ سوزش اعضائے رئیسہ کی غشائے مخاطی یا گردوں اور خصیتین میں پائی جاتی ہے۔

(۲) **غلبہ خون**: غلبہ خون عام طور پر خون کی زیادہ پیدائش سے ہوتا ہے۔اس کی تین صورتیں ہیں:

① جگر کی تقویت ② بہترین غذاء ③ اچھا ماحول۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن میں یہ تینوں صورتیں اکٹھی پائی جاتی ہیں۔ان میں سے ایک حالت میں بھی غلبہ پیدا ہو جائے تو سرعت انزال کی صورت قائم ہو جاتی ہے۔

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ جگر کی تقویت سے جسم میں غذا جلد جلد خون بننے لگتی ہے اور اگر اس کے ساتھ بہترین غذا ہو تو خون میں کثرت کے ساتھ تقویت اور بڑھ جائے گی۔اس کے ساتھ اچھا ماحول میسر آ جائے یعنی گلشن و آسائش زندگی، نغمہ و سرود اور حظ و لذت کا آرام وغیرہ۔ اگر چہ یہ وقتی صورتیں ہیں تاہم ان کا تسلسل آخر کار تحلیل قلب پیدا کر کے فوری موت (ہارٹ فیلور) کا باعث بن جاتا ہے۔ بہر حال غلبہ خون بہت ہی کم لوگوں میں ہوتا ہے۔

(۳) **کثرت حرارت وحدت منی**: کثرت حرارت کی صورت عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ حرارت کی پیدائش زیادہ ہو اور اس کا اخراج یا خرچ کم ہو۔اس کی تین صورتیں ہیں:

① جگر و غدد یا غشائے مخاطی میں سوزش ② گرم اشیاء اور اغذیہ کا بالفعل یا بالقوئی استعمال ③ گرم ماحول۔

ان تمام صورتوں میں جب جسم میں حرارت اور صفراء کی پیدائش بڑھ جاتی ہے اور اس حرارت کا اخراج پورے طور پر نہیں ہوسکتا یا اس کا جسم میں پورے طور پر خرچ نہیں ہوسکتا تو اس سے منی میں بھی حدت بڑھ جاتی ہے۔اس طرح سرعت انزال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔بعض لوگ گرم گرم روٹی سالن کھانے اور گرم گرم دودھ یا چائے پینے کے عادی ہوتے ہیں۔اس عادت سے بھی اکثر سرعت انزال ہو جاتا ہے۔گرم علاقے اور گرم ماحول میں جہاں پر بہت زیادہ شدت کی گرمی ہوتی ہے۔گرمی جسم میں جذب ہو کر سرعت انزال کا باعث بنتی ہے۔

ایسے مکان جن میں گھٹن اور گرمی کا احساس ہوتا ہے،سرعت انزال کے اسباب میں ان کو بھی شریک کر لینا چاہئے۔ایسی صورتوں میں مقام اور مکان دونوں پر فضا اور تسکین دہ ہونے چاہئیں۔

اس امر کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ کثرت حرارت سے حدت منی پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے سرعت انزال پیدا ہو جاتا ہے۔حدت منی میں صرف حرارت کی پیدائش یا حار اغذیہ یا حار ماحول کے اسباب نہیں ہوتے بلکہ نفسیاتی اور جذباتی اثرات بھی منی میں حدت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ اثرات ظاہرہ صورتوں میں ہوں یا تصور میں پیدا ہو جائیں اس میں عشقیہ قصے و کہانیاں اور ناول شریک ہیں۔ بلکہ نفسیاتی اور جذباتی اثرات اس قدر شدید ہوتے ہیں کہ ان کا اثر فوراً ہو جاتا ہے۔ان کے مقابلے میں پیدائش حرارت کا اثر دنوں اور مہینوں میں ہوتا ہے۔اغذیہ میں گوشت و گرم مصالحہ جات اور گرم میوہ جات وغیرہ اور جو لوگ کثرت سے شراب پیتے ہیں وہ بہت جلد اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سرعت انزال کے اسباب میں حرارت کے اثرات کی ایک خوفناک صورت یہ بھی ہے کہ جو لوگ فاحشہ یا حیض والی عورتوں سے مباشرت کرتے ہیں ان سے بھی جسم میں حرارت اور حدت منی پیدا ہو جاتی ہے۔کیونکہ فاحشہ عورتوں میں آتشک اور سوزاک کے امراض عام ہوتے ہیں۔ ان سے جسم میں یقیناً حرارت و سوزش پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ اکثر وہی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہی صورتیں حیض والی عورتوں سے بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اکثر سوزش ہو کر سوزاک پیدا ہو جاتا ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ سرعت انزال کی ایک اور صورت بھی اکثر پائی جاتی ہے۔وہ ہے اپنے سے کم عمر عورتوں یا کنواری لڑکیوں سے مباشرت کرنا۔ان کے جسم میں مرد کی حرارت سے بہت زیادہ حرارت ہوتی ہے۔جو جسم میں جذب ہو کر منی میں حدت پیدا کر دیتی ہے اور سرعت

انزال کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ ان اسباب کے ساتھ ہی کم عمر عورتوں یا کنواری لڑکیوں کے تصورات بھی حدت منی کا باعث بن جاتے ہیں۔ ظاہر میں یہ باتیں معمول زندگی ہیں لیکن سرعت انزال کے شدید اسباب ہیں۔ ان حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک صحیح زندگی کے لئے تزکیہ نفس بھی بے حد ضروری امر ہے۔

تشخیص

صرف مریض کے کہنے پر اس کو سرعت انزال کی دوا دے دینا کوئی زیادہ مفید نہیں ہے، بلکہ مریض کو پورے طور پر سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جس قدر اسباب بیان کئے گئے ہیں ان کو ذہن میں رکھنا لازمی ہوتا ہے۔ تاکہ مریض کا صحیح طریق پر علاج کیا جا سکے۔ بظاہر سرعت انزال معمولی مرض ہے لیکن مندرجہ بالا اسباب کے تحت غور کریں تو یہ ایک خوفناک مرض ہے۔ اس کی شدت سے خوفناک امراض پیدا ہوتے ہیں جن میں فالج، ذیابیطس اور تپ دق وسل قابل ذکر ہیں۔ ضعف قلب اور ہارٹ فیلور بھی انہی صورتوں میں ہو جاتے ہیں۔

علاج سرعت انزال بالا دویہ

ذہن نشین کرانے کے لئے ہم پھر لکھ رہے ہیں کہ سرعت انزال ایک جدا علامت ہے۔ اس کا جریان اور احتلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سرعت انزال غدی تحریک ہے۔ اس میں چونکہ عضلات میں تحلیل پیدا ہوتی ہے اس لئے عضلات میں کمزوری ہو جاتی ہے جس سے منی میں امساک قائم نہیں رہ سکتا۔ امساک خون کے دباؤ سے پیدا ہوتا ہے۔ ریاح صالح سے قائم رہتا ہے۔ جو حرارت کی عضلات کی طرف زیادتی سے تحلیل ہو جاتی ہے۔

یہ امر بھی ذہن نشین رکھیں کہ انزال ایک اضافی حالت ہے جو تندرستی کی حالت میں طبعی صورت پر قائم رہتی ہے۔ اس کا اندازہ دو تین حد پانچ منٹ سے زیادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ہونا چاہئے۔ یہ کمی بیشی صالح ریاح کی کمی بیشی پر منحصر ہے۔ مرض کی حالت میں چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ یہی اس کی حالت مرض ہے اور اسی کا علاج کیا جاتا ہے۔

چونکہ لذت ولطف اور حظ انسانی شوق اور خواہشات کا کمال ہے۔ اس لئے اکثر انسان ان کی تکمیل کے لئے اور مد مقابل کو اپنی طاقت کی نمائش کے لئے امساک کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ لیکن یہ وہ نہیں جانتے کہ مرض کی حالت کو رفع کرنے کے لئے ان کی کوشش جائز ہے لیکن ضرورت سے زیادہ طبعی اور مصنوعی امساک دل ودماغ اور جگر جو اعضائے رئیسہ ہیں، ان کو کمزور کر دیتا ہے۔ اوّل اندازہ سے زیادہ حرکت کرنی پڑتی ہے، دوسرے مسک ادویہ اپنی خشکی کی وجہ سے مادہ منویہ کو خشک کر دیتی ہیں، تیسرے مسک ادویہ میں اکثر نشہ آور اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ ان سب کا نتیجہ خوفناک امراض کا پیدا ہو جانا ہے۔ البتہ طبعی اور غیر مضر امساک میں کوئی نقصان نہیں۔

ملذذ ادویہ

مباشرت میں لذت ولطف اور حظ کو بڑھانے کے لئے بعض لوگ ملذذ ادویات کا استعمال کرتے ہیں۔ اس حظ نفسانی سے ایک مراد یہ بھی ہوتی ہے کہ عورت بھی اس لذت ولطف اور حظ سے لطف اندوز ہو کر ان سے دلی محبت کرنے لگے۔ لیکن وہ لوگ اس حقیقت سے بالکل واقف نہیں ہوتے کہ ہر ملذذ دوا شدید محرک اور سوزش پیدا کرنے والی ہوتی ہے۔ اس سے دورانِ خون میں تیزی پیدا ہو کر جلد انزال ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ جو ادویہ بھی لذت ولطف اور حظ میں اضافہ کریں گی وہ یقیناً جلد انزال کا باعث ہوں گی۔

بعض لوگ ملذذ ادویہ اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ عورت کو جلد انزال ہو جائے لیکن وہ اس امر کو بھول جاتے ہیں کہ وہ دوا ان میں بھی

سرعت انزال پیدا کردے گی۔ ان ادویات کے استعمال سے بے حد نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ ملذذ ادویہ سے عورتوں کے رحم اور مردوں کے عضو مخصوص میں سوزش پیدا ہو کر سیلان الرحم اور جریان منی پیدا ہوجاتا ہے۔ مرد و عورت دونوں کو ملذذ ادویات سے پرہیز بہتر ہے۔

راز کی بات

سرعت انزال کے کئی اسباب بیان کئے گئے ہیں لیکن اگر صحیح اغذیہ اور درست ادویہ کو تجویز کردیا جائے تو تمام اسباب کا مرکزی اثر غدد اور خصوصاً جنسی غدد پر پڑتا ہے۔ جس سے وہاں کے عضلات میں جلد تحلیل ہوجاتی ہے۔ اس لئے علاج میں غدد کی اس سوزش کو رفع کرنا اور حرارت کا اعتدال مقصود ہوتا ہے۔ جو صحیح اغذیہ اور درست ادویہ سے فوراً اعتدال پر آنا شروع ہوجاتی ہیں۔ ایسی ادویہ اور اغذیہ درج ذیل ہیں۔

سرعت انزال کے لئے اغذیہ: ہر قسم کا دودھ، مکھن، مرغابی کا گوشت، مچھلی، بادام، چہار مغز، انگور تازہ شیریں، امرود، میٹھا، خربوزہ، ناشپاتی، گھیا، کھیرا، ککڑی، شلغم اور چقندر وغیرہ۔ اس میں غدی اعصابی، اعصابی غدی اور اعصابی عضلاتی ہر قسم کی اغذیہ شامل کی جاسکتی ہیں۔

سرعت انزال کے لئے مفرد ادویہ: اسپغول، بالنگو، گوند ببول اور گوند کیکر، تال مکھانہ، صندل، تخم کاسنی، سمندر سوکھ، کف دریائی، ابریشم، اسگندھ، الائچی خورد، برم ڈنڈی، برہمی، بھنگ، ترنجبین، تل، ثعلب، کشنیز، رب السوس، ستاور، ریٹھا، زیرہ سفید و سیاہ، سپستان، سرپھوکہ، سونا مکھی، شکر، گاؤزبان، مشک، لوبان، مروڑ پھلی، موم، انزروت، تلسی، شربت شہد، گھی، لفاح۔

سرعت انزال کے لئے کشتہ جات: کشتہ چاندی، کشتہ قلعی، کشتہ سیسہ، کشتہ نیلم، کشتہ سنکھ، کشتہ کوڑی زرد، کشتہ سیپ اور کشتہ سونا مکھی۔

سرعت انزال کے لئے مجربات: تحقیقات طبی فارماکوپیا میں جتنے بھی نسخہ جات غدی اعصابی، اعصابی غدی اور اعصابی عضلاتی دیئے گئے ہیں ضرورت کے مطابق وہ سب مفید اور صحیح ہیں۔ اسی طرح تحقیقات المجربات میں بھی جو نسخے درج ہیں وہ بھی سب یقینی ہیں۔ اور جو نسخے اس تحریک کے نام سے مقوی و اکسیر اور تریاق کے تحت درج ہیں وہ سب بے خطا ہیں۔ ہمارے مجربات و مرکبات اور نسخہ جات سو فیصد صحیح ہیں۔ البتہ مریض کو اپنی غذا و ماحول کو درست رکھنا چاہئے۔

حبوب برائے سرعت انزال: انزروت ایک تولہ، لوبان ایک تولہ، کف دریائی دو تولے، ورق نقرہ دو ماشے، اوّل انزروت اور لوبان کو باریک کرلیں۔ پھر ان میں ورق کھرل کرلیں۔ اس کے بعد اس میں کف دریائی ملا کر کھرل کریں اور گولیاں بقدر نخود تیار کرلیں۔ مقدار خوراک ایک گولی صبح ایک گولی شام ہمراہ آب تازہ۔

سفوف برائے سرعت انزال: الائچی خورد ایک تولہ، صندل سفید ایک تولہ، اسگندھ ناگوری تین تولے، گوند کیکر تین تولے۔ باریک سفوف بنالیں۔ مقدار خوراک ایک ماشہ صبح ایک ماشہ شام۔ اس کو بوقت ضرورت دوگنا استعمال کرسکتے ہیں۔

مٹھائی برائے سرعت انزال: مغز بادام دو چھٹانک، مربہ گزر چار چھٹانک، مٹھائی پیٹھہ چار چھٹانک۔ پہلے مربہ اور مٹھائی کو کوٹ لیں۔ پھر اس میں مغز بادام شامل کرلیں۔

مقدار خوراک: ایک تولہ صبح ایک تولہ شام ہمراہ آب تازہ۔

اکسیر برائے سرعت انزال: کشتہ چاندی، کشتہ سیپ، کشتہ سونا مکھی ہم وزن لے کر ملالیں۔

مقدار خوراک: نصف رتی صبح نصف رتی شام۔

تریاق برائے سرعت انزال: ریٹھا ایک تولہ، کشنیز تین تولے، زیرہ سیاہ ایک تولہ، گوند کیکر تین تولے کوٹ کر گولیاں بنالیں۔

مقدار خوراک: ایک گولی صبح ایک گولی شام۔

کیمیاوی اور نفسیاتی نامردی اور ضعف باہ

ماہیت مرض میں ہم لکھ چکے ہیں کہ عنانت و نامردی اور ضعف باہ تینوں لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی معمولی مردمی قوت کی کمزوری سے لے کر مادر زاد نامردی تک کے تمام درجات اس میں شریک ہیں۔ لیکن ان کے حقیقی مفہوم میں تین قسم کی صورتیں پیش آتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) **مردمی قوت میں کمزوری:** جس سے مرد کا مباشرت و مواصلت اور جماع کی قابلیت ختم ہو جانا یا بہت کم ہو جانا اور مناسب اندازہ کے مطابق فعل انجام نہ دے سکنا۔

(۲) **خواہش جماع کا ختم ہو جانا:** اس صورت میں وہ جذبات ختم ہو جاتے ہیں یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں جن سے خواہش جماع پیدا ہوتی ہے۔

(۳) **قوت تولید کا خراب یا ختم ہو جانا:** اس صورت میں تولید نسل کی قابلیت ختم ہو جاتی ہے یا بہت کم ہو جاتی ہے۔ اس میں مباشرت و مواصلت اور جماع کی قابلیت تو ہوتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے مگر اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رہتی۔ اس صورت کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں اس کو بھی نامردی میں شمار کرتے ہیں۔

عنانت و نامردی اور ضعف باہ کے اسباب میں ہم کثرت مباشرت، جلق، احتلام، جریان اور سرعت انزال کی حقیقت و ماہیت اور علامات و علاج پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اگر چہ ان میں احتلام و جریان اور سرعت انزال بذاتِ خود امراض ہیں لیکن ضعف باہ کے زبردست اسباب میں شریک ہیں۔ کیونکہ باہ کی خرابی کسی ایک عضو کا نقص نہیں ہے بلکہ جسم کے کسی عضو کی خرابی سے یہ واقع ہو سکتی ہے۔

اعضاء کی خرابی گویا مشینی نقص ہے۔ اگر چہ ہر مشینی نقص میں بھی جسم میں خاص قسم کے کیمیاوی اثرات موجود ہوتے ہیں۔ لیکن ظاہری طور پر مرض کی ابتدا مشینی صورت ہی سے ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو مشینی نقص ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ بعض ایسی خرابیاں اور اسباب ہیں جن کا تعلق مشینی کی نسبت جسم کے کیمیاوی اثرات سے ہوتا ہے۔ جیسے منی میں نقص پیدا ہو کر باہ میں بے اعتدالی واقع ہو جائے، خون میں خرابی پیدا ہو کر باہ میں نقص پیدا ہو جائے، ماکولات و مشروبات میں کیمیاوی توازن قائم نہ رہے۔ اس سے جسم میں قوتِ باہ کا توازن ختم ہو جاتا ہے۔ اگر چہ ہم ان پر روشنی ڈال چکے ہیں تاہم ان کا خصوصی علاج لکھنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مشینی خرابی اور کیمیاوی نقص کے علاوہ نفسیاتی افعال واثرات بھی قوت باہ میں نقصان کا باعث بن سکتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے شوق و عشق اور لذت و سرور سے قوتِ باہ میں تحریک اور حظ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان جذبات میں جو قوت باہ میں نقصان کا باعث بنتے ہیں ان میں خوف و غم اور ندامت و احساس کمتری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی حقیقت و ماہیت اور علاج پر لکھنا بھی بے حد ضروری ہے۔ تا کہ معالج مردانہ امراض کے علاج میں الجھن کا شکار نہ بن جائے۔

منی کے نقص سے ضعف باہ

منی کے نقص کی تین صورتیں ہیں: (۱) پیدائش منی میں کمی (۲) قوام منی میں ضعف (۳) مزاج منی میں نقص۔

ان تینوں نقائص کی صورتیں اگر چہ جدا جدا ہیں لیکن ان کا باہم گہرا تعلق ہے۔ اس لئے ان کا ذکر ایک مقام پر ہی مفید ہو سکتا ہے۔

منی میں بذاتِ خود یہ قوت ہے کہ جب اس کی پیدائش بڑھ جاتی ہے تو جسم انسان پر اس کا ایک خاص قسم کا اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ قانون فطرت نے اپنے نظام کے مطابق اس دُنیا میں بنی نوع انسان کے سلسلہ حیات و بقا کو جاری رکھنے اور قائم رکھنے کے لئے عمل ازدواج میں ایک

قسم کا ذوق وتلذذ رکھ دیا ہے۔اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر یقیناً انسان اس طرف متوجہ نہ ہوتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ نظام حیات اور سلسلہ توالد وتناسل ختم ہوجاتا۔

اس ہیجان اور جوش کی وجہ وہ مادہ مولدہ یا مادہ منویہ ہی ہوتا ہے جو انسان کے جسم میں تیار ہوتا رہتا ہے۔ مادہ بدن میں کثیر مقدار میں تیار ہوتا رہتا ہے۔جس کے ساتھ ہی اس کے اخراج کے لئے سرور اور دغدغہ محسوس ہوتا ہے اور انسان عمل طبعی کا طلب گار ہوتا ہے۔غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مادہ منویہ بذاتِ خود انسان کے لئے منزلہ احساس کے ہے۔اگر منی کی پیدائش میں کمی واقع ہوجائے یا اس کے اخراج میں زیادتی کردی جائے جو عام طور پر کثرت اخراج منی سے واقع ہوتی ہے تو اس کا لازمی اثر قوت باہ پر پڑے گا اور جو احساس اور دغدغہ باعث تلذذ اور انتشار ہوتا ہے وہ ختم ہوجاتا ہے یا کم ہوجاتا ہے۔اس کا علاج اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ منی کی پیدائش بڑھانے کی کوشش کی جائے۔اس مقصد کے لئے اور ادویہ کے علاوہ مریض کو اچھے ماحول میں رکھنا نہایت ضروری ہے۔

علاج بالغذا

منی کا نقص قلت کی وجہ سے ہو تو غذا میں گوشت، انڈے اور دیگر مرغن اشیاء استعمال کرائیں۔اس کے ساتھ میوے اور حلوے بے حد مفید ہیں۔عام طور پر ان کی ترتیب اس طرح رکھنی چاہئے کہ صبح کو میوہ جات پیس کر اور گھی میں سرخ کر کے کھائیں۔ساتھ دودھ یا چائے دے دیں۔دوپہر کو بھنا ہوا گوشت یا دالیں اور سبزیاں ہوسکتی ہیں۔لیکن ان کا گھی میں تر بہ تر ہونا ضروری ہے۔ساتھ پھل بھی دیئے جاسکتے ہیں۔رات کو دو چار انڈوں کا حلوہ کھلا کر ساتھ دودھ دے دیں۔اس طرح بہت جلد جسم میں تقویت پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے اور منی کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔

علاج بالمرکبات

اس سلسلہ میں طبی کتب میں بے شمار مجربات درج ہیں جو تقریباً سب ہی مفید ہیں۔مثلاً لبوبات ومعجونات اور حلوے وغیرہ جن میں حلوہ کنجشک، حلوہ بیضہ مرغ، دوائے ترنجبین، حلوہ آنبہ معجون انطاکی، معجون سپاری پاک، معجون تال مکھانہ اور حلوہ نخود وغیرہ شامل ہیں۔

علاج بالمفرد ادویہ

بادام، پستہ، چلغوزہ، نارجیل، کنجد، مربہ زنجبیل، تخم گذر، تازہ مچھلی، بہمن سرخ وسفید، ثعلب مصری، تودری سیاہ وسفید، چار مغز اور شہد وغیرہ۔

نوٹ: اس قسم کے علاج میں مزاج اور تحریک کو ضرور مدنظر رکھیں تاکہ علاج معالجہ میں فوری اثر نمودار ہو اور یہی کامیابی ہے۔

نقص قوت تولید

عنانت ونامردی اور ضعف باہ کی ہم نے تین صورتیں پیش کی ہیں۔

(۱) **مردمی قوت میں کمزوری:** جس سے مرد میں مباشرت ومواصلت اور جماع کی قابلیت ختم ہوجاتی ہے اور وہ مناسب اندازہ کے مطابق یہ فعل انجام نہیں دے سکتا۔اگرچہ اس میں خواہش جماع باقی ہوتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں شدید ہوتی ہے۔

(۲) **خواهش جماع کا ختم ہو جانا:** جس میں وہ جذبات ختم ہوجاتے ہیں یا بہت حد تک کم ہوجاتے ہیں جن سے خواہش جماع پیدا ہوتی ہے۔

(۳) **نقص قوت تولید:** اس صورت میں تولید نسل کی قابلیت ختم ہوجاتی ہے یا بہت کم ہوجاتی ہے۔اس میں مباشرت ومواصلت اور جماع

کی قابلیت تو ہوتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے مگر اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رہتی۔ اس صورت کے اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں اس کو بھی نامردی میں شمار کرتے ہیں۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے ''منی کے نقص سے ضعف باہ'' کے عنوان کے تحت کیمیاوی اثرات کی تین صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) پیدائش منی میں کمی (۲) قوام میں خرابی (۳) مزاج منی میں نقص۔

ان تینوں نقائص کی صورت کم وبیش جدا جدا ہے لیکن ان کا باہم گہرا تعلق ہے۔ اس لئے ان کا ذکر ایک ہی مقام پر کر دیا ہے۔

عنانت ونامردی اور ضعف باہ کی تین صورتوں میں نقص قوت تولید کی خرابی کا علاج منی کے نقص سے ضعف باہ میں شامل ہے۔ لیکن نقص قوت تولید کا عنوان پھر قائم کر دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرنگی طب نے ایک علامت منی میں خرابی کے متعلق تشخیص کی ہے کہ کرم منی کا نہ ہونا یا بہت کم ہونا وغیرہ۔

جاننا چاہئے کہ جب منی اپنے مزاج میں پختہ ہو جاتی ہے تو اس میں کرم خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس میں کرم منی پیدا کرنے کی جدا کوئی صورت نہیں ہوتی۔ بہر حال سہولت اور مزید معلومات کے لئے جدا عنوان کے تحت ذکر کر دیا گیا ہے۔

نقص قوت تولید کی تین صورتیں ہوتی ہیں: (۱) رطوبات بلغمیہ کی زیادتی سے اس میں پختگی پیدا نہ ہو اور نہ ہی مکمل قوام بنے۔ (۲) جسم میں اس قدر حرارت اور صفراء پیدا ہو جائے جس سے منی کا قوام بگڑ جائے یا کرم منی فنا ہو جائیں۔ (۳) بچپن میں جماع سے مادہ منویہ کو تباہ کر لینا یا عام زندگی میں کثرت مباشرت سے منی میں پختگی اور قوام قائم نہ ہونے دینا۔ ان تینوں صورتوں میں نقص تولید پیدا ہو جاتا ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ نقص مردوں کے علاوہ عورتوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ ان میں مادہ منویہ کا نقص بھی ہوتا ہے۔ جس طرح مردوں میں کرم منی کا نہ ہونا یا بہت کم ہونا پایا جاتا ہے۔ اسی طرح عورتوں میں بیضہ انثیٰ کا نہ ہونا یا بہت کم ہونا ہوتا ہے۔ اولاد پیدا ہونے کے لئے صورت یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کے اعضائے تناسل درست ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں کرم منی اور بیضہ انثیٰ کی بھی کثرت ہو۔ تاکہ ان کے آزادانہ ملاپ سے فوراً حمل قرار پا جائے۔ اس لئے دونوں میں مادہ منویہ کی کثرت ہونی چاہئے۔ اس مقصد کے لئے اغذیہ اور ادویہ درج ذیل ہیں:

1. مغزیات میں ہر قسم کے میوہ جات خاص طور پر بادام بے حد مفید ہیں۔ ان کو سفوف وحلوہ اور حریرہ وچٹنی کی صورت میں دے سکتے ہیں۔
2. روغنیات میں ہر قسم کا حیوانی روغن جس میں دُنبے کی چکی، گائے اور بھینس کا روغن (چربی نہیں) روغن موٹا ہوتا ہے اور چربی پتلی ہوتی ہے۔ اس میں مکھن، دودھ اور گھی کی خاص خصوصیت ہوتی ہے۔ بالائی بھی اس مقصد کے لئے مفید ہے۔
3. پرندوں کا گوشت، ان میں تیتر وبٹیر اور مرغ ومرغابی کا گوشت مفید ہے۔ اسی طرح جگر وگردوں کا پکا کر کھانا بھی مفید ہے۔
4. جوان بکروں کے تازہ خصیئے گھی میں تل کر روٹی یا بغیر روٹی کے کھانا مفید ہے۔
5. چڑوں کا گوشت اور تیتر کا گوشت بھون کر کھانا مفید ہے۔
6. خرما تر یا خشک معجون اور حلوہ کی صورتوں میں اپنے اندر یقینی اثرات رکھتا ہے۔
7. بنولوں کا حریرہ اور حلوہ بھی مفید ہے۔ خاص کر عورتوں کے لئے مفید ہے۔
8. دالوں میں ماش اور چنے کی دالیں گھی میں گوشت یا گوشت کے بغیر بھون کر کھانا، تازہ مٹر گھی میں تل کر کھانا مفید ہے۔ ماش کی دال اور چنے کی دال کے حلوے بھی اپنے اندر مفید اثرات رکھتے ہیں۔
9. ناریل کی مٹھائی، خصوصاً گھی میں تلے ہوئے ناریل منی کی تقویت اور اس میں خمیر پیدا کرنے کے لئے خاص طور پر مفید ہے۔

ادویہ میں ذیل کی ادویہ منی کی پیدائش اور تقویت کے لئے مفید ہیں:

۱. درخت ببول (کیکر) کی خام پھلیاں سائے میں خشک کر کے مفرد یا مرکب منی کی پیدائش وتقویت اور تغلظ وتکمیل کے لئے بہترین دوا ہے۔ اگر وقتی طور پر میسر نہ ہو تو کیکر کے پھول وکونپلیں اور گوند بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ اس کی چھال اور کیکر کے کسی جزو میں کیا ہوا قلعی کا کشتہ بھی اپنے اندر مفید اثرات رکھتا ہے۔
۲. مغز تخم تمر ہندی سوختہ چھلکا دور کر کے مفرد یا مرکب اپنے اثرات میں مفید ہے۔
۳. درخت بڑ کا پھل سایہ میں خشک کر کے مفرد یا مرکب استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر وہ میسر نہ ہوں تو اس کا دودھ، کونپلیں اور چھال بھی مفید ہیں۔ اسی طرح درخت پیپل بھی اپنے اندر مفید اثرات رکھتا ہے۔
۴. ثعلب مصری منی کی تقویت اور تکمیل کے لئے ایک مشہور اور مفید دوا ہے۔ مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں استعمال ہو سکتی ہے۔
۵. کرکس بھی تقویت منی اور پیدائش کے لئے مفید ہے۔
۶. اسگندھ ناگوری اپنے خاص افعال واثرات میں اپنا مقام رکھتی ہے۔ مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں استعمال ہوتی ہے۔
۷. سنگھاڑا خام وپختہ اور تازہ وخشک ہر صورت میں اپنے اندر تقویت رکھتا ہے۔ مفرد اور مرکب دونوں صورتوں میں مفید ہے۔
۸. سلاجیت ایک قسم کا چونہ ہے۔ منی کی پیدائش وتغلظ اور تقویت وتکمیل کے لئے ادویات میں شامل ہے۔

یہ چند اہم اغذیہ اور ادویہ لکھ دی گئی ہیں تاکہ فوری طور پر اطباء اور حکماء ان سے استفادہ کر سکیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی ادویات ہو سکتی ہیں۔

کجی قضیب

اعوجاج ذکر، قضیب کا ٹیڑھا ہونا۔ اس حالت میں عضو مخصوص کسی ایک طرف کو جھک جاتا ہے۔

قضیب کی بناوٹ

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کا جسم چار قسم کے مفرد اعضاء (انسجہ۔ٹشوز) سے بنا ہوا ہے:
(۱) اعصابی انسجہ (۲) عضلاتی انسجہ (۳) قشری انسجہ (۴) الحاقی انسجہ۔

یہ چاروں انسجہ (ٹشوز) چار مفرد اعضاء کہلاتے ہیں۔ ہم یہ حقیقت ثابت کر چکے ہیں کہ جب اخلاط مجسم ہوتے ہیں تو یہی مفرد اعضاء بنتے ہیں۔ ان کی عام طور پر ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اعصابی انسجہ باہر کی طرف، قشری انسجہ (؛دی) اندر کی طرف۔ عضلاتی انسجہ سب سے اندر ہوتے ہیں اور الحاقی انسجہ سے ان تمام انسجہ کے درمیان بھرتی ہوتی ہے۔ جس کا مقصد تمام انسجہ کو آپس میں ملا کر مضبوط کرنا ہے۔ ان کے افعال کی صورت یہ ہے کہ اعصاب جسم میں حس اور رطوبت پیدا کرتے ہیں۔ عضلات جسم میں حرکت اور خشکی قائم کرتے ہیں۔ غدد وغشاء جسم میں حرارت اور روح کی پیدائش کو جاری رکھتے ہیں جو ضرورت کے وقت خون کی نالیوں سے عضلات میں داخل ہوتے ہیں۔

یہی ترکیب وترتیب اور بناوٹ عضو مخصوص (قضیب) کی بھی ہے۔ البتہ یہاں پر اعصاب کی کثرت، عضلات میں نزاکت اور غدد میں بہت تیزی ہوتی ہے۔ یہاں پر عضلات کی بناوٹ اس طرح ہوتی ہے کہ قضیب کے دائیں بائیں اور اوپر نیچے کی طرف آپس میں ملے ہوتے ہیں اور ضرورت کے وقت پھیلتے اور سکڑتے رہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ عضلات کی بناوٹ اسفنجی نما ہوتی ہے۔ جب ان میں روح اور رطوبت بھرتی ہے تو وہ پھیل جاتے ہیں اور جسم تن جاتا ہے۔ جب ان کا اخراج ہو جاتا ہے تو وہ سکڑ جاتے ہیں۔

ماہیت انتشار

جب جنسی حظ اندرونی یا بیرونی طور پر پیدا ہوتا ہے یعنی ذہنی یا حسی کسی صورت سے بھی اثر انداز ہوتا ہے تو اوّل اعصاب میں لہر سی دوڑتی

جاتی ہے۔ جس سے عضلات میں تحریک ہوتی ہے اور دِل کا فعل تیز ہو جاتا ہے اور اپنی شرائن کے ذریعے اعضائے مخصوصہ کی طرف خون روانہ کرتا ہے۔ جس کے ساتھ روح اور حرارت وہاں پر بڑھ جاتی ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت جب عضلات میں تحریک پیدا ہوتی ہے تو رطوبات غدد کی طرف روانہ ہو جاتی ہے اور حرارت اعصاب کی طرف جا کر وہاں جو تیز لہر دوڑتی رہتی ہے اس میں تحلیل پیدا کر کے اس کو اعتدال پر لاتی ہے۔ مگر عضلات کی تیزی سے چونکہ غدد میں سکون ہوتا ہے۔ اس لئے رطوبات کا اخراج بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح قضیب میں خیزش بڑھتی رہتی ہے۔ یعنی اعصاب میں بجلی کی سی لہر دوڑ رہی ہوتی ہے۔ عضلات میں تحریک سے خیزش بڑھ رہی ہوتی ہے اور غدد میں رطوبات کا اخراج بند ہو جاتا ہے۔ یہی رطوبت جو خصیتین میں اکٹھی ہوتی ہے وہ پختہ ہو کر منی بن جاتی ہے اور عضلات میں تحریک بڑھتی جاتی ہے تو دِل کے فعل میں تیزی آ جاتی ہے جس سے دوران خون کی قضیب کی طرف زیادتی ہوتی ہے اور وہ اپنی لمبائی اور چوڑائی میں بڑھنا اور پھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے اندازے کے مطابق شدید تن جاتا ہے۔ اس صورت میں اوپر نیچے اور دائیں بائیں عضلات اپنی اپنی جگہ کھینچ کر قضیب کو انتشار کی حالت میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ چونکہ شدت حرارت سے تحریک غدد میں آ جاتی ہے اس سے منی پختہ ہو جاتی ہے۔

کجی کی ماہیت

کثرت رگڑ یا چوٹ یا زخم سے جب قضیب کے انسجہ خصوصاً عضلاتی انسجہ خراب ہو جاتے ہیں یا ان میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو وہاں پر رطوبات و خون اور روح و حرارت کا اجتماع مشکل ہو جاتا ہے اور جس طرح کے عضلات درست ہوتے ہیں اس طرف انتشار کے وقت تیزی جھکاؤ اور ٹیڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے جس قدر انسجہ زیادہ خراب ہوں گے اسی قدر کجی زیادہ ہوگی۔

یاد رکھیں کہ اگر احساس میں کمی ہے تو عصبی انسجہ میں بگاڑ ہے۔ اگر انتشار میں خرابی ہے تو عضلاتی انسجہ میں نقص ہے۔ اگر حرارت و خون اور رطوبت و روح کے جوش میں کمی ہے تو غدی اور غشائی خرابی ہے۔ بس یہی کجی کی ماہیت ہے۔ بار بار پڑھیں اور ذہن نشین کر لیں۔

کجی کے اسباب

جلق، اغلام، کثرت مباشرت، سوزاک، آتشک، ضرب اور زخم اور اسی قبیل کی دیگر صورتیں ہوتی ہیں۔

کجی کی علامات

قضیب میں دبلا پن اور شہوت کی حالت میں ٹیڑھا پن، جھکاؤ اسی طرف ہوتا ہے جس طرف کھچاؤ ہوتا ہے اور دوسری طرف استرخاء اور ڈھیلا پن ہوتا ہے۔ انتشار نامکمل، حرارت میں کمی اور جوش کا فقدان، احلیل سے رطوبات کا اخراج، غرض یہ کہ کجی کے ساتھ نامکمل انتشار اور کمی حظ کی حالتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اصول علاج

یاد رکھیں کہ سب سے مشکل علاج وہ ہے جس کسی عضو میں تحلیل وضعف پیدا ہو جائے جیسے فالج ولقوہ اور استرخاء ریا سل و دق اور ذیابیطس ہیں لیکن تحلیل وضعف سے بڑھ کر وہ امراض ہیں جن میں مفرد اعضاء (انسجہ) کے خلیات برباد ختم ہو جائیں یا مر جائیں۔ انہی امراض میں کجی و سرطان اور فساد خلیات ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ امراض ناقابل علاج ہیں۔ مندرجہ بالا تمام امراض اور انہی اقسام کے دیگر امراض قابل علاج ہیں۔ البتہ یہ مشکل ترین اور پیچیدہ ترین امراض ہیں اور معالج کی انتہائی توجہ چاہتے ہیں بلکہ مریض اور اس کے لواحقین کو بھی کوشش کرنی چاہئے۔

کجی میں چونکہ مفرد اعضاء (انسجہ) کے خلیات برباد و ضائع اور ختم ہو جاتے ہیں اس لئے وہاں کے مفرد اعضاء کے خلیات کو پھر پیدا اور زندہ کیا جاتا ہے۔ قانون فطرت یہ ہے کہ یہ خلیات پیدا اور زندہ ہو جاتے ہیں۔ جس کی دلیل وہ گوشت ہے جو جسم کے کسی حصہ سے کٹ جاتا ہے یا ضائع ہو جاتا ہے، لیکن وہ پھر پیدا ہو جاتا ہے۔ بہر حال کجی قابل علاج ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ نظریہ مفرد اعضاء (انسجہ) کے تحت تشخیص مرض سہل اور علاج مرض آسان ہو گیا ہے۔ ایسے مریض کے علاج میں غور سے اس کی نبض اور قارورہ دیکھیں اور معلوم کریں کہ تحریک کہاں ہے اور جس مفرد عضو میں تحریک ہو اس کے افعال کو دیکھیں کہ وہ کہاں تک صحیح کام کر رہے ہیں۔ اس طرح جہاں تسکین و تحلیل وہ ان کے مفرد اعضاء کے افعال کو مدنظر رکھیں۔ اگر تحریک کے مفرد اعضاء پورے طور پر کام نہ کر رہے ہوں تو اوّل انہی کو تیز کر کے ان کے افعال کو مکمل کریں۔ یعنی اعصاب ہیں تو ان میں تیزی سے رطوبات پیدا ہو جائیں۔ اگر عضلات ہوں تو ان میں تیزی سے دورانِ خون تیز بلکہ بخار پیدا ہو جائے اور اگر غدد میں تیزی ہو تو جسم میں حرارت اور صفراء کی زیادتی ہو جائے اور مفرد عضو تحریک سے لے کر مسہل تک کام کرنا شروع کر دے۔ جب کوئی مفرد عضو اپنے افعال درست کر لے گا تو یقیناً اس کا اثر دیگر مفرد اعضاء پر پڑے گا۔ اگر تحریک اپنے پورے کام انجام دے رہی ہو تو جہاں پر تسکین ہے اس کو تیز کر کے اس میں انتہائی تحریک پیدا کر دیں تا کہ وہ اپنے پورے افعال انجام دے سکے۔ اس طرح دوران خون و حرارت اور روح و رطوبت تمام جسم میں خصوصاً ضرورت کے مقام پر دوڑنے اور پہنچنے لگیں گی۔ اس طرح ایک طرف نیا خون اور کیمیاوی اجزا بننا شروع ہو جائیں گے، دوسری طرف مفرد اعضاء (انسجہ) کے نئے خلیات بننا شروع ہو جائیں گے۔ لیکن پھر بھی جلدی صحت کا تصور نہ کریں۔ کیونکہ خلیات کی بناوٹ و پیدائش اور زندگی میں اچھا خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ بہر حال مستقل مزاجی سے یقیناً آرام آ جاتا ہے۔

غذا

مریض کو اس کی تحریک کے مطابق غذا دیں۔ لیکن وقت کی پابندی اور شدید بھوک کو ضرور مدنظر رکھیں۔ بھوک کی شدت سے اس وقت ضعف تحلیل کا نقصان نہیں ہوتا جس قدر بغیر بھوک کے کھانے سے ہوتا ہے۔

دوا

علاج میں دوا کی اہمیت ظاہر ہے مگر جب تک مریض کو اچھی خاصی بھوک نہ لگے دوا نہ دینی چاہئے تا کہ خمیر ختم ہو کر خون بننا شروع ہو جائے۔ جس مفرد عضو کو تحریک دینی ہو اس تحریک کی ادویہ دیں۔ قبض کا خیال رکھیں۔ غذا کے لئے تحقیقات علاج بالغذاء کو مدنظر رکھیں۔ دوا کے طور پر تحقیقات فارماکوپیا اور تحقیقات المجربات میں سے ضرورت کے مطابق دوا تجویز کریں۔

جنسی قوت کے ضعف کے لئے اغذیہ اور ادویہ

جنسی قوت کی کمزوری کسی ایک عضو یا قوت کے تحت نہیں ہے بلکہ اس کے اسباب مختلف اعضاء اور قویٰ میں ہوتے ہیں۔ جیسے اعضاء رئیسہ و شریفہ کی کمزوری منی کی پیدائش میں کمی یا اس میں حدت کی کمی۔ ضعف بدن، کمی غذا، مزاج میں گرمی و سردی اور خشکی و تری، مدت دراز تک جماع ترک کرنے میں آلہ تناسل کا ڈھیلا پڑ جانا۔ نچلے حصہ میں ریح کا کم پیدا ہونا، جلق اور فالج اور ضعف اعصاب وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لیکن جنسی قوت و جذبات کو جو اغذیہ اور ادویہ تحریک دیتی ہیں وہ غدی عضلاتی اور غدی اعصابی ہوتی ہیں۔ اس لئے حکماء و اطباء اور دیگر معالجین نے جو اغذیہ اور ادویہ تحریر کی ہیں ان کی اکثریت غدی عضلاتی اور غدی اعصابی پر مشتمل ہے۔

اغذیہ برائے جنسی قوت

گوشت: ہر قسم خصوصاً مرغ و کنجشک اور تیتر و بٹیر، ان کے انڈے بھی ویسے ہی مفید ہیں۔ دریائی اور سمندری جانور جیسے مچھلی، مرغابی اور

بطخ وغیرہ۔ اناج: میں گیہوں، چنا۔ میوہ جات: بادام، پپیتا، اخروٹ، چلغوزہ، خوبانی، نارجیل، انجیر اور کشمش۔ پھل: کھجور اور آم وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سبزیاں: میتھی، پیاز، کریلے، ٹماٹر وغیرہ مفید ہیں۔

مفرد ادویہ برائے جنسی قوت

دارچینی، جائفل، جاوتری، عاقرقرحا، زنجبیل، زعفران، عنبر اور کستوری خالص، کشتہ ہیرا، خولنجاں۔ روغن: بعض ادویہ کے روغن اندرونی اور بیرونی طور پر مفید ہیں روغن زیتون، گھی اور دُنبے کی چکی اور گائے کی موٹی چربی جس کو روغن کہتے ہیں۔ مرغ اور بطخ وغیرہ کی چربیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ دھاتیں: کشتہ سونا، کشتہ تانبا، کشتہ نیلاتھوتھا، پارہ اور شنگرف اور ان کے مرکبات وغیرہ خاص طور پر مفید ہیں۔

مجربات برائے جنسی قوت

جنسی قوت کے متعلق بے شمار مجربات طبی اور جنسی کتب میں بھرے پڑے ہیں لیکن ان کی اکثریت میں غیر اصولی اور کسی نظریہ کے بغیر ادویہ کو جمع کر دیا گیا ہے اور جو مجربات صحیح ہیں ان کو تلاش کر کے پیش کرنا ایک مشکل امر ہے۔ اس لئے یہ کام کسی دوسرے وقت کے لئے رکھ دیا ہے۔ اگر موقع ملا تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک کتاب تحقیقات المرکبات لکھی جائے گی جس میں سر سے پاؤں تک حکما و اطبا اور قرابادینوں کے مجربات اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ ذیل میں چند ذاتی مجربات درج ہیں جو ضرورت کے مطابق زود اثر و اکسیر اور یقینی و بے خطا ہیں۔

مقوی چھوہارے: موٹے موٹے چھوہارے حسب ضرورت لے لیں۔ ان کو درمیان میں سے چیر کر دو ٹکڑے کر لیں۔ پھر ان میں پستہ باریک کر کے بھر دیں۔ معمولی دھاگے سے باندھ لیں۔ پھر توے پر تھوڑا گھی ڈال کر خوب تل لیں۔ بس تیار ہے۔ پانچ سے دس تک صبح ناشتہ میں کھائیں۔ ضرورت محسوس کریں تو رات کو بھی غذا کے بعد لے سکتے ہیں۔

مقدار خوراک: غدی عضلاتی شدید ہیں۔

اکسیر مقوی باہ: کشتہ نیلاتھوتھا ایک ماشہ، کچلہ چار ماشہ، شنگرف ۸ ماشہ، رائی بارہ ماشہ، سب کو پیس کر ملا لیں اور پھر کم از کم ایک گھنٹہ کھرل کر لیں۔ پھر گولیاں بقدر فلفل سیاہ بنا لیں۔

مقدار خوراک: ایک ایک گولی دن میں دو تین بار دیں۔ نوجوانوں کے لئے ایک گولی ایک وقت ہی کافی ہے۔

افعال و اثرات: غدی عضلاتی۔

تریاق مقوی باہ: لونگ ایک تولہ، تخم پیاز تین تولے، رائی چار تولے پیس کر سفوف تیار کر لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: نصف ماشہ سے ایک ماشہ تک دن میں ایک دو یا تین خوراکیں۔ ضرورت کے مطابق دے سکتے ہیں۔

افعال و اثرات: عضلاتی غدی شدید۔

اسرار مقوی باہ: جمال گوٹہ تین ماشے، کچلہ نو ماشے، دونوں کو باریک کر کے سفوف بنا لیں اور کم از کم نصف گھنٹہ کھرل کر لیں۔ بس تیار ہے۔

مقدار خوراک: ایک تنکا سے تین تنکے تک یعنی ایک تنکے کے سرے پر جس قدر بھی آ جائے۔ اگر مقدار زیادہ ہو جائے گی تو اجابتیں شروع ہو جائیں گی۔

اس نسخہ میں یہی ایک اسرار ہے کہ ایک شدید مسہل کو بطور شدید مقوی باہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سفوف کی رائی کے برابر گولیاں بھی بنائی جا سکتی ہیں۔ اس کے استعمال سے اگر اجابتیں شروع ہو جائیں تو پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ اجابتیں آنے سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔ البتہ مریض کے لئے پریشانی ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے احتیاط ضروری ہے۔

جنسی قوت اور اقوال حکمائے قدیم

۱ جالینوس کہتا ہے کہ کثرت جماع بدن کو کمزور کرتی ہے اور جلد بوڑھا بنا دیتی ہے۔ زیادہ جماع کرنے والے کو لازم ہے کہ فصد بہت کم کھلوائے۔ تکلیف کے کاموں اور حمام پسینہ وغیرہ سے پرہیز کریں۔ بدن کو گرمی اور رطوبت پہنچانے کی تدبیروں میں مصروف رہے۔ کیونکہ جماع بدن کو سرد وخشک اور تحلیل کرتا ہے۔ ان امور کی تلافی کے لئے مقوی غذا اور شراب کا استعمال، نیند بھر کر سونا، بدن کو آسائش دینا، خوشبودار اشیاء اور روغنیات کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

۲ جالینوس کہتا ہے کہ جن نوجوانوں میں منی کی زیادتی ہوتی ہے اگر وہ جماع نہ کریں تو ان کے سر بوجھل اور بھوک زائل ہو جاتی ہے۔ میں نے بہت سے ایسے اشخاص کو دیکھا ہے جن میں منی بکثرت تھی اور انہوں نے اپنے آپ کو جماع سے روکے رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بدن سرد ہو گئے۔ حرکت کرنا مشکل ہو گیا۔ ہاضمہ خراب اور بھوک کم ہو کر مالیخولیا کے عوارض میں مبتلا ہو گئے۔ حتیٰ کہ بلا وجہ رونے کی طرف ان کی طبیعت کا میلان ہو گیا۔

۳ جالینوس لکھتا ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے کہ متواتر ایک سال تک جماع کرنے کے بعد تارک جماع ہو گیا جہاں وہ پہلے خوب بھوک اور خواہش کے ساتھ کھایا کرتا تھا وہاں اس کی بھوک بہت کم ہو گئی۔ بہت کم غذا کھاتا اور اس کو بھی اچھی طرح ہضم کرنے سے قاصر رہتا۔ اگر زیادہ کھا لیتا تو فوراً قے ہو جاتی۔ غرض یہ کہ اسے مالیخولیا کے عوارض لاحق ہو گئے۔ اس کے بعد وہ اپنی عادت کے مطابق جماع کی طرف راغب ہوا تو تمام عوارض رفع ہو کر اس کی صحت بحال ہو گئی۔

۴ جالینوس کا قول ہے کہ اگر طاقت کی حالت اچھی ہو تو کثرت جماع سے امراض بلغمیہ کا انسداد ہوتا رہتا ہے۔

۵ جالینوس کہتا ہے کہ جو شخص بکثرت جماع کرتا ہے۔ اس کا بدن حرارت غریزی کے کم ہو جانے سے سرد پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ شدت لذت جو لازمہ جماع ہے نہایت سخت محلل ہے۔

۶ شیخ الرئیس لکھتے ہیں کہ جماع مناسب وقت پر کیا جائے تو نفع مند ثابت ہوتا ہے۔ ذہن کو صاف کرتا ہے، غصہ اور جنون کو تسکین دیتا ہے، خصوصاً عاشق کو معشوق کے ساتھ جماع کرنے سے عشق کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

۷ شیخ الرئیس بوعلی سینا لکھتے ہیں کہ اگر عضو خاص کے اعصاب میں برودت کی وجہ سے استرخا ہو جائے تو عانہ و خصیتین اور عضو خاص پر عاقر قرحا اور روغن چنبیلی ملا کر مالش کریں۔ فرفیون اور مشک روغن چنبیلی میں حل کر کے ملنا بھی مفید ہے۔ شیر کی چربی تو بہت ہی اچھی چیز ہے۔

۸ شیخ الرئیس بوعلی سینا لکھتے ہیں کہ کثرت جماع کے ستائے ہوئے مریضوں کے معدہ کو قوی اور ہضم کو عمدہ بنانا نہایت ضروری ہے۔ نیز ادویہ مقوی قلب و مسکن چیزیں دی جائیں۔ عام مقویات سے روکا جائے۔

۹ شیخ الرئیس بوعلی سینا لکھتے ہیں کہ شتر اعرابی کے بچے کا پنیر بھی تقویت باہ کے لئے عجیب المنفعت دوا ہے۔ یہ خشک شدہ بقدر نخود لے کر تقریباً دس تولے پانی میں حل کر کے وقت سے بارہ گھنٹے پہلے پلا دیں۔ اگر شدید نعوظ موجب اذیت ہو تو عضو کو سرد پانی سے دھو ڈالیں۔ پھلوں میں انگور شیریں باہ کے لئے بہت عمدہ ہے۔ اگر تازہ ہو تو خصوصیت کے ساتھ مفید ہے۔ عصافیر (کنجشک) کا گوشت پکا کر کھانا بھی باہ کے

لئے مفید ہے۔ اس کو مداومت کے ساتھ کھانا اور اس میں بجائے پانی کے دودھ پینا نعوذ پیدا کرتا ہے۔

۱۰. حکیم رازی لکھتا ہے کہ جماع سے عاجز ہونے کے چار اسباب ہیں: (۱) انتشار کی کمزوری (۲) منی کی کمی (۳) جمود (۴) وہم کا قائم رہنا۔

۱۱. حکیم رازی کہتا ہے کہ اس کبوتر اور چوزہ کا گوشت بہت مفید ہے جو نخود، مغز پنبہ دانہ، لوبیا، مغز تخم قرطم اور باقلا کھلا کر پرورش کیا گیا ہو۔

۱۲. حکیم سویدی کہتا ہے کہ جو شخص نر چڑیا کے کھانے پر مداومت کرے اور جب پیاس لگے تو دودھ پیا کرے اس کی منی کی پیدائش اور جماع میں بے حد ترقی ہو جائے گی۔ اس کا قول ہے کہ گھوڑ سواری کرنا قوت باہ کو بڑھاتا ہے۔

۱۳. حکیم سویدی کہتا ہے کہ گاجروں کا کھانا تقویت باہ کے لئے بہت مفید ہے۔ گاجر کا مربہ بھی بہت مفید ہے۔ خصوصاً جب کہ اس میں زنجبیل، شکر اور شہد بھی شریک کر لئے گئے ہوں۔ رُب زلال نخود بھی نفع بخش چیز ہے۔ ماہی تازہ کو روغن زیتون میں بھون کر پیاز ملا کر کھانا بھی اچھا ہے۔

۱۴. حکیم سویدی لکھتا ہے کہ بکری کا گوشت، پیاز، شکر، شہد اور زعفران ملا کر کھائیں۔ اونٹ کا گوشت بھون کر استعمال کرائیں سمک صیدا بونے دو ماشے کھلائیں اور اوپر سے ایک قدح شراب ابیض یک سالہ پلائیں۔ یہ سب چیزیں ان کے مجربات میں سے ہیں۔

۱۵. ایک حکیم کہتا ہے کہ اگر چنے رات کو بھگو کر صبح کچے کھائے جائیں اور اوپر سے ان کا پانی بھی تھوڑا سا شہد ملا کر پی لیں تو ضعف باہ کے مایوس مریضوں کو قوت باہ عود کر آتی ہے۔

۱۶. بیضہ بثیر (ہمانی) کا کھانا بالخاصیت عورتوں کی شہوت کو برانگیختہ کرتا ہے۔

تعارف

چودھویں صدری کے بعد علمی و تحقیقی جمود کو توڑنے والی عظیم شخصیت حضرت دوست محمد صابر ملتانیؒ کی ہے جنہوں نے نہ صرف تجدید فن طب میں ایک نیا نظام ایجاد کیا بلکہ انسان سے متعلقہ اور وابستہ تمام امور جو نظام کائنات سے ذرّہ زمان تک اور زرّہ مکان سے نظام آفاق تک کیھقائق کو انتہائی آسان انداز میں دریافت کرتے ہیں۔ علم حکمت وفنِ طب صدیوں سے اپنی تجدید وارتقاء اور کمال کے لیئے کسی مسیحا وقت کا شدت سے منتظر تھا۔ یورپ اور روس میں طب قدیم پر مظالم علمی و عملی طور جا بجا تھے جس کی وجہ سے طب قدیم اپنی بربادی اور تباہی پر نوحہ کناں تھی۔ چودھویں صدی کے بعد عالم عرب سے لے کر برصغیر تک اور یورپ سے روس اور برطانوی راج تک جو علمی تحقیقات ہمیں ملتی ہیں ان میں یہ واضع ہے کہ ان ضمیر فروش تاجروں اور تنگ نظر سائنسدانوں نے علم طب کے مبادیات اور قوانین وکلیات کو اپنے حرص وہوس کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ حکماء واطباء اسلاف کی صدیوں کی محنت شاقہ سے کی جانے والی تحقیقات اور فطری مسلمہ حقائق کو مٹی میں رولا جا رہا تھا۔ جب اطباء وحکماء فرنگی طب سے مرعوب ہوتے جا رہے تھے اور فن طب کے نظریات اور تحقیقات کی فرنگی طب کے مطابق کرنے کے درپے تھے اور ایسا کرنے کو وہ فرنگی حصار میں بندھے حکماء واطباء تجدید طب واحیائے فن کا نام دے رہے تھے اور ان کی یہ خود غرضی فن طب کو انتہائی نقصان پہنچا رہی تھی یوں کہیے کہ جب فن طب کا بس جنازہ اٹھنے والا تھا توان حالات میں فن طب میں تجدید واحیائے فن وقت کی اہم ضرورت بن چکی تھی۔ اس وقت اللہ نے حضرت دوست محمد صابر ملتانیؒ جیسے مرد جلیل کو فن طب اور احیائے علم کا مسیحا بنا کر پیدا کیا۔ جو حکیم انقلابؒ کے لقب سے مشہور ومعروف تھے۔ قادر مطلب نے فن طب پر تجدید اور اس کے احیائے کے لیے حکیم انقلابؒ کو کمال وعروج فن عطا کیا۔ جس پر حکیم انقلابؒ نے علوم وفنون وحکمت کی تجدید اور احیاء کی بنیاد قوانین فطرت کے عین مطابق رکھی اور حکیم انقلابؒ نے اس اصول کو ایک قانون کی صورت میں طبی دنیا میں پیش کیا۔

یہ نظریہ قانون فطرت کا ایک ایسا اصول ہے جو مادہ (Matter) اور جوہر (Essence) سے اخذ کیا گیا ہے۔ یعنی مادہ دراصل جوہر سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس طرح جوہر اور مادہ اپنے افعال واثرات کی حیثیت میں ایک ہی خواص وفوائد رکھتے ہیں۔ جیسے جوہر سے مادہ اور پھر مادہ کی مختلف صورتیں وکیفیات اور ان صورتوں وکیفیات سے ارکان کا وجود پھر ارکان سے اخلاط، پھر اخلاط سے اجسام کثیفہ ولطیفہ کی ترتیب اور پھر مفرد اعضاء کا بننا بنیادی حقیقت ہے۔ یعنی جب جوہر کوئی جسم اختیار کر لیتا ہے تو مادہ بن جاتا ہے اور جب مادہ کی تخصیص ہوتی ہے تو وہ ارکان بن جاتا ہے۔ جب ارکان محلول ہوتے ہیں تو اخلاط پیدا ہوتے ہیں اور جب اخلاط مجسم ہوتے ہیں تو مفرد اعضاء بن جاتے ہیں۔ انہی مفرد اعضاء پر حکیم انقلابؒ نے علم وفن طب کی بنیاد رکھی۔ ان میں خاص ترتیب، توازن، فعل وافعال اور منظم ہم آہنگی اعتدال کی صورت ہو تو حالات جسم صحت کی حالت میں اور درست کام کرتے ہیں اور جب اعتدال نہ رہے تو مرض کی پیدائش ہوتی ہے۔ یہی قانون مفرد اعضاء (Simple Organopathy) تجدید طب واحیائے فن کا دور رواں ہے اور جدید طبی دنیا کے لئے ایک چیلنج بھی ہے۔

قانون مفرد اعضاء ایک فطری سائنسی ہے جو جدید میڈیکل سائنس سے کئی سو سال آگے ہے اور اس کے جوازات اور دلائل بھی دیتی ہے۔ حضرت دوست محمد صابر ملتانیؒ نے جو تحقیقات چالیس سال کی عرق ریزی سے کی اور انتہائی ایمانداری سے عوام الناس کے سامنے پیش کیں اسکی مثال ہمیں اپنے خطے میں کم ہی ملتی ہے۔ کلیاتِ تحقیقات صابر ملتانیؒ دن رات کی اسی انتھک محنت اور خون جگر سے لکھے گئے نظریات وتحقیقات کا ہی ذخیرہ ہے۔ **کلیّاتِ تحقیقاتِ صابر ملتانیؒ** میں حکیم دوست محمد صابر ملتانیؒ کی تمام طبع شدہ کاوشوں کو یکجا کر کے نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ **ادارہ مطبوعات سلیمانی** یہ کوشش بلاشبہ قابل صد تحسین ہے۔

حکیم محمد ثناء اللہ حلاج

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور • فون: 042-37232788
042-37361408 E-mail: idarasulemani@yahoo.com
www.sulemani.com.pk